نہج البلاغت

نہج البلاغت

کا

مکمّل ترجمہ، حلّ لُغات، تشریح،
تفسیر اور تاریخی پس منظر کے ساتھ

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

لاہور ——— حیدر آباد ——— کراچی

طابع : شیخ نیاز احمد
مطبع : علمی پرنٹنگ پریس، لاہور
اشاعت چہارم : سنہ ۱۹۷۶ء
ھدیہ : پچاس روپے

مقامِ اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

موجودہ ترتیب

عرضِ ناشر

الحمد للہ کہ چند سال کے عرصے ہی میں 'نہج البلاغہ' کا یہ چوتھا ایڈیشن' برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

کیوں نہ ہو، کتاب بھی ایسی اور کتاب والا بھی ایسا۔ موجودہ ایڈیشن میں گزشتہ ترتیب کو قطعی طور پر بدل کر، تمام خامیوں کو دُور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جو اغلاط کتابت وغیرہ کے سبب رہ گئی تھیں۔ اُن کو درست کر دیا گیا ہے۔ اب تک اس نسخہ میں، علامہ سید رضی رحمہ اللہ کی مرتبہ "نہج البلاغہ" کے علاوہ چند خطوط، توقیعات و رقعاتِ امیرالمومنینؑ بھی شامل تھے۔ لیکن اس ایڈیشن میں ان کو "نہج البلاغہ" سے خارج کر دیا گیا ہے۔

موجودہ مطبوعے کی ترتیب از سرِ نو ہو جانے کے سبب، بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ کچھ ملفوظات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ دست بدعا ہوں، کہ موجودہ نسخہ ہر حیثیت سے مکمل ہو گیا ہو۔

نیاز احمد

اپریل ۱۹۷۵ء

فہرست

خطبات و ارشادات

حصہ دوم

مکتوبات و رقعات

فہرست ملفوظات

حصہ چہارم

رجال نہج البلاغۃ

جنگ جمل، صفین اور نہروان سے متعلقہ مقامات

نہج البلاغۃ

ترتیب و تہذیب

نائب حسین نقوی امروہوی

نہج البلاغۃ

سیاستِ اسلام کے آئینے میں

از

نائب حسین نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات اور مکتوبات میں اسلام کے گوناگوں حالات مضمر ہیں۔ جن کے مطالعے سے دنیا و دین کے زیادہ تر اہم اور عمیق مسائل سامنے آجاتے ہیں۔ بہت سی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اس میں اسلام سے متعلق ایک معاشرہ۔ قانونِ شریعت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی ایسی اقدار شامل ہیں۔ جن کے سمجھ لینے کے بعد انسان کو کسی مزید جستجو اور تحقیق کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اس میں جہاں الٰہیات کے رُموز ملتے ہیں۔ جو دنیائے اسلام کے لیے نقشِ اوّلیں تھے۔ وہاں اس کے دامن میں رسالتؐ کے ایسے تمام اسرار و رموز بھی پوشیدہ ہیں۔ جن کے مطالعے سے، رسول اسلام کی حیاتِ مبارکہ اور آپ کی بعثت کے متعلق سب کچھ مل جاتا ہے۔

نہج البلاغہ کے خطبات اور مکتوبات میں اسلام کی تاریخ اور مکمل معاشرہ ہے۔ ان میں مزدوری سے لے کر شاہنشاہی تک کے اسرار موجود ہیں۔ دشمنوں اور حریفوں کے ساتھ حسن سلوک کا سبق بھی ہے۔ اور مشرکین و کفّار کے مقابلے میں میدانِ جہاد کی تعلیم بھی۔ یہودی کے باغ میں پانی سینچ کر پیٹ پالنے کی تعلیم بھی نظر آئے گی۔ اور میدانِ جہاد میں کفار و مشرکین پر برستی ہوئی تلواروں کی جھنکار بھی سنائی دیں گی۔ اسی بارگاہ میں فلسفے کے وہ مسائل ملیں گے۔ جو حکمائے عالم کے لیے اعلیٰ مثال بن گئے۔ اور فصاحت و بلاغت کے معجز نما بیانات بھی۔

حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ خطبات اس تاریک دور میں، جب کہ الٰہیات کا وہ اعلیٰ تصوّر تک نہ تھا۔ ذہن و دماغ اُلوہیت کے فلسفے سے ناآشنا تھے۔ مگر زبان علیؑ نے ان کو آشنا بنا دیا۔ اور وہ تمام نقوشِ اوّل "نقشِ آخر ہو کر ہمارے لیے مشعل راہ بن گیے۔ ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ علیؑ کا یہی احسان کیا کم ہے۔ کہ آپ نے ہم کو توحید کے وہ تصوّرات بخشش فرما دیئے۔ جن سے ہم ناآشنا تھے۔ اور اگر علیؑ توحید کے اسرار تعلیم نہ فرما دیتے۔ تو مسلمان فلسفۂ الٰہیات سے بے بہرہ رہ جاتے۔

انسانی معاشرے میں قانونِ فطرت کو جو دخل ہے۔ وہ دنیوی دستور سازی اور ظاہری حکومت و سیاست کو نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ انسان فطری طور پر ہر وہ شے "جلدی اور بآسانی قبول کر لیتا ہے۔ جس کے متعلق اس کے ذہن کو سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت نہ ہو۔ کہ یہ قانون میرے اوپر مجبوراً لادا گیا ہے۔ اور میں اس کے ماننے کے لیے لاچار ہوں۔ لہٰذا قانون فطرت ہی وہ قانون ہو سکتا ہے۔ جو آدمی کی خلقت کے وقت اس کے خمیر میں سمو دیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد ادراک کی آخری منزلوں تک پہونچ کر بھی وہ ان فطری امور کو سوچنے کی نہ ضرورت سمجھتا ہے، اور نہ وہ قیود، اس کے بعد بار خاطر ہی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں، ان رسوم و دستور کو طبعیتاً اور خلقتاً بجا لاتا ہے۔ وہاں اس کو نہ کسی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی قانون داں کی —— وہ فطرت کے راستے پر غیر ارادی طور پر گامزن رہتا ہے۔ ہاں البتہ اس قانون اور دستور قدرت کے لیے، انسان کو اس

شے کی ضرورت پڑتی ہے جس سے لاشعوری طور پر وہ تمام جذبات اور تصوّرات بغیر کسی کے سکھائے اور بتائے اس کے ذہن کے ہر رگ ریشے میں اس طرح جاگزیں ہو جائیں۔ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری بات سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہ جائے۔ نیز ان صلاحیتوں کو روکنے کے لیے اس جذبۂ لاشعوری کی نشو نما ایسے حالات میں ضروری ہے۔ جب کہ ذہن میں اس سے پہلے کوئی نقش اوّل نہ ابھر چکا ہو۔ اور بنیادی طور پر "گویا کہ تخلیق کے وقت وہ امور ہی اس کے ذہن کی تاریک رگوں میں نقش کا ابھر ہو چکے ہوں لیکن وہ تمام باتیں نفسیاتی اعتبار سے بھی فطرت کے مطابق ہونا ضروری ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جن کے لیے مجبوراً لادنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ مگر وہ بنیادیں فلسفۂ الٰہیات پر ہی استوار ہو سکتی ہے۔ تاکہ الوہیت کا حقیقی تصوّر ان کی ہر رگ و پے میں سرایت کر جائے۔ اور اس کو احدیّت کا عین الیقین ہو جائے تب وہ قوانین الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر سکے گا۔ اس کو پھر کسی دوسری تعلیم یا درس گاہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ خود بخود اس کا مزاج قانونِ فطرت کو قبول کر لینے کے لیے موزوں بن جاتا ہے۔ اور اس یقین کے آخری درجے کا نام ہے "عقیدت"، چنانچہ انسان کو اگر وجودِ الٰہی پر یقین محکم ہے۔ تو قانون و دستورِ الٰہی اس کے دماغ میں گھٹی کی طرح گھل مل جاتا ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ سب سے پہلے انسان کو وحدت الوجود کی تعلیم ضروری ہے۔ لیکن اس تعلیم کے لیے ہم کو ایسی ہستیوں کی ضرورت لاحق ہوگی۔ جو مخلوقاتِ عالم کے حقائق اور آفرینشِ عالم کے رموز سے اس طرح واقف ہوں۔ جیسے یہ سب چیزیں ان کے سامنے بنائی گئی ہیں۔ یا بنانے والے سے "وہ" اتنی قربت حاصل کر چکی ہوں۔ کہ اس کے تمام اسرار و رموز اس خالقِ کل نے کسی ذریعے سے ان کو ودیعت فرما دیئے ہوں۔ اس کے بعد ہی وہ لوگ دنیا والوں کو اعلیٰ اقدار کی تعلیم دے سکتے اور سمجھا سکتے ہیں۔ ورنہ ان کی تعلیم ناقص رہ جائے گی۔

اسی طرح اسلام اور اس کے تمام اصول کی تعلیم کے لیے ان ذرائع کی ضرورت ہے۔ جو ہم کو صحیح قانون اور دستور بتا سکیں۔ پہلے الٰہیات کے تصوّرات ہمارے اذہان میں راسخ ہو جائیں۔ جب "اللہ" پر ایمان کامل ہو جائے گا۔ اللہ کے وجود۔ اور اس کے مبعوث کردہ پیغمبرؐ پر ایمان کامل ہو جائے گا۔ تب انسان ان اصول پر بھی بخوشی گامزن ہو سکے گا۔ جو اُس طرف سے روزِ اوّل تشخیص کیے گیے ہیں۔

سرکارِ دو عالم کا ارشاد ہے۔ دینِ اسلام کی بنیادیں۔ عین فطرت کے مطابق ہیں ——— لیکن پیدائش کے بعد ماں باپ اپنے بچّوں کو اپنے مذہب کے مطابق اپنا لیتے ہیں۔

علیؑ اور اسلام

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی ایک منفرد ذات ہم کو ایسی ملتی ہے۔ جو پیدائش کے وقت سے "پیغمبرِ اسلام" کی آغوشِ تربیت میں رہی۔ اور اسی لیے آپ کی زندگی کے ساتھ، ان تمام حالات کا وابستہ ہونا لازمی ہو گیا۔ جو آپ کی تحریرات اور نگارشات سے متعلق ہیں۔

یہاں ایک واقعہ پیش کر دوں۔ جو میرے موجودہ مضمون کے لیے مفید اور ضروری ہے۔ یہ واقعہ "محدث امام نسائی رحؒ

نے اس طرح نقل کیا ہے ۔عفیف کہتے ہیں ۔کہ عہد جاہلیت میں ایک بار میں مکے آیا ۔اور عباس بن عبدالمطلب سے ملنے گیا ۔اس وقت آفتاب افق مغرب کی طرف پلٹ رہا تھا ۔میں اور عباس خانہ کعبہ کے باہر بیٹھے باتیں کر رہے تھے ۔کہ ایک جوان آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔اول آسمان کی سرخیوں کی طرف دیکھا ۔پھر پشت کعبہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو گیا ۔اتنے میں ایک لڑکا بھی آگیا ۔اور وہ اس جوان صالح کے داہنی طرف ۔اسی طرح کھڑا ہو گیا ۔اس کے بعد ہی ایک خاتون آئیں ۔اور ان دونوں کے پیچھے انھیں آداب کے ساتھ کھڑی ہوگئیں ۔پھر میں نے دیکھا ۔کہ وہ جوان رکوع میں گیا ۔ساتھ ہی وہ بچہ اور خاتون بھی رکوع میں جھک گئے ۔پھر وہ رکوع سے کھڑا ہوا ۔اس کے بعد ہی وہ دونوں بھی کھڑے ہوگئے ۔اس کے بعد جوان سجدے میں جھک گیا ساتھ ہی یہ دونوں بھی سجدے میں گئے ۔جب جوان نے سجدے سے سر اٹھایا ۔تو ان دونوں نے بھی سر اٹھالیے ۔میں یہ واقعہ دیکھ کر ششدر و حیران رہ گیا ۔اور عباسؓ سے کہا ۔آج تو میں عجیب و عظیم واقعہ دیکھ رہا ہوں ۔عباس کہنے لگے ۔یقیناً تعجب خیز واقعہ ہے ۔عفیف ! کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ ۔میں نے جواب دیا نہیں ! عباس کہنے لگے ۔یہ جوان میرا بھتیجہ "محمد بن عبداللہ" ہے ۔اور یہ خاتون "خدیجہؓ" ۔اس جوان کی بیوی ہے ۔میرے بھتیجے ۔محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ ہے ۔کہ میرا خدا وہی ہے جو اس زمین و آسمان کا خالق ہے ۔اور اسی خدا نے اس کو ،اس دین کا حکم دیا ہے ۔جو تم دیکھ رہے ہو ۔یہ اس کی عبادت کر رہا ہے ۔اے عفیف ! اس دین پر اس وقت صرف یہی تین آدمی قائم ہیں ۔ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ۔یہ خود "اس کی بیوی خدیجہؓ" اور اس کا چچازاد بھائی علی مرتضےٰ جس کو تم بچہ دیکھ رہے ہو ۔" اس کے بعد ۔ ۔ حضرت علیؑ کے حوالے سے ایک روایت اور بھی نقل کی ۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں ۔کہ امت محمدیؐ میں ۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ سے پہلے اور کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی ۔میں نے تمام امت سے نو سال پہلے عبادت الٰہی شروع کر دی تھی ۔

یہ ہے وہ پس منظر جو امیر المومنینؑ کی زندگی کا آئینہ دار ہے ۔اور اسی کی حقیقی جھلک آپ کی تحریرات میں جا بجا نظر آتی ہے ۔لہٰذا آپ کا کلام اور آپ کی حیات کو اسی میزان پر تولا جائے ۔اسی کسوٹی پر پرکھا جائے ۔اور اسی تصور کے ماتحت اس کا مطالعہ کیا جائے ۔کہ آپ پیدائش کے وقت سے ہی اسلام اور رسول اسلام کی آغوش میں تربیت پاتے رہے ۔علوم ربانی کی تعلیم سے آراستہ ہوتے رہے ۔اسلام آپ کی گھٹی میں ملا ہوا تھا ۔جو ذہن رسالتؐ کے ذریعے ۔آپ کے اعضائے جسم میں سموتا رہا تھا ۔جس طرح رسول اسلام "اپنی حیات مبارکہ میں ہر وقت رسولؐ تھے ۔لیکن حکم الٰہی کے منتظر رہے اور جس وقت وحی الٰہی ہوئی ۔حکم ربانی پہونچا ۔کہ اب وقت ہو ۔اعلان رسالتؐ کر دو ! اور آپ نے عمائدین مکہ کو جمع کر کے سب کے سامنے اعلان رسالتؐ کیا ۔وہاں ابو جہل ،ابو لہب ۔ ۔ ۔ ابو طالب ۔عباسؓ اور دوسرے ارباب مکہ بھی موجود تھے ۔انھیں میں یہ بچہ بھی شامل تھا ۔لیکن ادھر اعلان رسالت ہوا ۔ادھر علی کھڑے ہوگئے ۔اور آپ نے ان الفاظ میں اعلان رسالتؐ کی تصدیق کی ۔ہاں آپ اللہ کے رسولؐ ہیں ! اور میں اگرچہ بہت کمزور اور نحیف ہوں ۔میری ٹانگیں پتلی اور کمزور ہیں ۔لیکن میں ہر طرح آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں ۔علی کا یہ اعلان اسلام نہ تھا ۔بلکہ اعلان رسالتؐ کی تصدیق تھی ۔اسی ایک جملے میں وہ رموز اور اسرار پوشیدہ ہیں جن کے سمجھ لینے کے بعد علیؑ کے ان علوم کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے ۔

جو آپ کے خطبات ورقعات میں مضمر ہیں۔ اور آپ کی زندگی کا سرمایہ ہے۔
اس کے بعد دیکھنا یہ ہے۔ کہ اسلام اپنے ساتھ وہ مکمل دستور لے کر آیا۔ جو تا ابد عالم و عالمیان کے لیے بجائے خود مکمل ہے۔
اس میں حکومتوں اور رہنماؤں کے لیے دستور اساسی موجود ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے ایک لائحہ عمل موجود ہے۔
اور اب ہمارے معاشرے کو مزید کسی جستجو و تلاش کی ضرورت نہیں پڑتی۔
ہر معاشرے اور قوم کی بہبود و سلامتی کے لیے اس کی سیاسیات، خواہ وہ کسی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں۔ میدان جہاد ہو یا سلطنت و حکومت۔ ہر حیثیت سے اس کی سمجھ بوجھ ضروری ہے۔ تاکہ وقت اور ماحول کے مکمل جائزے اور تجزیے کے ماتحت تدبر سے کام لیا جائے۔

امیرالمومنین کی نظر میں اسلام اور مسلمانوں کی اہمیت

رفتہ رفتہ "، اسلام کی وسعت و ہمہ گیری نے سیاسیات اسلام میں وہ تمام قوانین بھی شامل کر دیے۔ جن کے ذریعے اسلام کو دن دونی ترقی کی شاہراہیں مل سکتی تھیں۔
امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ایسے آڑے وقت میں قدم قدم پر ایک کردار رہا ہے۔ اور آپ نے ہر حکومت کے ساتھ، اسلام کی محافظت اور بقا کے لیے وہ تمام تدابیر اختیار کیں۔ جو تدوین اسلام کے لیے ضروری تھیں۔ اپنے حقوق کے مطالبے کے ساتھ تمام مسائل میں حکومت کو مشورے دینا۔ جہاد کی تعلیم دینا۔ حالات کا جائزہ لے کر، اسلام کے تحفظ کے لیے ہر ممکن امداد کرنا۔ آپ کا مسلک رہا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں احادیث و قرآن کی مکمل تعلیم کے علاوہ جب کوئی نازک معاملہ آپڑتا۔ تو۔ آپ کے مشورے کو حکم قرار دیا جاتا ---------- البتہ یہاں ایک تصور ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب خلفائے راشدین کے ساتھ تعاون ہی کرتے تھے۔ تو پھر حکومت و سلطنت کا مطالبہ کیوں؟ جیسا کہ آپ کے متعدد خطبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بس یوں سمجھ لیجئے۔ کہ آغوش رسالتؐ کی تربیت نے آپ کا وہ کردار بنا دیا تھا جس کے بعد رسول اسلام، کے مشن کی تخریب دیتا ہی کیسے دیکھ سکتے تھے۔ یہ ظاہر ہے۔" کہ اگر آپ ہی، اس وقت برسر پیکار یا مخالفت پر آمادہ ہوجاتے تو عوام کا کیا حال ہوتا۔ اور اسلام کیا رہ جاتا۔ اب رہا۔ قدم قدم پر اپنے مطالبات کا اظہار،، وہ بھی آپ کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے کہ آپ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ لیکن آپ کا کردار اور کیرکٹر اس امر کا متقاضی تھا۔ کہ اسلام کی بقا، اپنے مطالبات کے مقابلے میں ضروری ہے چنانچہ ازاول تا آخر وہی رویہ اختیار کیا ــــ اپنے مطالبات پر بھی سختی سے کاربند رہے، اور اسلام کی فلاح و بہبود میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ـــ

نہج البلاغہ کے خطبات اور مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ حکومت اور سلطنت کے ان اہم امور اور رموز و اسرار سے کس قدر واقف تھے۔ کہ جہاں حکومت اسلام پر زوال آنے یا سنت رسولؐ کے خلاف کسی حکم کے صدور کا اندیشہ پیدا ہو جاتا۔ وہاں فوراً آپنے احساسات اور جذبات کا اظہار فرما دیتے۔ اور عملی طور پر حکومت وقت کو مشوروں اور احکامات الہی سے باخبر کر دیتے۔

اسلام کا ابتدائی دور علاوہ معاشرتی اور معاشی مسائل کے سب سے زیادہ سیاسی ہیجان سے دوچار تھا۔ ترویج اسلام کے لیے ایک طرف دوسرے ممالک سے جہاد کے عزائم "اور اسلامی سپاہ کی تیاری کا بندوبست" دوسری طرف ذاتی اقتدار کی کش مکش نے مسلمانوں کو اچھی خاصی الجھنوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ امیرالمومنینؑ کے پیش نظر یہ تمام باتیں تھیں۔ عہد رسولؐ میں جتنے جہاد ہوئے، ان سب میں، علی ابن ابی طالب پیش پیش رہے۔ توحید، نبوت اور اسلام کی اشاعت میں اہم ترین خدمات انجام دیتے رہے۔ اور وہی اصل مقصد بعد عہد رسالتؐ بھی پیش نظر رہا۔

عہد رسول کے بعد ہی اسلام نے پلٹا کھایا۔ خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔ مختلف پارٹیوں میں لوگ تقسیم ہو گیے۔ عناد کی آگ روشن ہوگئی، انصار اور مہاجرین میں تنازعہ شروع ہو گیا۔ قریش اور غیر قریش حکومت کی باگ ڈور اپنانے کے لیے سیاسی جوڑ توڑ کرنے لگے۔ علیؑ ان حالات کا برابر مطالعہ کر رہے تھے۔ مگر جب کسی شرعی حکم کی ضرورت ہوتی تو آپ برابر مشورے دیتے رہتے۔ لیکن شکوۂ دنیا زبان پر جاری رہا۔ اور زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل گیے ——— کہاں وہ دن جب کہ جوار رسالتؐ میں تمام علائق دنیا سے بیگانہ تھا۔ اور کہاں آج "کہ صرف تفکرات اور تکالیف" چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ حالات کا جائزہ لیتا ہوں۔ اور مجبوراً خاموش ہوں۔ اس لیے کہ خاموشی اور صبر ہی اس وقت مناسب ہے۔ پھر بھی احکامات اسلام اور سنت رسولؐ کی ترویج میں ہر وقت ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو ایک دن کہنا پڑا ——— مجھے معزول کر دو، جب کہ علی جیسا آدمی تم میں موجود ہے۔

نہج البلاغہ کے خطبات میں توحید و رسالت کے علاوہ، اس عہد کے عوام اور خواص کے ذہنی رجحانات کا مکمل جائزہ بھی موجود ہے۔ جو مختلف اوقات میں، آپ کے معاصرین کے مقابلے میں پیش آتے رہے۔ مگر وہ تمام شکوے زبان پر مجبوراً آئے خلافت راشدہ میں ہی مسائل کچھ اتنے پیچیدہ ہو گیے تھے۔ کہ بعض اوقات اہم معاملات میں مداخلت کرنا پڑتی تھی۔ لیکن جہاں خون ریزی و فساد کا اندیشہ ہوتا۔ وہاں خاموشی اور صبر و سکون سے وقت گزار دیتے۔ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا گیا ——— تو ابوسفیان نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ عباس سے کہا۔ آؤ! علیؑ کی بیعت کرلیں۔ ذرا دیکھو! کہ عنان حکومت بنی ہاشم سے نکل کر بنی تیم کی طرف پہونچ گئی۔ ہم نے اس وقت اگر حالات پر قابو پالیا۔ تو خیر۔ ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور اگر اس وقت کوئی مخالفت کرے گا۔ تو اس کا سر کچل دیا جائے گا۔ آپ رسول کے چچا ہیں۔ ادھر قریش پر میرے بھی اثرات ہیں لیکن جب امیرالمومنین کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی۔ تو خطبے میں ارشاد فرمایا۔ لوگو! فتنۂ و فساد چھوڑ کر، دامن نجات کا سہارا ڈھونڈو! نفرت کو چھوڑ کر بزرگی اختیار کرو۔ فخر دنیا کا تاج سر سے اتار دو۔ میں نے خلافت کو "حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ ہاں! مگر میری خاموشی سے لوگ سمجھیں گے۔ کہ مرنے سے ڈرتا ہوں۔ لیکن اگر خلافت

کے لیے کچھ کہوں تو حریص سمجھا جاؤں گا ۔ لا واللہ! ابوطالب کا بیٹا ۔ موت سے اتنا مانوس ہے جیسے پستان مادر سے دودھ پیتا بچہ ۔ میرے سکوت کے حقیقی اسرار وہ ہیں جن سے میں بخوبی آشنا ہوں ۔ اور اگر آپ لوگوں پر ان کا اظہار کر دوں ۔ تو اس طرح لرزنے اور کانپنے لگو گے ۔ جیسے کنوئیں کی گہرائیوں سے کانپتی ہوئی رسیاں کھینچی جاتی ہیں ——— یہ ہے وہ سیاست اسلام "بعد عہد نبوت" جو علی کی نگاہوں میں پھر رہی تھی ۔ اور سینے میں محفوظ تھی ۔ اس کو دیکھتے تھے اور خاموش رہتے تھے ۔ چنانچہ ابوسفیان اور عباس کو صاف جواب دیدیا ۔

حالات نے اتنا رخ بدل دیا تھا ۔ کہ قضاۃ بھی مسند قضا پر بیٹھ کر عوام کو جو چاہتے اپنے من مانے فتادے دیتے ۔ ہر مسئلے کا رخ جس کی طرف چاہتے اپنی مرضی اور تصورات کے ماتحت موڑ دیتے ۔ امیرالمومنین نے جب یہ رنگ ملاحظہ فرمایا ۔ تو ارشاد ہوا مفتیوں کا عجب حال ہے ۔ کہ جو شخص بھی ان سے مسئلہ دریافت کرتا ہے ۔ اس کو وہ اپنی رائے دیتے ہے ۔ اور وہی مسئلہ جب کسی دوسرے کے پاس لے جاتا ہے ۔ تو وہ انھیں الفاظ میں افتراق پیدا کر کے اپنا فیصلہ پہلے کی مخالفت میں صادر کرتا ہے ۔ حالانکہ دونوں کا اللہ ایک ، رسولؐ ایک ، قرآن ایک ، پھر یہ افتراق اور مخالفت کیسی ؟ کیا خدا نے اسی اختلاف کا حکم دیا ہے ؟ ..... یہ لوگ یا تو قرآن کے احکامات کو ناقص سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ قرآن میں کوئی شے فروگزاشت نہیں کی گئی ۔ تمام رطب ویابس موجود ہے ۔ یا ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ بدبخت ، رسول اسلام پر تہمت لگاتے ہیں ۔ کہ معاذ اللہ آپ نے دین الٰہی کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی کی ہو گی قرآن کے الفاظ بظاہر نہایت دل فریب اور اس کے حقائق نہایت عمیق ہیں ۔ اس کے اسرار انتہائی گہرے اور اس کے غرائب کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں ۔ زمانے کی یہ تاریکیاں اگر دور ہو سکتی ہیں ۔ تو قرآن کی روشنی میں ۔

یہ ہے ، قرآن کی عظمت اور اس کے حقائق ۔ امیرالمومنین کی نگاہوں میں ، جن کی تعلیم و تدریس آپ کے پیش نگاہ ہے نامساعد حالات سے بہت کچھ متاثر تھے ۔ لیکن جب اسلام پر وقت پڑتا ۔ اور آپ سے مشورہ کیا جاتا ۔ تو اپنے تجربات اور تدبر کے پیش نظر صحیح اور ٹھوس مشورہ دیتے ۔

حضرت عمرؓ کا دور حکومت ہے ۔ اور چاروں طرف جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں ۔ برسوں سے جنگ چھڑی ہوئی ہے ۔ قرب وجوار کے ممالک میں مسلمان فاتح کی حیثیت سے پیش قدمی کر رہے ہیں ۔ لیکن فتح حمص کے بعد اہل روم نے مسلمانوں سے ہر طرح مقابلہ کرنے کا عہد کر لیا ۔ اور مسلمان اپنے گھروں سے دور ، ایک عرصۂ دراز سے مصروف جہاد ہیں ۔

حضرت ابوبکر کی وفات اور خالد بن ولید کی معزولی نے مدینے میں اچھا خاصہ انتشار پیدا کر دیا تھا ۔ اُدھر ابو عبیدہ کا ناامیدی سے لبریز خط ، دارالسلطنت میں پہونچا جس سے عوام میں اور بھی خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی ۔ حضرت عمرؓ جیسے مدبر بردبار آدمی بھی ایک بار گھبرا اٹھے ۔ اور بذات خود میدان جنگ میں جانے کی ٹھان لی ۔ ان تمام اطلاعات سے حضرت علیؑ بھی بخوبی واقف تھے ۔ اب دیکھئے ! یہ تھا تدبر ، کہ ایسے نازک وقت میں ، جب کہ حالات بگڑ چکے ہیں ۔ اور آپ سمجھ رہے تھے ۔ کہ خلیفۂ وقت کے محاذ جنگ پر چلے جانے سے ، مرکز خالی رہ جائے گا ۔ اور اس موقع سے لوگوں کو وہ تمام فوائد پہونچ سکتے ہیں ۔ جن کے لیے بڑی کوشش کی ضرورت پڑتی ۔

چنانچہ ان ہنگامی حالات سے حضرت عمرؓ کو بہت کچھ متاثر و پریشان کر دیا ------- اور اس آڑے وقت میں بھی "آپ سے رجوع کیا گیا۔ ارشاد ہوا۔ وہ پروردگار اسلام اور مسلمانوں کا نگہبان ہے۔ وہ خود ہی ان کے محاذوں اور نازک مقامات کی حفاظت فرمائے گا۔ اس نے تو اسلام کی اس وقت بھی امداد فرمائی۔ جب مسلمان تعداد میں بھی قلیل تر تھے۔ بس وہی اللہ اب بھی نگہبان ہے۔ اب یہاں سے ان اسرار جنگ کی تعلیم ہوتی ہے۔ جن سے علیؑ کے تدبر اور فنون جنگ کی ان اعلیٰ منازل کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو انسانی قدرت سے باہر ہیں ـــــ۔ ارشاد ہوتا ہے! اگر تم خود محاذ جنگ پر لڑنے چلے گئے۔ اور شکست ہو گئی۔ تو دور دراز مقامات پر بسنے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا؟ ان کے لیے کونسی جائے پناہ ہو گی؟۔ لہذا اس کی گنجائش رکھنا ضروری ہے۔ کہ اگر برا وقت آ جائے۔ تو تباہ شدہ اور پریشان حال مسلمان دار السلطنت میں آ کر پناہ لے سکیں۔ تمہیں چاہیئے۔ کہ بجائے اپنے۔ ایسے تجربہ کار سرداروں کو تعینات کرو۔ جو فنون جنگ سے واقف ہوں۔ بہادر ہوں پیٹھ دکھا کر واپس نہ آئیں۔ تمھاری ہدایات اور احکامات کی جان و مال سے تعمیل کرتے رہیں۔ اور زمانہ جنگ کی سختیوں سے بوکھلا نہ جائیں۔ اور اگر یہ لوگ فتح پا گئے۔ تو مقصد حاصل ہو گیا۔ ورنہ تمھاری ذات" بہر حال مسلمانوں کی پشت پناہی اور نگرانی و حفاظت کے لیے یہاں موجود رہے گی۔ جنگ کی تیاری کر کے محاذ پر دوبارہ لشکر بھیج سکتے ہو؟ بس یہی سبب تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

یہ تھا۔ وہ تدبر اور سیاست جس نے اسلام کو تباہی اور بربادی سے محفوظ کر لیا۔

خصوصیت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے بعد، عہد عثمانؓ میں جو خلفشار اور ہیجانی کیفیات اسلام میں پیدا ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے امیر المومنین پر وہ الزامات عائد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کے اسباب محض، وقتی سیاست پر مبنی تھے۔ ان سب کا جائزہ مکمل طور پر نہج البلاغہ کے خطبات اور مکتوبات میں مل سکتا ہے۔ اس دور کے مسلمانوں کی نفسیات کا تجزیہ بھی موجود ہے۔ جو اُن کو قعر ذلت میں پھینک رہے تھے۔ خصوصاً بنی اُمیہ کی سیاست نے اسلامی امور کو پلٹ کر دیا تھا ---- ان کو اجاگر کیا ہے ـــــ ارشاد ہوتا ہے۔

بنو امیہ" اس عہد میں "خدا کا مال اپنے تصرف خاص میں لانے لگے۔ جس طرح اونٹ، موسم بہار کی گھاس چر جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا کام دو بھر ہو گیا۔ اور کھانے کی زیادتی نے اس کو اوندھے منہ گرا دیا۔

یہاں سے اسلام کی اندرونی سیاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی اگ ڈور کتنی عجلت کے ساتھ تخریب کی طرف موڑی جا رہی تھی ـــــ

طلحہ و زبیرؓ کے حقیقی رجحانات کا اندازہ نہج البلاغہ کے اُن بعض خطبات اور مکتوبات سے ہوتا ہے۔ جن میں ان کی طرف سے بیعت فسخ کی گئی۔ اور اسلام میں تفرقہ پردازی کا باعث بن گئے۔ خصوصاً جنگ جمل کا واقعہ بھی انھیں کی بھڑکائی ہوئی آگ کا نتیجہ نکلا۔ ـــــ فرماتے ہیں۔ مجھے دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ دن بھی آ گیا۔ کہ اب لوگ آمادہ پیکار ہیں (جنگ جمل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

جنگ جمل کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ——— لوگو! تم ایک عورت کی فوج میں ہو۔ اور جانور کی طرح جب وہ بلبلاتا ہے۔ تو تم لبیک کہتے ہو۔ اور جس وقت اس کے پیر کاٹ ڈالے گئے۔ تو تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمہارے اخلاق سست اور تمہارا عہد و پیمان نہایت ناپائدار ہے۔ اور تمہاری فطرت شوریدہ ہے۔

عہد حضرت عثمانؓ میں جو جاگیریں عطا ہوئی تھیں۔ اُن کے متعلق ارشاد ہوا۔ لا واللہ! اگر میں یہ جان لیتا۔ کہ ان زمینوں کی آمدنی سے لڑکیوں کی شادیاں کی گئی ہیں" تو میں اُن کو ضرور ضبط کر لیتا۔

طلحہ اور زبیر نے خون عثمان کا مطالبہ کیا۔ حالات دگرگوں ہو چکے تھے۔ اقتدار کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ حضرت عثمانؓ کو قتل کر کے" قصاص امیر المومنین سے مانگتے تھے۔ کہ یہ خون چھپ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ آگاہ ہو! شیطان نے اپنی جماعت کو بھڑکا دیا ہے۔ اپنی فوج آراستہ کر لی ہے۔ تاکہ ظلم و ستم کی راہیں وا کر دے۔ اور باطل کا بول بالا ہو جائے۔ لا واللہ! کوئی بُری بات بھی ایسی نہ رہی جو مجھ سے منسوب نہ کر دی ہو۔ جو حق یہ چھوڑ چکے وہ مجھ میں ڈھونڈتے ہیں —— جو خون اپنے ہاتھوں سے بہا دیا۔ اس کا مطالبہ مجھ سے ہے۔ اگر میں اس میں شریک ہوں۔ تو وہ بھی حصہ دار ہیں۔ اور اگر تنہا وہی قاتل ہیں۔ تو مواخذہ اور ذمہ داری ان پر ہے۔ اس کی بڑی دلیل تو انھیں پر واپس ہوتی ہے۔ یہ لوگ اس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں۔ جس کا دودھ ختم ہو چکا ہے۔ مردہ بدعت کو زندگی بخشنے کے خواہش مند ہیں۔ پھر اپنے عہد میں حالات اتنے نامساعد ہو گئے۔ کہ سرداران لشکر پیٹھ دکھا کر میدان سے واپس آ گئے۔ اور کوفے میں آ کر پناہ لی۔ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

میرے قبضے میں اب تو صرف کوفہ ہی کوفہ رہ گیا ہے۔ اگر تجھ میں بھی مخالفت کی آگ بھڑکنے والی ہے۔ تو خدا تجھے ذلیل کرے۔ میں اپنے ساتھیوں سے دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔ اور یہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ یہ اُس دور کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت ہے۔ جو اسلام، امام اور جہاد فی سبیل اللہ سے پیٹھ دکھا کر بھاگتے تھے۔ ان کی نظروں میں نہ اسلام کی وقعت رہ گئی تھی۔ اور نہ امام وقت کے احکامات کو نظر میں لاتے تھے۔

خوارج کا زور برابر بڑھتا جا رہا تھا۔ امام وقت کے احکامات کی اقدار دلوں سے دور ہوتی جا رہی تھیں آخرکار جنگ نہروان انھیں حالات کا کے نتیجے میں ہوئی قبل اسلام ان مسلمانوں کی ذہنی و معاشرتی پستی کا یہ حال تھا۔ کہ کھانے پینے کو کچھ میسر نہ تھا۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ تم گندہ پانی پیا کرتے تھے۔ اور خراب کھانے پر زندگی گزارتے تھے۔ قطع رحم اور ایک دوسرے کا خون بہانا تمھارا کام تھا۔ گناہوں سے تمھارا دامن آلودہ تھا۔ آخر میں عمرو بن العاص کی حالت کا تجزیہ فرماتے ہیں۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کی بیعت اس وقت تک نہیں کی جب تک بیعت کی قیمت کا معاہدہ نہ کر لیا۔

نہج البلاغہ کے خطبات سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی تھی۔ کہ ان کے قلوب، اصول اسلام سے منحرف ہو چکے تھے۔ ذاتی وجاہت اور ثروت کی خواہشات کو دخل تھا۔ جہاد سے منھ موڑنے لگے تھے۔ لیکن حکومت سے مطالبہ تھا مال و دولت اور جاہ و ثروت کا۔ خلوص اور نیکیاں مفقود ہو چکی تھیں۔ بد اعتمادی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس خطبے کے یہ چند الفاظ۔ اسی حالت کے آئینہ دار ہیں ——۔۔۔۔۔ بخدا میں نہ تمھاری کسی بات پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور نہ تمھاری امداد کی خواہش ہی باقی رہ گئی ہے۔ نہ تمھاری شجاعت سے دشمنوں کو دھمکی دے سکتا ہوں۔ معلوم نہیں تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تمھارے اس درد کی دوا نہیں، تمھارا مرض لاعلاج ہے۔

تم خوفِ خدا سے بے نیاز، تغافل شعاری برت رہے ہو۔ ایسی چیزوں کا لالچ ہے۔ جن کے لائق تم نہیں ہو۔

حضرت عثمانؓ کے خون کا مسئلہ امیرالمومنینؑ کے لیے ایسا ناقابلِ برداشت اور پیچیدہ بن گیا تھا۔ جو ہزارہا تسلیوں کے بعد بھی نہ سلجھ سکا۔ اور دراصل بنی امیہ کی حکومت اسی آڑ میں "اسلام کو تباہی میں ڈال دینا چاہتی تھی۔ بات بات پر خونِ عثمانؓ عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دیا جاتا تھا۔ اس لیے کہ یہی ایک طریقہ امیرالمومنینؑ کے خلاف عامۃ المسلمین کو بھڑکانے کا تھا۔ اسی کے پس منظر میں جنگ صفین ہوئی۔ جنگ جمل بھی اسی وجہ سے عمل میں آئی .... ایک جگہ امیرالمومنینؑ پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر میں قتلِ عثمانؓ کا حکم دیتا۔ تو یقیناً میں قاتل ٹھہرتا۔ اور اگر لوگوں کو باز رکھتا۔ تو میرا شمار ان میں ہو جاتا۔ لیکن جس نے عثمانؓ کی دوستی کا حق ادا کیا۔ وہ امداد نہ کرنے والوں کے مقابلے میں اپنی افضلیت کا اظہار کیونکر کر سکتا ہے؟ اب میں اس مسئلے کا ہر پہلو تمہارے سامنے رکھے دیتا ہوں۔ عثمانؓ نے خودرائی سے کام لیا۔ اور تم سب نے بھی بیتابی و بے صبری کا بدترین مظاہرہ کیا۔ لہٰذا یہ معاملہ خدا کے ہاتھ میں پہنچ چکا ہے۔ وہی ان دونوں پہلوؤں کا فیصلہ فرمائے گا۔

یہ تھی عمائدین اسلام کی سیاست۔ کہ ہر مسئلے میں ذاتی اغراض پوشیدہ تھیں۔ ذاتی وجاہت کو ذرا سی ٹھیس لگی۔ اپنے خواہشات کے خلاف ذرا سا تصور پیدا ہوا۔ اور سرتابی و بغاوت کا عنصر سامنے آ گیا۔ طلحہ و زبیر کی اصل نفسیات کا صحیح تجزیہ چند الفاظ میں اس طرح کیا ہے۔ فرماتے ہیں .... طلحہ سے نہ ملنا۔ اگر ان سے ملے۔ تو محسوس کرو گے۔ کہ بیل کی طرح ہر طرف سینگ چلاتا ہے۔ سرکش اونٹ پر سوار ہے۔ لیکن تصور یہ ہے۔ کہ یہ اونٹ میرا مطیع و فرماں بردار ہے۔ ہاں! البتہ زبیر سے ملنا۔ وہ نرم مزاج ہیں۔ اور کہنا۔ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے حجاز میں میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور خلافت کے لیے اصرار کرتے رہے۔ لیکن عراق پہونچکر سرتابی پر آمادہ ہو بیعت فسخ کر رہے ہو؟۔

قریش آخر تک اقتدار کے لیے جنگ کرتے رہے۔ ان کے دل کفر و الحاد کی آگ میں جل رہے تھے۔ منافقت ان کی رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ امیرالمومنین کے موجودہ خطبے کے چند الفاظ میں "قریش کی وہ حالت جو قبل و مابعد اسلام تھی۔ اس کا جائزہ اس طرح لیا ہے۔ اس وقت اہلِ بصرہ سے جنگ کی تیاری ہو چکی ہے۔ مدینے سے کوچ ہو چکا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ہاں! بخدا گمراہی سے راہ پر لگانے اور راہ راست دکھانے والوں میں "میں بھی تھا"۔ میں نہ کبھی کسی سے خوفزدہ ہوا۔ نہ عاجز۔ یہ سفر بھی بس ایسا ہی ہے۔ باطل کو اس طرح چیر دوں گا۔ کہ حق باہر نکل آئے۔ مجھے ان قریش سے کیا سروکار؟ لا واللہ! میں تو ان سے اس وقت بھی لڑا تھا۔ جب یہ کفر و الحاد میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور اب بھی جنگ کروں گا۔ اس لیے۔ کہ یہ سرکش ہیں۔ اور فتنے برپا کرتے ہیں۔ اور یہ تو ہم سے صرف اس لیے انتقام لینا چاہتے ہیں چونکہ خدائے بزرگ نے ہم کو ان پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم نے ان کو اپنی برابر ہی جگہ دی۔ اور کم نہ سمجھا۔

معاویہؓ نے خونِ عثمانؓ کا مطالبہ کیا۔ اور عوام میں صرف یہی پروپیگنڈا امیرالمومنین کے خلاف برابر ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ جنگ کے بادل اُمنڈ آئے۔ اسلام میں افتراق پیدا ہو گیا۔ مگر آپ نے جُریر کو بھیجا۔ کہ حجت تمام کر لیں۔ اُدھر عمرو بن عاص کو خط لکھا........ دنیا کی حرص چھوڑ کر اس عمل سے باز آ جاؤ! معاویہ کی غلط روی کا ساتھ دے کر اعمال کو تباہ نہ کرو....... لیکن نتیجہ جو ہونا تھا۔ ہوا۔ اس کے بعد بھی آپ کے خطبے کے مطالعے سے یہ ضرور اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت اسلام میں صرف پروپیگنڈا اور امارت و ظاہرداری باقی رہ گئی تھی۔ محبت و خلوص قلوب سے رخصت ہو چکا تھا۔

ایک جگہ مسلمانوں کی صحیح حالت کا چند الفاظ میں اس طرح جائزہ لیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اہل بصیرت کے لیے ہر پوشیدہ امر آشکار ہو چکا ہے، شکوک کی منازل ختم ہو کر حق کا راستہ ظاہر ہو چکا ہے ۔ پھر کیا بات ہے؟ کہ اب بھی ۔ بے جان تصویر ۔ یا جسم بے جاں بنے ہوئے ہو، میں خوب دیکھ رہا ہوں ۔ کہ عبادت کرتے ہو ۔ لیکن تقویٰ کا نام نہیں ۔ تجارت کرتے ہو ۔ لیکن لا حاصل ۔ موجود ہو ۔ مگر غائب کی مثل ۔ دیکھتے ہو ۔ لیکن بینائی نہیں ۔ سنتے ہو مگر بہروں کی طرح ۔ بولتے ہو مگر دراصل گونگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تھی اس وقت اسلام کی حالت جو آپ نے، موجودہ خطبے کے ذریعے وضاحت فرمادی ہے ۔ اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی کورانہ تقلید کا وہ مکمل نقشہ ہے ۔ جو تاریخوں کی ورق گردانی کے بعد بھی نہیں مل سکتا ۔ ۔ ۔ اس کے علاوہ امیرالمومنین نے اپنے عہد میں گورنروں، اور عہدے داروں کو متعین کرتے وقت جو نصائح فرمائی ہیں ۔ ان کو راہ حقیقت اور دین و اسلام کے صحیح راستے پر چلنے کی ہدایات کی ہیں ۔ ان سے آپ کے دستورالعمل اور نظم مملکت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ قدم قدم پر ہر حاکم وقت کو متنبہ فرماتے ہیں ۔ بات بات پر ٹوکتے ہیں ۔ اس میں یگانے اور بیگانے کی کوئی قید نہیں ۔ زندگی کے ہر شعبے اور امور سلطنت میں، صرف خدا اور رسولؐ کے احکامات پیش نظر رہتے ہیں ۔

محمد بن ابوبکر رضؓ کے بعد مالک اشتر کو مصر کا گورنر متعین فرمایا ۔ اور ساتھ ہی وہ سب دستور حکومت عطا ہوا ۔ جو آج کے روشن زمانے میں بھی حکومتوں کے لیے چراغ راہ ہدایت ہے ۔ جس میں انسان کے شعبۂ زندگی سے متعلق، ہر شے موجود ہے ۔ جس میں سیاست ملکی ہے ۔ اسلام کا حقیقی معاشرہ ہے ۔ اخلاق کی وہ اعلیٰ منازل ہیں جن کے ذریعے حکومتیں اور رعایا، دنیا و دین دونوں کا سبق حاصل کر سکتی ہیں ۔ رعایا کے ساتھ حکومت کے تعلقات ہیں ۔ روئے زمین کے مکمل علوم و فنون ہیں ۔ فوجی تعلیم کے اسرار ہیں ۔ قضاۃ کے لیے قانونی فیصلے ہیں ۔ تحصیل وصول اور خراج کے محصلین کے لیے ہدایات ہیں ۔ کارندوں کے فرائض ہیں ۔ تجار اور پیشہ وروں کے لیے نصائح ہیں ۔ رشوت و بدکاری کے متعلق تنبیہ ہے، غربا و مساکین، محتاج و اپاہج اور فقراء کے ساتھ حسن سلوک کے طریقے ہیں ۔ حکومت کے کاموں کے لیے اوقات کی پابندیاں ہیں ۔ زکوٰۃ کے روپیہ کا تعین ہے ۔ مخالفین سے جہاد کی تلقین ہے ۔ صلح اور عہد ناموں کے قاعدے ہیں ۔ ناحق قتل و خون اور ظلم و تشدد کی مناہی ہے ۔ خوش اخلاقی و بلند ہمتی کی تعلیم ہے ۔ خانگی زندگی کے طور طریقے ہیں ۔ باہمی تعلقات اور شہریت کے اصول ہیں ۔ رسم و رواج اور رہن سہن کے قوانین ہیں ۔ زراعت و باغبانی کی مکمل تعلیم ہے ۔ ماں باپ، بہن بھائی، عزیز اور رشتہ داروں کے ساتھ رہن سہن کے ضوابط ہیں ۔

نہج البلاغہ کا استناد

(امتیاز علی خاں عرشی رامپوری)

عربی ادب کی مشہور کتابوں میں ایک "نہج البلاغہ" بھی ہے۔ اس میں امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے منتخب خطبے، خطوط اور حکیمانہ اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ امیرالمومنین کی گرامی ذات معدنِ فصاحت و بلاغت ہونے کے ساتھ خلیفۂ راشد یا امام معصوم کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اس لیے اس کے شمولات کی اہمیت دہری ہوگئی ہے۔

مشہور یہ ہے کہ اس کے مؤلف الشریف الرضی ذوالحسبین محمد بن الحسین ابن موسی الموسوی الشیعی متوفی ۴۰۶ھ (۱۰۱۵ء) ہیں۔ جو الشریف المرتضی ذوالمجدین علی بن الحسین المشہور بعلم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ (۱۰۴۴ء) کے چھوٹے بھائی تھے۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں خطبہ شِقشِقیّہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے استاد ابوالخیر مصدق بن شبیب الواسطی (متوفی ۶۰۵ھ مطابق ۱۲۰۸ء) نے ۶۰۳ھ (۱۲۰۶ء) میں مجھ سے بیان کیا تھا کہ میں نے اپنے استاد ابو محمد عبداللہ بن احمد المعروف بہ ابن الخشاب (متوفی ۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۲ء) سے یہ خطبہ پڑھا تو ان سے پوچھا تھا:

"اتقول إنها صنحولة؟" فقال۔ "لا واللہ۔ وانی لا علم انه كلامه كما اعلم انك مصدق"۔
فقلت له: "ان كثيرا من النّاس يقولون إنها من كلام الرضی"۔ فقال "انی للرضی ولغير الرضی هذا النَّفَسُ وهذا الاسلوب۔ قد وقفنا علی رسائل الرضی وعرفنا طريقته فی الكلام المنثور۔ وما يقع مع هذا الكلام فی خلٍّ ولا خمر"۔ [۱]

"کیا آپ اسے جعلی کہتے ہیں؟" انھوں نے کہا "بخدا ہرگز نہیں حقیقۃً میں تو اسے امیرالمومنین کا کلام بالکل اسی طرح جانتا ہوں جس طرح تمھیں مصدق جانتا ہوں"۔ میں نے کہا کہ "بہت سے لوگ اسے رضی کا کلام بتاتے ہیں"۔ انھوں نے فرمایا۔ "رضی وغیرہ کو یہ طریقہ اور یہ طرز کہاں نصیب! ہم رضی کے خطوط سے واقف ہیں اور کلام نثر میں اس کے اسلوب کو پہچانتے ہیں۔ اسے اس کلام سے کوئی علاقہ نہیں"۔

آگے ایک اور مقام پر لکھا ہے:۔

ان كثيرا من ارباب الهوىٰ يقولون ان كثيرا من نهج البلاغة كلامٌ محدث صنعه قوم من فصحاء الشيعه۔ وربما عزوا البعضه الی الرضی ابی الحسن وغيره۔ وهؤلاء قوم اَعْمتهٗ العصبية

بہت سے ارباب ہوا کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ کا بڑا حصہ جدید کلام ہے جسے فصحائے شیعہ میں سے کچھ لوگوں نے بنالیا ہے اور بعض اوقات اس کے کچھ حصے کو ابوالحسن رضی وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ان لوگوں

---

[۱] شرح نہج البلاغہ جلد ا صفحہ ۷۹ طبع ایران۔

اعینہم فضلوا عن النہج الواضح، ورکبوا ثَنِیّاتِ الطریق ضلالاً وقِلّۃ معرفتہم باسالیب الکلام۔[1]

کی آنکھوں کو تعصب نے بے نور کر دیا ہے۔ پس یہ کھلے راستے سے بھٹک گئے اور چھوٹے چھوٹے راستوں پر پڑ گئے۔ اس لیے کہ یہ لوگ اسالیبِ کلام سے کم واقف تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں نہج البلاغہ کے بڑے حصّے کے متعلق یہ خیال علماء کی ایک اچھی خاصی تعداد کا تھا کہ اس کا امیرالمومنین کی طرف انتساب درست نہیں ہے اور وہ یہ یقین کرتے تھے کہ اس کے مشمولات کو فصحاءِ شیعہ نے لکھا ہے۔ جن میں خود سیّد رضی بھی شامل تھے۔

ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ مطابق ۱۲۸۲ء) نے "وفیات الاعیان" میں شریف المرتضیٰ کے حال میں لکھا ہے کہ:۔

قد اختلف الناس فی کتاب نہج البلاغۃ المجموع من کلام الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ھل ھو جمعہ اُم جمع اخوہ الرضی۔

لوگوں کو کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں، جو مجموعہ ہے امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کلام کا، اختلاف ہے کہ اسے مرتضیٰ نے جمع کیا ہے یا ان کے بھائی رضی نے۔

وَقد قیل: اِنہ لیس من کلام علی۔ و انما الذی جمعہ ونسبہ الیہ ھو الذی وَضَعَہُ۔ وَ اللہ اعلم۔[2]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علی کا کلام نہیں جس نے اسے جمع کیا اور ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے اسی نے یہ بنایا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن خلکان کے بعد ابن الاثیر نے "مختصر الوفیات"[3] میں صلاح الدین صفدی نے "الوافی بالوفیات"[4] میں علامہ یافعی نے "مراۃ الجنان"[5] میں اور ابن العماد نے "شذرات الذہب"[6] میں شریف مرتضیٰ کے تذکرے میں تقریباً انھیں الفاظ کو دُہرایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تذکرہ نگار بھی ابن خلکان کے ہم رائے ہیں۔

علامہ ذہبی نے "میزان الاعتدال"[7] میں اور ابن حجر العسقلانی نے "لسان المیزان"[8] میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:۔

"وَ ھوَ (الشریف المرتضیٰ) المتھم بوضع کتاب نہج البلاغۃ۔ ولہ مشارکۃ قویۃ فی العلوم وَمن طالع کتابہ، نہج البلاغۃ، جزم بانہ

انھیں پر کتاب نہج البلاغۃ کے بنانے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ مختلف علوم میں ان کی بڑی حِصّہ داری تھی۔ اور جس نے ان کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا ہے اسے یقین

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۵۴۳۔ [2] وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۳۴۸ طبع مصر ۱۲۷۵ھ۔ [3] ابن الاثیر۔ یہ کتاب میرے سامنے نہیں ہے لیکن "روضات الجنات" طبع ایران ۱۳۰۷ھ صفحہ ۳۸۶ میں اس کے جو الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ وہ ابن خلکان کی صدائے بازگشت ہے۔ [4] "الوافی" کی پہلی جلد ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں استنبول سے شائع ہو چکی ہے۔ مگر یہ محدثین کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس میں شریف مرتضیٰ کا ذکر نہیں آیا۔ میں نے الوافی کا حوالہ "روضات الجنات" صفحہ ۳۸۷ سے نقل کیا ہے جس کے سامنے اس کتاب کا مکمل نسخہ تھا۔ چنانچہ وہ الفاظ جو روضات میں صفدی کے نام سے نقل ہوئے ہیں بعینہٖ ابن خلکان کے الفاظ ہیں۔ [5] مراۃ الجنان جلد ۳ صفحہ ۵۵ طبع حیدرآباد ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء۔ [6] شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۵۷ طبع مصر ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء۔ [7] میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ طبع لکھنؤ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء۔ [8] لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۲۲۳ طبع حیدرآباد ۱۳۳۱ھ ۱۹۰۳ء۔

مکذوب علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ - ففیہ السبّ الصراح والحطّ علی السیدین ابی بکرؓ وعمرؓ وفیہ من التناقض والاشیاء الرکیکۃ والعبارات التی من لہ معرفۃ بنفس القرشیین الصحابۃ و بنفس غیرھم ممن بعدھم من المتاخرین، جزم بان اکثرہ باطل "

ہے کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے نام پر بنائی گئی ہے کیونکہ اس میں کھُلی کھُلی گالیاں ہیں اور توہین ہے دو سرداروں ابوبکرؓ وعمرؓ کی اور اس میں ایسا تناقض، رکیک باتیں اور عبارتیں ہیں - کہ جسے قریشی صحابہ کا طریقۂ کتابت وگفتگو معلوم ہے اور وہ ان کے بعد لوگوں کے اسلوب کو پہچانتا ہے وہ یقین کرے گا کہ اس کا بڑا حصّہ باطل ہے۔

ابن خلکان اور اس کے متبعین کے تبصروں سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

(الف) نہج البلاغہ کے مؤلف کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے - کچھ عالم اسے شریف مرتضیٰ اور دوسرے شریف رضی کی تالیف بتلاتے ہیں -

(ب) خود ان حضرات کے نزدیک شریف مرتضیٰ اس کے جامع ہیں - اس لیے کہ انھوں نے کتاب کا ذکر شریف مرتضیٰ ہی کے حال میں کیا ہے -

(ج) بعض علما کی رائے یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے خطبے وغیرہ امیر المومنین کے نہیں ہیں - بلکہ اس کے جامع نے خود لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں -

ذہبی اور عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ شریف مرتضیٰ نے اس کتاب کو خود لکھ کر امیر المومنین کی طرف منسوب کر دیا ہے -

ان دونوں نے ابن خلکان وغیرہ کے برخلاف اس کتاب کے مشمولات کے جعلی ہونے کے دلائل بھی پیش کیے ہیں - یعنی :-

۱- اس میں حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی کھلی توہین نظر آتی ہے -

۲- اس کے بیانوں میں تناقض اور اختلاف ہے -

۳- اس میں ایسی رکیک باتیں اور عبارتیں جو صحابہ کے مزاج اور اسلوب سے دُور اور متاخرین کے رویّہ کے قریب معلوم ہوتی ہیں

اگلے صفحات میں ابن خلکان اور ذہبی کے مذکورہ بالا دعووں اور دلیلوں کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ نہج البلاغہ کے مؤلف اور اس کے مندرجات کے متعلق قطعی رائے قائم کی جا سکے -

مؤلف کی تعیین | تاریخ و تذکرے کی جن کتابوں میں شریف رضی و مرتضیٰ کا ذکر ہوا ہے ان میں سے حسب ذیل مصنفات کے مرتب ان دونوں بھائیوں کے معاصر ہیں -

۱- یتیمۃ الدہر و تتمۃ الیتیمۃ - ہر دو مؤلفہ ابو منصور ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ - ۱۰۳۸ء

۲- کتاب الرجال - مؤلفہ علامہ نجاشی متوفی ۴۵۰ھ - ۱۰۵۸ء

۳- کتاب الفہرست - مؤلفہ شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی متوفی ۴۶۰ھ - ۱۰۶۸ء

۴- تاریخ بغداد - مؤلفہ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ - ۱۰۷۱ء

نمبر ۳ میں شریف رضی کا مذکور نہیں ہے اور شریف مرتضیٰ کے ذکر میں ان کی جن کتابوں کے نام لکھے ہیں ان میں نہج البلاغہ

شامل نہیں ہے۔

نمبر۱۔ اور نمبر۴ میں دونوں بھائیوں کا حال لکھا گیا ہے مگر نہج البلاغہ کا تذکرہ کہیں بھی نہیں ہُوا۔

نمبر۲ میں بھی ان دونوں کا ذکر اور ان کے مصنفات کی تفصیل مندرج ہے۔ مگر اس میں کتاب کا مولف شریف رضی کو قرار دیا گیا ہے۔

نجاشی اور طوسی دونوں کی شہادت کی اہمیت محتاج بیان نہیں اور اس لیے اسے مسئلہ زیر بحث میں فیصلہ کن قرار دینا چاہیئے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ دوسری خارجی و داخلی شہادتیں بھی درج ہوں تاکہ آئندہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے مؤلف شریف رضی ہونے کی دیگر شہادتیں حسب ذیل ہیں:۔

پہلی دلیل کتاب کے دیباچہ میں مؤلف نے لکھا ہے کہ مَیں نے عنفوانِ سن میں "خصائص الآئمہ" نام کی ایک کتاب لکھنا شروع کی تھی۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے خصائص لکھنے پایا تھا کہ بعض موانع نے کتاب کے اتمام سے روک دیا۔ اس حصّے کے آخر میں ایک فصل ایسی بھی تھی جس میں امیرالمومنین کی چھوٹی چھوٹی حکمت وادب اور امثال پر مشتمل گفتگوئیں درج کی تھیں۔ دوستوں نے اس حصّے کو بے حد پسند کیا اور یہ خواہش کی کہ آپ کے مختلف مضامین پر مشتمل خطبے، خطوط، مواعظ اور حکیمانہ اقوال چھانٹ چھانٹ کر ایک کتاب میں جمع کردو۔[۱]

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ کے جامع نے اسے اپنی دوسری کتاب "خصائص الآئمہ" کے بعد تالیف کیا تھا۔ نہج کے بیسویں خطبے کی شرح میں اس کتاب کا حوالہ دے کر مؤلف نے اپنے دیباچہ کے بیان کی توثیق بھی کر دی ہے۔ چنانچہ اس کے یہ الفاظ کہ:۔

"قد نَبَّھْنَا فی کتاب الخصائص علی عِظَمِ قَدرِھا وَشرفِ جوھرِھا"[۲] — ہم نے کتاب الخصائص میں اس کی عظمتِ قدر اور شرافتِ جوہر کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔

"کتاب الخصائص" کے اس کی اپنی تالیف ہونے پر حجّتِ قاطع ہیں۔

اس کتاب کا ایک نہایت قدیم اور بیش قیمت مخطوطہ کتاب خانۂ رامپور میں محفوظ ہے۔ اس کے خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالجبار بن الحسین بن ابی القاسم الحاج الفراہانی نے ۵۵۳-۱۱۵۸ء میں اس کی کتابت سے فراغت حاصل کی تھی۔ کتاب کے سرورق پر خود کاتب کتاب ہی کے خط میں لکھا ہے۔ "کتاب خصائص الآئمہ الاثنی عشر علیہم السلام تصنیف السید الامام الرضی ذی الحسبین ابی الحسن محمد بن الحسین بن موسی الموسوی رضی اللہ عنہ"

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصائص کا مؤلف شریف رضی ہے۔ کاتب کے اس قول کی تائید اس اجازے سے بھی ہوتی ہے جو سرورق ہی پر کتاب و مؤلف کے نام کے نیچے مندرج ہے۔ اس اجازے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالرضا فضل اللہ بن علی الحسینی الراوندی نے ذیقعدہ ۵۵۵ھ-۱۱۶۰ء میں یہ کتاب عبدالجبار مذکور کو پڑھائی اور خود اس کی سند ابوالفتح اسمٰعیل بن الفضل بن احمد الاخشید السّرّاج سے حاصل کی۔ سراج نے اس کتاب کو ابوالمظفر عبداللہ بن شبیب سے پڑھا اور انھوں نے ابوالفضل الخزاعی سے اجازہ لیا۔ جو خود شریف رضی کا شاگرد تھا۔

---

[۱] نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱ طبع مصر۔ تصحیح محی الدین عبدالحمید مطبعۃ الاستقامہ۔ [۲] ایضاً جلد ۱ ص ۷۴۔

اس اجازے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فضل اللہ راوندی کے نزدیک، اس کے اساتذہ کے بیان کے مطابق کتاب الخصائص کا مؤلف شریف رضی ہی ہے۔

خصائص کے کاتب اور اس کے استاد راوندی کی تحریر کی تائید علامہ نجاشی کی کتاب الرجال سے بھی ہوتی ہے جس میں اس کتاب کو شریف رضی کی تالیفات میں شمار کیا گیا ہے [1]

ان سب شہادتوں کی پشت پر خود کتاب الخصائص کی اپنی عبارتیں بھی ہیں۔ چنانچہ اس کے ورق ۲۰۰۔الف پر امیرالمومنین کے ارشاد قِیمَةُ کُلِّ امْرِئٍ مَا یُحْسِنُہٗ "(ہر شخص کی قیمت اس کے نیک کام ہیں) کے تحت لکھا ہے:۔

"قال السید الرضی ابوالحسن رضی اللہ عنہ وھذہ الکلمة التی لا قیمة لھا ولا کلام یوزن بھا"

سید رضی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بات ایسی ہے کہ نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور نہ دوسرا کلام اس کے ہموزن نظر آتا ہے۔

علاوہ ازیں اوراق ۲۰۲۔الف و ۲۰۷ب و ۲۰۸۔الف پر بھی مولف کے تبصرے "قال الشریف الرضی ابوالحسن رضی اللہ عنہ" سے شروع ہوئے ہیں اور خاتمہ کتاب کی عبارت میں مذکورہ لقب اور کنیت کے ساتھ "ذوالحسبین" بھی لکھا گیا ہے۔ ان کلمات کا "قال المولف" یا "اقول" کی جگہ استعمال مؤلف کے شاگردوں کا کام ہے اور اس قسم کے استعمال عربی کتابوں میں عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خود کتاب کے اندر بھی بہ حیثیت مؤلف شریف رضی ہی کا نام لیا گیا ہے۔

اور جب خصائص کو رضی کی تالیف مان لیا جائے گا۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نہج البلاغہ بھی شریف رضی ہی کی جمع کردہ کتاب ہے۔

دوسری دلیل | شریف رضی کی تصنیفات میں نجاشی اور دیگر مورخوں نے ان کی تفسیر قرآن موسوم بہ "حقائق التنزیل" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس تفسیر کی جلد پنجم نجف اشرف میں ۱۳۵۵ھ ـ ۱۹۳۷ء میں چھپ چکی ہے اور میرے سامنے موجود ہے اس کے صفحہ ۱۶۷ پر مولف لکھتا ہے کہ

"من اراد ان یعلم برھان ما اشرنا الیہ من ذلک فلینعم النظر فی کتابنا الذی الفناہ ووسمناہ بنھج البلاغة وجعلناہ یشتمل علی مختار جمیع الواقع الینا من کلام امیرالمؤمنین علیہ السلام فی جمیع الاغراض والاجناس والانواع من خطب وکتب ومواعظ وحکم۔ وبوبناہ ابوابا ثلاثة یشتمل علی ھذہ الاقسام ممیزة مفصلة۔

جو شخص ہمارے اس اشارے کی دلیل جاننا چاہتا ہے وہ ہماری اس کتاب کو گہری نظر سے دیکھے جسے ہم نے تالیف کر کے نہج البلاغہ نام سے موسوم کیا ہے اور یہ مشتمل ہے چیدہ حصہ پر اس سب کلام امیرالمومنین علیہ السلام کے جو ہم تک پہنچا ہے۔ تمام اغراض۔ اقسام اور انواع سے متعلق خواہ خطبے ہوں یا خطوط یا نصائح یا حکمت آمیز باتیں اور ہم نے اسے تین ابواب پر تقسیم کر دیا ہے کہ یہ ان سب قسموں پر جداگانہ اور تفصیلی حیثیت سے مشتمل رہے۔

اس عبارت میں "نہج البلاغہ" کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا گیا ہے جس سے بلا شک وشبہ معلوم ہوتا ہے کہ "حقائق التنزیل" اور "نہج البلاغہ" کا مولف ایک ہی شخص ہے۔ چونکہ "حقائق" کا تالیف شریف رضی ہونا مسلم ہے۔ لہذا "نہج" کا مولف بھی انھیں کو تسلیم کیا جائیگا۔

---

[1] کتاب الرجال صفحہ ۱۹۲۔

تیسری دلیل | علامہ نجاشی وغیرہ نے شریف رضی کی ایک کتاب "مجازات الآثار النبویہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ میرے سامنے اس کتاب کا بھی ایک مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲ پر مولف کہتا ہے کہ:۔

یبین ذلك قول امیر المؤمنین علی علیه السلام فی کلام له "تخففوا تلحقوا"

اس کی وضاحت ہو جاتی ہے امیر المومنین علی السلام کے اس قول سے جو ان کی ایک گفتگو میں ہے کہ "سبک بار ہو۔ جا ملو گے"۔

وقد ذکرنا ذلك فی کتابنا الموسوم بنهج البلاغة الذی اورد فیه مختار جمیع کلام

اور ہم نے اس کا ذکر اپنی کتاب نہج البلاغہ میں کر دیا ہے جس میں آپ کے سارے کلام کا چیدہ حصہ موجود ہے۔

پھر صفحہ ۴۱ پر رقمطراز ہے کہ:۔

ومثل ذلك قول امیر المؤمنین علی علیه السلام "مَنْ یُعْطِ بِالْیَدِ الْقَصِیْرَةِ یُعْطَ بِالْیَدِ الطَّوِیْلَةِ"

اسی جیسا ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کا یہ قول کہ: "جو چھوٹے ہاتھ سے دے گا وہ لمبے ہاتھ سے پائے گا"۔

وقد ذکرنا ذلك فی کتابنا الموسوم بنهج البلاغة۔

اور اس بات کو ہم نے اپنی کتاب موسوم بہ نہج البلاغہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

مؤلف "مجازات" نے جن حکیمانہ اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ وہ نہج البلاغہ "میں سچ مچ موجود ہیں۔ اس لیے یہ نتیجہ نکالنا قرین قیاس ہے کہ ان دونوں کتابوں کا مؤلف ایک ہی ہے اور چونکہ "مجازات" کا شریف رضی کی تصنیف ہونا ثابت و مسلم ہے اس بناء پر "نہج" کو بھی انہی کی تالیف ماناجائے گا۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہے کہ خود "نہج البلاغہ" میں بھی "مجازات" کا بایں الفاظ ذکر آیا ہے:۔

"وقد تکلمنا علی هذا الاستعارة فی کتابنا الموسوم بمجازات الآثار النبویة"[1]

ہم نے اس استعارے پر اپنی کتاب موسوم بہ مجازات الآثار النبویہ میں بھی گفتگو کی ہے۔

"نہج" میں جس استعارے کا "مجازات" میں مذکور ہونا بتایا گیا ہے وہ امیر المومنین کا یہ قول ہے کہ "اَلْعَیْنُ وِکَاءُ السَّهِ" (آنکھ سرین کا بندھن ہے) اور "مجازات کے محولہ بالا نسخہ میں صفحہ ۱۷۸ پر موجود ہے۔ اس موقع پر ان دونوں کتابوں کے الفاظ اتنے ملتے جلتے ہیں کہ انھیں دو مؤلفوں کا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب "مجازات" میں "نہج" کا حوالہ آچکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ "نہج" کی تالیف کا کام "مجازات" سے پہلے انجام پا چکا تھا۔ "نہج" کے اندر ایسی کتاب کا حوالہ کس طرح آ گیا۔ جو اس کے بعد کی تالیف ہے۔ اس شبہ نہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ "نہج" کے خاتمہ میں مولف نے لکھا ہے کہ میں ہر باب کے خاتمہ میں کچھ اوراق سادہ چھوڑ دوں گا تاکہ مزید منتخب کلام کے اضافہ میں سہولت رہے[3]۔

"مجازات" کا حوالہ جس عبارت میں نظر آتا ہے وہ عام مطبوعہ و قلمی نسخوں میں تو دوسرے حصّوں سے ممتاز نہیں ہے لیکن کتاب خانۂ رامپور میں ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کا کاتب وہی عبد الجبار ہے جس نے مذکورہ بالا "خصائص الائمہ" کا نسخہ لکھا تھا۔ اس نسخہ کے

---

[1] نہج البلاغہ جلد ۱ ص۵۲ و جلد ۳ ص۲۰۴ ۔ [2] ایضاً جلد ۳ ص۲۶۳ ۔ [3] ایضاً جلد ۳ ص۲۶۷

خاتمہ میں لکھا ہے کہ "میں نے اسے سید ضیاء الدین تاج الاسلام ابو الرضا فضل اللہ بن علی بن عبید اللہ الحسینی کے قلم کے لکھے ہوئے نسخہ سے ۱۹ جمادی الاوّل ۵۵۳ھ (۱۸ جون ۱۱۵۸ء) کو نقل کیا اور دورانِ کتابت میں میرا قیام انھیں کی خدمت میں رہا" اور پھر اس خاتمہ کے نیچے لکھا ہے کہ میں نے ایک اور صاحب کی معیت میں اس کتاب کو تاج الاسلام سے ۵۵۴ میں پڑھا۔

اس نسخہ میں اصل کتاب کے خاتمہ پر لکھا ہے "زیادۃ من نسخۃ کتبت علی عہد المصنف رحمۃ اللہ علیہ وسلام" (ورق ۱۶۹۔ الف) یہ عبارت بتاتی ہے کہ اس کے تحت جو اندراجات ہوں گے۔ وہ بعد کے اضافے تسلیم کیے جائیں گے۔ چنانچہ نہج البلاغہ کی عبارت جس میں "مجازات الآثار النبویہ" کا حوالہ آیا ہے اس نسخہ کے اندر اسی عنوان کے تحت مندرج ہے۔

دلیل چہارم "نہج البلاغہ" کے کچھ نسخوں میں بھی مختلف تشریحوں سے پہلے شریف رضی کا نام ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں "نہج" کا وہ نسخہ قابلِ ملاحظہ ہے جسے محمد محی الدین عبد الحمید استاد جامع ازہر نے اپنی تصحیح کے بعد مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ سے شائع کرایا ہے۔ ان کے پیشِ نظر "نہج" کے آٹھ نسخے تھے جن میں سے ایک کے ساتھ ابن ابی الحدید کی شرح اور دوسرے کے ساتھ ابن میثم کی شرح بھی تھی۔ ابن میثم کی شرح کا ایک نہایت عمدہ قلمی نسخہ بھی دورانِ مقابلہ میں ان کے سامنے رہا تھا۔ اس حساب سے انھوں نے ۹ نسخوں سے اپنے نسخے کو مرتب کیا تھا۔

عبد الحمید کے اس نسخہ میں جابجا "قال الرضی" یا "قال الرضی ابو الحسن" آیا ہے۔[1] ظاہر ہے کہ ان سب نسخوں میں نہیں۔ تو کچھ کے اندر تو ضرور شریف رضی کا نام آیا ہوگا ورنہ مصحح اپنی طرف سے کبھی نہ بڑھاتا۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نہج البلاغہ شریف رضی کی تالیف ہے ورنہ کہیں اور کسی مخطوطے یا مطبوعہ نسخے میں تو شریف مرتضیٰ کا نام ملتا۔

اس کی تائید ہمارے مخطوطے سے بھی ہوتی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرماتے ہوئے آخر میں ارشاد کیا ہے کہ:۔

"فَمَنْ قَامَ لِلّٰہِ فِیْھَا بِمَا یَجِبُ، عَرَّضَھَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ۔ وَمَنْ لَمْ یَقُمْ لِلّٰہِ فِیْھَا یَجِبُ، عَرَّضَھَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ"۔[2]

جو شخص نعماتِ الٰہی میں رہ کر اللہ کے لیے واجبات ادا کریگا اللہ ان نعمتوں کو پائدار بنا دیگا اور جو اس حالت میں واجبات ادا نہ کرے گا اللہ ان نعمتوں کو زائل فرما دے گا۔

ہمارے نسخے میں (ورق ۱۶۵۔ الف سطر ۸) "فَمَنْ" کے اوپر "لا" اور "وَالْفَنَا" کے اوپر "الیٰ" لکھ کر حاشیہ پر تحریر کیا ہے:۔

"فی نسخۃ الرضی۔ فَاِنْ اَقَامَ بِمَا یَجِبُ لِلّٰہِ فِیْھَا عَرَّضَ نِعْمَتَہٗ لِدَوَامِھَا وَاِنْ ضَیَّعَ مَا یَجِبُ لِلّٰہِ فِیْھَا عَرَّضَ نِعْمَتَہٗ لِزَوَالِھَا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب اور مصحح میں سے کسی ایک کے پاس "نہج" کا کوئی ایسا نسخہ بھی موجود تھا۔ جو اس کے مؤلف شریف رضی کی ملکیت میں رہ چکا تھا یا خود انھیں کے قلم کا نوشتہ تھا۔ اور یہ ثبوت ہے اس کا کہ کتاب شریف رضی ہی کی تصنیف و تالیف ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو نسخہ مذکور جلد ۲ صفحات ۲۱۲۔ ۲۲۸ و جلد ۳ صفحات ۲۶۔ ۷۰۔ ۱۴۶۔ ۱۵۹۔ ۱۶۱۔ ۱۴۲۔ ۱۸۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۵۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۴۵۔ ۲۴۹۔ ۲۵۷۔ ۲۶۲ تا ۲۶۷۔

[2] ایضاً جلد ۳ ص ۲۴۳

دلیل پنجم | نہج البلاغہ کی تقریباً ۴۰ یا ۴۵ عربی اور فارسی زبان میں شرحیں لکھی جاچکی ہیں[۵]۔ ان میں سے کم از کم حسب ذیل کے اندر بالیقین شریف رضی ہی کو مؤلف کتاب تسلیم کیا گیا ہے:۔

(۱) شرح سید علی بن ناصر علوی موسوم بہ "اِعْلَامُ نَہجِ الْبَلَاغَۃِ"۔

کشف الحجب سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح مذکور مؤلف "نہج البلاغہ" کا معاصر تھا[۶]۔ اس شرح کا ایک قلمی نسخہ گیارھویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب خانہ رامپور میں موجود ہے۔ اس کے ورق ۱۹۔ ب پر لفظ "ملطاط" کی تشریح شارح نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

"قال السیّد الاجل الرضی، رضی اللہ عنہ، یعنی بالملطاط السَّمْت الذی امرھم بلزومہ۔ الخ"

سید اجل الرضی، رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ امیر المومنینؑ کی ملطاط سے مراد وہ سمت ہے جس کے اختیار کرنے کا انھوں نے حکم دیا تھا۔

"ملطاط" کی یہ تشریح انھیں الفاظ میں "نہج البلاغہ" کے اندر موجود ہے[۷]۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ شارح کے نزدیک "نہج" کا مؤلف شریف رضی ہے۔

(۲) شرح الشیخ ابی الحسن (یا الحسن) بن ابی القاسم زید بن محمد بن علی البیہقی النیشاپوری۔ معروف بفرید خراسان۔

شارح مذکور اپنے عہد کا مشہور متکلم وفقیہہ اور ابن شہر آشوب مؤلف مناقب آل ابی طالب (متوفی ۵۸۸ھ[۸] (۱۱۹۲ء) کا استاد تھا۔ اس کی شرح کا ایک مخطوطہ شیخ محمد صالح بن شیخ احمد آل طعان قطیفی۔ بحرینی کے پاس موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح نے ۵۱۶ھ (۱۱۲۲ء) میں "نہج" کو حسین بن یعقوب سے پڑھا۔ انھوں نے شیخ جعفر دوریش سے قرأت کی اور شیخ جعفر نے خود شریف رضی سے اجازہ پایا۔

یہ سند بھی اس کا ثبوت ہے کہ "نہج" کے مؤلف شریف رضی ہیں۔

(۳) شرح ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۵ھ (۱۲۵۷ء)

---

۵ ملاحظہ ہو فہرست کتاب خانۂ عمومی معارف۔ مرتبہ مولانا عبدالعزیز جواہر کلام صـ۱۴۱ ببعد، طبع تہران۔

۶ مجھے اس میں شبہ ہے کہ ہمارا نسخہ اسی "اعلام نہج البلاغہ" کا ہے جو مؤلف کے معاصر کی تالیف ہے اور "نہج" کی سب سے پہلی شرح مانی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں جا بجا "قال بعض الشارحین" نظر آتا ہے۔ جو اس کا ثبوت ہے کہ اس شرح سے پہلے بھی متعدد شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ نیز اس کا طرز بیان بھی پانچویں صدی کے علماء کا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے بعید نہیں کہ اس شرح کا مؤلف کوئی متاخر شخص ہو۔ اور اس نے بھی اپنی شرح کا نام "اعلام نہج البلاغہ" ہی رکھ دیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کاتب نے دانستہ یا نادانستہ "اعلام" کا دیباچہ کسی مابعد کی شرح کے اول میں لکھ کر اس کی حیثیت کو بلند کر دیا ہو۔ جو حضرات قلمی کتابوں سے زیادہ وابستہ رہے ہیں۔ ان کی نظر سے ایسے متعدد قلمی نسخے گزرے ہوں گے جن میں اسی قسم کی کارروائیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ اعلام کی شرح کسی معاصر رضی نے تالیف کی تھی۔ میری دانست میں ابھی یہ مسئلہ بھی قطعی نہیں کہ علوی مذکور بالیقین معاصر شریف رضی ہی تھا اور نہ یہ بات حتمی ہے کہ صرف اسی کی شرح کا نام "اعلام نہج البلاغہ" ہے۔

۷ نہج البلاغہ جلد ۱ صـ۹۲ ۔ ۸ کشف الحجب صـ۵۵۵۔

یہ شرح ایران اور مصر دونوں جگہ چھپ چکی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کے دیباچہ میں شارح نے کتاب کو شریف رضی کی تالیف قرار دیا، اور شرح کے آغاز میں ان کا مفصل تذکرہ بھی درج کیا ہے۔ خود اندرون کتاب میں بھی جگہ جگہ "رضی" کا نام تشریحات وغیرہ کے سلسلہ میں نظر آتا ہے۔

(۴) شرح ابن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ (۱۲۸۰ء) یہ شرح بھی ایران میں چھپ چکی ہے اور اس میں بھی شریف رضی ہی کو مؤلف کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ حسب ذیل شرحیں بھی کہیں نہ کہیں دستیاب ہوتی ہیں اور مجھے گمان غالب ہے کہ ان میں بھی شریف رضی ہی کو مولف نہج البلاغہ قرار دیا گیا ہوگا ورنہ عبدالعزیز جواہر کلام اپنی فہرست میں اس کا ضرور ذکر کرتے۔

۱۔ شرح قطب الدین ابوالحسین سعید بن عبداللہ بن الحسن الراوندی متوفی ۵۷۳ھ (۱۱۷۷ء) موسوم بہ "منہاج البراعہ" — روضات الجنات اور کشف الحجب[1] میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ نیز تہران کے سرکاری کتب خانہ میں اس کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔

۲۔ شرح النفائس مؤلفہ ۷۵۹ھ (۱۳۵۸ء) اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن ایک مخطوطہ کتاب خانۂ رضوی میں موجود ہے۔

۳۔ شرح کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیم العتائقی الحلی مؤلفہ ۷۷۰ھ (۱۳۶۸ء) اس کا ایک قلمی نسخہ خزانۂ امیرالمومنین نجف اشرف میں محفوظ ہے۔

ان دلائل سے یہ امر حتماً ثابت ہو جاتا ہے کہ "نہج البلاغہ" شریف مرتضیٰ کی نہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی شریف رضی کی تالیف ہے اور ابن خلکان سے لے کر ڈاکٹر بروکلمان[2] تک جس کسی نے بھی اسے شریف مرتضیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس نے پوری تحقیق سے کام نہیں لیا۔ ورنہ اتنا کھلا ہوا دھوکا کبھی نہ کھا سکتا تھا۔

مندرجات کی حیثیت نہج البلاغہ کے سلسلہ میں دوسرا تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس کے خطبے اور خطوط وغیرہ کی سندی حیثیت کیا ہے۔ یعنی یہ جعلی ہیں یا اصلی اور جعلی ہیں تو یہ جعل کس نے کیا ہے۔ شریف رضی جامع نہج البلاغہ نے یا اس سے پہلے کے فصحاء شیعہ یا غیر شیعہ نے۔

ابن خلکان اور اس کے پیرووں نے نہج البلاغہ کے مندرجات کو اس کے مولف ہی کی کاوش دماغی قرار دیا ہے۔ ان کے اس دعوی کی دلیلوں سے بعد میں بحث کی جائے گی۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ خود کتاب کے اندر بھی ایسا کوئی ثبوت موجود ہے جو اس الزام کی تردید کر سکے۔

---

[1] ایضاً ص۵۶۵ و روضات ص۳۰۱ ۔ [2] علمائے جدید میں سے فانڈیک نے اکتفاء القنوع ص۱۸۱ میں سید رضی کی جگہ سید رازی لکھ دیا ہے جو غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ جرجی زیدان نے تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ۲ ص۲۸۸ میں اور ڈاکٹر بروکلمان المانوی نے تاریخ ادب عربی ابزبان جرمنی جلد ۱ ص۴۰۴ اور اس کے تتمہ کی جلد ۱ ص۷۰۴ میں نہج کا مولف سید مرتضیٰ ہی کو قرار دیا ہے۔ مگر موخر الذکر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض نے اسے سید رضی کی تالیف بھی بتایا ہے۔ چنانچہ سید رضی کے حال (تتمہ جلد ۱ ص۱۳۱) میں اس کا ذکر تبعاً کر دیا ہے مستقل شمار مصنفات میں اسے نہیں لیا۔

اس نقطۂ نگاہ سے نہج کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں متقدم مصنفین کے متعدد حوالے نظر آتے ہیں

ماخذ کتاب | امیر المومنین کا خط نمبر ۳۱ - ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :-

یا ایھا الناس - اِنّا اَصبحنا فی دَھرٍ عنودٍ وزمن کنودٍ، یُعَدّ فیہ المحسن مسیئًا، ویزداد الظالم عتوًّا لا ننتفع بما علمنا ولا نسأل عمّا جھلنا، ولا نتخوّف قارعۃً حتی تحلّ بنا۔[1]

لوگو- ہم کجرو زمانے اور ناشکرے عہد میں واقع ہوئے ہیں - جس میں نیکو کار کو بدکار شمار کیا جاتا ہے اور ظالم زیادہ اکڑفوں دکھاتا ہے، ہم اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور نہ ان باتوں کو دریافت کرتے ہیں، جن کا علم نہیں رکھتے اور نہ مصیبت کے سر پر آپڑنے سے پہلے اس سے ڈرتے ہیں۔

اس خطبے کو نقل کر کے جامع کہتا ہے :-

"ھذہ الخطبۃ ربما نسبھا من لا علم لہ الی معاویۃ رض وھی من کلام امیر المؤمنین الذی لا یشک فیہ واین الذھب من الرّغام والعذب من الاجاج!

وقد دلّ علی ذلک الدلیل الخرّیت ونقدہ الناقد البصیر عمرو بن بحر الجاحظ - فانہ ذکر ھذہ الخطبۃ فی کتاب البیان والتبیین، وذکر من نسبھا الی معاویۃ رض، ثم قال: "ھی بکلام علی علیہ السلام اشبہ وبمذھبہ فی تصنیف الناس وبالاخبار عماھم علیہ من القھر والاذلال ومن التقیۃ والخوف الیق"

اس خطبہ کو بہت سے لاعلموں نے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ بے شک وشبہ امیر المومنین کا کلام ہے - بھلا رتیلی مٹی میں سے سونا کب نکلتا ہے اور کھاری پانی میں سے میٹھا پانی کب پیدا ہوتا ہے - اس امر کی طرف حاذق راہنما نے راہنمائی کی ہے اور صاحب بصیرت نقاد عمرو بن بحر الجاحظ نے اسے پرکھا ہے چنانچہ اس نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں اس خطبہ کا ذکر کیا ہے اور معاویہ کی طرف اس کی نسبت کرنے والوں کا بھی ذکر کیا ہے پھر کہا ہے کہ یہ علی علیہ السلام کے کلام سے زیادہ مشابہ ہے اور لوگوں کے اصناف واقسام بیان کرنے اور ان کے ڈر بچاؤ، تذلیل اور زیادتی کی اطلاع دینے میں ان کا جو طریقہ ہے اس کے زیادہ لائق ہے -

قال: ومتی وجدنا معاویۃ فی حال من الاحوال یسلک فی کلامہ مسلک الزّھاد ومذاھب العبّاد"[2]

اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے معاویہ کو کسی حالت میں بھی زاہدوں کے مسلک اور عابدوں کے طریقے پر چلتا کب پایا ہے۔

یہ خطبہ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے درج ہے اور اس کے آخر میں جاحظ کی مذکورہ بالا تنقید بھی ایک دو الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ موجود ہے[3]

---

[1] نہج البلاغہ جلد ۱ صد؟ - [2] ایضاً جلد ۱ ص؟ - [3] البیان والتبیین جلد ۱ ص۱۹۲ طبع مصر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء نیز دیکھئے منتخبات البیان والتبیین للثعالبی ص۱۱

جاحظ کا پورا نام ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ المعتزلی ہے اور یہ محرم ۲۵۵ھ (۸۶۸ء) میں فوت ہوا ہے[۱]۔

(۲) امیرالمومنین کے خطبہ ۲۲۶ کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ :-

"ذکرها الواقدی فی کتاب الجمل"

اسے واقدی نے کتاب الجمل میں بیان کیا ہے۔

اور اس کے بعد اس خطبے کا یہ حصّہ نقل کیا ہے :-

فَصَدَعَ بما اُمِرَ به، وَبَلَّغَ رسالاتِ رَبّه، فَلَمَّ اللهُ به الصَّدْعَ وَرَتَقَ به الفَتْقَ، و اَلَّفَ به الشَّمْلَ بین ذوی الارحام، بَعْدَ العداوة الواغرة فی الصدور والضغائن القادحة فی القلوب"[۲]

پس رسولِ اکرمؐ نے ان کاموں کو جن پر مامور تھے برملا پیش کیا اور اپنے رب کے پیام پہنچائے۔ نتیجۃً اللہ نے ان کے ذریعہ سے شگاف کو بھر دیا اور پھٹے کو سی دیا اور آپ کی وساطت سے رشتہ داروں کے درمیان افتراق کو اجتماع سے بدل دیا۔ حالانکہ ان کے سینوں میں دشمنی تھی۔

(۳) واقدی کی اس کتاب سے امیرالمومنین کا خط نمبری ۵۷ نقل کیا گیا ہے جو آپ نے اپنی بیعت لینے کے بعد لکھا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

اما بعد فقد علمتَ اعذاری فیکم واِعراضی عنکم۔ حتیٰ کان ما لابُدَّ منه ولا دَفْعَ له۔

والحدیثُ طویلٌ والکلام کثیر وقد اَدْبَرَ ما اَدبر، وَاَقْبَلَ ما اَقبل۔

فبایع مَنْ قِبَلَكَ۔ واَقْبِلْ اِلَیَّ فی وَفْدٍ من اصحابكَ[۳]

بعد ازاں تم اپنے معاملہ میں میرے عذر کو جانتے ہو اور میرے اعراض سے واقف ہو تا آنکہ جو ہونا تھا اور جس سے گریز نہ تھا۔ وہ ہو گیا۔

اور بات لمبی ہے اور گفتگو زیادہ ہے اور جو چیز جانے والی تھی وہ چلی گئی اور جو آگے آنے والی تھی وہ پیش آگئی۔

لہٰذا تم اپنے یہاں کے لوگوں سے بیعت لے لو اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔

واقدی کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی المدنی ہے اور اس نے ذی الحجہ ۲۰۷ھ (۸۲۳ء) میں انتقال کیا ہے[۴]

ابن ندیم نے اس کی تصنیفات میں "کتاب الجمل" کا نام لیا ہے[۵]۔ مگر اب اس کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ ابن ندیم جامع نہج البلاغہ کا معاصر ہے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے آخر تک واقدی کی کتاب الجمل کے نسخے ملتے تھے۔

---

[۱] تاریخ بغداد جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۰ والکامل لابن الاثیر جلد ۷ صفحہ ۲۲ ۔ ومرآۃ الجنان للیافعی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ ۔ لیکن شذرات جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ میں ۲۵۰ھ میں وفات بتائی ہے

[۲] نہج جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ ۔ [۳] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ ۔ [۴] شذرات جلد ۲ صفحہ ۱۸ ۔

[۵] کتاب الفہرست صفحہ ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۵ء)

(۴) امیرالمومنین کا خط نمبری ۵۴ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے نام ہے یہ خط ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

اَمّابعد فقد عَلِمتُمَا وان کَتَمتُمَا انی لم اُرِدِ الناس، حتی ارادونی، ولم اُبایعهم حتی بایعونی[1]

بعد ازاں تم دونوں واقف ہو، گو چھپاتے ہو کہ میں نے لوگوں کو نہیں چاہا جب تک انہوں نے مجھے نہیں چاہا اور میں نے ان سے بیعت نہیں لی۔ جب تک انہوں خود بیعت نہ کی۔

اس خط کے آغاز میں جامع نے لکھا ہے کہ ابوجعفر الاسکانی نے اپنی "کتاب المقامات فی مناقب امیرالمومنین" میں خط نقل کیا ہے۔

ابوجعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی المعتزلی بغداد کے محلہ اسکاف کا باشندہ اور معتزلہ بغداد کا امام اور فرقۂ اسکافیہ کا بانی ہے۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ نے اسے معتزلہ کے طبقۂ ہفتم میں شمار کیا ہے۔ یہ جاحظ کا معاصر ہے اور اس کی "کتاب العثمانیہ" کا رد اسی نے لکھا ہے۔ بغدادی معتزلہ کی رائے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل تھے۔ یہ بھی اسی رائے کا تھا۔ بقول سمعانی اس نے ۲۴۰ھ (۸۵۴ء) میں انتقال کیا ہے[2]

ابن ندیم اور کشف الظنون وغیرہ میں اس کتاب کا حوالہ نہیں ملتا جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کتاب نے شہرت نہیں پائی۔

(۵) بذیل خطوط نمبر ۷۴، پر جامع نے ایک معاہدہ نقل کیا ہے۔ جو اہل یمن اور ربیعہ کے درمیان ہوا تھا اور اس کی عبارت امیرالمومنین نے تحریر فرمائی تھی۔ یہ معاہدہ اپنے مطالب کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہے اس لیے میں اسے پورا نقل کرتا ہوں۔

"هذا ما اجتمع علیه اهل الیمن، حاضرها وبادیها ورَبیعَةُ، حاضرها وبادیها، اَنَّهُمْ عَلیٰ کتاب الله، یدعون الیه ویامرون به۔ ویجیبون من دعا الیه وَاَمَرَبِهٖ، لایشترون به ثمناً، وَلا یرضون به بَدَلاً، وَانهم یدٌ واحدةٌ علیٰ من خالف ذلك وتَرَكَهُ، انصارٌ بعضهم لبعض۔ دعوتهم واحدةٌ۔ لاینقضون عهدهم لمَعتَبَةِ عاتب، وَلا لِغضب غاضب، ولالاِستذلال قومٍ قوماً، ولا المَسَبَّةِ قوم قوما)

"یہ وہ معاہدہ ہے جس پر اہل یمن، شہری اور دیہاتی اور بنی ربیعہ، شہری اور دیہاتی متفق ہیں۔ یعنی وہ سب اللہ کی کتاب پر چلیں گے اس کی طرف لوگوں کو بلائیں گے اور اس پر چلنے کا حکم دینگے اور جو اس کی طرف بلائیں گے اور اس پر چلنے کا جو حکم دیگا اس کی مانیں گے نہ اسے کسی قیمت پر بیچیں گے اور نہ اسکا بدل پسند کرینگے اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہوگا اور اسے ترک کریگا اس کے مقابلہ میں متحد ہونگے اور ایک دوسرے کی مدد کرینگے، ان کی پکار ایک ہوگی۔ اپنے اس عہد کو کسی کی خفگی یا ناراضگی کی بناء پر نہ توڑیں گے اور نہ کسی قوم کو ذلیل کرنے یا کسی کو سب وشتم کرنے کیلئے اس کی خلاف ورزی کرینگے۔

علی ذلك شاهدُهم وغائبُهم، وسفیهم وعالمهم وحلیمهم وجاهلهم۔ ثم ان علیهم

اس معاہدے پر ان کے حاضر اور غائب۔ بیوقوف اور عالم۔ بردبار اور جاہل سب عامل رہیں گے۔ پھر اس معاہدے کی پشت

[1] نہج جلد ۳ ص ۱۲۲ [2] کتاب الانساب للسمعانی ورق ۳۵-الف و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۴۳۲ طبع ایران۔

بذلك عهد الله و ميثاقه - انّ عهد الله كان مسئولا - وكتب علي ابن ابيطالب" [1]	اللہ کا عہد و میثاق ہے۔ بیشک اللہ سے جو قول و قرار کیا جائے اس کی باز پُرس ہوگی - علی بن ابیطالب نے لکھا۔

اس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ میں اسے ہشام ابن الکلبی کے خط سے نقل کر رہا ہوں - ابن الکلبی کا پورا نام ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السایب الکلبی ہے اور اس نے ۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں انتقال کیا ہے - اس نے ۱۵۰ سے زائد کتابیں لکھی تھیں جن میں ۱۴۴ کا ذکر ابن ندیم کے یہاں بھی ملتا ہے [2] - اس کی کس کتاب سے جامع نے یہ معاہدہ نقل کیا - اس کا پتہ چلانا دشوار ہے - بظاہر یہ عہد نامہ اس کی کسی کتاب الحِلف سے نقل کیا گیا ہوگا - اور جامع کے سامنے اس کا کوئی بخط مؤلف نسخہ موجود ہوگا۔

(۶) امیر المومنین کا خط نمبر ۷۸، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ہے یہ خط ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے: -

"فانّ الناس قد تغيّر كثيرٌ منهم عن كثيرٍ من حظّهم، فمالوا مع الدّنيا ونطقوا بالهوىٰ" [3]	بیشک بہت سے لوگ اپنے بہت سے حقیقی حظوں کو چھوڑ چکے - دنیا کے ساتھ ہو لیے اور ہوا و ہوس کی باتیں کرنے لگے۔

اس کے شروع میں جامع نے اپنا ماخذ سعید بن یحییٰ الاموی کی "کتاب المغازی" کو بتایا ہے - اس کتاب کا نام کشف الظنون میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری تک اس کے نسخے موجود تھے [4]۔

کتاب کے مؤلف کا صحیح اور پورا نام ابو عثمان سعید بن یحییٰ ابن سعید بن ابان بن سعید بن العاص بن الاحیحۃ القرشی الاموی الکوفی البغدادی ہے اور اس نے ۲۴۹ھ (۸۶۳ء) میں وفات پائی ہے [5]

(۷) حکیمانہ اقوال کے ذیل میں ایک مستقل فصل کے اندر جامع نہج البلاغہ نے امیر المومنین کے ۹ جملے نقل کیے ہیں - جن کے اندر غریب الفاظ آئے ہیں اور ان کی تشریح بھی کی ہے - ان میں سے چوتھے جملے کے الفاظ کی شرح میں لکھا ہے کہ: -

---

[1] نہج جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ - [2] کتاب الفہرست صفحہ ۱۴۰ ولسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۱۹۶ وشذرات جلد ۲ صفحہ ۱۳ - فہرست میں ۲۰۶ھ سال وفات بتایا ہے اور کامل میں اسے قول بعض قرار دیا ہے - الکامل ج ۵ صفحہ ۱۳۳ ‌‌ [3] نہج جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ ‌‌ [4] کشف الظنون جلد ۲ کالم ۱۴۶۰ و ۱۴۷۰ طبع استنبول ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء) [5] تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۹۰ طبع مصر ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۱ء) وتہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۹۷ طبع حیدرآباد ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) لیکن کشف جلد ۲ کالم ۱۴۷۰ میں ابو محمد یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی الکوفی الحنفی متوفی ۱۹۱ھ کو اور کالم ۱۴۶۰ میں یحییٰ ابن سعید بن فروخ التیمی القطان البصری کو مولف بتایا ہے - یہ آخری نام تو کسی طرح بھی درست معلوم نہیں ہوتا - ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ سعید کا باپ یحییٰ بن سعید کتاب المغازی کا مؤلف ہو۔ اس لیے کہ تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۲ اور شذرات جلد ۱ صفحہ ۳۴۱ میں اسے ابن اسحٰق کی کتاب المغازی کا راوی بتایا گیا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مغازی و سیر سے دلچسپی تھی۔ کشف کی دوسری غلطی یہ ہے کہ اس میں یحییٰ القطان کا سال وفات ۱۹۴ھ (۸۰۹ء) لکھا ہے حالانکہ بقول خطیب (تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۳) وتہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۹ - قطان نے ۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں وفات پائی ہے اور تیسری غلطی یہ کی ہے کہ یحییٰ بن سعید کی کنیت ابو ایوب کی جگہ ابو محمد بتائی ہے اور سن وفات ۱۹۱ھ لکھا ہے - حالانکہ انہوں نے تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۵ وتہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۴ کے مطابق شوال ۱۹۴ھ (۸۱۰ء) میں انتقال کیا ہے۔

هذا معنى ما ذكره ابو عبيد القاسم بن سلام | یہ اس کا مطلب ہے جو ابوعبید نے بیان کیا ہے۔

ابوعبید القاسم بن سلام الہروی البغدادی متوفی ۲۲۴ھ (۸۳۸ء) اپنے عہد کا بہت بڑا محدث فقیہ اور لغت و شعر کا ماہر ہے جامع نے اس کی کتاب کا نام نہیں بتایا ہے۔ لیکن مجھے تحقیق سے پتہ چل گیا کہ یہ سب جملے اس کی کتاب "غریب الحدیث" سے منقول ہیں اور بیشتر اس کی تشریحات بھی نقل کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ کتاب خانۂ رامپور میں اس کا جو مخطوط تقریباً آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا محفوظ ہے اس کے اوراق ۱۹۷۔الف۔ ۲۰۳ ب میں یہ سب اقوال موجود ہیں۔

(۸) امیرالمومنین کا ارشاد ہے کہ:۔

ايها المؤمنون، إنه من رأى عُدْواناً يعمل به ومُنكراً يُدْعىٰ إليه، فأنكره بقلبه، فقد سَلِمَ وبَرِئَ ۔

مومنو! بیشک جو کوئی کسی سرکشی پر عمل ہوتا دیکھے اور منکر کی طرف بلاوا سُنے اور پھر اسے دل سے بُرا جانے تو وہ سالم اور بری رہا۔

اس کے شروع میں جامع نے تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ طبری جس کا پورا نام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ہے، تاریخ اسلام کا مشہور مؤلف ہے اور اس نے ۳۱۰ھ (۹۲۳ء) میں وفات پائی ہے۔ مذکورہ بالا ارشادِ علوی اس کی تاریخ کی جلد سوم کے صفحہ ۲۴۲ پر موجود ہے۔[1]

(۹) امیرالمومنین کے قول "اُخْبُرْ تَقْلِہٖ" (اس کی حقیقت کو پہچان، نفرت ہو جائے گی) کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ اہل علم اسے قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بتاتے ہیں۔ لیکن میں نے اسے کلام امیرؑ اس بناء پر قرار دیا ہے کہ ثعلب نے ابن الاعرابی کی زبانی بیان کیا ہے کہ خلیفہ عباسی مامون کا قول تھا کہ اگر امیرالمومنین نے "اخبر تقلہ" نہ کہا ہوتا تو میں کہتا" اقلہ تخبر" (تو اس سے نفرت کر حقیقت کو پہچان جائے گا)۔

ثعلب نحو و لغت کا مشہور عالم ہے اور اس نے ۲۹۱ھ (۹۰۴ء) میں انتقال کیا ہے۔ ابن الاعرابی علوم ادبیہ کا امام مانا جاتا ہے۔ اس نے ۲۳۰ھ (۸۴۴ء) میں وفات پائی ہے۔ مامون عباسی بغداد کا شہرۂ آفاق خلیفہ ہے اور ۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں فوت ہوا ہے۔

مجھے ثعلب کا یہ قول کسی کتاب میں نہ ملا لیکن ابوہلال حسن بن عبداللہ بن سہل العسکری متوفی ۳۹۵ھ (۱۰۰۵ء) نے جمہرۃ الامثال میں لکھا ہے کہ یہ کہاوت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی کہی ہوئی ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔[2]

ابوعبید احمد بن محمد الہروی متوفی ۴۰۱ھ (۱۰۱۰ء) نے اپنی کتاب الغریبین میں لکھا ہے:۔

" ومنه حديث ابي الدرداء۔ وجدت الناس اُخْبُرْ تَقْلِهْ ۔ اى من جَرَّبَهُمْ رماهم بالمَقْتِ لخبث سرائرهم وقلة انصافهم وفرط استيثارهم۔ ولفظه لفظ الامر ومعناه الخبر[3]

اسی قسم کی ابوالدرداءؓ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے لوگوں کو پایا "اخبر تقلہ" یعنی جو شخص انسانوں کو آزمائے گا وہ ان کا دشمن ہو جائیگا اس لیے کہ ان کے دلوں میں خباثت اور قلتِ انصاف اور خود غرضی کی زیادتی ہے۔ اس حدیث کے لفظ تو حکم کے ہیں لیکن معنی خبر و اطلاع ہیں۔

---

[1] نہج جلد ۳ ص ۲۵۷ ۔ [2] جمہرۃ الامثال ص ۲۶ طبع بمبئی ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) [3] الغریبین ورق ۲۳۶۔ الف مخطوطۂ رامپور۔

(۱۰) اسی طرح امیرالمومنین کے ارشاد "اَلعَینُ وِکَاءُ السَّہ" (آنکھ سُرین کا بندھن ہے) کے تحت لکھا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ مذکورہ جملہ قول رسولؐ ہے۔ کچھ راویوں نے اسے قولِ مرتضوی بتایا تھا۔ مبرد نے اپنی کتاب المقتضب میں اس کا ذکر کیا ہے[1]۔

مبرد کا پورا نام ابوالعباس محمد بن یزید الازدی النحوی ہے اور اس نے ۲۸۵ھ (۸۹۸ء) میں انتقال کیا ہے۔ اس کی کتاب المقتضب آج موجود نہیں۔ لیکن ابن ندیم اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے[2]۔

یہ جملہ بحیثیت ارشادِ نبویؐ ابن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ (۸۸۹ء) نے کتاب تاویل مختلف الحدیث ص۶۵ میں بھی لکھا ہے اور ابوعبید احمد بن محمد الہروی متوفی ۴۰۱ھ (۱۰۱۰ء) کی کتاب الغریبین میں بھی مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وفی الحدیث۔ اَلعَینُ وِکَاءُ السَّہ۔ قال ابو عبید وھو خلقہ الدبر"[3]

اور حدیث میں آیا ہے۔ "العین وکاء السّہ" ابوعبید نے کہا ہے کہ "سہ" حلقۂ دُبر کو کہتے ہیں۔

یہ ابوعبید جس کا قول غریبین میں نقل کیا گیا ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام ہے۔ اس نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس قول کو نقل کیا ہے[4]۔

دیگر ماخذ جن اہل علم نے تاریخ وادب وحدیث کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ نہج البلاغہ کے بہت سے مندرجات دوسری متقدم کتابوں میں موجود ہیں۔ گو سید رضی نے ان کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اگر بغداد چنگیزیوں کے ہاتھوں تباہ وبرباد نہ ہوا ہوتا اور اس کے عدیم النظیر کتاب خانوں کو ان وحشی جاہلوں نے جلا کر خاک نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج اس کے ایک ایک جملے کا حوالہ ہمارے سامنے ہوتا۔ تاہم نہج کے متعدد ماخذ اس کے شارح ابن ابی الحدید کے دسترس میں تھے اور اس نے ان کی عبارتیں اپنی شرح میں نقل کر دی ہیں۔ اس بناء پر کچھ نہ کچھ مزید روشنی اس کتاب کے ماخذوں پر پڑ جاتی ہے۔ ذیل میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس کے مندرجات کو سید رضی کا مال سمجھنے والے کسی حد تک مطمئن ہو سکیں۔

(۱) نہج کا سب سے زیادہ قابلِ اعتراض خطبہ "شقشقیہ" ہے۔ جس میں امیرالمومنین نے خلافت کی پچھلی تاریخ بیان فرمائی ہے اور اس امر کی شکایت کی ہے کہ مجھے خلافت کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق جانتے ہوئے بھی اہل حل وعقد نے نظر انداز کیا۔ تاہم میں نے صبر کیا۔ تاآنکہ چوتھی بار سب نے مجھے اس بار کے اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن کچھ لوگ بیعت کے بعد مخالف ہو گئے اور اہل اسلام میں جنگ چھڑ گئی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے اگر میرے مددگار موجود نہ ہوتے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظالم کی روک تھام اور مظلوم کی مدد فرض نہ ہوتی۔ تو میں اس عہدے سے الگ جا کھڑا ہوتا۔"

اس خطبے کا آغاز یہ ہے:۔

"اَمَا واللہ، لقد تقمّصہا فلانٌ، وانّہ لَیَعلَمُ

بخدا، خلافت کا کرتا فلاں نے پہن لیا۔ حالانکہ وہ خوب واقف تھے

---

[1] نہج جلد ۳ ص۲۶۳۔ [2] الفہرست ص۸۸۔ وکشف جلد ۲ کالم ۱۷۹۳۔ [3] الغریبین ورق ۱۳۴۔الف

[4] غریب الحدیث، ورق ۱۳۸ مخطوطۂ رامپور۔

أَنَّ مَحَلِّی منها مَحَلُّ القُطْبِ من الرَّحٰی ۔"[1] کہ خلافت میں میرا مقام وہ ہے جو کیلی کا چکی میں ہوتا ہے۔

یہ خطبہ ابوجعفر احمد بن محمد بن خالد البرقی الشیعی متوفی ۲۷۴ھ (۸۸۷ء) نے کتاب المحاسن میں ابراہیم بن محمد الثقفی الکوفی متوفی ۲۸۳ھ (۸۹۶ء) نے کتاب الغارات میں۔ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب الجبائی البصری المعتزلی متوفی ۳۰۳ھ (۱۶-۹۱۵ء، ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی البلخی المعتزلی متوفی ۳۱۹ھ (۹۳۱ء) ابوجعفر محمد بن عبدالرحمٰن بن قبۃ الرازی متکلم شیعی، تلمیذ ابی القاسم البلخی مؤلف کتاب الانصاف نے اپنی اپنی کتابوں میں[2]۔ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی الشیعی الشہیر بالشیخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ (۹۸۹ء) نے کتاب علل الشرائع ص۶۸ اور معانی الاخبار (۱۳۲/۱) میں۔ ابوعبداللہ محمد بن النعمان الشیعی المعروف بالشیخ المفید متوفی ۴۱۳ھ (۱۰۲۲ء) نے کتاب الارشاد ص۱۳۵ میں اور شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ (۱۰۶۸ء) نے کتاب الامالی (ص۲۳۷) میں اپنی اپنی خاص سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شیخ صدوق نے اپنی دونوں کتابوں میں ان دو سندوں سے اس خطبے کو روایت کیا ہے:۔

(۱) "حدثنا محمد بن علی ماجیلویہ، عن عمہ محمد بن القاسم، عن احمد بن ابی عبد اللہ البرقی، عن ابیہ، عن ابن ابی عمیر عن ابان بن عثمان، عن ابان بن تغلب عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ"۔

(۲) "حدثنا محمد بن ابراھیم بن اسحٰق الطالقانی، ثنا عبد العزیز بن یحییٰ الجلودی۔ ثنا ابو عبد اللہ احمد بن عمار بن خالد، ثنی یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی۔ ثنی عیسیٰ بن راشد، عن علی بن خزیمہ (؟حذیفہ) عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ"۔

(۲) نہج کا پانچواں کلام ہے:۔

" واللہ، لا اکون کالضَّبُع: تَنَامُ علی طول اللَّدْمِ حتی یَصِلَ الیها طالِبُهَا ویَختِلَها راصِدُهَا"[3] بخدا! میں بجو جیسا نہیں ہوں، جو کھٹکے پر کھٹکا ہوتا ہے مگر پڑا سوتا رہتا ہے تاآنکہ اس کا متلاشی سر پر آجاتا ہے اور اس کی گھات لانے والا اسے دھوکا دیدیتا ہے۔

اس کلام کا مذکورہ بالا جملہ ابوعبید القاسم بن سلام البغدادی نے غریب الحدیث (ورق ۱۹۶-الف) میں یوں نقل کیا ہے:۔

" واللہ، لا اکون مثلَ الضَّبع، تَسمعَ اللَّدْمَ۔ حتی تَخْرُجَ فَتُصَادَ" بخدا! میں بجو کی طرح نہیں ہوں۔ جو تھپکی سنتا رہتا ہے تاآنکہ نکلتا ہے اور شکار ہوجاتا ہے۔

طبری نے اپنی تاریخ (۱۷۱/۵) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۳) میں بالتفصیل یہ گفتگو لکھی ہے۔ مگر اس کا آغاز اس طرح کیا ہے:۔

[1] نہج جلد ۱ ص۲۵۔ [2] شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ۴۰/۱ وفہرست کتب خطی کتاب خانۂ عمومی معارف ۱۲۹/۱۔ منہاج البلاغہ ص۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الغارات کا مخطوطہ ایران یا عراق میں موجود ہے۔

"ماکنتُ لأکونَ کالضبعِ تسمعُ اللّدمَ - انّ النبیّ قُبض وما اری احداً أحقَّ بهذا الامرِ منی"

میں بجو کی طرح بننا نہیں چاہتا جو تھپکی سنتا رہتا ہے بیشک نبیؐ کی وفات ہوئی ہے تو میں کسی کو بھی امر خلافت کا اپنے سے زیادہ مستحق نہیں پاتا تھا۔

(۳) نہج کا چودہواں کلام ہے:-

"واللہ، لو وجدتُهُ قد تُزُوِّجَ بہ النساءُ، ومُلِكَ بہ الاماءُ - لرددتُہ - فانّ فی العدلِ سعةً ومن ضاق علیہ العدلُ، فالجور علیہ اضیقُ۔" [1]

بخدا، اگر میں جاگیروں کو ایسا پاتا کہ ان پر عورتوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور ان کے بدلے میں باندیاں خریدی جا چکی ہیں تب بھی واپس لے لیتا۔ کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس پر عدل و انصاف تنگ ہو جائے تو ظلم وجور اس پر اور بھی تنگ ہو جائے گا۔

ابو ہلال الحسن بن عبداللہ بن العسکری متوفی بعد ۳۹۵ھ (۱۰۰۵ء) نے کتاب الاوائل صہ۲۰۳ نسخۂ رامپور میں پورا خطبہ نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید (۱/۵۰) نے لکھا ہے کہ اس خطبہ کو کلبی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۴) نہج کا پندرھواں کلام ہے:-

"ذِمّتی بما اقول رهینةٌ، وانا بہ زعیمٌ - انّ من صرّحت لہ العِبَرُ عمّا بین یدیہ من المَثُلاتِ حجزتہ التقوی عن تقحّمِ الشبهات - الا وانّ بلیّتکم قد عادت کهیئتها یوم بعث اللہ نبیّکمؐ"

جو کچھ میں کہوں گا۔ اس کی صحت کا ذمہ دار اور حقانیت کا کفیل ہوں بیشک جس کے لیے صراحت کردے گی عبرت ان عذابوں کی جو پہلی قوموں پر آئے اسے تقویٰ شبہے کے کاموں پر پڑنے سے روک دیگا۔ سن رکھو کہ تمہاری آزمائش اسی طرح ہوگی جیسی اس وقت ہوئی تھی جب اللہ نے تمہارے نبی کو مبعوث کیا تھا۔

یہ گفتگو جاحظ نے کتاب البیان (۱/۱۷۰) میں ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ (۸۸۹ء) نے عیون الاخبار (۲/۲۳۶) میں محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۸ھ (۹۴۰ء) نے اصول الکافی (صہ۹۷) میں ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ (۹۴۰ء) نے العقد (۲/۶۲) میں شیخ مفید نے الارشاد (صہ۱۳۵ و ۱۴۰) اور شیخ الطائفہ نے امالی صہ۱۴۷ میں نقل کی ہے۔

(۵) نہج کا سولھواں کلام ہے:-

"انّ ابغضَ الخلائقِ الی اللہ رجلان: رجلٌ وَکَلَهُ اللہ الی نفسه، فهو جائرٌ عن قصد السبیل، مشغوفٌ بکلام بدعةٍ ودعاءِ ضلالة۔ فهو فتنة لمن افتتن بہ ضالٌّ عن هدی من کان"

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض دو آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ اس کے نفس کے حوالے کردے اور وہ سیدھے راستے سے ہٹ جائے اور بدعت کی باتوں اور گمراہی کے بلاوے پر فدا ہو۔ ایسا شخص فتنہ ہے اس کے لیے جو اس کی بات قبول کرے۔

[1] نہج ۱/۴۲ ؛ [2] نہج ۱/۴۲۔

نبه، مُضِلٌّ لمن اقتدٰی به فی حیاته وبعد وفاته، حمّالٌ خطایا غیره، رَهْنٌ بخطیئته[۱]

اور تارک ہے اپنے پیشروں کے چال چلن کا اور گمراہ کرنے والا ہے اسے جو اس کی مانے اس کی زندگی میں یا مرنے کے بعد۔ وہ دوسروں کی خطاؤں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اور اپنی خطاؤں میں گرفتار ہے۔

یہ خطبہ ابن قتیبہ نے کتاب غریب الحدیث میں[۲]۔ کلینی نے اصول الکافی (ص۱۳) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۵) نقل کیا ہے۔

(۶) نہج کا بیسواں خطبہ جو ایک سو باسٹھویں خطبے کا ایک ٹکڑا ہے حسب ذیل ہے:۔

"فإنّ الغایة أمامكم، وإنّ وراءكم الساعة تحدوكم۔ تخفّفوا تلحقوا۔ فإنما ینتظر بأوّلكم آخركم[۳]

بیشک انجام تمہارے سامنے ہے اور قیامت تمہارے آگے ہے اور تمہیں کھینچ رہی ہے۔ سبک بار بنو۔ جا ملو گے اور وہ تمہارے پیشروؤں کی معیت میں تمہارے پچھلوں کی منتظر ہے۔

یہ پورا خطبہ طبری نے تاریخ (۵/۱۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۷) نہج کا بائیسواں خطبہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

"أمّا بعد فان الامر ینزل من السّماء الی الارض کقطرات المطر"[۴]

بعد ازاں، معاملات آسمان سے زمین پر بارش کے قطروں کی طرح اُترتے ہیں۔

اس خطبے میں آگے ایک جملہ آیا ہے "کان کالفالج الیاسر" (وہ جیتے ہوئے جواری کی طرح ہوتا ہے) یہ جملہ ابو عبید نے اپنی غریب الحدیث (ورق ۲۰۱ ب) میں امیرالمومنین کے نام سے نقل کر کے اس کے لفظوں کی تشریح کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا خطبہ اس کے سامنے تھا۔

(۸) نہج کا پچیسواں خطبہ ہے:۔

"إنّ الله بعث محمّداً نذیراً للعالمین و أمیناً علی التنزیل، وانتم، معشر العرب، علی شرّ دین وفی شرّ دار۔[۵]

بیشک اللہ نے محمدؐ کو اہل عالم کے لیے نذیر بنا کر بھیجا تھا اور انھیں قرآن کا امین بنایا تھا اور تم اے عربو! بُرے دین پر چل رہے تھے اور بُرے گھر میں بس رہے تھے۔

یہ خطبہ تمام و کمال ابراہیم بن محمد الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا تھا[۶]۔ سید رضی نے اس میں کے چند ٹکڑے انتخاب کر لیے ہیں۔

(۹) نہج کا چھبیسواں خطبہ ان لفظوں سے شروع ہوا ہے:۔

أمّا بعد فان الجهادَ بابٌ من ابواب الجنة

بعد ازاں۔ بیشک جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے۔ اللہ نے

---

[۱] نہج ۱/۴۶ ° [۲] ابن ابی الحدید ۱/۵۲ - [۳] نہج ۱/۵۴، ۲/۹۷ ° [۴] نہج ۱/۵۶ - [۵] ایضاً ۱/۶۲ ° [۶] ابن ابی الحدید ۱/۱۹۵ °

فَتَحَهُ اللهُ بِخَاصَّةِ اولیائه ۔ وَهُوَ لِبَاسُ التَّقوىٰ ، ودِرعُ الله الحصینة وجُنَّته الواقیه ۔ فمن ترکه رَغبةً عنه ۔ اَلبَسَه الله ثوبَ الذّلّ وشَمِلَه البلاءُ[1]

یہ دروازہ اپنے خاص دوستوں کے لیے کھولا ہے اور وہ پرہیزگاری کا لباس ہے اور اللہ کی مضبوط زرہ اور اس کی مضبوط ڈھال ہے ۔ تو جو جہاد کو اس سے بے پروا ہو کر چھوڑے گا اللہ اسے ذلت کا لباس اور مصیبت کی چادر پہنا دے گا ۔

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۰) میں الثقفی نے کتاب الغارات میں[2] ۔ مبرد نے الکامل (۱/۱۳) میں ۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۳۶) میں ۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۳) میں ۔ ابو الفرج الاصفہانی متوفی ۳۵۶ھ (۹۶۷ء) نے کتاب الاغانی (۱۵/۴۳) میں اور شیخ صدوق نے معانی الاخبار (۱/۱۳) میں نقل کیا ہے ۔

(۱۰) نہج کا ستائیسواں خطبہ یوں شروع ہوتا ہے :-

" اما بعد فان الدنیا قد اَدبرت وآذنت بوَداعٍ ، وانّ الاخرة اَشرَفَتْ بِاِطِّلاعٍ ۔ اَلَا وان الیوم المضمار وغداً السِّباق ۔ و السَّبَقَةُ الجَنَّةُ والغایةُ النَّارُ ۔ اَفلا تائبٌ من خطیئته قبل مَنیَّتِه ؟ اَلَا عاملٌ لنفسه قبل یوم بؤسِه ؟ "[3]

بعد ازاں ۔ بیشک دنیا نے پیٹھ پھیرلی اور رخصت کی اطلاع دے دی اور بیشک آخرت اچانک آ گئی ۔
سنو ! بیشک آج دبلا ہونا ہے اور کل گھوڑ دوڑ ہے اور منزل جنت اور انتہا دوزخ ہے تو کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی خطا سے مرنے سے قبل توبہ کرلے ؟ اور کیا کوئی ایسا نہیں جو اپنے لیے اپنی بدحالی کے دن سے پہلے ہی کام کر رکھے ؟

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۱) میں ۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۳۵) میں ۔ الثقفی نے کتاب الغارات (۱۷/۱۲۶) میں ۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۳) میں ۔ ابو محمد الحسن بن علی بن شعبۃ الحرانی متوفی ۳۳۲ھ (۹۴۳ء) نے تحف العقول (بحار ۱۷/۷۹) میں ۔ ابوبکر الباقلانی متوفی ۴۰۳ھ (۱۰۱۲-۱۳ء) نے اعجاز القرآن (برحاشیۂ اتقان سیوطی ۱/۱۹۴) میں اور شیخ مفید نے الارشاد ر ۱۳۸ میں نقل کیا ہے ۔

(۱۱) نہج کا اٹھائیسواں خطبہ اپنے ساتھیوں پر عتاب و خطاب پر مشتمل ہے اور ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :-

" ایها النّاس ، المجتمعةُ ابدانهم المختلفةُ اهواؤهم کلامُکم یُوهی الصُّمَّ الصِّلَابَ و فعلُکم یُطمِع فیکم الاعداءَ ۔ تقولون فی المجالس : کَیتَ وکَیتَ ۔ فاذا جاءَ القتالُ قلتم : حِیدِی حَادِ "[4]

اے لوگو ! جن کے بدن اکٹھے ہیں ، لیکن خواہشیں جدا جدا ہیں ۔ تمھاری گفتگو سخت چٹانوں کو پھاڑتی ہے اور تمھارا کام دشمنوں کو لالچ دیتا ہے تم مجلسوں میں کہتے تھے ایسے اور ویسے ۔ اور جب جنگ کا وقت آیا تو بول اٹھے کہ بھاگو ، بھاگو ۔

---

[1] نہج ۱/۶۳ ؛ [2] ابن ابی الحدید ۱/۸۰ ؛ [3] نہج ۱/۶۶ ؛ [4] نہج ۶۹

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۱) میں ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاسہ (۱۴۲/۲) میں الثقفی نے کتاب الغارات میں۔ ابن عبدربہ نے العقد (۱۶۳/۲) میں شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۵۸) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۱۳) میں نقل کیا ہے۔

(۱۲) نہج کا تیسواں خطبہ۔ جو اختلاف روایت کے ساتھ نمبر ۱۰۰ پر بھی مذکور ہے حسب ذیل ہے:۔

إنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیس أحدٌ من العرب یقرأ کتاباً ولا یدّعی نبوۃً۔ فساق الناسَ حتی بَوَّأهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَ بَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ" [۱]

بیشک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی حالت میں مبعوث فرمایا کہ کوئی عرب نہ کتاب پڑھتا تھا اور نہ نبوت کا دعویدار تھا پس انھوں نے لوگوں کو کھینچا تاآنکہ انھیں اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ اور انھیں نجات کے گھر میں پہنچا دیا۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۳) میں نقل کیا ہے۔

(۱۳) نہج کا اکتیسواں خطبہ جو اپنے ساتھیوں کے عتاب وخطاب پر مشتمل ہے حسب ذیل ہے:۔

"أُفٍّ لَکُمْ! لقد سَئِمْتُ عِتَابَکُمْ۔ أَرَضِیتُمْ بالحیاۃ الدُّنیا من الآخرۃ عِوَضاً وبالذُّلِّ مِنَ العِزِّ خَلَفاً [۲]

تم پر افسوس ہے! میں ڈانٹتے ڈانٹتے تنگ آگیا۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کا بدل مان لیا۔ اور کیا تم نے عبرت کی جگہ ذلت قبول کر لی؟

یہ خطبہ طبری نے تاریخ (۵۱/۶) میں معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۱۴) نہج کا چونتیسواں خطبہ بھی اپنے ساتھیوں کے عتاب وخطاب پر مشتمل ہے اور اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے:۔

"الحمد للہ، وإن أتی الدھر بالخَطْبِ الفَادِحِ ..... أمّا بعد فإنّ مَعْصِیَةَ الناصحِ المُشْفِقِ العالمِ المُجَرِّبِ تُورِثُ الحَیْرَۃَ وتُعْقِبُ النَّدَامَةَ۔ [۳]

اللہ ہی حمد کا سزاوار ہے اگرچہ زمانہ کیسے ہی گرانبار کام سر پر لا ڈالے بعد ازاں۔ بیشک تجربہ کار صاحب علم اور مہربان ناصح کی نافرمانی حیرت پیدا کر دیتی ہے اور اس کا انجام پشیمانی ہوتا ہے۔

یہ خطبہ نصر بن مزاحم الکوفی متوفی ۲۱۲ھ (۸۲۷ء) نے کتاب صفین [۴] میں۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (۲۳۵) میں اور ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ (۴۳/۶) میں نقل کیا ہے۔ ابوالفرج الاصفہانی نے اغانی (۵/۹) میں اگرچہ اس خطبہ کے الفاظ نقل نہیں کیے مگر آخری شعر کا حوالہ دیا ہے۔

(۱۵) نہج کا پینتیسواں خطبہ امیر المومنین نے خوارج کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا آغاز یوں ہے:۔

"فأنا نذیرٌ لکم أن تُصْبِحوا صَرْعَی بأثناء ھذا النھر وبأھضام ھذا الغائط علی غیر بَیِّنَةٍ من ربکم ولا سلطانٍ مبین

تو میں تمھیں یہ خبر بدئے دیتا ہوں کہ تم اس دریا کے موڑوں اور اس نشیب کی گہرائیوں میں مرے پڑے ہوگے۔ نہ تمھارے پاس پروردگار عالم کی طرف سے کوئی تنبیہ پائی جائیگی اور نہ تمھارے ساتھ کوئی دلیل ہوگی

[۱] ۱/۷۷ ❖ ج ۱/۵۵ ... /۸۰ ❖ [۳] ابن ابی الحدید ۱/۱۱۰ ❖ [۵] نہج ۱/۸۳ ❖

یہ خطبہ ابتدائی حصّے کے علاوہ ابن قتیبہ نے الامامہ (صفحہ ۱۴۷) میں اور طبری نے تاریخ (۶/۴۷) میں اور بقول ابن ابی الحدید، محمد بن حبیب البغدادی متوفی ۲۴۵ھ (۸۵۹ء) نے اپنی کسی کتاب میں نقل کیا ہے[1]۔

(۱۶) نہج کا اڑتیسواں خطبہ بھی اپنے رفقاء کے عتاب پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز ہے:۔

"مُنِيتُ بِمَن لا يُطِيعُ اِذا اَمرتُ، ولا يُجِيبُ اِذا دَعَوتُ - لا اَبا لكم! ما تنتظرون بنصركم ربَّكم، اَما دِينٌ يَجمَعُكُم ولا حَمِيَّةٌ تُحمِشُكُم، اَقُومُ فِيكم مُستَصرِخاً، وَاُنادِيكم مُتَغَوِّثاً - فلا تَسمَعُونَ لي قَولاً ولا تُطِيعُونَ لِي اَمراً"[2]

میری ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش ہو رہی ہے جو اطاعت نہیں کرتے جب انھیں حکم دیتا ہوں۔ اور جواب نہیں دیتے جب پکارتا ہوں۔ تمھارا باپ مرجائے! تمھیں اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس بات کا انتظار ہے؟ کیا دین تمھیں اکٹھا نہیں کرتا اور کیا حمیّت تمھیں نہیں کھینچتی؟ میں تمھارے اندر کھڑے ہو کر پکارتا ہوں اور تمھیں مدد کے لیے بلاتا ہوں۔ مگر تم میری بات نہیں سنتے اور نہ میرا حکم مانتے ہو۔

اس خطبے کو ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے[3]۔

(۱۷) نہج کا اکتالیسواں خطبہ ہے:۔

"ایّها النّاس - اِنّ اَخوَفَ ما اَخافُ علیکم اثنان اتّباعُ الهوی، وطولُ الاَمَلِ - فامّا اتّباع الهوی فَیَصُدُّ عن الحق - وَاَمّا طولُ الامل فَیُنسِی الآخِرَةَ"[4]

لوگو! مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ خواہشات کی پیروی اور درازیٔ امید۔ خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور درازیٔ امید آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفّین میں ابوجعفر البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۸۱ - الف) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۵۳) میں۔ الحرّانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۵۴) میں شیخ مفید نے الارشاد (صفحہ ۱۳۸) اور کتاب المجالس البحار (۱۷/۱۱۲) میں۔ ابونعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ (۱۰۳۸ء) نے حلیۃ الاولیاء (۱/۷۶) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی صفحہ ۴۳ و ۴۵ میں بنام امیرالمومنین نقل کیا ہے اور کلینی نے کتاب الکافی (بحار ۱۷/۳۰۲) میں امام زین العابدینؑ کے نام سے درج کیا ہے اور اس کا ایک ٹکڑا "اِنّ الدنیا قد وَلَّت" جاحظ نے البیان (۱/۱۷۲) میں اور ابوعلی القالی نے کتاب الامالی (۱/۱۸) میں بنام عتبۃ بن غزوانؓ اور البکری متوفی ۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء) نے سمط اللآلی (۱/۷۷) میں ابواحمد الحسن بن عبداللہ العسکری متوفی ۳۸۲ھ (۹۹۲ء) کی کتاب الحکم والامثال کے حوالے سے خود رسول اکرمؐ سے روایت کیا ہے۔

(۱۸) نہج کا پینتالیسواں کلام ہے:۔

"اَللّهُمَّ اِنّي اَعُوذُبِكَ مِن وَعثاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ المُنقَلَبِ، وَسُوءِ المَنظَرِ فِي الاَهلِ والمالِ۔ اَللّهُمَّ

اے اللہ میں سفر کی مشقتوں اور واپسی کے مصائب اور بال بچوں اور مال و اسباب کی بدنمائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ، تو ہی

[1] ابن ابی الحدید ۱/۱۱۴ ؛ [2] نہج ۱/۸۶ ؛ [3] ابن ابی الحدید ۱/۱۱۷ ؛ [4] نہج ۱/۸۸ ؛ [5] ابن ابی الحدید ۱/۱۴۲ ؛

انت الصاحبُ فی السفر، وانت الخلیفۃ فی الاھل - ولا یَجْمَعُھما غیرک - لِأنَّ المُسْتَخْلَفَ لا یکون مُسْتَصْحَبًا والمُسْتَصْحَبُ لا یکون مُسْتَخْلَفًا [1]

سفر میں رفیق اور تو ہی بال بچوں میں محافظ ہے - سفر و حضر دونوں کو یکجا تیرے سوا کوئی نہیں کر سکتا - کیونکہ پیچھے چھوڑا ہوا ساتھی نہیں ہوتا - اور ساتھی کو پیچھے نہیں چھوڑا جا سکتا -

یہ دعا "اللھم" سے "فی الاھل" تک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرامی الفاظ پر مشتمل ہے اور احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے - ان کے علاوہ ابوعبید نے غریب الحدیث (ورق ۳۸ ب) میں بذیل احادیث نبوی اسے نقل کیا ہے - اور پورے کلام کو ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین میں روایت کیا ہے [2]

(۱۹) نہج کا سینتالیسواں خطبہ ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلَّما وقب لیلٌ وغَسَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلَّما لاحَ نجمٌ وَخَفَقَ [3]

اللہ کے لیے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے اور اللہ کے لیے تعریف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے -

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین میں اور دیگر رواتِ سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے [4]

(۲۰) نہج کا انچاسواں خطبہ ہے :-

" اِنَّما بَدْءُ وقوعِ الفِتَنِ اَھواءٌ تُتَّبَعُ وَاَحکامٌ تُبْتَدَعُ یُخالَفُ فیھا کتابُ اللہ، وَیَتَوَلّٰی علیھا رجالٌ رجالًا علی غیر دین اللہ " [5]

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ خواہشات ہوتے ہیں جن کی پیروی کی جائے اور وہ بدعتی قسم کے احکام ہوتے ہیں جن میں کتاب الٰہی کی مخالفت کی جائے اور جن کے نفاذ کے لیے لوگ دوسروں سے دین الٰہی کے خلاف مدد کے طالب ہوں -

یہ خطبہ ابوجعفر البرقی نے کتاب المحاسن والآداب (ورق ۹، ب و ۴۸-الف) میں اور کلینی نے اصول الکافی (ص۱۳) اور فروع الکافی (۱۹/۳) میں نقل کیا ہے -

(۲۱) نہج کا پچاسواں خطبہ ہے :-

" قَدِ اسْتَطْعَمُوکُمُ القِتالَ، فَاَقِرُّوا عَلٰی مَذَلَّۃٍ وتاخیرِ مَحَلَّۃٍ - اَو رَوُّوا السُّیوفَ من الدِّماءِ تَرْوَوا من الماءِ [6]

انھوں نے تم سے جنگ کا لقمہ طلب کیا ہے اب یا تو تم ذلت پر جم کر بیٹھ جاؤ اور پیچھے ہٹ جاؤ اور یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر خود اپنی پیاس پانی سے بجھالو -

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین میں نقل کیا ہے [7]

(۲۲) نہج کا پچپنواں خطبہ ہے :-

" ولقد کُنّا مع رسول اللہ ﷺ نقتل آباءنا وابناءنا

ہم رسول اللہ کے ساتھ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں

[1] نہج ۹۲/۱ ٭ [2] ابن ابی الحدید ۱۵۳/۱ ٭ [3] نہج ۹۳/۱ ٭ [4] ابن ابی الحدید ۱۵۹/۱ ٭ [5] نہج ۹۵/۱ ٭ [6] نہج ۹۶/۱ ٭ [7] ابن ابی الحدید ۱۸۰/۱

واخواننا واعمامنا۔ مایزیدنا ذلك الا ایماناً وتسلیماً ومضیاً علی اللقم وصبراً علی مضض الالم"۔[1]

کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا۔ اور رنج والم کی سوزش پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد صـ۱۵۴ میں نقل کیا ہے۔

(۲۲) نہج کا چھپنواں خطبہ ہے :۔

" اما انه سیظهر علیکم رجل ..... الا وانه سیامرکم بسبّی والبراءة منی"[2]

دیکھو، تمہارے پاس ایک شخص آئے گا ..... دیکھو۔ وہ تمہیں حکم دیگا کہ مجھے برا بھلا کہو اور مجھ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرو۔

یہ کلام اصول الکافی (صـ۲۰۶) میں کلینی نے اور کتاب الغارات میں معمولی فرق کے ساتھ الثقفی نے[3]۔ اور امالی (صـ۱۳۱۔۲۲۲) میں شیخ الطائفہ نے روایت کیا ہے۔

(۲۳) نہج کی ستاونویں گفتگو خوارج سے ہے۔ اس کا آغاز ہے۔

اصابکم حاصب ولا بقی منکم آثر۔ أبعد ایمانی باللّٰه وجهادی مع رسول اللّٰه أشهد علی نفسی بالکفر؟[4]

تم پر تیز آندھی آئے اور تم میں کوئی بتانے والا بھی نہ بچے! کیا اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی معیت میں جہاد کرنے کے بعد میں اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟

یہ گفتگو طبری نے اپنی تاریخ (۶/۴۸) میں نقل کی ہے۔

(۲۴) نہج کا سترسٹھواں[٦٦] کلام ہے :۔

ملکتنی عینی، وانا جالس، فسنح لی رسول اللّٰه، فقلت یا رسول اللّٰه، ماذا لقیت من امتك من الأود واللدد"[5]

میری آنکھ لگ گئی۔ درآنحالیکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا۔ اللہ کے رسول! اب میں آپ کی امت کی طرف سے بہت کچھ کجروی اور دشمنی بھگت چکا۔

یہ پورا کلام ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۹۸) میں اور ابوالفرج الاصفہانی نے مقاتل الطالبیین (صـ۱۶) میں نقل کیا ہے اور آخری حصہ معمولی اختلاف کے ساتھ ابو علی القالی کی کتاب النوادر (صـ۱۹) میں مندرج ہے۔

(۲۵) نہج کا چوہترواں[۷۴] کلام ہے :۔

" ان بنی امیة لیفوّقوننی تراث محمد تفویقاً لأنفضنّهم نفض اللحام الوذام التربة"[6]

بنی امیہ مجھے محمد کی میراث میں سے بہت تھوڑا حصہ دینا چاہتے ہیں میں انھیں ایسا جھاڑ پھینکوں گا جیسے قصائی گردے کی بوٹی پر سے مٹی جھاڑ پھینکتا ہے۔

---

[1] نہج ۱/۱۰۰۔ [2] ایضاً ۱/۱۰۱۔ [3] ابن ابی الحدید ۱/۲۰۳۔ [4] نہج ۱/۱۰۲۔ [5] ایضاً ۱/۱۱۴۔ [6] ایضاً ۱/۱۲۳۔

یہ کلام ابو عبید نے غریب الحدیث (۱۹۶ ب) میں اور ابو الفرج الاصفہانی نے کتاب الاغانی (ابن ابی الحدید ۱/۳۰۸) میں نقل کیا ہے۔

(۲۶) نہج کا اٹھترواں کلام ہے :-

"اَیُّهَا النَّاسُ، اَلزَّهَادَةُ قِصَرُ الْاَمَلِ، وَالشُّکْرُ عِنْدَ النِّعَمِ، وَالْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ۔" [1]

لوگو! زہد امیدوں کی کمی، نعمتوں پر شکر، اور ممنوعات سے پرہیز کا نام ہے۔

یہ کلام قدرے لفظی تغیر کے ساتھ شیخ صدوق نے معانی الاخبار (ص۹۲) میں نقل کیا ہے۔

(۲۷) نہج کا کلام نمبر ۷۹ ہے :-

"مَا اَصِفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَ آخِرُهَا فَنَاءٌ حَلَالُهَا حِسَابٌ وَفِی حَرَامِهَا عِقَابٌ۔" [2]

ایسے گھر کی کیا تعریف کروں، جس کا آغاز دکھ اور انجام فنا ہے اس کے حلال کا حساب ہوگا اور حرام پر سزا دی جائیگی۔

یہ پوری گفتگو مبرد نے الکامل (۱/۱۳۱) میں اور ابو بکر محمد بن الحسن بن دُرید الازدی البصری متوفی ۳۲۱ھ (۹۳۳ء) نے کتاب المجتنیٰ (ص۲۴) الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۶) میں اور ابو علی القالی نے کتاب الامالی (۲/۱۲۲) میں نقل کی ہے۔

(۲۸) نہج کا خطبہ نمبر ۸۴ ہے :-

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَقْصِمْ جَبَّارِی دَهْرٍ قَطُّ اِلَّا بَعْدَ تَمْهِیْلٍ وَ رَخَاءٍ۔ وَلَمْ یَجْبُرْ عَظْمَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَمِ اِلَّا بَعْدَ اَزْلٍ وَبَلَاءٍ۔ [3]

بعد ازاں، بیشک اللہ تعالیٰ نے جبّاروں کو ہرگز ہلاک نہیں کیا، جب تک انھیں پہلے وسعت عیش و فراخی عطا نہیں کر دی اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا، جب تک پہلے ان پر شدت و سختی اور آزمائش و مصیبت نازل نہیں کر دی۔

یہ خطبہ کلینی نے فروع الکافی (۳/۳۰) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۹) نہج کا خطبہ نمبر ۸۵ ہے :-

"اَرْسَلَهُ عَلٰی حِیْنِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِنَ الْاُمَمِ" [4]

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد رک چکی تھی اور مختلف امتیں بہت دنوں سے پڑی سو رہی تھیں۔

یہ خطبہ کلینی نے اصول الکافی (ص۱۵) میں نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۳۴۴) میں لکھا ہے کہ اسے ارباب سیر نے بھی باختلاف الفاظ روایت کیا ہے۔

(۳۰) نہج کا خطبہ نمبر ۸۷ ہے :-

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُوْدُ وَلَا یُکْدِیْهِ الْاِعْطَاءُ وَالْجُوْدُ۔" [5]

وہ اللہ سزاوار حمد ہے جس کو روکنا اور بالکل نہ دینا بخیل نہیں بناتا۔ اور بخشش و عطا بے زر نہیں کرتی۔

---

[1] نہج ۱/۱۲۷ ۔ [2] ایضاً ۱/۱۲۷ ۔ [3] ایضاً ۱/۱۵۴ ۔ [4] ایضاً ۱/۱۵۵ ۔ [5] ایضاً ۱/۱۵۹ ۔

یہ خطبہ ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۰۰) میں اور شیخ صدوق نے کتاب التوحید (ص۳۶) میں نقل کیا ہے۔

(۳۱) نہج کا خطبہ نمبر ۸۹ ہے۔

" اما بعد، ایھا الناس، فَاَنَا فَقَأْتُ عَیْنَ الْفِتْنَةِ وَلم یکن لِیَجْرِءَ علیھا غَیْرِی۔ " [1]

بعد ازاں۔ لوگو! میں نے فتنے کی آنکھ نکال پھینکی۔ اور اس کی جرأت میرے سوا کسی میں نہ تھی۔

ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۴۶۶) میں لکھا ہے کہ متعدد سیرت نگاروں نے یہ خطبہ نقل کیا ہے۔ مگر ان کے یہاں ایسے الفاظ بھی ہیں، جو سیّد رضی نے نقل نہیں کیے۔

(۳۲) نہج کے خطبہ نمبر ۹۳ کا ایک ٹکڑا ہے:۔

" لقد رَاَیْتُ اصحاب محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ، فَمَا اَرٰی احداً منکم یُشْبِھُھُمْ۔ لقد کانوا یُصْبِحُونَ شُعْثاً غُبْراً۔ وقد باتوا سُجَّداً وقیاماً۔ یُرَاوِحُونَ بَیْنَ جِباھِھِم وخدودِھم۔ ویَقِفُون علی مِثْلِ الجَمْرِ من ذکر معادِھم۔ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِھِم رُکَبُ المِعْزیٰ من طُولِ سُجودِھم۔ اِذا ذُکِرَ اللہُ ھَمَلَتْ اَعینھم حتّی تَبُلَّ جُیوبُھم ومادوا کما یَمِیْدُ الشجرُ یومَ الرِّیحِ العاصِف، خوفاً من العقاب وَ رجاءً للثواب۔ " [2]

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابیوں کو دیکھا ہے۔ مَیں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا۔ وہ صبح کو دُھول میں اَٹے ہوتے تھے اور رات کو سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے، وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے اور کبھی رخسارے۔ وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ انگاروں پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کرنے کے باعث مینڈھے کے گھٹوں جیسا گھٹا ہوتا تھا۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برسائیں یہاں تک کہ گریبان تر ہو جاتے اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے۔

یہ ٹکڑا ابن قتیبہ کی عیون الاخبار (۲/۳۰۱) میں شیخ مفید کی الارشاد (ص۱۳۸) اور مجالس (بحار ۱۷/۲۲۰) میں۔ ابونعیم کی حلیۃ اولیا (۱/۷۶) اور شیخ الطائفہ کی امالی (ص۶۳) میں موجود ہے۔

(۳۳) نہج کا خطبہ نمبر ۱۰۲ یوں شروع ہوا ہے:۔

" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَعَ الاسلام، فَسَھَّلَ شَرائِعَہ لِمَنْ وَرَدَہٗ وَاَعَزَّ ارکانہ علی من غالَبَہٗ، فَجَعَلَہُ اَمْناً لِمَنْ عَلِقَہٗ، وسِلْماً لمن دَخَلَہٗ۔ " [3]

وہ اللہ سزاوار حمد ہے جس نے اسلام کو شریعت بنایا اور اسکے احکام کو آسان کر دیا اس کیلئے جو اس میں داخل ہو گیا اور اس کے ارکان کو دشوار قرار دیدیا اس کے لیے جس نے اس پر غالب ہونا چاہا پھر اسے امن بنایا اس کے لیے جو اس سے لپٹ گیا اور سلامتی اس کیلئے جو اس میں داخل ہو گیا۔

---

[1] نہج ۱/۱۸۲۔ [2] نہج ۱/۱۹۰۔ [3] ایضاً ۱/۲۰۲۔

یہ خطبہ کلینی نے اصول الکافی (ص ۱۶۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۲۳) میں نقل کیا ہے اور اس کے ایک حصّے کو جو "الایمان علی اربع دعائم" سے شروع ہوتا ہے۔ ابو محمد بن شعبۃ الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/ ۴۰۹) میں ابو علی القالی نے النوادر (ص ۱۷۳) میں۔ ابو نعیم الاصفہانی نے حلیہ (۱/ ۷۴) میں اور قاضی محمد بن سلامۃ القضاعی نے دستور معالم الحکم (ص ۱۲۱) میں نقل کیا ہے۔

(۳۴) نہج کا کلام نمبر ۱۰۳ ہے :-

" وَقَدْ رَأَیْتُ جَوْلَتَکُمْ وَانْحِیَازَکُمْ عَنْ صُفُوفِکُمْ تَحُوزُکُمُ الْجُفَاۃُ الطَّغَامُ وَأَعْرَابُ أَھْلِ الشَّامِ وَانْتُمْ لَھَامِیمُ الْعَرَبِ وَیَآفِیخُ الشَّرَفِ وَالْأَنْفُ الْمُقَدَّمُ وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ " [1]

میں نے تمھاری صفوں کا پھٹنا اور پھر تمہارا انتشار دیکھا۔ تمھیں غنڈے اور اوباش اور شام کے بدّو گھیر رہے تھے۔ حالانکہ تم عرب کے شہسوار اور شرافت کی چوٹی اور چہرے کی ناک اور بزرگی میں کوہان ہو۔

یہ گفتگو طبری کی تاریخ (۶/ ۱۴) میں بھی موجود ہے۔

(۳۵) نہج کا خطبہ نمبر ۱۰۶ ہے :-

" إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِہِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَی اللہِ سُبْحَانَہُ الْإِیمَانُ بِہِ وَبِرَسُولِہِ، وَالْجِھَادُ فِی سَبِیلِہِ فَإِنَّہُ ذِرْوَۃُ الْإِسْلَامِ، وَکَلِمَۃُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّھَا الْفِطْرَۃُ، وَإِقَامُ الصَّلٰوۃِ فَإِنَّھَا الْمِلَّۃُ، وَإِیتَاءُ الزَّکٰوۃِ فَإِنَّھَا فَرِیضَۃٌ وَاجِبَۃٌ وَصَوْمُ شَھْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّہُ جُنَّۃٌ مِنَ الْعِقَابِ، وَحَجُّ الْبَیْتِ وَاعْتِمَارُہُ، فَإِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الْفَقْرَ وَیَرْحَضَانِ الذَّنْبَ وَصِلَۃُ الرَّحِمِ فَإِنَّھَا مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ وَمَنْسَاۃٌ فِی الْأَجَلِ وَصَدَقَۃُ السِّرِّ فَإِنَّھَا تُکَفِّرُ الْخَطِیئَۃَ، وَصَدَقَۃُ الْعَلَانِیَۃِ فَإِنَّھَا تَدْفَعُ مِیتَۃَ السُّوءِ، وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّھَا تَقِی مَصَارِعَ الْھَوَانِ " [2]

اللہ سے قربت حاصل کرنے والوں کا سب سے بہتر ذریعہ قربت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ کیونکہ جہاد اسلام کا بلند ترین حصّہ ہے اور اخلاص کی بات ہے کیونکہ یہ فطرتِ انسانی ہے اور نماز کی پابندی ہے کیونکہ ملّت ربانی ہے اور زکوٰۃ دینا ہے۔ کیونکہ وہ ضروری فرض ہے اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ کیونکہ روزہ عذاب کی ڈھال ہے اور بیت اللہ کا حج ہے اور عمرہ کرنا ہے کیونکہ یہ دونوں افلاس کھوتے اور گناہ دھوتے ہیں اور اعزاء کی مدد۔ کیونکہ یہ مال بڑھاتی اور موت کو پیچھے ہٹاتی ہے اور خفیہ خیرات۔ کیونکہ یہ خطاؤں کا کفارہ ہے اور علانیہ خیرات کہ یہ بُری موت کو دفع کرتی ہے اور نیک کام، کیونکہ یہ ذلّت کی پچھاڑوں سے بچاتے ہیں۔

یہ خطبہ ابو جعفر البرقی نے المحاسن (ورق ۱۱۹- الف) میں۔ الحرانی نے تحف العقول [3] میں۔ شیخ صدوق نے علل الشرائع (ص ۱۱۴) میں شیخ مفید نے الامالی [4] میں۔ شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۱۳۵) میں اور ابو الحسین بن سعید نے اپنی کتاب میں (بحار ۱۷/ ۱۰۵) میں نقل کیا ہے۔

(۳۶) نہج کا خطبہ نمبر ۱۰۷ ہے :-

---

[1] نہج ۱/ ۲۰۵ ۔ [2] نہج ۱/ ۲۱۵ ۔ [3] بحار الانوار ۱۷/ ۷۹ ۔ [4] ایضاً ۱۷/ ۱۰۵ ۔

" اَمّابعد فانی اُحذّرکم الدّنیا، فانہا حُلوۃٌ خَضِرَۃٌ، حُفّت بالشّھواتِ وتَحَبَّبَتْ بالعاجلۃِ، رَاقَتْ بالقلیلِ، وتَحلّتْ بالآمالِ۔" [1]

بعد ازاں۔ میں تمھیں دنیا سے بچنے کو کہتا ہوں۔ کیونکہ یہ میٹھی اور ہری بھری ہے۔ یہ خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

یہ پورا خطبہ بنام قَطَرِیُّ بن الفَجَاءَۃ۔ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین ۱/۱۹۶ میں۔ اور اس کا ایک حصہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۵۰) میں اور ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۱۹۵) میں درج کیا ہے اور بنام امیرالمومنین ابوعبیداللہ المرزبانی المعتزلی الشیعی متوفی ۳۸۴ھ (۹۹۴ء) نے کتاب الموفق میں [2]۔ کلینی نے فروع الکافی (۳/۱۹۱) میں اور ابو الفرج القزوینی الکاتب نے، قرب الاسناد (بحار ۱۷/۳۰۵) میں نقل کیا ہے۔

(۳۷) نہج کا ایک سو بیسواں کلام ہے:۔

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ وَاَخِّرُوا الحاسِرَ وعَضُّوا علی الاضراسِ فانّہ اَنبیٰ للسّیوفِ عن الھَامِ" [3]

بس زرہ پوش کو آگے رکھنا اور بے زرہ کو پیچھے کر لینا اور ڈاڑھیں خوب بھینچ لینا کیونکہ یہ صورت تلواروں کو کھوپڑیاں کاٹنے سے باز رکھتی ہے۔

یہ گفتگو طبری کی تاریخ (۶/۹) اور ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) کی تجارب الامم (۱/۵۰۳) میں موجود ہے۔

(۳۸) نہج کا ایک سو اکیسواں کلام ہے:۔

اِنّا لم نحکّم الرّجالَ، وانما حَکّمنا القرآن۔ و ھٰذا القرآنُ انما ھو خطٌّ مستورٌ بین الدّفّتینِ، لا ینطقُ بلسانٍ، ولا بدّ لہ من ترجمانٍ۔ وانّما ینطق عنہ الرجالُ۔" [4]

بیشک ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ ہم نے حکم بنایا ہے قرآن کو اور یہ قرآن ایک تحریر ہے جو دو دفتیوں میں پوشیدہ ہے۔ زبان سے بات نہیں کرتا اور اس کے لیے ترجمان ضرور ہوتا ہے اور اس کی طرف سے آدمی بات کیا کرتے ہیں۔

یہ گفتگو بھی طبری (۶/۳۷) میں درج ہے۔

(۳۹) نہج کا ایک سو تیسواں کلام ہے:۔

" لم تکن بیعتکم ایّای فلتۃً ولیس امری وامرکم واحدٌ۔ انی اُریدُکم للہ۔ وانتم تریدوننی لأنفسکم۔" [5]

تم نے مجھ سے اچانک بیعت نہیں کی تھی اور میرا اور تمھارا معاملہ ایک نہیں ہے میں تمھیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے لیے چاہتے ہو۔

شیخ مفید نے الارشاد ص۱۴۲ میں جو خطبہ نقل کیا ہے اس کا یہ ایک ٹکڑا ہے۔

(۴۰) نہج کا ایک سو چھتیسواں کلام ہے:۔

---

[1] نہج ۱/۲۱۶ ﴿ [2] ابن ابی الحدید ۱/۳۹۷۔ مرزبانی کے لیے دیکھئے ابن خلکان ۲/۷۴۔ والانساب السمعانی ورق ۵۲۱۔ الف۔ وشذرات ۳/۱۱۱ ﴿ [3] نہج ۲/۴ ﴿ [4] نہج ۲/۷ ﴿ [5] نہج ۲/۲۶ ﴿

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَى دَعْوَةِ حَقٍّ وَصِلَةِ رَحِمٍ وَعَائِدَةِ كَرَمٍ ۔ ۱؎

مجھ سے پہلے کوئی بھی حق کی پکار، صلۂ رحم اور کرم و جوانمردی کے منافع کی طرف تیز نہیں دوڑا۔

یہ کلام طبری نے اپنی تاریخ (۳۹/۵) میں تمام نقل کیا ہے۔

(۴۱) نہج کا ایک سو اکتالیسواں خطبہ ہے:۔

" أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا۔ مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ " ۔ ۲؎

لوگو، تم اس دنیا میں نشانہ ہو۔ جس پر موت تیر لگاتی ہے ہر گھونٹ کے ساتھ اُچھو ہے۔

یہ خطبہ ابو علی القالی نے کتاب الامالی (۲/۵۷ و ۱۰۲) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۹) و الامالی (بحار ۱۷/۱۰۶) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۳۵) میں بنام امیر المومنین نقل کیا ہے۔ لیکن ان سے پہلے الحرانی تحف العقول (بحار ۱۷/۱۶۵) بنام امام محمد باقر قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کر چکا ہے۔

(۴۲) نہج کی ایک سو بیالیسویں گفتگو ہے:۔

" إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَخِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ۔ وَهُوَ دِينُ اللهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ۔ وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ " ۔ ۳؎

بیشک اس امر کی کامیابی و ناکامی کا مدار کثرت و قلت پر نہ تھا۔ یہ اللہ کا وہ دین ہے۔ جسے اس نے غالب کیا ہے اور وہ لشکر ہے جسے خود اس نے تیار کیا ہے اور مدد دی ہے۔

اس گفتگو کا ایک ٹکڑا "فَإِنَّكَ إِنْ أَشْخَصْتَ" سے آخر تک طبری کی تاریخ ۴/۲۳۸) اور ابن مسکویہ کی تجارب الامم (۱/۴۱۹) میں نقل ہوا ہے اور پورا کلام شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۲۱) میں درج کیا ہے۔

(۴۳) نہج کا ۱۴۸واں خطبہ اور خطبہ نمبر ۸۰ احمد باری پر مشتمل ہیں ۴؎۔ کلینی نے اصول الکافی (ص۳۳) میں انھیں نقل کیا ہے۔ صرف معمولی لفظی اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۴۴) نہج کا ایک سو چوسٹھواں خطبہ ہے:۔

" إِنَّ اللهَ بَعَثَ رَسُولًا هَادِيًا بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَأَمْرٍ قَائِمٍ۔ لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِكٌ۔ وَإِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ، إِلَّا مَا حَفِظَ اللهُ مِنْهَا " ۔ ۵؎

بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک رہنما پیغمبر، بولنے والی کتاب اور درست دیرپا امر کے ساتھ بھیجا۔ اس سے اب وہی ہلاک ہوگا جو ہلاک ہونے ہی والا ہے اور بیشک ایسی باتیں جو دین کی باتوں سے ملتی جلتی ہیں وہی ہلاک کرنے والی ہوتی ہیں۔ مگر ہاں جن سے اللہ بچا دے۔

اس خطبے کا پہلا پیراگراف (یعنی شروع سے "حَتّٰی يَأْزِرَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِكُمْ" تک) طبری (۵/۱۶۳) میں نقل ہوا ہے۔

۱؎ نہج ۲/۳۱۔ ۲؎ ایضاً ۲/۸۰۔ ۳؎ نمبر ۳۰ ۲/۱۹۹ بھی ملاحظہ ہو۔ جہاں بذیل حکم یہ خطبہ تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

۴؎ نہج ۲/۴۰ ۔ ۵؎ ایضاً ۲/۸۴ ، ۱۲۶ ۔ ۶؎ ایضاً ۲/۹۹۔

(۴۵) نہج کا ۱۶۶واں خطبہ ہے :-

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّقْفِ المرفوعِ والجَوِّ المَکْفُوفِ، الَّذِی جَعَلْتَہ مَغِیضًا لِلَّیْلِ وَالنَّھارِ، مَجرَیً للشمس والقمر"[۱]

اے اللہ اے اونچی چھت اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار، جسے تو نے رات اور دن کے لیے منبع اور سورج اور چاند کی گزرگاہ بنایا ہے۔

یہ خطبہ طبری نے اپنی تاریخ (۸/۶) میں نقل کیا ہے۔

(۴۶) نہج کا ۱۶۷واں خطبہ ہے :-

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی لا تُوارِی عنہ سماءٌ سماءً ولا أرضٌ أرضًا"[۲]

سزاوار حمد ہے وہ اللہ جس سے کوئی آسمان دوسرے آسمان اور کوئی زمین دوسری زمین کو نہیں چھپا سکتی۔

اس خطبہ کو ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے[۳]

(۴۷) نہج کا ۱۷۴واں کلام ذِعْلِب یَمانی سے رُؤیَۃِ باری میں ہوا ہے۔ اس کا آغاز ہے :-

لا تُدْرِکُہُ العُیُونُ بمشاھدۃ العیان، ولکن تدرکہ القلوب بحقائق الایمان"[۴]

اسے آنکھیں عینی مشاہدے کے ذریعہ نہیں پا سکتیں۔ لیکن اسے دل ایمان کی حقیقتوں کی وساطت سے پا سکتے ہیں۔

یہ گفتگو ابو جعفر البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۹۳۔ الف) میں کلینی نے اصول الکافی (ص۳۲) میں شیخ صدوق نے کتاب الامالی (ص۱۲۱) اور کتاب التوحید (ص۳۲۰ و ۳۲۴) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۱) میں نقل کی ہے۔

(۴۸) نہج کا خطبہ نمبر ۱۸۱ ہے :-

"مَا وَحَّدَہُ مَن کَیَّفَہ، ولا حَقِیقَتَہ أصابَ مَنْ مَثَّلَہ"[۵]

جس نے اس کی کیفیت بیان کر دی، اس نے ایک نہ مانا اور جس نے اس کی مثال قرار دے دی وہ اس کی حقیقت تک نہ پہنچا۔

یہ خطبہ شیخ صدوق نے کتاب التوحید ص۲۴ میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۲) میں بنام امام رضا علیہ السلام نقل کیا ہے اور اس کے کچھ ٹکڑے شیخ صدوق نے کتاب التوحید (ص۳۲، ۳۲۴) میں شیخ مفید نے الارشاد ص۱۳۱ میں اور سید مرتضیٰ نے الامالی (۱۰۳/۱) میں امیرالمومنین کے نام سے نقل کیے ہیں۔

(۴۹) نہج کا کلام نمبر ۱۹۵ ہے :-

واللّٰہِ، ما معاویۃُ بِأَدْھیٰ مِنّی۔ ولکنّہ یَغْدِرُ ویَفْجُرُ، ولولا کَراھِیَۃُ الغَدْرِ، لَکُنْتُ من أدھَی النّاس"[۶]

بخدا، معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں لیکن وہ دھوکا دیتا ہے اور بڑا خطا کار بنتا ہے اور اگر دھوکے کو میں برا نہ جانتا تو ساری دنیا سے زیادہ چالاک ثابت ہوتا۔

---

[۱] نہج ۱۰۱/۲ ÷ [۲] نہج ۱۰۲/۲ ÷ [۳] ابن ابی الحدید ۲۹۵/۱ ÷ [۴] ایضاً ۱۲۰/۲ ÷ [۵] ایضاً ۱۴۲/۲ ÷ [۶] نہج ۲۰۶/۲ ÷

یہ کلام کلینی نے اصول الکافی (ص۲۳۲) میں نقل کیا ہے [1]

(۵۰) نہج کا ۲۰۵ واں کلام ہے :-

"اِنَّ فی اَیْدِی النَّاسِ حقًّا وباطلًا، وصدقًا وکذبًا - وناسخًا ومنسوخًا، وعامًا وخاصًا، ومُحکمًا ومُتشابهًا، وحِفظًا ووَهْمًا - ولقد کُذِبَ علی رسول الله علی عَهْدِہٖ، حتّی قام خطیبًا فقال: "من کَذَبَ علَیَّ مُتعمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقعدَہٗ من النَّار" [2]

بیشک لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، محکم اور متشابہ اور یاد اور وہم سب کچھ ہے اور یقیناً رسول اللہ پر خود ان کے زمانے میں جھوٹ بولا گیا۔ تا آنکہ آپ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی اور کہا جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کے جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا آگ کو بنالے۔

یہ کلام ابو صادق سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی (صحابی امیر المومنین وحسن وحسین وزین العابدین علیہم السلام) نے اپنی کتاب میں (منہج المقال ورق ۱۶۱-الف تا ۱۶۲-الف) الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/ ۱۲۷) میں۔ کلینی نے اصول الکافی (ص۱۵) میں نقل کیا ہے۔

(۵۱) نہج کا دوسو بارھواں کلام ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَعْدِیْكَ علی قُرَیْشٍ ومن اَعانهم فاِنَّهم قد قَطَعُوا رَحِمِی، واَكْفَؤُا اِنائِی واَجْمَعُوا علی مُنازَعَتِی حقًّا كُنْتُ اَوْلٰی به من غیری۔" [3]

اے اللہ میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے اعانت کا طالب ہوں انھوں نے مجھ سے رشتہ توڑ لیا اور میرے برتن کو الٹ دیا اور بالاتفاق مجھ سے اس حق پر جھگڑے جس کا میں دوسروں سے زیادہ مستحق تھا۔

یہ کلام الثقفی کی کتاب الغارات کے ایک لمبے خطبے کا جزو ہے [4]

(۵۲) نہج کا ۲۲۳ واں کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:-

لِلّٰهِ بلادُ فلانٍ فقد قَوَّمَ الاَوَدَ وداوَی العَمَدَ، وخَلَّفَ الفِتْنَةَ، واَقامَ السُّنَّةَ - ذهبَ نَقِیَّ الثوبِ قلیلَ العَیْبِ۔ اَصابَ خیرَها وسَبَقَ شرَّها - اَدّٰی اِلَی اللهِ طاعتَهُ واتَّقاہُ بحقِّهٖ - رَحَلَ وتَرَكَهُمْ فی طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ، ولا یَهْتَدِی فیها الضّالُّ، ولا یَسْتَیْقِنُ المُهْتَدِی" [5]

اللہ فلاں کا بھلا کرے اس نے کجی کو سیدھا کیا اور مرض کا علاج کیا۔ اور فتنے سے الگ رہا اور سنت رسول کو برپا کیا۔ پاک کپڑے لیکر اور کم عیب بن کر گیا۔ حکومت کی بھلائی تک پہنچا اور اس کے شر سے آگے نکل گیا اللہ کی اطاعت ادا بجا لایا اور اس سے کما حقہٗ ڈرتا رہا اس نے دنیا سے کوچ کیا اور لوگوں کو جدا جدا راستوں پر چھوڑا جن میں گمراہ کو راہ نہیں ملتی اور ہدایت یافتہ کو یقین نہیں آتا۔

طبری (۵/ ۲۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائے امیر المومنین نے بنت ابی حثمہ کی تصویب میں ظاہر کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ لفظ

---

[1] نہج البلاغہ عبدہ ج ۱ ص ۴۴۶-۴۴۶۔ انی اکرہ ان تکونوا سبابین ...... کلام ۱۹۷ تھوڑے اختلاف کے ساتھ اخبار الطوال طبع لیڈن ۱۸۸۸ء ص ۱۷۶ پر ہے (مرتضیٰ حسین فاضل) [2] نہج ۲/ ۲۱۴ [3] نہج ۲/ ۲۲۷ [4] ابن ابی الحدید ۱/ ۲۹۵ [5] نہج ۲/ ۲۴۹

اس نے خود نہیں کہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر جاری فرما دیئے ہیں۔

(۵۳) نہج کا ۲۲۴واں کلام ہے:۔

"وَبَسَطْتُمْ يَدِي فَكَفَفْتُهَا، وَمَدَدْتُمُوهَا فَقَبَضْتُهَا ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ عَلَى حِيَاضِهَا يَوْمَ وُرُودِهَا" [۱]

تم نے میرا ہاتھ کھولا، تو میں نے اسے روکا اور تم نے اسے پھیلایا، تو میں نے بند کر لیا پھر تم مجھ پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ حوضوں پر اپنی باری کے دن ٹوٹتے ہیں۔

اس سے ملتے جلتے جملے ابن عبدربہ نے العقد (۱۶۵/۲) میں جو خط نقل کیا ہے اس کے اندر موجود ہیں اور خود یہ کلام شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۲) میں نقل کیا ہے۔

(۵۴) نہج کا ۲۲۶واں خطبہ ہے:۔

"فَصَدَعَ بِمَا أُمِرَ بِهِ، وَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ، فَلَمَّ اللهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ" [۲]

پس رسول اکرمؐ نے ان باتوں کو جن پر مامور تھے برملا پیش کیا اور اپنے رب کے پیام پہنچائے پھر اللہ نے ان کے ذریعہ سے شگاف کو بھر دیا اور پھٹے کو سی دیا۔

یہ خطبہ بھی شیخ مفید کی الارشاد (ص۱۴۲) میں موجود ہے۔

(۵۵) نہج کا ۲۳۳واں خطبہ ہے:۔

"جُفَاةٌ طَغَامٌ، عَبِيدٌ أَقْزَامٌ، جُمِعُوا مِنْ كُلِّ أَوْبٍ وَتُلُقِّطُوا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ" [۳]

کھرے اوباش ہیں۔ کمینے غلام ہیں۔ ہر کونے کھودرے سے اکٹھے کر لیے گئے ہیں اور ہر دوغلے قبیلے سے انھیں پا لیا گیا ہے۔

یہ ٹکڑا ایک طویل خطبے میں سے انتخاب کیا گیا ہے۔ جو ابراہیم الثقفی کی کتاب الغارات میں موجود ہے [۴]

(۵۶) نہج کا خطبہ نمبر ۸۸۔ ان حضرات سے تخاطب ہے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر المومنین سے خلافت کا بار اٹھا لینے کی درخواست کی تھی۔ فرمایا ہے۔

"دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي، فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ" [۵]

مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو تلاش کرو۔ ہم ایک ایسے کام سے دوچار ہونے والے ہیں جس کے کئی مُنہ اور متعدد رنگ ہیں۔

یہ خطبہ طبری کی تاریخ (۱۵۶/۵) اور ابن مسکویہ کی تجارب الامم (۵۰۸/۱) میں موجود ہے۔

(۵۷) نہج کا کلام نمبر ۱۲۶ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے تخاطب ہے:۔ اس کا آغاز یہ ہے:۔

يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ، فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ، إِنَّ الْقَوْمَ خَافُوكَ عَلَى دُنْيَاهُمْ وَخِفْتَهُمْ عَلَى دِينِكَ [۶]

اے ابوذر! بیشک تو اللہ کے لیے خفا ہوا ہے۔ پس جس کے لیے خفا ہوا ہے اسی سے امید رکھ۔ بیشک قوم نے تجھے اپنی دنیا کے لیے اور تو نے اسے اپنے دین کے لیے خطرناک جانا ہے۔

---

[۱] نہج ۲۴۹/۲ ؛ [۲] ایضاً ۲۵۳/۲ ؛ [۳] ایضاً ۲۵۸/۲ ؛ [۴] ابن ابی الحدید ۳۱۶/۱ ؛ [۵] نہج ۱۸۲/۱ ؛ [۶] ایضاً ۱۷/۲

یہ گفتگو ابوبکر احمد بن عبدالعزیز الجوہری نے کتاب اخبار السقیفہ میں بالتفصیل نقل کی ہے [۱]

(۵۸) نہج کی ۱۳۱ ویں گفتگو یوں شروع ہوتی ہے :-

یَا ابْنَ اللَّعِینِ الأَبْتَرِ، وَالشَّجَرَةِ الَّتِی لَا أَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ انتَ تَکْفِینِی"۔ [۲]

اے بے اولاد ملعون کے بیٹے، اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ جڑ نہ شاخ۔ تو مجھے کافی ہوگا۔

یہ گفتگو عوانہ بن الحکم الاخباری الکوفی متوفی ۱۵۸ھ (۷۷۵ء) نے کتاب الشوری و مقتل عثمان میں نقل کی ہے [۳]

(۵۹) نہج کا ۱۵۹ واں کلام حضرت عثمان رضی اللہ سے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں :-

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِی - وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِی بَیْنَكَ وَبَیْنَهُمْ. وَوَاللهِ، مَا أَدْرِی مَا أَقُولُ لَكَ، مَا أَعْرِفُ شَیْئاً تَجْهَلُهُ، وَلَا أَدُلُّكَ عَلَی شَیْءٍ لَا تَعْرِفُهُ"۔ [۴]

لوگ میرے پیچھے ہیں اور انھوں نے مجھے تمہارے اور اپنے درمیان سفیر بنایا ہے اور بخدا میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا کہوں۔ میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جو تمھیں معلوم نہ ہو اور کسی ایسی بات کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتا جسے تم پہچانتے نہ ہو۔

یہ گفتگو احمد بن یحیی البلاذری متوفی ۲۷۹ھ (۸۹۲ء) نے انساب الاشراف (۶۰/۵) میں۔ طبری نے تاریخ (۹۶/۵) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۲۷۳/۲) میں اور ابن مسکویہ نے تجارب الامم (۳۷۸/۱) میں نقل کی ہے۔

(۶۰) نہج کی ۱۶۳ ویں گفتگو ان حضرات سے ہے جنھوں نے امیرالمومنین کو یہ مشورہ دیا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے باز پرس فرمائیے۔ اس کا آغاز ہے :-

"یَا إِخْوَتَاهُ! إِنِّی لَسْتُ أَجْهَلُ مَا تَعْلَمُونَ، وَلَکِنْ کَیْفَ لِی بِقُوَّةٍ، وَالْقَوْمُ الْمُجْلِبُونَ عَلَی حَدِّ شَوْکَتِهِمْ [۵]

بھائیو! میں تمہاری معلومات سے بے خبر نہیں ہوں۔ لیکن مجھ میں قوت نہیں اور باغی اپنی قوت کی انتہا پر ہیں۔

یہ گفتگو تاریخ طبری (۱۵۸/۵) اور تجارب الامم ابن مسکویہ (۵۱۰/۱) میں نقل ہوئی ہے۔

(۶۱) نہج کا ۱۷۵ واں خطبہ یہ ہے :-

احمد اللہ علی ما قَضَی مِنْ أَمْرٍ وَقَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ، وَعَلَی ابْتِلَائِی بِکُمْ، أَیَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِی إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَإِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ"۔ [۶]

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور اس کام پر جس کو اس نے مقدر فرمایا اور تمہارے ذریعہ اپنی آزمائش پر۔ اے میرا حکم نہ ماننے والو اور میری پکار کا جواب نہ دینے والو۔

یہ خطبہ الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے [۷]

(۶۲) نہج کا اٹھارھواں کلام اشعث بن قیس سے تخاطب ہے اس کا آغاز ہے :-

---

[۱] ابن ابی الحدید ۵۵۴/۱ ؛ [۲] نہج ۲۵/۲ ؛ [۳] ابن ابی الحدید ۲۶۴/۱۔ عوانہ کے لیے دیکھئے لسان المیزان ۳۸۶/۴ و کتاب البیان للجاحظ ۱۳۷/۱ ؛

[۴] نہج ۸۴/۲ ؛ [۵] ایضاً ۹۸/۲ ؛ [۶] ایضاً ۱۲۱/۲ ؛ [۷] ابن ابی الحدید ۲۹۴/۱ ؛

وَمَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي، عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ"۔ [1]

تجھے کیسے معلوم ہوا کہ کیا میرے خلاف ہے اور کیا موافق۔ تجھ پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو۔

یہ گفتگو ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی (۱۵۹/۱۸) میں نقل کی ہے۔

(۶۳) نہج کا کلام نمبر ۱۹۸ یہ ہے:-

اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ۔ فَخُذُوا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ۔ [2]

لوگو، دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت قیام گاہ۔ پس اپنی گزرگاہ سے اپنی قیام گاہ کے لیے کچھ لے جاؤ۔

یہ خطبہ ابن قیتبہ نے عیون الاخبار (۲۵۳/۲) میں۔ مبرد نے کتاب الکامل (تہذیبہ ۲۸/۱) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۲۰۰/۲) میں۔ ابوعلی القالی نے کتاب الامالی (۲۵۸/۱) میں۔ بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی (۳۱/۲) میں۔ اور البکری نے سمط اللآلی (۵۶۹/۱) میں۔ ایک اعرابی کے نام سے اور ابن نُباتہ مصری نے سعبان بن زفر الوائلی متوفی ۵۴ھ (۶۷۴ء) کے نام سے شرح العیون (ورق ۲۹ب) میں اور شیخ صدوق نے الامالی (مجلس ۲۳ و ۳۹) میں بنام امیرالمومنین درج کیا ہے۔

(۶۴) نہج کا ۲۲۸ واں کلام ہے:-

اَلَا اِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِنَ الْاِنْسَانِ۔ فَلَا يُسْعِدُهُ الْقَوْلُ۔ اِذَا امْتَنَعَ، وَلَا يُمْهِلُهُ النُّطْقُ اِذَا اتَّسَعَ۔ [3]

دیکھو، زبان انسان کا ایک جزو ہے۔ پس بات اس کی مدد نہ کرے گی جب وہ خود باز رہیگا اور گفتگو اس کے ساتھ نرمی نہ برتے گی جب وہ خود پھیلاؤ دے گا۔

بقول ابن ابی الحدید، ابومسلم الخراسانی متوفی ۱۳۷ھ (۷۵۵ء) نے بعینہ یہی الفاظ اپنے ایک خطبے میں دہرائے تھے [4]

(۶۵) نہج کا بارھواں کلام اہل بصرہ کی مذمت میں یوں شروع ہوا ہے:-

"كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْاَةِ، وَاَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ رَغَا فَاَجَبْتُمْ، وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ۔ اَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ وَدِينُكُمْ نِفَاقٌ۔ وَمَاؤُكُمْ زُعَاقٌ۔ [5]

تم عورت کا لشکر اور چوپائے کے پچھ لگو تھے۔ وہ بلبلایا تو تم نے قبول کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمہارے اخلاق پست ہیں اور تمہارا قول و قرار اختلاف ہے اور تمہارا دین دوغلا ہے اور تمہارا پانی کھاری ہے۔

یہ کلام ابن قیتبہ نے عیون (۲۱۶/۱) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۶۹/۲ و ۲۸۲) میں اور ابن الشیخ نے امالی (ص۸۰) میں نقل کیا ہے۔

(۶۶) نہج کا تیسواں کلام حضرت ابن عباسؓ سے ہے۔ جبکہ انھیں جنگ جمل سے پہلے حضرت زبیرؓ سے گفتگو کرنے بھیجا تھا۔ اس کا آغاز ہے:-

لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ، فَاِنَّكَ اِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهُ۔ يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُولُ هُوَ

تو طلحہ سے ہرگز مت ملنا کیونکہ اس سے ملیگا تو اسے بیل کی طرح اپنے سینگ اٹھائے پائیگا۔ وہ دشوار گزار راہ پر چلتا ہے اور کہتا ہے

[1] نہج ۵۱/۱ ؛ [2] ایضاً ۲۰۹/۲ ؛ [3] ابن ابی الحدید ۲/۳ ؛ [4] نہج ۲۵۴/۲ ؛ [5] نہج ۴۰/۱ ؛

الذَّلُولُ: [۱] کہ یہ سہل اور آسان ہے۔

یہ گفتگو ابن قتیبہ نے عیون (۱/۱۹۵) میں نقل کی ہے۔

(۶۷) نہج کا اکتیسواں خطبہ تا خذ کتاب کے تحت گزر چکا ہے۔ اسے جاحظ کے علاوہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۳۷) میں۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۷۲) میں اور باقلانی نے اعجاز القرآن (۱/۱۹۷) میں شعیب بن صفوان کے حوالے سے بنام امیر معاویہ درج کیا ہے۔

(۶۸) نہج کا کلام نمبر ۱۱۷۔ اپنے ساتھیوں پر عتاب ہے اس کا آغاز ہے:۔

هٰذا جزاءُ من ترك العُقدَة۔ أما والله، لو أنی حین أمَرتُكم بما أمرتكم به۔ حملتُكم علی المكروهِ الذی یجعلُ الله فیه خیراً: فإن استقمتم هدیتُكم، وإن اعوججتم قوّمتُكم لكانت الوُثقی! ولكن بمن، وإلی من؟ أُریدُ أن أُداوی بكم، وأنتم دائی۔ كناقشِ الشوكةِ بالشوكةِ، وهو یعلم أنّ ضلعها معها"۔ [۲]

یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے گانٹھ (عہد) کو چھوڑا۔ بخدا اگر میں جب تمہیں حکم دے رہا تھا۔ ایسی ناپسندیدہ بات پر آمادہ کرتا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھلائی رکھی تھی، پھر تم قائم رہتے، تو تمہیں راہ راست دکھاتا اور ٹیڑھے چلتے تو سیدھا کر دیتا۔ تو یہ بات زیادہ مضبوط ہوتی۔ لیکن کس کی مدد سے اور کس کو؟ میں تمہارے ذریعہ علاج کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ تمہیں میرا مرض ہو۔ جیسے کانٹے کو کوئی کانٹے ہی سے نکالے اور یہ جانتا ہو کہ اس کانٹے کی کجی اس کے ساتھ ہے۔

یہ کلام ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۵) میں بھی نقل کیا ہے۔

(۶۹) نہج کے ۱۳۳ ویں کلام کا دوسرا حصہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

فأقبلتم إلیّ إقبالَ العُوذِ المَطافِلِ إلی أولادِها تقولون: البیعة البیعة۔ قبضتُ یدی فبسطتموها ونازعتُكم یدی، فجذبتموها"۔ [۳]

پھر تم میری طرف ایسے خود آؤ گے۔ جیسے نئی بیاہی بچوں والی مادائیں اپنے بچوں کی طرف لوٹتی ہیں۔ تم کہتے تھے بیعت بیعت۔ میں نے اپنا ہاتھ بند کر لیا تو تم نے اسے پھیلا دیا اور میں نے تم سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تو تم نے اسے کھینچ لیا۔

یہ کلام ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۴ و ۲/۷۷) میں نقل کیا ہے۔

(۷۰) نہج کا چھتیسواں کلام "فَقُمتُ بِالأمرِ" سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آخری جملہ یہ ہے:۔

فنظرتُ فی أمری، فإذا طاعتی قد سبقت بیعتی۔ وإذا المیثاق فی عُنُقی لغیری [۴]

میں نے اپنے معاملے پر نظر کی، تو دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے آگے نکل چکی ہے اور دوسرے کے لیے قول و قرار میری گردن میں ہے۔

یہ جملہ البرقی نے کتاب المحاسن (۱/۳۶) میں نقل کیا ہے۔

---

[۱] نہج ۱/۷۲ ؛ [۲] نہج ۱/۳۰ ؛ [۳] ایضاً ۱/۲۳۳ ؛ [۴] نہج ۱/۸۵

(۷۱) نہج کا انتالیسواں کلام خارجیوں کے قول "لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ" کا جواب ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے :۔

"کَلِمَۃُ حَقٍّ یُرَادُ بِھَا البَاطِلُ"۔ [۱]　　حق بات ہے جس سے مقصود باطل ہے۔

یہ قول مبرد نے الکامل (۹۳۸/۳) میں باختلاف الفاظ نقل کیا ہے۔

(۷۲) نہج کا ۶۳واں کلام اہلِ صفین کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا آغاز ہے:۔

مَعَاشِرَ المسلمین! اِستَشْعِرُوا الخَشْیَۃَ وَ تَجَلْبَبُوا السَّکِیْنَۃَ، وَعَضُّوا علی النَّوَاجِذِ"۔ [۲]　　مسلمانو! خوفِ الٰہی کو اپنا شعار بناؤ اور سکون کو اپنی چادر قرار دو اور دانت بھینچ کر بند کرلو۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱۱۰/۱ و ۱۳۳) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۳۲/۱) میں نقل کیا ہے۔

(۷۳) نہج کا اُلھترواں خطبہ یہ ہے :۔

اَللّٰھُمَّ دَاحِی المَدْحُوَّاتِ، وَدَاعِمَ المَسْمُوکَاتِ وَ جَابِلَ القلوبِ علی فِطْرَتِھَا شَقِیِّھَا وسَعِیْدِھَا"۔ [۳]　　اے اللہ! اے زمینوں کے پھیلانے والے اور آسمانوں کے محافظ اور دلوں کے ان کی اصل حالت پر پیدا کرنے والے، خواہ وہ بدبخت ہوں یا خوش نصیب۔

یہ خطبہ ابوعلی القالی نے کتاب النوادر (ص۱۵۰) میں نقل کیا ہے۔

(۷۴) نہج کا کلام نمبر ۸۰ حسب ذیل ہے:

عَجَبًا لِابْنِ النَّابِغَۃِ، یَزْعُمُ لِاَھْلِ الشَّامِ اَنَّ فِیَّ دُعَابَۃً وَاَنِّی امْرُؤٌ تِلْعَابَۃٌ"۔ [۴]　　ہمیں ابن النابغہ پر تعجب آتا ہے۔ شامیوں سے کہتا ہے کہ علی میں مزاح ہے اور وہ بہت کھلنڈرے انسان ہیں۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون (۱۶۴/۱) میں۔ البیہقی نے کتاب المحاسن (۱۳۹/۱) میں اور شیخ الطائفہ امالی (ص۲۰) میں نقل کیا ہے۔

(۷۵) نہج کا ۱۱۹واں کلام میدان جنگ میں اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں یہ جملہ بھی ہے :۔

اِنَّ المَوْتَ طَالِبٌ حَثِیْثٌ لَا یَفُوْتُہُ المُقِیْمُ وَلَا یُعْجِزُہُ الھَارِبُ"۔ [۵]　　بیشک موت تیز رفتار متلاشی ہے نہ مقیم اس سے بچ سکتا ہے اور نہ بھگوڑا اسے ہرا سکتا ہے۔

یہ گفتگو ابن عبدربہ نے العقد (۲۸۷/۲) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۳۵) میں نقل کی ہے۔

(۷۶) نہج کا ۲۱۴واں کلام ہے :۔

لقد اَصْبَحَ ابومحمّد بھٰذا المکانِ غریبًا۔ اَمَا واللّٰہِ، لقد کنتُ اکرہُ اَن تکون قریشٌ قتلٰی"۔ [۶]　　ابومحمد اس جگہ مسافر ہوگئے۔ بخدا میں اسے بُرا جانتا تھا کہ قریش مارے جائیں۔

یہ کلام مبرد نے الکامل (۱۸۵/۱) میں۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲۷۹/۲) میں اور البیہقی نے المحاسن (۵۳/۲) میں نقل کیا ہے*۔

ماخذِ خطوط | ان خطبوں کے ساتھ ساتھ حسب ذیل خطوط بھی تاریخ و ادب کی کتابوں میں منقول ہوئے ہیں :۔

---

[۱] ایضاً ۸۲/۱ ٭ [۲] ایضاً ۱۱۰/۱ ٭ [۳] ۱۱۶/۱ ٭ [۴] نہج ۱۴۵/۱ ٭ [۵] ایضاً ۳/۲ ٭ [۶] ایضاً ۲۲۹/۲ ٭ * خطبہ ہمام: اصول کافی "باب المومن و علاماتہ و صفاتہ" میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو طبع ایران قدیم ص ۴۲۲ مرتضیٰ حسین۔

(۱) نہج کا سب سے پہلا خط اہلِ کوفہ کے نام ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے برتاؤ کا ذکر فرمایا ہے اس کا آغاز ہے :-

اَمَّا بعد فَاِنّی اُخبِرُکم عن اَمرِ عثمان حتی یکون سَمعُہ کَعِیانِہ۔

بعد ازاں، مَیں تمھیں عثمانؓ کے قصّے کی خبر سناتا ہوں۔ تا آنکہ اس کا سننا ایسا ہو جیسے اس کا دیکھنا۔

اِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَیْہِ۔ فکُنتُ رجلًا من المہاجرینَ اُکْثِرُ اسْتِعْتَابَہٗ وَاُقِلُّ عتابَہ" [۱]

لوگوں نے ان پر الزام لگائے، مَیں مہاجرین میں سے وہ شخص تھا کہ ان کو خوشی زیادہ رکھتا تھا، اور خفا کم ہوتا تھا۔

یہ خط ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۶۵) میں اور ابن الشیخ نے امالی (ص۸۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲) نہج کا پانچواں خط اشعث بن قیس عامل آذربائیجان کے نام ہے اس کا آغاز ہے :-

وَاِنَّ عَمَلَکَ لیسَ لکَ بِطُعْمَۃٍ ولکنہ فی عُنُقِکَ امانۃٌ ۔ وانت مُسْتَرْعًی لِمَنْ فَوْقَکَ" [۲]

تیرا کام تیرا کھاجا نہیں ہے۔ بلکہ وہ تیری گردن میں امانت ہے، اور تو اپنے سے بلند رتبہ کی نظر کے نیچے ہے۔

یہ خط مکمل صورت میں ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۹۲) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۳) میں نقل کیا ہے۔

(۳) نہج کا چھٹا خط حضرت معاویہؓ کے نام ہے۔ فرماتے ہیں :-

اِنّہٗ بایعنی القومُ الذین بایعوا ابابکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یَرُدَّ" [۳]

بیشک میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنھوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور اس بات پر کی ہے جس پر اُن کی تھی۔ پس حاضر کو پسند کرنے کا اور غائب کو رد کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

یہ خط نصر بن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین [۴] میں۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۹۳) میں۔ ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۹۰ھ (۹۰۳ء) نے الاخبار الطوال (ص۱۶۶) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے۔

(۴) نہج کا ساتواں خط بھی انہیں کے نام ہے اور اس طرح شروع ہوا ہے :-

"اما بعد فقد اَتَتْنِی منک مَوْعِظَۃٌ مُوَصَّلَۃٌ ورِسالۃٌ مُحَبَّرَۃٌ" [۵]

بعد ازاں مجھے تیری جانب سے بناوٹی نصیحت اور آراستہ خط ملا۔

یہ خط نصر بن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین [۶] میں۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۱۰۰) میں۔ مبرد نے الکامل (۱/۱۹۳) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے۔

(۵) نہج کا آٹھواں خط جو جریر البجلی کے نام ہے یوں شروع ہوا ہے :-

اما بعد فاذا اتاک کتابی ھذا فاحمِلْ معاویۃ علی الفَصْلِ [۷]

بعد ازاں جب میرا یہ خط تجھے ملے۔ تو معاویہ کو قطعی فیصلے پر آمادہ کرنا۔

یہ خط نصر بن مزاحم نے کتاب صفین [۸] میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے۔

(۶) نہج کا نواں خط یہ ہے :-

۱ے نہج ۳/۲ ؛ ۲ے ایضاً ۳/۷ ؛ ۳ے ایضاً ۳/۸ ؛ ۴ے ابن ابی الحدید ۱/۱۳۷ ؛ ۵ے نہج ۳/۸ ؛ ۶ے ابن ابی الحدید ۱/۱۴۰ ؛ ۷ے نہج ۳/۹ ؛ ۸ے ابن ابی الحدید ۱/۱۳۹

فاراد قومُنا قتل نبینا، واجتیاح اَصلنا وھمّوا بنا الھُمُومَ وفعلوا بنا الافاعیل"[1]

پس ہماری قوم نے چاہا کہ ہمارے نبی کو مار ڈالے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکے۔ اور انھوں نے ہمارے سلسلہ میں بہت سے ارادے اور بہت سے کام کئے۔

یہ پورا خط نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں[2] اور اس کا تیسرا پیراگراف ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۸۶) میں نقل کیا ہے۔

(۷) نہج کا دسواں خط یوں شروع ہُوا ہے :۔

" وکیف انتَ صانعٌ اذ انکشفتْ عنك جلابیبُ ما اَنتَ فیہ من دُنیا قد تبھّجتْ بزینتِھا و خَدَعت بلذّتِھا "[3]

تو اس وقت کیا کریگا، جب تیرے سامنے سے دنیا کے پردے اٹھ جائینگے وہ دنیا جو اپنے سنگار کے باعث خوبصورت نظر آتی ہے اور اپنی لذّت سے دھوکا دیتی ہے۔

یہ خط نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں مکمل نقل کیا ہے[4]

(۸) نہج میں بسلسلۂ خطوط نمبر ۱۱ پر ایک وصیت بھی ہے جو لشکر کو جنگ پر روانہ کرتے وقت کی گئی تھی اس کا آغاز یہ ہے :۔

" فَاِذَا نَزَلتُم بعَدُوٍّ اَو نزل بکم، فلْیَکُنْ مَعسکرکم فی قُبُلِ الاَشرافِ وسِفاحِ الجِبالِ "[5]

جب تم دشمن کے مقابلے میں پڑاؤ ڈالو یا وہ تمہارے سامنے اُترے تو تمھاری لشکرگاہ بلندیوں کے آگے اور پہاڑوں کی تلیھٹی میں ہونا چاہئے۔

یہ وصیت زیادہ مفصل صورت میں نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں نقل کی ہے[6]

(۹) نہج کا تیرھواں خط یہ ہے :۔

" وقد اَمَّرْتُ علیکما وعلی من فی حَیِّزِکما مالكَ بنَ الحارثِ الاَشتَرَ۔ فَاسْمَعَا لہ واطِیعَا واجعلاہُ دِرْعاً ومِجَنًّا "[7]

میں نے تم پر اور تمہاری کمان کے آدمیوں پر مالک بن حارث اشتر کو حاکم بنا دیا۔ اب تم اس کی سنو اور مانو۔ اور اسے زرہ اور ڈھال بنا لو۔

یہ خط طبری نے اپنی تاریخ (۳/۱۵) میں نقل کیا ہے۔

(۱۰) نہج کا سترھواں خط یہ ہے :۔

" فاما طَلَبُكَ منی الشامَ فانی لم اکن لِاُعطِیَكَ الیومَ ما منعتُكَ اَمسِ "[8]

رہا تیرا مجھ سے شام کا ملک مانگنا۔ تو تجھے آج بھی وہ نہیں دونگا جو کل روک چکا ہوں۔

یہ خط نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں[9]۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (ص ۱۱۴) میں۔ دینوری نے الاخبار الطوال (ص ۱۹۹) میں۔ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ (۹۵۷ء) نے مروج الذہب (۲/۴۸) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی (۱/۳۸) میں نقل کیا ہے۔

(۱۱) نہج کا اٹھارھواں خط ہے :۔

اِعلم اَنّ البَصْرَۃ مَھْبَطُ اِبلیسَ ومَغْرِسُ الفِتَنِ فحادث اَھلَھا بالاحسانِ الیھم، واحْلُلْ عُقْدَۃَ الخَوفِ عن قُلُوبِھِم "[10]

یہ جان لو کہ بصرہ شیطان کا گھر اور فتنوں کی زمین ہے اس کے باشندوں سے احسان کا برتاؤ کرنا اور ان کے دلوں سے خوف کی گانٹھ کھول ڈالنا۔

---

[1] نہج ۳/۱۰ ؛ [2] ابن ابی الحدید ۲/۲۱۹ ؛ [3] نہج ۳/۱۲ ؛ [4] ابن ابی الحدید ۲/۲۲۱ ؛ [5] نہج ۳/۱۴ ؛ [6] ابن ابی الحدید ۱/۱۵۸ ؛
[7] نہج ۳/۱۵ ؛ [8] نہج ۳/۱۸ ؛ [9] ابن ابی الحدید ۲/۲۲۷ ؛ [10] نہج ۳/۲۰ ؛

اس خط کے کچھ جملے نصر بن مزاحم نے کتاب صفین[۱] میں نقل کیے ہیں۔

(۱۲) نہج کا بائیسواں خط ہے:-

اما بعد، فان المرء قد یسرّه درك مالم یکن لیفوته ویسوءه فوت مالم یکن لیدرکه"[۲]

بعد ازاں - آدمی کو کبھی اس شے کا پانا خوش کرتا ہے جسے وہ کبھی نہ کھو سکتا تھا اور اس شے کا کھو دینا غمگین بنا دیتا ہے جسے وہ کبھی نہ پا سکتا تھا۔

یہ خط الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۶) میں - القالی نے الامالی (۲/۹۶) میں اور باقلانی نے اعجاز القرآن (۱/۱۹۵) میں نقل کیا ہے

(۱۳) نہج کا تیئیسواں خط ہے:-

فاتق الله فیما لدیک، وانظر فی حقه علیک، وارجع الی معرفة مالا تعذر بجهالة"[۳]

تو اللہ سے اُن چیزوں کے بارے میں ڈرتے رہنا جو تیرے پاس اور اپنے آپ پر اس کے حق کو نظر میں رکھنا اور اس چیز کے جاننے کی طرف دھیان دینا جس کے نہ جاننے پر معذور قرار دیا جائے۔

ابن ابی الحدید (۲/۲۶۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ارباب سیر نے زیادہ مکمل شکل میں نقل کیا ہے چنانچہ وہ اس کا آغاز یوں بتاتا ہے:

"اما بعد، فقد بلغنی کتابك تذکر مشاغبتی" - الخ

(۱۴) نہج کا تیئسواں خط ہے:-

واردیت جیلاً من الناس کثیراً - خدعتهم بغیك والقیتهم فی موج بحرك"[۴]

تو نے بہت لوگوں کو ہلاک کر دیا - انھیں اپنی گمراہی سے دھوکا دیا - اور اپنے سمندر کی موج میں ڈال دیا -

یہ خط ابو الحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۴ھ (۸۳۹ء) نے مع اس کے جواب کے نقل کیا ہے[۵] اور اس کا آغاز یوں بتایا ہے -

امابعد فان الدنیا دار تجارة، وربحها او خسرها فی الآخرة

بعد ازاں، دنیا تجارت گاہ ہے اور اس کا نفع یا نقصان آخرت میں ملیگا

(۱۵) نہج کا چونتیسواں خط ہے:-

" امابعد فقد بلغتنی موجدتك من تسریح الاشتر الی عملك - وانی لم افعل ذلك استبطاءً لك فی الجهد"[۶]

بعد ازاں - مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس سے رنجیدہ ہو کہ تمہارے کام پر اشتر کو بھیج دیا گیا ہے - میں نے یہ کام اس بنا پر نہیں کیا ہے کہ تمھیں کوشش کے اندر سست پاتا تھا -

یہ خط ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات[۷] میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۵) میں نقل کیا ہے -

(۱۶) نہج کا پینتیسواں خط ہے:-

امابعد فان مصر قد افتتحت ومحمد بن

بعد ازاں - مصر فتح ہو گیا اور محمد بن ابی بکر اللہ اس

---

[۱] ابن ابی الحدید ۱/۱۵۶ ❊ [۲] نہج ۳/۲۳ ❊ [۳] نہج ۳/۲۱ ❊ [۴] ایضاً ۳/۶۴ ❊ [۵] ابن ابی الحدید ۲/۲۸۰ ❊

[۶] نہج ۳/۶۶ ❊ [۷] ابن ابی الحدید ۲/۲۹۲ ❊

ابن بکر رحمۃ اللہ، قد استُشہِدَ۔[1] پر رحم کرے، شہید کر ڈالا گیا۔

یہ خط بھی ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات[2] میں اور طبری نے تاریخ (۶/۶۳) میں نقل کیا ہے۔

(۱۷) نہج کا چھتیسواں خط ہے

"فَسَرَّحْتُ الیہ جَیْشاً کَثِیْفاً من المسلمین۔ فلما بَلَغَہ ذلک شَمَّرَ ھارباً"۔[3]

مَیں نے اس کی طرف مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر بھیجا۔ جب اسے اس کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ کھڑا ہُوا۔

ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۴۳) اور ابوالفرج اصفہانی نے الاغانی (۱۵/۴۴) میں اس خط کو پورا نقل کیا ہے۔

(۱۸) نہج کا سینتیسواں خط ہے:-

فَسُبْحَانَ اللہ ما اَشَدَّ لُزُومَکَ لِلْاَھْوَاءِ الْمُبْتَدَعَۃِ وَالْحَیْرَۃِ الْمُتْعِبَۃِ"۔[4]

سبحان اللہ! تو نے کیسا مضبوط پکڑ رکھا ہے۔ نئی نئی خواہشوں اور رنجیدہ حیرت کو۔

(۱۹) نہج کا ۳۸ واں خط اہلِ مصر کے نام یوں شروع ہُوا ہے:-

"من عبد اللہ علی امیر المؤمنین الی القوم الّذین غَضِبُوْا للہ حین عُصِیَ فی اَرْضِہ وذُھِبَ بِحَقِّہ"۔[5]

اللہ کے بندے علی امیرالمؤمنین کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اللہ کی خاطر خفا ہوں، جب زمین میں اللہ کی نافرمانی کی گئی اور اس کا حق غصب کیا گیا۔

یہ خط طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۰) نہج کا انتالیسواں خط ہے:-

فَاِنَّکَ قد جعلتَ دِیْنَکَ تَبَعاً لِدنیا امْرِءٍ ظاھِرٍ غَیُّہ مَھْتُوْکٍ سِتْرُہ"۔[6]

بیشک تو نے اپنا دین ایسے آدمی کی دنیا کا تابع بنا دیا ہے جس کی گمراہی ظاہر ہے اور پردہ چاک ہے۔

یہ خط نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں نقل کیا ہے۔[7]

(۲۱) نہج کا چالیسواں خط ہے:-

امابعد، فقد بلغنی عنک اَمْرٌ ان کنت فَعَلْتَہ فَقَدْ اَسْخَطْتَ رَبَّکَ وعَصَیْتَ امامَکَ واَخْزَیْتَ اَمَانَتَکَ"۔[8]

بعد ازاں۔ مجھے تیری طرف سے ایسی بات کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تو نے وہ بات کی ہے تو اپنے رب کو ناراض کر لیا اور اپنے حاکم کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کو رسوا کیا۔

یہ خط ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۹۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۲) نہج کا اکتالیسواں خط ہے:-

امابعد فَاِنّی کُنْتُ اَشْرَکْتُکَ فی اَمانتی، و

بعد ازاں۔ میں نے تجھے اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور

---

[1] نہج ۳/۶۷ ؛ [2] ابن ابی الحدید ۲/۲۹۵ ؛ [3] نہج ۳/۶۷ ؛ [4] ایضاً ۳/۶۹ ؛ [5] نہج ۳/۷۰ ؛ [6] ایضاً ۳/۷۱ ؛ [7] ابن ابی الحدید ۲/۲۸۵ ؛ [8] نہج ۳/۷۲۔

جعلتك شعاري وبطانتي [1] اپنا ظاہر و باطن کا لباس قرار دیا تھا۔

اس خط کو ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/۵۷ و ۲/۸۲) میں۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۹۶) میں اور ابو ہلال العسکری نے کتاب الاوائل (ص۲۰۳) میں نقل کیا ہے۔

(۲۳) نہج کا چھیالیسواں خط کسی گورنر کے نام ہے۔

اما بعد، فإنك ممن استظهر به على إقامة الدين، وأقمع به نخوة الأثيم۔ [2]

بعد ازاں۔ تو ان میں سے ہے جن سے میں امداد چاہتا ہوں دین کی اقامت میں اور جن کے ذریعہ گناہگار کی نخوت کا قلع قمع کرتا ہوں۔

طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۴) میں اس خط کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کا مکتوب الیہ اشتر ہے۔

(۲۴) نہج کا سینتالیسواں خط حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو وصیت ہے اس کا آغاز ہے:۔

اوصيكما بتقوى الله وأن لا تبغيا الدنيا وإن بغتكما، ولا تأسفا على شيء منها زوي عنكما، وقولا للحق، واعملا للأجر، وكونا للظالم خصما وللمظلوم عونا۔ [3]

میں تم دونوں کو تاکید کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی۔ اور یہ کہ دنیا طلب نہ کرنا۔ خواہ وہ تمہاری طالب ہی کیوں نہ ہو اور جو دنیوی شے تم سے کھو جائے اس پر غم نہ کھانا اور حق بات کہنا اور اجر کے لیے عمل کرنا اور ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا۔

یہ وصیت مبرد نے الکامل (۲/۱۵۲) میں۔ طبری نے تاریخ (۶/۸۵) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (حجاز، ۱/۱۴۴) میں۔ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین (ص۱۵) میں اور ابوالقاسم الزجاجی متوفی ۳۳۷ھ (۹۴۸ء) نے کتاب الامالی (ص۱۱۵) میں نقل کی ہے۔

(۲۵) نہج کا انچاسواں خط ہے:۔

اما بعد۔ فإن الدنيا مشغلة عن غيرها۔ ولم يصب صاحبها منها شيئا إلا فتحت له حرصا عليها [4]

بعد ازاں۔ دنیا دوسری چیزوں سے بے پروا بنا دیتی ہے اور دنیادار جب اس کا کچھ حصہ پاتا ہے تو وہ اس پر حرص کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین (ص۶۹) میں اور دینوری نے الاخبار الطوال (ص۱۷۴) میں نقل کیا ہے۔

(۲۶) نہج کا ۵۴واں خط ہے:۔

اما بعد۔ فقد علمتما، وإن كتمتما۔ أني لم أرد الناس حتى أرادوني۔ [5]

بعد ازاں۔ تم دونوں جانتے ہو اگرچہ اسے چھپاتے ہو۔ کہ میں نے لوگوں کا اس وقت تک قصد نہ کیا جب تک وہ میری طرف نہ بڑھے۔

یہ خط ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۵۲) میں اور اعثم کوفی نے کتاب الفتوح (مناقب ابن شہر آشوب ۳/۹۰) میں نقل کیا ہے۔

(۲۷) نہج کا باسٹھواں خط اہل مصر کے نام ہے جو یوں شروع ہوا ہے۔

اما بعد۔ فإن الله سبحانه بعث محمدا نذيرا للعالمين [6]

بعد ازاں بیشک اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کیلئے نذیر بنا کر بھیجا تھا۔

---

[1] نہج ۳/۲، [2] ایضاً ۳/۸۴، [3] ایضاً ۳/۸۵، [4] ایضاً ۳/۸۸، [5] نہج ۳/۱۲۲، [6] ابن ابی الحدید ۲/۳۱۲ و ۱/۱۰۴ :: [7] نہج ۳/۱۳۰ ::

یہ خط ایک طویل خطبہ کی شکل میں ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے۔[1]

(۲۸) نہج کا اڑتالیسواں خط حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔ جو آپ نے خلیفہ ہونے سے قبل تحریر فرمایا تھا یہ خط یوں شروع ہوتا ہے:۔

اما بعد، فَاِنَّ مَثَلَ الدُّنیا مَثَلُ الحَیَّۃِ لَیِّنٌ مَسُّھَا قَاتِلٌ سُمُّھَا۔[2] — بعدازاں، دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سانپ کہ اس کی کھال نرم ہوتی ہے اور زہر قاتل۔

یہ خط کلینی نے اصول الکافی (ص۱۸۷) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۸۷) میں نقل کیا ہے۔

(۲۹) نہج کا اڑتالیسواں خط یوں شروع ہوتا ہے:۔

وَاِنَّ البَغیَ وَالزُّورَ یُذیِعانِ بالمَرءِ فی دینہٖ ودُنیاہُ۔[3] — بیشک بغاوت اور جھوٹ انسان کو اس کے دین اور دنیا دونوں میں رسوا کردیتے ہیں۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین میں اور ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے۔[4]

ماخذ حِکم و امثال

امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ کے بہت سے حکیمانہ اقوال بھی نہج البلاغہ کے تیسرے باب میں نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے شاید دو چار قول ہی ایسے ہوں جن پر کسی طرح کا شبہ کیا جا سکے۔ پھر تاریخ و حدیث و ادب کے پہاڑوں میں سے ان ہیرے اور لعلوں کے معدنوں کا کھوج نکالنا بھی نہ آسان ہے اور نہ تھوڑے وقت میں یہ کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں ذیل میں صرف اُن چند اقوال کے متقدم حوالے پیش کرتا ہوں۔ جن پر دورانِ کار میں مطلع ہوگیا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) "قُرِنَتِ الھَیبَۃُ بالخَیبَۃِ والحَیاءُ بالحِرمَانِ"۔[5] — ڈرنا کامی سے ملا ہوا ہے اور شرم محرومی سے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۳) میں۔ القالی نے امالی (۱/۱۹۷ و ۲/۹۵) میں اور شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۲۶) میں نقل کیا ہے۔

(۲) "لَنَا حَقٌّ۔ فَاِن اُعطِینَاہُ، وَاِلّا رَکِبنَا اَعجَازَ الاِبِلِ، وَاِن طَالَ السُّرَیٰ"۔[6] — ہمارا حق ہے، اگر ہمیں دے دیا گیا تو فبہا، ورنہ ہم اونٹ کے سرینوں پر سوار ہو جائیں گے، خواہ سفر طویل ہی کیوں نہ ہو۔

یہ قول ایک طویل خطبے کا ٹکڑا ہے جسے طبری نے اپنی تاریخ (۵/۲۹) میں نقل کیا ہے اور خود یہی ٹکڑا ابو عبید الہروی نے کتاب الغریبین (ورق ۱۷۶۔الف) میں درج کیا ہے۔

(۳) وسُئِلَ عن الایمان۔ فقال: الایمانُ علی اَربَعِ دعائِمَ۔ الصَّبرِ والیقین والعدل والجھاد۔[7] — ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا: ایمان کے چار ستون ہیں۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۴۰۹) میں۔ کلینی نے اصول الکافی (ص۳۶۷) میں۔ القالی نے کتاب النوادر (ص۱۷۳) میں۔ ابو نعیم الاصفہانی نے حلیۃ الاولیاء (۱/۷۴) میں شیخ الطائفہ نے امالی ص۲۳ میں اور قاضی محمد بن سلامۃ القضاعی نے دستور معالم الحکم (ص۱۲) میں نقل کیا ہے۔

(۴) الحِکمَۃُ ضَالَّۃُ المُؤمِنِ فَخُذِ الحِکمَۃَ وَلَو مِن اَھلِ النِّفَاقِ۔[8] — دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے پس دانائی کو لے لو خواہ منافقوں ہی سے کیوں نہ ملے۔

---

[1] ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵ ؛ [2] نہج ۳/۱۴۱ ؛ [3] ایضاً ۳/۸۷ ؛ [4] ابن ابی الحدید ۱/۱۰۴ ؛ [5] نہج ۳/۱۵۵ ؛ [6] ایضاً ؛ [7] ایضاً ۳/۱۵۷ ؛ [8] ایضاً ۳/۱۶۸ ؛

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۳) میں۔ القالی نے الامالی (۲/۹۵) میں۔ شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۲۹) میں اور ابن شیخ الطائفہ نے امالی (ص۴۱) میں نقل کیا ہے۔

(۵) "قِیمَۃُ کُلِّ امْرِئٍ مَا یُحْسِنُہ" [1] ہر آدمی کی قیمت اس کا نیک کام ہے۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۳۶ و ۱۷۹) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۰) میں۔ مبرد نے کامل (۱/۴۰) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۱/۳۰۰) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۷) میں شیخ صدوق نے الامالی (مجلس ۶۸) اور شیخ مفید نے امالی میں۔ ابو منصور ثعالبی (متوفی ۴۲۹ھ ۱۰۳۸ء) نے الایجاز والاعجاز (ص۳) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۴۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۱۵) میں نقل کیا ہے۔

(۶) "اُوصِیکُمْ بِخَمْسٍ، لَوْ ضَرَبْتُمْ اِلَیْھَا آبَاطَ الْاِبِلِ لَکَانَتْ لِذٰلِکَ اَھْلاً، لَا یَرْجُوَنَّ اَحَدٌ مِنْکُمْ اِلَّا رَبَّہٗ وَلَا یَخَافَنَّ اِلَّا ذَنْبَہٗ" [2] میں تمھیں پانچ باتوں کی تاکید کرتا ہوں۔ اگر تم ان کے لیے اونٹ بھی دوڑاؤ تو یہ بجا ہوگا۔ سوائے اپنے رب کے کسی سے امید نہ رکھنا اور بجز اپنے گناہ کے اور کسی چیز سے خوف مت کھانا۔

یہ ارشاد مثنیٰ ابن الولید الخطاط نے اپنی کتاب میں (بحار ۱۷/۱۵۴) میں۔ جاحظ نے البیان (۱/۱۸۸) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۱۹) میں۔ البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۹۴ ب) میں۔ الماوردی متوفی ۴۵۰ھ (۱۰۵۸ء) نے ادب الدنیا والدین (ص۲۶) میں ابو الفرج القزوینی نے قرب الاسناد (بحار ۱۷/۱۰۵) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۵۴) میں۔ ثعالبی نے الایجاز (ص۳) میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱/۷۵) میں نقل کیا ہے۔

(۷) "اَنَا دُوْنَ مَا تَقُوْلُ وَفَوْقَ مَا فِیْ نَفْسِکَ" [3] میں تیرے کہے ہوئے سے نیچا اور جو تیرے دل میں ہے اس سے اونچا ہوں۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۱۷۹ و ۲۲۰) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۱/۲۷۶) میں اور سید مرتضیٰ نے الامالی (۱/۱۹۸) میں نقل کیا ہے۔

(۸) "بَقِیَّۃُ السَّیْفِ اَبْقٰی عَدَدًا وَاَکْثَرُ وَلَدًا" [4] تلوار سے بچے ہوئے گنتی میں پائدار اور کثیر الاولاد ہوتے ہیں۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۲/۳۵) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۱/۱۳۰) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۲۷) میں اور ثعالبی نے الایجاز (ص۳) میں نقل کیا ہے۔

(۹) "رَاْیُ الشَّیْخِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ" [5] بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی مضبوطی سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۱۵۷) میں اور ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۲۶) میں نقل کیا ہے۔

(۱۰) "عَجِبْتُ لِمَنْ یَقْنُطُ وَمَعَہُ الْاِسْتِغْفَارُ" [6] میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو ناامید ہے حالانکہ استغفار اس کے ساتھ ہے۔

یہ قول بتغیر الفاظ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۷۲) میں اور مبرد نے کامل (۱/۷۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۱) "اَلْفَقِیْہُ کُلُّ الْفَقِیْہِ، مَنْ لَمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ، وَلَمْ یُؤْیِسْھُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ، وَلَمْ یُؤْمِنْھُمْ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ" [7] پورا سمجھ دار وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور اس کی مہربانی سے مایوس نہ بنائے اور اس کی پکڑ سے نڈر نہ کر دے۔

یہ قول کلینی نے اصول الکافی (ص۲۰۹) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۶) میں شیخ صدوق نے معانی الاخبار (ص۸۴) میں اور

[1] نہج ۳/۱۶۸ ؛ [2] ایضاً ؛ [3] ایضاً ؛ [4] ایضاً ۳/۱۶۹ ؛ [5] ایضاً ؛ [6] ایضاً ؛ [7] ایضاً ۳/۱۷۰

ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء (۱/۷۷) میں بحیثیت قول مرتضوی اور کتاب الجعفریات (بحار ۱۷/۴۰) میں بطور حدیث نبوی نقل کیا ہے۔

(۱۲) "لَا یَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوٰی۔ وَکَیْفَ یَقِلُّ مَا یُتَقَبَّلُ"۔[۱] پرہیزگاری کے ساتھ تو عمل کم نہیں ہوتا اور جو چیز قبول ہو جائے وہ کم کہاں ہے۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۵۳) میں، کلینی نے اصول الکافی (۲/۷۳) میں۔ ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء (۱/۷۵) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۸) میں نقل کیا ہے۔

(۱۳) "یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُقَرَّبُ فِیْهِ اِلَّا الْمَاحِلُ وَلَا یُظَرَّفُ فِیْهِ اِلَّا الْفَاجِرُ"۔[۲] لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں سوائے چغل خور کے کسی کو تقرب حاصل نہ ہوگا اور بجز جھوٹے کے کوئی ظریف نہ مانا جائے گا۔

یہ قول مبرد نے الکامل (۱/۱۷۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۴) "نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطٰی۔ بِهَا یَلْحَقُ التَّالِیْ۔ وَاِلَیْهَا یَرْجِعُ الْغَالِیْ"۔[۳] ہم درمیانی گاؤ تکیہ ہیں۔ اس سے آملتا ہے پیچھے آنے والا۔ اور اسی کی طرف لوٹتا ہے غلو کرنے والا!

یہ قول ابو عبید نے غریب الحدیث (ورقہ ۲۰۴-الف) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۱/۳۲۶) میں اور ابن شیخ الطائفہ نے امالی (ص۴۲) میں نقل کیا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ پہلی دونوں کتابوں میں بجائے حصہ اول کے یہ ہے:۔

"خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ النَّمَطُ الْاَوْسَطُ"۔ اس امت کا بہترین حصہ درمیانی غالیچہ ہے۔

اور تیسری میں "الا ان خیر شیعتی النَّمَطُ الاوسط" ہے۔ ان کے علاوہ الآبی متوفی ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء) نے نثر الدرر (بحار ۱۷/۱۶۷) میں امام باقرؑ کی زبان سے نقل کیا ہے کہ "اتقوا اللہ، شیعة آل محمد۔ وکونوا النمرقة۔ الوسطی یرجع الیکم الغالی ویلحق بکم التالی"

(۱۵) "مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا"۔[۴] جو ہم اہل بیت سے محبت کرے تو چاہیئے کہ فقر کو اپنی چادر بنا لے۔

یہ قول ابو عبید نے غریب الحدیث (ورقہ ۲۰۱-الف) میں۔ ابن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اور سید مرتضیٰ نے الامالی (۱/۱۳) میں نقل کیا ہے۔

(۱۶) "لَاَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ یَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِیْ: الاسلام هو التسلیم۔ والتسلیم هو الیقین۔ والیقین هو التصدیق۔ والتصدیق هو الاقرار والاقرار هو الاداء، والاداء هو العمل"۔[۵] میں اسلام کا ایسا نسب بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ بتایا ہوگا۔ اسلام نام ہے تسلیم کا اور تسلیم یقین کو کہتے ہیں اور یقین بعینہ تصدیق ہے اور تصدیق ہی اقرار ہے اور اقرار کہتے ہیں ادا کرنے کو اور ادا کرنا عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

یہ قول ابو جعفر البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۸۵ ب) میں، شیخ صدوق نے معانی الاخبار (ص۵) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۳۵) میں نقل کیا ہے۔

(۱۷) "یَا اَهْلَ الدِّیَارِ الْمُوْحِشَةِ، وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ وَالْقُبُوْرِ الْمُظْلِمَةِ۔ یَا اَهْلَ التُّرْبَةِ، یَا اَهْلَ الْغُرْبَةِ اے وحشت ناک گھروں اور سنسان جگہوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو، تم ہمارے لیے آگے پہنچ جانے والے ہو اور ہم تمہارے

---

[۱] نہج ۳/۱۷۱؛ [۲] ایضاً ۳/۱۷۳؛ [۳] نہج ۳/۱۷۶؛ [۴] ایضاً؛ [۵] ایضاً ۳/۱۸۰۔

یا اھل الوحشۃِ۔ انتم لنا فرط سابق۔ وعن لکم تبع لاحق۔"[1] ... پیچھے آنے والے ہیں۔

یہ کلام جاحظ نے البیان (۲/۹۴) میں طبری نے اپنی تاریخ (۶/۳۵) میں البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۴۴) میں شیخ مفید نے الامالی (بحار ۱۷/۱۲۵) میں شیخ صدوق نے کتاب الامالی (مجلس ۲۳-۲ شوال ۳۶۷ھ) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۵) میں باختلاف الفاظ نقل کیا ہے۔

(۱۸) اَیُّھا الذامُّ لِلدُّنیا، المُغترُّ بِغُرُورِھا۔ المخدوعُ بِاَباطِیلِھا، اَتَغتَرُّ بالدُّنیا ثم تذمُّھا۔"[2]

اے دُنیا کی مذمت کرنے والے، مگر اس سے دھوکا کھائے ہوئے اور اس کی جھوٹی باتوں میں آئے ہوئے۔ کیا تو دنیا سے دھوکا بھی کھاتا جاتا ہے اور اس کی برائی بھی کرتا جاتا ہے۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۲۱۹) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۲۹) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۳۰۶) میں البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۴۴) میں۔ شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۲۵) میں اور الحسین بن سعید نے اپنی کتاب النوادر میں (بحار ۱۷/۴۰۲) اور ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی (ص۲۶) میں نقل کیا ہے۔

(۱۹) "یا کُمَیلُ، اِنَّ ھذہ القُلوبَ اَوعِیۃٌ۔ فَخَیرُھا اَوعاھا۔"[3]

اے کمیل! بیشک یہ دل برتن ہیں۔ پس ان میں سے اچھا وہ ہے جو زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔

اس قول کے مختلف اجزاء ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۰ و ۳۵۵) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۱/۲۰۰) میں شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۳) میں اور بیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۵) میں نقل کیے ہیں اور پوری وصیت ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱/۷۹) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (۱/۳۳) میں نقل کی ہے۔

(۲۰) "یا ابنَ آدم، ماکَسَبتَ فَوقَ قُوتِكَ فَأنت فیه خازنٌ لغیرك"[4]

اے آدم کے بیٹے، جو تو نے اپنی ضرورت سے زیادہ کمایا ہے۔ اس میں تو دوسرے کا خزینہ دار ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ کی عیون (۲/۳۷۱) میں موجود ہے۔

(۲۱) "اِنَّ القَلبَ اِذا اُکرِہَ عَمِیَ۔"[5]

بیشک جب دل کو مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہوتا ہے۔

یہ قول مبرد نے کامل (۲/۶۶۸) میں نقل کیا ہے۔

(۲۲) "لَمْ یَذھَبْ من مالِكَ ما وَعَظَكَ"[6]

تیرے مال کا وہ حصہ ضائع نہ گیا جس سے تجھے نصیحت حاصل ہوگئی۔

یہ قول بھی مبرد کی کامل (۱/۱۷۶) میں موجود ہے۔

(۲۳) اَیُّھَا النَّاس، اتَّقوا الله، الَّذی اِن قُلتُم سَمِعَ واِن اَضمَرتُم عَلِمَ۔"[7]

لوگو، اس اللہ سے ڈرو، جو سنتا ہے جب تم کہتے ہو اور جانتا ہے جب تم چھپاتے ہو۔

یہ کلام بھی مبرد نے اپنی کامل (۱/۳۳۳) میں نقل کیا ہے۔

(۲۴) قال فی قوله تعالیٰ: اِنَّ اللهَ یَأمُرُ بِالعَدلِ وَ

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم

---

[1] نہج ۳/۱۸۱ ۞ [2] نہج ۳/۱۸۱ ۞ [3] ایضاً ۳/۱۸۶ و ۱۸۷ ۞ [4] نہج ۳/ایضاً ۳/۱۹۶ ۞ [5] ایضاً ۳/۱۹۷ ۞ [6] ایضاً ۳/۱۹۷ ۞ [7] ایضاً ۳/۱۹۹ ۞

اَلاِحْسَانِ - العدل: الانصافُ والاِحسانُ: التَّفضّلُ"۔[1] دیتا ہے۔ تو عدل انصاف ہے اور احسان مہربانی کرنا ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ کی عیون الاخبار (۳/ ۱۹) میں نقل ہوا ہے۔

(۲۵) "لَاتَدْعُوَنَّ اِلیٰ مُبارزَۃٍ - واذ دُعِیْتَ اِلَیْھا فَاَجِبْ"[2] کسی کو مقابلے کے لیے کبھی مت بلانا اور اگر تجھے مقابلہ کے لیے بلایا جائے تو اسے قبول کرنا۔

یہ قول بھی ابن قتیبہ کی عیون (۱/ ۱۲۸) میں موجود ہے۔

(۲۶) ھٰذَا الخَطِیبُ الشَّحْشَحُ۔[3] یہ ماہر تقریر کرنے والا ہے۔

یہ قول ابوعبید نے غریب الحدیث (ورق ۱۹۷ - الف) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۵/ ۱۹۴) میں نقل کیا ہے۔

(۲۷) یا ابن آدم، لاتحمل ھمّ یومك الذی لم یاتِكَ علی یومك الذی قد اتاكَ"[4] اے آدمی - اس دن کے غم کو جو ابھی نہیں آیا - اس دن کی پیٹھ پر مت لاد جو آچکا ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/ ۳۷۱) میں اور مبرد نے کامل (۱/ ۹۲) نقل کیا ہے۔

(۲۸) کَانَ لِی فی ما مَضٰی اخٌ فِی اللّٰہِ"[5] زمانۂ گذشتہ میں میرا ایک اللہ واسطے کا بھائی تھا۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (بحار، ۱/ ۱۴۵) میں بنام امیرالمومنین کلینی نے اصول الکافی میں (۲۱۰) میں بنام حسن علیہ السلام نقل کیا ہے۔

(۲۹) یا اَشعثُ، ان تحزن علی ابنك فقد استحقت منك ذٰلك الرَّحِمُ"[6] اے اشعث! اگر تو اپنے بیٹے پر غم کھائے۔ تو بیشک تجھ سے رشتہ کا یہی تقاضا ہے۔

یہ تعزیتی کلمات ابن قتیبہ نے بھی عیون (۳/ ۶۱) میں باختلاف الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۳۰) المؤمن بِشرُہٗ فی وَجْھِہٖ وحُزنہ فی قلبہ"[7] ایمان والے کی خوشی اس کے چہرے میں اور رنج اس کے دل کے اندر ہُوا کرتا ہے۔

یہ ارشاد کلینی نے اصول الکافی صـ۳۰۷ میں اور شیخ صدوق نے امالی (بحار ۱۷/ ۲۸۹) میں نقل کیا ہے۔

(۳۱) اِذا قَدَرتَ علی عَدُوِّكَ فاجعل العفوَ عنہ شکرًا للقدرۃ علیہ"۔[8] جب تو اپنے دشمن پر قدرت حاصل کرلے، تو اسے معاف کرنے کو اس پر قدرت ملنے کا شکریہ قرار دے۔

یہ قول ابن درید نے المجتنی (صـ۱۰) میں نقل کیا ہے۔

(۳۲) اَعجزُ النّاس مَن عجز عن اکتساب الاخوان، و اَعجزُ منہ من ضَیّع من ظفر بہ منھم"[9] سب سے زیادہ عاجز آدمی وہ ہے جو دوست حاصل کرنے میں عاجز ہو۔ اور اس سے بھی زیادہ عاجز وہ ہے جو دوست پاکر اسے ضائع کردے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۳/ ۱) میں اور القالی نے ذیل الامالی (صـ۱۱۲) میں نقل کیا ہے۔

(۳۳) یا بُنیَّ، احفظ عنّی اربعًا واربعًا - لایضرّك میرے بچے، مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلے - ان کے ساتھ ساتھ

---

[1] ایضاً ۳/ ۲۰۴؛ [2] ایضاً؛ [3] ایضاً ۳/ ۲۱۱؛ [4] ایضاً؛ [5] نہج ۳/ ۲۲۳؛ [6] ایضاً ۳/ ۲۲۴؛ [7] نہج ۳/ ۲۳۲؛ [8] ایضاً ۳/ ۱۵۳؛ [9] ایضاً

ماعَمِلْتَ معبن ۔" [۱]

جو کچھ بھی تو کرے گا، وہ تجھے ضرر نہیں دے گا۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۸) میں نقل کیا ہے۔

(۳۴) "یا دُنیا یادُنیا إلیكِ عنی أبی تعرَّضتِ؟ أم إلیَّ تشوَّقتِ؟ لاحانَ حینُكِ! غُرِّی غیری" [۲]

اے دنیا، اے دنیا! مجھ سے الگ رہنا! کیا تو میرے درپے ہے؟ کیا تو میری مشتاق ہے؟ تیرا وقت ابھی نہیں آیا۔ کسی اور کو دھوکا دینا۔

یہ قول القالی نے امالی (۲/۱۴۹) میں ابونعیم نے حلیہ (۱/۸۵) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۱/۳۳) میں نقل کیا ہے۔

(۳۵) "رُئِیَ علیه إزارٌ خَلَقٌ مرقوعٌ۔ فقیل له فی ذلك فقال: یَخشعُ له القلب، وتَذِلُّ به النفسُ ویَقتدِی به المؤمنون" [۳]

آپ کو پرانی پیوند لگی تہبند باندھے دیکھا گیا۔ جب اس بارے میں کسی نے آپ سے کہا، تو فرمایا۔ اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور نفس ذلیل ہوتا ہے اور اہل ایمان اس کی پیروی کرتے ہیں۔

یہ ارشاد ابونعیم نے حلیہ (۱/۸۳) میں نقل کیا ہے۔

(۳۶) طُوبیٰ للزاهدین فی الدنیا الراغبین فی الآخرة" [۴]

پاکیزگی ہے دنیا سے منہ موڑنے والوں اور آخرت سے رغبت رکھنے والوں کیلیے۔

یہ ارشاد ابونعیم نے حلیہ (۱/۷۹) میں نقل کیا ہے۔

(۳۷) "مَثَلُ الدنیا کمَثَلِ الحَیَّةِ لَیِّنٌ مَسُّها" [۵]

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جس کی کھال نرم ہوتی ہے۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۴۱) میں نقل کیا ہے۔

(۳۸) الدنیا دارُ مَمَرٍّ لا دارُ مَقَرٍّ۔ [۶]

دنیا گزرگاہ ہے قیام گاہ نہیں۔

یہ ارشاد ابن درید نے المجتنیٰ (ص۴۲) میں نقل ہے۔

(۳۹) لا تکن ممن یَرجُو الآخرةَ بغیرِ العَمَل"۔ [۷]

آخرت (کی بھلائی) کی امید عمل کے بغیر مت رکھ!

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۹) میں الحرانی نے تحف العقول (بحار، ۱۷/۱۰۸) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۶۸) میں نقل کیا ہے۔

(۴۰) مَن وَضَعَ نفسَه مواضعَ التُّهَمَةِ، فلا یلومنَّ مَن أساءَ به الظنَّ"۔ [۸]

جس نے اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھ دیا۔ وہ سوءظن کرنے والوں کو ملامت نہ کرے۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۳۲) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۴۱) من کَتَمَ سِرَّہٗ کانت الخِیَرَةُ بیدِہٖ [۹]

جس نے اپنا بھید چھپایا، وہ اپنے ہاتھ میں اختیار رکھتا ہے۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۹) میں الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۳۲) میں اور البیہقی نے المحاسن (۲/۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۴۲) "النَّاسُ أعداءُ ما جَهِلُوا"۔ [۱۰]

لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

---

۱ ایضاً ۳/۱۶۰؛ ۲ ایضاً ۳/۱۶۶؛ ۳ ایضاً ۳/۱۷۳؛ ۴ نہج ۳/۱۷۳؛ ۵ ایضاً ۳/۱۷۸؛ ۶ ایضاً ۳/۱۸۲؛ ۷ ایضاً ۳/۱۸۳؛

۸ ایضاً ۳/۱۸۹؛ ۹ نہج ۲/۱۹۲؛ ۱۰ ایضاً ۳/۱۹۳ و ۲۵۸؛

یہ قول ثعالبی نے الایجاز والاعجاز (ص۳۰) میں شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۰۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۱۵) میں نقل کیا ہے۔

(۴۳) اِتَّقُوااللّٰہَ تَقِیَّۃَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِیْداً [۱]
اللہ سے اس شخص کی طرح ڈرو۔ جو دوڑ پڑتا ہے کپڑے اتار کر۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۴۳) میں اور الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۹) میں نقل کیا ہے۔

(۴۴) اَحْبِبْ حَبِیْبَكَ ھَوْنًا مَّا، عسیٰ اَن یکونَ بَغِیْضَكَ یَوْمًا مَّا۔ [۲]
اپنے دوست سے بہ حدِ مناسبت محبت کرو۔ ممکن ہے کسی دن دشمن ہو جائے۔

یہ قول حدیثِ نبویؐ کی حیثیت سے ترمذی متوفی ۲۷۹ھ (۸۹۲ء) نے کتاب الجامع میں۔ الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۹۷۱ء) نے المعجم الصغیر میں اور الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ (۹۹۵ء) نے الافراد میں درج کیا ہے[۳] اور بحیثیتِ قول مرتضوی بخاری متوفی ۲۵۶ھ (۸۷۰ء) نے الادب المفرد (ص۱۹۱ طبع مصر) میں۔ البلاذری نے انساب الاشراف (۵/۹۵) میں۔ القالی نے الامالی (۲/۲۰۶) اور کتاب النوادر (ص۱۴۷) میں۔ ابوالطیب محمد بن احمد الوشاء النحوی متوفی ۳۲۵ھ (۹۳۷ء) نے کتاب الموشی (ص۳۰) میں اور الحرانی نے تحف العقول میں[۴] العسکری نے جمہرۃ الامثال (۴۹) میں اور ابن الشیخ نے امالی (ص۷۹) میں نقل کیا ہے۔

(۴۵) "لَاتَصْحَبِ المائِقَ۔ فَانہ یُزَیِّنُ لک فِعْلَہٗ وَ یَوَدُّ اَن تکون مِثْلَہٗ" [۵]
نادان سے دوستی مت کر۔ کیونکہ وہ اپنا کام تجھے آراستہ کرکے دکھائے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۳/۷۹) میں اور الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۲۸) میں نقل کیا ہے۔

(۴۶) "انا یَعْسُوْبُ المومنین، والمال یعسوب الفُجّار" [۶]
میں مومنوں کا سردار ہوں اور مال فاسقوں کا سردار ہے۔

یہ قول ابوالقاسم الزجاجی نے کتاب الامالی (ص۱۹) میں شیخ الطائفہ نے امالی (ص۲۳۱) میں اور ابن الشیخ نے اپنی امالی (ص۱۰) میں نقل کیا ہے۔

(۴۷) "لَاتَظُنَّنَّ بکلمۃٍ خرجت من اَحدٍ سُوْءً و انت تجد لھا فی الخیر مُحْتَمَلاً" [۷]
کسی کی اس بات پر سوءِ ظن مت کر جس میں کوئی بھلا احتمال نکل سکتا ہو۔

یہ قول البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۴۸) "سُئِلَ عن معنی قولھم۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہ۔ اِنَّا لَانَمْلِكُ مع اللّٰہ شیئاً" [۸]
آپ سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کی ملکیت میں شریک نہیں ہیں۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۸) میں نقل کیا ہے۔

(۴۹) مالكٌ و مالكٌ۔ لوکان جبلاً لکان فِنْداً" [۹]
مالک، کون مالک، اگر وہ پہاڑ ہوتا تو بڑا پہاڑ ہوتا۔

یہ قول ابوعمر الکندی متوفی ۳۵۰ھ (۹۶۱ء) نے کتاب الولاۃ (ص۲۱۴) میں نقل کیا ہے۔

(۵۰) ہَلَكَ فِیَّ رَجلان مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔ [۱۰]
میرے معاملے میں دو قسم کے انسان ہلاک ہو گئے۔ غلو کیساتھ محبت کرنیوالا اور کینہ رکھنے والا دشمن

[۱] نہج ۳/۲۰۰ ؛ [۲] ایضاً ۳/۲۱۷ ؛ [۳] سمط اللآلی ۳/۷۹ ؛ [۴] بحارالانوار ۱۷/۱۲۷ ؛ [۵] نہج ۳/۲۲۵ ؛ [۶] ایضاً ۳/۲۲۹ ؛ [۷] ایضاً ۳/۲۳۸ ؛ [۸] ایضاً ۳/۲۴۰ ؛
[۹] ایضاً ۳/۲۵۸ ؛ [۱۰] ایضاً ۳/۲۶۴ ؛

یہ قول البیہقی نے المحاسن (۱/۲۹) میں نقل کیا ہے۔

(۵۱) شَرُّ الْاِخْوَانِ مَنْ تُکُلِّفَ لَہٗ" [۱] سب سے بُرا بھائی وہ ہے جس کے لیے تکلّف کرنا پڑے۔

یہ قول ابوحیان التوحیدی متوفی ۴۰۰ھ (۱۰۰۹ء) نے کتاب فی الصداقت والصدیق (ص ۸۶) میں نقل کیا ہے۔

جامعین خطب وغیرہ

نہج البلاغہ کی جمع وترتیب سے پہلے جن اصحاب نے امیرالمومنین کے خطبوں اور خطوں وغیرہ کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا تھا، ان میں سے اکثر کے حوالے اوپر گزر چکے ہیں۔ ذیل میں اُن مصنفوں کے نام پیش کرتا ہوں جن کا ذکر اس میں نہ کر سکا کہ ان کی کتابیں ضائع ہو چکی ہیں۔ یا ان کی خاص خطبوں وغیرہ پر لکھی ہوئی کتابوں کا اوپر مذکور نہیں ہوا۔ یا ان کی بعض ایسی تالیفات کا نام نہیں لیا گیا تھا جن میں خطبے اور خطوط وغیرہ کا اندراج ہوا ہوگا۔

آگے بڑھنے سے قبل یہ بھی عرض کردوں کہ مسعودی کے بیان کے مطابق امیرالمومنینؑ کے خطبوں کی تعداد (۴۸۰) سے کچھ اوپر ہے یہ خطبے علی البدیہہ دیئے گئے تھے اور اہلِ علم میں قولاً وعملاً متداول ہیں[۲]۔

(۱) زید بن وہب الجہنی الکوفی متوفی ۹۶ھ (۷۱۴ء) انھوں نے "کتاب خطب امیرالمومنین علی المنابر فی الجمع والاعیاد وغیرہا" نام کی تالیف چھوڑی تھی یہ کتاب پانچویں صدی ہجری تک محفوظ تھی اور شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی متوفی ۴۶۰ھ (۱۰۶۸ء) نے اسے روایت کیا تھا[۳]۔

(۲) ابویعقوب اسمٰعیل بن مہران بن محمد بن ابی نصر السکونی الکوفی متوفی بعد ۱۴۸ھ (۷۶۵ء) انھوں نے "کتاب خطب امیرالمومنینؑ" مرتب کی تھی اور یہ کتاب بھی پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔ اس لیے کہ ابوالعباس احمد النجاشی متوفی ۴۵۰ھ (۱۰۵۸ء) نے اسے روایت کیا تھا[۴]۔

(۳) ابومخنف لوط بن یحییٰ الازدی الغامدی متوفی قبل ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) مؤرخ مشہور۔ ابن ندیم نے اس کی ۳۲ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ جن میں سے حسبِ ذیل کے اندر امیرالمومنین کے خطبوں اور خطوں کا درج ہونا یقینی ہے[۵]

کتاب الجمل، کتاب صفین، کتاب اہل النہروان والخوارج۔ کتاب الغارات۔ کتاب مقتل علیؑ۔ کتاب مقتل محمد بن ابی بکر والاشتر ومحمد بن ابی حذیفہ کتاب الشوریٰ ومقتل عثمانؓ۔

(۴) ابومحمد (یا ابوبشر) مسعدۃ بن صدقۃ العبدی الکوفی شاگرد امام موسیٰ الکاظمؑ متوفی ۱۸۳ھ (۷۹۹ء) انھوں نے "کتاب خطب امیرالمومنینؑ" مرتب کی تھی اسے بھی نجاشی نے روایت کیا ہے[۶]

(۵) ابواسحٰق ابراہیم بن الحکم بن ظہیر الفزاری الکوفی۔ یہ قاضی شریک متوفی ۱۷۷ھ (۷۹۳ء) کا بھی شاگرد ہے اس نے "کتاب الملاحمؑ" کے علاوہ خاص طور پر "کتاب خطب علیؑ" بھی تالیف کی تھی اور اسے بھی نجاشی نے پڑھا تھا[۷]

(۶) ابواسحٰق ابراہیم سلیمان النہمی الکوفی الخزّاز۔ یہ ابراہیم الفزاری کا شاگرد اور "کتاب الخطب"، "کتاب الدعا"، "کتاب خلق السموات" اور "کتاب مقتل امیرالمومنین" کا مصنف ہے[۸]

---

[۱] ۲۶۶/۳ نہج ؛ [۲] مروج الذہب ۳۶/۲ ؛ [۳] فہرست الطوسی ۱۴۸ ومنہج المقال ورق ۱۴۲۔الف ؛ [۴] طوسی: ۶۱ ونجاشی ۱۹ ولسان المیزان ۴۳۹/۱ وابن ندیم ۲۱۳ ومنہج ورق ۴۱۔الف ؛ [۵] فہرست ابن ندیم ۱۳۶ وشرح ابن ابی الحدید ۲۸/۱ ومنہج ورق ۲۷۷ب ؛ [۶] نجاشی ۲۹۵ ومنہج ۳۲۴ب ولسان ۲۲/۶۔ [۷] طوسی ۱۱ ونجاشی ۱۱ ومنہج ورق ۷ب وکشف الحجب ۲۰۶ ؛ [۸] طوسی ۱۳ ومنہج ورق ۸ب ولسان ۶۶/۱ ؛

(۷) ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی متوفی ۲۰۶ھ (۸۲۱ء) ابن ندیم نے اس کی کتابوں کی جو لمبی فہرست دی ہے اس میں "کتاب مقتل عثمان" "کتاب الجمل" "کتاب صفین" "کتاب النہروان" "کتاب الغارات" "کتاب مقتل امیرالمومنین" کے علاوہ خود "کتاب خطب علیؑ" بھی ایک مستقل کتاب ہے، جو نجاشی کے مطالعہ میں آچکی ہے [۱]

(۸) ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی المدنی قاضی بغداد متوفی ۲۰۷ھ (۸۲۳ء) - ابن ندیم نے اس کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے "کتاب الجمل" کا حوالہ خود سید رضی دے چکے ہیں - باقی میں سے "کتاب صفین" اور "کتاب السنۃ والجماعۃ وذم الھوی وترک الخوارج فی الفتن" بھی قابل لحاظ ہیں [۲]

(۹) ابوالمفضل نصر بن مزاحم المنقری الکوفی العطار متوفی ۲۱۲ھ (۸۲۷ء) کی "کتاب صفین" کے حوالے اوپر گزر چکے ہیں اور یہ کتاب ایران میں چھپ بھی چکی ہے لیکن نجاشی نے اس کی "کتاب الجمل" "کتاب النہروان اور کتاب الغارات" بھی پڑھی تھیں - یہ سب بھی خطب و خطوط امیرالمومنین پر مشتمل ہیں [۳]

(۱۰) ابوالخیر صالح بن ابی حماد الرازی متوفی بعد ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) - اس کی "کتاب خطب امیرالمومنین" بھی نجاشی نے روایت کی ہے [۴]

(۱۱) ابوالحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۴ھ (۸۳۹ء) ابن ندیم نے اس کی مصنفات بھی گنائی ہیں اور ان میں علاوہ "تاریخ الخلفاء" اور "کتاب الاحداث والفتن" کے "کتاب خطب علیؑ وکتبہ الی عمالہ" بھی درج کی ہے [۵]

(۱۲) ابوالقاسم عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی الحسنی الرازی متوفی ۲۵۰ھ (۸۶۴ء) تقریباً - انھوں نے بھی "کتاب خطب علی" مرتب کی تھی [۶]

(۱۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد الثقفی متوفی ۲۸۳ھ (۸۹۶ء) کی "کتاب الغارات" کا ذکر آچکا ہے لیکن مسئلہ زیر بحث پر اس کی حسب ذیل کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں :-

کتاب رسائل علی - کتاب کلام علی فی الشوریٰ" - اور کتاب الخطب المعربات"۔

ان کے علاوہ "کتاب السقیفہ - کتاب مقتل عثمانؓ - کتاب بیعت امیرالمومنین - کتاب الجمل - کتاب صفین - کتاب الحکمین - کتاب النہروان اور کتاب مقتل امیرالمومنین میں بھی آپ کے خطبات اور مکاتیب کی خاص تعداد منقول ہونا چاہیئے [۷]

(۱۴) ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری (معاصر ابن جریر الطبری مورخ مشہور) اس نے کتاب المسترشد فی الامامت" اور "کتاب الرواۃ عن اہل البیت" میں آپ کے خطبے وغیرہ نقل کئے ہیں - [۸]

(۱۵) ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۸ھ (۹۳۹ء) نے "کتاب الکافی" کے علاوہ جس کے حوالے اوپر گزر چکے ہیں "کتاب رسائل الائمہ" بھی خاص زیر بحث موضوع پر لکھی تھی [۹]

(۱۶) ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ الجلودی الازدی البصری متوفی ۳۳۲ھ (۹۴۱ء) نے حسب ذیل کتابیں تصنیف کی تھیں :- کتاب الجمل، کتاب صفین، کتاب الحکمین - کتاب الغارات - کتاب الخوارج - کتاب حروف علی - کتاب خطب علی - کتاب شعر علی -

---

[۱] ابن ندیم ۱۴۰ و نجاشی ۳۰۵ و منہج ورق ۳۴۷ ب [۲] ابن ندیم ۱۴۴ و نجاشی ۳۰۱ [۳] نجاشی ۳۰۱ و منہج ورق ۳۶۲ - الف [۴] نجاشی ۱۴۸ و منہج ورق ۱۷۱ - الف [۵] ابن ندیم ۱۴۹ و معجم الادباء یاقوت ۴/۱۳۴ [۶] منہج ورق ۱۸۸ ب و فہرست کتاب خانہ عمومی معارف ۱۳۹ [۷] طوسی ۱۶ معجم الیاقوت ۱/۲۳۳ و منہج ورق ۱۰ ب و منہاج ۱۴ [۸] منہج ورق ۲۹۶ - الف - لسان ۵/۱۰۳ و فہرست کتابخانہ عمومی ۱۳۸ [۹] منہج ورق ۳۲۹ - الف و فہرست کتابخانہ عمومی ۱۳۸

کتاب رسائل علی، کتاب مواعظ علی۔ کتاب ذکر کلام علی فی الملاحم۔ کتاب قول علی فی الشوریٰ۔ کتاب ماکان بین علی وعثمان من الکلام
کتاب قضاء علی۔ کتاب الدعاء عن علی۔ کتاب الادب عن علی علیہ السلام[1]

(۱۷) ابو محمد الحسن بن علی بن شعبۃ الحرانی متوفی ۳۳۲ھ (۹۴۱ء) اس نے "تحف العقول عن آل الرسولؐ" نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ جس میں امیرالمومنین کے خطبے اور حکیمانہ اقوال وغیرہ بھی جمع کئے تھے۔ یہ کتاب ایران میں چھپ چکی ہے مگر میری دسترس میں نہ آسکی اور اس لیے میں بہت سے مزید حوالے مہیا کرنے سے قاصر رہا[2]

(۱۸) ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی متوفی ۳۴۶ھ (۹۵۷ء) اس نے "کتاب اخبار الزمان" "کتاب الاوسط" اور مروج الذہب کے علاوہ "حدائق الاذہان فی اخبار آل محمدؐ" اور "مزاہر الاخبار وطرائف الآثار" میں امیرالمومنینؑ کے خطبے وغیرہ خاصی تعداد میں نقل کئے تھے۔ مگر سوء اتفاق سے یہ کتابیں اب دستیاب نہیں ہوتیں[3]

(۱۹) ابو طالب عبداللہ بن ابی زید احمد بن یعقوب بن نصر الانباری متوفی ۳۵۶ھ (۹۶۷ء) نے جو ۱۴۰ کتابوں کا مؤلف ہے ایک کتاب بنام "کتاب ادعیۃ الائمہ" لکھی تھی جس میں امیرالمومنین سے مروی دعائیں مندرج تھیں[4]

(۲۰) ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم بن ابی رافع الصیمری الکوفی البغدادی استاد شیخ مفید نے "کتاب فیما یتعلق بالسقیفہ" اور "کتاب الضیاء (یا الصفاء) فی تاریخ الائمہ" میں آپ کا کلام درج کیا ہے۔[5]

(۲۱) ابو العباس یعقوب بن احمد الصیمری نے جو متقدم الذکر کا بیٹا معلوم ہوتا ہے "کتاب فی کلام علی وخطبہ" لکھی تھی[6]

(۲۲) ابو سعید منصور بن الحسین الآبی الوزیر متوفی ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء) نے "نزہۃ الادب فی المحاضرات" اور اس کے اختصار "نثر الدرر" میں آپ کا کلام نقل کیا ہے۔ موخر الذکر کا ایک مخطوطہ نجف اشرف کے کتب خانے میں محفوظ ہے[7]

آخر میں اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ میرا یہ مقالہ جامع و مانع حیثیت نہیں رکھتا۔ جیسے جیسے میرا مطالعہ وسیع ہوتا جارہا ہے مزید حوالے ملتے جارہے ہیں۔ امید ہے کہ کسی اگلی صحبت میں نئے نتائج و مطالعہ بھی پیش کرونگا۔

جہاں تک نہج البلاغہ کے "استناد" کا تعلق ہے یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ اس کے بعد وہ حصہ لکھا جائے گا جس کا تعلق نہج البلاغہ کے مضامین سے ہے اور یہ جانچنے کی کوشش کی جائیگی کہ کیا یہ باتیں امیرالمومنین کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی مانی جاسکتی ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

"نصر بن مزاحم (متوفی ۲۱۲ھ) کی کتاب "وقعۃ الصفین" تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔ تیسرا ایڈیشن طبع قاہرہ ۱۳۶۵ھ پیش نگاہ ہے جس میں مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ بھی چند چیزیں ہیں۔

مرتضےٰ عفی عنہ

---

[1] رجال نجاشی ۱۶۷ و ابن ندیم ۱۶۷ و نقد الایضاح ۱۸۳ و منہج ورق ۱۸۶ اب۔ [2] کشف الحجب ۱۰۲ و منہاج ۳۱۔ [3] مروج الذہب ۳۹/۲۔ [4] طوسی ۱۸۶ نجاشی ۱۶۱ و منہج ۱۹۲۔الف۔ [5] طوسی ۱۹ و نجاشی ۶۱ و منہج ۱۶۔الف۔ [6] ابن ابی الحدید ۲۲۰/۲۔ [7] کشف الظنون حرف (ن) وفہرست کتاب خانہ عمومی ۱۳۸ و ۱۳۹۔

نہج البلاغہ پر ایک نظر

عالی جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ دام مجدھم

• نہج البلاغہ۔ عہد تالیف سے اب تک اس قدر مقبول رہی ہے۔ کہ عربی ادب و تاریخ میں کسی انسان کی تالیف نثر کو یہ شہرت نصیب نہ ہو سکی۔ میں نے اپنی مختصر کتاب "نہج البلاغہ کا ادبی مطالعہ" اسی موضوع کے دو پہلوؤں پر لکھی ہے ــــ (مطبع ادارۂ تعلیمات الٰہیہ، کراچی) اس وقت اس کتاب کے بارے میں صرف اسلامی نقطۂ نظر سے سرسری گفتگو کرنا ہے

• نہج البلاغہ کی زبان

ابن ابی الحدید سے محمد عبدہٗ تک غیر شیعہ شارح اور جرجی زیدان، فواد افرام "جارج جورداق جیسے عیسائی مورخ، عمر فروخ، احمد حسن زیات، محمد بہجۃ الاثری، محمد حسن نائل المرصفی، محمد بک دیاب طٰہٰ حسین جیسے اکابر نقد و ادب نے اس کتاب کو جن لفظوں میں خراج عقیدت پیش کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ دقیع جملہ ہے۔ کہ

"لولا کان کتاب نہج البلاغۃ لما عرفنا درجۃ فصاحۃ القرآن"

اگر کتاب نہج البلاغہ نہ ہوتی تو ہم اعجاز قرآن کا معیار نہ سمجھ سکتے۔

یہ پہلی کتاب ہے جس میں قرآن مجید کا اسلوب، حدیث نبوی کی روح، اسی لب و لہجے میں پائی گئی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے فقرے، اس کے سادہ سادہ جملے، اس کی رواں اور شستہ عبارتیں جیسے وحی و حدیث کے صاف و شفاف چشموں کے درِ شاہوار ہیں۔ چونکہ امام علیہ السّلام آغوش نبوت میں پلے، خدائی انعامات و علوم سے سرفراز ہوئے تھے، وحی کی تلاوت زبان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنی، خود ترجمان وحی بن کر پیغمبر کریمؐ کی نمائندگی کے فرائض انجام دیئے، حضرتؐ کے کاتب خاص، حضرتؐ کے کلام و کمال کے جامع، حضرتؐ کی حدیث کے شارح، حضرتؐ کی ارشاد کردہ تفسیر کے حافظ تھے۔ اس لیے زندگی بھر اسی زبان، اسی لہجے، اسی معجز نما عربی فصیح میں کلام فرمایا۔ خلیل بن احمد عروضی و جاحظ و ابن عبدربہ، مسعودی، ابن جنی وغیرہ گواہ ہیں۔ کہ ان خطبوں، خطوں، اور فقروں پر توجمال قرآن عکس نور حدیث موجود ہے۔ کہ عرب پڑھتے پڑھتے سرشار و مسرور ہوتے ہیں۔

نہج البلاغہ کے مسائل و موضوعات

مسعودی کے بقول چار یا پانچ سو خطب و کتب کا ذخیرہ وہ تھا۔ جس سے لوگ مستفید ہوتے تھے۔ یہ ذخیرۂ علم و ادب آج بھی قدیم ماخذ میں پھیلا ہوا ہے، سید رضیؒ نے سوانح امیر المومنین، "خصائص الائمہ" کے لیے اس دفتر سے کچھ انتخاب، اور یعقوبی (۲۹۲) مسعودی (م ۳۴۵ھ) مفید (م ۴۱۳ھ) کی طرح تبریک کتاب کرنا چاہا۔ لیکن یہ کام اتنا بڑھا کہ ۴۰۰ھ میں مستقل کتاب بن گیا۔

سید رضی نے اس کی سرسری ترتیب خطب و کتب (خطوط) و کلمات قصار کے لحاظ سے قرار دی۔ یہی تین ابواب نہج البلاغہ کے

تین حصّے ہیں۔ موضوعاتی اعتبار سے اس کتاب کے عنوانات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **توحید۔** اسلام کے عقیدۂ توحید باری پر تفہیمات، اَدلّہ، حکیمانہ تقریریں اور بحیثیت امام کے اس کی تشریح جس میں نفسیاتی اندازِ خطاب و تدریس کو مقامِ اعجاز تک پہونچا دیا ہے۔ اس ذیل میں عدل و صفاتِ خداوندی، اور مسائل کلام پر بھی جامع بیانات موجود ہیں۔

۲۔ **رسالت۔** شانِ رسالتؐ، غرضِ نبوت و بعثت، فرائض و اعمال نبی پر سیر حاصل گفتگو، قرآن کی روشنی میں تعلیماتِ الٰہیہ کی تشریح۔

۳۔ **امامت۔** اوصاف و ضرورتِ امام، امام کے فرائض، امامت کے حدود، اپنا اور غیروں کا مقابلہ، بعد کے ائمہ پر اشارات۔ نبوّت و امامت کا فرق۔ امام کی عظمتِ منصبی۔

۴۔ **قیامت۔** آثار و علامات، منظر کشی، گنہ گاروں اور نیکو کاروں کا عالم، قیامت کے فائدے، اس عقیدے کے فلسفیانہ و حکیمانہ اور اسلامیاتی تشریحات۔

۵۔ **قرآن۔** عظمتِ قرآن، علومِ قرآن، تفسیر، تشریح، استعمال، احترامات، اس کی افادیت، اور مختلف پہلوؤں پر غور و فکر۔ تنزیل، ترتیب، رموز و نکات کا بیان۔

۶۔ **حدیث۔** درایت کے اصول، حدیث کا مرتبہ، راویوں کی حیثیت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق کلام، اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے۔ آداب و احکام، متن اور اُس کی شرح خود امام علیہ السلام کا فنِ حدیث میں درجہ۔

فقہ و احکام

۷۔ **تاریخ۔** عرب کی جاہلیت اور عالمی مذاہب کا پس منظر، مختلف قوموں کی تباہی کا عبرت ناک نقشہ، اسلام کے ابتدائی دن، اور چشم دید حالات، آنحضرتؐ کی بعثت، اسلام کی اشاعت، لوگوں کا قبول اسلام۔ دشمنوں کا رنگ، فتوحات کے نتائج، ہجرت اور اس میں اپنا بیان، مدنی زندگی، آنحضرت کی وفات کا واقعہ، تجہیز و تکفین و دفن۔

خلافتوں کا زمانہ، خلفاء اور امراء کے کردار و حالات پر گفتگو، قتل عثمانؓ، اپنی خلافت ظاہری بیعت کا منظر، لوگوں کی مخالفت اس کے اسباب، جمل و صفین و نہروان کے اسباب، لوگوں کی باتیں، اس کے جواب، جنگ کے نتائج۔ اشخاص و افراد کا تعارف، عقائد و رجحانات پر روشنی حسنین و فاطمہ زہرا علیہم السّلام کا تذکرہ۔ وصیت نامہ و الوداع۔

۸۔ **سیرت النبی۔** نہج البلاغہ میں سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے اخلاق و عادات، سیرت و سنّت پر والہانہ انداز میں روشنی ملتی ہے، امیر المومنین نے آنحضرت کے رحم و کرم، جود و سخاوت، امانت و مجاہدت

استقامت وتبلیغ پر اتنی وسیع بحث کی ہے۔ کہ اگر الگ کر لیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ آپ کو اس میں ملے گا۔ کہ حضور اپنوں سے کس طرح ملتے تھے، دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔ خدا کے ساتھ کس طرح کے معاملات تھے اور اُمت کے ساتھ کیا انداز معاشرت تھا؟

۹۔ سیاست۔ اسلامی سیاست کے اصول، مسلمان فرماں رواکے قوانین واصول زندگی، اسلامی مملکت کے دستور کی مدح، مسلمانوں کا مسلمانوں اور مسلمانوں کا غیر مسلمانوں سے برتاؤ، حدود واحکام، پولیس، عدالت دربار، اطلاعات، تجارت، فوج، حکام، امرا، غربا، اور دوسرے طبقاتی تعلقات کی نوعیت مالیہ، تحصیل وصول اور اس کی تقسیم میں احتیاط۔

۱۰۔ قانون۔ قانون کا متن دگورنروں کے نام خط اور اس میں سے مالک اشتر کے نام حضور کا مرتبہ دستور حکومت سیاست ہے۔ قانون کے اغراض، اس کی روح، محافظین قانون، قاضیوں اور امراء کے فرائض پر مکمل دستاویزات۔

۱۱۔ وعظ۔ آپ نے بہت سے واعظ سنے ہوں گے، مگر قرآن مجید کا انداز ہدایت ہی نرالا ہے۔ امیر المومنینؑ کے مواعظ سراپا خلوص، سراپا قرآن، سراپا تقویٰ، سراپا صداقت وعبدیت تھا، اس دل کی آواز جو کبھی یاد خدا سے غافل نہ رہا۔ وہ زبان جو کبھی تلاوت قرآن سے نہ رکی، وہ دہن جو کبھی کذب سے آشنا نہ ہوا۔ ظاہر ہے کس درجہ اثر انگیز وعظ کہہ سکتا ہے۔ اور پھر علی علیہ السّلام، جو کعبے میں پیدا ہوئے، مسجد کوفہ میں شہید ہوئے، جو خود فرماتے ہیں۔ کہ نحن امراء الکلام۔ جو کہتے ہیں۔ سلونی قبل ان تفقدونی۔ چنانچہ ان تقریروں کا یہ اثر ہے۔ کہ اس عہد میں ہمام خطبہ سنتے سنتے جان بحق ہو گئے اور آج ہم جیسے گنہ گار بھی لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت امیر المومنینؑ نے جس طرح سے اسلامی روح کو جھنجھوڑا، جس انداز سے تقویٰ، اور عمل صالح کی دعوت دی ہے وہ آج تک بے نظیر ہے، انھوں نے جنت وجہنم، مومن وکافر، عامل وبے عمل، عالم وجاہل۔ کی متحرک واثر انگیز تصویریں کھینچ دی ہیں۔

۱۲۔ مشاہدات وفلسفہ وسائنس۔ آپ کو متعدد ایسے خطبے ملیں گے جن میں قرآن کی طرح آفاق وانفس، تخلیق وتکوین پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر آسمان وزمین کے محسوس ونامحسوس مخلوقات کے بارے میں اجزا دو تشریح،، صورت وحقیقت پر باریک سے باریک تر مسائل پر توجہ دلائی ہے، آسمان کیا ہے؟ فرشتہ کیا ہے؟ چیونٹی کیا ہے؟ پانی کیا ہے؟۔ پہاڑ کیا ہے؟ —— امام علیہ السّلام نے اپنے مخاطبین کی فہم وعقل

کے مطابق اشارے کیے تھے، جو آج طویل و دقیق تحقیقات کے لیے دفتر کا کام دے سکتے ہیں۔

۱۳۔ اخلاق و اصول معاشرت۔ معاشرتی زندگی، نفسیاتی مسائل، اقتصادی نکتے، صلح و جنگ، میل جول، لین دین، خاندان و احباب کے تعلقات، عالم و جاہل کے اصول حیات، دنیا و آخرت کی کامیابی کے طریقے، معیاری انسان معیاری کردار کی پرکھ پر آپ جو کچھ تلاش کرنا چاہیں اس کتاب میں "قرآن و حدیث کے تحت" سب کچھ مل سکتا ہے۔

غرض یہ کتاب ادیب، مورخ، فلسفی، سائنس داں، ماہر قانون، عالم علوم اسلامی، حکمراں، سپہ سالار، سپاہی، مرد مومن عابد اور دنیادار۔ ہر شخص کے لیے بہترین دستاویز بصیرت، بہترین سرچشمہ ہدایت ہے۔ اگر کچھ نہ ہوتا، صرف یہی کتاب ہوتی۔ تو دلیل قاطع۔ اور واضح ثبوت تھا۔ کہ امیر المومنین علیہ السّلام۔

"حجّت خدا۔ وصی نبیؐ اور اسلام و مسلمان کا سرمایۂ رشد و ہدایت ہیں"

مقدّمہ

مفتی محمد عبدہ، سابق مفتی اعظم (مصر)

بعد حمد و نعت ---- قضاء و قدر کے فیصلہ کے مطابق مجھے "اتفاقاً" بلا ارادہ کتاب نہج البلاغہ کے دیکھنے کا موقع ملا۔ مجھے یہ کتاب اس وقت ملی جب میں پریشان حال تھا، دل کو اطمینان نہ تھا، ذہنی مشغولیتیں بہت تھیں، مگر کام کوئی نہ تھا، اس لیے میں نے اُسے مونس تسلی و تنہائی سمجھ کر بعض صفحات دیکھے، مختلف مقامات اور متفرق موضوعات کے تھوڑے تھوڑے جملوں پر غور کیا، تو مجھے ہر مقام پر ایسا معلوم ہونے لگا، جیسے لڑائیاں ہو رہی ہیں، حملے کیے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاغت کی حکومت ہے، فصاحت کا اقتدار قائم ہے۔ نیز اوہام سرکشیاں کر رہے ہیں اور شکوک کج خلقی پر آمادہ ہیں، جن کے ساتھ خطابت کے لشکر اور زور بیان و بلاغت کے دستے نظم کی ٹکڑیوں اور انتظام کی صفوں میں منسلک ہو کر برق وش تلواروں اور گندمی نیزوں کے ساتھ شدید ضرب و پیکار میں مصروف ہیں اور دلائل کے لبوں سے دلوں کا خون چوس رہے ہیں، جس کے باعث وسوسوں کی شیطنیت ختم (کُند) ہوتی جا رہی ہے اور اوہام کے لشکر فنا ہوتے جا رہے ہیں، اور پھر میں ذرا ہی دیر میں دیکھتا کیا ہوں کہ حق کو فتح نصیب ہو چکی ہے اور باطل شکست کھا چکا ہے، شک کا جوش و خروش کم ہو چکا ہے، اور وہم کا فتنہ ختم ہو گیا ہے اور اس حکومت کا مدبر اور اس غلبہ و اقتدار کا مرد میدان امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب ہیں، جن کے دستِ مبارک میں پرچم حکومت تھا!

بلکہ میں جتنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتا، مجھے مناظر بدلتے ہوئے اور آثار متغیر ہوتے ہوئے دکھائی دیتے تھے، چنانچہ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا جس میں اچھی عبارتوں کے حُلّوں میں معانی کی بلند ترین روحیں آباد ہو رہی ہوتی تھیں اور وہ اچھے معانی اور پاکیزہ نفوس کے گرد طواف کر کے اور صاف قلوب سے قریب ہو کر اصلاح کا پیام دیتے، مقصد کو پائدار کرتے، اور قلوب کو لغزشوں کے غار میں گرنے سے بچا کر فضل و کمال کے راستوں پر ڈال دیتے!

اور کبھی اس (کتاب نہج البلاغہ) کے جملے ایسی خرام طبع مستیاں نظر آتیں جن کے دانت نمایاں ہوتے اور جن کی روح چیتوں کی شکل میں اور شاہین کا پنجہ بنکر اپنے شکار پر حملہ کرنے کے لیے تیار نظر آتی، پھر وہ اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتی، اور قلوب سے خواہشات چھین لیتی اور طبائع کی ہوس اُچک لیتی، اور غلط خواہشات اور باطل خیالات کو چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیتی!

اور کبھی میں یہ دیکھتا کہ ایک عقل نورانی جو جسمانی مخلوق سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی ہے، خداوندی کے شاہانہ جلوس اور سواری سے الگ ہو کر روح انسانی سے مل گئی ہے اور اس پر پڑے ہوئے مادی غفلت کے پردوں کو چاک کر کے اُسے ملکوت اعلیٰ کی طرف اٹھائے گئی ہے، یا مشہدِ نور مجلّٰی تک اسے لے کر پہنچ گئی ہے اور فتنوں اور اوہام کے داغ دھبوں سے صاف کر کے، پایۂ عرش کے ایک طرف ٹھیرا دیا ہے۔

اور کبھی میں ایسا محسوس کرتا جیسے ایک حکمت نواز خطیب کی آوازیں کانوں میں آرہی ہیں، جو بلند آواز سے کچھ کہہ رہا ہے، اور اُمت کے ارباب حل وعقد کو ندا دے رہا ہے۔ انھیں درست اور صحیح راستہ بتا رہا ہے، شک کے مقامات بھی دکھا رہا ہے اور قدم پھسل جانے والی جگہوں سے ڈرا رہا ہے، ان کی سیاست کے دقائق اور باریکیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور عقلمندی کی راہوں پر لگا رہا ہے۔ سرداری کو امارت کے منصب پر فائز کر رہا ہے، اور سیاست وتدبیر کی بلندیوں پر چڑھا رہا ہے اور وہ جگہ دکھا رہا ہے، جو انسانی اعمال کے انجام و عاقبت کی جگہ ہے!

یہ کتاب جلیل وہ مجموعہ ہے جسے سید شریف رضی رحمہ اللہ نے سیدنا ومولانا امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلام مبارک سے منتخب کیا ہے، اس کلام کے بکھرے ہوئے حصّوں کو جمع کیا اور اس کو "نہج البلاغہ" کا نام دیا، اور میرے علم میں اس نام سے بہتر اس کتاب کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا کوئی دوسرا نام ہو بھی نہیں سکتا ہے۔ میرے لیے یہ بھی ناممکن ہے کہ میں اس کتاب کے نام سے بہتر اس کے وصف وتعریف کے لیے کوئی دوسرا نام لاؤں۔

اور اگر پیدائشی خصوصیات اور فرائض کا احساس ہم پر اعتراف جمیل اور محسن کے احسانات کی شکر گذاری فرض نہ ہوتی، تو ہم کو یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ نہج البلاغہ میں کیا کیا فنون، فصاحت اور بلاغت کے کیسے کیسے نکتے موجود ہیں، جبکہ اس نے کلام کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے، اور عقل کے لیے قبول کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رکھا ہے۔ مگر عبارت کتاب میں بُعد زمانہ، نیز ہمارے زمانے لوگوں کے اہل زبان سے بے تعلق ہو جانے کی وجہ سے کہیں کہیں غیر معروف الفاظ بھی اپنی خوبیوں کے ساتھ، اور بلیغ جملے تعقید کے بغیر نظر آجاتے ہیں جس کی وجہ سے مطالعہ کرنے والے کی فہم بعض مفردات یا مضمون کے بعض مفہومات کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے، مگر یہ دقّت لفظ یا معنی میں کسی ضعف یا کمزوری کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کا سبب خود پڑھنے والے کے ذہن وعقل کی کمزوری ہوتی ہے۔

اور اسی چیز کو دیکھ کر مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان مشکلات کو بھی حل کرتا جاؤں، اور دیکھنے کے ساتھ اُس کی توضیح بھی کرتا چلوں، اور اس کے مشکل لغات کو حل کر دوں اور بعض جملوں کی شرح کر دوں اور اس کے کچھ اشارات کو بھی متعین کر دوں، اور پھر یہ سب چیزیں بقدر ضرورت ہی ہوں، اور توضیح وتشریح بھی حتی الامکان مختصر ہی ہو اور ان توضیحات میں لغات کی مشہور کتابوں پر اعتماد کروں اور صحیح روایات ہی کو درج کروں، ساتھ ہی ساتھ میں نے امام علیہ السلام کے مسئلہ امامت سے متعلق جو روایتیں اس میں درج ہیں، ان کے جرح وتعدیل سے کوئی واسطہ نہیں رکھا ہے، بلکہ مطالعہ کرنے والے کے فیصلہ پر اسے چھوڑ دیا ہے کہ وہ اُن مسائل سے متعلق مشہور اخبار و آثار و روایات پر بھروسہ کرے، یا دوسرے رُخ سے معاملات کو پرکھے، اس کے باوجود عبارت کی توضیح اور اشارات کی تعیین میں بھی کوئی کمی نہیں کی ہے۔ جس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں موجود ہے محفوظ ہو جائے اور جو حافظہ میں محفوظ ہے، وہ یاد آجائے تاکہ نسیان اور اعراض وگمراہی سے بچ سکوں، اور اس کتاب میں مجھے صرف اس چیز سے تعلق رہا ہے کہ اس کے بلند وعالی معانی، کلام و

بلاغت کے تمام شعبوں میں کس طرح رفیع و اعلیٰ عبارات و الفاظ کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

اکابر علماء کی ایک اچھی خاصی جماعت نے اس کتاب کی شرح سے دلچسپی لی ہے، اور شرح کی ہے، اور ان میں سے ہر ایک نے اُن اسرار کو، جو اس کتاب میں موجود ہیں، بیان کرنے میں مبالغہ و تطویل سے کام لیا ہے، اور ہر ایک شخص ایک مسلک کی تائید کی کوشش اور ایک مشرب کی تقویت میں مصروف رہا ہے، مگر مجھے اُن کی تمام شرحوں میں یہ چیز میں بکھری ہوئی، اور اُن شارحین کی طرف سے کتاب میں نقل اور درج کی ہوئی نظر آئیں، اس لیے اگر میں نے اُن سے کہیں اتفاق کیا ہے تو یہ اتفاقی امر ہے، اور اگر کہیں مخالفت کی ہے تو اپنے خیال میں وہی صحیح ہے۔

نیز میں اپنی اس فرہنگ کو کوئی شرح یا شروح کے ضمن میں بھی نہیں شمار کرتا ہوں بلکہ یہ نہج البلاغہ کی صرف ایک فرہنگ و تسہیل ہے، اور ایک ایسی چیز ہے جس سے نہج البلاغہ کے کناروں کو آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ساتھ ہی مجھے امید ہے کہ میرا یہ مختصر بیان اس زمانہ کے نوجوانوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا، کیونکہ میں نے اُن کو طلب علم کے راستہ میں کھڑا ہوا دیکھا ہے کہ وہ زبان عرب کو حاصل کر کے اپنے مقصد کو پہنچنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے عربی سلیقہ ڈھونڈتے ہیں اور لغوی ملکہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہر شخص خطیب و مقرر اور منشی و ادیب بننا چاہتا ہے، لیکن وہ اپنی طلب اور کوشش میں بطور وسیلہ مقامات اور کتب مراسلات کو اپنا رہنما بناتے ہیں جن کو مولدین نے لکھا ہے اور پھر متاخرین نے اس کی تقلید کی ہے، جنھوں نے ان کتابوں کے لکھنے میں سوائے اچھے الفاظ اور صنائع تجنیس و سجع کی مراعات اور اس طرح کے دوسرے لفظی محسنات اور خوبیوں کے اور کوئی خوبی کی بات نہیں پیدا کی ہے، اور اس کا نام فنون بدایع رکھا ہے، اگرچہ عبارتیں عظیم و جلیل معانی سے خالی رہیں۔ یا رفیع و اعلیٰ اسالیب بیان سے محروم۔

بہر حال کلام کی اس نوع کو بعض لسان عربی کہہ سکتے ہیں۔ کل نہیں کہہ سکتے، بلکہ اگر یہ ضعف کلام تنہا پیش کی جائے، تو کلام کے ادنیٰ طبقات میں شمار ہوگی اور اواخر الفاظ میں اس کی خوبی اور حسن اُسے درمیانی درجہ پر بھی نہیں پہنچا سکتا ہے، اس لیے اگر وہ مذکورہ طریقہ کے بجائے اُن چیزوں کے پڑھنے کی طرف مائل ہوتے جو اہل زبان اور خصوصاً اہل زبان کے طبقۂ اعلیٰ سے منقول و مروی ہے تو اپنی غرض اور مقصود کو ضرور پا لیتے اور جس چیز کے لیے اُن میں تڑپ تھی، اُسے حاصل کر لیتے اور ماہرین عرب میں ہر شخص اس کا قائل ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے کلام کے بعد علی بن ابی طالب کا کلام اشرف کلام اور بلیغ ترین زبان ہے، اور مواد کے اعتبار سے اُس کی وسعت کی کوئی اتھاہ نہیں ہے، اسلوب کے اعتبار سے بہت بلند ہے اور معانی کے لحاظ سے تو وہ جلیل ترین حقائق کا جامع ہے۔ اس لیے نفائس زبان کو حاصل کرنے کی طلب میں سرگرداں رہنے والے، اور اُس کے زینوں پر چڑھنے کی خواہش رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب (نہج البلاغہ) کو اپنا اہم ترین سرمایہ اور بہترین ذخیرہ قرار دیں، اور جس مقصد کے لیے یہ کتاب مدوّن کی گئی ہے اُن معانی کو بھی سمجھنے اور ان پر غور کرنے کی کوشش کریں، اُس کے الفاظ میں وہ معانی تلاش کریں جن کے لیے وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے، تاکہ اس طرح وہ اپنے بہترین

مقاصد تک پہنچ سکیں، اور اچھے نتائج و فوائد حاصل کرسکیں۔

اس کے بعد میں اپنے کام میں اور اُن طلبہ کی خواہشات میں اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دُعا کرتا ہوں، اور اپنی اور ان کی امیدوں کے برلانے کی تمنا کرتا ہوں۔

نہج البلاغة

حصّہ اوّل

خطبات وارشاداتؑ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام

ترجمہ و شرح

سیّد رئیس احمد جعفری (ندوی)

خطبات ـــ ۱۲۱ ـــ ارشادات واحکامات ـــ ۱۱۴ ـــ دُعائیں ـــ ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

یہ امیرالمومنین حضرت علیؑ کے خطبات، خطوط اور کلمات (نہج البلاغۃ) کا ترجمہ! ——— نہج البلاغہ، عربی ادب اور لٹریچر کا بہت ہی گراں سرمایہ ہے۔ فصاحت و بلاغت، زورِ بیان اور شانِ کلام، معنی آفرینی اور نکتہ سنجی، حق کا اثبات اور باطل کی تردید، راستی کی پکار اور کذب و دروغ کی نہی، سچ کا اظہار اور جھوٹ سے پیکار ——— یہ ہے ان خطبات و کلمات کا موضوع!

مختصراً اگر اس کتاب کے خصوصیات بیان کرنا ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں:

(۱) خطبات کا یہ مجموعہ فصاحت و بلاغت اور روانیٔ کلام کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتا۔

(۲) ان خطبات میں فلسفہ بھی ہے اور منطق بھی، تاریخ بھی ہے اور حقائق و معارف بھی ——— وہ حقائق جو صرف دل کی آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں، وہ معارف جو صرف دل کے کانوں سے سنے جا سکتے ہیں۔

(۳) خدا کی یکتائی پر جو محکم دلیلیں اس کتاب میں ملیں گی وہ کہیں اور نہیں مل سکتیں؛ جس طرح قرآنِ حکیم میں خدا کی معرفت کے لیے چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی چیزوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اسی طرح ان خطبات کے خطیب نے ان چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی چیزوں کی سبق آموزی کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ بات دل میں اُتر جاتی ہے، پھر کسی قسم کا وسوسہ اور اندیشہ باقی نہیں رہ جاتا، خدا کی یکتائی پر اعتقاد دم بہ دم [illegible] ہے اور وہ یقینِ محکم حاصل ہو جاتا ہے، جسے دنیا کا کوئی وسوسہ متزلزل نہیں کر سکتا،

(۴) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی، آپؐ کی سیرتِ مقدس، آپؐ کا کردار، آپؐ کی شخصیت، آپؐ کے صفات، آپؐ کے اخلاق، آپؐ کے عادات و خصائل، آپؐ کی گفتار و کردار کی جتنی واضح تصویر کشی ان خطبات میں ملے گی کہیں اور نہیں مل سکتی، اس لیے کہ یہ بیان اُس شخص کا ہے جس نے ہوش کی آنکھیں آغوشِ رسولؐ میں کھولیں اور جس کے دست و سینہ پر سرورِ کائناتؐ نے زندگی کی آخری سانس لی جو فخرِ موجودات کا رفیقِ خلوت و جلوت تھا، جو صرف ایک معتقد اور مومن ہی نہیں تھا، بھائی بھی تھا، خویش بھی تھا، جس نے اپنی زندگی کا مقصد صرف یہ قرار دیا تھا کہ اسے سرورِ کائناتؐ پر نثار کر دے، جس نے جنگ کے میدان میں، گھر میں، مسجد میں، ہجرت سے پہلے، ہجرت کے زمانہ میں اور ہجرت کے بعد، دعوتِ اسلام شروع ہونے سے پہلے، دعوتِ اسلام شروع ہونے کے زمانہ میں اور اسلام کے پھیل جانے کے بعد، جس نے مکہ کی بے سروسامان زندگی میں، مدینہ کی مطمئن اور یکسو زندگی میں، پھر فتحِ مکّہ کے بعد حاکمیت کے دَور

میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تھا، ان کے ساتھ رہا تھا، اس رفاقت کو ہر حالت میں نباہا تھا، کڑیاں جھیل کر، دُکھ اٹھا کر، مصیبتیں سہ کر، خطرات کا مقابلہ کر کے، تلوار کے سایہ میں ——— کیا ایسے شخص سے بڑھ کر بھی کوئی حق رکھتا ہے کہ وہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حرف آخر کہہ سکے؟

(۵) قرآن کریم کی عظمت وشان، جبروت وجلالت کا، صداقت اور معنویت کا جیسا پرشکوہ بیان، ان خطبات میں ملے گا، وہ اپنی مثال آپ ہے، یہ خطبات بتاتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نہ کرے، قرآن پر فکر و تدبر نہ کرے اس کو اپنا راہ نما نہ بنائیے، کیونکہ وہ خود ہی نجات نہیں حاصل کر سکتا، کہیں ضمناً اصل موضوع بنا کر بار بار جناب مرتضیٰؑ نے قرآن پڑھنے، اس پر غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے ان خطبات کے پڑھنے سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن ہی اصل اسلام ہے، پس سچّا اور کھرا مسلمان وہی ہے جو قرآن کے سررشتہ کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے، جو ہر معاملہ میں قرآن کی ہدایت و رہنمائی کا طالب ہو، جو ہر مشکل کا حل قرآن ہی سے ڈھونڈھے، جو ہر مصیبت میں صرف قرآن ہی کے وسیلہ سے مدا وا تلاش کرے!

(۶) ان خطبات میں اہلِ بیت اطہار کا بھی ذکر ہے، اور اس طرح ہے، جس طرح ہونا چاہیے، اہل بیت کو جو فضیلت اور مزیت حاصل تھی وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کسی طرح ممکن ہی نہیں، آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!

(۷) امیر المومنین کے خطبات میں بار بار، کثرت اور تواتر کے ساتھ، بکرّات ومرّات جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ ہے تقویٰ مشکل ہی سے کوئی خطبہ ایسا ہو گا جس میں تقویٰ کی نصیحت اور تلقین نہ کی گئی ہو۔

(۸) مختلف قرآنی آیات کی تفسیر بھی بڑے دلکش اور سبق آموز الفاظ میں ملے گی۔ یہ تفسیر بجائے خود تفسیر بھی ہے، اور پند واندرز بھی۔

(۹) اپنے ہمرہان سُست گام پر امیر المومنین نے واضح اور واشگاف الفاظ میں نکتہ چینی بھی فرمائی ہے، ان پر ملامت بھی کی ہے، ان کی غفلت اور خود فراموشی پر قدح بھی کی ہے اور انھیں ان کے کردار زشت پر سرزنش اور توبیخ بھی فرمائی ہے۔

(۱۰) خوارج کا طبقہ۔ امیر المومنین ہی کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا، اس طبقہ نے بہت جلد ایک بہت بڑے اور خطرناک فتنہ کی صورت اختیار کر لی تھی، اگر اسے پھلنے پھُولنے اور پروان چڑھنے کا وقت ملتا تو شاید آج ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ کچھ اور ہوتی، امیر المومنین نے اس گمراہ فرقہ سے جہاد بھی کیا اور اس کے خیالات واباطیل کی باۡدلۂ واضحہ وساطعہ تردید بھی فرمائی اور اتمام حجت کرتے ہوئے بار بار اس کے سامنے حق بھی پیش کیا، خوارج سے متعلق جو خطبات یا کلمات ملیں گے وہ اپنی اثر آفرینی اور حجیت کے اعتبار سے خاص چیز ہیں!

(۱۱) مشاجرات صحابہ کی جھلک بھی اس میں نظر آئے گی، متعدد صحابۂ کرام تھے جن کی فکر و نظر اور اقدام وعمل سے امیر المومنین کو اختلاف تھا اسی طرح متعدد صحابۂ کرام تھے جنھیں امیر المومنین کی ذاتِ گرامی سے ان کی گفتار ورفتار سے اختلاف تھا،

یہ اختلاف جب صلح پر ختم نہ ہو سکا تو نوبت جنگ و پیکار تک بھی پہنچی ان اختلافات فکر و نظر اور اقدام و عمل کے بارے میں امیرالمومنین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صاحبِ واقعہ کی حیثیت سے فرمایا ہے، ان واقعات میں وہ شریک رہے، یہ واقعات ان پر گزرے، ان واقعات سے انھیں نپٹنا پڑا، لہٰذا اُن کی کمیت و کیفیت، حقیقت و ماہیت اور اساس و اصلیت پر امیرالمومنین نے متعدد مواقع پر اپنے خطبات اور کلمات میں ان کے تذکرے کیے ہیں، ان کا مطالعہ کر کے ہر شخص کسی نتیجہ پر پہنچنے میں پورے طور پر آزاد ہے۔

(۱۲) ان خطبات کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سیّد شریف رضی رحؒ کے لکھے ہوئے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ یہ خطبات و کلمات امیرالمومنین ہی کے ہیں، جو لوگ انھیں الحاقی یا جعلی سمجھتے ہیں، ان کی رائے میرے نزدیک صحیح نہیں، چونکہ مخالفت اور موافقت میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے اس لیے کسی دلیل کے دہرانے کی ضرورت نہیں، مَیں نے صرف اپنی رائے ظاہر کر دینے پر اکتفا کیا ہے، البتہ اتنا ضرور کیا ہے کہ علاّمہ محمد عبدہ —— مفتی دیار مصر کا وہ مقدمہ —— بطور ضمیمہ کے میں نے شامل کر دیا ہے، جو انھوں نے اپنے شرح کیے ہوئے نسخہ نہج البلاغہ میں درج کیا تھا اور جو اس ترجمہ کے سلسلہ میں برابر میرے پیش نظر رہا، اس مقدمہ سے ہر پڑھنے والا اندازہ کرے گا کہ ان خطبات کے بارے میں عالم اسلام کے ایک عالمِ جلیل کی کیا رائے تھی؟ مفتی محمد عبدہ اپنی قابلیت، وسعتِ نظر، مذہبیت اور اسلامیت کی بنا پر نہ صرف مصر کے لیے، بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے مایۂ فخر و ناز تھے، ان کی رائے یقیناً قابلِ غور و تامّل ہے! —— اس مقدمہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جامع نہج البلاغۃ سید شریف رضی رحؒ کے ضروری حالات زندگی بھی درج ہیں۔

---

(۱۳) نہج البلاغہ تین چیزوں پر مشتمل ہے:-

۱۔ **خطبات** —— یعنی تمام و کمال یا نامکمل خطبے اور ارشادات۔

۲۔ **توقیعات** —— احکام و فرامین و مکاتیب!

۳۔ **کلمات** —— مختصر جملے۔

مَیں نے خطبات و ارشادات کا ترجمہ کیا ہے، توقیعات یعنی فرامین و مکاتیب اور کلمات کو اس کتاب کے ناشر مسرز غلام علی اینڈ سنز (لاہور) مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (اور مولانا مرتضیٰ حسین فاضل) سے ترجمہ کروا رہے ہیں، ان کی ترتیب جدید مع تاریخی پس منظر اور عربی متن کے زیر تکمیل ہے، انشاء اللہ یہ مکمل پیشکش اُردو زبان میں ایک خاص چیز بن جائے گی!

(۱۴) کتاب ایک ہے، اس کا متن بھی ایک ہے، شاذ و نادر ایک آدھ جگہ، نسخۂ مصر اور نسخۂ طہران میں کہیں کوئی لفظ

یا جملہ گھٹ بڑھ گیا ہے، جس سے خطبہ یا کلام کی معنویت اور رجحان فکر پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایسے موقع پر، میں نے مصری نسخہ کا اتباع کیا ہے!

(۱۵) میرے پیشِ نظر نہج البلاغہ کے چند نسخے رہے ہیں:

(۱) ایک نسخہ وہ جو مصر سے چھپا ہے اور جس کی شرح' دیارِ مصر کے مفتی مرحوم' علامہ محمد عبدربّہ نے نہایت نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی کے ساتھ فرمائی ہے'، اس سے مَیں نے کافی فائدہ اٹھایا ہے اور جہاں فائدہ اُٹھایا ہے' حوالہ دیدیا ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ وہ ہے' جو نہایت زیادہ' شاندار طریقے پر ایران (طہران) سے شائع ہوا ہے'، اس کا فارسی ترجمہ' ضروری تشریحات کے ساتھ، اور حسب موقع حواشی اور ذیلی مندرجات کے ساتھ علّامہ علی نقی فیض الاسلام مجتہد العصر ایران نے فارسی زبان میں کیا ہے، اس سے میں نے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ گراں بہا نعمت میرے سامنے نہ ہوتی تو شاید میں یہ کام نہ کر پاتا، بار بار اس کے حوالے آپ کی نظروں سے گزریں گے۔

(۳) تیسرا نسخہ عربی متن کے ساتھ' اُردو کے ناقص اور ناتمام ترجمہ اور تفسیر بالرائے کے ساتھ وہ ہے جو لکھنؤ سے شائع ہوا ہے'، اس کا ایک حصّہ دار الترجمہ امیریہ (محمود آباد لکھنو) نے چھاپا ہے اور دو حصّے' نظامی پریس' (لکھنؤ) نے شائع کئے ہیں، حصّہ اوّل کا ترجمہ' جو صرف ۲۲ خطبوں پر مشتمل ہے، جناب سید ظفر مہدی صاحب قبلہ نے کیا ہے'، اور مَیں ان کی قابلیت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا، باقی دو حصّوں کا ناتمام و نامکمل ترجمہ مولانا سید محمد صادق صاحب قبلہ نے کیا ہے، موصوف کی قابلیت اور نکتہ سنجی کی بھی داد دیئے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن ان تراجم میں دو بہت بڑے نقص ہیں، ایک تو یہ کہ ترجمہ اتنا اُلجھا ہُوا ہے۔ مبتدا اور خبر میں اتنا دور دراز کا فاصلہ ہے اور مبتدا سے خبر تک پہنچنے میں اتنے ہچکولے اور جھٹکے پیش آتے ہیں کہ ایصال الی المطلوب کے بجائے صرف "اراءۃ الطریق" کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، پھر ایسا بھی ہُوا ہے کہ سہوِ کاتب، سہوِ مترجم سے بعض جگہ، کئی کئی جملوں کا ترجمہ غائب ہے، کہیں کہیں الفاظ کا مطلب سمجھنے میں غلطی بھی ہوئی ہے، بعض مقامات پر ترجمہ اتنا گنجلک ہے کہ اصل عربی عبارت تو سمجھ میں آجاتی ہے مگر ترجمہ سمجھ میں بالکل نہیں آتا، پھر دوسرا نقص یہ ہے کہ خطبات کی جو تشریح و تفسیر کی گئی ہے وہ زیادہ تر تفسیر بالرائے ہے، اگرچہ تاریخی حوالے قدم قدم پر موجود ہیں، اس تشریح و تفسیر نے اس ترجمہ کو صرف ایک خاص نقطۂ نظر کے لوگوں کا سرمایۂ مطالعہ بنا دیا ہے، اس کے برعکس علامہ فیض الاسلام نے اپنے ترجمہ و تشریح میں اگرچہ کہیں بھی، اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے بارے میں مداہنت سے کام نہیں لیا ہے، پھر بھی انھوں نے اندازِ بیان وہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسلمان یکساں طور پر اس سے متمتع ہو سکتا ہے ممکن ہے دورانِ مطالعہ میں کسی جگہ وہ اپنی فکر و رائے کو علامہ کی رائے سے مختلف پائے، لیکن ممکن نہیں کہ وہ علّامہ کی قابلیت اور علم سے متاثر و مرعوب نہ ہو!

(۴) چوتھا نسخہ' بغیر عربی متن کے' وہ ہے جو دہلی کے مطبع یوسفی سے شائع ہُوا ہے اور جس کے مترجم حکیم

ذاکر حسین صاحب قبلہ ہیں، اس ترجمہ کو، ترجمہ کہنا ترجمہ پر اتنا بڑا اتہام ہے جس کا وہ غریب متحمل نہیں ہو سکتا، تکلف برطرف کرکے انھوں نے ترجمہ کے وقت، جس جملہ، جس حصّہ جس لفظ کو چاہا ہے یکسر نظر انداز کر دیا ہے، یہ ترجمہ نہ لفظی ہے ——— جیسا لکھنوی ترجمہ ہے ——— نہ تشریحی ہے ——— جیسا علاّمہ فیض الاسلام کا ہے ——— نہ تفسیر کے ساتھ ہے ——— جیسا علاّمہ مفتی عبدربہ کا ——— یہ ضرور ہے کہ کوئی خطبہ یا کلمہ چھوڑا نہیں ہے، لیکن اس ترجمہ میں اور اصل عبارت میں کیا نسبت ہے اسے کوئی نہیں بتا سکتا،

یہ الفاظ مَیں نے بڑے دُکھ کے ساتھ لکھے ہیں، اور اس نکتہ چینی کا یہ مطلب نہیں کہ میرا ترجمہ ہر غلطی سے مبرّا ہے، مَیں ہرگز اتنا بڑا دعویٰ نہیں کر سکتا، مجھے اپنی علمی کم مائگی کا اعتراف ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے تامّل کے بعد میں نے یہ ذمہ داری قبول کی اور مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر علاّمہ فیض الاسلام سیّد علی نقی کا فارسی ترجمہ مجھے دستیاب نہ ہو جاتا، تو ہرگز صرف اپنی استعداد پر یہ کارِ اہم مجھ سے انجام نہیں پا سکتا تھا، پھر بھی مجھ سے یقیناً غلطیاں ہوئی ہوں گی، لیکن بات میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، غلطی کی بنیاد صرف کم علمی اور علمی بے مائگی ہی ہوگی اور کچھ نہیں، ترجمہ کرتے وقت میں نے حتی الامکان لفظی دیانت کو پورے طور پر پیش نظر رکھا ہے، واقعات کا تاریخی پسِ منظر بیان کرنے میں مَیں نے صرف تاریخ سے مدد لی ہے، اپنی رائے سے نہیں، میرا یہ عقیدہ ہے جس طرح اسلام اور داعی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی ذات شیعوں اور سُنّیوں میں مشترک ہے اسی طرح علیؑ اور حسینؑ اور اہلِ بیتِ اطہارؑ کی ہستی گرامی بھی سنیوں اور شیعوں کا یکساں ناقابلِ تقسیم ترکہ ہے آج سے ۱۶-۱۷ سال پہلے لکھنؤ کی شیعہ سُنّی آویزش کے زمانہ میں، مولانا ظفر علی خان نے ایک بڑی اچھی نظم لکھی تھی، تلاش کے باوجود اس وقت وہ دستیاب نہ ہو سکی، دو شعر حافظہ کے ذخیرہ میں محفوظ رہ گئے، وہ پیش کرتا ہوں، انھیں پڑھیئے اور واقعیت وحقیقت کی داد دیجیئے، مولانا فرماتے ہیں: ؎

کچھ شیعوں ہی کے نہیں مشکل کشا علیؑ ہر رن میں نعرہ سُنیوں کا بھی ہے "یا علیؑ!"

جو دیدہ وَر ہیں خاکِ درِ بُوترابؑ ہیں اس میں ابوالکلام ہوں یا سر رضا علی!

کیا یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت نہیں؟

اب میں اپنے ترجمہ، تشریح، حل لغات اور درج کردہ تاریخی پس منظر کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں ——— بہت مختصر طور پر!

(۱) ترجمہ حتی الامکان لفظی کیا ہے، جہاں لفظ کے ترجمہ سے مطلب واضح نہیں ہو سکا ہے، وہاں قوسین میں تشریحی الفاظ بڑھا دیئے ہیں، عربی زبان بڑی وسیع اور جامع زبان ہے، اسی اعتبار سے بلیغ تر اور فصیح ترین بھی، کبھی کبھی ایسے الفاظ سے بھی سابقہ پڑا ہے کہ لفظ اپنے مفہوم کے لیے پورے جملے کا طالب ہوا ہے اور ایسے موقع پر میں مجبور ہو گیا

ہوں، بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی دن صرف ہوگئے ہیں!

(۲) خطبات کے عنوانات تمام تر میرے قائم کیے ہوئے ہیں۔

(۳) حل لغات میں، مجھے بہت زیادہ مدد، مصری نسخہ سے ملی، اہل زبان ہی اپنی زبان کی صحیح ترجمانی کرسکتا ہے ایسے مواقع پر میں نے پوری بے تکلفی سے فائدہ اٹھایا ہے اور حوالہ دے دیا ہے، ایرانی نسخہ سے بھی، جہاں اس سلسلہ میں مدد ملی ہے، اس کا حوالہ آپ کو موجود ملے گا۔

(۴) ترجمہ کی سادہ عام فہم اقرب الی المعنیٰ، سیاق و سباق سے مطابق اور بلیغ و جامع تر، جو تشریح، علامہ فیض الاسلام سید علی نقی نے فرمائی ہے، اس کا جواب نہیں اور فخر کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں کہ اس گلشن کی گل چینی میں میں نے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا ہے، چنانچہ خاص خاص اور اہم مواقع پر فارسی ترجمہ کا حوالہ آپ برابر ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۵) ایرانی اور مصری نسخہ کے اندر خطبات کی ترتیب میں کہیں کہیں تقدم و تاخر ہے، یعنی فرض کیجیے مصری نسخہ میں ایک خطبہ کا نمبر بیسواں ہے تو ایرانی نسخہ میں پچاسواں۔ ایسے موقع پر میں نے ایرانی نسخہ کا اتباع کیا ہے اس سے اصل کتاب کی افادیت میں تو کوئی فرق نہیں پڑا لیکن مجھے ترجمہ میں سہولت ہوگئی۔

(۶) میں نے وہ تمام خطبات و کلمات لے لیے ہے جو ایرانی اور مصری نسخوں میں مشترک تھے اور ۹۵ فیصد مشترک ہی ہیں، لیکن اگر کوئی چند سطروں کا خطبہ یا چھوٹا سا کلمہ، کسی ایک میں نہیں ہے اُسے نہیں لیا، ایسی مثالیں شاذ ہیں اور الشاذ کالمعدوم!

(۷) ایرانی نسخہ میں ایک بڑی اچھی بات یہ ہے کہ خطبات کی PARAGRAPHIMS موجود ہے اس کے برعکس دوسرے عربی نسخوں میں بغیر پیراگراف کے خطبہ شروع ہوا ہے اور ختم ہوگیا ہے اس سے ترجمہ میں بھی دِقّت ہوتی ہے اور اخذ مطلب میں بھی!

(۸) امیرالمومنین کے اسمِ گرامی سے ہر مسلمان واقف ہے، ان کی ذات قدسی صفات سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتا ہے، لیکن اسے نہیں معلوم آپ کے سوانح حالات کیا تھے؟ آپ کا بچپن کس طرح کٹا؟ جوانی کس طرح گزری؟ بڑھاپا کیسے بسر ہُوا؟ شہادت کے مرتبہ پر کیونکر فائز ہوئے؟ رفیقان راہ کون تھے؟ کیسے تھے؟ کیسی کیسی مخالفتوں سے آپ کو دوچار ہونا پڑتا؟ کیسے کیسے جگر فگار، حوصلہ شکن اور روح فرسا حالات میں آپ نے اپنا کام جاری رکھا؟ ان سب باتوں کو جاننے کے لیے ضروری تھا کہ مختصر طور پر آپ کی حیات گرامی کا ایک خاکہ پیش نظر رہتا، چنانچہ میں نے آپ کے حالاتِ حیات بھی خطبات سے قبل درج کردیئے ہیں اور پھر یہ بھی کہ ——— آپ کی وفات اور شہادت کا پس منظر اور پیش منظر بھی درج کردیا ہے! جس سے مستند تاریخوں کے حوالہ کے ساتھ، تمام واقعات نظر کے سامنے آجاتے ہیں!

(۹) ان خطبات میں بہت سے شہروں کے نام آئے ہیں، بہت سے مقامات کا ذکر ہے، بہت سے اشخاص و رجال کا تذکرہ ہے، بہت سی تحریکوں اور ان کے بانیوں پر تبصرہ ہے، بہت سے واقعات پر جرح و نقد ہے ——— پڑھنے والا یہ سب چیزیں پڑھ لیتا ہے اور کتاب بند کردیتا ہے، لیکن وہ نہیں جانتا جن شہروں کا، جن مقامات کا، اشخاص و

رجال کا، تحریکوں اور ان کے بانیوں کا، واقعات و سوانح کا ذکر فرمایا گیا ہے، ان کی کیفیت کیا تھی؟ حیثیت کیا تھی؟ پسِ منظر کیا تھا؟ حقیقت اور اصلیت کیا تھی؟ میں نے مستند تاریخی کتابوں سے، کافی سعی و جستجو کے بعد صحیح و معتبر واقعات درج کر دیئے ہیں، اب پڑھنے والا آسانی سے خطبہ کی روح اخذ کر سکتا ہے!

(۱۰) ان خطبات میں "ملاحم" کا بھی ایک حصہ ہے، یعنی امیر المومنین نے اپنی چشمِ بصیرت سے آنے والے واقعات و حوادث کو ملاحظہ فرمالیا ہے اور ان کا ذکر کر دیا ہے، ان ملاحم میں بھی لوگوں کا، تحریکوں کا، حالات و حوادث کا تذکرہ ہے، میں نے تاریخی ماخذ سامنے رکھ کر ان چیزوں کی نشان دہی بھی کر دی ہے، اور میرا خیال ہے اس طرح سے خطبات کا سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے!

(۱۱) نہج البلاغہ، حقائق و معارف، علوم معقول و منقول، تفسیر و الہیات کلام و فلسفہ، مناظرہ اور فقہ، فصاحت و بلاغت معانی و بیان، حدیث و قرآن کا ایک بحر بیکراں ہے - اس میں عسر الفہم اور عسیر المعنیٰ الفاظ ہیں سخت اور پیچیدہ تراکیب ہیں، ایجاز و اختصار کی مشکل پسندی ہے - فلسفہ اور الہیات کے دقیق مطالب ہیں، سخت اور دشوار اصطلاحات ہیں، حق تو یہ تھا کہ اس کا ترجمہ متعلقہ امور کے ساتھ، اہل علم کا ایک بورڈ انجام دیتا، جس میں ماہرین لسانیات و لغات حاملین قرآن و سنت، اکابر علم و فن اور بزرگان سلوک و معرفت شریک ہوتے، یہ سب فکر معاش سے بے نیاز ہوتے اور پورے اطمینان و دلجمعی کے ساتھ، برسوں میں، بسہولت یہ کام انجام دیتے لیکن یہ کام مجھے کرنا پڑا، جس کی علمی تہی مائگی اور بے بضاعتی، ایک معلوم و معروف حقیقت ہے جسے اطمینان و دلجمعی کا ایک لمحہ میسّر نہیں جو فکر معاش سے مستغنی نہیں جسے بہرحال چند ماہ کی مختصر ترین مدّت میں یہ کام انجام دینا تھا، چنانچہ ایک مزدور کی طرح میں نے یہ بوجھ اپنے دوشِ ناتواں پر اٹھالیا، اور اب کہ اسے اٹھا چکا ہوں، آپ سے داد کی اور خدا سے اجر کی توقع بھی رکھتا ہوں۔

بہ کلام بیدل اگر رسی مگزر ز جادۂ منصفی!
کہ کسی نمی طلبد ز تو صلۂ دگر — مگر آفریں!

کتاب وقت مقررہ پر ختم کرنے کے لیے چند ایسے کلمات اور خطبات میں نے حذف کر دیئے جن کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ قد تقدم مثلہ بالفاظ مختلفۃ یعنی بالفاظ مختلفہ جن کا ترجمہ پیشتر ازیں درج کر چکا ہوں۔

(۱۲) اب ان کتابوں کا بھی ذکر کر دوں، جو ترجمہ، تشریح اور تاریخی پسِ منظر پیش کرنے کے سلسلہ میں پیش نظر رہیں، عربی، ایرانی اور ہندی نسخوں کے علاوہ میں نے جن کتابوں سے مدد لی، وہ یہ ہیں:-

(۱) خلفائے راشدین — شائع کردہ دار المصنفین اعظم گڈھ
(۲) عرب کی موجودہ حکومتیں — " " " "
(۳) تاریخ اسلام، حصّہ بنو امیہ و بنو عباس — " " " "

(۴) الفاروق — علامہ شبلی نعمانی

(۵) سیرۃ النبیؐ — 〃 〃 〃

(۶) ابوذرغفاری — مولانا مناظر احسن گیلانی

(۷) سیرت عائشہؓ — علامہ سید سلیمان ندوی

(۸) تاریخ اسلام — از مولانا عبدالحلیم شررؔ مرحوم

(۹) انسانیت موت کے دروازے پر — مضامین الہلال از ابوالکلام آزاد (طبع لاہور باہتمام عبدالمجید قریشی)

(۱۰) رحمۃ للعالمین (ہرسہ حصص) — از مولانا سلیمان منصورپوری

(۱۱) تاریخ مسعودی — ابوالحسن مسعودی

(۱۲) تذکرہ الحفّاظ — (ذہبی)

(۱۳) ابن خلکان

(۱۴) الفخری — (ابن طقطقی)

(۱۵) موضوع سے متعلق اور بھی متعدد کتابیں پیشِ نظر رہیں، جن کے ناموں کا ذکر طوالت سے خالی نہیں!

مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا، عرض کرچکا، اب کتاب آپ کے سامنے ہے، اگر اس کا مطالعہ آپ کے دل پر دستک دے، تو دعائے خیر میں مجھ نامۂ سیاہ کو بھی یاد کرلیجئے، شاید آپ کی دعائیں ایک معصیت کار کو مردِ مومن بنا سکیں!

رئیس احمد جعفری

تذکرۂ بُوتراب

امیرالمومنین حضرت علی مُرتضیٰؑ

نام، نسب، خاندان | علیؑ نام، ابُوالحسن اور ابُوتراب کُنیت، حیدرؑ ر شیر) لقب، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ چونکہ ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی، اس لیے علیؑ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے والد ابوطالب مکّہ کے نہایت ذی اثر بزرگ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد انہی کی زیرِ حمایت مکّہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا، ابوطالب ہر موقع پر آپؐ کے لیے سینہ سپر رہے اور سرورِ کائناتؐ کو کفار کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ رکھا۔

حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے بھی حضرت آمنہؓ کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبّت سے پرورش کی۔ مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کرکے مدینہ گئیں۔ ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا۔ لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد میں سب سے زیادہ اسی نیک سیرت خاتون کا ممنون احسان ہوں[2]۔

ولادت | ۱۳ ر رجب ۳۰ عام الفیل (مطابق تقریباً ۶۰۰ء) خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے (مسعودی ج ۲ ص ۳۵۸) جو آپ کی اہم ترین فضیلت قرار پائی۔

اعلانِ اسلام | حضرت علیؑ کا سن ابھی صرف دس سال کا تھا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو مصروفِ عبادت دیکھا۔ اس مؤثر نظارہ نے اثر کیا، طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوت کے منصبِ گرامی کی خبر دی اور کفر وشرک کی مذمت کرکے توحید کی دعوت دی، فطرت سنور چکی تھی، توفیق الٰہی شامل ہوئی۔ اس لیے غور وفکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور اعلانِ اسلام فرما دیا[3]۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ ذی قرد وغیرہ۔ [2] ترجمہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷۔ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؑ۔

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا، بعض روایات سے حضرت ابوبکر رضؓ کی بعض سے حضرت علیؑ کی اوّلیت ظاہر ہوتی ہے اور بعضوں کے خیال میں حضرت زید بن حارثہ رضؓ کا ایمان سب پر مقدم ہے لیکن محققین نے ان مختلف احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضؓ عورتوں میں، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مردوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضؓ غلاموں میں اور حضرت علیؑ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

منجلا بھائی حضرت علیؑ کی عمر اندازاً پندرہ سال کی تھی کہ آنحضرت صؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی تقریباً چالیس افراد موجود تھے حضرت حمزہ رضؓ، عباس رضؓ، ابولہب اور ابوطالب بھی شرکاء میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُٹھ کر فرمایا "یا بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار رہو گا؟" اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیرِ خدا علیؑ مرتضیٰ کی آواز بلند ہوئی، کہ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپؐ کا یار و دست و بازو بنوں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم بیٹھ جاؤ اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا لیکن کسی نے جواب نہیں دیا، حضرت علیؑ پھر اُٹھے، آنحضرت صؐ نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارِ گراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علیؑ نے جانبازی کے لہجہ میں ان ہی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جا، تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔[1]

جانثار اور فداکار بھائی دعوتِ اسلام کی کامیابی دیکھ کر کفار مکہ بہت تلملائے، ایک روز سب اکٹھا کر کے کاشانۂ نبوی کی طرف چلے کہ مکہ چھوڑنے سے پہلے ذات اقدس صؐ کو دنیا سے رخصت کر دیں۔ وحی الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کے ارادوں سے اطلاع دیدی اور ہجرت مدینہ کا حکم ہوا، سرورِ کائنات صؐ نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اپنے فرشِ اطہر پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ بائیس تیئس برس کی تھی، اس عنفوانِ شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لیے پیش کرنا فدویت و جاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے، رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرہ کی حالت میں یہ نوجوان نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ محو خواب رہا۔ غرض تمام رات مشرکین قریش اس دھوکے میں رہے کہ خود حضرت سرور کائنات صؐ استراحت فرما ہیں اور صبح ہوتے ہوتے اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لیے اندر آئے لیکن یہاں یہ دیکھ کر متحیر رہ گئے کہ شہنشاہِ دوعالم صؐ کے بجائے آپؐ کا جاں نثار بھائی قربان ہونے کے لیے سر بکف سو رہا ہے۔[2] مشرکین اپنی اس غفلت پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علیؑ کو چھوڑ کر اصل مقصود کی تلاش و جستجو میں روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن مکہ میں مقیم رہے اور آنحضرت

---

[1] طبری ص ۱۱۷۲ یہ روایت مسند ابن حنبل میں بھی بالاختصار مذکور ہے، دیکھو جلد ۱ ص ۱۵۵۔ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۔

کی ہدایت کے مطابق جن لوگوں سے آپ کا کاروبار اور لین دین تھا، ان کے معاملات سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن کو خیر باد کہہ کر عازم مدینہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا، تو حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا[1]۔

پہلی مسجد کا معمار ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا، آپ نے اس کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصّہ لیا، تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اینٹ اور گارا لا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے[2]۔

لا یستوی من یعمر المساجدا	جو مسجد تعمیر کرتا ہے، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت
یدأب فیہ قائما وقاعدا	کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام
ومن یری عن الغبار حائدا	سے جی چراتا ہے، وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

غزوۂ بدر میں شیرِ خداؑ کا حصّہ

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے۔ جن میں سے ایک حیدر کرار کے ہاتھ میں تھا۔ جب رزمگاہِ بدر کے قریب پہنچے تو سرورِ کائنات صلعم نے حضرت علیؑ کو چند منتخب جانبازوں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لیے بھیجا، انھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقاموں پر قبضہ کر لیا، سترہویں رمضان ۲ھ جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی، قاعدہ کے موافق پہلے تنہا تنہا مقابلہ ہوا، سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوئے، تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے، قریش کے بہادروں نے ان کا نام و نسب پوچھا، جب یہ معلوم ہوا کہ دو یثرب کے جوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پکار کر کہا کہ اے محمدؐ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر آدمی بھیجو۔ اس وقت آنحضرت صلعم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لیے۔ حمزہؓ، علیؑ اور عبیدہؓ۔ تینوں۔۔ اپنے اپنے حریفوں کے لیے میدان میں آئے، حضرت علیؑ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہؓ کی مدد کی، ان کے حریف شَیْبَہ کو بھی قتل کیا، مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کر دیا، یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ شیرِ خدا نے صفیں کی صفیں اُلٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کو جلا دیا،

---

[1] ابن سعد تذکرۂ علیؑ ص ۱۳ ۔ [2] زرقانی جلد ۱ ص ۴۲۶

مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور مالِ غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے[1] - مال غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ، ایک اُونٹ اور ایک تلوار ملی -

حضرت فاطمہؓ سے نکاح

اسی سال یعنی ۲ھ میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دامادی کا شرف بخشا، یعنی اپنی محبوب ترین صاحبزادی سیّدۃ النسا حضرت فاطمہؓ زہرا سے نکاح کردیا -

حضرت فاطمہؓ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا - اس کے بعد حضرت علیؑ نے خواہش کی، آپ نے ان سے پوچھا تمھارے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے؟ کہا - ایک گھوڑے اور ایک زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے - آپ نے فرمایا، کہ گھوڑا تو لڑائی کے لیے ہے، البتہ زرہ کو فروخت کردو، حضرت علیؑ نے اس کو حضرت عثمانؓ کے پاس چار سو اسّی درہم میں بیچا اور قیمت لاکر آنحضرتؐ کے سامنے پیش کی، آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائیں اور خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی[2] -

جہیز: حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ کو اپنے گھر سے جو جہیز ملا تھا، اس کی کل کائنات یہ تھی - ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ - عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک ان کی رفیق رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں کوئی اضافہ نہ کرسکے -

اُحُد میں حیدر کرّار کے کارنامے | ۳ھ میں اُحد کا معرکہ پیش آیا، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی اور پہلے مسلمانوں نے قلتِ تعداد کے باوجود غنیم کو بھگا دیا، لیکن عقب کے محافظ تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکایک ٹوٹ پڑے - اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کے اوسان جاتے رہے - اسی حالت میں سرورِ کائناتؐ کو چشم زخم پہنچی - دندان مبارک شہید ہوئے اور آپؐ ایک خندق میں گر پڑے[3] - مشرکین اُدھر بڑھے، لیکن حضرت مصعبؓ ابن عمیر نے ان کو آپؐ کے پاس جانے سے روکا، اور اسی میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے - اس کے بعد حیدر کرار نے بڑھ کر علم سنبھالا اور بے جگری کے ساتھ دادِ شجاعت دی - مشرکین کے علمبردار ابوسعد بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لیے للکارا، شیرِ خدا نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا، اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہوگیا، حضرت علیؑ کو اس کی بے بسی اور بدحواسی پر رحم آگیا اور زندہ چھوڑ کر واپس آئے[4] -

غزوہ خندق اور شیرِ خدا | ۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا، اس میں کفار کبھی کبھی خندق میں گھس گھس کر حملہ کرتے

[1] دیکھو سیرت ابن ہشام غزوۂ بدر۔ [2] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۴۔ [3] بخاری باب غزوۂ احد۔

تھے، ایک دفعہ سواروں نے حملہ کیا، حضرت علیؑ نے چند جانبازوں کے ساتھ بڑھ کر روکا، سواروں کے سردار عمرو بن عبد ود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت علیؑ نے اپنے کو پیش کیا، اس نے کہا میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، شیرِ خدا نے کہا لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، وہ برہم ہو کر گھوڑے سے کود پڑا اور مقابلہ میں آیا تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقارِ حیدری نے اس کو واصل جہنم کیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ دوسرے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔[1]

بنو قریظہ اور علیؑ بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود ان کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا، اس لیے غزوۂ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرتؐ نے ان کی طرف توجہ کی، اس مہم میں بھی عَلم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔[2]

عشقِ رسولؐ کی انتہا اسی سال یعنی سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً چودہ ہزار صحابہؓ کرام کے ساتھ زیارتِ کعبہ کا ارادہ فرمایا، مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے، حضرت عثمانؓ گفتگو کے لیے سفیر بنا کر بھیجے گئے، مشرکین نے ان کو روک لیا، یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے انتقام کے لیے مسلمانوں سے بیعت لی، حضرت علی بھی اس بیعت میں شریک تھے، بعد کو جب معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا اور طرفین سے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی گئی، حضرت علیؑ کو صلحنامہ لکھنے کا حکم ہوا، انھوں نے حسب دستور ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبارت سے عہدنامہ کی ابتدا کی، مشرکین نے "رسول اللہ" کے لفظ پر اعتراض کیا کہ اگر ہم کو رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؑ کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور عرض کی خدا کی قسم میں اس کو نہیں مٹا سکتا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے اس کو مٹا دیا اس کے بعد صلح نامہ لکھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔[3]

فاتحِ خیبر سنہ ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا فتح ہونا آسان نہ تھا۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، حضرت سرورِ کائناتؐ نے فرمایا: "کل ایک ایسے بہادر کو عَلم دوں گا، جو خدا کا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے مقدور ہے۔" صبح ہوئی تو ہر شخص متمنی تھا کہ کاش اس فخر و شرف کا تاج اس کے سر پر ہوتا، لیکن یہ دولت گرانمایہ حیدر کرار کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ صبح کو بڑے بڑے جان نثار اپنے نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً آپؐ نے حضرت علیؑ کا نام لیا، یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حضرت علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو بلا کر ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۹۸ + [2] زرقانی غزوہ بنی قریظہ ÷ [3] بخاری کتاب الصلح زرقانی باب غزوہ حدیبیہ۔

یہ شکایت فوراً جاتی رہی۔[1]

اس کے بعد علمِ مرحمت فرمایا حضرت علیؑ نے پوچھا یا رسول اللہ ص کیا میں ان کو لڑ کر مسلمان بناؤں؟ فرمایا نہیں، بلکہ پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اگر تمھاری کوششوں سے ایک شخص بھی مسلمان ہوگیا تو وہ تمھارے لیے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے[1]۔

لیکن یہودیوں کی قسمت میں اسلام کی سربلندی کے بجائے شکست، ذلت اور رسوائی لکھی تھی، اس لیے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ان کا معزز سردار مرحب بڑے جوش و خروش سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر انّی مرحب — شاکی السلاح بطل مجرّب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں — اسلحہ پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں

اذا الحروب اقبلت تلهّب

جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے بڑھے۔

انا الذی سمّتنی امّی حیدرہ — کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے — جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا

اوفیهم بالصاع کیل السندرہ

میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔[2]

غزوۂ حنین اور حضرت علیؑ فتح مکہ کے بعد اسی سال غزوۂ حنین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا اور اس میں پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی لیکن جب وہ مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوئے تو شکست خوردہ غنیم نے غافل پاکر پھر اچانک حملہ کر دیا، مجاہدین اس ناگہانی مصیبت سے ایسے پریشان ہوئے کہ بارہ ہزار نفوس میں سے صرف چند ثابت قدم رہ سکے۔ ان میں سے ایک حضرت علی بھی تھے، آپ نہ صرف پامردی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے، بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کے امیر لشکر پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور دوسری طرف جو مجاہدین ثابت قدم رہ گئے تھے، وہ اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ مسلمانوں کی ابتری اور پریشانی کے باوجود دشمن کو شکست ہوئی۔[3]

اہلبیت کی حفاظت ۹ ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علیؑ کو اہل بیت کی حفاظت کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، شیرِ خدا کو شرکتِ جہاد سے محرومی کا غم تو تھا ہی، منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کر دیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا حال معلوم ہوا تو فرمایا علیؑ! کیا تم اسے پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمھارا وہ رتبہ ہو جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا۔

---

[1] کتاب المغازی غزوۂ خیبر۔ [2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۔ امطبوعہ مصر باب غزوۂ ذی قرد وغیرہا۔ [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۷ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۹

تبلیغ فرمانِ رسولؐ غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنا کر مکہ روانہ فرمایا، اسی اثنا میں سورۃ برأت نازل ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورہ ابوبکرؓ کے ساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کے لیے بھیج دی جاتی تو اچھا ہوتا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کرسکتا ہے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ مکہ جاکر اس سورہ کو سنائیں اور عام اعلان کردیں کہ کوئی کافر جنّت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی عہد ہے، وہ مدت معینہ تک باقی رہے گا۔[1]

مہم یمن اور اشاعتِ اسلام تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مہمیں روانہ فرمائیں، ان میں یمن کی مہم پر حضرت خالد بن ولید مامور ہوئے، لیکن چھ مہینے کی مسلسل جدوجہد کے باوجود اشاعتِ اسلام میں کامیاب نہ ہوسکے، اس لیے رمضان سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بُلا کر یمن جانے کا حکم دیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ایک ایسی قوم میں بھیجتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمّر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصل کرنا میرے لیے دشوار کام ہوگا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی، اے خدا! اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نُور سے منوّر کر، اس کے بعد اپنے دستِ اقدس سے ان کے فرقِ مبارک پر عمامہ باندھا اور سیاہ عَلَم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔[2]

حضرت علیؑ کے یمن پہنچتے ہی یہاں کا رنگ بالکل بدل گیا، جو لوگ حضرت خالدؓ کی چھ مہینہ کی سعی و کوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے وہ حضرت علی مرتضیٰ کی صرف چند روزہ تعلیم و تلقین سے اسلام کے شیدائی ہوگئے، اور قبیلہ ہمدان مُسلمان ہوگیا۔

حضرت علی کی خلافت آنحضرتؐ کی وفات کے بعد علی الترتیب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی، اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس منصب کے قبول کرنے کے لیے سخت اصرار کیا، انھوں نے پہلے اس بارگراں کے اٹھانے سے انکار کردیا، لیکن آخر میں مہاجرین و انصار کے اصرار سے مجبور ہوکر اٹھانا پڑا اور واقعہ کے تیسرے دن ۲۱ ذی الحجہ دوشنبہ کے دن مسجدِ نبوی میں جناب مرتضیٰ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئی۔

مسند نشین خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلا کام حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ چلانا تھا اور ان کو سزا دینا تھا، لیکن دقّت یہ تھی کہ شہادت کے وقت صرف ان کی بیوی نائلہ بنت فرافصہ موجود تھیں جو اس کے سوا کچھ نہیں بتاسکیں کہ محمد بن ابی بکر دو آدمیوں کے ساتھ جن کو وہ پہلے سے پہچانتی نہیں تھیں، اندر آئے۔ حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو پکڑا تو انھوں نے قسم کھاکر اپنی برأت ظاہر کی کہ وہ قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے ایک جملہ سے محجوب ہوکر پیچھے ہٹ آئے، البتہ ان دونوں نابکاروں نے بڑھ کر حملہ کیا جن کو وہ بھی نہیں جانتے کہ کون تھے؟[3] حضرت نائلہ نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ محمد بن ابی بکر شریکِ قتل نہ تھے،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۴۲ و ۳۴۳۔ [2] زرقانی ج ۳ ص ۱۲۲۔ [3] فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۳۔

غرض تحقیق و تفتیش کے باوجود قاتلوں کا پتہ نہ چلا، تاریخ کی کتابوں میں قاتلوں کے مختلف نام مذکور ہیں لیکن شہادت کی قانونی حیثیت سے وہ مُجرم ثابت نہیں ہوتے، اس لیے مُجرمین کا کوئی پتہ نہ چلا اور حضرت علیؑ اس وقت کوئی کاروائی نہ کر سکے ۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، حضرت علیؑ کے نزدیک اس انقلاب کا اصلی سبب عمال کی بے اعتدالیاں تھیں اور بڑی حد تک یہ صحیح بھی ہے۔ اس لیے آپ نے تمام عثمانی عمال کو معزول کر کے عثمان ابن حنیف کو بصرہ کا عامل کیا، عمارہ بن حسان کو کوفہ کی حکومت سپرد کی حضرت عبداللہؓ ابن عباس کو یمن کی ولایت پر مامور کیا، اور سہیل کو حکومتِ شام کا فرمان دے کر روانہ کیا، سہل تبوک کے قریب پہنچے تو امیر معاویہؓ کے سوار مزاحم ہوئے اور ان کو مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا، اس وقت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا کہ اُن کی خلافت جھگڑوں سے پاک نہیں ہے ۔

جنگِ جمل جنگِ جمل درحقیقت غلط فہمی کا نتیجہ تھی جسے ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ ٹلی جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ منوّرہ چھوڑ کر کوفہ میں مستقل اقامت اختیار کی اور دارالحکومت حجاز سے عراق منتقل ہو گیا، لوگوں نے اس تبدیلی کے مختلف وجوہ بیان کیے ہیں مگر میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے حرم نبوی کی جو توہین ہوئی، اس نے علی مرتضیٰ کو مجبور کیا کہ وہ آئندہ سلطنت کے سیاسی مرکز کو علمی اور مذہبی مرکز سے علیحدہ کر دیں ۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کوفہ میں حضرت علیؑ کے طرفداروں اور حامیوں کی اس وقت سب سے بڑی تعداد تھی۔ بہرحال حضرت علیؑ نے کوفہ میں قیام فرما کر ملک کا از سرِنو نظم و نسق قائم کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کی ولایت سپرد کی، مدائن پر یزید بن قیس، اصفہان پر محمد بن سلیم، کسکر پر قدامہ بن عجلان ازدی، سجستان پر ربعی بن کاش اور تمام خراسان پر خلید بن کاش کو مامور کر کے بھیجا۔ خلید خراسان پہنچے تو ان کو خبر ملی کہ خاندانِ کسریٰ کی ایک لڑکی نے نیشاپور پہنچ کر بغاوت کرادی ہے ۔ چنانچہ انھوں نے نیشاپور پر فوج کشی کر کے بغاوت فرو کی اور اس کو بارگاہِ خلافت میں بھیج دیا۔ جناب امیر نے اس کے ساتھ نہایت لطف و کرم کا برتاؤ کیا اور اس سے فرمایا کہ اگر وہ پسند کرے، تو اپنے فرزند اکبر امام حسن (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیں ؟ اُس نے کہا کہ وہ ایک ایسے شخص سے شادی کرنا نہیں چاہتی جو ابھی خود مختار نہ ہو، اگر خود جنابِ امیرؑ اپنے عقدِ نکاح سے مشرف فرمائیں تو بطیبِ خاطر حاضر ہوں، حضرت علیؑ نے انکار کیا اور اُسے آزاد کر دیا کہ جہاں چاہے رہے اور جس سے چاہے بیاہ کرے ۔

صلح کی دعوت اگرچہ حضرت علیؑ کو یہ معلوم تھا کہ امیر معاویہؓ آپ کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے تاہم آپ نے اتمامِ حجت کے لیے ایک دفعہ پھر صلح کی دعوت دی اور جریر بن عبداللہ کو قاصد بنا کر بھیجا۔ جریر ایسے وقت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے کہ ان کے دربار میں رؤسائے شام کا مجمع تھا۔ امیر معاویہؓ نے خط لے کر پہلے خود پڑھا۔ پھر بآوازِ بلند حاضرین کو سنایا، بعد حمد و نعت کے خط کا مضمون یہ تھا۔

"تم اور تمھارے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں، سب پر میری بیعت لازم ہے، کیونکہ مہاجرین و انصار نے اتفاقِ عام سے مجھے منصبِ خلافت کے لیے منتخب کیا ہے، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو بھی ان ہی لوگوں نے منتخب کیا تھا، اس لیے جو شخص

اس بیعت کے بعد سرکشی اور اعراض کرے گا، وہ جبراً اطاعت پر مجبور کیا جائے گا۔ پس تم مہاجرین و انصار کا اتباع کرو، یہی سب سے بہتر طریقہ ہے، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تم نے عثمانؓ کی شہادت کو اپنی مقصد برآری کا وسیلہ بنایا ہے، اگر تم کو عثمان کے قاتلوں سے انتقام لینے کا حقیقی جوش ہے تو پہلے میری اطاعت قبول کرو۔ اس کے بعد باضابطہ اس مقدمہ کو پیش کرو۔ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا، ورنہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ محض دھوکا اور فریب ہے۔"

امیر معاویہؓ بیس بائیس برس سے شام کے والی تھے۔ اس طویل حکومت نے ان کے دل میں استقلال و خود مختاری کی تمنا پیدا کر دی تھی جس کے حصول کے لیے اس سے زیادہ بہتر موقع میسّر نہیں آسکتا تھا۔ نیز حضرت عثمانؓ کی شہادت حضرت علیؑ کی خلافت اور اموی عمال کی برطرفی سے بنوامیہ اور بنوہاشم کی دیرینہ چشمک پھر تازہ ہو گئی تھی۔ حضرت علیؑ کے معزول کردہ تمام اموی عمال امیر معاویہؓ کے گرد و پیش جمع ہو گئے تھے، بہت سے قبائل عرب جو اگرچہ اموی نہ تھے، لیکن امیر معاویہؓ کی شاہانہ داد و دہش نے ان کو بھی ان کا طرفدار بنا دیا تھا، بعض صحابہ بھی اپنے مقاصد کے لیے ان کے دست و بازو بن گئے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کی حکومت کا عہد کر اعانت و مساعدت کا وعدہ کر لیا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو عرب کے نامور مدبروں میں تھے اور پہلے حضرت علیؑ کی طرف مائل تھے۔ آپ سے دل برداشتہ ہو کر امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو گئے تھے، عبیداللہ بن عمرؓ جنھوں نے اپنے والد کے خون کے جوش انتقام میں ایک پارسی نومسلم ہرمزان کو بے وجہ قتل کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا، حضرت علیؑ کی مسند نشینی کے بعد مقدمہ قائم ہونے کے خوف سے بھاگ کر امیر معاویہؓ کے دامن میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک اور نامور مدبّر زیاد بن ابیہ کو جو حضرت علیؑ کے حامیوں میں تھا، اپنے ساتھ ملا لیا تھا، اکابر شام کی پہلے ہی سے ان کو تائید و حمایت حاصل تھی، ان کی مدد سے انھوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کو جس سے تمام مسلمان سخت متاثر تھے، سارے شام میں پھیلایا، ہر ہر گاؤں، قصبہ اور شہر میں اس کی اشاعت کے لیے خطیب مقرر کیے، دمشق کی جامع مسجد میں حضرت عثمانؓ کے خون آلود پیراہن، اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمائش کی جاتی تھی[1]۔ ان تدبیروں سے لوگوں میں حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کا جوش پیدا کرنے کے بعد اپنے حاشیہ نشینوں کے مشورہ سے حضرت علیؑ کے خط کا جواب لکھا اور حسب معمول قاتلین عثمانؓ کو حوالہ کر دینے پر اصرار کیا، ابومسلم نے جو خط کا جواب لے کر گئے تھے، دربار خلافت میں خط پیش کرنے کے بعد بیچ کے طور پر گذارش کی کہ اگر عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے تو ہم اور تمام اہل شام خوشی کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں کہ فضل و کمال کے لحاظ سے آپ ہی خلافت کے حقیقی مستحق ہیں، جناب امیرؑ نے دوسرے روز صبح کے وقت جواب دینے کا وعدہ فرمایا، ابومسلم جب دوسرے روز حاضر ہوئے تو وہاں تقریباً دس ہزار مسلح آدمیوں کا مجمع تھا، ابومسلم کو دیکھ کر سب نے ایک ساتھ بآواز بلند کہا "ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں"۔ ابومسلم نے متعجب ہو کر بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ معلوم ہوتا ہے کہ سب نے باہم سازش کر لی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ عثمان کے قاتلوں پر میرا کہاں تک اختیار ہے۔"

اتمام حجت اور معرکۂ صفین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پھر امیر معاویہؓ کو لکھا کہ وہ ناحق ضد سے باز آئیں، حضرت عثمانؓ

[1] طبری ص ۳۲۵۵

کے قتل میں ان کی کوئی شرکت نہ تھی۔ عمرو بن العاص کو علیحدہ لکھا کہ دنیا طلبی چھوڑ کر حق کی حمایت کرو، لیکن زمین مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی، گو جنگ جمل میں دس ہزار مسلمانوں کا خون پی چکی تھی، لیکن ابھی اس کی پیاس بجھی نہ تھی۔ اس لیے مصالحت اور خانہ جنگی کے سدباب کی تمام کوششیں ناکام رہیں اور حضرت علیؑ کو مجبور ہو کر قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھنا پڑا، تمام عمال و حکام کو دور دراز حصص ملک سے جنگ میں شریک ہونے کے لیے بلایا اور تقریباً اسّی ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدود شام کا رُخ کیا۔ اس جنگ میں جو صفین کے نام سے مشہور ہے، حضرت علی کی عین کامیابی کے وقت امیر معاویہ نے قرآن سامنے رکھ کر تحکیم کی صدا بلند کی جس کے نتائج معلوم ہیں۔

معرکۂ نہرواں تحکیم کے بعد امیر معاویہؓ اپنی فراست سے کامیاب ہوگئے اور حضرت علیؑ کی جیتی بازی ہر گئی۔ یہ صورت حال خوارج کی وجہ سے پیدا ہوئی، حضرت علیؑ نے انھیں بھی رام کرنا چاہا، چنانچہ نہرواں پہنچ کر حضرت ابوایوبؓ انصاری اور قیس بن سعد بن عبادہ کو خارجیوں کے پاس بھیجا کہ وہ بحث مباحثہ کرکے ان کو اُن کی غلطی پر متنبہ کریں۔ جب ان دونوں کو ناکامی ہوئی تو خارجیوں کے ایک سردار ابن الکوا کو بُلا کر خود ہر طرح سمجھایا، لیکن ان کے قلوب تاریک ہو چکے تھے اس لیے ارشاد و ہدایت کے تمام مساعی ناکام رہے، اور جناب امیرؑ نے مجبور ہو کر فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ میمنہ پر حُجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی، پیادوں پر حضرت ابوقتادہ انصاریؓ اور سواروں پر حضرت ابوایوب انصاری کو متعین کرکے باقاعدہ صف آرائی کی۔

خارجیوں میں ایک جماعت ایسی تھی، جس کو حیدر کرار سے جنگ آزما ہونے میں پس وپیش تھا، اس لیے جب لڑائی شروع ہوئی، تو تقریباً پانچسو آدمیوں نے الگ ہو کر بندنجین کی راہ لی، ایک بڑا گروہ کوفہ چلا گیا اور ایک ہزار آدمیوں نے توبہ کرکے عَلم حیدری کے نیچے پناہ لی اور عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ صرف چار ہزار خارجی باقی رہ گئے لیکن یہ سب منتخب اور جانباز تھے۔ اس لیے انھوں نے میمنہ اور میسرہ پر اس زور کا حملہ کر دیا کہ اگر جانثاران علی میں غیر معمولی ثبات واستقلال نہ ہوتا، تو ان کا روکنا سخت مشکل تھا، خارجیوں کی حالت یہ تھی کہ ان کے اعضاء کٹ کٹ کر جسم سے علیحدہ ہو جاتے تھے، لیکن اُن کی حملہ آوری میں فرق نہیں آتا تھا۔ شریح بن ابی اوفی کا ایک پاؤں کٹ گیا تو وہ تنہا ایک ہی پاؤں پر کھڑا ہو کر لڑتا رہا، اسی طرح خارجی ایک ایک کرکے کٹ کر مر گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خارجی مقتولین میں اس شخص کو تلاش کرنا شروع کیا جس کے متعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، چنانچہ تمام علامات کے ساتھ ایک لاش برآمد ہوئی تو فرمایا: "اللہ اکبر! خدا کی قسم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس قدر صحیح ارشاد فرمایا تھا۔"

جنگ نہروان سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ نے شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، لیکن اشعث بن قیس نے کہا "امیرالمومنین ہمارے ترکش خالی ہو گئے ہیں، تلواروں کی دھاریں مُڑ گئی ہیں اور نیزوں کے پھل خراب ہو گئے ہیں، اس لیے ہم کو دشمن پر فوج کشی کرنے سے پہلے اسباب وسامان درست کر لینا چاہیئے۔" جناب امیرؑ نے اشعث کی رائے کے مطابق نخیلہ میں پڑاؤ کرکے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ لیکن لوگ تیار ہونے کے بجائے آہستہ آہستہ دس دس بیس بیس کرکے کوفہ کھسکنے لگے، یہاں تک کہ آخر میں کل ایک ہزار کی جمعیت ساتھ رہ گئی۔ حضرت علی نے یہ رنگ دیکھا تو سردست شام پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا اور کوفہ واپس جا کر اقامت اختیار کی۔

بغاوتوں کا استیصال جنگ نہروان میں گو خارجیوں کا زور ٹوٹ چکا تھا، تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں ملک میں موجود تھیں، اور اپنی ریشہ دوانیوں سے روز ایک نہ ایک فتنہ برپا کرتی رہتی تھیں، چنانچہ ایک خارجی خریتہ ابن راشد کا صرف یہ کام تھا کہ مجوسیوں، مرتدوں اور نومسلموں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر ملک میں ہر طرف لوٹ مار کرتا پھرتا تھا اور ہر جگہ ذمیوں کو بھڑکا کر بغاوت کرا دیتا تھا حضرت علیؑ نے زیاد بن حفصہ اور ایک روایت کے مطابق معقل بن قیس کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا، انھوں نے مسلسل تعاقب کے بعد رامہرمز کی پہاڑیوں میں مقابلہ کر کے اس سے اور اس کی جماعت سے ملک کو پاک وصاف کر دیا اور باغی ذمیوں سے پھر اطاعت کا عہد لے کر اُن کے ساتھ نہایت لطف و ترحم کا سلوک کیا، مرتدوں کے ساتھ بھی ان کے قبول اسلام کے بعد بہت اچھا برتاؤ کیا جس کا اثر اُن پر بہت اچھا پڑا۔ چنانچہ معقل بن قیس جب رامہرمز سے روانہ ہوئے، تو ان لوگوں نے دور تک مشایعت کی، ایرانی مردوں اور عورتوں نے خدا حافظ کہا اور ان کی جدائی پر بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

امیر معاویہ کا جارحانہ طریق عمل جنگ صفین کے التواء اور مسئلہ تحکیم نے ایک طرف تو حضرت علیؑ کی جماعت میں تفریق و اختلاف ڈال کر خارجیوں کو پیدا کر دیا، اور دوسری طرف اس سے بھی بڑھ کر یہ ہُوا کہ آپ کے مخصوص ہمدموں اور جانثاروں کے عزم و ارادے بھی پست ہو گئے، اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ پھر وہ جنگ سے پہلوتہی کرنے لگے، جناب امیرؑ نے بارہا شام پر چڑھائی کا قصد کیا، پرجوش خطبوں سے اپنے ساتھیوں کو حمایت حق کی دعوت دی اور طعن آمیز جملوں سے ان کی رگ غیرت کو جوش میں لانے کی کوشش کی، لیکن اُن کے دل ایسے پژمردہ ہو گئے، اور ان کی ہمتیں ایسی پست ہو چکی تھیں کہ پھر وہ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ امیر معاویہؓ اس حقیقتِ حال سے ناواقف نہ تھے، انھوں نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر مدافعت کے بجائے اب جارحانہ قدم اٹھایا اور ۳۹ھ میں فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے، حجاز، عراق اور جزیرہ میں پھیلا دیئے کہ بدامنی پھیلا کر جناب مرتضیٰؑ کی پریشانیوں میں اضافہ کریں، چنانچہ نعمان بن بشیر نے دو ہزار کی جمعیت سے عین التمر پر، سفیان بن عوف نے چھ ہزار کی فوج سے انبار اور مدائن وغیرہ پر عبداللہ بن مسعدہ فزاری نے ایک ہزار سات سو آدمیوں سے تیماء پر، ضحاک بن قیس نے واقصہ کے نشیبی حصہ پر اور خود امیر معاویہؓ نے دجلہ کے ساحلی علاقہ پر حملہ کر کے بیت المال لوٹ لیا اور شیعیان علی کو تہ تیغ کر کے لوگوں کو اپنی حکومت کے سامنے گردنِ اطاعت خم کرنے پر مجبور کر دیا علیؑ نے کرمان، فارس اور تمام ایران میں بغاوت کی آگ فرو کر کے امن و سکون پیدا کر دیا۔

بغاوت فرو ہونے کے بعد حضرت علیؑ نے ایرانی باغیوں کے ساتھ اس لطف و مدارت کا سلوک کیا کہ ایران کا بچہ بچہ منت پذیری کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کے طریق جہانبانی نے نوشیروانی طرز حکومت کی یاد دلادی۔

حجاز اور عرب کے قبضہ کے لیے کش مکش امیر معاویہؓ نے ۴۰ھ میں پھر از سرِ نو چھیڑ چھاڑ شروع کی اور بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ حجاز روانہ کیا، اس نے بغیر کسی مزاحمت اور جنگ کے مکہ و مدینہ پر قبضہ کر کے یہاں کے باشندوں سے زبردستی امیر معاویہؓ کے لیے بیعت لی، پھر وہاں سے یمن کی طرف بڑھا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے پہلے سے پوشیدہ طور پر یمن کے عامل عبیداللہ بن عباس کو بسر بن ابی ارطاۃ کے حملہ کی اطلاع کر دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ جو لوگ معاویہ کی حکومت تسلیم کرنے میں

بیت و لعل کرتے ہیں، وہ ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ تہ تیغ کر دیتا ہے، عبیداللہ بن عباس نے اپنے کو اس کے مقابلہ سے عاجز دیکھ کر عبداللہ بن عبدالمدان کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود دربارِ خلافت سے مدد طلب کرنے کے لیے کوفہ کی راہ لی۔ بسر بن ابی ارطاۃ نے یمن پہنچ کر نہایت بیدردی کے ساتھ عبیداللہ ابن عباس کے دو صغیر السن بچوں اور شیعیانِ علیؑ کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف شامی سواروں نے سرحدِ عراق پر ترکتاز شروع کر دی اور یہاں کی محافظ سپاہ کو شکست دے کر انبار پر قبضہ کر لیا، حضرت علیؑ کو بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم کا حال معلوم ہوا تو آپ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے یمن و حجاز کی مہم پر مامور کیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں پُرجوش خطبے دے کر لوگوں کو حدودِ عراق سے شامی فوج نکال دینے پر اُبھارا، یہ تقریریں ایسی مؤثر تھیں کہ اہلِ کوفہ کے مردہ قلوب میں بھی فوری طور پر روح پیدا ہو گئی، اور ہر گوشہ سے صدائے لبیک بلند ہوئی لیکن جب کوچ کا وقت آیا تو صرف تین سَو آدمی رہ گئے۔ جنابِ مرتضیٰؑ کو اہلِ کوفہ کی اس بے حسی پر نہایت صدمہ ہوا۔ حجر بن عدی اور سعید بن قیس ہمدانی نے عرض کی "امیر المؤمنین! بغیر تشدد کے لوگ راہ پر نہ آئیں گے، عام منادی کرا دیجئے کہ بلا استثناء ہر شخص کو میدانِ جنگ کی طرف چلنا پڑے گا، اور جو اس میں تساہل یا اعراض سے کام لے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔" اب صورتِ حال یہ تھی کہ اس مشورہ پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اس لیے حضرت علیؑ نے اس کا اعلان عام کر دیا، اور معقل بن قیس کو رساتیق بھیجا کہ وہاں سے جس قدر سپاہی مل سکیں، جمع کر کے لے آئیں، لیکن یہ تیاریاں ابھی حدِ تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار نے جامِ شہادت پلا دیا۔

شیرِ خدا کے عہد پر ایک نظر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا پورا زمانہ خانہ جنگی اور شورش کی نذر ہوا اور اس پنج سالہ مدّت میں آپ کو ایک لمحہ بھی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اس لیے آپ کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا، ملکی انتظامات کی طرف بھی توجہ کرنے کی فرصت اُن کو نہ مل سکی، لیکن ان گوناگوں مشکلات کے باوجود جنابِ مرتضیٰؑ کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے مملو ہے لیکن ان کارناموں پر نظر کرنے سے پہلے یہ امر قابلِ غور ہے کہ خلافتِ مرتضوی میں اس قدر افتراق و اختلاف اور شر و فساد کے اسباب کیا تھے؟ اور حضرت علیؑ نے کس تحمّل، استقلال اور سلامت روی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

شام میں بنو امیہ امیر معاویہؓ کے زیرِ سیادت خلافتِ راشدہ کو اپنی سلطنت میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے چنانچہ امیر معاویہؓ حسبِ ذیل وجوہ کو آڑ بنا کر میدان میں اُترے۔

(۱) حضرت علیؑ نے مفسدین کے مقابلہ میں حضرت عثمانؓ کو مدد نہیں دی۔

(۲) اپنی خلافت میں قاتلینِ عثمان سے قصاص نہیں لیا۔

(۳) محاصرہ کرنے والوں کو قوتِ بازو بنایا اور ان کو بڑے بڑے عہدے دیے۔

یہ وجوہ تمام خانہ جنگیوں کی بنا قرار پائے، اس لیے غور کرنا چاہیے کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے اور جناب مرتضیٰ کس حد تک اس میں معذور تھے، پہلا سبب یعنی مفسدین کے مقابلہ میں مدد نہ دینے کا الزام صرف حضرت علیؑ ہی پر نہیں بلکہ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعد وقاص اور تمام اہلِ مدینہ پر عائد ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو یہ منظور ہی نہ تھا کہ ان کے عہد میں خانہ جنگی کی ابتداء ہو، چنانچہ انصار کرام بنوامیہ اور دوسرے وابستگان خلافت نے جب اپنے کو جاں نثاری کے لیے پیش کیا تو حضرت عثمانؓ نے نہایت سختی کے ساتھ کشت وخون سے منع کر دیا۔

جنابِ مرتضیٰ نے اس باب میں جو کچھ کیا اُن کے لیے اس سے زیادہ ممکن نہ تھا، چنانچہ پہلی مرتبہ آپ ہی نے مفسدین کو راضی کر کے واپس کیا تھا لیکن جب دُوسری مرتبہ وہ پھر لوٹے تو مروان کی غداری نے اُن کی آتش غیظ وغضب کو اس قدر بھڑکا دیا تھا کہ کسی قسم کی سفارش کارگر نہیں ہو سکتی تھی، ام المؤمنین ام حبیبہؓ نے محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمانؓ کے پاس کھانے پینے کا کچھ سامان پہنچانا چاہا تو مفسدین نے ان کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا، اور گستاخانہ مزاحمت کی۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے سفارش کی کہ آب ودانہ کی بندش نہ کی جائے، تو ان شوریدہ سروں نے نہایت سختی سے انکار کیا، جناب امیرؑ کو اس کا اس قدر صدمہ ہُوا کہ عمامہ پھینک کر اسی وقت واپس چلے آئے[1] اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے عزلت نشین ہو گئے، پھر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اگر حضرت عثمانؓ محصور تھے، تو دوسرے بڑے صحابہ بھی آزاد نہ تھے اور مفسدین نے ان لوگوں کی نقل وحرکت پر نہایت سخت نگرانی قائم کر دی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت امام حسنؑ نے اپنے پدر گرامی سے عرض کی کہ اگر آپ میری گذارش پر عمل کر کے محاصرہ کے وقت مدینہ چھوڑ دیتے تو آج مطالبۂ قصاص کا جھگڑا آپ کے سر نہ پڑتا۔ اس وقت جناب امیرؑ نے یہی جواب دیا تھا کہ تھیں کیا معلوم کہ میں اُس وقت آزاد تھا کہ مقید[2]۔

البتہ قاتلوں کو سزا نہ دینے کا الزام ایک حد تک لائق بحث ہے، اصل یہ ہے کہ اگر قاتل سے مراد وہ مخصوص اشخاص ہیں، جنھوں نے براہِ راست قتل میں حصّہ لیا تو بیشک انھیں کیفر کردار تک پہنچانا حضرت علیؑ کا فرض تھا لیکن جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے پوری تفتیش وتحقیقات کے باوجود اُن کا سراغ نہ ملا، اور اگر قاتل کا لفظ تمام محاصرہ کرنے والوں پر مشتمل ہے، جیسا کہ امیر معاویہؓ وغیرہ کے مطالبہ سے ظاہر ہے تو ایک شخص کے قصاص میں ہزاروں آدمیوں کا خون نہیں بہایا جا سکتا تھا، اور نہ شریعت اس کی اجازت دیتی تھی۔ اس بڑی جماعت میں بعض صحابۂ کرام اور بہت سے صلحائے روزگار بھی شامل تھے جن کا مطمح نظر صرف طلب اصلاح تھا، ان لوگوں کو قتل کر دینا یا امیر معاویہؓ کے خنجرِ انتقام کے نیچے دے دینا صریحاً ظلم تھا۔

امر سوم یعنی محاصرہ کرنے والوں کو قوت بازو بنانے اور ان کو بڑے بڑے عہدے دینے کا الزام ایک حد تک صحیح ہے، لیکن حضرت علیؑ اس میں مجبور تھے۔ اس وقت دنیائے اسلام میں تین فرقے پیدا ہو گئے تھے، شیعہ عثمانؓ یعنی عثمانی فرقہ جو علانیہ جناب امیرؑ کا مخالف اور اپنی ایک مستقل سلطنت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا، دُوسرا گروہ اکابر صحابہ کا تھا، جو اگرچہ حضرت علیؑ کو برسرِ حق سمجھتا تھا لیکن اپنے ورع وتقوے کے باعث خانہ جنگی میں حصّہ لینا پسند نہیں کرتا تھا، چنانچہ حضرت علیؑ نے مدینہ سے کوفہ کا قصد کیا،

---

[1] طبری ص ۳۰۱۰ ۔ [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۱ ۔

اور صحابۂ کرام سے چلنے کے لیے کہا تو بہت سے محتاط صحابہؓ نے معذرت کی حضرت سعد وقاصؓ نے کہا " مجھے ایسی تلوار دیجیے جو مسلم و کافر میں امتیاز رکھے، میں صرف اسی صورت میں جانبازی کے لیے حاضر ہوں " حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا۔ خدا کے لیے مجھے ایک ناپسندیدہ فعل کے لیے مجبور نہ کیجئے، حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا قبل اس کے کہ میری تلوار کسی مسلم کا خون گرائے اس زور سے اُسے جبل احد پر پٹک ماروں گا کر وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی حضرت اسامہ بن زیدؓ نے عرض کی " امیر المؤمنین مجھے معاف کیجئے میں نے عہد کیا ہے کہ کسی کلمہ گو کے خون سے اپنی تلوار رنگین نہ کروں گا۔ غرض یہ گروہ علی اعانت سے قطعی کنارہ کش تھا، تیسرا گروہ شیعیان علی کا تھا جس میں ایک بڑی جماعت ان لوگوں کی تھی جو یا تو خود محاصرہ میں شریک تھے یا وہ ان کے زیر اثر تھے، اس لیے جناب امیر خواہ مخواہ بے رخی کر کے اس بڑی جماعت کو قصداً اپنا دشمن نہیں بنا سکتے تھے، تاہم آپ نے اُن ہی لوگوں کو مقرب خاص بنایا جو درحقیقت اس کے اہل تھے، حضرت عمار بن یاسرؓ ایک بلند پایہ صحابی اور مقبول بارگاہ نبوت تھے محمد بن ابی بکر خلیفۂ اول کے صاحبزادے اور آغوش حیدر کے تربیت یافتہ تھے۔ اسی طرح اشتر نخعی، ایک صالح، نیک سیرت اور جان نثار تابعی تھے۔

عمال کی نگرانی ملکی نظم و نسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علیؑ نے اس کا خاص اہتمام مدِنظر رکھا، وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے، تو اس کو نہایت مفید اور گراں بہا نصائح کرتے تھے[1] وقتاً فوقتاً عمال و حکام کے طرزِ عمل کی تحقیقات کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت کعب بن مالکؓ کو اس خدمت پر مامور کیا تو یہ ہدایت فرمائی :۔

اخرج فی طائفة من اصحابك حتی تمر بارض السواد کورة کورة، فتسألهم عن عمالهم وتنظر فی سیرتهم ..... الخ	تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔

عمال کے اسراف اور رعایات میں اُن کی بے عنوانیوں کی سختی سے باز پرس فرماتے تھے، ایک دفعہ اردشیر کے حاکم مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچسو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کیے، کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؑ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا، مصقلہ نے کہا، خدا کی قسم عثمان کے نزدیک اتنی رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی، لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضا کرتے ہیں، اور ناداری کے باعث مجبور ہو کر امیر معاویہؓ کی پناہ میں چلے گئے، جناب امیر کو معلوم ہوا تو فرمایا :

یرحمه الله فعل فعل السید، وفرّ فرار العبید، وخان خیانة الفاجر۔ اما واللّٰه، لو انه اقام فعجز۔ ما زدنا علی حبس فان وجدنا له شیئا اخذناه وان لم نقدر علی مالٍ ترکناه۔	خدا اس کا بھلا کرے اس نے کام تو شریفوں کا کیا لیکن غلام کی طرح بھاگا اور فاجر کی طرح خیانت کی خدا کی قسم اگر وہ مقیم رہتا تو قید سے زیادہ اس کو سزا نہ دیتا اور اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو لیتا ورنہ معاف کر دیتا۔[2]

اس باز پرس سے آپ کے مخصوص اعزا و اقارب بھی مستثنےٰ نہ تھے، ایک مرتبہ آپ کے عامل بصرہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لے لی۔ حضرت علیؑ نے چشم نمائی فرمائی، تو جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا ہے، لیکن اس عذر کے باوجود وہ خائف ہو کر بصرہ سے مکہ چلے گئے۔

---

[1] کتاب الخراج ص ۱۶۷ [2] تاریخ طبری ص ۳۴۴۱ +

رعایا کے ساتھ شفقت حضرت علیؑ کا وجود باوجود رعایا کے لیے آیۂ رحمت تھا، بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لیے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی، ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا۔ ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بارہا بغاوتیں ہوئیں، لیکن حضرت علیؑ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا، یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے، خدا کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی۔

فوجی انتظامات حضرت علیؑ خود ایک بڑے تجربہ کار جنگ آزما تھے اور جنگی امور میں آپ کو پوری بصیرت حاصل تھی، اس لیے اس سلسلہ میں آپ نے بہت سے انتظامات کیے۔ چنانچہ شام کی سرحد پر نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں ۳۹ھ میں جب امیر معاویہؓ نے عراق پر عام یورش کی، تو پہلے اُن ہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے نہایت مستحکم قلعے بنوائے۔ اصطخر کا قلعہ حصن زیاد اسی سلسلہ میں بنا تھا جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پُل بھی جو معرکۂ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا، لائق ذکر ہے۔

جو عورتیں ناجائز حمل سے حاملہ ہوتی تھیں، ان پر حد جاری کرنے کے لیے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا، تاکہ بچہ کی جان کو نقصان نہ پہنچے جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا دیا جاتا تھا، لیکن جو لوگ محض اپنے فسق و فجور کے باعث نظر بند کیے جاتے تھے، وہ اگر مالدار ہوتے تھے تو خود ان کے مال سے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا تھا، ورنہ بیت المال سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔[1]

تعزیری سزا حضرت علیؑ نے جو بعض غیر معمولی سزائیں تجویز کیں، وہ دراصل تعزیری سزائیں تھیں، حضرت عمرؓ نے بھی اس قسم کی تعزیری سزائیں جاری کی تھیں، چنانچہ ان کے عہد میں ایک شخص نے رمضان میں شراب پی تو اسّی کوڑے کے بجائے سو کوڑے لگوائے، کیونکہ اس نے بادہ نوشی کے ساتھ رمضان کی بھی بے حرمتی کی تھی۔

حضرت علیؑ کا فضل و کمال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بچپن ہی سے درس گاہِ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ مسند میں خود ان سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح کو معمولاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا[2] اور تقرب کا یہ درجہ میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔[3] ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات دن میں دو بار اس قسم کا موقع ملتا تھا۔[4] اکثر سفر میں بھی آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں سفر کے متعلق شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں بارگاہِ رسالت میں جنابِ امیرؑ کے اس تقرب و تربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کر کے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ اس کی تشریح یہ کی ہے کہ:-

---

[1] کتاب الخراج ص ۸۸ ۔ [2] ایضاً ص ۱۰۰ ۔ [3] مسند اول ص ۷۷ ۔ [4] ایضاً ص ۸۵ ۔ [5] ایضاً ص ۸۰

"عبد ضعیف گوید سبب ایں معنی اجتماع دو جہت است. و مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یکے رسوخ او در سوابق اسلامیہ دوم قرب قرابت او بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و انجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام اوصل ناس بارحام و اعرف ناس بحقوق قرابت بودند باز چوں عنایت الٰہی مساعدت نمود، حضرت مرتضیٰ را در کنار تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انداخت مرتبۂ قرابت دو بالا شد۔ و کرامت دیگر در کار او کردند رضی اللہ عنہ باز چوں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا در عقد او دادند مزید فضیلت بادو بار شد۔"

نوشت و خواند کی تعلیم اپنے بچپن ہی میں حاصل کی تھی، چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جبکہ آپ کی عمر بہت کم تھی، آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسی لیے ابتداہی سے بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تحریری کام انجام دیتے تھے، چنانچہ کاتبان وحی میں آپ کا نام بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے جو مکاتیب و فرامین لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دستِ مبارک کے بھی لکھے ہوئے تھے، چنانچہ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم القرآن اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے، حضرت علی مرتضیٰ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب اور ان صحابہ میں تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا، بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے، طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر خود آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ "میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ یہ کہاں، کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔"[1] چنانچہ حضرت علی کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولےٰ حاصل تھا، چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں جب خوارج نے اعتراض کیا، کہ فیصلہ کا حق خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں (لا حکم الا للہ) تو آپ نے قرآن کے تمام حفاظ اور اس کے عالموں کو جمع کرکے فرمایا کہ میاں بیوی میں جب اختلاف رائے ہو تو اللہ تعالےٰ حکم بنانے کی اجازت دے وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا[35] اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہوجائے تو حکم بنانا جائز نہ ہو؟ کیا تمام اُمتِ محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے[2]۔

بعض لوگوں کو خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو ان ظاہری علوم کے علاوہ کچھ خاص باتیں اور بھی بتائی ہیں، ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ کیا قرآن کے سوا کچھ اور بھی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا قسم ہے اس کی جو دانہ کو پھاڑ کر درخت اُگاتا ہے اور جو جان کو (جسم کے اندر) پیدا کرتا ہے، قرآن کے سوا میرے پاس کچھ اور نہیں، لیکن قرآن کے سمجھنے کی قوت (فہم)، اور یہ دولت خدا جس کو چاہے دے[3]۔ ان کے علاوہ چند حدیثیں میرے پاس ہیں، اس موقع پر علی مرتضیٰ نے جو قسم کھائی ہے اس میں بھی ایک خاص نکتہ ہے، یعنی قرآن کی آیتوں کی مثال تخم اور جسم کی ہے، اور اس کے معنی و مقصود کی مثال درخت کی ہے جو اسی تخم سے پیدا ہوتا ہے، اور جان کی ہے جو جسم میں پوشیدہ رہتی ہے یعنی جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے اتنا بڑا عظیم الشان

[1] ابن سعد جزء ثانی قسم ثانی ص ۱۰۱۔ [2] مسند ابن حنبل جلد اول ص ۸۶۔ [3] صحیح بخاری کتاب الدیات و ابن حنبل جلد اول ص ۷۹ و ۱۰۰۔

درخت پیدا ہو جاتا ہے جو درحقیقت اس کے اندر مخفی تھا۔ اور روح سے جو جسم میں چھپی رہتی ہے تمام اعمال انسانی کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ سے جو بمنزلہ جسم کے ہیں، معنی و مطالب نکلتے ہیں۔

علم حدیث جناب مرتضیٰ نے بچپن سے لے کر وفات نبوی تک کامل تیس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت در رفاقت میں بسر کیے، اس لیے ارشادات نبوی کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے۔ پھر تمام اکابر صحابہ میں وفات نبوی کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمر پائی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشاد و افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی، ان کے بعد خود آپ کے زمانۂ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا، اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا، اسی لیے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیشرو خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدّد تھے، اسی لیے دوسرے کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں، چنانچہ آپ سے کل ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں۔

فقہ و اجتہاد حضرت علی مرتضیٰ کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی، بلکہ علم و اطلاع کی وسعت کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپ کی مستحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی۔ بڑے بڑے صحابہؓ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کو بھی حضرت مرتضیٰ کے فضل و کمال کا ممنون ہونا پڑتا ہے۔

فقہ و اجتہاد کے لیے کتاب و سنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، وقیقہ سنجی، انتقال ذہنی کی بڑی ضرورت ہے، اور حضرت علی مرتضیٰ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی، شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں آپ کی طبّاعی اور انتقال ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی، حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ مجنون حدود شرعی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔[1]

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے شریح بن ہانی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ فرمایا علیؑ سے جا کر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا، کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ سائل حضرت علیؑ کے پاس گیا، انھوں نے بتایا کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک۔[2]

قضا اور فیصلے حضرت مرتضیٰ ان ہی خصوصیات کی بنا پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کے لیے نہایت موزوں تھے اور اس کو صحابہ عام طور سے تسلیم کرتے تھے، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اقضانا علی و اقرانا ابی یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کے

---

[1] مسند ابن حنبل ج ا ص ۱۴۰۔ [2] مسند ابن حنبل ج اول ص ۹۶۔

لیے سب سے موزوں علیؑ ہیں اور سب سے بڑے قاری بھی ہیں[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم (صحابہ) کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوہر شناس نگاہ نے حضرت مرتضیٰؑ کی اس استعداد و قابلیت کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے حضرت علیؑ کو "اقضاکم علی" کی سند مل چکی تھی اور ضرورت کے اوقات میں قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے۔

یمن میں آپ نے دو عجیب و غریب مقدمات کا فیصلہ کیا، یمن نیا نیا مسلمان ہوا تھا، پرانی باتیں ابھی تازہ تھیں، ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس سے ایک ماہ کے اندر تین مرد خلوت کر چکے تھے، تو ماہ بعد اس کے لڑکا ہوا، اب یہ نزاع ہوئی کہ وہ لڑکا کس کا قرار دیا جائے، ہر ایک نے اس کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا، حضرت علیؑ نے یوں فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کیے، پھر قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا۔ اس کے حوالہ کیا اور بقیہ دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوا دیے، گویا غلام کے مسئلے پر اس کو قیاس کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا یہ فیصلہ سنا تو آپ نے تبسم فرمایا[3]

کبھی کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو آپ زندہ دلی کا ثبوت بھی دیتے تھے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبروریزی کی ہے، فرمایا ملزم کو دھوپ میں جا کر کھڑا کرو اور اس کے سایہ کو سو کوڑے مارو[4]

تصوف تصوف کے اکثر سلسلے سینۂ مرتضویؑ پر جا کر ختم ہوتے ہیں، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اصول اور آزمائش و امتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ علی مرتضیٰ ہیں"۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بیحد انہماک تھا۔ مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی[5]

علم نحو کی ایجاد علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علیؑ کے دست مبارک سے رکھی گئی ہے ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا، اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے، چنانچہ ابوالاسود کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا[6]۔ بلکہ طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

صفات علوی

حضرت علی مرتضیٰ نے ایام طفولیت ہی سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی،

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۲ قسم ۲ ص ۱۰۲ ۔ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۳۵ ۔ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۳۵ ۔ [4] تاریخ خلفاء سیوطی روایت بحوالہ مصنف عبدالرزاق ۔ [5] ازالۃ الخفاء ص ۳۴ ۔ [6] فہرست ابن ندیم ۔

اس لیے وہ قدرتاً محاسن اخلاق اور حسن تربیت کے نمونہ تھے، آپ کی زبان نہ کبھی کلمۂ شرک وکفر سے آلودہ ہوئی اور نہ آپ کی پیشانی غیر خدا کے سامنے جُھکی۔ جاہلیت کے ہر قسم کے گناہ سے مبرّا اور پاک رہے، شراب کے ذائقہ سے جو عرب کی گھٹی میں تھی اسلام سے پہلے بھی آپ کی زبان آشنا نہ ہوئی اور اسلام کے بعد تو اس کا کوئی خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔

امانت و دیانت آپ ایک امین کے تربیت یافتہ تھے، اس لیے ابتدا ہی سے امین تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قریش کی امانتیں جمع رہتی تھیں، جب آپ نے ہجرت فرمائی تو ان امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علیؑ کے سپرد فرمائی۔[۱] آپ نے عہد خلافت میں آپ نے مسلمانوں کی امانت بیت المال کی جیسی امانتداری فرمائی، اس کی مثال نہیں ملتی۔

مالِ غنیمت تقسیم فرماتے تھے تو برابر حصے لگا کر غایت احتیاط میں قرعہ ڈالتے تھے اگر کچھ کمی بیشی رہ گئی ہو تو آپ اس سے بری ہو جائیں۔ ایک دفعہ اصفہان سے مال آیا، اُس میں ایک روٹی بھی تھی، حضرت علیؑ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا، ایک دفعہ بیت المال کا تمام اندوختہ تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی کہ وہ قیامت میں ان کی امانت و دیانت کی شاہد رہے۔[۲]

زہد آپ کی ذات گرامی زہد فی الدنیا کا نمونہ تھی، بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات پر زہد کا خاتمہ ہو گیا، آپ کے کاشانۂ فقر میں دُنیاوی شان و شکوہ کا گذر نہ تھا۔ کوفہ تشریف لائے تو دار الامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں میدان میرے لیے کافی ہے۔

ایک دفعہ شدت گرسنگی میں کاشانۂ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ لائیں، عوالی[۳] مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے، خیال ہُوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے، اس کے پاس پہنچ کر اُجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے، یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے، غرض اس محنت مشقت کے بعد ایک مُٹھی کھجور اُجرت میں ملی، لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی، بجنسہٖ لیے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا۔[۴]

در دولت پر کوئی حاجب تھا نہ دربان، نہ امیرانہ کرّوفر، نہ شاہانہ تزک و احتشام اور عین اس وقت جب قیصر و کسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لیے زر و جواہر اُگل رہی تھی، اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور اس پر فیاضی کا یہ حال تھا کہ داد و دہش کی بدولت کبھی فقر و فاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "میری تلوار کا کون خریدار ہے؟ خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا" ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "امیر المومنین! مَیں تہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔"[۵]

گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، شہنشاہ دو عالم کی بیٹی گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں، ایک مرتبہ شفیق باپ کے

---

[۱] اسد الغابہ جلد اول ص ۱۹ ۔ [۲] ایضاً بحوالہ ابوعمر ص ۲۶۶ ۔ [۳] مدینہ کے قرب وجوار کی آبادی کا نام عوالی تھا۔ [۴] مسند ابن حنبل ص ۱۳۵۔

[۵] ازالۃ الخفا بحوالہ ابوعمر (ابن عبدالبر)۔

کے پاس اپنی مصیبت بیان کرنے گئیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود نہ تھے، اس لیے واپس آکر سو رہیں، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہؓ کی اطلاع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود تشریف لائے اور فرمایا کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتا دوں جو ایک خادم سے کہیں زیادہ تمھارے لیے مفید ہو، اس کے بعد آپ نے تسبیح کی تعلیم دی[1]

عبادات | حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا کے نہایت عبادت گذار بندے تھے، عبادت آپ کا مشغلۂ حیات تھا جس کا شاہد خود قرآن ہے، کلام پاک کی اس آیت

محمد رسول اللہ، والذین معه اشداء علی الکفار، رحماء بینهم، تراهم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، باہم رحم دل ہیں تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے خدا کا فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو کرتے ہیں۔

کی تفسیر میں مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ والذین معه سے ابوبکر صدیقؓ اشداء علی الکفار سے عمر بن الخطابؓ رحماء بینهم سے عثمان بن عفانؓ رکعاً سجداً سے حضرت علی بن ابی طالبؑ اور یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سے بقیہ صحابہ مراد ہیں[2] اس سے عبادات میں تمام صحابہؓ پر حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ رکوع و سجود تمام صحابہؓ کا مشترک وصف تھا۔ پھر اس اشتراک میں تخصیص سے معلوم ہوا کہ اس اشتراک کے باوجود ان کو اس باب میں کچھ مزید امتیاز بھی حاصل تھا۔

قرآن مجید کے اس اشارہ کے علاوہ خود صحابہؓ کی زبان سے ان کے اس امتیازی وصف کی شہادت مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

کان ما علمت صواماً قواماً[3]

جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گذار تھے۔

زبیر بن سعید قرشی کہتے ہیں:۔

لم ار ہاشمیا قط کان اعبد اللہ منه

میں نے کسی ہاشمی کو ان سے زیادہ خدا کا عبادت گذار نہیں دیکھا۔[4]

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبادات میں جس چیز کا التزام کر لیتے تھے اس پر ہمیشہ قائم رہتے تھے، ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان سے اور حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار تحمید، اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو، اور جب سوؤ تو ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ کو اس کی تلقین کی، میں نے اس کو نہیں چھوڑا، ابن کوا نے کہا "صفین کی شب میں بھی نہیں"؟ فرمایا "صفین میں بھی نہیں"۔[5]

---

[1] بخاری کتاب الدعوات باب التسبیح والتکبیر عند المنام ۔ [2] تفسیر فتح البیان جلد ۹ ۔ [3] ترمذی کتاب المناقب، فضل فاطمہ ۔
[4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۸ ۔ [5] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۰۷ و ابوداؤد کتاب الادب ۔

انفاق فی سبیل اللہ حضرت علیؑ گو دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے لیکن دل غنی تھا، کبھی کوئی سائل آپ کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا، حتیٰ کہ قوت لایموت تک دے دیتے۔ ایک دفعہ رات بھر باغ سینچکر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کیے، صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا، ابھی پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی، حضرت علیؑ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر بقیہ دو سرے ثلث کے پکنے کا انتظار کیا، لیکن تیار ہوا کہ ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا، اسے بھی اٹھا کر اس کے نذر کیا، غرض اسی طرح تیسرا حصّہ بھی جو بچ رہا تھا پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کے نذر ہوگیا اور یہ مرد خدا رات بھر کی مشقت کے باوجود فاقہ مست رہا، خدائے پاک کو یہ ایثار کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے صلہ میں ویطعمون الطعام علی حبہٖ مسکیناً ویتیماً واسیراً (الآیہ) کی آیت نازل ہوئی[1]

سادگی اور تواضع حضرت علیؑ کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ ہے۔ اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے، مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرش خاک پر بے تکلف سو جاتے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ بے تکلفی کے ساتھ زمین پر سو رہے ہیں۔ چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی ہے اور جسم انور گرد و غبار کے اندر کندن کی طرح دمک رہا ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سادگی بہت پسند آئی۔ خود دست مبارک سے ان کا بدن صاف کرکے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا "اجلس یا ابا تراب" مٹی والے اب اٹھ بیٹھ، زبان نبویؐ کی عطا کی ہوئی یہ کنیت حضرت علیؑ کو اس قدر محبوب تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی۔

ایام خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی، عموماً چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کُرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کی تہہ بند باندھے، بازاروں میں گشت کرتے پھرتے، اگر کوئی تعظیماً پیچھے ہو لیتا تو منع فرماتے کہ اس میں والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے[3]

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک حدیث میں آیا ہے کہ "بہادر وہ نہیں ہے جو دشمن کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے۔" حضرت علی مرتضیٰ اس میدان کے بھی مرد تھے، ان کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین کی معرکہ آرائی میں گذرا لیکن باایں ہمہ انھوں نے ہمیشہ دشمنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، ایک دفعہ ایک لڑائی میں جب ان کا حریف گر کر برہنہ ہوگیا تو اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ ان کی حریف تھیں، لیکن جب ایک اجنبی نے ان کے اونٹ کو زخمی کرکے گرایا تو خود حضرت علیؑ نے آگے بڑھ کر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے طرفدار بصری رئیس کے گھر میں اُتارا۔ حضرت عائشہؓ کی فوج کے تمام زخمیوں نے بھی اسی گھر کے ایک گوشے میں پناہ لی تھی۔ حضرت علیؑ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے لیکن ان پناہ گزیں زخمی دشمنوں سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

جنگ جمل میں جو لوگ شریک جنگ تھے، ان کی نسبت بھی عام منادی کرا دی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب علیؑ۔ [2] ایضاً۔ [3] تاریخ طبری ص ۳۳۴۸

زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، مال غنیمت نہ لوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دے، اس کو امان ہے۔

حضرت زبیرؓ نے ایک حریف کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور جنگ جمل کے سپہ سالاروں میں تھے مگر جب ان کا قاتل ابن جرموز اُن کا سر اور تلوار لے کر حضرت علیؑ کے پاس آیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا "فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو" پھر حضرت زبیرؓ کی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرے سے مشکلات کا بادل ہٹایا ہے۔"

جنگ جمل کے میدان میں جب آپ فریق مخالف کی لاشوں کا معائنہ کر رہے تھے تو ایک ایک لاش کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے، جب حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے محمد کی لاش پر نظر پڑی تو آہ سرد بھر کر فرمایا " اے قریش کا شکرہ"!

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس سے اعلیٰ مثال کیا ہو سکتی ہے۔

اصابت رائے حضرت علیؑ صائب الرائے بھی تھے اور آپ کی اصابت رائے پر عہد نبوت ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا، چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کیے جاتے تھے واقعۂ افک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے گھر کے راز داروں میں جن لوگوں سے مشورہ طلب کیا، ان میں ایک حضرت علیؑ بھی تھے، غزوۂ طائف میں آپ نے ان سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک آنے لگا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کے مشیر تھے۔ حضرت عمرؓ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو آپ سے مشورہ کرتے تھے، ایک موقعہ پر انھوں نے فرمایا تھا:

لولا علیّ لہلک عمر — اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

حضرت عثمانؓ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لیے اور اگر اُن کے مشورے پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد نہ صرف فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا، بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہو جاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتا۔

آپ کی اصابت رائے کا سب سے زیادہ ثبوت آپ کے فیصلوں میں ملتا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں بہت سے ایسے پیچیدہ مقامات مذکور ہیں جن کا فیصلہ حضرت علیؑ نے کیا اور جب وہ فیصلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے ان کو قائم رکھا، چنانچہ اس قسم کا ایک مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

ماجد فیہا الّا ما قال علی" — میرے نزدیک بھی اس کا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کیا۔

ان کے ایک اور فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ — اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کو حکمت سکھائی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں حضرت علیؑ کے محاسن اخلاق پر ایک نہایت جامع بحث کی ہے جس کا خلاصہ دینا یہاں مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:-

"بڑے بڑے لوگوں کی سرشت میں جو عظیم الشان اخلاق داخل ہوتے ہیں، مثلاً شجاعت، قوت، حمیت اور وفا وہ سب ان میں موجود تھے، اور فیض ربانی نے ان سب کو اپنی مرضی میں صرف کیا، اور ان کے ایک ایک خلق کے ساتھ اس فیض ربانی کی آمیزش سے ایک ایک مقام پیدا ہوا، ریاض النضرۃ میں ہے کہ جب وہ چلتے تھے تو اِدھر اُدھر جھکتے ہوئے چلتے تھے، اور جب کسی آدمی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے تو وہ سانس تک نہیں لے سکتا تھا، وہ تقریباً فربہ اندام تھے، ان کی کلائیاں اور اُن کے ہاتھ مضبوط تھے، اور جب میدانِ جنگ میں جاتے تھے تو بے باکانہ دوڑتے ہوئے جاتے تھے، قوی اور دل کے مضبوط تھے، جس شخص سے کشتی لڑتے تھے اُس کو پچھاڑ دیتے تھے، بہادر تھے، اور جس سے جنگ میں مقابلہ کرتے تھے اس پر غالب آتے تھے۔

ان کے تمام محاسن اخلاق میں ایک وفا تھی اور جب فیض ربانی نے اس کو عطا کیا تو مقامِ محبّت ان کے لیے ایک مسلّمہ چیز بن گیا، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جیسا کہ متواتر طور پر ثابت ہے فرمایا کہ مَیں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ اور اُس کے رسُول سے محبّت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبّت کرتے ہیں۔ بالآخر آپ نے جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق دشمنوں کی مدافعت و مبارزت تھی جسے فیض ربّانی نے ان کے سوابقِ اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا۔

امام بخاری نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصومت کے لیے دوزانو بیٹھے گا قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت:

هذان خصمان اختصموا فی ربهم — ان دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی۔

ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بدر کے دن باہم مبارزت کی یعنی حمزہؓ، علیؓ، عبیدہؓ، ابو عبیدہؓ بن الحارث، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق ان کی غیر معمولی دلیری تھی، وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کی خاطر مدارت میں اپنی خواہش سے باز نہیں آتے تھے، فیض ربانی نے ان کے ان اخلاق سے نہی عن المنکر اور بیت المال کی حفاظت کا کام لیا، حاکم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے لوگوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت کی، تو آپ نے ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ "لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، خدا کی قسم، خدا کی ذات اور اس کی راہ کے معاملہ میں وہ کسی قدر سخت ہے۔ حضرت عمرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا "خدا کی ذات کے معاملہ میں علی سخت ہے۔"

حضرت کلیبؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس اصفہان سے مال آیا تو انھوں نے اس کے سات حصّے کیے، اس میں ایک روٹی بھی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کیے اور ہر ایک حصّے پر ایک ایک ٹکڑا تقسیم کیا پھر قرعہ ڈالا کہ ان میں کس کو کون حصہ دیا جائے۔

خانگی زندگی حضرت علیؑ کی مستقل خانہ داری کی زندگی اس وقت سے شروع ہوئی جب کہ سیدہ جنت حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے، اس سے پہلے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اس لیے کسب معاش کے لیے آپ کو کسی جد وجہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ ہجرت کے بعد جب حضرت فاطمہؓ سے شادی قرار پائی، تو ولیمہ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ قرب وجوار کے جنگل سے اونٹ پر گھاس لاکر بیچنے کا ارادہ کیا، حضرت حمزہؓ نے ایک روز ان کی اجازت کے بغیر اس اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا، حضرت علیؑ نے دیکھا تو نہایت صدمہ ہوا کیونکہ آپ کے پاس صرف دو اونٹ تھے۔ آخر زرہ بیچ کر سامان کیا، اُس زرہ کی قیمت بھی روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رحلت فرمائی، تو حضرت فاطمہؓ کو اس قدر غم ہوا کہ اس کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں اور اس عرصہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی ان کا دل پژمردہ شگفتہ نہ ہوا، حضرت علیؑ بھی ان کی دل دہی اور تسلی کے خیال سے خانہ نشین رہے اور جب تک وہ زندہ رہیں گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔

حضرت فاطمہؓ کے بعد متعدد شادیاں کیں اور ان بیبیوں سے بھی لطف وکرم کے ساتھ پیش آئے، دوسری بیویوں سے جو اولادیں تھیں ان میں حضرت محمد بن حنفیہؓ سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ وفات کے وقت حضرت امام حسنؑ سے ان کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آنے کی خاص طور پر وصیت فرمائی تھی۔

غذا ولباس حضرت علیؑ کے غیر معمولی زہد و ورع نے ان کی معاشرت کو نہایت سادہ بنا دیا تھا، کھانا عموماً روکھا پھیکا کھاتے تھے عمدہ پوشاک اور قیمتی لباس سے بھی شوق نہ تھا۔ عمامہ بہت پسند کرتے تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے العمائم تیجان العرب یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں کبھی کبھی سپید ٹوپی بھی پہنتے تھے، کُرتے کی آستینیں اس قدر چھوٹی ہوتی کہ اکثر ہاتھ آدھے کھلے رہتے تھے تہبند بھی نصف ساق تک ہوتی تھی، کبھی صرف ایک تہ بند اور ایک چادر ہی پر قناعت کرتے اور اسی حالت میں فرائضِ خلافت ادا کرنے کے لیے کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتے نظر آتے تھے، غرض آپ کو ظاہری نمائش اور طمطراق کا مطلق شوق نہ تھا، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، لوگوں نے اس کے متعلق عرض کیا تو فرمایا، یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے لیے اچھا نمونہ ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں، ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس پر "للہ الملک"، نقش تھا۔

حضرت علیؑ پر سردی وگرمی کا اثر نہ ہوتا تھا، کیونکہ رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں ان کے لیے دُعا فرمائی تھی اللھم اذھب عنہ الحر والبرد یعنی اس سے گرمی وسردی دُور کر، اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جاڑے کا کپڑا گرمی میں اور گرمی کا لباس جاڑے میں زیب تن فرماتے اور اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

حُلیہ قد میانہ، رنگ گندم گون، آنکھیں بڑی بڑی، چہرہ پُر رونق وخوب صورت، سینہ چوڑا، اس پر بال، بازو اور تمام بدن گٹھا ہوا، پیٹ بڑا اور نکلا ہوا، سر میں بال نہ تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ سر کے بال کے نیچے نجاست ہوتی ہے، اسی لیے میں بالوں کا دشمن ہوں، ایک روایت میں ہے کہ ایک

شخص نے آپ کے دو گیسو پڑے دیکھے۔ مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ آپ کے سر میں بال نہ تھے، ریش مبارک بڑی اور اتنی چوڑی تھی کہ ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک پھیلی تھی، آخر میں بال بالکل سفید ہو گئے تھے اور شاید تمام عمر میں ایک دفعہ بالوں میں مہندی کا خضاب کیا تھا۔

ازواج و اولاد سیدۂ جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کے بعد جناب مرتضیٰ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور ان سے نہایت کثرت کے ساتھ اولادیں ہوئیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، ان سے ذکور میں حسنؓ حسینؓ محسنؓ اور لڑکیوں میں زینبؓ کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰؓ پیدا ہوئیں۔ محسن نے بچپن ہی میں وفات پائی۔

۲ ام البنین بنت حزام۔ ان سے عباس، جعفر، عبداللہ، اور عثمان پیدا ہوئے۔ ان میں سے سب کے سب حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

۳ لیلیٰ بنت مسعود۔ انھوں نے عبید اللہؓ اور ابوبکرؓ کو یادگار چھوڑا، لیکن ایک روایت کے مطابق یہ دونوں بھی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۴ اسماء بنت عمیس۔ ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے۔

۵ صہبا۔ یا ام حبیب بنت ربیعہ۔ یہ اُم ولد تھیں، ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ عمرؓ نے نہایت طویل عمر پائی اور تقریباً پچاسی برس کے سن میں ینبوع میں وفات پائی۔

۶ امامہ بنت ابی العاص۔ یہ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں، ان سے محمد اوسط تولد ہوئے۔

۷ خولہ بنت جعفر۔ محمد بن علی، جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور رہیں ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

۸ اُم سعید بنت عروہ۔ ان سے ام الحسن اور رملۂ کبریٰ پیدا ہوئیں۔

۹ محیاۃ بنت امراء القیس۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی مگر بچپن ہی میں قضا کر گئی۔

متذکرۂ بالا بیویوں کے علاوہ متعدد لونڈیاں بھی تھیں اور ان سے حسب ذیل لڑکیاں تولد ہوئیں:۔

اُم ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملۂ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ امامہ، خدیجہ ام الکرام، اُم سلمہ، اُم جعفر، جمانہ، نفیسہ۔

غرض حضرت علیؑ کے سترہ لڑکیاں اور چودہ لڑکے تھے، ان میں سے پانچ سے سلسلۂ نسب جاری رہا، ان کے نام یہ ہیں:۔

امام حسینؑ۔ امام حسنؑ۔ محمد بن حنفیہؓ۔ عباسؓ۔ عمرؓ۔

(رئیس احمد جعفری)

سوانح سیّد رضی رحمۃ اللہ تعالیٰ

جامع نہج البلاغہ

چشم فلک نے نبیؐ کے بعد کوئی ایسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، جس کے احوال، سیرت، تاریخ اور علم و ادب پر اتنا لکھا گیا ہو کہ دفتر بن گیے، مگر ابھی تک قلم رُکے ہیں نہ زبانیں۔ جس کی اولاد کرام، اور آثار عظام اپنی مثال۔ ہر ایک پر لکھا جا رہا ہے، ہر ایک پر لکھا جاتا رہے گا۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے؟ سیکڑوں خطبوں، اور پچاسوں مؤلفوں کی محنت کا گلدستۂ سدا بہار۔ عہد امیر المومنین سے اب تک امام علیہ السّلام کے دوستوں، آپ کے افادات و ارشادات کے عاشقوں نے نہ معلوم کتنے مجموعے جمع کیے۔ خطب مکاتیب، فرامین، کلمات قصار، قضایا، حکم، اشعار، اور دعاؤں کے یہ مجموعے آج بھی مخطوطہ و مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

کون ہے جس نے "غرار الحکم"[1]، دیوان جناب امیر، صحیفہ علویہ، کلمات قصار نہیں پڑھے؟

ہاں، یہ شرف سیّد رضی، رضی اللہ عنہ کے خلوص کو نصیب ہوا۔ کہ ان کے جمع کردہ اس مجموعے، خطب و مکاتیب و کلمات، کی کم و بیش دو سو شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ دنیا کے ہر اسلام دوست نے پڑھا، اور قیامت تک آنکھوں سے لگاتے رہیں گے....

سید رضی محمد بن حسین کاظمی۔

آپ کے والد، ابو احمد، بنی عباس اور بویہی دربار میں بے حد عزاز و احترام رکھتے تھے، سلاطین و امراء "الطاہر الاوحد" کے لقب سے یاد کرتے تھے، "نقابت طالبین و قافلہ سالاری" حج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سیاسی و علمی اعتبار سے اس زمانے کے مشہور ترین قائد۔ بلند کردار زعیم، اور با اقتدار عالم تھے۔ ۳۰۴ھ میں پیدا اور ۴۰۰ھ میں وفات پائی۔

آپ کی اولاد میں مرتضٰے علم الہدیٰ اور سید رضی رحمہما اللہ نے عالم اسلام میں جو شہرت حاصل کی۔ اس سے اہل ادب واقف ہیں۔ سیّد مرتضٰے ۳۵۵ھ میں اور ان کے بھائی سیّد رضی ۳۵۹ھ بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے عہد کے اکابر ادبا و علماء سے تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن، کمال تفسیر، مہارت حدیث، اقتدار ادب کا یہ عالم کہ فقط قرآن مجید پر تین بے مثال کتابیں لکھی ہیں۔ "تلخیص البیان عن مجاز القرآن"، جس کا قدیم مخطوطہ، حجۃ الاسلام آقائے سید محمد مشکوٰۃ مدظلہم نے اصل عکس اور مفید ترین

---

[1] یہ حضرت کی کتاب کا نام ہے، جن کے ترجمے اسی لاہور سے ہو کر چھپ چکے ہیں۔

فہرستوں کے ساتھ شائع فرما کر حقیر کو مرحمت فرمائی ہے۔ فاشکرہم شکراً جزیلا۔

۲۔ حقائق التاویل فی متشابہ التنزیل۔ ایک حصہ شایع ہو چکا ہے۔

۳ معانی القرآن شائع ضائع ہو چکی ہے۔

حدیث پر۔

۴۔ مجازات الآثار النبویہ، مطبوعہ عراق، و بیروت و مصر۔

ادب پر۔

۵۔ تعلیقہ علی ایضاح ابی علی الفارسی۔

۶۔ الحسن من شعر ابن الحجاج۔

۷۔ الزیادات فی شعر ابی الحجاج۔

۸۔ الزیادات فی شعر ابی تمام۔

۹۔ مختار شعر ابی اسحاق الصابی۔

۱۰۔ ما دار بینہ و بین ابی اسحاق من الرسائل شعراً۔

۱۱۔ کتاب مراسلات۔

۱۲۔ انشراح الصدر فی مختارات من الشعر۔

۱۳۔ دیوان۔ چار ضخیم جلدیں جو مختلف حواشی و شرح کے ساتھ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اور میں نے درساً و تحقیقاً پڑھا ہے۔

۱۴۔ نہج البلاغہ "اختیار محاسن الخطب ثم محاسن الکتب ثم محاسن الحکم" من کلام امیر المومنین علیہ السّلام۔

فقہ پر۔

۱۵ تعلیق خلاف الفقہا۔

تاریخ پر۔

۱۶۔ خصائص الائمہ۔ طبع عراق۔

۱۷۔ اخبار قضاۃ بغداد۔

۱۸۔ سیرت الطاہر (یہ کتاب اپنے والد کی سوانح عمری کے طور پر ۳۸۰ھ میں خود ان کی حیات میں لکھی تھی) اب نایاب ہے۔

القاب و مناصب:۔

۳۸۸ھ بہاء الدولہ بویہی نے۔ الشریف الاجل۔

سنہ ۳۹۲ھ ذی المنقبتین ۔

سنہ ۳۹۸ھ ۔ المرضی ذی الحسبین کا لقب دیا ۔ (کیونکہ خاندانی شرف کے لحاظ سے پدری و مادری رشتوں سے حسینی دکاظمی تھے)

سنہ ۴۰۱ھ ۔ میں دربارِ خلافت سے " الشریف الاجل " کے لقب سے ملقب کیے گیے ۔

سنہ ۳۸۰ ۔ میں سید اکیس سال تھے جب " نقابت طالبین " امارۃ حاج " اور سربراہی منظالم " کے نگراں تھے ، تینوں عہدے اپنے فرائض کے لحاظ سے الگ الگ وقت ، قوت ، علم اور وجاہت چاہتے تھے ۔ (جس کی تفصیل کے لیے دیکھئے الغدیر ۴ ص ۲۰۰ ومابعد) سید آخر عمر تک ان معاملات داخلی اور انتظامی کے سربراہ رہے ۔

ان کی شادی وزیر ابو نصر سابور بن اردشیر کے ساتھ ہوئی ۔ جس کی ایک طویل واہم دستاویز کی نقل میرے پاس موجود ہے ۔

اخلاق

سید رحؒ کی ذاتی اور اخلاقی عظمتوں پر ان کا دیوان اور معاصر تاریخیں گواہ ہیں " وہ بلند خیالی ، عالی ہمت ، باوقار ، سیر چشم اُولو العزم ۔ مدبر و عالم تھے ، سلاطین بنی عباس سے ان کے تعلقات مساویانہ بلکہ اس سے بڑھ کر تھے ۔ انھوں نے اکثر خلفاء کی مدح میں قصیدے[1] لکھے ہیں ، وہ امراو سلاطین کے تحفے رد کر دیئے تھے ۔ کہ کسی کا محتاج نہیں ، ان کے یہاں علماء وادبا وشعرا ، کا مجمع رہتا تھا ، ابو اسحاق صابی ان کے پرستاروں ، مہیار دیلمی ، ان کے مداحوں میں تھا ۔ ہر دل عزیزی کا یہ عالم تھا ۔ کہ مملکت سلاطین و امرا سے لے کر عوام تک اس قدر محبت کرتے تھے ، کہ جب انھوں نے رحلت فرمائی ہے ۔ تو کرخ کا محلہ ابنا وزراء و امراء ، حجوں اور سپہ سالاروں سے ، بھر گیا ۔ علامہ نجاشی اور اکابر علماء نے غسل دیا ، وزیر فخر الملک ابو غالب نے نماز جنازہ پڑھائی اور محل سرا میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے ۔

سید مرتضیٰ رحؒ کو بھائی کی موت کا اتنا صدمہ ہوا ۔ کہ خبر سنتے ہی بے حال ہو گیے اور بغداد سے قریب ، اپنے جد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مزار کاظمین میں جاکر اشک فشانی کرتے رہے ۔ اور بڑے بڑے دردناک مرثیوں میں بھائی کو یاد کر کے ہمیشہ رویا کیے (دیکھیے دیوان الشریف المرتضیٰ طبع جدید مصر) چونکہ خود متولی مزار حسینی اور عالم ربانی تھے اس لیے کچھ دنوں کے بعد جنازہ کربلائے معلی منتقل کر دیا گیا ۔

للہ عمرك من قصیر طاھر ولرب عمر طال بالادناس

(السید مرتضیٰ علم الھدیٰ)

علمی مرتبہ

عربی ادب میں مسلم ہے ، کہ الشریف الرضی " اشعر ہاشمین " ہیں ۔ حقیقت میں سید رضی و مرتضیٰ سے پہلے کسی ہاشمی کا اتنا بڑا دیوان ہاشمی شعراء کی یادگار نہیں ہے ۔ سید رضی کا جوشِ بیان ، اسلوب زبان اور مہارت شعری ابو تمام و متنبی ، ابو العلاء ، و فرزدق جیسی ہے ۔

---

[1] حقیر نے درجہ عماد الکلام میں " مختارات من قصائد الرضی " اور درجہ سند صدر الافاضل میں نہج البلاغہ پر عربی حاشیے لکھے ہیں ، دونوں چیزیں موجود ہیں ۔ اور ان دونوں درجوں کی سندیں ضمیمہ مقدمہ کر دی ہیں ۔

آج تک ادبائے عرب اس دیوان کی وہی قدر کرتے ہیں جو ان کے عہد میں تھی ۔

لغت و معنی و بیان میں دست رسی و مہارت کے انداز معلوم کرتا ہوں تو مجازات نبویہ" اور تفاسیر دیکھئے، حفظ اشعار و روایات بحث معنی و استعمالات میں بالکل جاحظ کا رنگ اور ابن جنی و ابن فارس سے بڑھا ہوا آہنگ ہے ۔

ذوق کا یہ عالم کہ "خصائص الائمہ" کی ایک فصل بڑھتے بڑھتے "نہج البلاغہ" مکمل ہو گئی ۔ اور یہ آغاز عمر و عنفوان شباب کا کارنامہ ہے ۔

مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

از

سید شریف رضی رحمۃ اللہ تعالیٰ مؤلفِ نہج البلاغہ

اَمّا بعد حمد اللہ الذی جعل الحمد ثمنا لنعمائہ. ومعاذاً من بلائہ. وسبیلا الی جنانہ وسببا لزیادۃ احسانہ.

والصلاۃ علیٰ رسولہ نبی الرحمۃ وامام الائمۃ، وسراج الامۃ. المنتخب من طینۃ الکرم وسلالۃ المجد الأقدم ومغرس الفخار المعرق، وفرع العلاء المثمر المورق. وعلیٰ اھل بیتہ مصابیح الظلم، وعصم الامم ومنار الدین الواضحۃ، ومثاقیل الفضل الراجحۃ

صلی اللہ علیھم اجمعین صلاۃ تکون ازاء لفضلھم ومکافاۃ لعملھم. وکفاء لطیب فرعھم واصلھم. ما انار فجر ساطع، وخوی نجم طالع

فانی کنت فی عنفوان السن، وغضاضۃ الغصن،

ابتدأت بتالیف کتاب فی خصائص الائمۃ علیھم السلام

تمام تعریفیں اسی ذاتِ الٰہی کے لیے مخصوص ہیں۔ جس نے اپنی ستائش کا عوض، "بخششِ نعم" اور مصائب و آلام کی پناہ گاہ فرمایا۔ اس سبب راہِ جنت نعیم" اور اس کی قیمت باعث ازدیادِ کرم و بخشش مقرر فرمائی۔

اس کے مبعوث کردہ "نبی رحمت" پر درود ہو! جو پیشوائے اماماں چراغِ اُمت منتخب خانوادۂ عزت و بزرگی، سرچشمۂ مکارمِ اخلاق پیشوایان، روحِ فخرِ عالم و عالمیان۔ اور اعلیٰ ترین اقدار کی سرسبز و بارآور شاخ ہیں۔ پھر آپ کے اہل بیت پر" جو راہِ ضلالت کے لیے چراغِ ہدایت۔ امتوں کا سہارا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انوارِ دینِ الٰہیہ کے روشن و منوّر مینار۔ اور سرچشمۂ فضائل و کمالات ہیں۔

(پروردگارا!) تو ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرما!۔ ایسی رحمتیں جو ان کے اعمال کے شایاں شان ہو، اور وہ درود "جو ان ذواتِ مقدسہ کے اعمال و کردار کا آئینہ دار ہو۔ ان کے خصائص کا ہمسر ہو۔ (وہ درود!) جو ان ہستیوں کے ذاتی و صفاتی اور خاندانی تقدس کے مساوی ہو (پروردگارا!) جب تک کہ صبح روشن رات کی تاریکیوں کا پردہ چاک کرتی رہے۔ اور ستاروں کی درخشانیاں جھلملا جھلملا کر خاموش ہوتی رہیں۔

میں نے اپنے عنفوانِ شباب اور نوجوانی کے دور میں "ائمہ اطہار علیہم السّلام کے خصائص" اور سوانح مبارکہ پر" ایک کتاب شروع کی تھی۔

يشتمل على محاسن أخبارهم وجواهر كلامهم حداني عليه غرض ذكرته في صدر الكتاب وجعلته أمام الكلام. وفرغت من الخصائص التي تخص أمير المؤمنين عليا عليه السلام. وعاقت عن اتمام بقية الكتاب محاجزات الزمان ومماطلات الأيام وكنت قد بوبت ما خرج من ذالك أبوابا. وفصلته فصولا فجاء في آخرها فصل يتضمن محاسن ما نقل عنه عليه السلام من الكلام القصير في الحكم والأمثال والآداب دون الخطب الطويلة والكتب المبسوطة. فاستحسن جماعة من الأصدقاء والاخوان ما اشتمل عليه الفصل المقدم ذكره معجبين ببدائعه ومتعجبين من نواصعه وسألوني عند ذلك أن أبدأ بتاليف كتاب يحتوي على مختار كلام مولانا امير المؤمنين عليه السلام في جميع فنونه ومتشعبات غصونه.

من خطب وكتب ومواعظ وآداب علما أن ذالك يتضمن من عجائب البلاغة وغرائب الفصاحة وجواهر العربية وثواقب الكلم الدينية والدنيوية ما لا يوجد مجتمعا في كلام ولا مجموع الاطراف في كتاب.

اذ كان أمير المومنين عليه السلام مشرع الفصاحة وموردها، ومنشأ البلاغة ومولدها ومنه عليه السلام ظهر مكنونها. وعنه أخذت قوانينها. وعلى أمثلته حذا كل قائل خطيب وبكلامه استعان كل واعظ بليغ. ومع ذالك فقد سبق وقصروا. وتقدم وتأخروا.

جو ان ذوات مقدسہ کی سیرت مطہرہ اور کلام کے جواہر ریزوں پر مشتمل تھی چنانچہ اس کا مقصد تالیف کتاب کے دیباچے میں عرض کر چکا ہوں خصائص کا وہ حصہ، جو امیر المؤمنین کے اوصاف سے متعلق تھا۔ وہ تو مکمل ہو گیا۔ لیکن پھر حوادث روزگار اور ناسازگار حالات کی بنا پر کتاب کا تکملہ ممکن نہ ہو سکا۔ بس جو کچھ لکھا، اس کے ابواب وفصول متعین کر دیے۔ اس کتاب کی آخری فصل میں، "آپ کے ملفوظات تھے۔ جو چھوٹے چھوٹے جملوں، اور دلکش فقرات پر مشتمل تھے۔

علاوہ تمثیلات اور اخلاقیات سے متعلقہ کلام بھی، اسی میں جمع کر دیا تھا۔ لیکن صرف آپ کے خطبات اور بسیط خطوط شامل نہ کر سکا۔ بس جو کچھ تھا۔ اسی کی شیرینی اور لطافت سے لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ بعض احباب تو متعجب ہو کر کہنے لگے" کہ امیر المؤمنین کے تمام اصناف کو اس طرح مرتب کر دوں۔ جس میں آپ کے خطبات، ارشادات، مکتوبات اور نصائح وغیرہ سب کچھ آجائیں۔

چنانچہ یہ مجموعہ، نوادرات وعجائبات فصاحت وبلاغت اور عربی ادب کا گل سرسبد — نیز دین ودنیا سے متعلق ایسے تابناک تصورات اور کلمات کا مظہر ہو گا۔ جو آج تک کسی کلام یا کتاب میں مجتمع نہ مل سکیں گے۔

جناب امیر المؤمنین کی ذات مقدس، سرچشمۂ فصاحت اور مولد عجائبات بلاغت ہے، فصاحت وبلاغت کے اسرار ورموز کا مرجع آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اس کے قوانین وضوابط کے حصول کے لیے آپ ہی کے آگے زانوئے ادب طے کیا گیا۔ ہر مقرر، ادیب اور ہر مبلغ و واعظ نے آپ کے اسالیب سے خوشہ چینی کی۔ اور آج تک تقدم واولیت کا سہرا آپ ہی کے سر مبارک پر جگمگا رہا ہے۔

ولأن كلامه عليه السلام الكلام الذى عليه مسحة من العلم الالٰهى وفيه عبقة من الكلام النبوى. فاجبتهم الى الابتداء بذالك عالماً بما فيه من عظيم النفع و منشور الذكر ومذخور الاجر۔ واعتمدت به أن أبين من عظيم قدر امير المؤمنين عليه السلام فى هٰذه الفضيلة مضافة الى المحاسن الدثرة والفضائل الجمة

وانه عليه السلام انفرد ببلوغ غايتها عن جميع السلف الاولين الذين انما يؤثر عنهم منها القليل النادر والشاذ الشادر وأما كلامه فهو من البحر الذى لا يساجل، والجم الذى لا يحافل۔ وأردت أن يسوغ لى التمثل فى الافتخار به عليه السلام بقول الفرزدق

اولٰئك آبائى فجئنى بمثلهم
اذا جمعتنا يا جرير المجامع

ورأيت كلامه عليه السلام يدور على أقطاب ثلاثة وأولها الخطب والاوامر. وثانيها الكتب والرسائل۔ وثالثها الحكم والمواعظ۔ فأجمعت بتوفيق الله تعالىٰ على الابتداء باختيار محاسن الخطب ثم محاسن الكتب ثم محاسن الحكم والادب مفرداً لكل صنف من ذالك باباً ومفصلاً فيه أوراقاً لتكون مقدمة لاستدراك

در اصل اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کا کلام، علومِ الٰہیہ اور کلامِ رسالت کا پَرتو ہے۔

چنانچہ میں نے اپنے احباب کی فرمائش کے بموجب، کتاب کی تالیف شروع کر دی۔ اس لیے کہ اس کارِ خیر کا ثوابِ عظیم، اور نیک نامیاں میری نگاہ میں ہیں۔ نیز اس کا صلہ منافعتِ عظمیٰ اور اجرِ عقبیٰ کا حامل ہے۔

حقیقتاً اس کتاب کی تالیف سے میرا مقصد یہ ہے۔ کہ کلام امیر المومنین کے صنائع و بدائع کو اُجاگر کر سکوں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ جن ماسبق فصحا و بلغا کا کلام جستہ جستہ مل جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھی امیر المومنینؑ کی ذات ہی ان ارفع و اعلیٰ اقدار کی حامل ہے۔ جو کلام کے صنائع و بدائع کی منتہی ہو سکتی ہے۔ آپ کا کلام، ایک ایسا موج زن دریا ہے۔ جس کی طوفانی موجوں سے ٹکرانا ممکن نہیں۔ یہ اُن معجزات کا مخزن ہے۔ جن کا تقابل وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ یہاں، اپنے نسبی لگاؤ کے ماتحت، فرزدق کا یہ شعر پیش کر دینا، میرے لیے باعثِ افتخار ہو سکے گا۔

(ترجمہ) یہ ہیں فخرِ روزگار "میرے آباد اجداد، ہاں اے جریر! جب محفلوں اور انجمنوں میں ہم اکٹھا ہوں۔ تو اُن کا ہمسر، کوئی دکھاؤ تو۔

میں جتنا سمجھ سکا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ امیر المومنینؑ کا کلام تین اصناف پر مشتمل ہے • اول تقاریر و احکامات • دوم مکتوبات و رسائل • سوم حکم و مواعظ۔ اسی ترتیب کے ماتحت،" اگر توفیقاتِ الٰہی شاملِ حال رہیں۔ تو اوّل خطبات۔ اس کے بعد مکتوبات" اور آخر میں حکم و مواعظ کو مرتب کرنے کا خیال ہے۔ اور تمام اصناف کے لیے، الگ الگ عنوانات کا انتخاب بھی کر لیا ہے۔ اور ہر عنوان کے بعد، چند سادہ صفحات بھی چھوڑ دیے ہیں۔ تاکہ اس ترتیبِ تالیف

ماعساہ یشذ عنی عاجلا ویقع الی عاجلا واذا جاء شیء من کلامہ علیہ السلام الخارج فی أثناء حوار أو جواب سؤال أو غرض آخر من الاغراض فی غیر الانحاء التی ذکرتھا وقررت القاعدۃ علیھا نسبتہ الی ألیق الابواب بہ وأشدھا ملاحظۃ لغرضہ وربما جاء فیما أختارہ من ذالک فصول غیر متسقۃ، ومحاسن کلم غیر منتظمۃ لأنی أورد النکت واللمع ولا أقصد التتالی والنسق۔

ومن عجائبہ علیہ السلام التی انفرد بھا وأمن المشارکۃ فیھا أن کلامہ علیہ السلام الوارد فی الزھد والمواعظ والتذکیر والزواجر اذا تأملہ المتأمل وفکر فیہ المتفکر وخلع من قلبہ أنہ کلام مثلہ ممن عظم قدرہ وانفذ أمرہ وأحاط۔ بالرقاب ملکہ لم یعترضہ الشک فی أنہ من کلام من لا حظ لہ فی غیر الزھادۃ ولا شغل لہ بغیر العبادۃ، قد قبع فی کسر بیت أو انقطع فی سفح جبل۔ لا یسمع الا حسہ ولا یری الا نفسہ۔ ولا یکاد یوقن بأنہ کلام من ینغمس فی الحرب مصلتا سیفہ فیقط الرقاب ویجدل الابطال

کے بعد "آپ کا کلام دستیاب ہو۔ تو اسی عنوان کے ماتحت شامل کرلیا جائے۔ ہاں! اگر ایسے ملفوظات اور مسائل کے جواب "روزمرہ کی گفتگو یا دوسرے اسالیب کے ماتحت ہو۔ اور وہ میرے منتخبہ عنوانات کے ماتحت نہ آسکے۔ تو اس کا ایک الگ عنوان قائم کردیا جائے۔ موجودہ ترتیب میں بعض کلمات، ایسے بھی شامل ہوگئے ہیں۔ جن کی ترتیب ذرا اُلٹ پلٹ سی ہوگئی ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ فی الحال، آپ کے عجائباتِ کلام اور اصناف مختلف کو صرف جمع ہی کرتا جا رہا ہوں۔ فی الحال ترتیب و تہذیب میرے پیشِ نظر نہیں رہی۔

امیر المومنینؑ کا وہ عجائب والغرائب کلام، جس میں آپ منفرد روزگار ہیں۔ وہ "تقویٰ و زہد" "ذکر الٰہی" اور پند و نصائح پر مشتمل ہے۔ اس کا مطالعہ اگر کوئی منکر، "قطعِ نظر اس کے" غور و فکر اور سوچ سمجھ کے ساتھ کرے کہ یہ سب کا سب کلام "اس ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ جو ایک مرتبۂ عظمیٰ اور تخت و تاج کا مالک ہے۔ اس کے احکامات رعایا پر جاری و ساری ہیں۔ تو وہ ایسا محسوس کرے گا۔ کہ یہ تمام ارشادات ایسی ہستی کے ہیں" جو زہد و عبادت کے سوا کچھ جانتا ہی نہیں۔ یادِ الٰہی کے علاوہ اس کا کوئی مشغلہ ہی نہیں۔ وہ اس دنیا سے الگ تھلگ گوشۂ عافیت میں سربسجود ہے، کسی پہاڑ کی کھوہ میں محوِ عبادت رہنے والا ہے۔ جس کے گوشہائے حقیقت اپنے اعضاء کی حرکت کے علاوہ کچھ سنتے ہی نہیں۔ اور وہ سوائے اپنے اور کسی وجود کو دیکھتا ہی نہیں۔ تو پھر یہ تصور نہیں ہوتا۔ کہ یہ کلام کسی ایسی ہستی کا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر وہ اپنی شمشیر بے نیام لے کر میدان جہاد میں آجاتا ہے۔ تو بڑے سے بڑے سورما پہلوانوں کو خاک و خون میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے زور آور اور یگانۂ روزگار زیر دست ہو جاتے ہیں۔ اور اس دریائے خون ناب سے پلٹتے وقت

ويعود به ينطف دماً ويقطر مهجاً، وهو مع تلك الحال زاهد الزهاد وبدل الابدال وهذه من فضائله العجيبة وخصائصه اللطيفة التي جمع بها بين الاضداد، وألف بين الاشتات. وكثيراً ما أذكر الاخوان بها واستخرج عجبهم منها وهي موضوع للعبرة بها والفكرة فيها۔

وربما جاء في أثناء هذا الاختيار اللفظ المردد والمعنى المكرر والعذر في ذلك أن روايات كلامه تختلف اختلافاً شديداً۔ فربما اتفق الكلام المختار في رواية فنقل على وجهه، ثم وجد بعد ذلك في رواية أخرى موضوعاً غير وضعه الاول، اما بزيادة مختارة أو بلفظ أحسن عبارة فتقتضي الحال أن يعاد استظهاراً للاختيار، وغيرة على عقائل الكلام وربما بعد العهد أيضاً بما اختير أولاً فأعيد بعضه سهواً أو نسياناً لا قصداً او اعتماداً۔

ولا أدعي مع ذلك أني أحيط بأقطار جميع كلامه عليه السلام حتى لا يشذ عني منه شاذ ولا يند ناد، بل لا أبعد أن يكون القاصر عني فوق الواقع الي، والحاصل في ربقتي دون الخارج من يدي وما علي الا بذل الجهد

اس کی شمشیر خون آشام لہو برساتی ہوئی آتی ہے۔ مگر بہمہ ایں صفات وہی ہستی "صف زہاد میں یگانہ روزگار" اور اولیاء اللہ کی گل سرسبد نظر آتی ہے۔ یہ تمام متضاد فضائل وخصائص امیر المومنینؑ میں اس طرح مجتمع ہو گئے تھے۔ جنھوں نے ایک ہستی میں "تمام منتشر و پراگندہ صفات کو منسلک کر دیا تھا۔ کبھی کبھی ان اوصاف کا تذکرہ اپنے احباب روحانی کے سامنے کر دیتا ہوں۔ تو انگشت بدنداں ہو کر چشم حیرت سے منہ تکنے لگتے ہیں۔ یہ تمام حالات واوصاف کتنے محیر العقول اور عبرتناک ہیں۔

میرے موجودہ انتخاب میں بعض مقامات پر تکرار الفاظ و مطالب بھی ہو گیا ہے۔ جس کے سلسلے میں یہ معذرت پیش کر سکتا ہوں۔ کہ کلام امیر المومنینؑ مختلف صورتوں اور محل کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ کہیں تو ایسا ہوا ہے کہ جو کلام جس طرح ملا۔ اسے ویسے ہی شامل کر دیا ہے۔ اور پھر وہی کلام "دوسری جگہ سے" دوسرے نہج اور محل کے اعتبار سے دستیاب ہوا۔ جس کا اسلوب اور حقائق ومعارف کچھ اور ہی حسین انداز میں نظر آئے۔ ایسے مقامات پر" اپنے انتخاب کی کامیابی اور متانت کے پیش نظر" اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔ کہ کلام کے صنائع وبدائع کو بھی ظاہر کرتا چلوں۔ چنانچہ۔ ان کو پھر سے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے (اس کے علاوہ) بعض مقامات پر بھول چوک یا بعید العہد ہونے کی بنا پر بھی تکرار ہو گئی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ غیر ارادی طور پر ہوا ہے۔

میرا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے" کہ امیر المومنینؑ کا تمام وکمال کلام میں جمع کر سکا ہوں۔ اور کوئی جملہ ادھر ادھر باقی نہیں رہ گیا ہے۔ بلکہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ جو ذخیرہ مجھے دستیاب ہو سکا ہے۔ اس کے مقابلے میں، باقی ماندہ کلام اور بھی زیادہ نہ نکل آئے گا۔ میرا فرض تھا۔ کہ اپنی سعی کوشش کروں۔ باقی سب کچھ اللہ کے ہاتھ ہے۔ کہ وہ

وبلاغ الوسع، وعلى الله سبحانه نهج السبيل ورشاد الدليل انشاء الله

ورأيت من بعد تسميه هذا الكتاب بنهج البلاغة اذ كان يفتح للناظر فيه أبوابها - ويقرب عليه طلابها. فيه حاجة العالم والمتعلم و بغية البليغ والزاهد -

ويمضي في اثنائه من الكلام في التوحيد والعدل وتنزيه الله سبحانه وتعالى عن شبه الخلق ما هو بلال كل غلة وجلاء كل شبهة -

ومن الله سبحانه أستمد التوفيق والعصمة وأتنجز التسديد والمعونة، وأستعيذه من خطاء الجنان قبل خطاء اللسان، ومن زلة الكلام قبل زلة القدم وهو حسبي ونعم الوكيل -

اس راہ ثواب میں توفیق عطا فرمائے۔ (انشاء اللہ)

موجودہ ترتیب و انتخاب کے بعد سمجھ میں آیا۔ کہ اس کا نام "نہج البلاغہ" رکھ دوں۔ اس لیے کہ یہ کتاب ناظرین و شائقین کے سامنے رموز بلاغت کو آشکار کرے گی۔ محققین کی تحقیقات کے لیے مشعل راہ۔ کاشفان رموز و بلاغت اور طلبائے علوم کلام کے لیئے باعث ہدایت ہوگی۔ نیز تارکان دنیا، اس کے ذریعے اپنے مقاصد کی راہ پائیں گے۔

(نہج البلاغہ میں) وحدانیت "عدل" خدائے یکتا کے منزہ از جسم و جسمانیت،، کے دلائل و براہین سے متعلق" تمام عجائب و غوامض ملیں گے۔ یہ کلام، ہر تشنگی کے لیے باعث سیرابی" ہر مرض کے واسطے باعث شفا، اور دافع شبہات ثابت ہوگا۔

(آخر میں) توفیقات الٰہی کے شامل حال ہونے۔ اور لغزشوں سے محفوظ رہنے کا طالب ہوں۔ میرے عمل میں استحکام پیدا ہوجائے۔ کہیں راہ سے بے راہ نہ ہوجاؤں۔ خطائے زبان سے پہلے، لغزش دل سے۔ اور لغزش قدم سے پہلے، لغزش سخن سے پناہ چاہتا ہوں۔ بس! وہی میرے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

ترجمہ: نائب حسین نقوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ ۱

باب المختار من خطب امیر المؤمنین علیہ السّلام واوامرہٗ

خطبات واحکام امیر المؤمنین علیہ السّلام کا انتخاب

ویدخل فی ذلک المختار من کلامہ الجاری مجری الخطب فی المقامات المحضورۃ، والمواقف المذکورۃ والخطوب الواردۃ۔

اس باب میں حضرت؏ کا وہ کلام بھی مندرج ہے جو خطبوں اور تقریروں کے مانند ہے۔ یہ ایسے ارشادات ہیں جو مختلف جلسوں تاریخی معرکوں اور ہنگاموں سے متعلق ہیں۔

۱۔ فمن خطبۃٍ لہٗ علیہ السّلام یذکر فیہا ابتداء خلق السّمآء والارض وخلق اٰدم؏

امیر المؤمنین کا یہ خطبہ جہاں فصاحت و بلاغت، ایجاز و اختصار اور نطق و کلام کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے، وہاں افادیت اور معنویت کے اعتبار سے بھی۔ بے مثال ہے۔ اس میں قرآن کی روح اور حدیث کا پیام، روحانیت کا سبق اور اطاعت کی تعلیم ہے، عبادت اور تزکیۂ نفس کی دعوت ہے ——— اور جو کچھ ہے حق ہے۔

(۱) خلقتِ ارض و سما۔ (۲) خلقتِ آدم۔ (۳) ذکرِ حج:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَہُ الْقَآئِلُوْنَ، وَلَا یُحْصِیْ نَعْمَآءَہُ الْعَآدُّوْنَ، وَلَا یُؤَدِّیْ حَقَّہُ الْمُجْتَہِدُوْنَ، اَلَّذِیْ لَا یُدْرِکُہٗ بُعْدُ الْہِمَمِ، وَلَا یَنَالُہٗ غَوْصُ الْفِطَنِ۔

حمد و سپاس کا سزاوار وہ ہے، کہ قوتِ نطق و کلام رکھنے والی تمام ہستیاں، اس کی مدح و ثنا سے عاجز و درماندہ ہیں ——— جس کی نعمتوں کو، شمار کرنے والے گننے سے قاصر ہیں[۱] ——— اور جس کا حقِ نعمت کوشش کرنے والے نہیں ادا کر سکتے ——— وہ خدا کہ جس کی حقیقت بلند ہمتوں[۲] کے ادراک سے ماوراء ہے ——— جس تک فکر کی گہرائیاں پہنچنے سے قاصر ہیں[۳] ———

---

[۱] جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے، "وان تعدّوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا" یعنی اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں گن پاؤ گے۔

[۲] "خداوندے کہ حقیقت او را صاحبان ہمت بلند درک نمی کنند" ——— فارسی ترجمہ نہج البلاغہ مطبوعہ طہران، از حاج علی نقی!

[۳] الفطن جمع فطنۃ، وغوصہا: استغراقہا فی بحر المعقولات لتلتقط درر الحقیقۃ۔ یعنی ذات اقدس خداوندی کی حقیقت کا پتہ دریائے فکر کے غواص دانشور بھی، سعیٔ بسیار کے باوجود نہیں لگا سکتے ———

(مفتی محمد عبدہ)

اَلَّذِی لَیْسَ لِصِفَتِہٖ حَدٌّ مَحْدُوْدٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُوْدٌ، وَلَا وَقْتٌ مَعْدُوْدٌ، وَلَا اَجَلٌ مَمْدُوْدٌ۔ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِہٖ وَنَشَرَ الرِّیَاحَ بِرَحْمَتِہٖ، وَوَتَّدَ بِالصُّخُوْرِ مَیَدَانَ اَرْضِہٖ۔

جس کے صفات کی کوئی حد نہیں[۱]، نہ کوئی ایسی نعت ہے (جو صفات خداوندی کا بیان کرسکے) —— نہ کوئی ایسا وقت جس کا شمار ممکن ہو —— نہ کوئی ایسی مدت دراز جو منتہی ہو[۲] —— اس نے خلائق کو اپنی قدرت اور اختیار سے پیدا کیا —— اور ہواؤں کو، اپنی رحمت اور مہربانی سے پھیلایا —— اور متحرک ولرزاں زمین کو سنگ ہائے بزرگ (پہاڑوں) سے میخکوب کیا اور مستحکم و استوار فرمایا۔[۳]

اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہٗ، وَکَمَالُ مَعْرِفَتِہِ التَّصْدِیْقُ بِہٖ، وَکَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِہٖ تَوْحِیْدُہٗ، وَکَمَالُ تَوْحِیْدِہِ الْاِخْلَاصُ لَہٗ، وَکَمَالُ الْاِخْلَاصِ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ، لِشَہَادَۃِ کُلِّ صِفَۃٍ اَنَّہَا غَیْرُ الْمَوْصُوْفِ، وَشَہَادَۃِ کُلِّ مَوْصُوْفٍ اَنَّہٗ غَیْرُ الصِّفَۃِ

دین کی پہلی بنیاد، خدا کی معرفت ہے[۴] اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے اور کمال تصدیق، توحید ہے، اور کمال توحید اس کو ہر چیز سے برتر ماننا ہے، اور کمال اخلاص صفات کی ذات سے نفی ہے کیونکہ ہر صفت غیر موصوف ہے، اور ہر موصوف غیر صفت ہے جس نے اس کی توصیف کی، ذات کو صفت (زائد) سے ملایا، اس نے گویا ذات الٰہی میں دوئی پیدا کی، اور جس

---

[۱] معروف و معلوم صفات لامحدود نہیں ہوسکتے، کہیں نہ کہیں ان کی انتہا ہوتی، اور محدود ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس ذات باری تعالےٰ کہ اس کے صفات کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

[۲] جب حق نعمت ادا نہیں ہوسکتا تو سپاس گزاری کی انتہا یہ ہے کہ بندہ اپنے عجز کا اعتراف کرلے، جب ہمت کی بلندی اور فکر کی گہرائی اس کے صفات کا ادراک کما حقہ نہیں کرسکتی، تو کیونکر ممکن ہے کہ حقیقت ذات کا ادراک کرسکے؟ —— جب خدا ازلی و ابدی ٹھہرا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ قید زمان سے آزاد ہے۔ پھر اجل اور مدت کا سوال ہی کہاں رہا؟ کیونکہ زمانہ مقدار حرکت کا نام ہے اور حرکت جسم کے عوارض میں ہے اور خدا جسمیت سے مُبرّا اور منزّہ ہے، لہٰذا یہ بات محال ہے کہ وہ زمان کا پابند قرار دیا جائے۔ (ن - طہران)

[۳] خدائے تعالےٰ نے خلائق کو اپنی قدرت اور توانائی سے پیدا کیا، چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ سیقولون من یعید نا قل الذی فطرکم اول مرۃ اسی طرح ہوا کے بارے میں فرمایا۔ وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ اسی طرح زمین کے بارے میں ارشاد ہوا۔ القیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ (ن - طہران)

مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں:-

صفات ممکنہ کی ایک حد ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اپنے علم و عبادت کی دنیا میں ہم ہر روز کرتے رہتے ہیں، لیکن اللہ کی قدرت اور اللہ کے علم کی کوئی انتہا نہیں، اسی طرح دوسرے صفات کا حال ہے —— نعت بھی ایک تغیر پذیر چیز ہے مثلاً ہماری زندگی کے مختلف ادوار میں طفولیت، نوخیزی، جوانی، بڑھاپا، قوت اور ضعف وغیرہ، لیکن باری تعالےٰ کے صفات و نعوت تغیر سے منزہ ہیں وہ ازلی و ابدی ہیں جس کے وجود کا حصر اوقات نہیں کرسکتے اور صفات کا احاطہ ذوات نہیں کرسکتے۔

[۴] یعنی اس بات کی معرفت کہ خدا صانع عالم ہے اور کمال تصدیق یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، یہی وجوب الوجود ہے۔

فَقَدْ قَرَنَهُ ، وَمن قَرَنَه فَقَدْ ثَنَّاهُ وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ ، وَمَن جَزَّاهُ فَقَدْ جَهِلَهُ ، وَمَن جَهِلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ ، وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ وَمَنْ قَالَ فِيمَ ؛ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَمَنْ قَالَ عَلَامَ ؛ فَقَدْ أَخْلَىٰ مِنْهُ۔

كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ ، مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ ، وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ ، فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ ، بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ من خَلْقِه ، مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ ، وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً ، وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا وَلَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا ، وَلَا حَرَكَةٍ أَحْدَثَهَا ، وَلَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيهَا۔ أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا ، وَلَاءَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا ، وَغَرَّزَ غَرَائِزَهَا ، وَأَلْزَمَهَا

نے دوئی پیدا کی، اس نے گویا اس کی ذات میں تقسیم مانی[1]، اور جس نے، ذاتِ الٰہی میں تقسیم مانی وہ نادان[2] ہے اور جس نے نادانی کی اس نے خدا کی طرف اشارہ کیا، اور جس نے اشارہ کیا، اس نے اسے محدود کر دیا، اور جس نے یہ پوچھا کہ، خدا کس چیز میں ہے ؟ اس نے گویا کسی چیز کے ضمن میں اُسے قرار دیا اور جس نے سوال کیا۔ وہ کس چیز پر ہے ؟ تو اس نے دوسرے مقام کو اس سے (خالی) تسلیم کر لیا[3] !

خداوند تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے مگر حادث اور نو پید نہیں[4] وہ موجود ہے مگر اس کی ہستی عدم و نیستی کے بعد نہیں[5]۔ وہ ہر چیز کے ساتھ ہے، لیکن بطور ہمسر نہیں[6]۔ وہ ہر چیز سے الگ ہے لیکن اس سے کنارہ کش نہیں[7]۔ وہ ہر چیز کا فاعل ہے، لیکن اس کا فعل حرکات اور آلات کا نتیجہ نہیں[8]۔ وہ بصیر ہے جب اس کی مخلوق نہ تھی۔ وہ منفرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں جس سے وہ اپنا جی بہلائے اور جس کے نہ ہونے سے اُسے اُلجھن ہو[9]۔ اُس نے دنیا کو پیدا کیا، اور پہلے پہل بنایا۔ بغیر اس کے کہ فکر کو کام میں لاتا، یا تجربہ سے فائدہ اٹھاتا[10] اور نہ اپنے نفس میں کوئی حرکت پیدا کی[11]۔ نہ پہلے سے کوئی اہتمام کیا کہ جس کے لیے بے چین ہوا ہو[12]۔ وہ چیزوں کو ٹھیک وقت پر عدم و نیستی سے وجود کی طرف لایا[13]۔ اور گوناگوں چیزوں میں موافقت اور سازگاری پیدا کی اور ہر چیز کو اس

---

[1] ہر چیزے کہ قابل تجزیہ و تقسیم باشد، مرکب است، و ہر مرکب دارائے اجزا (ن۔ طہران)

[2] علی نقی طہرانی نے "جہل" کا ترجمہ، نادانی سے کیا ہے اور میرے خیال میں یہ بہترین ترجمہ ہے۔

[3] اگر بگوید در کجا ئیست ؟ و بر کجا ہست ؟ او را جسم مرکب قرار داده و لازمۂ آں حدوث و نو پیدا شدن اوست ! (ن۔ طہران)۔ [4] حدوث زمانی کی نفی مراد ہے۔

[5] یہاں حدوث ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ [6] یعنی ہر چیزے بہ او قائم۔ [7] وغیر از ہر چیزے است نہ بطوریکہ از آں کنارہ گیرد۔ (ن۔ طہران)

[8] حرکت از لوازم جسم است، و او از جسمیت مبرّا است ! و اگر صدور فعل از او معاونت آلت باشد۔ پس او بغیر خود احتیاج دارد، و احتیاج نقص، و نقص بر واجب الوجود محال است۔ (ن۔ طہران)

[9] وحشت نکند از نبودنش۔ [10] اس لیے کہ خدا کا علم، اس کی عین ذات ہے۔ [11] "آفریدن او از روئے حرکت نیست — کیونکہ حرکت تغیر کا نام ہے اور تغیر امکان کا خاصہ ہے۔ [12] یعنی نہ کوئی کام اس نے صلاح سے کیا نہ اضطراب سے، کیونکہ یہ دونوں باتیں جہل کو مستلزم ہیں اور نادانی اس ذات پر جو کہ عین علم ہے، روا نہیں۔ (ن۔ طہران)۔ [13] "لباس ہستی بہ آں ہا پوشانید بر وقت کہ مصلحت۔

أَشْبَاحَهَا - عَالِمًا بِهَا قَبْلَ إِبْتِدَآئِهَا ، مُحِيطًا بِحُدُودِهَا وَ اِنْتِهَآئِهَا عَارِفًا بِقَرَآئِنِهَا وَ اَحْنَائِهَا -

ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ فَتْقَ الْأَجْوَآءِ ، وَشَقَّ الْأَرْجَاءِ ، وَسَكَآئِكَ الْهَوَآءِ ، فَأَجْرىٰ فِيهَا مَآءً مُتَلَاطِمًا تَيَّارُهُ ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهُ ، حَمَلَهُ عَلىٰ مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ ، وَالزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ - فَأَمَرَهَا بِرَدِّهِ وَسَلَّطَهَا عَلىٰ شَدِّهِ وَقَرَنَهَا إِلىٰ حَدِّهِ ، اَلْهَوَآءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيقٌ ، وَالْمَآءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيقٌ - ثُمَّ اَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيحًا اِعْتَقَمَ مَهَبَّهَا وَ أَدَامَ مُرَبَّهَا ، وَ أَعْصَفَ مَجْرَاهَا وَ أَبْعَدَ مَنْشَأَهَا - فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَآءِ الزَّخَّارِ وَ إِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَآءِ ، وَعَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَآءِ ، تَرُدُّ أَوَّلَهُ بِآخِرِهِ وَسَاجِيَهُ إِلىٰ مَآئِرِهِ حَتّىٰ عَبَّ عُبَابُهُ ، وَرَمىٰ بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ ، فَرَفَعَهُ فِي هَوَآءٍ مُنْفَتِقٍ وَجَوٍّ مُنْفَهِقٍ ، فَسَوّىٰ مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا

کی طبیعت اور مزاج عطا کیا[1] - اور ان طبائع کے لیے شکل وصورت معین کی[2] - وہ ان کی ابتداء اور آغاز سے پہلے ان سے واقف تھا - اس کا علم ان کے حدود اور انتہا کو محیط تھا - ان کی حالت اور پوشیدہ کیفیت سے آشنا تھا -

پھر خدائے بزرگ وبرتر نے ، زمین وآسمان کے درمیان —— اور جَو[3] (فضا) و اطراف میں اور گوشوں میں شگاف - اور آسمان سے ملی ہوئی ہوا پیدا کی ، اس جَو (فضا) میں متلاطم پانی جاری کیا جس کی موجیں بڑھ بڑھ کر بلند ہو رہی تھیں - اس پانی کو باد تند کی پیٹھ پر سوار کیا ، جو ہر چیز کو متزلزل کیے دیتی تھی - ہوا کو حکم دیا کہ وہ پانی کو گرنے سے روکے[5] اور اسے پانی کے زور پر مسلط کر دیا اور اسی ہوا سے پانی کی حد بندی کر دی - ہوا کا دامن دور تک پھیلا تھا اور پانی اُس کے اُوپر اچھل رہا تھا - پھر خدا نے ایک ایسی ہوا چلائی جو خشک تھی[6] اور اُسے پانی کے ساتھ ساتھ کر دیا ، اس کی رفتار بہت تیز تھی خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ اس پانی کو حرکت دیتی رہے[7] اور موجوں کو اُبھار کر اوپر کی طرف پھینک دے ، ہوا نے اس پانی کو اس طرح متھا جیسے مشک میں دودھ متھا جاتا ہے - اور فضا میں بڑی تیزی سے دوڑ گئی - یہ پانی کے نچلے حصہ کو اُوپر کی طرف پلٹانے لگی اور ساکن کو متحرک سے ملانے لگی - یہاں تک کہ پانی کی چوٹی بلند ہو گئی اور تہ بہ تہ پانی پر پھین اٹھ آیا ، پھر اس پانی کو شگاف دی ہوئی ، اور کشادہ[8] فضا میں بلند کیا جس سے سات آسمان بنائے - آسمان زیریں کو ، ایک جمی ہوئی ، اور رُکی ہوئی موج قرار دیا[9] اور آسمان

---

[1] الغرائز جمع غریزة - وهی : الطبیعة (ن - مصر) ، ؛ [2] مشباحها کی ضمیر غرائز کی طرف راجع ہے (ن - مصر) یعنی غرائز (طبائع) کو شکل وصورت عطا کر کے ایک دوسرے کو لازم وملزوم قرار دیا مثلاً شجاعت کہ لازمہ مرد شجاع ودلیر ہے ، وسخاوت کہ غریزۂ مرد جواد وکریم ہے (ن - طہران)

[3] اجواء - جو کی جمع ہے ، جو اس فضاء عالی کا نام ہے جو آسمان وزمین کے مابین موجود ہے ؛ [4] سکائک جمع ہے سکاکۃ کی : وہ ہوا ہے ، جو آسمان سے ملی رہتی ہے ؛ [5] یعنی ہوا کو حکم دیا کہ پانی کو روکے رہے اس لیے کہ پانی ثقیل ہے اور ثقیل چیز بغیر ٹھہراؤ کے ہمیشہ نیچے گرتی ہے ؛

[6] الریح العقیم وہ ہوا جو نہ بادلوں سے پانی برسا سکتی ہے ، نہ زمین پر روئیدگی پیدا کر سکتی ہے ؛

[7] تصفیق تحریک وتقلیب یعنی زور اور طاقت کے ساتھ الٹتی پلٹتی تھی جس طرح دودھ کو اچھی طرح متھ ڈالتے ہیں تاکہ اس میں سے مکھن نکل آئے - (ن - مصر) ؛

[8] منفہق المفتوح الواسع ؛ [9] تاکہ سیلان وریزش ممکن رہے ؛ (ن طہران)

مَكْفُوفاً، وَعُلْيَاهُنَّ سَقْفاً مَحْفُوظاً وَسَمْكاً مَرْفُوعاً بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا، وَلَا دِسَارٍ يَنْتَظِمُهَا، ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ، وَأَجْرَى فِيهَا سِرَاجاً مُسْتَطِيراً[1] وَقَمَراً مُنِيراً[2] فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَسَقْفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ[3] مَائِرٍ۔

ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلَى فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَاراً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ، وَصَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ وَمُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ - لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُونِ وَلَا سَهْوُ الْعُقُولِ، وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ، وَمِنْهُمْ أُمَنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ إِلَى رُسُلِهِ، وَمُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ - وَمِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ وَالسَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ جِنَانِهِ وَمِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ - نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ مُتَلَفِّعُونَ

بالا کو ایک محفوظ چھت، اور بنائے مرفوع بنا دیا۔ آسمان کو بغیر کسی ستون کے روکے اور بغیر میخ کے اپنی جگہ پر قائم رکھا، پھر خدائے بزرگ و برتر نے اس آسمان کو چمکتے ہوئے ستاروں اور دمکتے ہوئے تاروں سے مزین کیا اور اس میں چراغ نور افشاں یعنی خورشید[1] و ماہ درخشاں کو رواں دواں کیا یہ ساری چیزیں گھومتے[2] ہوئے آسمان، رواں دواں چھت اور لوح[3] متحرک میں تھیں ——— !

پھر خدا نے بلند آسمانوں کے بیچ میں شگاف دیا، اور ان خلاؤں کو فرشتوں کی مختلف قسموں سے پُر کر دیا (ان فرشتوں میں) کچھ حالت سجدہ میں ہیں، رکوع نہیں کرتے، کچھ مصروف رکوع ہیں اور کھڑے نہیں ہوتے، ان میں ایک گروہ صف بستہ کھڑا ہے جو اپنی جگہ سے ہلتا تک نہیں، کچھ وہ فرشتے ہیں کہ تسبیح خوانی میں مصروف ہیں، مگر ذرا نہیں تھکتے (یہ تمام ملائکہ ایسی غیر مادی ہستیاں ہیں کہ) نہ ان پر آنکھوں کی نیند چھاتی ہے نہ عقلوں کی بھول کا غلبہ ہوتا ہے، نہ بدنوں کی سستی طاری ہوتی ہے، نہ بھول چوک کی غفلت کا اثر طاری ہوتا ہے۔ انھیں فرشتوں میں (ایک قسم کے) وہ ہیں جو خداوند متعال کی وحی کے امین ہیں، اس کے پیغمبروں اور رسولوں کے پاس پیامبر بن کر اور احکام و فرامین الٰہی لے کر آتے جاتے ہیں اور ان ہی میں ایک قسم ان فرشتوں کی بھی ہے کہ جو اس کے بندوں کے نگہبان اور اس کی جنتوں کے دربان ہیں۔ ان میں بعض ایسے فرشتے ہیں کہ جن کے قدم زمین کے طبقات زیریں میں گڑے ہوئے، اور گردنیں بلند و بالا آسمان سے نکلی ہوئی، اور ان کے اجسام اطراف عالم سے نکلے ہوئے ہیں اور عرش الٰہی کے پایے سے ان کے کاندھے ملے ہوئے ہیں۔ اور (ہیبت و عظمت انوار الٰہی سے) ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں اور عرش کے نیچے

[1] مستطیر: منتشر الضیاء، یعنی سورج۔

[2] یعنی سورج، چاند اور ستارے۔

[3] ویفسّر الرقیم باللوح لانه مسطّح فیما یبدو للنظر (ن۔ مصر)

تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ، وَأَسْتَارُ الْقُدْرَةِ. لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ، وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ، وَلَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ.

اپنے پروں میں لپیٹے کھڑے ہیں۔ ان کے اور دوسرے ملائکہ کے درمیان حجاب ہائے عزت و پردہ ہائے قدرت، پڑے ہوئے ہیں۔ فرشتے اپنے رب کا تصور صورت کشی سے نہیں کرتے۔ نہ اوصاف خلائق کو اس کے اوپر جاری (منطبق) کرتے ہیں، نہ اُسے کسی مکان میں محدود کرتے ہیں، نہ امثال و نظائر سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔[1]

---

[1] جو کوئی اپنے پروردگار کو کسی صورت سے متصور کرتا ہے، خلائق کے اوصاف اس پر جاری کرتا ہے، کسی حد میں اُسے محدود کرتا ہے، امثال نظائر کو سامنے رکھ کر اس کی جانب اشارہ کرتا ہے، وہ نادان ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بہ سلسلۂ معرفت الٰہی بیان کیا جا چکا ہے۔ (ن۔ طہران)

تخلیقِ آدم کے متعلق

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ
وَسَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَسَبَخِهَا، تُرْبَةً
سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ وَلَاطَهَا بِالْبَلَّةِ
حَتَّى لَزَبَتْ فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ
أَحْنَاءٍ وَوُصُولٍ، وَأَعْضَاءٍ وَفُصُولٍ
أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ وَأَصْلَدَهَا
حَتَّى صَلْصَلَتْ، لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ
وَأَجَلٍ مَعْلُومٍ

ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ إِنْسَاناً،
ذَا أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا، وَفِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا،
وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا، وَأَدَوَاتٍ
يُقَلِّبُهَا، وَمَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ
الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْأَذْوَاقِ وَالْمَشَامِّ وَ
الْأَلْوَانِ وَالْأَجْنَاسِ مَعْجُوناً بِطِينَةِ
الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَالْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ
وَالْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ وَالْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ،
مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ وَالْبَلَّةِ وَالْجُمُودِ، وَ
الْمَسَاءَةِ وَالسُّرُورِ،
وَاسْتَأْدَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيعَتَهُ

پھر جب خداوند متعال، آسمان و زمین، خورشید و ماہ و سیارگان پیدا کر چکا،
اس نے جائے سنگلاخ و ہموار زمین، شور اور ارض (خاکی) سے جو قابل
کاشت تھی پارہ (ذرات) خاک اکٹھا کیا، اس کو پانی میں سانا تاکہ وہ خالص
اور پاکیزہ ہو جائے پھر اسے تری سے گوندھا، یہاں تک کہ زمین کے
عناصر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے، اس سے خدا نے ایک صورت
پیدا کی، اس میں کچھ ٹیڑھی ہڈیاں تھیں، اعضاء تھے، جوڑ تھے، پٹھے تھے
اُسے ایک خاص مُدت اور مخصوص وقت تک اسی طرح رکھا، یہاں تک
کہ وہ سُوکھ کر خشک ہو گئی اور[۱] سخت ہو کر کھنکھناہٹ دینے کے قابل ہو گئی۔
پھر خدا نے اس میں اپنی رُوح پھونک دی، اب ایک ایسا انسان پیدا ہو گیا
جو ذہین ہے اور ذہن سے کام لیتا ہے، جو صاحبِ فکر ہے اور فکر کو کام
میں لاتا ہے، جو صاحب اعضا و جوارح ہے، اور اُن سے خدمت لیتا ہے
وہ اپنے اعضاء کو جس طرح چاہے جنبش دیتا ہے، صاحبِ فہم و فراست
ہے حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے، وہ چکھنے کی حس کا مالک بھی ہے اور
سُونگھنے کی حس کا بھی، وہ رنگ اور جنس میں امتیاز کر سکتا ہے، مختلف
رنگوں کی مٹی سے بنا ہُوا، ہم شکل چیزوں سے مُرکّب جو آپس میں ایک
دُوسرے کی ضد اور مخالف ہیں، اُن اخلاط سے ترتیب دیا ہُوا جو ایک
دوسرے سے معارض ہیں گرمی[۲] سے بھی اور سردی[۳] سے بھی۔ تری[۴] سے بھی
اور خشکی[۵] سے بھی، اندوہ و خوشحالی سے بھی[۶] (خدا نے یہ مخلوق پیدا کی، اور
آدمی نام رکھا) پھر خدا نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی امانت کا حق

---

۱ اصلدھا یعنی سخت کر دیا مٹی کو، وصلصلت، یعنی وہ مٹی، خشک ہو گئی اور اس میں جھنجھناہٹ پیدا ہو گئی۔ ۲ گرمی سے مراد صفرا ہے۔
۳ سردی سے مراد بلغم ہے۔ ۴ تری سے مراد خون ہے۔ ۵ خشکی سے مراد سودا ہے۔ ۶ نیز خواب و بیداری، سیری و
گرسنگی وغیرہ۔

لَدَيْهِمْ وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ إِلَيْهِمْ: فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ وَالْخُشُوعِ لِتَكْرِمَتِهِ. فَقَالَ سُبْحَانَهُ: "اسْجُدُوا لِآدَمَ" فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ، اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ وَتَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ وَاسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ. فَأَعْطَاهُ اللهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقاً لِلسُّخْطَةِ، وَاسْتِتْمَاماً لِلْبَلِيَّةِ وَإِنْجَازاً لِلْعِدَةِ فَقَالَ: "إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ".

ثُمَّ أَسْكَنَ سُبْحَانَهُ آدَمَ دَاراً أَرْغَدَ فِيهَا عَيْشَتَهُ، وَآمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ وَحَذَّرَهُ إِبْلِيسَ وَعَدَاوَتَهُ، فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ وَمُرَافَقَةِ الْأَبْرَارِ. فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ، وَالْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ وَاسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلاً وَبِالاغْتِرَارِ نَدَماً.

ثُمَّ بَسَطَ اللهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ، وَوَعَدَهُ الْمَرَدَّ إِلَى جَنَّتِهِ فَأَهْبَطَهُ إِلَى دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَتَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ.

ادا کریں اور انھیں اپنے عہد و وصیت کی جانب متوجہ کیا کہ آدم کو سجدہ کریں، اور اس کی عظمت و بزرگی کے سامنے، سر نیاز خم کر دیں[1]۔ چنانچہ خدا نے حکم دیا کہ اے فرشتو، آدم کو سجدہ کرو، سب نے سجدہ میں سر جھکا دیے، سوائے ابلیس کے جسے آدم کو سجدہ کرتے ہوئے غیرت دامن گیر ہوئی، اور اس پر شقاوت طاری ہو گئی، اپنے آگ سے پیدا ہونے کا خیال کر کے اس نے غرور کیا، اور مٹی کے بنے ہوئے آدم کو حقیر و کم مایہ جانا۔ اللہ نے اس کو مہلت عطا فرمائی کہ غضب الٰہی کا وہ مستحق ہو جائے[2] اور بدبختی پورے طور پر تمام ہو جائے اور وعدہ پورا ہو کر رہے؛ چنانچہ خدا نے فرمایا، تجھے وقت معلوم[3] تک کے لیے مہلت دی جاتی ہے۔

پھر خدا نے آدم کو ایسے مکان[4] میں رکھا جس میں زندگی کی ہر آسائش مہیا تھی اور یہاں وہ بڑی عافیت اور امن سے تھا، نیز شیطان اور اس کی دشمنی سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی تاکید بھی کی، لیکن آخرکار شیطان نے آدم کو دھوکا دے ہی دیا، اس بات سے جل کر کہ وہ جنت میں ابرار کی مرافقت سے بہرہ ور رہے (چنانچہ) آدم نے یقین کا شک سے اور عزیمت کا کمزوری سے سودا کر لیا، اور مسرت کو خوف سے اور فریب خوردگی سے شرمندگی کو بدل ڈالا۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی[5] اور اپنے کلمۂ رحمت سے اسے نوازا، اس سے جنت میں پھر بلا لینے کا وعدہ کیا۔ پھر اسے دار البلاء[6] میں اتارا، جو توالد و تناسل کی دنیا ہے۔

---

[1] جیسا کہ قرآن میں ہے:

اذ قال ربك للملائكة انى خالق بشراً من طين . فاذا سويته ونفخت فيه من روحى فقعوا له ساجدين ۔

[2] شیطان نے کہا رب فانظرنی الی یوم یبعثون یعنی اے رب مجھے یوم قیامت تک مہلت دے، سو یہ درخواست خدا نے منظور کر لی۔ [3] قیامت۔

[4] جنت۔ [5] اللہ نے آدم سے کہا تھا ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین، لیکن شیطانی وسوسہ سے بہک کر انھوں نے گندم کھا لیا اور عرش (جنت) سے فرش (زمین) پر آ رہے۔ [6] دار البلاء یعنی دنیا۔

وَاصْطَفَى سُبْحَانَهُ مِنْ وُلْدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ، وَعَلَى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ اللهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَاتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ، وَاجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهِ فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ وَوَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ ــــــ لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ، وَيُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ وَيَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ وَيُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةِ، مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ وَمِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ وَمَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ وَآجَالٍ تُفْنِيهِمْ، وَأَوْصَابٍ تُمْرِضُهُمْ وَأَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُخْلِ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ، أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ. رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ، لَهُمْ مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ، أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ. عَلَى ذٰلِكَ نَسَلَتِ الْقُرُونُ، وَمَضَتِ الدُّهُورُ وَسَلَفَتِ الْآبَاءُ وَخَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ، إِلَى أَنْ بَعَثَ اللهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللهِ

(آدم جب دنیا میں آئے اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کی اولاد بڑھی اور پھیلی تب) اللہ نے آدم کی اولاد سے نبی منتخب کیے اور ان سے بندگان الٰہی تک وحی خداوندی پہنچانے کا عہد لیا، اور تبلیغ رسالت کا انھیں امین بنایا، جب کہ بہت سے خدا کے بندوں نے پیمان (الست) فراموش کر دیا تھا۔ اور وہ ڈر کر حق کو فراموش کر بیٹھے تھے اور بتوں کو (اس کی خدائی میں) شریک قرار دے رکھا تھا، (کیونکہ) شیاطین نے معرفت خدا سے (بندوں کو) بھلاوے میں ڈال دیا تھا۔ اور انھیں اس کی عبادت سے روک دیا تھا۔ پس خدا نے ان میں لگاتار رسولوں کو بھیجا، تاکہ وہ خدا کے بندوں سے عہد الست کا حق ادا کرائیں اور اس کی فراموش کردہ نعمتوں کو یاد دلائیں، اور تبلیغ کر کے حجت قائم کریں، اور ان عقلوں میں جو وہم اور شک کے گرد و غبار میں دفن ہو گئی ہیں، پھر سے ابھار دیں اور چمکا دیں اور وہ نشانیاں جو سروں پر چھائے ہوئے آسمان میں ہیں انھیں دکھا دیں اور جو فرش زمین میں ہیں انھیں سمجھائیں اور انھیں بتا دیں کہ کیونکر (اچھی باتوں سے) زندگی اچھی بنتی ہے اور مہلت کیونکر انھیں فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے، کیونکر رنج و غم کی کثرت انھیں بوڑھا بنا دیتی ہے، اور کیونکر آفات و حوادث کا تواتر ہوتا رہتا ہے۔ خدا نے اپنی مخلوق کو کسی نبی مرسل یا نازل شدہ کتاب یا حجت لازمہ یا راہ روشن کے بغیر نہیں چھوڑا۔[1] وہ رسول کہ جن کے یہاں تعداد کی کمی تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی موجب نہیں آتی، اور نہ جھٹلانے والوں کی کثرت انھیں کچھ نقصان پہنچاتی ہے، کچھ رسول پہلے آئے جنھوں نے بعد میں آنے والے رسولوں کی خبر دی، کچھ بعد میں آئے، جنھوں نے پہلے آنے والوں کی تصدیق کی۔ یوں ہی قرن گزرے (اور صدیاں بیت گئیں) اور زمانے گزرتے رہے، اور آباء و اجداد (بھی) (آئے اور) گئے اور ان کی نسلیں گذریں، یہاں تک کہ خداوند قدوس نے محمد

[1] یعنی دنیا میں یا رسول رہے یا کتاب یا امام یا شریعت۔

صلّی اللہ علیہ وآلہ لإنجاز عدته وتمام نبوته، مأخوذا على النبيين ميثاقه، مشهورة سماته، كريما ميلاده، وأهل الأرض يومئذ ملل متفرقة، وأهواء منتشرة، وطرائق متشتتة، بين مشبه لله بخلقه، أو ملحد في اسمه، أو مشير إلى غيره، فهداهم به من الضلالة، وأنقذهم بمكانه من الجهالة،

ثم اختار سبحانه لمحمد صلى الله عليه وآله لقاءه، ورضي له ما عنده، وأكرمه عن دار الدنيا، ورغب به عن مقارنة البلوى، فقبضه إليه كريما صلى الله عليه وآله، وخلف فيكم ما خلفت الأنبياء في أممها، إذ لم يتركوهم هملا بغير طريق واضح، ولا علم قائم، كتاب ربكم مبينا حلاله وحرامه، وفرائضه وفضائله، وناسخه ومنسوخه، ورخصه وعزائمه، وخاصه وعامه، وعبره وأمثاله، ومرسله ومحدوده، ومحكمه ومتشابهه، مفسرا جمله و

رسول اللہ کو بھیجا تاکہ اس کا وعدہ پورا ہو جائے اور اس کی نبوت ختم ہو جائے انبیاء سے اس نے (اس رسول کے بارے میں) عہد لیا تھا۔[1] ان کی علامتیں مشہور، اور ولادت باعزت ہے۔ جب (آنحضرتؐ اس دنیا میں تشریف لائے تو) دنیا میں ملل متفرقہ اور اقوام منتشرہ[2] کی کثرت تھی، مختلف فرقے تھے بعض وہ کہ خدا کو بندوں سے تشبیہ دیتے تھے، اور اُسے مخلوقات کی طرح جانتے تھے، بعض وہ تھے جو اس کے نام میں تحریف کرتے تھے[3] (جو اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے) اور کچھ ایسے جو اس کے علاوہ کسی غیر کے لیے رائے دیتے تھے رسولؐ انھیں گمراہی سے ہدایت کی طرف نکال لایا، اس نے (انھیں) جہالت سے بچایا،

پھر خدا نے چاہا کہ اپنے رسولؐ سے ملاقات کرے[4]۔ وہ اپنے رسولؐ سے راضی تھا، اُس نے اپنے رسولؐ کو اس بات سے ماورا سمجھا کہ وہ دنیا میں رہے اور اس کی سختیاں سہے، لہٰذا اُسے کرامت اور بزرگی کے ساتھ اٹھا لیا۔ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

پھر آنحضرتؐ نے تم میں[5] وہی چھوڑا جو اور انبیاء نے اپنی اُمتوں میں چھوڑا تھا، کیونکہ گذشتہ انبیاء نے اپنی اُمتوں کو یوں ہی بغیر کسی روشن راستے اور مستقل نشانی کے نہیں چھوڑا[6]۔ تمھارے رب کی کتاب (اب رسولؐ کی وفات کے بعد بھی) تمھارے پاس ہے، رسولؐ نے اس کے حلال و حرام کو واضح کر دیا۔ اس کے فرائض و فضائل کو، اس کے ناسخ اور منسوخ کو، اس کی رخصت اور عزیمت کو، اس کے خاص اور عام، اس کے عبر و امثال کو، اس کے مرسل اور محدود کو اس کے محکم اور متشابہ کو اچھی طرح کھول کر بتا دیا، اس کے مجملات کی تفسیر کر دی، اس کے

[1] قرآن کریم میں ہے، واذ قال عیسی ابن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔
[2] قرآن کریم میں ہے، واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسی وعیسی ابن مریم واخذنا منھم میثاقا غلیظا۔
[3] جیسے اللہ سے لات، عزیز سے عزّی بنا لیا۔ م ح۔
[4] اشارہ ہے وفات نبویؐ کی طرف۔
[5] مسلمانوں میں۔
[6] یعنی یہ انبیاء ایسی چیزیں چھوڑ گئے ہیں جو ان کی وفات کے بعد بھی دلیل راہ کا کام دیتی ہیں۔

مُبَيِّنًا غَوَامِضَهُ. بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِيثَاقُ عِلْمِهِ
وَمُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ، وَبَيْنَ مُثْبَتٍ
فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَمَعْلُومٍ فِي السُّنَّةِ
نَسْخُهُ، وَوَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ،
وَمُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ، وَبَيْنَ وَاجِبٍ
بِوَقْتِهِ وَزَائِلٍ فِي مُسْتَقْبَلِهِ وَ
مُبَايَنٍ بَيْنَ مَحَارِمِهِ: مِنْ
كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ
أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ،
وَبَيْنَ مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ، وَمُوَسَّعٍ
فِي أَقْصَاهُ۔

اسرار اور گہرائیوں کو ظاہر کر دیا۔[1] ان میں ایسے میثاق بھی ہیں، جن کے جانے بغیر چارہ نہیں، اور ایسے بھی، جن سے بندے اگر ناواقف رہیں، تو کوئی کام نہیں رکتا۔ وہ بھی بتایا جس کا فرض ہونا کتاب (قرآن) سے ثابت ہے اور وہ بھی جس کا منسوخ ہونا سنّتِ رسولؐ سے واضح ہے وہ باتیں بھی بتا دیں، جن کا اختیار کرنا از روئے سنّت واجب ہے، اور کتاب (قرآن) میں اس کے ترک کی رخصت ہے نیز یہ بھی کہ کیا چیز وقتی حیثیت سے واجب ہے، مگر آئندہ زمانے میں ان کا واجب ہونا ضروری نہیں رہا پھر (محرمات کی تقسیم رہے) ان میں کچھ ایسے کبیرہ ہیں جن کے ارتکاب پر کتاب الٰہی نے جہنّم کی آگ سے ڈرایا ہے، کچھ صغائر ہیں، جن میں مغفرت کی امید ہے، کچھ ایسے مقامات ہیں کہ ان کا صدور مقبول بارگاہ الٰہی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ جن میں بندہ کو اختیار رہے۔

امیر المؤمنین کے اس خطبہ میں بعض وضاحت طلب چیزیں آئی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:-

قرآن کریم کے بارے میں امیر المؤمنین نے فرمایا ہے کہ اس نے از قبیل، حلال[1] و حرام و فرائض و فضائل[2]، و ناسخ و منسوخ[3] و رخصت و عزیمت[4]، و خاص و عام[5] و عبر و امثال[6] و مرسل و محدود[7] و محکم و متشابہ[8]، و مجمل و مبیّن[9] جو کچھ فرمایا ہے، رسُول کریمؐ نے اپنے کلام، یا اپنے عمل سے اس کی تفسیر کر دی، اب ترتیب وار ان اصطلاحات کے معانی و امثال ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حلال : ہر طیّب چیز۔
(۲) حرام : ہر وہ چیز جو باطل سے حاصل کی گئی ہو۔
(۳) فرائض : واجبات عمل میں ثواب، ترک میں عذاب، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔
(۴) فضائل : نوافل اور صدقات، کہ ان کے کرنے میں ثواب تو بہت ہے اور نہ کرنے میں گناہ کچھ بھی نہیں۔
(۵) ناسخ : وہ حکم جو پہلے حکم یا عمل کو روک کر ممنوع بنا دے، جیسے قرآن کتب سابقہ کا ناسخ اور اسلام دوسرے مذاہب کا ناسخ ہے۔
(۶) منسوخ : وہ چیزیں جسے دوسرے حکم نے ختم و ناقابل قبول یا کالعدم قرار دے دیا ہو۔

---

[1] یعنی قرآن کریم کی کوئی بات، کوئی آیت کوئی حکم، کوئی مفہوم بھی ایسا نہیں ہے جسے رسول اکرمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے نطق و کلام، یا کردار و اعمال سے واضح نہ کر دیا ہو۔

(۷) رخصت : وہ بات جو مجبوری اور بے بسی کی حالت میں جائز ہو جیسے اگر موت و زیست کا سوال درپیش ہو تو اتنی شراب پی لی جائے یا اتنا مردار کھا لیا جائے جس سے زندگی قائم رہ سکے۔

(۸) عزیمت : جان بھی چلی جائے، مگر مسلمان کسی حالت میں رخصت سے اپنی استقامت ایمانی کے باعث فائدہ اٹھانے پر تیار نہ ہو۔

(۹) خاص : وہ آیت جس کا خطاب یا حکم وغیرہ سے کسی قسم کی تعیین سمجھ میں آئے جیسے یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔

(۱۰) عام : وہ آیت جس کا مفہوم کسی خاص شخص یا مقام سے خاص نہ ہو جیسے یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔
پہلی صورت میں رسول اللہ نے ایک واقعہ سے متاثر ہو کر شہد نہ کھانے کا عزم فرما لیا تھا، تو خدا نے کہا جو چیز ہم نے حلال کر دی ہے، تم اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو؟

(۱۱) عبر : وہ آیتیں جن میں امم ماضیہ کا ذکر ہے، تاکہ ان واقعات سے عبرت حاصل کی جائے۔

(۱۲) امثال : وہ مثالیں جو تزکیۂ نفس و روح اور اصلاح ظاہر و باطن میں ممد و معاون ہوں۔

(۱۳) مرسل : غیر مقید حکم۔

(۱۴) محدود : مقید حکم۔

مرسل وہ جو عام امور سے متعلق ہوں اور محدود وہ جو خاص معاملات سے مقید اور محدود ہوں۔

(۱۵) محکم : وہ صاف آیات و احکام جو اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے صراحت طلب نہ ہوں، بلکہ بالکل واضح ہوں جن پر کوئی شک و شبہ وارد نہ ہوتا ہو۔

(۱۶) متشابہ : جو پہلی تعریف کی ضد ہوں، مثلاً یداللہ فوق ایدیھم۔ سوال پیدا ہوسکتا ہے خدا کا ہاتھ کس طرح کا ہو سکتا ہے؟ آدمیوں جیسا؟ یا کسی اور طرح کا؟ لفظ "ید" سے ہاتھ ہی مراد ہے، یا کچھ اور؟

(۱۷) مجمل : وہ آیت یا روایت جس سے حکم کی پوری تفصیل سمجھ میں نہ آئے۔ مثلاً نماز کہ اس کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟ کب کھڑے ہوتے ہیں کب بیٹھتے ہیں، کب رکوع کرتے ہیں، کب سجدہ کرتے ہیں؟ سجدہ میں کیا پڑھتے ہیں۔

(۱۸) مبیّن : وہ آیت یا روایت و سنت جس سے کسی مجمل کا بیان اور وضاحت ہو۔ لفظ صلاۃ تو مجمل ہوا، اور اس کی وضاحت، سنت رسول اکرمؐ سے ہوئی۔

(۱۹) کبیرہ : وہ گناہ جس کی سزا ناقابل معافی ہے مثلاً قتل بلاسبب۔

(۲۰) صغیرہ : وہ ہے جس میں مغفرت کی امید ہے۔ (اصطلاحات، تفسیر و فقہ)

حج کا ذکر! (جاری)

وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، الَّذِي جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ، يَرِدُونَهُ وُرُودَ الْأَنْعَامِ، وَيَأْلَهُونَ إِلَيْهِ وُلُوهَ الْحَمَامِ. جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهِ، وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ. وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سُمَّاعاً أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ، وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ، وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ، وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرْشِهِ، يُحْرِزُونَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتْجَرِ عِبَادَتِهِ، وَيَتَبَادَرُونَ عِنْدَ مَوْعِدِ مَغْفِرَتِهِ. جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَماً، وَلِلْعَائِذِينَ حَرَماً. فَرَضَ حَجَّهُ، وَأَوْجَبَ حَقَّهُ، وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً، وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔

خدا نے تم پر اپنے گھر (کعبے) کا حج فرض کر دیا ہے۔ وہ گھر جسے دُنیا بھر کے لیے قبلہ بنایا ہے۔ اس کی طرف لوگ یوں لپکتے ہیں جس طرح چوپائے گھاٹ پر ٹوٹ پڑیں، اور اس طرح شوق سے یہاں ٹوٹ کر آتے ہیں، جیسے کبوتروں کی ٹکڑی۔ اس حج کو اس نے اپنی جلالت کے سامنے بندوں کی فروتنی کی پہچان قرار دیا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق سے ان لوگوں کو چُن لیا ہے، جو اس کی آواز سنتے ہیں، جو اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، جو اُس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں، اور اس کے نبیوں کے مقامات پر کھڑے ہو کر (ایسے دکھائی دیتے ہیں) جیسے وہ ملائکہ جو عرش الٰہی کے طواف میں مصروف رہتے ہیں، یہ لوگ عبادت کے بازار سے خوب نفع کماتے ہیں اور جمع کرتے ہیں اور اس کے وعدۂ مغفرت کی طرف جلد جلد (تیزی سے) قدم بڑھا رہے ہیں، اس گھر کو خدا نے اسلام کی نشانی قرار دیا ہے، یہ پناہ لینے والوں کے لیے جائے پناہ ہے، اس نے حج کو فرض قرار دیا اور اس کے حق کو واجب گردانا، اس کی زیارت تم پر لازم کر دی، چنانچہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً۔ یعنی اللہ کی طرف سے اُن لوگوں پر حج فرض ہے جو زادِ راہ رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا، تو خدا سارے عالم سے بے نیاز ہے!

خطبہ

صفین[1] سے واپس آنے پر

> موجودہ خطبے میں :
> خوارج و منافقین
> اہل بیت
> اور مخالفین
> پر الہامی رنگ میں تبصرہ کیا گیا ہے ۔

أَحْمَدُهُ اسْتِتْمَامًا لِنِعْمَتِهِ، وَاسْتِسْلَامًا لِعِزَّتِهِ، وَاسْتِعْصَامًا مِنْ مَعْصِيَتِهِ، وَأَسْتَعِينُهُ فَاقَةً إِلَى كِفَايَتِهِ، إِنَّهُ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ، وَلَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ، وَلَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ۔ فَإِنَّهُ أَرْجَحُ مَا وُزِنَ وَأَفْضَلُ مَا خُزِنَ۔ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ شَهَادَةً مُمْتَحَنًا إِخْلَاصُهَا، مُعْتَقَدًا مُصَاصُهَا، نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَدًا مَا أَبْقَانَا، وَنَدَّخِرُهَا لِأَهَاوِيلِ مَا يَلْقَانَا، فَإِنَّهَا عَزِيمَةُ الْإِيمَانِ، وَفَاتِحَةُ الْإِحْسَانِ، وَمَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ،

نعمتِ خداوندی کی تکمیل کرتا ہُوا اور عزّتِ ذاتِ الٰہی کو تسلیم کرتا ہُوا اور اس کی معصیت سے دامن کشاں ہوتا ہُوا میں خدا کا سپاس و شکر ادا کرتا ہوں احتیاج اور ضرورت (کے سلسلہ) میں اُسی سے کمک کا طالب ہوں کہ وہ کفایت کرے، جسے اس نے ہدایت دی، وہ گمراہ نہیں ہو سکتا جس سے اس نے دشمنی کی۔ وہ نجات نہیں پاتا جس کو وہ کافی ہُوا (پھر) وہ منتشر اور پراگندہ نہیں ہو سکتا بلاشبہ شکر کا پلّہ سب سے گراں ہے، سب سے اچھا سرمایہ ہے جو جمع کیا گیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خُدا کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اور اس کا کوئی شریک دہمتا نہیں، یہ وہ گواہی ہے جس کا اخلاص پرکھ لیا گیا، جس کا اعتقاد شائبہ شرک سے پاک ہے، زندگی بھر میں اسی سے وابستہ رہوں گا خطر کے مقامات اور دہشت کے اوقات کے لیے اسے محفوظ رکھوں گا۔ اس لیے کہ یہ شہادت ایمان کی عزیمت، احسان کا آغاز، رضائے الٰہی اور

---

[1] صفین دجلہ اور فرات کے درمیان تھا اور آج کل ولایت حلب کا جز ہے۔ (ن۔ مصر)

وَمَدْحَرَةُ الشَّيْطَانِ - وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالدِّينِ
الْمَشْهُورِ، وَالْعَلَمِ الْمَأْثُورِ، وَالْكِتَابِ الْمَسْطُورِ
وَالنُّورِ السَّاطِعِ، وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ، وَالْأَمْرِ
الصَّادِعِ إِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ وَاحْتِجَاجاً بِالْبَيِّنَاتِ
وَتَحْذِيراً بِالْآيَاتِ وَتَخْوِيفاً بِالْمَثُلَاتِ،
وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيهَا حَبْلُ الدِّينِ
وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِينِ، وَاخْتَلَفَ
النَّجْرُ وَتَشَتَّتَ الْأَمْرُ، وَضَاقَ الْمَخْرَجُ
وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدَى خَامِلٌ، وَالْعَمَى شَامِلٌ
عُصِيَ الرَّحْمٰنُ، وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْإِيمَانُ
فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ، وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ وَدَرَسَتْ
سُبُلُهُ، وَعَفَتْ شُرُكُهُ - أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ
فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ، وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ بِهِمْ
سَارَتْ أَعْلَامُهُ وَقَامَ لِوَاؤُهُ، فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ
بِأَخْفَافِهَا، وَقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا، فَهُمْ فِيهَا
تَائِهُونَ حَائِرُونَ، جَاهِلُونَ، مَفْتُونُونَ
فِي خَيْرِ دَارٍ، وَشَرِّ جِيرَانٍ، نَوْمُهُمْ سُهُودٌ
وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ - بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ
وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ -

شیطان کو فرار پر مجبور کردینے والی چیز ہے (نیز) میں گواہی دیتا ہوں کہ
محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، جنھیں خدائے بزرگ و برتر
نے دینِ مشہور (اسلام) علمِ ماثور[1] کتابِ مسطور[2] نورِ ساطع[3] ضیاء لامع[4] اور
حکمِ محکم[5] کے ساتھ بھیجا، تاکہ شبہات برطرف ہوں اور کھلے ہوئے واضح اور محکم
دلائل سے حجت کی جا سکے، آیاتِ قرآن سے تنبیہ اور (امم ماضیہ پر)
عذاب الٰہی[6] سے ڈرائے اس کا مقصد حاصل ہو، لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا ہو گئے
کہ دین کی رسی پارہ پارہ ہوگئی، ایمان و یقین کے ستون متزلزل ہو گئے۔
اصل (دین) اختلافی (مسئلہ) بن گیا، اور کارِ دین درہم و برہم ہو گئے۔
فتنوں سے بچ نکلنے کا راستہ تنگ اور (راہ ہدایت پر آنے کی راہ تاریک
ہوگئی۔ ہدایت گم نام ہوگئی اور کوری وگمراہی عام ہوگئی، خدا کی نافرمانی کی گئی شیطان
کی مدد کی گئی، ایمان بے یار و مددگار رہ گیا، اس کے ستون گر گئے اور آثار و نشانات
بدل گئے، اس کے رستے خراب اور راہیں نابود ہو گئیں۔ لوگوں نے شیطان
کی پیروی اختیار کر لی۔ اسی شیطانی راستے پر قدم فرسائی کرنے لگے اسی کے سر چشمہ
پر ڈیرا ڈال دیا (پھر) یہ لوگ اس کے پرچم لہراتے آگے بڑھے، شیطان کا پرچم
ایسے دو فتنوں میں بلند ہوا کہ ان فتنوں نے لوگوں کو پامال کر دیا اور اپنے
کھروں سے روندا اور پھر اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا، تو وہ لوگ ششدر و
حیران (کھڑے) ہیں۔ یہ نادان (لوگ) وہاں فتنہ[7] میں گرفتار تھے، جو دنیا کی
بہترین جگہ ہے (مکہ) البتہ اس کے ہمسائے (اہل مکہ) بدترین ہیں جن کا خواب
بے خوابی، اور جن کا سرمہ چشم گریہ[8] ہے (یہ سب کچھ اس) سرزمین پر (مکہ) میں، ہوا
کہ جہاں دانا کی زبان بند اور نادان باعزت و ارجمند ہیں۔

[1] علم ماثور، یعنی علم منقول، مراد شریعت حقہ ہے، ماثورہ کے معنی منقول۔ [2] کتاب مسطور سے مراد قرآن کریم ہے خود خدا نے اپنی کتاب (قرآن) کو اس نام سے یاد کیا ہے۔ [3] نور ساطع۔ چکا چوند کر دینے والی روشنی یعنی معجزات۔ [4] ضیاء لامع، مراد احادیث و سنتِ نبوی سے ہے۔
[5] حکم محکم، یعنی برہان عقل و نقل۔ [6] المثلات۔ العقوبات۔
[7] یعنی وہ لوگ، فتنۂ انقلاب، اور خوں ریزی میں اس درجہ مبتلا رہے کہ محروم استراحت ہو گئے۔ (از مطبوعہ ایران)

آلِ رسُول علیہم السلام کا ذکر[1] (اسی خطبے کا دوسرا جزء)

- بہا۔ یعنی آل النبیؐ علیہم السلام

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ وَ لَجَأُ أَمْرِهِ وَ عَيْبَةُ عِلْمِهِ، وَ مَوْئِلُ حِكَمِهِ، وَ كُهُوفُ كُتُبِهِ، وَ جِبَالُ دِينِهِ بِهِمْ أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ، وَ أَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَائِصِهِ،

وہ (آل رسولؐ، (رسولؐ خدا) کے راز دار، امر (رسولؐ خدا) کی جائے پناہ، علم (رسولؐ خدا) کی ودیعت گاہ، حکمت (رسولؐ خدا) کے ملجاء و ماویٰ، اور اس کی کتابوں، رسولؐ کی حفاظت کے لیے پہاڑ (اور چٹان) ہیں، یہی ہیں جنھوں نے دین کی جھکی ہوئی پشت کو، راست کیا[2]، اور بازوئے اسلام کی لرزش انہی کے دم سے دور ہوئی۔

---

[1] نہج البلاغۃ ترجمۂ فارسی طہران (علی نقی) کے مطابق آلِ رسُولؐ سے مراد دوازدہ امام ہیں۔

[2] علامہ محمد عبدہ، تحریر فرماتے ہیں: "پشت دین" کج ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایمان کی کمزوری کے باعث دین میں جو ضعف و انحلال پیدا ہو گیا تھا، اسے آلِ رسُولؐ کے باعث قوت و اقامت حاصل ہوئی اور جو خوف و جبن (دلوں میں) پیدا ہو گیا تھا، وہ دور ہو گیا!

غیر اہلِ بیت (اسی خطبے کا تیسرا جزء)

زَرَعُوا الْفُجُورَ، وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ، وَحَصَدُوا الثُّبُورَ۔ لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ۔ وَلَا يُسَوَّى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَداً۔ هُمْ أَسَاسُ الدِّينِ، وَعِمَادُ الْيَقِينِ إِلَيْهِمْ يَفِيءُ الْغَالِي، وَبِهِمْ يُلْحَقُ التَّالِي۔ وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ، وَفِيهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ، الْآنَ إِذْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلَى أَهْلِهِ، وَنُقِلَ إِلَى مُنْتَقَلِهِ۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے نافرمانی کا بیج بویا۔ غفلت اور فریب کے پانی سے اُسے[1] سینچا (پھر) اس کھیتی (کی فصل) کاٹ کر اپنے لیے ہلاکت مہیا کی[2]۔ آلِ محمدؐ کا اس امت میں کسی پر بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جن پر انھوں نے ہمیشہ احسان کیے[3]۔ ان کو کبھی بھی ان لوگوں کے برابر نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ آلِ رسولؐ، اساس و پایہ و ستونِ ایمان و یقین ہیں۔ راہِ حق سے دور انھی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور تھک کر (پیچھے) رہ جانے والے ان ہی سے آکر ملتے ہوتے ہیں۔ فرائض امامت[4] انھی کی ذات میں مجتمع ہیں، ان ہی میں وصیت اور وراثت ہے، اب حق اپنے اہل کی طرف واپس آچکا ہے اور جو اس کا مقام تھا، وہاں پہنچ چکا ہے۔

۱؎ غیر اہلبیت سے مراد خوارج، منافقین اور وہ اصحاب معاویہ ہیں، جنھوں نے ہر حالت میں ان کا ساتھ دیا۔ (ن۔ طہران)

۲؎ سعادت دنیا و آخرت سے محروم ہو گئے۔ (ن۔ طہران)

۳؎ علوم و معارف ۔ ۴؎ علوم و معارف، فقہ، و آیات و معجزات ۔

خطبہ ۳ — ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام

موسوم بہ خطبۂ شقشقیہ

(ا) خلافت ابوبکرؓ ۔ (ب) خلافتِ عمرؓ ۔
(ج) مخالفت کے اسباب ۔ (د) عہدِ عثمانؓ ۔
(ہ) مخالفین کا ذکر ۔
نہج البلاغہ کے خطبات میں یہ خطبہ اپنے لفظ و عبارت و مفہوم و معنی کے اعتبار سے یگانہ ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ

أَمَا وَاللهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ ، وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّي مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى ۔ يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقَى إِلَيَّ الطَّيْرُ ، فَسَدَلْتُ دُونَهَا ثَوْباً وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحاً ، وَطَفِقْتُ أَرْتَئِي بَيْنَ أَنْ أَصُولَ بِيَدٍ جَذَّاءَ أَوْ أَصْبِرَ عَلَى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ ، يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ ، وَيَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ وَيَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ ، فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلَى هَاتَا أَحْجَى فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى ، وَفِي الْحَلْقِ شَجاً ۔ أَرَى تُرَاثِي نَهْباً ۔

لوگو! خدا کی قسم، ابوقحافہ کے فرزند نے پیراہنِ خلافت کو زبردستی پہن لیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں (کمالاتِ علمی و عملی کے لحاظ سے) خلافت کے لیے اتنا ناگزیر ہوں، جتنا چکّی کے لیے وہ کھونٹا، جس پر اس کی گردش منحصر ہوتی ہے۔ (علوم و معارف میرے سرچشمۂ فیض سے مانند) سیل گرتے ہیں، اور کوئی بھی پرواز کنندہ (فضائے علم و دانش میں) میرے اوجِ رفعت کو نہیں پہنچ سکتا (مگر) میں نے (چشم پوشی سے) کام لیا (اور منصبِ خلافت سے) منہ پھیر لیا اور سوچنے لگا کہ کیا بغیر معین و یاور کے اپنے حق (خلافت) کا مطالبہ کروں؟ یا اس سخت و تاریک کن مصیبت میں، صبر سے کام لوں کہ جس نے بوڑھوں کو فرسودہ اور جوانوں کو پیر و پژمردہ بنا دیا ہے، مومن (رفع فساد کے لیے) رنج سہتا ہے، یہاں تک کہ خدا سے جا ملے۔ میں نے دیکھا کہ صبر کرنا ہی خردمندی سے قریب ہے۔ میں نے صبر کیا، حالانکہ آنکھ خاشاک و غبار سے، اور حلقوم و گلو، استخوان (اندوہ) سے سخت تکلیف میں

تھا[3] میں اپنی میراث کو تاراج ہوتے دیکھتا رہا۔

خلافت حضرت عمرؓ

حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِهٖ، فَاَدْلٰی بِهَاۤ اِلَی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰی)

یہاں تک کہ خلیفۂ اوّل اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور خطاب کے فرزند کو خلافت سپرد کر گئے۔ بقول اعشٰے:

شَتَّانَ مَا یَوْمِیْ عَلٰی کُوْرِهَا
وَیَوْمُ حَیَّانَ اَخِیْ جَابِرِ

(ترجمہ) ان دونوں دنوں میں بہت فرق ہے آج کہ میں کوہان و پالان شتر پر سوار ہوں، اور رنج و سختی میں گرفتار ہوں، اور کہاں وہ دن کہ اپنے ندیم حیّان برادر جابر کے پاس ناز و نعمت سے بسر کرتا تھا۔[2]

فَیَا عَجَبًا بَیْنَا هُوَ یَسْتَقِیْلُهَا فِیْ حَیَاتِهٖۤ اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَیْهَا، فَصَیَّرَهَا فِیْ حَوْزَةٍ خَشْنَآءَ، یَغْلُظُ کَلْمُهَا وَیَخْشُنُ مَسُّهَا، وَیَکْثُرُ الْعِثَارُ فِیْهَا وَالْاِعْتِذَارُ مِنْهَا۔ فَصَاحِبُهَا کَرَاکِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ، وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ، فَمُنِیَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللّٰهِ بِخَبْطٍ وَّشِمَاسٍ، وَتَلَوُّنٍ وَّاعْتِرَاضٍ، فَصَبَرْتُ عَلٰی طُوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ خلیفۂ اوّل کہ اپنی زندگی میں لغزشوں سے بچنے کے لیے دوسروں کی یاوری کے طالب تھے، یا پھر یہ ہُوا کہ اپنی وفات کے بعد وہ خلافت کی وصیت ایک دوسرے شخص کے لیے کر گئے[3] (حکومت کے دونوں تھن ان دونوں نے یکے بعد دیگرے دوہ لیے اور اس طرح ناقۂ خلافت کو درشت و ناہموار جگہ میں ڈال دیا، جہاں اس کے زخم اور زیادہ رسنے لگے اور ہاتھ لگانا دشوار ہو گیا۔ اب (اس راہ میں) اور لغزشیں زیادہ ہو گئیں، جن کے بارے میں طرح طرح کے عذر کیے گئے، خلافت کی باگ ہاتھ میں لینے والا، اس سوار کے مانند تھا، جو ایسے سرکش اونٹ پر سوار ہو، کہ اگر مہار زیادہ کھینچی جائے تو مینی شتر مجروح ہو جائے، اور اگر ڈھیل دی جائے تو اپنے لیے باعث ہلاکت ہو جائے۔ خدا کی قسم لوگ گھبراہٹ اور دیوانگی، رنگا رنگی اور رکاوٹوں میں آزمائے گئے، میں نے اس طویل مدت میں شدتِ تکالیف پر صبر و (ضبط) سے کام لیا! (اور خاموش رہا)

---

[1] یعنی ان حالات کا دیکھنا اور خاموش رہنا، حد سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ مگر ان حالات پر صبر کرنا ضروری سمجھا۔ [2] حیان برادر جابر، شہر یمامہ میں صاحب قلعہ و دولت و بزرگ قوم تھا، ہر سال کسریٰ اسے صلہ گراں بھی بھیجا کرتا تھا، اور وہ عیش و خوشی کی زندگی بسر کیا کرتا تھا، جو رنج و فکر کی متحمل نہیں تھی، اعشیٰ قبیلۂ بنی قیس کا ایک شاعر تھا اور حیان کا بڑا گہرا دوست، امیرالمومنین کا مقصد اس جگہ اس شعر سے یہ ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا جب میں دامنِ رسولؐ میں ہر غم اور ہر فکر سے آزاد تھا، اور ایک یہ دن ہے کہ فکر و اندوہ دمساز اور رفیق حیات بن چکے ہیں۔ (ن۔طہران) [3] بیعت کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اقیلونی فلست بخیر کم و علی فیکم۔ یعنی اے گروہ مردم! میری بیعت فسخ کر دو مجھے خلافت سے معزول کر دو، میں تم سے بہتر نہیں ہوں جب کہ علی جیسی ہستی تم میں موجود ہے (ن۔طہران) لیکن بعض مورخین اس روایت کی صحت سے انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے صرف یہ کہا، ولیتکم ولست بخیر کم میں تمہارا والی بنا دیا گیا ہوں حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں۔ (ن۔طبع مصر) (جعفری)

شوریٰ اور حضرت علی

حَتّٰی إِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ، جَعَلَهَا فِیْ جَمَاعَةٍ زَعَمَ اَنِّیْ اَحَدُهُمْ، فَیَا لِلّٰهِ وَ لِلشُّوْرٰی، مَتَی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ النَّظَائِرِ؟

یہاں تک کہ یہ دوسرے خلیفہ[1] بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے اور امر خلافت ایک جماعت میں محصور کر دیا جس کا ایک فرد ان کے گمان میں، میں بھی تھا، بار خدایا! بھلا مجھے اس سے کیا مطلب کہ میں ان جیسی باتوں میں پڑتا؟

---

[1] (الف) جب ابولؤلو کے قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنی زندگی کی کوئی آس نہ رہی تو انھوں نے تعین خلیفہ کے لیے، ایک مجلس شوریٰ نامزد کی، اس موقع پر متعدد اکابر حضرت عمرؓ کے پاس تشریف فرما تھے، انھوں نے کہا "آپ جسے پسند کریں خلافت کے لیے نامزد کردیں"۔ آپ نے فرمایا۔ سات نفر شائستہ کار نظر آتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول خدا نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

اول — سعد ابن زید ——— وہ میرے خویش ہیں لہٰذا انھیں خارج کرتا ہوں۔ باقی رہے چھ، وہ یہ ہیں:—

(۱) سعد ابن ابی وقاصؓ (۲) عبدالرحمٰن ابن عوفؓ (۳) طلحہؓ (۴) زبیرؓ (۵) عثمانؓ (۶) علیؑ۔

ان میں سعد بن ابی وقاصؓ اس منصب کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن درشت طبع اور بدخو ہیں۔ عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اس امت کے قارون ہیں، لہٰذا وہ بھی اس منصب کے سزاوار نہیں۔ طلحہؓ میں تکبر اور نخوت ہے۔ زبیرؓ بخل خست میں یکتا ہیں۔ عثمانؓ اپنے لوگوں کو دوست رکھنے کے عادی ہیں، علیؑ منصب خلافت کے حریص ہیں لہٰذا وہ بھی اہل نہیں نظر آتے، پھر حضرت عمرؓ نے کہا یہ چھ نفر، تین دن کے اندر، ایک گھر میں جمع ہو کر، کسی ایک کو منتخب کریں اگر پانچ نفر کسی ایک نفر پر متفق ہو جائیں اور چھٹا مخالفت کرے، تو اس کی گردن اڑا دو، اگر تین نفر ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف، تو پھر جن تین آدمیوں میں عبدالرحمٰن شامل ہوں، ان کا منتخب کیا ہوا شخص خلیفہ مان لیا جائے اور باقی تین کی گردن اڑا دو، حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد مذکورہ اصحاب انتخاب خلیفہ کے لیے مجتمع ہوئے، عبدالرحمٰن نے کہا میں اپنا اور سعد ابن ابی وقاص کا نام واپس لیتا ہوں، ہم دونوں منصب خلافت کے طالب نہیں، پھر انھوں نے سعد کی طرف منہ کیا، اور کہا آؤ ہم کسی شخص کی تعین کرلیں اور اُسی کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، دوسرے لوگ بھی اس کی بیعت کرلیں گے، سعد نے کہا، اگر عثمان بھی تمھاری متابعت کریں، تو میں تم میں کا تیسرا بن جاتا ہوں اور اگر تم عثمان کو متعین کرنا چاہتے ہو، تو پھر میں علی کا ساتھی ہوں، پس جب عبدالرحمٰن سعد کی تائید سے مایوس ہوگئے تو حضرت علی کی طرف مخاطب ہو کر کہا، میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں بایں شرط کہ آپ، کتاب خدا، سنت رسولؐ و طریقۂ خلفائے سابق، ابوبکرؓ و عمرؓ پر عمل کرنے کا وعدہ کرلیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں قبول کرتا ہوں، بایں شرط کہ کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کروں گا اور (پھر حسب ضرورت) اجتہاد سے کام لوں گا۔ سعد نے یہ سن کر علی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور عثمانؓ کی طرف کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وہی کہا، جو علی سے کہا تھا عثمانؓ نے قبول کرلیا پھر سعد نے تین تین مرتبہ علیؑ و عثمانؓ سے یہی بات دوہرائی اور ہر مرتبہ ہر ایک سے وہی جواب پایا جو پہلی مرتبہ پایا تھا، پس سعد نے کہا، اے عثمان، خلافت تمھارے ہی لیے سزاوار ہے، پھر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ (ن۔ طہران صہ ۴۲)

(ب) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا وقت اجل جب قریب آیا تو انھوں نے مشورہ کیا کہ منصب خلافت کسے سونپا جائے، چنانچہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ نامزد کر دیں، حضرت عمرؓ نے کہا "نہیں وہ اس منصب کا سزاوار نہیں ہے خطاب کی اولاد میں سے دو اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتے، جو کچھ بھگتنا تھا، عمر نے بھگت لیا"، پھر حضرت عمرؓ نے مناسب سمجھا کہ اس معاملہ کو چھ آدمیوں میں منحصر کر دیں۔ چنانچہ کہا: رسول اللہؐ نے جب وفات پائی تو وہ ان سے خوش تھے، پس یہی چھ کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں۔ وہ چھ یہ تھے:۔

(۱) علیؑ بن ابی طالب (۲) عثمان بن عفان (۳) طلحہ بن عبید اللہ (۴) زبیر بن العوام (۵) عبدالرحمٰن بن عوف (۶) سعد بن ابی وقاص ——— رضی اللہ عنہم!

سعد عبدالرحمٰن کے ابن عم تھے، دونوں قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے، سعد، حضرت علیؑ کی طرف سے دل میں غبار رکھتے تھے اس لیے کہ ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبدشمس تھیں، اور علیؑ ان کے اخوال کو غزوات میں قتل کر چکے تھے، اور عبدالرحمٰن ایک رشتہ سے عثمان کے بہنوئی تھے، اس لیے کہ ان کی بیوی ام کلثوم بنت عقبہ، بن ابی معیط عثمانؓ کی بہن تھیں (ماں ایک، باپ دو) طلحہ عثمان کی طرف، ذاتی تعلقات کی بنا پر زیادہ میل رکھتے تھے، جیسا کہ کتب تاریخ میں مرقوم ہے، ان کے علیؑ سے انحراف، اور عثمانؓ سے میل کی سب سے بڑی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ تیمی تھے، اور بنو ہاشم اور بنو تیم میں خلافت ابوبکر کے سلسلہ میں اختلاف تھا ——— عمر بن الخطاب کی وفات کے بعد یہ چھ حضرات مشورے کے لیے جمع ہوئے، لیکن اتفاق رائے نہ ہو سکا، طلحہ کی رائے عثمان کی حمایت میں تھی اور زبیر کی علیؑ کے لیے، اور سعد عبدالرحمٰن کے حق میں تھے، عمرؓ نے وصیت کر دی تھی کہ شوریٰ تین دن سے زیادہ نہ ہو۔ اور چوتھا دن جب طلوع ہو تو امیر منتخب ہو چکا ہو۔ عمرؓ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر اختلاف رونما ہو، تو اس فریق کی بات مانی جائے جس کے ساتھ عبدالرحمٰن ہوں، چنانچہ عبدالرحمٰن علی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، آپ پر لازمی ہوگا کہ کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور سیرت خلفائے اول و دوم کی پیروی کریں۔ علی نے کہا، میں امید کرتا ہوں کہ اپنے مبلغ علم اور امکان قوت کے مطابق عمل کروں گا۔ پھر عبدالرحمٰن نے عثمان کو بلایا اور یہی بات ان سے کہی، انھوں نے قبول کر لیا، پھر عبدالرحمٰن نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا اور پکار کر کہا "اے اللہ سن لے اور گواہ رہ کہ ذمہ داری کا جو قلادہ میری گردن میں تھا وہ میں نے عثمان کی گردن میں ڈال دیا، پھر عثمان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا، "السلام علیکم یا امیر المومنین! اور پھر بیعت کر لی! یہ سن کر حضرت علیؑ غم و اندوہ کے عالم میں نکلے چلے گئے، اس موقع پر حضرت مقداد بن اسود نے، عبدالرحمٰن سے کہا ——— خدا کی قسم تم نے علیؑ کو چھوڑ دیا، حالانکہ وہ ان لوگوں میں ہیں، جو ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور عدل سے کام لیتے ہیں ——— !خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ علیؑ سے بڑھ کر بھی، کوئی حق پر فیصلہ کرنے والا اور بڑا عالم ہو سکتا ہے، عبدالرحمٰن نے کہا، اے مقداد خدا سے ڈرو، مجھے اندیشہ ہے تم فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہو ——— پھر جب عہد عثمانی میں وہ حوادث و واقعات رونما ہوئے جو سب کو معلوم ہیں، تو سب صحابہ نے ان حالات پر رنج و الم کا اظہار کیا۔ روایت ہے کہ عبدالرحمٰن سے کہا گیا تھا "یہ سب کچھ تمہارے فعل کا نتیجہ ہے"، عبدالرحمٰن نے جواب دیا "میں اس کا گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ ایسا ہوگا"، لیکن خدا کی قسم اب میں عثمان سے کبھی بات نہیں کروں گا"۔ پھر عبدالرحمٰن مر گئے لیکن عثمان

سے نہ ملے۔ روایت ہے کہ ان کے مرض الموت میں عثمان عیادت کے لیے اُن کے پاس آئے تو انھوں نے دیوار کی طرف منہ کر لیا، اور ان سے بات نہیں کی (ن۔ عبدہ۔ ص ۳۸-۳۹)

(ج) "تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو (انتخاب خلیفہ کو) آپ طے کر جائیے، حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور فرمایا تھا لیکن انتخاب کی نظر کسی شخص پر نہ جمتی تھی، بارہا ان کے منہ سے آہ نکل گئی کہ افسوس اس بارگراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا، تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی:

(۱) حضرت علیؑ (۲) حضرت عثمانؓ (۳) حضرت زبیرؓ (۴) حضرت طلحہؓ (۵) حضرت سعد بن وقاصؓ (۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔

لیکن حضرت عمرؓ سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے، اور اس کا انھوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا، مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؑ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے ان کی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے ——— حضرت عمرؓ نے اور بزرگوں کی نسبت جو خوردہ گیریاں کی ہیں ہم نے ان کو ادب سے نہیں لکھا، لیکن ان میں جائے کلام نہیں، البتہ حضرت علیؑ کے متعلق جو نکتہ چینی حضرت عمرؓ کی زبانی عام تاریخوں میں منقول ہے یعنی یہ کہ ان کے مزاج میں ظرافت ہے! یہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتا ہے، حضرت علیؑ ظریف تھے مگر اُسی قدر جتنا ایک ظریف المزاج بزرگ ہو سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح اُن کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمر کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کیے ہیں، ہم ان کو اس موقع پر اس لیے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمرؓ کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہو جائے گا، مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہُوا، جو حضرت علیؑ کے ہم قبیلہ اور طرفدار تھے۔

حضرت عمرؓ : کیوں عبداللہ بن عُبّاس، علیؑ ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے؟

عبداللہ بن عباس : مَیں نہیں جانتا۔

حضرت عُمرؓ : تمھارے باپ رسُولؐ اللہ کے چچا اور تم رسُولؐ اللہ کے چچیرے بھائی ہو، پھر تمھاری قوم طرفدار کیوں نہیں ہوئی؟

عبداللہ بن عباس : مَیں نہیں جانتا۔

حضرت عُمرؓ : لیکن میں جانتا ہوں، تمھاری قوم تمھارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔

عبداللہ بن عباس : کیوں؟

حضرت عُمرؓ : وہ یہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوّت اور خلافت دونوں آجائیں، شاید تم کہو گے کہ حضرت ابوبکرؓ نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں، ابوبکرؓ نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے، تو ان کا ایسا کرنا تمھارے حق میں کچھ زیادہ مفید نہ ہوتا۔

دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفصل ہے، کچھ باتیں تو وہی ہیں، جو پہلے مکالمہ میں گزری ہیں اور کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حضرت عُمرؓ : کیوں عبداللہ بن عباس تمھاری نسبت میں بعض بعض باتیں سُنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں

لٰکِنِّیْ أَسْفَفْتُ إِذَا أَسَفُّوا، وَطِرْتُ إِذَا طَارُوا، فَصَغٰی رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ، وَمَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ۔

لیکن نشیب و فراز میں مَیں ان کے ساتھ ساتھ چلا۔ اسی گروہ میں سے ایک شخص تو مجھ سے اپنے بغض کے باعث پھر گیا[1] اور دوسرا[2] عثمان سے رشتۂ مصاہرت (دامادی) کے باعث مجھ سے اعراض کر گیا اور بعض دوسرے ناگفتہ بہ حالات میں مجھ سے کترا گئے۔

عہد حضرت عثمان رض

إِلٰۤی أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَيْهِ، بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَمُعْتَلَفِهٖ، وَقَامَ مَعَهٗ بَنُوْ أَبِيْهِ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللهِ خَضْمَ الْإِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيْعِ إِلٰۤى أَنِ انْتَكَثَ فَتْلُهٗ وَأَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهٗ وَكَبَتْ بِهٖ بِطْنَتُهٗ۔

آخر کار قوم کا تیسرا آدمی پیٹ پھلائے، اپنے گوبر اور چارے کے بیچ میں کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ان کے جدی بھائی بند (بنو امیہ) بھی ہو گئے۔ اور خدا کا مال اس طرح اپنے تصرّف میں لانے لگے، جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس صاف کر دیتا ہے[3]۔ یہاں تک کہ اس کی رسی کے بل بھی نگل گئے اور اس کا کام بھاری ہو گیا اور بسیار خوری کے باعث منہ کے بل گر پڑا[4]۔

کی کہ تمھاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس : وہ کیا باتیں ہیں ؟

حضرت عمر رض : مَیں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی۔

عبداللہ بن عباس : ظلم کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا، کیونکہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں، لیکن حسداً — ! تو اس میں تعجب کیا ہے ؟ ابلیس نے آدم پر حسد کیا، اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہیں۔ پھر محسود ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے ؟

حضرت عمر رض : افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

عبداللہ بن عباس : ایسی بات نہ کہیے رسول اللہ بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمر رض : اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبداللہ بن عباس : بہت مناسب! (دیکھو تاریخ طبری)

ان مکالمات کے علاوہ اصل واقعہ سے تم اس بات کا بھی اندازہ کر سکو گے کہ حضرت عمر رض کے مبارک عہد میں لوگ کس دلیری اور بیباکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ (الفاروق از علامہ شبلی ص ۳۸۳ ۔ ۳۸۶)

---

[1] سعد بن ابی وقاص کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے شہادتِ عثمان رض کے بعد بھی حضرت علی کی بیعت نہیں کی۔ [2] مراد عبدالرحمٰن بن عوف ہیں کہ یہ حضرت عثمان کی خواہر مادری کے شوہر تھے۔ [3] بیت المال۔ [4] فقراء و مستحقین محروم و گرسنہ رہ گئے۔

اپنی خلافت کا پس منظر

فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَالنَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ، يَنْثَالُونَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتَّى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَشُقَّ عِطْفَايَ، مُجْتَمِعِينَ حَوْلِي كَرَبِيضَةِ الْغَنَمِ، فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ، وَمَرَقَتْ أُخْرَى، وَقَسَطَ آخَرُونَ، كَأَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا كَلَامَ اللهِ حَيْثُ يَقُولُ:

[تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ]

بَلَى! وَاللهِ لَقَدْ سَمِعُوهَا وَوَعَوْهَا، وَلٰكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِهِمْ، وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا.

أَمَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ، وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ، وَمَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ لَا يُقَارُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ، وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ، لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا، وَلَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ

پس (شہادت عثمان کے بعد) کسی چیز نے مجھے اتنا پریشان نہیں کیا، جتنا اس بات نے کہ لوگ اس کثرت سے (ہر چہار طرف سے) مجھ پر (بیعت کے لیے) ٹوٹے پڑ رہے تھے، جیسے بجو کی گردن کے بال[۱] یہاں تک کہ حسن اور حسین (اس اژدھام سے) کچل گئے اور میری ردا پھٹ گئی، یہ لوگ میرے گرد گلۂ گوسفند کی طرح جمع ہو گئے، پھر جب میں بیعت کے لیے اٹھا، اور امر خلافت میں مشغول ہوا، تو ایک گروہ نے میری بیعت کو توڑ دیا[۲] اور ایک دوسری جماعت بھی، دائرۂ بیعت سے خارج ہو گئی[۳] کچھ لوگ بھی جادۂ حق سے منحرف ہو گئے[۴]۔ جیسے ان لوگوں نے خدا کا یہ کلام سنا ہی نہ تھا کہ "سرائے جاودانی ان کے لیے ہے جو زمین پر فتنہ و فساد نہیں کرتے اور جزائے نیک پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے"!

ہاں خدا کی قسم انھوں نے سنا اور اچھی طرح سنا، مگر یہ کہ یہ آراستہ دنیا، اور اس کی زینت انھیں زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ یہ حق سے روگرداں ہو گئے، (سرکشی کے خوگر بنے، اور دنیا کو فساد و آشوب میں مبتلا کر دیا)۔

اور ہاں، اے لوگو!

اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو چیرا، اور جس نے انسان کو خلق کیا، اگر لوگ اس کثرت کے ساتھ حاضر نہ ہوتے (اور میری بیعت نہ کر لیتے) اور مددگاروں کی وجہ سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو جاتی اور علماء سے خدائی عہد یہ نہ ہوتا کہ وہ ظالم کی شکم سیری (ظلم) اور مظلوم کی گرسنگی (مظلومیت) پر راضی نہ ہوں، تو بلاشبہ ناقۂ خلافت کی مہاریں اسی کی پیٹھ پر ڈال دیتا (کہ ناقۂ خلافت جدھر جائے جس خارزار کو چاہے۔

۱۔ بجو کی گردن میں بال بہت ہوتے ہیں، لہٰذا کثرت کی طرف عربی محاورہ کے مطابق اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ طلحہ و زبیر و اصحاب جمل کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے بیعت توڑ دی۔

۳۔ خوارج نہروان مراد ہیں۔ ۴۔ امیر معاویہ و اصحاب صفین۔

أَدْبِهَا، وَلَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ۔

چراگاہ بنالے اور راہ ضلالت و گمراہی میں پڑجائے) اور بلاشبہ آخر بھی اسے وہی کاسۂ آب دیتا جو پہلے دے چکا تھا اور تم جان لیتے کہ تمھاری یہ دنیا میرے نزدیک بکری کی چھینک سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

یہ خطبہ یہاں تک پہنچا تھا کہ اہل سوادؔ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے ایک تحریر آپ کی خدمت میں پیش کی، آپ اسے ملاحظہ فرمانے لگے تو ابن عباس نے التجا کی کہ خطبہ کی تکمیل فرمادی جائے! امیرالمؤمنین نے فرمایا، ابن عباس اب وہ بات کہاں؟ یعنی ایک دریا تھا جو روانی میں بہہ رہا تھا، مگر اب وہ رک گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس خطبہ کی ناتمامی کا جتنا مجھے افسوس ہوا، کسی بات کا نہیں ہوا۔ (سید رضی)

اس خطبہ میں ان مسائل پر امیرالمؤمنین نے بحث و گفتگو فرمائی ہے جو ان کی ذات گرامی سے تعلق رکھتے تھے، ان حالات کا ذکر کیا ہے، جو براہ راست انھیں پیش آئے تھے، اس ماحول کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں مسلسل اور پیہم روح فرسا، حوصلہ شکن اور خلاف توقع، حوادث کا ایک تسلسل تھا، جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا تھا، ان صدمات کا بیان فرمایا ہے جو احباب کی طرف سے ——— رفقائے راہ کی طرف سے ہم مسلک، ہم عقیدہ، اور ہم رائے اصحاب کی طرف سے بار بار پیش آئے، اس طرز عمل کا گلا کیا ہے، جو دوستوں، ساتھیوں اور رفیقوں کی طرف سے ظہور میں آیا، اپنے اس صبر وضبط کا اظہار فرمایا ہے، ہر طرح کے نامساعد حالات میں بھی آپ کے ہاتھ سے جس کا دامن نہیں چھوٹا، اس استحقاق کا ذکر فرمایا ہے جس کا آپ اپنے تئیں مستحق سمجھتے تھے، اور جسے تسلیم نہیں کیا گیا، ظاہر ہے یہ سب تلخ باتیں ہیں، اور تلخ باتوں کا تذکرہ جب بھی کیا جائے گا، ممکن نہیں کہ اس میں تلخی کی آمیزش نہ ہو، لیکن پھر بھی سارے خطبہ کو ملاحظہ کر لیجئے، کہیں بھی، اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملے گا، جو حد اعتدال سے متجاوز ہو، کہیں بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آئے گی جس کی تصدیق تاریخ سے نہ ہوتی ہو، کہیں بھی کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آئے گا۔ جو ناحق کے ذیل میں آتا ہو۔

لہ سواد عراق کو کہتے ہیں، یہ نام، اس کی سرسبزی، شادابی اور کثرت اشیاء کی بنا پر پڑا۔ ن۔ مصر)۔

۴ ۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ

آلِ رسُول اور اُمّت

اس خطبہ کا جزو جو
حضرت طلحہؓ اور
حضرت زبیرؓ
کے بعد
دیا گیا !

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ، وَتَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ، وَبِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السِّرَارِ، وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ، وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ؟ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ، مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ، وَأَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ، سَتَرَنِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ، وَبَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ، أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ

تم نے تاریکیوں میں ہمارے باعث ہدایت پائی، ہمارے ہی سبب تم سربلند ہوئے، ہماری ہی وجہ سے، تم نے رات کے اندھیرے[1] میں صبح کا اُجالا پایا[2] وہ کان بہرے ہو جائیں، جو اپنے رہنما کی (سننے والی) بات نہ سُنیں، لیکن وہ کان ہلکی آواز کیا سُن سکتا ہے جو چیخ سے بہرا ہو چکا ہو[3] خدا اس دل کو سکون عطا کرے، جو خوف خدا سے لرزاں و ترساں ہو ——— میں ہمیشہ تمہارے نتائج خیانت و نقص عہد و بے وفائی کا منتظر ہوں، اور میری نگاہ بصیرت تم میں فریب کاری کے اوصاف محسوس کر رہی تھی، لیکن لباس، تقویٰ اور پیراہن دینداری نے مجھے تم سے پنہاں رکھا، میرے صفات باطن نے، تمہارا حال مجھ پر منکشف کر دیا۔ میں بھٹکانے والے راستوں میں تمہارے لیے، راہ حق پر کھڑا ہو گیا، جب تم رہبر

---

[1] شرک اضلال کی تاریکی ۔ [2] کفر ۔ [3] اسلام ۔

[4] اس صورت میں کہ موعظ و پند خدا و رسول بے تاثیر ثابت ہو چکا ہے، میرے پند و وعظ کا اثر کیا ہو سکتا ہے ؟

حَيْثُ تَلْتَقُوْنَ وَلَا دَلِيْلَ، وَتَحْتَفِرُوْنَ وَلَا تُمِيْهُوْنَ۔ اَلْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ غَرَبَ رَأْيُ امْرِءٍ تَخَلَّفَ عَنِّيْ، مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيْتُهُ، لَمْ يُوْجِسْ مُوْسٰى (عَلَيْهِ السَّلَامُ) خِيْفَةً عَلٰى نَفْسِهِ، أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَدُوَلِ الضَّلَالِ اَلْيَوْمَ تَوَافَقْنَا عَلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ۔

ڈھونڈتے تھے مگر کوئی رہنما نہ تھا، تم کنوئیں کھودتے تھے، مگر پانی نہیں نکلتا تھا۔[1] آج میں تمھارے لیے حقائق بیان کر رہا ہوں۔[2] اس شخص کی رائے کوئی رائے نہیں، جس نے مجھ سے کنارہ کشی کی۔ جب سے مجھے حق کا جلوہ دکھایا گیا ہے، مجھے کبھی اس میں شک نہیں پیدا ہوا۔[3] موسےٰ کو خوف اپنی جان (اور اپنی ذات کا) نہ تھا بلکہ خطرہ جو کچھ تھا، یہ کہ مبادا غلبۂ جہال اور اقتدار دول ضلال قائم نہ ہوجائے۔[4] ہم دونوں آج حق اور باطل کے راستے پر کھڑے ہیں۔[5] اب جو شخص پانی پر اعتماد کرے گا،[6] ہرگز پیاسا نہیں رہے گا۔

---

[1] میں نے تمھیں ہلاکت و گمراہی سے نجات دی۔

[2] تمھاری ہدایت کے لیے اس خطبہ میں وہ رموز و اسرار کہ میری زبان حال پر رواں ہیں، بیان کر رہا ہوں۔

[3] میں ہمیشہ ثابت قدم رہا، اور باطل نے کبھی میرے دل میں راہ نہ پائی۔

[4] اسی طرح میں معارضہ و غلبۂ دشمن مانند طلحہ و زبیر سے ہراساں نہیں ہوں خوف جو کچھ ہے یہ کہ کہیں حق پر باطل غالب نہ آجائے۔

[5] میں راہ حق پر، اور تم راہ باطل پر۔

[6] میری گفتار و کردار کی پیروی کرے گا۔

۵ — ومن كلام له عليه السّلام — ارشاد

عباس و ابوسفیان کی پیشکشِ بیعت کا جواب

أَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ، وَعَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ، وَضَعُوا تِيجَانَ الْمُفَاخَرَةِ. أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ، أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ. هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ، وَلُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا، وَمُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ. فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ، وَإِنْ أَسْكُتْ يَقُولُوا جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ. هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِي، وَاللّٰهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ. بَلِ انْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهِ لَاضْطَرَبْتُمُ اضْطِرَابَ الْأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ.

اے لوگو! فتنوں کی موجوں کو، نجات کی کشتیوں سے چیر کر پار ہو جاؤ، منافرت کی راہ چھوڑ دو اور مفاخرت و بزرگی کے تاج سر سے اتار کر زمین پر پھینک دو، جو پر و بال (یار و یاور) کے ساتھ اٹھا، وہ کامیاب ہوا، جس نے حالات کو ان کے حال پر چھوڑا، اس نے راحت پائی۔ یہ (ذمہ داری) تو ایک گندہ پانی ہے۔ وہ لقمہ ہے جس کے کھانے والے کو اچھو ہو جاتا ہے۔ اور وقت سے پہلے خوشہ چینی کرنیوالا ایسا ہے جیسے کوئی غیر کی زمین پر کاشت کرے۔ اگر اب خلافت کے بارے میں کچھ کہتا ہوں، تو لوگ کہیں گے یہ امارت کی حرص ہے[2] اور اگر خاموش رہتا ہوں تو ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہیں گے کہ مرنے سے اور جان دینے سے ڈرتا ہوں۔ افسوس — میں چھوٹے بڑے ہر طرح کے مصائب جھیل چکا ہوں — خدا کی قسم! ابو طالب کا بیٹا موت سے اس سے زیادہ مانوس ہے جتنا ایک طفل شیر خوار، پستان مادر سے۔ نہیں یہ بات نہیں۔ میرے سکوت کا راز وہ اسرار ہیں کہ جو کچھ جانتا ہوں، اگر اُسے افشا کر دوں، تو تم یوں لرزنے اور کانپنے لگو گے، جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور کانپتی ہیں۔

---

[1] رسولِ خدا کی وفات کے بعد سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار و مہاجرین نے ابوبکرؓ کے ہاتھ بیعت کر لی، ابوسفیان نے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے خیال سے عباسؓ ابن عبدالمطلب کو اُبھارا کہ خلافت بنو ہاشم سے نکل کر بنی تیم میں جا رہی ہے، آئیے علی کے پاس چلیں اور ان کی بیعت کر لیں، آپ چونکہ عمِ رسول ہیں اور قریش میں نمایاں مانے ہیں لہٰذا اس خلافت (علی) کے بعد مخالفین کو ہم کچل دیں گے جو سر اٹھائیگا قتل کر دیں گے، امیرالمومنین مسلمانوں میں فتنہ و فساد نہیں چاہتے تھے انھوں نے اس موقع پر جو خطبہ دیا، اس کا یہ اقتباس ہے "میں مسلمانوں میں فتنہ و آشوب پسند نہیں کرتا، بہتر یہی ہے کہ الگ رہوں اور افتراق پسندی سے اپنا دامن بچائے رکھوں"۔

[2] جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ کہا بھی۔

۶ - ومن کلام لہ علیہ السلام ——— ارشاد

عزمیت و استقلال

"لوگوں نے مشورہ دیا کہ طلحہ اور زبیر سے جنگ نہ کریں تو آپ نے جواب میں فرمایا"

وَاللهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلَى طُولِ اللَّدْمِ، حَتَّى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا، وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا. وَلٰكِنِّي أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ إِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ، وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيبَ أَبَداً، حَتَّى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي.

فَوَاللهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعاً عَنْ حَقِّي مُسْتَأْثَراً عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللهُ نَبِيَّهُ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) حَتَّى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا.

خدا کی قسم اب میں بجو کی طرح نہیں رہ سکتا، جس کا بھٹ تھپتھپایا جاتا ہے کہ وہ سو جائے، یہاں تک کہ شکاری پہنچے، اور اُسے دھوکا دیکر پکڑ لے، بلکہ (راب تو میں) اہل حق، و راستی کو ساتھ لے کر اِن لوگوں سے جو حق سے روگرداں ہو چکے ہیں، مقابلہ کروں گا، فرماں داروں کے جلو میں سرکشوں سے، جو شک و ریب میں مبتلا ہیں جنگ کروں گا یہاں تک کہ میری زندگی ختم ہو جائے۔

خدا کی قسم، جب سے رسولِ اکرمؐ نے اس دنیا سے پردہ کیا ہے میں برابر اپنے حق سے محروم کیا جاتا رہا ہوں، مجھ پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جاتی رہی ہے، یہاں تک کہ آج (جمل کا) یہ دن پیش آگیا ہے ——— اور لوگ آمادۂ پیکار نظر آ رہے ہیں ———!

حضرات طلحہؓ و زبیرؓ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے امیر المؤمنین کے دست مبارک پر بیعت کر لی تھی۔ مگر پھر نقض بیعت کر کے مخالفین کے گروہ سے جا ملے، حضرت علی کو اس طرزِ عمل سے تکلیف پہنچی اور یہ دیکھ کر اندوہ و الم میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا کہ یہی جنگ جمل کے محرکین میں تھے، حضرت عائشہؓ نے جب خواب میں کُتّوں کے بھونکنے کی آواز سُنی اور تنبیہہ رسولؐ یاد کر کے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا تو ان ہی حضرات کی وجہ سے، وہ اپنا یہ ارادہ پُورا نہ کر سکیں اور بالآخر جنگ ہو کر رہی، مُسلمانوں نے مُسلمانوں کا خون بہایا، ان کے شکوہ و جبروت میں فرق آیا، اور ساکھ کم ہو گئی، ان ہی واقعات و حوادث نے تاریخ اسلام میں ایسے رخنے پیدا کیے، جو آج تک پُر نہیں ہو سکے۔

یہ بڑی اُلجھی ہوئی تاریخی بحث ہے لیکن تاریخ ہی ایک ایسا فن ہے جو صرف واقعات سے بحث کرتا ہے، واقعات کے اثرات و نتائج، پڑھنے والوں پر چھوڑ دیتا ہے، وہ خود متاثر نہیں ہوتا، ہاں کسی دوسرے کے تاثر میں آڑے بھی نہیں آتا۔

اس موضوع پر بھی ہم ایک مرقع (مع حوالہ تاریخ) پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے:-

امیر معاویہ کے مناقشات کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کہ دوسرا قضیہ نامرضیہ پیدا ہو گیا یعنی حضرت عائشہؓ مکہ سے مدینہ واپس ہو رہی تھیں، راستہ میں ان کے ایک عزیز ملے، ان سے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ عثمانؓ شہید کر دیے گئے اور علیؑ خلیفہ منتخب ہوئے لیکن ہنوز فتنہ کی آگ گرم ہے، یہ خبر سن کر پھر مکہ واپس ہو گئیں، لوگوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ عثمان مظلوم شہید کر دیے گئے اور فتنہ دبتا ہوا نظر نہیں آتا اس لیے تم لوگ خلیفہ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مدینہ میں فتنہ و فساد کے آثار دیکھ کر حضرت طلحہ و زبیر بھی حضرت علی سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے بھی وہاں کے حالات دریافت کیے انھوں نے بھی شور و غوغا کی داستان سنائی۔ ان کے بیان سے حضرت عائشہؓ کے ارادوں میں اور تقویت ہو گئی اور انھوں نے خلیفۂ مظلوم کے قصاص کی دعوت شروع کر دی۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کی ترتیب نے ملک میں بدظنی پیدا کر دی تھی حضرت عثمان کے قاتلوں کا پتہ نہ چلنا ان کے اعداء کو اپنا معاون و انصار بنانا اور مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ تمام عمالِ و حکام کو برطرف کر دینا لوگوں کو بدظن کرنے کے لیے نہایت کافی تھا ان ہی بدگمانیوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو بھی حضرت عثمان کے قصاص پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ قصاص کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عبداللہ بن عامر حضرمی والی مکہ مروان بن حکم سعید بن العاص اور دوسرے بنو امیہ نے جو مدینہ سے مفرور ہو کر مکہ میں پناہ گزیں تھے نہایت جوش کے ساتھ اس تحریک کو پھیلایا اور ایک معتد بہ جمعیت فراہم کر کے روانہ ہوئے کہ پہلے بیت المال پر قبضہ کر کے مالی مشکلات میں سہولت پیدا کریں، پھر بصرہ و کوفہ اور عراق کی دوسری نو آبادیوں میں اس تحریک کی اشاعت کر کے لوگوں کو اپنا ہم آہنگ بنائیں۔ حضرت علی کو مکہ کی تیاریوں کا معلوم ہوا، تو آپ نے بھی اس خیال سے عراق کا قصد کیا کہ وہاں مخالفین سے پہلے پہنچ کر بیت المال کی حفاظت کا انتظام کریں اور اہل عراق کو وفاداری کا سبق دیں، انصار کرام کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور حضرت عقبہ بن عامر نے جو بڑے پایہ کے صحابی اور غزوات میں سرورِ کائناتؐ کے ہمرکاب رہ چکے تھے انصار کی جانب سے گذارش کی کہ دار الخلافہ چھوڑ کر جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے، عمر فاروق کے عہد میں بڑی بڑی جنگیں پیش آئیں لیکن انھوں نے کبھی مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا اگر اس وقت خالد ابوعبیدہ سعد وقاص اور ابوموسیٰ اشعری نے شام و ایران کو تہ و بالا کر دیا تھا، تو اس وقت بھی ایسے جانبازوں کی کمی نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن عراق پر مخالفین کے تسلط سے نہایت دشواری پیش آئے گی وہ اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی نو آبادی ہے، وہاں کے بیت المال بھی مال و زر سے پُر ہیں اس لیے میرا وہاں موجود ہونا نہایت ضروری ہے، اور مدینہ میں عام منادی کرا دی کہ لوگ سفرِ عراق کے لیے تیار ہو جائیں چند محتاط صحابہ کے سوا تقریباً تمام اہل مدینہ ہمرکاب ہوئے۔ ذی قار پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ اور زبیر سبقت کر کے بصرہ پہنچ گئے ہیں اور بنو سعد کے علاوہ تقریباً تمام بصرہ والوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے یہ سن کر حضرت علی نے ذی قار میں قیام کیا اور حضرت امام حسن کو حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ کوفہ روانہ کیا کہ لوگوں کو مرکز خلافت کی اعانت پر آمادہ کریں حضرت امام حسنؑ جس وقت کوفہ پہنچے، حضرت ابوموسیٰ اشعری والی کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ سرورِ کائناتؐ نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے اس لیے ہتھیار لے کر حملہ کر دو اور بالکل عزلت نشین ہو جاؤ۔ رسول اللہؐ نے

فرمایا کہ فتنہ وفساد کے وقت سونے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اس اثنا میں حضرت امام حسنؑ مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا تم بھی ہماری مسجد سے نکلو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ اس کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو امیر المومنینؑ کی مساعدت پر آمادہ کیا حجر بن عدی کندی نے جو کہ کوفہ کے نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے حضرت امام حسنؑ کی تائید کی اور کہا صاحبو! امیر المومنینؑ نے خود اپنے صاحبزادہ کو بھیج کر تمھیں دعوت دی ہے، اس دعوت کو قبول کرو اور علم حیدری کے نیچے مجتمع ہو کر فتنہ وفساد کی آگ سرد کر دو۔ میں خود سب سے پہلے چلنے کو تیار ہوں۔ غرض امام حسنؑ اور حجر بن عدی کی تقریروں نے لوگوں کو حضرت علیؑ کی اعانت پر آمادہ کر دیا اور ہر طرف سے امیر المومنینؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسرے ہی دن صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانبازوں کی ایک مسلح جماعت مسلح ہو کر حضرت امام حسنؑ کے ساتھ روانہ ہوئی اور مقام ذی قار میں امیر المومنینؑ کی فوج کے ساتھ مل گئی جناب امیرؑ نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دے کر بصرہ کا رُخ کیا اُس وقت بصرہ کا یہ حال تھا کہ وہ تین گروہوں میں منقسم تھا ایک خاموش اور غیر جانبدار تھا دوسرا حضرت علیؑ کا طرفدار تھا اور تیسرا حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہ وغیرہ کا حامی۔ خانہ جنگی کی یہ تیاریاں دیکھ کر پہلی جماعت نے مصالحت کی بڑی کوشش کی۔ بلکہ ہر فریق کے نیک نیت لوگ اس کی تائید میں تھے حضرت علی اور حضرت عائشہؓ دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے اور کسی طرح باہمی اختلافات دور ہو جائیں صلح کی گفتگو ترقی پر تھی اور فریقین جنگ کے تمام احتمالات دلوں سے دور کر چکے تھے اور رات کے سناٹے میں ہر فریق آرام کی نیند سو رہا تھا دونوں فریقوں میں کچھ ایسے عناصر شامل تھے جن کے نزدیک یہ مصالحت ان کے حق میں سم قاتل تھی۔ حضرت علیؑ کی فوج میں سبائی انجمن کے ارکان اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا گروہ شامل تھا اور حضرت عائشہؓ کی طرف کچھ اموی تھے حضرت عثمانؓ کے قاتل اور سبائی سمجھے کہ اگر یہ مصالحت کامیاب ہو گئی تو ان کی خیر نہیں، اس لیے انھوں نے رات کی تاریکی میں حضرت عائشہؓ کی فوج پر شبخون مارا۔ گھبراہٹ میں فریقین نے یہ سمجھ کر کہ دوسرے فریق نے دھوکا دیا ایک دوسرے پر حملہ شروع کر دیا، حضرت عائشہؓ اونٹ پر آہنی ہودہ رکھ کر سوار ہوئیں کہ وہ اپنی فوج کو اس حملہ سے روک سکیں، حضرت علی نے بھی اپنے سپاہیوں کو روکا۔ مگر جو فتنہ پھیل چکا تھا وہ کب رُک سکتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی وجہ سے ان کی فوج میں غیر معمولی جوش وخروش تھا، قلب فوج میں ان کا ہودج تھا، محمد بن طلحہ سواروں کے آفیسر تھے عبداللہ بن زبیر پیادہ فوج کی سربراہی پر مامور تھے اور پوری فوج کی قیادت حضرت طلحہ وزبیر کے ہاتھوں میں تھی۔

دوران جنگ میں حضرت علی گھوڑا بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیر سے بلا کر کہا۔ ابو عبداللہ! تمھیں وہ دن یاد ہے جب رسول اللہؐ نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کی تھی ہاں یا رسول اللہؐ۔ یاد کرو۔ اس وقت تم سے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اس سے ناحق لڑو گے، حضرت زبیر نے جواب دیا ہاں اب مجھے بھی یاد آیا۔

یہ پیشین گوئی یاد کر کے حضرت زبیر جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنے صاحبزادہ عبداللہ سے فرمایا جان پدر! علیؑ نے ایسی بات یاد دلائی کہ جنگ کا تمام جوش فرو ہو گیا۔ بے شک ہم حق پر نہیں ہیں اب میں اس جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ تم بھی میرا ساتھ دو لیکن حضرت عبداللہ نے انکار کیا، تو وہ تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے کہ وہاں سے سامان لے کر کسی طرف نکل جائیں۔ حضرت طلحہ نے حضرت زبیر کو جاتے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہو گیا۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت طلحہ کو ایک ایسا تاک کر تیر مارا جو گھٹنے میں پیوست ہو

گیا۔ یہ تیر زہر میں بجھا تھا زہر کے اثر سے ان کا کام تمام ہوگیا، اب میدانِ جنگ میں صرف ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ان کے جاں نثار فرزند رہ گئے جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، ام المؤمنین زرہ پوش ہودج میں بیٹھی تھیں نامزنہ شناس آپ کے ساتھ گستاخیاں کر رہے تھے اور آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے حضرت علیؑ کے وفادار بیٹوں میں بنوضبہ اونٹ کو اپنے حلقہ میں لے کر اس جوش ثبات اور وارفتگی کے ساتھ لڑے کہ خود حیدر کرار کو حیرت تھی۔ عبداللہ بن زبیر اونٹ کی نکیل پکڑے تھے وہ زخمی ہو کر گرے تو فوراً دوسرے نے بڑھ کر پکڑ لی وہ مارا گیا تو تیسرے نے اس کی جگہ لی اسی طرح یکے بعد دیگرے ستّر آدمیوں نے اپنے کو قربان کر دیا۔ بصرہ کا شہسوار عمرو بن بجرہ اس جوش سے لڑ رہا تھا کہ حضرت علی کی فوج کا جو شخص اس کے سامنے پہنچ جاتا تھا مارا جاتا تھا۔ اور ابن بجرہ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا:

یا امّنا یا خیر امّ نعلم والامّ تغذو ولدھا وترحم

اے ہماری بہترین ماں، اور ماں بچوں کو کھلاتی ہے اور ان پر رحم کرتی ہے

الا ترین کم جواد زکم وتختلی ھامۃ والمعصم

کیا تو نہیں دیکھتی کہ کتنے گھوڑے زخمی کئے جاتے ہیں اور ان کی کھوپڑی اور کلائی کاٹی جاتی ہے

آخر کار حضرت علی کی فوج کے مشہور شہسوار حارث بن زبیر ازدی نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر تک تیغ و سنان کے رد و بدل کے بعد دونوں ایک دوسرے کے وار سے کٹ کر ڈھیر ہوگئے اونٹ کے سامنے بنوضبہ حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ سد سکندری بنے دشمنوں کو روکے کھڑے تھے اور جب تک ایک شخص بھی زندہ رہا اس نے پشت نہیں پھیری اور یہ رجز ان کی زبان پر تھا:۔

نحن بنو ضبّۃ اصحاب الجمل الموت احلی عندنا من العسل

ہم ضبّہ کی اولاد اونٹ کے محافظ ہیں موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے

ننعی ابن عفان باطراف الاسل نحن بنو الموت اذا الموت نزل

ہم موت کے بیٹے ہیں جب اترے ہم عثمان بن عفان کی موت کی خبر نیزوں سے پھیلا رہی ہے

ردّوا علینا شیخنا ثم بجل

ہمارے سردار کو ہم کو واپس کردو تو پھر کچھ نہیں

حضرت علیؑ نے دیکھا کہ جب تک اونٹ بٹھایا نہ جائے گا مسلمانوں کی خوں ریزی رک نہیں سکتی اس لیے آپ کے اشارے سے ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری، اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور حضرت علی کے حق میں جنگ کا فیصلہ ہوگیا۔ آپ نے حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو جو حضرت علی کے ساتھ تھے حکم دیا کہ اپنی ہمشیرہ محترمہ کی خبر گیری کریں اور عام منادی کر دی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، مال غنیمت نہ لوٹا جائے جو ہتھیار ڈال دیں وہ مامون ہیں۔ پھر خود ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس حاضر ہو کر مزاج پرسی کی اور بصرہ میں چند دنوں تک آرام و آسائش سے ٹھہرانے کے بعد محمد بن ابی بکر کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ بصرہ کی چالیس شریف و معزز خواتین کو پہنچانے کے لیے ساتھ کیا

اور رخصت کرنے کے لیے خود چند میل تک ساتھ گئے اور ایک منزل تک اپنے صاحبزادوں کو مشایعت کے لیے بھیجا۔ حضرت عائشہ نے رخصت ہوتے وقت لوگوں سے فرمایا کہ "میرے بچو! ہماری باہمی کش مکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی ورنہ مجھ میں اور علی میں پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔" حضرت علی نے بھی مناسب الفاظ میں تصدیق کی اور فرمایا کہ آنحضرت کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں ان کی تعظیم و توقیر ضروری ہے غرض پہلی رجب ۳۶ھ بعفتہ کے روز حضرت عائشہ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ بصرہ میں چند روزہ قیام کے بعد حضرت علی نے کوفہ کا عزم کیا اور ۱۲ رجب ۳۶ھ دوشنبہ کے روز داخل شہر ہوئے، اہل کوفہ نے قصر امارت میں مہمان نوازی کا سامان کیا لیکن زہد و قناعت کے شہنشاہ نے اس فروکش ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ عمر بن الخطاب نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میدان میرے لیے بس ہے۔ چنانچہ میدان میں قیام فرمایا اور مسجد اعظم میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی اور جمعہ کے روز لوگوں کو اتقاد پرہیزگاری اور وفاشعاری کی ہدایت کی۔

جنگ جمل کے بعد حضرت علی نے مدینہ منورہ چھوڑ کر کوفہ میں مستقل اقامت اختیار کی اور دارالحکومت حجاز سے عراق کو منتقل ہو گیا۔

(خلفائے راشدینؒ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ) (جعفری)

مذکورہ تاریخی واقعات کے اسباب و علل اور محرکات و دواعی کی کمیت اور کیفیت میں فکر و آراء کا تصادم ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک بات بہر حال، سورج کی طرح روشن اور تابناک ہے، اور وہ یہ کہ اس وقت کے اکابر، اختلاف کے حدود سے واقف تھے اور اب یہی چیز ناپید ہے!

رمن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ـــــ ـــــ

منافقین کی ذہنیت

خطبے کے اس اقتباس میں منافقین کی نفسیاتی حالت کا تجزیہ فرمایا ہے۔

من خطبۃ لہٗ علیہ السلام۔

اِتَّخَذُوا الشَّیْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكاً، وَ اتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكاً فَبَاضَ وَ فَرَّخَ فِی صُدُورِهِمْ، وَ دَبَّ وَ دَرَجَ فِی حُجُورِهِمْ، فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ وَ نَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ، وَ زَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ. فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِی سُلْطَانِهِ، وَ نَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَىٰ لِسَانِهِ ؛

ان لوگوں نے (مطلب براری کے لیے) شیطان پر بھروسہ کیا اور اُسے اپنا کارساز بنالیا، شیطان نے دوسروں کی گمراہی کے لیے، انھیں اپنا شریک و رفیق قرار دے لیا پس اس نے (شیطان نے) ان کے سینہ میں انڈے سیئے، اور ان کی گود میں (ان انڈوں سے پیدا ہوکر) وسوسے رینگنے اور پروان چڑھنے لگے (ان میں اور شیطان میں) اتنی یک جانی ہوگئی، کہ وہ ان کی آنکھ سے دیکھنے لگا، ان کی زبان سے بولنے لگا، اس نے انھیں ہر طرح آمادۂ معاصی کردیا اور کار بد کو ان کے لیے زیب و زینت بنا دیا۔ یہ وہی حرکتیں کرنے لگے، جیسے وہ شخص جسے شیطان نے اپنے امور میں شریک کرلیا ہو اور جس کی زبان سے وہ باطل کا پرچار کر رہا ہو۔

۸ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد

کیا بیعت ٹوٹ سکتی ہے؟

(اس کلام میں حضرت زبیر کے طرزِ عمل پر شریعت کی روشنی میں بحث فرمائی ہے۔

يَزْعَمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ، فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ وَادَّعَى الْوَلِيجَةَ. فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يُعْرَفُ، وَإِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ ۞

زبیر کا یہ حال ہے کہ انھوں نے بیعت ہاتھ سے کی ہے دل سے نہیں (کتنی عجیب بات ہے)، بہرحال (یہ مان کر) انھوں نے بیعت کا اقرار تو کر ہی لیا، اب رہا یہ دعوے[1] کہ باطن کا اختلاف پنہاں رکھا تھا، تو انھیں چاہیئے کہ (اپنے کہے پر) کوئی دلیل وحجت لائیں (تاکہ اس کی درستی معلوم ہو جائے) اور اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر (انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بیعت باقی ہے اور فرمانبرداری واجب ہے (جب بیعت ٹوٹی نہیں بلکہ قائم ہے تو پھر شرعی دلیل کے بغیر کیونکر اُسے فسخ قرار دیا جاسکتا ہے —؟

حضرت زبیر نے بلاشبہ حضرت علیؑ سے بیعت کی اور پھر اُسے فسخ کر کے مخالفین سے جاملے، قاتلین عثمان کے ساتھ شریک ہو کر آمادۂ جنگ ہوئے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ لڑے، حرب وپیکار کے لیے آموجود ہوئے، لیکن جب امیرالمؤمنین نے انھیں وہ تنبیہ یاد دلائی جو ہم نے صفحہ ۱۲۸ پر لکھی ہے تو واپس چلے گئے۔ راستہ میں ایک شخص نے جو امیرالمؤمنینؑ کا ہواخواہ تھا اُنھیں دھوکے سے قتل کردیا اور شاداں وفرحاں ان کی تلوار لے کر امیرالمؤمنین کے پاس انعام کی طمع میں پہنچا، امیرالمؤمنین اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے، انھوں نے فرمایا بخدا صفیہ کا بیٹا (حضرت زبیر)، نہ بزدل تھا، نہ بخیل! پھر انھوں نے قاتل کو لعنت ملامت کی اور کہا رسُول اللہ نے فرمایا ہے۔ زبیر کا قاتل دوزخی ہے، اور تلوار اپنے دستِ مبارک میں لے کر فرمایا" اس تلوار نے عہدِ رسولؐ میں اسلام کے لیے بہت سے (قابلِ فخر) کارنامے انجام دیئے ہیں! قاتل کو جب انعام نہیں ملا، بلکہ عقوبت اور تعزیر کا اندیشہ پیدا ہوا، تو وہ بھاگ گیا) اور بعد میں خوارج کا رفیق ودمساز بن کر حضرت علیؑ سے نہروان کے مقام پر لڑنے کے لیے پہنچا اور اس طرح اس کی دنیا بھی اکارت ہوئی اور دین بھی برباد ہوا۔ (جعفری)

---

[1] حضرت زبیر کے نقض بیعت کے بعد، امیرالمؤمنین نے ان سے فرمایا "تم میری بیعت کر چکے ہو، تم پر میری پیروی واجب ہے"۔ انھوں نے کہا میں نے بیعت تو کی تھی مگر دل سے نہیں، ازراہ توریہ۔ اس پر امیرالمؤمنین نے مذکورہ الفاظ فرمائے۔ (ن - طہران)

۹۔ ومن کلام لہ علیہ السّلام۔ ارشاد

گفتار و کردار

وَقَدْ أَرْعَدُوا وَأَبْرَقُوا، وَمَعَ هٰذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ الْفَشَلُ وَلَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰى نُوقِعَ، وَلَا نُسِيلُ حَتّٰى نُمْطِرَ۔

یہ لوگ (بادل کی طرح) گرجے اور (بجلی کی طرح) چمکے، لیکن گرجنے اور چمکنے کے باوجود[1] وقت کارزار، ناتواں اور ترساں نظر آئے!

اور ہم جب تک لڑ نہیں لیتے نعرہ زنی نہیں کرتے، اور جب تک برس نہیں جاتے بہتے نہیں[2]

۱۰۔ ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——— خطبہ

مومن کی بصیرت!

أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ، وَاسْتَجْلَبَ خَيْلَهُ وَرَجِلَهُ، وَإِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي، مَا لَبَّسْتُ عَلٰى نَفْسِي، وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضاً أَنَا مَاتِحُهُ، لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ وَلَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنا جتھا اور سواروں اور پیادوں کا لشکر تیار[1] کر لیا۔ میرا رفیق تو میری بصیرت ہے۔ میں نے حق[3] کو (جہل و نادانی) کا لباس بنا کر نہیں پہنایا، نہ وہ لباس باطل میں ملبوس ہو کر مجھ پر اثر انداز ہوا۔ اور خدا کی قسم! میں ایک ایسا حوض بھر کر چھلکاؤں گا، کہ میں خود ہی اس کا الچنے والا ہوں گا، کہ یہ اہل باطل، نہ اس سے نکل سکیں گے، نہ اس کی طرف لٹ سکیں گے[4]

---

[1] یعنی قبل از جنگ لاف وگزاف اور تہدید و ترہیب کے باوجود جنگ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

[2] یعنی ہماری گفتار و کردار میں ہم آہنگی ہے۔ ہم کہتے بعد میں ہیں، کرتے پہلے ہیں، جب تک بارش نہ ہو سیل جاری نہیں ہوتا، ناممکن ہے کہ فتح و فیروزی ان لوگوں کے حصہ میں آئے جو کردار سے محروم ہیں یہ انہی کے حصہ میں آتی ہے۔ جو کردار و گفتار کے فرق و امتیاز سے واقف ہیں، جو جوش و خروش کا اعتبار نہیں کرتے، البتہ عمل محکم سے صاحب فروغ بنتے ہیں۔

۱۱ ۔ و من کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد

آدابِ شجاعت

جنگِ جمل کے موقعہ پر جب اپنے لشکر کا پرچم امیر المؤمنین علیؑ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو عطا فرمایا تو کہا۔

تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ عَضَّ عَلَىٰ نَاجِذِكَ ۔ أَعِرِ اللهَ جُمْجُمَتَكَ ۔ تِدْ فِي الْأَرْضِ قَدَمَكَ إِرْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ ۔ وَغُضَّ بَصَرَكَ ۔

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللهِ سُبْحَانَهُ ۔

اے بیٹے! پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائیں، مگر تم اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا[1] ۔ اپنے دانتوں کو مضبوطی سے، ایک دوسرے میں پیوست رکھنا[2] ۔ اپنا کاسۂ سر خدا کو عاریت دے دو[3] ۔ زمین میں اپنے پاؤں میخ کی طرح جما دینا ۔ تمہاری نگاہوں کی زد، دشمن کے لشکر کی آخری صف پر رہے[4] ۔ اپنی نظر جھکائے رکھنا[5] ۔

اور اے بیٹے!

اس بات پر ایمان محکم رکھو کہ: فتح و فیروزی صرف خدا کی طرف سے ہے[6]

---

[1] مطلب یہ کہ تم میدان جنگ میں پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم رہنا اور کسی حالت میں راہِ فرار اختیار نہ کرنا ۔ [2] اس ہدایت میں نکتہ یہ ہے کہ جنگ و پیکار کے عالم میں اگر دانت دانت سے پیوستہ کر کے آمادہ جنگ ہو جائے، تو خوف و ہراس کا اثر نہیں ہوتا ۔ [3] یعنی یہ کاسہ سر، یہ جسم توانا، یہ دل و دماغ کی قوت سب خدا ہی کی ہے، آج اس کی خوشنودی کے لیے میدان میں اترے ہو، تو خوف مرگ سے ہچکچانا نہیں تاکہ کہہ سکو ۔ جان دی ۔ دی ہوئی اسی کی تھی ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

[4] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) یہ کہ جب تک دشمن مکمل طور پر شکست نہ کھالے مطمئن نہ ہونا ۔ (۲) دشمن کی آخری صف تک نظر رکھنا تاکہ اس کے حرکات و سکنات کا تمہیں علم ہوتا رہے ۔

[5] پہلی نصیحت یہ تھی کہ دشمن کی آخری صف پر نگاہ رکھو، یعنی اس کی ہر حرکت نظر میں رہے دوسری نصیحت یہ ہے کہ نگاہ نیچی رکھو یعنی دشمن کے ساز و سامان اور رجنگ اور اسلحہ کی چمک دمک سے نظر خیرہ نہ ہونے دینا ۔

[6] قوت و شوکت، سامان و اسلحہ، نیزہ و شمشیر پر بھروسہ نہ کرو، خدا پر بھروسہ کرو، جو اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کی مدد کرتا ہے ۔

یہ الفاظ امیر المؤمنین نے اس وقت ارشاد فرمائے تھے، جب جنگ جمل کے موقعہ پر، آپ نے لشکر کا پرچم، اپنے فرزند دلبند حضرت محمد بن حنفیہ کو عطا فرمایا تھا، اور کوئی شبہ نہیں، باپ کی نصیحت بیٹے نے دل سے قبول کی اور میدان جنگ میں وہ کارنامے انجام دیئے کہ بیساختہ احسنت و مرحبا کی صدائیں بلند ہونے لگیں، زور بازوے حیدر اور ذوالفقار علی کا نمونہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

حضرت محمد بن حنفیہ حضرت علی کے صاحبزادے تھے لیکن حضرت سیدۃ فاطمہؓ کے بطن مبارک سے نہیں، بلکہ حضرت خولہ دختر جعفر بن قیس (یکے از قبیلۂ بنو حنیف) کے بطن سے!

حضرت فاطمہ جب تک زندہ رہیں حضرت علی نے کوئی دوسرا عقد نہیں فرمایا۔ آپ کے وصال کے بعد، آپ نے دوسری شادیاں کیں، چنانچہ خولہ کے بطن سے محمد پیدا ہوئے جو سعادت، شجاعت، شرافت اور زہد و عبادت میں اپنے قابل نازش خاندان کے قابل فخر سپوت تھے، حسنین علیہما السلام بھی آپ پر ہمیشہ شفقت کرتے رہے اور یہ جب تک زندہ رہے، بھائیوں (حسنؑ و حسینؑ) کی چاکری کو اپنا قابل فخر سرمایہ سمجھتے رہے۔

حضرت محمد بن حنفیہ عمرؓ کے عہد آخر میں تولد ہوئے، ۸۱ھ (یکم محرم الحرام) میں آپ کا انتقال ہوا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت سے اس درجہ دل برداشتہ اور رنجور ہوئے کہ پھر گھر سے نہ نکلے، گوشۂ عافیت اختیار کر لیا اور وہیں متمکن رہے۔ انتقال کے بعد جنت البقیع میں آپ کی تدفین ہوئی۔

امیر المؤمنین علیؑ اکثر و بیشتر جنگوں اور معرکوں میں آپ کو بھیجا کرتے تھے اور حضرات حسنین علیہما السلام کو یہ کام نہیں سونپتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے یہی سوال آپ سے کیا، تو کتنا بلیغ جواب دیا — فرمایا

لانهما كانا عينيه وكنت يديه فكان يقى عينيه بيديه۔

یعنی حضرات حسنین علیہما السلام، امیر المؤمنین علیؑ کی دو آنکھوں کی حیثیت رکھتے تھے اور میں ان کا ہاتھ تھا، لہٰذا آنکھوں کو ہاتھ سے بچاتے تھے!

ان الفاظ سے جہاں حضرت علی کے جذبہ کی ترجمانی ہوتی ہے وہاں خود حضرت محمد بن حنفیہ کی سعادت بھی کس طرح جھلک رہی ہے؛

خود امیر المؤمنین علیؑ نے بھی اس سوال پر جنگ صفین کے موقع پر روشنی ڈالی تھی، عین اس وقت جبکہ جنگ زور و شور سے جاری تھی، آپ کو اگر فکر تھی، تو بس حسنؑ و حسینؑ کی۔ بار بار باآواز بلند آپ فرماتے تھے:

"املكوا عنى هذين الفتيين اخاف ان ينقطع بهما نسل رسول الله صلى الله عليه وسلم"

یعنی: ان دونوں لڑکوں (حسنؑ و حسینؑ) کو روکے رہو۔ جنگ کے میدان میں نہ کودنے دو، میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگ کے میدان میں کود پڑیں۔ جام شہادت نوش کریں اور اس طرح نسل رسولؐ منقطع ہو جائے۔

۱۲۔ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام —— ارشاد

محبّت کا اثر

جنگ جمل میں، جب امیرالمؤمنین کو خدا نے کامیابی عطا فرمائی، تو آپ کے ایک فدا کار نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا:

"کاش اس موقعہ پر میرا فلاں بھائی بھی موجود ہوتا! —— تاکہ وہ دیکھتا کہ کس طرح خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو، دشمنوں پر فتح و نصرت مرحمت فرمائی —— !"

امیرالمؤمنینؑ نے یہ سُن کر سوال کیا،

أَهَوَى أَخِيكَ مَعَنَا؟	کیا تیرا بھائی ہم سے تعلق خاطر اور محبت رکھتا ہے[1]؟"
	سوال کرنے والے نے کہا"
فقال: نَعَمْ	"رکھتا ہے"
قال:	جواب ملا،
فَقَدْ شَهِدَنَا:	تو پھر تو یہ سمجھ لے کہ وہ ہم میں موجود تھا[2]
وَلَقَدْ شَهِدَنَا	اور صرف وہی نہیں،
فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ فِي أَصْلَابِ	ہمارے لشکر میں وہ لوگ بھی تھے،
الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ،	جو ابھی صلب پدر، اور رحم مادر میں موجود ہیں، جنھیں عنقریب زمانہ پیدا کرے گا۔
وَيَقْوَى بِهِمُ الْإِيمَانُ۔	اور وہ جن کے وجود سے ایمان قوت حاصل کرے گا۔

---

[1] یعنی تو اس کے لیے جو اتنا بے قرار ہو رہا ہے، تو یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ وہ ہم سے محبت و عقیدت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

[2] یعنی اصل چیز تعلق خاطر ہے، اگر وہ ہمارا ہمدرد اور ہوا خواہ تھا تو پھر وہ کہیں بھی ہو، ہمارے ساتھ تھا۔

۱۳ - ومن خطبة له علیه السلام ——— خطبہ :

اہلِ بصرہ سے خطاب

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ، وَأَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ، رَغَا فَأَجَبْتُمْ، وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ، أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ، وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ، وَدِينُكُمْ نِفَاقٌ، وَمَاؤُكُمْ زُعَاقٌ، وَالْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ بِذَنْبِهِ وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ

اے لوگو! تم[1] ایک خاتون کی سپاہ ہو، اور جانور کے پیرو[2]۔ وہ چیخا، تو تم نے لبیک کہا، اور جب اس کے پاؤں کاٹ ڈالے گئے[3] تب بھاگ گئے، تمھاری عادا اور تمھارے اخلاق سُست، اور تمھارا عہد و پیمان ناپائیدار ہے، تمھارا مذہب نفاق ہے، تمھارا پانی شور ہے[4] جو شخص کہ تم میں اقامت گزیں ہوتا ہے، وہ گویا خود اپنے گناہوں میں رہن ہوتا (پھنسا) ہے۔ اور جو شخص تم سے دور رہتا ہے، وہ رحمت خداوندی کا مستوجب

---

[1] امیر المومنین کے خطبے کا یہ اقتباس شہر بصرہ کی مذمت میں ہے، جو اہل بصرہ کو مخاطب کرکے دیا گیا، جب جنگ جمل ختم ہوئی اور فتح بصرہ مکمل ہوگئی تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ منادی کر دی جائے، نماز جمعہ جامع مسجد میں ہوگی سب لوگ حاضر ہوں چنانچہ جمعہ کے دن سب لوگ حاضر ہوئے اور آپ نے مسجد جامع میں نماز پڑھائی، فراغت نماز کے بعد، دیوار قبلہ سے ٹیک لگائی، پھر کھڑے ہو کر حمد و صلوٰۃ اور درود و سلام کے بعد خطبہ دیا (ن۔طہران)

[2] بہیمہ: جانور۔ یہاں وہ اونٹ مراد ہے، جس پر حضرت عائشہ سوار تھیں۔

مجمل طور پر یہ قصہ یوں ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے حضرت علی کی بیعت کی، پھر آپ کو مدینہ میں چھوڑ کر مکہ آ گئے، اس حالت میں کہ دل حضرت علیؑ سے صاف نہیں تھا اور رنج و غصہ کی کیفیت طاری تھی، مکہ آکر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی اور انھیں قصاص عثمانؓ لینے پر آمادہ کیا، چنانچہ انھیں لے کر مع ایک فوج بصرہ پہنچے۔ یہیں جنگ جمل واقع ہوئی جنگ سے پہلے حضرت علیؑ نے پند و موعظت سے کام لیا اور فتنہ و فساد کے اثرات و نتائج سے ڈرایا، لیکن یہ نصیحت کارگر نہ ہوئی نہ یہ تعذیر، چنانچہ جنگ برپا ہوئی، اس میں بہت سے آدمی ہلاک ہوئے، اور خون مسلم پانی کی طرح بہا، تقریباً ۱۷ ہزار آدمی جن کی مجموعی تعداد ۳۰ ہزار تھی، حضرت عائشہ کے حامیوں میں سے کام آئے اور اصحاب علیؑ ایک ہزار سے کچھ زیادہ (ن۔مصر)

[3] حضرت علیؑ نے اس جنگ (جمل) کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی رکھوالی جانباز بڑے جوش و خروش سے کر رہے تھے۔ ستر آدمی (قریش) اس کی حفاظت کرتے ہوئے جان سے گزر گئے، حضرت علیؑ نے جب یہ دیکھا تو اونٹ کے پاؤں کٹوا دیئے۔ وہ بلبلا کر بیٹھا، اسے بیٹھتا دیکھ کر لشکر عائشہ منتشر ہو گیا۔

[4] اہل بصرہ کی یہ مذمت حضرت علیؑ خود ان کے سامنے فرما رہے تھے کیونکہ انھوں نے اپنے اوضاع و اطوار سے اپنے آپ کو ان الفاظ کا مستحق بنا دیا تھا۔

مِنْ رَبِّهِ، كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ، قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا، وَغَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا۔

ہوتا ہے۔[1] گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری مسجد اس طرح اُبھری ہوئی ہے، جیسے کشتی کا سینہ اُبھرا رہتا ہے۔[2]

وفي رواية: وَايْمُ اللّٰهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتّٰى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ۔

(اسی سلسلہ میں) ایک دوسری روایت کے مطابق فرمایا:------

"خدا کی قسم، تمھارا شہر ضرور غرق ہوگا۔ جب تک کہ گویا میں اس کی مسجد کو دیکھ رہا ہوں جیسے سفینہ کا اُبھرا ہوا سینہ یا زمین پر بیٹھا ہوا شتر مرغ ہے۔

(وفي رواية) كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔

(تیسری روایت یوں ہے)

جیسے لجۂ بحر میں کسی پرند کا سینہ اُبھرا ہوا نظر آتا ہے

(وفي رواية أخرى)[5]

ایک اور (چوتھی) روایت میں ہے۔

(اہالیان بصرہ!)

بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ بِلَادِ اللّٰهِ أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ، وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ، وَبِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ، الْمُحْتَبَسُ فِيهَا بِذَنْبِهِ، وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللّٰهِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهِ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَاءُ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ كَأَنَّهُ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔

تمھارے شہر کی زمین آبِ دریا سے قریب ہے اور آسمان سے (بہت) دور،[3] شرارت کے دس حصوں میں سے نو یہاں ہیں جو اس میں آگیا، وہ گویا اپنے گناہوں میں قید ہوگیا اور جو یہاں سے بچ نکلا، وہ خدا کے دامنِ عفو میں پہنچ گیا[4] (آج کے دن) میں گویا تمھارے اس قریہ کو دیکھ رہا ہوں، کہ پانی اس پر یوں چھا گیا ہے کہ مسجد کے مناروں کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا اور وہ منارے یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے دریا کی موجوں میں پرند کا سینہ!

(خطبہ کا یہ حصہ بھی بصرہ اور اہل بصرہ سے متعلق ہے مفہوم و معنی اور الفاظ و عبارت میں بھی زیادہ فرق نہیں، لہٰذا اسی خطبہ کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔)

---

[1] یعنی تم میں رہنے والا آلودۂ معصیت ہوتا ہے اور تم سے دور بھاگنے والا مستحق رحمت۔ [2] حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ان معصیت کوشیوں کے باعث بصرہ غرقاب ہو کر رہے گا۔

[3] آب دریا سے یہ سرزمین بہت قریب ہے، یعنی ہلاکت کے کنارے پر کھڑی ہے اور آسمان سے یہ سرزمین دور ہے، یعنی یہ زمین اتنی پست اور یہاں کے بسنے والے اتنے فرومایہ ہیں کہ رفعت میں اور ان میں کوئی نسبت نہیں۔

[4] مطلب یہ کہ جو یہاں آکر تم میں رہے بسے گا، وہ حالات و ماحول سے مجبور ہو کر تم جیسا بن جائے گا کہ اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں اور جو تم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا وہ اخلاق رذیلہ سے محفوظ رہا اور رحمت خداوندی کا مستحق بنا۔

---

[5] بقیہ متن، فیض الاسلام کے مرتبہ نسخے میں شامل نہیں۔ لیکن محمود طالقانی کی مرتبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ (نائب نقوی)

۱۴ - ومن خطبة له علیه السّلام ـــــ خطبہ

اَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ بَعِيدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ خَفَّتْ عُقُولُكُمْ وَسَفِهَتْ حُلُومُكُمْ، فَأَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ، وَأُكْلَةٌ لِآكِلٍ وَفَرِيسَةٌ لِصَائِلٍ -

تمھاری سرزمین آب دریا سے قریب اور (رفعت) آسمان سے دُور ہے۔ تمھاری عقلیں سبک ہیں اور تمھارے حلم اور بردباری کا استعمال بے موقع ہوتا ہے (اسی لیے) تم ہر تیر انداز کا نشانہ بن جاتے ہو، ہر کھانے والے کے لیے لقمۂ تر ثابت ہوتے ہو اور ہر صیاد کا شکار ہو جاتے ہو۔

۱۵ - ومن کلام له علیه السّلام ـــ ارشاد

جاگیروں کی واپسی

حضرت نے خلافت کے بعد پہلی تقریر میں عہد عثمانی میں بلا استحقاق ملی ہوئی زمینوں کے متعلق فرمایا تھا۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ وَمُلِكَ بِهِ الْإِمَاءُ لَرَدَدْتُهُ -

خدا کی قسم، اگر میں یہ دیکھتا کہ (ان زمینوں کی آمدنی سے) عورتوں کی شادیاں کی گئی ہیں، لونڈیوں کو خریدا گیا ہے، تو بھی بلا شبہ میں انھیں واپس لے لیتا۔

فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً،

کیونکہ عدل اور انصاف کے معاملہ میں بڑی وسعت ہے۔

وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ

اور جو شخص عدل و انصاف کے معاملہ میں دل تنگ ہوتا ہے،

فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ -

تو پھر ظلم و جور کا معاملہ تو اسے اور زیادہ تنگ دل بنا دے گا۔

حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث اپنے مزاج اور افتادِ طبع کے لحاظ سے بہت نرم خو تھے۔ ان کی شہادت کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان کے رحم و مروت سے لوگوں نے خاص طور پر ہم نشینوں، اور ہم قبیلہ اصحاب نے زیادہ سے زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا، چنانچہ عہد عثمانی میں بہت سے ایسے لوگوں کو جاگیریں مل گئیں جو خدمات اور کارناموں کے اعتبار سے مستحق نہیں تھے، حضرت علیؑ نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد اُن تمام لوگوں کو برطرف کر دیا، جن کے بارے میں کوئی جائز شکایت پہلے سے موجود تھی، اُن تمام عمال کو برخاست کر دیا جو اپنے فرائض صحیح طور پر انجام نہیں دے سکے تھے، ان تمام جاگیروں کو واپس لے کر حکومت کی ملک بنا دیا جو غیر مستحق لوگوں کے ہاتھ میں تھیں، جو ہستی اس کی روادار نہ ہو کہ خود لے، اور اپنے عزیزوں کو دے، وہ اسے کب گوارا کر سکتی تھی کہ وہ لوگ بیت المال اور فتوحات کے غنائم سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور کسی طرح بھی اپنے آپ کو اہل اور مستحق نہیں ثابت کر سکیں؟

امیرالمومنینؑ کے یہی وہ اقدامات تھے جن سے دشمنوں نے فائدہ اٹھایا اور بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ (جعفری)

۱۶۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ــــــــ خطبہ

بیعت خلافت کے بعد

"مدینے کی تقریر کا اقتباس"

ذِمَّتِی بِمَا اَقُوْلُ رَهِیْنَةٌ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ـ اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوٰی عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ ـ

میں جو کہوں گا اس کا ذمہ دار ہوں، اور ان سب (کہی ہوئی) باتوں کا ضامن[1] ہوں۔ بلاشبہ جس کسی پر عبرتوں، اور بلاؤں یعنی عقوبات و انقلابات دنیا کا تسلط ہو، (اسے شک و شبہ کی بلا سے) جو چیز روک سکتی ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

اَلَا !

خبردار ـــــ !

وَاِنَّ بَلِیَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَیْئَتِهَا یَوْمَ بَعَثَ اللهُ نَبِیَّكُمْ (صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ) وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً، وَلَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَلَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ، حَتّٰی یَعُوْدَ اَسْفَلُكُمْ اَعْلَاكُمْ وَاَعْلَاكُمْ اَسْفَلَكُمْ ـ

مصیبت اور بلا[2] پھر اسی دن کی طرح واپس آگئی ہے، جب کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے نبیؐ کو (عہد جاہلیت میں) رسالتؐ کی ذمہ داری سونپی تھی۔
اُس ذات کی قسم، جس نے رسول اللہؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا، تم خلط ملط کر دیے جاؤ گے اور تمہارے ٹکڑے پارچے الگ الگ کر دیے جائیں گے، اور تم دیگ کی طرح کھل کھلائے جاؤ گے (کہ جیسے اس کے اندر کی چیزیں اوپر نیچے ہوتی ہیں اسی طرح) تم تلے اوپر کیے جاؤ گے۔

وَلَیَسْبِقَنَّ سَابِقُوْنَ كَانُوْا قَصَّرُوْا وَلَیُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُوْنَ كَانُوْا سَبَقُوْا، وَاللهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً، وَلَا كَذَبْتُ كِذْبَةً ـ

تمہارے پست بلند ہو جائیں گے، اور بلند پست ہو جائیں گے جو پیچھے[3] رہ گئے تھے وہ آگے بڑھ آئیں گے، جو آگے بڑھ آئے تھے وہ پیچھے کیے جائیں گے۔[4]
خدا کی قسم! ـــــ میں نے کوئی بات نہیں چھپائی[5]
میں نے کبھی دروغ گوئی نہیں کی۔

---

[1] اس لیے کہ وہ راستی اور صداقت پر مبنی ہیں۔ [2] اختلاف آرا، جہل طبع اور نادانی، نفس مراد ہے۔

[3] مراد یہ ہے کہ آج بھی وہی حالات پیدا ہو رہے ہیں، جو بعثت رسولؐ کے وقت تھے آج بھی حق کی پرستش نہیں ہوتی، اور باطل کے آگے سر جھکایا جاتا ہے، آج بھی صداقت سے گریز اور ناراستی سے آمیزش عام ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ حالات دگرگوں ہو جائیں گے۔

[4] یعنی عہد رسولؐ میں جو سربلند اور ممتاز تھے وہ اب ناکسوں میں شمار ہوں گے اور اس عہد میں جن کی پوچھ نہیں تھی وہ عزت اور عظمت کی مسند پر جگہ پائیں گے جو حقدار تھے وہ حق سے محروم رہیں گے۔ [5] جس کا ظاہر کر دینا ضروری ہو، اور جو مصالح امت سے تعلق رکھتی ہو۔

وَلَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ

اس مقام اور اس دن کی اطلاع مجھے پہلے سے دی گئی تھی۔[1]

اَلَا!

خبردار!

وَاِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا اَهْلُهَا وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِي النَّارِ۔

معاصی کی مثال اُن اسپ ہائے سرکش کی ہے جن پر خطا کار سوار کیے گئے ہیں، ان کی باگیں چھوڑ دی گئی ہیں، وہ اپنے سواروں سمیت جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔[2]

اَلَا وَاِنَّ التَّقْوٰى مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَا اَهْلُهَا وَاُعْطُوْا اَزِمَّتَهَا فَاَوْرَدَتْهُمُ الْجَنَّةَ۔

اور تقویٰ ـــــــ وہ رام کی ہوئی سواریاں ہیں، جن پر نیکو کار سوار کیے گئے ہیں، ان کی لگامیں ان کے ہاتھ میں ہیں، اور یہ سواریاں جنت کی طرف جا رہی ہیں۔[3]

حَقٌّ وَّ بَاطِلٌ۔ وَلِكُلٍّ اَهْلٌ۔

حق اور باطل ـــــــ دنیا میں یہی دو طاقتیں ہیں جو کارفرما ہیں، حق کے بھی ساتھی ہوتے ہیں اور باطل کے بھی۔

فَلَئِنْ اَمِرَ الْبَاطِلُ لَقَدِيْمًا فَعَلَ، وَلَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَلَعَلَّ۔ وَلَقَلَّمَا اَدْبَرَ شَيْءٌ فَاَقْبَلَ۔

پس، اگر باطل برسرِ اقتدار ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں، ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے![4] ـــــــ اگر حق کے پرستار کم ہوں تو یہ بھی کوئی نادر چیز نہیں، ایسا تو ہوا کیا ہے لیکن ایسا بھی ہوا ہے کہ حق باطل پر غالب آیا۔ ایسا بھی بہت کم ہوتا ہے کہ پیچھے ہٹی ہوئی چیز آگے بڑھ آئے!

یہ خطبہ اس وقت دیا گیا تھا، جب مدینہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر عامۂ مسلمین نے بیعت کی تھی، اس موقع پر آپ نے بیعت کرنے والوں کو مخاطب کر کے وہ باتیں فرمائی ہیں، جو اپنی اہمیت اور عواقب کے لحاظ سے، دلیلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اس خطبہ میں جو نصائح اور ہدایتیں ہیں، وہ وقتی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ مستقل، اور پائیدار حیثیت کی حامل ہیں۔ وہ جس طرح سے ۱۳ سو برس پہلے قیمتی اور گراں مایہ تھیں، آج بھی ان کی گراں مائگی کا وہی عالم ہے اور تا یومِ قیامت ان کی افادیت اور اہمیت کا یہی عالم رہے گا! مترجم

---

[1] یعنی میں جانتا تھا کہ ایک دن تم میری بیعت کرو گے اور اس مقام پر مجتمع ہو کر میری وفاداری کا حلف اٹھاؤ گے، میں اس حقیقت سے باخبر تھا اور اس حقیقت کی خبر دینے والے نے پہلے سے دے دی تھی۔

[2] یعنی معاصی کا انجام آتشِ دوزخ ہے۔ [3] نیکو کاری کا انجام رحمتِ الٰہی یعنی فردوس ہے۔

[4] باطل کا ساتھ دینے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں، اور وہ اقتدار و اختیار کے حامل بھی رہے ہیں، سو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

وَمِنْ هٰذِهِ الْخُطْبَة

اصلاح نفس

"خطبہ کا یہ حصہ تمام تر اصلاحی اسرار و حکم پر مشتمل ہے!"

شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ أَمَامَهُ سَاعٍ سَرِيعٌ نَجَا - وَطَالِبٌ بَطِيءٌ رَجَا وَمُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوَى ، الْيَمِينُ وَالشِّمَالُ مَضَلَّةٌ وَالطَّرِيقُ الْوُسْطَى هِيَ الْجَادَّةُ ، عَلَيْهَا بَاقِي الْكِتَابِ وَآثَارُ النُّبُوَّةِ وَمِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ وَإِلَيْهَا مَصِيرُ الْعَاقِبَةِ ، هَلَكَ مَنِ ادَّعَى ، وَخَابَ مَنِ افْتَرَى مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ وَكَفَى بِالْمَرْءِ جَهْلاً أَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ - لَا يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوَى سِنْخُ أَصْلٍ وَلَا يَظْمَأُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ

جس کے سامنے جنّت اور دوزخ ہوں[1]، وہ (کسی اور طرف) مشغول نہیں ہوسکتا۔ (اس طرح کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں، اوّل) جلد بازی کے ساتھ سعی و کوشش کرنے والا[2]، (دوسرا) طالب حق جو کاہل ہے[3] یہ (رحمت الٰہی کا) اُمیدوار ہوسکتا ہے (اور تیسرا) کوتاہی کرنے والا[4] یہ آتش و عذاب الٰہی میں سرنگوں ہُوا[5]۔ راستے کے دائیں بائیں گمراہی ہے، راہ راست راہ درمیان نہیں ہے، اسی راستہ پر کتاب الٰہی (قرآن کریم) اور آثار نبوت (سُنتِ رسولؐ) شاہد ہیں، یہی راہ راست سُنّت رسولؐ کا منفذ ہے، اور اسی کی جانب آخرکار لوٹنا ہے[6] جس نے یہ راستہ چھوڑ کر کسی نے، کسی اور راستہ کا ارادہ کیا، وہ ہلاک ہُوا اور جس نے دروغ گوئی کی وہ زیاں کار رہا جس کسی نے حق سے مقابلہ کیا، وہ برباد ہُوا۔ آدمی کی جہالت کے لیے یہی بہت ہے کہ وہ خدا کی قدر نہ پہچانے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی جڑ کبھی برباد نہیں ہوتی، اور نہ کسی قوم کی کھیتی بے آب رہ سکتی ہے پس اپنے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہو، اپنی

---

[1] مطلب یہ کہ جو اس حقیقت کا رمز آشنا ہو کہ کون سے اعمال جنت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کون سے جہنم کی طرف، وہ غلط راستہ پر نہیں پڑسکتا۔ صراط مستقیم ہی پر گامزن رہے گا۔ اس سے غلطی نہیں سرزد ہوسکتی صواب ہی کا صدور ہوگا۔ [2] اس کے اعمال صالحہ اسے عذاب الٰہی سے محفوظ رکھیں گے۔

[3] ایسا شخص جو اگرچہ طالب حق ہے لیکن سست گام ہے، سست اور کاہل ہے، پھر بھی غلط راستہ پر گامزن نہیں ہے، وہ بھی خدائے رحمان و رحیم کی بارگاہ سے مغفرت اور آمرزش کی امید کرسکتا ہے۔ [4] یعنی وہ شخص جس نے حق و صواب کو نظر انداز کردیا، راہ حق سے گریز کیا اور راہ معصیت پر رہروی کو اپنا شعار بنالیا، صواب کی طرف نظر کی، اور گناہ پر مائل ہُوا۔ [5] یہ تقسیم قرآن کریم میں بھی خداوند متعال نے بیان فرمائی ہے

یعنی کچھ بندگان خدا اپنے نفس پر ستمگاری کرتے ہیں و راہ باطل اختیار کرلیتے ہیں اور افعال قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں، بعض میانہ رو ہوتے ہیں اور کارہائے نیک و زشت میں اعتدال برتتے ہیں اور بعض حکم خداوندی سے نیکی میں تیز رو ہوتے ہیں۔

[6] یعنی، جو کچھ ہدایت ہے، وہ کتاب الٰہی و سنتِ رسولؐ میں ہے۔

فَاسْتَتِرُوْا فِی بُیُوْتِکُمْ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَالتَّوْبَۃُ مِنْ وَرَآئِکُمْ وَلَا یَحْمَدُ حَامِدٌ اِلَّا رَبَّہٗ، وَلَا یَلُمْ لَآئِمٌ اِلَّا نَفْسَہٗ۔

اپنی اصلاح کے فرائض انجام دیتے رہو، تو بہ تمہارے پیچھے ہے[1]، خدا کے سوا کوئی کسی کی حمد نہ کرے، اور اپنے نفس کے سوا کسی کی برائی نہ کرے۔

خطبے کا یہ حصہ معنوی حیثیت سے سراسر اسرار و حکم پر مشتمل ہے، اس میں واضح طور پر جن امور کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، وہ یہ ہیں:۔

(۱) سعی و عمل کرنے والا، راہ نجات پر گامزن ہوتا ہے۔

(۲) راہ معصیت پر چلنے والا جہنم کا لقمہ بنتا ہے۔

(۳) حق اور صداقت کا منبع اور مخرج یا کتاب الٰہی (قرآن کریم) ہے یا پھر آثار نبوت (سنت رسولؐ)، لہٰذا حق انہی میں تلاش کرو، راستہ یہی اختیار کرو رہنمائی اسی سے طلب کرو، ورنہ کبھی بھی حق کی نعمت سے بہرہ ور نہ ہو سکو گے۔

(۴) یہ بات بھی یاد رکھو

"کہ ہے ذات واحد عبادت کے قابل"

اسی خدا کی عبادت کرو، اسی کی حمد کرو، اسی کی تعریف بیان کرو۔

"حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری!"

اسی کے آستانے پر سر جھکاؤ، اسی کی بارگاہ میں اشک ندامت کا نذرانہ پیش کرو۔

(۵) دوسروں کی برائیاں مت ڈھونڈو، غیروں کی عیب چینی میں وقت نہ ضائع کرو، اپنے نفس کو ٹٹولو۔ اپنے گناہوں کا احتساب کرو، اپنی غلطیوں اور غلط کاریوں کو محسوس کرو، اپنے آپ کو ٹوکو، روکو، جھجھڑکو تنبیہ کرو۔

(۶) ہنگام فتن میں جب ایمان ڈانوا ڈول ہونے لگتا ہے، حالات بگڑنے لگتے ہیں، اقدار میں تبدیلی ہو جاتی ہے، تب عافیت اس میں ہے کہ کہ خانہ نشین ہو جاؤ، اور فتنہ و فساد سے دور رہو، اس طرح تم اپنے آپ کو ہر فتنہ سے، ہر غلطی سے اور ہر تباہی سے بچا لے جا سکو گے، اور اگر ایسا نہ کیا تو اس طرح گرو گے کہ پھر نہ سنبھل سکو گے۔

(۷) سب سے اچھی اصلاح، اپنی اصلاح ہے، اگر تم اپنی اصلاح میں کامیاب ہو گئے، تو پھر اچھے بن گئے، دوسروں سے زیادہ اپنی فکر کرو، اور اپنی فکر یہی ہو سکتی ہے کہ اپنی برائیوں کو محسوس کرو، اور ان سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لو ——— یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

---

[1] یعنی توبہ تمہارے ساتھ ہے، گناہ پر پشیماں ہو، توبہ کر لو۔

۱۷۔ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد

جہل اور جہل مرکّب!

حضرت نے اُس شخص کی کیفیت بیان فرمائی ہے، جو کچھ نہیں جانتا مگر اپنے تئیں سب سے بڑا عالم سمجھتا ہے!

إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلَائِقِ إِلَى اللّٰهِ رَجُلَانِ: رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى نَفْسِهِ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، مَشْغُوفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ وَّ دُعَاءِ ضَلَالَةٍ فَهُوَ فِتْنَةٌ لِّمَنِ افْتَتَنَ بِهِ ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ، مُضِلٌّ لِّمَنِ اقْتَدٰى بِهِ فِي حَيٰوتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ رَهْنٌ بِخَطِيْئَتِهِ۔

وَرَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا، مُوْضِعٌ فِي جُهَّالِ الْأُمَّةِ عَادٍ فِي أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ، عَمٍ بِمَا فِي عَقْدِ الْهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا وَّلَيْسَ بِهِ۔ بَكَّرَ فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ

خدا کے نزدیک دشمن ترین مخلوق دو[1] شخص ہیں[2]۔ ایک وہ شخص کہ خدا نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے[2]، چنانچہ وہ میانہ روی سے آگے نکل گیا ہے، بدعت، میں مشغول، اور دعوت گمراہی کا دل دادہ بن گیا ہے۔ تو یہ اس شخص کے لیے سبب فتنہ وفساد ہے، جو اس کے واسطہ سے فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے، اپنے اسلاف کی راہ راست سے ہٹا ہُوا ہے، جب تک زندہ رہا، جب تک اور مرنے کے بعد بھی اپنے ماننے والوں اور پیروؤں کے لیے گمراہ کنندہ ہے، غیروں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لادتا ہے، حالانکہ خود اپنے گناہوں میں رہن ہے ———!

(دوسرا)، وہ، کہ جس نے اپنے تئیں نادانیوں اور جہالتوں کو جمع کر لیا ہے اور جہال اُمت میں (نادانیوں اور جہالتوں کی توسیع واشاعت کے لیے) سرگرداں ہے، اور فتنہ وفساد کی تاریکیوں میں رواں دواں ہے موقع اصلاح سے انجان ہے[3]، عوام نے اسے دانا وبینا سمجھ لیا ہے، حالانکہ (سر تا پا) نادان وجاہل ہے۔ وہ صبح یوں کرتا ہے کہ ان چیزوں کے

---

[1] یہ وہ لوگ ہیں، جو ہرگز رحمت حق سے بہرہ ور نہ ہو سکیں گے۔

[2] اس کے عصیان اور نافرمانی کے سبب اسے ڈھیل دے دی ہے کہ جو چاہے کرے۔

[3] یعنی ہر طرح گمراہ ہے، نہ اپنی اصلاح پر قادر ہے نہ دوسرے بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لا سکتا ہے۔

حَتّٰی اِذَا ارْتَوٰی مِنْ مَّاءٍ اٰجِنٍ وَّاکْتَنَزَ مِنْ غَیْرِ طَائِلٍ، جَلَسَ بَیْنَ النَّاسِ قَاضِیًا ضَامِنًا لِتَخْلِیْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰی غَیْرِہٖ، فَاِنْ نَزَلَتْ بِہٖ اِحْدَی الْمُبْہَمَاتِ هَیَّاَ لَہَا حَشْوًا رَّثًّا مِّنْ رَّاْیِہٖ ثُمَّ قَطَعَ بِہٖ، فَہُوَ مِنْ لَبْسِ الشُّبُہَاتِ فِیْ مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْکَبُوْتِ، لَا یَدْرِیْ اَصَابَ اَمْ اَخْطَاَ۔ فَاِنْ اَصَابَ خَافَ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ اَخْطَاَ، وَاِنْ اَخْطَاَ رَجَا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ اَصَابَ، جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَہَالَاتٍ، عَاشٍ رَکَّابُ عَشَوَاتٍ، لَمْ یَعَضَّ عَلَی الْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ، یُذْرِی الرِّوَایَاتِ اِذْرَآءَ الرِّیْحِ الْہَشِیْمَ۔ لَا مَلِیٌّ وَّاللّٰہِ بِاِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَیْہِ وَلَا ہُوَ اَهْلٌ لِّمَا فُوِّضَ اِلَیْہِ لَا یَحْسَبُ الْعِلْمَ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا

زیادہ کرنے میں کوشاں ہے جن کا کم ہونا بہت ہونے سے بہتر ہے۔ آخر کار جب وہ متعفن پانی (غلط اور بیہودہ باتوں) سے اپنی پیاس بجھا چکا،[1] اور لاطائل باتوں سے بھرپور ہو چکا، تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ گیا۔ جن باتوں میں دوسروں کو شبہے ہوتے ہیں ان میں دانا و بینا بن گیا۔ پس اگر اس کے سامنے کوئی ایسی بات آتی ہے جو صاف نہ ہو[3] تو بھرتی کی باتیں کرنے لگتا ہے[4] اور پھر ان پر جم جاتا ہے،[5] وہ ان شبہات کے باعث تارِ عنکبوت میں اسیر ہے،[6] اسے نہیں معلوم کہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط[7]۔ اگر (بہ فرضِ محال) ٹھیک بھی کہا تو (دل میں) خائف رہتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو، اور اگر غلطی کر گیا تو (دل میں) امید رکھتا ہے کہ لوگ اس غلطی کو صحیح باور کر لیں گے[8]۔ (ایسا) شخص جاہل ہے، اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں ٹوئیاں مار رہا ہے، کم نظر ہے اور ایسی سواری پر سوار ہے جسے سامنے کی چیز نظر نہیں آتی۔ اس نے علم کی لکڑی کو کبھی نہیں چبایا[9] (یہ جاہل) روایات کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہے جس طرح ہوا خشک تنکوں کو منتشر کر دیتی ہے،[10] خدائے واحد کی قسم، اگر اس سے کچھ دریافت کیا جائے تو صحیح جواب نہیں دے سکتا۔[11] اور جو امور اسے سونپے جائیں[12] ان کی لیاقت و اہلیت نہیں رکھتا، جس چیز سے

---

[1] یعنی اپنی گفتار و کردار سے خلافِ حق چلا، تو اس گندے پانی کی طرح ہو گیا جو زیاں آور ہوتا ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ پیاس نہیں بجھتی بلکہ وہ امراضِ گوناگوں کا حامل بھی ہوتا ہے۔ [2] یعنی جو باتیں صاحبانِ علم و معرفت کے نزدیک تحقیق طلب ہیں، ان کی گرہ کشائی پر بغیر علم آمادہ ہو گیا۔ [3] پیچیدہ باتیں اور مسائل۔ [4] لاعلمی اور نادانی کے باوجود۔ [5] یعنی اپنی جہالت اور نادانی کو علمِ محکم سمجھ لیتا ہے۔ [6] تارِ عنکبوت میں پھنسنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ایسے کمزور اوہام و وساوس میں گرفتار ہے، جن کی کوئی حقیقت اور اہمیت نہیں، لیکن چونکہ اس جال میں جکڑا جا چکا ہے، لہٰذا راہِ صواب مسدود ہے۔ [7] کہنے کو تو بکڑی میں آکر پیش آمدہ مسائل پر جو جی میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کہا ہوا صحیح اور درست ہے، لیکن بایں ہمہ دل میں خود اس کے دبدبا رہتا ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں صحیح ہے یا غلط۔ [8] یہ کتنی نفسیاتی گرفت ہے، ایک غلط کار کی۔ [9] لہٰذا یہ اس کی سختی اور یقین میں بھی فرق نہیں کر سکتا۔ [10] یعنی اپنی جہالت، کور چشمی، اور بے بصیرتی کے باعث نہ حق کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے، نہ باطل سے محترز رہ جاتا ہے، بے پروائی اور بے فکری کے ساتھ کام کرتا ہے۔

[11] اس کی علمی کم مائگی اور نادانی کا یہ عالم ہے کہ کسی سوال کا ٹھیک جواب نہیں دے سکتا، کوئی صحیح بات نہیں کہہ سکتا، لوگوں کی تشنگی نہیں رفع کر سکتا۔

[12] یعنی دین کے وہ معاملات جن کی سربراہی اس کے ذمہ ہو، اور دنیا کے وہ مسائل جو زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، اس کے لیے اتنے اچھوتے ہیں کہ نہ یہ انھیں جانتا ہے، نہ سمجھتا ہے، نہ پہچانتا ہے۔ یکسر بے بصیرت، یکسر لاعلم۔

أَنْكَرَهُ، وَلَا يَرَى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَباً لِغَيْرِهِ. وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اِكْتَتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ، تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدِّمَاءُ. وَتَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيثُ - إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ جُهَّالاً وَيَمُوتُونَ ضُلَّالاً لَيْسَ فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ، وَلَا سِلْعَةٌ أَنْفَقُ بَيْعاً وَلَا أَغْلَى ثَمَناً مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ. وَلَا أَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ۔

(اپنی جہالت کے باعث) انکار کرتا ہے، یہ نہیں جانتا کہ دوسرا اس کا علم رکھ سکتا ہے[1] اور نہ باور کرتا ہے کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے، دوسرے اس سے زیادہ بھی جان سکتے ہیں[2]، اور اگر کوئی بات بالکل اس کے بس میں نہیں آتی، تو اسے دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے[3]۔ اس لیے کہ اپنی حیثیت (علم و دانش سے) خوب واقف ہے[4] اسکے غلط فیصلوں سے خون ناحق زبان حال سے فریاد کناں ہیں[5] اور (صرف یہی نہیں بلکہ) میراثیں بآواز بلند نالہ و فغاں کر رہی ہیں[6]۔ اس گروہ کی میں خدا سے شکایت کرتا ہوں جس کی زندگی جہل و نادانی میں گذری، اور ضلالت و گمراہی کے عالم میں جسے موت آئی، اس کے نزدیک جب قرآن کی تلاوت صحیح اسلوب سے کی جائے[7]، تو اس سے بڑھ کر کوئی متاع کاسد نہیں، اور اگر قرآن کے حرف و الفاظ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جائیں[8]، تو اس سے زیادہ متاع گراں بہا اور کوئی نہیں[9]، اور ان کے نزدیک اچھی بات سے زیادہ کوئی چیز بری نہیں، اور بری چیز سے زیادہ اچھی نہیں[10]۔

---

[1] مطلب یہ کہ اپنی جہالت اور نادانی کے باعث، جس چیز کا ڈھٹائی سے انکار کر دیتا ہے، یہ نہیں سوچتا کہ اگر یہ نہیں جانتا تو دوسرے راسخون فی العلم تو جانتے ہیں ۔ [2] اپنی نادانی اور جہالت کو یہ حرف آخر سمجھتا ہے، اگمان کرتا ہے کہ جو کچھ کہہ دیا بس وہی صحیح اور درست ہے، اس کے بعد کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ [3] مطلب یہ کہ یہ خود بھی اگر کبھی اتفاق سے اپنی کم مائگی اور جہالت محسوس کرتا ہے تو اس ڈر سے کہ کہیں مشیخت میں فرق نہ آئے، اسے چھپا لیتا ہے اور کسی سے ذکر نہیں کرتا ۔ [4] یہ بات بھی نہیں کہ یہ سب کچھ غلط فہمی میں کرتا ہو، نہیں، اپنی حقیقت اور حیثیت سے واقف ہونے کے باوجود، یہ حرکتیں کرتا ہے ۔ [5] اپنی بے بصیرتی اور سفاکی کے باعث اس نے جو غلط فیصلے کیے اور ان فیصلوں سے لوگوں کو، جو ذہنی اور جانی اذیت پہنچی، اس پر خون ناحق فریاد کر رہا ہے ۔ [6] یعنی اس نے قوت و طاقت کے بل پر جو غلط فیصلے کیے ان سے میراثیں پناہ مانگ رہی ہیں، کیونکہ اس نے حقدار کو اس کا حق نہیں دیا، بلکہ محروم رکھا۔ العج = رفع الصوت، ـ تمثل لحدۃ الظلم وشدۃ الجور۔ (ن معم) [7] یعنی بغیر کسی تغیر اور تبدل کے ۔ [8] یعنی قرآن کے الفاظ اور معنی میں تغیر و تبدل کر دیا جائے ۔ [9] یعنی اگر قرآن کا مفہوم بدل جائے، اسکی تفسیر و تاویل غلط کی جائے اور اسکے مفہوم و معنی کو خود رائی کا لباس پہنا دیا جائے تو پھر اس سے بڑھ کر دل خوش کن اور مسرت افزائی کی بات نہیں ۔ [10] یعنی انکے نزدیک حسن عیب ہے اور عیب حسن، نیکی بدی ہے اور بدی نیکی ۔

۱۸۔ ومن کلام لہ علیہ السّلام ——— ارشاد

مفتیوں کی ستم ظریفی

"حضرت نے جس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، اُس کی اہمیت آج بھی اتنی ہی ہے جتنی آج سے چودہ سو (۱۴) برس پہلے تھی۔"

تَرِدُ عَلٰی اَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِیْ حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِرَاْيِهٖ، ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلٰی غَيْرِهٖ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِخِلَافِهٖ، ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْاِمَامِ الَّذِیْ اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ آرَاءَهُمْ جَمِيْعًا ـ وَاِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ وَكِتَابُهُمْ وَاحِدٌ ـ

(فتویٰ دینے والوں کا حال یہ ہے کہ) جب ان میں کسی کے پاس کوئی مسئلہ شرعی حکم کے بارے میں آتا ہے، (تو ایک) اپنی رائے سے اس کے بارے میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ بالکل یہی مسئلہ جب (کسی دوسرے کے) پاس آتا ہے تو وہ اس کے برعکس فیصلہ صادر کر دیتا ہے، پھر یہ سب قاضی (فتویٰ دینے والے) اپنے اس امام کے پاس مجتمع ہوتے ہیں، جس نے انھیں یہ ذمہ داری سونپی تھی، تو وہ ان سب کی رائے کی توثیق و تائید کر دیتا ہے۔

حالانکہ ان کا خدا ایک ہے، ان کا رسُول ایک ہے، ان کی کتاب ایک ہے[1]۔

اَفَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْاِخْتِلَافِ فَاَطَاعُوْهُ؟ اَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ؟ اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ دِيْنًا نَاقِصًا فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلٰی اِتْمَامِهٖ؟ اَمْ كَانُوْا شُرَكَاءَ لَهٗ فَلَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا وَعَلَيْهِ اَنْ يَّرْضٰی؟ اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ دِيْنًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُوْلُ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ)

کیا خدا نے انھیں اختلاف کا حکم دیا تھا جس کی یہ پیروی کر رہے ہیں؟ یا اس نے اس سے منع کیا تھا، اور اب یہ اس کی نافرمانی پر تُل گئے ہیں، یا پھر یہ بات تھی کہ (خدانخواستہ) اللہ نے اپنا دین نامکمل اُتارا تھا[2]، اور اب (وہ) ان سے اس کی تکمیل کا طلب گار ہے؟ یا یہ (مفتی) خدا کے (اس کی خدائی میں) شریک ہیں، کہ جو چاہیں یہ کہیں اور اس کا (خدا کا) فرض ہے کہ وہ (ان کے کہے پر) راضی ہو جائے؟ یا پھر (ایسا تو نہیں کہ) خدا نے دین تو مکمل نازل کیا، مگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے

---

[1] پھر ایک مسئلہ کے مختلف فیصلے کیونکر ہو سکتے ہیں اور قاضی القضاۃ کی سب کی تصویب کس بنیاد پر قائم ہے؟۔ [2] یہ سب باتیں غلط ہیں، اور ناقابل تسلیم ہیں دین مکمل ہے، خدا نے اختلاف کا حکم کہیں نہیں دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ فتویٰ اپنی رائے سے دیتے ہیں۔

عَنْ تَبْلِيغِهِ وَأَدَائِهِ؟ وَاللهُ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ". وَقَالَ: "فِيهِ تِبْيَانُ لِكُلِّ شَيْءٍ". وَذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضاً، وَأَنَّهُ لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافاً كَثِيراً".

(نعوذ باللہ)، اس کی تبلیغ و تشریح میں کوتاہی کی ہے[1]

لیکن اللہ تعالےٰ تو (اپنی کتاب قرآن حکیم میں) فرماتا ہے، "ہم نے قرآن میں کوئی فرو گزاشت نہیں کی ہے[2] ـــــــ !" پھر قرآن ہی میں وہ فرماتا ہے ـــــــ "قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے ـــ !" پھر (قرآن ہی میں) ذکر کیا ہے کہ ـــــــ "قرآن کے بعض حصّے بعض حصّوں کی تصدیق کرتے ہیں ـــ" اور یہ کہ اس میں کسی طرح کا اختلاف (اور تضاد) نہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے ـــــ "کہ اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو اس میں لوگ بہت سے اختلافات پاتے۔[3]

وَإِنَّ الْقُرْآنَ ظَاهِرُهُ أَنِيقٌ، وَبَاطِنُهُ عَمِيقٌ، لَا تَفْنَى عَجَائِبُهُ، وَلَا تَنْقَضِي غَرَائِبُهُ، وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِهِ.

(یاد رکھو)

قرآن کا ظاہر دلفریب ہے[4] اور اس کا باطن عمیق ہے، نہ اس کے عجائبات[5] انتہا پذیر ہوں گے، اور نہ اس کے غرائب کبھی ختم ہوں گے، اور تاریکیاں[6] اگر دور ہو سکتی ہیں تو صرف اسی سے!

امیر المؤمنین کا یہ خطبہ افادی اور معنوی حیثیت سے بہت اہم ہے، یہ جتنا اہم اس وقت تھا، جب امیر المؤمنین نے اسے ارشاد فرمایا تھا اس سے زیادہ اہم اب ہے۔ کہ جب علمائے سو، نے دین اور شریعت کو، ایک مذاق بنا رکھا ہے، فتاویٰ کی حیثیت یہ رہ گئی ہے کہ ذاتی افکار و آراء کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں، ایک ہی مسئلہ کے اوپر ہر گروہ علماء مختلف الآراء ہے، کسی کی رائے کچھ ہے، کسی کی کچھ۔ کوئی کفر کا فتوےٰ دینے پر تیار ہے، کوئی الحاد کا طعنہ دینے کو موجود۔ ہر گروہ کو اصرار ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے، حق ہے، سچ ہے، اور دوسرا جو کچھ کہتا ہے، وہ غلط ہے، دروغ ہے۔ اور اس رائے پر اس شدت کے ساتھ اصرار ہے کہ تفریق بین المسلمین کی مساعی کا سلسلہ بھی فوراً شروع ہو جاتا ہے مسئلہ فتویٰ بن جاتا ہے، اور پھر کفر سازی کی مشین سے دھڑا دھڑ لوگوں کے عقائد پر گولہ باری شروع کر دی جاتی ہے۔ حالانکہ بقول امیر المؤمنین ہمارا قرآن ایک ہے، رسولؐ ایک ہے، شریعت ایک ہے، پھر ایک ہی مسئلہ میں افکار و خیالات کا یہ تنوع کیا معنی رکھتا ہے؟ کھلی ہوئی بات ہے یہ اختلاف

---

[1] کتنے بلیغ اور خطیبانہ انداز میں امیر المؤمنین نے ان لوگوں پر گرفت کی ہے، جو فتویٰ کتاب و سنت کی روشنی میں دینے کے عادی ہو گئے ہیں! ـــــ اس طرح کے مناظر ہم اب بھی آئے دن دیکھتے رہتے ہیں ⁂ [2] یعنی جس چیز کا بیان کرنا ضروری تھا، اسے ہم نے کھول کر بیان کر دیا ⁂ [3] کفار و مشرکین کہا کرتے تھے، یہ آنحضرتؐ کی تصنیف ہے، اللہ کہتا ہے اگر یہ کسی بشر کی تصنیف ہوتی تو اختلاف بیان اور تضاد قول سے لبریز ہوتی ⁂ [4] انیق ـــــ حسن معجب ⁂ [5] عجائبات سے مراد، اسرار و نکات قرآن حکیم ہیں ⁂ [6] جہل و نادانی، شبہات اور وساوس کی تاریکیاں مراد ہیں ⁂

شرع کی اساس پر تو نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ اس کی بنیاد و اساس ذاتی افکار و آراء ہی پر ہو گی، اور دین کے معاملہ میں ذاتی افکار و آراء کی دخل اندازی کسی طرح بھی نہ جائز قرار دی جا سکتی ہے نہ مستحسن خیال کی جا سکتی ہے۔

آج اسلام کے خدا جانے کتنے فرقے اور کتنے اختلافات ہیں، جو آج ایک دوسرے کو کافر کہا جا رہا ہے۔

اگر خدانخواستہ قرآن کی حیثیت وہ ہوتی جو انجیل کی ہے،

یا دینی مسائل کا فتویٰ اُن برہمنوں سے لیا جاتا، جو کچھ نہیں جانتے، اور سب کچھ جانتے ہیں، اور پھر یہ اختلاف رونما ہوتا تو ایک بات بھی تھی، لیکن حیرت اور شرم کی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس قرآن ہے، جس کے ایک ایک حرف پر ہم ایمان رکھتے ہیں، ہمارے پاس احادیث رسولؐ کا ذخیرہ ہے، جس کی دینی عظمت کے ہم قائل اور قرآن کے بعد اسی کو درجہ دیتے ہیں، ایک خدا، ایک رسُول، ایک قرآن، ایک اسوۂ نبیؐ رکھنے کے باوجود —— ہم ایک مسئلہ کو ایسے مختلف زاویوں سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں کہ اختلاف رونما ہو جاتا ہے، اور وہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اتنی نازک صورت اختیار کر لیتا ہے کہ سر پھٹوّل بھی شروع ہو جاتی ہے، بے اعتمادی اور بدگمانی بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسروں کے کفر و الحاد پر اصرار بھی، ایک شخص اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے، قرآن کو خدا کی آخری کتاب مانتا ہے، محمدؐ (بابآئنا و امہاتنا) کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہے، شرع محمدیؐ پر عمل کرتا ہے، پھر بھی ہم اس سے کہتے ہیں، اور دست و پا کی پوری قوت کے ساتھ کہتے ہیں کہ نہیں وہ مُسلمان نہیں، کافر ہے، کشتنی اور گردن زنی ہے، اور موقعہ ملتا ہے تو اپنے اس قول پر عمل بھی شروع کر دیتے ہیں —— ! ہم عمل کرتے ہیں اور ہمارے علماء اپنی شعلہ مقالیوں، شیوا بیانیوں سے ہمیں عمل کرنے پر اُکساتے ہیں، حالانکہ اگر ہم نہیں، تو کم از کم وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر ہوں اور صرف ایک سبب اسلام کا ہو، تو ہمیں کافر قرار دینے کی ہمت نہ کرنی چاہیئے، ہماری شریعت صاف بتاتی ہے کہ ابعد ترین تاویل سے بھی اگر کوئی، فتویٰ کفر سے محفوظ رہ سکتا ہے تو اسے محفوظ رکھا جائے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ ابعد ترین تاویل سے اگر کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے تو بے تامل کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے!

کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟ مترجم

۱۹۔ منافق سے خطاب

ضروری وضاحت

(ترجمہ) ——— "امیر المؤمنین "حکمین" (فیصلہ کنندگان جنگ) کے بارے میں ممبر کوفہ پر تقریر فرما رہے تھے، اتنے میں آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص (اشعث بن قیس) اُٹھا اور گویا ہُوا،

"پہلے تو آپ نے ہمیں حکم ماننے سے روکا، پھر حکم دیا، سمجھ میں نہیں آتا ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات ارشد ہے؟"

آپ نے اپنے ایک ہاتھ پر دُوسرا ہاتھ مارا، اور فرمایا،

"یہ سرگردانی تمھارے عمل کی جزا ہے، کہ تم ہی لوگوں نے حکم ماننے کی رائے دی تھی"

اس پر اشعث نے کہا،

"اس سے آپ کو نقصان پہنچا، فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہُوا!"

اسی بات پر، امیر المؤمنین نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا ———" (سید رضی)

——— "حائکین (یعنی کپڑا بُننے والے) کے بارے میں مشہور ہے کہ عقل و فہم کے اعتبار سے بہت زیادہ فرومایہ ہوتے ہیں، اور اہل یمن میں کافی لوگ یہ کام بھی کیا کرتے تھے اور اشعث یمن کے کندہ قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ خالد بن صفوان یمنیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں ———

"یمنیوں میں چادر بُننے والے، کھال پکانے والے، اور زبان چلانے والے ہی تو ہوتے ہیں۔ ان پر ایک عورت نے حکمرانی کی، اور ایک چُوہیا نے غرق کر دیا، اور ہدہد نے رہنمائی کی!"

اشعث کا شمار اصحاب علی میں اسی طرح تھا جیسے عبداللہ ابن ابی، بن سلول کا شمار اصحاب رسولؐ میں، یہ دونوں کے دونوں اپنے عہد کے راس المنافقین تھے۔

یہ اشعث، دو مرتبہ اسیر ہُوا تھا:۔

(۱) پہلی مرتبہ حرب جاہلیت میں جب یہ کافر تھا۔

معاملہ یہ ہوا تھا کہ قبیلہ مراد نے قیس کو، جو اشعث کا باپ تھا قتل کر دیا تھا، چنانچہ اشعث اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اٹھا، کندہ سے مقابلہ ہوا، اور یہ گرفتار ہو گیا، تین ہزار اونٹ کا فدیہ دے کر رہا ہوا ——— یہ اتنا بڑا فدیہ تھا کہ کسی عربی نے اتنا بڑا فدیہ دے کر اس واقعہ سے قبل یا بعد رہائی نہیں حاصل کی۔

(۲) دوسری مرتبہ یہ اشعث عہد اسلام میں گرفتار ہوا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بنی ولیعہ مرتد ہو گئے۔ زیاد بن لبید البیاضی انصاری مقاتلہ کے لیے اٹھے، بنو ولیعہ نے اشعث سے مدد چاہی، اس نے جواب دیا۔

"جب تک تم مجھے اپنا بادشاہ نہ مان لو، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا ——— !"

وہ لوگ راضی ہو گئے، اور اسے تاج پہنا کر ——— جس طرح قحطان کے بادشاہ تاج شہریاری پہنا کرتے تھے ——— بادشاہ بنا دیا، چنانچہ یہ اشعث مرتد ہو کر مسلمانوں سے مقاتلہ کے لیے نکلا۔ ابوبکرؓ نے زیاد کو مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجا، آخر اشعث سے مقابلہ ہوا، یہ قلعہ بند ہو گیا، انھوں نے محاصرہ کر لیا، محاصرہ سے تنگ آ کر، اپنے لیے اور اپنے دس عزیزوں کے لیے اس نے امان طلب کی حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات مان لی۔ اُدھر قلعہ فتح ہو گیا، اشعث کے جو ساتھی قلعہ میں تھے وہ قتل کر دیئے گئے۔ سوا اُن دس آدمیوں کے جو اشعث کے عزیز تھے۔ اور جنگ سے الگ ہو گئے تھے۔ مقتولین کی تعداد آٹھ سو تھی۔ فتح کے بعد اشعث اور اس کے عزیز ہتھکڑی بیڑی میں جکڑ کے گرفتار کر کے ابوبکرؓ کے پاس لائے گئے، انھوں نے اشعث کو، اور اس کے عزیزوں کو معاف کر دیا ——— اس کی بیوی، ابوبکرؓ کی بہن ام فروہ تھیں جو ابو قحافہ (پدر ابوبکرؓ) کی بیٹی تھیں ———"

مذکورہ واقعات، بطور شرح کے مفتی عبدہٗ نے اس خطبہ کے مختلف مقامات پر تحریر فرمائے تھے، میں نے انھیں ایک جگہ جمع کر دیا اس پس منظر کی روشنی میں، خطبہ کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوگی ——— چنانچہ اب خطبہ ملاحظہ ہو۔

ومن کلام لہٗ علیہ السّلام

مَا یُدْرِیْكَ مَا عَلَیَّ مِمَّا لِی؟ عَلَیْكَ لَعْنَةُ اللهِ وَ لَعْنَةُ اللّاعِنِیْنَ۔ حَائِكٌ ابْنُ حَائِكٍ مُنَافِقُ ابْنُ كَافِرٍ۔ وَاللهِ لَقَدْ اَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَّالْاِسْلَامُ

تجھے کیا معلوم میرے لیے کون سی بات مفید ہے اور کون سی مضر؟ ——— تجھ پر خدا کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت، تو حائک ابن حائک ہے[1]۔ منافق ابن کافر ہے، خدا کی قسم، ایک مرتبہ تجھے کفر نے گرفتار کیا، دوسری مرتبہ اسلام نے، ان

---

[1] حائک: کپڑا بُننے والا، یعنی جولاہا۔

اُخْرٰی - فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَاحَسَبُكَ ،

وَاِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلٰی قَوْمِهِ السَّیْفَ وَسَاقَ اِلَیْهِمُ الْحَتْفَ لَحَرِیٌّ اَنْ یَّمْقُتَهُ الْاَقْرَبُ، وَلَایَاْمَنَهُ الْاَبْعَدُ ۔

دونوں قیدوں میں سے ایک مرتبہ بھی تو اپنے مال اور حسب کی بناء پر رہائی نہ حاصل کرسکا۔

اور جو شخص اپنی قوم کے خلاف دعوت شمشیر دے، دشمنوں کی تلوار کی رہنمائی کرے۔ اس سے نہ اپنے محفوظ رہ سکتے ہیں اور نہ بیگانے امن کی توقع اور آرزو رکھ سکتے ہیں۔[1]

---

[1] یعنی ایسا شخص کسی طرح بھی اعتماد کے قابل نہیں!

چنانچہ سید رضی (جامع نہج البلاغہ) فرماتے ہیں کہ اس نے جب اپنی قوم کو فریب دے کر انھیں کٹا دیا، اور خود بچ گیا، تفصیل اوپر گذر چکی ہے) جان بچائی تو اس کی قوم نے اس کا نام ہی "عرف النار" رکھ دیا ـــــ یعنی غدّار اور فریب کار! ـــــ اس اشعث کی شادی حضرت ابوبکرؓ کی بہن اور ابوقحافہ کی دختر ام فروہ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے تین بیٹے تولد ہوئے۔

(۱) محمد بن اشعث (۲) اسحٰق بن اشعث۔ (۳) اسمٰعیل بن اشعث۔

ان میں سے محمد بن اشعث وہ شخص ہے جس نے میدان کربلا میں خون سید الشہداء میں شرکت کی ـــــ نہج البلاغہ، ترجمہ و شرح از حاج سید علی نقی، فیض الاسلام مطبوعہ طہران!

۲۰- ومن کلام لہ علیہ السّلام ——— ارشاد

موت کے بعد!

خطبے کے اس اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ خدا کی نافرمانی کرنے والوں کو، بعد از مرگ کن حالات سے سابقہ پڑے گا۔

فَإِنَّكُمْ لَوْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ
مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَوَهِلْتُمْ
وَسَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ، وَلٰكِنْ مَحْجُوبٌ
عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا۔ وَقَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ
الْحِجَابُ،

(اے لوگو!)
"اگر تم وہ چیز دیکھ لیتے، جو تم میں سے وہ لوگ دیکھ چکے ہیں، جو مر چکے ہیں، تو بلاشبہ تم کانپ جاتے، خوف زدہ ہو جاتے، (پھر تم کلمۂ) حق سنتے (بھی اور) اس کی پیروی (بھی) کرتے۔

لیکن جو کچھ وہ (تم میں سے وہ لوگ جو وفات پا چکے ہیں) دیکھ رہے ہیں، تمھاری نگاہ (ظاہر) سے محجوب ہے۔

وَلَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ
وَأُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ، وَهُدِيتُمْ إِنِ
اهْتَدَيْتُمْ۔ بِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ لَقَدْ
جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ، وَزُجِرْتُمْ بِمَا
فِيهِ مُزْدَجَرٌ، وَمَا يُبَلِّغُ عَنِ اللّٰهِ
بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا الْبَشَرُ۔

لیکن پردہ اٹھا ہی چاہتا ہے۔ اگر تم دیکھنا چاہتے تو وہ کونسی چیز تھی، جو تمھیں دکھائی نہیں گئی؟ اگر تم سننا چاہتے تو ہر چیز سنا دی گئی تھی۔ ہدایت حاصل کرنا چاہتے تو راہ ہدایت بھی دکھا دی گئی تھی۔[1]

(لوگو) میں تم سے کہتا ہوں، عبرتیں اور نصیحتیں تم پر کھولی جا چکی ہیں۔ قابل احتراز چیزوں سے تمھیں روکا بھی جا چکا ہے۔[2]

اور ہاں تبلیغ! تو (یاد رکھو) آسمانی رسولوں[3] کے بعد فریضۂ تبلیغ اب جس پر عائد ہوتا ہے، وہ بشر ہی ہے۔[4]

---

[1] یعنی کوئی بات ایسی نہیں تھی، جو بتا نہ دی گئی ہو، حق بھی، اور باطل بھی، نیکی بھی اور بدی بھی، نور بھی اور ضلالت بھی، لیکن تم نے توجہ نہ کی۔ [2] مراد یہ کہ حلال و حرام، خوب و زشت، سفید و سیاہ، ہر چیز تمھارے علم میں لائی جا چکی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جا چکا ہے، پھر بھی نہ مانو تو یہ تمھاری بدقسمتی۔ [3] رسولان آسمان سے مراد ملائکہ ہیں۔ [4] یعنی اب کوئی دوسرا رسول تو آنے سے رہا، خدا نے اپنی آخری کتاب (قرآن) اتار کر، اور اپنا آخری رسول بھیج کر حجت پوری کر دی، اب رسول کے خلیفہ ہی تبلیغ و تلقین کے فرائض انجام دیں گے، اور انہی سے تمھیں راہنمائی حاصل کرنا ہو گی، اگر اس پر بھی تم ہدایت کی باتوں کو ٹھکرا دو، اور صداقت کی باتیں کان رکھتے ہوئے بھی نہ سنو تو اس کی ذمہ داری تمھارے سوا اور کسی پر عائد نہیں ہو سکتی، تمھیں راہ ہدایت دکھا دی گئی، حق و باطل کا امتیاز بتا دیا گیا، نیک اور بد کی تمیز بتا دی گئی، اب بھی اگر تم گمراہیوں کو قبول کر لو اور حق کو ٹھکرا دو، تو بے شک ایسا کر سکتے ہو، لیکن اس کے ذمہ دار صرف تم ہی ہو گے، اور نتائج بھگتنے کے لیے بھی تمھیں تیار رہنا چاہیئے ———!

۲۱۔ ومن خطبة له علیه السّلام ۔۔۔۔۔۔۔۔ خطبہ:

موت اور قیامت

ایک خطبے کے یہ چند الفاظ ہیں!
لیکن کس قدر جامع اور رائع! کس قدر اثر آفریں، اور سبق آموز!

فَاِنَّ الْغَایَةَ اَمَامَکُمْ، وَ اِنَّ وَرَائَکُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوْکُمْ۔ تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا، فَاِنَّمَا یُنْتَظَرُ بِاَوَّلِکُمْ اٰخِرُکُمْ۔

(لوگو!) منزل (غایت[1]) تمھارے سامنے ہے! اور قیامت تمھارے پیچھے ہے، اور وہ تمھیں ہنکا رہی ہے[2]۔ سبک بار بن کر، یاران تیز گام سے جا ملو![3] تمھارے اوّل کے لیے تمھاری آخر کا انتظار کیا جا رہا ہے[4]۔

یوں تو یہ پورا کلام قرآن وحدیث کے بعد پورے ذخیرۂ ادب پر بھاری ہے۔ مگر تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا جس قدر مختصر اور مفصل ہے اس کی مثال تو سنی ہی نہیں۔ (سیّد رضی جامع نہج البلاغہ)

---

[1] الغایة ۔۔۔۔ الثواب او العقاب، والنعیم والشقا ۔۔۔۔ پس تم پر واجب ہے کہ تم غایت (منزل) کی تیاری کرو۔ (ن ۔ مصر)

[2] یعنی یہ سمجھ لو کہ قیامت اور موت، تمھارے تعاقب میں ہے جس وقت بھی تم اس کی گرفت میں آجاؤ، پس فروری ہے کہ اس کی تیاریوں میں منہمک ہو جاؤ۔

[3] "سبک شوید (بارہائے گران را رہا کنید) ملحق گردید، (برفتگاں برسید) ۔۔۔۔ (فیض الاسلام ۔ طہران)
یعنی شہوات و لذات کا بوجھ جتنا ہلکا ہوگا، منزل آخرت کی رہروی اتنی ہی آسان ہوگی۔

[4] قیامت اس وقت ہوگی، جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی، اس کرۂ ارض پر کوئی انسان اور جاندار باقی نہیں رہ جائے گا! ۔۔۔۔ جو لوگ تم سے پہلے رہگرائے عالم جاوداں ہو چکے ہیں، وہ تمھارے منتظر ہیں، جب تم بھی پہنچ لوگے، تب یہ قافلہ، منزل حشر کی طرف روانہ ہوگا۔

۲۲۔ و من خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ

خونِ عثمان رض

اِس خُطبہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے

——— مثلاً حضرت طلحہ رض و زبیر رض ——— جو آپ سے خونِ عثمان کا مطالبہ کرتے تھے۔

أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ حِزْبَهُ، وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ، لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ، وَيَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ، وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا، وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا۔

خبردار! شیطان نے اپنے گروہ کو برانگیختہ کردیا ہے، اور اپنی سپاہ کو جمع کرلیا ہے، تاکہ ظلم و ستم کو اُس کے وطن میں واپس لے آئیں، اور باطل کو اس کی منزل پر پہنچا دیں۔ خدا کی قسم، ان لوگوں نے کوئی بری بات ایسی نہیں تھی، جسے مجھ پر نہ ڈالا ہو پھر میرے اور اپنے درمیان، انصاف کو نہ آنے دیا،

وَإِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ وَدَمًا هُمْ سَفَكُوهُ۔

جس حق کو یہ خود ترک کرچکے ہیں، اس کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں، جس خون کو انھوں نے خود بہایا ہے، اس کا خوں بہا طلب کر رہے ہیں۔

فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَلَئِنْ كَانُوا وُلُّوهُ دُونِي فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ۔

اگر اس خون میں ان لوگوں کا میں شریک تھا تو اس میں ان کا بھی حصہ ہے اور اگر انھوں نے (قتل عثمان رض) بغیر میرے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے تو پھر اس کی ذمہ داری اور مواخذہ بھی صرف ان ہی پر ہو۔

وَإِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ، يَرْتَضِعُونَ أُمًّا قَدْ فَطَمَتْ، وَيُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ۔ يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي! مَنْ دَعَا؟ وَإِلَامَ أُجِيبَ؟ وَإِنِّي لَرَاضٍ

ان کی سب سے بڑی دلیل خود ان ہی پر عائد ہو رہی ہے، یہ اس ماں کا دودھ پی رہے ہیں جس کا دودھ ختم ہوچکا ہے۔ یہ اس بدعت کو زندہ کر رہے ہیں، جو مر چکی ہے۔ وائے ناکام داعی (بطور تذلیل)۔[۲] لیکن یہ داعی کون ہے؟ اور کس چیز کا جواب چاہا جا

۱؎ یعنی یہ لوگ حقائق سے واقف ہونے کے باوجود خونِ عثمان کا ذمہ دار مجھے ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ اس قتل سے مجھے کوئی تعلق نہیں لیکن اقتدار حاصل کرنے کے لیے یہ جھوٹ کی سپاہ لے کر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

۲؎ یعنی مطالبہ قصاص عثمان رض میں، اس کی شرکت کروں، حالانکہ اصل ذمہ دار یہ خود ہے نہ کہ میں۔

حُجَّةِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعِلْمِهِ فِيهِمْ -

رہا ہے، خدا نے ان پر جو حجت قائم کر دی ہے میں اس پر راضی ہوں، خدا کو ان کی جن باتوں کا علم ہے میں اس پر بھی راضی ہوں۔

فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ، وَكَفَى بِهِ شَافِياً مِنَ الْبَاطِلِ وَنَاصِراً لِلْحَقِّ - وَمِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ وَأَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ! هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ لَقَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ، وَإِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي وَغَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي -

اگر یہ سرکشی کریں گے،[1] تو میں انھیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لوں گا،[2] کہ (آخری چارہ کار کے طور پر) وہی ایک چیز ہے جو حق کی مددگار ہے اور باطل کی سرکوبی کا باعث ہوتی ہے۔

کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ مجھے پیام دیتے ہیں کہ نیزہ زنی کے لیے باہر نکل آؤں، اور ستی ہوئی تلوار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہوں!

اُن کی مائیں ان پر ماتم کریں، میں تو وہ شخص ہوں کہ مجھے کبھی جنگ و پیکار سے دہشت زدہ نہیں کیا گیا۔ نہ ضرب شمشیر سے مرعوب کیا گیا۔ خدا نے مجھے یقین (ایمان) کی جو دولت دی ہے۔ میں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور اپنے مسلک کے (حق ہونے میں) ذرا بھی شک و شبہ نہیں رکھتا!

قتل عثمان کا پس منظر:-

حضرت علیؑ کے اس خطبہ میں حق پسندی، حق پروری اور حق پرستی کا جو جوش نظر آ رہا ہے اُس کی ماہیت پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو سکتی جب تک ہم، اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ قتل عثمانؓ کا منظر اور پس منظر نہ پیش کر دیں:

"حضرت عثمانؓ کے دوازدہ سالہ دَورِ خلافت میں، ابتدائی چھ سال کامل امن و امان سے گزرے، فتوحات کی وسعت، مالِ غنیمت کی فراوانی، وظائف کی زیادتی، زراعت اور تجارت کی ترقی اور حضرتؓ کے نظم و نسق نے تمام ملک میں تموّل، فارغ البالی، اور عیش و تنعّم کو عام کر دیا تھا، یہاں تک کہ بعض متقشف صحابہ، ایّامِ نبوّت کی سادگی، اور بے تکلّفی کو یاد کر کے حد درجہ غمگین تھے۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری جن کو آنحضرتؐ نے مسیح الاسلام کا خطاب دیا تھا علانیہ اس کے خلاف وعظ کہتے تھے، امیر معاویہ کی استدعا پر حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلوا لیا۔

---

[1] یعنی راہِ حق پر چلنے سے انکار کر دیں گے۔ [2] جب حق کی حجت قائم ہو چکی واقعات و حقائق برافگندہ نقاب ہو چکے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو چکا تو میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یا تو یہ راہِ حق و صواب پر چلیں، ورنہ پھر حق سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

حضرت عثمانؓ پر، جس قدر اعتراضات کیے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے :

۱ ۔ کبار صحابہ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عمرو بن عاصؓ، عمار بن یاسرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن ارقمؓ کو معزول کر کے خاص اپنے کنبہ کے نااہل اور ناتجربہ کار افراد کو مامور کیا۔

۲ ۔ بیت المال میں بے جا تصرف کیا اور مسرفانہ طریقہ پر اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ سخاوت کا اظہار کیا، مثلاً حکم بن العاص کو جسے رسول اللہ نے طائف میں جلاوطن کر دیا تھا مدینہ آنے کی اجازت دی، اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم اس کے لڑکے حارث کو، بازار کی فروخت (پر) عشر وصول کرنے کی اجازت دی۔ مروان کو افریقہ کے مال غنیمت کا حصّہ دیا۔ عبداللہ بن خالد کو تین لاکھ درہم کا گراں قدر عطیہ دیا، اپنی صاحبزادیوں کو بیت المال کے قیمتی جواہرات عطا فرمائے، اپنے لیے ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور مصارف کا تمام بار بیت المال پر ڈالا، بیت المال کے مہتمم عبداللہ بن ارقمؓ نے اس پر اعتراض کیا، تو ان کو معزول کر کے زید بن ثابت کو یہ عہدہ تفویض کر دیا، ایک مرتبہ بیت المال میں وظائف تقسیم ہونے کے بعد ایک لاکھ کی رقم پس انداز ہوئی، حضرت عثمانؓ نے بے وجہ، زید بن ثابت کو یہ گراں قدر رقم لینے کی اجازت دے دی۔

۳ ۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابیؓ کے روزینے بند کر دیے۔

۴ ۔ مدینہ کے اطراف میں بقیع کو سرکاری چراگاہ قرار دیا اور عوام کو اس سے مستفید ہونے سے روک دیا۔

۵ ۔ مدینہ کے بازار میں بعض اشیاء کی خرید و فروخت اپنے لیے مخصوص کر لی۔

۶ ۔ اپنے حاشیہ نشینوں، اور قرابت داروں کو اطراف ملک میں نہایت وسیع قطعات زمین مرحمت فرمائے۔

۷ ۔ بعض کبار صحابہ کی تذلیل کی گئی اور انھیں جلاوطن کیا گیا، مثلاً ابوذر غفاریؓ، عمار بن یاسرؓ، جندب بن جنادہؓ، عبداللہؓ بن مسعودؓ اور عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ نہایت نامنصفانہ سلوک کیا۔

۸ ۔ زید بن ثابت کے تیار کردہ مصحف کے سوا تمام مصاحف کو جلا دیا۔

۹ ۔ حدود کے اجرا میں تغافل سے کام لیا۔

۱۰ ۔ فرائض وغیرہ میں تمام امت کے خلاف روایات شاذّہ پر عمل کیا۔

۱۱ ۔ مذہب میں، بعض نئی بدعتیں پیدا کیں، جن کو اکثر صحابہ نے ناپسند کیا، مثلاً حج کے موقع پر منیٰ میں دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز ادا کی، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے بعد شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) نے کبھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔

۱۲ ۔ مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی گئی جس کا نتیجہ حضرت عثمان کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مذکورہ بالا واقعات میں دیکھنا چاہیئے کہ صداقت کا کتنا شائبہ ہے اور رنگ آمیزی (کا) کتنا ؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک الزام بھی تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا، تاہم حضرت عثمان نے شورش رفع کرنے کے لیے اصلاح اور شکایتوں کے ازالہ کی ایک آخری کوشش کی اور ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ عمرو بن العاص رضؓ نے کہا: "امیر المؤمنین آپ کی بے اعتدالیوں نے لوگوں کو احتجاج حق پر آمادہ کیا۔ اس کے تدارک کی صرف دو ہی صورتیں ہیں، یا عدل و انصاف سے کام لیجئے، یا خلافت سے کنارہ کشی اختیار کیجئے، اگر یہ دونوں ناپسند ہوں تو پھر جو چاہے کیجئے۔"

مجلسِ شوریٰ کے (دوسرے) ارکان نے (بھی) اگرچہ اپنے اپنے خیال کے مطابق مفید رائیں دیں، لیکن کسی رائے سے اصل مرض کا ازالہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اصلاح ملک کا کوئی مکمل دستور نہ تیار ہو سکا، حضرت عثمان نے تمام عمال کو واپس کر دیا[1] اور خود ایک مکمل اسکیم سوچنے میں مصروف ہو گئے۔

ادھر دربار خلافت میں اصلاحات کی تجویزیں پیش ہو رہی تھیں، دوسری طرف انقلاب کی سازش مکمل ہو چکی تھی، چنانچہ بصرہ، کوفہ اور مصر کے فتنہ پردازوں نے انقلاب کی سازش مکمل کر لی۔ چنانچہ مدینہ کے قریب پہنچ کر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر قیام کیا اور چند آدمی جو اس جماعت کے سرگروہ تھے، باری باری حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد وقاصؓ اور حضرت علیؑ کے پاس گئے، کہ وہ اپنی وساطت سے معاملہ کا تصفیہ کرا دیں لیکن سب نے اس جھگڑے میں پڑنے سے انکار کیا، حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ کو بلا کر کہا کہ آپ اس جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیجئے، میں جائز مطالبات کے تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ حضرت علی کی وساطت سے مفسدین واپس ہو گئے۔[2] (مگر) ایک دن دفعتہً مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کے نعروں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے شور قیامت برپا ہو گیا، کبار صحابہ گھبرا کر گھروں سے باہر نکل آئے، دیکھا تو مفسدین کی جماعت پھر واپس آگئی ہے اور انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

حضرت علیؑ نے بڑھ کر واپس آنے کا سبب دریافت کیا، مصریوں نے کہا:

"راہ میں دربارِ خلافت کا ایک قاصد ملا، جو نہایت عجلت کے ساتھ مصر واپس جا رہا تھا، تلاشی لی گئی، تو فرمان برآمد ہوا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ ہم لوگوں کی گردن مار دی جائے اس لیے اب ہم اس بدعہدی اور فریب کاری کا انتقام لینے آئے ہیں۔"

حضرت عثمان نے، اپنی لاعلمی ظاہر کی اور قسم کھا کر کہا "مجھے مطلق اس کی اطلاع نہیں ہے۔" حضرت عثمانؓ کے حلفیہ انکار پر لوگوں نے قیاس کیا یہ مروان بن حکم کی شرارت ہے۔ مصریوں نے کہا جو خلیفہ اتنا غافل ہو وہ کسی طرح خلافت کے لیے موزوں نہیں اور حضرت عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ خلافت سے دستبردار ہو جائیے، آپ نے فرمایا "جب تک مجھ میں جان باقی ہے، میں اس خلعت کو جو خدا نے مجھے پہنایا ہے اپنے ہاتھ سے نہیں اتاروں گا ——— !"

حضرت عثمانؓ کے انکار پر مفسدین نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ جاں نثاروں کی ایک جماعت آپ کی حفاظت میں سینہ سپر تھی، لیکن آپ نے باصرار سب کو واپس کر دیا، چند نوجوان حضرت امام حسینؑ ابن عباس، محمد بن طلحہ، اور عبداللہ بن زبیر واپس نہ گئے۔ آخر میں باغیوں نے پانی تک بند کر دیا، حضرت علی اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کو معلوم ہوا، تو یہ دونوں باغیوں کو سمجھانے کے لیے گئے لیکن اب ان کا جوش انتقام جنون کی حد

---

[1] ابن اثیر ۔ [2] ابن اثیر جلد ۳

تک پہنچ گیا تھا، خطا وصواب کی تمیز باقی نہ رہ گئی تھی، حرم نبوی کا بھی ادب و احترام نہ کیا۔

یہ بد امنی دیکھ کر بہت سے لوگ مدینہ سے نکل گئے، کچھ لوگوں نے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ کا جب تک بس چلا وہ برابر باغیوں کو سمجھاتے رہے، لیکن آخر میں وہ بھی مجبور ہو گئے، چنانچہ حضرت عباس نے جب آخری مرتبہ آپ کو بلا بھیجا، تو آپ کو زبردستی روک لیا گیا، آپ نے اپنا عمامہ اُتار کر قاصد کو دے دیا اور فرمایا جو حالت ہے دیکھ لو اور جا کر کہہ دو[1]

باغیوں کو متعدد دفعہ حضرت عثمانؓ نے سمجھانے کی کوشش کی، مگر ان لوگوں پر کسی چیز کا اثر نہ ہوا، باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا، حضرت امام حسنؑ جو دروازے پر متعین تھے، مدافعت میں زخمی ہوئے، عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے، آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت نائلہ سے نہ دیکھا گیا۔ وہ بیتابانہ بچانے کے لیے دوڑیں، ان کی تین انگلیاں ہتھیلی سے اُڑ گئیں اور سودان بن حمران نے لپک کر شہید کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا خون سے رنگین کرتہ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں امیر معاویہ کے پاس پہنچ گئیں، جب وہ کرتہ مجمع عام میں کھولا گیا اور انگلیاں نکالی گئیں تو ماتم برپا ہو گیا اور انتقام انتقام کی آوازیں آنے لگیں۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی، اکابر صحابہ میں ایک حضرت علیؑ ہی کی ذات ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا، چنانچہ مہاجرین و انصار کے حلقے میں حضرت طلحہ و زبیر وغیرہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے، حضرت علیؑ نے یہ اشارہ سمجھ کر جواب دیا مجھ کو اس کی حاجت نہیں، جسے تم منتخب کرو گے میں بھی اسے قبول کر لوں گا، ان لوگوں نے عرض کیا، آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس منصب کا مستحق نہیں ہے، اس لیے آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو ہم منتخب ہی نہیں کر سکتے، حضرت علی نے پھر عذر کیا کہ امیر ہونے کے مقابلہ میں مجھے وزیر ہونا زیادہ پسند ہے، آخر میں لوگوں نے باصرار کہا کہ ہم لوگ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، غرض مسلمانوں کے اصرار پر اُمتِ اسلامیہ کے مفاد کا لحاظ کر کے آپ نے منظور فرما لیا اور مجمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس بیعت میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ شریک تھے[2]

بیعت خلافت کے بعد سب سے مقدم فرض، حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ چلانا اور ان سے قصاص لینا تھا، حضرت علیؑ کی جانب سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی گئی لیکن دشواری یہ تھی کہ متعین طور پر کسی شخص کے خلاف شہادت موجود نہ تھی۔ شہادت کے وقت صرف نائلہ موجود تھیں، جو اس کے سوا کچھ نہیں بتا سکیں کہ محمد بن ابی بکر دو آدمیوں کے ساتھ جنھیں وہ پہچانتی نہیں تھیں، اندر آئے، حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو پکڑا، تو انھوں نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر کی، کہ وہ قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے، لیکن حضرت عثمان کے ایک جملہ سے محجوب ہو کر پیچھے ہٹ آئے، البتہ دو نابکاروں نے بڑھ کر حملہ کیا، جن کو وہ بھی نہیں جانتے کہ کون تھے، حضرت نائلہ نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ محمد بن ابی بکر شریک قتل نہ تھے۔

غرض تحقیق و تفتیش کے باوجود قاتلوں کا پتہ نہ چلا، تاریخ کی کتابوں میں قاتلوں کے مختلف نام مذکور ہیں لیکن شہادت کی قانونی حیثیت سے وہ مجرم ثابت نہیں ہوتے۔ اس لیے مجرمین کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

---

[1] ابن سعد ص ۴۷ ✦ [2] ابن سعد جلد ۳ ✦

حضرت علی کی مجبوریوں پر (بعض اکابر صحابہؓ تک کی) نظر نہ جاتی تھی، چنانچہ حضرت طلحہ، زبیر اور چند صحابہ نے حضرت علی سے جاکر کہا، کہ عثمان کے قتل میں جو جماعت شریک ہے، اس سے قصاص لینا ضروری ہے، آپ نے فرمایا، تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو میں اس سے غافل نہیں ہوں، لیکن ایسی جماعت کے ساتھ کیا کروں جس پر میرا کوئی قابو نہیں ہے[1] ـــــ آگے چل کر بعض صحابہ کو خود اپنے طور پر قصاص لینے کا خیال پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں جنگ جمل (برپا) ہوئی۔

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مدینہ میں فتنہ وفساد کے آثار دیکھ کر، حضرت طلحہ، زبیر بھی حضرت علی سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ حضرت عائشہ نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کیے۔ انھوں نے شور وغوغا کی داستان بیان کی، ان کے بیان سے حضرت عائشہؓ کے ارادوں میں اور تقویت ہو گئی اور انھوں نے خلیفۂ مظلوم کے قصاص کی دعوت شروع کر دی ـــ!

خطبہ کے بعد سے اس وقت تک کی ساری عبارت تاریخ اسلام کی دو مستند ترین کتابوں (۱) تاریخ اسلام حصہ اول (۲) خلفائے راشدین سے ماخوذ ہے، یہ دونوں کتابیں دار المصنفین اعظم گڑھ کی شائع کردہ ہیں، اس سارے بیان کے پڑھ لینے سے، جو نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں :ـ

(۱) حضرت عثمان کے رحم، مروت اور رواداری نے لوگوں میں حق طلبی کا مادہ پیدا کیا۔ (۲) بنو امیہ کے جو لوگ عہد عثمان میں برسر اقتدار ہوئے، ان کے عدم استحقاق نے لوگوں کو مشتعل کیا۔ (۳) مصر، کوفہ اور بصرہ کے لوگ عزل عثمانؓ پر متفق ہو گئے۔ (۴) یہ لوگ جب جتھہ بنا کر مدینہ آئے اور شورش کا آغاز کیا تو حضرت علی کی فہمائش سے متاثر ہو کر واپس چلے گئے۔ (۵) حضرت علی نے فہمائش کا خطرہ اس وقت مول لیا، جب حضرت طلحہ وزبیر دخل دینے سے صاف انکار کر چکے تھے۔ (۶) راستہ میں خلیفہ کا قاصد ملا، جو یہ حکم لے کر جا رہا تھا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ (۷) مشتعل ہو کر یہ لوگ واپس آئے۔ (۸) حضرت عثمان نے اس خط سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ (۹) ان لوگوں نے کہا ایسا غافل شخص خلافت کا مستحق نہیں، لہٰذا دستبرداری کا مطالبہ کیا۔ (۱۰) حضرت عثمان نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (۱۱) باغیوں نے محاصرہ کر لیا۔ (۱۲) حضرت علی نے اپنے جگر گوشوں حسن وحسین کو حفاظت پر مامور کیا۔ (۱۳) باغیوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ حسنینؑ مدافعت میں زخمی ہوئے۔ (۱۴) حضرت علی سے شہادت عثمان کے بعد جن لوگوں نے با صرار خلافت قبول کر لینے کی استدعا کی ان میں حضرت طلحہؓ وزبیرؓ بھی تھے۔ (۱۵) حضرت علی منصب خلافت قبول کرنے سے انکار فرماتے رہے، لیکن اصرار سے مجبور ہو کر قبول فرمایا (۱۶) بیعت خلافت کے بعد قصاص عثمان پر توجہ کی، محمد بن ابی بکر نے انکار کیا۔ حضرت نائلہ نے تصدیق کی کہ یہ قتل کرنے والوں میں نہیں تھے۔ (۱۷) قاتلوں کو نہ حضرت نائلہ پہچانتی تھیں، نہ محمد بن ابی بکرؓ اور پھر شرعی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو قصاص کی سزا نہیں دی جاسکتی تھی۔ (۱۸) بیعت کے بعد حضرت علی سے اجازت لے کر حضرت طلحہ وزبیر حضرت عائشہ کے پاس مکہ تشریف لے گئے اور ابتر حالات بیان کیے جس سے حضرت عائشہ قصاص عثمان کے بارے میں اور زیادہ سخت ہو گئیں۔ (۱۹) حضرت نائلہ، مدینہ ہی میں رہیں، لیکن ان کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ شام میں امیر معاویہ کے پاس پہنچ گیا، اس کی نمائش ہوئی اور انتقام انتقام کی صدائیں گونجنے لگیں۔

[1] طبری ج ۶ +

(۲۰) حضرت علی نے جب عہد عثمان کے عمال کو معزول کیا تو امیر معاویہ دعوائے قصاص لے کر کھڑے ہوئے، بیعت علی سے انکار کیا، اور لڑنے پر تیار ہو گئے۔

یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد سوچنا چاہیئے کہ قتل عثمانؓ کی ذمہ داری حضرت علیؑ پر کہاں تک عائد ہوتی ہے، اور حضرت عائشہ تو خیر موقع واردات سے دور تھیں، حضرت طلحہ و زبیر کو مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے، جو کچھ ہوا تھا، ان کی نظروں کے سامنے ہوا تھا۔ اور یہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد انھوں نے حضرت علی کو مجبور کیا تھا کہ وہ منصب خلافت قبول فرمائیں، جب وہ راضی ہوئے تو دوسرے اکابر صحابہ کی طرح، انھوں نے بھی بیعت کی، بیعت کے بعد اجازت لی اور مکہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عائشہؓ کے ہمرکاب ہو گئے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس کی روشنی میں یہ خطبہ پڑھنا چاہیئے اور یہ ہے وہ منظر جسے سامنے رکھ کر امیرالمؤمنین نے یہ خطبہ دیا تھا اور اپنے آپ کو خون عثمان سے بری الذمہ قرار دیا تھا۔

اس خطبہ کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں جو کسی نہ کسی نہج سے، یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ حضرت علیؑ اس ذمہ داری کو انجام دیں، یعنی قاتلین عثمانؓ کو ڈھونڈھ نکالیں اور انھیں کیفر کردار کو پہنچا دیں۔ لہٰذا انھوں نے واضح الفاظ میں جو حقیقت تھی وہ بیان کر دی، تاکہ اگر کوئی غلط فہمی میں مبتلا ہے تو وہ تصحیح خیال کر لے ————— !

۲۳ ـــــ ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ـــــ خطبہ

مال و دولت میں دوسروں کا حصّہ

"اس خطبہ میں سرمایہ داروں کو رحم و امداد، اور غرباء کو صبر کرنے اور حسد سے دُور رہنے کی دعوت دی ہے۔"

أَمَّا بَعْدُ

فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ إِلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ، فَإِذَا رَأَىٰ أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ غَفِيرَةً فِي أَهْلٍ أَوْ مَالٍ أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً، فَإِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ فَيَخْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرَىٰ بِهَا لِئَامُ النَّاسِ كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ، الَّذِي يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ، وَيُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ، وَكَذٰلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِيءُ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللّٰهِ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ: إِمَّا دَاعِيَ اللّٰهِ فَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لَهُ، وَإِمَّا رِزْقَ اللّٰهِ فَإِذَا

بعد حمد و درود!

فرمان الٰہی[1] بارش کے قطرات کی طرح آسمان سے زمین پر نازل ہوتا رہتا ہے، (یہ قطرے) ہر شخص (کے دامن تک) پہنچتے ہیں جتنا جس کسی کے لیے مقسوم ہو چکا ہے خواہ کم خواہ زیادہ۔[2] پس اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے لیے مال یا اولاد یا اس کی ذات[3] میں برتری[4] دیکھے تو یہ چیز سبب فتنہ و فساد نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جب تک مرد مسلمان، ایسی ذلت کا اظہار نہیں کرتا، کہ اگر وہ بات کھل جائے اور جب اس کا ذکر کیا جائے تو وہ سہم جائے اور رذیلوں کو اس کی ہتک کا موقع ملے اس وقت تک وہ اس جواری کی طرح ہے جو اپنے جوئے کے تیروں سے پہلی کامیابی کا منتظر ہو[5] جو اس کے لیے نفع کو ضروری کر دے، اور اس کا خسارہ دور ہو جائے۔

اور اسی طرح وہ تنگ دست مرد مسلمان بھی ہے جو خیانت[6] سے دور ہو کر اپنے پروردگار سے دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے، ایک موت[7] کا کہ، خدا کے پاس اس کے لیے جو کچھ ہے وہ اچھا ہی ہے، اور (دوسرے) خدا کے دیئے ہوئے رزق کا (اس طرح وہ) صاحب مال و اولاد

---

[1] اصل لفظ جو امیر المومنین نے اس جگہ ارشاد فرمایا ہے وہ "امر" ہے جس کے معنی حکم کے ہیں، اس جگہ حکم سے مراد وہ فرمان ہے جو انسان کے مقسوم و نصیب کی صورت میں نظر آتا ہے

[2] قرآن میں آیا ہے نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے وان من شئ الا عندنا خزائنہ وما ننزّلہ الا بقدر معلوم (پ ۱۴ سورۂ حجر)

[3] غفیرۃ: زیادۃ و کثرۃ۔ یعنی اگر تم اپنے کسی مسلمان بھائی کو فارغ البال، خوشحال اور مطمئن دیکھتے ہو تو اس کی یہ فراغت کی زندگی تمہارے لیے الم انگیز نہ ہونی چاہیئے کہ خواہ مخواہ فتنہ و فساد کا سبب اس کی اس کامگاری کو بنا لو۔ [4] مثلاً صحت و عزت۔ م ح۔ [5] تفصیل و شرح کے لیے دیکھیئے ج سوم فقرۂ مشکلات ۳۔ م ح۔ [6] خیانت، باخدا و خلق۔

[7] یعنی موت سے ڈرتا نہیں، کیونکہ اعمال حسنہ کے باعث، رحمت خداوندی کا مستحق ہے۔

هُوَ ذُو أَهْلٍ وَّ مَالٍ وَّ مَعَهُ دِيْنُهُ وَحَسَبُهُ۔
إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِيْنَ حَرْثُ الدُّنْيَا، وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ حَرْثُ الْآخِرَةِ وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللّٰهُ لِأَقْوَامٍ۔ فَاحْذَرُوْا مِنَ اللّٰهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِّنْ نَّفْسِهِ، وَاخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ بِتَعْذِيْرٍ۔ وَاعْمَلُوْا فِيْ غَيْرِ رِيَاءٍ وَّلَا سُمْعَةٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَّعْمَلْ لِغَيْرِ اللّٰهِ يَكِلْهُ اللّٰهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ۔
نَسْأَلُ اللّٰهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَمُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ، وَمُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ۔
أَيُّهَا النَّاسُ!
إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ وَإِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيْرَتِهِ وَدِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيْهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ، وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حِيْطَةً مِّنْ وَّرَائِهِ، وَأَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهِ، وَأَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ، وَلِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَّهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ غَيْرَهُ۔

بن جاتا ہے اور اس کے ساتھ دین اور حسب (کی نعمت) بھی ہو جاتی ہے۔
بے شک مال، اور اولاد دنیا کی کھیتی ہے خدا کبھی کبھی (دین دنیا) دونوں کو کچھ لوگوں میں جمع کر دیتا ہے، تو جس عذاب سے خدا نے تم کو ڈرایا ہے، اس سے ڈرتے رہو اور تمھارا یہ خوف بہانہ نہ ہو۔
خدا کی عبادت کرتے رہو (اچھے کام کرتے رہو) مگر کسی کو دکھانے اور سنانے کے لیے نہیں (یاد رکھو) جو شخص خدا کے علاوہ کسی اور کے لیے کوئی کام انجام دیتا ہے، تو خدا بھی اس کا اجر اسی پر (جس کے دکھانے کے لیے یہ کیا جائے) ڈال دے گا۔
ہم خدا سے شہیدوں کا مرتبہ چاہتے ہیں، ہماری تمنا ہے کہ نیک بختوں کی زندگی ہمیں ملے اور انبیاء کا ساتھ نصیب ہو[1] (کہ یہی اصلی زندگی کا حاصل ہے)
اے لوگو!
کوئی شخص بھی خواہ وہ کتنا ہی صاحب مال کیوں نہ ہو، اپنے مفلوک الحال عزیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، کہ ان ہی کے ہاتھوں سے اور زبان سے اس کا دفاع ہوتا ہے، (یہی لوگ سب سے زیادہ (اس کی عدم موجودگی میں) اس کا دفاع کرتے، اس کی پریشانی کو دور کرتے اور کوئی مصیبت نازل ہو تو اس کی ہمدردی میں پیش پیش رہتے ہیں[2] ——!
وہ نیک نامی[3] جسے خدا لوگوں میں مشہور کرا دے، اس مال و دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہے، جسے انسان ترکے اور میراث کی طرح لوگوں میں (اپنے پیچھے) چھوڑ کر جائے گا۔[4]

---

۱ کس قدر معیاری دعا ہے۔ ۲ آدمی خواہ کتنا ہی صاحب ثروت یا غریب ہو، عزیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر آڑے وقت میں وہ کام آتے ہیں اور رفاقت کرتے ہیں۔ ۳ لسان الصدق : حسن الذکر بالحق۔
۴ کتنی حکیمانہ تعلیم ہے! ہم میں سے کتنے ہیں جو لاکھوں کروڑوں روپیہ کا ترکہ، اپنے ورثاء کے لیے چھوڑ جاتے ہیں، لیکن کوئی ان کا نام بھی نہیں لیتا، ذکر اگر کبھی ہوتا ہے تو حقارت اور بدگوئی کے ساتھ، اور وہ لوگ بھی ہیں، جو مرتے وقت کوئی ترکہ نہیں چھوڑتے لیکن اعمال صالحہ کے باعث اس کا نام زبان مردم پر رواں رہتا ہے، خود ہی سوچ لو ان دونوں میں بہتر کون ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ

وَمِنْهَا: ـــــــ أَلَا لَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ أَهْلَكَهُ، وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ فَإِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ وَتُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ، وَمَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ-

خبردار!

تم میں سے کوئی شخص اپنے عزیز و اقارب کو فقر و پریشانی میں مبتلا دیکھے تو (کم از کم) اتنا مال خرچ کر کے انھیں بچانے سے باز نہ رہے کہ اگر وہ اسے صرف نہ کرے تو اس کی دولت میں اضافہ نہ ہوگا اور اگر خرچ کر ڈالے تو کوئی کمی واقع نہ ہوگی[۱]

وہ شخص جو اپنے لوگوں کی مدد کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے (تو اسے یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ) اس کا ایک ہاتھ (رُکتا ہے) اور ان کے (عزیزوں کے) بہت سے ہاتھ رُک جاتے ہیں! ـــــــ اور جو کوئی اپنے لوگوں سے متواضع اور مہربان ہو کر ملتا ہے، وہ ان کی دائمی اور پائندہ تر دوستی کا حامل بن جاتا ہے۔

غَفِيرَةٌ اور عَفْوَةٌ کی لغوی شرح فرمانے کے بعد سیدؒ نے وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ ـ ـ ـ پر شرح و تبصرہ یوں فرمایا ہے کہ:

" اپنے حسن سلوک سے بخل کرنے والا، خاندان کو ایک ہاتھ کے فائدے سے محروم کر کے، اپنے مستقبل میں آنے والی ضرورتوں اور پریشانیوں کے لیے بہت سے فریادرس، امداد دینے والے ہاتھ اور پیش قدمی کرنے والے قدم کھو بیٹھتا ہے۔"

م ح

---

[۱] یہ تعلیم بھی، حکمت اور مصلحت سے کس قدر قریب ہے۔

ہماری دولت کا معقول حصہ تعیشات و تنعمات میں ہر روز صرف ہوتا رہتا ہے، اس کا عشر عشیر بھی اگر ہم مستحقوں پر صرف کر دیں اور ان کی دعائیں لیں تو ان کا کام بن جائے گا اور ہمارا کچھ بگڑے گا نہیں، لیکن ــ

گوشِ سخن شنو کجا، دیدۂ اعتبار کو؟

۲۴ ـــــ ومن خطبة له علیه السّلام ـــــ خطبہ

بدکردار سے برأت

"خطبے کے اس ٹکڑے میں بدکرداروں سے بے تعلقی، اور ایماندار و متقین کی نجات سے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

وَلَعَمْرِی مَا عَلَیَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَ خَابَطَ الْغَیَّ مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِیهَانٍ۔

اپنی جان کی قسم!
جو لوگ حق کی مخالفت کرتے، اور گمراہی میں مبتلا ہیں، ان کے ساتھ جنگ میں کسی قسم کی سستی روا نہیں رکھ سکتا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ۔ وَفِرُّوا إِلَی اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ، وَامْضُوا فِی الَّذِی نَهَجَهُ لَكُمْ وَقُومُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ، فَعَلِیٌّ ضَامِنٌ بِفَلْجِكُمْ آجِلًا إِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلًا

اے بندگانِ خدا!
خدا سے ڈرو اور اس کے غضب سے بھاگ کر اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو[1] اس راستہ پر چلو جو اس نے تمھارے لیے مقرر کردیا ہے! جو احکام تم پر لازم کردیے گئے ہیں ان کی پوری پوری پیروی کرو۔ پھر اگر تم فوراً کامیاب نہ ہوئے تو علیؑ مستقبل میں تمھاری کامیابی کا ضامن ہے[2]

---

[1] اور یہ راستہ وہی ہے جس کی رہنمائی رسول خدا نے فرمائی ؏

[2] کتنا زور ہے اس آخری جملہ میں! — وہی زور، جو صرف حق اور صداقت کا پیدا کردہ ہوتا ہے، یہ الفاظ اسی کی زبان سے نکل سکتے تھے جو اپنی زندگی کی ساری اُمنگیں خوشنودی خدا کے لیے وقف کرچکا ہو، جو اِنّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کا مکمل ترین نمونہ ہو جس نے طے کرلیا ہو کہ جب تک زندہ رہے گا، خدا کے لیے، موت کو لبیک کہے گا تو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا میں جس کی ساری زندگی ایک کتاب کی طرح کھلی ہوئی ہے، اس زندگی کے آئینہ میں اس کا بچپن نظر آتا ہے، اس کی جوانی نظر آتی ہے، اُس کا بڑھاپا نظر آتا ہے، ان میں سے ہر دَور پر ایک نظر ڈالو، وہ پیکرِ عبدیت کے سوا کیا نظر آتا ہے؟

جب وہ بچہ تھا، تو اس نے اپنے بھائی (رسول اللہؐ) کو نماز پڑھتے دیکھا، اور بیساختہ ان کے پہلو میں کھڑا ہو کر خود بھی نماز پڑھنے لگا، جب سنِ شعور کو پہنچا، تو رسول اللہ کا پرستار بن چکا تھا۔ کفار مکہ نے طے کرلیا کہ آنحضرتؐ کو شہید کرکے رہیں گے، آنحضرت کو بارگاہ الٰہی سے اس کی اطلاع مل گئی، آپ نے ہجرت کا تہیہ کرلیا، یار غار ابوبکر صدیقؓ ہمراہ تھے۔ گھر کا کفار ایک طرح سے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ نے علیؑ سے کہا، تم میرے بستر پر

لیٹ جاؤ، علیؑ بغیر ادنیٰ تامل کے اپنے رسولؐ اور برادرِ بزرگ کے فرمان پر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، وہ مدینہ کی طرف تشریف لے گئے اور علی رسول اللہؐ کے بستر پر یہ سمجھ کر لیٹ گئے کہ اب جان دینی ہے، چادر اوڑھ لی، تاکہ کفار مغالطہ میں رہیں اور یہی سمجھیں کہ رسول اللہ آرام فرما رہے ہیں، پھر عہدِ شباب میں ان کافروں سے مقابلے ہوئے جن کی قوت دست و بازو اور ہیبت شمشیر کی دھوم مچی ہوئی تھی جن میں ایک ایک سَو سَو سواروں پر بھاری مانا جاتا تھا علی نے ان سے مقابلہ کیا اور شکست دی، وہ علی کے سوا کون تھا جس نے مرحب اور عنتر کو ہرایا، پچھاڑا اور اسلام کو سربلند کیا! زمانہ اپنی چال چلتا رہا، حالات کے تواتر اور تراکم کا سلسلہ جاری رہا، اب ہم یہودیوں سے مسلمانوں کی معرکہ آرائی دیکھ رہے ہیں، خیبر ایک ایسا قلعہ ہے جو کسی سے سر نہیں ہوتا، اجل صحابہ اور کبار صحابہ اس مہم پر مامور ہوتے ہیں اور ناکام واپس آجاتے ہیں حضرت عمر جیسا شخص بھی جاتا ہے اور لوٹ آتا ہے قلعہ سر نہیں کرپاتا، رسول اللہؐ فرماتے ہیں، اب کل اس کے ہاتھ میں عَلَم دوں گا جو فتح کیے بغیر واپس نہیں آئے گا، صبح ہوتی ہے اور لوگ منتظر ہیں کہ وہ کون خوش قسمت ہے جسے آج دستِ پیمبر سے لوائے اسلام مرحمت ہوگا؟ رسول اللہ دریافت فرماتے ہیں علی کہاں ہیں؟ جواب ملتا ہے بیمار ہیں، آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، حکم ہوتا ہے بلاؤ، علی حاضر ہوتے ہیں۔ رسول اللہ انکی آنکھوں میں لعاب دہن لگاتے ہیں اور فتح خیبر کا کام سپرد کرتے ہیں، علی جاتے ہیں اور اس معرکہ کو سر کرکے چلے آتے ہیں حضرت عمر بڑھ کر مبارکباد دیتے ہیں اور اس افتخار کا اعتراف فرماتے ہیں کہ آج مجھے علی پر رشک آیا۔ تاریخ کا ایک ورق اور الٹو! صلح حدیبیہ ہو رہی ہے، صلحنامہ علی لکھ رہے ہیں، ایک فریق کفارِ مکہ ہیں، دوسرے فریق آنحضرتؐ، علی، محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ بھی لکھتے ہیں۔ کفار کا نمائندہ کہتا ہے، ہم اگر رسول مانتے ہوتے تو جھگڑا ہی کا ہے کا تھا، یہ لفظ مٹا دیجئے، آپؐ علیؑ سے کہتے ہیں: یہ لفظ (رسول) مٹا دو، علی کی زبان سے بیساختہ نکلتا ہے، رسول کا لفظ لکھنے کے بعد میرا ہاتھ نہیں مٹا سکتا۔

اللہ اللہ رسولؐ سے عشق اور والہانہ محبت دین اسلام سے شیفتگی اور پختگی ایمان کی یہ انتہا تھی — ! رسول اللہ نے شفقت سے فرمایا اچھا بتاؤ، وہ لفظ کہاں ہے؟ پھر آپ اپنے دستِ مبارک سے اُسے مٹا دیتے ہیں۔ دیکھنا ——— ! یہ حجۃ الوداع ہے!

آخری حج ——— اس حج کے بعد رسول اللہؐ نے اس دنیا سے پردہ فرمالیا! — اس حج سے فارغ ہو کر جب کاروانِ رسالت مدینہ کی طرف چلا، تو کچھ لوگوں نے علی کی شکایت کی، یہ شکایت رسول اللہ برداشت نہ کر سکے، اس لیے کہ یہ شکایت ایک ایسے شخص کے خلاف تھی جو تن من دھن سے اسلام اور صرف اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکا تھا — ! جو سونے کی طرح تپایا جا چکا تھا۔ ! خطبہ خم غدیر اسی موقع کی یادگار ہے — یہ وہ خطبہ ہے جس میں دوئی کا پردہ اٹھ گیا ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ نبیؐ کی نظر میں حضرت علیؑ کا کیا درجہ تھا؟ دنیا کا سب سے بڑا حادثہ رونما ہو گیا، نبی اکرمؐ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اور رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ بڑی کٹھن گھڑی تھی — !

اس کی دعوت کیا ہے؟ وہ اپنی بادشاہت کی طرف لوگوں کو نہیں بلاتا، وہ اپنی قیصریت کی طرف لوگوں کو راغب نہیں کرتا، وہ شاندار محلوں میں نہیں رہتا، وہ زرق برق پوشاک نہیں پہنتا، وہ بیت المال کا روپیہ اپنے اور اپنے متعلقین اور اپنے عزیزوں پر نہیں صرف کرتا ——— حالانکہ دمشق میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اس کی دعوت صرف اسلام ہے، وہ صرف اس امر کی دعوت دیتا ہے کہ اسلام کے احکام کی پیروی کرو، قرآن کی روشنی سے فائدہ اٹھاؤ، اسوہ رسولؐ کی پیروی کرو، حق کے آگے سر جھکا دو، اور باطل کے سامنے تلوار بن کر آمادہ مرگ ہو، مہیائے قضا ہو جاؤ، دوسروں کے ساتھ ——— عزیزوں، دوستوں، رفیقوں اور عامہ مسلمین کے ساتھ — رفق و محبت، صلح و سلام آشتی اور نرمی کا برتاؤ کرو، انکے دکھ میں کام آؤ، انکی مصیبت میں ساتھ دو، ان کے غم میں شرکت کرو۔ ان کی اعانت کرو، دستگیری کرو اور جو لوگ حق کے راستہ سے روگرداں ہوں، باطل کے راستہ پر گام فرسا ہوں، وسائل و ذرائع کی کمی اور ساز و سامان جنگ کی کوتاہی کے باوجود ایک پہاڑ کی طرح انکے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ، پھر وہ بشارت دیتا ہے کہ یہ زندگی آنی اور فانی ہے، اسے قیام و دوام نہیں لیکن اگر یہ زندگی دیکر تم آخرت کی دائمی زندگی کا سودا کرلو، تو یہ کاروبار برا نہیں، تم ٹوٹے میں نہیں فائدہ میں رہو گے اور میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ "عاجل" دے کر "آجل" کمالو گے! کیا یہ بات علی کے سوا کوئی اور بھی کہہ سکتا تھا؟

۲۵ ــــ ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ــــ خطبہ

رفیقانِ گریز پا

"عبید اللہ بن عباس اور سعید ابن نمران جو امیر المؤمنین کی طرف سے یمن کے والی وحاکم تھے بسر بن ارطاۃ کے حملے کی وجہ سے کوفے آگئے اور معاویہ کے سرحدی حملے بڑھے۔ تو حضرت نے سست قدم ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ــــ (علاّ رضی)

مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبِضُهَا وَأَبْسُطُهَا إِنْ لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ تَهُبُّ أَعَاصِيرُكِ فَقَبَّحَكِ اللهُ (وَتَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ) ــ

لَعَمْرُ أَبِيكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّنِي
عَلَى وَضَرٍ مِنْ ذَا الْإِنَاءِ قَلِيلِ

(ثُمَّ قَالَ علیه السلام:)

أُنْبِئْتُ بُسْراً قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَإِنِّي وَاللهِ لَأَظُنُّ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَىٰ بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ وَبِمَعْصِيَتِكُمْ إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ وَ

میرے تصرّف میں اب کوفہ ہی رہ گیا ہے اسی کے قبض وبسط کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے۔

سو اگر (اے کوفہ) تو ہی میرے قبضۂ اختیار میں رہ گیا ہے اور تجھ میں بھی میری مخالفت کے بگولے اُٹھ رہے ہیں تو پھر خدا تجھے بھی برباد کرے۔ (بقول شاعر)

اے عمرو، تیرے اچھے باپ کی قسم ــــ، مجھے اس برتن سے جو کچھ ملا ہے وہ یہ تلچھٹ ہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ــــ!

پھر امیر المؤمنین نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بُسر یمن پہنچ گیا ہے[1] اور بخدا مجھے اندیشہ ہے، کہ یہ لوگ تمھاری بقیہ چیزوں پر بھی قابض ہو جائیں گے کیونکہ یہ لوگ باطل پر ہوتے ہوئے متحد ہیں، اور تم اپنے حق پر ہوتے ہوئے منظّم نہیں[2]۔ تم اپنے امام کی معاملاتِ حق میں نافرمانی کرتے ہو، اور یہ لوگ باطل میں اپنے امیر (معاویہ) کی پیروی کرتے ہیں[3]۔

---

[1] بسر بن ابی ارطاۃ۔ یہ قبیلۂ بنو عامر کا ایک فرد تھا، معاویہ نے اسے لشکر دے کر حجاز بھیجا یہاں اس نے (مسلمانوں کا) خوب خون بہایا اور لوگوں کو معاویہ کی بیعت پر مجبور کیا، چنانچہ والی مدینہ ابو ایوب انصاری (اس کی جفا کاریوں کی تاب نہ لا کر) فرار ہو گئے پھر یہ (معاویہ کی طرف سے) والی بنا کر یمن بھیجا گیا جہاں عبید اللہ بن عباس پر غالب آیا اور وہ بھاگ کر کوفہ چلے گئے۔ بُسر عبید اللہ کے گھر پہنچا، وہاں ان کے دو چھوٹے چھوٹے لڑکے ملے انھیں فوراً اس نے ذبح کر دیا۔

[2] یعنی یہ لوگ باطل پر ہونے کے باوجود ثابت قدم ہیں اور تم برحق ہونے کے باوجود ہمت کے کم اور حوصلہ کے پست ہو۔

[3] تمھارا امیر حق کی تبلیغ کرتا ہے حق کی دعوت دیتا ہے قرآن وسنت نبوی کا راستہ دکھاتا ہے لیکن تم اس کی بات نہیں سنتے، بلکہ نافرمانی پر آمادہ ہو جاتے ہو ان کا امیر (معاویہ) باطل پر انھیں اکٹھا کرتا ہے اور غلط راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن وہ دل وجان سے اس کی اطاعت کرتے ہیں!

وَطَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ فِي الْبَاطِلِ وَبِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ إِلَىٰ صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ وَبِصَلَاحِهِمْ وَفَسَادِكُمْ فَلَوِ ائْتَمَنْتُ أَحَدَكُمْ عَلَىٰ قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ بِعِلَاقَتِهِ۔

وہ امانت کو اپنے سردار تک پہنچا دیتے ہیں، اور تم اس میں خیانت کرتے ہو وہ شہروں میں امن و امان سے رہتے ہیں اور تم فتنہ و فساد کرتے ہو۔[1] اگر میں تم میں سے کسی کو، ایک چوبی پیالہ کا امین بنا دوں تو ڈرتا رہوں گا، کہیں وہ اسے دستہ سمیت غائب نہ کر دے۔

اَللّٰهُمَّ ——

اے اللہ!

إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَمَلُّونِي، وَسَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْراً مِنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرّاً مِنِّي۔

میں ان سے دل برداشتہ ہوگیا ہوں، اور یہ مجھ سے دل برداشتہ ہو چکے ہیں، میں ان سے اُکتا گیا ہوں، یہ مجھ سے درماندہ ہو چکے ہیں۔ تو اب ان سے بہتر لوگ، مجھے عطا کر، اور مجھ سے بدتر سردار انھیں دے۔

اَللّٰهُمَّ مُثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ

اے اللہ!

ان کے دلوں کو اس طرح گھلا دے جس طرح پانی میں نمک گھلایا جاتا ہے —— !

اے لوگو!

أَمَا وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ ابْنِ غَنْمٍ۔

میرا دل چاہتا ہے کہ کاش (صرف) ایک ہزار سوار، تم سب کے بجائے قبیلۂ بنی فراس بن غنم کے مل جائیں۔ (بقول شاعر)

هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتِ أَتَاكَ مِنْهُمْ فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَمِيمِ

"وہاں اگر تو (اے ام زنباع) ان کو پکارے گی، تو تیرے پاس ان کے وہ سوار آئیں گے (جو سبک روی میں) موسم گرما کے بادلوں کی طرح ہیں۔"

(ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ)

یہ کہہ کر آپ منبر پر سے اُتر آئے!

اس خطبہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ رفیقان راہ کی گریز پائی، خود رائی، عافیت پسندی اور غفلت سے امیر المومنین کس درجہ دل برداشتہ اور ملول و غمگین ہو چکے تھے۔

---

[1] اصل چیز تنظیم حسن نظاہرہ اور جوش کار ہے، باطل کے پاس بھی اگر یہ چیز ہے تو وہ کامیاب ہے اور حق بھی اگر اس سے محروم ہے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان میں ہر شخص باطل پر ہونے کے باوجود اطاعت شعار ہے، خیر خواہ ہے، تم حق پر ہونے کے باوجود ان چیزوں سے محروم ہو پھر کامیابی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

یہ کیفیت اس لیے اور زیادہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ آپ حق پر ہیں، پھر بھی لوگ جہاد سے جی چراتے ہیں۔ آپ چاہتے تھے، جو جذبہ آپ کے سینہ میں موجزن ہے، وہی دوسروں کے سینہ میں بھی تڑپنے لگے ـــــ!

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف حضرت علیؑ کا خیمہ تھا، جہاں سادگی تھی، انصاف تھا، احتیاط تھی کسی کو بیت المال سے کچھ نہیں مل سکتا تھا، سوا اس کے کہ حق ہو، دوسری طرف دمشق کے دارالامارت میں من برسں رہا تھا، داد و دہش کا بازار گرم تھا۔ عیش و عشرت کی فراوانی تھی۔ تنعمات و تعیشات کی افراط تھی۔

اس فرق نے بھی حالات کو بہت زیادہ یاس کن بنا دیا تھا۔

یہاں تو صرف ایک بات تھی: یہ کہ حق رشوت نہیں دیتا، لالچ نہیں دیتا، کسی کو خریدنے کی کوشش نہیں کرتا اگر تم حق کو خوب سمجھتے ہو، تو پھر کوئی امید نہ رکھو، سوا اس کے کہ اگر خدا خوش ہُوا تو وہ تمھیں نوازے گا جو کچھ بھی چاہو، تم کو ملے گا، لیکن علی کے ہاتھ سے نہیں، خدا کے دربار سے اگر تم اس پر قانع ہو تو آؤ، تلوار میان سے نکالو اور میدان جنگ میں کو د پڑو، حق کے لیے جان دے دو، اور باطل سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک تمھارے ہاتھ کام دیں، جب تک تمھاری رگ و گلو میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہو ـــــ اور جو لوگ یہ نہیں کر سکتے وہ شوق سے جہاں چاہیں چلے جائیں، چنانچہ بہت سے لوگ یا خارجی ہو گئے یا معاویہ کے دامن دولت سے وابستہ ہو کر، کامرانی اور کامگاری کے مراحل تیزی اور سُرعت کے ساتھ طے کرنے لگے، انھیں یہ بات نہیں یاد رہی کہ انھوں نے کس بات پر امیرالمؤمنین کی بیعت کی تھی؟ اس لیے کہ اس کا تعلق "فردا" سے تھا۔ اور وہ "امروز" کے قائل تھے، لہٰذا انھوں نے فردا کو فراموش کر دیا اور امروز کا سودا کر لیا ـــــ اور اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سودا کیسا رہا؟

۲۶ ــــ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ــــ خطبہ

نہروان سے پہلے کچھ توضیحات

"یہ اس تقریر کے اقتباس ہیں جو جنگ نہروان سے پہلے امیرالمؤمنین ؑ نے کی تھی۔"

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّداً (صلی اللہ علیہ وآلہٖ) نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وَأَمِيناً عَلَى التَّنْزِيلِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ، وَفِي شَرِّ دَارٍ، مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ، وَحَيَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُونَ الْكَدِرَ، وَتَأْكُلُونَ الْجَشِبَ، وَتَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ، وَتَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ، الْأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ، وَالْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ۔

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا، اور اپنے احکام کا امین بنا کر مبعوث فرمایا، اس حالت میں کہ اے گروہ عرب تم بدترین دین پر، بدترین گھر میں، پتھریلی زمین اور خطرناک سانپوں میں اقامت گزین تھے۔ تم گندہ پانی پیتے اور خراب کھانے کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہانے میں لگے رہتے تھے، قطع رحم کیا کرتے تھے، اصنام تمھارے درمیان گڑے ہوئے تھے گناہوں سے تمھارا دامن آلودہ تھا۔

(اسی خطبہ کے دوران میں آپ نے وفات رسولؐ کے بعد جو واقعات رونما ہوئے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا)

وَمِنْهَا: فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ، وَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَى، وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجَى، وَصَبَرْتُ عَلَى أَخْذِ الْكَظَمِ، وَعَلَى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ۔

میں نے نظر اٹھا کر جو دیکھا، اپنے اہل بیت کے سوا کسی کو یار و مددگار نہ پایا، میں نے اسے پسند نہ کیا کہ انھیں موت کے حوالے کر دوں اور آنکھیں میں جو تنکا کھٹک رہا تھا اسکے لیے آنکھ بند کر لی، اور حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی پر پانی پی لیا، غصہ کو فرو کیا اور اندراین سے زیادہ تلخ تکلیفوں پر صبر سے کام لیا۔

(اسی خطبہ میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے عمرو بن العاص کی بیعت معاویہ کیطرف اشارہ فرمایا)

وَمِنْهَا: وَلَمْ يُبَايِعْ حَتَّى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَناً، فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ، وَخَزِيَتْ أَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ۔

عمرو بن العاص نے اس وقت تک معاویہ کی بیعت نہ کی، جب تک یہ شرط نہ کر لی کہ معاویہ اسے بیعت کی قیمت دے گا۔[1] پس (ایسی بیعت کرنے والے کا ہاتھ کامگار نہ ہو اور (ایسی) بیعت خریدنے والے کا عہد و پیمان رسوا ہو۔

(ساتھیو)

فَخُذُوا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا، وَأَعِدُّوا لَهَا عُدَّتَهَا، فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا، وَعَلَا سَنَاهَا، وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ، فَإِنَّهُ أَدْعَى إِلَى النَّصْرِ۔

جنگ کے ہتھیار سنبھال لو اور اس کا سامان تیار کر لو، کیونکہ آتش کارزار بھڑک اٹھی ہے اور اس کی آنچ بڑھ رہی ہے۔ صبر کو اپنا شعار بنا لو، کیونکہ فتح و نصرت کا بھی یہی سب سے بڑا وسیلہ ہے۔[2]

[1] مصر کی گورنری [2] یعنی حالات خواہ کیسے یاس انگیز اور افسردہ کن ہوں، لیکن راہ حق سے منہ نہ موڑو اور نتیجہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔

۲۷ ـــــ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ـــــ خطبہ

جہاد اور حالاتِ حاضرہ

" یہ خطبہ امیر المؤمنین کی آخر عمر کا ہے، اس میں اپنے صحابہ کو امیر معاویہ سے جہاد نہ کرنے پر سرزنش فرمائی ہے۔ "

أَمَّا بَعْدُ :-

فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللهُ الْخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ، وَهُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰى وَدِرْعُ اللهِ الْحَصِينَةُ وَجُنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ، فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَشَمِلَهُ الْبَلَاءُ، وَدُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءِ، وَضُرِبَ عَلٰى قَلْبِهِ بِالْإِسْهَابِ، وَأُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ الْجِهَادِ وَسِيمَ الْخَسْفَ وَمُنِعَ النَّصَفَ۔

أَلَا

وَإِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلٰى قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَيْلًا وَنَهَارًا وَسِرًّا وَإِعْلَانًا،

بعد از حمد خدا و درود۔

(اے لوگو!)

جہاد جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھول دیا ہے۔ یہ (جہاد) لباس تقویٰ ہے[1] حق تعالیٰ کی محکم زرہ، اور مضبوط سپر ہے۔[2] جو کوئی اس سے نفرت کرکے چھوڑ دیتا ہے تو خدائے بزرگ و برتر، اسے جامۂ ذلّت و خواری پہناتا، اور بلا میں مبتلا و پریشان اور بدنامی و رسوائی میں گرفتار کردیتا ہے۔ اس کے دل پر بے عقلی کے پردے ڈال دیے جائیں گے، اور جہاد نہ کرنے کے باعث راہ حق سے دور ہوجائے گا، اور راہ باطل پر چلنے لگے گا اور نکبت و بے چارگی میں مبتلا اور عدل و انصاف سے محروم ہوجائے گا۔[3]

آگاہ ہوجاؤ!

میں نے تم کو شب و روز، نہاں و آشکار، ان لوگوں سے جنگ اور قتال کی دعوت دی[4] اور کہا کہ قبل اس کے کہ یہ تم سے برسرِ پیکار ہوں، تم

---

۱ لباس تقویٰ، اہل حق کو باطل پسندوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے یعنی جس طرح آدمی لباس سے مضر سردی گرمی سے بچتا ہے اسی طرح اس لباس سے مخالفین اور دراندازوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ ۲ یہ ایسی زرہ اور سپر ہے جو باطل کے ہر حملہ کو ناکام بنا دیتی ہے۔

۳ ان غیر اسلامی افعال کے باعث، اس پر وہ لوگ مسلط ہو جائیں گے جو ستم گار ہوں گے، اس کے ساتھ کسی قسم کا رحم نہ کریں گے، اور اس کی زندگی اجیرن کردیں گے اور یہ اس کے اعمال بد کی قرار واقعی سزا ہوگی۔

۴ یعنی امیر معاویہ اور ان کی متابعت کرنے والوں سے۔

وَقُلْتُ لَكُمْ: اغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزُوكُمْ، فَوَاللهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا، فَتَوَاكَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ حَتّٰى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ وَمُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَوْطَانُ، وَهٰذَا أَخُو غَامِدٍ وَقَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْأَنْبَارَ - وَقَدْ قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ - وَأَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْأُخْرَى الْمُعَاهَدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَقُلْبَهَا وَقَلَائِدَهَا وَرِعَاثَهَا مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالْاِسْتِرْجَاعِ. وَالْاِسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَافِرِينَ - مَا نَالَ رَجُلاً مِنْهُمْ كَلْمٌ وَلَا أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ - فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِماً مَاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا أَسَفاً مَا كَانَ بِهِ مَلُوماً بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيراً - فَيَا عَجَباً عَجَباً! وَاللهِ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيَجْلِبُ الْهَمَّ، اِجْتِمَاعُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقُكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ، فَقُبْحاً لَكُمْ وَتَرَحاً! حِينَ صِرْتُمْ غَرَضاً يُرْمٰى، يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغِيرُونَ وَتُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُونَ - وَيُعْصَى اللهُ وَتَرْضَوْنَ - فَإِذَا

ان سے جنگ آزما ہو جاؤ، بخدا وہ لوگ جن سے ان کے گھروں کے اندر جنگ کی گئی، وہ ذلیل و مغلوب ہوئے، مگر تم ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، یہاں تک کہ تم پر چھاپے مارے گئے اور تمھارے ملک پر دوسروں نے قبضہ کر لیا، دیکھو! غامدی[1] کے سوار انبار[2] میں داخل ہوئے، اس نے (وہاں کے حاکم) حسان ابن حسان بکری کو قتل کر دیا۔ اور تمھارے سواروں کو انکی چھاؤنیوں سے نکال دیا، (بلکہ) مجھے تو یہاں تک خبر ملی ہے کہ اس کے لشکر کا کوئی سپاہی کسی مسلمان عورت کے گھر میں اور دوسرا ذمی[3] عورت کے یہاں گھس جاتا تھا اور اس کے پازیب، دست بند، گلوبند، بُندے اور گوشوارے چھین لیتا تھا اور وہ غریب سوائے گریہ و زاری کرنے اور لوگوں سے مدد طلب کرنے کے کچھ نہ کر سکتی تھی یہ لوگ (اس کارزار سے فارغ ہو کر) لوٹ کا مال لے کر واپس ہوئے۔ اس حالت میں کہ کسی کو خراش تک نہیں آئی، نہ کسی کا خون بہا!

یہ واقعہ سن کر، اگر کوئی مرد مسلمان، اس غم سے ہلاک ہو جائے تو اس پر تعجب نہیں کیا جا سکتا بلکہ میرے نزدیک یہی اس کے لیے سزاوار ہے۔

کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے یہ! بخدا دل بیٹھنے لگتا ہے۔ اور سینہ غم سے لبریز ہو جاتا ہے (جب یہ دیکھتا ہوں کہ) یہ لوگ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق سے متفرق ہو، تمھارا بُرا ہو، تم ہمیشہ ملول و اندوہگین رہو۔ کہ تم ایسا نشانہ بن چکے ہو جس پر تیروں کی بارش ہو رہی ہے تم پر چھاپے مارے جا رہے ہیں پھر بھی تم جواب نہیں دیتے، تم سے جنگ کی جا رہی ہے، لیکن تم نہیں لڑتے، خدا کی نافرمانی کی جا رہی ہے، اور تم اس پر راضی ہو، جب میں تم سے گرمی کے موسم میں ان پر حملے کے لیے کہتا ہوں تو گرمی کا عذر کرتے ہو، اور مہلت طلب کرتے ہو، جب موسم سرما

[1] مراد ہے سفیان ابن عوف، جو یمن کے قبیلۂ بنو غامد سے تھا، اسے معاویہ نے عراق پر چھاپہ مارنے کے لیے بھیجا تھا۔ شیخ محمد عبدہ

[2] انبار ــــ عراق کے قدیم شہروں میں سے ایک شہر، جو دریائے فرات کی مشرقی سمت پر واقع تھا۔

[3] ذمی اسے کہتے ہیں جو کافر ہو لیکن حکومت اسلامیہ کی پناہ میں ہو، یہ شخص اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے تمام شہری حقوق میں مسلمان کے برابر ہو جاتا ہے پھر اس پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کی جا سکتی، حضرت علیؑ ذمیوں کا بہت خیال فرماتے تھے اور انھیں کسی طرح تکلیف نہیں پہنچنے دیتے تھے۔

أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ الْحَرِّ
قُلْتُمْ هٰذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ
عَنَّا الْحَرُّ- وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ
فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هٰذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ
أَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ- كُلُّ هٰذَا فِرَارًا مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ
فَإِذَا كُنْتُمْ تَفِرُّونَ مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ فَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ السَّيْفِ
أَفَرُّ- يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ! حُلُومُ
الْأَطْفَالِ وَعُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ! لَوَدِدْتُ
أَنِّي لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ مَعْرِفَةً
وَاللّٰهِ جَرَّتْ نَدَمًا وَأَعْقَبَتْ سَدَمًا،
قَاتَلَكُمُ اللّٰهُ! لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحًا،
وَشَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظًا، وَجَرَّعْتُمُونِي
نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا- وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ
رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ حَتّٰى قَالَتْ
قُرَيْشٌ: "إِنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ
وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ"
لِلّٰهِ أَبُوهُمْ! وَهَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا
مِرَاسًا وَأَقْدَمُ فِيهَا مَقَامًا مِنِّي؟ لَقَدْ
نَهَضْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ، وَهَا أَنَا
ذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ، وَلٰكِنْ لَا رَأْيَ
لِمَنْ لَا يُطَاعُ-

میں تم سے جہاد کا تقاضا کرتا ہوں، تو تم سردی کی شکایت کرتے ہو، اور مہلت طلب کر لیتے ہو، یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم سردی اور گرمی سے ترساں ہو، اور جب تمھارا یہ حال ہے کہ تم سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو، تو خدا کی قسم۔ تلوار کے مقابلہ میں تو پہلے بھاگ کھڑے ہو گے۔

اے مرد نما انسانوں!

بچوں کی سمجھ، اور عورتوں کی عقل رکھنے والے لوگو، کاش میں نے تمھیں نہ دیکھا ہوتا، نہ پہچانا ہوتا، کیونکہ بخدا یہی وہ شناخت ہے جس نے مجھے شرمندہ کیا اور ندامت کے انجام کو میرے پیچھے لگا دیا۔

خدا تم سے سمجھے! ——— تم نے میرے دل کو ناسور بنا دیا ہے اور سینہ کو غم و غصہ سے بھر دیا ہے، تم نے ہر ہر سانس پر مجھے اندوہ و الم کے گھونٹ پلائے ہیں، میری رائے نہ مان کر، اور میری نافرمانی کر کے تم نے میری تدبیروں کو ناکام بنا دیا ہے۔

(تمھاری ان حرکتوں کے باعث یہ نوبت پہنچی کہ اب) قریش کہنے لگے ہیں کہ "فرزند ابوطالب (ع) دلیر و شجاع تو ہے، لیکن فن جنگ سے ناواقف ہے۔"

خدا ان کے بزرگوں کا بھلا کرے۔ کیا ان میں کوئی بھی ایسا ہے، جو جنگ و پیکار کا مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتا ہو؟ اور اس راہ میں مجھ سے آگے قدم رکھتا ہو؟ میں تو میدان جنگ میں اس وقت اُترا تھا۔ جب میری عمر بیس سال کی بھی نہ تھی۔ اور اب تو میری عمر کا قافلہ، ساٹھ کی منزل سے آگے نکل چکا ہے![1]

لیکن جس کی پیروی نہ کی جائے اس کی کوئی رائے ہی نہیں ——— !

---

[1] بقول محمد عبدہ یہ خطبہ قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ کامل مبرّد میں بھی ہے۔ م ح

یہ خطبہ جہاں الفاظ و عبارت اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے، وہاں اسرار و حکم کے اعتبار سے بھی اپنا کوئی جواب نہیں رکھتا۔

عمر بھر جو ہستی، کفار سے جنگ کرتی رہی، جس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا جس نے بڑے بڑے لشکروں کو، بڑی بڑی فوجوں کو، بڑے بڑے سورماؤں کو آن کی آن میں شکست دی، جو اپنی نوعمری کے زمانہ سے کفن سر سے باندھ کر اور سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں اترا، اُسے اگر شکست دی تو اپنوں نے ـــــ اُن لوگوں نے جنھیں جاں نثاری کا دعوےٰ تھا، جنھیں فداکاری پر ناز تھا۔

یہ وہ لوگ تھے، جو آخر وقت تک ساتھ دینے کی بیعت کر چکے تھے، جنھوں نے پیمان باندھا تھا کہ امیر کی اطاعت کریں گے، اور راہ خدا میں اپنا سر کٹا دیں گے، لیکن جب وقت آیا کہ یہ میدان جنگ میں کو دیں تو موت کا ہراس ان پر غالب آگیا، یہ موسم کی نا ساعدت کی شکایت کرنے لگے، یہ لڑنے سے جی چرانے لگے، یہ جانبازی کے نام سے لرزنے کانپنے لگے! ـــــ ان کی ہمت نے جواب دیا، حوصلہ ٹوٹ گیا اور راہ خدا میں جاں نثاری کا ولولہ سرد پڑ گیا!

یہ خطبہ آخر عمر کا ہے، جب جوانی رختِ سفر باندھ چکی تھی، اور بڑھاپا ڈیرے ڈال چکا تھا، لیکن دیکھو تو شیرِ خدا کے تیوروں میں کوئی فرق نہیں ہے، اب بھی وہی دم خم ہے، وہی عزم و ہمت ہے وہی دبدبہ ہے وہی جوش و خروش ہے، وہی آن ہے، وہی شان ہے!

یہ خطبہ نہیں، دُکھی دل کی پکار ہے ـــــ!

غیروں اور دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھائی جا سکتی ہے، اور تلوار کو حکم بنا کر، معاملات و اختلافات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے لیکن خدارا بتاؤ جب اپنے دست و بازو دھوکہ دینے لگیں، جب اپنے اعضاء و جوارح ساتھ دینے سے انکار کر دیں، جب اپنی آنکھ نہ دیکھنے کا عہد کرے، اپنے کان نہ سننے کا پیمان باندھ لیں، اپنا دماغ، نہ سوچنے کا فیصلہ کر لے، تب کیا کیا جا سکتا ہے؟ ـــــ کوئی اس کی بھی تدبیر ہے؟

اس خطبہ کا ایک ایک لفظ پیکرِ درد و سوز ہے! ـــــ اس کا ایک ایک حرف فریاد ہے لیکن غیروں سے نہیں، اپنوں سے، دوستوں سے، ساتھیوں سے، رفیقوں سے ـــــ حیف کہ یہ فریاد رائگاں گئی، ساتھیوں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا ـــــ لیکن علی مرتضیٰؑ نے جہاں، اور بہت سے ستم سہے تھے، یہ داغ بھی سہہ لیا، اور جب تک اس دنیا سے رخصت نہ ہو گئے، اپنی ہمراہان سست گام سے عہد وفا نباہتے رہے، اور اپنی طرف سے کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونے دی، ان کا ساتھ دیا، بلکہ انھیں ہر آفت اور مصیبت میں خود سینہ سپر ہو کر بچایا!

خطبہ ۲۸ — ومن خطبة لهٗ عليه السّلام

دین اور دُنیا

أَمَّا بَعْدُ

فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ أَدْبَرَتْ وَ آذَنَتْ بِوَدَاعٍ، وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَأَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ، وَغَداً السِّبَاقُ، وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ. أَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِيئَتِهِ قَبْلَ مَنِيَّتِهِ؟ أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهِ؟

أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامِ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ! فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ وَلَمْ يَضْرُرْهُ أَجَلُهُ وَمَنْ قَصَّرَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهُ وَضَرَّهُ أَجَلُهُ.

اما بعد!

دنیا منہ موڑ چکی اور اپنے وداع کی اطلاع دے چکی[1] اور آخرت نزدیک و آشکارا ہو چکی۔

آگاہ ہو جاؤ ——— !

آج کا دن بدن کو چھریرا بنانے کا ہے اور کل کا دن، دوڑ کے لیے مقرر ہو چکا ہے[2] سامنے جنت ہے یا آخر کار دوزخ![3] کیا تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے توبہ کرلے؟ کیا کوئی ہے، جو اپنے روزِ بد سے پہلے اپنے لیے کچھ (نیک) کام کرلے؟

دیکھو!

آج تم امید اور آرزو کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہو جس کے پیچھے موت ہے جس نے عہدِ آرزو میں، موت کے آنے سے پیشتر نیک کام کر لیا۔ اُسے اس کے نیک عمل نے فائدہ پہنچا دیا۔ اس کی موت اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی[4] اور جس نے اپنے عہد آرزو میں موت کے آنے سے پہلے کوتاہی کی تو گویا اس کا عمل رائیگاں گیا، اس کی موت اُسے نقصان

---

[1] آذَنَتْ: اَعْلَمَتْ۔ بتلا چکی: اعلان کر چکی اس کے انقلابات ہی فنا کا اعلان ہیں۔ م ح

[2] اَلْمِضْمَارُ: وہ مقام یا زمانہ جب گھوڑے کو عمدہ قسم کا چارہ کھلا کر، سبک اور چھریرا بنایا جاتا ہے تاکہ دوڑ میں تیز رفتاری سے دوڑ سکے، مراد یہ کہ آج اگر گناہوں سے ہلکے رہو گے تو کل قیامت کے میدان میں خوب دوڑو گے۔

[3] یعنی جس نے جنت کا اپنے تئیں آج عمل کر کے مستحق بنا لیا، وہ کل جب دوزخ بد اعمال لوگوں کے لیے تیار ہو گی اس سے محفوظ رہے گا جو آج بوؤ گے وہی کل کاٹو گے۔ آج اگر اعمال صالحہ تمھارے ساتھ ہیں تو کل یہی تمھیں، آتش جہنم سے بچائیں گے۔

[4] اس لیے کہ اس کے اعمال صالحہ اس کی نجات کے ضامن ہوں گے، اور مرنے کے بعد اُسے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے گا اس لیے کہ وہ برائی سے پاک و صاف ہے۔

پہنچائے گی۔[1]

أَلَا فَاعْمَلُوا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ فِي الرَّهْبَةِ۔

دیکھو! راحت و غم کے زمانہ میں اس طرح عمل کرو جس طرح خوف و دہشت کے عالم میں آدمی کر گزرتا ہے۔

أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا، وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا!

ہاں سچ تو یہ ہے کہ!

میں نے نہ تو جنت کی سی کوئی نعمت دیکھی جس کے مشتاق اس طرح خواب غفلت میں غرق ہوں، اور نہ جہنم جیسا عذاب دیکھا جس سے بھاگنے والے، یوں خواب خرگوش میں مبتلا ہوں!

أَلَا وَإِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ الْبَاطِلُ، وَمَنْ لَا يَسْتَقِيمُ بِهِ الْهُدَى يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَى،

خبردار ------!

جسے حق نفع نہ پہنچائے گا، اُسے باطل، نقصان پہنچا کر رہے گا۔ اور ہدایت جس کی رہبری نہ کر سکے گی اُسے گمراہی کھینچ کر ہلاکت کی منزل تک پہنچا دے گی۔

أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ أُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَدُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ،

خبردار ------!

تمھیں کوچ کا حکم دیا جا چکا ہے اور زاد راہ کی طرف رہنمائی بھی کردی گئی ہے!

وَإِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ اِتِّبَاعُ الْهَوَى وَطُولُ الْأَمَلِ۔

مجھے تو تمھاری طرف سے دو چیزوں کی بہت فکر ہے ایک خواہش نفس کی پیروی، دوسرے امیدوں کی فراوانی!

فَتَزَوَّدُوا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُونَ بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَدًا۔

دنیا سے وہ توشہ اپنے ساتھ لے کر (منزل آخرت کی طرف کوچ کرو) جس سے کل قیامت کے دن، اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکو ------!

---

[1] اس لیے کردہ اپنے ساتھ اعمال صالحہ کا توشہ لے کر نہیں آیا، کوتاہیاں، نافرمانیاں، معصیت کاریاں اس کے ساتھ آئیں اور ان چیزوں کی جزا جہنم اور دوزخ کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟

خطبۂ مذکور پر جامع کتاب سیّد رضیؒ کا تبصرہ

———— میں کہتا ہوں، اگر کوئی کلام، لوگوں میں دنیا سے بے رغبتی پیدا کر سکتا ہے اور کارِ آخرت پر مجبور کر سکتا ہے تو وہ یہی کلام امام ہے ——! اور صرف یہی کلام آرزوؤں کے رشتے قطع کرنے اور وعظ و پند کے چقماق سے آگ روشن کرنے کے لیے کافی ہے!

اس کلام میں سب سے زیادہ عجیب، حضرت کا یہ قول ہے "ان الیوم المضمار وغدا السباق والسبقة الجنة والغایة النار" اس کلام میں لفظوں کی بلند آہنگی اور معنوی برتری کے علاوہ تمثیل و تشبیہہ کے مطابق واقعہ و نفس الامر کے علاوہ اس میں عجیب عجیب راز اور لطیف معنے بھی پنہاں ہیں۔ اور وہ امیر المؤمنین کا یہ قول ہے کہ السَّبَقَةُ الجَنَّةُ والغَایَةُ النَّار کے (سادہ سے) الفاظ میں وہ فرق عظیم ظاہر کر دیا، جو ان کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ جس طرح جنت کے لیے السبقۃ فرمایا، اُسی طرح جہنم کے لیے السبقۃ نہیں فرمایا، کیونکہ استباق، اس آگے بڑھنے کو کہتے ہیں جو کسی امر محبوب و مطلوب کے لیے ہو، اور یہ بات جنت کے لیے تو ہو سکتی ہے مگر جہنم کے لیے نہیں، جب ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ جہنم سے بچیں تو اس کے لیے السبقۃ کہنا بھی مناسب نہ تھا، لہٰذا اس کے لیے امیر المؤمنین نے غایۃ کا لفظ استعمال فرمایا، کیونکہ غایت (انجام کار) تک ہر شخص کو بہر حال پہنچنا پڑتا ہے، خواہ خوشی خوشی یا زبردستی ———— لہٰذا، ان دونوں الفاظ کی تعبیر پوری مطابقت رکھتی ہے۔

٢٩ — ومن خطبة له علیه السّلام — خطبہ:

تنبیہ

أَيُّهَا النَّاسُ!
الْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ كَلَامُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ، وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْأَعْدَاءَ! تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ: كَيْتَ وَكَيْتَ، فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ: حِيدِي حَيَادِ - مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ، وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ، أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلَ - دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُولِ. لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيلُ وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ أَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُونَ؟ وَمَعَ أَيِّ إِمَامٍ بَعْدِي تُقَاتِلُونَ؟

اے لوگو!
تمہارے جسم تو مجتمع ہیں، لیکن رائیں جدا جدا ہیں۔ تمہاری باتیں سخت پتھروں کو نرم کرتی، اور تمہارے کام (بے عملی) دشمنوں کو تمہارے لیے لالچ دلاتا ہے۔ (اپنی) مجلسوں میں بیٹھ کر تم چناں اور چنیں کرتے ہو، اور جب دشمن سے جنگ و پیکار کا وقت آتا ہے تو حیدی حیاد[1] کا نعرہ لگانے لگتے ہو۔ تمہیں پکارنے والے کی آواز کامیاب نہ ہوئی اور جس نے تمہارے لیے زحمت برداشت کی اور رنج سہا اُسے راحت اور آسائش نہ ملی۔ تمہارے بہانے عذر لنگ (اور گمراہیاں ہیں)، تم ٹال مٹول کرنے والے قرضدار کی طرح، لڑائی کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہو۔[2] سچی بات تو یہ ہے کہ ذلیل انسان ظلم و ستم کو روک نہیں سکتا۔[3] اور حق بغیر سعی و کوشش کے پایا نہیں جا سکتا۔ ذرا سوچو اپنا گھر چھن جانے کے بعد، کس کے گھر کی حفاظت کرو گے؟[4] اور میرے بعد کس امام کے پرچم تلے جہاد کرو گے؟[5]

---

[1] حیدی حیاد، اس کا مطلب یہ ہے کہ "جنگ ہم سے دور رہے"، یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب عرب دشمن سے تاب مقابلہ نہ لا کر میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

[2] یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو اگرچہ حیدری لشکر میں شریک تھے اور حق کے لیے جان دینے کا ہمہ وقت اعلان کرتے رہتے تھے، لیکن ان کے دل مر چکے تھے، حوصلے پست ہو چکے تھے۔ جنگ کے نام سے یہ کانپنے لگتے تھے، ان ہی کی حیلہ جوئیوں اور غفلتوں پر امیر المومنین نے سرزنش فرمائی ہے۔

[3] جو لوگ اپنے مزاج، طبیعت اور ذہنیت کے اعتبار سے پست و دنی بن چکے ہیں، وہ اس ظلم و ستم کو بھی نہیں روک سکتے جو خود ان پر کیا جائے، پھر بھلا یہ دوسرے مظلوموں کی کیا اعانت کر سکیں گے۔

[4] جب تمہاری سستی اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ تم خود اپنے ہی گھر کی حفاظت نہیں کر سکتے اور دشمن اس پر قابض اور متصرف ہوتا جا رہا ہے تو بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ تم کسی دوسرے (مظلوم) کے گھر کی حفاظت کر سکو اور اسے دشمن کی دراز دستیوں سے محفوظ رکھ سکو گے۔

[5] تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی، یہ تسلیم کیا کہ میں حق پر ہوں، اب بھی تم یہ نہیں کہتے، اور کہہ نہیں سکتے کہ میں حق پر نہیں ہوں، تم نے عہد کیا تھا کہ تم میرے پہلو بہ پہلو راہ حق میں جہاد کرو گے لیکن یہ عہد تم نے عملی طور پر توڑ دیا، تو جب تم میرے ساتھ کہ قرآن ناطق ہوں جہاد نہ کر سکے۔ پھر کس کے ساتھ کرو گے۔

اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰهِ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰهِ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ وَمَنْ رَمٰى بِكُمْ فَقَدْ رَمٰى بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ۔

خدا کی قسم!

جو تمھارا فریب خوردہ ہے، وہ بڑے گھاٹے میں ہے اور تمھاری کمک سے کامیاب ہُوا، اس نے جُوئے کے خالی لیے انعام تیر سے کھیل جیتا۔ اور جس نے تمھارے سہارے تیر چلائے اس نے گویا سوفار زوک تیر شکستہ تیر سے نشانہ اڑایا[1]

أَصْبَحْتُ وَاللّٰهِ لَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ وَلَآ أَطْمَعُ فِي نَصْرِكُمْ۔ وَلَا أُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ، مَا بَالُكُمْ؟

بخدا ——— اب میری حالت یہ ہے کہ نہ تمھاری کسی بات پر اعتماد کر سکتا ہوں، نہ تمھاری کمک اور مدد کی خواہش کر سکتا ہوں، اور نہ دشمن کو تم سے ڈرا سکتا ہوں[2] تمھارا کیا حال ہو گیا ہے؟

مَا دَوَاؤُكُمْ مَا طِبُّكُمْ أَلْقَوْمُ رِجَالٌ أَمْثَالُكُمْ، أَقَوْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ؟ وَغَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ؟ وَطَمَعًا فِي غَيْرِ حَقٍّ؟

تمھارے درد کی کوئی دوا نہیں، تمھارے مرض کا کوئی علاج نہیں! دشمن کے آدمی بھی تمھاری ہی طرح کے آدمی ہیں۔ تم ناسمجھی کی باتیں کرتے ہو، احتیاط اور خوف خدا سے بے پروا ہو کر غفلت میں سرشار ہو چکے ہو، اس چیز کا لالچ کرتے ہو جس کا استحقاق تم نے پیدا نہیں کیا ہے ——!

---

[1] یعنی تم پر اور تمھارے کاموں پر کسی حالت میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، نہ قول پر نہ فعل پر۔

[2] اس لیے کہ دشمن بھی تمھاری حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہے اُسے معلوم ہے کہ نہ تم میں عزم و حوصلہ ہے نہ تدبیر و فکر، ایسے بے حوصلہ لوگوں سے کوئی کیا ڈرے گا

۳۰ — ومن کلام لہ علیہ السّلام —

نوعیت خونِ عثمانؓ

"اس ٹکڑے میں حضرت نے اپنا، اور دوسروں کا موقف، نیز قتل کا نفسیاتی پس منظر بیان فرمایا ہے۔"

لَوْ أَمَرْتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلاً، أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِراً۔ غَيْرَ أَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ: خَذَلَهُ مَنْ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ وَمَنْ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ: نَصَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَأَنَا جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرَهُ:

اِسْتَأْثَرَ فَأَسَاءَ الْأَثَرَةَ وَجَزِعْتُمْ فَأَسَأْتُمُ الْجَزَعَ وَلِلّٰهِ حُكْمٌ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَأْثِرِ وَالْجَازِعِ۔

اگر میں قتل عثمانؓ کا حکم دیتا تو (بلاشبہ) میں قاتل ہوتا[1] یا اگر میں اس کام سے لوگوں کو باز رکھتا، تو پھر مددگاروں میں میرا شمار ہوتا، جس نے عثمانؓ کی یاوری کی وہ کب یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں جس نے مدد نہیں کی، اور اسی طرح جس نے عثمان کی مدد نہیں کی وہ کب یہ کہہ سکتا ہے کہ جس نے ان کی مدد کی وہ مجھ سے بہتر ہے؟ میں تمھارے سامنے، اس مسئلہ کے تمام پہلو رکھے دیتا ہوں[2]۔

عثمان نے خود رائی اختیار کی[3]۔ اور تم نے بے تابی اور بے صبری کا بُرا اظہار کیا[4]۔ اب معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہی ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا!

---

[1] امیر المؤمنین نے قتل عثمانؓ سے بریت کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر میرے حکم اور اجازت سے قاتلوں نے انھیں قتل کیا ہوتا، تو پھر قاتلوں کی تلاش و جستجو کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لیے کہ پھر تو میں خود ہی قاتل ہوتا، اور لوگ جانتے ہیں کہ واقعہ یہ نہیں ہے۔

[2] یعنی میں تمھارے سامنے وہ اسباب بیان کیے دیتا ہوں جو قتل عثمان کا اصل سبب بنے اور جن کے باعث یہ حادثہ ظہور پذیر ہو کر رہا تاکہ تمھیں اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔

[3] یعنی بہت سے معاملات اس طرح انجام دیئے جن سے لوگوں کو شکایت کا موقعہ ملا۔ اور چونکہ ان شکایات کی تلافی بھی نہ ہو سکی اور مخالفین مطمئن بھی نہ کیے جا سکے، لہٰذا نوبت یہاں تک پہنچی۔

[4] اگر عثمانؓ نے خود رائی سے کام لیا تھا تو تمھیں اتنی بیتابی اور بے صبری رفع شکایات کے سلسلہ میں ظاہر نہیں کرنی چاہیئے تھی، رفع شکایات کے بہت سے طریقے امن و امان کے ساتھ بھی ممکن تھے لیکن تم نے انھیں نظر انداز کیا!

۳۱ ——— ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

طلحہ و زبیر

"امیر المؤمنین نے حضرت زبیر بن العوام کو یاد دلایا ہے کہ بیعت کرنے کے بعد آمادۂ پیکار ہو جانا کہاں کا اصول ہے؟"

جنگ جمل سے پیشتر امیر المؤمنین نے عبداللہ بن عباس کو، اپنا قاصد بنا کر حضرت زبیر بن العوام کے پاس بھیجا تھا کہ انھیں دائرہ اطاعت میں پھر واپس لے آئیں، چنانچہ اس موقع پر ارشاد فرمایا:۔ (رضیؒ)

لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ فَإِنَّكَ إِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصاً قَرْنَهُ يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُولُ: هُوَ الذَّلُولُ۔

طلحہ سے ملاقات نہ کرنا، کیونکہ اگر طلحہ سے ملو گے تو محسوس کرو گے کہ بیل کی طرح سینگ[1] ٹیڑھے کیسے ہوئے ہے، سرکش اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اونٹ تو رام ہے[2]۔

وَلٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَةً، فَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَأَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا!

ہاں زبیر سے ملاقات کرنا، وہ نرم خو ہیں[3]۔ ان سے کہنا تمھارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ حجاز میں تو تم نے مجھے پہچانا[4] اور عراق میں ان جان[5] بن گئے۔ ظاہر شدہ حقیقت کے بعد رائے بدلنے کا کیا سبب؟

علامہ سید رضی کہتے ہیں فما عدا مما بدا جیسا بلیغ ترین جملہ سب سے پہلے جناب امیر المؤمنین ہی نے استعمال فرمایا ہے۔

---

[1] یعنی جس طرح بیل اپنے نوک دار سینگ سے ہر کسی کو چھیدنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح تم طلحہ کو فتنہ میں مبتلا پاؤ گے۔

[2] جو اپنی نادانی سے کارہائے دشوار کو آسان سمجھ لیتا ہے۔

[3] واقعات نے بھی امیر المؤمنین کے اس بیان کی تصدیق کر دی جب ایک دوسرے موقع پر امیر المؤمنین نے انھیں ایک حدیث نبوی یاد دلائی تو وہ جنگ جمل سے کنارہ کش ہو گئے، اس سے بڑھ کر ان کی سلامتی طبع اور نرم خوئی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

[4] امیر المؤمنین نے اس موقع پر اس خاندانی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپ کے اور حضرت زبیر کے مابین تھی، حضرت زبیر کی والدہ صفیہ ابوطالب کی بہن اور حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، اسی مناسبت سے آپ نے ماموں زاد بھائی کا رشتہ یاد دلایا۔

[5] یعنی حجاز میں تو تم نے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، مجھے خلیفہ برحق تسلیم کر لیا تھا خود ہی اصرار کر کے مجھے منصب خلافت قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ پھر عراق میں کس لیے تم آمادۂ جنگ ہو گئے۔

خطبہ: ۳۲ — ومن خطبة له علیه السلام —

ماحول اور افراد

"اس اقتباس سے اس زمانہ کے لوگوں کے احوال و مقامات، ذہنیت، اور اطوار و اعمال پر روشنی پڑتی ہے۔"

أَيُّهَا النَّاسُ!

إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ وَ زَمَنٍ كَنُودٍ، يُعَدُّ فِيهِ الْمُحْسِنُ مُسِيئاً وَ يَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوّاً، لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا وَ لَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا، وَ لَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتَّى تَحُلَّ بِنَا۔

اے لوگو!

ہم اس زمانہ میں ہیں کہ جس زمانہ کے لوگ ستم گار اور کفرانِ نعمت کرنے والے ہیں جس میں نیکوکار شخص، بدکردار شمار کیا جاتا ہے، ظالم اپنی نخوت میں بڑھتا جاتا ہے تو جو چیزیں ہمیں معلوم ہیں ان سے بہرہ یاب نہیں ہوتے۔ جن چیزوں سے (ہمارے زمانہ کے لوگ) ناواقف ہیں، انھیں جاننے والوں سے دریافت نہیں کرتے، جب تک کوئی مصیبت رونما نہیں ہوتی اس سے خائف نہیں ہوتے، (آج کل)

فَالنَّاسُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ:

مِنْهُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهِ وَ كَلَالَةُ حَدِّهِ، وَ نَضِيضُ وَفْرِهِ۔

وَ مِنْهُمُ الْمُصْلِتُ بِسَيْفِهِ، وَ الْمُعْلِنُ بِشَرِّهِ، وَ الْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَ رَجِلِهِ، قَدْ أَشْرَطَ نَفْسَهُ، وَ أَوْبَقَ دِينَهُ، لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهُ، أَوْ مِقْنَبٍ يَقُودُهُ، أَوْ مِنْبَرٍ يَفْرَعُهُ، وَ لَبِئْسَ الْمَتْجَرُ، أَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَناً، وَ مِمَّا لَكَ عِنْدَ اللهِ عِوَضاً۔

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ، وَ لَا يَطْلُبُ الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا، قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ، وَ قَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ، وَ شَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ،

چار طرح کے لوگ ملتے ہیں —!

(۱) وہ لوگ، کہ انھیں فتنہ و فساد سے جو چیز روکے ہوئے ہے، وہ ہے ان کی بے چارگی اور طاقت و سرمایے کی کمی۔

(۲) وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکال لی ہے۔ اپنا شر ظاہر کردیا ہے، اپنے سواروں اور پیادوں کو اکٹھا کرلیا ہے، اپنے نفس کو شرارت پر آمادہ کرلیا ہے اور اپنے دین کو برباد کرلیا ہے، صرف اسی دنیائے دوں کے لیے جسے وہ حاصل کررہے ہیں یا اس لشکر کے لیے جس کی سالاری کررہے ہیں۔ اسی کے لیے جس پر سربلند ہیں۔ لیکن یہ بہت بُرا سودا ہے کہ دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور (اپنے) اجر خداوندی کو، اس کا عوض قرار دے دو!

(۳) وہ لوگ، جو آخرت کے کام کرکے دنیا کے طلب گار ہیں، لیکن دنیا میں نیک کام کرکے آخرت کے طالب نہیں۔ انھوں نے اپنے جسم کو پست کردیا ہے، اپنے قدموں کو قریب رکھا، اپنے دامن کو سمیٹ لیا، امانت کے لیے اپنے نفس

وَزَخْرَفَ مِنْ نَفْسِهِ لِلْأَمَانَةِ، وَاتَّخَذَ سِتْرَ اللهِ ذَرِيعَةً إِلَى الْمَعْصِيَةِ. وَمِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُؤُولَةُ نَفْسِهِ وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ، فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَلَى حَالِهِ، فَتَحَلَّى بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ، وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ أَهْلِ الزَّهَادَةِ، وَلَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِي مَرَاحٍ وَلَا مَغْدًى.

وَبَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ أَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ، وَأَرَاقَ دُمُوعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ، فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ نَادٍّ، وَخَائِفٍ مَقْمُوعٍ، وَسَاكِتٍ مَكْعُومٍ، وَدَاعٍ مُخْلِصٍ، وَثَكْلَانَ مُوجَعٍ، قَدْ أَخْمَلَتْهُمُ التَّقِيَّةُ، وَشَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ، فَهُمْ فِي بَحْرٍ أُجَاجٍ، أَفْوَاهُهُمْ ضَامِزَةٌ، وَقُلُوبُهُمْ قَرِحَةٌ، قَدْ وَعَظُوا حَتَّى مَلُّوا، وَقُهِرُوا حَتَّى ذَلُّوا، وَقُتِلُوا حَتَّى قَلُّوا. فَلْتَكُنِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ، وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ. وَاتَّعِظُوا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَبْلَ أَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَارْفُضُوهَا ذَمِيمَةً، فَإِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ أَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ.

کو سنوار لیا، اور خدا کی پردہ پوشی کو اپنی معصیت اور زشت کاری کا ذریعہ قرار دیدیا۔

(۴) وہ لوگ جنھیں ان کی کمتری اور بے یار و مددگاری نے حکومت حاصل کرنے سے روک دیا ہے، اس حالت نے انھیں اپنی صورت حال کا پابند بنا دیا ہے تو انھوں نے اپنی بے عملی کو قناعت کا نام دے رکھا، اور زاہدوں کا لباس پہن لیا ہے۔ حالانکہ صبح ہو یا شام، انھیں اصحاب زہد و طاعت سے کوئی ربط و تعلق نہیں۔

اب رہے وہ لوگ جن کی نگاہوں کو قیامت کی یاد نے جھکا دیا ہے اور جن آنسوؤں کو خوف محشر نے رواں کر دیا ہے، تو ان میں سے بعض تو راندہ و شہر بدر ہیں، کچھ لوگ مظلوم و خائف، کوئی دہن بستہ اور خاموش بعض ان میں سے خلوص و ایمانداری کی بنا پر حق کی دعوت دیتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں کہ اندوہگیں اور رنجور ہیں، ظالموں کی دہشت نے انھیں گوشہ نشین کر دیا ہے، ذلت و خواری نے ان کا چاروں طرف سے احاطہ کر رکھا ہے، یہ لوگ ایک دریائے شور میں (اس طرح ہیں کہ) ان کے منہ بند اور دل زخمی ہیں، انھوں نے لوگوں کو پند و نصیحت کی یہاں تک کہ (دیے نتیجہ کام کرتے کرتے) دل تنگ ہو گئے، یہ اتنے دبائے گئے کہ مغلوب ہو گئے، اتنے قتل کیے گئے کہ کم ہو گئے۔ (لہٰذا) اس دنیا کی حیثیت تمھاری نگاہ میں قرظ (درخت سلم) کے بھوسے اور بھیڑ یا بکری کے قینچی سے تراشے ہوئے بالوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیے۔ ان سے عبرت حاصل کرو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، قبل اس کے کہ تمھارے بعد والے تم سے سبق لیں اور اس (دنیا) کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ دو، اس لیے کہ اس نے ان کا ساتھ بھی نہیں دیا جو تم سے (کہیں زیادہ) اس پر فریفتہ تھے۔

اس خطبہ کا علامہ جاحظ نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں بڑے شاندار الفاظ کے ساتھ ذکر کیا اور کہا ہے کہ جو لوگ اسے امیر معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پھر لکھا ہے۔

"یہ خطبہ صرف کلام علی مرتضیٰ ہی سے مشابہت رکھتا ہے، لوگوں کو مختلف درجات میں منقسم کرنے، پھر ان کی بے بسی، بیچارگی اور ذلت و خوف و ہراس کی زندگی کا تجزیہ کرنے میں، وہی انداز صاف جھلک رہا ہے جو امیر المؤمنین کی خاص خصوصیت ہے۔"

امیر معاویہ سے اس خطبہ کے انتساب کے بارے میں جاحظ کہتا ہے "ہم نے معاویہ کو کب ایسے حال میں دیکھا کہ انھوں نے اصحاب زہد و ورع کی روش اختیار کی ہو، اور وہ عابدوں کے راستہ پر گامزن رہے ہوں؟" رضی

۳۳ —— ومن خطبة له علیه السّلام —— خطبہ:

علیؑ کا ماضی اور حال

"جنگ بصرہ ہونے والی ہے۔ حضرت بیٹھے کفش ٹانک رہے ہیں کہ تقریر زمانے کے لیے ممبر پر تشریف لے جاتے ہیں اور موجودہ حالات میں اپنی استقامت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔"

عِندَ خُرُوجِهِ لِقِتَالِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ،
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ:
دَخَلْتُ عَلَىٰ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)
بِذِي قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ، فَقَالَ لِي:
مَا قِيمَةُ هٰذَا النَّعْلِ؟
فَقُلْتُ:
لَا قِيمَةَ لَهَا،
فَقَالَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ):
وَاللّٰهِ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ إِلَّا أَنْ أُقِيمَ حَقًّا أَوْ أَدْفَعَ بَاطِلًا، ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ:

اہل بصرہ سے جنگ کرنے کے لیے جب امیرالمؤمنین (مدینہ سے) نکلے، تو مقام ذی قار میں عبداللہ بن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ اپنا جوتا گانٹھ رہے تھے۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ امیرالمؤمنین نے مجھ سے فرمایا،

"اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟"

میں نے عرض کیا:

"کچھ بھی نہیں!"

آپ نے فرمایا:

قسم خدا کی! یہ معمولی کفش میرے نزدیک تم لوگوں پر امارت وحکومت سے زیادہ محبوب ہے۔ بشرطیکہ میں حق کا قیام اور باطل کی سرکوبی کا فریضہ انجام نہ دے لوں!"

پھر آپ باہر نکلے، اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً، فَسَاقَ النَّاسَ حَتَّىٰ بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ

خدائے بزرگ و برتر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا جب اہل عرب میں سے کوئی ایک شخص بھی نہ تو کتاب خواں تھا، نہ نبوت کا مدعی، آنحضرتؐ نے ان کی رہنمائی فرمائی، یہاں تک کہ انھیں ان کے مقام پر پہنچا دیا، اور ان کی جو منزل تھی وہاں انھیں[1] لگا دیا پس ان کے نیزے سیدھے ہو گئے اور ان کے پتھر (دل) آرام پا گئے[2]

---

[1] یعنی اب تک یہ نظم حیات اور استوار زندگی سے بے بہرہ تھے، لیکن اب یہ نظم وضبط کے خوگر ہو گئے اور ان میں تنظیم پیدا ہو گئی۔

[2] مطلب یہ کہ ان کی طبیعت راہ پر آگئی، ان کی بدخوئی جاتی رہی۔ ان کی جبلت، طینت اور طبیعت میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا اور آدمیت پیدا ہو گئی۔

فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَ اطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ۔ أَمَا وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَفِي سَاقَتِهَا حَتَّى وَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ۔ وَ إِنَّ مَسِيرِي هَذَا لِمِثْلِهَا، فَلَأَنْقُبَنَّ الْبَاطِلَ حَتَّى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهِ۔

ہاں بخدا !
جہالت اور گمراہی کو راستے سے ہٹانے والے (اور راہ ہدایت و راستی پر لانے والے) لوگوں میں میں بھی تھا، یہاں تک کہ وہ بالکل راستہ سے ہٹ گئی۔[۱] نہ میں کسی سے عاجز ہوا، نہ خوف زدہ ہوا۔ اور میرا یہ سفر[۲] ویسا ہی ہے (جیسا عہد رسالت میں ہوا کرتا تھا) بلا شبہ میں باطل کو شگافتہ کر دوں گا تاکہ حق اس کے پہلو سے ہویدا ہو جائے۔[۳]

مَالِي وَلِقُرَيْشٍ؟ وَاللهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِينَ وَلَأُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُونِينَ وَ إِنِّي لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ۔

مجھے قریش سے کیا مطلب ہے؟[۴]
خدا کی قسم، میں ان سے اس وقت لڑا جب یہ کافر تھے اور اب بھی ان سے ضرور جنگ کروں گا، جب کہ یہ فتنہ اور سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔[۵] میں جس طرح (عہد رسالت میں) ان کا ساتھی تھا، اسی طرح اب بھی ہوں! — (نہ پہلے میری استقامت و شجاعت میں کوئی فرق آیا، نہ اب آسکتا ہے)

شرح ابن ابی الحدید اور دوسرے ایرانی نسخوں میں اس خطبے میں یہ اضافہ ہے:-

وَاللهِ مَا تَنْقِمُ مِنَّا قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّ اللهَ اخْتَارَنَا عَلَيْهِمْ فَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي حَيِّزِنَا، فَكَانُوا كَمَا قَالَ الْأَوَّلُ:

أَدَمْتَ لَعَمْرِي شُرْبَكَ الْمَحْضَ صَابِحًا
وَأَكْلَكَ بِالزُّبْدِ الْمُقَشَّرَةَ الْبُجْرَا
وَنَحْنُ وَهَبْنَاكَ الْعَلَاءَ وَلَمْ تَكُنْ
عَلِيًّا، وَحُطْنَا حَوْلَكَ الْجُرْدَ وَالسُّمْرَا

خدا کی قسم! قریش ہم سے صرف اس لیے انتقام لیتے ہیں کہ خدا نے ہمیں ان پر برتری دی، مگر ہم نے انھیں اپنے درجے میں لے لیا۔ ان کی تو وہ مثل ہے کہ بقول شاعر:

اپنی جان کی قسم! میں نے تجھے ہمیشہ خالص و تند صبوحی دی اور خالص اور عمدہ چیزیں کھلائیں، ہم نے تجھے بلندیاں دیں حالانکہ تو سربلند نہ تھا کیونکہ ہم نے تیرے گرد چھریرے بدن کے گھوڑے اور گندم گوں نیزوں کا گھیرا ڈال دیا۔[۶]

---

[۱] اور حق و صداقت کا بول بالا ہو گیا، راستی غالب آگئی، اور باطل غائب ہو گیا۔ جن لوگوں نے اطاعت سے منہ موڑا، ان سے میں نے جنگ کی اور راہ راست پر لیا۔

[۲] یہ سفر آپ نے جنگ کے لیے کیا تھا۔ جنگ جمل — اس لیے کہ جنگ آپ پر مسلط کر دی گئی تھی، حالات کا تقاضا اب یہی رہ گیا تھا کہ اگر جنگ ناگزیر ہو گئی ہے تو اسے گوارا کیا جائے

[۳] عہد نبوی میں بھی، جب بھی میں لڑا، تو حق و راستی کے لیے، اب بھی میری جنگ، و پیکار کا مقصد حق کے سوا کچھ نہیں۔

[۴] یعنی میری اور قریش کی دشمنی کا سبب کیا ہے؟ وہ کیوں میرے درپئے آزار ہیں؟

[۵] ہر اس شخص سے نبرد آزما ہونا میرا شعار ہے، جو باطل کا دوست ہو اور حق سے پرخاش رکھے اس حقیقت کو قریش خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

[۶] مطلب یہ ہے کہ ان کے اس جذبہ انتقام کے بدلے میں نے اپنا موقف حق آموزی اور بصیرت پاشی نہ چھوڑی۔ م۔ ح

۳۴ ـــــ ومن خطبة له علیه السّلام ـــــ خطبہ:

غفلت سرشت ساتھی

شامیوں پر حملے کے لیے للکار۔ علامہ رضی رح

أُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ!
أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ
عِوَضاً؟ وَ بِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفاً؟
إِذَا دَعَوْتُكُمْ إِلَى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ
دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِي غَمْرَةٍ
وَمِنَ الذُّهُولِ فِي سَكْرَةٍ، يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ
حَوَارِي فَتَعْمَهُونَ ـ فَكَأَنَّ قُلُوبَكُمْ مَأْلُوسَةٌ
فَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُونَ ـ مَا أَنْتُمْ لِي بِثِقَةٍ
سَجِيسَ اللَّيَالِي، وَمَا أَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُمْ
وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُفْتَقَرُ إِلَيْكُمْ مَا أَنْتُمْ
إِلَّا كَإِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا ـ فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ
انْتَشَرَتْ مِنْ آخَرَ ـ لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللَّهِ سُعْرُ نَارِ
الْحَرْبِ ـ أَنْتُمْ تُكَادُونَ وَلَا تَكِيدُونَ وَتُنْتَقَصُ
أَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُونَ ـ
لَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَأَنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ سَاهُونَ
غُلِبَ وَاللَّهِ الْمُتَخَاذِلُونَ ـ وَايْمُ اللَّهِ إِنِّي
لَأَظُنُّ بِكُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ
قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّأْسِ ـ

افسوس ہے تمھیں ملامت کرتے کرتے تھک گیا! کیا تم دنیا کی (ناپائیدار) زندگی کو، آخرت کا عوض اور ذلّت و رسوائی کو عزت کا بدل بنانے کے لیے تیار ہو؟

میں تمھیں جب تمھارے دشمنوں سے جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہوں، تو تمھاری آنکھیں اس طرح گردش کرنے لگتی ہیں گویا سختی مرگ اور تکلیف نزع میں مبتلا ہو، میری کسی بات کو تم گرہ میں نہیں باندھتے، اسی لیے تم حیران و حواس باختہ ہو۔ گویا تمھاری عقل جاتی رہی ہے، اور دیوانے ہو گئے ہو! اب تم قیامت[1] تک میرے لیے نہ قابل اعتماد رہے، نہ ایسا سہارا جس سے ٹیک لگائی جائے، نہ عزت کے مددگار کہ تم سے کسی کو نیازمندی ہو، تمھاری مثال تو اب ان اونٹوں کی سی ہے جن کے ساربان گم ہو گئے ہوں، اور جب انھیں ایک طرف سے اکٹھا جائے تو وہ دوسری طرف منتشر اور پراگندہ ہو جائیں۔

خدا کی قسم تم لڑائی کی آگ کا بہت ہی بڑا ایندھن ہو، تمھارے ساتھ فریب کیا جاتا ہے، اور تم اس کا جواب بھی نہیں دے پاتے، تمھارے شہروں پر (دوسروں کا) تصرّف ہوتا جاتا ہے اور تم خشمگیں نہیں ہوتے۔

دشمن کو تمھاری فکر میں نیند نہیں آتی اور تم ہو کہ خواب خرگوش میں مبتلا ہو۔

خدا کی قسم، ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑنے والے ضرور مغلوب ہوتے ہیں، خدا کی قسم، مجھے یقین ہے کہ اگر جنگ نے شدت اختیار کی اور آتش مرگ و قتل بھڑک اٹھی تو تم ابوطالب کے بیٹے کا ساتھ چھوڑ کر اس سے اس طرح جدا ہو

[1] سجیس اللیالی : ہمیشہ۔ قیامت تک۔

وَاللّٰهِ إِنَّ امْرَأً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِهِ يَعْرُقُ لَحْمَهُ - وَيَهْشِمُ عَظْمَهُ ، وَيَفْرِي جِلْدَهُ لَعَظِيمٌ عَجْزُهُ ضَعِيفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ !

أَنْتَ تَكُنْ ذَاكَ إِنْ شِئْتَ فَأَمَّا أَنَا .

فَوَاللّٰهِ دُونَ أَنْ أُعْطِيَ ذٰلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ ، وَتَطِيحُ السَّوَاعِدُ وَالْأَقْدَامُ ، وَيَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا يَشَاءُ -

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقًّا ، وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ : فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ وَتَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ وَتَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا ، وَتَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا -

وَأَمَّا حَقِّي عَلَيْكُمْ فَالْوَفَاءُ بِالْبَيْعَةِ وَالنَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيبِ ، وَالْإِجَابَةُ حِينَ أَدْعُوكُمْ وَالطَّاعَةُ حِينَ آمُرُكُمْ -

جاؤ گے جیسے سر، تن سے جدا ہو جایا کرتا ہے [1]۔ جو شخص دشمن کو اس طرح اپنے اوپر مسلّط کرے کہ وہ گوشت کھرچ لے اور ہڈیاں توڑ دے، پوست کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے، اس کے عجز کی کوئی انتہا نہیں، اس کا وہ دل بہت کمزور ہے جس پر اس کے سینہ کی ہڈیاں قائم ہیں۔

تم اگر چاہتے ہو تو (شوق سے) ایسے عاجز و درماندہ بن جاؤ، باقی رہا میں تو قبل اس کے کہ دشمن کو اس طرح اپنے اوپر مسلّط کروں شمشیر آبدار کا ایسا (بھرپور) وار کروں گا کہ جس سے سر کی ہڈی کے ٹکڑے اُڑتے نظر آئیں، کلائیاں اور پاؤں کٹ کٹ کر گرتے دکھائی دیں، پھر اس کے بعد خدا جو چاہے گا۔ کرے گا!

اے لوگو!

میرا تم پر اور تمہارا مجھ پر حق ہے!

تمہارا حق مجھ پر یہ ہے کہ تمہیں نصیحت کروں، تمہارے مال غنیمت کو، مساوی طور پر تقسیم کر دوں، تمہیں تعلیم دوں تاکہ جہالت کے شکار نہ ہو، ادب سکھاؤں، تاکہ ناواقف نہ رہو ——— !

اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ بیعت کے عہد و پیمان کو پورا کرو، پنہاں و آشکار، اخلاص و دوستی کا ثبوت دو۔

جب میں تمہیں پکاروں تو (بے چوں و چرا) فوراً لبیک کہو اور جب تمہیں حکم دوں تو اس کی اطاعت و پیروی کرو!

[1] تشبیہ کتنی بدیع ہے، سر جب تن سے جدا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اور جسم کے مابین کبھی اتصال نہیں پیدا ہوتا، یہ انفصال قطعی اور آخری ہوتا ہے۔

۳۵۔ ــــ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام

پس منظر!

تحکیم کا واقعہ تاریخ اسلام کا بہت ہی دلدوز واقعہ ہے یہ سیاست کی صداقت پر باطل کی، حق پر بے اصولی کی اصول پر فتح ہے!
اس خطبہ کی روح سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک واقعہ تحکیم کی تاریخی تفصیل آپ کی خدمت میں نہ پیش کردی جائے۔
ہم اس جگہ صرف علامہ عبدہٗ کی درج کردہ تاریخی تفصیل اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں پھر خطبہ کا ترجمہ درج کرنے کے بعد، دوسری کتب تاریخ کا خلاصہ پیش کریں گے تاکہ صورت بالکل واضح ہو جائے!

علامہ شیخ محمد عبدہ حاشیہ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :۔

"لشکر معاویہ نے جب دیکھا کہ شکست سامنے کھڑی ہے اور فتح کی کوئی امید نہیں، تو نیزوں پر قرآن کریم کے نسخے (مصاحف) بلند کردئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ اختلاف کا فیصلہ اس قرآن پر چھوڑ دیا جائے، جیش علیؑ کے لوگوں نے جب نیزوں پر قرآن دیکھے، تو ان میں ایک جماعت اس پر مُصِر ہوگئی کہ جنگ ملتوی کردی جائے اور فیصلہ قرآن پر چھوڑ دیا جائے۔ ان لوگوں نے کہا ــــ "ہمیں قرآن کی طرف بلایا جارہا ہے اور ہم سب سے زیادہ اس کے حقدار ہیں کہ اس کا جواب دیں" ان لوگوں سے امیر المومنین نے کہا ــــ "یہ لوگ بظاہر بات تو سچی کہہ رہے ہیں لیکن اس سچی بات سے ان کی مراد باطل ہے، انھوں نے نیزوں پر قرآن اس لیے نہیں بلند کیے ہیں کہ واقعی یہ اس کے حکم کی طرف مراجعت کریں، یہ لوگ قرآن کو پہچانتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے، یہ صرف مکر ہے، دھوکا ہے، فریب ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے سر اور بازو مجھے دے دو، کہ حق اپنی منزل پر پہنچ رہا ہے، یہ لوگ جنگ ہار رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اس جنگ کا فیصلہ ہو جائے گا، لیکن ان لوگوں نے (جو بعد میں خارجی بن گئے) امیر المومنین کی اس بات سے سخت و شدید اختلافات کا اظہار کیا، آخر جنگ بند کردی گئی اور صلح کی باتیں ہونے لگیں۔ قرآن کے مطابق فیصلے پر بات آکر رک گئی۔ معاویہ نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو حکم نامزد کیا۔ امیر المومنین کے شورش انگیز ساتھیوں نے ابوموسےٰ اشعری کا نام تجویز کیا، لیکن امیر المومنین نے نامنظور کیا۔ پھر اشتر نخعی کا نام پیش کیا، لیکن انھوں نے اسے بھی نہیں مانا، آخر امیر المومنین نے چار و ناچار ابوموسےٰ اشعری کا نام منظور کر لیا۔

ابوموسیٰ، عمرو بن العاص کے بہکاوے میں آگئے (طے یہ ہوا کہ علی اور معاویہ دونوں معزول کردیے جائیں اور نئے خلیفہ کا انتخاب ہو، چنانچہ اس قرارداد کے مطابق) ابوموسیٰ نے اعلان کیا کہ میں علی اور معاویہ کو معزول کرتا ہوں، پھر عمرو بن العاص اٹھے، انھوں نے کہا، میں علی کو تو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ کو بحال کرتا ہوں ــــ!

ظاہر ہے، یہ فیصلہ قرآن کریم کے مطابق نہیں تھا لیکن اس سے جو مقصود تھا، وہ پورا ہو گیا یعنی جیش علیؑ میں افتراق پیدا ہو گیا، اور امیر معاویہ کی اس سے حوصلہ افزائی ہوئی اور پھر معاملات سلجھنے کے بجائے الجھتے ہی چلے گئے!

تحکیم کے بعد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَإِنْ أَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ۔

حمد و ثنا خدا ہی کے لیے ہے، خواہ زمانہ کیسے ہی (تکلیف دہ) حادثہ میں کیوں نہ مبتلا کر دے۔

وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَيْسَ مَعَهُ إِلٰهٌ غَيْرُهُ۔ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، اللہ ان پر اور ان کی آل پر رحمت نازل کرے۔

أَمَّا بَعْدُ:

امابعد!

فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَيْرَةَ وَتُعْقِبُ النَّدَامَةَ۔

تجربہ کار عالم اور شفیق ناصح کی نافرمانی ہمیشہ حیرانی اور سرگشتگی کا سبب ہوتی ہے، اور بالآخر کار ندامت و پشیمانی رونما ہوتی ہے!

وَقَدْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ أَمْرِي وَنَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَأْيِي، لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ أَمْرٌ۔

میں نے تمہیں اس تحکیم کے بارے میں، اپنے خیال سے واقف کر دیا تھا اپنی مخلصانہ رائے تمہارے سامنے پیش کر دی، اے کاش، قصیر کی رائے پر عمل کیا گیا ہوتا! [1]

[1] لو کان یطاع لقصیر امرٌ یہ ایک ضرب المثل ہے اسے عرب اس وقت استعمال کرتے ہیں جب لوگ ناصح کی (برمحل) نصیحت نہیں مانتے، واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جذیمۃ ابرش بادشاہ حیرہ نے عمرو بن ظرب بادشاہ جزیرہ سے جنگ کی اور اُسے قتل کر دیا، عمرو کے بعد اس کی بیٹی زباء تخت نشین ہوئی اور باپ کی جگہ حکومت کرنے لگی، تخت پر بیٹھتے ہی اُسے فکر دامنگیر ہوئی کہ باپ کے خون کا بدلہ لے اور جذیمہ سے لڑے لیکن اس کی بہن زبیبہ نے منع کیا، اب زباء سوچنے لگی کہ مکر و حیلہ سے کام لے اور خون پدر کا انتقام لے، آخر اس نے جذیمہ کو خط لکھا کہ میں عورت ہوں اور عورت کو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ تخت حکومت پر متمکن ہو، یہ کام اس کے شوہر ہی کو سزاوار ہو سکتا ہے اور میں آپ کے سوا کسی کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتی اور اگر یہاں لوگوں کی سرزنش کا خوف نہ ہوتا تو میں خود آپ کے پاس آتی، لہٰذا اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو بڑی کرم فرمائی ہوگی اور میں آپ کی بن جاؤں گی!

جب یہ خط جذیمہ کو ملا تو اس نے اپنے ارکان دولت سے اس باب میں مشورہ کیا، سب نے اس سفر کو تشویق کی نظر سے دیکھا لیکن قصیر ابن سعید کہ اس کی ایک کنیز کا بیٹا تھا بڑا باہوش اور صاحب تدبیر تھا، ہر معاملہ میں، وہ احتیاط اور دور بینی سے کام لیتا تھا اس نے اپنی فراست سے اندازہ کر لیا کہ یہ دعوت

باقی اگلے صفحہ پر

فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ حَتَّى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ. فَكُنْتُ أَنَا وَإِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ أَخُو هَوَازِن:

مگر تم نے تو جفا پیشہ مخالفوں اور عہد شکن معصیت گاروں کی طرح، میری بات (سننے) اور ماننے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ نصیحت گر کو خود اپنی نصیحت میں شبہ ہوا، اور چقماق نے اپنی آگ کو سامنے لانے میں کمی کی۔

پس میری اور تمھاری مثال (بالکل) ویسی ہی ہے جیسا کہ بنو ہوزان کے ایک شاعر نے کہا ہے:

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَى
فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

"میں نے مقام منعرج اللوی میں تمھیں اپنی رائے سے خبردار کیا تھا۔
لیکن دوسرے دن وقت چاشت سے پہلے تم پر اس کی حقیقت واضح نہ ہوئی۔"[1]

پچھلے صفحہ کا بقیہ: خالی از علت نہیں، غرور اس میں کوئی نہ کوئی چال پوشیدہ ہے چنانچہ اس نے احباب جذیمہ کی سختی کے ساتھ مخالفت کی اور اس سفر سے روکنے کی کوشش کی، لیکن جذیمہ نے اس کی باتوں کی کوئی پروا نہ کی۔ ایک ہزار سوار لے کر چل کھڑا ہوا، جب جزیرہ کے قریب پہنچا تو زباء کے لشکر نے استقبال کیا لیکن شاہی احترام ملحوظ خاطر نہ رکھا، قصیر نے صورت حال کا اندازہ لگا لیا اور پھر اپنے آقا جذیمہ کو منع کیا اور کہا مجھے مکر و حیلہ کی کارروائی صاف نظر آ رہی ہے، خدارا زباء کے قریب نہ جائیے، جذیمہ نے (جوش و اشتیاق زباء میں) پھر سنی کی ان سنی کر دی اور جزیرہ کے اندر داخل ہو گیا جیسے ہی قدم رکھا ہلاک کر دیا گیا۔ قصیر پکار اٹھا۔ کاش فقیر کی رائے پر عمل کیا ہوتا۔

چنانچہ اس موقع پر امیر المؤمنین کا مطلب یہ ہے کہ میں جو عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنائے جانے کے خلاف تھا اگر تم بھی ضد اور خودرائی سے کام نہ لیتے اور میری بات مانتے تو یوں پریشانی اور پشیمانی سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ (فیض الاسلام۔ طہران)

[1] یعنی درید ابن الصمہ۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ:-

درید کا بھائی عبداللہ، بنو بکر ابن ہوازن سے جنگ آزما ہوا، کامیاب ہونے کے بعد بہت سا مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا، واپسی میں ایک مقام منعرج اللوی میں ایک شب توقف کا ارادہ کیا، درید نے از راہ نصیحت اس سے کہا۔ "اس جگہ تھکن دور کرنے کے لیے پڑاؤ کرنا احتیاط اور دانشمندی سے بعید ہے ممکن ہے بنو ہوازن جمعیت اور کمک فراہم کر کے ناگاہ حملہ آور ہوں اور ہماری جیتی ہوئی بازی ہر جائے۔" عبداللہ کو اپنی کامیابی سے اتنا غرور پیدا ہو چکا تھا کہ اس نے اس نصیحت کو بے پروائی سے سنا، اور اسی جگہ پڑاؤ ڈال دیا، دوسری صبح ذرا دن چڑھے بنو ہوازن ایک بڑے جتھے کے ساتھ نمودار ہوئے اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کیا۔ اس معرکہ میں عبداللہ قتل ہو گیا اور درید بری طرح زخمی ہوا، چنانچہ اس حادثہ پر اس نے ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر امیر المؤمنین نے اپنے اس خطبہ میں ذکر فرمایا ہے جس سے امیر المؤمنین کی مراد یہ ہے کہ تم نے میری نصیحت پر کوئی توجہ نہ کی، میں تمھیں سمجھاتا رہا کہ معاویہ کا لشکر اب جنگ سے عاجز ہے، وہ شکست کھا چکا ہے، اب ان میں تاب مقاومت باقی نہیں رہ گئی ہے، لہٰذا حیلہ سے کام لے کر قرآن نیزوں پر اٹھا کر مجلس محاکمہ کی تشکیل کے درپے ہیں، تاکہ مہلت ملے اور اس مہلت سے وہ جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھا لیں، تم نے میری باتوں پر کان نہیں دھرے اور معاویہ و اصحاب معاویہ کے فریب گفتار میں آ کر حکومت حکمین پر راضی ہو گئے اور مجھ پر بھی زور دیا کہ اس (شر انگیز) تجویز کو قبول کر لوں، آخر اب تم پر یہ بات ہویدا ہوئی کہ میں سچ کہہ رہا تھا اور تم فریب میں مبتلا تھے۔

واقعۂ تحکیم کے بارے میں علامہ شیخ مفتی محمد عبدہ اور علامہ فیض الاسلام، سید علی نقی کی مختصر تصریحات کا ترجمہ میں خطبہ سے پہلے پیش کر چکا ہوں، اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تحکیم کے بارے میں ضروری اور اہم اور مستند حقائق بھی ہم اپنے پیش نظر رکھ لیں!

اگرچہ حضرت علیؑ کو یہ معلوم تھا کہ امیر معاویہ، آپ کی خلافت نہیں تسلیم کریں گے تاہم آپ نے اتمام حجت کے لیے ایک مرتبہ پھر صلح کی دعوت دی، اور جریر بن عبداللہ کو قاصد بنا کر بھیجا، خط کا مضمون یہ تھا:

"جن لوگوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، انھوں نے میری بیعت (بھی) کر لی ہے، اس کے بعد کسی کے لیے چون و چرا کی گنجائش نہیں (بقول تمہارے) خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے (انہی نے شیخین کو بھی خلیفہ منتخب کیا تھا) ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت سے گریز کرے گا، اسے مجبور کیا جائے گا۔ مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو، عافیت و سلامتی اسی میں ہے۔ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ قاتلین عثمانؓ کو بہت آڑ بنا چکے بیعت کے بعد باقاعدہ مقدمہ پیش کرو، میں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔"

امیر معاویہ بیس بائیس برس سے شام کے والی تھے، اس طویل حکومت نے ان کے دل میں استقلال اور خود مختاری کی تمنا پیدا کر دی تھی۔ جس کے حصول کے لیے اس سے زیادہ بہتر موقع میسر نہیں آسکتا تھا، نیز حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؑ کی خلافت اور اموی اعمال کی برطرفی سے بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ چشمک پھر تازہ ہو گئی تھی، حضرت علی کے معزول کردہ تمام اموی عمال، امیر معاویہ کے گرد و پیش جمع ہو گئے تھے، بہت سے قبائل عرب جو اگرچہ اموی نہ تھے لیکن امیر معاویہ کی شاہانہ داد و دہش نے ان کو، ان کا طرفدار بنا دیا تھا، بعض صحابہ بھی، اپنے مقاصد کے لیے ان کے دست و بازو بن گئے تھے، حضرت عمرو بن العاص نے کہا، علی ابن ابی طالب کا معاملہ بے شک اہم ہے مسلمان کبھی تم کو ان کے برابر نہ سمجھیں گے، امیر معاویہ نے کہا، انھوں نے عثمانؓ کے قتل میں اعانت کی ہے، عمرو بن العاص نے کہا، کچھ بھی ہو لیکن تم کو ان کے مقابلہ میں سبقت اسلام اور قرابت نبوی کا شرف حاصل نہیں ہے اور میں خواہ مخواہ تمہاری کامیابی میں کیوں مدد کروں؟ معاویہ نے کہا آخر کیا چاہتے ہو؟ عمرو بن العاص بولے، مصر کی حکومت، معاویہ نے کہا، مصر بھی تو عراق سے کم نہیں ہے، عمرو بن العاص نے جواب دیا لیکن یہ مطالبہ اس وقت ہے جب ساری دنیائے اسلام تمہارے زیر نگیں ہو گی، عمرو بن العاص سارے عرب میں تدبر و سیاست میں یکتا تھے۔ اس لیے امیر معاویہ ہر قیمت پر ان کے تدبر سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، چنانچہ بڑے غور و فکر کے بعد ان سے مصر کی حکومت دینے کا تحریری وعدہ کر لیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ جو عرب کے نامور مدبروں میں سے تھے، اور پہلے حضرت علیؑ کی طرف مائل تھے، آپ سے دل برداشتہ ہو کر امیر معاویہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ عبیداللہ بن عمر جنھوں نے اپنے والد کے خون کے جوشِ انتقام میں، ایک پارسی نومسلم ہرمزان کو بے وجہ قتل کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا۔ حضرت علی کی مسند نشینی کے بعد، مقدمہ قائم ہونے کے خوف سے بھاگ کر امیر معاویہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ امیر معاویہ نے ایک اور نامور مدبر زیاد بن ابیہ کو جو حضرت علی کے حامیوں میں تھا اپنے ساتھ ملا لیا تھا، اکابر شام کی پہلے ہی سے ان کو تائید و حمایت حاصل تھی، عمرو بن العاص نے (مصر کے اطمینان کے بعد امیر معاویہ کو) مشورہ دیا کہ بغیر کسی معقول سبب اور بنیاد کے علی جیسے شخص کی مخالفت میں بڑے خطرات ہیں اس لیے پہلے عمائد شام کو اس کا یقین دلاؤ کہ عثمان کے قتل میں علی کی شرکت تھی، شام کے سب سے با اثر آدمی شرجیل بن سمط کندی ہیں،

پہلے ان کے دل میں یہ بات بٹھاؤ، پھر ان کے ذریعہ آسانی کے ساتھ اس کی اشاعت ہو جائے گی، چنانچہ امیر معاویہ نے اس تدبیر پر عمل کر کے شرحبیل کو یقین دلایا کہ عثمانؓ کی شہادت میں علیؓ کا ہاتھ بھی شامل تھا، شرحبیل کو اتنا یقین ہو گیا کہ انھوں نے امیر معاویہ سے کہا: "اگر تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم تم کو شام سے نکال دیں گے!" امیر معاویہ نے جواب دیا، مَیں تو آپ کا متبع ہوں، آپ کی مخالفت کیوں کرنے لگا۔

شرحبیل کو ہم خیال بنانے کے بعد امیر معاویہ نے ان سے کہا یہ مسئلہ آپ کے ہموار کیے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ آپ شام کا دورہ کر کے اس کی تبلیغ کیجیے، چنانچہ شرحبیل نے شام کے تمام شہروں کا دورہ کر کے وہاں کے عمائد و اعیان سے کہا کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کر کے پورے ملک پر قبضہ کر لیا ہے، صرف تمھارا ملک باقی رہ گیا ہے، وہ شمشیر بکف یہاں بھی آئیں گے، معاویہ سے زیادہ ان کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں ہے اس لیے خلیفۂ مظلوم کے قصاص میں انؓ کا ساتھ دو۔ شرحبیل کے اس دورہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام کا پورا ملک علیؓ کے مقابلہ کے لیے معاویہ کے ساتھ ہو گیا۔[۱]

دوسری طرف حضرت عثمانؓ کے خون آلود پیراہن اور آپ کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی دھجن کو امیر معاویہ نے جامع دمشق میں آویزاں کرا دیا تھا، نمائش برابر جاری رہی، حضرت علیؓ کے خلاف شامی فوجوں کے جذبات بھڑکانے کے لیے انھیں دمشق طلب کیا گیا، یہ منظر ایسا دردانگیز تھا کہ اسے دیکھ کر کوئی مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ فوج سے لے کر امراء تک سب کے جذبات بھڑک اٹھے تھے، اور اہلِ شام نے قسم کھائی کہ جب تک خلیفۂ مظلوم کے خون کا بدلہ نہ لیں گے اس وقت تک نہ بستر پر سوئیں گے اور نہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے۔[۲]

امیر معاویہ نے حضرت علی کے قاصد، جریر بن عبداللہ بجلی کو اس وقت تک روکے رکھا تھا، یہ حالات مشاہدہ کرانے کے بعد انھیں واپس کیا، انھوں نے جا کر بیان کیا کہ سارا شام معاویہ کے ساتھ ہے، وہ لوگ عثمان کے پیراہن پر روتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے، اور یہ عہد کیا ہے کہ یا اپنی جان دے دیں گے یا جان لے کر رہیں گے۔[۳]

(آخر) حضرت علیؓ کو مجبور ہو کر قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھنا پڑا، انھوں نے (معاویہ کے علاوہ) عمرو بن العاص کو بھی لکھا:

"دنیا کی حرص چھوڑ کر اپنے طرزِ عمل سے باز آ جاؤ۔ معاویہ کی غلط روی میں ان کا ساتھ دے کر اپنے اعمال برباد نہ کرو۔[۴] لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ امیر معاویہ اپنی ضد پر اڑے رہے، اس لئے چار و ناچار حضرت علی کو مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا۔ اور آپ حضرت ابو مسعود انصاری کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر ذی الحجہ ۳۶ھ میں اسی ہزار فوج کے ساتھ شام کی طرف بڑھے، اس فوج میں عام مسلمانوں کے علاوہ ستر بدری صحابہ، سات سو بیعت رضوان کے جاں نثار، اور چار سو عام مہاجرین و انصار صحابہ تھے۔[۵]

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۷۰ [۲] طبری جلد ۶ [۳] طبری جلد ۶ [۴] اخبار الطوال صفحہ ۱۷۳-۱۷۴ یہ حالات کسی قدر تفصیل سے ہیں۔ ہم نے خلاصہ لکھا ہے۔ [۵] یعقوبی ج ۲ صفحہ ۲۱۸۔

امیر معاویہ پہلے سے جنگ کے لیے نکل چکے تھے، انھوں نے آگے بڑھکر صفین کے میدان میں فرات کے ساحل پر فوجیں اتار دیں اور تمام مناسب اور اہم جگہوں پر قبضہ کرکے مورچہ قائم کردیا، اور ابوالاعور کو دس ہزار فوج کے ساتھ فرات کے چشمہ پر متعین کردیا کہ عراقی (علوی) فوجیں پانی تک نہ پہنچنے پائیں۔

حضرت علیؓ نے پہلے زبانی پیام بھیجا کہ پانی کی بندش مناسب نہیں ہے، لیکن شامی (جیش معاویہ) پانی دینے پر رضامند نہ ہوئے (آخر) حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ شامی فوج کا مقابلہ کرکے گھاٹ پر قبضہ کرلیا جائے، چنانچہ عراقی فوج کا ایک دستہ چشمہ پر پہنچا، یہ لوگ جیسے ہی قریب پہنچے، ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی ابوالاعور نے دیر تک مقابلہ کیا، عمرو بن العاص نے بھی اپنی کمک سے تقویت دی، آخر شامی دستے کے پاؤں اکھڑ گئے اور گھاٹ پر تشنہ کاموں کا قبضہ ہوگیا اب جو وقت امیرالمومنین کی فوج کو ہوئی تھی وہی امیر معاویہؓ کو پیش آئی لیکن جناب مرتضٰیؓ کی حمیت انسانی نے کسی کو تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا اور شامی فوج کو پانی لینے کی اجازت دے دی[1]۔

جمادی الاول ۳۷ھ سے باقاعدہ جنگ چھڑ گئی جس کا سلسلہ آخر جمادی الثانی تک جاری رہا، رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی جنگ روک دی گئی۔

صفر ۳۷ھ سے فریقین پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اُتر آئے اور خون ریز جنگ شروع ہوگئی جس کا سلسلہ کئی مہینہ تک جاری رہا اس درمیان میں فریقین کے درمیان کم وبیش نوّے معرکے ہوئے، ان میں ۴۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی کام آئے[2]۔ حضرت علیؓ نے جنگ کی طوالت سے تنگ آکر، اپنی فوج کے سامنے نہایت پرجوش تقریر کی، فوج نے جوش وخروش کے ساتھ لبیک کہا اور اپنے حریف پر اس زور سے حملہ کیا کہ شامی فوج کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، حیدر کرار خود فوج کے آگے تھے اور اس جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ حریف کی صفیں چیرتے ہوئے امیر معاویہ کے مقصورہ تک پہنچ گئے، آپ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا ؎

اضربهم ولا ادری معاویه　　　الجاحظ العین العظیم الحاویه

قریب پہنچکر پکار کر کہا: "معاویہ خلقِ خدا کا خون کیوں گراتے ہو؟ آؤ ہم تم اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرلیں"۔

اس مبارزت پر عمرو بن العاص نے کہا: "بات انصاف کی ہے!"

امیر معاویہ: خوب! کیا انصاف ہے، تم جانتے ہو جو اس شخص کے مقابلہ میں جاتا ہے پھر زندہ نہیں بچتا۔

عمرو بن العاص: جو کچھ ہو، تاہم مقابلہ کے لیے نکلنا چاہیئے۔

امیر معاویہ: تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کرا کے میرے منصب پر قبضہ کرو!

امیر معاویہ کے اعراض پر عمرو بن العاص خود شیرِ خدا کے مقابلہ کے لیے نکلے، دیر تک دونوں میں تیغ وسناں کا ردّ وبدل ہوتا رہا۔ ایک دفعہ حضرت علی نے ایسا وار کیا کہ اس سے سلامت بچنا ناممکن تھا، عمرو بن العاص اس بدحواسی کے ساتھ گھوڑے سے گرے کہ بالکل

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۳۵۔ [2] ابوالفداء، ج اول ص ۱۷۵۔

برہنہ ہو گئے۔ فاتح خیبر نے اپنے حریف کو برہنہ دیکھ کر منہ پھیر لیا اور زندہ چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

لیلۃ الہریر کا آخری معرکہ بڑا خون ریز تھا۔ اس میں رات دن مسلسل جنگ ہوتی رہی، میدانِ جنگ میں کشتوں کے انبار لگ گئے ہر طرف خون کی ندیاں بہہ نکلیں، اس معرکہ میں شامی کمزور پڑ گئے حضرت علی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب شامی کوئی دم میں میدان چھوڑا چاہتے ہیں، اس لیے لیلۃ الہریر کی صبح کو اپنی فوج کے سامنے ایک پُرجوش تقریر کی اور کہا:

لوگو!——

" اب جنگ آخری حد کو پہنچ چکی ہے، تمھارا حریف آخری سانس لے رہا ہے اس لیے فیصلہ کُن جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ"!

امیر معاویہ کو بھی اپنی فوج کا اندازہ ہو چکا تھا، انھوں نے عمرو بن العاص سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا اب میں ایسی چال چلونگا کہ یا تو جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا، یا علی کی فوج میں پھوٹ پڑ جائے گی[1]

چنانچہ دوسری صبح شامی فوج ایک عجیب منظر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئی۔ آگے آگے دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر بندھا ہُوا تھا اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآن پاک تھا اس نے اُسے اپنے نیزے پر باندھ لیا تھا! حضرت علی کی طرف سے اشتر نخعی نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا، تو قلب سے نضل بن ادھم شریح الجذامی اور میسرہ سے زرقاء بن معمر (اصحاب علی) بڑھے اور چلّا کر کہا: " دیکھو یہ کتاب اللہ ہمارے تمھارے درمیان ہے "

اسی طرح ابو الاعور سلمی دیکھے (از سرداران معاویہ) اپنے سر پر کلام مجید رکھے ہوئے لشکرِ حیدری کے قریب آئے اور ببانگ بلند کہا:

" اے اہلِ عراق! یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمھارے درمیان حکم ہے"!

یہ تدبیر کارگر ہوئی، حضرت علی اور ان کی فوج کے بعض دوسرے عاقبت اندیش افسروں نے مخالفت کی، حضرت علی نے فرمایا:

" یہ محض فریب ہے"!

لیکن بڑی جماعت پر جادو چل گیا، اس نے کہا:

" شامیوں کو اسی کتاب (قرآن) کا پابند بنانے کے لیے تو ہم لڑ رہے ہیں اب جبکہ وہ خود ہمیں اس کی دعوت دیتے ہیں، تو ہم اس سے انکار نہیں کرسکتے"!

بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ:

" اگر آپ نے قرآن کو حکم ماننے سے انکار کیا تو ہم آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بھی عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں گے"[2]

حضرت علی نے جب دیکھا انکار کی صورت میں خود ان کی فوج میں پھوٹ پڑ رہی ہے تو چار و ناچار تحکیم کے لیے آمادہ ہو گئے اور جنگ رکو

---

[1] طبری ج ۶، و اخبار الطوال ص ۲۰۳ ۔ [2] طبری ج ۶

فتح کے قریب تھی) روک دی!

التوائے جنگ کے بعد طے پایا کہ دونوں فریق کی جانب سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے، یہ دونوں کتاب اللہ کی رو سے جو فیصلہ کریں وہ فریقین کے لیے واجب التسلیم ہو! ——— اس قرار داد کے بعد شامیوں نے عمرو بن العاص کو اپنا حکم بنایا، حضرت علی کی جماعت میں ان لوگوں نے جو تحکیم کی حمایت میں تھے اپنی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام پیش کیا، حضرت علی کو اس سے اختلاف تھا، آپ نے فرمایا: "مجھ کو ان پر اعتماد نہیں ہے۔" وہ ہماری مخالفت کر چکے ہیں، لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتے تھے۔ ان کے فہم و تدبر پر بھی ہمیں بھروسہ نہیں اس لیے ان کے بجائے ابن عباسؓ کو حکم بنایا جائے، لیکن جن لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری کا نام پیش کیا تھا۔ انھوں نے اعتراض کیا کہ وہ (ابن عباس) آپ کے خاص عزیز ہیں، حکم غیر متعلق شخص کو ہونا چاہیئے، حضرت علی نے فرمایا تو پھر اشتر نخعی کو بنایا جائے، اشعث ابن قیس (یکے از اصحاب علی) نے کہا ان ہی نے تو یہ آگ بھڑکائی ہے، حضرتِ علی نے جب دیکھا کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ بن جائے گا، تو فرمایا جس کو چاہو حکم بناؤ، مجھے بحث نہیں ——!

عمرو بن العاص امیر معاویہ کے ساتھ ہی تھے، ابوموسیٰ اشعری بلا کر لائے گئے، وہ بڑے سادہ دل بزرگ تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری کے آنے کے بعد تحکیم کا معاہدہ لکھا گیا، کتابت شروع ہوئی کہ حضرت علی کے نام کے ساتھ "امیر المومنین" لکھنے پر امیر معاویہ کو اعتراض ہوا کہ "اگر ہم انھیں امیر المومنین مانتے تو پھر ان سے جنگ کیوں کرتے؟ حضرت علی کے بعض حامیوں کو اس پر اصرار تھا، آپ نے فرمایا:

"خدا کی قسم یہ سنّتِ کبریٰ ہے، صلح حُدیبیہ ۶ھ میں "رسول اللہ" کے فقرے پر ایسا ہی اعتراض ہوا تھا۔ اس لیے جس طرح حضورِ انور ؐ نے اس کو اپنے دستِ مبارک سے مٹایا تھا، اسی طرح میں بھی اپنے ہاتھ سے مٹاتا ہوں!"

غرض معاہدہ لکھا گیا ——— خلاصہ یہ ہے:-

> "علی اور ان کی جماعت نے ابوموسیٰ اشعری کو اور معاویہ اور ان کی جماعت نے عمرو بن العاص کو حکم مقرر کیا ہے، یہ دونوں کسی فریق کی رو و رعایت کے بغیر امت کی خیر خواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ؐ کے مطابق جو فیصلہ کر دیں گے وہ فریقین کے لیے واجب التسلیم ہوگا، لیکن اگر یہ فیصلہ کتابِ اللہ اور سنتِ رسول اللہ ؐ کے خلاف ہو یا کسی فریق کی پاسداری پائی جائے تو اس کی پابندی ضروری نہیں ہے، اس وقت ہر فریق خود اپنا فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہوگا ——!"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ نے دومۃ الجندل کو، جو عراق اور شام کے وسط میں تھا بالاتفاق فیصلے کے لیے اجلاس کا مقام منتخب کیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ جو نہایت نکتہ رس اور معاملہ فہم بزرگ تھے، ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص سے علیحدہ علیحدہ

گفتگو کرکے ان کی رائے کا اندازہ کیا تو انھیں یقین ہوگیا، ان دونوں میں اتحادِ رائے ممکن نہیں، چنانچہ انھوں نے اس وقت علانیہ پیشین گوئی کی کہ "اس تحکیم کا نتیجہ خوش آئند نہ ہوگا!"

بہر حال دونوں حکموں کی مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی، عمرو بن العاص بڑے مدبر تھے، انھوں نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے ان کی غیر معمولی تعظیم و توقیر شروع کردی، تعریف و توصیف کے پُل باندھ دیے۔ اصل مسئلہ کے متعلق جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے:-

ابو موسیٰ اشعری: تم ایسی رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے خدا کی خوشنودی اور قوم کی بہبودی دونوں میسر آئیں؟

عمرو بن العاص: وہ کیا؟

ابو موسیٰ اشعری: عبداللہ ابن عمرؓ نے ان خانہ جنگیوں میں بالکل حصہ نہیں لیا ہے، ان کو منصبِ خلافت پر کیوں نہ متمکن کیا جائے؟

عمرو بن العاص: معاویہ میں کیا خرابی ہے؟

ابو موسیٰ اشعری: معاویہ نہ تو اس منصبِ جلیل کے لیے موزوں ہیں نہ ان کو کسی طرح کا استحقاق ہے، ہاں اگر تم مجھ سے اتفاق کرو تو فاروق کا عہد لوٹ آئے اور عبداللہ اپنے باپ کی یاد پھر تازہ کردیں؟

عمرو بن العاص: میرے لڑکے عبداللہ پر آپ کی نظرِ انتخاب کیوں نہیں پڑتی، اس کے علم و فضل اور شرف و مناقب سے آپ واقف ہیں؟

ابو موسیٰ اشعری: بیشک تمھارا لڑکا صاحبِ فضل و منقبت ہے، لیکن ان خانہ جنگیوں میں شریک کرکے تم نے اس کا دامن بھی داغدار کردیا ہے، برخلاف اس کے طیب ابن طیب عبداللہ بن عمر کا لباس تقویٰ ہر قسم کے دھبوں سے محفوظ ہے — آؤ انھی کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیں!

عمرو بن العاص: ابو موسیٰ۔ اس منصب کی صلاحیت صرف اسی شخص میں ہوسکتی ہے جس کی دو داڑھیں ہوں، ایک سے کھائے دوسرے سے کھلائے —!

ابو موسیٰ اشعری: تمھارا بُرا ہو کشت و خون کے بعد مسلمانوں نے ہمارا دامن پکڑا ہے، ہم ان کو پھر فتنہ و فساد میں مبتلا نہیں کریں گے۔

عمرو بن العاص: یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ عثمانؓ مظلوم شہید کیے گئے۔ ان کے بعد معاویہ ان کے گھر کے متولی اور قصاص کے دعویدار ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری: ہاں یہ صحیح ہے!

عمرو بن العاص: اگر لوگوں کو ان پر یہ اعتراض ہو کہ وہ قدامتِ اسلام کے شرف سے محروم ہیں تو اس کے جواب میں آپ کے پاس قرآن کی یہ دلیل موجود ہے کہ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا،

(جو شخص مظلوم قتل کیا گیا ہو، ہم نے اس کے ولی کو قصاص کا حق دیا ہے) اس کے علاوہ رسول اللہ صلعم کے صحابی اور ام المومنین ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری: ابن عاص! خدا سے ڈرو، اگر یہی شرف ہے اور استحقاق خلافت کے لیے، اس قسم کے شرف کافی ہوسکتے ہیں تو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سلاطین یمن کی اولاد میں ابرحہ بن صباح ہوتا جس کی حکومت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھی، یہ کوئی شرف نہیں ہے خلافت صاحب فضل اور اہل دین کا حق ہے، پھر شرف میں علیؓ اور معاویہ کا کیا مقابلہ؟ اگر میں سب سے افضل و اشرف قریشی کے حق میں فیصلہ کرنے والا ہوتا، تو علیؓ کے حق میں کرتا، تمھارا یہ کہنا کہ معاویہ قصاصِ عثمانؓ کے ولی ہیں، تو اس کا حق سب سے زیادہ عثمانؓ کے لڑکے عمرو کو ہے مگر میں مہاجرین اوّلین کے مقابلہ میں کسی طرح معاویہ کو خلیفہ نہیں بنا سکتا!

عمرو بن العاص: پھر آپ کی رائے کیا ہے؟

ابو موسیٰ اشعری: ہمارا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہ دونوں کو معزول کردیں اور مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کو پھر سے اختیار دیں کہ جسے چاہے منتخب کرے!"

عمرو بن العاص: مجھے بھی اس رائے سے اتفاق ہے[1]!

مذکورہ بالا قرار داد کے بعد جب دونوں جدا ہوئے، تو عبداللہ بن عباس نے، ابو موسیٰ کے پاس جاکر کہا۔ "خدا کی قسم یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان میں سبقت نہ کیجیے، وہ نہایت غدّار ہے، کیا عجب آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھے!"

ابو موسیٰ نے کہا: "ہم لوگ ایسی رائے پر متحد ہوئے ہیں کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں!"

دوسرے روز مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہوا حضرت ابو موسیٰ اشعری نے عمرو بن العاص سے فرمایا کہ وہ منبر پر چڑھ کر فیصلہ سنائیں انھوں نے عرض کیا:

"میں آپ پر سبقت نہیں کرسکتا، آپ فضل و منقبت میں، سن و سال میں غرض ہر حیثیت سے ہم سے افضل اور ہمارے بزرگ ہیں!"

حضرت ابو موسیٰ پر یہ جادو چل گیا، چنانچہ آپ بغیر پس و پیش کے کھڑے ہوگئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا:

"صاحبو! ہم نے علیؓ اور معاویہ دونوں کو معزول کیا اور پھر نئے سرے سے مجلس شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا وہ جس کو

---

[1] طبری۔

چاہے اپنا امیر بنالے"!

ابوموسیٰ اپنا فیصلہ سنا کر منبر سے اُتر آئے، تو عمرو بن العاص نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:

" لوگو! علیؑ کو جیسا کہ ابوموسیٰ نے معزول کیا ہے، میں بھی معزول کرتا ہوں، انھوں نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں، لیکن اپنے آدمی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں ---"

حضرت ابوموسیٰ بہت نیک دل اور سادہ دل بزرگ تھے اس خلاف بیانی سے ششدر رہ گئے اور چلّا کر کہنے لگے:

" یہ کیا بے ایمانی ہے، یہ کیا غدّاری ہے، سچ یہ ہے کہ تمھاری حالت بالکل اس کتے کی طرح ہے جس پر لادو جب بھی ہانپتا ہے اور چھوڑ دو جب بھی ہانپتا ہے (انّما مثلك كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث۔)

عمرو بن العاص نے کہا: "اور آپ پر چارپائے .... والی مثل صادق آتی ہے (مثلك كمثل الحمار يحمل اسفارا)

عمرو بن العاص کے بیان سے مجمع میں سخت برہمی پیدا ہوگئی۔ شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص کو کوڑے سے مارنا شروع کیا اس طرف سے ان کے ایک لڑکے نے شریح پر حملہ کر دیا، لیکن بات زیادہ بڑھنے نہ پائی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کرکے معاملہ رفت گزشت کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ کو اس قدر ندامت ہوئی کہ اسی وقت مکّہ روانہ ہوگئے اور تمام عمر گوشہ نشین رہے۔

یہ فیصلہ ایسا نامنصفانہ تھا کہ اسے کوئی حق پسند تسلیم نہیں کر سکتا تھا، اس لیے فیصلہ کے اعلان کے بعد حضرت علی نے امیر معاویہ سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں[۱]

اوپر جو تاریخی اور مستند تصریحات ہم نے پیش کی ہیں ان سے امیرالمومنین کے کردار وسیرت اور موقف کا، اور ان سے برسرِ پیکار رہنے والے حضرات کی ذہنیت اور موقف کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے، لہٰذا کسی مزید شرح وحاشیہ کی ضرورت نہیں، ایک ایک جزئیہ عبرت آموز حقائق کے ساتھ نظر کے سامنے ہے اور اس کی روشنی میں، ہر وہ بات جو دل میں کھٹکے۔ اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ نظر کے سامنے آسکتی ہے،

اب غور کیجیے، ان تفصیلات تاریخی کی روشنی میں، امیرالمومنین نے جو خطبہ دیا تھا، وہ کتنا حقیقت پر مبنی تھا۔

۱؎ تاریخ اسلام (مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ) حصہ اول ص۳۵ تا ص۳۴۳ وخلفائے راشدین مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ ص۲۶۸ تا ۳۱۲)

خوارج سے خطاب

فَأَنَا نَذِيرٌ لَكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَى بِأَثْنَاءِ هَذَا النَّهْرِ وَبِأَهْضَامِ هَذَا الْغَائِطِ، عَلَى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا سُلْطَانٍ مُبِينٍ مَعَكُمْ:

قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ۔

وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هَذِهِ الْحُكُومَةِ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْمُنَابِذِينَ، حَتَّى صَرَفْتُ رَأْيِي إِلَى هَوَاكُمْ وَأَنْتُمْ مَعَاشِرُ أَخِفَّاءُ الْهَامِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ وَلَمْ آتِ۔

"لَا أَبَا لَكُمْ" بُجْراً وَلَا أَرَدْتُ بِكُمْ ضُرّاً۔

میں تمھیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس نہر اور اس زمین پست و بلند کے مابین مقتول نظر آؤ اور اسی حالت میں کہ نہ تمھارے پاس پروردگار کی دی ہوئی کوئی دلیل و حجت ہو اور نہ کوئی واضح ثبوت حق۔

دنیا نے تمھیں حیران و سرگشتہ بنا دیا ہے اور تمھاری پستی نے تمھیں دشمن کے دام فریب میں اسیر کر دیا ہے۔

میں نے تو حکومت حکمین (تحکیم) کے ماننے سے منع کیا تھا، مگر تم نے پیمان شکن مخالفین کی طرح میری بات ماننے سے انکار کر دیا تھا یہاں تک کہ میں نے اپنی رائے کو تمھاری خواہش کا پابند بنا دیا۔ تم ایسا گروہ ہو جو سبک سر سفیہ اور حق ناشناس[1] ہے

اے بے پدر لوگو![2] میں نے تمھارے لیے کبھی یہ نہیں چاہا کہ تم زیادہ نقصان سے دوچار ہو!

امیر المومنین نے یہ خطبہ اہل نہروان (خوارج) کے سامنے دیا تھا۔ نہروان ایک موضع کا نام ہے جو کوفہ کے راستہ میں لب نہر واقع ہے۔ صحرائے حرورا کی جانب (حرورا) کوفہ کے نزدیک ایک قریہ ہے، اسی مناسبت سے خوارج نہروان کو "حروریہ" بھی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مخالفانہ اجتماع اسی صحرا میں (پہلے پہل) ہوا تھا، اور امیر المومنینؑ کے خلاف، اسکیمیں تیار ہوئی تھیں۔

خوارج نہروان سے امیر المومنینؑ کی جنگ کا سبب یہ تھا کہ صفین کے موقع پر خوارج نے اصرار کیا تھا کہ تحکیم قبول کر لی جائے۔ حالانکہ امیر المومنینؑ سمجھ رہے تھے یہ فریب ہے، اسی لیے انھوں نے اس رائے کو نہ ماننا چاہا، لیکن خوارج نے دھمکی دی۔ اگر آپ نے تحکیم نہ قبول کی، تو ہم آپ سے لڑیں گے، آخر امیر المومنینؑ نے تحکیم قبول کر لی، جب تحکیم قبول کر لی تو خوارج نے کہا، غیر اللہ کو حکم بنانا کفر ہے

---

[1] یعنی تم ہی نے اصرار کیا تھا کہ تحکیم مان لی جائے ورنہ میں تو اس فریب کو سمجھ چکا تھا اور تمھیں اس کے ماننے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ [2] اگر تم ضد نہ کرتے اور اس فریب میں آ جاتے تو یہ روز بد کیوں دیکھنا پڑتا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ غلطی خود کرو اور اس کی ذمہ داری دوسروں پر رکھو۔ [3] یہ عربی کا محاورہ ہے لا آبا لکم اس محاورہ کا استعمال اس موقع

(اگلے صفحہ پر)

لہٰذا تحکیم توڑ کر جنگ شروع کر دیجیے۔ امیر المومنینؑ نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا اب یہ نہیں ہو سکتا، جب تک تحکیم کا فیصلہ سامنے نہ آ جائے اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس وقت تک کچھ نہیں کیا جا سکتا، لیکن خوارج اپنی بات پر اڑے رہے۔ یہاں تک کہ وہ حضرت کے لشکر سے باہر چلے گئے۔ بیعت فسخ کر دی اور جنگ و پیکار پر آمادہ ہو گئے۔

جب آپ (حضرت علیؑ) صفین سے کوفہ واپس تشریف لائے (قبل از فیصلۂ تحکیم) تو بارہ ہزار آدمیوں نے (بطور اظہار ناراضی) لشکر حیدریؑ سے کنارہ کش ہو کر حروراء میں اقامت اختیار کی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

"پہلے ان ہی لوگوں نے جنگ ملتوی کرنے پر مجبور کیا، پھر تحکیم پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور اب چاہتے ہیں کہ عہد شکنی کر کے قبل از فیصلہ پھر جنگ شروع کر دوں، خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا، حاضرین میں اس جماعت کے لوگ بھی تھے۔ سب ایک ساتھ چلّا اُٹھے لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ۔

اور ایک شخص نے سامنے آ کر نہایت بلند آہنگی سے کہا:

وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ، لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ (زمر-۷)

اے محمدؐ تم پر اور تم سے پہلے انبیاء پر یہ وحی بھیجی گئی اور اگر تم نے خدا کی ذات میں دوسرے کو شریک بنایا تو تمہارے سب اعمال بیکار ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گے۔

حضرت علیؑ نے برجستہ جواب دیا:

فاصبر، انّ وعد اللّٰہ حقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الذين لا يوقنون (روم ۶۰)

"تو صبر کر، خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے، وہ تیرا استخفاف نہ کریں۔"

غرض رفتہ رفتہ اس جماعت نے ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کر لی۔ دومۃ الجندل کی تحکیم کا افسوس ناک نتیجہ ملک میں شائع ہُوا تو اس فرقہ نے جناب مرتضیٰؑ کی بیعت توڑ کر عبداللہ بن وہب الراسبی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور کوفہ، بصرہ انبار اور مدائن وغیرہ میں جس قدر اس فرقہ کے لوگ موجود تھے، وہ سب نہروان میں جمع ہوئے اور عام طور پر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ معاملات دین میں حکم مقرر کرنا سرے سے کفر ہے۔ پھر ان دونوں حکموں نے جس طریقہ پر اس کا فیصلہ کیا، اس کے لحاظ سے خود وہ دونوں اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں اور اس عقیدہ سے جس کو اتفاق نہ ہو اس کا خون مباح ہے۔

(بقیہ ص ۲۲۰) ندامت اور نفرین پر کیا جاتا ہے۔ گالی نہیں ہے۔ بُجرا۔ شر، امر عظیم اور داہیہ کو کہتے ہیں۔ مثلاً ارمی علیہا وھی بجر' ۔ ای داھیۃ۔ و یقال لقیت منہ البجاری۔ ھی الدواھی واحدھا بجری، مثل قمری و قماری۔

چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن خباب اور اُن کی اہلیہ کو نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا، اسی طرح ام سنان اور صیداویہ کو مشق ستم بنایا، اور جو انھیں ملا، اس کو یا تو اپنا ہمخیال بنا کر چھوڑا یا تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت علیؓ کو ان جگرخراش واقعات کی اطلاع ہوئی تو حارث بن مرہ کو دریافت حال کے لیے بھیجا، خارجیوں نے ان کا بھی کام تمام کر دیا۔

جناب مرتضیٰؑ اس وقت نئے سرے سے شام پر فوج کشی کی تیاری کر رہے تھے، لیکن جب خارجیوں کی سرکشی اور قتل و غارت اس حد تک پہنچ گئی تو اس ارادہ کو ملتوی کر کے خارجیوں کی تنبیہہ کے لیے نہروان کا قصد کرنا پڑا [1]

خارجی یہاں پہلے سے جمع تھے، حضرت علی نے جنگ چھیڑنے سے پہلے خارجیوں کے پاس پیام بھیجا:

"تمھارے جن آدمیوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے، ان کو قصاص کے لیے ہمارے حوالہ کر دو تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے، شاید خدا تم کو راہِ راست پر لے آئے!"

ان لوگوں نے جواب دیا:

"ہم سب نے قتل کیا ہے اور ہم تمھارا اور ان کا دونوں کا خون مباح سمجھتے ہیں [2]۔"

اس جواب کے بعد آپ نے حضرت ابوایوبؓ انصاری اور قیس بن سعدؓ انصاری کو سمجھانے کے لیے بھیجا، ان دونوں بزرگوں نے ہرچند راہِ راست پر لانے کی کوشش کی، لیکن خوارج برابر اپنی ضد پر قائم رہے۔ آخر میں آپ خود اتمام حجت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے سامنے تقریر کی۔

"اے وہ گروہ جسے محض ضد نے پیدا کیا ہے اور خواہشِ نفس نے اسے قبولِ حق سے روکا ہے تم لوگ شبہ اور غلطی میں مبتلا ہو گئے ہو۔ میں تم کو اس سے متنبہ کرتا ہوں، تاکہ تم گمراہی پر قائم نہ رہو اور ایسی حالت میں نہ مارے جاؤ کہ خدا کے سامنے تمھارے لیے کوئی دلیل باقی نہ رہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے حکمین سے یہ شرط لی تھی کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ میں نے تم کو اسی وقت آگاہ کر دیا تھا کہ تحکیم کی تجویز محض فریب ہے لیکن تم ہی نے اسے قبول کرنے پر اصرار کیا، میں نے اس شرط پر اسے منظور کیا تھا کہ دونوں حکم اس چیز کو زندہ کریں گے جسے قرآن نے زندہ کیا ہے، اور اس کو ختم کریں گے جسے قرآن نے ختم کیا ہے۔ لیکن حکموں نے خواہش نفس پر عمل کر کے کتاب و سنت کی مخالفت کی، اس لیے ہم نے ان کے فیصلہ کو رد کر دیا اب ہم پچھلی حالت پر لوٹ آئے!

خوارج نے اس کا جواب جو دیا وہ یہ تھا:-

"جب ہم نے حکم کی تجویز قبول کی تھی، اس وقت کافر ہو گئے تھے اب ہم نے توبہ کر لی ہے، اگر تم بھی ہماری طرح توبہ کر لو تو ہم تمھارے ساتھ ہیں، ورنہ پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

---

[1] خلفائے راشدین ص۲۱۲-۲۱۳ ۔ [2] اخبار الطوال ص۲۰۱ وابن اثیر جلد ۳ ص۱۳۶ ۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اگر میں کفر کا اقرار کرلوں تو گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا، مناسب صورت یہ ہے کہ تم اپنے کسی معتبر آدمی کو ہمارے پاس گفتگو کے لیے بھیجو، اگر وہ مجھے قائل کردے تو میں اپنی غلطی کا اعتراف کرکے توبہ کرلوں گا اور اگر وہ قائل ہوجائے تو تم کو خدا سے ڈرنا چاہیئے [۱]

اس تجویز پر خارجیوں نے عبداللہ بن الکواء کو گفتگو کے لیے بھیجا، دونوں میں مباحثہ ہوا، لیکن خوارج اپنی رائے سے ہٹنا نہ چاہتے تھے، اس لیے کوئی نتیجہ نہ نکل سکا اور حضرت علیؓ کو مجبوراً مقابلہ میں آنا پڑا۔

تاہم آغازِ جنگ سے پہلے ایک مرتبہ پھر ابوایوب انصاری کو امان کا علم دے کر اعلان کرادیا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آجائے یا لوٹ جائے، یا خارجیوں کا ساتھ چھوڑ دے وہ مامون ہے، اس اعلان پر ایک خارجی سردار، فردہ بن نوفل اشجعی نے اپنے ساتھیوں سے کہا،

"ہمارے پاس علیؓ سے جنگ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لیے لوٹ چلنا چاہیے اور اس وقت تک کوئی حصہ نہ لینا چاہیے جب تک ان سے لڑنے، یا ان کی پیروی کرلینے میں کسی ایک نتیجہ پر نہ پہنچ جائیں!"

چنانچہ وہ پانچسو آدمیوں کو لے کر لوٹ گیا۔ ایک اور جماعت کوفہ واپس چلی گئی، ایک ہزار حضرت علیؓ کے جھنڈے کے نیچے آگئے اور عبداللہ بن وہب راسبی کے ساتھ بہت تھوڑی تعداد واپس آگئی"[۲]

اس وقت بھی حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کو جنگ کی ابتدا کرنے سے روکے رکھا، تا آنکہ خود خارجیوں نے لاحکم الا للہ کا نعرہ لگا کر اس زور سے حملہ کردیا کہ پہلے ہی حملہ سے حضرت علیؓ کا پیدل دستہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور خارجی علوی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر ٹوٹ پڑے اور اس شجاعت و پامردی سے لڑے کہ ان کے اعضاء کٹ کر الگ ہو جاتے تھے، لیکن اس حالت میں بھی وہ لڑتے رہتے تھے، ایک خارجی شریح بن ابی اوفیٰ کا ایک پاؤں کٹ گیا، وہ اس حالت میں لڑتا رہا۔

حضرت علیؓ کی فوج نے بھی پوری شجاعت سے مقابلہ کیا، بالآخر ایک خوں ریز جنگ کے بعد خوارج کو نہایت فاش شکست ہوئی، اور وہ ایک ایک کرکے مارے گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خارجی مقتولین میں اس کو تلاش کرنا شروع کیا جس کے متعلق رسول اللہ صلعم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، چنانچہ تمام علامات کے ساتھ ایک لاش برآمد ہوئی تو فرمایا:

"اللہ اکبر! خدا کی قسم رسول اللہ صلعم نے کس قدر صحیح ارشاد فرمایا تھا۔"[۳]

یوں تو خوارج عہد بنو امیہ اور عہد بنو عباس میں بھی پائے جاتے تھے لیکن خال خال اور وہ بھی روپوش اور زمین دوز ہوکر، چنانچہ کتاب الاغانی میں ان کا ذکر ملتا ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ فرقہ بالکل ختم ہوگیا، البتہ اب موجودہ زمانہ میں اگر کہیں ان کا وجود ہے تو ایک چھوٹی سی ریاست عمان و مسقط میں جہاں کا فرمانروا بھی خارجی ہے اور باشندے بھی۔

---

[۱] اخبار الطوال ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲ ۔ [۲] ابن اثیر ج ۲ و اخبار الطوال ص ۲۲۴ ۔ [۳] خلفائے راشدین ص ۲۱۵

ومن کلام لہٗ علیہ السّلام

میرے دینی خدمات

امیر المومنینؑ کے ملفوظات کے چند سبق آموز اور صداقت آمیز ٹکڑے

فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِیْنَ فَشِلُوْا، وَتَطَلَّعْتُ حِیْنَ تَقَبَّعُوْا، وَنَطَقْتُ حِیْنَ تَعْتَعُوْا، وَمَضَیْتُ بِنُوْرِ اللّٰہِ حِیْنَ وَقَفُوْا، وَکُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتاً، وَأَعْلَاهُمْ فَوْتاً — فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا، کَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّکُهُ الْقَوَاصِفُ وَلَا تُزِیْلُهُ الْعَوَاصِفُ، لَمْ یَکُنْ لِأَحَدٍ فِیَّ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِلٍ فِیَّ مَغْمَزٌ

میں دین اسلام کی مدد کے لیے کھڑا ہوا، جب مسلمان ضعیف و ناتواں نظر آئے، میں نے خود کو آشکار کیا،

جب وہ درماندہ نظر آئے میری گویائی ابھر آئی — جب وہ حیران و سرگرداں کھڑے تھے میں نورِ حق کی روشنی میں (علم کے راستوں) سے گزر گیا۔

میں ان میں سب سے زیادہ نرم آواز، اور بلند تر تھا پس میں نے زمام فضائل ہاتھ میں لے کر اڑا، اور فضائل کی دوڑ میں آگے بڑھ گیا[1]

میں اس پہاڑ کے مانند ثابت قدم رہا، جسے باد تند جنبش نہ دے سکی، نہ آندھیاں اسے اپنی جگہ سے ہٹا سکیں۔

نہ میرے عیب و نقص پر کسی کے لیے مذمت کی گنجائش تھی نہ کسی عیب جو کے لیے عیب جوئی کا موقع،

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ لَهٗ، وَالْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ — رَضِیْنَا عَنِ اللّٰہِ قَضَاءَهٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰہِ اَمْرَهٗ۔

ذلیل (دستم کشیدہ) میرے نزدیک عزیز و محترم ہے یہاں تک کہ اس کا حق (ظالم سے) واپس لے لوں۔

اور قوی و ستمگر میرے نزدیک ناتواں ہے تاوقتیکہ حق (مظلوم) اس سے چھین لوں!

میں قضاء قدر الٰہی سے خوش ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم

---

[1] اخفضھم صوتا ـ کنایۃ عن ثبات الجاش. کنایہ ہے بردباری اور سنجیدگی کی طرف ـ الفوت ـ السبق ـ

ختم کرتا ہوں۔

أَتُرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ" وَاللّٰهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ ص پر جھوٹ بولوں گا، حالانکہ خدا کی قسم میں ہی وہ ہوں جس نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی تھی۔ پس وفات نبوی کے بعد، جو اُن کی تکذیب کرے، میں وہ پہلا شخص نہیں بن سکتا۔

فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي۔ فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي، وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي ۔

میں نے اپنے معاملہ کو دیکھا، تو محسوس کیا، مجھ پر حکم رسول کی اطاعت اپنی بیعت سے پہلے واجب ہو چکی ہے۔ اور میری گردن میں دوسروں سے بر سر امن رہنے کا میثاق پڑا ہوا ہے[1]۔

نہج البلاغۃ کے جامع علامہ سید رضی نے اسے ایک مسلسل کلام کی حیثیت سے درج فرمایا ہے، لیکن علامہ عبدہ کا خیال ہے کہ یہ ایک خطبہ نہیں بلکہ چار مختلف مواقع کے سخنانِ دلپذیر ہیں اور یہ چاروں اگرچہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں لیکن ہیں الگ الگ، مفہوم و معنی کے اعتبار سے بھی اور موقع محل کے لحاظ سے بھی۔

میرے خیال میں مفتی عبدہ کا خیال صحیح ہے، اسی لیے میں نے مفتی صاحب کی نشان دہی کے مطابق ہر ٹکڑے کے نیچے لکیر کھینچ دی ہے تاکہ ربط بھی قائم رہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہاں سے دوسری بات شروع ہوئی ہے۔

---

[1] یعنی بارگاہِ نبوی سے مجھے اپنا حق طلب کرنے کے سلسلہ میں رفق و لینت کی ہدایت ہوئی تھی اسی لیے میں نے (جنگ و جدال سے پرہیز کیا)۔

۳۸ — ومن خطبة له، عليه السّلام ———————— خطبہ:

خوفِ مرگ

وَ إِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ۔

شبہ کا نام "شبہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حق سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔

فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ، وَدَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدٰى۔

پس دوستانِ خدا کے لیے ان کا یقین راہ راست کا رہبر ہوتا ہے۔

وَأَمَّا أَعْدَاءُ اللّٰهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ، وَدَلِيلُهُمُ الْعَمٰى۔

اور دشمنانِ خدا کی دعوت ہیں گمراہی اور ضلالت ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی بے بصیرتی اور سرگردانی کی موجب ہے۔

فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ

جو بیم مرگ سے لرزاں ہے، وہ اس سے (موت سے) کبھی بچ نہیں سکتا۔

وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءُ مَنْ أَحَبَّهُ

اور جو ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔

———×———

۳۹ ـــــــ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ـــــــــــ خطبہ:

حکایت من وشما

امیر معاویہ کے حکم سے نعمان بن بشیر دو ہزار آدمی لے کر شام سے عراق کی طرف روانہ ہُوا، جب کوفہ کے قریب مقام عین التمر پر پہنچا، تو مالک ابن کعب ارحبی نے (جو کہ امیرالمومنین کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے، اور سو آدمیوں سے زیادہ ان کے پاس نہیں تھے) اس واقعہ کی امیرالمؤمنین کو خبر دی، آپ منبر پر تشریف لائے اور حمد وثنائے الہٰی کے بعد فرمایا:

"خدا تمھیں ہدایت عطا فرمائے، نعمان ابن بشیر شام کے کچھ لوگوں کے ساتھ (کہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے) تمھارے بھائی مالک ابن کعب کے قریب پہنچ چکا ہے، لہٰذا تیار ہو جاؤ اور اپنے بھائی کی کمک کے لیے آگے بڑھو۔ ممکن ہے تمھاری اس بروقت اعانت وکمک کے باعث خدا دشمنوں کی جمعیت منتشر کردے!"

لیکن جب لوگوں نے مالک کو کمک پہنچانے میں لیت ولعل سے کام لینا شروع کیا، حضرت نے ان کے سربرآوردہ لوگوں کو مجتمع کیا اور ان کے سامنے اپنے جذبات کا اس طرح اظہار فرمایا:- (فیض الاسلام)

مُنِیتُ بِمَنْ لَا یُطِیعُ إِذَا أَمَرْتُ وَلَا یُجِیبُ إِذَا دَعَوْتُ۔

مَیں ان لوگوں میں گرفتار ہوں، جنھیں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتے، جب پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے۔

لَا أَبَا لَکُمْ!

اے بے پدر لوگو!

مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِکُمْ رَبَّکُمْ؟

اپنے خدا کی نصرت ویاری کے لیے قدم بڑھانے میں آخر انتظار کس چیز کا ہے؟

أَمَا دِینٌ یَجْمَعُکُمْ؟ وَلَا حَمِیَّةَ تُحْمِشُکُمْ؟

کیا تمھارا کوئی دین نہیں جو تمھیں (ایک مرکز پر) جمع کردے؟ تم میں غیرت وحمیّت بھی نہیں رہی کہ تمھیں اکسائے؟

أَقُومُ فِیکُمْ مُسْتَصْرِخاً، وَأُنَادِیکُمْ مُتَغَوِّثاً، فَلَا تَسْمَعُونَ لِی قَوْلاً وَلَا تُطِیعُونَ لِی أَمْراً، حَتَّی تَکَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ۔

مَیں تمھارے درمیان کھڑا چیخ رہا ہوں، فریادی بن کر تمھیں پکار رہا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات مانتے ہو نہ میرے کسی حکم کی تعمیل کرتے ہو۔ یہاں تک کہ ان امور کے بُرے نتیجے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

ـــــــــــ

لہ اس محاورہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۳۸ — ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——— خطبہ:

خوفِ مرگ

وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ۔

شبہ کا نام "شبہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حق سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔

فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ، وَدَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدَى۔

پس دوستانِ خدا کے لیے ان کا یقین راہ راست کا رہبر ہوتا ہے۔

وَأَمَّا أَعْدَاءُ اللهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ، وَدَلِيلُهُمُ الْعَمَى۔

اور دشمنانِ خدا کی دعوت ہیں گمراہی اور ضلالت ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی بے بصیرتی اور سرگردانی کی موجب ہے۔

فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ

جو بیم مرگ سے لرزاں ہے، وہ اس سے (موت سے) کبھی بچ نہیں سکتا۔

وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءُ مَنْ أَحَبَّهُ

اور جو ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔

۳۹ —— ومن خطبة لهٗ علیه السّلام —— خطبہ:

حکایت من وشما

امیر معاویہ کے حکم سے نعمان بن بشیر دو ہزار آدمی لے کر شام سے عراق کی طرف روانہ ہُوا، جب کوفہ کے قریب مقام عین التمر پر پہنچا، تو مالک ابن کعب ارحبی نے (جو کہ امیر المومنین کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے، اور سو آدمیوں سے زیادہ ان کے پاس نہیں تھے) اس واقعہ کی امیر المومنین کو خبر دی، آپ منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثنائے الہٰی کے بعد فرمایا:

"خدا تمھیں ہدایت عطا فرمائے، نعمان ابن بشیر شام کے کچھ لوگوں کے ساتھ (کہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے) تمھارے بھائی مالک ابن کعب کے قریب پہنچ چکا ہے، لہٰذا تیار ہو جاؤ اور اپنے بھائی کی کمک کے لیے آگے بڑھو۔ ممکن ہے تمھاری اس بروقت اعانت و کمک کے باعث خدا دشمنوں کی جمعیت منتشر کر دے!"

لیکن جب لوگوں نے مالک کو کمک پہنچانے میں لیت و لعل سے کام لینا شروع کیا، حضرت نے ان کے منبر بر آوردہ لوگوں کو مجتمع کیا اور ان کے سامنے اپنے جذبات کا اس طرح اظہار فرمایا:- (فیض الاسلام)

مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَلَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ۔

مَیں ان لوگوں میں گرفتار ہوں، جنھیں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتے، جب پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے۔

لَا أَبَا لَكُمْ!

اے بے پدر لوگو![1]

مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ؟

اپنے خدا کی نصرت و یاری کے لیے قدم بڑھانے میں آخر انتظار کس چیز کا ہے؟

أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ؟ وَلَا حَمِيَّةَ تُحْمِشُكُمْ؟

کیا تمھارا کوئی دین نہیں جو تمہیں (ایک مرکز پر) جمع کر دے؟ تم میں غیرت و حمیّت بھی نہیں رہی کہ تمھیں اکسائے؟

أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخاً، وَأُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثاً، فَلَا تَسْمَعُونَ لِي قَوْلاً، وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْراً، حَتَّى تَكَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ۔

مَیں تمھارے درمیان کھڑا چیخ رہا ہوں، فریادی بن کر تمھیں پکار رہا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات مانتے ہو نہ میرے کسی حکم کی تعمیل کرتے ہو۔ یہاں تک کہ ان امور کے بُرے نتیجے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

---

[1] اس محاورہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ، وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ،

پس تمہارے سہارے نہ کسی (مظلوم) کا خون بہا لیا جا سکتا ہے اور نہ تمہارے ساتھ (مل کر) کوئی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

دَعَوْتُكُمْ إِلَى نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ، وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ،

میں نے تمہیں اسی کی دعوت دی تھی کہ اپنے بھائیوں کی نصرت و اعانت کرو (یہ سنکر) تم نے اس طرح نالہ کرنا شروع کر دیا جیسے وہ اونٹ چیختا ہے جس کی ناف میں درد اور پیٹھ زخمی ہو (تم) سست روی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ، كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ۔

تمہاری ایک چھوٹی سی کمزور (ناتواں ٹکڑی میری طرف اس طرح نکل آئی جیسے اُسے موت کی طرف گھسیٹا جا رہا ہو، اور وہ اس کا (موت کا) جلوہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہی ہو۔

علامہ سید رضی جامع نہج البلاغہ فرماتے ہیں، متذائب کے معنی ہیں مضطرب، چنانچہ عرب کہتے ہیں "تذائبت الریح (یعنی ر ہوائے مضطرب و درہم!) ہوا پراگندہ اور منتشر ہو گئی اور عربی زبان میں بھیڑیے کا نام جو ذِئب ہے وہ اسی مناسبت سے ہے کہ اس کی چال میں ایک قسم کا اضطراب پایا جاتا ہے۔

ـہ تمہیں لے کر دشمن سے لڑ جانا مشکل ہے۔

۴۰ - وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ——— ارشاد

خوارج کو جواب

كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ - نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ - وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ: لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَإِنَّهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ- يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَيَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ، وَيُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيهَا الْأَجَلَ، وَيُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ وَيُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَيُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتّٰى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ-

یہ کلمہ (جملہ) ہے تو حق[1] مگر اس سے مراد باطل ہے۔ ہاں، — ! بیشک حکم خدا ہی کا ہے، مگر یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ فرماں روائی بھی خدا کے سوا کسی کی نہیں[2]۔ حالانکہ لوگوں کے لیے (بہر حال) ایک حاکم کا ہونا ناگزیر ہے خواہ وہ نیکو کار ہو یا فاسق و فاجر، تاکہ اس کی حکومت میں مومن، عمل خیر (اطاعت) میں مصروف ہوں، اور کافر اپنا پورا پورا حصّہ پائیں[3]۔ یہاں تک کہ خدا اس عہد کو انتہائی مدّت تک پہنچا دے، اس کے ذریعہ سے مالیات جمع ہوں۔ دشمنوں[4] سے اس کی معیت میں، جنگ کی جائے راستے اس کے (حسن انتظام کے) باعث محفوظ ہوں اس کی کارفرمائی سے کمزور کا حق قوی سے لیا جائے جائے، تاکہ امن پسند آسودگی حاصل کرے اور فاجر (کے فتنہ و فساد) سے محفوظ رہے۔

——— دوسری روایت ———

وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرىٰ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْكِيمَهُمْ، قَالَ: حُكْمَ اللّٰهِ أَنْتَظِرُ فِيكُمْ: وَ قَالَ:

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں حضرت نے جب خوارج کی بات لا حکم الا للہ سنی تو فرمایا: "میں تمہارے بارے میں خدا ہی کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں۔"

---

[1] خوارج کہا کرتے تھے: لا حکم الا للہ یعنی خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ امیر المومنین نے جواب میں فرمایا۔ رضی

[2] یعنی خوارج کا مطلب اس جملے سے یہ ہے کہ خلق خدا کے مابین امارت اور ریاست بھی براہِ راست خدا سے متعلق ہے حالانکہ ہر سمجھدار جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

[3] یعنی اس کے عہد حکومت میں کافروں کو بھی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا اور پورا پورا حصّہ ملے گا۔

[4] ان لوگوں سے جو خدا کا کلام نہیں سنتے، اس کے احکام کی پیروی نہیں کرتے فتنہ و فساد کو اپنا شعار بنا چکے ہیں اور دروغ و باطل کی پیروی کر رہے ہیں۔

أَمَّا الإِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيهَا التَّقِيُّ، وَأَمَّا الإِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيهَا الشَّقِيُّ إِلَى أَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهُ وَتُدْرِكَهُ مَنِيَّتُهُ۔

پھر ارشاد ہوا:

"پاک (اسلامی) حکومت میں پرہیزگاروں کا بول بالا ہوتا ہے، اور فاجر حکومت میں زیاں کار مزے اڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عمر تمام ہو جاتی ہے اور موت (کا پیامبر) آجاتا ہے۔[1]

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ (طٰہٰ ۲۵)

---

[1] اور اسی طرح آخری طور پر ہر ایک کا معاملہ خدائے برتر کے حضور پہنچ جاتا ہے اور وہاں جو نیکوکار ہوتے ہیں وہ جنات نعیم سے سرفراز کیے جاتے ہیں۔ اور فاسق و فاجر اور ستم گر ہوتے ہیں، اپنے کیفر کردار کو پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہاں جو کچھ ملتا ہے اعمال کی مناسبت سے ملتا ہے، وہاں دھوکے اور فریب سے، مصلحت اور چرب زبانی سے کام نہیں لیا جاتا، اس لیے کہ وہ علیم و خبیر ہے، دل کی کجی اور ارادہ کی کوتاہی سے خبردار ہے۔

۴۱ - ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ——— خطبہ:

وفاداری بشرطِ استواری

اس خطبہ میں امیرالمومنین نے بتایا ہے کہ کسی حالت میں بھی مکر و حیلہ کو اپنا شعار نہ بنانا چاہیے، ہر صداقت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے —— یہی عینِ اسلام ہے!

(یاد رکھو!)

إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ، وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ۔

وفا، سچائی کے ساتھ ہے [1] اور میرے علم میں کوئی سپر ایسی نہیں جو اس سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہو۔

وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ

اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ اسے خدا کی طرف کیونکر (پھر) واپس جانا ہے، وہ غدر و بے وفائی کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا [2]

وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْسًا، وَنَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ۔ مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ اللهُ!

ہم ایسے زمانہ میں ہیں کہ بہت سے لوگ مکر کو زیرکی سمجھے ہوئے ہیں اور نادانوں نے انھیں مدبّر سمجھ رکھا ہے [3] (اور) یہ مکر و غدر کرنے والے لوگ اپنے اس (فعلِ قبیح سے) فائدہ بھی کیا حاصل کرتے ہیں؟ خدا ان لوگوں کو غارت کرے۔

قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَدُونَهُ مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللهِ وَنَهْيِهِ فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ

معاملات کے نشیب و فراز کو جاننے والا (زیرک) ہر کام کا حیلہ اور تدبیر جانتا ہے، لیکن وہ اس سے کام اس لیے نہیں لیتا کہ امر و نہیِ خدا نے (اس حرکت سے) روک رکھا ہے [4] یہی وجہ ہے کہ مردِ زیرک)

---

[1] قرین - یعنی توام، جڑواں۔ [2] اس لیے کہ خدا کے نزدیک نہایت مذموم فعل ہے۔ بس جو خدا سے ڈرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اسے پھر خدا کے پاس حاضر ہونا ہے وہ اس جرم کا ارتکاب کیسے کرے گا۔ [3] حالانکہ امرِ واقعہ یہ نہیں ہے، مکر و غدر کرنے والے کو بھلا زیرکی اور فراست سے کیا نسبت؟ لیکن یہ لوگوں کی جہالت ہے کہ ایسے لوگوں کو اچھا سمجھ کر زمامِ کار ان کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔

[4] یعنی یہ مکر و غدر کرنے والے لوگ اپنے فن میں طاق نہیں ہیں، دوسرے بھی اس سے کام لے سکتے ہیں۔ مگر ان میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتے ہیں اس کے احکام و نواہی کے پابند ہیں اور یہ اس سے نہیں ڈرتے، اس کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔

الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَن لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ۔

قدرت و اختیار ، اور ، آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے — !

اور جو شخص معاملات دین میں معصیت کرنے سے ذرا بھی باک نہ رکھتا ہو، جیسے (معاویہ اور عمرو بن العاص) وہ فرصت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور ہر کام میں مکر و حیلہ کو شامل کر لیتا ہے!

اس خطبہ میں امیر المومنین نے یہ حقیقت واشگاف طور پر بیان فرما دی ہے کہ ہمارے مخالفین ہر معاملہ میں پیش نظر صرف یہ بات رکھتے ہیں کہ کامیاب کس طرح ہوں؟ کامیابی خواہ کسی طرح بھی اور کسی ذریعہ سے بھی ہو، انھیں عزیز و مطلوب ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ مکر و حیلہ ہی سے کام چل سکتا ہے تو اس سے بھی باک نہیں کرتے، میں ان وسائل کو اختیار نہیں کرتا، اس لیے نہیں کہ اختیار نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اختیار کرنا نہیں چاہتا۔

یہ خدا سے نہیں ڈرتے، میں خدا سے ڈرتا ہوں، انھیں اس کی فکر نہیں کہ کل خدا کو کیا جواب دیں گے؟ میں اس فکر سے رنجور رہتا ہوں۔ کہ خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور ایک ایک عمل کی جواب دہی کرنی ہے، ان کے سامنے صرف آج ہے اور میرے سامنے امروز بھی ہے اور فردا بھی، میں کسی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، میں کسی سے رشتہ منقطع نہیں کر سکتا۔

ہر وہ شخص جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اوّل و آخر اُسے صرف یہی سوچنا چاہیے۔ کہ اس کے فعل و عمل کا، فلاح و صلاح سے کہاں تک تعلق ہے اسے نظر انداز کر دینے کے بعد ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے لیکن پھر اسے اسلام کا نام نہ لینا چاہیے اسلام کو بیچ میں نہ لاکر، وہ شوق سے نامسلموں کی سی حرکت کرے، اسے کوئی نہیں روک سکتا، نہ اس پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔

انتَ مِنّی بمنزلة هارونَ من موسیٰ۔ الّا انّه لا نبی بعدی۔

(حدیث نبیؐ در شان علیؑ)

۴۲ - وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - ارشاد

دل کی ماننا
اور
تمناؤں کا سلسلہ

اس موقع پر امیرالمومنین نے بڑی بلاغت کے ساتھ اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اصل چیز عمل ہے اور عمل کے بغیر اچھے نتائج کی توقع نہیں کی جا سکتی!

أَيُّهَا النَّاسُ!

اے لوگو!

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ وَطُولُ الْأَمَلِ،

سب سے زیادہ جن چیزوں سے میں تمہارے بارے میں ڈرتا رہتا ہوں، وہ دو باتیں ہیں: پہلی چیز خواہش نفس کی پیروی ہے اور دوسری چیز بڑی اور لمبی لمبی دور دراز کی امیدیں ہیں

فَأَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ: فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ: فَيُنْسِي الْآخِرَةَ -

اتباع ہوا (خواہش نفس) کے بارے میں تو یاد رکھو کہ یہ انسان کو حق سے دور کر دیتا ہے اور طول امل (کے بارے میں یہ نہ بھولو کہ) آخرت کو فراموش کر دیتی ہے[1]

أَلَا! وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا -

خبردار! — دنیا تیزی اور زندگی کے ساتھ منہ موڑ چکی ہے، اور اب اس کے پیمانہ میں سوا تلچھٹ (تہ ماندہ) کے اور کچھ باقی نہیں رہا اور یہ اس برتن کی تلچھٹ کے مانند ہے جسے کسی نے الٹ دیا ہو۔

أَلَا! وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ، وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا بَنُونَ فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِأُمِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَداً حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ -

خبردار! — آخرت نزدیک آ گئی ہے، بس تمھیں چاہیئے کہ فرزندانِ آخرت بن جاؤ نہ کہ فرزندانِ دنیا۔ سے دوں، کیونکہ ہر بیٹا اپنی ماں سے بہت جلد ملا دیا جائے گا[2] آج عمل کا دن ہے نہ کہ حساب کا اور کل (قیامت) حساب کا دن ہوگا، نہ کہ عمل کا[3]

---

[1] نفسیات انسانی کا یہ کتنا بہترین نکتہ ارشاد فرمایا ہے، حقیقت یہی ہے کہ انسان کی سب سے بڑی کمزوری دل کی ماننا اور تمناؤں کا سلسلہ ہے یہی دونوں چیزیں انسان کو بے راہ کرتی ہیں اور اس میں وہ نقائص پیدا کر دیتی ہیں کہ اس کا دین برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

[2] جس طرح ماں اور بیٹے میں جدائی نہیں ہو سکتی اسی طرح وہ لوگ جو فرزندانِ آخرت یا فرزندانِ دنیا بن چکے ہیں اپنی ان ماؤں سے ملائے جائیں گے پس جس نے آخرت اختیار کی وہ فائدے میں رہا جس نے دنیا کو پسند کر لیا وہ تباہ ہوا۔

[3] کتنا لطیف اور نازک فرق بیان فرمایا ہے آج تم عمل سے اپنی آخرت کو سنوار سکتے ہو لیکن یہ مہلت کل حاصل نہیں رہے گی کیونکہ محاسبہ شروع ہو چکا ہوگا اور محاسبہ کے بعد عمل کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوگا، پھر تو جو کچھ کیا جا چکا ہے وہی سامنے رہے گا۔ اور اسی پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۴۳۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ———— ارشاد:

قاصد کا انتظار

حضرتؑ نے جریر بن عبد اللہ بجلی کو معاویہ کے پاس بیعت وغیرہ کے لیے خط دیکر بھیجا تھا۔ جریر کو معاویہ نے کافی مدت تک روکے رکھا۔ اس درمیان میں حضرت کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ شام پر حملہ کر دیں۔

(ماخوذ از پیش لفظ رضی)

حضرت نے انھیں سمجھایا: کہ

إِنَّ اسْتِعْدَادِي لِحَرْبِ أَهْلِ الشَّامِ وَجَرِيرٌ عِنْدَهُمْ إِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِأَهْلِهِ عَنْ خَيْرٍ إِنْ أَرَادُوهُ، وَلَكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيرٍ وَقْتاً لَا يُقِيمُ بَعْدَهُ إِلَّا مَخْدُوعاً أَوْ عَاصِياً۔[۱]

جریر کے شام میں ہوتے ہوئے میری جنگی تیاری اہل شام کے لیے صلح کا دروازہ بند کرنا ہے اور شام کے باشندے اگر بیعت کا ارادہ بھی کریں تو اس سے روگردان ہو جائیں گے۔ لیکن میں نے جریر کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے[۱] اس وقت کے گزرنے کے بعد) وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ سوا اس صورت کے کہ معاویہ کے فریب میں آجائے یا میری نافرمانی پر تل جائے۔

وَالرَّأْيُ عِنْدِي مَعَ الْأَنَاةِ فَأَرْوِدُوا وَلَا أَكْرَهُ لَكُمُ الْإِعْدَادَ وَلَقَدْ ضَرَبْتُ أَنْفَ هَذَا الْأَمْرِ وَعَيْنَهُ وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهُ وَبَطْنَهُ، فَلَمْ أَرَ لِي إِلَّا الْقِتَالَ أَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَاءَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) إِنَّهُ قَدْ كَانَ عَلَى الْأُمَّةِ وَالٍ

میری رائے تو انتظار کرنے کی ہے، تم بھی مہلت دو[۲] البتہ (جہاں تک) تیاری کا تعلق ہے، اسے مَیں ناپسند نہیں کرتا۔[۳] مَیں نے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر (اچھی طرح) غور کر لیا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو دیکھ لیا ہے جس کے بعد میں اپنے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا کہ یا جنگ کروں یا آنحضرتؐ کے احکام و فرمودات کا انکار کروں۔

پہلے والے نے، چند بدعتیں ایجاد کیں اور لوگوں کے لیے

---

[۱] کسی معاملہ میں بھی، امیر المومنین انصاف اور حق کا راستہ ترک کرنے پر رضامند نہیں ہو سکتے تھے، اتمام حجت کے بغیر جنگ کرنا شیوۂ اہل اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ [۲] جلد بازی کی ضرورت نہیں، اس سے کام بنتے نہیں، بگڑتے ہیں، میں ابھی نرمی اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا اثر اور نتیجہ دیکھ رہا ہوں۔ سختی تو ہر وقت ممکن ہے۔ [۳] یعنی جنگ تو ابھی نہیں ہو سکتی، جب تک جواب نہ آئے انتظار ہی اولیٰ اور انسب ہے۔ لیکن از راہِ دور اندیشی اگر تیاری جاری رکھو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ایسا کر سکتے ہو۔ [۴] اس عبارت کا خلاصہ اسی آخری جملے کی شکل میں نصر بن مزاحم کی کتاب صفین ص ۱۱۱ میں ہے۔ مرتضےٰ!

أَحْدَثَ أَحْدَاثًا، وَ أَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا، فَقَالُوا ثُمَّ نَقَمُوا فَغَيَّرُوا۔

(مذمت و اعتراض کے) مواقع فراہم کئے پہلے تو لوگوں نے ان بدعنوانیوں کو گوارا کر لیا، پھر انھوں نے انکار کیا اور اسے قتل کر دیا[1]

---

[1] اشارہ ہے حضرت عثمان رض کے عہدِ خلافت کے بعض واقعات کی طرف کہ ان کے عہد میں بعض نئی باتیں رونما ہوئیں لوگوں نے پہلے تو انھیں مان لیا پھر انکار وایراد اور مذمت و اعتراض کا سلسلہ شروع کیا، آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھیں شہید کر کے دم لیا۔ لہٰذا معاویہ کی طرف سے قتل عثمن کا جو الزام مجھ پر عاید کیا جاتا ہے وہ یکسر غلط اور نا روا ہے۔ اس کی اصل ذمہ داری خود ان ہی لوگوں پر ہے کہ پہلے تو یہ ایک بات گوارا کرتے ہے، پھر انھوں نے لعن طعن اور اعتراض کا سلسلہ شروع کیا اور آخر میں اپنے خلیفہ کو قتل کر ڈالا۔

۴۴ - وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بدعہد کا ذکر

اس کلام میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جس نے دھوکا دیا بدعہدی کی، لیکن کتنے مناسب اور مستحسن انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

قَبَّحَ اللّٰهُ مَصْقَلَةَ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ وَفَرَّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ۔ فَمَا أَنْطَقَ مَادِحَهٗ حَتّٰى أَسْكَتَهٗ وَلَا صَدَّقَ وَاصِفَهٗ حَتّٰى بَكَّتَهٗ، وَلَوْ أَقَامَ لَأَخَذْنَا مَيْسُوْرَهٗ، وَانْتَظَرْنَا بِمَالِهٖ وُفُوْرَهٗ۔

خدا مصقلہ کا برا کرے[1]۔ اس نے کام بڑے لوگوں جیسا کیا[2] اور غلاموں کی طرح بھاگ گیا[3]۔ ابھی اپنے مداح کو اس نے بولنے بھی نہ دیا تھا کہ خاموش کر دیا[4]۔ اور توصیف کنندہ کی تصدیق بھی نہ کی تھی کہ اسے سرزنش کر دی اگر وہ یہاں رہتا تو ہم اس سے اتنا ہی لیتے، جتنا اس کے امکان میں ہوتا۔ اور (مابقی کے لیے) اس کے مال میں اضافہ کے منتظر رہتے[5]۔

---

[1] اس شخص نے امیر المومنین کے ایک عامل سے کچھ قیدیوں کو خرید کر آزاد کرا دیا تھا، جب قیمت دینے کا وقت آیا تو مطالبہ سے بچنے کے لیے بھاگ کر شام پہنچا اور امیر معاویہ کے جرگہ میں شامل ہو گیا۔ (رضی)

[2] یہ حوصلہ کہ اسیروں کا اپنی جیب سے فدیہ دے کر آزاد کرا دیا، بڑے دل اور حوصلہ والے لوگوں ہی کا کام ہو سکتا ہے، لیکن اس کو نباہ نہ سکا، بہت جلد ہمت جواب دے گئی اور راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ [3] کرنے کو تو ایک بڑا کام کر لیا لیکن اسے انجام نہ دے سکا اور بھاگا تو اس طرح جیسے غلام موقع پا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، یہ فطرت کی پستی کی انتہا ہے۔ [4] بات ایسی کی تھی جس کی تعریف کی جاتی۔ لیکن ابھی مدح و ستائش کے کلمات ادا بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اس نے مدح کرنے کا ارادہ کرنے والے کو ساکت کر دیا۔

[5] یعنی اگر وہ پوری رقم نہیں دے سکتا تھا، تو بھی ہم اس کے ساتھ رعایت کرتے اور اس سے وہی لیتے جو وہ سہولت کے ساتھ دے سکتا۔ باقی جب اس کی مالی حالت درست ہو جاتی، تو اس وقت وصول کر لی جاتی ۔۔ چونکہ یہ ذاتی معاملہ نہیں تھا، سرکاری مطالبہ تھا، اس لیے یہ معاف نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اس میں زیادہ سے زیادہ رعایت کی جا سکتی تھی۔

خطبہ ۴۵ — ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام

دنیا؟

اس خطبہ میں امیرالمومنینؑ نے بڑے بلیغ اور دل کو موہ لینے والے انداز میں دنیا کے مفاسد پر روشنی ڈالی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ غَیْرَ مَقْنُوْطٍ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ، وَلَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِہٖ، وَلَا مَأْیُوْسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِہٖ، وَلَا مُسْتَنْکَفٍ عَنْ عِبَادَتِہٖ۔

ساری حمد و ثنا اسی ذاتِ واحد کے لیے ہے اس کی رحمت سے کوئی مایوسی نہیں، جس کی نعمت سے کوئی خالی نہیں، جس کی مغفرت سے ناامیدی نہیں، جس کی پرستش سے کوئی عار محسوس نہیں ہوتا۔

اَلَّذِیْ لَا تَبْرَحُ مِنْہُ رَحْمَۃٌ وَّلَا تُفْقَدُ لَہٗ نِعْمَۃٌ۔

وہ (خدا) ایسا ہے، جس کی رحمت ہمیشہ رہنے والی ہے اور جس کی نعمت کبھی نہ ختم ہونے والی ہے —!

(یاد رکھو)

وَالدُّنْیَا دَارٌ مُّنِیَ لَھَا الْفَنَآءُ وَلِاَھْلِھَا مِنْھَا الْجَلَآءُ، وَھِیَ حُلْوَۃٌ خَضْرَآءُ، وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ،

دنیا وہ سرائے فانی ہے جس کا فنا ہونا طے اور اس میں رہنے والوں کے لیے اس سے جلا وطن ہونا مقدّر ہو چکا ہے یہ دلبظاہر، خوشگوار اور سرسبز و شاداب ہے اور اپنے چاہنے والے کے لیے تیزی سے حرکت کرتی ہے اور اپنے دیکھنے والے کے دل میں اتر جاتی ہے!

فَارْتَحِلُوْا مِنْھَا بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِکُمْ مِّنَ الزَّادِ، وَلَا تَسْئَلُوْا فِیْھَا فَوْقَ الْکَفَافِ وَلَا تَطْلُبُوْا مِنْھَا اَکْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ۔

پس تم اچھے سامانِ سفر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرو۔ اور ضرورت سے زیادہ کچھ طلب نہ کرو اور نہ زاد راہ کے سوا (اس سے) کسی چیز کے طالب ہو۔

ؔ پرستش خالق، و خدمت خلق۔

۴۶- ایک عرض: ————— بارگاہ قاضی الحاجات میں۔

دُعا

جس وقت آپ سفر شام پر معاویہ سے جنگ کے ارادہ سے روانہ ہونے لگے اور رکاب میں پاؤں رکھا اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی تھی، جو بطور خطبہ کے درج ہے۔

(علامہ رضی)

اَللّٰهُمَّ!
إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ،
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَأَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَلَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ:
لِأَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُونُ مُسْتَصْحَبًا وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُونُ مُسْتَخْلَفًا۔

بارخدایا!
میں تجھ سے سختی سفر، اندوہ بازگشت، اور اہل و مال و فرزند کو بُری حالت میں دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔
بارخدایا، تو سفر میں میرا ہمراہی اور خاندان میں میرا خلیفہ ہے، اور تیرے سوا دونوں باتیں کسی (یعنی مصاحبت اور خلافت) میں جمع نہیں ہو سکتیں۔
کیونکہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا، اسے ساتھ نہیں لے جایا جا سکتا، اور جسے ساتھ لے جایا جائے گا اُسے خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا۔[۱]

---

[۱] اس دعا کا ابتدائی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مروی دعا سے ماخوذ ہے۔

۴۷۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ——— ارشاد:

کوفہ

امیرالمومنینؑ نے کوفہ کے حال و مستقبل پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ یہاں کے سفاکوں اور جباروں کو کس طرح اپنے اعمال بد کی سزا مل کر رہے گی!

كَأَنِّي بِكِ يَا كُوفَةُ تُمَدِّينَ مَدَّ الْأَدِيمِ الْعُكَاظِيِّ، تُعْرَكِينَ بِالنَّوَازِلِ وَتُرْكَبِينَ بِالزَّلَازِلِ، وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوءًا إِلَّا ابْتَلَاهُ اللهُ بِشَاغِلٍ أَوْ رَمَاهُ بِقَاتِلٍ۔

اے کوفہ!

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے چرم عکاظی[1] کی طرح کھینچا جا رہا ہے، آفات و حوادث گوناگوں سے پامال کیا جا رہا ہے اور متواتر انقلابوں سے زیر و زبر ہو رہا ہے۔ میں جانتا ہوں! تیرے ساتھ جو ستمگر بھی بدی کا ارادہ کرے گا خدا اسے ضرور کسی نہ کسی بلا میں مبتلا کر دیگا کسی قاتل کو اس پر مسلط کر دے گا[2]

---

[1] العکاظی۔ نسبت ہے عکاظ کی طرف۔ یہ نخلہ اور طائف کے مابین ایک مقام تھا جہاں اسلام سے پہلے ہر سال ذلیقعدہ کے مہینہ میں میلہ لگا کرتا تھا، یہاں بڑے بڑے شعرا اور ادباء تفاخر (تفاخر) کیلئے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہاں کا چمڑا مشہور تھا اور اس کا سب سے بڑا بازار لگتا تھا۔

[2] اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امیرالمومنین کی پیشین گوئی صحیح نہیں ثابت ہوئی، تاریخ کے اوراق اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ کوفہ میں اگرچہ بڑے بڑے جفاکار و ستمگار حاکم اور فرمانروا بنکر آئے اور انھوں نے اپنے عہد حکومت میں وہاں کے لوگوں پر ہولناک اور لرزہ خیز مظالم کیے، مگر انجام کار وہ بھی بُری طرح تباہ ہوئے، بُری طرح ہلاک ہوئے۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے بڑھ کر کوئی بھی بے چارہ اور مجبور نہیں تھا۔ زیاد ابن ابیہ کس قہر و جلال کا انسان تھا، لیکن اس کا حشر کیا ہوا —— پھر اسی زیاد کا بیٹا عبیداللہ جو ابن المنصور انیہ" کے حقارت آمیز نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کے ظلم و شقاوت سے وقت کے متقی اور پرہیزگار لوگ بھی محفوظ نہ تھے، جس کی شقاوت کا یہ عالم تھا کہ مسجدیں تک اس کی خونخواری سے اپنا دامن نہ بچا سکیں لیکن جاہ و جلال، قہرمانیت و شکوہ کے باوجود اس کا انجام بھی کتنا دردناک ہوا، وہ بھی کس بُری طرح موت سے دوچار ہوا کہ نہ اس کے پنجہ سے بچ سکا نہ اپنی عزت و آبرو صحیح سلامت رکھ سکا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں حجاج ابن یوسف ثقفی کا طوطی بول رہا ہے اس کی دہشت سے کوفہ کے بام و در کانپ رہے ہیں اس کی سطوت شاہانہ کا یہ عالم ہے کہ خود مرکز خلافت دمشق اس کے چشم ابرو کے اشارہ پر اقدام و عمل کی پالیسیاں مرتب کرتا ہے لیکن وہ بھی کتنی بھیانک بے بسی اور بیکسی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اس نے حرمین شریفین کی حرمت تک باقی نہ رکھی۔ اس نے خانہ کعبہ پر سنگباری سے دریغ نہ کیا، اس نے جوارِ رسولؐ میں رہنے والے مدینہ کے لوگوں پر ظلم و ستم کیا، اس نے صحابہ رسولؐ تک کی توہین کی انھیں طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دیں، ان کے ساتھ بجائے اس کے شرف و عزت کا برتاؤ کرتا، زیادہ سے زیادہ انھیں ذلت دینے کی کوشش کی۔ لیکن جب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو وہ عام لوگوں سے بھی زیادہ بے بسی و کس مپرسی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ کوفہ کی تاریخ کے یہ چند واقعات ہیں۔ تلاش و جستجو سے کام لیا جائے تو اس طرح کے بہت سے واقعات دستیاب ہو سکتے ہیں۔

۴۸ - ومن خطبة له علیه السّلام ——————— خطبہ:

سفرِ شام

یہ خطبہ امیرالمؤمنینؑ نے شام کی طرف کوچ کرتے ہوئے نخیلہ میں دیا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ،

اللہ ہی سزاوار سپاس ہے، جب تک رات آتی اور تاریکی چھائی رہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَ خَفَقَ،

ستائش خدائے بزرگ و برتر ہی کے لیے روا ہے، جب تک کہ ستارے چمکتے اور چھپتے رہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُودِ الْإِنْعَامِ وَلَا مُكَافَإِ الْإِفْضَالِ۔

حمد بے شمار اس معبود حقیقی کے لیے جو تمام صفات کمال کا جامع ہے جس کی نعمت و بخشش کی کوئی انتہا نہیں، جس کے فضل و کرم کی کوئی چیز برابری نہیں کر سکتی--!

أَمَّا بَعْدُ!

امّا بعد!

فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِي وَأَمَرْتُهُمْ بِلُزُومِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرِي،

میں نے اپنے لشکر کا ہراول روانہ کر دیا ہے[۱] اور اسے ہدایت کر دی ہے کہ فرات کے کنارے ڈٹا رہے، تاآنکہ میرا فرمان (اقدام و حرکت سے متعلق) اسے پہنچ جائے!

وَقَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ إِلٰى شِرْذِمَةٍ مِّنْكُمْ مُّوَطِّنِينَ أَكْنَافَ دِجْلَةَ، فَأُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ إِلٰى عَدُوِّكُمْ، وَأَجْعَلَهُمْ مِنْ أَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ۔

میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ دریائے فرات عبور کر کے تمہارے ان (مسلمان) بھائیوں کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ میں قیام اختیار کر چکے ہیں اور انھیں آمادہ کروں کہ وہ (بھی) تمہارے دشمنوں کی طرف (لڑنے کے لیے) روانہ ہو جائیں اور انھیں تمہارے لیے ایک قسم کی کمک بنا دوں۔

---

[۱] زیاد ابن نصر اور شریح ابن ہانی بارہ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہو چکے ہیں۔

صفاتِ خداوندی

اس خطبہ نما کلام میں مجھے سادہ اور بڑے فلسفیانہ انداز میں صفاتِ خداوندی کا ذکر فرمایا ہے اور عبد و معبود کی حقیقت بتائی ہے!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی بَطَنَ خَفِیَّاتِ الْاُمُورِ، وَ دَلَّتْ عَلَیْهِ اَعْلَامُ الظُّهُورِ، وَ امْتَنَعَ عَلٰی عَیْنِ الْبَصِیرِ - فَلَا عَیْنُ مَنْ لَمْ یَرَهُ تُنْكِرُهُ، وَلَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهُ یُبْصِرُهُ -

حمد اس خدا کے لیے سزاوار ہے جو پوشیدہ معاملات کا رازدان ہے اور اس کے وجود پر مظاہر کے نشان رہبر ہیں، جس کا دیدار بینائی چشم سے محال ہے۔ تو جس نے اُسے دیکھا نہیں وہ اس کے وجود سے انکار کرنے کا حق نہیں رکھتا اور جس دل نے اس کے وجود کا اقرار کرلیا ہے وہ اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا۔

سَبَقَ فِی الْعُلُوِّ فَلَا شَیْءَ اَعْلٰی مِنْهُ وَ قَرُبَ فِی الدُّنُوِّ فَلَا شَیْءَ اَقْرَبُ مِنْهُ -

وہ بلندی میں (سب پر) برتری رکھتا ہے اور قرب میں سب سے زیادہ نزدیک ہے، کوئی چیز بھی اس سے قریب تر نہیں،

فَلَا اسْتِعْلَاؤُهُ بَاعَدَهُ عَنْ شَیْءٍ مِنْ خَلْقِهِ، وَلَا قُرْبُهُ سَاوَاهُمْ فِی الْمَكَانِ بِهِ،

مگر اس کی بلندی نے اُسے اپنی مخلوقات سے دُور نہیں کر دیا ہے اور اس کی نزدیکی نے اُسے خلق کے برابر نہیں بنا دیا۔

لَمْ یُطْلِعِ الْعُقُولَ عَلٰی تَحْدِیدِ صِفَتِهِ، وَلَمْ یَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ،

عقلیں اس کے صفات کی حدوں سے باخبر نہیں[1] (مگر اس نے) اپنی مخلوق کو ضرورت بھر معرفت سے محروم بھی نہ رکھا۔

فَهُوَ الَّذِی تَشْهَدُ لَهُ اَعْلَامُ الْوُجُودِ عَلٰی اِقْرَارِ قَلْبِ ذِی الْجُحُودِ،

(یہ) وہ ہستی ہے کہ اس کے آثار و علامات وجود قلبِ منکر کو اس کی گواہی دینے پر مجبور کر دیتے ہیں[2]

تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا یَقُولُ الْمُشَبِّهُونَ بِهِ وَ الْجَاحِدُونَ لَهُ عُلُوًّا كَبِیرًا -

بلاشبہ، خدا اس بات سے پاک اور بلند ہے کہ اُسے (کسی مخلوق سے تشبیہ دی جائے، یا اس کے وجود کا انکار کرنے کی جرأت کی جائے۔

---

[1] اس لیے کہ اس کے صفات عین ذات ہیں لہٰذا ان کی کوئی حد نہیں،

[2] یعنی منکر بھی لاکھ زبان سے انکار کرے، لیکن دل اس کے وجود کو محسوس کرتا اور اس کا اعتراف کرتا ہے۔

۵۰ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد :

فساد کیوں ہوتا ہے؟

"فتنوں کے رونما ہونے کا نفسیاتی سبب، اور فساد کی بنیادی علت کا بیان"

إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ، وَأَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللهِ، وَيَتَوَلَّى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالاً عَلَى غَيْرِ دِينِ اللهِ،

فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِينَ، وَلَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ انْقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ،

وَلٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ فَيُمْزَجَانِ - فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ وَيَنْجُو الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللهِ الْحُسْنَى۔

بلاشبہ، فتنہ و فساد کا وقوع خواہشات نفس اور خود ساختہ (خلاف شرع) احکام کی پیروی کے باعث ہوتا ہے جن میں کتاب خدا کی مخالفت کی جاتی ہے۔ یا دین خدا کے خلاف لوگوں کو انسانوں کا حاکم بنا دیتے ہیں[1]۔

اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا، تو حق تلاش کرنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا، اسی طرح اگر باطل میں حق کی چاشنی نہ ہوتی تو پھر دشمنوں کو لب کشائی کا موقع نہ ملتا۔

(بات یہ ہے کہ) کچھ حق ہوتا ہے اور کچھ باطل اور ان دونوں کو ملا دیا جاتا ہے، یہی وہ مرحلہ ہے جہاں شیطان اپنے حلقہ بگوشوں پر قابو پالیتا ہے اور صرف وہی لوگ (شیطان کی گمراہی اور ضلالت سے) نجات پاتے ہیں (جو اس کی چال کو سمجھتے ہیں) اور جن پر خدا کی کرم گستری پہلے سے موجود ہے۔

---

[1] واجب الاطاعت ذات خدا کی ہے، یا ان لوگوں کی جو کتاب خدا کی روشنی میں احکام صادر کریں، لیکن لوگ یہ کرنے لگے ہیں کہ ان لوگوں کو ولی الامر بنا لیتے ہیں جو شرع سے اُنس نہیں رکھتے اور احکام خداوندی کے بجائے، خواہشات نفس کی پیروی کرنے لگتے ہیں لہذا فتنہ و فساد برپا ہونے لگتا ہے۔

خطبہ ۵۱ ــــــ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ــــــ

عزّت کی موت

معاویہ کی فوج نے (صفین میں) علیؑ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا تو آپ نے اپنے لشکر کو سمجھایا:

قَدِ اسْتَطْعَمُوْكُمُ الْقِتَالَ، فَأَقِرُّوْا عَلَى مَذَلَّةٍ، وَتَأْخِيْرِ مَحَلَّةٍ - أَوْ رَوُّوا السُّيُوْفَ مِنَ الدِّمَآءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَآءِ فَالْمَوْتُ فِىْ حَيَاتِكُمْ مَقْهُوْرِيْنَ، وَالْحَيَاةُ فِىْ مَوْتِكُمْ قَاهِرِيْنَ -

یہ لوگ (اصحابِ معاویہ) تم سے کارزار کے طالب ہیں، پس یا تو ذلّت و خواری قبول کر لو اور شجاعت و شرافت سے دستبردار ہو جاؤ، ورنہ اپنی تلواروں کی پیاس ان کے خون سے بجھاؤ، اگر تم مغلوب ہو گئے تو زندگی ہی میں مرگِ حقیقی تم پر طاری ہو جائے گی اور اگر غالب آئے تو مرنے کے بعد بھی زندہ رہو گے [۱]

أَلَا وَإِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَةً مِنَ الْغُوَاةِ وَعَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ حَتّٰى جَعَلُوْا نُحُوْرَهُمْ أَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ -

خبردار! معاویہ گمراہوں اور نادانوں کی ایک جماعت کو میدانِ کارزار میں گھسیٹ لایا ہے [۲]، اور حقیقتِ امر کو اس سے پنہاں رکھتا ہے [۳] تا آنکہ (اس جماعت نے) اپنے حلقوم و گلو کو ہدفِ مرگ قرار دے دیا ہے۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ لشکرِ معاویہ نے (جنگِ صفین میں) پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس بات کا خاص اہتمام ملحوظِ خاطر رکھا تھا کہ ایک قطرۂ آب بھی لشکرِ علی تک نہ پہنچنے پائے ۔ گویا کربلا میں جو کچھ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا اس کی داغ بیل یہیں سے پڑی تھی، کربلا کی تشکیل، اقبال، یہ صاحب۔ حضرت علی کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے ایک پُرجوش اور حیات آفریں خطبہ دے کر اپنے لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور گھاٹ پر قبضہ کریں، حضرت علی کی یہ پُرزور تقریر کام کر گئی اور تشنہ کام جب تیر و کمان لے کر آگے بڑھے تو شام کے شکم سیر سپاہی ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور ایک زبردست معرکہ کے بعد گھاٹ پر حضرت علی کے لشکر کا قبضہ ہو گیا، اب پانی کا ذخیرہ علوی لشکر کے پاس تھا اور جیشِ معاویہ ایک ایک قطرۂ آب کے لیے ترس رہا تھا اور چونکہ پہل معاویہ کی طرف سے بندشِ آب کی ہوئی تھی، لہٰذا علوی لشکر کو پورا حق تھا کہ وہ بھی پانی روک لے اور ایک قطرہ بھی پانی کا باہر نہ جانے دیتا، لیکن ساقیِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ راست علی مرتضیٰ کو، یہ بات پسند نہ آئی کہ مخالفوں اور دشمنوں کو پیاسا مارا جائے، چنانچہ آپ نے عام اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے پانی لے اور جتنا چاہے لے چنانچہ گھاٹ پر اگرچہ قبضہ علوی لشکر کا رہا لیکن پہرہ اٹھ گیا اور ہر شخص کو عام اس سے کہ وہ کسی عقیدہ اور مسلک کا ہو کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو کسی فوج میں شامل ہو پانی لینے کی اجازت مل گئی (مترجم)

[۱] عزّت و شرافت کی موت ذلّت اور خواری کی موت سے کئی گنا زیادہ بہتر و برتر ہے۔ [۲] یعنی یہ لوگ جو معاویہ کے ساتھ آئے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ جنگ ریاست اور حکومت کے لیے ہو رہی ہے نہ کہ خدا اور دین کے لیے۔ [۳] بظاہر یہ لوگ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے آئے ہیں، یعنی ایک نیک کام کے لیے میدانِ جنگ میں اترے ہیں۔ لیکن حقیقتاً یہ اس لیے لڑنے آئے ہیں کہ معاویہ کو تخت نشینِ حکومت کر دیں۔

۵۲ - ومن خطبة له علیه السّلام ——— خطبہ:

دُنیا

اس خطبے کا ایک اقتباس پہلے لکھا جا چکا، اس کی یہ دوسری مختلف روایت ہے جسے یہاں لکھا گیا۔ (سید رضی)

أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَآذَنَتْ بِوَدَاعٍ وَتَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا، وَأَدْبَرَتْ حَذَّاءَ، فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ سُكَّانَهَا، وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا وَقَدْ أَمَرَّ مِنْهَا مَا كَانَ حُلْواً، وَكَدِرَ مِنْهَا مَا كَانَ صَفْواً، فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْإِدَاوَةِ أَوْ جُرْعَةٌ كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ، لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ.

خبردار! دنیا فنا اور نیستی (کے دروازے پر) کھڑی ہے، اس کی زبان پر "الوداع" آچکا! اس کا معروف منکر بن چکا، وہ تیزی کے ساتھ منہ موڑ چکی[1] یہ دنیا فنا کے ہاتھوں، اپنے باشندوں کو ڈھکیلتی ہے۔ اور موت (کے ذریعہ) اپنے پڑوسیوں کو ہنکا کر (عالم آخرت کی طرف) لے جاتی ہے، اس کا شیریں پانی تلخ، اور صاف و شفاف چشمہ مکدّر ہو چکا ہے، اب اس کے پاس تلچھٹ کے سوا کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ جو برتن کی تہ میں رہ جاتی ہے[2] - یا اس گھونٹ کی طرح۔ جو مُقلہ کا ہوتا ہے، جسے پیاسے چوستے ہیں تو سیراب نہیں ہوتے۔

فَأَزْمِعُوا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُورِ عَلَىٰ أَهْلِهَا الزَّوَالُ وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيهَا الْأَمَلُ وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمْ فِيهَا الْأَمَدُ — فَوَاللّٰهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ الْوُلَّهِ الْعِجَالِ، وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيلِ الْحَمَامِ،

تو اے بندگانِ خدا! اس دنیا سے کوچ کرنے کا سامان کر لو[3] جس کے ساکنوں کے لیے موت مقدر کی جا چکی ہے اور ہاں دیکھیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں اور تمنائیں تم پر غلبہ پالیں، اور مدّت زندگانی (نا پائیدار) تمہاری نظر میں طولانی بن جائے۔

خدا کی قسم! اگر تم بچہ مردہ اونٹ کے مانند نالہ کرو اور کبوتر کی

---

[1] حذّاء - مسرعة۔ [2] السملة - بقية الماء فی الحوض۔ [3] پتھر کا ٹکڑا جسے پانی میں تر کر کے شدت تشنگی میں پانی کی نایابی کے باعث چوستے ہیں۔ (ن - مصر)

[3] حل لغات:- اداوۃ - اناء الماء (برتن) المتمزز - الامتصاص قلیلا قلیلا (چوسنا آہستہ آہستہ) الصدیان عطشان (تشنہ لب) فازمعوا - اعزموا۔

وَجَأَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ الرُّهْبَانِ، وَخَرَجْتُمْ إِلَى اللهِ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ إِلَيْهِ فِي ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ، وَحَفِظَهَا رُسُلُهُ لَكَانَ قَلِيلاً فِيمَا أَرْجُو لَكُمْ مِنْ ثَوَابِهِ وَأَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهِ۔

صدائے دردمند کی طرح پکارو، اور راہب تارک الدنیا کی طرح فریاد وزاری کرو، اور مال و اولاد سے کنارہ کش ہو کر تقرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے نکل پڑو، تاکہ تمھارا ایسا کوئی درجہ (اس کی جناب میں) بلند کر دیا جائے، یا ایسا کوئی گناہ بخش دیا جائے، جسے کاتبانِ نامۂ اعمال، اپنی کتاب میں لکھ چکے ہیں، تو یہ ساری چیزیں اس ثواب کے مقابلہ میں کہیں کم ہوں گی جس کی میں تمھارے لیے امید کر رہا ہوں، اسی طرح اس عذاب کے مقابلہ میں، جس سے مَیں تمھارے بارے میں خائف رہتا ہوں کم ہے۔

وَاللهِ!

لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوبُكُمُ انْمِيَاثاً، وَسَالَتْ عُيُونُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ إِلَيْهِ أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَماً ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ، مَا جَزَتْ أَعْمَالُكُمْ "وَلَوْ لَمْ تُبْقُوا شَيْئاً مِنْ جُهْدِكُمْ" أَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ وَهُدَاهُ إِيَّاكُمْ لِلْإِيمَانِ۔

واللہ!

اگر تمھارے دل، شوق لقائے باری تعالیٰ میں گداختہ ہو جائیں، اور اس کے اجر کے شوق، اور عذاب کے خوف سے تمھاری آنکھیں خون برسانے لگیں، اور جب تک دنیا باقی ہے تمھیں موت نہ آئے تب بھی تمھارے اعمال، خداوند تعالیٰ کی ان نعمت ہائے بزرگ کی مکافات نہ ہو سکیں گے جو اس نے ازراہِ کرم و رحم تم پر ارزانی فرمائی ہیں، اور ایمان کی طرف رہبری فرمائی ہے، اگرچہ تم سعی و کوشش کا کوئی ذریعہ باقی نہ چھوڑو!

ومنہا ــــــ قربانی کا جانور

گزشتہ خطبے کے اس ٹکڑے میں امیر المومنینؑ نے قربانی کے جانور کے متعلق بتایا ہے کہ وہ کیسا ہونا چاہیے۔ (رضی)

قربانی کے جانور کے شرائط کاملہ یہ ہیں:۔

وَمِنْ تَمَامِ الْأُضْحِيَّةِ اسْتِشْرَافُ أُذُنِهَا وَسَلَامَةُ عَيْنِهَا۔	(۱) کان درست ہوں، (۲) آنکھیں سالم ہوں۔
فَإِذَا سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأُضْحِيَّةُ وَتَمَّتْ۔	پس اگر گوش وچشم بے عیب ہوں تو اس جانور کی قربانی صحیح اور درست ہے۔
وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ۔	(اسی طرح) اگر سینگ ٹوٹا ہوا ہو، یا وہ قربان گاہ کی طرف جاتا ہوا لنگ کرتا ہو۔

(سید رضیؒ نے مِنْسَك کے معنے مذبح لکھے ہیں)

قربانی کے معاملہ میں امیر المومنین کے یہ ارشاد کسی حد تک فقہ رائج الوقت سے مختلف ہیں۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ اختلافات فقہی قید مقام کے بھی پابند ہیں! مثلاً جس جانور کے سینگ کا بیرونی حصہ کچھ شکستہ ہو اور پاؤں میں کسی حد تک لنگ ہو، اس کی قربانی میں ہمارے دلیس کے اندر کوئی مضائقہ نہیں سمجھا جاتا۔

لیکن علامہ فیض الاسلام سید علی نقی اپنے فارسی ترجمہ وشرح نہج البلاغۃ میں بالفاظ واضح تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اگر شاخ شکستہ باشد، برائے قربانی صلاحیت ندارد، مانند گوسفند پا شکستہ درست نیست۔"

(باعتبار فقہ شیعہ صحیح ہے)

مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں:۔

"صفات اضحیہ اور اس کے عیوب کی تفصیل اور صدقات کے معلومات کے لیے کتب فقہ سے رجوع کیا جائے۔"

مترجم

۵۳- ومن کلام لہ علیہ السّلام ـــــــــــ ارشاد:

ذکرِ بیعت

یہاں امیرالمومنینؑ نے، ان حالات کا ذکر فرمایا ہے، جو ان کی بیعت خلافت سے پہلے، اور بعد میں پیش آئے۔

فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا، وَخُلِعَتْ مَثَانِيهَا، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ۔

ان لوگوں نے مجھ پر اس طرح ازدحام کیا، جس طرح پیاسے اونٹوں کی رسیاں کھول دی جائیں اور ساربان چھوڑ دے اور وہ بگٹٹ گھاٹ کی طرف بھاگیں ـــــ یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ یہ لوگ کہیں مجھے یا آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے تو نہیں آرہے ہیں

یا تو ان کے جوش عقیدت کا یہ عالم تھا، کہ بیعت کے لیے اس طرح ٹوٹے پڑ رہے تھے اور یا اب کیفیت یہ ہے کہ طلحہ و زبیر اور بعض دوسرے لوگ نقض بیعت کر رہے ہیں اور پیمان شکنی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

وَقَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَظَهْرَهُ حَتَّى مَنَعَنِي النَّوْمَ، فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ، أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ)

میں نے اس امر کے ظاہر و باطن پر اچھی طرح غور کیا اور اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار اپنے لیے نہ پایا کہ ایسے لوگوں سے جنگ کروں، یا پھر ان چیزوں کا منکر ہو جاؤں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (من جانب اللہ) اپنے ساتھ لائے تھے[1]

فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ، وَمَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ۔

جنگ کا معالجہ میرے نزدیک آسان تر ہے عذاب الٰہی کا معالجہ قبول کر لینے سے[2]، اور دنیا کی موت میرے لیے کہیں آسان ہے قیامت کی موت سے[3]۔

---

[1] صورت حال یہ ہے کہ ان لوگوں نے خود ہی مجھے منصب خلافت قبول کر لینے پر مجبور کیا، پھر جب میں نے یہ ذمہ داری سنبھال لی اور ان سے بیعت لے لی تو اب یہ خودسری اور خود پسندی کے مظاہرے کر رہے ہیں، نقض عہد اور پیمان شکنی کر رہے ہیں، اب اگر میں انھیں ڈھیل دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میرا ایمان کمزور ہے۔

[2] اگر میں راہِ راست پر لانے کے لیے میدان جنگ میں اُترتا ہوں تو جنگ کی تکلیفیں اور کلفتیں اُس عذاب الٰہی کے مقابلہ میں کہیں آسان ہیں جو جنگ کو نظر انداز کرنے کے بعد لازمی ہے۔ [3] دنیا کی موت، ـــ یعنی ایذائیں اور تکلیفیں، آخرت کی موت یعنی آخرت کا عذاب وعقاب!

یعنی جو لوگ اسلام کے راستے سے ہٹ گئے ہیں، ان سے جنگ و پیکار کر کے مشقتیں برداشت کرنا کہیں آسان ہے، اپنی بے عملی، غفلت اور فرض ناشناسی کے الزام میں خدا کے دربار سے سزا اور عقاب پانے کے مقابلہ میں ـــ!

۵۴ ــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــ ارشاد :

علیؑ اور جنگ میں تامّل

دریا پر لشکرِ امیر شام کا قبضہ تھا، اور حضرتؑ جنگ کا حکم نہیں دے رہے تھے۔ لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں۔ جن کے جواب میں آپ نے فرمایا :

اَمَّا قَوْلُكُمْ : اَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ، فَوَاللّٰهِ مَا اُبَالِي دَخَلْتُ اِلَى الْمَوْتِ اَوْخَرَجَ الْمَوْتُ اِلَيَّ.

وَاَمَّا قَوْلُكُمْ : شَكًّا فِي اَهْلِ الشَّامِ، فَوَاللّٰهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا اِلَّا وَاَنَا اَطْمَعُ اَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي، وَتَعْشُوَ اِلَى ضَوْئِي.

وَذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْتُلَهَا عَلٰى ضَلَالِهَا وَاِنْ كَانَتْ تَبُوْءُ بِآثَامِهَا۔

تمھاری یہ بات کہ یہ سارا تامل (جنگ شروع کرنے میں اصحاب معاویہ سے) اس لیے ہے کہ میں موت سے ڈرتا ہوں، تو خدا کی قسم، نہ میدان کارزار میں موت سے خائف ہوں، نہ مرگِ ناگاہ سے کوئی خوف رکھتا ہوں، اور تمھارا یہ خیال کہ میں اہل شام سے جنگ کرنے میں مشکوک اور متردد ہوں (یہ بھی درست نہیں) بخدا میں نے کبھی بھی جنگ کو نہیں ٹالا سوا اس طمع کے، کہ ان کا (اہل شام کا) کوئی ایک گروہ ہی مجھ سے آکر مل جائے اور (یوں) میرے ذریعہ ہدایت پائے (اور گمراہی سے تائب ہو جائے) اور اپنی چشم کم نور سے میری روشنی میں (حق کا راستہ) دیکھ لے، اور مجھے تو یہ تامّل اس لیے زیادہ پسند ہے کہ میں گمراہی اور ضلالت کی حالت میں ان سے جنگ آزما ہوں اور انھیں قتل کروں، اگرچہ یہ (بہر حال) اپنے گناہوں ہی سے (میرے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد) پلٹے ہوں گے!

لہ اگرچہ امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی جس طرز عمل کو اختیار کیے ہوئے تھے اس کا علاج صرف جنگ ہی تھا لیکن امیرالمومنین اقدام و عمل کے سلسلہ میں عجلت کو پسند نہیں فرماتے تھے وہ برابر اسکی کوشش کرتے رہے کہ حالات سدھر جائیں اور جنگ کی نوبت نہ آئے۔

۵۵ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــ ارشاد:

وہ اور ہم؟

عہدِ رسالتؐ میں مسلمانوں کا شوقِ جہاد، اور استقلالِ ایمان کا ماضی اور حال۔

وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا وَإِخْوَانَنَا وَأَعْمَامَنَا مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا وَمُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ، وَصَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْأَلَمِ، وَجِدًّا فِيْ جِهَادِ الْعَدُوِّ۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (میدانِ جہاد میں) اپنے چھوٹوں اور بڑوں، بھائیوں اور چچاؤں کو (میدانِ جنگ میں ان کے کافر ہونے کے باعث) قتل کرتے تھے، اور اس طرح ہم میں، ایمان کا، خوئے تسلیم و رضا کا، شدائد میں تحمل اور صبر کا، راہِ راست پر رہروی اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کا جذبہ بڑھتا تھا۔

وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَالْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ، يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا أَيُّهُمَا يَسْقِيْ صَاحِبَهٗ كَأْسَ الْمَنُوْنِ، فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا وَمَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا۔

(میدانِ کارزار میں) ایک شخص ہم میں کا ہوتا تھا، اور دوسرا دشمنوں میں سے، یہ دونوں اس طرح گتھ جاتے تھے جس طرح مضبوط نر (جانور) ایک دوسرے سے گتھ جاتے ہیں (دونوں ایک دوسرے کی) جان لینے کے درپے ہو جاتے تھے کہ دیکھیں (پہلے) کون اپنے مقابل کو موت کا جام پلاتا ہے!۔ کبھی ہم دشمن پر غالب آتے تھے، کبھی وہ ہم پر فتح حاصل کرتا تھا، لیکن

فَلَمَّا رَأَى اللّٰهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَأَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ، حَتَّى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهٗ، وَمُتَبَوِّئًا أَوْطَانَهٗ۔

خدا نے ہماری راستی[1] دیکھ لی تو دشمن کے لیے رسوائی اور مغلوبی، اور ہمارے لیے فیروزمندی مقسوم کر دی، یہاں تک کہ اسلام کو اس طرح کا قرار آ گیا جیسے آرام کرتے وقت اونٹ اپنے سینہ و گردن کو زمین پر ٹیک دیتا ہے[2]

وَلَعَمْرِيْ لَوْ كُنَّا نَأْتِيْ مَا أَتَيْتُمْ مَا قَامَ لِلدِّيْنِ عَمُوْدٌ وَّلَا اخْضَرَّ لِلْإِيْمَانِ عُوْدٌ۔ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا وَّلَتُتْبِعُنَّهَا نَدَمًا۔

اپنی جان کی قسم! اگر ہم بھی وہی کرتے جو تم کر رہے ہو[3] تو نہ دین کا پایہ بلند ہوتا، اور نہ شجرِ اسلام کی شاخ سرسبز ہوتی! اور خدا کی قسم، تم (اپنے فائدہ کے لیے) اسلام کا خون (دودھ کی طرح) دوھ لیتے[4]، اور اسکے بعد ندامت اور پشیمانی اٹھاتے[5]

حلِ لغات: اللقم ـ معظم الطریق او جادتہ۔ [1] یعنی خدا نے یہ دیکھ لیا کہ ہم صدقِ دل سے اس کے مطیع ہیں اور اسکی رضا اور اس کے کلمہ کی سربلندی کے لیے اپنی جان نثار کر دینا سب سے بڑی سعادت اور نعمت سمجھتے ہیں تو ـــ [2] استقلال ـ یعنی امور دین منظم ہو گئے۔ [3] دشمن کی طرف سے مطمئن ہو کر۔ [4] یعنی اگر ہم بھی تمہاری طرح سست گام اور سرگشتہ غفلت ہوتے، ہادیٔ اسلام ﷺ کے سلسلہ میں ہماری رفتار بھی وہی ہوتی جو تمہاری ہے، دشمن سے جنگ و پیکار کے سلسلہ میں تمہاری طرح سستی و سہل انگاری کرتے تو اسلام کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ (فیض الاسلام ـ طہران) [5] کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ دشمن تم پر غالب آ جاتا اور اسکے تسلط کے بعد تم روتے کہ ہائے یہ کیا ہوا؟

ارشاد: ______ ۵۶ ___ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام

سبّ علیؑ

امیرالمومنینؑ نے بتایا ہے کہ میرے بعد وہ وقت آئے گا، جب وقت کے حاکم، لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مجھ پر لعن طعن کریں اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کریں!

آگاہ ہو جاؤ ---!

اَمَا اِنَّهٗ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِیْ رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُومِ مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ، يَأْكُلُ مَا يَجِدُ وَيَطْلُبُ مَا لَا يَجِدُ، فَاقْتُلُوْهُ وَلَنْ تَقْتُلُوْهُ-

میرے بعد بہت جلد، ایک کشادہ گلو، اور کشادہ شکم شخص (معاویہ) تم پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اسے جو ملے گا اسے کھائے گا، اور جو نہ ملیگا اسے طلب و تلاش کرے گا۔ تو (اگر تم میں قوت و حوصلہ ہو تو) اسے قتل کر دینا، (لیکن میں جانتا ہوں، تم میں یہ تاب و طاقت نہیں، لہذا) ہرگز تم اسے قتل نہیں کرسکو گے!

اَلَا!

وَاِنَّهٗ سَيَاْمُرُكُمْ بِسَبِّیْ وَالْبَرَاءَةِ مِنِّیْ-

دیکھو

یہ شخص عنقریب حکم دے گا کہ مجھے ناسزا کہو، اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو!

اَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ، فَاِنَّهٗ لِیْ زَكَاةٌ وَلَكُمْ نَجَاةٌ، وَاَمَّا الْبَرَاءَةُ فَلَا تَتَبَرَّءُوْا مِنِّیْ، فَاِنِّیْ وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَسَبَقْتُ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالْهِجْرَةِ-

پس تو اگر تم ناسزا کہنے پر مجبور ہو جاؤ تو دشنام دے لینا، اس لیے کہ وہ سب وشتم میرے لیے زکاۃ اور تمھارے لیے پریشانی سے چھٹکارا ہے [1] لیکن تبرّا، تو مجھ سے برأت کا اظہار نہ کرنا، کیونکہ میں فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں پیش قدمی کی ہے [2]

---

[1] اس طرح تمھاری جان بچ جائے گی اور میں چونکہ خواہ مخواہ نشانۂ سب وشتم بنوں گا، اس لیے جناب الٰہی میں میرا درجہ بلند ہوگا۔

[2] یعنی کبھی راہ کفر و شرک پر میں نے قدم نہیں رکھا، برعکس دوسرے لوگوں کے کہ وہ پہلے کفر و شرک کی زندگی بسر کرتے تھے، بعد میں اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔

لہذا مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو گے تو گویا خدا سے بیزاری کا اظہار کرو گے۔

بالآخر امیرالمومنینؑ کی یہ فراست صحیح اور مبنی بر واقعہ ثابت ہوئی - امیر معاویہ کے عہد میں سب علیؑ کی بدعت منبر ہساجد پر شروع ہوئی ، اور جب تک بنوامیہ تباہ و برباد نہ ہوگئے (ایک مختصر سے وقفہ عہد عمر بن عبدالعزیز کے سوا) جاری رہی -

جن لوگوں کے بارے میں ارباب حکومت کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ شیعیان ، دوستداران علی ہیں ان پر (خواہ وہ صحابی ہوں یا تابعی یا عامۂ مسلمین میں سے) طرح طرح کی سختیاں کی جاتی تھیں ، انھیں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا ، ان کے حقوق ضبط کر لیے جاتے اور بالآخر ان کی جان لے لی جاتی تھی ، اس معاملہ میں کسی قسم کی رواداری یا رحم و رعایت کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا -

مساجد میں برسر عام عین نماز کے وقت امام خطبہ میں جہاں ملوک بنی امیہ کے لیے درازئ عمر و اقبال کی دعائیں مانگتا تھا ، وہاں علیؑ پر تبرا بھیجتا تھا - دشنام طرازی کرتا تھا ، لعن طعن کرتا تھا اور کسی میں یارانہ تھا (باستثناء خاص) کہ اٹھتا ، ٹوکتا ، اور اس سلسلہ کو بند کرتا ، یہ سب کچھ اس لیے ہوتا تھا کہ حکومت کی دہشت سے زبانیں بند ہو جائیں - دماغ سوچنا ترک کر دیں ، حضرت علیؑ اور حضرات اہل بیت اطہار کی محبت ، جو دلوں کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو چکی ہے نکل جائے ، تلواروں کے پہرے ، سنگینوں کے جلوے ، کوڑوں کی نمائش ، سیم و زر کی رشوت —— ان سب کا مقصد ایک اور صرف ایک تھا ، کہ لوگ بنوامیہ کی حکومت کو برحق سمجھ لیں ، اور اسے فراموش کر دیں کہ یہ حکومت حق پر نہیں ، باطل پر قائم ہے -

---

جو کچھ امیرالمومنین نے بطور پیشین گوئی فرمایا ، وہ ان کی حیات طیبہ کے بعد واقعہ اور حقیقت بن کر رہا ، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر تاریخ کی شہادت بھی پیش کر دی جائے ، تاکہ یہ بات واشگاف ہو جائے کہ نیکو کار اور پاک سرشت لوگوں کی آنکھ وہ کچھ دیکھ لیتی ہے جو ابھی رونما نہیں ہوا ہوتا -

واقعہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے

امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں برسر منبر حضرت علیؑ پر سب و شتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے - مغیرہ بن شعبہؓ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے ، لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے ، حجر بن عدیؓ[1] اور ان کی جماعت کو فطرتاً اس سے تکلیف پہنچتی تھی ، اس کے جواب میں وہ بھی مغیرہ اور معاویہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے تھے - مغیرہ اس پر باز پرس نہ کرتے تھے[2]

ایک مرتبہ حسب معمول مغیرہ بن شعبہ جناب امیر کو برا بھلا کہہ رہے تھے ، اس پر حجر بن عدی نے کنکریاں پھینکیں ، زبانی

---

[1] متقدر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ [2] اخبار الطوال ص ۲۲۳ ، ۲۲۴

بھی ناملائم الفاظ کہے اور لوگ بھی ان کے ہمنوا ہو گئے۔ مغیرہ بالکل خاموش ہو گئے۔[1]

مغیرہ بن شعبہ کے بعد زیاد کے زمانہ میں بھی یہ رسم جاری رہی، اور اسی کے ساتھ حجر کا جوابی طرزِ عمل بھی قائم رہا، زیاد نے شروع میں انھیں سمجھا دیا تھا کہ حضرت علی کی مدح اور معاویہ کی مذمت کا طریقہ چھوڑ دیں، لیکن حجر نے نہ سنا، زیاد کو اطلاع ملی کہ حجر اور ان کی جماعت امیر معاویہ اور زیاد کی بُرائیاں اور ان کے خلاف "سازش" کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف ابھارتے ہیں۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں زیاد کو بصرہ جانے کی ضرورت پیش آئی، وہ کوفہ میں عمرو بن الحریث کو اپنا قائمقام بنا گیا، اس نے حسب معمول حضرت علی پر سبّ وشتم کیا، حجر نے اس پر بھی کنکریاں پھینکیں، عمرو بن الحریث خاموش رہا اور زیاد کو اس واقعہ کی اطلاع بھیجدی، وہ فوراً کوفہ واپس آیا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرکے امیر معاویہ کے پاس بھجوا دیا اور ان کو لکھا کہ یہ لوگ "فتنہ" کی بنیاد ہیں، جب تک قتل نہ کیے جائیں گے فتنہ کی جڑ باقی رہے گی، چند آدمیوں نے جو حجر بن عدی کے خلاف تھے، "شہادت" دے دی، اس لیے امیر معاویہ نے ان کو اور ان کے چند ساتھیوں کو قتل کرا دیا۔[2]

حضرت حجر بن عدیؓ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، اس لیے ان کے قتل کا اثر بہت بُرا پڑا۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی امیر معاویہ کے پاس ان کی سفارش کے لیے آدمی دوڑائے تھے، لیکن وہ اس وقت پہنچے جب حجر قتل کیے جا چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو سخت صدمہ پہنچا، چنانچہ امیر معاویہ جب اس سال حج کے لیے گئے اور حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے (حضرت عائشہؓ نے) ان سے فرمایا:

"معاویہ — تم کو حجر اور اُن کے ساتھیوں کے قتل پر خدا کا خوف نہ آیا؟"

معاویہ نے عرض کیا،

"انھیں ان لوگوں نے قتل کیا ہے جنھوں نے ان کے خلاف "شہادت" دی تھی۔"[3]

—— اموی خلفا نے ایک بُری بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال (تمام مقبوضہ مقامات میں) خطبہ میں حضرت علیؓ پر لعن طعن کیا کرتے تھے، اور اسے خطبہ کا جزو بنا دیا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے بالکل بند کر دیا، اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کر دیا کہ حضرت علیؓ کے متعلق جو ناملائم الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بند کر دیں اور اس کی جگہ کلام اللہ کی یہ آیت داخل:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ یعنی اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کو

---

[1] یعقوبی ج ۱ ص ۲۷۳ و ابوالفداج ۱ ص ۱۸۶۔ [2] یعقوبی ص ۲۷۴ ج ۲۔
[3] اخبار الطوال ص ۲۲۷، استیعاب ج ۱ ص ۱۳۸، تاریخ اسلام ج ۲ ص ۱۳ و ۱۴۔

إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ - دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش اور برائی اور ظلم سے روکتا ہے کہ شاید تم سمجھو۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب وتعلق نے اگرچہ اہل بیت کو تمام مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا، لیکن بنوامیہ کا خاندان ابتدا ہی سے سیاسی مصالح کی بنا پر ان کا دشمن ہوگیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اسی خاندان کے رکن تھے، اور ان کے زمانہ تک اس بغض وعداوت کا خمیر اس قدر پختہ ہوگیا تھا کہ خاندان بنوامیہ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا تھا، لیکن وہ خود اہل بیت کی محبت میں اس قدر مخمور وسرشار تھے کہ ایک بار گورنری مدینہ کے زمانہ میں ان کے ہاں فاطمہؓ بنت علیؓ آئیں، تو انھوں نے تمام پہرہ داروں اور غلاموں کو گھر سے نکلوا دیا، پھر تنہائی میں لے جا کر ان سے کہا۔

" اے دختر علیؓ، ـــ صفحۂ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے، تم خود میرے خاندان سے زیادہ مجھے عزیز ہو۔[2]

ان الفاظ سے اُن کی دلی عقیدت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے، جو انھیں خاندان اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، عہد بنوامیہ میں اور بعد میں عہد بنوعباس میں بھی وہ تمام لوگ، کسی نہ کسی طرح موت کے گھاٹ اتارے گئے، جو یا تو خاندان رسالت سے تعلق رکھتے تھے، یا حبِ آل محمدؐ سے مخمور وسرشار تھے، ان لوگوں کے مقابلہ میں کبھی تلوار نکلی، کبھی زہر کی پڑیا، لیکن پھر بھی یہ سلسلہ بند نہ ہوا اور حضرت امام شافعی نے تو اپنے اس شعر میں اس سوال کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسکت جواب دے دیا ہے:

ان کان رفضا حبُّ آل محمّد
فلیشهد الثّقلان انّی رافض

یعنی، اگر حبِ آل محمدؐ کا نام رفض ہے ـــ تو کائنات گواہ رہے کہ میں رافضی ہوں۔
مترجم

---

[1] تاریخ الخلفاء ص۲۴۴ و ابن سعد ص۲۹۱ تاریخ اسلام ص۲۲۶۔ [2] طبقات ابن سعد ص۲۴۵۔

۵۷ — ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

خوارج کو تنبیہ

أَصَابَكُمْ حَاصِبٌ وَّلَا بَقِيَ مِنْكُمْ آبِرٌ - أَبَعْدَ إِيمَانِي بِاللهِ وَجِهَادِي مَعَ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) أَشْهَدُ عَلَى نَفْسِي بِالْكُفْرِ؟ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ! فَأُوبُوا شَرَّ مَآبٍ، وَارْجِعُوا عَلَى أَثَرِ الْأَعْقَابِ۔

أَمَا!

إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي ذُلّاً شَامِلًا وَّسَيْفًا قَاطِعًا وَّأَثَرَةً يَّتَّخِذُهَا الظَّالِمُونَ فِيكُمْ سُنَّةً۔

وہ اندھیائو جو سنگریزوں کو جنبش میں لاتا ہے تم پر آپڑے[1] اور تم میں کوئی باقی نہ رہے، کیا خدا پر ایمان لانے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ (کافروں سے) جہاد کرنے کے بعد بھی میں (اقرار کروں کہ میں کافر ہو گیا تھا[2]، (اگر ایسا کروں تو) بلاشبہ میں گمراہ ہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جا سکے گا[3]۔ پس بہتر یہ ہے کہ تم خود) بُرے ٹھکانے سے پلٹ آؤ[4]

خبردار

میرے بعد، بلاشبہ تمہیں ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا[5]۔ شمشیر بُرّاں سے تمہیں مقابلہ پڑے گا؛ تمہارے مال و منال پر ستمگار قبضہ کر لیں گے اور اس کام کو تمہارے مابین انجام دینا اپنی عادت قرار دے لیں گے[6]

---

[1] خوارج سے آپ فرما رہے ہیں کہ تم پر عذاب الٰہی نازل ہو، اس لئے کہ تم نے کلام الٰہی کو کھیل بنا لیا ہے تمہاری نسل منقطع ہو جائے کہ تم فتنہ فساد میں مبتلا ہو گئے ہو۔ [2] خوارج کہتے تھے کہ تحکیم قبول کر کے آپ کافر ہو گئے ہیں لہٰذا توبہ کیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں ورنہ مخالفت کریں گے، اور لڑیں گے ــ یہ اس کا جواب ہے! [3] لیکن الحمد للہ کہ واقعہ ایسا نہیں ہے، میں راہ یاب ہوں، خدا پر ایمان پہلے بھی تھا، اب بھی ہے اس کے دین کی نصرت اور یاری کے لیے پہلے بھی میری تلوار بے نیام ہوئی تھی، اب بھی ہوئی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ [4] حقیقت نفس الامری ہے کہ تم خود گمراہ ہو اور تمہارے لیے بہتر اور انسب صورت یہ ہے کہ اپنی گمراہی سے تائب ہو اور جس بُرے ٹھکانے کو تم نے اپنا مقام اور مستقر بنا لیا ہے اس سے پلٹ آؤ کامیابی کی صرف یہی صورت ہے۔ [5] اور تاریخ گواہ ہے کہ علی مرتضیٰؑ کے بعد ان خوارج کو کیسی کیسی رسوائیوں اور شکستوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ ان کا وجود ہی تقریباً مٹ گیا۔ [6] یعنی ستمگاروں کو یہ عادت پڑ جائے گی کہ وہ قتل و غارت کو اپنا وظیفہ حیات قرار دے لیں چنانچہ مہلب بن ابی صفرہ اور دوسرے عمال بنی امیہ نے جس طرح خوارج کو تلوار کی نوک پر رکھا اور جس طرح ان عرصۂ حیات تنگ کر دیا، وہ ایک تاریخی حقیقت ہے، جسے نہ فراموش کیا جا سکتا ہے۔ نہ جس کی تردید کی جا سکتی ہے۔

۵۸- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

خارجیوں سے لڑنے تشریف لیے جا رہے تھے، کہ کسی نے
کہا: دشمن نے نہروان کا پل عبور کر لیا—! تو فرمایا: (رضی)

مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ — (ان خوارج کی) قتل گاہیں[1] آب نہروان کے اس طرف ہیں!

وَاللهِ — بخدا!

لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ وَلَا — ان میں کے دس آدمی (بھی) بچنے[2] نہیں پائیں گے، اور

يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ۔ — تم میں سے دس[3] آدمی (بھی) ہلاک نہیں ہوں گے۔

اس عبارت میں نطفہ کے لفظ سے آب صافی مراد لیا ہے، اور یہ پانی کے لیے فصیح ترین کنایہ ہے۔ (رضی)

علامہ شیخ محمد عبدہٗ مفتی دیار مصر اپنی شرح نہج البلاغہ ص۱۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں: "امیرالمومنین نے یہ پیشین گوئی جو فرمائی تھی کہ خوارج کے دس آدمی بھی زندہ نہیں بچیں گے، اور تمہارے (لشکر علوی کے) دس آدمی بھی ہلاک نہیں ہونگے، یہ بھی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی، چنانچہ ان میں کے صرف نو[9] آدمی بچے، جو اِدھر اُدھر متفرق اور پراگندہ ہو گئے اور اصحاب امیرالمومنین میں سے صرف آٹھ آدمی میدان جنگ میں کام آئے۔

جب حضرت خوارج سے جنگ کے لیے نکلے، تو آپ کے اصحاب میں سے ایک نے آپ سے آ کر عرض کیا: "خوارج نے نہر (نہروان) عبور کر لی۔"
آپ نے دریافت فرمایا: "تم نے دیکھا، وہ لوگ عبور کر چکے؟"

عرض کیا گیا "جی ہاں، ایسا ہو چکا! میں نے خود دیکھا ہے، اپنی آنکھوں سے!"

ارشاد فرمایا: "بخدا انہوں نے دریا کو عبور نہیں کیا ہے، وہ دریا کو عبور کر بھی نہیں سکتے، اس لیے کہ ان کی قتل گاہ نہر کے اُس طرف ہے!"

اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے، جب نہروان کے قریب پہنچے تو ملاحظہ فرمایا کہ تمام خوارج نے تلواروں کی نیامیں توڑ دیں اور اپنے گھوڑوں کو لے کر آمادۂ جنگ ہو چکے ہیں، اور زور زور سے نعرے لگا رہے ہیں، "لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ (یعنی حکم صرف خدا ہی کا چل سکتا ہے) اس کلمہ کو انھوں نے اپنا شعار قرار دے لیا تھا اور نعرہ بازی کر کے غوغا آرائی شروع کر دی تھی، پس حضرت نے فرمانِ جنگ صادر فرمایا۔

جب جنگ تمام ہوئی تو معلوم ہوا، خوارج کے نو[9] آدمی بھاگ کر ہلاک ہونے سے بچ گئے اور اصحاب حضرت میں سے صرف آٹھ آدمیوں نے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کی —!" (علی نقی۔ طہران)

---

[1] یعنی جس مقام پر یہ خوارج قتل ہوں گے۔ [2] مرنے سے۔

۵۹- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ________ ارشاد:

خوارج کا انجام

امیرالمومنینؑ نے بتایا ہے کہ ہلاک، اور مقتول ہونے کے باوجود، یہ خوارج کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہیں گے۔

لَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِیْلَ لَہٗ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ هَلَكَ الْقَوْمُ بِاَجْمَعِهِمْ:

جب (جنگ نہروان میں) خوارج قتل ہو گئے تو عرض کیا گیا، یا امیرالمومنین وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے[۱]۔

فَقَالَ علیہ السلام:

(یہ سنکر امیرالمومنین نے فرمایا)

كَلَّا وَاللّٰهِ اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ قَرَارَاتِ النِّسَآءِ، كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ لُصُوْصًا سَلَّابِیْنَ۔

"نہیں، خدا کی قسم نہیں، ابھی تو یہ مردوں کے صُلبوں، اور عورتوں کے رحموں کے اندر نطفہ کی شکل میں موجود ہیں، ہر زمانہ میں جب ان کا کوئی سینگ ظاہر ہوگا، اسے قطع کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا آخری طبقہ چوروں، اور ڈاکوؤں پر مشتمل ہوگا[۲]۔

حل لغات: قرارات: کنایہ ہے عورتوں کے رحم سے۔

نجم: ظہر وطلع یعنی ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔

قرن: لفظی معنی سینگ کے ہیں، اس جگہ مراد کوئی فرد، یا امیر گروہ ہے۔

لصوص: جمع ہے لص کی، جس کے معنی چور کے ہیں، اس جگہ مراد یہ ہے، کہ پھر نہ ان کا کوئی مسلک رہ جائے گا، نہ مذہب، نہ عقیدہ، نہ اعزاز، نہ وقار۔

(ن ۔ مصر)

---

[۱] خوارج نے یہ جنگ بڑی غیر معمولی تیاری کے ساتھ شروع کی تھی، ان کا لشکر تقریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل تھا، ان میں سے صرف ۹ بھاگ کر جان بچا سکے۔ باقی سب قتل ہو گئے۔ [۲] یعنی یہ عزت اور وقعت بالکل کھو چکے ہوں گے۔

۶۰- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد:

قتل خوارج کی ممانعت

وَقَالَ فِيهِم —

لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِي، فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَأَخْطَأَهُ، كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَأَدْرَكَهُ -

میرے بعد خوارج کو ہلاک نہ کرنا، جو حق[1] کا طالب ہو (اور طلب حق میں اس سے) خطا ہو جائے تو وہ اس شخص[2] کے مانند نہیں ہے جس نے باطل کو چاہا، اور اسے حاصل بھی کر لیا،

حضرت امیر المومنین کی مراد یہ ہے کہ خوارج اگرچہ اپنے سوءِ عقیدہ کے باعث گمراہ ہیں، لیکن یہ گمراہی اس شبہ کے باعث پیدا ہوئی ہے جو اُن کے نفوس میں جاگزیں ہو گیا ہے، یعنی ان کی نیت غلط نہیں، اگرچہ اقدام وعمل میں غلطی ان سے سرزد ہوئی ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام پر خروج جائز ہے، یہ عقیدہ غلط ہے اور امام برحق پر خروج بھی ناواجب ہے لیکن میری وفات کے بعد صورتِ حال بدل جائے گی، اب خلافت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی جو برسرِ باطل ہیں، اور باطل کی کمک پر انھوں نے مسندِ خلافت پر قبضہ کیا ہے، لہٰذا ایسے ملوک کے خلاف خروج جائز ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے خلاف اب یہ خروج کریں گے، یہ وہی لوگ ہونگے جنھوں نے غلط طور پر حق کو دبا کر، اور باطل سے مدد لیکر اس منصب کو حاصل کیا ہے، پس ان کے خلاف خروج ولبغاوت بالکل جائز ہے، لہٰذا خوارج ان کے ساتھ جو کچھ کرینگے عین مناسب اور مستحسن اقدام ہوگا (شیخ محمد عبدہٗ)

حضرت نے قتل خوارج سے نہی فرمائی ہے، اس لیے کہ مقصود اصلی تو ان کا حق ہے، البتہ اس کے حصول کا راستہ غلط ہے اور یہی ان کی گمراہی ہے، پس وہ لوگ سزاوارِ قتل نہیں ہیں جو معاویہ اور اصحابِ معاویہ کے خلاف تلوار اٹھائیں، اس لیے کہ ان لوگوں نے خلافت کے نام سے حکومت حاصل کی ہے، باطل کی مدد سے حاصل کی ہے، غلط مقاصد کے ماتحت حاصل کی ہے۔

خود امیر المومنین نے جو خوارج سے جنگ فرمائی، تو اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کبھی خود انھوں نے پیش قدمی نہیں کی، بلکہ بار بار ان کی اصلاحِ احوال کی کوشش فرمائی، جب امیر المومنینؑ نے ان کے خلاف تلوار اٹھائی، ان کے فتنہ وفساد سے مجبور ہو کر، چنانچہ جب ان لوگوں نے عبداللہ ابن خباب کو، جو اصحاب امیر المومنینؑ میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے بُری طرح ہلاک کیا، ان کی اہلیہ کو جو پیٹ سے تھیں قتل کیا اور شکم چاک کر دیا۔

اسی موقع پر قتل خوارج کے بارے میں جو حکم ہے وہ اس شرط پر ہے کہ اگر یہ فتنہ وفساد نہ کریں تو محض عقیدہ کی بنا پر انھیں ہلاک نہ کرو، کیونکہ جنگ اسی وقت جائز اور مناسب ومباح ہوتی ہے جب خون ناحق بہایا جا رہا ہو، فتنہ وفساد کی گرم بازاری شروع ہو چکی ہو۔ (علامہ مفتی اسلام سید علی نقی طہران[۱۲۴])

---

[1] یعنی خوارج ۔ [2] یعنی معاویہ و اصحابہ" (سید رضی)

۶۱ — ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد:

موت کا وقت

لَمَّا خُوِّفَ مِنَ الْغِيلَةِ:

وَإِنَّ عَلَيَّ مِنَ اللّٰهِ جُنَّةً حَصِينَةً، فَإِذَا جَاءَ يَوْمِي انْفَرَجَتْ عَنِّي وَأَسْلَمَتْنِي فَحِينَئِذٍ لَا يَطِيشُ السَّهْمُ وَلَا يَبْرَأُ الْكَلْمُ۔

جب حضرتؑ کو دھوکہ کے ساتھ شہید کرنے سے ڈرایا گیا، تو آپ نے فرمایا:

میرے جسم پر خدا کی مضبوط سپر موجود ہے[1]۔ جب میری موت کا دن آئے گا، یہ سپر مجھ سے جدا ہو جائے گی! اور مجھے اس کے سپرد کر دے گی، پھر اس وقت نہ تو تیر خطا کرے گا اور نہ زخم ہی مندمل ہوگا۔

---

[1] یعنی وہی میری حفاظت کرے گا، امیرالمومنین کا قول ہے:

"موت میری نگہبان ہے"!

جب تک موت نہ آئے، میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا!۔

۶۲ - ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ______ خطبہ:

دنیائے فانی

اِس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے دنیائے فانی کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔

اَلَا!

وَاِنَّ الدُّنْیَا دَارٌ لَا یُسْلَمُ مِنْهَا اِلَّا فِیْهَا وَلَا یُنْجٰی بِشَیْءٍ کَانَ لَهَا، اُبْتُلِیَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا اَخَذُوْهُ مِنْهَا لَهَا اُخْرِجُوْا مِنْهُ وَحُوْسِبُوْا عَلَیْهِ وَمَا اَخَذُوْهُ مِنْهَا لِغَیْرِهَا قَدِمُوْا عَلَیْهِ وَاَقَامُوْا فِیْهِ،

سنو!

دنیا وہ سرا ہے کہ جس میں کوئی شخص سلامت نہیں رہ سکتا مگر اس میں (صحیح طور پر) رہ کر[1] کوئی شخص اس کی اُس چیز سے نجات نہیں حاصل کر سکتا جس میں وہ مبتلا ہو گیا ہے[2]، اس (دنیا) کے (اندر) لوگ امتحان و آزمائش میں مبتلا ہیں[3]۔ ان (مبتلائے دنیا) لوگوں نے جو کچھ دنیا سے لے لیا ہے اس سے نکال باہر کیے جائیں گے، اور ان لوگوں سے پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا[4]۔ اور جو چیزیں (ان لوگوں نے) اس دنیا سے اس کے غیر (عالم آخرت) کے لیے لی ہیں، ان پر یہ پہنچ جائیں گے، اور وہیں ہمیشہ اقامت گزیں رہیں[5] گے۔

فَاِنَّهَا عِنْدَ ذَوِی الْعُقُوْلِ کَفَیْءِ الظِّلِّ بَیْنَا تَرَاهُ سَابِغًا حَتّٰی قَلَصَ، وَزَائِدًا حَتّٰی نَقَصَ۔

یہ دنیا عقل مندوں کے نزدیک (انقلاب احوال میں) سایہ کی طرح ہے ابھی پھیلا ہوا دیکھا تھا، پھر سمٹ گیا، ابھی زیادہ نظر آرہا تھا، کم ہو گیا[6]۔

---

[1] یعنی یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں سلامتی اس وقت ممکن ہے کہ انسان تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے۔ [2] یعنی جو کام دنیا کے لیے کیا جائے وہ موجب نجات نہیں بن سکتا اس لیے کہ جس عمل کا مقصد لذت دنیوی ہو، وہ ہلاکت ہے، نجات نہیں۔ نجات کی صورت تو عمل صالح، ترک خطا اور توبہ نصوح ہے (ن مصرا [3] اور یہ امتحان و آزمائش جو خدا کی طرف سے ہے، بایں معنی کہ دنیا میں جو شخص پیروی احکام الٰہی کرے گا کامیاب و کامران رہے گا، جو نافرمانی کرے گا مبتلائے عذاب ہو گا (علامہ فیض الاسلام طہران ص۱۴۳)۔ [4] انھوں نے دنیا سے جو کچھ دنیا کے لیے لیا ہے۔ جیسے وہ مال جو حصول لذت و منافع کے لیے جمع رکھا جائے۔ وہ چھین لیا جائے گا اور جو مال حصول حصول آخرت کیلئے (اس سے جائز طور پر لیکر) صرف کیا ہے وہ ان کے درجات بڑھائے گا۔ [5] یعنی دنیا میں رہ کر انھوں نے اگر عالم آخرت کی تیاری کرلی، تو وہ رائگاں نہیں جائے گی بلکہ اس سے یہ پورے طور پر مستفید ہوں گے۔ [6] مثال کتنی بلیغ، اور کیتنی قریب الفہم ہے۔ سایہ ـــ اس کے انقلاب احوال کی کوئی انتہا ہے؟ ابھی کچھ تھا، ابھی کچھ ہو گیا، ابھی پھیلا ہوا تھا، ابھی سمٹ گیا، ابھی زیادہ تھا ابھی کم ہو گیا۔ یہی حالت اس دنیا کی ہے، جو لوگ اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے لیے زندہ رہتے ہیں وہ عقل کے دشمن ہیں، اپنی عافیت کے دشمن ہیں۔ خردمند وہ لوگ ہیں جو اس کی حقیقت اور ماہیت اور اصلیت کو سمجھتے ہیں اور چونکہ سمجھتے ہیں اس لیے اس کے دھوکے میں نہیں آتے۔

۶۳ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ــــــــــــــــــــ خطبہ:

دُنیا اور اہلِ دُنیا

فَاتَّقُوا اللّٰہَ عِبَادَ اللّٰہِ، وَبَادِرُوْا اٰجَالَکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ

خدا کے بندو!

خدا سے ڈرو، اور اپنے کردار و عمل صالح سے موت سے پیش دستی کر جاؤ[1]

وَابْتَاعُوْا مَا یَبْقٰی لَکُمْ بِمَا یَزُوْلُ عَنْکُمْ، وَتَرَحَّلُوْا فَقَدْ جُدَّ بِکُمْ، وَاسْتَعِدُّوْا لِلْمَوْتِ فَقَدْ اَظَلَّکُمْ،

ہمیشہ باقی رہنے والی چیزوں کو فانی چیزوں کے بدلہ میں خرید لو[2]!

جلد از جلد (سفر آخرت کے لیے) کوچ کرنے کو تیار رہو۔ کہ تمھارے لیے جلدی کی جا رہی ہے۔

موت کے لیے تیار اور مستعد رہو کہ وہ تم پر چھائی ہوئی ہے۔

وَکُوْنُوْا قَوْمًا صِیْحَ بِہِمْ فَانْتَبَہُوْا وَعَلِمُوْا اَنَّ الدُّنْیَا لَیْسَتْ لَہُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدَلُوْا۔

ان لوگوں کی مانند بن جاؤ کہ ان تک آواز نصیحت پہنچی اور وہ آگاہ و بیدار ہو گئے ــــــ! اور جان لیا کہ دُنیا جائے اقامت نہیں ہے، لہٰذا اسے آخرت سے بدل لیا[3]

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ لَمْ یَخْلُقْکُمْ عَبَثًا، وَلَمْ یَتْرُکْکُمْ سُدًی۔

خدائے بزرگ و برتر نے تمھیں بیکار نہیں پیدا کیا ہے! اور نہ تمہیں مہمل اور بیکار چھوڑ رکھا ہے[4]

وَمَا بَیْنَ اَحَدِکُمْ وَبَیْنَ الْجَنَّۃِ اَوِ النَّارِ اِلَّا الْمَوْتُ

اور تم اور جنت و دوزخ کے مابین موت کے سوا کوئی فاصلہ نہیں[5]

---

[1] ای استکملوا اعمالکم، قبل حلول آجالکم! (محمد عبدہ) یعنی موت کے آنے سے پہلے اپنا نامۂ اعمال مکمل کر لو اس میں کوئی کور کسر نہ رہ جائے!

[2] باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں، انھیں فانی چیزوں کے مقابلہ میں خرید لو، موت بہر حال آنی ہے اور ہر وقت آ سکتی ہے، اس کے لیے ہمہ وقت تیار رہو (علی نقی فیض الاسلام)

[3] یہ دنیا خود فانی ہے پھر یہاں کے رہنے والے فنا سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ پھر اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ فانی دیکر باقی لے لو اور غیر فانی بن جاؤ۔

[4] اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (س ۲۳ - ی ۱۱۵) (کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کر دیا ہے اور تمہیں ہماری طرف واپس آنا نہیں ہے؟) (فیض الاسلام)

[5] مرنے کے بعد دروازۂ عمل دتوبہ بند ہو جاتے ہیں پس قبل اس کے کہ موت آئے اور توبہ کا دروازہ بند ہو، جتنے اچھے اور نیک کام کر سکتے ہو کر لو۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

أن ينزل به، وإن غاية تنقصها اللحظة وتهدمها الساعة لجديرة بقصر المدة، وإن غائباً يحدوه الجديدان: الليل والنهار لحري بسرعة الأوبة، وإن قادماً يقدم بالفوز أو الشقوة لمستحق لأفضل العدة. فتزودوا في الدنيا ما تحرزون به أنفسكم غداً. فاتقى عبد ربه، نصح نفسه، وقدم توبته، وغلب شهوته، فإن أجله مستور عنه، وأمله خادع له، والشيطان موكل به، يزين له المعصية ليركبها، ويمنيه التوبة ليسوفها حتى تهجم منيته عليه أغفل ما يكون عنها

اور یہ (مدت) زندگی جسے ہر لحظہ کم کرتا رہتا ہے اور ہر گھڑی گرا رتی رہتی ہے اس لائق ہے کہ اس کی مدت کم ہی ہوتی رہے اور یہ (انسان) جسے آنے والے لیل و نہار ہنکائے لیے جارہے ہیں، اسی قابل ہے کہ جلد از جلد اپنے وطن (حقیقی) میں پہنچ جائے۔ نیز وہ آنے والی چیز (موت) جو سعادت و نیک بختی، یا شقاوت و بدبختی کو اپنے ساتھ لائے گی، اچھی تیاری اور ساز و برگ کی سزاوار ہے!

تم دنیا کے اندر رہ کر، دنیا سے آخرت کا توشہ لے لو، تاکہ کل قیامت کے دن تم اپنے آپ کو (ہر مصیبت اور آفت) سے بچا سکو۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے خدا سے ڈرے، اپنے نفس کو توبہ کی نصیحت کرے، اپنی خواہش نفس پر غالب آئے کیونکہ موت اس کی نگاہوں سے پنہاں ہے۔ اور آرزو اسے دھوکہ دے رہی ہے اور شیطان اس پر مسلط ہو چکا ہے۔ جو خدا کی نافرمانی کو اس کے سامنے آراستہ چیز بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ یہ اس کا ارتکاب کرے اور یہ شیطان اتوبہ کی امیدیں بھی دلاتا رہتا ہے تاکہ اس کو تاخیر میں ڈال دے، یہاں تک کہ موت اچانک اس پر وارد ہو جائے، جبکہ وہ اسکی طرف سے بالکل غافل ہو۔

فيا لها حسرة على ذي غفلة أن يكون عمره عليه حجة، وأن تؤديه أيامه إلى شقوة

پس حسرت و اندوہ اس غافل پر کہ قیامت کے دن اس کی عمر ہی اس کے خلاف حجت اور دلیل بن جائے، اور اس کی بدبختی کے ایام و اوقات اسے بدبختی تک پہنچا دیں گے۔

نسأل الله سبحانه أن يجعلنا وإياكم ممن لا تبطره نعمة،

ہم خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں کا ردیف[1] بنا دے کہ جن کو کوئی نعمت بھی سرکشی اور معصیت پر آمادہ نہیں کرتی۔

ولا تقصر به عن طاعة ربه غاية، ولا تحل به بعد الموت ندامة ولا كآبة.

اور وہ بڑے سے بڑا فائدہ اور غرض، ایسے لوگوں کو عبادت الٰہی سے باز نہیں رکھتی، اور موت کے بعد اندوہ و پشیمانی جن کے پاس نہیں آ سکتی۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۰) ایسا نہ ہو کہ تم تو خواب غفلت میں مدہوش رہے اور کسی دن موت آ کر تمہیں دبوچ لے اور پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نہ کر سکو (فیض الاسلام)

[1] ردیف اسے کہتے ہیں جو اونٹ پر سوار کے پیچھے بیٹھتا ہے۔

خطبہ: ۶۴ — ومن خطبة لهٗ علیه السّلام

حمدِ الٰہی

بیانِ صفاتِ خداوندی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ تَسْبِقْ لَهٗ حَالٌ حَالًا، فَیَكُوْنَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ اٰخِرًا، وَّ یَكُوْنَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ بَاطِنًا، كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَیْرُهٗ قَلِیْلٌ، وَ كُلُّ عَزِیْزٍ غَیْرُهٗ ذَلِیْلٌ، وَ كُلُّ قَوِیٍّ غَیْرُهٗ ضَعِیْفٌ، وَ كُلُّ مَالِكٍ غَیْرُهٗ مَمْلُوْكٌ، وَ كُلُّ عَالِمٍ غَیْرُهٗ مُتَعَلِّمٌ، وَ كُلُّ قَادِرٍ غَیْرُهٗ یَقْدِرُ وَ یَعْجِزُ، وَ كُلُّ سَمِیْعٍ غَیْرُهٗ یَصَمُّ عَنْ لَطِیْفِ الْاَصْوَاتِ وَ

حمد و سپاس اس خداوندِ مطلق کے لیے زیبا ہے کہ اس کی کوئی صفت[1] دوسری صفت سے مقدّم نہیں ہے کہ وہ آخر ہونے سے اوّل ہو، اور پنہاں ہونے سے پہلے ہویدا ہو[2]، نیز ہر یکتائی کے ساتھ ہر موسوم ہونے والا اس کے مقابلہ میں یکتا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہر سربلند ذلیل و خوار ہے اور ہر قوی ناتواں، ہر مالک غلام ہے، ہر عالم متعلّم ہے، اس کے سوا ہر قدرت والا بعض امور میں توانا ہے بعض میں عاجز[3]، اور اس کے علاوہ ہر سننے والے کو بلند آوازیں بہرا بنا دیتی ہیں اور دُور کی آہستہ آوازیں سنائی نہیں دیتیں[4]، اور دور کی

---

[1] اس جگہ حال کو صفت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور یہی سیاق و سباق کے لحاظ سے اقرب الی المفہوم ہے۔

[2] پیش و پس ہونا، مختصات زمان میں سے ہے، اور زمان لواحق حرکت سے ہے اور حرکت از لوازم اجسام، اور ذاتِ مقدس خداوندی زمان اور زمانیات سے منزہ ہے اور تمام اجسام پر مقدم ہے، لہذا نہیں کہا جا سکتا کہ (اسکی صفات میں سے کوئی صفت) اول آخر سے پہلے ہے اور ظاہر باطن سے پہلے ہے اور وہ حیّ و زندہ ہے، عالم سے پہلے۔ بکذا۔ اس کے صفات عین ذات ہیں جن میں نہ نقص ممکن ہے نہ زیادتی، اس لیے کہ یہ لوازم ممکنات ہیں، بنا بریں اسکی اوّلیت اور آخریت عبارت ہے اس بات سے کہ وہ ہر اس چیز کا مبدا ہے جو وجود میں آ چکی ہے اور ہر اس چیز کا مرجع ہے جو فانی ہے۔ اور اس کی ظاہریت و باطنیت سے مراد آیات و مخلوقات کا ظاہر و نمایاں ہونا اور اس کی ذاتِ مقدس کی کنہ رویت و ادراک اور احاطۂ فکر و خیال و اوہام سے باطن و پنہاں ہے، وہ یکتا ہے، اور اس کی یکتائی میں کچھ شریک نہیں کیا جا سکتا۔ (فیض الاسلام نہج البلاغۃ ص۱۴۷)

"اللہ کا کوئی وصف ایسا نہیں ہے کہ وہ اس کی ذات کی طرح نہ ہو، لہذا اس کی ذات تغیر و تبدل سے آشنا نہیں ہو سکتی، اسی طرح اس کے اوصاف ہیں کہ وہ مقدم و موخر نہیں ہو سکتے، اگرچہ یہ بات بر سبیل تعاقب مفہوم ہوتی ہو، جبکہ اس کی کسی غیر کی طرف اضافت کی جائے، وہ اوّل و آخر ہے، ازلی و ابدی ہے یعنی وہ ہر موجود سے سابق ہے اور اسی بنا پر باقی اور لازوال ہے، اس کے علاوہ جتنے وجود ہیں وہ زوال پذیر ہیں، چنانچہ وہ کنہ کے اعتبار سے باطن، اور ادنہ وجود کے لحاظ سے ظاہر ہے جس کا ادراک عقل نہیں کر سکتی، جس کا احاطہ اوہام نہیں کر سکتے۔ (شرح نہج البلاغۃ از شیخ محمد عبدہٗ مفتی مصر ج۱ ص۲۱)

[3] مراد یہ کہ صفات انسانی صفات خداوندی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں رکھتے۔ [4] اس لیے کہ شنوائی۔ قوت سامعہ (ص۲۳۳) پر دیکھیے

يُصِمُّهُ كَبِيرُهَا، وَيَذْهَبُ عَنْهُ
مَا بَعُدَ مِنْهَا، وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرُهُ
يَعْمَى عَنْ خَفِيِّ الْأَلْوَانِ وَلَطِيفِ
الْأَجْسَامِ، وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهُ غَيْرُ
ظَاهِرٍ، لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ
سُلْطَانٍ، وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ
زَمَانٍ، وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلَى نِدٍّ مُثَاوِرٍ
وَلَا شَرِيكٍ مُكَاثِرٍ، وَلَا ضِدٍّ مُنَافِرٍ.
وَلٰكِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوبُونَ، وَعِبَادٌ
دَاخِرُونَ، لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْيَاءِ فَيُقَالَ:
هُوَ فِيهَا كَائِنٌ، وَلَمْ يَنْأَ عَنْهَا
فَيُقَالَ: هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ، لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ
مَا ابْتَدَأَ، وَلَا تَدْبِيرُ مَا ذَرَأَ،
وَلَا وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ وَلَا وَلَجَتْ
عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيمَا قَضَى وَقَدَّرَ،
بَلْ قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَعِلْمٌ مُحْكَمٌ وَأَمْرٌ
مُبْرَمٌ. الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ،
الْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ.

صدائیں اس تک پہنچ نہیں پاتیں اور (اس کے علاوہ) ہر بینا چھپے رنگوں اور اجسام لطیفہ کے دیکھنے سے بینا ہے؛ نیز اس کے ماسوا جو ظاہر ہے وہ باطن کا غیر ہے، اور جو باطن ہے وہ ظاہر کی نقیض ہے ۔۔!

اس نے اپنی مخلوق کو نہ اپنی سلطنت کے استحکام کے لیے پیدا کیا ہے، نہ نتائج سے ڈرنے کے باعث، نہ کسی کے مقابلہ میں مدد چاہنے کے لیے جس سے ہمتائی میں اس کی لڑائی ہو، نہ اپنے کسی شریک و ضد پر غلبہ کے لیے، بلکہ یہ سب (مخلوقات) اس کے پرورش کردہ عاجز بندے ہیں!

اس نے کائنات کو چیزوں میں حلول نہیں کیا ہے، کہ یہ کہا جائے "وہ انہی میں ہے" نہ ان سے دور ہی ہے کہ کہا جائے وہ ان سے الگ ہے، ۔۔!

جن چیزوں کو اس نے پہلے پہل بنایا ان کی خلقت نے اسے نہیں تھکایا اور جنہیں وہ پیدا کر چکا، ان کی تدبیر اصلاح نے اسے خستہ و واماندہ نہیں کر دیا، نہ تخلیق میں کسی عاجزی نے اسے روکا۔ نہ اپنی قضا و قدر کے بارے میں کسی قسم کا شبہ اسے لاحق ہوا، بلکہ اس کا ہر فیصلہ استوار، ہر علم پائدار، اور ہر بات ثابت و برقرار ہے۔

اس کے بندے، اس کے قہر و عذاب کے باوجود اس کی اطاعت کے امیدوار، اور اس کی نعمت و بخشش کے باوجود اس سے ہراساں بھی رہتے ہیں۔[۵]

اس خطبہ میں ادب ہے، فصاحت و بلاغت ہے، اسرارِ حیات، اور رموزِ زندگی ہیں، تعلیم و تدبیر ہے، پند و موعظت ہے، دلیل و برہان ہے، امثال و عبر ہیں، جوش و خروش ہے، فلسفہ و استدلال ہے، اور یہ سب چیزیں اس خوبی اور رعنائی سے اس میں سموئی ہیں، جس طرح دودھ میں شکر ۔۔۔!

(بقیہ صفحہ ۲۶۲) آلۂ جسمیہ کے توسط سے ہے اور یہ قوت چند شرائط کی تابع ہے۔ اگر وہ شرائط موجود نہ ہوں تو کچھ سنا بھی نہیں جاسکے گا لیکن خداوند متعال کی شنوائی بذاتہ و بدون آلت ہے لہٰذا وہ سب کچھ سن سکتا ہے۔ اسی طرح بینائی۔ (فیض الاسلام) [۳] مثلاً تاریکی میں رنگوں کو دیکھنا۔ [۴] ذرّے وغیرہ۔

۶۵ — ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد:

جنگِ صفّین میں ایک دن حضرت نے پکار کر فرمایا

جوش آور، ونصرت آموز، وہمّت افزا۔

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ!

اِسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ، وَتَجَلْبَبُوا السَّكِيْنَةَ وَعَضُّوْا عَلَى النَّوَاجِذِ فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ، وَاَكْمِلُوا اللَّاْمَةَ، وَقَلْقِلُوا السُّيُوْفَ فِیْ اَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا۔

وَالْحَظُوا الْخَزْرَ، وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ، وَنَافِحُوْا بِالظُّبَا، وَصِلُوا السُّيُوْفَ بِالْخُطَا، وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللّٰهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ)

فَعَاوِدُوا الْكَرَّ، وَاسْتَحْيُوْا مِنَ الْفَرِّ، فَاِنَّهٗ عَارٌ فِی الْاَعْقَابِ، وَنَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ۔ وَطِيْبُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ نَفْسًا، وَامْشُوْا اِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا، وَعَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ، فَاضْرِبُوْا ثَبَجَهٗ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِیْ كِسْرِهٖ، قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا، وَاَخَّرَ لِلنُّكُوْصِ رِجْلًا۔ فَصَمْدًا صَمْدًا، حَتّٰى يَنْجَلِیَ لَكُمْ عَمُوْدُ الْحَقِّ (وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ)

مسلمانو!

خوفِ خدا کو اپنا شعار بنالو[۱]! سکون ووقار کی چادریں اوڑھ لو[۲] اور دانت جمالو[۳]، کیونکہ (اس طرح) تلواریں سر پر لگ کے اچٹ جاتی ہیں۔ زرہ کو مکمل طور سے پہن کر او (تلواروں کو میان سے نکالنے سے پہلے اچھی طرح) جنبش دے کر دیکھ لو[۴]۔

دشمن کو گوشۂ چشم سے خشم ناک تیوروں کے ساتھ دیکھتے رہو۔ دائیں بائیں نیزہ گھماتے رہو۔ دشمن کو نوکِ شمشیر پر رکھو، تلواریں اگر کوتاہ ہیں تو قدم بڑھا کر انہیں دشمنوں تک پہنچا دو اور یاد رکھو کہ خدا تمہیں (تمہارے کردار و استقامت کو) دیکھ رہا ہے اور تم برادرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہو۔

پیہم بڑھ بڑھ کر حملہ آور بنو، فرار کے (ارادہ سے) شرماؤ، اس لیے کہ یہ اولاد کے لیے موجب ننگ اور قیامت کے دن استحقاق جہنم کا سبب ہے۔ (تمہیں چاہیے) کہ خدا کی راہ میں جان دینے سے خوش ہو اور سکون کے ساتھ موت کی طرف قدم بڑھاؤ — (اور ہاں) — تمہارے لیے ضروری ہے کہ اس انبوہ (لشکرِ معاویہ) اور طنابوں والے سراپردے (خیمہ معاویہ) اور رواق (سراپردہ) پر حملہ کرو، کیونکہ شیطان اسی کے گوشہ میں پنہاں ہے، اور اس نے جست کرنے کے لیے ایک ہاتھ آگے اور (جلد بھاگ جانے کے لیے) ایک پاؤں پیچھے کر رکھا ہے، پس ثباتِ قدم اور استقامت کو ہاتھ سے نہ جانے دو[۵] تاکہ حق کا منارہ تم پر ظاہر ہو جائے — تم برتر و بالا ہو، خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال کی جزا دینے میں کمی روا نہیں رکھے گا!

۱ے خدا سے ڈرو، دشمن سے نڈر (ہو کر) ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ ۲ے کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ ہونے دو۔ ۳ے حواس واعصاب کو اس طرح مضبوط رکھو۔ ۴ے تاکہ ضرورت کے وقت تلوار کا نیام سے نکالنا آسان ہو، نیز آلات جنگ کی آوازیں دشمن کے کانوں تک پہنچ جائیں تاکہ وہ یقین کریں کہ تم ہر طرح آمادۂ پیکار ہو، تمہاری ہمت برقرار ہے۔ ۵ے الصمد - القصد - ای فاثبتوا علی قصدکم۔

۶۶ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

درخت اور پھل

"انصار (و مہاجرین) کے سلسلے میں کہ:

(فِی مَعْنَی الْاَنْصَارِ، قَالُوا لَمَّا انْتَهَتْ اِلٰی اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ (عَلَیْهِ السَّلَامُ) اَنْبَآءُ السَّقِیْفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ — قَالَ: مَا قَالَتِ الْاَنْصَارُ؟ قَالُوا قَالَتْ: مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ۔

قَالَ (عَلَیْهِ السلام):

فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَیْهِمْ بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ) وَصّٰی بِاَنْ یُّحْسَنَ اِلٰی مُحْسِنِهِمْ، وَیُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِیْئِهِمْ. قَالُوا: وَمَا فِیْ هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَیْهِمْ؟

فَقَالَ (عَلَیْهِ السَّلَامُ) لَوْ کَانَتِ الْاِمَارَةُ فِیْهِمْ لَمْ تَکُنِ الْوَصِیَّةُ بِهِمْ،

ثُمَّ قَالَ (عَلَیْهِ السَّلَامُ) فَمَاذَا قَالَتْ قُرَیْشٌ؟ قَالُوْا: احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ) فَقَالَ (عَلَیْهِ السَّلَامُ) اِحْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَةَ!

کہتے ہیں وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد جب سقیفۂ[1] بنی ساعدہ کی خبریں جناب امیرالمومنینؑ تک پہنچیں، تو آپ نے دریافت فرمایا:

"انصار کیا کہہ رہے تھے؟"

عرض کیا گیا، وہ کہتے تھے، "ایک امیر تم میں سے (قریش میں سے) ہونا چاہیے، ایک ہم میں سے!"

یہ سنکر امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا:

"پھر تم نے انھیں یہ دلیل نہیں دی کہ رسول اللہؐ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے کہ ان کے خوش کرداروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اور ان کے بروں سے درگزر کی جائے۔"

عرض کیا گیا: اس میں کون سی دلیل ہے یا امیرالمومنینؑ؟

امیرالمومنینؑ نے کہا: "اگر امارت (خلافت) انصار میں جانے والی ہوتی، تو ان کے بارے میں رسول اللہؐ وصیت کیوں فرماتے[2]؟"

پھر امیرالمومنینؑ نے دریافت فرمایا: "اور قریش (اس معاملہ میں) کیا کہہ رہے تھے؟"

عرض کیا گیا: انہوں نے یہ دلیل پیش کی کہ وہ شجرِ رسولؐ سے ہیں۔"

(یہ سنکر) امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "درخت سے تو یہ دلیل لاتے ہیں، لیکن اس کے پھل[3] کو ضائع کر دیتے ہیں۔"

---

[1] رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد (قبل از تجہیز و تدفین) اس جگہ لوگ جمع ہوئے تھے کہ کسی کو خلیفہ منتخب کریں۔ انصار و مہاجرین دونوں اپنے اپنے ساعی تھے۔

[2] یعنی وصیت تو اس کے لیے کی جاتی ہے جسے کچھ دیا جائے اور جو خود حاکم ہو اسے تو نفاذ کا اور لے لینے کا حق ہوتا ہے۔ گویا جس کے بارے میں وصیت کی جائے وہ محکوم ہوتا ہے اور جس سے وصیت نافذ کرائی جائے وہ حاکم ہوتا ہے۔ [3] پھل سے مراد امیرالمومنینؑ نے اس جگہ اہل بیتؑ و آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے (ن۔ مصر) یعنے شجرے میں ہونا دلیل دعویٰ قرار دینے والے حاصل شجرہ (علیؑ) کو نظر انداز کر گئے۔ اس طرح حضرتؑ نے دونوں کو دلیلوں کو باطل کر دیا۔

۶۷ ـــ ومن کلام لہ علیہ السّلام ـــ ارشاد

محمّد بن ابو بکرؓ

محمد بن ابی بکر کے حادثۂ قتل پر امیر المومنینؑ نے اظہارِ خیال فرمایا ہے!

لَمَّا قُلِّدَ مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ مِصْرَ فَمُلِكَتْ عَلَيْهِ وَقُتِلَ،

جب مصر کی امارت محمد بن ابی بکر کو تفویض فرمائی، وہ وہاں لشکر معاویہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر شہید کیے گئے تو آپ نے (یہ خبر سنکر) ارشاد فرمایا:

وَقَدْ أَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ ابْنَ عُتْبَةَ وَلَوْ وَلَّيْتُهُ إِيَّاهَا، لَمَا خَلَّى لَهُمُ الْعَرْصَةَ، وَلَا أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ، بِلَا ذَمٍّ لِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ. وَلَقَدْ كَانَ إِلَيَّ حَبِيباً وَكَانَ لِي رَبِيباً.

"مَیں نے مصر کا والی ہاشم بن عتبہ کو بنانا چاہا تھا، پس اگر انھیں یہ منصب سونپتا، تو وہ دشمنوں کے لیے میدان خالی نہ چھوڑتے، نہ انھیں حملہ کرنے کی مہلت دیتے۔ اس سے میری غرض محمد (بن ابی بکر) کی مذمّت نہیں ہے (وہ سزاوار نکوہش نہیں) وہ مجھے محبوب تھا اور میرا تربیت یافتہ تھا!

محمّد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں، ان کی پہلی شادی، جعفر ابن ابی طالب کے ساتھ ہوئی تھی اور عبداللہ بن جعفر ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، پھر جنگ موتہ میں جب جعفر شہید ہوئے، تو ابو بکرؓ نے ان سے شادی کر لی، اب ان کے بطن سے محمّد ابن ابی بکر پیدا ہوئے، ابو بکر کے انتقال کے بعد امیر المومنین نے ان سے عقد فرما لیا، اور محمد کو اپنے دامنِ تربیت میں پرورش کیا، امیر المومنینؑ انھیں بہت محبوب رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

محمّد ابنی من صلب ابی بکر

(محمد فرزند من است اگرچہ از صلب ابوبکر بوجود آمدہ)

محمد میرا بیٹا ہے، اگرچہ ابوبکر کے صلب سے ہے! (ن مصر ص۱۲۷، طہران ص۱۵۴)

" جنگ صفین سے پہلے، مصر کی زمام حکومت امیر المومنین نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں دے دی تھی، لیکن جنگ صفین

لہ حضرت علی کے جاں نثار ساتھی جنگ صفین میں روتے لڑتے شہید ہوئے۔

کے بعد حالات بدل گئے۔ حکم حکمین نے معاویہ کو قوت و طاقت مہیا کر دی۔ طمع پیدا ہوئی کہ مصر پر بھی قبضہ کر لیا جائے، ادھر عمرو بن العاص نے یاد دہانی کرائی کہ مصر میرا حق ہے، جنگ صفین میں معاویہ کا ساتھ انہوں نے اسی تحریری شرط پر دیا تھا، چنانچہ معاویہ نے انھیں چھ ہزار نفر کا لشکر دے کر مصر کی طرف روانہ کر دیا، اس لشکر میں وہ لوگ تھے، جو خون عثمانؓ کے طالب تھے اور گمان کرتے تھے، کہ محمد بن ابی بکر ہی نے عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔

محمد بن ابی بکر نے یہ سارا ماجرا حضرت علیؑ کو لکھا، انھوں نے فوراً کمک بھیج دینے کا بند و بست کیا، لیکن محمد نے جلدی کی اور اہل مصر کو عمرو بن العاص سے جنگ کرنے کی دعوت دی؛ چار ہزار آدمیوں نے یہ دعوت قبول کر لی۔ انھیں لے کر وہ لڑنے کے لیے چل پڑے، ان میں سے دو ہزار نفر کنانہ ابن بشر کی سرداری میں آگے بڑھ گئے اور بقیہ دو ہزار محمد کے ساتھ رہے، کنانہ نے بڑی بہادری سے جنگ کی، اور ابن عاص کے بہت سے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جنگ زور کے ساتھ جاری تھی، اگرچہ فریق مقابل کی فوج تعداد میں تین گنی تھی، لیکن ایک ایک آدمی کٹ گیا اور میدان جنگ سے نہ بھاگا، چنانچہ کنانہ ابن بشر بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، جب یہ خبر محمد کے لشکر میں پہنچی تو وہ بھی گھبرا گئے، اور یہ بقیہ ساتھی بھی سہم گئے چنانچہ دو ہزار کا یہ لشکر تو پراگندہ ہو گیا، محمد نے جب اپنے آپ کو تن تنہا پایا تو راہ فرار اختیار کی، مصر پہنچے اور ایک خرابہ میں چھپ رہے، عمرو بن العاص نے مصر پہنچ کر محمد کی جستجو شروع کی، اور اپنے ایک سردار معاویہ ابن خدیج کو ان کی جستجو میں روانہ کیا ---!

معاویہ بن خدیج نے اس وقت جب محمد تشنگی کے باعث ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ انہیں جا لیا، سر تن سے جدا کیا، اور تن کو ایک مرے ہوئے گدھے کے پیٹ میں رکھ کر نذر آتش کر دیا!

امیر المومنین کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ آپ بہت ملول و افسردہ ہوئے، آپ نے فرمایا:

"خدا محمد پر رحمت کرے، وہ ایک تازہ کار نوجوان تھا، دشمنوں کے مکر و حیلہ سے ناواقف!" (مترجم)

---

۶۸ — ومن کلام لہ علیہ السّلام — ارشاد :

سرزنش

اس میں امیر المومنینؑ نے اُن لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو اگرچہ جاں نثاری کا دم بھرتے تھے لیکن لڑائی سے جی چراتے تھے!

کَمْ اُدَارِیْکُمْ؟ کَمَا تُدَارَی الْبِکَارُ الْعَمِدَةُ، وَالثِّیَابُ الْمُتَدَاعِیَةُ، کُلَّمَا حِیصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّکَتْ مِنْ آخَرَ. کُلَّمَا أَطَلَّ عَلَیْکُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ أَهْلِ الشَّامِ، أَغْلَقَ کُلُّ رَجُلٍ مِنْکُمْ بَابَهُ، وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِی جُحْرِهَا، وَالضَّبُعِ فِی وِجَارِهَا.

(یہاں تک کہ راہ خدا میں جہاد کے لیے حاضر نہ ہونے پر) تمھاری ملاطفت کرتا رہوں؟ جس طرح زخمدار کوہان والے اونٹوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، یا پھٹے پُرانے کپڑے[1] کہ جب وہ ایک طرف سے سیئے جاتے ہیں، دوسری طرف سے مسک جاتے ہیں! مجھے تو ایسا معلوم ہو گیا ہے کہ اگر شام کے لشکروں میں سے کوئی لشکر تمھارے سامنے آیا تو تم میں ہر شخص (موت کے ڈر سے) دبک کر اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا، جس طرح گوہ اپنے سوراخ میں، یا بجّو اپنے بھٹ میں گھس جاتا ہے!

اَلذَّلِیلُ وَاللّٰهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ، وَمَنْ رُمِیَ بِکُمْ فَقَدْ رُمِیَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ. إِنَّکُمْ وَاللّٰهِ لَکَثِیرٌ فِی الْبَاحَاتِ، قَلِیلٌ تَحْتَ الرَّایَاتِ، وَإِنِّی لَعَالِمٌ بِمَا یُصْلِحُکُمْ، وَیُقِیمُ أَوَدَکُمْ، وَلٰکِنِّی وَاللّٰهِ لَا أَرَی إِصْلَاحَکُمْ بِإِفْسَادِ نَفْسِی. أَضْرَعَ اللّٰهُ خُدُودَکُمْ، وَأَتْعَسَ جُدُودَکُمْ، لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ کَمَعْرِفَتِکُمُ الْبَاطِلَ، وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ کَإِبْطَالِکُمُ الْحَقَّ.

وہ شخص ذلیل و خوار ہے جس کی میدانِ کارزار میں تم نے مدد کی اور جس نے تم سے تیر چلوائے، اس نے بے پیکان و سر شکستہ تیر پھینکے۔ بخدا! تم اپنے گھروں میں تو بہت نظر آتے ہو اور پرچم تلے کم! میں ان تدبیروں سے آگاہ ہوں جو تمھاری اصلاح کرسکتی ہیں اور تمھاری کجی کو دور کرسکتی ہیں لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو تباہ کرکے تمھاری اصلاح کروں! خدا تمھارے چہروں کو ذلیل و خوار کرے[3]، خدا تمھارے حصّوں کو ضائع کردے[4]، تم حق کی اتنی بھی شناخت نہیں رکھتے ہو جتنی باطل کی شناخت تمھیں ہے، اور باطل کو اتنا بھی ردّ نہیں کرتے جتنا حق کو رد کرتے ہو۔

---

[1] المتداعیہ - الخلقۃ المتخرقہ، ومداراتہا، استعمالہا بالرفق التام (ن مصر) [2] یعنی تم لوگ گھر کی زندگی میں مصروف رہتے ہو اور پرچم کے ساتھ بہت کم نظر آتے ہو

[3] اس لیے کہ تم قبول نصیحت کی لیاقت اہلیت اور صلاحیت سے محروم ہوچکے ہو، تم حق کو مانتے ہوئے اس سے گریز کرتے ہو حق کو پہچانتے ہو، لیکن اس کی پیروی نہیں کرتے۔

[4] تمھیں جو کچھ مجد و شرف اور اعزاز و وقار حاصل ہے وہ ضائع ہوجائے۔ اس لیے کہ تم ہرگز کسی عزت اور سربلندی کے اپنی خوئے بد اور طبع لعین کے باعث مستحق اور اس قابل ہو کہ تمھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جائے، تاکہ تم اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکو اور تمھیں وہی ملے، جس کے تم مستحق ہو!

دیدارِ رسولؐ

صبح ضربت ۱۹ ر رمضان، وقت نماز سے کچھ پہلے کا ایک بیان:

مَلَکَتْنِی عَیْنِی وَ اَنَا جَالِسٌ فَسَنَحَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ)

میں بیٹھا ہوا تھا، کہ نیند مجھ پر غالب آگئی اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَاذَا لَقِیْتُ مِنْ اُمَّتِکَ مِنَ الْاَوَدِ وَ اللَّدَدِ!

میں نے عرض کیا: "اے رسولِ خدا! — آپ کی اُمت سے بہت کجی، اور دشمنی میں نے دیکھی"،

فَقَالَ اُدْعُ عَلَیْھِمْ!

ارشاد فرمایا: "ان کے لیے بد دعا کرو!" —!

فَقُلْتُ اَبْدَلَنِیَ اللّٰہُ بِھِمْ خَیْرًا مِنْھُمْ وَ اَبْدَلَھُمْ بِیْ شَرًّا لَّھُمْ مِنِّیْ۔

میں نے کہا: "خدا ان کے عوض میں مجھے ان سے اچھے لوگ، اور میرے بجائے بدترین حاکم ان کو دے"۔

کون کہہ سکتا ہے کہ امیرالمومنین کی یہ بات واقع نہیں ہوئی؟ آپ کے بعد، جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت آئی، انھوں نے وہ کون سا ظلم تھا جو مسلمانوں پر اٹھا رکھا؟ وہ کون سی اذیت تھی جو مسلمانوں کو نہیں دی؟ وہ کون سی ذلت تھی جسے انہوں نے مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں کر دیا؟ — پھر یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے بے گناہوں کے سر کاٹے، جنھوں نے متقی اور پرہیزگار، اور خدا ترس لوگوں کی پیٹھ پر کوڑے لگائے، اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا! — ہاں یہ وہی حاکم تھے جنھوں نے علیؑ کے بعد مسندِ خلافت کو تختِ حکومت بنا لیا، بیت المال کا روپیہ اپنے تعیشات اور تنعمات پر بے دریغ صرف کیا، حق کہنے والوں کی زبانیں کاٹ لیں، شقی، سفاک اور بدباطن لوگوں کے ہاتھ میں زمام کار دے دی، انھوں نے اسلام کا نام لیکر حکومت پر قبضہ کیا اور قبضہ کر لینے کے بعد ان کے دستِ ظلم سے نہ کعبۃ اللہ بچ سکا، جہاں انھوں نے سنگباری کی، نہ جوارِ رسولؐ، اور نہ مدینہ منورہ بچ سکا، جہاں کے پاک اور طاہر لوگوں پر انھوں نے پوری خیرہ چشمی، اور کور باطنی کے ساتھ مظالم توڑے! — علیؑ کے عہدِ حکومت میں انکا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کسی کا حق مارا جائے، کسی پر زیادتی کی جائے، کسی کو ہدفِ انتقام بنایا جائے، مساجد کو لعن وطعن اور سبّ وشتم کا مرکز بنا لیا جائے، اسلامی اقدار کو بے پروائی کے ساتھ پامال کیا جائے جس مسند پر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ وعلیؑ نے پھٹے کپڑے پہن کر داد حکومت دی تھی، اسی مسند کو ایک پرشکوہ شاہی قلعہ میں تختِ جبروت وجلال بنا کر بچھایا جائے، جس دربارِ خلافت میں اللہ والے آتے تھے، اب اسی دربارِ خلافت میں وہ لوگ بار پانے لگیں جن کے دامن داغدار ہوں، جن کی نیت صاف نہ ہو، جن کے کردار اور عمل پر خود غرضی، جاہ پرستی اور طمعِ دنیاوی کے دھبے روشن اور تابناک نظر آ رہے ہوں — بلاشبہ علیؑ کے بعد زمامِ حکومت انھی لوگوں کے ہاتھ میں آئی، اور بیشک یہ بدترین قسم کے لوگ تھے جنھوں نے اسلام کو بھی رسوا کیا، اور مسلمانوں کو بھی جی بھر کے ستایا! —

ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——————— خطبہ:

عراقیوں پر نفرین

اِس خطبہ میں آپ نے اہلِ عراق کو اُن کی غلط روی، بدگوئی اور ناسزا باتوں پر ٹوکا ہے!

اَمَّابَعۡدُ! یَا اَھۡلَ الۡعِرَاقِ!

فَاِنَّمَا اَنۡتُمۡ کَالۡمَرۡاَۃِ الۡحَامِلِ حَمَلَتۡ! فَلَمَّا اَتَمَّتۡ اَمۡلَصَتۡ وَمَاتَ قَیِّمُھَا، وَطَالَ تَأَیُّمُھَا وَوَرِثَھَا اَبۡعَدُھَا،

اَمَا وَاللّٰہِ مَا اَتَیۡتُکُمۡ اِخۡتِیَارًا وَلٰکِنۡ جِئۡتُ اِلَیۡکُمۡ سَوۡقًا وَلَقَدۡ بَلَغَنِیۡ اَنَّکُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلِیٌّ یَکۡذِبُ! قَاتَلَکُمُ اللّٰہُ فَعَلٰی مَنۡ اَکۡذِبُ؟

اَعَلَی اللّٰہِ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنۡ اٰمَنَ بِہٖ اَمۡ عَلٰی نَبِیِّہٖ؟

فَاَنَا اَوَّلُ مَنۡ صَدَّقَہٗ!

امّابعد——! اے عراق والو!

تمھاری مثال اس حاملہ عورت کی سی ہے، جو ایک مدت تک حمل کے دکھ جھیلے، اور جب وضعِ حمل کی مدت پوری ہو تو مُردہ بچہ جنے[۱] اور اس کا شوہر بھی مر جائے، اس کی بیوگی طول کھینچے، اور اس کی میراث دور کے رشتے دار لے جائیں[۲]

خبردار——!

بخدا! میں تمھاری طرف خود سے نہیں آیا ہوں، بلکہ ناچار مجھے آنا پڑا ہے[۳]۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کہتے ہو، علیؑ دروغ گو ہے، خدا تم سے سمجھے، آخر میں کسی پر جھوٹ بولتا ہوں،

کیا میں خدا پر جھوٹ بولتا ہوں؟ ——— نہیں! کہ میں ہی (امّتِ محمدؐ میں) سب سے پہلے خدا پر ایمان لایا ہوں۔

کیا میں نبی اکرمؐ پر جھوٹ بولتا ہوں؟ نہیں! کہ میں نے ہی سب سے پہلے ان کی تصدیق کی تھی!

---

[۱] املصت = القت ولدھا میتاً۔ عبدہ۔ [۲] یعنی تم وہی لوگ ہو کہ جب فتح وکامرانی اور فیروزمندی (جنگِ صفین میں) تم سے قریب تر آگئی تھی۔ تم دشمن کے جال میں پھنس گئے، حکومت حکمین پر راضی ہو گئے، تم نے اپنے امام اور امیر کی رائے نہ مانی، خود ہی اپنے راہ نما اور پیشوا بن گئے، دشمن نے تمھاری اس سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا، وہ ہاری ہوئی بازی جیت گیا تم جیتی ہوئی بازی ہر گئے۔ [۳] اشارہ ہے مدینہ منورہ سے کوفہ تک تشریف آوری کی طرف، کیونکہ اہلِ بصرہ سے اہلِ شام نے جنگ چھیڑ دی تھی، لہٰذا مجبوراً حفظ و دفاع کے لیے آنا پڑا۔

كَلَّا وَاللهِ!
وَلٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ
عَنْهَا وَلَمْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهَا،
كَيْلًا بِغَيْرِ ثَمَنٍ، لَوْ كَانَ
لَهُ وِعَاءٌ۔
(وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ)

خدا کی قسم ایسا نہیں ہے!
لیکن (میں جو کچھ کہتا ہوں، وہ رسولؐ سے سُنی ہوئی باتیں ہیں) اور تم اس وقت موجود نہ تھے اور اگر موجود تھے، ان ارشادات کو سننے (سمجھنے) کی صلاحیت نہ رکھتے تھے[۱]
ارے بدبختو!
مَیں تو یہ (معارف وحقائق) انبار بے قیمت دیتا ہوں،
کاش کوئی دل مل جاتا "اور اس کا حال کچھ مدت بعد معلوم ہوگا[۲]"

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان مبارک پر ایسی باتیں بھی آجایا کرتی تھیں جنھیں یہ نادان نہیں سمجھ پاتے تھے، آپ ان کو ایسی خبریں دیتے تھے جن سے یہ ناواقف ہوتے تھے، چنانچہ آپ کے ساتھیوں میں جو منافق تھے وہ آپ کی تکذیب کرنے لگتے تھے جس طرح عہد نبوی میں بھی ہوتا رہتا تھا! —— انہی منافقین کا قول رد کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں، میں خدا پر سب سے پہلے ایمان لایا، میں نے اس کے رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کی، پھر خدا اور رسول پر جھوٹ بولنے کی جرأت میں کیونکر کرسکتا ہوں؟ کہیں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کذب اور ایمان صحیح ایک جگہ جمع ہوجائیں؟ —— اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر مجھے دروغ گو بھی نہیں کہہ سکتے! —————— اسی طرح مدینہ سے عراق آنے کے بارے میں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یونہی شوقیہ نہیں آگیا ہوں، بلکہ بہ ضرورت شدید آیا ہوں اگر واقعۂ جمل نہ ہوتا، تو ہرگز ہرگز میں مدینۂ منورہ نہ چھوڑتا۔

یہ عبارت ایک دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے، یعنی:
مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا وَلٰكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ سَوْقًا کے بجائے،
مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا وَلَا جِئْتُ إِلَيْكُمْ شَوْقًا

(ن - مصر ص۹)

مترجم

---

۱ میں ایسی ویسی باتیں نہیں کرتا، وہی کہتا ہوں جو رسالت مآبؐ سے سن چکا ہوں، لیکن یہ باتیں تمہاری فہم سے بعید ہیں، تم انہیں سمجھ نہیں سکتے، لہٰذا ان کی تکذیب کرتے ہو۔ یہ غلطی تمہاری ہے نہ کہ میری۔ ۲ آیت ۸۸ س ۳۸ - م - ح -

۷۱ - ومن خطبة لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ:

پیغمبرؐ پر درود

حضرتؑ نے پیغمبرِ اسلام پر درود بھیجنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے ——— (رضی)

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَدَاعِمَ الْمَسْمُوكَاتِ، وَجَابِلَ الْقُلُوبِ عَلَى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا، اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَالْفَاتِحِ مَا انْغَلَقَ، وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْأَبَاطِيلِ، وَالدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْأَضَالِيلِ، كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَائِمًا بِأَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزًا فِي مَرْضَاتِكَ، غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَلَا وَاهٍ فِي عَزْمٍ، وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ، مَاضِيًا عَلَى نَفَاذِ أَمْرِكَ، حَتَّى أَوْرَى قَبَسَ الْقَابِسِ، وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْخَابِطِ، وَهُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْآثَامِ وَأَقَامَ مُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ، وَنَيِّرَاتِ الْأَحْكَامِ۔

اے زمینوں کو بچھانے اور آسمانوں کو بلندیوں پر روکنے والے! اور اے خوش نصیب و بدنصیب دلوں کو فطرت پر پیدا کرنے والے۔ اپنی بہترین رحمتیں، اور روزافزوں درود اپنے اس بندے اور برگزیدہ رسول محمدؐ پر نازل فرما، جو خاتم وحی و رسالت ہے، اور مشکلات کے راستوں کا کھولنے (اور آسان کرنے) والا ہے۔ جس نے حق (دین و شریعت) کو حق (برہان و عقل) سے آشکار کیا، جس نے باطل کے لشکروں کو ڈھکیل دیا جس نے گمراہی اور ضلالت کو نابود کیا، (یہ درود اس شان کے ہوں) جس شان سے استقلال کے ساتھ اس نے یہ بار اٹھایا۔ (اس بار کو) اس نے تیرے حکم کی فرماں پذیری تیری خوشنودی کے حصول میں عجلت کرتے ہوئے قوت و توانائی کے ساتھ اس طرح اٹھا لیا کہ نہ تو آگے بڑھنے سے قدم پیچھے ہٹائے اور نہ عزم میں سستی آنے دی اس نے تیری وحی کو محفوظ کیا، تیرے عہد و پیمان کی نگہداشت کی، تیرے فرمان نافذ کرکے رہا، یہاں تک کہ (علم و دانش، خدا پرستی اور حق پرستی کی) آگ بھڑک اٹھی، غلط راستوں کے چلنے والوں پر حق کا راستہ کھل گیا۔ گناہوں اور فتنوں میں ڈوبے ہوئے دل (و دماغ) اس کے طفیل میں ہدایت پا گئے اور انہوں نے واضح نشانات کو قائم کیا اور نورانی احکام جاری فرمائے۔

لے داحی المدحوات: ای باسط * المبسوطات: وارادمنہا ارضین * دعمه: اقامه وحفظه *
المسموکات: المرفوعات وھی السماوات، جابل = خالق = عبده

فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَامُوْنُ ، وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ ، وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ ، وَبَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ ، رَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ۔

وہ تیرے اسرار و رموز کے امین، اور قیامت کے دن (نیکوکاروں اور بدکاروں پر) تیری جانب سے شاہد، اور گواہ ہوں گے وہ سچائی کے ساتھ تیرے بندوں کی طرف (تیری طرف سے) بھیجے ہوئے رسول تھے!

اَللّٰهُمَّ!

اِفْسَحْ لَهٗ مَفْسَحًا فِيْ ظِلِّكَ وَ اَجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ

اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَانِيْنَ بِنَاءَهٗ ، وَ اَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهٗ ، وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ ، وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ ، وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَخُطَّةٍ فَصْلٍ ،

بار خدایا!

اپنے سایۂ رحمت میں تو انھیں بہت بڑا حصّہ عطا فرما، اور اپنے فضل و کرم کے بیش از بیش حصّہ سے سرفراز کر، ان کے دین کی شان کو، تمام بانیانِ دین کی عمارت سے بلند و بالا کر۔[1] اور انُ کے درجہ و منزلت کو اپنے نزدیک گراں قدر قرار دے اور ان کے نور کو اور کمال تک پہنچا، (تاکہ تمام دنیا اس سے بہرہ ور ہو) مقبول گواہی، اچھے کلام اور قول فیصل (درمیان حق و باطل) کے اعتبار سے انہیں بہترین جزا دے!

اَللّٰهُمَّ!

اجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فِيْ بَرْدِ الْعَيْشِ وَقَرَارِ النِّعْمَةِ وَمُنَى الشَّهَوَاتِ وَاَهْوَاءِ اللَّذَّاتِ ، وَرَخَاءِ الدَّعَةِ ، وَمُنْتَهَى الطُّمَانِيْنَةِ وَتُحَفِ الْكَرَامَةِ۔

بار خدایا!

ہمیں اور ان کو خوشگوار زندگی، دائمی نعمتوں آرام انگیز خواہشوں، انتہائی سکون اور کرامت (و شرف) کی منزل میں شریک کر دے۔

(حضرت کا قرب نصیب فرما)

---

[1] یعنی اسلام مذاہب عالم میں سربلند دین ہو +

۷۲ ــــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــــــ ارشاد:

مروان اور اُس کی اولاد

امیرالمومنینؑ نے مروان بن حکم اور اس کی اولاد کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ لوگ کس طرح مسلمانوں کو خون میں نہلائیں گے، اور فتنہ و فساد پھیلائیں گے، جو بعد میں واقعہ بن کر رہا!

قَالَہٗ لِمَرْوَانِ ابْنِ الْحَکَمِ بِالْبَصْرَۃِ

قَالُوْا اُخِذَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَکَمِ اَسِیْراً یَوْمَ الْجَمَلِ، فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ (عَلَیْھِمَا السَّلَامُ) اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (عَلَیْہِ السَّلَام) فَکَلَّمَاہُ فِیْہِ، فَخَلّٰی سَبِیْلَہٗ فَقَالَا لَہٗ یُبَایِعُکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

فَقَالَ (عَلَیْہِ السَّلَامُ)

اَوَلَمْ یُبَایِعْنِی بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ؟ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْ بَیْعَتِہٖ! اِنَّھَا کَفٌّ یَھُوْدِیَّۃٌ لَوْ بَایَعَنِیْ بِیَدِہٖ لَغَدَرَ بِسَبَّتِہٖ،

اَمَا!

اِنَّ لَہٗ اِمْرَۃً کَلَعْقَۃِ الْکَلْبِ اَنْفَہٗ، وَھُوَ اَبُو الْاَکْبُشِ الْاَرْبَعَۃِ وَ سَتَلْقَی الْاُمَّۃُ مِنْہُ وَمِنْ وُلْدِہٖ یَوْماً اَحْمَرَ۔

جنگ جمل میں جب مروان بن حکم گرفتار ہوا، تو اس نے حضرات حسنین علیہما السلام کو امیرالمومنین کے پاس سفارش کے لئے بھیجا، چنانچہ ان دونوں نے اس کی سفارش فرمائی، آپ نے اس سفارش کو مان لیا اور اسے رہا کر دیا، پھر دونوں حضرات (یعنی حسنین علیہما السلام) نے امیرالمومنین سے عرض کیا۔

"یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے!"

اس پر امیرالمومنین نے فرمایا:

"کیا اس نے قتل عثمانؓ کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟

ــــــ (نہیں، اب) مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے، یہ ہاتھ تو بہت بڑے عہد شکن کا ہاتھ ہے[1] اگر آج یہ بیعت کرے گا تو کل اسے توڑ بھی دے گا۔

خبردار ــــ!

یہ حکومت حاصل تو کرے گا مگر اتنی ہی دیر کے لیے جتنی دیر کتا اپنی ناک کو چاٹتا ہے[2] یہ چار سرداروں کا باپ ہے اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے، جب مروان اور اس کے فرزندوں سے مسلمانوں کو خونی دن دیکھنا پڑے گا[3]

---

[1] کف یہودیۃ = ای غادرۃ ماکرۃ۔ یہودی اپنی بدعہدی میں مشہور ہے۔

[2] واقعہ بھی یہی ہوا، اس کی مدت حکومت صرف ۹ ماہ رہی۔ ن، مصر۔

[3] مصائب و آلام۔ ن، تہران۔

مروان کے جن سردار بیٹوں کی طرف امیر المومنین نے اشارہ کیا ہے، وہ چار بیٹے عبدالملک بن مروان کے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) یزید (۲) سلیمان (۳) ولید (۴) ہشام ؀

اور ان سب کے کارنامے تاریخ کے صفحات میں بھرے ہوئے ہیں۔ علامہ شیخ محمد عبدہٗ فرماتے ہیں:۔

"یزید، سلیمان، ولید اور ہشام کے علاوہ کبھی کوئی چار بھائی خلافت کے حامل نہیں ہوتے۔

اِس جگہ یہ بات بھی مراد لی جا سکتی ہے کہ چار سرداروں سے بنو مروان مراد ہیں۔ یعنی:

(۱) عبدالملک بن مروان، (۲) عبدالعزیز (۳) بشر (۴) محمد۔

اور کوئی شبہ نہیں یہ چاروں کے چاروں بڑے چلتے ہوئے لوگ تھے، ان میں سے عبدالملک نے تو مسند خلافت پر قبضہ کیا، محمد نے جزیرہ پر تسلط حاصل کر لیا، عبدالعزیز کے ہاتھ میں مصر کی حکومت آئی اور بشر نے عراق پر اپنا پرچم لہرایا! (ن، مصر، ص۱۲۵)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اختصار، لیکن استناد کے ساتھ عبدالملک اور اس کے "اکبش الاربعۃ" یعنی چاروں سرداروں کے ان کارناموں کا تذکرہ کر دیا جائے جو خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے گئے۔

عبدالملک بن مروان:

پہلے عبدالملک بن مروان کو لیجیے، کہ اسی کے چاروں بیٹوں کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا تھا۔

مصعب بن زبیر کا قتل

"۷۱ھ میں عبدالملک نے پوری قوت کے ساتھ عراق پر فوج کشی کر دی، مصعب بن زبیر بھی پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ میں آئے، لیکن موقعہ پر عبدالملک نے مصعب کے بہت سے آدمیوں کو رشوت کے ذریعہ ملا لیا، عراق کے مروانی بھی اس کے ساتھ ہو گئے، مصعب کے دست راست ابراہیم بن اشتر کو بھی ملانے کی کوشش کی، مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی[۱]۔

اگرچہ مصعب کی قوت کمزور پڑ چکی تھی، لیکن بڑی شجاعت کے ساتھ انھوں نے مقابلہ کیا، ابراہیم نے بھی بڑی جاں بازی دکھائی، اور اموی فوج کو کمزور کر دیا، لیکن تازہ دم امداد نے ان کی حالت سنبھال لی[۲]۔ (بالآخر) اموی فوج ہر طرف سے ان پر ٹوٹ پڑی، اور ان کا کام تمام کر دیا، ان کے بعد مصعب کے لڑکے عیسیٰ نے اسی بہادری سے لڑ کر جان دی، ان دونوں کے قتل نے مصعب کی قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا، تاہم وہ تنہا مقابلہ کرتے رہے، ایک شامی عبید اللہ بن ظبیان نے ان کو (بھی) قتل کر دیا۔ اور ان کا سر قلم کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کر دیا[۳]۔

مصعب کے قتل کے بعد عراق پر عبدالملک کا قبضہ ہو گیا اور عراقیوں نے اس کی بیعت کر لی[۴]۔

---

[۱] یعقوبی، ج ۲ ص۳۲۳ و ابن اثیر ج ۴ ص۱۲۶ و ۱۲۷ ؀ [۲] طبری ص۸۰۲ ؀ [۳] مروج الذہب مسعودی، ج ص۵۲۲-۲۳ ؀
[۴] اخبار الطوال ص۳۰۹ ؀

مصعب کے قتل اور عراق پر قبضہ کے بعد عبدالملک کے لیے عبداللہ بن زبیر کو زیر کرلینا آسان ہوگیا، چنانچہ اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن زبیر کے مقابلہ کے لیے بھیجا، وہ حرم میں قلعہ بند تھے، حجاج نے مکّہ کا محاصرہ کرکے سنگ باری (خانۂ کعبہ پر) شروع کردی، کئی مہینہ تک سنگ باری ہوتی رہی جس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا[1] - (آخر کار) ابن زبیر بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے، حجاج نے لاش سولی پر لٹکائی، کئی دن کے بعد ابن زبیر کی والدہ (حضرت عائشہ رضؓ کی بہن، ابوبکر رضؓ کی بیٹی) اسماء کا ادھر سے گزر ہوا، انہوں نے دیکھ فرمایا: "ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اُترا؟"[2]

عبدالملک نے علی الترتیب اپنے دو لڑکوں، ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت لی[3]، مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیّب نے انکار کیا اور فرمایا،

"مَیں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کرسکتا!"

ان کے انکار کا دوسروں پر اثر پڑنے کا اندیشہ تھا، اس لیے ہشام بن عبدالملک حاکم مدینہ نے ان پر بڑی سختیاں کیں کوڑوں سے پٹوایا، اور تشہیر کرا کے قید کردیا، لیکن یہ (برابر پوری استقامت کے ساتھ) اپنی ضد پر قائم رہے[4]۔

یہ کیفیت تو تھی عبدالملک کی، جس کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ بہت بڑا عالم، فقیہ، اور مفسّر قرآن بھی تھا، اگر مسند خلافت پر نہ بیٹھتا تو مسند علم کی زینت بنتا، جیسا کہ گزر چکا، اس کے عہد حکومت میں عبداللہ ابن زبیر جیسے بزرگ قتل کیے گئے، خانۂ کعبہ پر سنگباری ہوئی، سعید بن مسیّب جیسے تابعی کے کوڑے لگائے گئے اور حضرت انسؓ جیسے صحابیٔ رسول کی گردن پر اس کے دستِ راست حجاج بن یوسف نے ——— مہر لگوائی ———

(۱) ولید بن عبدالملک

ولید کی خوش قسمتی سے، اس کو قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم، اور مسلم بن عبدالملک جیسے نامور سپہ سالار مل گئے، جنھوں نے حکومت کے ڈانڈے چین سے یورپ تک ملا دئے۔

ابن اشعث کی بغاوت میں بعض دوسرے اکابر کی طرح مشہور تابعی حضرت سعید ابن جبیر نے بھی ابن اشعث کا ساتھ دیا اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہوئے - گرفتاری کے بعد بھی نہایت جرأت و بیباکی سے گفتگو کی اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ حجاج نے ۹۴ھ میں اس نے لرزہ خیز تکلیفیں دے کر اور اپنے طور پر بعد درجہ ذلّت و حقارت کا برتاؤ کرکے ان کی جان لی[5]۔

---

[1] طبری ج ۸ ص ۸۴۴ ۔ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۰ ۔ [3] ابن اثیر ج ۴ ص ۱۹۵ ۔ [4] تاریخ اسلام ج ۲ ۔

[5] ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۵ و ابن خلکان ج ۱ ص ۲۰۶ ۔ بحوالہ تاریخ اسلام۔

ولید کو علم و فن سے کوئی تعلق نہ تھا، وہ عربی زبان تک غلط بولتا تھا، عبدالملک نے اس نقص کو دور کرنے کی بڑی کوشش کی، اس کے لیے خاص معلّم مقرر کیے، لیکن تعلیم کا اُلٹا اثر ہُوا، اس لیے عبدالملک نے معذور سمجھ کر چھوڑ دیا[۱]۔

(ولید میں) ایک عیب یہ تھا کہ بڑا سخت گیر تھا، اسی سخت گیری کی وجہ سے ہزاروں (بے گناہ) آدمی قید و بند میں مبتلا ہوئے[۲]۔

(۷) سلیمان بن عبدالملک

سلیمان میں انتقام کا مادّہ زیادہ تھا، جن جن لوگوں سے ولی عہدی کے زمانہ میں کسی قسم کی شکایت تھی، ان کا انجام اچھا نہ ہُوا، جن میں بعض بڑے بڑے فاتحین اور اموی حکومت کے ستون اعظم تھے، اس سے حکومت کی عسکری قوت کو نقصان پہنچا۔

قتیبہ بن مسلم کا قتل

سلیمان کی تخت نشینی کے بعد ہی قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان (چین) کے قتل کا واقعہ پیش آیا، سلیمان، حجاج اور اس کے ماتحتوں سے جن میں قتیبہ بھی تھا، سخت خلاف تھا پھر ان دونوں نے سلیمان کی ولی عہدی سے اخراج کی تجویز میں ولید کی تائید کی تھی[۳]۔ اس لیے ان دونوں کے ساتھ اس کو دوہری مخالفت تھی۔

حجاج کا انتقال ولید ہی کے دَور میں ہو چکا تھا، البتہ اس کے حکام اور قتیبہ باقی تھے، سلیمان کا رُخ دیکھ کر قتیبہ کو اس کی جانب سے خوف پیدا ہو گیا، (وہ بغاوت کے لیے پَر پُرزے نکالنے لگا) قبیلہ بنو تمیم کا وکیع بن الاسود تمیمی کو سردار بنا کر قتیبہ مقابلہ میں آگیا، (قتیبہ نے) شکست کھائی، وہ خود اس کے بھائی اور لڑکے مارے گئے، اور اس کا سر قلم کر کے سلیمان کے پاس بھیج دیا گیا۔

محمد بن قاسم کا قتل

دیکھنا ــــــ!

بنو مروان کا "کبش ثانی" سلیمان کس طرح چُن چُن کر اسلام کے سپہ سالاروں، خادموں اور جاں بازوں کو ذلیل کرتا، تکلیفیں دیتا اور ان کی جان لیتا ہے، یہ وہ لوگ تھے کہ اگر بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تو سلیمان کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیتے، لیکن انھوں نے اپنی جان دے دی مگر یہ گوارا نہ کیا۔

یہ محمد بن قاسم کون ہے؟ ــــــــ وہ جس نے عدل، مساوات، اور للّٰہیت و اسلامیت کے ساتھ سندھ پر حکومت کی وہاں کے بدھ اور ہندو جوق درجوق اسلام کے حلقہ میں داخل ہونے لگے، یہ سندھ کی سرزمین پر پہنچا اور اس نے ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا، اس کا عدل و انصاف، مساوات اور سادگی خلوص اور دینداری، تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ دیکھ کر جو ہندو مسلمان ہوئے تھے وہ بھی اسے انسان کے بجائے اَوتار سمجھنے لگے، اس کے بُت بنائے، اور ان کی پُوجا کرنے لگے، اس محمد بن قاسم نے کسی سیاسی شورش میں حصّہ نہیں لیا تھا، کبھی سلیمان کے خلاف لب کشائی نہیں کی تھی، بلکہ سلیمان کا خزانہ مال غنیمت سے بھر دیا تھا، جتنے مصارف فتح سندھ میں ہوئے تھے، اس سے کئی گنا زیادہ کی رقم بیت المال میں داخل کر دی تھی، یہ اسلام

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص۔ [۲] تاریخ اسلام ج ۲ ص۱۶۷۔ [۳] ابن اثیر ج ۵ ص۱۳۔

کی خدمت کرنے سندھ میں گیا تھا۔ اور پوری شان خلوص کے ساتھ خدمت اسلام و مسلمین میں مصروف تھا ——— لیکن نہیں یہ سب سے بڑا مجرم تھا، اس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ حجاج بن یوسف کا بھتیجا تھا۔ حجاج مر چکا تھا، جس سے سلیمان انتقام نہیں لے سکتا تھا، محمد بن قاسم زندہ تھا، جس سے حجاج کا انتقام لیا جا سکتا تھا، چنانچہ سلیمان ضبط نہ کر سکا۔ اور سلیمان نے اسے (بلا وجہ) معزول کر کے اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا حاکم بنا کر بھیجا، اس نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیجدیا، سالم بن عبدالرحمٰن یہاں کا والی تھا، اس نے قید میں طرح طرح کی تکلیفیں دے کر اسے قتل کر دیا، ——— اہل سندھ پر محمد بن قاسم کی خوبیوں کا اتنا اثر تھا کہ وہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے[1]۔

موسیٰ بن نصیر کا قتل

اور اب، یہ بوڑھا، لیکن تنومند، دلیر، سرفروش، اور بے لوث شخص، مجرموں کے کٹہرے میں، پھر جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں، بعد ازاں آشفتہ حالی کے عالم میں زار و لاغر، مغموم و افسردہ، اندوہ گین اور نزار جو شخص نظر آرہا ہے یہ ہے وقت کا بہت بڑا فاتح، تاریخ اسلام کا بہت بڑا ہیرو، دکھی انسانیت کا بہت بڑا محسن موسیٰ بن نصیر ——— طارق بن زیادہ کا آقا!

فاتح افریقہ! ——— فاتح بربر! ——— فاتح اندلس ——— !

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا،
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

——— تمام مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن نصیر جس وقت اندلس سے واپس ہوا، اس وقت ولید مرض الموت میں مبتلا ہو چکا تھا، اس کی حالت مایوس کُن تھی، اس لیے سلیمان نے چاہا کہ اندلس کی بے کراں دولت اس کی تخت نشینی کے بعد دمشق پہنچے، چنانچہ اس نے موسیٰ بن نصیر کو جو ابھی راستہ میں تھا، لکھ بھیجا:

امیر المومنین کا دم واپسین ہے، تم ایسی رفتار سے سفر کرو کہ ان کے بعد دمشق پہنچو۔

موسیٰ کی یہ خواہش تھی کہ آقائے ولی نعمت کی زندگی میں دمشق پہنچ جائے، کہ وہ اس کی کارگزاری اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، اس نے سلیمان کے حکم کی تعمیل نہیں کی، اور ولید کی زندگی ہی میں دمشق پہنچ گیا، گو ولید اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھا لیکن موسیٰ کے حُسن خدمت کے صلہ میں اس کی بڑی قدر افزائی فرمائی، اس عدول حکمی پر سلیمان، موسیٰ کا دشمن ہو گیا، اور ولید کے بعد اس کا بدلہ لیا، بر سرِ عام اس کی سخت تحقیر کی، دھوپ میں کھڑا کیا، پھر یزید بن مہلب کی سفارش پر کئی لاکھ تاوان عائد کر کے چھوڑ دیا، جسے وہ پورا نہ کر سکا، اور اس کے چند دنوں کے بعد، تباہ حالی میں اس کا انتقال ہو گیا[2]۔

یہ بے کسی کی موت اس شخص کے حصہ میں آئی جس پر کوئی الزام نہیں تھا، جس نے بہت بڑا رقبہ اسلام کے زیر نگیں کر دیا

---

[1] فتوح البلدان بلاذری، ص۴۴۴ و تاریخ اسلام ج ۲ ص۱۹۱ [2] تاریخ اسلام ج ۲ ص۱۹۲

تھا جس نے ایک بہت بڑے ملک کو فتح کر کے اسلام کے ممالک محروسہ میں شامل کر دیا تھا، جو اگر چاہتا تو بربر، مغرب اقصیٰ، اور اندلس کا بادشاہ بن جاتا، اور سلیمان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا، کیونکہ اتنے دور و دراز مقام کو فتح کرنا سلیمان کے بس میں نہ تھا، اور فوج کا ایک ایک سپاہی موسیٰ کے نام پر پروانہ وار نثار ہونا اپنا فرض سمجھتا تھا ——— اس نے اسلام کو اندلس اور بلاد بربر و افریقیہ میں پھیلایا، اور پروان چڑھایا، اور اس کی جزا اسے یہ ملی! ——— ہیہات ہیہات!

عبدالعزیز بن موسیٰ کا قتل موسیٰ بن نصیر، جب اندلس سے مرکز خلافت کی طرف روانہ ہوا، تو اپنے ہونہار، بہادر، کارآزمودہ اور سردگرم چشیدہ بیٹے عبدالعزیز کو اپنا قائم مقام بنا آیا تھا، عبدالعزیز کسی طرح اپنے باپ سے کم نہ تھا، اس نے باپ کی ذرا بھی کمی محسوس نہ ہونے دی، موسیٰ کو قتل کرنے کے بعد عبدالعزیز کو زندہ رہنے دینا اصولِ سیاست کے خلاف تھا، لیکن دشواری یہ تھی کہ موسیٰ تو جال میں پھنس گیا، لیکن عبدالعزیز دست رس سے بہت دور تھا، وہ اگر خود مختاری اور بادشاہت کا اعلان کر دیتا تو سلیمان کے بنائے کچھ بھی نہیں بن سکتا تھا، لیکن سلیمان ایک سفاک فرمانروا ہی نہیں ایک شاطر حاکم بھی تھا، اس نے بڑی ہوشیاری سے اپنے آوردوں، اور جاسوسوں کے ذریعہ عبدالعزیز بن موسیٰ کے خلاف، اس کے سپاہیوں سے بغاوت کرائی، اور آخر کار اسے قتل کرا دیا[1]۔

(۳) یزید بن عبدالملک

یزید کا زمانہ بہت مختصر تھا، (صرف پانچ سال، از ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) وہ طبعاً بہت آرام طلب اور عیش پرست تھا، اس لیے تعمیری حیثیت سے اس کے دور میں کوئی چیز قابل ذکر نہیں!

یزید نے تخت نشین ہونے کے صرف چالیس ہی دن کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تمام اصلاحات کو منسوخ کر کے، وہی پرانا استبدادی نظام جاری کر دیا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عمال کو معزول کر کے نئے عمال مقرر کیے[2]۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس نے وہ تمام جاگیریں اور جائدادیں بھی لوگوں کو واپس کر دیں، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے غیر شرعی ہونے کے باعث لوگوں سے چھین لی تھیں۔

(۴) ہشام بن عبدالملک

ہشام بھی اپنے تینوں بھائیوں سے کسی طرح کم نہ تھا، منجملہ اس کے اور کارناموں کے، ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے رو در رو خاندان رسالت کے گوہر یک دانہ حضرت زین العابدینؓ کے فرزند ارجمند حضرت زید بن علی کی توہین کی اور اپنے

---

[1] افتتاح الاندلس، [2] تاریخ الخلفا، ص ۲۴۷ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۴۵)

طرزِ عمل سے انہیں مجبور کیا وہ گوشۂ عافیت، اور ذلت کی زندگی پر، عزت کی موت کو ترجیح دیں،

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

ایک قضیہ کے سلسلہ میں (حضرت زید) کو ہشام کے پاس دمشق جانا پڑا، اس نے حضرت سے کہا:

"تم لونڈی زادہ ہو کر خلافت کی خواہش رکھتے ہو؟"

حضرت زید نے برجستہ جواب دیا:

"تم لونڈی ہونے کی وجہ سے میری ماں کا درجہ گھٹاتے ہو؟ حالانکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام آزاد ماں کے بطن سے تھے، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام لونڈی کے بطن سے تھے، ان دونوں میں خدا نے حضرت اسمٰعیلؑ کو نبوت کے لیے منتخب فرمایا ——— ! اور ان کی نسل سے عرب پھیلے، اور انہی کی نسل سے رسول اللہ صؐ پیدا ہوئے، ایسی باتوں کو زبان پر لاتے ہوئے خدا کا خوف کیا کرو۔"

ہشام نے کہا: "تمہارا ایسا شخص مجھے خدا کا خوف دلاتا ہے!"

حضرت زید نے فرمایا: "نہ کوئی آدمی اتنا چھوٹا ہے کہ وہ کسی کو خدا کے خوف سے ڈرا سکے، اور نہ کوئی اتنا بڑا ہے کہ وہ اس کو نہ سُن سکے[1]۔"

اس گفتگو کے بعد ہشام نے انھیں قضیہ کی تحقیقات کے سلسلہ میں یوسف بن عمر والی عراق کے پاس کوفہ بھیج دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ ——— "ان کو ایک لمحہ کے لیے تنہا نہ چھوڑنا ——— ایسے چرب زبان اور شیریں کلام آدمیوں کی جانب عراقی بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں ——— !"

حضرت زید جب ہشام کے پاس سے واپس ہوئے تو ان کی زبان پر تھا کہ "جو شخص زندگی محبوب رکھتا ہے اسے ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے[2]۔"

ہشام کا خطرہ صحیح نکلا، زید بن علی، جب کوفہ سے مدینہ واپس جانے لگے تو کوفیوں نے ان کے پاس جا کر کہا:

"آپ کہاں جاتے ہیں، ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لیے موجود ہیں۔" (چنانچہ) کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی، یوسف بن عمر والی کوفہ نے، ان کا مقابلہ کیا، ایک ہی معرکہ کے بعد کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا، اور بہت مختصر جماعت حضرت زید کے ساتھ رہ گئی، لیکن حضرت زید برابر جمے رہے (دوران جنگ میں) ایک تیر آ کر پیشانی پر لگا، اس کے نکالنے میں روح پرواز کر گئی، ان کے ہمراہیوں نے کوفہ ہی میں دفن کر کے یوسف کے خوف سے قبر زمین کے برابر کر دی، لیکن یوسف نے پتہ چلا لیا، اور لاش قبر سے نکلوا کر سولی پر آویزاں کر دی[3]۔

ان کے قتل کے بعد، ان کے اتباع کا ایک مستقل فرقہ پیدا ہو گیا، جو امام زین العابدینؑ کے بعد امام باقرؑ کے بجائے حضرت زید کو امام مانتا ہے اور زیدیہ کہلاتا ہے۔ یہ فرقہ اب بھی یمن اور دوسرے مقامات پر موجود ہے[4]۔

یہ تھے وہ "کبش الارابعہ" جن کا امیرالمومنین نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا ہے اور جنکا تعارف ہم نے کرا دیا تاکہ کلام امام کی صداقت واضح ہو سکے۔

---

[1] یعقوبی، ج ۲ ص ۳۹۰ [2] ایضاً ص ۳۹۰ ۔ [3] الفخری ص ۱۱۸-۱۱۹ [4] تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۸۸۔

۷۳ ــــ و من کلام له علیه السّلام ــــــــــــ ارشاد:

بیعتِ عثمانؓ

جب لوگوں نے بیعت عثمان کا ارادہ کرلیا، تو حضرت نے ان سے فرمایا (رضی)

لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَیْرِیْ، وَ وَاللّٰهِ۔ لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِیْنَ وَ لَمْ یَكُنْ فِیْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَیَّ خَاصَّةً، اِلْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهٖ، وَ زُهْدًا فِیْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَ زِبْرِجِهٖ۔

تم (اچھی طرح) جانتے ہو کہ میں خلافت کا ہر شخص کے مقابلہ میں زیادہ شائستہ اور سزاوار ہوں (پھر بھی میں ایثار سے کام لوں گا اور) اس وقت تک (اس بیعت کو) تسلیم کرتا رہوں گا جب تک امور مسلمین ردبراہ رہیں گے، اور جور و ستم بس مجھی پر ہوتا رہے گا[1] اور (میری یہ خوئے) تسلیم (رضائے خدائے تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے ہے، اور جس زینت دنیا کے لیے تم شائق، اور وارفتہ ہو، اس سے بے رغبتی، تنفر کے باعث ہے[2]

---

[1] یعنی جب تک مجھ پر جور و ستم ہوتا رہے گا میں زبان شکایت نہیں کھولوں گا، نہ کسی قسم کا مطالبہ کروں گا بلکہ ایک فرد قوم کی طرح معاملات ملی میں حصہ لیتا رہوں گا۔ البتہ اگر مسلمانوں کے حالات ردبراہ نہ رہے تو پھر میں خاموش نہ بیٹھ سکوں گا۔

[2] مطلب یہ کہ میں دنیا کی اور اس کے زیب و زینت کی پروا نہیں کرتا۔ میں تو اس سے بیزار ہوں، اپنے ہر حق سے بخوشی دستبردار ہو سکتا ہوں، ہو چکا ہوں اور ہو رہا ہوں، لیکن میرا یہ ایثار اسی وقت تک ہے جب تک امور مسلمین میں خرابی نہ پیدا ہو۔

۴۷ — ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد:

تہمت قتلِ عثمانؓ

أَوَلَمْ يَنْهَ بَنِي أُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي؟ أَوَ مَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهَمَتِي؟

کیا بنو امیہ میرے حالات سے (پورے طور پر) واقف ہونے کے باوجود، اور یہ جاہل میری سبقت اسلامی سے آشنا ہوتے ہوئے بھی) میری عیب جوئی سے باز نہیں آئیں گے؟

وَلَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي!

(لیکن میں ان سے کیا امید کروں، یہ لوگ) پند خدا سے بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے جو میرے بیان سے کہیں نصیح تر ہے۔

أَنَا حَجِيجُ الْمَارِقِينَ، وَخَصِيمُ الْمُرْتَابِينَ.

بلاشبہ میں دین سے نکل جانے والوں پر دلیل قائم کرنے والا ہوں، اور جو لوگ اسلام کے بارے میں شک کرتے ہیں، ان کا دشمن ہوں۔

وَعَلَى كِتَابِ اللهِ تُعْرَضُ الْأَمْثَالُ وَبِمَا فِي الصُّدُورِ تُجَازَى الْعِبَادُ.

اور بلاشبہ امور مشتبہ قرآن ہی کے سامنے (بغرض فیصلہ) پیش کئے جا سکتے ہیں! اور لوگ اپنے عقائد ہی کے مطابق بدلہ پائیں گے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ

(قرآن)

۷۵ ——— ومن خطبة لهٗ عليه السّلام ——— خطبہ:

مردِ باعمل

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ حُكْمًا فَوَعٰى، وَدُعِيَ اِلٰى رَشَادٍ فَدَنَا وَاَخَذَ بِحُجْزَةِ هَادٍ فَنَجَا، رَاقَبَ رَبَّهٗ، وَخَافَ ذَنْبَهٗ۔

خدا اس شخص پر رحم فرمائے جس نے حکیمانہ بات کو سنا، اور اسے مانا، جب راہِ راست کی طرف بلایا گیا تو اس سے قریب ہوگیا، ہادیٔ راہ[۱] (معرفت) کا دامن تھاما[۲]، اور نجات پاگیا۔ جس نے اشارۂ قدرت کا خیال رکھا۔ اور اپنے گناہوں سے ڈرتا رہا[۳]۔

قَدَّمَ خَالِصًا، وَعَمِلَ صَالِحًا، اِكْتَسَبَ مَذْخُورًا وَاجْتَنَبَ مَحْذُورًا،

جس نے اپنے عمل خالص[۴] کو مرنے سے پہلے حضورِ خداوندی میں) بھیجدیا۔ جس نے اپنے کردار کو نیک اور شائستہ رکھا، جس نے نیک کام کئے، اور صرف انہی چیزوں کو حاصل کیا، جو (آخرت میں) ذخیرہ بن سکیں[۵]، اور ان چیزوں سے دور رہا، جن سے حذر واجب ہے[۶]۔

رَمٰى غَرَضًا وَاَحْرَزَ عِوَضًا كَابَرَ هَوَاهُ وَكَذَّبَ مُنَاهُ،

جس نے نشانہ اڑایا اور اغراض دنیا کے عوض متاع آخرت حاصل کرلی جو خواہشوں پر غالب آیا، اور اس کی تمناؤں کو غلط سمجھا[۷]۔

---

[۱] ہادیٔ راہ سے مراد رسالت مآبؐ ۔ [۲] الحجزۃ بالضم، معقد الازار ومن السراویل موضع التکتہ، والمراد الاقتداء والتمسك۔ عبدہ۔ [۳] یعنی جس نے ان احکام کی پیروی کی، جو خدا نے نازل فرمائے ہیں اور جو قرآن اور سنت رسول سے معلوم ہو سکتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ جس کی نظر اس حقیقت پر بھی رہی کہ انسان ضعیف البنیان ہے پس اپنے گناہوں اور معصیتوں سے خوف عقاب کے باعث لرزتا اور کانپتا رہا۔ [۴] عمل خالص سے مراد وہ عمل ہے جو ریا، اور خود نمائی کی آمیزش سے پاک و صاف ہو، پس وہ سزاوار رحمت کردگار ہے جو مرنے سے پہلے عمل صالح کا توشہ بھیجدے!۔ [۵] یعنی ثواب و پاداش عبادت و بندگی۔

[۶] گفتار و کردار زشت، یعنی جس نے اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کا ذخیرہ کرلیا، گفتار بد، اور کردار زشت سے دور رہا، وہ رحمت خداوندی کا مستوجب ہو۔

[۷] رمی غرضًا: قصد الی الحق فاصابه ۔ کَابَرَ هَوَاهُ: غالبه۔

جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهِ ، وَالتَّقْوٰى عُدَّةَ وَفَاتِهِ ، رَكِبَ الطَّرِيقَةَ الْغَرَّاءَ وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَاءَ -

جس نے شکیبائی کو اپنی نجات کا مرکب قرار دیا[۱]، اور تقویٰ و پرہیزگاری کو، توشۂ مرگ بنالیا، راہِ روشن[۲] پر قدم رکھا، اور شاہراہِ درخشاں[۳] سے دور نہ ہوا۔

اِغْتَنَمَ الْمَهَلَ ، وَبَادَرَ الْأَجَلَ وَتَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ -

جس نے زندگی کی چند روزہ مہلت کو غنیمت سمجھا گیا، اور فرصت (عمل) کو ہاتھ سے نہ جانے دیا[۴] (پھر) موت کی طرف عمل کا توشہ لے کر بڑھا۔

---

[۱] یعنی جس نے مصائب میں صبر کو اپنا شعار بنایا، رنج و سختی کا ہمت اور استقامت کے ساتھ عمل کیا، دنیا سے بے پروا رہا، اور سعادت لازوال اور حیاتِ جاودانی کی فکر میں سرگرداں رہا۔

[۲] راہ روشن سے مراد، راہِ شریعت حقہ ہے۔

[۳] شاہراہِ درخشاں سے مراد، حق و صداقت کا راستہ ہے، یعنی راہ راست سے منہ نہ موڑا اور حق کی پیروی کرتا رہا، وہ کسی حالت میں بھی رحمتِ کردگار سے دور نہیں ہو سکتا۔

[۴] سزاوار رحمت باری وہ شخص ہے جو دُوربین اور دُور اندیش ہے، جو جانتا ہے کہ یہ زندگی رہنے والی نہیں، ایک نہ ایک روز، ——— شاید بہت جلد ختم ہو جائے گی،

پس اس حقیقت کے ادراک کے بعد وہ حیات ناپائدار کے ہر لمحہ کو غنیمت شمار کرتا ہے اور عملِ خیر کے لیے جو وقت بھی اسے ملتا ہے اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ اخلاص و صداقت اور عزم و استقامت کے ساتھ نیک کاموں میں لگا رہتا ہے۔ اور اسی کو حاصل حیات سمجھتا ہے!

۷۶ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ـــــــ ارشاد :

ھدیہ

اور ـــــ اس کا ـــــ جواب

[حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سعد بن العاص، کوفہ کے حاکم تھے، انھوں نے ایک مرتبہ آپ کو مدینہ میں ہدیہ بھیجا، اور خط میں لکھا کہ سوا عثمانؓ کے میں نے کسی کو اس مقدار میں ہدیہ نہیں بھیجا ہے۔ آپ نے نامۂ سعد پڑھنے کے بعد فرمایا:]

اِنَّ بَنِی اُمَیَّۃَ لَیُفَوِّقُوْنَنِی تُرَاثَ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ) تَفْوِیْقًا۔

بنو امیہ میراث محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح تھوڑا تھوڑا مجھے دے رہے ہیں، جیسے اونٹنی جو اپنے بچّے کو دودھ دوہتے وقت دودھ دے۔

وَاللّٰہِ لَئِنْ بَقِیْتُ لَھُمْ لَاَنْفُضَنَّھُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَۃَ۔

خدا کی قسم! اگر میں نے ان پر تسلط پایا تو انہیں اسی طرح جھاڑوں جھٹکوں گا، جیسے گوشت فروش خاک آلودہ جگر یا اوجھڑی کو جھٹکتا ہے۔[1]

آں نہ صاحب نظر بود کہ کند
از چنیں روئے در بروئے فراز
سعدی

[1] یعنی میں انھیں منصب حکومت پر فائز نہیں رہنے دوں گا۔ اس لیے کہ حق دار کو اس کا حق نہیں دیتے، اور مسلمانوں کی قومی دولت کو جس طرح چاہتے ہیں صرف کرتے ہیں۔

۷۷ - ومن کلمات کان علیہ السلام ــــــــ دعا

توبہ

جناب الٰہی میں اظہار عاجزی و استغفار کا انداز تعلیم فرما رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ!
اغْفِرْ لِي مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي
فَإِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ

خدایا!
میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے، اور یہ گناہ دوبارہ سرزد ہوں تو بھی (ازراہِ رحم و کرم) دوبارہ مجھے معاف کر دے۔

اَللّٰهُمَّ!
اغْفِرْ لِي مَا وَأَيْتُ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ تَجِدْ لَهُ وَفَاءً عِنْدِي،

خدایا!
میں نے اپنے نفس سے (اطاعت و بندگیٔ الٰہی کے) جو وعدے کیے تھے، اور ان وعدوں کو تو نے مجھ سے وفا ہوتے نہ پایا، اس پر بھی تو درگزر سے کام لے!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِي،

نیز ــــ اگر میں نے زبان سے تیرا تقرب ڈھونڈا (اگرچہ) میرے دل نے میرا ساتھ نہ دیا، تو بھی تو عفو سے کام لے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي رَمَزَاتِ الْأَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ۔

اور اے میرے پروردگار! میرے گوشۂ چشم کے اشاروں، فضول باتوں، نامناسب امیدوں اور لغزشِ زبان کو بھی معاف فرما دے!

زبانی تقرب اور دلی مخالفت کی صورت یہ ہے کہ آدمی کہے، خدا کا ہر حال میں شکر ہے۔ لیکن دل میں اپنے حالِ زار پر کڑھتا اور جلتا ہو۔ یا خدا سے اپنی نماز میں کہے: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں"! اور عمل یہ ہو کہ غیر اللہ سے مدد چاہے، اور غیر اللہ کے سامنے سرنگوں ہو۔ جنان: قلب! (ن۔مصر)

"امیر المومنین نے مسلمانوں کو دراصل طریقہ استغفار بتایا ہے کہ وہ یوں بارگاہ الٰہی میں دعا کریں، ورنہ وہ خود اور دوسرے ائمہ تو ائمہ معصومین میں محسوب ہیں، لہذا، خود ان کے گناہ گار ہونے، اور ان گناہوں پر توبہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، کیونکہ انہوں نے جب حق تعالیٰ کی کسی طرح کی نافرمانی اور معصیت ہی نہیں کی تو پھر استغفار کیوں؟ اور توبہ کس لیے؟ وہ معصوم تھے، گناہ و خطا سے دور تھے لہذا توبہ و استغفار سے بے نیاز تھے۔" (ن طہران)

۷۸ ــــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــ ارشاد:

یہ نجومی!

"نجومیوں کی بات ناقابل اعتبار ہے، خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔"

ہوا یہ کہ حضرت خوارج کے مقابلے میں تشریف لیے جارہے تھے، راستے میں اشعث بن قیس کے بھائی عفیف نے عرض کیا:

یا امیرالمومنین، اس وقت آگے نہ بڑھیے، مجھے تو خطرہ ہے کہ آپ ناکام نہ ہوں، کیونکہ میرا علم نجوم یہی بتاتا ہے۔ (سید رضی)

فَقَالَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أَتَزْعَمُ أَنَّكَ تَهْدِي إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوءُ؟ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَكَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْآنَ، وَاسْتَغْنَى عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِي نَيْلِ الْمَحْبُوبِ وَدَفْعِ الْمَكْرُوهِ، وَيَبْتَغِي فِي قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِأَمْرِكَ أَنْ يُوْلِيَكَ الْحَمْدَ دُونَ رَبِّهِ، لِأَنَّكَ بِزَعْمِكَ أَنْتَ هَدَيْتَهُ إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي نَالَ فِيهَا النَّفْعَ، وَأَمِنَ الضُّرَّ۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تم اس ساعت کی نشان دہی کر سکتے ہو، کہ جس میں سفر کرنے والے سے بلا اور بدی دور ہو جائے گی؟ اور تم اس ساعت سے ڈرا سکتے ہو کہ اگر اس وقت کوئی روانہ ہو تو نقصان اور سختی سے دوچار ہو؟ جو شخص تمہاری ان باتوں کو مانتا ہے، اس نے قرآن کو جھوٹا سمجھا[1]۔ پسندیدہ بات کے حاصل اور ناپسند بات کے حاصل کرنے اور بچنے میں خدا کی چارہ سازی سے بے نیاز ہوگیا[2]۔ اور پھر تمہاری بات کے ماننے والے، اور تمہارے حکم پر عمل کرنے والے (کو چاہیئے) کہ وہ خدا کے بجائے تمہاری حمد کرے، اس لیے کہ تم نے ـــ بزعم خود ـــ اس کی ایسی ساعت کی طرف راہ نمائی کی کہ اسے نفع حاصل ہوا، اور زیاں سے وہ محفوظ رہا!

---

[1] کیونکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ (س ۲۷ ی ۶۵) یعنی اے محمدؐ کہہ دے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس کا نا آمدہ اور پوشیدہ حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" جب خدا صاف صاف یہ کہہ رہا ہے کہ اس کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں، (باقی اگلے صفحہ پر)

ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ:

اس کے بعد امیرالمومنین لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور انہیں مخاطب ہوئے، اور انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ!

لوگو!

اِيَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُوْمِ اِلَّا مَا يُهْتَدٰى بِهٖ فِيْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ فَاِنَّهَا تَدْعُوْا اِلَى الْكَهَانَةِ،

علم نجوم سے پرہیز کرو! مگر اتنا کہ جس سے خشکی و تری میں راستہ معلوم ہوسکے[1]

وَالْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ، وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ۔

(اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ، نجوم کہانت کا سبب ہے) تو منجم[2] کاہن، اور کاہن ساحر، اور جادوگر کافر کے مانند ہیں اور کافر جہنمی ہیں ـــــــــــ

سِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ ـــ!

چلو! خدا کا نام لے کر چلو![3]

حضرت اس گفتگو کے بعد خوارج سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ فتح و فیروزی ان کے حصے میں آئی، لہٰذا، ان کا یہ ارشاد قول منجمین کی نادرستی اور بطلان پر سب سے بڑی دلیل ہے (ن۔تہران ص۱۳۱)

(بقیہ ص۲۶۸) پھر تم ستاروں کی چال دیکھ کر غیب کا حال کس طرح معلوم کرسکتے ہو؟ (ن طہران) ۲ یعنی اگر محبوب چیز کا حصول، اور مکروہ چیز کا دفعیہ، ستاروں کی گردش اور رفتار ہی پر منحصر ہے تو پھر سے خدا کی پرستش کی کیا ضرورت ہے، پھر وہ کیوں خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو؟ کیوں نہ ستاروں کی چال دیکھے اور محبوب و مطلوب امر حاصل کرلے، اور مکروہ ناپسندیدہ چیز سے بچ جائے!

[1] یعنی ستاروں کی گردش اور رفتار سے تم صحرا اور بیابان، دریا اور سمندر میں سمت معلوم کرسکتے ہو، راہ معلوم کرسکتے ہو، اوقات بندگی معلوم کرسکتے ہو تعیین قبلہ کرسکتے ہو، یا اسی طرح کی دوسری باتیں معلوم کرسکتے ہو، قسمت نہیں معلوم کرسکتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے، وهو الذى جعل لكم النجوم لتهتدوا بها فى ظلمات البر والبحر قد فصلنا الايات لقوم يعلمون۔ یعنی وہ خدا ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے کہ تاریکی، بیابان و دریا میں تم راہ حاصل کرسکو اور ہم مردم دانا کے لیے اپنے نشان ہائے قدرت کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (ن۔تہران) [2] یعنی یہ بھی کواکب اور سیاروں کی چال دیکھ کر حکم لگاتا اور لوگوں کو فریب دیتا ہے۔ یہ علم غیب نہیں جانتا، لیکن بزعم خود اس علم کے زور سے غیب داں بن جاتا ہے اور لوگوں کو بہکانے لگتا ہے ـــ کاہن علم غیب کا مدعی۔ سحر الٹا کلام ہے کہ ساحر اسے زبان پر لاکر یا طلسم لکھ کر یا نقش تیار کرکے اگر کچھ کرتا ہے تو یہ کہ میاں بیوی میں اور دوستوں میں ناچاقی اور دشمنی پیدا کردے، ورنہ غیب سے وہ بھی جاہل اور معاملات غیب سے وہ بھی ناواقف ہے۔ [3] لہٰذا تقاضائے دانش یہ ہے کہ کاہن اور منجم کی گفتار بےکار پر کبھی اعتماد نہ کرو، بھروسہ صرف خدا پر رکھو امید اور توقع اسی کی ذات سے رکھو اور بس۔

۷۹ــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــــــ ارشاد:

عورت؟

جنگ جمل کے بعد بد کردار عورتوں سے متاثر ہو کر فرمایا:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ النِّسَآءَ نَوَاقِصُ الْاِیْمَانِ- نَوَاقِصُ الْحُظُوْظِ- نَوَاقِصُ الْعُقُوْلِ فَاَمَّا نُقْصَانُ اِیْمَانِهِنَّ: فَقُعُوْدُهُنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ فِیْ اَیَّامِ حَیْضِهِنَّ- وَاَمَّا نُقْصَانُ عُقُوْلِهِنَّ: فَشَهَادَةُ امْرَاَتَیْنِ کَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ- وَاَمَّا نُقْصَانُ حُظُوْظِهِنَّ فَمَوَارِیْثُهُنَّ عَلَی الْاَنْصَافِ مِنْ مَوَارِیْثِ الرِّجَالِ-

فَاتَّقُوْا شِرَارَ النِّسَآءِ وَکُوْنُوْا مِنْ خِیَارِهِنَّ عَلٰی حَذَرٍ، وَلَا تُطِیْعُوْهُنَّ فِی الْمَعْرُوْفِ حَتّٰی لَا یَطْمَعْنَ فِی الْمُنْکَرِ-

لوگو! عورتوں کا عقیدہ، ان کا حصّہ، اور عقلیں ناقص ہیں، ایمان ناقص ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایّام میں نماز و روزہ سے مستثنےٰ ہیں عقل ناقص ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ: دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ حصّے کے کم ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ میراث میں مردوں سے آدھا حصّہ ہے[1]

تو بد کردار عورتوں سے بچو! اور نیکیوں سے محتاط رہو، اور نیک کاموں میں بھی ان کے فرمانبردار نہ بنو، تاکہ برائی میں تمہاری فرمانبرداری کی امید نہ رکھیں۔

(رم)

---

[1] گواہی کے لیے قرآن میں ہے: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ- وَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ، فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (س ۱ ی ۲۸۲) اپنے آدمیوں میں سے اگر گواہی لو، تو دو مردوں کی، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، جن گواہوں کی گواہی تم پسند کرو۔ میراث کے لیے: سورۂ نساء: "یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ"۔ تمہاری اولاد کے لیے خدا یہ نصیحت کرتا ہے کہ مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

زمانۂ ایام میں: روزہ و نماز کا ساقط ہونا متفق علیہ مسئلہ فقہ ہے اور اطاعتِ زن کے لیے: قرآن کی ایک آیت غور طلب ہے جس میں عورت کے لیے کہا گیا ہے: اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ" (گفتگو یہ ہے کہ خدا کی بیٹیاں بھی نہیں ہے) کیا جو زیوروں میں پلے اور جھگڑنے میں پوری طرح بات بھی نہ کر سکے (وہ خدا کے لیے ہو سکتی ہے) زخرف ی ۱۸۔ (مرتضےٰ عفی عنہ)

۸۰ — ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد:

زہد کیا ہے؟

اَیُّہَا النَّاسُ!

اَلزَّہَادَۃُ قِصَرُ الْاَمَلِ، وَ الشُّکْرُ عِنْدَ النِّعَمِ، وَ الْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ، فَاِنْ عَزَبَ ذٰلِکَ عَنْکُمْ فَلَا یَغْلِبُ الْحَرَامُ صَبْرَکُمْ، وَلَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُکْرَکُمْ۔

فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ بِحُجَجٍ مُسْفِرَۃٍ ظَاہِرَۃٍ وَکُتُبٍ بَارِزَۃِ الْعُذْرِ وَاضِحَۃٍ۔

اے لوگو!

امیدوں کی کمی، نعمت پر خدا کا شکر، محارم سے اجتناب، (بس یہی) زہد ہے!

اگر ان چیزوں پر تم عمل نہ کر سکو، تو کم از کم حرام کو اپنی شکیبائی پر غالب نہ آنے دو۔

(اور ہاں) نعمت خداوندی پر سپاس گزاری بھی نہ بھولو۔ کیونکہ خدا نے اپنی ظاہر و روشن[1] حجتوں اور واضح کتب آسمانی سے تمہارے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے!

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ

(قرآن)

---

[1] یعنی دلیل و برہان، شرع و دین، کلام رسولؐ و انبیاءؑ۔

۸۱ ـــــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ـــــ ارشاد:

دنیا کا تعارف

امیر المومنینؑ نے بتایا ہے کہ دنیا ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے جو اس کے ہو رہتے ہیں؟ اور ان کے ساتھ دنیا کا برتاؤ کیا ہوتا ہے، جو اُسے ٹھکرا دیتے ہیں؟

أَيُّهَا النَّاسُ!

اے لوگو!

مَا أَصِفُ مِنْ دَارٍ أَوَّلُهَا عَنَاءٌ، وَآخِرُهَا فَنَاءٌ۔

میں تم سے اس گھر کی کیا تعریف کروں کہ جس کا آغاز رنج، اور انجام نیستی ہے۔

فِي حَلَالِهَا حِسَابٌ، وَفِي حَرَامِهَا عِقَابٌ، مَنِ اسْتَغْنَى فِيهَا فُتِنَ، وَمَنِ افْتَقَرَ فِيهَا حَزِنَ۔

جس کے حلال میں حساب کا کھٹکا اور جس کے حرام میں عقاب کا، دھڑکا ہے[1] جو اس دنیا میں (غنی اور مالدار ہے)، وہ مبتلائے فتن ہے[2]، اور (اس دنیا میں) جو مفلس و محتاج ہے وہ غم دیدہ اور اندوہ گیں ہے!

وَمَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ، وَمَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ،

جو اسے پانے کی کوشش کرتا ہے اسے یہ ملتی نہیں، جو اس سے دور بھاگتا ہے، اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔

وَمَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ، وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ۔

جو کوئی اسے نگاہِ (عبرت) سے دیکھتا ہے اسے یہ بینا اور دانا بنا دیتی ہے اور جو اس کی زینت اور آرائش کو دیکھتا ہے اسے یہ نابینا کر دیتی ہے[3]۔

---

[1] جو کچھ تم نے بطور حلال حاصل کیا ہے، اس کا بھی حساب تمہیں وہاں دینا پڑے گا۔ [2] دولت مند اور مالدار لوگ سب سے زیادہ مبتلائے فتن ہوتے ہیں، ان کی دولت ان کے لیے فتنہ بن جاتی ہے، اس سے وہ تعیشات اور تنعمات کی زندگی بسر کرتے ہیں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بندگان خدا کی مدد نہیں کرتے، راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے لہٰذا یہ آسائش مصیبت اور یہ دولت فتنہ بن جاتی ہے۔

[3] یعنی جس کی نظر دنیا کے عبرت انگیز احوال پر ہے، دُنیا اس کی بینائی چھینتی نہیں، اسے اور زیادہ آگاہ اور چوکس بنا دیتی ہے اور جو صرف ایسی ویسی ہی چیزوں پر نظر رکھتا ہے، اس کی بینائی یہ دنیا چھین لیتی ہے، اور اسے کسی کا نہیں رکھتی وہ اس کے حصول میں، اور پھر اسے پاکر اپنا سب کچھ بیٹھتا ہے اور دین و ایمان تک کا سودا کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

۸۲- خطبۂ عجیبہ

اس خطبہ کا نام "خطبۂ غرّا" بھی ہے اور کوئی شبہ نہیں اپنے حسنِ بیان، زورِ کلام، وسعت مفہوم و معنی کے اعتبار سے نیز کشف و اسرار و رموز کے اعتبار سے یہ عجیب تر ہے، مبارک ہیں وہ جو اس سے سبق حاصل کریں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی عَلَا بِحَوْلِهِ، وَدَنَا بِطَوْلِهِ مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَفَضْلٍ، وَكَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَزْلٍ۔

اس خدا کی حمد و ثنا، جو اپنی قدرت و توانائی سے (سب پر) غالب ہے، اور اپنے فضل و احسان (کے اعتبار سے) ہر ایک سے نزدیک ہے، وہ فائدہ کا عطا کرنے والا، اور ہر بڑی سے بڑی بلا اور سختی کا رفع کرنے والا ہے[1]۔

أَحْمَدُهُ عَلَىٰ عَوَاطِفِ كَرَمِهِ وَسَوَابِغِ نِعَمِهِ،

میں اس کے مسلسل احسان اور بے انتہا نعمت پر اس کی حمد کرتا ہوں!

وَأُومِنُ بِهِ أَوَّلًا بَادِيًا،

میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ اول و ہویدا ہے[2]۔

وَأَسْتَهْدِيهِ قَرِيبًا هَادِيًا،

اسی سے راہِ ہدایت طلب کرتا ہوں کہ وہ نزدیک و راہ نما ہے[3]

وَأَسْتَعِينُهُ قَاهِرًا قَادِرًا وَأَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِيًا نَاصِرًا،

اسی سے یاوری کی امید رکھتا ہوں، کہ وہ غالب و توانا ہے، اسی پر توکل کرتا ہوں، کہ وہ (میرے لیے) کافی اور مددگار ہے!

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ لِإِنْفَاذِ أَمْرِهِ وَإِنْهَاءِ عُذْرِهِ وَتَقْدِيمِ نُذُرِهِ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور فرستادہ ہیں جن کو اس نے اپنے فرمان جاری کرنے، اور تبلیغ حجت و دلیل، نیز اپنے عذاب سے ڈرانے کے لیے روانہ فرمایا۔

---

[1] حل لغات: علا: ای عزّ وارتفع ÷ ازل: ضیق، شدّة ÷ الکاشف: المنفذ ÷ مانح: معطی۔ علیٰ بحوله: وہ بزرگ و برتر ہے ہر ماسوا سے، کیونکہ اس میں اقتدار تخلیق ہے۔ [2] تفسیر قل ھو اللّٰہ احد ÷ [3] شرح ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ (ن تہران)

انھاء: کے معنی ہیں ابلاغ، یعنی کسی بات کو پہنچا دینا۔

عذر: کنایہ ہے عقلی اور نقلی دلیلوں کی طرف ÷ نُذُر = ج نذیر - بدکرداروں کو ڈرانے والے آیات و اخبار۔

(ن۔ مصر)

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ!
بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِي ضَرَبَ لَكُمُ الْأَمْثَالَ
وَوَقَّتَ لَكُمُ الْآجَالَ، وَأَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ
وَأَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَأَحَاطَ بِكُمُ
الْإِحْصَاءَ وَأَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَاءَ، وَآثَرَكُمْ
بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ، وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ،
وَأَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ فَأَحْصَاكُمْ
عَدَداً، وَوَظَّفَ لَكُمْ مُدَداً فِي قَرَارِ
خِبْرَةٍ وَدَارِ عِبْرَةٍ، أَنْتُمْ مُخْتَبَرُونَ فِيهَا
وَمُحَاسَبُونَ عَلَيْهَا. فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ
مَشْرَبُهَا رَدِغٌ مَشْرَعُهَا يُونِقُ مَنْظَرُهَا
وَيُوبِقُ مَخْبَرُهَا.
غُرُورٌ حَائِلٌ، وَضَوْءٌ آفِلٌ، وَ
ظِلٌّ زَائِلٌ، وَسِنَادٌ مَائِلٌ،
حَتَّى إِذَا أَنِسَ نَافِرُهَا، وَاطْمَأَنَّ
نَاكِرُهَا، قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا

خدا کے بندو!
میں تمہیں تقویٰ، اور معرفت خدا کی وصیت کرتا ہوں، جس نے تمہارے لیے (راہ نمائی کے لیے قرآن کریم میں)، امثال اور واقعات بیان کیے[1]، جس نے تمہاری عمر کے لیے اوقات مقرر کیے اور تمہیں لباس سے سنوارا[2]۔ تمہاری معیشت میں گنجائش رکھی[3]، اور تمہارے اعمال کا احاطہ کیا[4] اور اس کی جزا تمہارے لیے طے کی اور بڑی نعمتیں اور بے حد صلہ تمہیں بخشا۔ حجت[5] آشکار سے تمہیں ڈرایا، تمہیں امتحان اور آزمائش میں مبتلا کیا تمہاری مدت عمر و زندگانی، اس عبرت سرا میں متعین کی، جہاں تمہاری آزمائش ہو گی (یعنی) وہاں کیے ہوئے کاموں پر (قیامت میں) تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ پس (یاد رکھو) دنیا چشمۂ گندلا، اور اس کا گھاٹ دلدل ہے!۔ اس کا نظارہ دل خوش کن، اور اس کی آزمائش تباہ کن ہے۔

یہ مٹ جانے والا دھوکہ، ڈھل جانے والا سایہ، ڈوب جانے والی روشنی، اور ٹوٹ جانے والا ستون ہے[6]۔

یہاں تک کہ جب نفرت کرنے والا اس سے مانوس، اور گھبرانے والا مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ اسے اپنی لاتوں سے گرا دیتی ہے۔

---

[1] حکایات عبرت انگیز بیان فرمائیں [2] تاکہ تمام مخلوقات پر تمہیں برتری حاصل ہو، [3] وسائل راحت فراہم کیے۔ [4] اچھے برے اعمال قلم بند کرائے۔ [5] انبیاء امتوں کے عذاب، آسمانی کتابیں۔

لغہ الریاش: ماظهر من اللباس، ووجه النعمة فيه انه ساتر للعورة واق من البرد والحر، لباس کو نعمت میں اس لیے شمار کیا کہ وہ شرم گاہ کو چھپاتا ہے۔ اور گرمی جاڑے سے محفوظ رکھتا ہے۔ الرِّفد: العطیہ ؛ الروافغ: الواسعہ ؛ الحجج البوالغ: الظاهرة البینة ؛ وَظَّفَ: قدّر ؛ رَنِقٌ: گندلا ؛ ردِغ: دلدل اور کیچڑ ؛ والمشرع: مور یعنی گھاٹ جہاں پانی پیتے ہیں۔ یونق: یعجب: یعنی پسندیدہ ؛ یوبق: یہلك ہلاک کرتا ہے۔

[6] یعنی دنیا کی کسی چیز کو ثبات و دوام نہیں حاصل ہے، اس کی ہر چیز مٹ جانے والی ہے، لہٰذا اسی پر بھروسہ کرنا اسی سے دل لگانا، اور اسی کے فریب میں مبتلا ہو جانا، نادانی اور سفاہت کی انتہا ہے۔

وَتَنَصَّتْ بِأَحْبُلِهَا، وَاقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا، وَأَعْلَقَتِ الْمَرْءَ أَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ قَائِدَةً لَهُ إِلَى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ وَوَحْشَةِ الْمَرْجِعِ، وَمُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ، وَثَوَابِ الْعَمَلِ، وَكَذٰلِكَ الْخَلَفُ يَعْقُبُ السَّلَفَ: لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا، وَلَا يَرْعَوِي الْبَاقُونَ اجْتِرَامًا يَحْتَذُونَ مِثَالًا، وَيَمْضُونَ أَرْسَالًا، إِلَى غَايَةِ الْانْتِهَاءِ وَصَيُّورِ الْفَنَاءِ حَتّٰى إِذَا تَصَرَّمَتِ الْأُمُورُ، وَتَقَضَّتِ الدُّهُورُ وَأَزِفَ النُّشُورُ، أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ الْقُبُورِ، وَأَوْكَارِ الطُّيُورِ، وَأَوْجِرَةِ السِّبَاعِ وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا إِلَى أَمْرِهِ مُهْطِعِينَ إِلَى مَعَادِهِ۔

اپنے جال میں اس کا شکار کر لیتی ہے اور اپنے تیروں سے اسے ہلاک کر ڈالتی ہے اور انسان کے گلے میں موت کی کمندیں (بیماریاں) ڈال کر اسے کشاں کشاں خوابگاہِ تنگ (قبر) اور ہیبتناک منزل (آخرت) کی طرف لے جاتی ہے (تاکہ) وہ وہ محل قیام گاہ (جنت یا دوزخ) اور جزائے کردار (نیک یا بد) دیکھ لے، اور اسی طرح خلف سلف کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے ہیں[1] (ایک طرف) نہ موت اپنی کار فرمائی سے باز آتی ہے (دوسری طرف) یہ دنیا میں رہنے والے لوگ اپنے اسلاف کی پیروی کر رہے ہیں۔ ارتکاب گناہ سے باز نہیں آتے اور نہ پشیمان ہوتے ہیں لوگ (اسی طرح) پے در پے (آتے) اور جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انتہا (فنا) کی آخر حد پر اور فنا کے نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب معاملات ختم اور دنیا فنا ہو چکے گی اور حشر قریب اور (جب قیامت برپا ہوگی تو) یہ پھر زندہ کیے جائیں گے، انہیں قبروں کے گوشوں، پرندوں کے آشیانوں، درندوں کے بھٹوں، اور جنگ کے میدانوں سے (جہاں وہ ہلاک ہوئے ہوں گے) اٹھائے گا، اور یہ تیزی کے ساتھ معاد، اور جائے بازگشت کی طرف جو خدا نے ان کے لیے مقرر کر دی ہے روانہ ہونگے!

رَعِيلًا صُمُوتًا، قِيَامًا صُفُوفًا، يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، عَلَيْهِمْ لَبُوسُ الْاسْتِكَانَةِ، وَضَرَعُ الْاسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ، قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ، وَانْقَطَعَ الْأَمَلُ، وَهَوَتِ الْأَفْئِدَةُ كَاظِمَةً، وَالْجَمَ الْعَرَقُ۔

ان میں کوئی گروہ صف بستہ خاموش کھڑا ہو گا، نگاہِ خدا انھیں احاطہ کیے ہو گی (اور جب حساب کا وقت آئے گا تو) منادی آواز دے گا۔ ان کے اجسام پر (ہول کے اثر سے گویا) فروتنی دخواری، رسوائی، اور ذلت کی شکستہ حالی کا لباس ہو گا، تدبیریں گم ہو چکی ہوں گی، اور آرزوئیں ناکام ہو چکی ہوں گی، دل افسردہ اور غمگین ہونگے خشوع و فروتنی کے باعث ان کی آوازیں پست ہوں گی۔ پسینے نے منہ میں لگام[2] دیدی ہو گی (شرمندگی سے عرق انفعال میں غرق ہونگے)

---

[1] ایک کے بعد دوسروں کے آنے کا سلسلہ آغاز عالم سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے، [2] مانند لجام کہ در دہانِ اسپ باشد۔ ن، طہران، ص۱۴۴۔

وعظم لشفق، وأرعلت الأسماع لزبرة الداعي إلى فصل الخطاب، ومقايضة الجزاء ونكال العقاب، ونوال الثواب۔

عباد مخلوقون اقتداراً، ومربوبون اقتساراً، ومقبوضون احتضاراً، ومضمنون أجداثاً، وكائنون رفاتاً ومبعوثون أفراداً، ومدينون جزاءً، ومميزون حساباً۔

قد أمهلوا في طلب المخرج، وهدوا سبيل المنهج، وعمروا مهل المستعتب وكشفت عنهم سدف الريب، وخلوا لمضمار الجياد، وروية الارتياد، وأناة المقتبس المرتاد، في مدة الأجل، ومضطرب المهل، فيا لها أمثالاً صائبة ومواعظ شافية، لو صادفت قلوباً زاكية، وأسماعاً واعية، وآراءً عازمة، وألباباً حازمة۔

فاتقوا الله تقية من سمع فخشع، واقترف فاعترف

حد سے زیادہ خوف ہوگا۔ اور کان اس تنبیہہ خیز صدا سے کانپ رہے ہوں گے۔ جو آخری فیصلوں اور جزا کی دین اور عذاب کی رسوائی اور ثواب کی عطا کے لیے بلند ہوگی۔

یہ وہ بندے ہیں کہ قدرت خداوندی سے خلق ہوئے، اور اس کی سطوت و قہرمانیت سے اس کے غلام بنائے گئے، پھر جانکنی کا وقت آیا اور ان کی روحیں قبض کی گئیں، اور مرنے کے بعد، یہ قبروں کو سونپ دیے گئے (جہاں یہ ریزہ ریزہ ہو گئے، پھر انہیں ایک ایک کرکے قبر کی تنہائیوں سے اٹھایا گیا، اور انہیں (ان کے) اعمال کی جزا دی گئی، اور حساب کے لیے جدا جدا کر دئے گئے۔

ان لوگوں کو (پیغمبروں کے سہارے) گمراہی سے رہائی پانے کی مہلت دے دی گئی تھی، سیدھے راستہ کا نشان بنا دیا گیا تھا، اور (خدا کو) راضی رکھنے کے لیے جتنی مدّت درکار تھی، اتنی عمر دے دی گئی تھی، شبہات کی تاریکیاں (دلیلوں کی روشنی سے) ہٹا دی گئی تھیں، اور مضمار جیاد[1] کی طرح چھوڑ دیا گیا تھا، فکر عمل، اور نور علم و دانش کی تلاش کو مہلت دے دی گئی تھی، کہ موت کے پہنچنے تک کی فرصت سے فائدہ اٹھالیں (میدان حشر کے لیے تیار ہو جائیں) اور یہ امثال صائب، پند شافی اور عقل رسا کتنے دل نشین ہیں کاش یہ پاکیزہ دل اور گوش شنوا، اور مضبوط رائیں (دماغ) اور صحیح عقلیں پالیتے!

پس (اے لوگو!) خدا سے اس شخص کی طرح ڈرو جو پند و نصیحت کو سنتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے جس نے گناہ کیا اور

---

[1] حل لغات: مضمار جیاد، اچھے اور گھوڑ دوڑ کے سبک سیر گھوڑے جو مقابلہ کے لیے تیار رکھے جاتے ہیں۔ خلوا = ترکوا: یعنی چھوڑ دیا گیا۔

الأناة: انتظار۔ المقتبس: المرتاد۔ ای الذی اخذ بیدہ مصباحا لیرتاد علی ضوئہ شیئاً غاب عنہ۔

مدت الاضطراب: ای الحرکۃ فی العمل، اقترف = اکتسب، وجل = خاف (ن مصری)

وَوَجِلَ فَعَمِلَ، وَحَاذَرَ فَبَادَرَ، وَأَيْقَنَ فَأَحْسَنَ، وَعُبِّرَ فَاعْتَبَرَ، وَحُذِّرَ فَحَذِرَ، وَزُجِرَ فَازْدَجَرَ، وَأَجَابَ فَأَنَابَ، وَرَاجَعَ فَتَابَ، وَاقْتَدَى فَاحْتَذَى، وَأُرِيَ فَرَأَى، فَأَسْرَعَ طَالِباً، وَنَجَا هَارِباً، فَأَفَادَ ذَخِيرَةً، وَأَطَابَ سَرِيرَةً، وَعَمَّرَ مَعَاداً، وَاسْتَظْهَرَ زَاداً لِيَوْمِ رَحِيلِهِ، وَوَجْهِ سَبِيلِهِ، وَحَالِ حَاجَتِهِ، وَمَوْطِنِ فَاقَتِهِ، وَقَدَّمَ أَمَامَهُ لِدَارِ مُقَامِهِ۔

(فوراً) اعتراف کرلیا ہو، جو خدا سے ڈرا ہو، اور عمل صالح کرنے لگا ہو، جس نے عذاب خدا سے خائف ہو کر (توبہ کی جانب) قدم بڑھایا ہو، قیامت پر ایمان لا کر اچھے کام کیے ہوں، عبرت انگیز چیزیں دیکھ کر نصیحت حاصل کی ہو، عذاب (الٰہی سے) ڈرایا گیا ہو تو ڈر گیا ہو حق آواز سنکر اس کی طرف رجوع کی اور پھر تائب ہوگیا ہو۔ پیشواؤں کی پیروی کرتا ہو، اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کی (کوشش) کرتا ہو، جب اسے (راہِ راست) دکھائی جاتی ہو تو وہ دیکھ لیتا ہو۔ وہ طلب گار (حق و مغفرت) بن کے دوڑا اور گناہوں سے بھاگ کر نجات حاصل کر رہا ہو، اور آخرت کے لیے (عمل صالح کے) ذخیرے جمع کر لیے ہوں، اپنے باطن کو پاک کر لیا ہو، اور آخرت کا گھر آباد کر لیا ہو، اور توشہ (بندگی خدا و خدمتِ خلق) دنیا سے کوچ کے دن کے لیے راہِ سفرِ آخرت پر رہروی کے لیے، اور رجائے تنگ دستی (قبر و قیامت) کے لیے جمع کر کے اپنی پیٹھ مضبوط کر لی ہو، اور منزلِ آخرت کے لیے اس توشہ کو (موت سے پہلے) روانہ کر دیا ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ جِهَةَ مَا خَلَقَكُمْ لَهُ، وَاحْذَرُوا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ، وَاسْتَحِقُّوا مِنْهُ مَا أَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ بِصِدْقِ مِيعَادِهِ، وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهِ۔

تو اے بندگانِ خدا! تقوےٰ اختیار کرو کہ خدا نے اس کے لیے تمہیں خلق کیا ہے۔ اس نے اپنی ذات کے متعلق تمہیں جتنا خوف دلایا ہے، اتنا اس سے ڈرو۔ اور اس کے وعدہ کی سچائی کو مان کر روزِ قیامت کے ہَول سے ڈر کر اجرِ آخرت کے مستحق بن جاؤ!

مِنْهَا — اسی خطبہ کا اقتباس — موت اور عمل

جَعَلَ لَكُمْ أَسْمَاعاً لِتَعِيَ مَا عَنَاهَا، وَأَبْصَاراً لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا، وَأَشْلَاءً جَامِعَةً لِأَعْضَائِهَا، مُلَائِمَةً لِأَحْنَائِهَا، فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا، وَمُدَدِ عُمُرِهَا، بِأَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا،

اس نے تمہارے لیے کان بنائے تاکہ تم کام کی باتیں اچھی طرح یاد رکھ سکو، آنکھیں دیں تاکہ تاریکی میں روشنی حاصل کر سکو، اور تمہارے ہر عضو (ظاہری) کو عضو (باطنی) سے وابستہ کر دیا، اور ان اعضا کو ترکیب صورت دے کر مناسب جگہوں پر رکھ دیا، بدن کو مناسب و مفید ترکیب سے قائم اور برقرار

وَقُلُوبٌ رَائِدَةٌ لِأَرْزَاقِهَا فِي مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهِ وَمُوجِبَاتِ مِنَنِهِ وَحَوَاجِزِ عَافِيَتِهِ۔

رکھا، جو عمر کی مدت اور شکل کی ترکیب ہیں، جوڑوں کے ساتھ مناسبت رکھنے والے اعضا کے ساتھ موجود ہیں، مرکب کیا یہ ترکیب صوری، ایک تو ان ابدان سے قائم ہے جو سود مند ہیں، دوسرے ان قلوب سے، جو اس کی نعمت بیکراں کو بزرگ بنانے والے اعمال، اس کے احسانات کو واجب کر دینے والے امور، اور عافیت کی نگہداری کرنے والی آڑیں اپنے رزق کی تلاش کرتے ہیں۔

وَقَدَّرَ لَكُمْ أَعْمَاراً سَتَرَهَا عَنْكُمْ، وَخَلَّفَ لَكُمْ عِبَراً مِنْ آثَارِ الْمَاضِينَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ، أَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُونَ الْآمَالِ وَشَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْآجَالِ. لَمْ يَمْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْأَبْدَانِ، وَلَمْ يَعْتَبِرُوا فِي أُنُفِ الْأَوَانِ۔

خدا نے تمہارے لیے عمر و زندگی کی مدت معین کی، اور اسے تم سے پنہاں رکھا[1] اور تمہاری عبرت کے لیے ماضی کے آثار باقی رکھے۔ وہ لوگ جو اپنے نصیب سے بہرہ ور ہونے کی منزل، اور اپنی رسنِ گلو کے کشادہ ہونے کے مقام (دنیا) سے تم سے پہلے گزر چکے ہیں، جنھیں قبل اس کے کہ آرزوؤں تک پہنچ سکیں موت نے جھپٹ لیا، اور ان کی مدت کے منقطع ہو جانے کے باعث تمنائیں منتشر ہوگئیں انھوں نے صحت کے وقت کوئی توشۂ (آخرت) مہیا نہ کیا اور زندگی کے آغاز (جوانی و توانائی) میں کوئی عبرت نہ حاصل کی۔!

فَهَلْ يَنْتَظِرُ أَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ إِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ؟ وَأَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ إِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ؟ وَأَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ إِلَّا آوِنَةَ الْفَنَاءِ؟ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ، وَأُزُوفِ الِانْتِقَالِ، وَعَلَزِ الْقَلَقِ، وَأَلَمِ الْمَضَضِ، وَغُصَصِ الْجَرَضِ، وَتَلَفُّتِ الِاسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَالْأَقْرِبَاءِ وَالْأَعِزَّةِ وَالْقُرَنَاءِ۔

کیا یہ عنفوان جوانی و توانائی میں بڑھاپے کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور تنومند و تندرست طرح طرح کی بیماریوں کے منتظر ہیں؟ کیا وہ جو باقی اور برقرار ہے فنا اور نیستی کے سوا کسی اور چیز کا منتظر ہے؟ حالانکہ رحلت کا وقت نزدیک آ چکا، انتقال کی گھڑی سر پر آ پہنچی سوزِ نہاں کی سختیاں، لعاب دہن کے گلوگیر اور پھندے ڈالنے والے گھونٹ پینے اور خدمت گزاروں اور فرزندوں، ہمسروں اور دوستوں سے مدد طلب کرنے کے لیے متوجہ ہونے کی ساعت آگئی ہے!

فَهَلْ دَفَعَتِ الْأَقَارِبُ؟

کیا عزیزوں نے (موت کی) سختیاں دور کر دیں؟ — یا

[1] یہ بھی اس کا بہت بڑا احسان ہے ورنہ یکسوئی نہ حاصل ہوتی۔

نَفَعَتِ النَّوَاحِبُ؟ وَقَدْ غُودِرَ فِي مَحَلَّةِ الْأَمْوَاتِ رَهِيناً، وَفِي ضِيقِ الْمَضْجَعِ وَحِيداً، قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَامُّ جِلْدَتَهُ، وَأَبْلَتِ النَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ، وَعَفَتِ الْعَوَاصِفُ آثَارَهُ، وَمَحَا الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ الْأَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا، وَالْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا، وَالْأَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ أَعْبَائِهَا، مُوقِنَةً بِغَيْبِ أَنْبَائِهَا لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ زَلَلِهَا،

ان کے شیون نے کوئی فائدہ پہنچایا؟ جب مرنے والے کو مردوں کے محلّے میں قید اور گوشۂ تنگ (قبر) میں تنہا چھوڑ دیا گیا؟ قبر کے کیڑوں (مار وکژدم وغیرہ) نے اس کی لاش کو بوٹی بوٹی کر دیا، مصائب دوراں نے اس کی لاش کو پارہ پارہ کر دیا۔ بدن کی رعنائی و تازگی رخصت ہو گئی، تیز ہواؤں نے اس کے آثار کو مٹا دیا، اس کی ہڈیاں جاندار ہونے کے بعد بوسیدہ ہو گئیں اور روحیں (گناہوں کا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہیں۔ غیب کی باتوں پر یقین لے آئیں، (مگر کب؟ جب) نہ اعمالِ صالحہ میں اضافہ ممکن ہے نہ بُرے کاموں کی تلافی کی جا سکتی ہے!

أَوَلَسْتُمْ أَبْنَاءَ الْقَوْمِ وَالْآبَاءِ وَإِخْوَانَهُمْ وَالْأَقْرِبَاءَ؟ تَحْتَذُونَ أَمْثِلَتَهُمْ وَتَرْكَبُونَ قِدَّتَهُمْ، وَتَطَئُونَ جَادَّتَهُمْ،

کیا تم ان لوگوں کے (مرنے والوں کے) باپ، بھائی، بیٹے، عزیز اور رشتہ دار نہیں ہو! ۔ بے شک تم انہی کے رویہ کی پیروی کر رہے ہو، انہی کے راستہ پر چل رہے ہو، اور انہی کے جادے کو پامال کر رہے ہو؟

فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا سَالِكَةٌ فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا، كَأَنَّ الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا! وَكَأَنَّ الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا

تمھارے قلوب اپنے حصوں کی طرف سے سخت ہیں، اپنی کامیابی سے بے فکر ہیں اور ان (معصیت کے) میدانوں میں (اس طرح) جولانیاں دکھا رہے ہیں، گویا (فرمان خداوندی کے) یہ (مرے سے) مخاطب ہی نہیں! بلکہ کوئی اور لوگ ہیں، اور گویا دنیا کے جمع کرنے ہی میں ان کی فلاح و صلاح و کامیابی ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ وَأَهَاوِيلِ زَلَلِهِ، وَتَارَاتِ أَهْوَالِهِ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ! تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ، وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ

یاد رکھو کہ تمھیں صراط پر سے گزرنا ہے اس کی لغزش کے مقامات، ٹھوکر کھانے کی جگہوں اور متواتر خوفوں سے گزرنا ہے۔ لہذا خدا سے اس دانا آدمی کی طرح ڈرو، جس کے دل میں انجام کی فکر نے گھر کر لیا ہو، جس کے بدن کو خوفِ خدا نے لاغر کر دیا ہو، عبادت شب نے اس کی ذرا سی نیند بھی چھین لی ہو، جس کے تپتے

۔۔ یعنی درمیان قبر اثرے و درمیان مردم خبرے از او باقی نماند۔ ن عمران ص۱۸۲

غِرَارَ نَوْمِهِ، وَأَظْمَأَ الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ، وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَأَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ، وَقَدَّمَ الْخَوْفَ لِأَمَانِهِ، وَتَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ أَقْصَدَ الْمَسَالِكِ إِلَى النَّهْجِ الْمَطْلُوبِ، وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُورِ، وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْأُمُورِ، ظَافِراً بِفَرْحَةِ الْبُشْرَى وَرَاحَةِ النُّعْمَى، فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ، وَآمَنِ يَوْمِهِ، قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِيداً، وَقَدَّمَ زَادَ الْآجِلَةِ سَعِيداً، وَبَادَرَ مِنْ وَجَلٍ، وَأَكْمَشَ فِي مَهَلٍ، وَرَغِبَ فِي طَلَبٍ، وَذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ، وَرَاقَبَ فِي يَوْمِهِ غَدَهُ، وَنَظَرَ قُدُماً أَمَامَهُ، فَكَفَى بِالْجَنَّةِ ثَوَاباً وَنَوَالاً، وَكَفَى بِاللهِ مُنْتَقِماً وَنَصِيراً، وَكَفَى بِالْكِتَابِ حَجِيجاً وَخَصِيماً۔

ہوئے دلوں کو ثواب کی امید نے پیاسا بنا دیا ہو۔ جس کی خواہشات نفسانی کو زہد نے روک دیا ہو۔ جس کی زبان کو خدا کے ذکر نے متحرک کر دیا ہو، جس نے خوف کو اپنے بچاؤ کے لیے پیش پیش رکھا ہو، جو راہ روشن سے ہٹے ہوئے راستوں سے روگرداں ہو کر منزل مقصود تک پہنچانے والے سیدھے راستہ پر چلنے لگا ہو۔ جس کو مکر و فریب کے موانع نے نیک کام سے روکا نہ ہو، شبہات کی حقیقت اس نے پہچان لی ہو، جس نے اپنے پُراطمینان دنوں اور آسائش کی نیند میں اخروی نعمتوں کی راحت، اور نجات کی خوشخبری حاصل کر لی ہو۔ دنیا کو جس نے اچھے صفات کا حامل بن کر بسر کیا ہو، کامیابی کے عالم میں جس نے آخرت کا توشہ پہلے سے بھیجدیا ہو، عذاب الٰہی سے خائف ہو کر جس نے نیک کام کرنے میں جلدی کی ہو، زندگی کی عطا کی ہوئی فرصت میں جس نے عجلت کے ساتھ، آخرت کے کام انجام دے ڈالے ہوں، پسندیدہ امور کی طرف راغب ہوا ہو، اور قابل ترک چیزوں سے روگرداں رہا ہو، آج (زندگی میں) کل (موت کے بعد) کا دھیان رکھا ہو، اپنے اعمال کو اپنی نظر میں رکھا ہو، اس لیے کہ عطا اور ثواب کے واسطے جنّت اور عذاب و وبال کے لیے دوزخ بہت ہے اور عوض لینے اور مددگار ہونے کی حیثیت سے خدا، حجّت اور دلیل پیش کرنے والے کی حیثیت سے کتاب خدا بہت کافی ہے[2]

———— أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي أَعْذَرَ بِمَا أَنْذَرَ، وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ، وَحَذَّرَكُمْ

(لوگو!) میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، جس نے عواقب کی دہشت دلا کر عذر کرنے والوں سے عذر کا سہارا چھین لیا، گمراہوں پر واضح دلیلیں قائم کر دیں، اور تمہیں اس

---

[1] یعنی اس حالت میں بھی روزے رکھتا ہو۔ [2] جنت و دوزخ کا تصوّر، خدا کے عادل اور قرآن کے مکمل دستور ہونے کا یقین کامیابی دنیا و آخرت کا راز ہے۔

عَدُوًّا نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيًّا، وَنَفَثَ فِي الْآذَانِ نَجِيًّا، فَأَضَلَّ وَأَرْدَى وَوَعَدَ فَمَنَّى وَزَيَّنَ سَيِّئَاتِ الْجَرَائِمِ وَهَوَّنَ مُوبِقَاتِ الْعَظَائِمِ حَتَّى إِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ وَاسْتَغْلَقَ رَهِينَتَهُ، أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ، وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ، وَحَذَّرَ مَا أَمَّنَ۔

دشمن (شیطان) سے ہوشیار کر دیا، جو سینہ میں چپکے سے گھس جاتا، اور کانوں میں گمراہی کی باتیں ڈال کر گمراہ اور برباد کرتا ہے!

یہ وہ ہے جس نے تم سے وعدے کیے اور مبتلائے فریب کر دیا، گناہوں کو زیب و زینت سے آراستہ کیا اور انھیں ہلکا بنا کر تمھارے سامنے پیش کیا، یہاں تک کہ جب اس نے آہستہ آہستہ اپنے ساتھی (نفسِ انسان) کو گرا دیا۔ اور قیدی (انسان) کو خوب (شکنجہ میں) کس لیا تو جن چیزوں کو خود ہی بنا سنوار کر پیش کر چکا تھا ان کا منکر ہو گیا، جن کاموں کو ہلکا ثابت کر چکا تھا، ان کو بُرا سمجھنے لگا اور جن کاموں سے دہشت دُور کر چکا تھا (پھر) انہی سے خوف زدہ کرنے لگا[1] ۔

---

[1] امیرالمومنین نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ، وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (ش، ی ۴۸) (ن تہران)

(ب)

اسی خطبے کا ایک ٹکڑا، جس میں خلقت و موت انسان اور احسانات خدا کا ذکر ہے!

أَمْ هَٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَشُغُفِ الْأَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقًا، وَعَلَقَةً مِحَاقًا، وَجَنِينًا وَرَاضِعًا وَوَلِيدًا وَيَافِعًا ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْبًا حَافِظًا وَلِسَانًا لَافِظًا

کیا یہ وہی انسان ہے کہ جسے خدا نے تاریکیٔ رحم اور مشیمہ[1] کے پردوں میں جراثیم حیات سے مملو، نطفہ سے خلق فرمایا؛ (پہلے) جما ہوا خون تھا، پھر شکم مادر میں بچہ بنایا، اس کے بعد دودھ پیتا بچہ، پھر وہ سن بلوغ تک پہنچا، پھر اسے یاد کرنے والا دل (عقل) بولتی زبان

حل لغات: [1] مشیمہ: پردہ ایست بچہ با آں بہ دنیا می آید۔ (ن طہران ص۱۸۷)

وَبَصَراً لَاحِظاً، لِيَفْهَمَ مُعْتَبِراً، وَيُقْصِرَ مُزْدَجِراً، حَتّٰى إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَاسْتَوٰى مِثَالُهُ، نَفَرَ مُسْتَكْبِراً، وَخَبَطَ سَادِراً، مَاتِحاً فِي غَرْبِ هَوَاهُ، كَادِحاً سَعْياً لِدُنْيَاهُ فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ، وَبَدَوَاتِ أَرَبِهِ، لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً، وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً، فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيراً، وَعَاشَ فِي هَفْوَتِهِ يَسِيراً، لَمْ يُفِدْ عِوَضاً، وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضاً، دَهِمَتْهُ فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ جِمَاحِهِ، وَسَنَنِ مِرَاحِهِ، فَظَلَّ سَادِراً، وَبَاتَ سَاهِراً، فِي غَمَرَاتِ الْآلَامِ وَطَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ وَالْأَسْقَامِ، بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ، وَوَالِدٍ شَفِيقٍ، وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعاً، وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقاً۔

اور چشم بینا عطا فرمائی، تاکہ سمجھے اور (گزشتہ لوگوں سے) عبرت حاصل کرے اور معصیت اور نافرمانی سے دُور رہے۔ لیکن جب یہ نوبت (پہنچی) کہ یہ اعتدال پر قائم ہُوا اور یہ حد کمال کو پہنچا، سیدھا ہو گیا تو کبر و غرور میں بھر گیا (خدا و رسولؐ کی پیروی نہیں کی،) اور یہ (گمراہ و خودرائے ہو گیا (گفتار و کردار ناپسندیدہ کو کام میں لا کر راہِ غیر مستقیم پر چل پڑا) اور سرگشتہ بن گیا، اس طرح کہ (چاہِ ضلالت سے) بڑے بڑے ڈولوں میں ہوا و ہوس کا پانی اُلچنے لگا۔ اپنی خوشی، اور حاجت دنیاوی کے حصول میں بے حد سعی و کوشش کرنے لگا، اس کا (کبھی) یقین نہیں کیا کہ کوئی بلا بھی آسکتی ہے۔ کسی گناہ سے نہیں ڈرا، نتیجہ یہ کہ اپنی خطاؤں میں کچھ دن زندہ رہ کر نادان و گمراہ مر گیا، نہ (عمل کے) بدلوں کا فائدہ اٹھایا، نہ واجبات ادا کیے۔ موت کی مشکلوں نے اس کے تکبر کے راستے اور بچی ہوئی سرکشی کے بقیہ دنوں میں گھیر لیا۔ تو یہ غفلت میں مبتلا ہو گیا۔ تکلیفوں کی گہرائیوں میں ڈوب کر راتیں جاگ کر گزاریں، (رات کو اٹھنے والے دکھ درد جھیلنے لگا) عزیز بھائی اور مہربان باپ کے درمیان (لیٹا) گھبرا گھبرا کر ہائے وائے کرتا اور تکلیف سے سینہ پیٹتا تھا۔

حل لغات: دَهَمَتْهَا۔ ای صبها القوة وقد تفسر الدهاق بالممتلئة ای ممتلئة من جراثیم الحیات۔ (ن مصر ص۱۵۶)
اُعْلُقَةً: عَلَقَتْه محاقا ای خفی فیها شکم مادر میں پوشیدہ رہا۔ (۲) الیافع: الغلام راهق العشرین: نوخیز (۳) یقصی: یعنی رذائل سے دور رہتا ہے۔ الجنین: بشکل و صورت اختیار کر لینے کے بعد جب تک بچہ شکم مادر میں رہے۔ استوی مثاله: یعنی اس قامت کو پہنچ گیا، جو حد نمو ہے۔ خَبَطَ: سرگشتہ و حیران ہوا۔ سَادِرٌ: المتحیر سرگشتہ۔ مَتَحَ الْمَاءَ: پانی الچا۔ اَلْغَرْبُ: بڑا ڈول۔ الْكَدْحُ: کوشش۔ البدوات: ما بدی من الرّأی غیر متقید: یعنی خودرائے۔
لا یحتسب رزیته: لا یفکر فی وقوعها، کبھی اس کے وقوع ہونے کا اندیشہ نہیں کیا۔ لم یفد: لم یستفد: فائدہ نہیں اٹھایا۔
السنن: الطریقه: راستہ۔ المراح: شدة الفرح: فرحت و مسرت۔ ظل سادراً: ای حائرٌ: حیران و سرگشتہ ہو گیا۔
فجعات المنیة: عوارض امراض المهلکة: امراض مہلک کے عوارض۔

وَالْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِيَةٍ، وَغَمْرَةٍ كَارِثَةٍ وَاَنَّةٍ مُوْجِعَةٍ، وَجَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ، وَسَوْقَةٍ مُتْعِبَةٍ ثُمَّ اُدْرِجَ فِي اَكْفَانِهِ مُبْلِسًا، وَجُذِبَ مُنْقَادًا سَلِسًا، ثُمَّ اُلْقِيَ عَلَى الْاَعْوَادِ، رَجِيْعَ وَصَبٍ وَنِضْوَ سَقَمٍ، تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ، وَحَشَدَةُ الْاِخْوَانِ اِلٰى دَارِ غُرْبَتِهِ، وَمُنْقَطَعِ زَوْرَتِهِ، حَتّٰى اِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ، وَرَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ، اُقْعِدَ فِي حُفْرَتِهِ نَجِيًّا لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ، وَعَثْرَةِ الْاِمْتِحَانِ۔

یہ انسان بیہوش کر دینے والی جان کنی، حد سے زیادہ غم، کرب آمیز کھچاؤ، اور نالۂ دردناک کا شکار ہو کر، اس دنیا سے رنج والم میں مبتلا ہو کر رخصت ہوتا ہے پھر (مرنے کے بعد) عالمِ ناامیدی میں، کفن میں لپیٹا جاتا ہے اور قبر کی طرف لیجایا جاتا ہے، حالانکہ فرماں بردار ہوتا ہے[1]۔ پھر اسے تابوت کے تختوں پر ڈال دیا جاتا ہے، اس طرح جیسے سفر سے واپس آیا ہوا، اونٹ جو تھکن اور لاغری سے نڈھال ہو۔ پھر فرزند برادر (ہمسر و خدمتگار) آتے ہیں اور کاندھے پر رکھ کر غربت وبیکسی کی منزل (قبر) کی طرف لے جاتے ہیں، وہ جگہ جہاں کبھی ملاقات نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ جب مشایعت کرنے والے اور نوحہ کرنے والے (گورستان سے) واپس آتے ہیں، تو (مردہ کو) قبر میں اس طرح اٹھایا جاتا ہے کہ وحشت سوال (نکیر و منکر) اور لغزش امتحان کی ہیبت سے اس کے منہ سے آواز نہیں نکلتی،

وَاَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً نُزُوْلُ الْحَمِيْمِ وَتَصْلِيَةُ الْجَحِيْمِ، وَفَوْرَاتُ السَّعِيْرِ، وَسَوْرَاتُ الزَّفِيْرِ، لَا فَتْرَةٌ مُرِيْحَةٌ، وَلَا دَعَةٌ مُزِيْحَةٌ، وَلَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ، وَلَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ، وَلَا سِنَةٌ مُسَلِّيَةٌ، بَيْنَ اَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ وَعَذَابِ السَّاعَاتِ، اِنَّا بِاللّٰهِ عَائِذُوْنَ۔

جہاں کی سب سے بڑی مصیبت آتش جہنم کی جاں سوزی، گرم اور دوزخ کی تیز آگ کی آواز، اور آتش جہنم کے شعلوں کی لپیٹ ہے، جہاں وقفۂ راحت نہیں کہ تھکن کو دور کر دے، نہ وہ قوت وطاقت ہے کہ اس مصیبت کو دور کر دے، نہ موت ہے کہ اس سختی سے نجات دے۔ نہ آنکھوں کو نیند میسر ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے چین آجائے، طرح طرح کی موتوں اور میدان حشر کے عذابوں سے خدا کی پناہ!

لِعِبَادَ اللّٰهِ.

خدا کے بندو!

اَيْنَ الَّذِيْنَ عُمِّرُوْا فَنَعِمُوْا؟ وَعُلِّمُوْا فَفَهِمُوْا؟ وَاُنْظِرُوْا فَلَهَوْا

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں خدا کی طرف سے زندگی عطا فرمائی گئی جسے (انھوں نے) عیش وراحت میں گذارا جنھیں سمجھایا گیا اور

[1] حس وحرکت سے محروم ہوتا ہے۔ لہٰذا جو سلوک چاہو کرو، وہ فرماں بردار رہتا ہے۔

وَسَلِمُوا فَنَسُوا؟

أُمْهِلُوا طَوِيلاً، وَمُنِحُوا جَمِيلاً، وَحُذِّرُوا أَلِيماً، وَوُعِدُوا جَسِيماً، احْذَرُوا الذُّنُوبَ الْمُوَرِّطَةَ، وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ۔

انھوں نے سمجھا، مگر اپنی غفلت و خود فراموشی کے باعث عمل نہ کیا)؟

جنھیں مہلت دی گئی، لیکن فضولیات اور بیہودگی سے فرصت نہ پائی جنھیں تندرستی اور آسائش سے سرفراز کیا گیا، لیکن انہوں نے اس (نعمت) کو فراموش کر دیا، انھیں طویل مہلت دی گئی، انھیں احسان اور کرم سے نوازا گیا، انھیں عذاب دردناک سے ڈرایا گیا، ان سے بڑی بڑی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا (پھر بھی) یہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے (پس) ان کے مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بچو۔ ان کے ان عیبوں سے جن سے خدا برہم ہوتا اور غضب ناک ہوتا ہے، دور رہو (تاکہ نجات حاصل کر سکو!)

أُولِي الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ، وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ، هَلْ مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ أَوْ مَعَاذٍ أَوْ مَلَاذٍ أَوْ فِرَارٍ أَوْ مَحَارٍ؟ أَمْ لَا؟

فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ؟ أَمْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ أَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّونَ؟ وَإِنَّمَا حَظُّ أَحَدِكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ذَاتِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ قِيدُ قَدِّهِ، مُتَعَفِّراً عَلَى خَدِّهِ

اے دیدۂ بینا اور گوش شنوا رکھنے والے انسانو! اے صحت و تندرستی اور مال و اولاد رکھنے والو! جواب دو، کیا عذاب الٰہی سے کوئی جائے گریز، یا رہائی، تکیہ گاہ، یا پناہ گاہ یا مقام فرار و بازگشت ہے؟

پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ کس دھوکے میں مبتلا ہو؟ اس زمین سے تم میں سے ہر فرد اپنے قد و قامت ہی بھر حصہ لے سکتا ہے (قبر مل سکتی ہے) جہاں وہ با رخسار خاک آلود پڑا ہوگا۔

الْآنَ عِبَادَ اللَّهِ وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ فِي فَيْنَةِ الْإِرْشَادِ وَرَاحَةِ الْأَجْسَادِ، وَبَاحَةِ الِاحْتِشَادِ، وَمَهَلِ الْبَقِيَّةِ، وَأُنُفِ الْمَشِيَّةِ، وَإِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ، قَبْلَ الضَّنْكِ وَالْمَضِيقِ، وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوقِ، وَقَبْلَ

بندگانِ خدا!

رسنِ مرگ نے ابھی تمھارے گلے کو نہیں جکڑا ہے، اور روح تمہارے بدن میں موجود ہے (خدا کی دی ہوئی فرصت کو غنیمت سمجھو، ابھی ہدایت کا موقع باقی ہے، بدن راحت میں ہے، مہلت زندگی موجود ہے، ارادہ و اختیار پر قابو ہے، توبہ اور بازگشت پر اختیار ہے۔ انجام کو سدھارنے (اور حالات کو درست کرنے کا) موقع ہے۔

قَدُوْمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ، وَ اَخْذَةِ الْعَزِيْزِ الْمُقْتَدِرِ۔

لہذا موت کے آنے سے پہلے، اور خدا کی گرفت میں پہنچنے سے پیشتر فرصت چھن جانے، خوف کے مسلط ہو جانے، اور قبر کے تنگ و تاریک مکان میں پہنچ جانے، نیستی کے وارد ہونے اور تن سے جان نکل جانے سے پہلے، جو کچھ کر سکتے ہو، وہ کر لو۔

وَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ اقْشَعَرَّتْ لَهَا الْجُلُوْدُ، وَبَكَتِ الْعُيُوْنُ، وَ رَجَفَتِ الْقُلُوْبُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّسَمِّيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الْغَرَّآءَ۔

روایت ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، تو سننے والوں کے جسم کانپنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دل لرز اُٹھے۔ اسی لیے بعض لوگوں نے اس خطبہ کا نام **خطبۂ غرّاء** رکھا ہے!

فی بُیُوت اَذِنَ اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدوّ والاصال ٭ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللہ وَ اقام الصّلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ص یخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار ٭ لیجزیھم اللہ احسن مَا عملُوا ویزیدھم من فضلہ (نور، ۳۶)

۸۳ — ومن کلام لہٗ علیہ السلام — ارشاد

عمرو بن عاص

عَجَباً لِابْنِ النَّابِغَةِ! يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِيَّ دُعَابَةً، وَأَنِّي امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ: أُعَافِسُ وَأُمَارِسُ! لَقَدْ قَالَ بَاطِلاً، وَنَطَقَ آثِماً،

أَمَا!

وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ، إِنَّهُ لَيَقُولُ فَيَكْذِبُ، وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ، وَيَسْأَلُ فَيُلْحِفُ، وَيُسْأَلُ فَيَبْخَلُ، وَيَخُونُ الْعَهْدَ، وَيَقْطَعُ الْإِلَّ، فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَآمِرٍ هُوَ!! مَا لَمْ تَأْخُذِ السُّيُوفُ مَآخِذَهَا، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَكِيدَتِهِ أَنْ يَمْنَحَ

کتنے تعجب کی بات ہے کہ پسر نابغہ[1] (عمرو بن العاص) اہل شام سے یہ جھوٹ بولتا ہے کہ میں ظریف آدمی ہوں، (ہمہ وقت) مذاق کرتا رہتا ہوں - اور مذاق بازی میں مصروف رہتا ہوں - اس نے سراسر جھوٹ کہا اور گناہ کے بول بولے -

خبردار ——!

بدترین گفتار دروغ ہے، اور عمرو کی زبان پر جو سخن جاری ہے، وہ جھوٹ ہے[2] - یہ شخص جو بات کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے - خود مانگے تو پیچھے لگ جاتا ہے - دوسرا مانگے تو بخل کا اظہار کرتا ہے - قول و قرار میں خیانت کرتا ہے، قطع رحم کرتا ہے، میدان جنگ میں (فتنہ و فساد کو پھیلانے اور آتش جنگ بھڑکانے کے لیے) خوب امر و نہی اور تقریر بازی کرتا ہے (لیکن اس وقت تک) جب تک تلواریں میان سے باہر نہ نکلیں - مگر جب شمشیریں غلاف سے باہر نکل آئیں تو اس

---

[1] نابغہ: وہ عورت جس کی شہرت اچھی نہ ہو - ن بمصر ص۱۶۱ - عربوں کی یہ عادت تھی کہ جو مائیں خوبی یا زشتی کے اعتبار سے شہرت رکھتی تھیں، ان کے فرزندوں کو (باپ کے بجائے) انہی سے نسبت دیتے تھے - ن طہران ص۱۹۲ ۔

[2] حل لغات: الدعابۃ: مذاق اور کھیل۔ تلعابہ: کھلنڈرا۔

مطلب یہ کہ عمرو بن العاص نے میرے بارے میں جو باتیں منسوب کی ہیں وہ تمام تر غلط ہیں، انھیں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

اَلْقَوْمِ سَبَّتَہٗ۔

کا سب سے بڑا حیلہ اور مکر یہ ہوتا ہے کہ اپنی سَتر کھول دے[3]۔

اَمَا!

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَیَمْنَعُنِیْ مِنَ اللَّعِبِ ذِکْرُ الْمَوْتِ وَاِنَّہٗ لَیَمْنَعُہٗ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْیَانُ الْاٰخِرَۃِ، وَاِنَّہٗ لَمْ یُبَایِعْ حَتّٰی شَرَطَ لَہٗ اَنْ یُّؤْتِیَہٗ اٰتِیَۃً وَیُرْضِخَ لَہٗ عَلٰی تَرْکِ الدِّیْنِ رَضِیْخَۃً۔

خبردار!

موت کی یاد مجھے شوخی (مذاق) اور کھیل سے دور رکھتی ہے، اور آخرت فراموشی نے عمرو کو گفتارِ حق سے روک رکھا ہے۔

اس نے معاویہ کی اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک کہ اس شخص کو (بیعت کرنے کے بدلہ میں) کوئی تحفہ اور دین ترک کرنے پر کوئی رشوت نہیں دے گا،

اور یہ "رشوت" اور "تحفہ" کی بات تاریخی اعتبار سے بھی ثابت ہے، یہ واقعہ ہے کہ عمرو بن العاص نے شرط بیعت یہ عدہ قرار دیا تھا کہ مصر کی حکومت امیر معاویہ کی طرف سے انہیں ملے گی۔ ہم اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین نے اپنے خطبات میں اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے، آپ بیتی بھی بیان کی ہے اور جگ بیتی بھی، اور جو کچھ بیان کیا ہے بے کم و کاست مردِ مومن کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ کہے سچ کہے، اور بے رنگ کہے، وہ حقائق بیان کرتا ہے اور اس کی ذرا پروا نہیں کرتا کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔ اس لیے کہ واقعات و حقائق خود ہی غیر جانب دار ہوتے ہیں۔ (مترجم)

---

[1] ستر عورت سے مراد ہے۔

[2] جنگ صفین میں جب قریب تھا کہ امیر المومنین کی تلوار اس کی گردن اڑا دے، وہ گر پڑا اور (مارے دہشت کے) ستر کھول دی۔ چنانچہ امیر المومنین نے منہ پھیر لیا اور جاں بخشی دی۔ ن مصر ص ۱۶۱۔

[3] امیر المومنین کے سامنے اس طرح جان بچا لینے کے واقعہ نے عربوں میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی۔ چنانچہ جو میدان سے یا حوادث پیش آمدہ سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے تو کہتے ہیں: یَمْنَعُ الْقَوْمَ سَبَّتَہٗ۔ ن طران ص ۱۹۳۔

۸۴ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام

وعظ و پند

اس خطبہ میں امیرالمومنینؑ نے کچھ نصیحتیں فرمائی ہیں، کچھ بشارتیں دی ہیں، کچھ صفاتِ الٰہی بیان فرمائے ہیں، کچھ جنّت وجہنم اور عذاب وعقاب کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ حقائق ہیں اور زبان بوتراب!

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اَلْاَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهٗ وَالْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ وَلَا تَعْقَدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ،

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، (ہر چیز سے) اوّل ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی[1] آخر ہے کہ اس کے لیے کوئی حد و انتہا نہیں[2]، وہم وخیال، اس کی کسی صفت تک نہیں پہنچ سکتا[3] اور قلب (عقل) اس کی کسی کیفیت کو محسوس نہیں کر سکتا[4]

وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيْضُ وَلَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَالْقُلُوْبُ۔

تجزیہ اور تبعیض (نہ اس کی تقسیم کی جا سکتی ہے، نہ اسے بعض بعض کر کے اس کے حصّے کیے جا سکتے ہیں) اس کے لیے روا نہیں۔ نگاہ و دل اس کا احاطہ نہیں کر سکتے[5]۔

(اسی خطبہ کا ایک اور حصّہ)

فَاتَّعِظُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاٰيِ السَّوَاطِعِ وَازْدَجِرُوْا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ، وَانْتَفِعُوْا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ فَكَاَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِيْبُ الْمَنِيَّةِ۔

خدا کے بندو!

سودمند پند وموعظت سے سبق حاصل کرو! اس کی واضح وآشکار علامتوں سے عبرت حاصل کرو۔

اس کے انتہائی (کامیاب) تنبیہات (قرآن وحدیث) کی وجہ سے گناہوں سے باز آؤ۔

---

[1] یعنی ازلی ومبداء ہر موجود۔ [2] یعنی ابدی ومنتہیٰ الیہ ہمہ موجودات۔ [3] یعنی وہم وخیال کسی صفت خداوندی کا درک نہیں کر سکتے۔ [4] وہ کوئی ایسی کیفیت ہی نہیں کہ عقل اسے بیان کر سکے۔ [5] وہ کسی حد میں محدود نہیں کہ آنکھ اسے دیکھ سکے اور عقل اس کی حقیقت کا ادراک کر سکے!

وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْاُمْنِيَّةِ وَدَهَمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ، وَالسِّيَاقَةُ اِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُوْدِ،

اس کے ذکر و پند سے فائدہ حاصل کرو! ــــــ جیسے موت تمھیں اپنے چنگل میں لے رہی ہے، تمنائیں اور آرزوئیں ختم ہو رہی ہیں۔

اور یہ سخت ترین حالات موت کے اس گھاٹ کی طرف جہاں ہر ایک کو پہنچنا ہے، تمھیں کھدیڑتے ہوئے لیے جا رہے ہیں

وَكُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ. سَائِقٌ يَسُوْقُهَا اِلَى مَحْشَرِهَا وَشَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا۔

(یاد رکھو) قیامت کے روز ہر ایک کے ساتھ ایک کھدیڑنے والا، اور ایک شاہد ہوگا[۱]، کھدیڑنے والا تو اسے کھدیڑ کر محشر کی طرف لے جائیگا اور شاہد اس کے (کیے ہوئے) کاموں کی گواہی دے گا۔

(اسی خطبہ میں جنّت کا بیان)

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ وَمَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ لَا يَنْقَطِعُ نَعِيْمُهَا، وَلَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا، وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا، وَلَا يَبْأَسُ سَاكِنُهَا۔

بہشت کے مدارج ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے، اور اس کی منزلیں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوں گی، اس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی، وہاں اقامت اختیار کرنے والا وہاں سے کبھی کوچ نہیں کرے گا، وہاں حیات جاوید بسر کرنے والا کبھی بڈھا نہ ہوگا اور اس کا ساکن کبھی فقیر نہ ہوگا۔

جنت کے ذکر کے سلسلہ میں امیر المومنین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ درجات کے بارے میں فرمایا: ولکل درجات ممّا عملوا، وما ربك بغافل عما يعملون "۔ آسائش و مسرت جاوید کے بارے میں فرمایا: مثل الجنة التى وعد المتقون تجرى مِنْ تحتها الانهار، اكلها دائم وظلّها، تلك عقبى الذين اتقوا وعقبى الكافرين النّار۔ وہاں کے قیام کے بارے میں ارشاد فرمایا: يوم ترى المومنين والمؤمنات، يسعىٰ نورهم بين ايديهم، وبايمانهم بشرىٰكم اليوم جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ذالك هو الفوز العظيم۔ وہاں کی زندگی اور مسرت و نشاط کے بارے میں وارد ہوا:۔ وَقالوا الحمد لله الّذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور۔ پھر فرمایا: الّذى احلّنا دار المقامة من فضله لَا يمسّنا فيها نصب وّلا يمسّنا فيها لغوب۔ (ن تہران ص ۹۵، ۱۹۶)

---

[۱] اشارہ ہے آیہ قرآن کی طرف، وجاءت كل نفس مَعَها سائق وشهيد ۔ ق۔ ۲

۸۵ ــ ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ــــــــــــ خطبہ:

عبادت کی ترغیب

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ وَخَبَرَ الضَّمَائِرَ، لَهُ الْإِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْقُوَّةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ۔

(بلا شبہ) خداوند متعال، دلی بھیدوں سے واقف، اندیشۂ قلب کا دانا، ہر (ہر کلّی اور جزئی) چیز کو محیط، ہر چیز پر غلبہ اور توانائی رکھنے والا ہے۔

فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِي أَيَّامِ مَهَلِهِ، قَبْلَ إِرْهَاقِ أَجَلِهِ، وَفِي فَرَاغِهِ قَبْلَ أَوَانِ شُغُلِهِ، وَفِي مُتَنَفَّسِهِ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ، وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهِ وَقَدَمِهِ وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ ظَعْنِهِ لِدَارِ إِقَامَتِهِ۔

تم میں سے ہر اس شخص کو جو عمل کر سکتا ہے چاہیئے کہ موت کے بسرعت لاحق ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں فراغت اور اطمینان کی ساعت میں، جو کچھ کر سکتا ہے کرلے، قبل اس کے کہ مشغولیت کی گھڑی آجائے، سانس لینے کے زمانہ میں قبض روح سے پیشتر (اپنے بچاؤ) کا کام کرلے! پُل صراط پر مضبوطی کے ساتھ قدم جمانے کے لیے پہلے سے بند و بست کرلے اور اس دنیا سے کہ جہاں سے بہر حال کوچ کرنا ہے، اس گھر کے لیے جہاں ہمیشہ رہنا ہے، (عملِ صالح) زادِ سفر کا انتظام کرلے۔

فَاللهَ اللهَ!

خدا کے بندو! خدا سے ڈرو!

أَيُّهَا النَّاسُ فِيمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ وَاسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوقِهِ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً، وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَلَمْ يَدَعْكُمْ فِي جَهَالَةٍ وَلَا عَمًى، قَدْ سَمَّى آثَارَكُمْ، وَعَلِمَ أَعْمَالَكُمْ، وَكَتَبَ آجَالَكُمْ وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ

ان باتوں کے بارے میں جن کے لیے قرآن نے تمھیں، ان کے یاد رکھنے کا حکم دیا ہے، جن حقوق کی نگہداشت کے فرض کو اس نے امانت کی طرح تمھیں سونپا ہے، کیونکہ اس نے تمھیں بیکار نہیں خلق کیا ہے، نہ تمھیں آزاد چھوڑا ہے، نہ تمھیں نادانی اور نابینائی (گمراہی) میں مبتلا کیا ہے۔ اس نے تمہارے اعمال اور ان کے حدود کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے[1]۔ وہ تمھارے کردار سے واقف ہے، تمھاری عمر کی مدت اس نے

---

[1] یعنی راہ خیر و شر، اور طاعت و معصیت تمھیں سمجھا دی ہے۔

وَعَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ أَزْمَانًا، حَتَّى أَكْمَلَ لَهُ وَلَكُمْ فِيمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهِ دِينَهُ الَّذِي رَضِيَ لِنَفْسِهِ، وَأَنْهَى إِلَيْكُمْ عَلَى لِسَانِهِ مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَكَارِهَهُ وَنَوَاهِيَهُ وَأَوَامِرَهُ، فَأَلْقَى إِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ، وَقَدَّمَ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ، وَأَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ۔

معین کردی ہے اور تم پر وہ کتاب نازل کردی ہے جو ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے، اس نے اپنے نبیوں کو ایک مدت تک تم میں زندہ اور قائم رکھا، یہاں تک کہ اس نے اپنے دین کو تمھارے لیے مکمل کردیا اور خود اس پر راضی ہوگیا اور آنحضرتؐ کی زبان سے وہ اعمال بیان کرادیے جنھیں وہ پسند کرتا ہے یا ناپسند کرتا ہے نیز زبان رسالت سے مثبت و منفی احکام کی تبلیغ کرادی[1]، اور تمھارے کسی عذر کی گنجائش باقی نہ چھوڑی اور تم پر (ہر طرح سے) حجت تمام کردی، تمھیں عذاب سے ڈرایا اور تمھیں عذاب سخت کے سامنے جانے سے ڈرایا۔

فَاسْتَدْرِكُوا بَقِيَّةَ أَيَّامِكُمْ، وَاصْبِرُوا لَهَا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّهَا قَلِيلٌ فِي كَثِيرِ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكُونُ مِنْكُمْ فِيهَا الْغَفْلَةُ، وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ، وَلَا تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ وَلَا تُدَاهِنُوا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ۔

پس اے لوگو!

تمھاری زندگی کے جو دن باقی رہ گئے ہیں ان میں کھوئی ہوئی چیزوں کی تلافی کرلو، اور اس پر اپنے دل کو پابند بنالو، کیونکہ زندگی کے جن دنوں میں تم نے غفلت برتی اور نصیحتوں سے روگردانی کی، ان کے مقابلہ میں زندگی کے جو دن باقی ہیں وہ بہت کم ہیں۔ اپنے نفس کو بے لگام نہ چھوڑو، کیونکہ اس طرح تم غلط راستے پر پڑجاؤگے، (اور ہاں) خدا کے احکام پر عمل کرنے میں سہل انگاری سے بھی کام نہ لو، کہ اس طرح یہ سہل انگاری تم پر گناہوں کا وبال ڈال دے گی۔

عِبَادَ اللهِ،

إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ، وَإِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ، وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهُ، وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهُ دِينُهُ، وَالسَّعِيدُ مَنْ

خدا کے بندو!

اپنے لیے سب سے اچھا نصیحت قبول کرنے والا وہ آدمی ہے، جو سب سے زیادہ اپنے خدا کا اطاعت شعار ہے اور اپنے نفس کو سب سے بڑا دھوکا دینے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا کا نافرمان ہے۔ سب سے زیادہ خسارہ میں وہ ہے

---

[1] واجبات و محرمات بتادیے۔ فاضل۔

وَعِظَ بِغَيْرِهِ وَالشَّقِيُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَغُرُورِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ ، وَمُجَالَسَةَ أَهْلِ الْهَوَىٰ مَنْسَاةٌ لِلْإِيمَانِ ، وَمَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ ـ

جو اپنے آپ کو دھوکا دے، اور سب سے زیادہ نفع میں وہ ہے جس کا دین صحیح رہے، سعید وہ ہے، جو دوسروں سے سبق حاصل کرے، اور شقی وہ ہے جو ہوائے نفس سے دھوکا کھا جائے۔

یاد رکھو!

ریاکاری خواہ کتنی ہی خفیف ہو، ایک طرح کا شرک ہے، اور اہل ہویٰ (نفس) کے ساتھ نشست برخاست ایمان کو فراموش اور شیطان کو حاضر کر دینے والی ہے!

جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ لِلْإِيمَانِ الصَّادِقُ عَلَىٰ شَفَا مَنْجَاةٍ وَكَرَامَةٍ ، وَالْكَاذِبُ عَلَىٰ شَرَفِ مَهْوَاةٍ وَمَهَانَةٍ ـ

کذب و دروغ سے کنارہ کش رہو، کیونکہ جھوٹ خود ایمان سے کنارہ کش ہے، راست گفتار، نجات و کرامت کے دہانہ پر۔ اور دروغ گو ذلت و خواری کے کنارے پر کھڑا ہے۔

وَلَا تَحَاسَدُوا فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ،

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

وَلَا تَبَاغَضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، کیونکہ ہر خیر و برکت کے زوال کا باعث ہے (جس طرح بالوں کو سر سے جدا کرنے والی چیز ہو)

وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ وَيُنْسِي الذِّكْرَ ـ فَأَكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهُ غُرُورٌ وَصَاحِبُهُ مَغْرُورٌ ـ

اور یاد رکھو!

آرزو عقل کو بھلا دے میں ڈال دیتی ہے۔ لہٰذا غلط امیدوں کو جھٹلاؤ، کیونکہ یہ امید نہیں (ایک قسم کا) فریب ہے! ——— آرزومند فریب خوردہ ہے!

مطلب یہ کہ جو شخص آرزو کے فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں رہتی، وہ حق سے غافل ہو جاتا ہے۔ معصیت کا خوگر اور راہِ راست سے دور ہو جاتا ہے۔ سعادت اور خوش بختی سے محروم اور بدبختی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس اچھا انسان وہ ہے جو دھوکے میں نہیں آتا، ہر چیز کی حقیقت اور ماہیت کو سمجھتا اور جانتا ہے۔

دو انسان ——— ایک راستہ

اس خطبہ میں امیرالمومنین نے مردِ مومن کی پہچان بتائی ہے اور کفر وطغیان کی نشان دہی فرمائی ہے، یہ بتایا ہے کہ ہدایت و رستگاری کس طرح حاصل ہو سکتی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ عذاب و عقاب کی راہ کیا ہے؟

(ا)

عِبَادَ اللهِ!

اِنَّ مِنْ اَحَبِّ عِبَادِ اللهِ اِلَيْهِ عَبْداً اَعَانَهُ اللّٰهُ عَلٰى نَفْسِهِ فَاسْتَشْعَرَ الْحُزْنَ وَتَجَلْبَبَ الْخَوْفَ، فَزَهَرَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى فِي قَلْبِهِ، وَاَعَدَّ الْقِرٰى لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهِ فَقَرَّبَ عَلٰى نَفْسِهِ الْبَعِيْدَ، وَهَوَّنَ الشَّدِيْدَ،

بندگانِ خدا!

خدا کے نزدیک دوست ترین شخص (کہ جس پر اس کی نظرِ رحمت و شفقت ہوتی ہے) وہ ہے کہ جسے خدا اُس کے نفس کے خلاف مدد (توفیق) دیتا (اور شاملِ حال) کرتا ہے[1] جو حزن واندوہ کو اپنا شعار قرار دے لے[2] اور خوف و ترس کو اپنا روپہ بنالے[3] پس چراغِ ہدایت[4] اس کے دل میں روشن ہو جاتا ہے، اور وہ آنے والے دن (موت) کے (استقبال) کے لیے سامانِ ضیافت (اعمالِ صالحہ) مہیا کر لیتا ہے (اور اس طرح وہ) سختی (مرگ) کو (اپنے توشۂ طاعت کے باعث) آسان بنا لیتا ہے۔

نَظَرَ فَاَبْصَرَ، وَذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ وَارْتَوٰى مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهُ مَوَارِدُهُ فَشَرِبَ نَهَلاً، وَسَلَكَ

غور کرنے سے بینا بن جاتا ہے، خدا کو یاد کرتا ہے اور اعمالِ نیک بکثرت کرتا ہے[5]، (پھر ان اعمالِ صالحہ کے) شیریں چشموں کا ٹھنڈا اور صاف پانی خوب سیر ہو کر پیتا ہے، جن کے گھاٹ تک رسائی (اب)

---

[1] اسے عقل اور قوتِ صبر دی کہ وہ شہوات اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے۔ [2] خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے فکر مند ہو اور اس کے موجبات پورے کرنے کے لیے ساعی ہو۔ [3] کسی طرح بھی خلاف دستورِ خدا اور رسول کوئی کام نہیں کرتا۔ [4] علوم و معارفِ الٰہی کا چراغ اس کے دل میں روشن ہو جاتا ہے اور نادانی کی تاریکی اور گمراہی کے اندھیرے سے نجات پا جاتا ہے (ن۔ تہران)

[5] قرآن میں ہے رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله (س ۲۴ ی ۳۷)

سَبِيلاً جَدَداً، قَدْ خَلَعَ سَرَابِيلَ الشَّهَوَاتِ وَتَخَلَّى مِنَ الْهُمُومِ إِلاَّ هَمّاً وَاحِداً انْفَرَدَ بِهِ فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمَى، وَمُشَارَكَةِ أَهْلِ الْهَوَى، وَصَارَ مِنْ مَفَاتِيحِ أَبْوَابِ الْهُدَى، وَمَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَى، قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَهُ وَسَلَكَ سَبِيلَهُ، وَعَرَفَ مَنَارَهُ، وَقَطَعَ غِمَارَهُ وَاسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرَى بِأَوْثَقِهَا وَمِنَ الْحِبَالِ بِأَمْتَنِهَا۔

آسان ہوگئی - اس نے ہموار راستے کی رہروی اختیار کی اور خواہشات نفسانی کا لباس اتار پھینکا اور تمام فکروں اور غموں سے نجات حاصل کرلی، سوا ایک تقرب خداوندی کی فکر اور اندیشہ کے!

اور یوں نابینائی اور خواہش پرستوں کی شرکت (زندگی) سے رہائی حاصل کرلی اور (خود در ہدایت کی کنجی اور ہلاکت کا قفل بن گیا[۱]۔ جس نے اپنی راہ دیکھ لی، اس پر رہروی کی علامت و نشان (ہدایت و رستگاری) کو پہچان لیا، دشواریوں سے گزر گیا، اور دین کے محکم ترین ریسمان (قرآن و عترتِ رسولؑ) کو پکڑ لیا۔

فَهُوَ مِنَ الْيَقِينِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ، قَدْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلّهِ سُبْحَانَهُ فِي أَرْفَعِ الْأُمُورِ مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ وَتَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَى أَصْلِهِ، مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ كَشَّافُ عَشَوَاتٍ مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعُ مُعْضِلاَتٍ، دَلِيلُ فَلَوَاتٍ

پس (یہ ہے وہ آدمی) جس کا یقین (حق کے اوپر) آفتاب کے نور اور روشنی کے یقین کے مانند[۲] ہے۔ اس نے تمام امور میں اپنے نفس کو خدا کے لیے وقف کر دیا ہے، ہر بڑے سے بڑے کام، اور ہر فرع کو اسی اصل کی طرف لوٹاتا[۳] ہے (پس) یہ شخص) تاریکی کا چراغ، مشتبہ معاملات کا صاف کرنے والا، غیر واضح باتوں کی کنجی اور سخت مشکلات کا دور کرنے والا[۴] اور بیابانوں کی پہنائیوں کا راہ نما[۵] بن جاتا ہے۔

يَقُولُ فَيُفْهِمُ، وَيَسْكُتُ فَيَسْلَمُ قَدْ أَخْلَصَ لِلّهِ فَاسْتَخْلَصَهُ، فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ، وَأَوْتَادِ أَرْضِهِ، قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ الْعَدْلَ،

جب یہ بولتا ہے (تو مفہوم کو) سمجھا دیتا[۶] ہے اور جب خاموشی اختیار کرتا ہے تو محفوظ و سالم رہتا[۷] ہے، خدا کے لیے اپنے کردار کو پاک و صاف رکھتا[۸] ہے۔ اور ان خوبیوں کے باعث) حق تعالیٰ خود اسے اپنے لیے اختیار کرلیتا ہے، (فیوضات و کمالات اسے عطا کر دیتا ہے) پس (ان صفات حسنہ کے باعث) دین کی کان، زمین کا ستون اور منصف و عادل بن جاتا ہے[۹]۔

---

[۱] راہ نمائے دیگراں شدہ و از گمراہ کنندگان جلوگیری کردن (طہران ص۳۰۳) [۲] کسی طرح کا شک شبہ اس کی راہ میں نہیں آتا: [۳] یعنی اس کا ہر اجتہاد اور ہر استنباط مبنی ہوتا ہے قرآن و سنت پر! [۴] عشاوات: الظلمات، مشکلات۔ [۵] الفلوات: جمع فلاۃ: وسیع صحرا، مجازاً ان عقلیات کا میدان جو حقائق تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔ [۶] یہ نہیں کرتا کہ شک اور نادانی سائل میں اضافہ کر دیتا ہو۔ [۷] لغزشِ گفتار، اور فتوائے ناحق سے بچکر اپنے آپکو معصیت سے بچا لیتا ہے [۸] شرک، ریا اور خود نمائی سے۔ [۹] کہ دوسرے کہ اس کے وجود کی کان سے جواہر نفیسہ علم و حکمت حل کرتے ہیں، اور انتظام امر دین اور معاش اہل زمین اس کی برکت سے موجود اور باقی رہتا ہے اور وہ راستی و درستی کو اپنا شعار بنالیتا ہے:

فَكَانَ أَوَّلُ عَدْلِهِ نَفْيُ الْهَوَى عَنْ نَفْسِهِ، يَصِفُ الْحَقَّ وَيَعْمَلُ بِهِ، لَا يَدَعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا، وَلَا مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا، قَدْ أَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَائِدُهُ وَإِمَامُهُ، يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهُ، وَيَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ۔

پس اس کا پہلا مرحلہ عدالت و انصاف یہ ہوتا ہے، کہ ہوا و ہوس اور خواہش نفس کو اپنے سے دور کر دیتا ہے، حق کو بیان کرتا ہے، اور اس پر کاربند[1] اور عامل رہتا ہے[2]۔ خیر اور نیکی کو کسی حالت میں ترک نہیں کرتا جس کا قصد کرے، اور کسی خوبی کا گمان نہیں چھوڑتا، جس کا ارادہ کرے۔ اس نے اپنی لگام کتاب خدا (قرآن) کے ہاتھ میں دے دی ہے پس کتاب خدا ہی اس کی رہبر اور پیشوا ہے۔

یہ وہیں اترتا ہے جہاں قرآن اپنا بار اتارتا ہے، جہاں قرآن منزل کرتا ہے یہ بھی اسی کو اپنی جائے قرار بناتا ہے[3]۔

(۲)

وَآخَرُ قَدْ تَسَمَّى عَالِماً وَلَيْسَ بِهِ، فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ، وَأَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَنَصَبَ لِلنَّاسِ أَشْرَاكاً مِنْ حَبَائِلِ غُرُورٍ، وَقَوْلِ زُورٍ. قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلَى آرَائِهِ، وَعَطَفَ الْحَقَّ عَلَى أَهْوَائِهِ، يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ، وَيُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ، يَقُولُ: أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ وَفِيهَا وَقَعَ، وَيَقُولُ: أَعْتَزِلُ الْبِدَعَ وَبَيْنَهَا اضْطَجَعَ۔

دوسرا شخص وہ ہے (جسے خدا دشمن رکھتا ہے) جو خود کو عالم و دانشمند سمجھتا ہے، حالانکہ جاہل مطلق ہے، لہٰذا نادانوں سے نادانی، اور جاہلوں سے جہالت حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور فریب کی رسیوں سے بنے ہوئے جالوں اور گفتار دروغ کے پھندوں سے لوگوں کو پھانستا ہے، قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔ اور حق (کی لگام کو) اپنی ہوا و ہوس کے مطابق موڑتا ہے، یہ بڑے بڑے خطروں سے اطمینان دلاتا ہے، اور بڑے بڑے گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے[4]۔ یہ کہتا ہے میں شبہات سے دور رہتا ہوں، حالانکہ خود ان میں گھرا ہوا ہے دعویٰ کرتا ہے میں بدعتوں سے کنارہ گیر رہتا ہوں، حالانکہ انہی کے

---

[1] یہ نہیں ہوتا کہ یہ مرد مومن کہے کچھ، کرے کچھ، وہی کہتا ہے جو کرتا ہے۔ وہی کرتا جو کہتا ہے، اس کی گفتار و کردار میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

[2] یہی مرد مومن کی خصوصیت ہے، چنانچہ کلام پاک میں وارد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۔ (س ۶۱ ی ۲) یعنی "اے مسلمانو، جو کچھ تم کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو؟"۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (س ۶۱ ی ۳) یعنی اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

[3] مطلب یہ کہ عالم مسافرت میں یہ شخص ایک لمحہ کے لیے بھی قرآن سے دور نہیں ہوتا اور اس کے دستور و فرمان کی ہر حالت میں متابعت کرتا رہتا ہے۔

[4] اس کی پُر فریب شخصیت لوگوں کو ہر وقت اسیر دام رکھتی ہے۔

فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ، وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ، لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدٰى فَيَتَّبِعَهُ، وَلَا بَابَ الْعَمٰى فَيَصُدَّ عَنْهُ، فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ۔

درمیان محوِ خواب ہے۔ اس کی صورت انسان کے مانند ہے، لیکن اس کا دل حیوان کا دل ہے، نہ یہ بابِ ہدایت سے آشنا ہے کہ اس کے مطابق چلے نہ دروازۂ گمراہی کو پہچانتا ہے کہ اس سے کنارہ کش رہے۔ پس یہ زندہ میّت ہے۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ؟ وَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ؟ وَالْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ! وَالْآيَاتُ وَاضِحَةٌ وَالْمَنَارُ مَنْصُوبَةٌ! فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ؟ بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُونَ وَبَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ؟

(لوگو!)

تم کہاں جارہے ہو؟ اور کدھر بہکے جا تے ہو؟ ——— حالانکہ حق کے پرچم لگے ہوئے ہیں، حق کی نشانیاں آشکار و ہویدا ہو چکی ہیں۔ منار ہائے (ہدایت و رستگاری) نصب ہو چکے ہیں۔ پھر تم کہاں سرگرداں اور سرگشتہ ہو رہے ہو؟ بلکہ تم کس لیے حیران و سرگرداں ہو؟[1] حالانکہ تمہارے مابین تمہارے پیغمبر کی عترت[2] (اولاد) موجود ہے

أَزِمَّةُ الْحَقِّ وَأَعْلَامُ الدِّينِ وَأَلْسِنَةُ الصِّدْقِ، فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ وَرِدُوهُمْ وُرُودَ الْهِيمِ الْعِطَاشِ۔

یہ وہ پیشوا ہیں (کہ لوگوں کو) راہِ حق پر پہنچا دیتے ہیں، یہ وہ دین کی نشانیاں ہیں (جن کے باعث تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، یہ وہ حق گو زبانیں ہیں (جن کی گفتار راست اور درست ہے) پس انہیں قرآن کی بہترین منزل میں جگہ دو[3]۔ پس چونکہ (یہ لوگ سرچشمۂ علوم و معارف ہیں) اس سُرعت سے ان کی طرف (حصول علم و معرفت کے لیے) آؤ، جس طرح بہت پیاسا اونٹ (پانی کے گھاٹ پر) پیاس بجھانے کے لیے آتا ہے[4]۔

أَيُّهَا النَّاسُ!

خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

اے لوگو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو یہ روایت مروی ہے، اسے لے لو:

---

[1] کسی صراط مستقیم، اور راہ راست کو نہیں دیکھتے۔ [2] ائمہ اطہار۔ [3] اگر تم میں ذرا بھی احساس اصلاح ہے تو وقت ضائع نہ کرو، عترت رسولؐ کی طرف لپکو اور اس کے علم و معرفت سے روح و قلب تشنہ کام کی پیاس بجھاؤ۔ [4] اور قرآن کی بہترین منزل "قلب مومن" ہے پس انہیں یعنی عترت رسول کو دل میں جگہ دو علامہ محمد عبدہ؛ مفتی مصر فرماتے ہیں: "محل القرآن من التعظیم والاحترام وان القلب هو احسن منازل القرآن"۔ (ن۔ مصر ص ۱۶۸)

إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَيَبْلَى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ" فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا تَعْرِفُونَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيمَا تُنْكِرُونَ، وَاعْذِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَأَنَا هُوَ۔

"ہم میں (یعنی اہل بیت میں) سے جو مرتا ہے وہ مردہ نہیں ہوتا، اور ہم میں سے جو کہنہ و بوسیدہ ہوتا ہے وہ درحقیقت بوسیدہ نہیں ہوتا، (اس کا بدن باقی اور برقرار رہتا ہے) پس جو باتیں تم نہیں جانتے انھیں منہ سے نکالو، کیونکہ حق کا بیشتر حصّہ وہ ہے جس کے تم منکر ہو[1]۔ اور اسے معذور قرار دو، جس پر تم کوئی حجّت اور دلیل نہیں رکھتے۔

أَلَمْ أَعْمَلْ فِيكُمْ بِالثَّقَلِ الْأَكْبَرِ وَأَتْرُكْ فِيكُمُ الثَّقَلَ الْأَصْغَرَ۔

اور میں وہ ہوں کہ کیا جس نے، تمہارے درمیان رہ کر ثقل اکبر پر عمل نہیں کیا؟[2] اور کیا میں نے تمہارے اندر ثقل اصغر[3] کو (تمھاری رہنمائی کے لیے) نہیں چھوڑا؟

وَرَكَزْتُ فِيكُمْ رَايَةَ الْإِيمَانِ۔

کیا میں نے تمہارے درمیان ایمان کا پرچم نہیں لہرایا؟

وَوَقَفْتُكُمْ عَلَى حُدُودِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ،

کیا میں نے تمھیں حلال اور حرام کے حدود سے واقف نہیں کیا؟

وَأَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي،

کیا میں نے عدل و انصاف سے کام لے کر تمھیں امن و عافیت کا لباس نہیں پہنایا؟

وَفَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي۔

کیا میں نے اپنے قول و فعل سے تم کو اچھی باتوں کی تعلیم نہیں دی؟

وَأَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْأَخْلَاقِ مِنْ نَفْسِي۔

کیا میں نے تمھارے سامنے اپنے معیاری اخلاق پیش نہیں کیے؟

فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّأْيَ فِيمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ الْبَصَرُ وَلَا يَتَغَلْغَلُ إِلَيْهِ الْفِكَرُ۔

تو اپنی رائے ان حقائق میں نہ استعمال کرو، جس کی گہرائی تک تمھاری نگاہ نہ پہنچ سکے یا غور و فکر کی رسائی نہ ہو سکے۔

مطلب یہ کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان تک صرف الہام اور وحی کے ذریعہ ہی سے رسائی ہو سکتی ہے، اور وحی و الہام وہ چیز نہیں کہ ہر شخص پر وارد ہو۔ اس سے وہی لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں جنہیں خدا خود اس مقام بلند کے لیے معین فرماتا ہے[4]۔

---

[1] جاہل جب حقیقت کی تہ کو نہیں پہنچتا، اس سے انکار کر دیتا ہے۔ واشی الحقائق دقائق (ن مصر) [2] ثقل اکبر سے مراد قرآن ہے۔ "ثقل" پاکیزہ ترین چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے: ترکت فیکم الثقلین، کتاب اللہ و عترتی۔ یعنی میں تمہارے درمیان دو اہم ترین چیزیں چھوڑے جاتا ہوں قرآن اور اہل بیت ——— امیر المومنین نے یہاں ثقل اکبر سے مراد قرآن کریم لیا ہے اور ثقل اصغر سے حسنؑ و حسینؑ کو جو عترت نبیؐ تھے اور قدوۃ للناس (عبدہ صـ ۱۶۸)

[4] علامہ فیض الاسلام ن تہران صـ ۳۰۹

مِنْهَا ـــــــ اسی خطبہ میں (بنی امیہ کے) مظالم، اور مستقبل میں زن و مرد پر تسلط، مال و دولت کی غارت گری کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

حَتّٰى يَظُنَّ الظَّانُّ اَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ عَلٰى بَنِىْ اُمَيَّةَ تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا، وَتُورِدُهُمْ صَفْوَهَا، وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا!

(دنیا پرست اور ظاہر بیں) لوگ گمان کریں گے کہ بنو امیہ نے دنیا کو مسخر کرلیا ہے اور (اب یہ دنیا انھیں) اپنے شیریں پانی سے شاد کام کرتی اور اپنے دودھ سے سیر کرتی ہے۔ بنو امیہ کے تازیانے اور ان کی شمشیریں (قتل و غارت اور مخلوق پر انواع واقسام کی سختیاں) اب کبھی بھی نہیں اٹھیں گی (یعنی وہ ہمیشہ اسی طرح ظلم و جور کرتے رہیں گے) ـــــــ!

وَكَذَبَ الظَّانُّ لِذٰلِكَ: بَلْ هِىَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيْذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُوْنَهَا بُرْهَةً، ثُمَّ يَلْفِظُوْنَهَا جُمْلَةً۔

(لیکن) ایسا خیال کرنے والا غلط اندیش ہوگا، حالانکہ بنو امیہ کی یہ شان و شکوہ اور کاروبار حیات پر یہ تسلط پانی کی وہ کُلّی ہے کہ منہ کے اندر تھوڑی ہی دیر رہے گی، پھر اسے یہ جمع کر کے تمام کی تمام اُگل دیں گے!

۸۷ — ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——— خطبہ:

خود رائی!

اَمَّا بَعْدُ،

فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَقْصِمْ جَبَّارِیْ دَهْرٍ قَطُّ - اِلَّا بَعْدَ تَمْهِیْلٍ وَّ رَخَآءٍ، وَلَمْ یَجْبُرْ عَظْمَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا بَعْدَ اَزْلٍ وَّ بَلَآءٍ -

بعد حمد و ثنا!

(جان لو کہ رسم دنیا یہ ہے کہ) خدا نے گردن کشان روزگار کو کبھی نابود نہیں کیا، لیکن انھیں اچھی طرح ڈھیل، اور سہولت دینے کے بعد، اور گذشتہ امتوں میں سے کسی کی اصلاح نہیں کی مگر تنگی و رنج اور سختی کے بعد۔

وَفِیْ دُوْنِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِّنْ عَتْبٍ، وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِّنْ خَطْبٍ، مُعْتَبَرٌ - وَمَا کُلُّ ذِیْ قَلْبٍ بِلَبِیْبٍ - وَلَا کُلُّ ذِیْ سَمْعٍ بِسَمِیْعٍ - وَلَا کُلُّ ذِیْ نَاظِرٍ بِبَصِیْرٍ -

جن سختیوں کو تم نے سہا ہے، اور جن حوادث کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، وہ سرتاسر موجب عبرت ہیں، لیکن نہ ہر دل والا عقل مند ہوتا ہے (کہ حقائق کو سمجھے) نہ ہر سماعت رکھنے والا سنتا ہے۔ (کہ کلام حق سُنے) اور نہ ہر صاحب بصر بینا ہوتا ہے (کہ حالات روزگار سے عبرت حاصل کرے)

فَیَا عَجَبًا! وَمَالِیَ لَا اَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَی اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِیْ دِیْنِهَا! لَا یَقْتَصُّوْنَ اَثَرَ نَبِیٍّ، وَلَا یَقْتَدُوْنَ بِعَمَلِ وَصِیٍّ، وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِغَیْبٍ، وَلَا یَعِفُّوْنَ عَنْ عَیْبٍ یَعْمَلُوْنَ فِی الشُّبُهَاتِ، وَیَسِیْرُوْنَ فِی الشَّهَوَاتِ، اَلْمَعْرُوْفُ فِیْهِمْ مَا عَرَفُوْا وَالْمُنْکَرُ عِنْدَهُمْ مَا اَنْکَرُوْا -

کتنی عجیب بات ہے اور مجھے ان فرقوں کی غلطی اور دین میں ان کی دلیلوں کا اختلاف کیونکر تعجب خیز نہ معلوم ہو۔ کیونکہ نہ یہ نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں نہ وصی کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں نہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں نہ عیب سے دامن کشاں ہوتے ہیں مشتبہات پر عمل کرتے ہیں خواہشات کے راستے پر چلتے ہیں، ان کے نزدیک معروف (بہتر) وہ ہے جسے یہ سمجھیں، اور منکر وہ ہے جسے یہ ناپسندیدہ قرار دیں[1]۔

مَفْزَعُهُمْ فِی الْمُعْضِلَاتِ اِلٰی اَنْفُسِهِمْ وَتَعْوِیْلُهُمْ فِی الْمُبْهَمَاتِ عَلٰی اٰرَآئِهِمْ کَاَنَّ کُلَّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ اِمَامُ نَفْسِهٖ قَدْ اَخَذَ مِنْهَا فِیْمَا یَرٰی بِعُرًی ثِقَاتٍ، وَاَسْبَابٍ مُحْکَمَاتٍ -

مشکلات میں ان کی پناہ گاہ خود ان کی ضمیر ہے[2]۔ غیر واضح مسائل میں انہیں اپنی رائے پر اعتماد ہے (گو وہ خلاف عقل و دین ہی کیوں نہ ہو) گویا ان میں کا ہر ایک اپنی اپنی جگہ امام ہے اور اس کے پاس محکم دلیلیں اور استوار ماخذ ہیں۔

---

[1] یعنی دلیل و برہان، کتاب سنت، رشد و ہدایت پر عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں، ان کا مدار عمل صرف اپنی ذاتی رائے اور نفس کی رہنمائی پر ہے، جسے یہ خوب سمجھ لیں وہ خوب ہے جسے یہ زشت قرار دیں وہ زشت ہے۔ [2] احکام مشکلہ کے حل کرنے میں یہ خود اپنی ذات کی طرف مراجعت کرتے ہیں اور اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتے ہیں اگرچہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۸۸ - ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ——— خطبہ :

ذکرِ رسولؐ اور یاد دہانی

اس خطبہ میں امیر المومنین نے نصیحت فرمائی ہے، کہ اصل چیز اسوۂ رسول ہے،
اور بتایا ہے کہ بعثت نبوی سے پیشتر اس دنیا کی، اور دنیا والوں کی کیا حالت تھی،
پھر انھیں جو دعوت دی گئی وہ کیا تھی، اور آج جو دعوت دی جا رہی ہے وہ کیا ہے؟

أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ، وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ، وَتَلَظٍّ مِنَ الْحُرُوبِ، وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ، عَلَىٰ حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا، وَإِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا، وَاغْوِرَارٍ مِنْ مَائِهَا قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَىٰ، وَظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرَّدَىٰ فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ وَطَعَامُهَا الْجِيفَةُ، وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ وَدِثَارُهَا السَّيْفُ۔

خداوند متعال نے پیغمبر اکرمؐ کو اُس زمانہ میں مبعوث بہ رسالت فرمایا، جب مدّت سے کوئی نبی نہیں آیا تھا، اُمتیں طولانی خواب میں پڑی تھیں[1] فتنے اور ہنگامے سر اٹھائے ہوئے تھے، لوگوں کے کام تباہ ہو چکے تھے، جنگ کی آگ (ہر طرف) بھڑکی ہوئی تھی۔ نور اور روشنی کا کہیں پتہ نہ تھا، نا دُرستیاں (ہر طرف) ہویدا، اور آشکار تھیں، پتّے زرد ہو گئے تھے اور (لوگ) اس کے پھل سے مایوس ہو چکے تھے، پانی سوکھ چکا تھا، (کھیتیاں) خشک ہو چکی تھیں[2] ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے، ہلاکت اور بدبختی کے پرچم (ہر سو) لہرا رہے تھے، اور وہ (دنیا) اپنے ساکنوں کے لیے غضب کا، اور طالبوں کے لیے ترُش روئی کا مظاہرہ کر رہی تھی، اس کا ثمر فتنۂ و فساد تھا، اس کا کھانا مُردار تھا، اس کا شعار خوف تھا، اس کی پوشش تلوار تھی۔[3]

فَاعْتَبِرُوا عِبَادَ اللهِ، وَاذْكُرُوا

پس اے خدا کے بندو ——— ان واقعات سے سبق لو،

---

[1] زمان آدمؑ سے عیسیٰؑ تک مسلسل پیمبر آتے رہے، زمان حضرت عیسیٰؑ سے عہد مصطفیٰؐ تک پانچسو برس کی مدّت میں صرف آپؐ ہی مبعوث ہوئے۔
[2] یعنی درخت علم و ہدایت پر خزاں آ گئی تھی، لوگ راہ سعادت و رستگاری پر قدم نہیں دھرتے تھے، خیر، اور نیکی کا کہیں وجود باقی نہیں رہ گیا تھا، بدی اور برُائی کا ہر چہار طرف تسلط تھا (ن۔ تہران) [3] یہ وہ زمانہ تھا کہ کہیں بھی ہدایت اور نور کا پتہ نہیں تھا، ہر دل پر گمراہی چھائی ہوئی تھی، ہر قلب پر ضلالت کا قبضہ تھا، فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی، بدامنی اور ہنگامہ آرائی کا دَور دَورہ تھا، نہ کہیں سکون تھا نہ عافیت۔ (ن تہران)

اٰثَارِکَ الَّتِیْ اٰبَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ بِهَا مُرْتَهَنُوْنَ وَعَلَیْهَا مُحَاسَبُوْنَ،

وَلَعَمْرِیْ!

مَا تَقَادَمَتْ بِکُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُوْدُ، وَلَا خَلَتْ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمُ الْاَحْقَابُ وَالْقُرُوْنُ،

وَمَا اَنْتُمُ الْیَوْمَ مِنْ یَوْمٍ کُنْتُمْ فِیْ اَصْلَابِهِمْ بِبَعِیْدٍ،

وَاللّٰهِ مَا اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ شَیْئًا اِلَّا وَهَا اَنَا ذَا الْیَوْمَ مُسْمِعُکُمُوْهُ وَمَا اَسْمَاعُکُمُ الْیَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ، وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِیْ ذَالِکَ الْاَوَانِ، اِلَّا وَقَدْ اُعْطِیْتُمْ مِثْلَهَا فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ۔

وَوَاللّٰهِ مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَیْئًا جَهِلُوْهُ وَلَا اُصْفِیْتُمْ بِهِ وَحُرِمُوْهُ۔

وَلَقَدْ نَزَلَتْ بِکُمُ الْبَلِیَّةُ جَائِلًا خِطَامُهَا، رِخْوًا بِطَانُهَا،

فَلَا یَغُرَّنَّکُمْ مَا اَصْبَحَ فِیْهِ

عبرت حاصل کرو، اپنے بزرگوں اور بھائیوں کے وہ واقعات یاد کرو جن میں وہ گرفتار ہیں اور جن پر اُن سے بازپرس ہوگی، محاسبہ ہوگا،

اپنی جان کی قسم!

نہ تم کو (کچھ ایسا زیادہ) عرصہ ہُوا ہے، نہ انھی (تمھارے آباء و اخوان) کو تمھارے اور اُن کے مابین بہت زیادہ مدّت بھی نہیں گزری ہے، نہ صدیاں بیتی ہیں۔

آج تم اس دن سے جب تم ان کے صلب میں تھے، بہت زیادہ بعید بھی نہیں ہو۔

خدا کی قسم! رسولؐ نے جو باتیں تمھیں سنائی تھیں، وہی آج میں بھی تمھیں سُنا رہا ہوںؐ۔ اور آج تمھاری سماعت کل کی سماعت سے پست تر نہیں، اور تمھارے باپ اور بھائیوں کے لیے کل جو آنکھیں بنائی گئی تھیں، اور جو دل کھولے گئے تھے، ویسے ہی دل، اور ویسی ہی آنکھیں آج تمھارے پاس بھی ہیں (پھر تم کیوں نہیں سنتے، اور کیوں نہیں دیکھتے؟)

خدا کی قسم —— تمھیں ان کے بعد کوئی ایسی چیز نہیں دکھائی گئی جس سے وہ ناواقف ہوں، اور نہ کسی ایسے کام کے لیے تم چُنے گئے جس سے وہ محروم رکھے گئے!

مگر (ان خود فراموشیوں اور غفلت کیشیوں کے باعث) بلاشبہ آزمائش تم پر اسی طرح وارد ہوگئی ہے، اس (شتر سرکش) کی مہار متحرک (چھٹی) اور اس کا تنگ ڈھیلا ہے۔

تم بھی ویسے ہی نہ ہو جانا، جیسے ارباب فریب اور اصحاب

لہ آخر یہ کیا بات ہے کہ تم وہ باتیں بھی گوش دل سے نہیں سنتے جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں پھر تمھارے ایمان سے کیا فائدہ؟ پھر تمھارا اسلام کس کام کا؟ یہ کیا تماشہ ہے کہ دعویٰ ایمان و اسلام کا، اور عمل اس کے بالکل برعکس، مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے کام کرو۔ عہد رسولؐ کے فداکاروں میں اور تم میں قوت اور دعوت کے لحاظ سے کیا فرق ہے۔ کہ تم یہ کہو کہ ان کے پاس فلاں چیز تھی جو ہمارے پاس نہیں؟

اَهْلُ الْغُرُوْرِ۔	غرور ہوتے ہیں۔
فَاِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُوْدٌ اِلٰی اَجَلٍ مَعْدُوْدٍ۔	وہ تمہیں مبتلائے فریب نہ کردیں (یاد رکھو) یہ دنیا وہ سایۂ دراز ہے، جس کی ایک حد معین ہے (پھر ختم)

لیکن اس کے فریب میں آکر اپنی زندگی برباد نہ کرو۔ اپنے اعمال رائگاں نہ کرو، گوش وہوش سے کام لو، عقل ودانائی کا دامن پکڑے رہو، ان لوگوں کی پیروی نہ کرو، جو خدا کو بھول چکے ہیں اور غلط راستے پر پڑ چکے ہیں، ان کا دامن تھامو، جو تمھیں راہِ حق وہدایت کی ترغیب دیتے ہیں، اور ہر طرح تمھاری دستگیری پر آمادہ رہتے ہیں!

انا مدینۃ الحکمۃ وعلی بابہا

مَیں حکمت کا شہر اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔

(حدیثِ نبوی)

۸۹- ومن خطبة لہٗ علیہ السّلام   خطبہ:

حمد ـــــ وعظ

اِس خطبہ میں امیرالمومنین نے بتایا ہے کہ انسان نفسِ امّارہ کی اصلاح، اور دفع شیطان پر کیونکر قابو حاصل کرسکتا ہے؟ نیز یہ کہ بندہ کا اور خدا کا تعلق کیا ہے؟ اور اس تعلق کو کیونکر مستحکم رکھا جاسکتا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَیْرِ رُؤْیَةٍ، وَالْخَالِقِ مِنْ غَیْرِ رَوِیَّةٍ، الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ قَائِمًا دَائِمًا، اِذْ لَا سَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ، وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ اَرْتَاجٍ، وَلَا لَیْلٌ دَاجٍ، وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ، وَلَا جَبَلٌ ذُوْ فِجَاجٍ، وَلَا فَجٌّ ذُوْ اعْوِجَاجٍ، وَلَا اَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ، وَلَا خَلْقٌ ذُوْ اعْتِمَادٍ، ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَوَارِثُهٗ وَاِلٰهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهٗ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِیْ مَرْضَاتِهٖ، یُبْلِیَانِ كُلَّ جَدِیْدٍ، وَیُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِیْدٍ۔

حمد وسپاس اُس خدائے (قادر وتوانا) کے لیے، کہ آنکھوں سے دیکھے بغیر جس کی شناخت حاصل ہے[۱]، اور جو بدون فکرو اندیشہ، ایجاد کنندۂ (دنیا) ہے[۲]۔ وہ اس وقت سے برقرار اور باقی ہے جبکہ نہ بُرجوں والا آسمان تھا، اور نہ یہ بڑے بڑے در والے حجاب[۳]، نہ شب تاریک نہ بحرِ پُرسکون، نہ گھاٹیوں والے پہاڑ، نہ موڑ دار گھاٹیاں، نہ زمین کا گہوارہ تھا، نہ توانائی وتونگری رکھنے والی مخلوق (پیکرِ وجود سے آراستہ تھی) بلاشبہ یہی خدا ہے، جس نے مخلوقات کو پیدا کیا، ایجاد کیا، اور یہی ہے جو مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا، یہی معبود ہے یہی روزی دینے والا ہے، ماہ و خورشید اسی کی راہِ طلب میں رواں دواں ہیں اور ہر جدید کو کہنہ اور ہر قریب کو دور بنا دینے والے ہیں۔

قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ وَاَحْصٰی اٰثَارَهُمْ وَاَعْمَالَهُمْ وَعَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ،

خدا نے مخلوقات کو روزی تقسیم کی، وہ ان کے آثار واعمال سے واقف ہے، ان کے تعداد انفاس خیانت چشم، سینہ کے

---

[۱] عقول وآثار اور صنائع کے وسیلہ سے جس کی شناخت نہیں ہوتی ہے جسے آنکھ دیکھ سکنے کی قدرت بھی نہیں رکھتی۔ [۲] اس لیے کہ فکر واندیشہ کا فعل "نامعلوم" سے ہوتا ہے اور جہل ونادانی برذات واجب محال ہے لہذا کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو، اور جس کیلئے جاننے کے فکر واندیشہ کی ضرورت ہو (ن تہران ص۲۱۶) [۳] وہ سیارے جو فضا میں معلق اور قوت جاذبہ ودافعہ کے باعث ایک دوسرے میں گڈمڈ نہیں ہوئے۔ از تاج جمع: رتج رباالتحریک الباب العظیم (ن۔تہران)

وَخَائِنَةَ أَعْيُنِهِمْ، وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الضَّمِيرِ، وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَمُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْأَرْحَامِ وَالظُّهُورِ إِلَى أَنْ تَتَنَاهَى بِهِمُ الْغَايَاتُ۔

اندر چھپے ہوئے اسرار، رحم مادر میں ان کے جائے استقرار و محل و مقام تک سے آشنا ہے (ان کے دنیا میں آنے کے بعد سے) ان کے ہر کام سے واقف و شناسا ہے، یہاں تک کہ ان کی عمر کی مدتیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں (یعنی زندگی ختم ہو جائے)۔

هُوَ الَّذِي اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلَى أَعْدَائِهِ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ، وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهُ لِأَوْلِيَائِهِ فِي شِدَّةِ نِقْمَتِهِ۔

وہ خدا ہی ہے کہ عین وسعت و رحمت کے عالم میں اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہوتا ہے اور عین سختیٔ عذاب میں اس کی رحمت دوستداروں کو اپنے کرم سے ڈھانپ لیتی ہے۔

قَاهِرُ مَنْ عَازَّهُ، وَمُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهُ، وَمُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ، وَغَالِبُ مَنْ عَادَاهُ، مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ، وَمَنْ سَأَلَهُ أَعْطَاهُ، وَمَنْ أَقْرَضَهُ قَضَاهُ، وَمَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ۔

وہ ہر اس ہستی پر مسلط ہے جو اس پر غلبہ حاصل کرنا چاہے اور ہر اس ہستی کو ہلاک کر دیتا ہے جو اس سے مخالفت کرے، جو اس سے دوری طلب کرتا ہے اسے وہ خوار کر دیتا ہے، جو اس سے دشمنی کرتا ہے اس پر وہ غالب آتا ہے، جو اس پر توکل کرتا ہے اسے وہ کافی ہوتا ہے جو اس سے مانگتا ہے اسے وہ عطا کرتا ہے اور جو اسے قرض دیتا ہے[1] اس کا قرض (مع نفع کے) وہ ادا کر دیتا ہے جو[2] اس کا شکر ادا کرتا ہے، اسے وہ جزا دیتا ہے۔

عِبَادَ اللهِ!

خدا کے بندو!

زِنُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُوزَنُوا

قبل اس کے میزان (حشر) میں تمھیں تولا جائے، تم خود اپنے تئیں تول لو!

وَحَاسِبُوهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تُحَاسَبُوا

خود اپنا محاسبہ کر لو، قبل اس کے کہ تمھارا محاسبہ (میدانِ حشر میں) کیا جائے۔

وَتَنَفَّسُوا قَبْلَ ضِيقِ الْخِنَاقِ،

رسنِ گلوگیر (موت) سے پہلے اچھی طرح سانس لے لو (اچھے اور نیک کام انجام دے لو)

---

[1] خدا کو قرض دینا، اس کی راہ میں اپنی دولت لٹانا ہے "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً - فاضل

[2] یعنی جو ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے عام اس سے کہ وہ حالت بظاہر پسندیدہ ہو یا ناخوشگوار اسے خدا اپنی مہربانی اور کرم فرمائی سے نوازتا اور سرفراز کرتا رہتا ہے۔

وَانْقَادُوا قَبْلَ عَنْفِ السِّیَاقِ ،

اطاعت شعار بن جاؤ، قبل اس کے کہ عذاب کی سختی تمھیں کھینچ لے جائے۔

وَاعْلَمُوا اَنَّهُ مَنْ لَمْ یُعَنْ عَلٰی نَفْسِهٖ حَتّٰی یَكُوْنَ لَهٗ مِنْهَا وَاعِظٌ وَّزَاجِرٌ لَمْ یَكُنْ لَهٗ مِنْ غَیْرِهَا زَاجِرٌ وَلَا وَاعِظٌ.

(اور اے لوگو) جان لو! ——— نفس پر غالب آنے کے سلسلہ میں جس کی خدا مدد نہیں کرتا کہ خود اپنے وجدان سے اپنا مصلح بنائے تو اسے کسی دوسرے کے پند و موعظت سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

یعنے اصلاحِ نفس کے لیے استعانتِ الٰہی لازمی ہے، بغیر اس کے کشتی پار نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ جب تک توفیق خداوندی شاملِ حال نہ ہو اس وقت تک انسان نفسِ امّارہ پر غالب نہیں آسکتا۔ اور جب تک نفس امارہ پر غالب نہ آجائے، اس وقت تک نہ اصلاح نفس ہو سکتی ہے، نہ شیطان دفع ہو سکتا ہے! اور یہ کام خود ہی کرنے سے ہوتا ہے، اگر خود تیار نہ ہو، تو کوئی لاکھ کوشش کرے بیکار ہوگی۔ (ن۔تہران)

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانہ شاہد ہے کہ انسان ہمیشہ ناکام رہا ہے لیکن اس ناکامی و خسران سے وہ لوگ مستثنٰی ہیں جو ایمان لائے اور حق و صبر کی تلقین کرتے رہے۔

۹۰ ــــ ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ــــــــ خطبہ:

اشباح[1]

(حضرت کا اہم ترین خطبہ)

امیرالمومنین نے منبر کوفہ پر یہ تقریر یوں فرمائی، کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض کی:

"امیرالمومنین! اپنے خدا کا اس طرح تعارف کرائیں کہ ہماری محبت و معرفت بڑھ جائے"،

(یا یہ سوال کیا: ایسا تعارف کرائیں کہ ہم شاہدۂ عینی کریں۔)

حضرت ناراض ہوئے، اور نماز کا اعلان کردایا، اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ مسجد چھلک گئی حضرت غصّے کے عالم میں، چہرے کا رنگ بدلا ہوا منبر پر تشریف لائے اور حمد و درود کے بعد تقریر شروع فرمائی۔

(رضی رح)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُودُ، وَلَا يُكْدِيهِ الْإِعْطَاءُ وَالْجُودُ إِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ وَكُلُّ مَانِعٍ مَذْمُومٌ مَا خَلَاهُ هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ وَعَوَائِدِ الْمَزِيدِ وَالْقِسَمِ عِيَالُهُ الْخَلَائِقُ، ضَمِنَ أَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهُمْ وَنَهَجَ سَبِيلَ الرَّاغِبِينَ إِلَيْهِ وَالطَّالِبِينَ مَا لَدَيْهِ وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلْ

مستحق سپاس و شکر وہ خدا ہے، جو (اپنی نعمتوں کو روک لے، اور کسی کو کچھ نہ دے، تو (اور زیادہ) امیر نہیں ہوسکتا اور جود و بخشش اس کی ثروت و دولت میں کمی نہیں کر سکتی، حالانکہ ہر دینے والے کا سوا خدا کے مال کم ہوجاتا ہے، اور ہر نہ دینے والا سوا خدا کے بُرا سمجھا جاتا ہے۔

بلاشبہ وہ خدا ہی ہے جو (اپنے بندوں پر) احسان کرتا ہے اور (انھیں) نعمت منفعت اور بڑے بڑے انعامات سے نوازتا ہے (یہ) مخلوق اس کی عیال ہے، جس کی روزی کا وہ ذمہ دار بنا ہے[2]۔ اور جو کچھ یہ مخلوق کھاتی ہے، اسے مقدر و معین فرمادیا ہے۔

وہ خدا ہی ہے جس نے رغبت کرنے والوں اور طلب کرنے

---

[1] اشباح بمعنی اشخاص، چونکہ اس خطبہ میں اصناف ملائکہ و مخلوقات وغیرہ کا ذکر ہے لہذا اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

[2] وَمَا مِن دَابَّةٍ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (پ۱۲ ع۲)

والوں کو واضح اور صاف راستہ بتا دیا ہے۔ اس سے جس چیز کا سوال کیا جائے اس سے غیر سوال شدہ چیزوں کے مقابلے میں زیادہ سخی نہیں کہا جا سکتا۔[1]

اَلْاَوَّلُ الَّذِیْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ قَبْلٌ فَیَکُوْنَ شَیْءٌ قَبْلَهٗ، وَالْاٰخِرُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ بَعْدُ فَیَکُوْنُ شَیْءٌ بَعْدَهٗ۔

وہ ایسا اوّل ہے کہ جس سے پہلے کچھ نہ تھا، کہ کوئی چیز اس سے پہلے مانی جا سکے، اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز تسلیم کی جا سکے۔

وَالرَّادِعُ اَنَاسِیَّ الْاَبْصَارِ عَنْ اَنْ تَنَالَهٗ اَوْ تُدْرِکَهٗ

وہ اس سے مانع ہے کہ مردمک چشم اس تک پہنچ سکے[2]، یا ادراک کر سکے۔

مَا اخْتَلَفَ عَلَیْهِ دَهْرٌ فَیَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ، وَلَا کَانَ فِیْ مَکَانٍ فَیَجُوْزَ عَلَیْهِ الْاِنْتِقَالُ۔ وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ وَضَحِکَتْ عَنْهُ اَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ اللُّجَیْنِ وَالْعِقْیَانِ وَنُثَارَةِ الدُّرِّ وَحَصِیْدِ الْمَرْجَانِ، مَا اَثَّرَ ذٰلِکَ فِیْ جُوْدِهٖ وَلَا اَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهٗ

اس پر زمانہ کے انقلابات وارد نہیں ہوتے کہ جس سے اس کے احوال و مقامات میں تغیر واقع ہو، نہ وہ کسی مکان میں ہے کہ اس کے لیے نقل و حرکت روا ہو سکے، وہ اگر ان تمام چیزوں کو عطا کر دے جنہیں پہاڑوں کی کانیں، اور سمندر کی سیپیاں دیتی ہیں، جیسے چاندی، سونا، موتی، مرجان کے خوشے — جب بھی اس کی عطا اور بخشش پر اثر نہیں ہوتا۔ اور اس کی نعمتوں کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے۔

وَلَکَانَ عِنْدَهٗ مِنْ ذَخَائِرِ الْاَنْعَامِ مَا لَا تُنْفِدُهٗ مَطَالِبُ الْاَنَامِ لِاَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِیْ لَا یَغِیْضُهٗ سُؤَالُ السَّائِلِیْنَ، وَلَا یُبْخِلُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ۔

اور اس خدا کے پاس وہ نعمت ہائے بے پایاں اور پنہاں ہے (کہ آدمی ان سے آگاہ نہیں) جنھیں کبھی بھی اہل دنیا کی طلبگاریاں تمام نہیں کر سکیں گی، اس لیے کہ وہ ایسا جواد و سخی ہے کہ جس کی عطا کو سوال کرنے والوں کا سوال کم نہیں کر سکتا، اور مسلسل سوال کرنے والوں کی دریوزہ گری اسے بخیل نہیں بنا سکتی۔

فَانْظُرْ اَیُّهَا السَّائِلُ فَمَا دَلَّکَ الْقُرْاٰنُ عَلَیْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ،

پوچھنے والے دیکھ! — اور قرآن کریم نے اس کے جن صفات کی طرف تیری رہنمائی کی ہے ان کی پیروی کر اور اسی کی

---

[1] یعنی یہ نہیں کہ خدا بہت بڑا سخی ہے اولاد کے بارے میں کہ ہم نے مانگی اور مل گئی، نہیں وہ مال و عزت کے بارے میں بھی اتنا ہی بڑا سخی ہے۔ م۔ ح

[2] وہ دیدہ ظاہر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ (ن۔ تہران)

وَاسْتَضِئْ بِنُورِ هِدَايَتِهِ۔

ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کر،

وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهُ، وَلَا فِي سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَأَئِمَّةِ الْهُدَىٰ أَثَرُهُ، فَكِلْ عِلْمَهُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهَىٰ حَقِّ اللّٰهِ عَلَيْكَ۔

اور جن صفات کے جاننے کا تجھے شیطان نے مکلف اور پابند کیا ہے نہ طریقۂ پیغمبر اکرمؐ اور راثر ائمہ ہدیٰ سے ان کا کوئی سراغ ملتا ہے، ان کا عرفان خدا پر چھوڑ دے!

اس لیے کہ خدا کا انتہائی حق تجھ پر بس اتنا ہی ہے کہ (جو کچھ اس نے بتایا ہے اسے جان لے۔)

وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِينَ أَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوبَةِ دُونَ الْغُيُوبِ، الْإِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوا تَفْسِيرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوبِ، فَمَدَحَ اللّٰهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عِلْمًا، وَسَمَّى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوخًا، فَاقْتَصِرْ عَلَىٰ ذٰلِكَ، وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ عَلَىٰ قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ۔

اور یاد رکھو!

"راسخین فی العلم"[1] وہ لوگ ہیں جنھیں پردۂ غیب اور حجاب الٰہی کے اندر کی نامعلوم باتوں کے اقرار عجز نے پردہ غیب میں جانے سے بے نیاز کر دیا اور ان کی مدح فرمائی ہے کہ یہ جس چیز کو جانتے نہیں، اس کے بارے میں اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں، اور جن چیزوں کی کنہ اور جس حقیقت کے بارے میں انھیں نطق و فکر کا مکلف نہیں کیا ہے، ان کے بارے میں جستجو نہ کرنے ہی کو رسوخ فی العلم قرار دیا ہے، لہٰذا اسی پر اکتفا کر، اور اپنی مختصر معذور عقل کے سہارے، خدا کی عظمت وجلالت کا اندازہ کرنے سے باز آجا، ورنہ ہلاک اور برباد ہو جائے گا!

هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي إِذَا ارْتَمَتِ الْأَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهِ، وَحَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِي عَمِيقَاتِ غُيُوبِ مَلَكُوتِهِ، وَتَوَلَّهَتِ الْقُلُوبُ إِلَيْهِ لِتَجْرِيَ فِي كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهِ، وَغَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُولِ فِي حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَالَ عِلْمَ ذَاتِهِ۔

بلاشبہ وہ قادر مطلق ذات ان اوہام کو ناکام بنا دیتی ہے، جو اس کی انتہاء قدرت کا ادراک کرنا چاہتے ہیں، اور وساوس سے مبرّا فکر جب اس کی مملکت کے پوشیدہ اسرار کی گہرائیوں تک پہنچنا چاہتی ہے اور قلب والہانہ طور پر اس کے صفات کی کیفیت معلوم کرنے پر توجہ کرتا ہے، اور جب عقل کی راہیں علم ذات حاصل کرنے کے لیے درجۂ خفا تک پہنچ جاتی ہیں، جہاں تک صفات نہیں پہنچ سکتے، تو خدائے آمرزگار انہیں اس وقت روک دیتا ہے، جب وہ دوسری چیزوں

[1] وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم کی تفسیر (س ۳ ی ۷) رسوخ فی العلم کا مطلب۔

وَرَدَعَهَا وَهِيَ تَجُوبُ مَهَاوِيَ سُدَفِ الْغُيُوبِ، مُتَخَلِّصَةً إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ، فَرَجَعَتْ إِذْ جُبِهَتْ مُعْتَرِفَةً بِأَنَّهُ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الْاعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهِ، وَلَا تَخْطُرُ بِبَالِ أُولِي الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِنْ تَقْدِيرِ جَلَالِ عِزَّتِهِ۔

اَلَّذِي ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهُ، وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذَى عَلَيْهِ مِنْ خَالِقٍ مَعْهُودٍ كَانَ قَبْلَهُ، وَأَرَانَا مِنْ مَلَكُوتِ قُدْرَتِهِ، وَعَجَائِبِ مَا نَطَقَتْ بِهِ آثَارُ حِكْمَتِهِ، وَاعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ إِلَى أَنْ يُقِيمَهَا بِمَسَاكِ قُوَّتِهِ، مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارِ قِيَامِ الْحُجَّةِ لَهُ عَلَى مَعْرِفَتِهِ، وَظَهَرَتْ فِي الْبَدَائِعِ الَّتِي أَحْدَثَهَا آثَارُ صَنْعَتِهِ وَأَعْلَامُ حِكْمَتِهِ،

فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهُ وَدَلِيلًا عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ خَلْقًا صَامِتًا،

فَحُجَّتُهُ بِالتَّدْبِيرِ نَاطِقَةٌ، وَدَلَالَتُهُ عَلَى الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ، وَتَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ الْمُحْتَجِبَةِ لِتَدْبِيرِ حِكْمَتِكَ، لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيرِهِ عَلَى مَعْرِفَتِكَ، وَلَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْيَقِينُ بِأَنَّهُ لَا نِدَّ لَكَ، وَكَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ تَبَرُّؤَ التَّابِعِينَ

سے دامن جھٹک کر اس کی کنہ ذات کی معرفت کے لیے غیوب کی تاریکی میں مقام ہلاکت کو طے کر لیتی ہے! ـــــ پھر یہ فکرِ جستجو پسند ناکامی کا اعتراف کرتی ہوئی لوٹ آتی ہے، کہ نہ اس کی معرفت اپنی حدوں سے آگے بڑھ کر حاصل ہو سکتی ہے، نہ قلب بشر میں اس کی علو شان اور جبروت منزلت کا گمان بھی آسکتا ہے!

خدا نے بغیر کسی مثال کو سامنے رکھے ہوئے خلق کو پیدا کیا اور بغیر کسی مقدار کی پیروی کیے ہوئے اس نے آفرینش کا کام انجام دیا۔ اس نے ہمیں اپنی ملکوت و قدرت دکھائی، وہ عجائبات دکھائے، جو آثار حکمت پر زبان حال سے گویا ہیں۔ اور مخلوقات کے اقرار احتیاج نے کہ ان کا وجود قدرتِ خدا کے سہارے ہے (اس اقرار نے ہمیں یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ اس کی معرفت حاصل کرنے پر دلیل قائم ہو چکی ہے (اور گنجائش عذر نہیں) اور اس کی بے مثال تخلیق اور پیدا کردہ چیزوں میں اس کی کاری گری و صنعت، اور حکمت و دانائی کے نشانات اور جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔

پس جو کچھ اس نے پیدا کیا وہ اس کی حقیقت پر حجت اور دلیل ہے۔ اگرچہ وہ (مانند نباتات و جمادات) بے زبان ہی کیوں نہ ہوں۔ پس (ان موجودات) کی تدبیر و نظم بجائے خود حجت و برہان گویا ہے اس کی خلاقیت پر ـــــ!

میں گواہی دیتا ہوں کہ جو شخص تیری مخلوق کے اعتبار سے تجھے تشبیہ دے، (زیر گوشت و پوست) جوڑوں کی پیوستگی میں تیری نظیر دے، درحقیقت اس نے تجھے نہیں پہچانا اور یقین نہیں کیا کہ تیرا مثل و مانند کوئی نہیں ہے[1]۔ گویا متبوعین (رب) کے تابعین (مشرک و کافر) کا یہ قول ہی نہیں سنا، جب وہ قیامت کے روز

---

[1] بلکہ گویا تجھے ویسا ہی جسم والا سمجھا جیسا انسان ہے اس لیے تجھے حادث خیال کیا (ن تہران)

مِنَ الْمَتْبُوعِيْنَ إِذْ يَقُوْلُوْنَ : تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ، إِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ • كَذَبَ الْعَادِلُوْنَ بِكَ ، إِذْ شَبَّهُوْكَ بِأَصْنَامِهِمْ ، وَنَحَلُوْكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِأَوْهَامِهِمْ ، وَجَزَّأُوْكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ ، وَقَدَّرُوْكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوٰى بِقَرَائِحِ عُقُوْلِهِمْ۔

وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ ، وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ ، وَنَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ وَأَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُوْلِ فَتَكُوْنَ فِيْ مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفًا ، وَلَا فِيْ رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُوْنَ مَحْدُوْدًا مُّصَرَّفًا۔

کہ رہے ہوں گے ـــــــ "خدا کی قسم، جب ہم (اے بتو) تمھیں خدا کے برابر قرار دے رہے تھے، سخت گمراہی میں مبتلا تھے"[له] بے شک وہ لوگ جھوٹے تھے، جو تجھے اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے یا اپنے وہم سے تیرے مخلوقات کے برابر قرار دیتے تھے اور صفات مخلوق کے ساتھ متصف جانتے تھے۔ انھوں نے اپنے دل سے تجھے عام جسم رکھنے والی چیزوں کی طرح تیرے اجزا قرار دئے۔ اور مختلف قوتیں رکھنے والی مخلوق پر اپنے ایجادات عقلی سے تیرا قیاس کیا۔

مَیں گواہی دیتا ہوں، جس کسی نے تیری مخلوق میں سے تجھے کسی کا ہمپایہ بنایا، اس نے گویا اُسے تیرے برابر مانا، اور جس نے کسی کو تیرا ہمپایہ مانا، وہ قطعاً ان باتوں سے انکار کرتا ہے جنھیں لے کر تیرے آیات محکم نازل ہوئے ہیں، اور جن پر دلائل و بینات کے شواہد گویا ہیں۔ تو ہی وہ خدا ہے کہ تیرے لیے عقل کی انتہا (دور رسی) بیکار ہے کہ ان کے افکار کے حدود میں کیفیت کے ساتھ سما سکے (یا ذہنی تصورات کے دائرے میں آ سکے! اور اس طرح محدود ہو کر رہ جائے (اس لیے کہ محدودیت اور تغیر لوازم امکان میں سے ہے اور یہ خدا کی شان نہیں!)

مِنْهَا = ـــــــ اسی خطبہ کا ایک اور ٹکڑا ـــــــ

قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ تَقْدِيْرَهٗ ، وَدَبَّرَهٗ فَأَلْطَفَ تَدْبِيْرَهٗ ، وَوَجَّهَهٗ لِوِجْهَتِهٖ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ مَنْزِلَتِهٖ وَلَمْ يَقْصُرْ دُوْنَ الْاِنْتِهَاءِ إِلٰى غَايَتِهٖ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلٰى إِرَادَتِهٖ وَكَيْفَ وَإِنَّمَا صَدَرَتْ

خدا نے اپنی مخلوق کی بقا (زندگی) کو معین کیا، اسے مستحکم اور استوار بنایا، اس کا بندوبست کیا اور اس میں کرم نمائیاں ملحوظ رکھیں، اسے اپنے مقصد (حیات) میں اس طرح متوجہ کر دیا کہ اب نہ وہ حدود منزل سے تجاوز کر سکتا ہے، اور نہ منزلِ مقصود تک پہنچے بغیر دم لے سکتا ہے، جب اسے راہِ مشیت پر رہروی کا حکم دیا گیا، (تو یہ بات) اس پر گراں نہیں گزری (اور یہ کس طرح ہوتا

[له] س ۲۶ ی ۹۸۰۹۷ (ن ـ تہران)

اُلاُمُوْرُ عَنْ مَشِیْئَتِہٖ، اَلْمُنْشِئُ اَصْنَافَ الْاَشْیَآءِ بِلَا رَوِیَّۃِ فِکْرٍ اٰلَ اِلَیْھَا، وَلَا قَرِیْحَۃِ غَرِیْزَۃٍ اَضْمَرَ عَلَیْھَا، وَلَا تَجْرِبَۃٍ اَفَادَھَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّھُوْرِ، وَلَا شَرِیْکٍ اَعَانَہٗ عَلَی ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْاُمُوْرِ، فَتَمَّ خَلْقُہٗ بِاَمْرِہٖ وَاَذْعَنَ لِطَاعَتِہٖ، وَاَجَابَ اِلٰی دَعْوَتِہٖ، لَمْ یَعْتَرِضْ دُوْنَہٗ رَیْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا اَنَاۃُ الْمُتَلَکِّئِ، فَاَقَامَ مِنَ الْاَشْیَآءِ اَوَدَھَا، وَنَہَجَ حُدُوْدَھَا، وَلَاءَمَ بِقُدْرَتِہٖ بَیْنَ مُتَضَادِّھَا وَوَصَلَ اَسْبَابَ قَرَائِنِھَا، وَفَرَّقَھَا اَجْنَاسًا مُّخْتَلِفَاتٍ فِی الْحُدُوْدِ وَالْاَقْدَارِ وَالْغَرَائِزِ وَالْھَیْئَاتِ۔

جب کہ جملہ امور اس کی مشیت ہی سے صادر ہوتے ہیں۔ جو اشیائے گوناگوں کا خالق ہے، قوتِ فکر کی طرف رجوع کیے بغیر۔ اور نہ انسانی طبیعتوں کی طرح اس کا کوئی محرک تھا کہ اس نے پہلے سوچا پھر پیدا کیا، اور بغیر تجربہ اور آزمائش کے کہ کبھی اس سے استفادہ کیا ہو، اور بغیر کسی شریک و ہمتا کے کہ اس نے تخلیق کے کام میں اس کی مدد کی یا ساتھ دیا ہو، (خلاصۂ کلام یہ کہ) خلقت و آفرینش کا سارا کام اس نے اپنی مشیئت سے کیا، ان میں سے ہر ایک نے اس کی اطاعت قبول کی، اس کی دعوت تسلیم کی، اس طرح کہ نہ تاخیر کو دخل دیا، نہ سستی کو درمیان میں آنے دیا، اس نے تمام چیزوں کی نادرستی اور کجی دور فرمائی، ان کے حدود مقرر کیے اور اپنی قدرت سے متضاد چیزوں کے درمیان جوڑ اور ربط پیدا کیا، اور انھیں اس طرح باہم پیوست کر دیا کہ ان کا جدا ہونا ممکن نہ رہا۔ پھر اجناس کے اعتبار سے اقدار، طبائع اور ہیئات میں فرق پیدا کیا۔

بَدَایَا خَلَائِقَ اَحْکَمَ صُنْعَھَا وَفَطَرَھَا عَلٰی مَا اَرَادَ وَابْتَدَعَھَا۔

یہ ہے وہ پہلے پہل پیدا ہونے والی کائنات جس کی بناوٹ کو اس نے محکم کیا اور (محض) اپنے ارادے اور مشیت پر اس کی ایجاد و اختراع کی۔

مِنْھَا

(اسی خطبے کا ایک حصہ، جس میں آسمان اور آیاتِ الٰہی کا ذکر ہے)

وَنَظَمَ بِلَا تَعْلِیْقٍ رَھَوَاتِ فُرَجِھَا، وَلَاحَمَ صُدُوْعَ انْفِرَاجِھَا، وَوَشَّجَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اَزْوَاجِھَا، وَذَلَّلَ لِلْھَابِطِیْنَ بِاَمْرِہٖ وَالصَّاعِدِیْنَ بِاَعْمَالِ خَلْقِہٖ

خدائے بزرگ و برتر نے آسمان کے کشادہ راستوں کو کسی چیز میں لٹکائے بغیر منظم اور برقرار کر دیا، اس کے وسیع شگافوں کو باہم ملا دیا، اس کے اور اس جیسے (کرّوں) کے درمیان ربط پیدا کیا۔ فرمانِ الٰہی لے کر زمین پر اُترنے اور (لوگوں کے) نامۂ

حُزُونَةَ مِعْرَاجِهَا، وَنَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ. فَالْتَحَمَتْ عُرَى أَشْرَاجِهَا، وَفَتَقَ بَعْدَ الِارْتِتَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا، وَأَقَامَ رَصَدًا مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلَى نِقَابِهَا، وَأَمْسَكَهَا مِنْ أَنْ تَمُورَ فِي خَرْقِ الْهَوَاءِ بِأَيْدِهِ، وَأَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ، وَجَعَلَ شَمْسَهَا آيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا، وَقَمَرَهَا آيَةً مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا، فَأَجْرَاهُمَا فِي مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا، وَقَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِي مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا، لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا، وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِينَ وَالْحِسَابُ بِمَقَادِيرِهِمَا۔

اعمال لے کر آسمان پر چڑھنے والے ملائکہ پر سختی کی راہ آسان کر دی۔

ان آسمانوں کو اس نے اس وقت پیدا کیا جب کہ یہ دود دخان[1] سے زیادہ نہ تھے، تاکہ آپس میں زیادہ فاصلہ رکھنے والے قطعات بہم پیوست ہو جائیں اور (تدبیر و تنظیم کے بعد) ان کے بند دروازے کھول دیے اور ان کے رخنوں پر ستارہ ہائے درخشاں کے نگہبان مقرر کیے، اور اپنی قوت سے انھیں اس بات سے روک دیا کہ اپنے (مرکز) سے ہٹ کر شگاف ہوا میں گردش کریں، انھیں اپنے حکم کا پابند بنایا، اس نے خورشید کو کہ بنیا کنندہ ہے، دن کی علامت قرار دیا، اور چاند کو اس کا نور (اوقات شب میں) کم زیادہ[2] ہوتا رہتا ہے رات کی نشانی بنایا، اور ان دونوں کو، ان کے مشیر کار راہرو بنا دیا، اور درجات کے مدارج میں ان کی ایک حد معین کر دی تاکہ اس طرح وہ ان دونوں کے ذریعہ شب و روز میں امتیاز پیدا کر دے، اور ان کی مقداروں سے سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کیا جا سکے۔

ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوِّهَا فَلَكَهَا، وَنَاطَ بِهَا زِينَتَهَا مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَمَصَابِيحِ كَوَاكِبِهَا، وَرَمَى مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا، وَأَجْرَاهَا عَلَى إِذْلَالِ تَسْخِيرِهَا، مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا، وَمَسِيرِ سَائِرِهَا، وَهُبُوطِهَا وَصُعُودِهَا، وَنُحُوسِهَا وَسُعُودِهَا۔

پھر اس نے ہر آسمان کی فضاء میں اس کا فلک معلق کر دیا۔ اور ستاروں کو کہ موتی کی طرح سفید ہیں اور کواکب کو کہ مانند چراغ روشن ہیں، اس کی زینت اور آرائش قرار دیا اور چوری چوری رموزِ الٰہی کی کن سوئیاں کرنے والے شیاطین پر اس نے درخشاں ستاروں کے تیر[3] چلائے، اور ان ستاروں کو اس نے تسخیر کے بعد ان کے راستوں پر رواں کر دیا کہ ان میں جو ثابت ہیں، حرکت نہیں کرتے اور جو سیّار ہیں وہ گرم سیر ہیں، اسی طرح

[1] حضرت کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے کہ: ثم استوٰی الی السّماءِ وھی دخان، فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھًا قالتا اتینا طائعین۔ (س ۴۱ - ی ۱۱) (ن ـ تہران)

[2] مَمْحُوَّةٌ: مٹ جانے والا (کہ رات کے بعض حصوں یا مہینے کی چند راتوں میں چاند کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ سکتی۔

[3] مطابق ارشاد باری: ولقد جعلنا فی السّمآء بروجًا وّ زیّنّاھا للنّاظرین (۱۶) وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ (۱۷) الّا من استرق السّمع فاتبعہ شھاب مبین (۱۸) س ۱۵ - (ن تہران)

ہبوط (غروب)، صعود (طلوع) نحوس (ناموافق)، سعود (موافق) بنادیا۔

یہ خطبہ کوئی سائنس یا ہیئت یا فلکیات کا کوئی مقالہ نہیں ہے، اسے اور اس جیسے خطبات کے پڑھتے وقت یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے مخاطب کون لوگ تھے، اور اس زمانہ میں فلکیات کا علم کہاں تک پہنچا تھا، اور یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ اب اس وقت فلکیات کا علم کہاں تک پہنچ چکا ہے، پھر بھی نارسائیوں کا کیا عالم ہے، اور مستقبل کے پردہ میں اس کی ناقابل تصور ترقی کے کیسے کیسے عظیم وجلیل امکانات پوشیدہ ہیں، لہٰذا آج کی تحقیق اور تدقیق کا بھی کل کیا درجہ رہ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء اور ان کے خلفاء کلموا النّاس علی قدر عقولھم (لوگوں سے ان کی فہم و دانش کے مطابق بات کرو) پر عامل رہتے ہیں، ان کا مقصد تذکیر ہوتا ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کو ٹکنیکل معیار سے پرکھنا حماقت ہے۔ (مترجم)

مِنھَا

اسی خطبے کا وہ حصّہ جس میں فرشتوں اور آسمانی مناظر کی نقشہ کشی فرمائی ہے۔

ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهُ لِإِسْكَانِ سَمٰوَاتِهِ وَعِمَارَةِ الصَّفِيحِ الْأَعْلٰى مِنْ مَلَكُوتِهِ خَلْقاً بَدِيعاً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، وَمَلَأَ بِهِمْ فُرُوجَ فِجَاجِهَا، وَحَشَا بِهِمْ فُتُوقَ أَجْوَائِهَا، وَبَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِينَ مِنْهُمْ فِي حَظَائِرِ الْقُدُسِ، وَسُتُرَاتِ الْحُجُبِ، وَسُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ، وَوَرَاءَ ذٰلِكَ الرَّجِيجِ الَّذِي تَسْتَكُّ مِنْهُ الْأَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُورٍ تَرْدَعُ الْأَبْصَارَ عَنْ بُلُوغِهَا، فَتَقِفُ

پھر اس پاک پروردگار نے اپنے آسمانوں اور اپنی ملکوت کے عرش بلند کو آباد کرنے کے لیے اپنے مخلوق کی عجیب ترین (و بدیع) قسم ملائکہ کو پیدا کیا۔ جن سے فضائے آسمانی کے شگافوں کے راستوں کو پُر کردیا، اور اب ان کشادہ منزلوں، پاک اور پاکیزہ مکانوں اور پردہ ہائے عظمت وبلند قدری کے پیچھے اس کی تسبیح کرنے والے ملائکہ کی آوازیں گونج رہی ہیں، جن سے کان گنگ ہیں، ان کی پشت پر درخشندگیٔ نور کا وہ منظر ہے کہ آنکھیں طاقتِ دیدار نہیں رکھتیں جس کے باعث نگاہیں ٹھٹھک کے رہ جاتی ہیں۔

ان ملائکہ کو خدا نے طرح طرح صورتوں اور رنگا رنگ حالات

خَاسِئَةً عَلٰی حُدُوْدِهَا - وَاَنْشَاَهُمْ عَلٰی صُوَرٍ
مُخْتَلِفَاتٍ وَ اَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ اُولِیْ اَجْنِحَةٍ
تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهٖ ، لَا یَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ
فِی الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهٖ وَلَا یَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ
یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا مَعَهٗ مِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ "بَلْ
عِبَادٌ مُکْرَمُوْنَ ، لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ
بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ " - جَعَلَهُمْ فِیْمَا هُنَالِكَ
اَهْلَ الْاَمَانَةِ عَلٰی وَحْیِهٖ ، وَحَمَّلَهُمْ اِلَی
الْمُرْسَلِیْنَ وَدَائِعَ اَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ ، وَعَصَمَهُمْ
مِنْ رَیْبِ الشُّبُهَاتِ ، فَمَا مِنْهُمْ زَائِغٌ
عَنْ سَبِیْلِ مَرْضَاتِهٖ - وَاَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ
الْمَعُوْنَةِ ، وَاَشْعَرَ قُلُوْبَهُمْ تَوَاضُعَ اِخْبَاتِ
السَّکِیْنَةِ وَفَتَحَ لَهُمْ اَبْوَابًا ذُلُلًا اِلٰی تَمَاجِیْدِهٖ
وَنَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا وَاضِحَةً عَلٰی اَعْلَامِ تَوْحِیْدِهٖ
لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوْصِرَاتُ الْاٰثَامِ وَلَمْ
تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ ، وَلَمْ
تَرْمِ الشُّکُوْكُ بِنَوَازِعِهَا عَزِیْمَةَ اِیْمَانِهِمْ
وَلَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُوْنُ عَلٰی مَعَاقِدِ
یَقِیْنِهِمْ وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْاِحَنِ
فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَلَا سَلَبَتْهُمُ الْحَیْرَةُ
مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهٖ بِضَمَائِرِهِمْ
وَسَکَنَ مِنْ عَظَمَتِهٖ وَهَیْبَةِ جَلَالِهٖ
فِیْ اَثْنَاءِ صُدُوْرِهِمْ - وَلَمْ تَطْمَعْ

ہیں خلق فرمایا ہے کہ ہمہ وقت اس کی بزرگی و عظمت کے ثناخوان رہتے
ہیں، یہ کئی کئی پَر رکھنے والے ملائکہ اس کی بلندی عزت کی تسبیح
کیا کرتے ہیں ، اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں اور صنعتوں میں سے
جو چیزیں آشکار و ہویدا ہیں انھیں اپنی جانب منسوب نہیں
کرتے[1] اور نہ اس امر کا ادعا کرتے ہیں کہ جن چیزوں کو خدا نے
تن تنہا پیدا کیا ہے ان کی تخلیق میں یہ بھی شریک ہیں[2] - بلکہ یہ
وہ بندگان گرامی ہیں، جو کبھی فرمان الٰہی سے سرتابی نہیں کرتے ،
ہمیشہ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں - ان میں سے بعض اپنے مقام
پر وحی خداوندی کے امانت دار ہیں ، اور اپنے نبیوں کی طرف اپنے
احکام و فرامین کا بار انہی پر ڈالا ہے اور ان فرشتوں کو ہر قسم کے
شک و شبہ سے معصوم کر دیا ہے ، پس ان میں سے کوئی ایسا نہیں
ہے جو رضاء خداوندی سے منحرف ہو جائے اور عبادت کرنے کے
اسباب مہیّا کرنے میں ان کی مدد فرمائی - اور اپنے کرم سے تواضع
کو (جو مستلزم فروتنی و وقار و آرام ہے) ان کا شعار قرار دے دیا ،
اور ان پر سپاس گزاری ، اور حمد خوانی کے دروازے کھول کر (ان
کی مشکل ہیں) آسانی کر دی اور توحید و یگانگی خداوندی کی آشکار
علامتیں (دلیلیں) ان کے لیے قائم کر دیں ، گناہوں کے بار نے ان
کی پشت کو بوجھل نہیں بنایا ، نہ شب و روز کے انقلاب و تغیّر نے
ان میں کسی طرح کی پیدا کی ، شکوک و شبہات نے ان پختہ ایمانوں پر
تیر اندازی نہیں کی اور خیالات (فاسد) نے ان کے یقین سے معرکے
نہیں لڑے (وہ کامل الایمان ہیں) کینے نے ان کے دلوں میں (حسد
کی) آگ نہیں بھڑکائی اور نہ حیرت و سرگشتگی نے اس معرفت و شناسائی
حق کو چھینا ، جو ان کے سینوں (دلوں) میں گھر کر چکی تھی ، حق تعالیٰ

[1] برخلاف انسان کے کہ وہ دعوائے ربوبیت سے بھی نہیں چوکتا۔
[2] اپنے تئیں خدا کا شریک نہیں بتاتے ، حالانکہ کفار مکہ ملائکہ کو شریک خدائی سمجھتے تھے۔

فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلَى فِكْرِهِمْ۔

مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِي خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ، وَفِي عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ، وَفِي قَتْرَةِ الظَّلَامِ الْأَيْهَمِ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَدْ خَرَقَتْ أَقْدَامُهُمْ تُخُومَ الْأَرْضِ السُّفْلَى، فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ وَتَحْتَهَا رِيحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلَى حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ الْمُتَنَاهِيَةِ، قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ، وَوَصَلَتْ حَقَائِقُ الْإِيمَانِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، وَقَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ إِلَى الْوَلَهِ إِلَيْهِ، وَلَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَى مَا عِنْدَ غَيْرِهِ، قَدْ ذَاقُوا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهِ، وَشَرِبُوا بِالْكَأْسِ الرَّوِيَّةِ مِنْ مَحَبَّتِهِ، وَتَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَشِيجَةُ خِيفَتِهِ، فَحَنَوْا بِطُولِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُورِهِمْ، وَلَمْ يُنْفِدْ طُولُ الرَّغْبَةِ إِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ، وَلَا أَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوعِهِمْ وَلَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْإِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوا مَا سَلَفَ مِنْهُمْ وَلَا تَرَكَتْ لَهُمُ اسْتِكَانَةُ الْإِجْلَالِ نَصِيباً فِي تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ، وَلَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيهِمْ عَلَى طُولِ دُؤُوبِهِمْ، وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ وَلَمْ تَجِفَّ لِطُولِ الْمُنَاجَاةِ أَسَلَاتُ أَلْسِنَتِهِمْ

کی عظمت و بزرگی ان کے دلوں میں راسخ ہوگئی، شیطانی وسوسے ان کی طمع نہیں کرتے کہ ان کے فکر و اندیشہ پر اپنی بدریانتی کے ساتھ مسلط ہوسکیں۔

ان فرشتوں میں ایک دستہ وہ ہے کہ ابر پُر باراں، کوہ بلند و بزرگ تر اور راستہ بھلا دینے والی تاریکی اور تیرگی میں موجود ہے۔

اور انہی فرشتوں میں بعض وہ ہیں جن کے قدم زمین میں سوراخ کر کے آخری نقطۂ زمین تک پہنچ چکے ہیں اور ان کے یہی وہ قدم ہیں جو پرچم سفید کی مانند فضا میں نصب ہیں، ان کے قدموں کے نیچے وہ تیز ہوا ہے جو انہیں ان کی قیام گاہ میں روکے ہوئے ہے، خدا کی عبادت و بندگی نے انھیں ہر کام سے روک رکھا ہے۔ ان کے ایمان اور معرفت پروردگار نے انھیں ہر وسیلہ سے بیگانہ کر دیا ہے۔ ان کے یقین محکم نے انھیں ہر دوسری چیز سے روگرداں کر دیا ہے شدّتِ شوق و دوستیٔ خدا کے جذبہ نے ان کی تمام توجّہ صرف اسی کی طرف مرکوز کر رکھی ہے، جو کچھ چاہتے ہیں اسی سے طلب کرتے ہیں کسی دوسرے سے امید و توقع نہیں رکھتے، معرفت (الہٰی) کی حلاوت اور شیرینی اُس جام سے چکھ چکے ہیں جو سیر کر دینے والا ہے اور محبت و دوستیٔ خدا سے مملو ہے، خدا کا خوف ان کے سویدائے قلب میں جما ہُوا ہے، طاعت و بندگی کی کثرت نے ان کی کمر خم کر دی ہے، مگر خدا کی جانب میل و رغبت کی کثرت نے اس کی بارگاہ میں ان کے تضرع و زاری کو کم نہیں کیا ہے، بلندی مرتبت و منزلت نے فروتنی کے علائق ان کی گردن سے جدا نہیں کیے۔

عجب و خود پسندی نے ان میں راہ نہیں پائی ہے، کہ اپنی ماضی کی عبادت و ریاضت کو بہت سمجھیں، عظمت الہٰی کے سامنے ان کی عاجزی نے ان کے اچھے اعمال کے لیے اہمیت کا کوئی حصّہ نہیں چھوڑا (اب وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ ہم نے اچھے اعمال کیے ہیں (یا) رچا ہے جتنی) زیادہ عبادت اور بندگی کریں، مگر (کسی طرح کی) سُستی

وَلَا مَلَكَتْهُمُ الْاَشْغَالُ فَتَقْطَعَ بِهَمْسِ الْجُؤَارِ اِلَيْهِ اَصْوَاتَهُمْ، وَلَمْ تَخْتَلِفْ فِي مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ وَلَمْ يَثْنُوا اِلٰى رَاحَةِ التَّقْصِيْرِ فِيْ اَمْرِهٖ رِقَابَهُمْ، وَلَا تَعْدُوْ عَلٰى عَزِيْمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ وَلَا تَنْتَضِلُ فِيْ هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ، قَدِ اتَّخَذُوْا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيْرَةً لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ، وَيَمَّمُوْهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ بِرَغْبَتِهِمْ، لَا يَقْطَعُوْنَ اَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهٖ، وَلَا يَرْجِعُ بِهِمُ الْاِسْتِهْتَارُ بِلُزُوْمِ طَاعَتِهٖ، اِلَّا اِلٰى مَوَادَّ مِنْ قُلُوْبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِّنْ رَّجَائِهٖ وَمَخَافَتِهٖ، لَمْ تَنْقَطِعْ اَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ فَيَنُوْا فِيْ جِدِّهِمْ، وَلَمْ تَاْسِرْهُمُ الْاَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوْا وَشِيْكَ السَّعْيِ عَلٰى اِجْتِهَادِهِمْ، وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوْا مَا مَضٰى مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوِ اسْتَعْظَمُوْا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِيْ رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوْءُ التَّقَاطُعِ وَلَا تَوَلَّاهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ وَلَا تَشَعَّبَتْهُمْ مَصَارِفُ الرِّيَبِ، وَلَا اقْتَسَمَتْهُمْ اَخْيَافُ الْهِمَمِ۔

ان پر طاری نہیں ہوتی، نہ ان کی رغبتوں میں کمی ہوتی ہے کہ اپنے رب سے امید واری کی آنکھیں بند کرلیں (اور غیر سے لو لگالیں) اور (خدا سے) طول مناجات اور راز و نیاز کی کثرت (اطراف) زبان کو خشک نہیں کردیتی، نہ دوسرے مصروفیات ان پر غالب ہوتے ہیں کہ خدا سے راز و نیاز، (مناجات) کا سلسلہ منقطع ہوجائے، اور جس مقام پر یہ طاعت و عبادت کے لیے کھڑے ہیں، ان کے کاندھے (پہلو) اِدھر اُدھر نہیں ہوتے، نہ اس کے احکام میں راحت طلبی کے لیے گردن موڑتے ہیں، نہ ان کے پختہ ارادوں پر غفلتوں کی خود فراموشی غالب آنے پاتی ہے۔ نہ ان کی ہمتوں پر گمراہ کن خواہشوں کے تیر برستے ہیں کہ (وہ طاعتِ الٰہی سے الگ ہوجائیں) انہوں نے دارائے عرش (خداوند سبحانہ) کو روز حاجت و نیازمندی کے لیے ذخیرہ بنالیا ہے۔ اور جب اس کی مخلوق (دوسری) مخلوقات کی طرف متوجہ تھی اس وقت بھی انہوں نے اپنے شوق کی وجہ سے ادھر ہی رخ رکھا۔ یہ کبھی بھی حد عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچتے[1] اور اگر انھیں پابندی اطاعت کا شوق پلٹاتا ہے تو انہی چشموں کی طرف، جو امید و بیم سے کبھی خالی نہیں ہوتے، (یعنی ہمیشہ مصروف عبادت ہی رہتے ہیں) اور عذاب الٰہی سے خوف کا سبب کبھی ان کی نظر سے نہیں ہٹتا، کہ اپنی کوشش سے دست بردار ہو کر سستی اور غفلت کے شکار بن جائیں، طمع (دنیوی) انہیں اسیر گرفتار نہیں کرپاتی کہ معمولی سی کوشش کو اپنی جد و جہد پر ترجیح دیں۔ جو اعمال و طاعات ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ انھیں یہ بزرگ اور گراں مایہ نہیں سمجھتے، اور اگر ان کو بڑا سمجھتے ہوتے تو امید ثواب و خوفِ خدا کو ان (کے قلوب) سے زائل کردیتا، وہ شیطان کے غلبہ سے اپنے پروردگار

---

[1] خداوند متعال کی معرفت کے مدارج و مراتب غیر متناہی ہیں، جس مرتبہ اور درجہ کی یہ تحصیل کرلیتے ہیں اس کے بعد اس سے بلند تر کے لیے مصروف ہوجاتے ہیں۔ خودپسند انسانوں کی طرح یہ کسی عمل کو قابلِ فخر اور کسی منزل کو آخری منزل نہیں مانتے۔

کے بارے میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور بدی و دشمنی انھیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتی، اور ایک دوسرے پر حسد و کینہ ان پر راہ نہیں پاتا۔ اور انواع شک و ریب نے ان پر غلبہ نہیں پایا اور ان کی ہمت و پختہ ارادے بٹتے نہیں۔

فَهُمْ أُسَرَاءُ إِيمَانٍ لَمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَلَا وَنًى وَلَا فُتُورٌ، وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ، أَوْ سَاعٍ حَافِدٌ، يَزْدَادُونَ عَلَى طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْمًا، وَتَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِي قُلُوبِهِمْ عِظَمًا۔

پس فرشتگان خدا اسیر و گرفتار ایمان ہیں، حق و ایمان سے روگردانی انھیں ایمان سے جدا نہیں کرتی، اور طبقات آسمانی میں تل بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ بہ حالت سجدہ موجود نہ ہو، یا کوئی فرشتہ حکم باری کی بجا آوری میں سعی و کوشش نہ کر رہا ہو، یہ اپنے خدا کی کثرت طاعت و بندگی سے اپنے علم و یقین میں اضافہ کرتے ہیں اور اپنے قلوب میں اس کی عزت و عظمت کو بڑھاتے رہتے ہیں (یعنی ہر وقت اور ہر حال میں یہ خدا سے وابستہ رہتے ہیں، کبھی اس کا دامن نہیں چھوڑتے)

مِنْہَا

تقریر کے اس جزو میں امیر المومنین نے زمین کی کیفیت خلق، اور اس کی صفت نیز انسان اول (آدمؑ) کی تخلیق اور آدمیوں کی ذہنی، و عملی کوتاہیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَى مَوْرِ أَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ، تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا وَتَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ أَثْبَاجِهَا، وَتَرْغُو زَبَدًا كَالْفُحُولِ عِنْدَ هِيَاجِهَا، فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا، وَسَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا وَذَلَّ مُسْتَخْذِيًا إِذْ تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا، فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ سَاجِيًا

خداوند متعال نے زمین کو متحرک و طوفان خیز موجوں پر بچھا دیا، ان دریاؤں پر کہ پانی سے پُر اور مملو تھیں، ایسی حالت میں کہ ان دریاؤں کی بلند و بالا موجیں متلاطم تھیں اور آپس میں ایک دوسرے کو دھکیل رہی تھیں اور ان میں اس طرح (آواز اور) جھاگ دے رہی تھیں جیسے مست حیوان نر کہ مستی میں جن کے منہ کف سے بھر جاتے ہیں۔ ان تلاطم خیز موجوں کی سرکشی بار زمین سے دب گئی اور اس کے تلاطم کا جوش جب زمین نے اسے اپنے سینہ سے دبا لیا تو قابو میں آگیا، اور جب اس پر اپنے شانوں (پہلوؤں) کے ساتھ حرکت کرنے لگی

مقهوراً وفي حكمة الذل منقاداً أسيراً وسكنت الأرض مدحوة في لجة تياره، وردت من نخوة بأوه واعتلائه وشموخ أنفه وسمو غلوائه، وكعمته على كظة جريته، فهمد بعد نزقاته ولبد بعد زيفان وثباته۔

فلما سكن هيج الماء من تحت أكنافها وحمل شواهق الجبال الشمخ البذخ على أكتافها، فجر ينابيع العيون من عرانين أنوفها، وفرقها في سهوب بيدها وأخاديدها، وعدل حركاتها بالراسيات من جلاميدها، وذوات الشناخيب الشم من صياخيدها: فسكنت من الميدان لرسوب الجبال في قطع أديمها وتغلغلها متسربة في جوبات خياشيمها، وركوبها أعناق سهول الأرضين وجراثيمها وفسح بين الجو وبينها واعد الهواء متنسماً لساكنها، وأخرج إليها أهلها على تمام مرافقها ثم لم يدع جرز الأرض التي تقصر مياه العيون عن روابيها، ولا تجد جداول الأنهار ذريعة إلى بلوغها حتى أنشأ لها ناشئة سحاب تحيي مواتها وتستخرج نباتها، ألف غمامها بعد افتراق لمعه وتباين قزعه حتى إذا تمخضت لجة

تو یہ آب (تند) ذلیل وشکستہ بن گیا (ساکن ہوگیا) اور ذلّت کی آہنی لگام میں جکڑا ہوا فرمانبردار اسیر وگرفتار بن گیا اور فرش زمین تیز و رواں موجوں کے اوپر ٹھہر گیا۔ اور اس (زمین) نے پانی کی نازفرمائی وسربلندی، تکبرو خودسری اور بھرپور بہاؤ کو شکنجہ میں لے لیا۔ تو اس کی طغیانی کے بعد رکا، اور اپنی اچھل کود کے بعد دھیما ہوگیا۔

توجب زمین تلے دب کر پانی کا جوش کم ہُوا تو خدا نے اس کے مختلف) گوشوں پر بڑے بڑے پہاڑ نصب کردیے اور زمین کے اوپر پانی کے چشموں کا راستہ پیدا فرمایا اور انھیں کشادہ میدانوں اور ان کے اطراف وجوانب میں پراگندہ کردیا۔ اور زمین کی حرکت کو پہاڑوں کے سنگ سخت وعظیم وبلند (چوٹیوں، چٹانوں) کے باعث معتدل کردیا، چنانچہ وہ اپنی سطح کے مختلف قطعات میں پہاڑوں کے پیوست ہونے اور شگافوں میں ان کے پھنس جانے (علاوہ ازیں) پست وبلند حصۂ زمین پر ان کے مسلط ہوجانے کے باعث وہ ہلنے سے رک گئی۔

اور خدائے تعالیٰ نے زمین اور فضا کے مابین فراخی پیدا کی۔ اور اس میں ہوا کو زمین پر رہنے والوں کے سانس لینے کی جگہ بنایا، اور پھر اس کے ساکنوں کو ان کے تمام احتیاجات وضروریات کے ساتھ اس کی طرف بھیج دیا، پھر اس زمین بے پناہ کو کہ پانی کے چشموں اور نہروں کی رسائی جہاں تک محال ہے ان کے حال پر نہ چھوڑا اور ابر کو جو کہ (دوش) ہوا پر (سوار رہتا ہے) پیدا کیا تاکہ اس کے مردہ کو زندہ کردے، نبات اگائے، پھر پارہ ہائے ابر درخشاں کو کہ زمین پر برسنے کے لیے آمادہ، لیکن ایک دوسرے سے جدا تھے، بہم پیوست کیا یہاں تک کہ ابر سفید کہ پانی سے بھرا ہُوا تھا، جنبش میں آیا اور اس کے گوشوں میں برق چشمک زنی کرنے لگی اور اس کے تہہ بہ تہہ گہرے پردوں میں

الْمُزْنِ فِيهِ، وَالْتَمَعَ بَرْقُهُ فِي كُفَفِهِ، وَلَمْ يَنَمْ وَمِيضُهُ فِي كَنَهْوَرِ رَبَابِهِ وَمُتَرَاكِمِ سَحَابِهِ أَرْسَلَهُ سَحّاً مُتَدَارِكاً، قَدْ أَسَفَّ هَيْدَبُهُ تَمْرِيهِ الْجَنُوبُ دِرَرَ أَهَاضِيبِهِ وَدُفَعَ شَآبِيبِهِ، فَلَمَّا أَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بَوَانَيْهَا، وَبَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُولِ عَلَيْهَا، أَخْرَجَ بِهِ مِنْ هَوَامِدِ الْأَرْضِ النَّبَاتَ، وَمِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْأَعْشَابَ فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا وَتَزْدَهِي بِمَا أُلْبِسَتْهُ مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيرِهَا وَحِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ أَنْوَارِهَا، وَجَعَلَ ذَلِكَ بَلَاغاً لِلْأَنَامِ، وَرِزْقاً لِلْأَنْعَامِ، وَخَرَقَ الْفِجَاجَ فِي آفَاقِهَا، وَأَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِينَ عَلَى جَوَادِّ طُرُقِهَا۔

اس کی چمک آسودہ نہ ہوئی، تو پھر اس ابر سے رم جھم پانی برسنے لگا۔ وہ زمین سے قریب ہوگیا، جنوبی ہواؤں نے اسے حرکت دی اور پانی ابر سے یوں دوہا جانے لگا، جس طرح جانور کے تھن سے دودھ دوہا جاتا ہے، پھر جب (ناقہ) ابر نے اپنا سینہ زمین پر ٹیکا[1] (تو پانی برسنے لگا۔) اور زمین کے لیے آب وگیاہ ہوگیا، سرسبز پودوں سے اور خشک پہاڑ ہری ہری گھاس سے بھر گئے، پس زمین نے اپنے مرغزاروں سے زینت حاصل کی اور خوش ہوئی اور جو کچھ اس میں روئیدگی سے نمایاں ہوا مثلاً شگوفے، گلِ درخشندہ وتازہ وغیرہ ان پر فخر کرنے لگی، اور خدائے بزرگ وبرتر نے نباتات کو انسانی غذا اور حیوانات کا چارہ بنایا۔ اور زمین کے اطراف میں کشادہ راستے[2] نمودار ہوئے۔ ان راستوں پر رہروی کرنے والوں کے لیے علامات ونشانات قائم کردیے گئے[3]

فَلَمَّا مَهَّدَ أَرْضَهُ وَأَنْفَذَ أَمْرَهُ اخْتَارَ آدَمَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) خِيَرَةً مِنْ خَلْقِهِ، وَجَعَلَهُ أَوَّلَ جِبِلَّتِهِ، وَأَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ، وَأَرْغَدَ فِيهَا أُكُلَهُ، وَأَوْعَزَ إِلَيْهِ فِيمَا نَهَاهُ عَنْهُ، وَأَعْلَمَهُ أَنَّ فِي الْإِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهِ وَالْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهِ، فَأَقْدَمَ عَلَى مَا نَهَاهُ

پس جب خدائے بزرگ وبرتر زمین کو ہموار کرچکا اور اپنا حکم (آفرینش انسان) نافذ کرچکا، تو آدم علیہ السلام کو منتخب فرماکر اپنی ساری مخلوقات سے افضل اور برتر قرار دیا اور انھیں سب سے پہلا انسان بناکر خلق کیا، انھیں اپنی جنت میں آباد کیا اور ان کی روزی کا وہاں بندوبست کیا اور جس چیز کے کھانے سے منع کیا تھا۔ اسے پہلے سے بتادیا اور یہ بھی بتادیا کہ اس معاملہ میں اقدام وعمل معصیت ونافرمانی ہے اور ان کے مقام ومنزلت

---

[1] یعنی اپنا بوجھ اتارا۔ [2] تاکہ جہاں چاہیں جا آسکیں۔ [3] جیسے ستارے، پہاڑ وغیرہ کہ ان سے راہ معلوم ہوتی ہے۔ قرآن میں خدا نے کہا ہے: "اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ"

(ن - طہران ص۲۵۲)

عَنْهُ مُوَافَاةً لِسَابِقِ عِلْمِهِ، فَأَهْبَطَهُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ أَرْضَهُ بِنَسْلِهِ، وَلِيُقِيمَ الْحُجَّةَ بِهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ، وَيَصِلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ وَمُتَحَمِّلِي وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حُجَّتُهُ، وَبَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَنُذُرُهُ۔

وَقَدَّرَ الْأَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَقَلَّلَهَا، وَقَسَّمَهَا عَلَى الضِّيقِ وَالسَّعَةِ، فَعَدَلَ فِيهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ أَرَادَ بِمَيْسُورِهَا وَمَعْسُورِهَا، وَلِيَخْتَبِرَ بِذَلِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَفَقِيرِهَا، ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيلَ فَاقَتِهَا، وَبِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ آفَاتِهَا، وَبِفُرَجِ أَفْرَاحِهَا غُصَصَ أَتْرَاحِهَا، وَخَلَقَ الْآجَالَ فَأَطَالَهَا وَقَصَّرَهَا، وَقَدَّمَهَا وَأَخَّرَهَا، وَوَصَلَ بِالْمَوْتِ أَسْبَابَهَا، وَجَعَلَهُ خَالِجًا لِأَشْطَانِهَا، وَقَاطِعًا لِمَرَائِرِ أَقْرَانِهَا۔

کے لیے خطرناک نقصان دہ ہے لیکن آدم نے منع کردہ کام کی طرف[1] قدم بڑھا دیا — گویا علم باری کی صداقت ظاہر ہو گئی۔

پھر خدا نے توبہ کے بعد انہیں زمین پر اتار دیا تاکہ اپنی نسل سے اس کی زمین کو آباد کریں، اور اپنے بندوں پر اسے محبت اور راہ نما قرار دیا، پھر جب اس کی روح قبض کی، تو کبھی بھی لوگوں کو ربوبیت و معرفت وشناسائی کی حجت سے خالی نہیں چھوڑا، بلکہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی زبانی ہمیشہ حجتوں کو ہر زمانے میں دہراتا رہا، یہاں تک کہ اس کی حجت ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوئی، اور پھر کسی طرح کا مقام عذر باقی نہ رہا اور غضب خدا سے ڈرانے کا کام انتہا کو پہنچ گیا۔

خدا نے اپنے فضل سے، لوگوں کی روزی مقدر کی، اُسے کم او زیادہ کیا، تنگی اور فراخی کے ساتھ اس کی تقسیم کی، اور اس تقسیم میں عدالت کو ہر طرح ملحوظ رکھا، تاکہ حصول روزی کی آسانی یا دشواری کے بعد جس کو چاہے آزمائش کرے اور دولتمند کے شکر اور فقیر کے صبر کو پرکھ لے[2]۔ پھر اس نے روزی کی فراخی کے ساتھ فقر و پریشانی کی سختی ملا دی اور اشخاص کی سلامتی کے ساتھ، آفت ناگہانی کو پیوست کر دیا، اور شادی بے انتہا کے ساتھ، غصہ اور اندوہ کو گلوگیر کر دیا[3]۔

اور خدا نے مدت عمر متعین فرمائی کسی کو عمر دراز کسی کو عمر کوتاہ، کسی کو پہلے پیدا کیا، کسی کو بعد میں، اس کے بعد اسباب اور موجبات موت فراہم کر دیے۔ اور موت کو عمر دراز کی طنابیں کھینچنے والا اور عمر کوتاہ کی رسیوں کو پارہ پارہ کر دینے والا بنا دیا[4]۔

---

[1] وعصٰی آدم ربہ فغوی۔ [2] یعنی یہ دیکھ لے کہ دولت مند راہِ خدا میں اتفاق کر کے عملی شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور فقیر صبر و شکیبائی کا ثبوت دے کر استحقاق ثابت کرتا ہے یا نہیں۔ [3] یعنی غنی کو فقیر، تندرست کو بیمار، اور شادمان کو غمگین کر دیا، تاکہ دیکھے اب وہ کیا رُخ اختیار کرتا ہے۔

[4] تاکہ مرنے کے لیے موت و ضعف کو معیار نہ سمجھ لیا جائے۔

عَالِمُ السِّرِّ مِن ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ، وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِينَ، وَخَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ وَعُقَدِ عَزِيمَاتِ الْيَقِينِ، وَمَسَارِقِ إِيمَاضِ الْجُفُونِ، وَمَا ضَمِنَتْهُ أَكْنَانُ الْقُلُوبِ، وَغَيَابَاتُ الْغُيُوبِ، وَمَا أَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهِ مَصَائِخُ الْأَسْمَاعِ، وَمَصَائِفِ الذَّرِّ وَمَشَاتِي الْهَوَامِّ وَرَجْعِ الْحَنِينِ مِنَ الْمُوَلَّهَاتِ وَهَمْسِ الْأَقْدَامِ وَمُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ غُلُفِ الْأَكْمَامِ وَمُنْقَمَعِ الْوُحُوشِ مِنْ غِيرَانِ الْجِبَالِ وَأَوْدِيَتِهَا وَمُخْتَبَإِ الْبَعُوضِ بَيْنَ سُوقِ الْأَشْجَارِ وَأَلْحِيَتِهَا وَمَغْرِزِ الْأَوْرَاقِ مِنَ الْأَفْنَانِ، وَمَحَطِّ الْأَمْشَاجِ مِنْ مَسَارِبِ الْأَصْلَابِ وَ نَاشِئَةِ الْغُيُومِ وَمُتَلَاحِمِهَا، وَدُرُورِ قَطْرِ السَّحَابِ فِي مُتَرَاكِمِهَا، وَمَا تَسْفِي الْأَعَاصِيرُ بِذُيُولِهَا، وَتَعْفُو الْأَمْطَارُ بِسُيُولِهَا، وَعَوْمِ نَبَاتِ الْأَرْضِ فِي كُثْبَانِ الرِّمَالِ،

وَمُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْأَجْنِحَةِ بِذُرَى شَنَاخِيبِ الْجِبَالِ، وَتَغْرِيدِ ذَوَاتِ الْمَنْطِقِ فِي دَيَاجِيرِ الْأَوْكَارِ، وَمَا أَوْعَبَتْهُ الْأَصْدَافُ وَحَضَنَتْ عَلَيْهِ أَمْوَاجُ الْبِحَارِ وَمَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ أَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ، وَمَا اعْتَقَبَتْ عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدَّيَاجِيرِ، وَسُبُحَاتُ النُّورِ، وَأَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ، وَحِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ، وَرَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ وَتَحْرِيكِ كُلِّ شَفَةٍ

اور وہ خداوند متعال، رازداروں کے رازوں کو جانتا ہے اور چپکے چپکے باتیں کرنے والوں کی باتیں سنتا ہے، دل میں جو اندیشے ظن و گمان کے باعث جگہ بنا لیتے ہیں ان سے واقف ہے، پختہ ارادوں، دزدیدہ نظروں، دل کی چھپی ہوئی باتوں، غیب در غیب معاملات کا دانا و بینا ہے اور وہ باتیں جنھیں سوراخ گوش چوری چھپے سُن لیتا ہے، اس کے علم میں ہیں، وہ سوراخ کہ جن میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں گرمی میں اور حشرات و گزندے جاڑے میں پناہ لیتے ہیں، اس کی نظر میں ہیں اور ماں اور اولاد کے فراق کے وقت کی صدائے گریہ وہ سنتا ہے (چلنے والوں کی) چاپ، میوہ کا مقام نمو کہ درختوں کے رگ و ریشہ کے غلاف میں ہے، غاروں اور پہاڑوں اور درّوں میں جائے پناہ بنانے والے حیوانات کے خفیہ اڈے، درختوں اور ان کی چھالوں کے بیچوں بیچ مچھروں کے چھپ کر رہنے کی جگہیں، شاخوں سے پتوں کے اُگنے کے احوال، صلب کے راستے، گرمی اور سردی سے مرکب نطفہ کے گرنے کا مقام، اونچے اونچے بادلوں، پھر ان کے باہم پیوست ہو جانے والے ٹکڑوں اور بارش کی بوندیں گرنے کی جگہ، اور اُن چیزوں سے کہ بگولے جنھیں پراگندہ کر دیتے اور سیل باراں جنھیں نابود کر دیتا ہے — ان سب کا وہ رمز آشنا ہے۔

ریگستان میں حشرات کے رہنے اور چلنے کی جگہ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرندوں کے آشیانے، تاریک نشیمنوں میں مرغانِ ہوا کی نغمہ سرائی، صدف (کے پردے میں) رہنے والی چیزوں (لؤلؤ و مرجان) جنھیں دریا کی موجیں پرورش کرتی ہیں اور جنھیں رات کی تاریکی ڈھانپ لیتی ہے اور آفتاب کی روشنی نمایاں کر دیتی ہے۔ جن پر پے در پے تاریکی کے پردے اور درخشندگی کی روشنی پڑتی رہتی ہے ان سب کا علم ہے۔ علاوہ ازیں، نشانِ قدم، ہر آہستہ آواز، ہر حرکت، ہر سخن، ہر جنبش لب، ہر ذرہ ذرہ کی مقدار و وزن

ومستقر كل نسمة، ومثقال كل ذرة، وهماهم كل نفس هامة، وما عليها من ثمر شجرة، أو ساقط ورقة، أو قرارة نطفة أو نقاعة دم ومضغة، أو ناشئة خلق وسلالة.

لم تلحقه في ذلك كلفة، ولا اعترضته في حفظ ما ابتدع من خلقه عارضة، ولا اعتورته في تنفيذ الأمور وتدبير المخلوقين ملالة ولا فترة، بل نفذهم علمه، وأحصاهم عده، ووسعهم عدله، وغمرهم فضله، مع تقصيرهم عن كنه ما هو أهله.

اللهم أنت أهل الوصف الجميل، والتعداد الكثير، إن تؤمل فخير مأمول، وإن ترج فأكرم مرجو.

اللهم وقد بسطت لي فيما لا أمدح به غيرك، ولا أثني به على أحد سواك، ولا أوجهه إلى معادن الخيبة ومواضع الريبة، وعدلت بلساني عن مدائح الآدميين والثناء على المربوبين المخلوقين.

ہر جاندار کی جائے قرار، ہر صدائے آہستہ کا ہمہمہ، اور ہر نفس کا ارادہ اور ہر وہ چیز جو روئے زمین پر موجود ہے وہ میوہ ہو یا برگ درخت جو اس سے گرتا ہے، یا رحم کہ جہاں نطفہ ٹھہرتا ہے، یا خون جو وہاں جمع ہوتا اور جمتا یا گوشت کا لوتھڑا یا وہ پیکر وصورت، جو پیدا اور متولد ہو، یہ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔

اور اس (تمام) علم سے (انسانوں کی طرح) اسے تھکاوٹ اور تکان نہیں ہوتی اور جو کچھ وہ خلق فرما چکا اس کی نگہداری میں بھی اسے ذرہ بھر کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے۔ احکام نافذ کرنے اور مخلوقات کی تدبیر (وانتظام) میں تھکن اور سستی نہیں ہوتی، اس کا علم سب میں کار فرما ہے اور سب کو محیط ہے۔ اس کا دامن انصاف سب کے لیے وسیع ہے اور اس کا فضل سب کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ حالانکہ وہ (بندے) اس کی عظمت کے لحاظ سے کوتاہیاں کرتے ہیں۔

بارخدایا! تو ہی بہترین صفات کا اہل ہے اور تیری نعمت بے پایاں زیادہ سے زیادہ شمار کی مستحق! اگر تجھ سے امید کی جاتی ہے، تو تو سب سے بہتر امیدگاہ ہے اور تیری ذات سے آس لگائی جاتی ہے تو تو بہترین سہارا ہے۔

میرے اللہ! تو نے مجھے (قوت گویائی اور بولنے کی) قدرت دی جس سے میں تیرے سوا کسی کی مدح اور تیرے علاوہ کسی کی ثنا نہیں کرتا![1] اور نہ میں ناکامی کے خزانوں اور مقامات شک کی طرف رخ کرتا ہوں، آدمیوں کی مدح اور تیرے پیدا کیے ہوئے اور تجھ سے پرورش پانے والوں کی ثنا سے میری زبان آلودہ نہیں ہوتی۔

[1] یعنی تیرے سوا کسی کی مدح وثناء نہیں کرتا جو لوگ صاحب دولت وثروت اور قوت وطاقت ہیں ان کی بھی نہیں کیونکہ تیری جناب میں وہ بھی کمتر اور بیچارے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ! وَ لِكُلِّ مُثْنٍ عَلٰى مَنْ اَثْنٰى عَلَيْهِ مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَاءٍ اَوْ عَارِفَةٌ مِنْ عَطَاءٍ وَ قَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلاً عَلٰى ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَ كُنُوزِ الْمَغْفِرَةِ۔

اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا مَقَامُ مَنْ اَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي هُوَ لَكَ، وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ وَبِي فَاقَةٌ اِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا اِلَّا فَضْلُكَ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا اِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ، فَهَبْ لَنَا فِي هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ وَاَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْاَيْدِي اِلٰى سِوَاكَ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

بارِ خدایا!

ہر ثنا کرنے والا اپنی ثنا کے اجر کی توقع رکھتا ہے، میں تجھ سے امید وار ہوں کہ توشہ ہائے رحمت کی طرف میری رہنمائی فرما اور گنج ہائے مغفرت کا مجھے راستہ دکھا۔[1]

بارِ خدایا!

یہ اس کی مدح ہے جس نے تجھے اُس توحید کے ساتھ یکتا اور بے ہمتا مانا ہے جو صرف تیری ہی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور جو تیرے علاوہ ان تعریفوں اور ستائشوں کا کسی اور کو مستحق خیال نہیں کرتا۔ مجھے تجھ سے ضرورت ہے، اور اس ضرورت کی عاجزی تیرے علاوہ کوئی رفع اور تیرے علاوہ اس کی کوئی تلافی نہیں کر سکتا، پس اس مقام پر کہ تیرے ذکر میں مشغول ہوں، اپنی رضا اور خوشنودی مجھے ارزانی فرما اور میرے ہاتھ کو اپنے سوا کسی اور کے سامنے دستِ سوال نہ بننے دے، تو قادر و توانا ہستی ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

پورا خطبہ فصاحت و بلاغت، خداشناسی و حقائق آشنائی و عبودیت کا وہ مرقع ہے کہ جس کی مثال کلام علیؑ کے علاوہ کسی مخلوق کے کلام میں نہیں ملتی۔

[1] یہی وہ بزرگ ترین پاداش ہے کہ تو مجھے عطا فرما۔

۹۱ ــــ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــ الارشاد:

۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ

بیعت سے پہلے

جب آپ سے اصرار کیا گیا کہ مسلمانوں کی امارت قبول فرمائیں، تو آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے موقف کی وضاحت فرمائی۔

دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي، فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ، وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ. وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ، وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيراً خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيراً۔

مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، اور (خلافت کے لیے) کسی اور کو تلاش کر لو!

ہم وہ اقدام کرنے والے ہیں جس کا رنگ اور رُخ کچھ اور ہی ہے [۱]

(کیونکہ ان لوگوں کے) قلوب استوار نہیں، ان کی عقلیں ثابت نہیں۔!

آفاق کو ابر سیاہ نے [۲] ڈھانپ لیا ہے، اور راہ روش بدل گئی (اور فضا تاریک) ہے یہ سمجھ لو ــــ اگر میں تمھاری دعوت (بیعت) قبول کر لیتا ہوں تو جن باتوں کو میں بہتر سمجھتا ہوں ان پر تم سے عمل کراؤں گا اور پھر کسی کہنے والے کی بات اور ناراض ہونے والے کی ناراضگی کی پروا نہیں کرونگا، اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تمھارا ہی جیسا ایک آدمی ہونگا اور جسے تم امیر بنا لو گے شاید تم سے زیادہ اس کی بات سنونگا اور ساتھ دوں گا۔

میں وزیر و مشاور بن کر تمھارے لیے زیادہ بہتر ہونگا۔

---

[۱] یعنی جنگ بانا کثین ـ مثلاً حضرت طلحہ و زبیرؓ

〃 〃 باقاسطین مثلاً معاویہ و لشکر شام

〃 〃 بامارقین خوارج نہروان ن۔طہران، ص۴۳

[۲] ظلم و ستم و بدعت کے بادل نے خورشید حق و حقیقت کو پنہاں کر دیا ہے۔

۹۲ — ومن خطبة له، عليه السّلام — خطبہ:

بنواُمیّہ

اس تقریر میں حضرت نے اپنے علم و کردار، کے ساتھ ساتھ کچھ
مستقبل کے بارے میں فرمایا ہے:

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ! فَأَنَا فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِئَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا، وَ اشْتَدَّ كَلَبُهَا، فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَسْأَلُونَنِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ السَّاعَةِ وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِي مِائَةً وَتُضِلُّ مِائَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا وَ مُنَاخِ رِكَابِهَا وَمَحَطِّ رِحَالِهَا، وَمَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلاً وَمَنْ يَمُوتُ مِنْهُمْ مَوْتاً۔

اے لوگو!

حمد و ثنائے الٰہی، اور درود بر پیغمبر اکرمؐ کے بعد واضح ہو، کہ میں نے فتنہ و فساد کی آنکھیں نکال دی ہیں۔ میرے سوا کوئی بھی اس فتنہ و فساد کو (رفع کرنے کی) جرأت نہیں کرسکتا تھا، اس لیے کہ تاریکی روزافزوں اور اس کی سختی بہت بڑھ چکی تھی، لہٰذا قبل اس کے تم مجھے نہ پاؤ، جو کچھ دریافت کرنا ہے، دریافت کرلو۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تمہارے اور قیامت کے درمیان جو کچھ ہونے والا ہے اس کے بارے میں یا اس گروہ کے بارے میں جو سَو کو ہدایت یاب کرے گا تو سَو کو گمراہ بھی کردے گا، اس کے متعلق کسی امر کا سوال نہ کروگے، مگر یہ کہ میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس کا پکارنے والا، اس کا کھینچنے والا اور ہنکانے والا کون ہے؟ اور اس کی سواری کے ٹھہرنے کا مقام اور اس کے قیام کی منزل کہاں ہے؟ ان میں سے کون قتل ہو کر مارا جائے گا اور کون اپنی موت مرے گا؟

وَلَوْ قَدْ فَقَدْتُمُونِي وَ نَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ لَأَطْرَقَ كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ وَفَشِلَ مِنَ الْمَسْئُولِينَ، وَذَلِكَ إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَّرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَكَانَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ

اور اگر میں تمہارے درمیان نہ رہا اور اس کے بعد مشقتیں اور مصیبتیں تم پر نازل ہوئیں تو سوال کرنے والوں میں سے اکثر اپنا سر جھکالیں گے اور جن سے پوچھا گیا ہوگا، وہ (جواب دینے کی) جرأت نہ کرسکیں گے، اور یہ اس وقت ہوگا جب لڑائی طویل ہوجائے گی کہ تم بلاء اور تعب کے دنوں کو زیادہ طویل گمان

ضِيقاً تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ۔

کرنے لگو گے، یہاں تک کہ خداوند عالم تمہارے بچے ہوئے خوش کرداروں کو فتح عطا فرمائے گا۔

إِنَّ الْفِتَنَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ، يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ، وَيُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ، يَحُمْنَ حَوْمَ الرِّيَاحِ يُصِبْنَ بَلَداً، وَيُخْطِئْنَ بَلَداً۔

بلاشبہ فتنے جب نمودار ہوتے ہیں تو حق کو مشتبہ کر دیتے ہیں اور جب منہ موڑتے ہیں، تو متنبہ کر جاتے ہیں، جب سامنے آتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے، اور جب پیٹھ موڑتے ہیں تو آسانی سے شناخت کر لیے جاتے ہیں۔ یہ ہواؤں کی طرح چکر کاٹتے ہیں۔ کسی آبادی کو زد میں لے لیتے ہیں، کسی کو چھوڑ دیتے ہیں۔

أَلَا وَإِنَّ أَخْوَفَ الْفِتَنِ عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ عَمَّتْ خُطَّتُهَا، وَخَصَّتْ بَلِيَّتُهَا

خبردار! میرے نزدیک تم پر سب سے سخت فتنہ جو نمودار ہوگا، وہ بنوامیہ کا فتنہ ہوگا، کیونکہ یہ خود بھی تاریک ہے اور دنیا کو بھی تاریک کر دیگا۔ اس کا فرمان[1] سب کے لیے عام مگر بلائیں[2] اہل بیت کے لیے خاص ہوں گی!

وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا، وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا۔

جو کوئی اس فتنہ میں بینا رہا، وہ بلا اور سختی کا شکار ہوگا، اور جو نابینا اس سے مصیبت اور بلا دور رہے گی۔

وَايْمُ اللهِ لَتَجِدُنَّ بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ بَعْدِي كَالنَّابِ الضَّرُوسِ، تَعْذِمُ بِفِيهَا وَتَخْبِطُ بِيَدِهَا وَتَزْبِنُ بِرِجْلِهَا وَتَمْنَعُ دَرَّهَا۔

خدا کی قسم، میرے بعد بنوامیہ تمہارے لیے بُرے حاکم ثابت ہوں گے، اس شریر اونٹنی کی مانند جو دودھ دُوہنے والے کو کاٹ کھاتی ہے اور اپنے ہاتھوں سے اسے روندتی اور پاؤں سے پامال کرتی ہے اور اپنے دودھ کو روک لیتی ہے۔

لَا يَزَالُونَ بِكُمْ حَتَّى لَا يَتْرُكُوا مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعاً لَهُمْ أَوْ غَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ، وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ عَنْكُمْ حَتَّى لَا يَكُونَ انْتِصَارُ

یہ بڑی مدت تک تم پر مسلّط رہیں گے، یہ صرف اسی کو صحیح سلامت چھوڑیں گے جو ان کے لیے مفید ہو یا کم از کم اس سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ ان کی آفت تم سے دُور نہ ہو گی، تا آنکہ تم میں کا

---

۱ الخطّة (بالضم) = الامر۔ یعنی حکم و فرمان! ۲ آل البیت۔ (ن مصر صفحہ ۲)

۳ یعنی جس نے چشم بینا سے کام لیا اور بنی امیہ کی مخالفت کی وہ ہدف ستم بنے گا۔ اور جس نے آنکھیں بند کر لیں اور مظالم سہتا رہا وہ راحت و آسائش سے بہرہ مند ہوگا۔

أَحَدِكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ رَبِّهِ وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ، تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَّةً، وَقِطَعًا جَاهِلِيَّةً لَيْسَ فِيهَا مَنَارُ هُدًى وَلَا عَلَمٌ يُرَى۔

داد خواہ ان کے سامنے اس طرح ہو جائے گا جیسے آقا کے سامنے غلام، اور متبوع کے سامنے تابع، ان کا فتنہ تم پر اس بُری طرح اور خوفناک طور پر وارد ہوگا کہ نہ اس میں ہدایت کا کوئی مینار ہوگا اور نہ حق کی کوئی ایسی علامت جو دیکھی جا سکے۔

نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ، وَلَسْنَا فِيهَا بِدُعَاةٍ، ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللّٰهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيجِ الْأَدِيمِ بِمَنْ يَسُومُهُمْ خَسْفًا، وَيَسُوقُهُمْ عُنْفًا وَيَسْقِيهِمْ بِكَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ، لَا يُعْطِيهِمْ إِلَّا السَّيْفَ، وَلَا يُحْلِسُهُمْ إِلَّا الْخَوْفَ،

ہم اہل بیت رسول اس فتنہ کی دسترس سے دُور ہیں، اور بنو امیہ کے مانند اس کے داعی نہیں ہیں، پھر خدا ان کے ستم و جور کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح گوشت سے کھال جدا کی جاتی ہے، ان لوگوں (بنو عباس) کے وسیلہ سے، جو ان کو ذلیل کریں گے، انھیں سختی کے ساتھ کھینچیں گے اور لبالب بھرے ہوئے تلخ جام پلائیں گے، وہ انھیں زخم شمشیر کے علاوہ کچھ اور نہیں دیں گے، نہ خوف کے علاوہ کچھ اور پہنائیں گے

فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَمَا فِيهَا لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَامًا وَاحِدًا وَلَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ لِأَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ فَلَا يُعْطُونَنِيهِ۔

اس ہنگام میں قریش آرزو کریں گے کہ دنیا و ما فیہا دے کر، صرف ایک بار (تھوڑی دیر کے لیے) مجھے پالیں، خواہ اونٹ کے ذبح کرنے کی دیر تک ہی کے لیے کیوں نہ ہو تاکہ میں ان سے وہ پوری چیز لے لوں، جس کا اس وقت صرف ایک حصہ طلب کر رہا ہوں، اور یہ نہیں دیتے۔

مطلب یہ کہ قریش، یعنی بنو امیہ، بنو عباس کے ہاتھوں اس طرح ذلّت و خواری اور تباہی و بربادی اور ہرج مرج سے دوچار ہوں گے کہ آرزو کریں گے کاش میں موجود ہوتا اور یہ مجھے اپنا امیر بنا لیتے،

اور حضرت کی اس گفتار کا شاہد مورخوں کا یہ قول ہے کہ — "بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد نے جب خراسان میں لشکر بنو عباس کی قیادت کرتے ہوئے عبداللہ ابن علی، ابن عبداللہ ابن عباس کو دیکھا، تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا:

"اے کاش! علی ابن ابی طالب بجائے ایں جواں در زیر ایں بیرق پیشوائے لشکر بود!"

۹۳- ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——— خطبہ:

خدا

فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ وَلَا يَنَالُهُ حَدْسُ الْفِطَنِ الْأَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِي، وَلَا آخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِي۔

وہ خدا ہر چیز سے بلند و برتر ہے کہ بلند ہمتیں اس کو سمجھ نہیں سکتیں اور ذہانتوں کی دور رسی اُسے پا نہیں سکتی [1] وہ ایسا اوّل ہے کہ اس کے لیے کوئی پایاں نہیں کہ وہ انتہا کو پہنچے، نہ آخر ہے کہ وہاں ختم ہو جائے [2]

مِنْهَا

اسی خطبے میں "انبیاءؑ" کرام کا ذکر

اہل بیت ——— دعوت عمل

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْأَصْلَابِ إِلَى مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَى مِنْهُمْ سَلَفٌ قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللهِ خَلَفٌ، حَتَّى أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا،

خدائے تعالیٰ نے انبیاء کو بہترین امانت گاہ (صلب پدر) میں امانت رکھا، اور بہترین جائے گاہ (رحمِ مادر) میں قرار عطا فرمایا اور پھر انھیں اچھی پُشتوں سے پاک بطنوں میں منتقل فرمایا، جب ان میں سے کوئی دنیا سے رخصت ہُوا، تو اس کی جگہ دوسرا تبلیغ نشر دین کے لیے نمودار ہُوا، یہاں تک کہ یہ منصب نبوت پیغمبری خداوند عالم کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچا۔ پس آنحضرت صلعم کو ولادت کے لیے بہترین پشت اور معزز ترین

---

[1] وہ کسی حد میں محدود نہیں ہے کہ اس کا ادراک عقل بشری کے لیے ممکن ہو، لہٰذا اس کی حقیقت ذات تک رسائی ممکن نہیں۔ [2] یعنی خدائے بزرگ و برتر مبدأ اشیاء ہے نہ کہ ایسا اوّل کہ جس کا کوئی آخر ہو یا ایسا آخر جو ایک پر پہنچ کر ختم ہو جائے، وہ مرجع اشیاء ہے، اول و آخر نہیں، اس لیے کہ اوّل اور آخر ہونا غایت کو واجب کر دیتا ہے اور غایت و نہایت کا شمار لوازم جسم میں ہے اور خداوند متعال اس طرح کی جسمیت سے مبرّا اور منزّہ ہے۔ (ن- طہران)

وَأَعَزِّ الْأَرُومَاتِ مَغْرِسًا مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَهُ، وَانْتَخَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَهُ عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ، نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ، لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا تُنَالُ،

آغوش دی اور اس پاک درخت ابراہیمی سے کہ جس سے پیغمبران وقت آشکارا ہوتے رہے تھے، برآمد فرمایا، اور اپنی وحی کا امین بنایا، آپ کا خاندان بہترین خاندانوں میں سے تھا، آپ کے عزیز واقارب وخاندان سب سے بہتر اور آپ کا شجرہ تمام شجروں میں افضل وبرتر تھا۔[1] کہ حرم میں نشو ونما پائی اور (بوستان) مجد وشرف میں پروان چڑھا[2]۔ اس درخت کی شاخیں دراز ہیں[3] اور اس کے میوہ تک ہر ایک کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَى وَبَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَى، سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْءُهُ، وَشِهَابٌ سَطَعَ نُورُهُ، وَزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ، سِيرَتُهُ الْقَصْدُ، وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ، وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ،

پس آنحضرت پرہیزگاروں کے پیشوا، دیدۂ بینا رکھنے والوں کی روشنی اور چراغ درخشاں ہیں، آپ وہ ستارہ ہیں کہ نور جس سے ہر وقت چمکتا رہتا ہے، وہ چقماق ہیں کہ جس کا شعلہ برق (بجلی) بن جاتا ہے، آپ کو روشِ استقامت، اور آپ کا طریقہ ہدایت ورہنمائی ہے، آپ کا کلام (حق وباطل میں) قول فیصل ہے، اور آپ کا حکم وفرمان عدل ودرست کاری ہے۔

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَهَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَغَبَاوَةٍ مِنَ الْأُمَمِ۔

جب آپ رسالت وپیغمبری کے منصب پر مبعوث ہوئے، تو مدت[4] گزر چکی تھی کہ کوئی منصب رسالت پر فائز نہیں ہوا تھا، لوگ عمل (صالح) سے روگرداں تھے، اور راہِ حق سے منحرف، اور گزشتہ پیغمبروں کی امتیں غفلت ونادانی میں سرگرداں تھیں!

اِعْمَلُوا رَحِمَكُمُ اللهُ عَلَى أَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ فَالطَّرِيقُ نَهْجٌ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ، وَأَنْتُمْ فِي دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلَى مَهَلٍ وَفَرَاغٍ وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَسْمُوعَةٌ، وَالْأَعْمَالُ مَقْبُولَةٌ۔

خدا تم پر رحم کرے، واضح نشانات پر عمل کرو، کیونکہ یہی روشن راستہ ہے جو تمھیں دارالسلام کی طرف بلا رہا ہے اور تم ابھی اس جگہ ہو کہ حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی مہلت اور فراغت حاصل ہے ابھی تم اس مقام پر ہو کہ نامۂ اعمال کھلا ہوا ہے (کاتب اعمال کے) قلم اپنا کام کر رہے ہیں اور (تمھارے) بدن صحیح وسالم ہیں زبانیں گویا ہیں اور توبہ وبازگشت قبول ہو سکتی ہے اور کردار (نیک) مقبول ہو سکتے ہیں۔[5]

---

[1] آنحضرت تمام پیغمبروں پر فضیلت رکھتے ہیں [2] مکہ معظمہ میں آپ تولد ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ [3] ائمہ معصومین اور اصحاب اہل بیت۔ [4] پانچسو سال،

[5] لیکن مرنے کے بعد تو وہ ہوگا، جس کے لیے قرآن نے کہہ دیا کہ: فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ۔ (ر۳۰۔ ی۵۷)

۹۴ ـــ ومن خطبة له علیه السّلام ـــــــــ خطبہ :

آنحضرتؐ کی یاد!

اس خطبہ میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات حسنہ و کاملہ کا بیان فرمایا ہے:

بَعَثَهُ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِی حَیْرَةٍ، وَ خَابِطُونَ فِی فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْأَهْوَاءُ وَ اسْتَزَلَّتْهُمُ الْکِبْرِیَاءُ وَ اسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِیَّةُ الْجَهْلَاءُ، حَیَارَی فِی زِلْزَالٍ مِنَ الْأَمْرِ، وَ بَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ،

فَبَالَغَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ فِی النَّصِیحَةِ وَمَضَی عَلَی الطَّرِیقَةِ وَدَعَا إِلَی الْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

خداوند متعال نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیغمبری سے اس وقت مشرف فرمایا، جب لوگ (راہِ حق سے) گمراہ اور سرگرداں ہو چکے تھے اور فتنوں میں ڈونڈیاتے پھر رہے تھے، بے جا خواہشات نے ان پر قبضہ کر لیا تھا، کبر و نخوت نے انھیں سبک سر بنا دیا تھا، جس کے باعث وہ پریشان حال اور مضطرب اور (نادانی میں) مبتلا نظر آرہے تھے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح و نصیحت کی (بے حد) کوشش کی۔ آپ خود راہِ راست پر چلے اور حکمت و دانش اور بہترین نصیحتوں کی طرف دعوت دی۔ تاکہ اہل دنیا بدبختی سے رہائی پائیں اور دنیا و آخرت کی نیکیوں سے بہرہ ور ہوں)

۹۵ ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ————— خطبہ:

حمدِ خُدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْاَوَّلِ فَلَا شَیْءَ قَبْلَهٗ، وَالْاٰخِرِ فَلَاشَیْءَ بَعْدَهٗ وَالظَّاهِرِ فَلَاشَیْءَ فَوْقَهٗ، وَالْبَاطِنِ فَلَاشَیْءَ دُونَهٗ۔

سپاس وشکر اس ذات خداوندی کا واجب ہے، جو اوّل (مبداء ہمہ اشیاء) ہے، لہذا اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، اور آخر (مرجع ہمہ مخلوقات) ہے، لہذا اس کے بعد کوئی چیز نہیں رہی اور (اپنی نشانیوں کے باعث) ظاہر و ہویدا ہے، لہذا اس سے آشکاراتر کوئی چیز نہیں۔ (اس کی حقیقت) مخفی و پنہاں ہے، لہذا کوئی چیز اس سے زیادہ پنہاں نہیں۔

(دوسرے لفظوں میں) ظاہر و توانا ہے، لہذا کوئی چیز اس پر فوقیت نہیں رکھتی (تمام اشیا اس کی قدرت و توانائی سے دبی ہوئی ہیں) اور جزئیات اشیا کا باطن و دانا ہے، لہذا کوئی چیز (اشیاء میں سے) اس سے نزدیک تر نہیں!

(ن۔تہران)

منہا ـــــ اسی خطبے میں:

نعتِ رسولؐ

مُسْتَقَرُّهُ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، وَمَنْبِتُهُ أَشْرَفُ مَنْبِتٍ فِي مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَمَمَاهِدِ السَّلَامَةِ

رسُولِ خدا کی قرارگاہ[1] بہترین قرارگاہ ہے، آپؐ کی جائے نمود[2] شریف ترین مقام ہے (اور یہی دونوں مقام) عزت و بزرگی کا خزانہ ہیں۔

قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهُ أَفْئِدَةُ الْأَبْرَارِ، وَثُنِيَتْ إِلَيْهِ أَزِمَّةُ الْأَبْصَارِ،

نیکوکاروں کے دل آپؐ کی طرف پھیر دیے گئے، اور نگاہوں کی مہاریں آپؐ کی جانب موڑ دی گئیں۔

دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَائِنَ وَأَطْفَأَ بِهِ النَّوَائِرَ[ل]، أَلَّفَ بِهِ إِخْوَاناً، أَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَأَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔

آپؐ کے وسیلہ سے خدا نے کینۂ دیرینہ کو نابود کر دیا اور دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا، اور برادرانِ ایمانی کے مابین الفت و دوستی پیدا کر دی اور یگانوں کے درمیان (مثلاً حمزہؓ اور ابولہب میں بہ سبب کفر و اسلام) جدائی پیدا کر دی،

آپؐ کے وسیلہ سے (مسلمانوں کو) ذلت کے بجائے سرداری اور برتری ملی، اور (کفار کو) بدبختی اور ذلت ہاتھ آئی۔

كَلَامُهُ بَيَانٌ وَصُمْتُهُ لِسَانٌ۔

آپؐ کا سکوت بیان تھا اور آپؐ کی خاموشی زبان تھی۔

ل نوائر: خطرناک دشمنی۔

---

[1] مکہ معظمہ جہاں آپ کی ولادت اور تربیت ہوئی اور منصب نبوت ملا،

[2] مدینہ منورہ جہاں آپ کی دعوت سب سے پہلے قبول کی گئی۔

۹۶ ——— ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

سرزنش

امیرالمومنینؑ نے اپنے ان ساتھیوں کو سرزنش فرمائی ہے جو حق کی پکار سننے کے باوجود بہرے بن جاتے ہیں اور کسی طرح آمادۂ عمل نہیں ہوتے۔

وَلَئِنْ أَمْهَلَ اللّٰهُ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوتَ أَخْذُهُ، وَهُوَ لَهُ بِالْمِرْصَادِ عَلَى مَجَازِ طَرِيقِهِ، وَبِمَوْضِعِ الشَّجَى مِنْ مَسَاغِ رِيقِهِ۔

اگر خدا کسی ستم گر کو مہلت دے دے (تو بھی وہ) ہرگز اس کے مواخذہ اور بازپرس سے بچ نہیں سکتا، کیونکہ وہ اس کی گزرگاہ اور آب دہان کے گلوگیر ہونے کی راہِ غم واندوہ تک سے واقف ہے۔

أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيَظْهَرَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِأَنَّهُمْ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْكُمْ، وَلٰكِنْ لِإِسْرَاعِهِمْ إِلَى بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ، وَإِبْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّي۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ یہ اہل شام تم پر غالب ہوں گے، اس لیے نہیں کہ وہ تمھارے مقابلہ میں اس حق کے سزاوار تر ہیں، بلکہ (صرف) اس لیے کہ وہ اپنے سردار (معاویہ) کے باطل کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق کی جانب آنے میں دیر کرتے ہو۔

وَلَقَدْ أَصْبَحَتِ الْأُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا، وَأَصْبَحْتُ أَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِي: اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوا، وَأَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوا،

قومیں اور رعیتیں اپنے اپنے حاکموں کے ظلم وستم سے خائف رہتی ہیں اور میری یہ کیفیت ہے کہ اپنی قوم اور رعیت ہی سے ڈر رہا[1] ہوں، میں نے تمھیں جہاد کی دعوت دی، لیکن تم نے وہ دعوت قبول نہ کی، مَیں نے تمھیں سنایا، لیکن تم نے نہ سنا۔

وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا فَلَمْ تَسْتَجِيبُوا، وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا، أَشُهُودٌ كَغُيَّابٍ، وَعَبِيدٌ كَأَرْبَابٍ، أَتْلُو عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُونَ مِنْهَا،

مَیں نے خفیہ اور علانیہ تم کو دعوت دی، لیکن تم نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ مَیں نے تمھیں نصیحت کی، لیکن تم نے اُسے قبول نہ کیا، تم حاضر ہو لیکن غائب کی طرح، تم محکوم ہو لیکن آقا بنے ہوئے ہو۔ مَیں تم پر احکام الٰہی کی تلاوت کرتا ہوں، لیکن تم ان سے

---

[1] میں خوف خدا سے تم پر ظلم نہیں کرسکتا۔ تم کو اس کی پروا نہیں۔ م

وَأَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُونَ عَنْهَا، وَأَحُثُّكُمْ عَلَى جِهَادِ أَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا آتِي عَلَى آخِرِ قَوْلِي حَتَّى أَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِينَ أَيَادِي سَبَا، تَرْجِعُونَ إِلَى مَجَالِسِكُمْ، وَتَتَخَادَعُونَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ، أُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً وَتَرْجِعُونَ إِلَيَّ عَشِيَّةً كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ، وَأَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ.

بھاگتے ہو، میں تمھیں پند سود مند سناتا ہوں لیکن تم پراگندہ ہو جاتے ہو، میں تمھیں جہاد پر ابھارتا ہوں کہ باغیوں سے جہاد کرو، لیکن میں اپنی بات پوری بھی نہیں کرنے پاتا کہ تمھیں فرزندان سبا کی طرح پراگندہ دیکھنے لگتا ہوں[1] (اور یوں منتشر و پراگندہ ہو کر) اپنی محفلوں میں واپس جاتے ہو (اور وہاں پہنچ کر) ایک دوسرے کو اپنے مواعظ سے فریب دیتے ہو، ہر صبح کو میں کمان کی طرح تمھیں سیدھا کرتا ہوں[2] اور شام کو جب واپس آتے ہو، تو یوں جیسے کمان کج کی پشت، جس کا قابو میں آنا دشوار ہو اور جس کا سیدھا کرنے والا ناتواں و عاجز آ چکا ہو!

أَيُّهَا الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، الْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، الْمُبْتَلَى بِهِمْ أُمَرَاؤُهُمْ،

اے وہ لوگو! — کہ جن کے بدن حاضر ہیں اور عقلیں غائب ہیں، رائیں مختلف ہیں اور سردار مبتلائے مصیبت و گرفتار پریشانی ہیں!

صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اللهَ وَأَنْتُمْ تَعْصُونَهُ وَصَاحِبُ أَهْلِ الشَّامِ يَعْصِي اللهَ وَهُمْ يُطِيعُونَهُ، لَوَدِدْتُ وَاللهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ، فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ وَأَعْطَانِي رَجُلًا مِنْهُمْ.

تمھارا امیر (اشارہ ہے خود اپنی ذات گرامی کی طرف) خدا کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اور اہل شام کا سردار (معاویہ) خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں، بخدا میں اسے پسند کرتا ہوں کہ معاویہ تمھیں مجھ سے بدل لے، جس طرح (صراف) درہم کو دینار سے بدلتے ہیں[3] مجھ سے تمھارے دس (نفر) لے لے اور (شام والوں میں) سے ایک آدمی مجھے دیدے۔

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ!

مُنِيتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ:

اے اہل کوفہ!

تین چیزوں سے (جو تم میں پائی جاتی ہیں) اور دو چیزوں سے

---

[1] کہتے ہیں کہ "سبا" یمنی عربوں کا جد اعلیٰ تھا، اس کے دس بیٹے تھے، لیکن یہ دسوں اس طرح متفرق ہو گئے کہ پھر نہ مجتمع ہو سکے، اس واقعہ سے یہ ضرب المثل چل پڑی۔ مطلب یہ کہ تم لوگ کان دھر کر بات نہیں سنتے (اور کبھی کلمۂ حق سننے کے لیے مجتمع بھی ہوتے ہو، تو) اولادِ سبا کی طرح متفرق ہو جاتے ہو۔

[2] یعنی دشمن حق سے تمھیں جہاد و پیکار پر ابھارتا ہوں، اکساتا ہوں، آمادہ کرتا ہوں۔ [3] دینار (طلائی سکہ) ساری ہوتا ہے، بارہ درہم (نقرئی سکہ) کا۔

صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ، وَبُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ، وَعُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ. لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ. تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا، كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ۔

(جو تم میں نہیں پائی جاتیں) میں غم واندوہ میں مبتلا ہوں، (وہ تین چیزیں جو تم میں پائی جاتی ہیں (ان میں سے پہلی تو یہ ہے کہ) تم کان رکھتے ہو، مگر بہرے ہو (دوسرے) گویا ہو لیکن گونگے ہو، (تیسرے) آنکھیں ہیں تمھارے پاس، لیکن اندھے ہو[1]۔ (اور وہ دو چیزیں جو تم میں نہیں ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ) میدانِ کارزار میں، مردانِ آزاد کی طرح ثباتِ قدم کا جوہر تم میں نہیں ہے، اور (دوسرے) بلا اور مصیبت کے وقت میں تم قابلِ اعتماد (ساتھی اور) بھائی نہیں ثابت ہوتے۔ تمہارے ہاتھ خاک میں ملیں! تم ان اونٹوں کی طرح ہو کہ جن کا ساربان ان سے دور ہوتا ہے اور جب انھیں ایک طرف سے جمع کیا جاتا ہے تو دوسری طرف سے پراگندہ ہو جاتے ہیں۔

وَاللهِ لَكَأَنِّي بِكُمْ فِيمَا إِخَالُ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى، وَحَمِيَ الضِّرَابُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا، وَإِنِّي لَعَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي، وَمِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّي، وَإِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ أَلْقُطُهُ لَقْطًا۔ اُنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ! فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ، فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رَدًى، فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا، وَإِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا، وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضِلُّوا، وَلَا تَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا۔

پس بخدا، میں گمان کرتا ہوں کہ اگر کبھی) آتشِ جنگ تندی سے بھڑکی اور تلواریں تیزی سے چلیں تو تم علیؑ سے اس طرح پراگندہ اور جدا ہو جاؤگے، جس طرح عورت (ہنگامِ زائیدن) اپنے بچہ شکم سے دور ہو جاتی ہے[2]۔ حالانکہ میں اپنے پروردگار کی جانب سے حجت رکھتا ہوں اور اپنے پیغمبرؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے راہِ راست پر چل رہا ہوں، میرا راستہ واضح اور آشکار ہے (یعنی اسلام اور اس کے احکام) اور اسی پر رہروی کر رہا ہوں، اور حق کو باطل سے چھانٹ رہا ہوں، اپنے پیغمبرؐ کے اہلِ بیت پر نظر رکھو، ان کے راستہ پر چلو، ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو، اس لیے کہ وہ (اہلِ بیتؑ) کبھی تمھیں راہِ راست سے برگشتہ نہیں کریں گے اور ہلاکت و گمراہی کے راستہ پر تمھیں نہیں لوٹائیں گے۔ پس اگر وہ کبھی (حالات و مصالح کے لحاظ سے) خانہ نشین ہو جائیں

[1] یعنی نہ حق سنتے ہو نہ حق کہتے ہو نہ حق دیکھتے ہو۔ حالانکہ بظاہر صاحبِ چشم و گوش بھی ہو اور صاحبِ نطق و بیان بھی، کیا اس سے بڑی کوتاہی ہو سکتی ہے کسی میں؟

[2] یعنی پراگندگی کے بعد تمھارا جمع کرنا ناممکن ہے، جس طرح سے بچہ پیدا ہو جانے کے بعد ماں کے پیٹ میں واپس نہیں جا سکتا اسی طرح تم پراگندہ ہونے کے بعد اپنے امیر کے جھنڈے تلے جمع نہیں ہو سکتے۔

تو تم بھی خانہ نشین ہو جاؤ اور اگر وہ اٹھ کھڑے ہوں تو تم بھی اُٹھ کھڑے ہو (ہر حالت میں ان ہی کی یاری اور ہمراہی اختیار کرو) ان سے سبقت نہ کرو کہ اس طرح گمراہ ہو جاؤ گے، ان سے پیچھے نہ رہو اس طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) فَمَا أَرىٰ أَحَدًا مِنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شُعْثًا غُبْرًا، وَقَدْ بَاتُوا سُجَّدًا وَقِيَامًا يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُودِهِمْ وَيَقِفُونَ عَلىٰ مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزىٰ مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوبَهُمْ وَمَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ۔

مَیں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، لیکن تم میں سے کسی کو بھی ان سے مشابہ نہیں پایا ہے۔ وہ پریشان بال صبح کرتے تھے، رات سجدہ اور قیام (عبادت) میں گزارتے تھے۔ اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو وہ خاک پر رکھتے تھے، اور یادِ بازگشت (قیامت) کے خوف سے انگاروں کی طرح تڑپتے اور نگراں نظر آتے تھے۔ ان کی پیشانی پر طول سجدہ کے باعث، بکریوں کے زانو کے گھٹے کی طرح نشانات پڑ گئے تھے، جب کبھی خداوند سبحان کا ذکر ہوتا، تو خوف عذاب اور خوف جزا اور اُمید ثواب سے (روتے روتے) اُن کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے وہ لرزہ براندام ہو جاتے جس طرح بادِ تند سے (بڑے بڑے مضبوط اور تناور) درخت ہلنے اور ڈولنے لگتے ہیں۔

کلامُہٗ بیان، وصمتہٗ لسان

(علیؑ فی مدائح نبیؐ)

۹۷- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

عہدِ فتن

امیرالمومنینؑ نے عہد بنو امیّہ کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

اور لوگوں کو صبر و شکر کی تلقین فرمائی ہے۔

وَاللّٰهِ لَا يَزَالُونَ حَتّٰى لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ، وَلَا عَقْدًا إِلَّا حَلُّوهُ، وَحَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَنَزَلَ بِهِ عَيْثُهُمْ وَنَبَا بِهِ سُوْٓءُ رَعْيِهِمْ، وَحَتّٰى يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ: بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ وَبَاكٍ يَبْكِي لِدُنْيَاهُ، وَحَتّٰى تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِّنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ، إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَإِذَا غَابَ اغْتَابَهُ، وَحَتّٰى يَكُونَ أَعْظَمُكُمْ فِيهَا عَنَآءً أَحْسَنَكُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا فَإِنْ أَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا، وَإِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوا، فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ۔

خدا کی قسم، یہ بنو امیّہ اس وقت تک برسر اقتدار رہیں گے، جب تک خدا کے ہر حرام کیے ہوئے حکم کو حلال نہ کرلیں۔ اور (مسلمانوں سے) جو عہد و پیمان کر چکے ہیں اس گرہ کو (اپنے جور و جبر سے) کھول نہ دیں[1]، یہاں تک کہ اینٹوں[2] سے بنا ہوا کوئی مکان اور بالوں سے بنا ہُوا کوئی خیمہ ایسا نہ ہوگا، جہاں ان کا ظلم و ستم داخل نہ ہو چکا ہو اور ان کے فساد و تباہ کاری اور بد رفتاری نے وہاں کے لوگوں کو درماندہ نہ بنا دیا ہو، یہاں تک کہ (ان کے ظلم و ستم کے باعث) دو رونے والے گروہ پیدا ہو جائیں گے، ایک وہ کہ اپنے دین پر گریہ کناں ہوگا، دوسرا اپنی دنیا پر (خون کے) آنسو بہائے گا[3]۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی یاری و خدمت گزاری ان میں سے کسی کے لیے ایسی ہوگی جیسے غلام کی اپنے آقا سے کہ وہ (محض خوف سے) سامنے تو فرماں برداری کرتا ہے اور غیر حاضری میں اس کی بدگوئی اور برائی بیان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ (اس آزمائش سے ایسا معلوم ہوگا کہ) بزرگترین شخص تم میں سے وہ ہے جو خدا سے حسن ظن رکھے، پس اگر خدا تمھیں عافیت عطا فرمائے (اس فتنہ و فساد سے رہائی عطا کرے) تو اس کا شکر و سپاس بجالانا اور اگر گرفتار بلا کر دے تو صبر کرنا اور شکیبائی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ نہ دینا (رکھو) متقی اور پرہیزگار لوگوں ہی کے لیے کامیابی ہے۔

---

[1] برخلاف عہد خود رفتار می نمائند. چنانکہ معاویہ با حضرت امام حسن علیہ السلام برخلاف معاہدہ رفتار کرد (ارن. طہران ص۲۸۲) [2] بیوت المدر: المبنیۃ من طوب وحجر ونحوھا وبیوت الوبر: الخیام (رن مصر ص۲۰۰) [3] دین پر اس لیے روئے گا کہ آئین دین پر عمل کی آزادی نہ ہوگی اور دنیا پر یوں روئے گا کہ اس کے مال و دولت پر غارت گری ہوگی اور وہ تاب دفاع سے محروم ہوگا۔

۹۸ ۔ —— وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَام —— خطبہ :

دُنیا

اس خطبہ میں امیرالمومنینؑ نے دنیا کی بے اعتباری و بے ثباتی، حیاتِ انسانی کی ناپائیداری اور دنیا کی فریب کاری اور اندوہ ناکی کو بیان فرمایا ہے۔

نَحْمَدُهُ عَلٰى مَا كَانَ، وَنَسْتَعِيْنُهُ مِنْ أَمْرِنَا عَلٰى مَا يَكُوْنُ، وَنَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَدْيَانِ كَمَا نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَبْدَانِ۔

ہم جس حال میں ہیں اس پر خدا کی حمد کرتے ہیں اور جو کچھ پیش آنے والا ہے اس پر اس کی مدد کے طلب گار ہیں، دین و عقاید کے بارے میں اس سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں (کہ گمراہی اور نافرمانی میں مبتلا نہ ہوں۔) جس طرح (بیماریوں سے) سلامتی بدن کی دعا کرتے ہیں۔

عِبَادَ اللّٰهِ!

أُوْصِيْكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَإِنْ لَمْ تُحِبُّوْا تَرْكَهَا، وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَامِكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ تَجْدِيْدَهَا فَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوْا سَبِيْلًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْهُ، وَأَمُّوْا عَلَمًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوْهُ وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِيْ إِلَى الْغَايَةِ أَنْ يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتّٰى يَبْلُغَهَا وَمَا عَسٰى أَنْ يَكُوْنَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوْهُ، طَالِبٌ حَثِيْثٌ يَحْدُوْهُ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا۔

بندگانِ خدا!

میں تمھیں ترکِ دنیا کی نصیحت کرتا ہوں، کہ جو (بالآخر) خود تمھیں (ایک نہ ایک دن) چھوڑ دے گی۔ (اور قیامت میں تمھارے کام نہ آئے گی) چاہے تم اسے نہ بھی چھوڑنا چاہو۔ وہ تمھارے اجسام کو کہنہ کر دینے والی ہے، گو تم چاہتے ہو کہ وہ ہمیشہ تر و تازہ رہیں۔ پس تمھاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے وہ مسافر کہ راہِ مسافرت پر قدم زن ہے اور (سمجھ لیتا ہے کہ) راستہ طے ہو گیا اور نشانِ منزل (کہ دور سے نظر آتے ہیں) قریب آ گئے، اور وہ ان تک پہنچ گیا اور کتنا غلط خیال ہے ان لوگوں کا جو اپنے مرکب کو منزل کی طرف بڑھاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ منزل تک پہنچ جائیں گے۔ اس کی امیدِ بقا ہی کیا، جس کی موت کا ایک دن مقرر ہے جس کی حد سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا، اور طلب کنندہ (موت) جو تیزی کے ساتھ اسے ہنکاتا ہے تا آنکہ وہ اس دنیا سے مفارقت اختیار کر لیتا ہے[1]۔

---

[1] آخر انسان کس چیز پر دنیا کی فریفتہ ہوتا اور دل لگاتا ہے، جبکہ موت ہر وقت گریباں گیر رہتی ہے اور وہ اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتا۔

فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَفَخْرِهَا، وَلَا تَعْجَبُوا بِزِينَتِهَا وَنَعِيمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَبُؤْسِهَا، فَإِنَّ عِزَّهَا وَفَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ، وَإِنَّ زِينَتَهَا وَنَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ، وَضَرَّاءَهَا وَبُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ، وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ، وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ. أَوَلَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِينَ مُزْدَجَرٌ؟ وَفِي آبَائِكُمُ الْمَاضِينَ تَبْصِرَةٌ وَمُعْتَبَرٌ، إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ؟

پس دنیا کی عزت پر دیوانے نہ بنو، اور اس کی زینت اور نعمت پر فریفتہ نہ ہو جانا، اس کی مصیبت اور کلفت پر فغان وزاری نہ کرنا، کیونکہ اس کی عزت وارجمندی ختم ہو جانے والی ہے، اس کی زینت ونعمت زائل ہو جائے گی اس کی کلفت اور مصیبت (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گی، اس دنیا کی ہر مدّت اور ہر زمانہ کو ختم ہونا ہے، یہاں کے ہر جاندار کو فنا کے آغوش میں پہنچنا ہے، پس کیا ماضی کے آثار میں کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا میں دل اٹکانے سے تمھیں روکے؟ اور کیا اپنے آباء اوّلین میں -- اگر تم عقل و فکر سے محروم نہیں ہو -- کوئی عبرت ونصیحت نہیں پاتے۔

أَوَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ؟ وَإِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِينَ لَا يَبْقَوْنَ؟ أَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُمْسُونَ وَيُصْبِحُونَ عَلَى أَحْوَالٍ شَتَّى: فَمَيِّتٌ يُبْكَى وَآخَرُ يُعَزَّى، وَصَرِيعٌ مُبْتَلًى وَعَائِدٌ يَعُودُ، وَآخَرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ، وَطَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهُ، وَغَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُولٍ عَنْهُ، وَعَلَى أَثَرِ الْمَاضِي مَا يَمْضِي الْبَاقِي؟؟!!

کیا تم نہیں دیکھتے کہ (اس دنیا سے) جانے والے پھر کبھی واپس نہیں آتے؟ اور ان کے جو جانشین (اس وقت) زندہ ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ باقی نہیں رہیں گے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ اہل دنیا کیسے گوناگوں حالات میں شب و روز بسر کرتے ہیں؟ کہیں کوئی دم توڑ چکا ہے اور اس پر رونے والے رو رہے ہیں اور کوئی دوسرا ہے جسے پرسا دیا جا رہا ہے تعزیت کی جا رہی ہے؟ کوئی بیمار ہے اور درد سے پچھاڑیں کھا رہا ہے اور عیادت کرنے والا عیادت کر رہا ہے اور کوئی دوسرا ہے کہ عالم نزع میں ہے، کوئی دنیا کا خواہاں ہے اور موت اس کی تلاش میں ہے اور کوئی دوسرا ہے کہ (حساب وپرسش روز قیامت سے) غافل وبے خبر ہے، لیکن خدا اس سے غافل نہیں، یہ گزر جانے والوں کے نقش قدم ہی ہیں، جن پر باقی (زندہ) لوگ چل رہے ہیں!

أَلَا فَاذْكُرُوا هَادِمَ اللَّذَّاتِ، وَمُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ، وَقَاطِعَ الْأُمْنِيَاتِ، عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ، وَاسْتَعِينُوا اللَّهَ عَلَى أَدَاءِ وَاجِبِ حَقِّهِ، وَمَا لَا يُحْصَى مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهِ وَإِحْسَانِهِ۔

خبردار! بُرے کام کرتے وقت تو اس موت کو یاد کرلو جو لذتوں کو ڈھا دینے والی خواہشات کو فنا کر دینے والی آرزوؤں اور تمناؤں کو قطع کر دینے والی ہے، خدا کا حق (عبادت) ادا کرنے کے لیے اس سے مدد طلب کرو اور اس کی ان گنت نعمتوں اور احسانوں کا شکر ادا کرو۔

۹۹ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ :

غیبی باتیں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ، وَالْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ، نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ، وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰى رِعَايَةِ حُقُوقِهِ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِأَمْرِهِ صَادِعاً، وَبِذِكْرِهِ نَاطِقاً، فَأَدّٰى أَمِيناً، وَمَضٰى رَشِيداً، وَخَلَّفَ فِينَا رَايَةَ الْحَقِّ: مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَمَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ، دَلِيلُهَا مَكِيثُ الْكَلَامِ، بَطِيءُ الْقِيَامِ، سَرِيعٌ إِذَا قَامَ -

حمد و سپاس اس خدا کے لیے سزاوار ہے جس کا فضل و احسان خلائق پر پھیلا ہُوا ہے اور جس کے دامن جود و بخشش میں سب شامل ہیں، تمام حالات (تندرستی، بیماری، خوشی، رنج) میں ہم اس کے سپاس گزار ہیں اور اس کے احکام (واجبات و مستحبات) کو انجام دینے میں اس سے امداد کے خواستگار ہیں۔
ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جنھیں اُس نے اِس لیے مبعوث فرمایا کہ وہ اس کے امر و فرمان کو آشکارا کریں اور اس کے ذکر کا بیان کریں، پس انھوں نے تبلیغ رسالت کا فریضہ، امانت اور درست کاری کے ساتھ ادا کر دیا اور دنیا سے جاتے وقت ہم میں حق کا نشان چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا، وہ (دین سے) خارج ہوگا، جو اس سے پیچھے ہٹے گا، وہ برباد ہوگا اور جو اس کے ساتھ ملحق رہے گا، وہ حق سے جا ملے گا، (محمدؐ تیری اس عطا کی ہوئی نشانی کا[1]) راہ نما[2] وہ ہے کہ رک رک کر کلام کرتا ہے اور انجام کار پر نظر رکھتے ہوئے اقدام و عمل میں تاخیر کرتا ہے اور جب آمادۂ کار ہو جاتا ہے تو تیز رفتار بن جاتا ہے۔

فَإِذَا أَنْتُمْ أَلَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ، وَأَشَرْتُمْ إِلَيْهِ بِأَصَابِعِكُمْ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَا شَاءَ

پس جب تم اپنی گردنوں کو اس کے زیر فرمان کر دو گے اور اپنی انگلیوں سے اس کی جانب اشارہ کرنے لگو گے، موت آ کر اسے لے جائے گی[3]۔ پس اس کے (کشتہ ہونے کے بعد) ایک مدّت

[1] وہ نشانی وہی ہے، آپ نے وصال کے وقت جس کی طرف اشارہ کیا تھا یعنی کتاب اللہ اور عترتِ رسولؐ۔ [2] راہنما سے مراد خود جناب امیر کی ذات گرامی ہے۔ یصف بذالک حال نفسہ کرم اللہ وجہہ۔ (مفتی عبدہ ص۲۱) [3] ابن ملجم اسے شہید کر دیگا۔

اللّٰہُ حَتّٰی یُطْلِعَ اللّٰہُ لَکُمْ مَنْ یَجْمَعُکُمْ وَیَضُمُّ نَشْرَکُمْ، فَلَا تَطْمَعُوْا فِیْ غَیْرِ مُقْبِلٍ، وَلَا تَیْأَسُوْا مِنْ مُدْبِرٍ، فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰی اَنْ تَزِلَّ بِهٖ اِحْدٰی قَائِمَتَیْهِ وَتَثْبُتَ الْاُخْرٰی وَتَرْجِعَا حَتّٰی تَثْبُتَا جَمِیْعًا۔

تک کہ جتنی خدا کو مطلوب ہو (زمانہ سلطنت بنو امیّہ و بنو عبّاس) تم رُکے رہو گے[1] یہاں تک کہ خدا اُسے نمودار کرے گا، جو تمھیں (پھر سے) مجتمع کرے گا، اور تمھاری پراگندگی دور کر دے گا۔ پس غیر مقبل سے[2] (تمام امور کے انجام دینے کی) طمع نہ کرو، اور مدبر سے نا امید نہ ہو، کیونکہ اس کے دو پایہ ہیں[3] ان میں سے ایک پایہ (سلطنتِ ظاہری) ممکن ہے مضبوط نہ ہو اور دوسرا (سلطنت باطنی) برجا ہو، پس (ایک دن آئے گا کہ) یہ دونوں پائے (سلطنت ظاہری و باطنی) پلٹ آئیں (نمایاں ہو جائیں) اور ثابت و استوار ہو جائیں[4]!

اَلَا اِنَّ مَثَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ) کَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ، اِذَا خَوٰی نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ، فَکَاَنَّکُمْ قَدْ تَکَامَلَتْ مِنَ اللّٰہِ فِیْکُمُ الصَّنَآئِعُ وَاَرَاکُمْ مَا کُنْتُمْ تَاْمُلُوْنَ۔

خبردار!

آل محمدؐ کی مثال آسمان کے سیّاروں جیسی ہے کہ ایک ڈوبتا ہے[5] دوسرا ابھر آتا ہے، پس اسی طرح نعمت خدا تم پر کامل ہو چکی اور جس چیز کی تم آرزو کر رہے تھے وہ تمھیں دکھا دی۔

---

[1] طرح طرح کی پریشانیوں اور بدبختیوں میں گرفتار رہو گے۔

[2] غیر مقبل سے مراد امام حاضر ہے کہ جو دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، زمام کار ہاتھ میں نہیں لیتا اور خانہ نشینی کو (بمصالح) ترجیح دیتا ہے اور مدبر سے مراد امام غائب ہے کہ اس سے مایوس نہ ہو۔ (ن طہران ص۲۸۸)

[3] ایک پایہ سلطنت ظاہری، دوسرا پایہ سلطنت باطنی۔

[4] امور دین و دنیا اس کے وجود سے منظم ہو جائیں۔

[5] خوی۔ غاب۔

۱۰۰ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام — خطبہ :

ذکرِ مستقبل

اَلْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ، وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ اٰخِرٍ، بِاَوَّلِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اَوَّلَ لَهٗ وَبِاٰخِرِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اٰخِرَ لَهٗ،

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ، وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

اَيُّهَا النَّاسُ،

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ، وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِيْ، وَلَا تَتَرَامَوْا بِالْاَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُوْنَهٗ مِنِّيْ۔ فَوَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ، اِنَّ الَّذِيْ اُنَبِّئُكُمْ بِهٖ عَنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ) مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ وَلَا جَهِلَ السَّامِعُ، لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى ضِلِّيْلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهٖ فِيْ ضَوَاحِيْ كُوْفَانَ، فَاِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهٗ وَاشْتَدَّتْ شَكِيْمَتُهٗ وَثَقُلَتْ فِي الْاَرْضِ وَطْاَتُهٗ عَضَّتِ الْفِتْنَةُ

وہ خدا ہر اوّل سے پہلے ہے، اور ہر آخر کا آخر ہے[1]، لہذا اس کے اوّل ہونے سے لازم آیا کہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا، اور اس کے آخر ہونے سے لازم آیا کہ کوئی چیز اس کے بعد نہ ہو!

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ گواہی کہ باطن ظاہر کی، اور دل زبان کی موافقت کر رہا ہے![2]

اے لوگو!

میری دشمنی اور مخالفت تمھیں گناہ گار نہ کر دے اور میری نافرمانی تمھیں حیران و سرگشتہ نہ بنا دے، اور (اخبار غیب کی) جب کوئی خبر مجھ سے سنو، تو ایک دوسرے کو اشارے نہ کرو، قسم ہے اس ہستی کی جو (زیر زمین) دانہ کو شگافتہ کرتی اور انسان کو پیدا کرتی ہے، تمھیں جو کچھ بھی خبریں دیتا ہوں (وہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ) پیغمبرؐ کی طرف سے دیتا ہوں، نہ مبلّغ (رسول اکرمؐ) جھوٹا ہے نہ سامع (خود حضرت امیر المومنین) نادان، گویا میں اس گمراہ[3] شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، جس نے شام میں آواز دی، اور کوفہ کے اطراف و جوانب میں اپنے پرچم کے پھریرے کھول دیئے وہ جب اپنا منہ کھولے گا۔

---

[1] ہر اوّل اس سے مؤخر ہے اور ہر آخر کا وہ مرجع ہے، پس جب ہر چیز کا مبدأ اور مرجع وہ ٹھہرا تو کیونکر ممکن ہے کہ کوئی چیز اس سے پہلے یا اس سے آخر ہو؟

[2] نفاق و دوروئی در آں راہ ندارند۔ ن۔ طہران، ص۲۹۔ [3] معاویہ یا عبدالملک بن مروان مراد ہے۔

أَبْنَآءَهَا بِأَنْيَابِهَا، وَمَاجَتِ الْحَرْبُ بِأَمْوَاجِهَا، وَبَدَا مِنَ الْأَيَّامِ كُلُوحُهَا، وَمِنَ اللَّيَالِي كُدُوحُهَا، فَإِذَا أَيْنَعَ زَرْعُهُ، وَقَامَ عَلَى يَنْعِهِ، وَهَدَرَتْ شَقَاشِقُهُ، وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، عُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ، وَأَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ، هٰذَا، وَكَمْ يَخْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ، وَعَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ، وَيُحْطَمُ الْمَحْصُودُ۔

(قو لوگوں کو طعمۂ شمشیر قرار دیگا) اس کی سرکشی بڑھ جائے گی اور زمین پر اس کا پاؤں رکھنا سنگین بن جائے گا، جب فتنۂ و آشوب اپنے تیز دانتوں سے اپنے زمانہ کے لوگوں کو کاٹیں گے اور جنگ کی موجیں حرکت میں آئیں گی جب دن (بہ سبب ظلم وجور کے) تلخ ہو جائیں گے، اور رات (بہ سبب درد واندوہ کے) دلخراش ہو جائے گی، پس اس وقت گمراہی کی کھیتیاں (جو تخم فساد سے) روئیدگی حاصل کریں گی، اور اس کی شاخیں نمو حاصل کریں گی اور جب اس کی صدائیں بلند ہوں گی (یعنی ناحق کے فرمان جاری ہونگے) اور اس کی شمشیر کی بجلیاں کوندیں گی (طغیان وسرکشی حد کمال کو پہنچ جائے گی) فتنہ وآشوب کی بیرقیں کہ جن سے رہائی ممکن نہ ہوگی، استوار ہو جائیں گی اور یہ فتنے شب تاریک اور دریائے موج دار کی طرح آگے بڑھیں گے اور صرف یہی نہیں بلکہ نہ جانے کیسی کیسی بادِ سخت اور صدا دار سے، کوفہ (کے در و دیوار) میں رخنے پڑیں گے اور باد تند اس پر سے گزرے گی (خوں ریزی واقع ہوگی) اور پھر بہت جلدی سر سے سر ٹکرائیں گے، (انسانوں کی) کھڑی کھیتیاں کاٹی اور کٹی کھیتیاں (کمزور انسان) کوٹ ڈالی جائیں گی۔

مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

(قرآن)

۱۰۱- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد:

قیامت

وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ بِنِقَاشِ الْحِسَابِ، وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ، خُضُوعًا قِيَامًا، قَدْ أَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ وَ رَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ فَأَحْسَنُهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا، وَلِنَفْسِهِ مُتَّسَعًا۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ جب خدا حساب وجزائے اعمال کے لیے گزشتہ وآئندہ میں سے تمام خلائق کو جمع کرے گا،

یہ سب لوگ نہایت عاجز وخاکسار بن کر حاضر ہوں گے، اور (زیادتی جمعیت و شدت گرمی کے باعث) پسینہ ان کے منہ تک پہنچ گیا ہوگا اور زلزلہ زمین نے ان میں تھرتھری پیدا کر دی ہو گی، پس ان میں سے نیکوترین اور خوشحال ترین وہ شخص ہوگا کہ (دنیا میں کردار پسندیدہ کے باعث) جس نے اپنے قدم جمانے کے لیے کوئی جگہ بنالی ہوگی، اور اپنی آسائش کے لیے کوئی فراخ مقام بنالیا ہوگا (تاکہ اس دن کی سختیوں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکے!)

مِنْهَا

اسی خطبے کا ایک اقتباس جس میں آنے والے واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ، تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً: يَحْفِزُهَا قَائِدُهَا وَيَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا، أَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ، قَلِيلٌ سَلَبُهُمْ۔ يُجَاهِدُهُمْ فِي اللَّهِ قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ - فِي الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَفِي السَّمَاءِ مَعْرُوفُونَ۔

(میرے بعد) جن فتنوں سے تم دوچار ہو گے وہ شب تار کی مختلف ساعات کی طرح ہوں گے (کہ جن میں راہِ ہدایت نظر نہ آئے گی) ان فتنوں کا نہ کوئی چوکس مداوا کر سکے گا، نہ کوئی جھنڈا (فوج) انھیں رد کر سکے گا۔ یہ اس مہار والے اور پالان سے بندھے ہوئے اونٹ کے مانند نمایاں ہوں گے، جسے اس کا ساربان، تیزی سے ہانک رہا ہو، اور جس کا سوار شدّت سے دوڑا رہا ہو۔ فتنہ جو گروہ، وہ ہوں گے کہ آزار پہنچانے اور اذیت دینے میں بڑھے چڑھے ہوں گے، ان کی طمع بہت ہوگی اور جو بہت معمولی قسم کے لوگ ہوں گے[1]۔ خدا کے راستہ میں ان لوگوں سے وہی لوگ جہاد کریں گے جو گردن کشوں کی نظر میں ہیچ اور ذلیل ہوں گے، روئے زمین پر یہ مجہول (غیر مشہور) ہوں گے اور آسمانوں پر مشہور۔

فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكِ مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللَّهِ لَا رَهَجَ لَهُ وَلَا حِسَّ، وَسَيُبْتَلَى أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ، وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ۔

پس اے بصرہ، تجھ پر افسوس ہے — جب جیش الٰہی (یکایک) تجھ پر حملہ آور ہوگا جس کے ساتھ نہ گرد و غبار ہوگا، نہ آواز و صدا نہ قدموں کی چاپ اور آہٹ!

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ تیرے ساکنین مرگ سرخ اور گرسنگی غبار آلودہ میں مبتلا ہوں گے[2]!

---

[1] قلیل سلبهم: السلب محرکة: ما یاخذه القاتل من ثیاب المقتول وسلاحهم فی الحرب - ای لیسوا من اهل الثروة (ن بصر)

[2] مرگ سرخ سے مراد خوں ریزی کے بعد مرنا اور ہلاک ہونا ہے اور گرسنگی غبار آلودہ سے مراد قحط ہے جو انسان کو غبار اور مٹی میں غذا ڈھونڈنے پر مجبور کر دیتا ہے!

۱۰۲- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

دُنیا کی بے وفائی

أُنْظُرُوْا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِيْنَ فِيْهَا، الصَّادِفِيْنَ عَنْهَا، فَإِنَّهَا وَاللّٰهِ عَمَّا قَلِيْلٍ تُزِيْلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ، وَتَفْجَعُ الْمُتْرَفَ الْآمِنَ، لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلّٰى مِنْهَا فَأَدْبَرَ، وَلَا يُدْرٰى مَا هُوَ آتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرُ، سُرُوْرُهَا مَشُوْبٌ بِالْحُزْنِ، وَجَلَدُ الرِّجَالِ فِيْهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ، فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا، لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا۔

دنیا پر اس طرح نظر ڈالو، جس طرح اس سے نفرت کرنے والے اور اس سے روگرداں ہونے والے اسے دیکھتے ہیں! کیونکہ خدا کی قسم، یہ اپنے رہنے والوں کو بہت جلد اپنے سے دور کردے گی اور صاحبانِ دولت و نعمت کو مبتلائے آفت و مصیبت کردے گی۔ اس کی جو چیزیں گزر چکیں (جیسے جوانی، صحت، قوت اور توانائی وغیرہ) وہ اب واپس نہیں آئیں گی اور اس کے بعد جو چیزیں آنے والی ہیں وہ نامعلوم ہیں پھر انتظار کیسا؟ نعمت یا نقمت، خوب یا بد کچھ معلوم نہیں، دنیا کی خوشی غم کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اس کی قوت و جواں مردی، ضعف و ناتوانی اور پیری کی طرف پلٹنے والی ہے، پس اس کی جو چیز تمھیں مسرور کرتی ہے، وہ تمھیں دھوکا نہ دے (جیسے مال و دولت، فرزند و زن) کیونکہ ان میں سے بہت کم چیزیں تمھارے ساتھ جائیں گی۔

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ، وَاعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ، فَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيْلٍ لَمْ يَكُنْ، وَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْآخِرَةِ عَمَّا قَلِيْلٍ لَمْ يَزَلْ، وَكُلُّ مَعْدُوْدٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ، وَكُلُّ آتٍ قَرِيْبٌ دَانٍ۔

خدا اس شخص پر رحم کرے کہ (جو اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے) فکر میں مبتلا اور (دنیا کی ناپائداری سے) عبرت حاصل کرنے والا ہے، جو بینا ہے اور (اس کا یقین کرتا ہے کہ) جو کچھ دنیا میں ہے وہ بہت جلد نابود ہوجائے گا۔ اور آخرت کی جو چیزیں ہیں وہ جاودانی ہیں اور (ساعات عمر سے) جو چیز حساب میں آگئی وہ اختتام کو پہنچے گی اور جس کا انتظار (مرگ و قیامت) کیا جا رہا ہے وہ آئے گی اور ہر آنے والی چیز (یوں سمجھنا چاہیئے کہ گویا) بہت جلد قریب ہو رہی ہے!

مِنْهَا

عقلمند ــــــ اور ــــــ بے وقوف

(گزشتہ خطبے کا ایک اور اقتباس!)

اَلْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهٗ، وَكَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ لَّا يَعْرِفَ قَدْرَهٗ۔

دانا وہ ہے کہ اپنی حقیقت اور حیثیت پہچانتا ہو، اور جہالت و نادانی کے لیے یہ کافی ہے کہ انسان خودشناسی (کے جوہر سے) محروم ہو،

وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَعَبْدًا وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى نَفْسِهٖ جَآئِرًا عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ سَآئِرًا بِغَيْرِ دَلِيْلٍ: اِنْ دُعِيَ اِلٰى حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَاِنْ دُعِيَ اِلٰى حَرْثِ الْاٰخِرَةِ كَسِلَ، كَاَنَّ مَا عَمِلَ لَهٗ وَاجِبٌ عَلَيْهِ، وَكَاَنَّ مَا وَنٰى فِيْهِ سَاقِطٌ عَنْهُ۔

خدا کے نزدیک مبغوض ترین شخص وہ ہے کہ خدا نے اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا کہ وہ راہِ راست سے منحرف ہو کر، کسی دلیل اور راہبر کے بغیر (امر دین و دنیا میں) چل کھڑا ہو جسے کشت دنیا کی زراعت پر بلایا جائے تو لپک کر آجائے اور اگر کشت آخرت کی طرف دعوت دی جائے (خدمت خلق و عبادت خالق) تو کاہلی اور سستی ظاہر کرنے لگے! گویا دنیا کے جو کام یہ انجام دے رہا ہے وہ تو اُس پر واجب ہیں اور آخرت کے جن کاموں میں تاخیر اور سستی ظاہر کر رہا ہے، وہ اس پر سے ساقط ہو چکے ہیں۔

مِنْهَا

گذشتہ خطبے کے اِس اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ خدا اگرچہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن انھیں آزمائش میں ضرور ڈالتا ہے۔

وَذٰلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ، إِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ، وَإِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ، أُولٰئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَىٰ وَأَعْلَامُ السُّرَىٰ، لَيْسُوا بِالْمَسَايِيحِ، وَلَا الْمَذَايِيعِ الْبُذُرِ، أُولٰئِكَ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ، وَيَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّاءَ نِقْمَتِهِ۔

وہ زمانہ بہت جلد آرہا ہے کہ جب کوئی شخص (فتنہ وفساد سے) رہائی نہ پا سکے گا، مگر وہ بے نام ونشان مومن خدا پرست کہ اگر (مجالس میں) حاضر ہو، تو کوئی اسے شناسا نہ ملے اور اگر غائب ہو تو کوئی اس کی تلاش وجستجو نہ کرے!

یہی لوگ چراغ ہدایت، اور نشانِ روشن ہیں، شب تاریک میں رہبری کرنے والوں کے لیے یہ لوگ فتنہ وفساد پھیلانے اور سخن چینی کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کے ہاں آمد ورفت نہیں رکھتے، خلق کے عیب اور بدی کو آشکار نہیں کرتے، سفیہ اور بیہودہ گو نہیں، انہی لوگوں کے لیے خدا نے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اور اپنے عذاب کی سختی سے انھیں برطرف کر دیا ہے۔!

أَيُّهَا النَّاسُ!

سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيهِ الْإِسْلَامُ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ۔ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ وَقَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ۔

اے لوگو! وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب اسس کو اسلام کو اس طرح الٹ دیا جائے گا، جس طرح کسی برتن کو اس کی تمام چیزوں سمیت اُلٹ دیا جاتا ہے،

اے لوگو! اللہ نے تمھیں اس بات سے پناہ دے دی ہے کہ وہ تم پر کوئی ظلم کرے، لیکن تمھیں آزمائش میں ڈالنے سے پناہ نہیں دی ہے، چنانچہ وہ جلیل تر اور بزرگ تر ہستی قرآن میں فرماتی ہے:
"اس ابتلا میں ان کے لیے نشانیاں ہیں اور ہم ضرور انھیں آزمائیں گے"۔
(س ۲۳ ی ۳۰)

کُلّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ: سے مراد گمنام، بے ضرر، مَسَايِيح جمع مِسْيَاح: لگائی بجھائی کرنے والا۔ مِذيَاع کی جمع مَذَايِيع: لوگوں کی برائیاں مشہور کرنے والا۔ بُذُر: جمع بذور: فضول گو، بکواسی، بیہودہ۔ (سید رضیؒ م 7)

۱۰۳- ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ———— خطبہ:

علیؑ کا ماضی اور حال

أَمَّا بَعْدُ!

فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّداً (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَاباً، وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً وَلَا وَحْياً، فَقَاتَلَ بِمَنْ أَطَاعَهُ مَنْ عَصَاهُ يَسُوقُهُمْ إِلَى مَنْجَاتِهِمْ وَيُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ أَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ يَحْسِرُ الْحَسِيرُ، وَيَقِفُ الْكَسِيرُ فَيُقِيمُ عَلَيْهِ حَتَّى يُلْحِقَهُ غَايَتَهُ، إِلَّا هَالِكاً لَا خَيْرَ فِيهِ، حَتَّى أَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ وَبَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ وَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَايْمُ اللهِ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتَّى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا، وَاسْتَوْسَقَتْ فِي قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ، وَلَا خُنْتُ وَلَا وَهَنْتُ، وَايْمُ اللهِ لَأَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتَّى أُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ.

امّا بعد!

خداوند سبحان نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت شرف رسالت سے مبعوث کیا کہ جب (سارے) عرب میں نہ کوئی کسی آسمانی کتاب کا پڑھنے والا تھا، نہ نبوت کا مدعی تھا، پھر آپؐ نے اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ، نافرمانوں اور سرکشوں سے مقابلہ کیا، اور انھیں ان کی منزلِ نجات میں پہنچا دیا (حق و سعادت کی طرف انھیں دعوت دی) اور ان کو جہالت و نادانی سے رہائی دلانے کے لیے آپؐ نے پیشقدمی فرمائی کہ کہیں انھیں حالت کفر و گمراہی میں موت نہ آلے (اور عذاب جاوید میں مبتلا ہو جائیں) یہاں تک کہ ان لوگوں کو جو لدے ہوئے اونٹ کی طرح تھک کر چور ہو چکے تھے، حضرتؐ نے راہ راست پر لا کھڑا کیا، اور سعادت و خوش بختی کی منزل پر پہنچا دیا، مگر وہ ضرور ہلاک ہوا اور راہ نجات تک نہ پہنچ سکا جس میں خیر اور نیکی کا ذرا بھی مادہ نہ تھا (مثلاً ابوجہل) یہاں تک کہ سب کو نجات کی راہ دکھا دی اور محل رستگاری میں پہنچا دیا (تبلیغ میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی) پھر ان کی چکی چلنے لگی (کام منظم ہو گئے) اور ان کے نیزے سیدھے ہو گئے (توانا ہو گئے) خدا کی قسم! میں جاہلیت کی فوج کے پیچھے رہا، یہاں تک کہ وہ اپنی نادانی سے پھر گئی اور اپنے بندھنوں میں سمٹ آئی، نہ میں نے کبھی کمزوری دکھائی، نہ بزدلی، نہ کبھی خیانت کا ارتکاب کیا، نہ سستی اور کاہلی کو کام میں لایا۔

اور خدا کی قسم! اس جنگ میں بھی (جو حق و باطل ہی کی جنگ ہے) میں باطل کا (پردہ) چاک ہی کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اس کے پہلو سے حق کو برآمد کروں گا۔

وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ إِلَّا أَنَّنِي وَجَدْتُهَا فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ عَلٰى خِلَافِ مَا سَبَقَ: مِنْ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانٍ، فَأَوْجَبَتِ الْحَالُ إِثْبَاتَهَا ثَانِيَةً۔

خطبہ کا کچھ حصہ کہیں گزر چکا ہے، لیکن اس روایت میں گذشتہ روایت کے لحاظ سے کچھ کمی زیادتی پا کر، تقاضائے حال (دیانت ماخذ) یہی دیکھا کہ اس روایت کا نقل کرنا بھی واجب ہے۔ (سید رضیؒ)

(نیز دیکھیے خطبہ ۳۳ م ح)

يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقٰى إِلَيَّ الطَّيْرُ

مجھ سے سیلاب علم بہتے — اور طائرِ فکر میری بلندیوں تک پہنچ نہیں پاتے۔

۱۰۴ — ومن خطبة له علیه السّلام — خطبہ:

خاتمۂ حکومتِ بنی اُمیّہ

اس خطبہ میں آپ نے انقراض دولت بنو امیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور
پند و نصیحت قبول کرنے نہی عن المنکر کے فریضہ انجام دینے اور منہیات
سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے!

حَتّٰی بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّداً (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) شَهِيداً، وَبَشِيراً وَنَذِيراً، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلاً، وَأَنْجَبَهَا كَهْلاً، وَأَطْهَرَ الْمُطَهَّرِينَ شِيمَةً، وَأَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِينَ دِيمَةً۔

یہاں تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و پیغمبری کے منصب سے سرفراز فرمایا، کہ (نیکو کاروں اور بدکاروں کے) آپؐ گواہ بنیں اور (نیکو کاروں کو ان کے اعمال حسنہ کے صلہ میں) مژدہ دیں اور (معصیت کاروں کو عذاب الٰہی سے) ڈرائیں۔ آپؐ عہد طفلی و خورد سالی میں بھی بہترین خلائق اور نبوت میں (چالیس سال کی عمر میں) کریم ترین و برگزیدہ ترین شخصیت تھے، آپؐ کی طبیعت اور خلقت جملہ پاکانِ عالم سے پاک تر تھی، اور آپؐ کی بخشش، تمام داد و دہش کرنے والوں سے (کہیں) زیادہ تھی۔

فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِي لَذَّتِهَا وَلَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رَضَاعِ أَخْلَافِهَا، إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا صَادَفْتُمُوهَا جَائِلاً خِطَامُهَا، قَلِقاً وَضِينُهَا، قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ أَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُودِ،

پس (اے بنو امیہ) دنیا تمھارے لیے شیریں اور لذیذ نہیں بن سکتی اور اس کے پستان سے دودھ پینے کی توانائی تم میں نہیں آئی مگر اس کے بعد کہ تم نے اسے اس حالت میں پالیا کہ اس کی مہار ڈھیلی تھی اور اس کا پالان جنبش میں تھا، (اور یہ اسی کا اثر تھا کہ) اس (دنیا) کا حرام ان (صاحبانِ خلافت) قوموں (قبیلوں) کے نزدیک بے کانٹے کی بیری تھی[1]

[1] کہ اس کا میوہ آسانی سے حاصل ہو جائے یعنی مرتکب نواہی، عذاب روز رستاخیز سے کوئی باک نہیں رکھتا۔ (ن۔ تہران)

وَحَلَالُهَا بَعِيداً غَيْرَ مَوْجُودٍ وَصَادَفْتُمُوهَا. وَاللهِ ظِلّاً مَمْدُوداً إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ فَالْأَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ وَأَيْدِيكُمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ وَأَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوفَةٌ وَسُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ، وَسُيُوفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ۔

اور حلال نہ صرف دور بلکہ موجود ہی نہیں تھا[1] اور یہ گمان نہ کرنا کہ دولت بنوامیہ اسی طرح قائم رہے گی، (بلکہ) بخدا، تم نے اسے ایک عرصہ دراز تک پھیلے ہوئے سایہ کے مانند پایا، پس زمین تمھارے لیے خالی ہے اور تمھارے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں اور پیشوایان (حقیقی) کے ہاتھ تم سے رُکے ہوئے ہیں، تمھاری تلواریں ان پر مسلّط ہیں، اور ان کی تلواریں تم سے روک لی گئی ہیں!

أَلَا!

إِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَائِراً، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِباً وَإِنَّ الثَّائِرَ فِي دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَهُوَ اللهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ، وَلَا يَفُوتُهُ مَنْ هَرَبَ۔

خبردار!

ہر خونِ (ناحق) کا بدلہ لینے والا اور ہر حق کا طلب گار ہوتا ہے اور ہمارے خون کا خونخوار ایسا حاکم ہے کہ خود اپنے بارے میں (بدون دلیل وگواہ) حکم صادر کرتا ہے[2] اور ہمارا خون خواہ اور ہمارے حق کا طلب گار وہ خدائے عزّوجل ہے کہ جسے وہ طلب کرے، اس سے وہ عاجز نہیں اور جو بھاگے وہ اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

فَأُقْسِمُ بِاللهِ يَا بَنِي أُمَيَّةَ عَمَّا قَلِيلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ وَفِي دَارِ عَدُوِّكُمْ۔

پس اے بنوامیہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت جلد تم دیکھ لوگے کہ ریاست و دولت دنیا تم سے (چھن کر) دوسروں کے ہاتھ میں آجائے گی اور تمھارے دشمنوں[3] کے گھر میں منتقل ہوجائے گی۔

أَلَا!

إِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ طَرْفُهُ، أَلَا إِنَّ أَسْمَعَ الْأَسْمَاعِ مَا وَعَى التَّذْكِيرَ وَقَبِلَهُ۔

خبردار!

بیناترین آنکھ وہ آنکھ ہے کہ جس کی نظر خیر وصلاح پر ہو، ہوشیار ہوجاؤ کہ شنواترین وہ کان ہے کہ جو پند ونصیحت کو سنتا اور اسے قبول کرتا ہے۔

---

[1] (والتشبیہ غایۃ فی اللذۃ۔ ن مصر) ان کی گفتار وکردار میں اسلام کی کوئی جھلک نہیں!

[2] وہ ایسا قاضی ہے، جو خود اپنے اوپر بھی فیصلہ صادر کرتا ہے کیونکہ خود اس پر کوئی دوسرا حاکم اور قاضی نہیں (ن۔ مصر ۱۸۰/۱۰ ۲)

[3] دشمنوں سے مراد یہاں بنوعباس ہیں۔

أَيُّهَا النَّاسُ اسْتَصْبِحُوا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُتَّعِظٍ، وَامْتَاحُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ۔

اے لوگو! (اپنی سعادت وخوش بختی کا) چراغ، نصیحت کرنے اور نصیحت قبول کرنے والوں کی اُسے جلاؤ، اور چشمۂ صاف سے پانی کھینچ لو کہ گندلے پن سے پاک ہے!

عِبَادَ اللهِ، لَا تَرْكَنُوا إِلَى جَهَالَتِكُمْ وَلَا تَنْقَادُوا إِلَى أَهْوَائِكُمْ، فَإِنَّ النَّازِلَ بِهَذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ يَنْقُلُ الرَّدَى عَلَى ظَهْرِهِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ لِرَأْيٍ يُحْدِثُهُ بَعْدَ رَأْيٍ، يُرِيدُ أَنْ يُلْصِقَ مَا لَا يَلْتَصِقُ، وَيُقَرِّبَ مَا لَا يَتَقَارَبُ فَاللهَ اللهَ أَنْ تَشْكُوا إِلَى مَنْ لَا يُشْكِي شَجْوَكُمْ وَيَنْقُضُ بِرَأْيِهِ مَا قَدْ أُبْرِمَ لَكُمْ۔

بندگانِ خدا! اپنے جہل ونادانی پر اعتماد نہ کرو، نہ خواہشات نفس کی پیروی کرو، کیونکہ اس منزل پر وارد ہونے والا، گویا اس نہر کے کنارے اُترنے والا ہے جس کا شگاف قریب بہ انہدام ہے اور ہلاکت کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد کر، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہے، ایک خیال سے دوسرے خیال پر پلٹتا رہتا ہے[1] اور چاہتا ہے کہ جو چیز چسپاں نہیں ہو سکتی اسے چسپاں کر دے اور جو چیز نزدیک نہیں ہو سکتی، اسے نزدیک کر دے۔ پس خدا سے ڈرو، ایسا نہ کرو کہ اپنی شکائتیں ایسے شخص کے سامنے پیش کرنے لگو، جو تمھارے غم واندوہ کو برطرف نہ کر سکے اور نہ اپنی رائے سے انھیں توڑ سکے جو (احکام الٰہی) کہ تم پر لازم کیے جا چکے ہیں۔

إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ: الْإِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ، وَالْاجْتِهَادُ فِي النَّصِيحَةِ، وَالْإِحْيَاءُ لِلسُّنَّةِ، وَإِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى مُسْتَحِقِّيهَا، وَإِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلَى أَهْلِهَا، فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَبْتِهِ، وَمِنْ قَبْلِ أَنْ تُشْغَلُوا بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ، وَانْهَوْا غَيْرَكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَنَاهَوْا عَنْهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِي

امام پر ان چیزوں کا قیام واجب ہے جن کا پروردگار نے اسے حکم دیا ہے (اور یہ پانچ چیزیں ہیں) (۱) موعظے کا پہنچانا (۲) نصیحت میں کوشش (۳) سنت کی تجدید اور اس کا احیا (۴) لائق تعزیر پر حد جاری کرنا (۵) بیت المال سے لوگوں کو ان کا صحیح حصّہ دینا!

پس حصول علم ودانش کے لیے جلدی کرو قبل اس کے کہ اس کی گیاہ خشک ہو جائے[2] اور قبل اس کے کہ اپنے آپ کو دوسری چیزوں میں مشغول کرو، کسب نور (علم ودانش) اس کے اہل (امام) سے حاصل کر لو، مرتکبین کو روکو اور خود بھی باز رہو، کیونکہ تمھیں نہی کا حکم، خود باز آ چکنے کے بعد ہی دیا گیا ہے!

[1] ہر روز ایک نیا مسلک اختیار کرتا ہے اور ہر روز اندیشۂ تازے سے دوچار ہوتا ہے۔ [2] رحلت امام وجانشین او — ن طہران ص۳۰۴

۱۰۵- ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——— خطبہ:

اسلام کیا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی شَرَعَ الْاِسْلَامَ، فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلٰی مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْنًا لِمَنْ عَلِقَهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ، وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَشَاهِدًا لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَنُورًا لِمَنِ اسْتَضَاءَ بِهِ، وَفَهْمًا لِمَنْ عَقَلَ، وَلُبًّا لِمَنْ تَدَبَّرَ، وَآيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَتَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ، وَنَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ، وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ مُشْرِفُ الْمَنَارِ۔

سپاس اس خدا کو سزاوار ہے کہ اس نے اسلام کے قواعد بتائے (شاہراہ اسلام قائم کی) اور جو کوئی اس پر وارد ہوا (مسلمان ہوا) اس پر سرچشمۂ (اسلام) کی راہیں آسان کر دیں[1]۔ اس کے ارکان اور ستونوں کو محکم و استوار کر دیا (اس کے اصول و فروع کو عقل و علم پر مبنی قرار دے دیا) تاکہ کوئی (کافر و منافق) اس پر غلبہ نہ حاصل کر سکے، پس اسے محل امن قرار دیا، اس کے لیے کہ اپنے تئیں اس سے متصل کر لے (اس کے دستور پر چلے) اور (یہ اسلام نشانِ) صلح و آشتی ہے۔ جو بھی اس میں داخل ہو جائے، برہان و دلیل ہے، اس کے لیے جو اس کے وسیلہ سے باب سخن وا کرے، شاہد اور گواہ ہے، اس کے لیے جو برسر جنگ ہو، نور اور روشنی ہے اور اس کے لیے جو اس سے روشنی (اور ہدایت کا) طالب ہو، فہم و خرد ہے اس کے لیے جو اس پر تدبّر کرے، عقل و ادراک ہے اس کے لیے جو تفکّر اور تدبّر سے کام لے (نشانِ) رستگاری ہے۔ اس کے لیے جو فراست کے ساتھ راہ حق کی جستجو کرے، بینائی ہے اس کے لیے جو عزم صمیم کا حامل ہو، عبرت اور آگاہی ہے اس کے لیے کہ پند قبول کرے، نجات و رہائی (عذاب الٰہی سے) ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق و اعتراف

[1] "پس اگر بجواہد از منبع علوم و معارف پیغمبر و ائمہ اطہار بہرہ مند شود۔ (ن طہران ص۳۰۵)

کرے وثوق و اطمینان ہے ۔ اس کے لیئے جو خدا پر توکل اور بھروسہ رکھتا ہو، آسائش ہے اس کے لیے کہ (اپنے امور پروردگار کو) سونپ دیتا ہو (آلام و مصائب میں) سپر ہے اس کے لیے جو شکیبائی کا جوہر رکھتا ہو!

مُشْرِقُ الْجَوَادِّ ، مُضِیءُ الْمَصَابِیْحِ کَرِیْمُ الْمِضْمَارِ ، رَفِیْعُ الْغَایَةِ ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ ، شَرِیْفُ الْفُرْسَانِ ، اَلتَّصْدِیْقُ مِنْهَاجُهُ ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ ، وَالْمَوْتُ غَایَتُهُ وَالدُّنْیَا مِضْمَارُهُ ، وَالْقِیَامَةُ حَلْبَتُهُ وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ ۔

تو اسلام راستوں میں سب سے زیادہ روشن راستہ اور مذاہب میں سب سے زیادہ آشکار مذہب ہے ۔

اس کا منارہ (راستی و درستی) بلندی میں (روشن ہے) اس کا راستہ درخشاں (اور نمایاں) ہے، اس کا چراغ روشنی دہندہ ہے ، وہ میدان مسابقت میں سب سے آگے ہے، اس کا انجام (مقرب ہونا درگاہ الٰہی میں) بلند ہے، وہ آگے بڑھ جانے والے گھوڑوں کا جمع کرنے والا ہے (تاکہ ان کے سوار تقرب الٰہی کے لیے ایک دوسرے سے بڑھنے کی سعی کریں جن کے گھوڑے اچھی نسل کے ہیں) جس کا راستہ تصدیق (خدا و رسول) ہے جس کا منارہ اعمال صالحہ ہیں، جس کی انتہا موت ہے جس کا میدان ریاضت و تربیت دنیا ہے، قیامت دوڑنے کی جگہ اور بہشت جس کا جائزہ اور انعام ہے [1]

---

(۲)

اسی خطبے کا ایک اور ٹکڑا ، جس میں آنحضرتؐ کی مدح فرمائی ہے!

حَتّٰی أَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ ، وَأَنَارَ عَلَمًا لِحَابِسٍ ، فَهُوَ أَمِیْنُكَ الْمَأْمُوْنُ ،

(رسول اکرمؐ نے تبلیغ احکام الٰہی کے لیے سعی و کوشش بے پایاں کا اظہار فرمایا) یہاں تک کہ شعلہ ہدایت لو دے اٹھا جس نے اس سے روشنی لینا چاہی وہ بہرہ مند ہوا اور (نشان

---

[1] اَلْحَلْبَةُ : گھوڑ دوڑ کا میدان ۔ کبھی مجمع کو بھی کہتے ہیں ۔ م ح ۔

سُبقتہ : جزاء السابقین بہ (ن مصر)

وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ ، وَبَعِيثُكَ نِعْمَةً ، وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً ۔

ہدایت) کو (بر سر کوہ علم و معرفت) روشن فرمایا تاکہ ہر وہ شخص (جو اپنے قافلہ سے دور اور) ر ماندہ اور سرگرداں ہے، راستہ پالے پس (اے خدا) آنحضرت (تبلیغ رسالت میں) تیرے امین اور درست کار ہیں، روز قیامت میں (بندوں کے احوال پر) گواہ اور شاہد ہیں، نعمت کے ساتھ (خلائق پر) تیرے مبعوث کردہ اور حق و راستی کے ساتھ تیرے فرستادہ ہیں (کہ جو لوگوں پر) رحمت اور مہربانی ہے!

اَللّٰهُمَّ !

اَقْسِمْ لَهُ مَقْسَماً مِنْ عَدْلِكَ ، وَاَجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ ،

بارخدایا!

اپنے عدل سے کام لے کر انھیں (بالاترین مراتب قرب و منزلت) حصے میں عطا فرما۔ اور اپنے فضل سے کئی گنا بدلہ مرحمت فرما!

اَللّٰهُمَّ !

أَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ ، وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهُ ، وَشَرِّفْ عِنْدَكَ مَنْزِلَتَهُ ، وَآتِهِ الْوَسِيلَةَ ، وَاَعْطِهِ السَّنَاءَ وَالْفَضِيلَةَ وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ غَيْرَ خَزَايَا ، وَلَا نَادِمِينَ ، وَلَا نَاكِبِينَ ، وَلَا نَاكِثِينَ وَلَا ضَالِّينَ ، وَلَا مُضِلِّينَ وَلَا مَفْتُونِينَ ۔

بارخدایا!

ان کے دین کو ادیانِ سلف سے بلند کر اور ان کے خوانِ نعمت کو اپنے نزدیک گراں قرار دے، اور ان کی منزل و ماویٰ کو اپنی بارگاہ میں رفعت عطا فرما، انھیں بزرگی اور برتری کا آخری درجہ مرحمت کر، اور ہمیں ان کے گروہ میں اس طرح محشور فرما کہ (معصیت و نافرمانی سے) خجل، اور (کردار زشت سے) پشیمان اور (راہ راست سے) منحرف، اور عہد شکن اور گمراہ اور گمراہ کنندہ، اور (بلا و سختی میں) مبتلائے امتحان نہ قرار پائیں!

وَقَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيمَا تَقَدَّمَ إِلَّا أَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ ۔

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن اس روایت میں کچھ لفظی تغیر تھا، لہذا اسے بھی درج کر دیا!

(دیکھئے خطبہ ۷۱)

۳۔ وَمِنْهَا فی خطاب اصحابہ

(اپنے اصحاب سے)

اس میں بنو اُمیہ کے روزِ بد کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے انکار و اعمال کے مطالعہ پر آمادہ کیا ہے!

وَ قَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا إِمَاؤُكُمْ، وَتُوصَلُ بِهَا جِيرَانُكُمْ وَيُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ، وَلَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهُ، وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ إِمْرَةٌ،

(تم کافر وبُت پرست اور بے قدر و قیمت تھے، مگر) اثر کرامت و نوازش خدا سے تم نے منزلت اور بزرگی کا مقام حاصل کر لیا، کہ تمھاری کنیزیں تک معزز بن گئیں، اور تمھارے ہمسائے تک کرامت الٰہی سے بہرہ مند ہوئے، وہ لوگ تمھارا احترام کرتے ہیں جن پر تم کوئی فضیلت نہیں رکھتے، نہ وہ تمھارے احسان مند ہیں، وہ لوگ تم سے خائف ہیں جو نہ تمھاری سطوت سے مرعوب ہیں، نہ تم ان کے حکمراں ہی ہو۔

وَقَدْ تَرَوْنَ عُهُودَ اللّٰهِ مَنْقُوضَةً فَلَا تَغْضَبُونَ، وَأَنْتُمْ بِنَقْضِ ذِمَمِ آبَائِكُمْ تَأْنَفُونَ وَكَانَتْ أُمُورُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ، وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ وَإِلَيْكُمْ تَرْجِعُ، فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ، وَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِمْ أَزِمَّتَكُمْ وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللّٰهِ فِي أَيْدِيهِمْ يَعْمَلُونَ بِالشُّبُهَاتِ وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ؛

مگر تم دیکھ رہے ہو کہ خدا سے کیے ہوئے عہد توڑے جا رہے ہیں، مگر تم برہم نہیں ہوتے حالانکہ جب تمھارے آباو اجداد کے عہد توڑے جاتے ہیں تو تم ننگ و عار محسوس کرنے لگتے ہو! اور تم وہ لوگ ہو، کہ احکام خدا تم پر وارد ہوئے تم سے ہو کر" پلٹے تمھاری طرف ان کی رجوع اور بازگشت ہوئی، لیکن تم نے ستمگروں کو اپنی منزل پر قابو دیا، اور اپنی زمام کار، اپنے ہاتھ سے نکال کر ان کے ہاتھ میں دے دی، اور احکام الٰہیہ انھیں سونپ دیے، جو شبہات پر عمل کرتے ہیں اور شہوات (کے میدان میں) سیر کرتے ہیں۔

وَأَيْمُ اللّٰهِ!
لَوْ فَرَّقُوكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ۔

خدا کی قسم!
اگر بنو امیہ تمھیں ہر ہر ستارہ کے نیچے پراگندہ کر دیں تو بھی ان کا روزِ بد دکھانے کے لیے خدا تمھیں اکٹھا کر کے رہے گا!

۱۰۶ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

جنگِ صفین میں

جب کثرت تعداد کے باعث امیر معاویہ کی شامی فوجیں لشکرِ حیدری پر بظاہر غالب آرہی تھیں، لیکن بعد میں یہ کم تعداد لشکر اپنے سے زیادہ تعداد والی فوج پر غالب آگیا، تو حضرت نے فرمایا:

قَدْ رَأَيْتُ جَوْلَتَكُمْ، وَانْحِيَازَكُمْ
عَنْ صُفُوفِكُمْ، تَحُوزُكُمُ الْجُفَاةُ
الطَّغَامُ وَأَعْرَابُ أَهْلِ الشَّامِ وَأَنْتُمْ
لَهَامِيمُ الْعَرَبِ وَيَآفِيخُ الشَّرَفِ، وَ
الْأَنْفُ الْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ
وَلَقَدْ شَفَى وَحَاوِحَ صَدْرِي أَنْ
رَأَيْتُكُمْ بِأَخَرَةٍ تَحُوزُونَهُمْ كَمَا
حَازُوكُمْ، وَتُزِيلُونَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ
كَمَا أَزَالُوكُمْ حَسّاً بِالنِّصَالِ، وَشَجْراً
بِالرِّمَاحِ، تَرْكَبُ أُولَاهُمْ أُخْرَاهُمْ
كَالْإِبِلِ الْهِيمِ الْمَطْرُودَةِ، تُرْمَى عَنْ
حِيَاضِهَا، وَتُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا۔

(میدانِ کارزار میں) میں نے تمھیں پیٹھ پھیرتے، اور اپنی صفوں سے الگ ہوتے دیکھا (میں نے دیکھا کہ اہل شام، جفاکار، بدخو، پست اور بادیہ نشین، تمھیں گریز پر مجبور کر رہے ہیں، حالانکہ تم جواں عرب کے رودار و ناموروں میں سے ہو۔ صاحب شرف، اونچی ناک رکھنے والے اور کوہان شتر کی طرح، بلند مرتبہ (اور اہل شام پر) بزرگی رکھنے والے (اس صورت میں شکست و فرار، تمھارے لیے سزاوار نہ تھی) لیکن پھر میرے سینہ کا درد شفا پاگیا (غم و اندوہ زائل ہوگیا) جب میں نے دیکھا کہ آخر کار تم بھی اسی طرح جس طرح انھوں نے تمھیں مجبور گریز کر رہے ہو جس طرح انھوں نے تمھارے پڑاؤ سے ہٹا دیا تھا۔ اسی طرح تم بھی تلوار مار کر نیزے چھوڑ کر ان کے پڑاؤ سے ہٹا رہے ہو جس کے باعث ان کی پچھلی صفیں اگلی صفوں پر ان پیاسے اونٹوں کی طرح گر رہی ہیں جنھیں ان کے کھانے سے (پیاسا) ہنکا دیا گیا ہو اور حوض و آب گاہ سے جنھیں دور کر دیا گیا ہو۔

۱۰۷- خطبہ: ——— ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام

باطل کی گرفت!

مستقبل پر نظر ۔ حمد خدا ۔ ذکر نبیؐ ۔ حال مستقبل ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّي لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوبِهِمْ بِحُجَّتِهِ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، إِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِذَوِي الضَّمَائِرِ، وَ لَيْسَ بِذِي ضَمِيرٍ فِي نَفْسِهِ، خَرَقَ عِلْمُهُ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ وَ أَحَاطَ بِغُمُوضِ عَقَائِدِ السَّرِيرَاتِ۔

سپاس اس خدا کو سزاوار ہے کہ اپنی خلقت و آفرینش کی بنا پر (جو اس کی ربوبیت کاملہ کی دلیل ہے) خلائق پر آشکارا ہوا، اور اپنی محبت (و برہان و آثار قدرت) کے باعث قلوب مخلوق کے نزدیک ظاہر اور نمایاں ہوا۔

جس نے فکر و اندیشہ کو کام میں لائے بغیر مخلوق کو ایجاد فرمایا، کیونکہ فکر و اندیشہ اس کے لیے سزاوار ہے جو ضمیر[1] رکھتا ہو، اور خدا فی نفسہ ہماری جیسی ضمیر نہیں رکھتا (کیونکہ وہ قوائے ادراکیہ کا محتاج نہیں) اس کے علم نے پس پردۂ غیب (ماضی و مستقبل) کے رازہائے درون کو چاک کر دیا ہے (کیونکہ ذات واجب کے لیے کوئی حاجب اور مانع نہیں) اور افکار و عقائد کے بھیدوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مِنْهَا

فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَ مِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَ ذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ، وَ سُرَّةِ الْبَطْحَاءِ، وَ مَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ، وَ يَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ۔

خداوند سبحان نے رسول اکرم کو پیغمبروں کے شجرہ (آل ابراہیم) سے، فانوس نور سے، بزرگی کی چوٹی سے ناف بطحا (مکّہ معظمہ) سے تاریکی کے چراغ اور سرچشمۂ حکمت سے برگزیدہ کیا۔

[1] قوائے مدرکہ، باطنیہ۔ دل۔ ذہن۔

منہا

طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ، قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَأَحْمَى مَوَاسِمَهُ، يَضَعُ مِنْ ذٰلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ: مِنْ قُلُوبٍ عُمْيٍ، وَآذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ، مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ، وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ، لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ الْعُلُومِ الثَّاقِبَةِ، فَهُمْ فِي ذٰلِكَ كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ وَالصُّخُورِ الْقَاسِيَةِ۔

کچھ اپنے لیے

تمہارا امام: یہ وہ طبیب (روحانی) ہے کہ اپنے معالجہ اور طب کے وسیلہ سے (ہلاکت آفرین امراض باطنی سے بچانے کے لیے) ہمیشہ گردش کناں ہے جس نے اپنے مرہم (علوم و معارف) کو تیار اور اپنے اوزاروں کو گرم کر لیا ہے کہ اندھے دلوں اور بہرے کانوں اور گونگی زبانوں کا علاج کرے (اور جہاں مرہم کی ضرورت ہو وہاں مرہم وعظ اور جہاں سرزنش کا موقع ہو وہاں سرزنش کرے۔ وہ دوا ساتھ لے کر غفلت کے مقاموں سرگشتگی کی جگہوں کو ڈھونڈھتا رہتا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے حکمت کی روشنی سے نہ کسب ضیا کیا نہ علوم کے چقماق سے (معرفت کے) شرارے پیدا کیے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ گھاس چرنے والے جانوروں اور سخت و ناملائم پتھروں کے جیسے ہو کر رہ گئے ہیں۔

قَدِ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِأَهْلِ الْبَصَائِرِ، وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَأَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا۔ مَا لِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحًا بِلَا أَرْوَاحٍ، وَأَرْوَاحًا بِلَا أَشْبَاحٍ، وَنُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَتُجَّارًا بِلَا أَرْبَاحٍ، وَأَيْقَاظًا نُوَّمًا، وَشُهُودًا غُيَّبًا، وَنَاظِرَةً عَمْيَاءَ، وَسَامِعَةً صَمَّاءَ، وَنَاطِقَةً بَكْمَاءَ؟

اب صاحبانِ بصیرت و بینائی کے لیے ہر پوشیدہ آشکار اور شبہ کرنے والے کے لیے حق کا راستہ ہویدا ہو چکا ہے، قیامت اپنا نقاب اٹھا چکی ہے اور اس کا نشان فراست اور زیرکی رکھنے والے پر ظاہر ہو چکا ہے پھر کیا بات ہے کہ تمھیں اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے پیکر بے جان، یا جان بے پیکر! (میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ) عبادت گزار ہو لیکن پرہیزگاری کے بغیر (جنگجو ہو مگر بے ثبات قدم) تاجر ہو، لیکن نفع سے محروم (مغلوب شدہ و شکست خوردہ) تم بیدار ہو لیکن اونگھتے ہوئے، حاضر ہو لیکن جیسے غائب، بینا ہو، لیکن مانند کور، شنوا ہو، لیکن بہرے، گویا ہو، لیکن گونگے!

مستقبل پر ایک نظر

رَايَةُ ضَلَالَةٍ قَدْ قَامَتْ عَلَى قُطْبِهَا، وَتَفَرَّقَتْ بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا،

یہ فتنہ و فساد کے جھنڈے درحقیقت گمراہی کے پرچم ہیں جو گمراہی کے مرکز میں گڑے ہوئے ہیں اور اپنے شعبوں اور شاخوں

وَتَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ الْمِلَّةِ قَائِمٌ عَلَى الضِّلَّةِ، فَلَا يَبْقَى يَوْمَئِذٍ مِنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ الْقِدْرِ - أَوْ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ الْعِكْمِ

کے ساتھ ہر طرف پھیل گئے ہیں اور تمھیں اپنے پیمانہ سے وزن کر رہے ہیں۔ (گمراہ کر رہا ہے) اور اپنے ہاتھ سے تمھیں پیٹ رہے ہیں۔ (ذلیل و خوار کر رہا ہے) اس بیرق کا قائد اور پرچم دار اسلام سے خارج اور (راہ) ضلالت پر ایستادہ ہے، پس اس دن تم میں سے جو لوگ باقی رہ جائیں گے وہ تلچھٹ کی طرح ہوں گے۔ بیکار اور حقیر جیسے جھاڑن کے دانے

تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ الْأَدِيمِ، وَتَدُوسُكُمْ دَوْسَ الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمُ اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةَ الْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ الْحَبِّ -

یہ گمراہی تمھیں چمڑے کی طرح چھیل ڈالے گی اور اس طرح پامال کر دے گی جس طرح کھیت کا کٹا ہوا اناج روندا جاتا ہے اور تم میں کا مومن خدا پرست اس طرح (ظلم و ستم کے لیے) چھانٹ لیا جائے گا جس طرح پرندہ مہین دانوں سے موٹے دانے چھانٹ لیتا ہے

أَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ الْمَذَاهِبُ، وَتَتِيهُ بِكُمُ الْغَيَاهِبُ، وَتَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ؟ وَمِنْ أَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَأَنَّى تُؤْفَكُونَ؟ فَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ وَأَحْضِرُوهُ قُلُوبَكُمْ وَاسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ، وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ،

(آخر) یہ تم کس راستے پر جا رہے ہو؟ اور (جہل و نادانی کی) تاریکیاں تمھیں کس طرح حیران و سرگشتہ کر رہی ہیں؟ اور یہ جھوٹی امیدیں کس طرح فریب دے رہی ہیں؟ (ذرا غور تو کرو) گمراہ کرنے کے لیے تمھیں کہاں سے لایا گیا ہے؟ اور (راہِ حق سے) کس طور پر تمھیں روکا جا رہا ہے؟ پس ہر مدّت کے لیے ایک سرنوشت ہے اور ہر غائب کے لیے بازگشت ہے۔ پس لازم ہے کہ اپنے عالم ربانی (امام) سے نصیحت کی باتیں سنو، اور (قبول نصیحت کے لیے) اپنے دلوں کو متوجہ کر لو، اور اگر وہ تمھیں (خواب غفلت سے) چونکائے، تو بیدار ہو جاؤ، ہر قوم کے پیشوا کو چاہیئے کہ اپنے پیرودں سے سچ بولے[1]۔ اپنی پراگندگی کو جمع کر لے (تفرقہ، حواس و افکار بیہودہ کو راہ نہ دے) اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے۔

فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ الْأَمْرَ فَلْقَ

پس اس عالم ربانی (امامؑ) نے امر (دین و دنیا) تمھارے

[1] جیسے کہ مثل ہے "الرائد لا یکذب اهله"۔

الْخَرَزَةِ، وَقَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ،
فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَخَذَ الْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَ
رَكِبَ الْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ وَعَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ
وَقَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ
الْعَقُورِ وَهَدَرَ فَنِيقُ الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ،
وَتَوَاخَى النَّاسُ عَلَى الْفُجُورِ، وَتَهَاجَرُوا
عَلَى الدِّينِ، وَتَحَابُّوا عَلَى الْكَذِبِ، وَتَبَاغَضُوا
عَلَى الصِّدْقِ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ الْوَلَدُ
غَيْظاً وَالْمَطَرُ قَيْظاً، وَتَفِيضُ اللِّئَامُ
فَيْضاً، وَتَغِيضُ الْكِرَامُ غَيْضاً، وَكَانَ
أَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَاباً، وَسَلَاطِينُهُ
سِبَاعاً، وَأَوْسَاطُهُ أُكَّالاً وَفُقَرَاؤُهُ
أَمْوَاتاً، وَغَارَ الصِّدْقُ، وَفَاضَ الْكَذِبُ
وَاسْتُعْمِلَتِ الْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ وَتَشَاجَرَتِ
النَّاسُ بِالْقُلُوبِ، وَصَارَ الْفُسُوقُ نَسَباً،
وَالْعَفَافُ عَجَباً، وَلُبِسَ الْإِسْلَامُ لُبْسَ
الْفَرْوِ مَقْلُوباً۔

لئے اس طرح صاف کر دیا ہے جس طرح دانہ مہرہ اور اس کی
پوست اس طرح اتاری ہے جس طرح گوند نکالنے کے لیے درخت
کی چھال چھیل لیتے ہیں، پس جب وہ وقت آئے گا کہ باطل ہر جگہ
مسلّط ہو جائے اور جہل اپنی سواریوں پر سوار ہو جائے اور
حق کی رعایت کم ہو جائے تو روزگار (زمانہ) اس طرح حملہ آور
ہوگا۔ جس طرح درندہ، (خوں ریزی بہت زیادہ ہوگی) اور باطل
کا شتر نر خاموشی کے بعد بلبلا اٹھے گا (یہ حالت مستی) معصیت
اور بدکاری پر لوگوں میں برادرانہ تعلق پیدا ہو جائے گا اور دین
کے سوال پر ایک دوسرے سے برگشتہ ہو جائیں گے، کذب اور
جھوٹ ایک دوسرے کے دوست اور سچائی پر ایک دوسرے
کے دشمن بن جائیں گے، جب یہ کچھ ہوگا، تو اولاد ماں باپ
کے لیے سبب برہمی بن جائے گی اور باراں موجب حرارت و گرما
بن جائے گی (لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے) ذلیل اور
کمینوں کی زیادتی ہو جائے گی، اور نیک خو اور نیک طبع
لوگ کمیاب ہو جائیں گے اور بادشاہ درندے کی طرح ہونگے
اور کمزور وضعیف لوگ لقمہ کی طرح ہوں گے، اور فقرا
مُردوں کے مانند، راستی رخصت ہو چکی ہوگی، اور جھوٹ پھیل
چکا ہوگا، دوستی زبان پر ہوگی، اور دشمنی دل میں، فسق و
فجور نسب بن جائے گا، پاکیزگی و عفت عجیب سی چیز بن جائے گی
اور اسلام کو الٹے پوستین کی طرح اُلٹ کر پہن لیا جائے گا۔

مطلب یہ کہ کردار کو اسلام سے کوئی نسبت نہ ہوگی، اگر گفتار اسلام ہی پر ہوگی، اسلام کا نام لیا جائے گا، لیکن اسلام سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے گا، اسلام کی عظمت کے قصیدے پڑھے جائیں گے، لیکن عمل میں اسلام کی جھلک کہیں بھی نظر نہ آئے گی، جو کچھ دل کہے گا، زبان اس کا ساتھ نہ دیگی، جو کچھ زبان پر ہوگا، دل اس سے ہم آہنگ نہ ہوگا، کمزور کی پوچھ نہ ہوگی۔ طاقت کے آگے گردنیں جھکیں گی اور یہ سب کچھ اس اسلام کے ماننے والے کریں گے،

جو اسلام کے سپرد ہوں گے، لیکن تخریب اسلام کے لیے جن کے مساعی وقف ہوں گے!

اور واقعہ یہ ہے کہ امیرالمومنین کی نگاہِ دوررس نے جو کچھ ملاحظہ فرمالیا تھا وہ آپ کی شہادت کے بعد رونما ہو کر رہا، کوفہ، بصرہ، شام اور دوسرے مقامات پر اسلام کا نام لے لے کر جس جس طرح اسلام کو رسوا کیا گیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر وہ بڑی بیچارگی کا دور تھا، اسلام اپنے دشمنوں میں نہیں دوستوں میں گھرا ہوا تھا اور یہ دوست ہی تھے جو اس کے احکام اور فرامین و ہدایات پر عمل کرنے سے گریز کر رہے تھے، بلکہ استخفاف کر رہے تھے ــــــ اور شاید یہ کچھ نہ ہوتا، اگر اسلام کو اس کے صحیح معنیٰ میں برتنے کی کوشش کی گئی ہوتی! (مترجم)

نہج البلاغہ اور امیرالمومنینؑ

لَقَدْ کَانَ الْمُجَلّیٰ فِی ھٰذَا الْحَلْبَۃِ عَلِیٌّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ۔ وَمَا اَحْسَبُنِی اَحْتَاجُ فِی اِثْبَاتِ ھٰذَا اِلیٰ دَلِیْلٍ اَکْثَرَ مِنْ "نہج البلاغہ"

اِس میدان کا شہسوار "علیؑ" تھے، میرا خیال ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے نہج البلاغہ کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

ذٰلِکَ الْکِتَابُ الَّذِیْ اَقَامَہٗ حُجَّۃً وَاضِحَۃً عَلیٰ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَدْ کَانَ اَحْسَنَ مِثَالٍ حَیٍّ لِنُوْرِ الْقُرْاٰنِ"

اس کتاب کو خدا نے اس بات کی روشن دلیل بنایا ہے کہ علی نور قرآن کی زندہ مثال تھے۔"

محمد حسن نائل المرصفی المدرس "البیان"
کلیۃ العزیز الکبری ۔ مصر۔

۱۰۸ —— ومن خطبة له علیه السّلام —— خطبہ:

توحید و صفات

اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے خداوند سبحان کے صفات کمال و جلال کو بیان فرمایا ہے اس طرح کہ حقائق کا ایک بحر متواج آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے

كُلُّ شَيْءٍ خَاضِعٌ لَهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ، غِنَى كُلِّ فَقِيرٍ، وَعِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَقُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَمَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ، مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهُ، وَمَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ. وَمَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَمَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ مُنْقَلَبُهُ، لَمْ تَرَكَ الْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ، بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِينَ مِنْ خَلْقِكَ، لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَلَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ، وَلَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَلَا يُفْلِتُكَ مَنْ أَخَذْتَ وَلَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَلَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ وَلَا يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَاءَكَ، وَلَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ مَنْ تَوَلَّى عَنْ أَمْرِكَ، كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ، أَنْتَ الْأَبَدُ فَلَا أَمَدَ لَكَ وَأَنْتَ الْمُنْتَهَى فَلَا مَحِيصَ عَنْكَ، وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَابَّةٍ، وَإِلَيْكَ مَصِيرُ كُلِّ نَسَمَةٍ۔

ہر موجود، خدائے بزرگ و برتر کے لیے معترف عجز و سر بسجود ہے، ہر چیز اسی کے (بل) پر قائم ہے، وہ ہر فقیر اور درویش کا سرمایۂ دولت مندی، اور ہر ذلیل و خوار کی عزّت و برتری ہے، وہ ہر ناتواں کی قوت ہے اور ہر ستم رسیدہ کی گریز گاہ ہے اس پر توکل کرنے والا ہر طرح مطمئن رہتا ہے)

وہ ہر بولنے والے کی بات سنتا ہے، ہر خاموشی کے بھید سے واقف ہے، وہ ہر زندہ کا روزی رساں (یعنی متکفّل) ہے اور ہر مرنے والے کی بازگشت صرف اسی کی طرف ہے!

آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دیں (تیری ماہیت بیان کر سکیں) مخلوقات میں جو تیرے وصف کے بیان کرنے والے ہیں تُو ان سے بہت پہلے سے موجود ہے، تو نے یہ خلقت تنہائی کی وحشت سے گھبرا کر نہیں پیدا کی ہے اور نہ انہیں کسی نفع کے لیے ایجاد فرمایا ہے، جسے تو طلب کرے، وہ تجھ سے آگے نہیں جا سکتا اور جسے تو پکڑلے وہ تیرے پنجہ سے نہیں نکل سکتا، جو تیری نافرمانی کا مرتکب ہو وہ تیری مِلک و بادشاہی میں کسی طرح کی کمی نہیں کر سکتا، اور جو تیری اطاعت و پیروی کرے وہ تیری سلطنت میں اضافہ نہیں کر سکتا، جو تیرے فیصلہ سے راضی اور خوش نہیں، وہ اس (فیصلہ) کو رد نہیں کر سکتا، اور جو تیرے فرمان سے روگردانی کرتا ہے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، ہر نہاں تیرے نزدیک آشکار

اور ہر غائب تیرے لیے حاضر ہے (پنہاں و آشکار حاضر و غائب اس کے نزدیک یکساں ہیں، کیونکہ اس کا علم اس کی عین ذات ہے اور تمام اشیاء پر احاطہ رکھتا ہے) تو ہمیشہ سے ہے اور تیرے لیے کوئی انتہا نہیں، تو ہی منتہی ہے لہذا تیرے امر و فرمان سے گریز و فرار ممکن نہیں، تو ہی (ہر چیز کی) جائے بازگشت ہے، لہذا تیرے (عذاب) سے گریز نہیں ہو سکتا، (سوا تیری رحمت کے) ہر جاندار کی پیشانی (قسمت) تیرے قبضے (قدرت و توانائی) میں ہے اور ہر انسان کا مرجع تیری ہی طرف ہے۔

خدایا —!

سُبْحَانَكَ! مَآ اَعْظَمَ مَا نَرٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَآ أَصْغَرَ عِظَمَهُ فِي جَنْبِ قُدْرَتِكَ وَمَآ أَهْوَلَ مَا نَرٰی مِنْ مَلَكُوتِكَ، وَمَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ

تو ہر عیب و نقص سے پاک ہے، تیری جس مخلوق کو ہم دیکھتے ہیں، وہ اپنی جگہ پر کس قدر اہم اور بڑی نظر آتی ہے، لیکن تیری قدرت و توانائی کے سامنے اس کی بزرگی کتنی حقیر اور کم مایہ نظر آتی ہے، لیکن یہ جلالت تیری اس جلالت کے مقابلہ میں بہت کم ہے، جو ہماری نظروں سے پنہاں ہے۔

وَمَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي الدُّنْيَا وَمَا أَصْغَرَهَا فِي نِعَمِ الْاٰخِرَةِ۔

تیری نعمتیں دنیا میں کتنی کامل اور اکمل دکھائی دیتی ہیں، لیکن آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں کتنی ہیچ نظر آتی ہیں!

یوں تو امیرالمومنین کا ہر خطبہ، مفہوم و معنی کا ایک دفتر، حقائق و معارف کا ایک سمندر، اور اسرار و رموز الٰہی کا ایک بحر ناپیدا کنار ہوتا ہے، لیکن اس خطبہ میں انھوں نے ایک بات ایسی فرمائی ہے جس کی تصدیق و تحسین جتنی آج کی ترقی یافتہ سائنس کر سکتی ہے۔ آج سے چودہ سو برس پہلے کی مخلوق نہیں کر سکتی تھی۔ اس خطبہ میں امیرالمومنین نے خداوند تعالیٰ کے اوصاف کمال و جلال بیان فرماتے فرماتے ارشاد کیا ہے:۔

"تیری پادشاہی اور ربوبیت کو ہم اپنی چشم عقل سے دیکھتے ہیں تو وہ کتنی ہولناک، عظیم الشان اور عدیم المثال نظر آتی ہے، لیکن تیری یہ جلالت اس جلالت کے مقابلہ میں کہیں ہیچ ہے، جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے"

اور یہ اوجھل، اب ہماری نظروں کے سامنے، کس حد تک نمایاں ہوتا جا رہا ہے، پہلے ہم بھی یہ سمجھتے تھے کہ یہ دنیا ایک دنیا ہے اور بس اس لیے پہاڑ دریا، سمندر، جنگل، بیابان دیکھ کر ہم حیران رہ جاتے تھے،

سرِعبودیت خم کر دیتے تھے، لیکن اب ہماری آنکھیں رصدگاہوں میں بیٹھ کر، دُوربینوں سے کام لے کر دیکھ چکی ہیں اور دیکھ رہی ہیں کہ یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ کرۂ ارض، یہ پہاڑ، یہ دریا، یہ صحرا، یہ بیابان اور یہ ساری عظیم و جلیل چیزیں، دوسرے سیاروں، دوسری دنیاؤں اور دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں کتنی ہیچ اور کتنی حقیر ہیں۔ اور یہ حال تو اب ہے کہ ہمارے معلومات کی مثال، اس بچہ کی طرح ہے جو سمندر کے کنارے بیٹھ کر، ایک چُلّو پانی ہاتھ میں لے لے اور ڈھنڈورا پیٹے کہ سارا سمندر اس کی مٹھی میں آگیا، ابھی تو ہم نے معرفت کے میدان میں قدم رکھا ہے، رہبری نہیں کی ہے، ہزاروں سال بعد جب ہمارا علم اور بڑھے گا، ہمارے مشاہدات اور ترقی کریں گے، حقائق ہمارے سامنے اور زیادہ صحت کے ساتھ برافگندہ نقاب ہوں گے، تب ہمیں پتہ چلے گا، کہ واقعی سلطنتِ الہٰی کا جو حصّہ ہماری نظروں سے پنہاں اور ہماری دسترس سے دُور ہے، وہ کتنا عظیم و جلیل ہے، وہ کتنا ہولناک اور لرزہ خیز ہے —— لیکن یہ مراحل و مدارج ہمارے لیے ہیں، خاصانِ خدا کے نہیں ہیں۔ ان کے ادراکِ باطن میں خدا ایسی جلا پیدا کر دیتا ہے، اور ان کی قوتِ مشاہدہ اتنی تیز اور سریع ہوتی ہے کہ بغیر کسی زحمت کے وہ ان بہت سی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ جن کا صرف اندازہ کرنے کے لیے ہمیں نہ جانے کتنی صدیاں اور نہ جانے کتنے قرن چاہئیں، سچ کہا ہے کسی نے ؎

خاصانِ خدا، خدا نہ باشند
لیکن زخدا، جدا نہ باشند

مِنْهَا —— (اسی خطبے سے)

فرشتوں کے اوصاف

مِنْ مَلٰٓئِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوٰتِكَ، وَرَفَعْتَهُمْ عَنْ أَرْضِكَ هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَأَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْكَ لَمْ يَسْكُنُوا الْأَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا الْأَرْحَامَ، وَلَمْ يُخْلَقُوا مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ، وَلَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ

ملائکہ میں کچھ فرشتے وہ ہیں جنھیں تو نے اپنے آسمانوں کا ساکن بنایا ہے اور اپنی زمین سے بلند کیا ہے، یہ (سارے فرشتے) مخلوق سے (سوا انبیا و اوصیا کے) تیرے جاننے والے ہیں، یہ تجھ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے (اسی لیے) تجھ سے بہت قریب ہیں۔ نہ وہ باپوں کی پشتوں میں رہے، نہ ماؤں کے رحموں میں ٹھہرے، اور آبِ نجس (منی) سے پیدا ہوئے، نہ

رَيْبُ الْمَنُوْنِ، وَإِنَّهُمْ عَلَىٰ مَكَانِهِمْ مِّنْكَ وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَاسْتِجْمَاعِ أَهْوَائِهِمْ فِيْكَ، وَكَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَقِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ، لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِّنْكَ لَحَقَّرُوْا أَعْمَالَهُمْ وَلَزَرَوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، وَلَعَرَفُوْا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَلَمْ يُطِيْعُوْكَ حَقَّ طَاعَتِكَ

انھیں حوادث روزگار نے پراگندہ او منتشر کیا اور یہ تجھ سے اتنا قرب رکھنے اور تیرے نزدیک اتنی منزلت رکھتے ہوئے اور تیری ذات سے آرزوؤں کو وابستہ کرنے اور زیادتی عبادت اور تیرے احکام میں کم سے کم غفلت (لاپروائی) کے باوجود، اگر تیری اس حقیقت کو دیکھ لیں (انتہائی معرفت حاصل کریں) جو انھیں معلوم نہیں، تو اپنے اعمال (عبادت) کو حقیر و بے وقعت سمجھنے لگیں اور (اپنی تقصیر طاعت پر) اپنے آپ کو ملامت اور سرزنش کرنے لگیں، اور اس بات کا احساس کرنے لگیں کہ (اتنی عبادت کرنے کے باوجود) تیری عبادت کا (پورا) حق نہ ادا کر سکے ——!

انسان کی فریب خوردگی

سُبْحَانَكَ خَالِقًا وَّمَعْبُوْدًا، بِحُسْنِ بَلَائِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَارًا وَّجَعَلْتَ فِيْهَا مَأْدُبَةً، مَشْرَبًا وَّمَطْعَمًا وَّأَزْوَاجًا وَّخَدَمًا وَّقُصُوْرًا وَّأَنْهَارًا وَّزُرُوْعًا وَّثِمَارًا، ثُمَّ أَرْسَلْتَ دَاعِيًا يَدْعُوْا إِلَيْهَا فَلَا الدَّاعِيَ أَجَابُوْا، وَلَا إِلَىٰ مَا شَوَّقْتَ إِلَيْهِ اشْتَاقُوْا أَقْبَلُوْا عَلٰى جِيْفَةٍ قَدِ افْتَضَحُوْا بِأَكْلِهَا، وَاصْطَلَحُوْا عَلٰى حُبِّهَا، وَمَنْ عَشِقَ شَيْئًا أَعْشٰى بَصَرَهٗ، وَأَمْرَضَ قَلْبَهٗ

خدایا!

ہم تجھے ہر عیب اور نقص سے منزہ اور مبرّیٰ جانتے ہیں۔ تو ہی خلائق کا پیدا کرنے والا اور تو ہی پرستش کے قابل ہے، تو نے اپنی مخلوق کی آزمائش و نیکوکاری کے لیے گھر (جنت) بنایا اور اس میں تو نے ہر طرح کا سامان (دعوت) کھانے پینے کا مہیا کیا، حوریں اور غلمان خدمت گزاری کے لیے بنائے، محل بنائے نہریں جاری کیں، کھیتیاں اگائیں اور میوے پیدا کیے، پھر (اپنی طرف) بلانے والے رسولؑ کو بھیجا، جو اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے، لیکن لوگوں نے اس دعوت کی طرف رغبت نہ کی، نہ اسے قبول کیا، نہ جس چیز کا شوق دلایا گیا تھا اس طرف مائل ہوئے، بلکہ اس مردار (دنیا) کی طرف متوجہ ہو گئے جسے کھا کر یہ رسوا ہوئے ہیں جس کی دوستی پر انھوں نے اتفاق کر لیا، اور جب کوئی عاشق ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں کور

فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيحَةٍ، وَيَسْمَعُ
بِأُذُنٍ غَيْرِ سَمِيعَةٍ، قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ
عَقْلَهُ، وَأَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهُ، وَوَلِهَتْ
عَلَيْهَا نَفْسُهُ، فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا وَلِمَنْ فِي يَدِهِ
شَيْءٌ مِنْهَا، حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ إِلَيْهَا، وَحَيْثُمَا
أَقْبَلَتْ أَقْبَلَ عَلَيْهَا، لَا يَنْزَجِرُ مِنَ اللهِ بِزَاجِرٍ
وَلَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ، وَهُوَ يَرَى الْمَأْخُوذِينَ
عَلَى الْغِرَّةِ حَيْثُ لَا إِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَةَ -
كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَجْهَلُونَ،
وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوا يَأْمَنُونَ
وَقَدِمُوا مِنَ الْآخِرَةِ عَلَى مَا كَانُوا يُوعَدُونَ،
فَغَيْرُ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ: اجْتَمَعَتْ
عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَحَسْرَةُ الْفَوْتِ،
فَفَتَرَتْ لَهَا أَطْرَافُهُمْ، وَتَغَيَّرَتْ لَهَا أَلْوَانُهُمْ
ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ فِيهِمْ وُلُوجًا فَحِيلَ بَيْنَ
مَنْطِقِهِ، وَإِنَّهُ لَبَيْنَ أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ
وَيَسْمَعُ بِأُذُنِهِ - عَلَى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ
وَبَقَاءٍ مِنْ لُبِّهِ - يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَى
عُمُرَهُ، وَفِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ، وَيَتَذَكَّرُ
أَمْوَالًا جَمَعَهَا: أَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا، وَ
أَخَذَهَا مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَمُشْتَبِهَاتِهَا،
قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا وَأَشْرَفَ
عَلَى فِرَاقِهَا۔

ہو جاتی ہیں، دل بیمار ہو جاتے ہیں[1] تو وہ بیمار آنکھ سے دیکھتا
اور سننے والے کان سے سننے لگتا ہے، بیہودہ خواہشیں اس کی
عقل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں، دنیا اس کا دل مردہ کر دیتی ہے
اور وہ (دل و) جان سے دنیا پر فریفتہ ہو کر، دنیا کا بندہ بن جاتا
ہے، ہر اس شخص کا بندہ بن جاتا ہے، جو دنیا پر کچھ بھی دسترس
رکھتا ہے! جدھر دنیا گھومتی ہے، یہ بھی گھوم جاتا ہے، جس
طرف وہ متوجہ ہوتی ہے یہ بھی اسی طرف متوجہ ہو جاتا ہے -
منع کرنے والے اور نصیحت کرنے والے (قرآن) سے تنبیہ نہیں
حاصل کرتا۔ حالانکہ جانتا ہے کہ جو لوگ اچانک عالم غفلت میں
گرفتار کر لیے گئے، جن کے لیے۔ اب (مرجانے کے باعث) نہ
عفو کی گنجائش ہے، نہ واپسی کی کہ اسی طرح موت ان پر آگئی،
حالانکہ یہ اس سے ناواقف تھے اور دنیا سے وہ جدائی جس کا
انھیں ذرا بھی دھڑکا نہ تھا، اور جس (جزا و سزا) آخرت کے
وعدے کئے گئے تھے، وہاں تک یہ پہنچ گئے۔ ان کو جن سختیوں
اور شدتوں سے پالا پڑا ان کا بیان ممکن نہیں ان پر (دو چیزیں)
جان کنی کی سختی اور مرنے کی حسرت طاری تھی۔ لیکن ان کے اعضا
لٹک گئے اور چہروں کے رنگ بدل گئے۔ پھر تیزی سے موت
ان کے اندر داخل ہو گئی۔ پھر انسان اور اس کے نطق کے درمیان
پردہ حائل ہو گیا کہ اپنے عزیزوں کے درمیان میں پڑا ہوا سب
کچھ (اپنی) آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے (ان کا
رونا) سنتا ہے، عقل بجا اور فہم و ادراک برقرار۔ پڑا سوچتا ہے
کہ عمر عزیز کس طرح گنوا دی، روزگار کس طرح بسر کیا؟ وہ
جمع کردہ مال کو یاد کرتا ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں کس کس طرح

[1] اس لیے کہ وہ محبوب کا عیب نہیں دیکھتا اس کی برائی بھی اسے اچھی لگتی ہے۔

تَبْقیٰ لِمَنْ وَرَآءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا، وَيَتَمَتَّعُونَ بِهَا فَيَكُونَ الْمَهْنَأُ لِغَيْرِهِ، وَالْعِبْءُ عَلیٰ ظَهْرِهِ وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُونُهُ بِهَا، فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلیٰ مَا أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ، وَيَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ أَيَّامَ عُمُرِهِ، وَيَتَمَنّیٰ أَنَّ الَّذِي كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَيَحْسُدُهُ عَلَيْهَا قَدْ حَازَهَا دُونَهُ، فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتّیٰ خَالَطَ لِسَانُهُ سَمْعَهُ، فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهِ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ، يُرَدِّدُ طَرْفَهُ بِالنَّظَرِ فِي وُجُوهِهِمْ، يَرٰی حَرَكَاتِ أَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا فَقُبِضَ بَصَرُهُ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهُ وَخَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ فَصَارَ جِيفَةً بَيْنَ أَهْلِهِ قَدْ أَوْحَشُوا مِنْ جَانِبِهِ، وَتَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ، لَا يُسْعِدُ بَاكِيًا، وَلَا يُجِيبُ دَاعِيًا، ثُمَّ حَمَلُوهُ ــــــــ

(فرق حلال وحرام کو) نظر انداز کیا ہے؟ اور مشتبہ اور غیر مشتبہ ہر طرح سے اسے فراہم کیا اور اب بلاشبہ اس ذخیرہ اندوزی کے نتائج وعواقب لازم ہو گئے (یعنی کیفر کردار) اور اس کی (مال کی) جدائی سے یہ مطلع ہو گیا، یہ مال اس کے بعد، ان لوگوں کے لیے رہ جائے گا جس سے وہ عیش و کامرانی کی زندگی بسر کریں گے، اس سے تمتع کریں گے، یہ دکھ جھیل کر جمع کی ہوئی دولت، غیروں کے لیے ہو جائے گی اور بار گراں (حساب و عذاب) اس کی پیٹھ پر رہے گا اب وہ شخص اپنے اموال میں گرفتار ہے (اس مال کے حساب سے کوئی راہِ فرار نہیں، اب وہ موت کی سختیوں سے درماندہ ہو کر پشیمان ہو رہا ہے اور ہاتھ (بوٹیاں) کاٹ رہا ہے اور جن چیزوں سے رغبت کا اظہار (بہ حالتِ زندگی) کیا کرتا تھا اب ان سے نفرت ظاہر کر رہا ہے اور تمنّا کر رہا ہے کہ جو لوگ اس پر (مالداری کے باعث) رشک وحسد کیا کرتے تھے، کاش انھوں نے اس مال کو جمع کیا ہوتا، پس موت (کے آثار) اس کے بدن میں ظاہر ہونے لگتے ہیں، یہاں تک کہ زبان کی طرح کان بھی بیکار ہو جاتے ہیں اور اب اس کا حال اپنے گھر والوں کے مابین یہ ہو گیا کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے، نہ کان سے سُن سکتا ہے، اپنی آنکھ سے بار بار اِدھر اُدھر دیکھتا ہے اور ان کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبان کی جنبش کو دیکھتا ہے، لیکن ان کی باتوں کو سن نہیں سکتا، پھر موت قریب تر ہونے کے لیے اور بڑھی اور اب سماعت کی طرح بصارت بھی جواب دے گئی۔ اور روح جسم سے نکل گئی اور یہ اپنے گھر والوں کے بیچ میں مردار بن گیا، جس سے یہ لوگ وحشت کھانے لگے، اور اس کے قریب سے دور ہٹنے لگے، یہ نہ اب رونے والے کے ساتھ ہمدردی کر سکتا ہے نہ کسی پکارنے والے کا جواب دے سکتا ہے، پھر لوگ اسے

إِلَىٰ مَخَطٍّ فِي الْأَرْضِ فَأَسْلَمُوهُ فِيهِ إِلَىٰ عَمَلِهِ، وَانْقَطَعُوا عَنْ زَوْرَتِهِ۔

(کاندھوں پر) اٹھاکر قبر کی طرف لے گئے اور وہاں اسے انھوں نے اس کے اعمال کے حوالے کردیا اور ہمیشہ کے لیے اس سے ملنا چھوڑ دیا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَالْأَمْرُ مَقَادِيرَهُ، وَأُلْحِقَ آخِرُ الْخَلْقِ بِأَوَّلِهِ، وَجَاءَ مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا يُرِيدُهُ: مِنْ تَجْدِيدِ خَلْقِهِ، أَمَادَ السَّمَاءَ وَفَطَرَهَا، وَأَرَجَّ الْأَرْضَ وَأَرْجَفَهَا، وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَنَسَفَهَا، وَدَكَّ بَعْضُهَا بَعْضاً مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ، وَمَخُوفِ سَطْوَتِهِ، وَأَخْرَجَ مَنْ فِيهَا فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ أَخْلَاقِهِمْ، وَجَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ، ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيدُهُ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا الْأَعْمَالِ وَخَبَايَا الْأَفْعَالِ، وَجَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ:

یہاں تک کہ جب لوگوں کی تحریر شدہ مدت (زندگی) پوری ہوجائے گی اور مقدرات عالم اپنی انتہا کو پہنچ جائیں گے اور آخر خلائق اوّل سے ملحق ہوجائے گی، (زندہ لوگ مرجائیں گے) اور ارادۂ الٰہی کے مطابق حکم جاری ہوگا: کائنات دوبارہ نئے سرے سے زندہ ہوگی، تو آسمان کو حرکت دے کر اس میں شگاف پیدا کردے گا اور زمین کو اُلٹ کر اس میں زلزلہ پیدا کرے گا۔ بڑے بڑے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور پراگندہ کردیئے جائیں گے اور خدا کی ہیبت و جلالت اور خوف وعظمت کے مارے پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، زمین اپنا سب کچھ اگل دے گی، اس کے ویران ہونیکے بعد پھر سے تجدید کریگا۔ ان کے پراگندہ اجزا کو پھر سے جمع کرے گا اور ان کے جن کاموں کے احتساب اور بازپرس کا ارادہ کرلیا ہے ان کے لیئے انھیں الگ الگ کھڑا کردے گا، اور (بعد از حساب) انھیں دو فریقوں میں کردے گا،

أَنْعَمَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ، وَانْتَقَمَ مِنْ هٰؤُلَاءِ: فَأَمَّا أَهْلُ الطَّاعَةِ فَأَثَابَهُمْ بِجِوَارِهِ، وَخَلَّدَهُمْ فِي دَارِهِ، حَيْثُ لَا يَظْعَنُ النُّزَّالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمُ الْحَالُ، وَلَا تَنُوبُهُمُ الْأَفْزَاعُ، وَلَا تَنَالُهُمُ الْأَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْأَخْطَارُ، وَلَا تُشْخِصُهُمُ الْأَسْفَارُ،

(ایک) وہ فریق جس پر نعمت نازل فرمائی، اور (دوسرا) وہ گروہ جو سزاوار انتقام و عقوبت ٹھہرا۔ ان میں سے اہل طاعت کی جزا، جوارِ رحمت قرار دیگا۔ اور اپنی بہشت جاودانی میں انھیں جگہ دے گا، وہ بہشت کہ جس میں (ایک دفعہ) داخل ہونے کے بعد پھر کوئی نکالا نہیں جائے گا، تغیر حال (گرمی، سردی، پیری، جوانی وغیرہ) سے آشنا نہ ہوگا، خوف و دہشت سے سروکار نہ ہوگا، بیماری سے کبھی پالا نہیں پڑے گا، خطرات کبھی عارض نہ ہونگے، نہ سفر انھیں گھر سے نکلنے پر مجبور کرے گا۔

وَأَمَّا أَهْلُ الْمَعْصِيَةِ فَأَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغَلَّ الْأَيْدِيَ إِلَى الْأَعْنَاقِ، وَقَرَنَ النَّوَاصِيَ بِالْأَقْدَامِ، وَأَلْبَسَهُمْ سَرَابِيلَ الْقَطِرَانِ، وَمُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ، فِي عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ أُطْبِقَ عَلَى أَهْلِهِ، فِي نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَلَجَبٌ وَلَهَبٌ سَاطِعٌ وَقَصِيفٌ هَائِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا، وَلَا يُفَادَى أَسِيرُهَا، وَلَا تُفْصَمُ كُبُولُهَا، لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنَى، وَلَا أَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضَى۔

اور اہلِ معصیت ۔ ! ان کا بدلہ یہ ہوگا کہ بدترین مقام (دوزخ) پر پہنچائے جائیں گے، ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے ہوں گے اور پیشانی کے بال قدموں سے پیوستہ ہونگے، ان کے پیرہن میں روغن قطران کی بدبو بسی ہوگی ۔ اور جامہ ہائے آتشِ سوزاں انھیں پہنائے جائیں گے، ان پر ایسا عذاب ہوگا کہ جس کی گرمی حد سے زیادہ شدید ہوگی اور ایسے گھر میں ہوں گے کہ جس کا دروازہ کھل نہ سکے گا (یہ باہر نہ آسکیں گے) (جہنم کی) آگ ایسی آگ ہوگی جو بہت زیادہ جھلسا دینے والی ہوگی جس سے مہیب اور کرخت آوازیں نکل رہی ہوں گی۔ اس آگ میں رہنے والا (پھر) نکل نہ سکے گا، وہاں کے اسیر و گرفتار کا فدیہ قبول نہ کیا جائے گا، نہ وہاں کی زنجیریں کبھی شکستہ ہوں گی جس گھر (دوزخ) کی کوئی مدت نہ ہوگی جو انتہا کو پہنچ جائے، نہ کوئی زمانہ معین ہوگا کہ وہ زمانہ بسر کر کے کوئی باہر نکل آئے۔

منہا ——

نعتِ نبیؐ

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا وَأَهْوَنَهَا وَهَوَّنَهَا، وَعَلِمَ أَنَّ اللهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا، وَبَسَطَهَا لِغَيْرِهِ احْتِقَارًا، فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ وَأَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا، أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مُقَامًا بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِرًا وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِرًا وَدَعَا إِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا۔

آنحضرتؐ نے دنیا کو ہمیشہ حقیر اور چھوٹا سمجھا، اسے پست خیال کیا، خدا نے انھیں برگزیدہ بنایا، اور دنیا کو ان سے دور رکھا، اور چونکہ وہ ذلیل و پست تھی، لہذا دوسروں کے لیے حقارت کی بنا پر کشادہ کر دیا۔ پس آنحضرت (صلعم) دل سے اس سے متنفر اور غیر متعلق تھے، اور اس کی یاد اپنے دل سے دور فرما دی۔ اور اسے پسند کیا کہ اس کی زینت و آرائش پر نظر نہ ڈالیں تاکہ وہ اس زینت سے لباس آراستہ کے طلب گار نہ ہوں۔ اور اس میں اقامت کی آرزو نہ کریں، انھوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے تبلیغ احکام (یا حجت و دلیل) فرمائی، اور اپنی اُمّت اور اپنے پیروؤں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایا،

نصیحت کی اور نوید جانفزا سنا کر انھیں جنت کی طرف بلایا۔

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ ، وَمُخْتَلَفُ الْمَلٰئِكَةِ ، وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ وَيَنَابِيعُ الْحِكَمِ ، نَاصِرُنَا وَمُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ ، وَ عَدُوُّنَا وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ ۔

ہم (اہل بیت) درختِ نبوت میں سے ہیں ، اس خاندان سے ہیں کہ نبوت و رسالت الٰہی نے وہاں جگہ پائی ، اور فرشتوں کی وہاں آمد و رفت رہی ۔ ہم معرفت اور دانش کی کان ، اور حکمت کا سرچشمہ ہیں ، ہمارے دوست اور ناصر رحمتِ الٰہی کے انتظار میں ہیں اور ہمارے دشمنوں اور بدخواہوں کے لیے غضب الٰہی مہیّا ہے !

"لَا نَعلَمُ بعد رسول اللّٰہ م فیمن سلف وخلف افصح من علی فی المنطق و لا ابلّ منہ ریقا فی الخطابۃ ، کان حکیما تتفجر الحکمۃ من بیانہ وخطیبا تتدفق البلاغۃ علی لسانہ واعظا بلیغ السمع والقلب و مترسلا بعید غور الحجۃ و متکلما یضع لسانہ حیث شاء"

(احمد حسن زیات)

١٠٩ — ومن خطبة له علیه السلام ——— خطبہ:

حفظ شعائر اسلام

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، الْإِيمَانُ بِهِ وَبِرَسُولِهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا الْمِلَّةُ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهُ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَرْحَضَانِ الذَّنْبَ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ وَصَدَقَةُ السِّرِّ فَإِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ، وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ۔

أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الذِّكْرِ وَارْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ الْمُتَّقِينَ فَإِنَّ وَعْدَهُ أَصْدَقُ الْوَعْدِ، وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ الْهَدْيِ وَاسْتَنُّوا بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَى السُّنَنِ، وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ، وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ

خدائے بزرگ و برتر سے تقرّب حاصل کرنے والوں کا بہترین ذریعۂ تقرّب دس چیزیں ہیں: (۱) اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا (۲) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کہ سبب بلندی (رکن اعظم) اسلام ہے (۳) کلمۂ اخلاص (لا الہ الا اللہ) کہنا کہ یہ اصل فطرت (انسانی) ہے (۴) اقامت صلوٰۃ کہ دین اسلام کی نشانی ہے (۵) زکوٰۃ، کہ یہ فریضۂ واجبہ ہے (۶) صوم رمضان کہ یہ عقاب (الٰہی) سے بچنے کی سپر ہے (۷) حج و عمرہ کہ یہ دونوں چیزیں فقیری کو دور کرتی ہیں، اور گناہ کو دھو دیتی ہیں۔ (۸) صلۂ رحم (عزیزوں کے ساتھ احسان و نیکوئی) جس سے مال میں زیادتی ہوتی ہے اور یہ موت کو ٹالتا ہے (۹) صدقہ دینا کہ خفیہ خیرات گناہوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور علانیہ صدقہ: اچانک موت کو دور کرتا ہے (۱۰) اچھے اچھے کام کرنا کہ اس سے انسان ذلّت و رسوائی سے محفوظ رہتا ہے۔

ذکر خدا میں سرگرم رہو، کیونکہ یاد خدا بہترین ذکر ہے اور اس (جنت) کی طرف رغبت کرو، جس کا اس نے اپنے پرہیزگار بندوں سے وعدہ فرمایا ہے، کہ اس کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے، اپنے پیغمبر کی ہدایت و رہنمائی کی پیروی کرو کہ اس کی رہنمائی سب سے بہتر ہے، اس کی سنت اور طریقہ پر چلو، کیونکہ وہ تمام سنتوں سے زیادہ ہدایت آفرین ہے۔ اور قرآن کو یاد کرو کہ وہ سب سے اچھی گفتگو ہے۔ اس میں

الْقُلُوبِ، وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ، وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ الْقَصَصِ، فَإِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَهُوَ عِنْدَ اللهِ أَلْوَمُ

غور و فکر و مطلب فہمی سے کام لو، کہ قرآن دل کی بہار ہے، اس کے نورِ ہدایت سے شفا، اور بہبودی کے خواہاں ہو کہ قرآن بیماری سینہ کی شفا ہے اور اسے ٹھیک طرح سے پڑھو (تلفظ صحیح ہو معنی پر نگاہ ہو، احکام پر غور ہو) کہ وہ مفید ترین داستان ہے۔ وہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کرے، اس سرگشتہ جاہل کی طرح ہے جو کسی طرح اپنے خواب غفلت سے بیدار نہ ہو (بلکہ قیامت کے روز جاہل کے مقابلہ میں اس کی) پکڑ سخت، حسرت و اندوہ، زیادہ اور توبیخ و سرزنش فزوں تر ہوگی (اس لیے کہ عالم ہونے کے باوجود اس نے جاہلوں کی سی حرکت کی اور فسق و معصیت سے اپنا دامن نہ بچا سکتا)

وهو بالاجماع اخطب المسلمين و امام المنشئين وخطبه فى الحث على الجهاد، و رسائله الى معاويه ووصفه الطاؤس والخفاش والدنيا، وعهده للاشتر النخعى، ان صح ذلك تعد من معجزات اللسان العربى و بدائع العقل البشرى۔ (احمد حسن زیات)

"علیؑ" بالاتفاق مسلمانوں میں سب سے بڑے خطیب ہیں۔ جنگ پر ابھارنے کے لیے ان کے خطبے، معاویہ کے نام ان کے خط، اور مور، چمگادڑ پر ان کی تقریریں اور مالک اشتر کے نام دستور، (اگر صحیح ہو) عربی زبان کے معجزے ہیں اور انسانی عقل کی حیران کن ایجاد۔ (م ح)

۱۱۰ —— ومن خطبة لہ علیہ السّلام —— خطبہ :

دُنیا؛ اور دُنیا والے

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنِّیْ اُحَذِّرُکُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَ تَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ وَ رَاقَتْ بِالْقَلِیْلِ، وَ تَحَلَّتْ بِالْاٰمَالِ وَ تَزَیَّنَتْ بِالْغُرُوْرِ، لَا تَدُوْمُ حَبْرَتُهَا، وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا، غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ اَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ، لَا تَعْدُوْا اِذَا تَنَاهَتْ اِلٰی اُمْنِیَّةِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ فِیْهَا وَالرِّضَاءِ بِهَا اَنْ تَكُوْنَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰی:

"كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ، وَكَانَ اللهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا"، لَمْ یَكُنْ امْرُؤٌ مِنْهَا فِیْ حَبْرَةٍ اِلَّا اَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً وَلَمْ یَلْقَ مِنْ سَرَّائِهَا،

امّا بعد!

تمھیں دنیا میں (دل اٹکانے سے) میں ڈراتا رہتا ہوں، کیونکہ دُنیا (کا مزہ اہل دنیا کے نزدیک) شیریں اور (ان کی نظر میں) سرسبز و شاداب ہے، وہ خواہشوں اور نفسانی آرزوؤں میں گھری ہوئی ہے یہ اپنی ذراسی آرائش پر اتراتی اور اپنے فریب سے سجی ہوئی ہے، اس کی مسرّت پائدار نہیں، اس کے درد و اندوہ سے آسودگی نہیں حاصل ہو سکتی، بڑی فریبی اور زیاں رساں ہے، حالات میں تغیر کرتی رہتی ہے، (تونگری کو درویشی سے آسائش کو سختی سے، صحت کو بیماری سے، زندگی کو موت سے بدلتی رہتی ہے) یہ نیست و نابود کر دیتی ہے، تباہ کر دیتی ہے اس کی شکم سیری یہ ہے کہ سب کو ہلاک کر دے جو لوگ اس سے رغبت اور چاہت رکھتے ہیں جب یہ ان کی آرزو تک پہنچتی ہے تو دنیا جیسی کچھ ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے — دنیا کی مثال اس پانی کی طرح ہے، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا، پس اس سے مِل جُل کر زمین کی گھاس سرسبز ہوئی اور پھر وہی ایسی گیاہ خشک بن گئی، جسے ہوائیں پراگندہ کر دیتی ہیں اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے[1] —— کوئی شخص بھی متاع دنیا سے مسرور و شادماں نہیں رہتا، مگر وہ شخص کہ گریۂ گلوگیر کے لیے

---

[1] س ۱۸ ی ۴۵ - مطلب یہ کہ دنیا کی خرمی اور سرسبزی بس ویسی ہی ہے جیسی گھاس کی کہ ابھی سبزۂ نورس ہے اور ابھی گیاہ خشک۔

بَطْناً إِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْراً
وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ إِلَّا
هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ وَحَرِيٌّ إِذَا
أَصْبَحَتْ لَهُ مُنْتَصِرَةً أَنْ تُمْسِيَ لَهُ
مُتَنَكِّرَةً، وَإِنْ جَانِبٌ مِنْهَا اعْذَوْذَبَ
وَاحْلَوْلَى أَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبَى،
لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَباً
إِلَّا أَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَباً، وَلَا
يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ أَمْنٍ إِلَّا أَصْبَحَ عَلَى
قَوَادِمِ خَوْفٍ، غَرَّارَةٌ غُرُورٌ مَا فِيهَا
فَانِيَةٌ، فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا، لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ
مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوَى، مَنْ أَقَلَّ مِنْهَا
اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ، وَمَنِ اسْتَكْثَرَ
مِمَّا يُوبِقُهُ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيلٍ عَنْهُ، كَمْ مِنْ
وَاثِقٍ بِهَا قَدْ فَجَعَتْهُ، وَذِي طُمَأْنِينَةٍ
قَدْ صَرَعَتْهُ وَذِي أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ
حَقِيراً، وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلاً،
سُلْطَانُهَا دُوَلٌ، وَعَيْشُهَا رَنِقٌ، وَعَذْبُهَا
أُجَاجٌ وَحُلْوُهَا صَبِرٌ، وَغِذَاؤُهَا
سِمَامٌ وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ، حَيُّهَا بِعَرَضِ
مَوْتٍ، وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ، مُلْكُهَا
مَسْلُوبٌ، وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ، وَ
مَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ، وَجَارُهَا مَحْرُوبٌ۔

تیار رہا ہو، اس کی خوشیوں سے کوئی بھی بہرہ مند نہیں ہوتا، مگر وہ
شخص کہ اس کی بدی کی زیاں کاری سے دوچار نہ ہوا ہو، اس دنیا
میں آرام و راحت کا بادل اسی پر برستا ہے جس پر پے در پے بلاؤں
کا پانی گرتا ہے (بس جب دنیا کی رفتار یہ ہے) تو پھر اگر کسی پر صبح امداد
(وکامیابی) بنے تو شام صورت بدل کر غم و اندوہ کے ساتھ آئے
اس کا ایک پہلو اگر خوشگوار اور شیریں ہے تو دوسرا تلخ اور
اندوہ گیں، جو شخص اس کی سرسبزی اور شادابی سے نہال ہوتا ہے
اسے یہ بلاؤں کی سختی سے نڈھال کر دیتی ہے، اور جو اس کے
نرم و نازک پروں کے سایہ میں شام کرتا ہے، اس کی صبح خوف و
دہشت کے بازوؤں پر ہوتی ہے، یہ فریب کار ہے اور اس میں
سوا فریب کے کچھ نہیں، یہ فانی ہے، اور اس کی پشت پر جو کچھ بھی
ہے وہ فنا ہو جانے والا ہے۔ لہٰذا پرہیزگاری کے سوا کوئی
توشہ اچھا نہیں، جس شخص نے اس سے (مال و منال) کم لیا، اس
نے گویا بہت زیادہ چیزے لی، جو اسے عذاب (الٰہی) سے بچا لے
گی، اور جس نے اس سے خوب سا (مال و منال) لیا، اس نے
وہ چیز زیادہ سے زیادہ لے لی، جو اسے تباہ و برباد کر دے گی،
اور بہت جلد زائل ہو جائے گی۔

کتنے ہی اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں جن کو اس نے مبتلائے
مصیبت کیا، اور کتنے ہی اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں جنھیں اس
نے پچھاڑ دیا، کتنے ہی ارباب جاہ و جلال ہیں جنھیں اس نے حقیر و ذلیل
کر دیا، کتنے ہی نخوت پرست ہیں جن کو اس نے ذلیل کر دیا، اس کا اقتدار
گردش کرتا رہتا ہے، اس کی زندگی مکدر ہے، اس کا شیریں پانی تلخ ہے
اس کی مٹھاس میں کڑواہٹ ملی ہوئی ہے، اس کی غذا زہریلی ہے
اس کے رشتے کمزور ہیں، اس کا ہر زندہ موت کے سامنے، اس کا
ہر تندرست بیماری کے حوالے ہے اس کا ملک چھن جائے گا، اس کا
با عزت ذلیل ہوگا۔ اس کا مال تباہ، اور ہمسایہ لٹ جائے گا۔

اَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ؟ اَطْوَلَ اَعْمَاراً، وَاَبْقَى آثَاراً، وَاَبْعَدَ آمَالاً، وَاَعَدَّ عَدِيداً، وَاَكْثَفَ جُنُوداً، تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا اَيَّ تَعَبُّدٍ، وَآثَرُوهَا اَيَّ اِيثَارٍ، ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ، فَهَلْ بَلَغَكُمْ اَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً بِفِدْيَةٍ، اَوْ اَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ، اَوْ اَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً؟ بَلْ اَرْهَقَتْهُمْ بِالْقَوَادِحِ، وَاَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ، وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ، وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَوَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَاَعَانَتْ عَلَيْهِمْ رَيْبَ الْمَنُونِ، فَقَدْ رَاَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَآثَرَهَا وَاَخْلَدَ اِلَيْهَا حَتّٰى ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْاَبَدِ، وَهَلْ زَوَّدَتْهُمْ اِلَّا السَّغَبَ؟ اَوْ اَحَلَّتْهُمْ اِلَّا الضَّنْكَ، اَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ اِلَّا الظُّلْمَةَ، اَوْ اَعْقَبَتْهُمْ اِلَّا النَّدَامَةَ؟

اَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ، اَمْ اِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ، اَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلٰى وَجَلٍ مِنْهَا. فَاعْلَمُوا وَاَنْتُمْ

کیا تم انہی لوگوں کے گھروں میں اقامت گزیں نہیں ہو، جو تم سے پہلے والوں کے گھر تھے؟ ان کی عمریں درازتر، اور ان کے آثار پائندہ تر تھے؟ ان کی آرزوئیں بیشتر، ان کی جمعیتیں آمادہ تر اور ان کے لشکر انبوہ تر تھے، انھوں نے دنیا کو کس کس طرح پُوجا اور کس کس طرح سے اسے چاہا، لیکن آخرکار انہوں نے یہاں سے کوچ کیا (مر گئے) بغیر کسی سامان سفر کے جسے ساتھ لے جاتے، یا سواری کے کہ اس پر چڑھ کر راہ پیمائی کرتے۔ کیا تمھیں یہ خبر بھی ملی کہ اس دنیا نے کبھی ان کا فدیہ دیا یا ان کی اعانت و دستگیری کی؟ یا (اخلاقاً) کبھی انھیں مدد پہنچائی؟ نہیں! یہ کچھ نہیں کیا (بلکہ) اس نے انھیں گرفتار مصائب کیا، آفات سے انھیں کمزور بنایا، دست مصیبت کو جنبش دی، ان کی ناکیں زمین پر رگڑ دیں، ان کو اپنے پاؤں تلے روندا، اور ان کے مقابلہ میں حوادث و مصائب مدد کی۔ جو لوگ اس دنیا کے اطاعت گذار تھے اور آخرت پر اسے ترجیح دیتے تھے، اور ہمہ تن اس کی طرف مائل تھے، ان کے ساتھ تم نے اس کا ظلم و ستم دیکھ لیا پس جب وہ اس سے دائمی مفارقت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، تو کیا اس نے بھوک اور گرسنگی کے سوا بھی انھیں کوئی توشہ دیا؟ تنگ منزل (قبر) کے سوا کہیں اور انھیں اتارا؟ یا تاریکی کے سوا کوئی چراغ ان کے لیے جلایا؟ یا ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ اور انہیں عطا کیا؟

تم اس دنیا کو پسند کرتے ہو، یا اس سے مطمئن ہو یا اس پر حریص ہو؟ یہ دنیا اس شخص کے لیے بدترین گھر ہے جو اسے قلیل الزام نہ قرار دے اور اس میں رہ کر اس سے خوف زدہ نہ ہو! جان لو، اور تم (اچھی طرح) جانتے ہو کہ تمھیں اسے چھوڑنا پڑے گا،

تَعْلَمُونَ . بِأَنَّكُمْ تَارِكُوهَا وَظَاعِنُونَ عَنْهَا وَاتَّعِظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ قَالُوا : (مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً) حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَاناً ، وَأُنْزِلُوا الْأَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيفَاناً ، وَجُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحِ أَجْنَانٌ وَمِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ وَمِنَ الرُّفَاتِ جِيرَانٌ فَهُمْ جِيرَةٌ لَا يُجِيبُونَ دَاعِياً وَلَا يَمْنَعُونَ ضَيْماً ، وَلَا يُبَالُونَ مَنْدَبَةً . إِنْ جِيدُوا لَمْ يَفْرَحُوا وَإِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا جَمِيعٌ وَهُمْ آحَادٌ ، وَجِيرَةٌ وَهُمْ أَبْعَادٌ ، مُتَدَانُونَ لَا يَتَزَاوَرُونَ ، وَقَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ ، حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ لَا يُخْشَى فَجْعُهُمْ وَلَا يُرْجَى دَفْعُهُمْ اسْتَبْدَلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ بَطْناً وَبِالسَّعَةِ ضِيقاً ، وَبِالْأَهْلِ غُرْبَةً ، وَبِالنُّورِ ظُلْمَةً ، فَجَاؤُهَا كَمَا فَارَقُوهَا حُفَاةً عُرَاةً قَدْ ظَعَنُوا عَنْهَا ، بِأَعْمَالِهِمْ إِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ ، وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ : "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ، وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ" .

یہاں سے تم کو کوچ کرنا ہوگا۔ لہذا ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو، جو کہتے تھے ، ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ لیکن انھیں لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا ، مگر کسی نے سوار نہ کیا ، باوجود اس کے کہ قبروں میں اتارے گئے ، لیکن مہمان کہ کر بلائے نہیں گئے، زمین میں ان کی قبریں بنائی گئیں اور مٹی کے کفن دے گئے۔ گلی ہوئی ہڈیاں ہمسائے قرار دیے ۔ اب وہ نہ کسی پکارنے والے کو جواب دے سکتے ہیں، نہ کسی مصیبت کو دور کر سکتے ہیں ، نہ نوحہ و ماتم کی پروا کرتے ہیں ، اگر انھیں بارش سے شادکام کیا جائے تو خوش نہیں ہوتے ، اور اگر قحط (غذا نہ دی جائے) ہو تو مایوس نہیں ہوتے ۔ یہ الگ الگ ہونے کے باوجود مجتمع ہیں۔ اور پڑوسی ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے دُور ہیں ، نزدیک ہیں مگر ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتے ، قریب ہیں، لیکن (لطف) قربت سے محروم ہیں، ایسے حلیم ہیں جن کے کینے دُور ہو چکے ہیں، اتنے بے حس ہیں کہ عداوتوں کو بھول چکے ہیں، اب نہ ان سے ایذا رسانی کا خوف کیا جا سکتا ہے ، نہ مخالفت کی امید کی جا سکتی ہے، انھوں نے زمین کی پیٹھ سے اس کے پیٹ کو، کشادگی سے تنگی کو ، اہل و عیال سے غربت اور تنہائی کو ، اور نور سے تاریکی کو بدل لیا ہے اور جس طرح اسے چھوڑا تھا ، اسی طرح پھر ننگے پاؤں لباس اتارے ہوئے ، اس کے پاس پہنچ گئے ، اور اس سے اپنے اعمال کا (توشہ) لے کر دائمی زندگی بسر کرنے کے لیے جاودانی گھر کی طرف کوچ کر گئے ، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔ "ہم نے جس طرح آغاز تخلیق میں انھیں پیدا کیا تھا ، اسی طرح انہیں دوبارہ پھر لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم (اسے) برابر (پورا) کریں گے !" (س ۲۱ - ی ۱۰۴)

۱۱۱ــــ ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ـــــــ خطبہ:

ملک الموت و قبض رُوح

هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلاً؟ أَمْ هَلْ تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّى أَحَداً؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا؟ أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ؟

کیا جب موت کا فرشتہ (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو تم اس کا احساس کرتے ہو؟ یا جب وہ کسی کی روح قبض کرتا ہے تو تم اسے دیکھتے ہو؟ (نہیں، بلکہ) شکم مادر میں یہ جنین کی رُوح کس طرح قبض کرلیتا ہے؟ کیا یہ ماں کے بعض اعضاء پر وارد ہو جاتا ہے؟ یا پروردگار کے حکم سے خود رُوح اس کی جانب پرواز کر جاتی ہے؟ یا خود ملک الموت ماں کے بعض اجزاء درونی میں ٹھہر جاتا ہے؟

(ذرا غور کرو) وہ شخص خدا کا وصف کیونکر بیان کر سکتا ہے، جو اپنی ہی جیسی ایک مخلوق کے وصف سے عاجز اور درماندہ ہو؟

۱۱۲ — ومن خطبة لهٗ علیه السّلام — **خطبہ:**

مذمّتِ دُنیا اور دعوتِ آخرت

خطبے کے اس اقتباس میں دنیائے دُوں کی مذمّت فرمائی ہے، اور حیات آخرت کے طلب وحصول کی سعی پر مسلمانوں کو راغب کیا ہے کہ وہی زندگی اصلی زندگی ہے، اور اس دنیا کی حیات یکسر ناپائدار!

وَاُحَذِّرُکُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ وَلَیْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ، وَقَدْ تَزَیَّنَتْ بِغُرُوْرِهَا وَغَرَّتْ بِزِیْنَتِهَا، دَارٌ هَانَتْ عَلٰی رَبِّهَا، فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا، وَخَیْرَهَا بِشَرِّهَا وَحَیَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَحُلْوَهَا بِمُرِّهَا، لَمْ یُصْفِهَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِاَوْلِیَائِهٖ، وَلَمْ یَضِنَّ بِهَا عَلٰی اَعْدَائِهٖ خَیْرُهَا زَهِیْدٌ، وَشَرُّهَا عَتِیْدٌ، وَجَمْعُهَا یَنْفَدُ وَمُلْکُهَا یُسْلَبُ، وَعَامِرُهَا یَخْرَبُ۔ فَمَا خَیْرُ دَارٍ

تمھیں میں دنیا سے ڈراتا ہوں، کیونکہ وہ ناپائیدار جگہ ہے[۱] وہ ایسی فرودگاہ ہے، جہاں جستجوئے آب وگیاہ لاحاصل ہے، اس دنیا نے فریب دینے والی چیزوں سے اپنے تئیں آراستہ کر رکھا ہے، اور اپنی آرائش سے (لوگوں کو) مبتلائے فریب کرتی رہتی ہے، وہ ایسی منزل ہے کہ پروردگار کے نزدیک حقیر وپست ہے (چنانچہ) اس کا حلال، حرام سے، اس کی نیکی بدی سے، اس کی زندگی موت سے، اور اس کی شیرینی تلخی سے ملی ہوئی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے اسے اپنے دوستوں کے لیے صاف اور گوارا نہیں کیا ہے، (بلکہ ان کے لیے تنگی اور سختی رکھی ہے) اور اپنے دشمنوں کے لیے اسے بخشنے میں بخل سے کام نہیں لیا ہے[۲] اس کا خیر اور اس کی نیکی بہت کم ہے، اس کی بدی اور اس کا شر آمادہ ہے، اس کی جمع کی ہوئی چیزیں (مال ودولت) ختم ہو جانے والی ہیں، اس کی شوکت وحکومت چھن جانے والی ہیں، اس کی آبادیاں خرابہ بن جائیں گی، اس گھر میں بھی خیر اور نیکوئی

---

[۱] القُلعة: هی منزل من لا یستقر۔ (ن۔ مصر ص۲۳۹) [۲] بلکہ کشائش اور نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ خود دنیا کی خواری اور پستی کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ نعمت سے دوستوں کو محروم کر کے دشمنوں کو سرفراز نہیں کیا جاتا۔

تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَآءِ، وَعُمْرٍ يَفْنٰى فِيْهَا فَنَاءَ الزَّادِ، وَمُدَّةٍ تَنْقَطِعُ اِنْقِطَاعَ السَّيْرِ۔

کا گز رہو سکتا ہے کہ جو لُٹ جائے اور برباد ہو جائے؟ وہ عمر بھی کیا جو زادِ راہ (ناشتۂ سفر) کی طرح ختم ہو جائے اور وہ مدت بھی کوئی مدت ہے کہ راستے کی طرح کٹ جائے۔

اِجْعَلُوْا مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبَتِكُمْ، وَاسْاَلُوْهُ مِنْ اَدَآءِ حَقِّهٖ مَا سَاَلَكُمْ وَاسْمَعُوْا دَعْوَةَ الْمَوْتِ اٰذَانَكُمْ قَبْلَ اَنْ يُّدْعٰى بِكُمْ، اِنَّ الزَّاهِدِيْنَ فِى الدُّنْيَا تَبْكِىْ قُلُوْبُهُمْ وَاِنْ ضَحِكُوْا وَيَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَاِنْ فَرِحُوْا، وَيَكْثُرُ مَقْتُهُمْ اَنْفُسَهُمْ وَاِنِ اغْتَبَطُوْا بِمَا رُزِقُوْا۔

خدا نے جو چیزیں تم پر فرض کی ہیں ان کی طلب میں لگے رہو، اور تم سے اپنے جس حق کی ادائگی کا مطالبہ کیا ہے اسے ادا کرنے میں اس کی توفیق و مدد کے جویا رہو، اپنے کانوں سے موت کی پکار سن لو، قبل اس کے کہ تمہیں بلایا جائے (دنیا میں) پارساؤں کے دل (خوفِ خدا سے) روتے رہتے ہیں، اگرچہ (بظاہر) خنداں نظر آتے ہیں، ان کا حزن و اندوہ (خوف الٰہی سے) بہت سخت ہے، اگرچہ (لوگوں کی نگاہ میں) وہ شاد نظر آتے ہیں[1]۔ (طاعت بندگی میں تقصیر کے باعث اپنے نفس پر انہیں بہت زیادہ غصّہ آتا رہتا ہے۔ اگرچہ جو چیزیں انہیں اور جو کچھ (بارگاہ الٰہی سے) عطا ہوا ہے لوگ اس سے جلتے ہیں!

قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوْبِكُمْ ذِكْرُ الْاٰجَالِ، وَحَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْاٰمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا اَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَالْعَاجِلَةُ اَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ الْاٰجِلَةِ، وَاِنَّمَا اَنْتُمْ اِخْوَانٌ عَلٰى دِيْنِ اللّٰهِ۔ مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ اِلَّا خُبْثُ السَّرَآئِرِ وَسُوْٓءُ الضَّمَآئِرِ، فَلَا تَوَازَرُوْنَ وَلَا تَنَاصَحُوْنَ، وَتَبَاذَلُوْنَ، وَلَا تَوَادُّوْنَ!

تمہارے دل سے موت کی یاد غائب ہو چکی ہے، اور جھوٹی (مہمل) تمنّاؤں نے تمہارے دل پر قبضہ کر لیا ہے، پس آخرت کے مقابلہ میں دنیا تم پر زیادہ مسلّط ہو چکی ہے اور فنا پذیر دنیا آخرت کے مقابلہ میں تمہارے نزدیک زیادہ پائندہ و برقرار ہے۔ اور اگرچہ تم دین اسلام کی رو سے آپس میں بھائی بھائی ہو، مگر بد باطنی اور خرابی ضمیر (بدی اور خود پسندی) نے تمہیں متفرق و جدا کر دیا ہے، پس نہ تم ایک دوسرے کا بار اٹھانے پر تیار ہو (ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے) نہ آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے ہو، نہ آپس کی چیزوں میں ایک دوسرے سے لین دین کرتے ہو نہ آپس میں الفت و محبت کرتے ہو۔

---

[1] غالب نے اسی خیال کو بیان کیا ہے ؎

سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں ، دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے!

مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُوْنَ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُوْنَهٗ وَلَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْاٰخِرَةِ تُحْرَمُوْنَهٗ وَيُقْلِقُكُمُ الْيَسِيْرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوْتُكُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِكُمْ وَقِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ؟

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ (دنیا کی) ان چیزوں پر مسرور ہوتے ہو، جو بہت معمولی ہیں، اور تم ان کے مالک بنے ہوئے ہو، اور آخرت کی وہ کثیر نعمتیں جن سے تم محروم ہو، تمہیں ذرا بھی اندوہگیں اور غم گیں نہیں بناتیں؟ جب دنیا کی کوئی کم مایہ چیز گم ہو جاتی ہے، تو تم قلق میں مبتلا ہو جاتے ہو، یہاں تک کہ (اس قلق کا) اثر تمہارے چہروں پر نمایاں ہو جاتا ہے، اور جو اچھی چیزیں تم سے روک لی گئی ہیں، ان کے بارے میں تمہارے صبر کی کمی ظاہر کرتی ہے، گویا تم ہمیشہ یوں ہی رہو گے،

كَاَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَكَاَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ وَمَا يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ اَنْ يَسْتَقْبِلَ اَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهٖ اِلَّا مَخَافَةُ اَنْ يَسْتَقْبِلَهٗ بِمِثْلِهٖ قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلٰى رَفْضِ الْاٰجِلِ، وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَصَارَ دِيْنُ اَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلٰى لِسَانِهٖ، صَنِيْعَ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهٖ، وَاَحْرَزَ رِضَا سَيِّدِهٖ۔

اور یہاں کی متاع ہمیشہ باقی رہے گی اگر تم اپنے کسی (ہم کیش) بھائی سے مل کر عیب جوئی اور بدگوئی سے جو دور رہتے ہو، اس کا باعث (ترس خدا نہیں بلکہ یہ ہے کہ) عند الملاقات کہیں وہ بھی رو برعیب گوئی پر نہ اتر آئے[1] تم نے آخرت کو فراموش کرنے اور دنیا سے محبت کرنے میں باہمی دوستی کر لی ہے اور تم میں سے ہر ایک کا دین اس کی زبان پر لعقہ[2] کی طرح ہے، اس آدمی کی مانند جو اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہو، گویا اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کر لی ہو!

---

[1] یعنی ایک دوسرے کے عیوب فاش نہ کرنے کا سبب خوف خدا نہیں، بلکہ یہ ڈر ہے کہیں وہ ہمارا راز نہ فاش کر دے۔

[2] یعنی برزبان تسبیح و در دل گاؤخر ــــ برزبان اقرار کردہ بدل باور ندارید۔ (ن طہران ص۳۴۳)

"الاقرار باللسان مع رکون القلب الی مخالفتہ" (ن مصر ص۳۴۱)

۱۱۳- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ______ خطبہ:

تقویٰ — اور — مذمّتِ دُنیا

اِس خطبہ میں بڑے مُلہمانہ طور پر خوف و خشیت الٰہی کی طرف متوجہ کیا ہے
اور بڑے خطیبانہ انداز میں انسان ضعیف البنیان کو ہمیشگی کی زندگی
فلاح و سعادت کے ساتھ بسر کرنے کا گُر بتایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ، وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ، نَحْمَدُهٗ عَلٰى آلَائِهٖ، كَمَا نَحْمَدُهٗ عَلٰى بَلَائِهٖ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى هٰذِهِ النُّفُوْسِ الْبِطَاءِ عَمَّا أُمِرَتْ بِهٖ، اَلسِّرَاعِ إِلٰى مَا نُهِيَتْ عَنْهُ، وَ نَسْتَغْفِرُهٗ مِمَّا أَحَاطَ بِهٖ عِلْمُهٗ، وَ أَحْصَاهُ كِتَابُهٗ، عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ، وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ، وَنُؤْمِنُ بِهٖ إِيْمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوْبَ، وَوَقَفَ عَلَى الْمَوْعُوْدِ إِيْمَانًا نَفٰى إِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ وَيَقِيْنُهُ الشَّكَّ۔

حمد و سپاس کا سزاوار وہ خدا ہے کہ جس نے حمد کو نعمت سے، اور نعمت کو شکر سے پیوستہ کر دیا[1][2]، ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح اس کی حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائش پر، اور ہم اس سے مدد چاہتے ہیں، ان نفوس کاہل و سست پر کہ جو (عبادت و بندگی پر) مامور ہیں، اور جن چیزوں سے انہیں روکا گیا ہے (نافرمانی اور معصیت سے) ان کی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے ہیں ہم ان گناہوں سے آمرزش طلب کرتے ہیں، جن پر اس کا علم محیط ہے، اور اس کی کتاب (لوح محفوظ) جنہیں ثبت کر چکی ہے، وہ علم (خدا) کہ قاصر و کوتاہ (ہر صغیرہ و کبیرہ) کو اور وہ کتاب کہ جس نے کچھ بھی (لکھنے سے) چھوڑا نہیں، اور اس پر ہمارا ایمان اس شخص کی طرح ہے، جس نے پنہاں (سکرات و سختیٔ مرگ، سوال قبر و حساب و دادرسی قیامت وغیرہ) کو آشکار دیکھ لیا ہو اور موعودہ چیز سے (مثلاً بہشت جاودان نیک کرداروں اور دائمی جلتی آگ گناہ گاروں کے لیے)

---

[1] نعمت پر حمد واجب کی اور شکر کو اس کی فراوانی کا سبب قرار دیا۔ [2] مقصود یہ کہ ہنگام گرفتاری و آسودگی ہر دو صورت میں شکر واجب ہے حمد بر بلا، حمد بر نعمت سے سزاوار تر ہے، کیونکہ حمد بر بلا و سختی موجب عطا و بخشش اخروی ہے کہ ہمیشہ باقی اور برقرار رہے گی۔ بخلاف حمد بر نعمت کے سبب فراوانی نعمت دنیوی ہے کہ فانی ہے اور نابود ہو جائے گی۔ ن طہران ص۳۴۵۔

آگاہ ہو (ہم وہ) ایمان رکھنے والے ہیں کہ جو) شرک کو زائل کر چکا ہے اور جس کا شک یقین سے بدل چکا ہے۔

وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ) عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ وَتَرْفَعَانِ الْعَمَلَ: لَا يَخِفُّ مِيْزَانٌ تُوْضَعَانِ فِيْهِ وَلَا يَثْقُلُ مِيْزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور فرستادے ہیں، اور یہ دو گواہیاں (از روئے صمیم قلب وخلوص نیّت) گفتار (نیکو) اور کردار پسندیدہ کو اوج ورفعت دینے والی ہیں، ترازو کے جس پلڑے میں یہ دو گواہیاں رکھ دی جائیں وہ سبک نہیں ہو سکتا، اور جس سے یہ دونوں اٹھالی جائیں وہ بھاری نہیں ہو سکتا [1]

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّتِيْ هِيَ الزَّادُ وَبِهَا الْمَعَادُ، زَادٌ مُّبَلِّغٌ، وَمَعَادٌ مُّنْجِحٌ،

بندگانِ خدا!

میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، کہ یہی زاد معاد (توشۂ سفر آخرت) ہے اور (عذاب الٰہی سے) پناہ ہے — وہ توشہ کہ (دارندہ کو منزل) پر پہنچا دیتا ہے، ایسی پناہ کہ سختی اور مصیبت سے رہا کر دیتی ہے!

دَعَا اِلَيْهَا اَسْمَعُ دَاعٍ وَوَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ فَاَسْمَعَ دَاعِيْهَا، وَفَازَ وَاعِيْهَا

شنواترین داعی (رسول اکرمؐ) نے اسی کی طرف دعوت دی، اور بہترین ادراک کرنے والے (امام علیؑ) نے اس کا درک کیا (اس پر عمل کیا) پس اس کی دعوت دینے والے نے سب کچھ سنا دیا اور اس کا یاد رکھنے والا کامیاب ہو گیا۔

عِبَادَ اللهِ!

اِنَّ تَقْوَى اللهِ حَمَتْ اَوْلِيَآءَ اللهِ مَحَارِمَهٗ، وَاَلْزَمَتْ قُلُوْبَهُمْ مَخَافَتَهٗ حَتّٰى اَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَاَظْمَأَتْ

بندگانِ خدا!

خوف خدا نے خدا کے دوستوں کو کارِ حرام سے باز رکھا ہے اور یہی خوف و تقویٰ ہے جس نے ان کے دلوں کو نشان قرار عطا فرمائی، یہاں تک کہ انہیں راتوں کو (نماز کے لیے) بیدار رکھا، اور شدّت

---

[1] مطلب یہ کہ توحید و رسالت یہ دو گواہیاں ایسی ہیں جو حاصل ایمان ہیں، اگر یہ سچے دل سے دی گئی ہیں تو گفتار بھی نکھر جائے گی، اور کردار بھی سدھر جائے گا۔ ورنہ کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

هُوَاجِرَهُمْ۔

فَاَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَالرِّيَّ بِالظَّمَاءِ، وَاسْتَقْرَبُوا الْاَجَلَ فَبَادَرُوا الْعَمَلَ وَكَذَّبُوا الْاَمَلَ فَلَاحَظُوا الْاَجَلَ، ثُمَّ اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَّعَنَاءٍ وَّغِيَرٍ وَّعِبَرٍ فَمِنَ الْفَنَاءِ اَنَّ الدَّهْرَ مُوَتِّرٌ قَوْسَهٗ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهٗ، وَلَا تُؤْسٰى جِرَاحُهٗ، يَرْمِى الْحَىَّ بِالْمَوْتِ، وَالصَّحِيْحَ بِالسَّقَمِ وَالنَّاجِىَ بِالْعَطَبِ، اٰكِلٌ لَّا يَشْبَعُ وَشَارِبٌ لَّا يَنْقَعُ وَمِنَ الْعَنَاءِ اَنَّ الْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَاْكُلُ، وَيَبْنِىْ مَا لَا يَسْكُنُ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَا مَالًا حَمَلَ، وَلَا بِنَاءً نَقَلَ۔

وَمِنْ غِيَرِهَا اِنَّكَ تَرَى الْمَرْحُوْمَ مَغْبُوْطًا وَالْمَغْبُوْطَ مَرْحُوْمًا، لَيْسَ ذٰلِكَ اِلَّا نَعِيْمًا زَلَّ وَبُؤْسًا نَزَلَ،

وَمِنْ عِبَرِهَا اَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلٰى اَمَلِهٖ، فَيَقْتَطِعُهٗ حُضُوْرُ اَجَلِهٖ، فَلَا اَمَلٌ يُدْرَكُ وَلَا مُؤَمَّلٌ يُتْرَكُ۔

گرمی میں دنوں کو (برائے روزہ) پیاسا رکھا،

پس انھوں نے (آخرت کی) آسائش کو رنج (دنیا) سے اور (اس دن کی) سیرابی کو (آج کی) تشنگی سے بدل لیا، انھوں نے موت کو قریب سمجھا اور عمل کی طرف پیش قدمی کی، انھوں نے (دنیا کی) امید کو جھٹلایا اور (گویا) موت کا نظارہ کر لیا، (بلاشبہ) دنیا فنا کا گھر ہے تکلیف کا گھر ہے۔ انقلاب اور عبرت کا گھر ہے فنا و نیستی کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زمانے نے (نابود کرنے کے لیے) اپنے تیر کو چلہ کمان میں رکھ دیا، اس کا تیر کبھی خطا نہیں جاتا، اس کا زخم کبھی مداوا پذیر نہیں ہوتا، یہ ہر زندہ پر موت کا، ہر تندرست پر بیماری کا، ہر رستگار پر ہلاکت اور بربادی کا تیر چلاتا ہے، یہ وہ کھانے والا ہے کہ کبھی سیر نہیں ہوتا، وہ پینے والا ہے، کہ جس کی پیاس ختم نہیں ہوتی، اور اس کے اسباب سختی و رنج میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جو کچھ جمع کرتا ہے اسے کھا نہیں پاتا، جو (شاندار عمارتیں) بناتا ہے، اس میں رہ نہیں پاتا، اور جب (مرکر) خدا کی طرف جاتا ہے تو نہ مال و دولت ساتھ لے جاتا ہے نہ قصر و محل۔

اس کے (دنیا کے) تغیر حالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ جس آدمی پر (فقر و پریشانی کے باعث) رحم کیا جاتا تھا (اب دولت و ثروت اور تونگری کے باعث) اس پر رشک کیا جاتا ہے (پھر غربت و فلاکت کے باعث) اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ نعمتوں سے محروم ہو گیا، اور مصائب کا شکار بن گیا۔

اور دنیا کی عبرتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جب اپنی امیدوں اور آرزوؤں سے قریب پہنچ جاتا ہے تو موت اس کا رشتۂ زندگی قطع کر دیتی ہے، اور اب نہ کوئی آرزو حاصل ہو سکتی

ہے، نہ صاحب آرزو (دنیجۂ) مرگ سے بچ سکتا ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَغَرَّ سُرُورَهَا، وَأَظْمَأَ رِيَّهَا، وَأَضْحَى فَيْئَهَا، لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَلَا مَاضٍ يَرْتَدُّ۔

سبحان اللہ، (اس دنیا کی) مسرت کتنی پُر فریب اور اس کی سیرابی کس قدر سبب تشنگی (آخرت) ہے، اور اس کا سایہ کیسا گرمی (دوزخ) کا موجب ہے، نہ آنے والی چیز (موت) روکی جا سکتی ہے اور نہ گئی چیز واپس مل سکتی ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَقْرَبَ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ، وَأَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ،

سبحان اللہ! ـ زندہ مُردہ سے کس قدر قریب ہے، اس سے مل جانے کے لیے، اور مُردہ زندہ سے کس قدر دُور ہے اس سے کبھی نہ مل سکنے کے لیے [1]

إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ، وَلَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ، وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهِ، فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ السَّمَاعُ، وَمِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ، وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَزَادَ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ مِمَّا نَقَصَ مِنَ الْآخِرَةِ وَزَادَ فِي الدُّنْيَا۔

(دنیا میں) بدی میں عذاب خداوندی سے بدتر کوئی چیز نہیں، اور اچھائیوں میں ثواب الٰہی سے زیادہ بہتر کوئی اچھائی نہیں، دنیا کی ہر چیز کا سننا، اس کے دیکھنے سے زیادہ اچھا ہے اور آخرت کی ہر چیز کا دیکھنا، اس کے سننے سے کہیں بہتر ہے۔ لیکن تمہارے لیے (احوال آخرت کا) سننا، اور (بوسیلہ پیمبرؐ) غیب و پنہاں کی خبریں معلوم کرنا ہی کافی ہے، اور یاد رکھو، جو کچھ دنیا میں کم ملے گا، اسے آخرت میں زیادہ پاؤ گے، اور یہ اس سے بہتر ہے کہ آخرت میں کم ملے، اور دنیا میں زیادہ۔

فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ رَابِحٍ، وَمَزِيدٍ خَاسِرٍ! إِنَّ الَّذِي أُمِرْتُمْ بِهِ أَوْسَعُ مِنَ الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ، وَمَا أُحِلَّ لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ، فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَمَا ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ، قَدْ تَكَفَّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ، وَأُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ، فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ لَكُمْ طَلَبُهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنَ

پس بہت سی کم چیزیں مفید ہیں اور بہت سی زیادہ چیزیں ہیں نقصان رساں۔ جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، وہ فراخ تر، اور آسان تر ہیں، ان چیزوں سے کہ جن سے روکا گیا اور منع کیا گیا ہے، اور وہ چیزیں کہ تم پر حلال کی گئیں، زیادہ ہیں، ان چیزوں سے کہ حرام قرار دی گئیں، لہٰذا تھوڑے کو بہت کی خاطر چھوڑ دو، اور دشوار کو آسان کے مقابلہ میں ترک کر دو۔ تمہاری روزی کی ضمانت (خدا کی طرف سے) کی جا چکی ہے۔ اور عمل صالح پر تم

[1] جو زندہ ہے وہ جلد مرے گا، جو مر چکا ہے وہ کبھی واپس نہیں آئیگا۔ لہٰذا زندہ مُردہ سے بہت نزدیک ہے اور مُردہ زندہ سے بہت دور ہے۔

الْمَفْرُوضِ عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ، مَعَ أَنَّهُ، وَاللّٰهِ لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ وَدَخِلَ الْيَقِينُ حَتّٰى كَأَنَّ الَّذِي ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ وَكَأَنَّ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ فَبَادِرُوا الْعَمَلَ، وَخَافُوا بَغْتَةَ الْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الْعُمْرِ مَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ، مَا فَاتَ الْيَوْمَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِيَ غَدًا زِيَادَتُهُ، وَمَا فَاتَ أَمْسِ مِنَ الْعُمْرِ لَمْ يُرْجَ الْيَوْمَ رَجْعَتُهُ، الرَّجَاءُ مَعَ الْجَائِي وَالْيَأْسُ مَعَ الْمَاضِي؛ فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

مامور کئے گئے ہو، پس (کہیں ایسا نہ ہو) کہ جس روزی کی تمہارے لیے ضمانت کی جا چکی ہے اس کی طلب تمہیں اس سے غافل کر دے، جو تم پر واجب کیا گیا ہے، (لیکن) خدا کی قسم (میں دیکھتا ہوں) کہ شک و تردید نے (تمہارے عقائد اور دین میں) جگہ کر لی اور تمہارا یقین متزلزل ہو گیا، گویا جس کی (روزی) تمہارے لیے ضمانت دی جا چکی تھی وہ تو واجب ہو گیا، اور جو (عمل صالح) تم پر واجب کیا گیا تھا وہ ساقط ہو گیا، پس عمل کی طرف جلدی کرو[1] اور ناگہانی موت سے ڈرو، کیونکہ بازگشت عمر کی ایسی امید نہیں جیسی بازگشت رزق کی امید کی جا سکتی ہے[1]، آج اگر روزی کا کچھ حصہ کم ہو گیا، تو کل اس میں اضافہ ہو سکتا ہے، اور کل (گزشتہ) جتنی عمر جا چکی ہے، آج وہ واپس نہیں آ سکتی، آئندہ (روزی) کی امید رہا ہے، اور گزشتہ (عمر) سے نا امیدی ہی بہتر ہے لہذا (خدا کہتا ہے) عذاب الٰہی سے ڈرو، اور پرہیزگار رہو، ایسی پرہیزگاری جو اس کے لیے سزاوار ہے، اور نہ مرو، مگر مسلمان بن کر۔[2]

أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَوَالِدًا
إِذَا عُدَّ سَادَاتُ الْبَرِيَّةِ أَحْمَدُ

نَبِيُّ الْإِلٰهِ وَالْكَرِيمُ بِأَصْلِهِ،
وَأَخْلَاقِهِ وَهُوَ الرَّشِيدُ الْمُؤَيَّدُ

(دیوان ابو طالب)

---

[1] لہذا عمل صالح میں تقصیر اور روزی کی طلب میں صرف عمر خطا ہے۔ [2] مطلب یہ کہ خدا اور رسولؐ کے دستور پر چلو، تاکہ اسلام کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو، ابھی وقت ہے۔ سامان سفر ساتھ لے سکتے ہو، مرنے کے بعد یہ امکان نہیں۔ (س ۳۔ ی ۱۰۲)

۱۱۴- ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ———— خطبہ:

دُعائے بارش!

اَللّٰھُمَّ!

قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَاغْبَرَّتْ اَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا، وَتَحَيَّرَتْ فِي مَرَابِضِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيجَ الثَّكَالٰى عَلٰى اَوْلَادِهَا وَمَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِي مَرَاتِعِهَا وَالْحَنِينَ اِلٰى مَوَارِدِهَا۔

اَللّٰھُمَّ!

فَارْحَمْ اَنِيْنَ الْاٰنَّةِ وَحَنِيْنَ الْحَانَّةِ۔

اَللّٰھُمَّ!

فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا وَاَنِيْنَهَا فِي مَوَالِجِهَا۔

اَللّٰھُمَّ

خَرَجْنَا اِلَيْكَ حِيْنَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ، وَاَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجُوْدِ فَكُنْتَ الرَّجَاۤءَ لِلْمُبْتَئِسِ وَالْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ، نَدْعُوْكَ حِيْنَ قَنِطَ الْاَنَامُ وَمُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَكَ السَّوَامُ اَنْ لَّا تُؤَاخِذَنَا

بارخدایا!

ہمارے پہاڑ خشک اور شگافتہ ہوگئے ہماری زمینیں گرد آلود ہوگئیں، ہمارے چارپائے بے انتہا پیاسے ہیں کہ اپنے طویلوں میں حیران و سرگرداں مصروف نالہ ہیں، جیسے مائیں بچوں کی مصیبت کے وقت نالہ کرتی ہیں، اور آبگاہوں اور چراگاہوں میں آنے جانے اور اشتیاق آب میں خستہ و ملول ہیں۔

بارخدایا!

آرزومندوں کے اشتیاق اور نالہ کرنے والوں کی فریاد پر رحم فرما!

بارخدایا!

چارپایوں کی سرگرانی، راستوں میں ان کی گریہ وزاری، اور خواب گاہوں میں رکہ جہاں خشک سالی کے باعث چارہ نہیں ملتا، ان کی فریاد پر رحم کر!

بارخدایا!

(ہم اپنے گھروں سے) تیرے فضل و کرم کے آسرے پر باہر نکلے ہیں، جبکہ قحط سالی کمزور ناقوں کی طرح ہم پر ہجوم کر رہی ہے اور لکہ ہائے ابر کہ جن میں پانی کی اُمید ہوتی ہے، ہم سے منہ پھیر لیتے ہیں (الہٰی)، تو ہی مصیبت زدہ کی امید ہے اور ہر حاجت کا پورا کرنے والا ہے، اس زمانہ میں کہ لوگ (ہر طرف سے) مایوس ہو چکے ہیں، بادل برسنے سے رُکے ہوئے ہیں اور چوپائے ہلاک

بِأَعْمَالِنَا وَلَا تَأْخُذْنَا بِذُنُوبِنَا، وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ، وَالرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ وَالنَّبَاتِ الْمُونِقِ، سَحّاً وَابِلاً تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ، وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ۔

اَللّٰهُمَّ

سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً، مُرْوِيَةً تَامَّةً، عَامَّةً، طَيِّبَةً، مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً، مَرِيئَةً، مَرِيعَةً، زَاكِياً نَبْتُهَا ثَامِراً فَرْعُهَا، نَاضِراً وَرَقُهَا تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُحْيِي بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ۔

اَللّٰهُمَّ!

سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا وَتَجْرِي بِهَا وِهَادُنَا، وَيُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَتُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا، وَتَعِيشُ بِهَا مَوَاشِينَا وَتَنْدَى بِهَا أَقَاصِينَا وَتَسْتَعِينُ بِهَا ضَوَاحِينَا، مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ، وَعَطَايَاكَ الْجَزِيلَةِ عَلَى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَوَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ،

وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُخْضِلَةً،

ہو رہے ہیں، تو ہمارے اعمال کا ہم سے مواخذہ نہ فرما، ہمارے گناہوں کی ہمیں سزا نہ دے، اپنی رحمت ہم پر شامل کر، پانی سے بھرے بادل، اور ہریالیوں کے ابر ہم پر کھول دے، جو اس طرح کھل کر برسے کہ مردہ زمین پھر سے زندہ ہو جائے اور جو کچھ کھویا جا چکا ہے وہ پھر واپس مل جائے!

بارالٰہا!

ہم وہ گھٹائیں مانگتے ہیں جو حیات آفرین، سیراب کن، گھنگھور، دھواں دھار، لگاتار برسنے والی، خوش گوار، مبارک، نظر فریب، طراوت خیز، جس کی پیداوار بڑھنے والی، شاخیں پھل دینے والی، پتیاں تر و تازہ ہوں۔ اس طرح اپنے بندگان ناتواں کو بدبختی سے رہائی دیدے اپنے شہروں کو جو (قحط سے) مُردہ ہو چکے ہیں، (پھر سے) زندگی مرحمت فرما۔

بارخدایا!

ہم تجھ سے بارش کی درخواست کرتے ہیں:۔ کہ جس کے فیض سے ہماری بلند زمینیں ہری ہو جائیں، اور ہماری نشیبی زمینوں (نہروں) میں پانی جاری ہو جائے، ہمارے اطراف و جوانب (شہر و دیہات) میں فراخ سالی رو بہ کار آجائے ہمارے میوے فراواں ہو جائیں، ہمارے چارپائے خوشی کی زندگی بسر کرنے لگیں، یہ پانی ان تک بھی پہنچے جو ہم سے دور ہیں، اور ان جگہوں (صحرا و مزارع) کو بھی سیراب کر دے جو تمازت آفتاب سے جھلسی جا رہی ہیں، اپنی رحمت عام اور بے شمار و حساب کرم سے اپنی محتاج مخلوق کو شادکام فرما۔ وہ حیوان جو جنگلوں میں گھبراتے پھر رہے ہیں (چارہ پانی نہیں رکھتے) مصیبت سے نجات پا جائیں۔

ہم پر وہ بارش بھیج جو زمین کو شاداب کر دے، رواں اور

مِدْرَارًا طَلَّةً، يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ، وَيَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ، غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتَّى يُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُونَ، وَبِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُونَ، فَإِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَتَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَأَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ۔

مسلسل ہو، وہ بارش جو دوسری بارش کو ڈھکیل کر لائے جس کی پچھلی بوندیں اگلی بوندوں کو ڈھکیل رہی ہوں، نہ اس کی برق بے باراں، نہ اس کا ابر بے آب ہو، نہ اس کا ابر سفید باریک اور مختصر ہو، نہ اس کی جھڑی ٹھنڈی ہوا (نقصان رساں) کی حامل ہو، تاکہ بارش کی لائی ہوئی اس سرسبزی سے قحط کے مارے ہوئے خوش حال ہو جائیں، اور اس کی برکت سے خشک سالی کے ستائے ہوئے لوگ حیات نو حاصل کر لیں، اور بلاشبہ تو ہی ہے جو خلقت کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش کو نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کو (سارے جہان پر) پھیلا دیتا ہے اور تو ہی (مخلوق کا) مالک اور متکفل ہے!

فصاحت آفریں کلمات کی شرح

اِنْصَاحَتْ جِبَالُنَا: پہاڑ خشکی کی وجہ سے پاش پاش ہو گئے، عرب کہتے ہیں "اِنْصَاحَ الثَّوْبُ" (جب) کپڑا پھٹ گیا ہو۔ یا "اِنْصَاحَ النَّبْتُ" (وَصَاحَ وَصَوَّحَ) اس وقت کہتے ہیں جب گھاس سوکھ جائے "وَهَامَتْ دَوَابُّنَا" ہمارے جانور پیاسے ہو رہے ہیں۔ ہُیَام معنے تشنگی، اور پیاس۔ "حَدَابِيرُ السِّنِينَ": ۔ حَدَابِيرُ، حِدْبَارٌ کی جمع۔ وہ اونٹ جسے صحرانوردی نے کمزور و لاغر کر دیا ہو (خشک اور کم بارش سالی کی مشبہ اور حدابیر مشبہ بہ ہے)، جیساکہ ذوالرمہ کا شعر ہے:

حَدَابِيرُ مَا تَنْفَكُّ إِلَّا مُنَاخَةً

عَلَى الْخَسْفِ أَوْ تَرْمِي بِهَا بَلَدًا قَفْرًا

(وہ صحرانورد اونٹ جو یا تو بھوکے قیام گاہ پر جدا ہوتے ہیں یا بے آب و گیاہ میدان میں)

وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا: ۔ قزع، پھٹے پھٹے بادلوں کے ٹکڑے۔ وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا: ۔ اصل میں "وَلَا ذَاتَ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا" تھا ذات کو ناظر کے علم کی بنا پر گرا دیا گیا۔ شَفَّان ٹھنڈی ہوا۔ ذِہاب، ہلکی بارش۔

(سید رضی —)

۱۱۵ - ومن خطبة له علیه السّلام ———— خطبہ :

نعتِ پیغمبرؐ

اَرْسَلَهُ دَاعِیاً اِلَی الْحَقِّ ، وَ شَاهِداً عَلَی الْخَلْقِ فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ غَیْرَ وَانٍ وَّلَا مُقَصِّرٍ وَجَاهَدَ فِی اللّٰهِ اَعْدَاءَهٗ غَیْرَ وَاهِنٍ وَّلَا مُعَذِّرٍ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰی وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدٰی ۔

خداوند تعالیٰ نے آں حضرتؐ کو حق کا داعی اور (قیامت میں) خلق کا (معصیت وطاعت پر) شاہد بنا کر مبعوث فرمایا، پس آپؐ نے اپنے پروردگار کے احکام کی تبلیغ فرمائی ، اور (اس فریضہ کے انجام دینے میں) ذرا بھی کوتاہی آپؐ سے سرزد نہیں ہوئی اور راہِ خدا میں دشمنانِ خدا سے آپؐ نے جہاد فرمایا بغیر اس کے ذرا بھی ضعف و ناتوانی نے آپ پر راہ پائی ہو، یا کسی قسم کا عذر و بہانہ تراشا ہو، آپؐ صحیح معنی میں پرہیزگاروں کے پیشوا اور ہدایت یافتہ لوگوں کی بینائی تھے ؛

اسی خطبے میں

حجاج بن یوسف کی ستم رانیوں کی پیشین گوئی

وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ مِمَّا طُوِیَ عَنْكُمْ غَیْبُهٗ اِذًا لَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ ، تَبْكُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِكُمْ ، تَلْتَدِمُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ ، وَلَتَرَكْتُمْ اَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَلَا خَالِفَ عَلَیْهَا ، وَلَهَمَّتْ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ نَفْسُهٗ لَا یَلْتَفِتُ اِلٰی غَیْرِهَا ، وَلٰكِنَّكُمْ نَسِیْتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ ، وَاَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ

وہ پنہاں باتیں جو تم پر آشکار نہیں (فتنۂ حجاج) اور جنہیں میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے تو غبار آلود راستوں (میدانوں) میں چلے جاتے اور اپنی بدکرداری پر روتے اور اپنے آپ پر اس طرح سینہ کوبی کرتے جس طرح عورتیں نوحہ کے وقت سینہ اور منہ پیٹتی ہیں۔ اور اپنے مال و منال کو بغیر نگہبان اور بدون جانشین کے چھوڑ جاتے ، اور ہر شخص اتنا اندوہگین ہو جاتا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف ملتفت ہی نہ ہوتا ، لیکن جو چیزیں تمہیں یاد دلائی جاتی ہیں ، انھیں

؎ اَلْتِدَام : ضرب النساء صدورھن او وجوھھن — نوحہ کے لیے عورتوں کا منہ پیٹنا یا سینہ کوبی کرنا ۔ (ن ۔ مصر)

فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ
وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَ
أَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ قَوْمٌ وَاللهِ
مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ
بِالْحَقِّ مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ، مَضَوْا قُدُماً عَلَى الطَّرِيقَةِ
وَأَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى
الدَّائِمَةِ، وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ

فراموش کر دیتے ہو، جن چیزوں سے تمھیں ڈرایا جاتا ہے، ان سے بے خوف و بیباک بن جاتے ہو، اس لیے تمھارے حالات بدل گئے اور تمھارے امور پراگندہ ہو گئے، میں تمنّا کرتا ہوں کہ خدا میرے اور تمھارے درمیان جدائی ڈال دے، اور مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو تم سے زیادہ میرے لیے مناسب ہیں، بخدا یہ وہ لوگ ہیں جو صاحب رائے اور قابل تعریف تصوّرات رکھتے ہیں۔ بردباری کے حامل ہیں، حق گو ہیں، ظلم و ستم کو روا نہیں رکھتے، وہ آگے بڑھے اور راہِ راست پر سے گذر گئے اور راہِ روشن (ہدایت و رستگاری کی راہ) کو تیزی سے طے کر گئے، پس انھوں نے آخرت جاوداں اور عیش و خوشی کی زندگی حاصل کر لی۔

أَمَا وَاللهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ
ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَ
يُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ، إِيهٍ أَبَا وَذَحَةَ!

(دیکھو) خدا کی قسم!

تم پر قبیلہ بنو ثقیف کا ایک فرزند (یعنی حجاج بن یوسف) اس طرح مسلّط ہوگا کہ غرور و تکبّر سے اپنا دامن زمین سے رگڑتا ہوا چلے گا، راہِ حق سے منحرف ہوگا، بے انتہا ستمگر اور جفاکار ہوگا تمھاری سرسبزی اور شادابی کو کھا جائے گا، اور تمھاری چربی کو پانی بنا دے گا، اے ابو وذحہ (حجاج کی کنیت قرار دی ہے) تو ہی بتا!

۱۱۶- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد

بخیل و تنگ دل

فَلَا اَمْوَالَ بَذَلْتُمُوْهَا لِلَّذِیْ رَزَقَهَا، وَلَا اَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِیْ خَلَقَهَا تُكْرَمُوْنَ بِاللهِ عَلٰی عِبَادِهٖ، وَلَا تُكْرِمُوْنَ اللهَ فِیْ عِبَادِهٖ، فَاعْتَبِرُوْا بِنُزُوْلِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ انْقِطَاعِكُمْ عَنْ اَوْصَلِ اِخْوَانِكُمْ۔

(تم حد درجہ بخیل و ممسک ہو) تم نے اپنے اموال کو ان لوگوں پر جن کی اس میں روزی تھی صرف نہیں کیا (فقراء، ضعفا پر احسان نہیں کیا) اور اپنی زندگی کو جان آفرین کے لیے خطرہ میں نہیں ڈالا (اپنے آپ کو میدان جہاد میں حاضر نہیں کیا) دین الٰہی کے سبب اس کے بندوں کے درمیان تو معزز بن گئے لیکن خدا کو اس کے بندوں کے درمیان قابلِ احترام نہ بنایا، (اس کے احکام و نواہی کی پیروی نہیں کی) اپنے پیش روؤں کے مکانوں میں رہنے سے عبرت اور اپنے قریب ترین بھائیوں سے علیحدہ ہو جانے کے خوف سے سبق لو۔

چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے:

وَ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۔

(س ۱۴- ی ۴۵)

ہمّت افزائی

"جنگ جمل کے بعد اپنے سپاہیوں سے فرمایا تھا"

أَنْتُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ وَالْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَأْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ، بِكُمْ أَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَأَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ، فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الْغِشِّ، سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ۔

تم حق کے یاور، دینی بھائی اور روزِ سختی (جنگ) کی سپر ہو، تم میرے خواص اصحاب ہو، تمھاری مدد سے حق کو پیٹھ دکھانے والے سے لڑتا، اور حق کو ماننے والے کی دوستداری کرتا ہوں۔

پس تم میری اعانت کرو، جو عیب سے خالی اور شک سے بری ہو، کیونکہ بخدا میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہتر ہوں۔

۱۱۸- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

جنّت و دوزخ کا راستہ

جنگ نہروان کے بعد اہل شام نے اطراف عراق پر ہجوم کیا، اور ان پر ظلم و ستم کرنا شروع کیے، تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور جہاد پر ابھارا، لیکن وہ لوگ خاموش رہے، کچھ بھی نہ بولے تو امیرالمومنین نے فرمایا۔

"کیا تم لوگ گونگے ہو گئے ہو کہ بات کا جواب نہیں دیتے؟"

اس پر ایک شخص نے کہا: "اگر آپ کوچ کریں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے"!

یہ سنکر امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا: (رضی رح)

مَا بَالُكُمْ لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ وَلَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ؟ أَفِي مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَخْرُجَ؟ إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِمَّنْ أَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَذَوِي بَأْسِكُمْ، وَلَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَبَيْتَ الْمَالِ وَجِبَايَةَ الْأَرْضِ وَالْقَضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ أَخْرُجَ فِي كَتِيبَةٍ أَتْبَعُ أُخْرَى أَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِي الْجَفِيرِ الْفَارِغِ۔

یہ تمھارا کیا حال ہو گیا ہے؟ کیا تمھیں راہِ راست کے لیے ہموار نہیں کیا گیا؟ کیا تمھیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت نہیں کی گئی؟ کیا اس موقع پر یہ بات سزاوار ہے کہ (میں جنگ کے لیے شہر سے) باہر نکلوں؟ اس وقت جنگ کے لیے وہ سردار جائے گا، جسے میں تمھارے باحوصلہ و بہادروں میں سے کسی کو پسند کروں گا، اور میرے لیے یہ سزاوار نہیں ہے کہ میں شہر کو، لشکر کو، بیت المال کو، خراج کی تحصیل کو، مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کو، اور مسلمانوں کے قضایا کو (یونہی) چھوڑ دوں، اور ایک لشکر لے کر نکل کھڑا ہوں اور دوسرے (حقوق طلب عوام) لشکر کو عقب میں لاؤں، اور جس طرح خالی ترکش میں تیر جنبش کرتا ہے اسی طرح جنبش کرنے لگوں۔

وَإِنَّمَا أَنَا قُطْبُ الرَّحَى: تَدُورُ عَلَيَّ وَأَنَا بِمَكَانِي، فَإِذَا فَارَقْتُهُ

میں تو قطب و میخ آسیا ہوں، کہ چکی میرے ہی گرد گھومتی رہتی ہے (انتظام امور و آسائش مردم و آراستگی لشکر وغیرہ

اَسْتَحَارَ مَدَارُهَا، وَاضْطَرَبَ ثِفَالُهَا،

هٰذَا - لَعَمْرُ اللهِ الرَّأْيُ السُّوْءُ!

وَاللهِ لَوْلَا رَجَائِي الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ لَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ لَقَرَّبْتُ رِكَابِي، ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا اَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ وَشَمَالٌ، طَعَّانِينَ عَيَّابِينَ حَيَّادِينَ رَوَّاغِينَ، إِنَّهُ لَاغَنَاءَ فِي كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوبِكُمْ، لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الَّتِي لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا إِلَّا هَالِكٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ زَلَّ فَإِلَى النَّارِ۔

یہ باتیں میرے ہی ذمہ تو ہیں) اور جب میں اپنا مقام چھوڑ دوں گا، تو اس کا مدار آسیا سرگرداں ہو جائے گا اور نیچے کا پاٹ ہل جائیگا۔

خدا کی قسم یہ نہایت نامعقول رائے ہے، سوگند بخدا، اگر دشمن سے ٹکرا کر شہید ہو جانا ہی میری آرزو نہ ہوتی، تو میں اپنے مرکب پر سوار ہو کر تم سے جدائی اختیار کر چکا ہوتا، اور پھر کبھی، جب تک باد شمال و جنوب چلتی رہتیں۔ تمہاری ہمراہی کی آرزو نہ کرتا، کیونکہ (تم) بڑے طعنہ زن، عیب جو، حق سے منہ موڑنے والے مکار ہو۔

(یاد رکھو) تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں اگر دل یک جا نہ ہوں۔ میں نے تمھیں اس راستہ پر لا ڈالا ہے۔ جس پر بس وہی ہلاک ہو سکتا ہے جس کی ہلاکت یقینی اور قطعی ہو چکی ہو، (مقسوم ہو چکی ہو)

جو راہِ استقامت اختیار کرے گا وہ جنت کی طرف جائے گا اور جو لغزش کرے گا اس کا راستہ جہنم ہے!

ذکرِ علیؑ بہ زبانِ علیؑ

یہاں امیرالمومنین نے اپنے اور اہل بیت اطہار کے فضائل و کمالات بیان فرمائے ہیں۔ اور عمل صالح کی تلقین فرمائی ہے۔

تَاللّٰہِ لَقَدْ عُلِّمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ وَإِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتَمَامَ الْكَلِمَاتِ،

خدا کی قسم، مَیں پیامات الٰہی کی تبلیغ سے اور خدائی وعدوں کے اتمام سے، اور کلمات (حکمت) کی انتہا سے (خوب) واقف ہوں۔

وَعِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحِكَمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ،

ہم اہل بیت رسول کے پاس حکمت کے دروازے اور امر (خدا) کی روشنی موجود ہے۔

أَلَا!

خبردار!

وَإِنَّ شَرَائِعَ الدِّينِ وَاحِدَةٌ وَسُبُلَهُ قَاصِدَةٌ، مَنْ أَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَغَنِمَ وَمَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ

دین کی شریعتیں واحد ہیں اور اس کے راستے سیدھے ہیں، جو اسے پالے گا، وہ حق سے جا ملے گا اور فائدہ میں رہے گا اور جو اسے نہ پا سکا، گمراہ ہوگا اور پشیمان ہوگا۔

اعْمَلُوا!!

عمل کرو!

لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَائِرُ وَتُبْلَى فِيهِ السَّرَائِرُ، وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُ لُبِّهِ فَعَازِبُهُ عَنْهُ أَعْجَزُ، وَغَائِبُهُ أَعْوَزُ،

اس دن کے لیے جس کے لیے اعمال حسنہ کے ذخیرے جمع کیے جاتے ہیں، جب تمام راز فاش ہو کر رہیں گے، جس دن عقل و اندیشۂ حاضر سے کوئی فائدہ نہ ہوگا[1] اور عقل غائب عاجز اور درماندہ ہوگی۔

وَاتَّقُوا نَارًا حَرُّهَا شَدِيدٌ وَقَعْرُهَا بَعِيدٌ وَحِلْيَتُهَا حَدِيدٌ وَشَرَابُهَا صَدِيدٌ۔

اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو، جس کی گرمی سخت اور جس کی گہرائی بہت زیادہ ہوگی، جس کا زیور لوہا اور جس کا پانی زرد آب ہوگا۔

أَلَا وَإِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ مَنْ لَا يَحْمَدُهُ۔

یاد رہے! کہ جسے خدا لوگوں میں نیکنامی عطا فرماتا ہے وہ بہتر (خوش نصیب) ہے اس مال سے جسکا وہ (دوسرے کو) وارث تو بناتا ہے مگر کوئی اسکی تعریف نہیں کرتا۔

---

[1] زندگی میں عقل حاضر رہتی ہے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، موت کے بعد زندگی کے ساتھ عقل بھی ختم ہو جاتی ہے، پھر فائدہ کا کوئی امکان نہیں۔

۱۲۰ - ومن کلام لہ علیہ السّلام ———— ارشاد:

ثالثی

(ترجمہ) اصحاب امیرالمومنین میں سے ایک شخص (لیلۃ الہریر کے بعد) کھڑا ہوا، اور اس نے عرض کیا:

"پہلے تو آپ نے ہمیں حکومت (حکمین) سے منع فرمایا، پھر اس کا حکم دیا، ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات ہدایت و رہنمائی سے نزدیک تر ہے؟

(یہ سنکر) آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: (رضی)

هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ! اَمَا وَاللهِ لَوْ اَنِّي حِيْنَ اَمَرْتُكُمْ بِمَا حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوْهِ الَّذِي يَجْعَلُ اللهُ فِيْهِ خَيْرًا: فَاِنِ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَاِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ وَاِنْ اَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ الْوُثْقَى، وَلٰكِنْ بِمَنْ؟ وَاِلَى مَنْ؟ اُرِيْدُ اَنْ اُدَاوِيَ بِكُمْ وَاَنْتُمْ دَائِي، كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا۔

یہ (شرمندگی و ناکامی) اس شخص کی سزا ہے، جس نے دور اندیشی کو ہاتھ سے دیا[1] خدا کی قسم، جس وقت میں نے تمھیں حکم دیا تھا اگر تم کو میں اس مکروہ (جنگ) پر مجبور کر دیتا، جس میں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے خیر مضمر رکھا تھا، پھر اگر تم ثابت قدمی سے کام لیتے[2] تو تمھاری ہدایت کرتا، اگر کجی اختیار کرتے، تو تمھیں سیدھا کر دیتا، اور اگر (میری پیروی سے) نکل جانا چاہتے تو تمھیں مجبور کر دیتا[3] بے شک یہ (میرا) رویّہ استوار تر ہوتا، لیکن یہ سب کچھ کس بل پر کرتا؟ کس سے مدد مانگتا؟ میں چاہتا ہوں کہ تمھاری شکست کا مداوا (تمھاری ہی مدد و کمک سے) کروں، (فتح و فیروزی حاصل کروں) اور حال یہ ہے کہ تم خود میری بیماری اور میرا درد بنے ہوئے ہو[4]، اس شخص کی طرح جو (پاؤں کا) کانٹا، کانٹے ہی سے نکالنا چاہتا ہو، حالانکہ جانتا ہے کہ کانٹا، کانٹے کی طرف جھکتا ہے[5]۔

---

[1] میں منع کر رہا تھا، لیکن تم نے ثالثی قبول کر لینے پر اصرار کیا؛ [2] اور میرا کہا مانتے، میری پیروی کرتے۔ [3] تمھیں جس طرح بھی ممکن ہوتا عہد اطاعت کے بعد پیروی پر مجبور کر دیتا۔ [4] شکست کے اصل ذمہ دار اور صحیح سبب تم خود ہو۔ [5] الضلع (بہ سکون لام): واصل المثل "لا تنقش الشوکۃ بالشوکۃ فان ضلعھا معھا۔" یضرب الرجل یخاصم آخر ویستعین علیہ بمن ھو من قرابتہ او اھل مشربہ۔ ضلع کے معنی میل کے ہیں، یہ مثل ایسے وقت بولی جاتی ہے جب کوئی دشمن کی سرکوبی کے لیے اس کے کسی عزیز یا ہم مشرب سے مدد کا خواہاں ہو۔ (ن۔ مصر۔ ص۲۵۳)

اَللّٰھُمَّ!

قَدْ مَلَّتْ اَطِبَّاءُ ھٰذَا الدَّاءِ الدَّوِيِّ

وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِاَشْطَانِ الرَّكِيِّ،

اَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ

فَقَبِلُوْهُ، وَقَرَاُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ،

وَهُيِّجُوْا اِلَى الْجِهَادِ فَوَلِهُوْا وَلَهَ اللِّقَاحِ

اِلٰۤى اَوْلَادِهَا، وَسَلَبُوا السُّيُوْفَ اَغْمَادَهَا،

وَاَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَّ

صَفًّا صَفًّا، بَعْضٌ هَلَكَ وَبَعْضٌ نَجَا، لَا

يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَآءِ وَلَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى،

مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَاءِ، خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ

الصِّيَامِ، ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَآءِ، صُفْرُ

الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ، عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ

الْخَاشِعِيْنَ، اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِي الذَّاهِبُوْنَ،

فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاَ اِلَيْهِمْ، وَنَعَضَّ الْاَيْدِيَ

عَلٰى فِرَاقِهِمْ، اِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّيْ لَكُمْ

طُرُقَهُ، وَيُرِيْدُ اَنْ يَحُلَّ دِيْنَكُمْ عُقْدَةً

عُقْدَةً، وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ

بارخدایا!

اس درد بے درماں کے طبیب تھک چکے، اور کنوں سے رسیوں کی مدد سے پانی کھینچنے والے خستہ اور ناتواں ہو چکے[1]

وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنھیں اسلام کی دعوت دی گئی، اور انہوں نے اسے قبول کر لیا، انھوں نے قرآن پڑھا تو اس پر محکم و استوار بھی ہو گئے[2] اور انھیں جہاد پر آمادہ کیا گیا تو جہاد کے اتنے شیفتہ ہوئے جیسے اونٹنی اپنے بچے پر فریفتہ ہوتا ہے، انھوں نے تلواریں نیاموں سے باہر نکال لیں اور اطراف زمین (کارزار) میں دستہ، دستہ اور صف صف پھیل گئے[3] (اور فتح و فیروزی مسلمانوں کو اس وقت حاصل ہوئی جب) ان میں سے بعض ہلاک ہو گئے[4] اور بعض سلامت رہے[5]۔ یہ اپنی زندگی کی بقا پر (کہ جنگ میں ہلاک نہ ہوئے) شاد نہیں، (اگر کہا جائے فلاں کارزار سے بچ آیا، کشتہ نہ ہوا تو اس پر خوشی نہیں ہو سکتی، کیونکہ زندگی جاوید راہ حق میں جان دینے ہی سے ملتی ہے) اور جو لوگ (جنگ میں) مر گئے (تو راہ حق میں مرنے والے) تسلی و تعزیت نہیں چاہتے[6]۔ ان کی آنکھیں گریہ (خوف خدا سے) سفید تھیں، پیٹ روزہ سے لاغر، لب دعا سے خشک، رنگ بیداری سے زرد اور ان کے چہروں پر غبار (آثار) فروتنی نمایاں تھا۔

یہ لوگ (مسلک ایمان میں) میرے بھائی تھے، جو افسوس ہے کہ) رخصت ہو گئے، پس سزاوار ہے کہ ہم ان کے تشنۂ

---

[1] ان لوگوں سے مجھے ہدایت و رستگاری کی امید نہیں پس تو ہی ان کا علاج کر۔ [2] اس پر عمل بھی کیا۔ [3] دشمن کا محاصرہ کر لیا، اس سے لڑے اور جانبازی کے جوہر دکھائے۔ [4] مانند عبیدہ بن حارث در جنگ بدر و حمزہ ابن عبدالمطلب در جنگ احد و جعفر ابن ابی طالب در جنگ موتہ وغیرہ۔ [5] مانند امام علیہ السلام جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے (س ۳۳ - ی ۲۳) من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (ن طہران ص ۳۶۶) [6] اگر کہا جائے کہ فلاں شخص جنگ میں کام آیا تو یہ اس پر ملول و دل گرفتہ

وَبِالْفُرْقَةِ الْفِتْنَةَ، فَاصْدِفُوا عَنْ نَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ، وَاقْبَلُوا النَّصِيحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ۔

(ملاقات) ہوں، اور ان کے فراق و جدائی پر دست افسوس ملیں شیطان نے (ضلالت و گمراہی کے) راستے، تمہارے لیے سہل و آسان بنا دئیے ہیں، اور تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دینے کی کوشش میں ہے، اور جماعت و اتحاد کے عوض، تفرقہ اور جدائی، اور تفرقہ و جدائی کے (بعد) فتنہ و فساد پیدا کرتا ہے، پس اس کے وسوسے اور افسون سے منہ موڑ لو، اور جو نصیحت کا ہدیہ وارمغاں تمہیں پیش کرے، اسے قبول کرو۔ اور اس کی دل میں گرہ دے لو! (تاکہ دین و دنیا میں سعادت حاصل کرو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۸) گرفتہ نہیں ہوتے، کیونکہ راہ حق میں جان دینا سب سے بڑی سعادت ہے۔

۱۲۱- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———————— ارشاد:

خوارج سے گفتگو

اس خطبہ میں آپ نے خوارج سے خطاب فرمایا ہے اور ان کی غلط کاری ان پر واضح فرمائی ہے!

قَالَهُ لِلْخَوَارِجِ، وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى إِنْكَارِ الْحُكُومَةِ - فَقَالَ علیہ السّلام:

"أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟"

فَقَالُوا:

"مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ!"

قَالَ:

"فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ، فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً، وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ،

وَنَادَى النَّاسَ، فَقَالَ:

أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ! وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي! وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ، فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا۔

ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ مِنْ جُمْلَتِهِ أَنْ قَالَ:

یہ کلمات امیرالمومنینؑ نے خوارج نہروانؔ کے سامنے اس موقع پر ارشاد فرمائے تھے، جب آپ ان کے لشکر میں تشریف لے گئے تھے، وہاں جاکر آپ نے انھیں مخاطب کیا اور فرمایا:

"کیا تم سب ہمارے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے؟"

خوارج نے جواب دیا:

"ہم میں سے کچھ لوگ شریک تھے، کچھ نہیں تھے!"

اس پر آپ نے فرمایا:

"دو گروپ بنالو! ایک گروپ میں وہ لوگ ہونگے جو جنگ صفین میں ہمارے ساتھ شریک تھے اور دوسرے میں وہ جو شریک نہ تھے، تاکہ ہر ایک سے اس کی حسب حالت گفتگو کرسکوں"۔

پھر آپ نے پکار کر فرمایا:

"باتیں کرنے سے باز آجاؤ، میری بات کو غور سے سنو، اپنے قلوب کو میری طرف متوجہ کرلو اور جس سے ہم شہادت طلب کریں، وہ اس کے متعلق اپنے علم کے مطابق بیان کرے۔

پھر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی - جس کے کچھ اجزا یہ ہیں:-

لہ خوارج کے مذہب و مسلک پر اس سے پہلے بعض مقامات پر گفتگو ہو چکی ہے، بعد میں یہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے جن میں سے چھ مشہور ہیں (۱) ازارقہ (۲) نجدیہ (۳) صفویہ (۴) عجاردہ (۵) اباضیہ (۶) ثعالبہ۔

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَغِيلَةً وَمَكْراً وَخَدِيعَةً - إِخْوَانُنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا: اسْتَقَالُونَا، وَاسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ، فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ؟

فَقُلْتُ لَكُمْ:

هٰذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ، وَبَاطِنُهُ عُدْوَانٌ، وَأَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَآخِرُهُ نَدَامَةٌ. فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ، وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ، وَعَضُّوا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ، وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَى نَاعِقٍ نَعَقَ، إِنْ أُجِيبَ أَضَلَّ، وَإِنْ تُرِكَ ذَلَّ، وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْفَعْلَةُ وَقَدْ رَأَيْتُكُمْ أَعْطَيْتُمُوهَا۔

وَاللهِ لَئِنْ أَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ فَرِيضَتُهَا، وَلَا حَمَّلَنِي اللهُ ذَنْبَهَا، وَوَاللهِ إِنْ جِئْتُهَا إِنِّي لَلْمُحِقُّ الَّذِي يُتَّبَعُ، وَإِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِي مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ، فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَإِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُورُ عَلَى الْآبَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَالْإِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلَى كُلِّ مُصِيبَةٍ وَشِدَّةٍ إِلَّا إِيمَاناً، وَمُضِيّاً عَلَى الْحَقِّ، وَتَسْلِيماً لِلْأَمْرِ،

جس وقت اہل شام نے مکر و فریب سے قرآن نیزوں پر بلند کیے تھے، تم نے نہیں کہا تھا کہ یہ سارے بھائی ہیں، ہمارے مانند مسلمان ہیں، فسخ محاربہ اور خاتمۂ جنگ کے ہم سے طلب گار ہیں، کتاب اللہ کے دامن میں انھوں نے پناہ لی ہے، تو مصلحت یہ ہے کہ ان کی بات ہم مان لیں، اور ان کے غم و اندوہ کو برطرف کر دیں؟

پھر میں نے تم سے کہا تھا:

اہل شام کے اس کام کا ظاہر ایمان ہے اور باطن عدوان اس کا آغاز رحمت ہے اور انجام ندامت ہے۔ مناسب تو یہ ہے (کہ) اپنے حال پر قائم رہو، اپنے راستے پر جمے رہو اور جہاد کا فریضہ انجام دیتے رہو، اور فریاد کرنے والے[1] کی فریاد پر توجہ نہ دو۔ کیونکہ اگر اس کی بات مان لی گئی، تو یہ گمراہ کر دے گا۔ اور اگر اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا گیا تو ذلیل و خوار ہوگا، اور یہ کام (حکومت حکمین پر تمھارا راضی ہوجانا) آخر کار طے پایا۔ میں نے تمھیں دیکھا کہ تم نے اس اقدام و کوشش کو کامیاب بنایا۔

بخدا! اگر حکمین کی حکومت ماننے سے میں نے انکار کر دیا، تو اس کے باعث کوئی فریضہ مجھ پر لازم نہیں آیا، نہ اس کے ترک پر کسی گناہ کا بار خدا مجھ پر ڈالے گا (کیونکہ میں نے حق کے خلاف نہیں کیا)، اور خدا کی قسم اگر (بقول تمھارے) یہ کام میں نے کیا ہے، تو میں وہ صاحب حق ہوں جس کی ہر حالت میں پیروی کی جانی چاہیئے۔ کیونکہ خدا کی کتاب میرے ساتھ ہے، اور جب سے اس کا مصاحب بنا ہوں، کبھی اس سے جدا نہیں ہوا۔ ہم رسول اللہ ص کے ساتھ اس وقت تھے (کفار و مشرکین سے جنگ کر رہے تھے جب) قتل و خونریزی ہمارے بڑوں، بھائیوں، بیٹوں اور عزیزوں کے درمیان ہو رہی

[1] مراد ہیں امیر معاویہ اور عمرو بن العاص۔

وَصَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْجِرَاحِ، وَلٰكِنَّا اِنَّمَا أَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَالشُّبْهَةِ وَالتَّأْوِيلِ، فَإِذَا طَمِعْنَا فِي خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللهُ بِهَا شَعَثَنَا وَنَتَدَانٰى بِهَا إِلَى الْبُقْيَةِ فِيمَا بَيْنَنَا، رَغِبْنَا فِيهَا، وَأَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا۔

تھی، ہر مصیبت اور سختی کے وقت ایمان کے علاوہ ہماری کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوتا تھا، ہم حق پر چلتے تھے، اور امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے، زخموں کی سوزش پر صبر کرتے تھے لیکن آج اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ برسر جنگ ہیں، کیونکہ (انہوں نے اسلام میں) زیغ، کجی، شبہ اور تاویل کو داخل کر دیا ہے، پس جب اس مصلحت کے جویا ہوں گے جس کے باعث خدا ہماری پراگندگی کو جمعیت سے بدل دے، اور جس کے باعث جو کچھ ہمارے درمیان (الفت و دوستی سے) باقی ہے، ہم ایک دوسرے سے نزدیک ہوں، تو بے شک ہم اس کی جانب رغبت کریں گے، اور اس کے غیر (جنگ) کی جانب سے منہ موڑ لیں گے۔

۱۲۲- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد:

باعزّت موت

امیرالمومنینؑ نے بتایا ہے کہ مسلمان اور صاحبِ ایمان کے لیے باعزّت موت کون سی ہو سکتی ہے؟ اور وہ کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے؟

وَاَیُّ امْرِءٍ مِنْکُمْ اَحَسَّ مِنْ نَفْسِهٖ رِبَاطَةَ جَاْشٍ عِنْدَ اللِّقَآءِ وَرَاٰی مِنْ اَحَدٍ مِنْ اِخْوَانِهٖ فَشَلًا، فَلْيَذُبَّ عَنْ اَخِيْهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِیْ فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَفْسِهٖ، فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهٗ مِثْلَهٗ، اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيْثٌ، لَا يَفُوْتُهُ الْمُقِيْمُ، وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ۔ اِنَّ اَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ،

جنگ و پیکار کے وقت تم میں سے جو شخص اپنے اندر قوتِ قلب (دلیری) محسوس کرتا ہے اور اپنے کسی بھائی میں خوف و ترس مشاہدہ کرتا ہے تو اس برتری اور دلیری کے سبب جو خدا نے اسے عطا فرمائی ہے، دشمن کو اپنے بھائی سے دفع کرے، جس طور پر کہ خود اپنے اوپر سے دفع کرتا ہے، اگر خدا چاہے گا تو اسے بھی اس کے مانند شجاع و بیباک بنا دے گا۔ (یاد رکھو کہ) موت وہ طالب تیز کار ہے[1] (بے باکی، دلیری سے میدانِ جنگ میں) کھڑا ہوا شخص (بھی) اس کے پنجہ سے بچ نہیں سکتا اور جو اس سے گریزاں ہو، وہ اسے عاجز و ناتواں نہیں کر سکتا[2]۔ (یاد رکھو) گرامی ترین موت (راہِ خدا میں) قتل ہو جانا ہے[3]۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِيَدِهٖ لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ اَهْوَنُ عَلَیَّ مِنْ مِيْتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ۔

اس ہستی کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں پسرِ ابوطالب (علیؑ) کی جان ہے کہ مجھ پر تلوار کی ہزار چوٹیں بستر پر (ایڑیاں رگڑ کے) مر جانے سے زیادہ بہتر ہیں۔

---

[1] جس پر ہاتھ ڈال دے وہ بچ نہیں سکتا۔

[2] کیونکہ اس سے فرار و رہائی ممکن نہیں۔

[3] کیونکہ دنیا میں بقا، نام نیک اور آخرت میں ثواب و انعام کی موجب ہے۔

۱۲۳- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

بہشت کا راستہ

وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ لَا تَأْخُذُونَ حَقّاً، وَلَا تَمْنَعُونَ ضَيْماً، قَدْ خُلِّيتُمْ وَالطَّرِيقَ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ، وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ۔

گویا میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ (میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے) تم اس طرح چیخ رہے ہو، جس طرح سوسمار (گوہ) کی کھال کو ملنے سے آوازیں نکلتی ہیں، تم (دشمن کے مقابلہ میں دلیری سے کھڑے ہو کر) نہ کوئی حق طلب کرتے ہو، اور نہ (کسی ستمگر کے) ظلم و جور کا مقابلہ کرتے ہو، تمھیں بہشت کے راستہ میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہے پس نجات و رستگاری اس شخص کے لیے ہے جو اپنے آپ کو اس میں ڈال دے (دشمن سے جنگ کرے) اور ہلاکت و بدبختی اس کے لیے ہے جو توقف کرے (جہاد سے منہ موڑے)

۱۲۴- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد :

آدابِ جنگ

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ وَأَخِّرُوا الْحَاسِرَ، وَعَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ، فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ، وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ فَإِنَّهُ أَمْوَرُ لِلْأَسِنَّةِ، وَغُضُّوا الْأَبْصَارَ، فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلْجَأْشِ، وَأَسْكَنُ لِلْقُلُوبِ، وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ، فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ وَرَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيلُوهَا، وَلَا تُخِلُّوهَا، وَلَا تَجْعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ وَالْمَانِعِينَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ فَإِنَّ الصَّابِرِينَ عَلَى نُزُولِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحُفُّونَ بِرَايَاتِهِمْ، وَيَكْتَنِفُونَهَا حِفَافَيْهَا وَوَرَاءَهَا وَأَمَامَهَا لَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوهَا وَلَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا۔

(میدان جنگ میں) جو زرہ پوش ہیں، انھیں آگے بڑھاؤ، اور جو بے زرہ ہیں انھیں پیچھے رکھو اور دانتوں کو مضبوطی سے جما لو، کیونکہ میدانِ کارزار میں استقامت و ثابت قدمی کے طفیل تلواریں سر سے دُور چلی جاتی ہیں، نیزوں کے اطراف میں پیچ و خم کے ساتھ لپٹے رہو، کیونکہ اس طرز سے نیزہ بازی کرنا مؤثر تر ہے۔ نگاہیں نیچی رکھو (گھوم گھوم کر ہر طرف نہ دیکھو) کیونکہ آنکھوں کا نیچا رکھنا قوت قلب کی زیادتی اور سکون دل کا باعث ہے، آوازوں کو خاموش کر دو (ہنگامہ آرائی نہ کرو) کیونکہ متانت و سکون (ہر چیز کے) خوف کو دُور کر دیتی ہے، اپنے پرچم کو اس کی جگہ سے حرکت نہ دو، اس کے دور کو خالی نہ ہونے دو[1]، نہ اسے ہر شخص کے ہاتھ میں تھما دو، (سوا اُن دلاوروں کے) جو ہر حادثہ کو روکنے کے لیے (جان کی بازی لگا کر) کمر بستہ رہتا ہو، جو اس کے حفظ و نگہداری کو لازم سمجھ کر مصروف دفاع رہتا ہو[2]، کیونکہ جو لوگ سختی اور بلا (میدان جنگ میں) برداشت کرتے اور صابر رہتے ہیں، وہی اپنے جھنڈوں کے گرد رہتے اور دائیں بائیں اور آگے پیچھے اس کی حفاظت کیا کرتے ہیں، نہ یہ پیچھے ہٹتے ہیں کہ (گویا) اسے دشمن کے حوالہ کر دیں، نہ یوں آگے بڑھتے ہیں کہ جھنڈے کو تنہا چھوڑ دیں۔

أَجْزَأَ امْرُؤٌ قِرْنَهُ، وَآسَى أَخَاهُ

مرد کے لیے لازم ہے کہ (کارزار میں) اس دشمن کا دفاع کرے

---

[1] اس طرح لشکر شکست کھا جائے گا کیونکہ ہر ایک کی نظر پرچم ہی پر رہتی ہے۔ [2] ایسے لوگ جان دے دیتے ہیں مگر جھنڈے کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔

بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَقِرْنُ أَخِيهِ، وَأَيْمُ اللهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلَةِ لَا تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ الْآخِرَةِ. وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ، إِنَّ فِي الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَالذُّلَّ اللَّازِمَ، وَالْعَارَ الْبَاقِيَ، وَإِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيدٍ فِي عُمُرِهِ، وَلَا مَحْجُوزٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَوْمِهِ. الرَّائِحُ إِلَى اللهِ كَالظَّمْآنِ يَرِدُ الْمَاءَ، الْجَنَّةُ تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي. الْيَوْمَ تُبْلَى الْأَخْيَارُ، وَاللهِ لَأَنَا أَشْوَقُ إِلَى لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَى دِيَارِهِمْ۔

جو اس کے روبرو ہو (پھر اسے مغلوب کرنے یا ہلاک کرنے کے بعد) اپنے (مجاہد) بھائی کی مدد کرے اور اپنے مدّمقابل کو اپنے بھائی کے لیے نہ چھوڑ دے۔ کیونکہ اس طرح اس کا حریف اور بھائی (ہمکار) کا حریف دونوں مل کر اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور خدا کی قسم اگر تم شمشیرِ دنیا سے بچ گئے، تو شمشیرِ آخرت سے سلامت نہ رہو گے، تم اشرافِ عرب اور کوہان بزرگ (بلند قدر) ہو، بلاشبہ (جنگ سے) بھاگنا غضب الٰہی کا سبب ہے اور دائمی ذلّت و بیچارگی عار و ننگ کا موجب ہوتا ہے، بھاگنے والا (بھاگ کر) زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتا، نہ فرار مانع مرگ بن سکتا ہے۔ خدا کی طرف جانے والا (جہاد کرتا ہوا) اس تشنہ لب کے مانند ہے جو پانی پر پہنچ جائے۔ جنت نیزے کی انی کے نیچے ہے۔
آج اخیار کی آزمائش کا دن ہے، خدا کی قسم میں ان سے (دشمنوں سے میدان جنگ میں) ملنے کا اتنا زیادہ مشتاق ہوں، جتنا اشتیاق انھیں اپنے شہروں میں جانے کا ہے۔

اللَّهُمَّ فَإِنْ رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ وَشَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ، إِنَّهُمْ لَنْ يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنٍ دِرَاكٍ، يَخْرُجُ مِنْهُ النَّسِيمُ، وَضَرْبٍ يَفْلِقُ الْهَامَ، وَيُطِيحُ الْعِظَامَ، وَيُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَالْأَقْدَامَ، وَحَتَّى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا الْمَنَاسِرُ، وَيُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا الْحَلَائِبُ، وَحَتَّى يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ يَتْلُوهُ الْخَمِيسُ، وَحَتَّى تَدْعَقَ الْخُيُولُ فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَبِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ وَمَسَارِحِهِمْ۔

بار خدایا! اگر یہ کلمۂ حق کو ردّ کردیں تو ان کی جمعیت پراگندہ کردے ان میں اختلاف رائے پیدا کردے۔ انھیں ان کے گناہوں کے باعث ہلاک کردے، اس طرح کہ یہ اپنے مؤقف سے (فتنہ و فساد سے) ذرا بھی دور نہ ہوں۔ بغیر اس نیزے کی انی کے کہ جو دشمن کی جان تن سے خارج کردے اور بغیر اس شمشیر زنی کے جو کاسۂ سر کو شگافتہ کردے، ہڈیوں کو کھالے اور بازوؤں اور قدموں کو قطع کردے یا اپنی جگہ سے جنبش نہ کریں، یہاں تک کہ فوجوں کے دستے برابر ان کے سامنے آتے رہیں جن کے پیچھے امدادی لشکر ہر طرف سے تیار ہوکر رواں ہوں، گویا ایک لشکر کے پیچھے دوسرا لشکر، ان کے شہر میں حملہ آور ہوں، ان کے کھیتیان (گھر) اور چراگاہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوجائیں۔

حل لغات: اَلدَّعْقُ کوٹنا۔ یعنی گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمین کو کوٹ (پامال کر) ڈالیں۔ دنواحر الارض: وہ زمینیں جو ایک دوسرے سے متصل ہوں۔ چنانچہ کہتے ہیں منازل فلان تتناحر: فلاں خاندان کے گھر ملے ملے ہیں۔ (از سید رضی جامع نہج البلاغہ) (م ح)

۱۲۵- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

"خوارج سے"

یہ کلمات آپ نے خوارج سے ارشاد فرمائے تھے، جب انھوں نے تحکیم رجال سے انکار کیا تھا، اور آپ کے اصحاب کی مذمت کی تھی۔

(رضیؒ)

إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ، وَإِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ، وَهٰذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ، وَإِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ، وَلَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ إِلَى أَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى، وَقَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ —— فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ —— فَرَدُّهُ إِلَى اللهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ، وَرَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ، فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللهِ فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ، وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) فَنَحْنُ أَوْلَاهُمْ بِهِ.

وَأَمَّا قَوْلُكُمْ لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ أَجَلًا فِي التَّحْكِيمِ، فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَيَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هٰذِهِ الْهُدْنَةِ

ہم نے لوگوں کو حَکَم نہیں بنایا تھا، ہم نے قرآن کو حکم بنایا تھا۔ اور یہ قرآن ایک تحریر ہے کہ جلد کی دو دفتیوں کے درمیان مرقوم ہے، چونکہ یہ بول نہیں سکتی لہٰذا اس کے لیے ترجمان لازم ہے (کہ اس کا مفہوم بیان کرسکے) بلاشبہ لوگ (اسی کو سامنے رکھ کر) بات کرسکتے ہیں، چونکہ (اہل شام نے چاہا کہ) ہم قرآن کو حکم قرار دیں (تو ہم نے ان کی درخواست قبول کرلی، کیونکہ) ہم ان لوگوں میں نہیں تھے جو کتاب خدا سے روگردانی کرتے ہیں۔ حالانکہ خداوند کریم فرماتا ہے: "اگر تمھارے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو تو اسے خدا اور رسول کی طرف لوٹا دو" ——! پس نزاع و دشمنی میں خدا کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کی کتاب کو حکم مانیں اور رسول کی جانب رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سنت رسول کو پیش نظر رکھیں پس اگر کتاب الٰہی سے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو ہم بہ نسبت دوسروں کے اس کے زیادہ سزاوار ہیں، اور اگر سنت رسول خدا کو پیش نظر رکھ کر حکم دیا جائے تو اس پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ اولیٰ ہم ہی ہیں۔

رہا تمھارا یہ قول کہ "آپ نے اپنے اور ان کے مابین تحکیم میں مہلت کیوں دی؟" (تو) میں نے مہلت اس لیے دی کہ جاہل تحقیق کرلے اور عالم ثابت قدم ہوجائے اور شاید اس امت کے معاملات،

أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ - وَلَا تُؤْخَذَ بِأَكْظَامِهَا، فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ، وَتَنْقَادَ لِأَوَّلِ الْغَيِّ -

متارکۂ جنگ سے درست کر دے، اور اس پر کوئی سختی نہ کرنا پڑے. تاکہ حق کو پہچاننے میں جلدی کر کے انھیں گمراہی کے سامنے سرنگوں (نہ) کر دیا جائے (خوب ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، ضد یا غلط فہمی نہ پیدا ہو)

إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ إِلَيْهِ وَإِنْ نَقَصَهُ وَكَرَثَهُ مِنَ الْبَاطِلِ وَإِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً وَزَادَهُ،

بلاشبہ خدا کے نزدیک برترین آدمی وہ ہے جو عمل حق کو باطل کے مقابلہ میں زیادہ دوست رکھتا ہے، اگرچہ حق پر (چلنے سے) اسے نقصان کیوں نہ پہنچ جائے اور اسے غم و اندوہ سے پالا ہی کیوں نہ پڑے اور اگرچہ باطل سے اسے نفع ہی کیوں نہ ہو، بہرہ مندی کیوں نہ حاصل ہو ———— پس تم کیوں حیران و

فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ، وَمِنْ أَيْنَ أُتِيتُمْ؟ اِسْتَعِدُّوا لِلْمَسِيرِ إِلَى قَوْمٍ حَيَارَى عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ، وَمُوزَعِينَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ، جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ، نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيقِ، مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا، وَلَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ إِلَيْهَا، لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ أُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْكُمْ بَرْحًا! يَوْمًا أُنَادِيكُمْ، وَيَوْمًا أُنَاجِيكُمْ فَلَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَاءِ،

سرگشتہ ہو، اور یہ بلا تم پر کہاں سے آ گئی ہے کہ اس گروہ سے جنگ کرنے میں سستی کر رہے ہو، جو حق سے دور ہو کر حیران و سرگشتہ ہو رہا ہے۔ اور ظلم و جور کا یوں خوگر ہو چکا ہے کہ اس سے منہ نہیں موڑتا، جو کتاب الٰہی سے دور اور راہِ حق سے نفور ہے (پھر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ) تم میں وہ شانِ اعتماد نہیں کہ تم پر بھروسہ کر سکوں، نہ یارانِ باوفا ہیں ہو کہ (پریشانی میں) امید ہمراہی رکھوں، تم آتش جنگ کو بھڑکانے میں بہت بُرے ہو، افسوس ہے تم پر، تمھارے سبب سے مَیں سختی میں مبتلا ہوں، کبھی میں تمھیں (نصرت دین کے لیے) پکارتا ہوں، کبھی میں تم سے دشمن سے لڑنے کے لیے سرگوشی کرتا ہوں۔ لیکن (تمھارا حال یہ ہے کہ) نہ پکار کے وقت کھرے دوست ثابت ہوئے اور نہ سرگوشی کے وقت بھروسہ کے قابل بھائی!

۱۲۶- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

تقسیمِ زر میں مساوات

حضرت نے وظائف میں مہاجر و غیر مہاجر کے فرق کو مٹا کر عہدِ نبوی کے مطابق تقسیم شروع کی تھی، جس پر لوگوں نے احتجاج کیا۔ حضرت نے فرمایا: (رضی)

أَتَأْمُرُونِّي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ؟

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جن لوگوں پر حاکم ہوا ہوں، ان کے خلاف ظلم کو امداد کے لیے بلاؤں (اور طبقاتی نظام قائم کر کے سنّت رسول کی مخالفت کروں)

وَاللهِ لَا أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ، وَمَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً، وَلَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ فَكَيْفَ وَإِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ!

خدا کی قسم! میں یہ کام نہیں کر سکتا، جب تک زمانہ کی کہانی چل رہی ہے، اور ایک ستارہ دوسرے ستارے کی طرف کھینچ رہا ہے! اور اگر یہ مال میرا (ذاتی) مال ہوتا تب بھی میں اسے (لوگوں میں) برابر برابر تقسیم کرتا (پھر تقسیم میں امتیاز کیونکر رکھ سکتا ہوں) جبکہ یہ مال (میرا ذاتی) نہیں بلکہ مالِ خدا ہے۔

ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ إِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ وَإِسْرَافٌ وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا وَيَضَعُهُ فِي الْآخِرَةِ، وَيُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ، وَيُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ. وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَعِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ وَكَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ، فَإِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ إِلَى مَعُونَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِينٍ وَأَلْأَمُ خَلِيلٍ.

آگاہ ہو جاؤ کہ کسی غیر مستحق کو روپیہ دینا، فضول خرچی اور اسراف ہے اور یہ (اسراف) وہ چیز ہے کہ مسرف کو دنیا میں بلند، اور آخرت میں پست کر دیتا ہے، اسے لوگوں میں گرامی قدر بنا دیتا ہے، مگر خدا کی نظر میں ذلیل و خوار کر دیتا ہے، اور جو شخص اپنا مال، بے جا صرف کرتا ہے اور غیر مستحق کو دیتا ہے، اسے خدائے تعالیٰ اس کی سپاس گزاری سے محروم کر دیتا ہے اور لوگوں کی دوستی اس کے لیے نہیں بلکہ غیر کے لیے ہو جاتی ہے اور اگر (بدقسمتی سے) کہیں وہ شخص بدحال ہو جائے اور ان کی اعانت و دستگیری کا محتاج ہو جائے تو وہ بدترین ساتھی اور زیادہ سے زیادہ سرزنش کرنے والے دوست ثابت ہوں گے۔

۱۲۷- ومن كلام له عليه السّلام —————— ارشاد:

خوارج کو جواب

اسوۂ رسولِ اکرمؐ کی روشنی میں آپ نے خوارج کے مزعومات اور وسوسوں کا جواب شرعی نقطۂ نظر سے دیا ہے:

فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ، فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) بِضَلَالِي؟ وَتَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَائِي، وَتُكَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي؟ سُيُوفُكُمْ عَلَى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَالسُّقْمِ، وَتَخْلِطُونَ مَنْ أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ يُذْنِبْ؟ وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ، وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيرَاثَهُ أَهْلَهُ، وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ، وَنَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - بِذُنُوبِهِمْ، وَأَقَامَ حَقَّ اللهِ فِيهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ، ثُمَّ أَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ وَمَنْ رَمَى بِهِ الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهُ وَضَرَبَ بِهِ تِيهَهُ -

اگر تم، میرے اس لیے مخالف ہو کہ تمہارا گمان ہے میں نے خطا کی اور گمراہ ہوگیا، تو میری گمراہی کے باعث ساری اُمتِ محمدی کو کیوں گمراہ سمجھنے لگے ہو؟ اسے خطاوار کیوں قرار دیتے ہو؟ اور میرے گناہ کے باعث اس کی تکفیر کیوں کرتے ہو؟ تمہارے کندھوں پر تلواریں ہیں، تم انہیں صحت و بیماری (گناہ و ثواب) کے موقع پر (بے دھڑک) استعمال کر رہے ہو، اور جس نے گناہ کیا ہے اسے اور جس نے گناہ نہیں کیا ہے (باہم خلط ملط) کر دیتے ہو، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے زانی کو سنگسار کیا پھر اس پر نماز پڑھی، اور اس کے ورثاء کو اس کی میراث بھی عطا فرمائی، (قاتل کو بربنائے) قصاص قتل کیا اور اس کی میراث ورثاء میں تقسیم کی، چور کے ہاتھ کاٹے، اور غیر شادی شدہ زانی کو سزائے تازیانہ دی (با ایں ہمہ) انھیں مالِ غنیمت میں حصہ بھی دیا اور انہوں نے مسلمان عورتوں سے (بغیر کسی رکاوٹ کے) شادیاں بھی کیں، (پس ثابت ہوا کہ) رسولِ خدا نے انھیں کافر نہیں قرار دیا (ہاں) ان کے گناہوں کی سزا ضرور دی، خدا کا حق ان کے بارے میں جاری کیا لیکن اسلام میں ان کے جو حصے تھے، وہ نہیں روکے۔ نہ مسلمانوں (کی فہرست سے) ان کے نام خارج فرمائے (پھر تم یہ سب کس اصول سے کرتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم اشریر قسم کے لوگ ہو کہ جنھیں شیطان

نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرلیا ہے اور گمراہی کے راستے پر لا ڈالا ہے،

وَسَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ، وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ، وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالاً النَّمَطُ الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ، وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ، فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ،

دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے، ایک وہ گروہ کہ دوست تو ہوگا، مگر دوستی میں افراط کرے گا، اس کی محبت اسے باطل کے راستے پر لے جائے گی[1]، دوسرا وہ طائفہ کہ دشمنی میں حد سے تجاوز کر جائے گا، اور اس کی دشمنی بے اندازہ اسے حق سے دور کر دے گی، لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں گے۔ پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کرلو، اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ جماعت (حق) کی تائید فرماتا ہے اور تفرقہ سے بچو، کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے، جس طرح گلّہ سے نکلنے والی بھیڑ، بھیڑیئے کا شکار بن جاتی ہے۔

أَلَا! مَنْ دَعَا إِلَى هَذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هَذِهِ۔

خبردار! جو شخص تمہیں اس رویہ (جماعت سے علیحدگی) کی دعوت دے، اسے قتل کردو، خواہ وہ میرے اس عمامہ ہی کے نیچے کیوں نہ ہو۔

وَإِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ، وَيُمِيتَا مَا أَمَاتَ الْقُرْآنُ، وَإِحْيَاؤُهُ: الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَإِمَاتَتُهُ: الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ، فَإِنْ جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَيْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا، فَلَمْ آتِ ـــ

رہا تحکیم کا مسئلہ تو حکمین کی حکومت اس لیے مانی گئی تھی کہ وہ اسے زندہ کریں جسے قرآن نے زندہ کیا تھا، اور اسے نابود کردیں جسے قرآن نے نابود کردیا تھا اور قرآن کا زندہ کرنا اس پر عمل کرنا ہے، اور اسے ہلاک کرنا (اس کے بتائے ہوئے راستے پر) نہ چلنا ہے، پس اگر قرآن ہمیں ان کی طرف کھینچ لے جائیگا تو ہم ان کی پیروی کریں گے، اور اگر وہ انھیں ہماری طرف کھینچ لائے تو انھیں ہماری پیروی کرنی چاہیئے۔

---

[1] یعنی وہ لوگ جو فرطِ اعتقاد سے آپ کو خدا، یا پیمبر سمجھنے لگیں، دوسرے دشمن جو کافر کہتے نہ ہچکچائیں گے، جیسے خارجی (م، د، ن تہران)

۱۲۷ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد:

خوارج کو جواب

اسوۂ رسولِ اکرمؐ کی روشنی میں آپ نے خوارج کے مزعومات
اور وسوسوں کا جواب شرعی نقطۂ نظر سے دیا ہے:

فَإِنْ أَبَیْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ، فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ) بِضَلَالِي؟ وَتَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَئِي، وَتُکَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي؟ سُیُوفُکُمْ عَلَى عَوَاتِقِکُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَالسُّقْمِ، وَتَخْلِطُونَ مَنْ أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ یُذْنِبْ؟ وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلَّى عَلَیْهِ ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ، وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِیرَاثَهُ أَهْلَهُ، وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَیْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَیْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ، وَنَکَحَا الْمُسْلِمَاتِ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ بِذُنُوبِهِمْ، وَأَقَامَ حَقَّ اللهِ فِیهِمْ، وَلَمْ یَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ یُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَیْنِ أَهْلِهِ، ثُمَّ أَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ وَمَنْ رَمَى بِهِ الشَّیْطَانُ مَرَامِیَهُ وَضَرَبَ بِهِ تِیهَهُ۔

اگر تم، میرے اس لیے مخالف ہو کہ تمہارا گمان ہے مَیں نے خطا کی اور گمراہ ہوگیا، تو میری گمراہی کے باعث ساری اُمتِ محمدی کو کیوں گمراہ سمجھنے لگے ہو؟ اسے خطا وار کیوں قرار دیتے ہو؟ اور میرے گناہ کے باعث اس کی تکفیر کیوں کرتے ہو؟ تمہارے کندھوں پر تلواریں ہیں، تم انہیں صحت و بیماری (گناہ و ثواب) کے موقع پر (بے دھڑک) استعمال کر رہے ہو، اور جس نے گناہ کیا ہے اسے اور جس نے گناہ نہیں کیا ہے (باہم خلط ملط) کر دیتے ہو، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے زانی کو سنگسار کیا پھر اس پر نماز پڑھی، اور اس کے ورثاء کو اس کی میراث بھی عطا فرمائی، (قاتل کو بربنائے) قصاص قتل کیا اور اس کی میراث ورثاء میں تقسیم کی، چور کے ہاتھ کاٹے، اور غیر شادی شدہ زانی کو سزائے تازیانہ دی (با ایں ہمہ) انھیں مالِ غنیمت میں حصّہ بھی دیا اور انہوں نے مسلمان عورتوں سے (بغیر کسی رکاوٹ کے) شادیاں بھی کیں، (پس ثابت ہوا کہ) رسول خدا نے انھیں کافر نہیں قرار دیا (ہاں) ان کے گناہوں کی سزا ضرور دی، خدا کا حق ان کے بارے میں جاری کیا لیکن اسلام میں ان کے جو حصّے تھے، وہ نہیں روکے۔ نہ مسلمانوں (کی فہرست سے) ان کے نام خارج فرمائے (پھر تم یہ سب کس اصول سے کرتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم) شریر قسم کے لوگ ہو کہ جنھیں شیطان

نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرلیا ہے اور گمراہی کے راستے پر لا ڈالا ہے،

وَسَیَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَىٰ غَیْرِ الْحَقِّ، وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ یَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَىٰ غَیْرِ الْحَقِّ، وَخَیْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالاً النَّمَطُ الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ یَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَإِیَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ، فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ،

دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے، ایک وہ گروہ کہ دوست تو ہوگا، مگر دوستی میں افراط کرے گا، اس کی محبت اسے باطل کے راستے پر لے جائے گی[1]، دوسرا وہ طائفہ کہ دشمنی میں حد سے تجاوز کر جائے گا، اور اس کی دشمنی بے اندازہ اسے حق سے دور کردے گی، لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں گے۔ پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کرلو، اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ جماعت (حق) کی تائید فرماتا ہے اور تفرقہ سے بچو، کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے، جس طرح گلہ سے نکلنے والی بھیڑ، بھیڑیئے کا شکار بن جاتی ہے۔

أَلَا!

مَنْ دَعَا إِلَىٰ هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هٰذِهِ۔

خبردار!

جو شخص تمھیں اس رویہ (جماعت سے علیحدگی) کی دعوت دے، اسے قتل کردو، خواہ وہ میرے اس عمامہ ہی کے نیچے کیوں نہ ہو۔

وَإِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِیُحْیِیَا مَا أَحْیَا الْقُرْآنُ، وَیُمِیتَا مَا أَمَاتَ الْقُرْآنُ، وَإِحْیَاؤُهُ: الْاِجْتِمَاعُ عَلَیْهِ، وَإِمَاتَتُهُ: الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ فَإِنْ جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَیْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَیْنَا اتَّبَعُونَا، فَلَمْ آتِ ——

رہا تحکیم کا مسئلہ تو حکمین کی حکومت اس لیے مانی گئی تھی کہ وہ اسے زندہ کریں جسے قرآن نے زندہ کیا تھا، اور اسے نابود کردیں جسے قرآن نے نابود کردیا تھا اور قرآن کا زندہ کرنا اس پر عمل کرنا ہے، اور اسے ہلاک کرنا (اس کے بتائے ہوئے راستے پر) نہ چلنا ہے، پس اگر قرآن ہمیں ان کی طرف کھینچ لے جائیگا تو ہم ان کی پیروی کریں گے، اور اگر وہ انھیں ہماری طرف کھینچ لائے تو انھیں ہماری پیروی کرنی چاہیئے۔

---

[1] یعنی وہ لوگ جو دفورِ اعتقاد سے آپ کو خدا، یا پیمبر سمجھنے لگیں، دوسرے[2] دشمن جو کافر کہتے نہ ہچکچائیں گے، جیسے خارجی (م، د، ن تہران)

— لَا أَبَا لَكُمْ - بُجْراً وَلَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ وَلَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ، أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ لَا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ فَتَاهَا عَنْهُ، وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ، وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا، وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا۔

پس اے بدبختو، میں (تمھارے لیے) بری باتیں نہیں لایا تھا، نہ تمھارے معاملے میں مَیں نے تمھیں دھوکا دیا تھا، نہ تم پر کوئی اشتباہ وارد کیا تھا، بلکہ یہ خود تمھاری رائے تھی، کہ ان دونوں آدمیوں (ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص) کو تم نے اختیار کرکے حکم بنالیا، ہم نے پھر بھی ان سے پیمان لیا کہ قرآن کی حدود سے آگے نہ بڑھیں گے، لیکن انھوں نے حق کو چھوڑ دیا، اور گمراہ ہوگئے، حالانکہ دونوں حق سے واقف تھے (مگر دستور خدا کے خلاف چلنے کا) ظلم وستم خواہش نفس سے تھا، پس وہ اسی راستے پر چلنے لگے، اگرچہ ہم نے (صلح نامہ میں) عہد لے لیا تھا کہ عدل وراستی کا راستہ اختیار کریں گے اور حق کو نظر میں رکھیں گے، لیکن ان کی بدرائی اور ظالمانہ فیصلہ کرنے نے ہم میں جدائی ڈال دی!

وانظر وصیة علی رضی اللہ عنہ وتحریضه لاصحابه یوم صفین تجد کثیراً من علم الحرب ولم یکن احد ابصر بها......

(ابن خلدون)

میدان صفین میں علی کی ہدایتیں اور تحریک لشکرکشی کی تقریر دیکھو، تو فن جنگ کے بڑے بڑے رموز معلوم ہونگے کہ ان سے بہتر کوئی صاحب بصیرت نہ تھا۔

۱۲۸- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

امیرِ زنج کا خروج

"بصرے کی ایک تقریر، جس میں بعض اہم واقعات کی پیشین گوئی فرمائی ہے"۔

يَا أَحْنَفُ!

كَأَنِّي بِهِ وَ قَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَ لَا لَجَبٌ وَلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَلَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ، يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ۔

اے احنف[1]!

گویا کہ میں اسے (رئیس لشکر زنگیاں کو) دیکھ رہا ہوں کہ اس نے ایسے لشکر کے ساتھ خروج کیا ہے کہ گرد و غبار شور و غوغا، لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ اور آواز اسپ کا کہیں گزر نہیں (ان کے پاس اسپ و اسلحہ نہیں) اپنے قدموں سے یہ لوگ زمین کو پامال کر رہے ہیں) ان کے قدم شتر مرغوں کے قدموں کی طرح (کوتاہ و فراخ انگشت) ہیں۔

(يُومِئُ بِذَلِكَ إِلَى صَاحِبِ الزَّنْجِ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

صاحب زنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَخَرَاطِيمُ كَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ، وَلَا يُفْقَدُ غَائِبُهُمْ۔

افسوس، آباد گلیوں اور آراستہ مکانوں پر جن کے کنگرے، گدھوں کے پروں سے اور جن کے پرنالے ہاتھی کی سونڈوں سے مشابہ ہیں، انھیں وہ لوگ برباد کر دیں گے، جن کی برگشتگی قسمت پر نہ کوئی آنسو بہائے گا، نہ جن کے غائب ہونے پر کوئی جستجو کرے گا۔

أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا، وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا، وَنَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا۔

میں دنیا کو پچھاڑ دینے والا ہوں، مجھے اس کی مقدار کا اندازہ ہے (اس کے ظاہر و باطن اور اس کے گزشتہ و آئندہ کا رازداں ہوں) اور اس کی حقیقت میری نظروں کے سامنے ہے۔

---

[1] یہ صحابیٔ رسولؐ تھے، اور پھر ساری زندگی حضرت علی کی خدمت میں گزار دی۔

صاحب زنج یعنی امیر زنگیاں کے خروج کی جو پیشین گوئی اس خطبہ میں موجود ہے، وہ بالآخر بعد میں بالکل مطابق واقعہ ثابت ہوئی، تاریخ کی مستند کتابوں میں امیر زنگیاں کے فتنۂ و فساد، قتل و نہب، اور غارت گری و خوں آشامی کی جو لرزہ خیز داستانیں ملتی ہیں، وہ ایسی نہیں جنھیں فراموش کر دیا جائے۔ امیر زنگیاں کے بارے میں اگر دوسری تاریخوں کے حوالہ سے مفصّل واقعات بیان کئے جائیں تو وہ غیر معمولی تطویل کا سبب ہوں گے، لہذا انھیں نظرانداز کرکے علامہ فیض الاسلام سید علی نقی کا تاریخی خاکہ پیش کرتے ہیں جو مستند بھی ہے اور مختصر بھی،

تاریخ نویسوں کا بیان ہے کہ امیر زنگیاں شہر رَے کا رہنے والا تھا، اور خود کو علوی گمان کرتا تھا، اس امر کا مدّعی تھا کہ اس کے والد محمد ابن احمد، ابن عیسٰی بن زید ابن علی، ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب تھے، لیکن بہت سے لوگوں نے اس کے نسب کو درست تسلیم نہیں کیا ہے۔ کیونکہ علمائے انساب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ علی ابن احمد ابن عبدالرحیم ہے اور اس کی ماں کے جد اعلیٰ محمد ابن حکیم اسدی کوفہ کے رہنے والے تھے، جو اُن لوگوں میں سے تھے جنھوں نے زید ابن علی ابن الحسینؑ کے ساتھ ہشام ابن عبدالملک پر خروج کیا تھا، زید کی ہلاکت کے بعد وہ بھاگ کر شہر رے پہنچے اور ایک قریہ میں کہ اس کا نام ورزنین تھا، اقامت اختیار کی، اور اسی قریہ میں، علی ابن محمد امیر زنگیاں بن کر دنیا میں نمودار ہوا۔ اس کا جد اعلیٰ عبدالرحیم طالقان میں پیدا ہوا تھا، جب عراق پہنچا تو ایک کنیز خریدی اسی کنیز کے بطن سے امیر زنگیاں علی کا باپ محمد پیدا ہوا، ۲۵۵ھ میں بصرہ پہنچا، یہاں زنگی غلام اہل بصرہ کی چاکری کیا کرتے تھے، ان میں اپنی دعوت پھیلائی، اور اسی کی ہدایت کے مطابق ان زنگی غلاموں نے ایک روز مین کرکے اپنے آقاؤں کو ہلاک کر دیا اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اہل بصرہ پر انواع فتنہ و فساد وارد کرنے لگے۔ اور یہ امیر زنگیاں "برقعی" کے نام سے بھی مشہور رہے، کیونکہ اس نے اپنے منہ پر برقع و نقاب ڈال رکھا تھا۔

(ن۔ تہران ص۳۸۷) مترجم

(ب)

اِسی خطبہ میں تاتاریوں کی یورش، اور ان کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی کی خبر دی ہے۔

كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْماً كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ، يَلْبَسُونَ السَّرَقَ وَالدِّيبَاجَ، وَيَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ،

میں گویا اس تاتاری گروہ کو دیکھ رہا ہوں جس کے چہرے سپر کے مانند (سخت) ہیں جس پر چمڑے کی تہیں چسپیدہ ہوں، لباس ابریشم و دیبا میں ملبوس ہیں، اور اسپ تیزگام پر سوار ہیں اور جس جگہ یہ

وَيَكُونَ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتَّى يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَيَكُونَ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ مِنَ الْمَأْسُورِ۔

وارد ہوں گے) وہاں بہت خوں ریزی ہوگی، اس طرح کہ زخم خوردہ ہلاک شدہ لوگوں (کو پامال کرتے ہوئے) چلیں گے، اور (تاتاریوں کے پنجۂ ستم سے) بھاگ جانے والے، اسیروں سے کم ہوں گے (یعنی راہ فرار نہ ملے گی)

فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ

امیرالمومنین کے مصاحبوں میں سے ایک نے جو قبیلۂ بنو کلب میں سے تھا عرض کیا:

لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الْغَيْبِ!

"یا امیرالمومنین! آپ کو تو خدا نے علم غیب عطا فرمایا ہے!"

فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيًّا:

(یہ سنکر) امیرالمومنین ہنسے اور فرمایا:

يَا أَخَا كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ وَإِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ، وَإِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ بِقَوْلِهِ: إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ) الْآيَةَ[1]،

نہیں میرے بھائی یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ عالم سے علم کا حاصل کرنا ہے، علم غیب تو درحقیقت قیامت کا علم ہے، جسے خدا نے اپنی گفتار میں یوں شمار کیا ہے کہ — خدا ہی کو قیامت کا وقت معلوم ہے —!

فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، وَقَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَسَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ، وَشَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ، وَمَنْ يَكُونُ فِي النَّارِ حَطَبًا، أَوْ فِي الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّينَ مُرَافِقًا، فَهَذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَعَلَّمَنِيهِ، وَدَعَا لِي بِأَنْ يَعِيَهُ صَدْرِي، وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي۔

پس خدائے سبحان ہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے؟ لڑکی یا لڑکا؟ قبیح یا جمیل؟ سخی یا بخیل؟ شقی یا سعید؟ اور یہ کہ کون آتش جہنم کا ایندھن بنے گا؟ اور کسے جنت میں نبیوں کی رفاقت نصیب ہوگی؟ پس یہ ہے وہ علم غیب جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کے سوا جو کچھ ہے اسے خدا نے اپنے نبیؐ کو بتایا اور نبی نے مجھے اس کی تعلیم دی اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ اس (راز الٰہی کا) محافظ رہے، اور میرے پہلو اس پر محیط رہیں!

---

[1] پوری آیت یہ ہے: إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي ... بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ (س ۳۱ - ی ۳۴)

۱۲۹- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ:

حصولِ جنّت[1]

عِبَادَ اللهِ!

إِنَّكُمْ وَمَا تَأْمُلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا أَثْوِيَاءُ[2] مُؤَجَّلُونَ، وَمَدِينُونَ مُقْتَضَوْنَ، أَجَلٌ مَنْقُوصٌ، وَعَمَلٌ مَحْفُوظٌ، فَرُبَّ دَائِبٍ مُضَيَّعٌ، وَرُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ۔ وَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي زَمَنٍ لَا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا إِدْبَاراً، وَالشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً. وَالشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ إِلَّا طَمَعاً، فَهٰذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهُ وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ، وَأَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ اضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ إِلَّا فَقِيراً[3] يُكَابِدُ فَقْراً، أَوْ غَنِيّاً بَدَّلَ نِعْمَةَ اللهِ كُفْراً، أَوْ بَخِيلاً اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْراً، أَوْ مُتَمَرِّداً كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْراً،

بندگانِ خدا!

تم اور تمھاری آرزوئیں اس دُنیا میں مہمان ہیں، اور اس مہمانی کی مدّت (مختصر) معلوم ہے، تم ایسے قرضدار ہو جن سے قرض کا تقاضہ کیا گیا ہے، تمھاری مدّت کم ہے، اور تمھارا عمل (عبادات و بندگی کاتبانِ اعمال کے ہاتھوں) محفوظ ہے، پس اکثر سعی (دنیا) کرنے والے ناکام ہیں، اور اکثر اپنے عمل کو ضائع کر دینے والے ہیں (ریاکاروں کی طرح) اور تم اس زمانہ میں ہو کہ خیر و نیکی نے اس کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے اور شر و بدی نے اس طرف منہ کر رکھا ہے، اور شیطان لوگوں کو ہلاک کرنے کی طمع میں مبتلا ہے پس یہ وہ وقت ہے کہ شیطان نے اپنا سامان (فریب دہی) درست کر لیا ہے۔ اور اس کے مکر و حیلہ نے ہر جگہ راہ پیدا کر لی ہے، شکار (مردم) اس پر آسان ہو گیا ہے، جس جگہ چاہو، لوگوں پر نظر ڈال کر دیکھ لو، تمھیں ایسے فقیر نظر آئیں گے کہ فقر و درویشی سے رنج اٹھا رہے ہیں اور ایسے غنی نظر آئیں گے جو نعمتِ خدا کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفرانِ نعمت کرتے ہیں، یا ایسے بخیل کہ مالِ فراواں کے ہوتے ہوئے بھی خدا کا حق ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ یا ایسے متمرد اور سرکش کہ گویا ان کے کان نصیحت سننے سے گونگے ہو چکے ہیں۔

---

[1] سید رضی نے اس کا عنوان "ذکر المکاییل والموازین" لکھا ہے۔ [2] اثویا: جمع ثوی (کغنی وھو الضیف): یعنی مہمان۔
[3] فقرا راہِ خدا میں تعب سہتے، دکھ محسوس کرتے ہیں اور غنی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوئے کوفت محسوس کرتے ہیں۔ (ن تہران)

أَيْنَ خِيَارُكُمْ وَصُلَحَاؤُكُمْ، وَأَحْرَارُكُمْ وَسُمَحَاؤُكُمْ؟ وَأَيْنَ الْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُونَ فِي مَذَاهِبِهِمْ؟ أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ، وَالْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ؟ وَهَلْ خُلِّفْتُمْ إِلَّا فِي حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ، وَذَهَاباً عَنْ ذِكْرِهِمْ؟ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ، وَلَا زَاجِرٌ مُزْدَجِرٌ، أَفَبِهٰذَا تُرِيدُونَ أَنْ تُجَاوِرُوا اللّٰهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ وَتَكُونُوا أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ عِنْدَهُ؟

هَيْهَاتَ!!

لَا يُخْدَعُ اللّٰهُ عَنْ جَنَّتِهِ وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ، لَعَنَ اللّٰهُ الْآمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَالنَّاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِينَ بِهِ۔

کہاں ہیں تمہارے نیک، صالح، اور شریف و سخی بزرگ؟ اور کہاں ہیں داد و ستد میں پرہیزگاری برتنے والے، اور کردار میں عفت و پاکی ملحوظ رکھنے والے؟ وہ سب کے سب اس دنیائے پست، اور سرائے رنج و بدبختی سے کوچ نہیں کر گئے؟ اور کیا تمہیں تلچھٹ کے سوا کچھ اور بھی حاصل ہوا؟ اور کیا یہ (موجودہ) لوگ وہ ہیں جن کی پستی اور بے لیاقتی اس کی سزاوار نہیں کہ ان کی مذمت میں بھی لب کھولے جائیں[1]۔ پس (اس موقع پر ہمیں کہنا چاہیے کہ) ہم سب خدا کے بندے اور اس کے مملوک ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

فساد و تباہ کاری نمایاں ہو چکی ہے، (معروف منکر بن گیا ہے، اور منکر معروف)، پس کوئی نہیں جو اسے ناپسند کرے، اسے بدل ڈالے نہ کوئی منع کرنے والا ہے کہ اس سے منع کرے اور روکے۔ اور اس رویّہ کے باوجود تمنّا یہ ہے کہ جنت ملے جوارِ رحمت خدا حاصل ہو، اور خدا کے ارجمند ترین دوستوں میں شمار ہو؟

تمہارا اندیشہ و فکر کس قدر بعید اور نادرست ہے؟

ہیہات!

خدا کے بہشت میں جانے کے لیے (کردار زشت کے ساتھ اور اسے رحیم و کریم) کہہ کر تم اسے دھوکہ نہیں دے سکتے، اس کی رضا اور خوشنودی صرف طاعت و بندگی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے خدا اس شخص پر لعنت کرے جو معروف کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا، جو منکر سے منع کرتا ہے، اور خود اس کا ارتکاب کرتا ہے۔

---

[1] یعنی تعریف تو بڑی بات ہے، ان کی مذمت بھی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ یہ انسان ہی نہیں ہیں۔ م ح

۱۳۰ - ومن کلام لہ علیہ السّلام __________ ارشاد:

ابوذرؓ

لِاَبِیْ ذَرٍّ، رَحِمَہُ اللہُ لَمَّا اُخْرِجَ اِلَی الرَّبَذَۃِ:

حضرت ابوذر جب خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے ربذہ (ایک مقام) کی طرف جلا وطن کیا تو امیرالمومنین نے ان سے بوقت رخصت بطور دل داری فرمایا:-

یَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّکَ غَضِبْتَ لِلّٰہِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَہٗ، اِنَّ الْقَوْمَ خَافُوْکَ عَلٰی دُنْیَاھُمْ وَخِفْتَھُمْ عَلٰی دِیْنِکَ فَاتْرُکْ فِیْ اَیْدِیْھِمْ مَا خَافُوْکَ عَلَیْہِ، وَاھْرُبْ مِنْھُمْ بِمَا خِفْتَھُمْ عَلَیْہِ فَمَا اَحْوَجَھُمْ اِلٰی مَا مَنَعْتَھُمْ وَمَا اَغْنَاکَ عَمَّا مَنَعُوْکَ! وَسَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَدًا، وَالْاَکْثَرُ حُسَّدًا، وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرَضِیْنَ کَانَتَا عَلٰی عَبْدٍ رَتْقًا ثُمَّ اتَّقَی اللہَ لَجَعَلَ اللہُ لَہٗ مِنْھُمَا مَخْرَجًا۔

اے ابوذر!

خدا (کی رضا و خوشنودی کے حصول) کے لیے تم نے عتاب کیا، پس اس سے امیدوار کرم بھی رہو، جس کے لیے تم نے خشم کیا ہے، یہ لوگ اپنی دنیا پر تم سے ڈرتے ہیں، اور تم ان لوگوں سے اپنے دین کے لیے خائف ہو، پس یہ لوگ اپنی جس چیز کے لیے تم سے ڈرتے ہیں، اسے (دنیا کو) ان کے حوالے کر دو، جس چیز (دین) کی خاطر تم ان سے خائف ہو، اسے لے کر بھاگ جاؤ۔ وہ چیز (دین ایمان) جس کے یہ بہت زیادہ حاجت مند ہیں تم نے انھیں نہیں دی، اور جو کچھ (مال دنیا) انہوں نے تمھیں نہیں دیا، تم اس سے بالکل بے نیاز ہو، اور بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کل (قیامت میں) نفع میں کون رہا؟ اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں، اور اگر آسمان و زمین کے دروازے کسی کے لیے بند ہو جائیں اور وہ شخص متقی اور پرہیزگار ہو، خدا ضرور اس کے لیے راہ خلاصی پیدا کرے گا[1]

لَا یُؤْنِسَنَّکَ اِلَّا الْحَقُّ، وَلَا یُوْحِشَنَّکَ اِلَّا الْبَاطِلُ۔

(اے ابوذر!)

(اس بات کا خیال رکھو کہ) تم سے (خواہ) کوئی انس نہ رکھے مگر حق، اور کوئی نہ بھاگے مگر باطل!

---

[1] جیسا کہ قرآن میں وارد ہوا ہے: "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ ویرزقہ من حیث لا یحتسب" (س ۶۵ ی ۲، ۳) (ن بتراں)

فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَأَحَبُّوكَ وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَأَمِنُوكَ۔

پس اگر تم نے ان لوگوں کی دنیا قبول کر لی تو یہ تمھیں دوست رکھیں گے، اور اگر اس دنیا کی کوئی چیز تم نے لے لی، تو یہ تمھیں امن دے دیں گے۔

حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے مشہور صحابہ کا بنیادی اور اساسی امور میں اختلاف تاریخ اسلام کا نہایت ہی اہم اور قابل غور و تامل واقعہ ہے، اس اختلاف نے اتنی نازک صورت اختیار کر لی کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو جلا وطن کر دیا، اور اسی عالم جلا وطنی میں اس عظیم و جلیل صحابیِ رسولؐ نے وفات پائی، امیر المومنین حضرت علیؑ کا رجحان و میلان ذہنی اعتبار سے حضرت ابوذر ہی کی طرف تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ممانعت کے باوجود حضرات حسنینؑ کے ساتھ آپ ان کی مشایعت کے لیے تشریف لے گئے، اور وقت رخصت جو کلمات ارشاد فرمائے وہ اوپر درج ہو چکے ہیں۔

حضرت ابوذر کے کردار اور شخصیت کو سمجھنے کے لیے میں نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب "ابوذر غفاری" سے ذیل کا مواد مرتب کیا ہے، مولانا کا شمار بھارت اور پاکستان کے سرآمد روزگار علماء اور فضلاء میں ہوتا ہے، مولانا نے اس کتاب میں جو واقعات و سوانح درج کیے ہیں وہ اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب اور طبقات ابن سعد وغیرہ سے ماخوذ ہیں، نیز صحاح (بخاری و مسلم وغیرہ) اور دوسری کتب حدیث کو بھی استنباط نتائج میں انھوں نے پیش نظر رکھا ہے۔ لہٰذا کتاب کی افادیت اور استناد ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

اس کتاب کے واقعات و سوانح اور استنباط نتائج کو شاندار الفاظ میں ملت کے جن بزرگوں نے خراج تحسین پیش کیا، ان میں مولانا اشرف علی تھانوی مغفور، نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم اور علامہ اقبال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علامہ اقبال تو ایک "ابوذر سوسائٹی" کی اسکیم پر غور فرمانے لگے تھے۔

نام و نسب

ماں باپ نے آپ کا نام جُندُبؔ[1] رکھا، اسی کو حضور سرور کائنات ؐ نے "یا جندب" کے مشفقانہ خطاب میں استعمال فرمایا، ابوذر آپ کی کنیت ہے۔

آپ قبیلۂ غفار سے تعلق رکھتے تھے، جو لوٹ مار میں مشہور تھا، خود آپ کا عنفوان شباب بھی قتل و غارت اور لوٹ مار میں گزرا، کچھ عرصہ بعد ضمیر کے ٹھوکوں نے سلامت روی پیدا کر دی اور اس کام سے باز آ گئے، بت پرستی سے بھی طبیعت نفرت کرنے لگی۔

---

[1] جُندُب۔ غِفاری یعنی دال پر زبر اور پیش دونوں کا تلفظ ہے۔ غفاری میں غین مکسور فا مفتوح غیر مشدد۔ (مرتضےٰ حسین)

اسی اثنا میں رسول اللہ ؐ کا چرچا سُنا، اشتیاق کے ساتھ دُکھ جھیلتے، اور مصیبتیں سہتے مکہ پہنچے، یہ بات دل کو گراں گزری کہ منکرین رسولؐ سے رسول کا پتہ پوچھیں، طے کرلیا، کسی سے دریافت نہیں کریں گے، خود ہی پہچاننے کی کوشش کریں گے سب سے پہلے حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی، کئی دن ان کے مہمان رہے لیکن دونوں میں سے کسی نے کسی سے کچھ پوچھ گچھ نہیں کی، ایک روز اتفاقاً رسول اللہ ؐ کا دیدار ہوا، لیکن دیدار کے باوجود پہچان نہ سکے، کچھ باتیں ضرور ہوئیں، مکہ میں کافی عرصہ گزر چکا تھا، اور یہ ساری مدّت تقریباً فاقہ سے گزری تھی، حضرت ابوبکرؓ اپنا مہمان بنا کر لے گئے، دوسرے دن پھر حضرت علیؓ اپنے ہاں لے آئے، اب ابوذر ضبط نہ کرسکے، دل کی حالت بیان کردی اور کہا جس رسولؐ کا چرچا سُنا ہے اس کے دیدار کے لیے آیا ہوں، امیرالمومنین نے فرمایا:

فَاِنَّہٗ حَقٌّ، وھو رسول (بخاری) یہ بالکل سچ ہے، واقعی وہ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر حضرت علیؓ، ابوذر کو اپنے ساتھ لے کر دربار رسولؐ میں پہنچے، اور کہا کچھ سنایئے۔ آپؐ نے چند آیتیں تلاوت فرمائیں، ادھر سورت ختم ہوئی، ادھر حضرت ابوذر نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کے اندر جن کی تعداد کرۂ زمین پر کل چار تھی، ایک کا اور اضافہ ہوگیا[1]۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے، انھوں نے اپنے مہمان کو پہچان لیا، اور پھر اپنے ہاں لے گئے، پھر آپ وہیں رہنے لگے۔

کچھ عرصہ تک وہاں قیام رہا، اس مدت میں قریش نے کئی مرتبہ آپ پر حملے کیے اور ایذائیں پہنچائیں، کیونکہ وہ اسلام سے اور مسلمانوں سے چڑتے تھے، اور آپ کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ حرم کعبہ میں پہنچکر خدا کی وحدانیت، اور محمدؐ کی رسالت کا اعلان کرتے تھے۔ اتنے پٹتے تھے کہ خون جاری ہوجاتا تھا، مگر کلمۂ حق زبان پر برابر جاری رہتا تھا۔

رسول اللہ ؐ نے آپ کو اس کام پر مامور فرمایا کہ اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کریں، سب سے پہلے آپ نے بھائی اور ماں کو دعوتِ اسلام دی، جو بے تامل قبول کرلی گئی، تبلیغ کی آپ کو لگن لگی تھی۔ اس لگن نے کچھ ایسا سوز اور تاثر پیدا کردیا تھا کہ جو سُنتا تھا دم بھرنے لگتا تھا۔ آپ نے نہ صرف اپنے قبیلہ غفار کو مسلمان کیا بلکہ اپنے حلیف قبیلہ اسلم کو بھی مسلمان کرلیا، اور ان دونوں قبیلوں کو لے کر، حضور اکرم ؐ کے حضور میں مدینہ حاضر ہوئے، آں حضرت ؐ ابوذرؓ کے اس کارنامہ سے بہت مسرور ہوئے، فرمایا،

غفار، غفر اللہ لہا، اسلم، سالمہا اللہ۔ (صحاح ستہ) غفار، خدا ان کی مغفرت فرمائے، اسلم، خدا انھیں سلامت رکھے۔

آں حضرت ؐ نے ابوذرؓ کے قبیلہ (اور انہی کی وجہ سے اسلم) کے لیے جو الفاظ خیر و برکت استعمال فرمائے وہ کبھی

---

[1] طبقات ابن سعد۔

کسی دوسرے قبیلہ کے لیے لسان رسالتؐ سے ادا نہیں ہوئے، اسلم اور غفار قبیلے واپس چلے گئے، ابوذر، دامن رسالتؐ سے پھر الگ نہیں ہوئے۔

آں حضرتؐ جب غزوۂ ذات الرقاع میں تشریف لے گئے، تو آپؐ نے مدینہ کا امام اور امیر ابوذرؓ ہی کو بنایا۔[1] اکثر ایسا ہوتا، آں حضرتؐ جب کسی سواری پر بیٹھتے تو پیچھے ابوذرؓ کو بٹھا لیتے، اور آپ سے باتیں کرتے ہوئے راستہ طے فرماتے۔[2] یہ اتنا بڑا اعزاز تھا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا تھا۔

آپ آں حضرتؐ کے رازدار بھی تھے، آں حضرتؐ کا ذکر، ابوذر بڑے والہانہ انداز میں کرتے تھے، مسند احمد میں ان سے ایک حدیث مروی ہے، کہ

اوصانی حبیبی لخمس، ارحم المساکین وَاجالسھم وانظر الی ما ھو تحتی ولا انظر الی ماھو فوقی، وان اصل الرحم وان اقول الحق ولوکان مرا وان اقول لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

میرے محبوب نے مجھے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ یہ کہ مسکینوں پر مہربانی کروں، اور انہی کے ساتھ نشست برخاست رکھوں، ہمیشہ اپنے سے ابتر حال والوں پر نظر رکھوں، اور اپنے سے بہتر حال والے کو نہ دیکھوں، اور رشتہ داروں کے ساتھ (حسن) سلوک کروں، اور سچ بولوں، اگرچہ تلخ کیوں نہ ہو، اور کہتا رہوں کہ گناہوں سے باز نہیں رہ سکتا، اور نہ فرماں برداری پر قادر ہو سکتا ہوں مگر صرف خدا کی مدد سے۔

اور زندگی بھر، ان ہدایات پنجگانہ پر ابوذر صداقت و استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہے۔

رسول اکرمؐ سے عشق و محبت کا یہ حال تھا کہ ابوذر جب کوئی حدیث روایت کرتے، تو آں حضرتؐ کا نام زبان پر آتے ہی گریہ طاری ہو جاتا، ایک دفعہ اس خلجان میں مبتلا ہوئے، اگر کہیں عالم آخرت میں جنت نہ ملی تو دیدار رسول کیونکر ہوگا، بیقرار ہو گئے، آں حضرتؐ نے ان کی کیفیت دیکھ کر تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

انت مع من احببت، — تو اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے!

خود آنحضرتؐ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ حالت علالت میں آپؐ نے ابوذر کو یاد فرمایا، وہ حاضر ہوئے، تو شدتِ ضعف کے باعث آپؐ اٹھ نہ سکے، ابوذرؓ جھکے، آں حضرتؐ کے دونوں ہاتھ ان کی طرف بڑھے، اور انھیں سینہ سے چمٹا لیا۔[3]

ایک مرتبہ حضور نے ابوذر کے بارے میں فرمایا:

---

[1] زاد المعاد۔ [2] طبقات ابن سعد ص۱۶۸ و مسند احمد وغیرہ۔ [3] مسند احمد بن حنبل الامام۔

من سرّہ ان ینظر الی زھد عیسیٰ بن مریم فلینظر الی ابی ذر۔
جو حضرت عیسیٰ ع کے زہد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ پس وہ ابوذر کو دیکھے۔

جنگ تبوک کے موقع پر ابوذر رض بھی ساتھ تھے، لیکن عالم جذب میں پیچھے رہ گئے، ہوش آیا تو قافلۂ نبوی نظر سے اوجھل ہو چکا تھا، اونٹ کو دوڑانے کی کوشش کی لیکن وہ مریل تھا، دوڑ نہ سکا، اونٹ سے اُترے، اور پاپیادہ قافلۂ نبوی کے تعاقب میں دوڑ پڑے، لوگوں نے ابوذر کے پیچھے رہ جانے پر چہ می گوئیاں شروع کر دی تھیں۔ آنحضرت ص نے ابوذر کو یوں آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا:

رحم اللّٰہ اباذر، یمشی وحدہ و یموت وحدہ و یبعث وحدہ (صحاح)
خدا ابوذر پر رحم فرمائے، بیچارہ اکیلا چلا آتا ہے، اکیلا ہی مرے گا، اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

اور آں حضرت ص کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

ابوذر لوگوں کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے، جس حالت میں وہ رسول اللہ ص کے زمانہ میں تھے، لیکن اب زمانہ بدل رہا تھا، حالات بدل رہے تھے، لہٰذا لوگ بھی کسی نہ کسی حد تک بدل رہے تھے، لیکن ابوذر کو اس پر فخر تھا کہ وہ ذرا بھی نہیں بدلے۔

" لوگو!

مَیں قیامت کے دن آں حضرت ص کی مجلس میں سب سے زیادہ قریب رہوں گا، کیونکہ میں نے سنا ہے، آپ فرماتے تھے، تم میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب قیامت کے دن وہ شخص ہوگا، جو دنیا سے اسی حال میں رخصت ہو، جس حال میں مَیں اسے چھوڑ کر جاؤں، اور خدا کی قسم تم میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اپنی پہلی حالت پر قائم رہا ہو، اور اس کے ساتھ کوئی نئی چیز نہ لپٹ گئی ہو، سوا میرے[1]۔"

امیر المومنین حضرت علی ع فرماتے ہیں:

"اب دنیا میں کوئی نہیں رہا، جو خدا کی باتوں میں ملامت کرنے والوں کے طعن و شناعت سے نہ ڈرتا ہو، سوا ابوذر کے[2]۔"

ان لوگوں سے خاص طور پر اجتناب کرتے تھے، جو مناصب اور عہدوں پر فائز تھے، ایک مرتبہ یمن کے صوبہ دار، حضرت ابوموسیٰ اشعری ملنے آئے، اور فرط شوق سے گلے سے لپٹ گئے، مگر ابوذر نے سیدھے منہ بات نہ کی، کہنے لگے:

---

[1] طبقات ابن سعد و مسند احمد۔ [2] طبقات۔

الیک عنی ۔ الیک عنی مجھ سے دُور رہو ، مجھ سے دُور رہو۔

وہ کہتے رہے ، مَیں تو تمھارا بھائی ہوں ، فرمایا :

"تم سے برادری اس وقت تک تھی جب تک تم کسی صوبہ کے عامل اور ناظم مقرر نہیں ہوئے تھے :"

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بھی (جو بحرین کے صوبہ دار تھے) پیش آیا جس سے معلوم ہوگا اجتناب کا راز کیا تھا ، آپ نے پوچھا ،

"صوبہ داری کے زمانہ میں تم نے کوئی اونچی کوٹھی بنوائی ؟ کوئی بڑی زمینداری حاصل کی ؟ اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ کے مالک بنے ؟"

ابوہریرہؓ نے کہا نہیں ، یہ سنکر خوش ہوگئے ، گلے لگالیا ، اور کہا : "تم میرے بھائی ہو"[1]

عہد خلافت عثمانی رضؓ میں ابوذر دمشق میں تھے ، کمبلوں کا ایک جھونپڑا ڈال لیا تھا وہیں اہل وعیال سمیت رہتے تھے[2]

دمشق کی زندگی ابوذر کو مکہ اور مدینہ کی زندگی سے بہت مختلف نظر آئی ، کہاں وہ تقدس اور انفاق فی سبیل اللہ کی زندگی ، کہاں یہ ، اتقا سے غیر متعلق اور سراسر دنیا طلبی کے لیے زندہ رہنے کا مقصد ، ابوذر یہ صورت حال برداشت نہ کرسکے ، اور بغیر خوف لومۃ لائم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے لگے ، وہ فرمایا کرتے :

"خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ سچائی بجھ رہی ہے ، جھوٹ زندہ کیا جارہا ہے ، سچے جھٹلائے جارہے ہیں بغیر تقویٰ کے لوگ خود غرضیاں اختیار کر رہے ہیں"[3]

پھر یہی نہیں ، ابوذر نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ مال و دولت جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور صرف اسی چیز کو مقصد حیات قرار دے چکے ہیں ، ابوذر صحابیٔ رسولؐ تھے ، عاشق رسولؐ تھے ، انھیں معلوم تھا ، رسول اکرمؐ مال و زر اور سونے چاندی کے جمع کرنے کو کس درجہ ناپسند فرماتے تھے ، یہ منظر اتنا دل خراش تھا کہ وہ چُپ نہ رہ سکے ، انھوں نے فاش و برملا قول رسولؐ کی تبلیغ شروع کردی ، بغیر کسی اندیشہ اور باک کے وہ لوگوں تک اپنے رسول امیؐ کا پیام پہنچانے لگے :

"کانزین (یعنی سونا چاندی جمع کرنے والوں) کو مژدہ سُنا دو کہ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں ان کی ایک

---

[1] طبقات ابن سعد ۔ [2] طبقات ابن سعد جز رابع ۔ [3] البلاذری ، ج ۵ ص ۵۶ ۔

چھاتی پر رکھی جائیں گی، حتیٰ کہ وہ سینہ کو توڑ کر مونڈھے کی ہڈیوں سے نکل جائیں گی، حتیٰ کہ وہ دوسری چھاتی کو توڑ کر باہر نکل جائیں گی[1] — !

کبھی وہ قول نبیؐ سنا چکتے تو ارشادِ الٰہی کی تبلیغ و تلقین میں مصروف ہو جاتے۔ فرماتے:۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

جو لوگ سونے چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کا مژدہ سنا دو، اس دن وہی چاندی سونا آگ میں گرم کیے جائیں گے، پھر ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھ داغی جائیں گی، اور کہا جائے گا یہ وہی ہے، جسے اپنے فائدہ کے لیے تم نے اکٹھا کر رکھا تھا، پس چکھو اس چیز کو جسے تم لوگ جمع کرتے تھے۔

مسجدوں اور بازاروں میں ابوذر کا یہی کام تھا کہ کلامِ حق سنائیں۔

ابوذرؓ کے ان ارشادات نے دمشق میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔

حتّٰی ولع الفقراء بمثل ذالك واوجبوه على الاغنياء

یہاں تک کہ غربا اس قسم کی باتوں میں دلچسپی لینے لگے اور امیروں پر (انفاق) واجب کر دیا[2]۔

قاضی عیاض نے اس نظریۂ کنز پر اظہارِ رائے کرتے ہوئے فرمایا ہے: "کہ حضرت ابوذرؓ کی دھمکیاں ان لوگوں کے ساتھ مخصوص تھیں جو رعایا سے روپے وصول کر کے محض اپنے عیش و آرام، اور جاہ و جلال میں صرف کرتے ہیں، اور جن لوگوں کے واقعی حقوق ہیں انھیں محروم رکھتے ہیں[3]"

ابوذرؓ آخر ابوذر تھے، وہ کسی سے دبنے والے کب تھے؟ امیر معاویہ تک کو جو شام کے امیر تھے، بے جھجک ٹوک دیتے اور امیر معاویہ کو خاموش ہی رہتے بنتی۔

"جب دمشق میں امیر معاویہ نے اپنی مشہور سبز کوٹھی "الخضراء" کی تعمیر شروع کی تو حضرت ابوذرؓ حاضر ہوئے، اور امیر معاویہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے — "تم جو یہ محل تیار کر رہے ہو، یہ خیانت ہے، اگر اپنے ذاتی مال سے بنوا رہے ہو تو اسراف اور فضول خرچی ہے —" امیر معاویہ کے پاس خاموشی کے سوا اس کا کوئی جواب نہ تھا[4]"

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ۔ [2] تاریخ طبری ص۶۶ ج ۵۔ [3] فتح الباری شرح بخاری۔ [4] انساب الاشراف بلاذری (ج ۵ ص ۶۵)

امیر معاویہ خاموش تو ہو گئے، لیکن ان کے لیے ابوذر کی یہ تبلیغ ناقابل برداشت تھی، ایک مرتبہ وہ بحث پر اتر آئے، انھوں نے کہا:

"آپ نے غلط مطلب سمجھا ہے، یہ آیت یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کی شان میں نازل ہوئی ہے، مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟"

ابوذر رض نے جواب دیا،

"ہرگز نہیں، یہ آیت مسلمانوں کی شان میں ہے۔"[1]

لطیفہ جب باتوں سے کام نہ چلا، تو امیر معاویہ نے کسی کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر رات کو حضرت ابوذر رض کے پاس بھیجا، اشرفیوں کو لے کر حضرت ابوذر نے صبح ہونے سے پہلے ارباب استحقاق میں ان کو تقسیم کر دیا، امیر معاویہ نے صبح کی نماز کے بعد اس شخص کو بلایا، اور کہا تم ابوذر کے پاس جاؤ کہنا، امیر معاویہ نے دوسرے آدمی کے پاس یہ بھیجی تھیں، غلطی سے میں نے آپ کو پہنچا دیں، آدمی نے یہی کیا، حضرت ابوذر رض نے فرمایا:

"معاویہ سے کہنا، تمہاری اشرفیاں تو صبح ہونے سے پہلے خرچ ہو گئیں۔"

آدمی نے یہی جا کر سنا دیا، امیر معاویہ نے فرمایا:

"بے شک، ابوذر جو کچھ کہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔"[2]

گویا اس طرح امیر معاویہ نے امتحان لینا چاہا تھا، کہ یہ وعظ و نصیحت صرف دوسروں تک ہے یا خود بھی اس پر عامل ہیں؟[3]

جب امیر معاویہ نے دیکھا، کسی طرح ابوذر اپنی تبلیغ سے باز نہیں آتے، تو انھوں نے افہام و تفہیم کے لیے ایک وفد بھیجا، جو حضرت ابو دردا، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھا، حضرت ابوذر نے جب سب کی گفتگو سن لی تو سب سے پہلے حضرت عبادہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"مجھے اس وفد سے زیادہ نفرت (اس لیے) ہوئی کہ آپ بھی اس میں شریک ہوئے!"

پھر علی الترتیب دوسروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

"رہے تم ابودردا! تو وہ وقت قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی وجہ سے تمھیں ایمان لانے کا موقع بنتا، مگر خیر تم ایمان لائے، اور اس کے بعد سچے اور صلحائے مسلمین سے ہوئے (لیکن تمہاری صحبت تو مختصر ہے

---

[1] طبقات ابن سعد۔ [2] کامل ابن اثیر، ج ۳ ص ۴۳ ۔ [3] ابوذر غفاری ص ۲۱۸ ۔

منشائے رسول ص کو جتنا ہم سمجھتے ہیں وہاں تک تمھاری رسائی نہیں ہوسکتی)

اور عمرو بن العاص[1] رہے تم، تو تم خود بتاؤ، جہاد کے علاوہ تم نے رسول اللہ کے ساتھ اور کیا کیا ہے؟ (میں سالہا سال حضور ص کی خدمت میں رہا ہوں اور تم صرف جہاد میں) پس تم کو بھی مجھ پر اعتراض کرنے کا حق نہیں، اور ان بیچاری ام حرام کو کیا کہوں، ایک عورت ہیں، پھر ان کی عقل بھی عورت ہی کی عقل ہوگی[2] پس جو تم لوگوں کا حال ہے، ان کا (حضرت معاویہ کا) بھی اسی کے قریب ہے!"

یہ سنکر حضرت عبادہ دم بخود ہوگئے، اور یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے:-

لا جرم ما جلست مثل هذا المجلس ابدا۔ میں ایسی مجلس میں کبھی نہیں بیٹھا (جہاں ایسی کھری سنائی جاتی ہو[3])

اور یہ بات ابوذر ہی کہہ سکتے تھے، صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ص نے ان کے بارے میں فرمایا:

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علیٰ ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر۔ کسی زبان والے پر آسمان نے اپنا سایہ نہیں ڈالا اور نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

کیا اس حدیث کو پیش نظر رکھنے کے بعد، اگر ابوذر کے دعوے کو، نبوی دعویٰ یعنی مرفوع حدیث کا حکم دے دیا جائے، تو اصولاً کوئی مانع ہوسکتا ہے[4]؟

انجام کار حضرت معاویہ نے منادی کرادی کہ:

"ابوذر کی مجلس میں کوئی نہ بیٹھے۔"

پھر بھی لوگ آتے تو آپ کہتے،

"معاویہ کا حکم ہے ہمارے ساتھ کوئی نہ بیٹھے، تم اُٹھ جاؤ، میں تمھارے لیے کوئی مصیبت کھڑی کرنا نہیں چاہتا[5]۔"

آخر امیر معاویہ نے حضرت عثمان رض کو لکھا:

"ابوذر کی وجہ سے یہاں بہت فساد برپا ہے، آپ انھیں مدینہ منورہ میں بلوالیں[6]۔"

حضرت عثمان نے فرمان بھیج دیا کہ مدینہ چلے آئیں۔ آپ فوراً روانہ ہوگئے، یہاں بھی خلقت نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور آپ بدستور اپنی تبلیغ میں مصروف و منہمک ہوگئے۔

حضرت عثمان رض تک شکایتیں پہنچیں، کہ جس کے لیے یہ شام سے بلائے گئے ہیں وہی کام یہاں بھی شروع کردیا ہے،

---

[1] ۸ھ میں اسلام قبول کیا۔ [2] یہ حضرت انس رض کی خالہ تھیں۔ [3] ابوذر غفاری صـ ۲۲۱۔ [4] ابوذر غفاری صـ ۲۲۴۔ [5] طبقات ابن سعد صـ ۱۶۶۔ [6] طبقات، ج ۴ صـ ۱۶۶۔

حضرت عثمان رضؓ نے آپ کو بلوایا، دربار میں کعب احبار[1] موجود تھے، حضرت عثمان رضؓ نے اشارہ کیا، ان سے بحث کرو اور سمجھاؤ
کعب آگے بڑھے اور کہا،

"آپ جانتے ہیں دنیا کے تمام مذہبوں میں سب سے زیادہ آسان و معتدل شریعت اسلام کی ہے، اسلام کا ہر قانون انسانی قوتوں کے موافق اور انسانی فطرتوں کے مطابق ہے، اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ موسوی شریعت تمام شریعتوں میں سخت گیر اور کڑی ہے، پھر جب اس میں بھی مال جمع کرنے کی ممانعت نہیں ہے، تو اسلام کی معتدل و متوسط شریعت میں یہ سخت قانون کس طرح ہو سکتا ہے؟"

ابوذر رضؓ کے سامنے قرآن تھا، حدیث تھی، کعب دلیل اور منطق سے گفتگو کر رہے تھے، ابوذر اپنا غصہ نہ ضبط کر سکے، سونٹا اٹھا کر کہا:

"او یہودیہ[2] کے بچے یہ کیا باتیں بناتا ہے"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے کہا:

"او یہودی! کیا ہم لوگوں کو ہمارا دین سکھاتا ہے[3]"

اسی فقرہ میں کعب احبار کے تمام اعتراضوں کا جواب مستور تھا، دیکھو البلاذری مطبوعہ یہودی یونیورسٹی فلسطین[4]۔

کعب احبار بھاگے، لیکن ابوذر کا سونٹا چل گیا، اور کعب کا سر کھل گیا۔

اب ابوذر مدینہ کی اقامت ترک کرتے ہیں، دیارِ رسولؐ سے رخصت ہو کر کسی دوسری جگہ جانے کے لیے کوچ کی تیاری کرتے ہیں،

تاریخ کے صفحات میں متعدد وجوہ ملتے ہیں، حضرت عثمان رضؓ سے سخت کلامی، حضرت عثمان کی برہمی، اور سخت و ناملائم الفاظ کا استعمال، یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان نے آپ کو جلا وطن کر دیا اور یہ بھی کہ آپ نے خود ہی مدینہ کی اقامت ترک کرنا مناسب سمجھا، بہر حال آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ربذہ چلے جائیں، حضرت عثمان نے فرمایا:

"آپ وہاں جا سکتے ہیں، مَیں بیت المال سے کچھ اونٹنیوں کو دودھ کے لیے آپ کے پاس بھیج دونگا[5]۔ لیکن حضرت ابوذر کی غنی طبیعت نے اسے قبول نہیں کیا[6]، بلکہ قریش کے نوجوان جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے، ان کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا:

دونکم معاشر قریش دنیاکم، فاعذموھا — گروہ قریش، اپنی دنیا کو تم لو۔ اور اسے خوب زور سے تھامو،
لا حاجۃ لنا فیھا۔ — ہمیں اس کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں!

---

[1] پہلے یہودی تھے، پھر اسلام لے آئے۔ [2] ابن خلدون، [3] انساب الاشراف بلاذری ﴿ [4] ابوذر غفاری (مولانا گیلانی) ص ۲۳۶ ﴿
[5] طبقات ابن سعد ﴿ [6] ابوذر غفاری ص ۲۴۸ ﴿

خود ابوذر رض کی جو روایت ہے، اس میں یہ ہے:-

"مدینہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم مجھ پر ہونے لگا گویا انھوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا، عثمان رض سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا انہوں نے مجھ سے کہا اگر جی چاہے تو آپ ربذہ چلے جائیں"[1]۔

ربذہ مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک گاؤں سا تھا، یہاں آپ نے کمبلوں کا ایک جھونپڑا ڈال لیا، اور رہنے لگے، ایک مرتبہ حبیب ابن مسلمہ نے تین سو اشرفیاں بھیجیں آپ نے لینے سے انکار کر دیا[2]۔

ایک مرتبہ فرمایا:

"بنو امیہ کے امراء مجھے فقر اور افلاس سے ڈراتے ہیں، حالانکہ مجھے فقر تونگری سے زیادہ محبوب ہے"[3]۔

ایک مرتبہ فرمایا:

"امراء بنو امیہ مجھے قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں، حالانکہ اب زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے زیادہ مجھے محبوب ہے"[4]۔

حضرت ابوذر کو، کئی مرتبہ بغاوت پر اکسایا گیا، لیکن انہوں نے اطاعت کو بغاوت پر ترجیح دی، وہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد کے قائل نہیں تھے۔

وفات ذی الحجہ ۳۲ھ میں ابوذر سخت بیمار پڑے، حج کا ارادہ تھا پورا نہ ہو سکا، ربذہ میں صرف چند نفوس تھے، اور وہ بھی سرکاری ملازم، کچھ حج کی وجہ سے، کچھ حضرت عثمان رض کی خبر آمد سنکر مکہ چلے گئے، ربذہ بالکل خالی ہو گیا، حالت لمحہ بہ لمحہ نازک ہو رہی تھی کہ موت کے آثار دیکھ کر بیوی رونے لگیں، ابوذر رض نے نحیف آواز میں پوچھا: "کیوں رو رہی ہو؟" جواب دیا، "تمہارا وقت قریب آگیا ہے، اور یہاں کوئی نہیں، میں ٹھہری عورت، اس پتھریلی زمین میں قبر کیسے کھود سکوں گی، اور گھر میں ایک کوڑی بھی نہیں، کفن کا کیا ہوگا؟"

ابوذر رض نے آہستہ آہستہ کہا:

"صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا: "تم میں سے ایک شخص چٹیل سنسان وادی میں جان دے گا، جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا"، (ان میں سے) اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں، جاؤ، راستہ پر جا کر بیٹھ جاؤ، کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے"[5]۔

بیوی بیچاری جا کر راستہ تکنے لگیں، کہ یکایک گرد سی اڑتی دکھائی دیتی ہے، پردہ چاک ہوتا ہے، اندر سے گردنیں اٹھائے ہوئے اونٹوں کی ایک قطار نہایت تیزی کے ساتھ نمودار ہوئی، وہ اس طرح اڑے چلے آرہے تھے، گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں زناٹے بھرتی آرہی ہیں[6]، جب وہ قریب آئے تو ایک خاتون کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئے، دریافت حال کیا، یہ معلوم کرکے کہ یہ ابوذر کی بیوی ہیں اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہیں — ایک کہرام مچ گیا، غل تھا:

---

[1] طبقات ابن سعد۔ [2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، [3] حلیۃ الاولیاء، [4] البلاذری ج ۵ ص ۵۶، [5] استیعاب ابن عبد البر، ج ۴ ص ۸۳، [6] طبقات ابن سعد۔

" وہ ـــــ ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں"

" وہ ـــــ ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں"

یہ کہتے ہوئے سب مریض کے خیمہ کی طرف دوڑ پڑے!

ادھر حضرت ابوذر جب بیوی کو باہر بھیج چکے، تو اپنی صاحبزادی سے فرمایا: "بیٹی، ایک بکری ذبح کر لو، اور فوراً اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو، گھر میں مہمان آ رہے ہیں، مجھے جب وہ دفن کر لیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی کہ جب تک کھانا نہ کھا لیں، اپنی سواریوں پر نہ سوار ہوں[1] ـــــ!"

اسی اثنا میں وہ سوار آ گئے، سکرات کا عالم طاری ہو چکا تھا، لیکن زبان ابھی قابو میں تھی، ان مہمانوں سے کہا، "اے کاش میرے پاس اتنے کپڑے ہوتے کہ میں ان میں سما کر کفن بنا لیتا، پھر میں کسی کفن کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ مگر اب آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں، خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جو شخص بھی (اپنے پاس سے) کفن دے، وہ نہ تو کسی صوبہ کا والی ہو، نہ عریف[2] ہو اور نہ ڈاکو ہو[3]۔

"اتفاق دیکھو اس جماعت میں جتنے آدمی تھے، قریب قریب ہر ایک ان عہدوں میں سے کسی ایک پر ممتاز تھا، صرف ایک انصاری جوان البتہ ایسا تھا جس میں یہ باتیں نہیں تھیں، وہ بول اٹھا مجھ میں آپ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں، ابوذرؓ نے کہا، "ہاں تم میرے حسب منشا ہو ـــ!"

ابوذر نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

قبلہ کی طرف میرا رُخ کرو ـــ!

پھر فرمایا: بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلیٰ ملّۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم۔

یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ کو پیش آیا۔

حضرت عثمان رضہ تعزیت کے لیے خود ربذہ آئے اور ان کی بیوی اور لڑکی کو اپنے ساتھ لیتے گئے!

یہ تھے وہ ابوذر رضہ جن کی مشابہت حیدر کرار نے کی تھی!

---

[1] تاریخ طبری، ج (۵) ص۱ مطبوعہ مصر۔ [2] عریف اس نمائندے کو کہتے ہیں، جو حکومت کے سامنے اپنی جماعت کا ذمہ دار ہو۔ [3] طبقات ابن سعد۔

۱۳۱- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد:

صفاتِ امام

اَیَّتُھَا النُّفُوْسُ الْمُخْتَلِفَۃُ، وَالْقُلُوْبُ الْمُتَشَتِّتَۃُ الشَّاھِدَۃُ اَبْدَانُھُمْ، وَالْغَائِبَۃُ عَنْھُمْ عُقُوْلُھُمْ، اَظْأَرُکُمْ عَلَى الْحَقِّ وَاَنْتُمْ تَنْفِرُوْنَ عَنْہُ نُفُوْرَ الْمِعْزٰى مِنْ وَعْوَعَۃِ الْاَسَدِ! ھَیْھَاتَ اَنْ اَطْلَعَ بِکُمْ سَرَارَ الْعَدْلِ اَوْ اُقِیْمَ اعْوِجَاجَ الْحَقِّ۔

اے رنگا رنگ مزاج، اور پراگندہ و پریشان دل رکھنے والو! جن کے جسم حاضر، اور عقلیں غائب ہیں، میں تمہیں حق کے راستے پر لے چلنا چاہتا ہوں، لیکن تم اس سے یوں بھاگتے ہو، جس طرح بکری شیر کی دہاڑ سنکر بھاگتی ہے، کس قدر مشکل ہے یہ کام کہ تمہاری کمک سے عدل پنہاں کو آشکار کروں، اور حق کو (کہ جسے گمراہوں نے کج کر دیا ہے) راست کر دوں۔

اَللّٰھُمَّ!

اِنَّکَ تَعْلَمُ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْ کَانَ مِنَّا مُنَافَسَۃً فِیْ سُلْطَانٍ، وَلَا الْتِمَاسَ شَیْءٍ مِّنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ وَلٰکِنْ لِنَرُدَّ الْمَعَالِمَ مِنْ دِیْنِکَ وَنُظْھِرَ الْاِصْلَاحَ فِیْ بِلَادِکَ فَیَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِکَ، وَتُقَامَ الْمُعَطَّلَۃُ مِنْ حُدُوْدِکَ۔

بارخدایا!

تو آگاہ ہے کہ جو کچھ ہم نے (تبلیغ کا کام) کیا وہ اس لیے نہ تھا کہ ہم سلطنت و خلافت کی طرف میل و رغبت رکھتے تھے، نہ اس لیے تھا کہ متاعِ دنیا سے ہم کچھ حاصل کرتے، بلکہ صرف اس لیے تھا کہ (جب فتنہ و فساد، ظلم و ستم کا صدور ہوا اور حلال و حرام میں تغیر شروع ہو تو تیرے دین کے آثار میں (جو تغیر ہو گیا تھا ہم نے چاہا کہ) اسے واپس لائیں، اور تیرے شہروں میں اصلاح و آسائش کو برقرار کر دیں تاکہ تیرے ستم کشیدہ بندے امن و آسودگی حاصل کرلیں، اور تیرے احکام جو ضایع کیے جا رہے تھے پھر جاری ہو جائیں۔

اَللّٰھُمَّ!

اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ، وَسَمِعَ وَاَجَابَ لَمْ یَسْبِقْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ، صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ، بِالصَّلَاۃِ۔

بارخدایا!

میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے حق کی طرف رجوع کیا حق کی دعوت سنی اور حق کی صدا پر لبیک کہا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے مجھ سے پہلے نماز نہیں پڑھی۔

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اِنَّهٗ لَا یَنْبَغِی اَنْ یَّكُوْنَ الْوَالِیَ عَلَى الْفُرُوْجِ وَ الدِّمَاءِ وَ الْمَغَانِمِ وَ الْاَحْكَامِ وَ اِمَامَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَخِيْلُ. فَتَكُوْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ، وَ لَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ، وَ لَا الْجَافِیْ فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَآئِهٖ، وَ لَا الْخَآئِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ، وَ لَا الْمُرْتَشِیْ فِی الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ، وَ يَقِفَ بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَ لَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْاُمَّةَ.

اور تم جانتے ہو کہ وہ شخص ناموس و خون عوام، غنیمت، احکام اسلام اور امامت مسلمین کا سزاوار نہیں جو بخیل ہو، کہ وہ طمع و حرص میں مبتلا ہو جائے گا، نہ اسے جاہل ہونا چاہیے ورنہ اپنی نادانی سے دوسروں کو گمراہ کر دے گا، نہ ستمگر ہونا چاہیے ورنہ اپنے ظلم و جور سے لوگوں کو پریشان کر دے گا۔ نہ تغیر ایام سے ڈرنے والا ہونا چاہیئے، ورنہ وہ ایک (طاقتور) گروہ سے مل کر دوسرے (کمزور) گروہ کو ذلیل و خوار کرے گا۔ نہ اسے رشوت لینے والا ہونا چاہیے (کہ مال لے کر باطل کو حق، اور حق کو باطل کر دے) ورنہ حقوق ضائع ہو جائیں گے، اور حدود الٰہی نافذ نہ ہو سکیں گے، نہ سنت کا معطل کرنے والا ہونا چاہیئے، ورنہ وہ امت کو ہلاک کر دے گا۔

۱۳۲- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ:

خدا کی تعریف

نَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا اَخَذَ وَاَعْطٰی وَعَلٰی مَا اَبْلٰی وَابْتَلٰی

ہم خدا کی سپاس ادا کرتے ہیں جو کچھ اُس نے لے لیا، جو کچھ اس نے عطا فرمایا، جو اس نے احسان کیا اور جو اس نے آزمائش کی!

اَلْبَاطِنُ بِکُلِّ خَفِیَّۃٍ، وَالْحَاضِرُ لِکُلِّ سَرِیْرَۃٍ — اَلْعَالِمُ بِمَا تُکِنُّ الصُّدُوْرُ، وَمَا تَخُوْنُ الْعُیُوْنُ،

وہ ہر نہاں سے آگاہ، اور ہر بھید کا دیکھنے والا ہے! جو کچھ سینہ میں (پوشیدہ) ہے، وہ اس سے واقف ہے اور جو کچھ چشم دزدیدہ نظر دیکھتی ہے۔

وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ غَیْرُہٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ، نَجِیْبُہٗ وَبَعِیْثُہٗ، شَھَادَۃً یُّوَافِقُ فِیْھَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ، وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے برگزیدہ بندہ اور فرستادہ ہیں، وہ گواہی کہ جس کا آشکار نہاں سے، اور دل زبان سے (پوری پوری) موافقت رکھتا ہے!

منہا ——— اسی خطبے کا ایک اقتباس

جس میں آپ نے مسلمانوں کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ دنیا میں دل نہ لگائیں، موت کو یاد رکھیں، اور فانی زندگی کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ یہ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے!

فَاِنَّہٗ، وَاللہِ الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ، وَالْحَقُّ لَا الْکَذِبُ وَمَا ھُوَ اِلَّا الْمَوْتُ، قَدْ اَسْمَعَ دَاعِیْہِ، وَاَعْجَلَ حَادِیْہِ، فَلَا یَغُرَّنَّکَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَفْسِکَ،

خدا کی قسم، مطلب (کلام) بہت اہم ہے، یہ سچی حقیقت ہے کوئی کھیل اور شوخی نہیں، راست ہے نہ کہ دروغ، اور یہ مطلب اہم کچھ نہیں ہے سوا موت کے یہ جسے بلاتی ہے اسے سُنا دیتی ہے اور جسے لے جاتی ہے (اس سے) جلدی کرتی ہے، تو

لَقَدْ رَأَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ
وَحَذِرَ الْإِقْلَالَ، وَأَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُولَ
أَمَلٍ وَاسْتِبْعَادَ أَجَلٍ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ
فَأَزْعَجَهُ عَنْ وَطَنِهِ وَأَخَذَهُ مِنْ مَأْمَنِهِ
مَحْمُولًا عَلَى أَعْوَادِ الْمَنَايَا، يَتَعَاطَى بِهِ
الرِّجَالُ الرِّجَالَ۔ حَمْلًا عَلَى الْمَنَاكِبِ، وَ
إِمْسَاكًا بِالْأَنَامِلِ۔ أَمَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ
يَأْمُلُونَ بَعِيدًا، وَيَبْنُونَ مَشِيدًا، وَ
يَجْمَعُونَ كَثِيرًا، كَيْفَ أَصْبَحَتْ بُيُوتُهُمْ قُبُورًا
وَمَا جَمَعُوا بُورًا، وَصَارَتْ أَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِينَ
وَأَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِينَ، لَا فِي حَسَنَةٍ يَزِيدُونَ
وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُونَ، فَمَنْ أَشْعَرَ
التَّقْوَى قَلْبَهُ بَرَّزَ مَهَلُهُ، وَفَازَ عَمَلُهُ،
فَاهْتَبِلُوا هَبَلَهَا وَاعْمَلُوا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا
فَإِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ بَلْ
خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازًا لِتَزَوَّدُوا مِنْهَا الْأَعْمَالَ
إِلَى دَارِ الْقَرَارِ، فَكُونُوا مِنْهَا عَلَى أَوْفَازٍ[1]، وَ
قَرِّبُوا الظُّهُورَ لِلزِّيَالِ۔

لوگوں کی کثرت تمہیں دھوکا نہ دے دے، تم انھیں دیکھ چکے ہو۔ کہ جو تم سے پہلے تھے جنھوں نے مال و دولت کے (انبار) جمع کر لیے تھے، جو فقر و درویشی سے دور ہو گئے تھے، بڑی بڑی آرزوئیں رکھتے تھے اور نتائج عمل سے مطمئن ہو چکے تھے، اور عمر کے ختم ہو جانے کو امر بعید سمجھتے تھے، کس طرح موت ان تک پہنچی، انھیں ان کے وطن سے نکالا، ان کی آزمائش گاہ سے خارج کیا۔ تختۂ مرگ (تابوت) پر رکھا۔ انھیں اپنے کاندھوں پر بار کرنے پر اٹھانے کے لیے لوگ بڑھ رہے تھے، کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنھوں نے دنیا سے بڑی بڑی امیدیں باندھ لی تھیں، استوار و محکم عمارتیں بنائی تھیں اور بہت سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ مگر کس طرح ان کے گھر قبر بن گئے، جو کچھ انھوں نے جمع کیا تھا وہ برباد ہو گیا، اور ان کا مال ورثا کی ملک بن گیا۔ اور ان کی عورتیں دوسروں کی بیویاں بن گئیں؟ اب نہ یہ کسی نیکی میں اضافہ کر سکتے ہیں، نہ کسی بدی کی معذرت کر سکتے ہیں، تو جس کسی نے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنے قلب کا شعار بنا لیا، اس نے اپنے مہلت کے زمانہ کو ظاہر کر دیا ہے اور اپنے عمل سے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ پس بہشت کے لیے وہ کام کرو، جو نیک ہوں، کیونکہ تمہاری اقامت اور باقی رہنے کے لیے دنیا خلق نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ تو گزرگاہ ہے کہ وہاں سے توشۂ قرارگاہ ہمیشگی (آخرت) کے لیے حاصل کر لو، پس اس سے کوچ کرنے کے لیے تیز رو بن جاؤ، اور اس سے جدا ہونے کے لیے سواری تیار کر لو!

---

[1] الوَفز: عجلت، جلدی۔ جمع "اَوفاز"۔

۱۳۳- ومن خطبة لہٗ علیہ السّلام ——— خطبہ:

خُدا کی قدرت

وَانقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا وَقَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرَضُونَ مَقَالِيدَهَا وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ الْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ، وَقَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيرَانَ الْمُضِيئَةَ، وَآتَتْ أُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ الْيَانِعَةُ۔

دنیا و آخرت فرماں بردار ہیں، اور ان کی زمام دستِ قدرت خداوند متعال میں ہے، آسمانوں نے اور زمینوں نے اپنی کنجیاں اس کے حوالے کردی ہیں، اور ہرے بھرے درخت ہر صبح و شام اس کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ (زبانِ حال سے اس کی پرستش کرتے ہیں) اور اس خدا کے حکم سے یہ درخت اپنی شاخوں سے روشنی دینے والی چنگاریاں روشن کرتے ہیں۔ (یہ بات آثار قدرت میں سے ہے کہ جس سبز شاخ میں پانی کے قطرے ہوتے ہیں، اسی میں شعلہ ہائے آتش بھی بھڑکنے کے لیے آمادہ رہتے ہیں) اور خدا کی تکوینِ مشیت کے مطابق یہ درخت جو کچھ کھاتے ہیں، اسے میوہ بنا دیتے ہیں۔

ومنها ——— اسی خطبے کا ایک ٹکڑا

جس میں قرآن کریم کی عظمت اور اس کی ہدایت آفرینی کا ذکر ہے:—

وَكِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَا يَعْيَا لِسَانُهُ، وَبَيْتٌ لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ، وَعِزٌّ لَا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ۔

خدا کی کتاب (قرآن) تمھارے درمیان موجود ہے وہ ایسی گویائی ہے کہ اس کی زبان کبھی تھکتی نہیں۔ (ہر چیز میں وہ رہنمائی کرتی ہے) دنیا اور آخرت کی راہ دکھاتی ہے وہ ایسا گھر ہے کہ اس کے ارکان (ستون) کبھی خراب و برباد نہیں ہوتے (ہمیشہ اس کے اصول و احکام باقی اور برقرار رہیں گے) وہ ایسا غالب ہے کہ اعوان و انصار کبھی شکست نہیں کھائیں گے (اس کی راہِ ہموار کے پیرو ہمیشہ عزیز و ارجمند رہیں گے)

منہا — اسی خطبے کا تیسرا ٹکڑا

جس میں آنحضرتؐ کا تذکرہ کیا گیا ہے:

أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَتَنَازُعٍ مِنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَّىٰ بِهِ الرُّسُلَ، وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِينَ عَنْهُ وَالْعَادِلِينَ بِهِ۔

خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ میں مبعوث کیا جب کوئی نبی باقی نہیں تھا اور زبانی لڑائیاں (اختلاف رائے اور فضول کی بحثیں) برقرار تھیں، (جیسے عہد جاہلیت میں، کہ ایک گروہ بُتوں کو، ایک جتھا شیطان کو، ایک جماعت سورج کو، ایک طائفہ حضرت مسیحؑ وغیرہ کو پوجنے لگا تھا) خدا نے آپؐ کو تمام پیغمبروں کے بعد بھیجا اور وحی کو آنحضرتؐ پر ختم کر دیا، (اب آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آسکتا) پس آپؐ نے راہِ خدا میں جہاد فرمایا، ہر اس شخص سے کہ جس نے خدا سے منہ موڑنے اور دُوری کا ثبوت دیا اور کسی دوسرے کو اس کا مثل و مانند قرار دیا!

منہا — اسی خطبے کا چوتھا اقتباس

جس میں دنیا و آخرت طلبی کا ذکر ہے:

وَإِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهَىٰ بَصَرِ الْأَعْمَىٰ، لَا يُبْصِرُ مِمَّا وَرَاءَهَا شَيْئًا وَالْبَصِيرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ، وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ وَرَاءَهَا، فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَاخِصٌ، وَالْأَعْمَىٰ إِلَيْهَا شَاخِصٌ، وَالْبَصِيرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ، وَالْأَعْمَىٰ لَهَا مُتَزَوِّدٌ۔

کوئی شبہ نہیں، دنیا، کور دل کی حدِ بینائی کی انتہا ہے[1] جو کچھ اس کے پیچھے ہے اُسے نہیں دیکھتا (باور نہیں کرتا کہ دنیا سے کوچ کرنا ہے، اور سرائے ہمیشگی میں رہنا ہے) اور صاحب بصیرت اپنی نگاہ اس سے پار لے جاتا ہے (دنیا کی فنا اور نابودی کو) دیکھتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک دوسری دنیا (آخرت) ہے، پس بینا نظر دنیا میں پڑنے سے دوری ڈھونڈھتا ہے (دنیا میں دل نہیں لگاتا) اور کور دل تمام توجہ اسی پر صرف کر دیتا ہے

[1] "یشیر الی من یقصر نظرہ علی الدنیا فکانہ لم یبصر شیئاً فھو بمنزلۃ الاعمیٰ" مفتی عبدہٗ فرماتے ہیں کہ جس کی نظر صرف دنیا پر بند ہتی ہے وہ گویا کچھ اور نہیں دیکھتا۔ لہذا وہ گویا نابینا ہے۔ (ن مصر ۲۰۰)

پس بینا رکر جاتا ہے، دنیا رہنے کی جگہ نہیں اس سے (سفر آخرت کے لیے) توشہ حاصل کرتا ہے، اور کوردل، دنیا ہی کے لیے توشہ مہیا کرتا ہے۔

منہا — اسی خطبے کا پانچواں اقتباس

"قرآن سے تمسک"

وَ اعْلَمُوا!

أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهُ أَنْ يَشْبَعَ مِنْهُ وَيَمَلَّهُ إِلَّا الْحَيَاةَ، فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ لَهُ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً، وَ إِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِي هِيَ حَيَاةٌ لِلْقَلْبِ الْمَيِّتِ، وَبَصَرٌ لِلْعَيْنِ الْعَمْيَاءِ، وَسَمْعٌ لِلْأُذُنِ الصَّمَّاءِ، وَرِيٌّ لِلظَّمْآنِ وَفِيهَا الْغِنٰى كُلُّهُ وَالسَّلَامَةُ۔

كِتَابُ اللّٰهِ تُبْصِرُونَ بِهِ وَتَنْطِقُونَ بِهِ، وَتَسْمَعُونَ بِهِ، وَيَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللّٰهِ وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللّٰهِ۔

جان لو!

زندگی کے علاوہ (یہاں کی) ہر چیز کا مالک دل تنگ و سیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ موت میں کوئی راحت نظر نہیں آتی[1] اور کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں (رہ کر) بینا رہنا، بہت (بڑی) حکمت ہے، کہ یہ مرے دل (بے بصیرت) کے لیے زندگی اور نابینا (بے بصیرت) کے لیے بینائی اور بہرے (نصیحت نہ سننے والے) کے لیے شنوائی، اور تشنۂ (رحمت الٰہی) کے لیے سیرابی ہے، اس میں (دنیا سے) بے نیازی کامل اور (عذاب الٰہی سے) سلامتی ہے!

(راہ نجات، اور تمھاری رستگاری صرف) کتاب خدا (قرآن کریم) ہے، کہ اسی کے وسیلہ سے (حق کو) دیکھتے اور سنتے ہو، اس کے بعض حصے، بعض حصّوں کے ترجمان (ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے) اور بعض دوسرے بعض پر گواہ ہیں (ایک آیت کو سمجھنے کے لیے، دوسری آیت سے استشہاد) اسی لیے قرآن معارف و احکام الٰہی میں کوئی اختلاف نہیں رکھتا اور اپنے پیرو اور مومن کو خدا سے جدا ہونے نہیں دیتا (بلکہ

---

[1] موت اسی کے لیے موجب راحت و آسائش ہو سکتی ہے، جو دنیا میں احکام خدا و رسول پر عمل کرے۔

قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيمَا بَيْنَكُمْ، وَنَبَتَ الْمَرْعَى عَلَى دِمَنِكُمْ، وَتَصَافَيْتُمْ عَلَى حُبِّ الْآمَالِ، وَتَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ الْأَمْوَالِ، لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَبِيثُ، وَتَاهَ بِكُمُ الْغُرُورُ، وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ۔

اُسے شاہراہ ہدایت و رستگاری پر ہموار کرتا ہے)

اتنے بڑے رہنما کے ہوتے ہوئے اور ایسی واضح چیز پر دسترس رکھتے ہوئے) تم باہمی کینہ و حسد پر متفق ہو چکے ہو، تمھارے کوڑے پر سبزہ اُگا ہوا ہے[1]۔ تم تمناؤں اور آرزوں کی بنا پر ایک دوسرے سے (پیمان) دوستی باندھتے ہو، مگر تحصیل دارائی (مال و زر) میں ایک دوسرے کے دشمن (بن) جاتے ہو، شیطان ناپاک نے تمھیں حیران و سرگرداں کر دیا ہے اور (نفس امارہ نے) دھوکا دے دے کر گمراہ کر دیا ہے، (شیطان اور نفسِ امّارہ کے شر سے نجات پانے کی) اپنے اور تمھارے لیے خدا کی مدد کا جویا ہوں!

---

[1] جس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ بظاہر سرسبز و شاداب اور حقیقتاً خراب و متعفن ۔ "دوستی شما باہم مانند روئیدن گیاہ است، بر روی سرگیں کہ بظاہر سبز و خرم و در باطن متعفن و رنج آور است"! (ن طہران ص۱۶۲)

۱۳۴- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد:

ایک مشورہ

جناب عمر بن الخطاب نے جنگ روم میں جب بہ نفس نفیس جانے کا ارادہ کیا، تو

امیر المومنینؑ سے مشورہ کیا، اس موقع پر آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے: (رضی)

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّينِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ، وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ، وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ، حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

خدائے تعالیٰ، اہل اسلام کا ضامن اور ان کے حدود و اطراف کا نگہبان ہے، اور ان کے رازوں کا (جن سے دشمن کو آگاہ نہ ہونا چاہیے) پوشیدہ رکھنے والا ہے، اور اس خدائے بزرگ و برتر نے اس زمانہ میں مسلمانوں کی مدد کی، جبکہ وہ تعداد میں کم تھے اور (دشمن سے) انتقام نہیں لے سکتے تھے، اور انھیں مغلوب ہونے سے بچائے رکھا، حالانکہ وہ کم تھے اور قوت دفاع سے محروم تھے، (جب خدا نے اس وقت مدد فرمائی، تو اب کیوں نہ فرمائے گا، کیونکہ وہ خدائے متعال) زندہ ہے اس پر موت کبھی طاری نہیں ہوتی۔

إِنَّكَ مَتَى تَسِرْ إِلَى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ، لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّباً، وَاحْفِزْ مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ، فَإِنْ أَظْهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ، وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى كُنْتَ رِدْءاً لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ۔

اگر تم خود، دشمن (قیصر روم) سے لڑنے کے لیے گئے، اور اس سے بھڑ گئے اور شکست کھا گئے تو دور دست شہروں اور سرحدوں کے مسلمانوں کو (کہیں) پناہ نہ مل سکیگی، تمھارے (کشتہ ہونے یا شکست یاب ہونیکے بعد) کوئی مرجع نہیں ہوگا کہ مسلمان (فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اسکی طرف) مراجعت کر سکیں، لہذا مصلحت یہ ہے کہ تم خود تو نہ جاؤ، ہاں اپنے بجائے) مرد جنگ دیدہ و دلیر کو ان کی طرف بھیجدو اور اس کے ساتھ ایسے لوگوں کو روانہ کرو، جو جنگ کے شدائد اور سختیوں کو جھیل سکیں، اور (اپنے سردار کی) نصیحتوں اور ہدایتوں کو قبول کر سکیں، پس اگر یہ لوگ غالب آگئے تو فہو المقصود اور کیا چاہیے؟ اور اگر کچھ اور (شکست) پیش آیا تو تمھاری ذات مسلمانوں کی (بدستور) پناہ اور مددگار رہے گی (دوسرا لشکر فراہم کرکے دوبارہ جنگ چھیڑ سکوگے)

۱۳۵۔ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــــــ ارشاد:

مغیرہ ابن اخنس سے خطاب

وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عُثْمَانَ، فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ الْأَخْنَسِ لِعُثْمَانَ: أَنَا أَكْفِيْكَهُ فَقَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيْرَةِ:

جب (ایک موقع پر) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ میں بحث ہوئی اور مغیرہ ابن اخنس نے حضرت عثمانؓ سے کہا: "آپ کی طرف سے میں ان کے (علیؑ کے) لیے کافی ہوں!" تب امیرالمومنین نے مغیرہ ابن اخنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا ابْنَ اللَّعِيْنِ الْأَبْتَرِ، وَالشَّجَرَةِ الَّتِيْ لَا أَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، أَنْتَ تَكْفِيْنِيْ؟

اے ابن لعین[1] دم بریدہ (یعنی بے نسلا۔ تجھ جیسے بیٹے کے معنی یہ ہیں کہ تیرا باپ لاولد تھا) پسر درخت بے اصل و فرع، (حسب و نسب کی طرف اشارہ ہے) تو اپنے تئیں میرے برابر کا سمجھتا ہے؟

فَوَاللّٰهِ مَا أَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ أَنْتَ نَاصِرُهُ. وَلَا قَامَ مَنْ أَنْتَ مُنْهِضُهُ.

خدا کی قسم جس کا تو ناصر ہوگا، خدا اُسے کبھی معزز نہ کرے گا، اور جسے تو کھڑا کرے گا وہ کبھی کھڑا نہ ہو سکے گا،

أُخْرُجْ عَنَّا۔ أَبْعَدَ اللّٰهُ نَوَاكَ۔ ثُمَّ ابْلُغْ جَهْدَكَ فَلَا أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ إِنْ أَبْقَيْتَ۔

ہماری مجلس سے چلا جا خدا خیر و بہتری کو تجھ سے دور رکھے، تو اپنی ایسی کر ڈال، خدا تجھ پر اپنی رحمت کا سایہ نہ ڈالے، اگر تو، مجھ پر مہربانی کرے!

---

[1] "ابن لعین" اس لیے فرمایا ہے کہ اس کا باپ سرگروہ منافقین تھا (ن۔ مصر ص۲۰۲) مغیرہ کے کینہ کی آپ سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنگ احد میں اس کا بھائی ابو الحکم، امیرالمومنین کے ہاتھوں کشتہ ہوا تھا۔ (ن طہران ص۴۰۸)

۱۳۶۔ ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

میری حکومت کا مقصد

"اس ارشاد میں، حضرت نے واضح طور پر بتایا ہے کہ تم نے میری بیعت سوچ سمجھ کر کی تھی، اور میں نے بھی غور و خوض کے بعد اسے مانا تھا، اب تم مجھ سے دنیا چاہتے ہو، اور میں خدائی احکام کی تعمیل و نفاذ"!

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ إِيَّايَ فَلْتَةً، وَلَيْسَ أَمْرِي وَ أَمْرُكُمْ وَاحِدًا، إِنِّي أُرِيدُكُمْ لِلّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَنِي لِأَنْفُسِكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ أَعِينُونِي عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔

میرے ہاتھ پر تمہاری بیعت بے سوچے سمجھے نہ تھی (چونکہ بیعت سوچ سمجھ کر کی تھی، لہذا اب تم میں سے کوئی اُسے توڑ بھی نہیں سکتا) میرا اور تمہارا معاملہ یکساں نہیں ہے (کیونکہ) میں تمہیں خدا کے لیے (ترویج قواعد دین کے لیے) چاہتا ہوں، اور تم مجھ سے (حصول دنیا، امارت، ریاست، جاہ و عزّت وغیرہ) اپنے لیے چاہتے ہو،

اے لوگو! اپنے نفوس (امّارہ) پر میری اعانت کرو، (ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو) میری اطاعت کرو

وَايْمُ اللّٰهِ لَأُنْصِفَنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ ظَالِمِهِ، وَلَأَقُودَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهِ حَتّٰى أُورِدَهُ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ كَارِهًا۔

(خدا کی قسم میں ستمگر سے ستم دیدہ کا حق حاصل کرنے کے لیے از روئے عدل و انصاف حکم کرتا ہوں اور ظالم کو نکیل پکڑ کر کھینچوں گا، (اونٹ کی طرح کہ اس کی ناک میں حلقہ ڈال دیتے ہیں اور اس کی مہار پکڑ کر کھینچتے ہیں) یہاں تک کہ اُسے چشمۂ حق پر لے آؤں گا، اگرچہ یہ بات اسے گراں کیوں نہ گزرے!

طلحہؓ اور زبیرؓ

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے طرزِ عمل پر امیر المومنین نے نکتہ چینی کی ہے، ان کے نقضِ بیعت کی طرف اشارہ فرمایا ہے!

وَاللّٰہِ مَآ اَنْکَرُوْا عَلَیَّ مُنْکَرًا، وَلَا جَعَلُوْا بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ نَصَفًا، وَاِنَّھُمْ لَیَطْلُبُوْنَ حَقًّا ھُمْ تَرَکُوْہُ، وَدَمًا ھُمْ سَفَکُوْہُ، فَاِنْ کُنْتُ شَرِیْکَھُمْ فِیْہِ فَاِنَّ لَھُمْ نَصِیْبَھُمْ مِنْہُ، وَاِنْ کَانُوْا وَلُوْہُ دُوْنِیْ فَمَا الطَّلِبَۃُ اِلَّا قِبَلَھُمْ، وَاِنَّ اَوَّلَ عَدْلِھِمْ لَلْحُکْمُ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ۔

خدا کی قسم، انھوں نے نہ تو کسی ناپسند بات (قتلِ عثمانؓ اور ان کے قتل پر اظہارِ رضامندی کی نسبت) کو میرے لیے نامناسب سمجھا، نہ اپنے اور میرے درمیان عدل و انصاف کو راہ دی، (کیونکہ انصاف سے کام لیتے تو اس دعوے کا بطلان خود ان پر ظاہر ہو جاتا) اور (ان کے دعوے کی نادرستی یہ ہے کہ) یہ اس حق کو (مجھ سے) طلب کرتے ہیں کہ جسے خود انھوں نے ترک کر رکھا ہے اور اس خون (کا قصاص طلب کرتے ہیں) جسے خود انھوں نے بہایا ہے، پس اگر میں نے اس خون (کشتنِ عثمانؓ) میں شرکت کی ہے، تو یہ خود بھی اس کے حصّہ دار ہیں۔ (لہٰذا یہ خود قاتل ہوئے نہ کہ وارث) اور اگر بغیر (میری شرکت کے) انھوں نے یہ کام کیا ہے، تو اس کا مطالبہ بھی ان ہی پر ہے اور (ان کا سب سے) پہلا عدل یہ (ہونا چاہیئے کہ) خود اپنے خلاف فیصلہ کریں۔

وَاِنَّ مَعِیْ لَبَصِیْرَتِیْ: مَا لَبَسْتُ وَلَا لُبِّسَ عَلَیَّ، وَاِنَّھَا لَلْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ فِیْھَا الْحَمَاءُ وَالْحُمَّۃُ وَالشُّبْھَۃُ الْمُغْدِفَۃُ وَاِنَّ الْاَمْرَ لَوَاضِحٌ وَقَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ نِصَابِہٖ، وَانْقَطَعَ لِسَانُہٗ عَنْ شَغْبِہٖ

اور بلاشبہ میری بصیرت میرے ساتھ ہے، میں نے کسی امر کو مشتبہ نہیں کیا، (کہ کیا کچھ ہو اور کیا کچھ ہو، یہ نہیں ہوا) اور (مجھ پر بھی) کوئی بات مشتبہ نہیں ہے، (ان کے پیروؤں کی طرح) اور (درحقیقت) یہی گروہ ستمگر اور تباہ کار ہے، انہی میں ہے گلِ سیاہ، (فتنہ و فساد) و زہرِ عقرب (کینہ و دشمنی) اور شبہۂ تاریک (نادانی و گمراہی) اور یہ امر عقلمندوں کے نزدیک آشکار

وَ اَیْمُ اللّٰهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهُ، لَا یَصْدُرُوْنَ عَنْهُ بِرِیٍّ، وَ لَا یَعُبُّوْنَ بَعْدَهٗ فِیْ حَسْیٍ۔

ہو چکا ہے، اور باطل اپنی اصل سے دور ہو چکا ہے اور اس کی زبان شر انگیزی سے قطع ہو چکی ہے۔

خدا کی قسم، میں ان کے لیے ایسا حوض پُر کر دوں گا اور اس کا (پانی) کھینچنے والا بھی میں ہی ہوں گا کہ جو اسی پر وارد ہونگے (جو شریک جنگ ہوں گے انھیں نابود کر دوں گا) پھر پلٹ نہ سکیں، اور اس پر پینے کے لیے آنے کے بعد پھر کسی اور جگہ بھی پانی نہ پی سکیں گے[1]

(مِنْهَا) —— اسی خطبہ کا ایک اور حصہ

فَاَقْبَلْتُمْ اِلَیَّ اِقْبَالَ الْعُوْذِ الْمَطَافِیْلِ عَلٰۤی اَوْلَادِهَا، تَقُوْلُوْنَ: اَلْبَیْعَةَ اَلْبَیْعَةَ! قَبَضْتُ كَفِّیْ فَبَسَطْتُمُوْهَا، وَ نَازَعَتْكُمْ یَدِیْ فَجَذَبْتُمُوْهَا۔

تم میری طرف اس طرح متوجہ ہوئے جس طرح نیا نیا وضع حمل کرنے والیاں کہ اپنی اولاد کی طرف (والہانہ طور پر) متوجہ ہوتی ہیں، تم بار بار اور پے در پے کہہ رہے تھے، جلد بیعت لیجئے، جلد بیعت لیجیے، میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا (لیکن بیعت کے لیے) تم نے اسے پھیلا دیا، میں نے دست کشی کی، لیکن تم نے اپنی جانب اسے کھینچ لیا،

اَللّٰهُمَّ!

بار الہا!

اِنَّهُمَا قَطَعَانِیْ وَ ظَلَمَانِیْ، وَ نَكَثَا بَیْعَتِیْ، وَ اَلَّبَا النَّاسَ عَلَیَّ، فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا، وَ لَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَاۤ اَبْرَمَا، وَ اَرِهِمَا الْمَسَآءَةَ فِیْمَاۤ اَمَّلَا وَ عَمِلَا، وَ لَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ، وَ اسْتَاْنَیْتُ بِهِمَا اَمَامَ الْوِقَاعِ، فَغَمَطَا النِّعْمَةَ وَ رَدَّا الْعَافِیَةَ۔

یہ طلحہ و زبیر (قریش سے ہیں، اور میں بھی اسی قبیلہ کا ایک فرد ہوں، پھر بھی انھوں نے) مجھ سے قطع رحم کیا، ظلم کیا اور خود کیے ہوئے پیمان کو توڑ ڈالا، لوگوں کو مجھ سے لڑنے کے لیے اکسایا پس انھوں نے جو کچھ گرہیں ڈالی ہیں تو انھیں کھول دے اور انھوں نے جو سوچا ہے اس پر انھیں استوار نہ کر اور انھیں اس کی برائی دکھا دے جس کی یہ آرزو اور تمنا کر رہے ہیں اور جس کے لیے یہ جد و جہد کر رہے ہیں میں نے قتال سے پہلے ان سے ثبات بیعت چاہی اور لڑائی سے پہلے ان کے ساتھ نرمی برتی مگر انھوں نے نعمت (اطاعت خدا و رسول) کو حقیر سمجھا اور سلامتی (دنیا و دین) کو چھوڑ دیا۔

[1] وہ میدان جنگ ہوگا کہ یا وہ زندہ پلٹ کے نہ جائیگا اور پھر دوسری مرتبہ شمشیر آزمائی کا موقعہ نہ پائے گا۔ (م۔ ح)

۱۳۸ - ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام ——————— خطبہ:

امامِ منتظر

اس خطبہ میں بتایا ہے کہ وہ کون سے حالات ہوں گے جب امام منتظر کا ظہور ہوگا؟ اور وہ ظاہر ہو کر کس طرح سے کار نمایاں انجام دے گا!

یَعْطِفُ الْھَوٰی عَلَی الْھُدٰی اِذَا عَطَفُوا الْھُدٰی عَلَی الْھَوٰی، وَیَعْطِفُ الرَّأْیَ عَلَی الْقُرْاٰنِ اِذَا عَطَفُوا الْقُرْاٰنَ عَلَی الرَّأْیِ۔

(جب امام منتظر پردۂ غیب سے باہر آئے گا تو) ہوائے نفس کو ہدایت و رستگاری کی طرف لوٹا دے گا (گمراہوں کو راہ راست پر لے آئے گا) جس زمانے میں لوگ، ہدایت کو ہوائے نفس سے تبدیل کر دیں گے (شریعت محمّدیہ سے عملاً روگرداں ہو جائیں گے، اور خواہش نفس کی پیروی کرنے لگیں گے) اور قرآن کو اپنی رائے کی طرف موڑ لیں گے (امام منتظر) وہ ان کے افکار و آرا کو قرآن کی طرف موڑ دے گا۔

مِنْهَا ——— اسی خطبہ کا ایک اور حصّہ

حَتّٰی تَقُوْمَ الْحَرْبُ بِکُمْ عَلٰی سَاقٍ بَادِیًا نَوَاجِذُھَا، مَمْلُوْءَۃً اَخْلَافُھَا، حُلْوًا رَضَاعُھَا عَلْقَمًا عَاقِبَتُھَا

(اس دنیا میں تباہ کاریاں بڑھ جائیں گی) یہاں تک کہ جنگ و خوں ریزی تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، (جس طرح شیر خشمگیں) اپنے دانتوں کو آشکارا کر کے (جھپٹتا ہے یا جس طرح اونٹ) دودھ سے بھرے ہوئے پستانوں کے ساتھ (شربت مرگ) پر (لپکتا ہے) جس کا آغاز (امید و فتح و فیروزی) شیریں، اور انجام تلخ و بدمزہ، (ہلاکت و شکست) ہے!

اَلَا!

خبردار!

وَفِیْ غَدٍ ——— وَسَیَأْتِیْ

(جو خبریں دے رہا ہوں) کل یہ واقع ہو کر رہیگی، اور بہت

غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ - يَأْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِهَا، وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا، وَتُلْقِي إِلَيْهِ سِلْمًا مَقَالِيدَهَا، فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ، وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

جلد فردا تمہارے روبرو ایسی چیز پیش کرے گا جس کو تم نہیں جانتے۔ (ناواقف ہو) بادشاہوں کے گروہ کے علاوہ ایک حاکم (امام عصر) بدکار حاکموں سے ان کے اعمال بد کا محاسبہ کرے گا، اور زمین اس کے لیے اپنے خزانے اگل دے گی اور اپنے خزانوں کی کنجیاں اسے سونپ دے گی اور وہ (امام عصر) تمہیں بتا دے گا کہ عدل و دادگستری کیونکر روبہ کار آتی ہے، اور (قوانین) متروک شدہ کتاب و سنت کیسے زندہ ہوتے ہیں!

مِنْهَا ——— اسی خطبے کا ایک حصہ

كَأَنِّي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ، فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ، وَفَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّؤُوسِ، قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ، بَعِيدَ الْجَوْلَةِ، عَظِيمَ الصَّوْلَةِ، وَاللهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ، فَلَا تَزَالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى تَؤُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا، فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ، وَالْآثَارَ الْبَيِّنَةَ، وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ، الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ. وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ لِتَتَّبِعُوا عَقِبَهُ.

گویا میں اس شخص (عبد الملک) کو دیکھ رہا ہوں کہ شام میں اس نے آواز لگائی (لشکر جمع کیا) اور اس کے پرچم اطراف کوفہ[1] میں لہرا رہے ہیں[2] اس دیار کی طرف، اس نے اس طرح رُخ کیا جیسے شتر سرکش بدخو[3]، اور زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا (بے انتہا قتل و خون ریزی کا ارتکاب کیا) اور اس کا دہانہ (پھاڑ کھانے والے درندوں کی طرح) کشادہ ہے اور اس کے قدم زمین میں سنگین تر ہیں (بہت بڑا لشکر ساتھ ہے) اس کی جولانی دور دراز تک ہے، اس کے حملے بہت سخت ہیں۔ خدا کی قسم یہ تمہیں اطراف (شہر و دیہات) زمین میں اس طرح ہنکا دیں گے یہاں تک کہ اتنے تھوڑے رہ جائیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ، تم برابر ان ہی فتنوں کی زد میں رہو گے (بنو امیہ کا دستِ ستم اسی طرح دراز ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ عربوں کی طرف ان کی گمشدہ عقل واپس آجائے گی[4] (یعنی بنو عباس ظاہر ہوں گے اور بنو امیہ کا تختہ اُلٹ کر

---

[1] کوفان۔ الکوفہ۔ (ن مصر) [2] عراق اس کے تصرف میں آگیا ہے۔ [3] الضروس۔ النَّاقَةُ السَّيِّئَةُ الْخُلُقِ تَعَضُّ حَالِبَهَا۔ (ن۔ مصر ص۲۷۶)

[4] عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا: غَائِبَاتُ عُقُولِهَا۔

رکھ دیں گے) پس اے لوگو تمہیں چاہیئے کہ سنّت قائمہ اور واضح نشانیوں[1] کو اپنے اوپر لازم کرلو (تاکہ فتنہ وفساد سے محفوظ رہ سکو) اور پیمان نزدیک کو کہ جس پر اتمام نبوّت استوار ہے (امام اور جانشین پیغمبرؐ کو) اپنا راہ نما بنالو، اور جان لو کہ شیطان نے اپنی راہیں تمھارے لیے سہل اور آسان بنادی ہیں۔ تاکہ تم اس کے مطیع بن جاؤ اور ان کی پیروی کرنے لگو!

اس خطبہ کے بارے میں اکثر شارحین کا یہ خیال ہے کہ اس میں عبدالملک ابن مروان کے عہدِ فتن وخوں ریزی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، یہی شخص ہے کہ جب منصب خلافت پر قابض ہوا تو شام سے لشکر لے کر کوفہ کی طرف چلا تاکہ مصعب ابن زبیر سے جنگ کرے، جنہوں نے مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کو قتل کردیا تھا، اس جنگ میں مصعب ہلاک ہوئے اور کوفہ کے لوگوں نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کرلی، پھر اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے مکہ روانہ کیا، حجاج نے مکہ میں عبداللہ بن زبیر کو بیدردی کے ساتھ قابو پاکر شہید کردیا اور منجنیق سے پتھر برسا کر خانہ کعبہ تک کی بے حرمتی سے دریغ نہیں کیا، اس جنگ میں اس نے بہت سے مسلمانوں کو ہلاک کیا، اور مسلمانانِ حجاز پر تسلط حاصل کرنے کے بعد اس کے ظلم کی چکی اور زیادہ تیزی کے ساتھ چلنے لگی، اس نے صحابۂ کرام تک کے ساتھ گستاخیاں کیں، ان کی توہین کی، ان پر ظلم کیئے، انھیں اپنے جبر وجور کے شکنجہ میں کس لیا، حجاج کی ستمگری، تاریخ کا ایسا معروف ومسلّم واقعہ ہے، جس پر تفصیل سے گفتگو کی ضرورت نہیں، اس خطبہ میں امیرالمومنین نے اس عہدِ فتن کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ راہِ حق سے روگرداں نہ ہوں، کتاب وسنت پر استوار رہیں جانشین رسول کی صدقِ دل سے پیروی اور اطاعت کریں، تاکہ ان کی دنیا بھی سُدھر جائے اور عاقبت بھی خراب نہ ہو۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ اس خطبہ میں آپ نے جن حوادث وفتن کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ بعد میں اسی طرح واقع ہوئے۔ جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔ (ن تہران)

---

[1] قرآن وسنت عہد نزدیک سے مراد ہے امام۔ ن تہران۔

۱۳۹- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ____________ ارشاد:

گمراہ اور جاہل

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد انتخاب خلیفہ کے لیے جو مجلسِ شوریٰ مجتمع ہوئی تھی، اس کے بارے میں آپ نے فرمایا:

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَى دَعْوَةِ حَقٍّ، وَصِلَةِ رَحِمٍ، وَعَائِدَةِ كَرَمٍ. فَاسْمَعُوا قَوْلِي، وَعُوا مَنْطِقِي، عَسَى أَنْ تَرَوْا هَذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هَذَا الْيَوْمِ تُنْتَضَى فِيهِ السُّيُوفُ، وَتُخَانُ فِيهِ الْعُهُودُ، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ وَشِيعَةً لِأَهْلِ الْجَهَالَةِ.

مجھ سے پہلے کسی نے بھی دعوت حق، صلۂ رحم اور احسان و بخشش میں سرعت سے کام نہیں لیا ہے (پس اے لوگو) میری بات سنو، میری گفتار کو مدنظر رکھو، ممکن ہے، کہ آج (اس مجلس کے انعقاد کے بعد) تم امر خلافت کو اس طرح دیکھو کہ تلواریں کھچ جائیں، عہد و پیمان شکست ہو جائیں، یہاں تک کہ تم میں سے کچھ لوگ اہل ضلالت کے امام اور بعض اہل جہالت کے تابع فرمان بن جائیں (اور خوں ریزی اتنی بڑھے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں اور پھر کچھ بنائے نہ بن سکے)

مسلمِ اوّل شہِ مرداں علی

(اقبال)

۱۴۰- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ـــــــــــــــــــ ارشاد:

بدگوئی و غیبت

مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی بدگوئی اور غیبت سے کنارہ کش رہیں اور اپنے گناہوں پر نظر رکھیں۔

وَ إِنَّمَا يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوا أَهْلَ الذُّنُوبِ وَالْمَعْصِيَةِ، وَ يَكُونَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ، وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ، فَكَيْفَ بِالْغَائِبِ الَّذِي غَابَ أَخَاهُ، وَعَيَّرَهُ، بِبَلْوَاهُ؟ أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي غَابَهُ بِهِ! وَكَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهُ! فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ ذَلِكَ الذَّنْبَ بِعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ فِيمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنْهُ، وَ أَيْمُ اللَّهِ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَاهُ فِي الْكَبِيرِ وَ عَصَاهُ فِي الصَّغِيرِ لَجُرْأَتُهُ عَلَى عَيْبِ النَّاسِ أَكْبَرُ۔

جو لوگ معاصی سے دور ہیں (گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے) اور خداوند نعمت نے جنھیں گناہوں سے پرہیز کی نعمت بخشی ہے، ان کے لیے سزاوار یہ ہے کہ ان لوگوں پر جو گناہ گار ہیں اور جن کا شمار اہل ذنوب و معصیت میں ہے، ان پر رحم کریں، (ان کی غیبت نہ کریں، ان پر بہتان نہ باندھیں بلکہ مناسب طریقے سے انھیں راہِ ہدایت کی طرف مائل کریں) شکر و سپاس گزاری ان پر غالب رہے (یعنی اس امر کا شکر نہ وہ خود گناہ نہیں کرتے، اور اس امر کی سپاس گزاری کہ دوسرے گناہ گاروں کی غیبت نہیں کرتے) وہ عیب چیں جو اپنے بھائی کی مذمت کرتا ہے، کیا یہ ان گناہ گاروں کی غیبت کرتا ہے جن سے بڑھ کر اس نے خود گناہ کئے اور خدا نے ان کی پردہ پوشی فرمائی؟ اور یہ اپنے بھائی کے پیٹھ پیچھے کیسے اس کی مذمت کرتا ہے، حالانکہ خود بھی اسی کشتی کا سوار ہے رویسے ہی بلکہ بڑھ چڑھ کر گناہ کرتا رہتا ہے۔ کر چکا ہے، کر سکتا ہے) اور اگر بالکل ویسے ہی گناہ کا مرتکب نہیں ہے تو ایک دوسرے گناہ (غیبت) کا ارتکاب کر رہا ہے، جو اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، خدا کی قسم، اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا اور گناہ صغیر سرزد ہوا ہے، تو بھی ہر آئینہ عیب جوئی (غیبت) کی جسارت

کرنا، اس گناہ سے بزرگ تر ہے!

يَا عَبْدَ اللّٰهِ!
لَا تَعْجَلْ فِي عَيْبِ أَحَدٍ بِذَنْبِهِ فَلَعَلَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ وَلَا تَأْمَنْ عَلَى نَفْسِكَ صَغِيرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ، فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهِ، وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلاً لَهُ عَلَى مُعَافَاتِهِ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهِ غَيْرُهُ۔

اے خدا کے بندے!
کسی کے گناہ کے باعث اس کی عیب چینی نہ کرنا، شاید (توبہ وانابت واستغفار اس نے کر لیا ہو، اور خدا نے) اس کے گناہ کو بخش دیا ہو، تو اپنے نفس سے گناہ صغیرہ پر بھی آسودہ و بے خوف نہ رہ (چھوٹے گناہ کو بھی معمولی نہ سمجھ اور اسے چشم حقارت سے نہ دیکھ) ممکن ہے اس کے باعث تو گرفتارِ عذاب ہو جائے، اور تم میں سے جو شخص کسی کے عیب سے واقف ہے، اسے چاہیے کہ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے، اس کی غیبت سے باز رہے اور خدا کا شکر کرے کہ اس گناہ سے بچے جس میں دوسرا مبتلا ہے۔

۱۴۱ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد:

دید و شنید

آپ نے تلقین فرمائی ہے کہ سُنی سنائی باتوں پر بھروسہ کرکے اظہار رائے کا سلسلہ شروع کرنا ٹھیک نہیں، بات وہی کہنی چاہیئے جو مشاہدہ میں آچکی ہو!

أَيُّهَا النَّاسُ،

اے لوگو!

مَنْ عَرَفَ مِنْ أَخِيهِ وَثِيقَةَ دِينٍ، وَسَدَادَ طَرِيقٍ، فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيهِ أَقَاوِيلَ الرِّجَالِ۔

جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کے بارے میں جانتا ہے کہ دین کے بارے میں (اس کے اعتقادات) محکم اور استوار ہیں اور گفتار و کردار میں راہِ راست پر گامزن ہے، اس کے بارے میں لوگوں کی چہ میگوئیاں نہ سنو۔

أَمَا إِنَّهُ قَدْ يَرْمِي الرَّامِي وَتُخْطِئُ السِّهَامُ، وَيُحِيكُ الْكَلَامُ، وَبَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُورُ، وَاللّٰهُ سَمِيعٌ وَشَهِيدٌ۔

خبردار! ——— (بات کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ سخت ہوتا ہے لہذا) تیر انداز جب تیر چلاتا ہے تو اس کا تیر کبھی خطا بھی ہو جاتا ہے، لیکن کلام کا تیر بے خطا ہوتا ہے (ٹھیک نشانہ پر بیٹھتا ہے اگرچہ جھوٹ ہو) کلام باطل مہلک ہوتا ہے، اور بے شک، خدا ہر چیز کا دیکھنے والا، اور ہر بات کا سننے والا ہے!

أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ، وَالْبَاطِلِ إِلَّا أَرْبَعُ أَصَابِعَ۔

خبردار! ——— حق و باطل کے درمیان صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔

فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِ هٰذَا فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ، وَوَضَعَهَا بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَيْنِهِ، ثُمَّ قَالَ: الْبَاطِلُ أَنْ تَقُولَ سَمِعْتُ وَالْحَقُّ أَنْ تَقُولَ رَأَيْتُ۔

(امیر المومنین سے اس بات کا مطلب دریافت کیا گیا، آپ نے اپنی انگلیاں ملا کر آنکھ اور کان کے درمیان رکھیں اور فرمایا:
باطل و غلط یہ ہے کہ تم کہو: "یہ بات میں نے (کسی سے) سنی ہے!" اور حق و درست یہ ہے کہ تم کہو "یہ بات میں نے (خود اپنی آنکھوں سے) دیکھی ہے"۔

(مطلب یہ کہ ایمان اور اسلام کی شناخت یہ ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی پر دوسروں سے سنی ہوئی باتوں پر بھروسہ کرکے اظہار دخیال کا سلسلہ اس کے کردار، سیرت کے بارے میں نہ شروع کردو، بلکہ وہی کہو جو حق ہو، یعنی جو بات تمہارے مشاہدے میں آچکی ہو، جس کے بارے میں تم خود گواہ ہو) (ن۔ تہران)

۱۴۲- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد:

دولت کا مصرف

انسان کی دولت کا صحیح مصرف کیا ہو سکتا ہے، حصول داد و شہرت کے لیے صرف، یا رضائے الٰہی کے لیے خدمت خلق و انسانیت؟

وَلَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوفِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَعِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ مِنَ الْحَظِّ فِيمَا أَتَى إِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَثَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَمَقَالَةُ الْجُهَّالِ، مَادَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ، مَا أَجْوَدَ يَدَهُ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللهِ بَخِيلٌ! فَمَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ، وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ، وَلْيَفُكَّ بِهِ الْأَسِيرَ وَالْعَانِي، وَلْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيرَ وَالْغَارِمَ، وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهُ عَلَى الْحُقُوقِ وَالنَّوَائِبِ ابْتِغَاءَ الثَّوَابِ، فَإِنَّ فَوْزًا بِهٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا، وَدَرْكُ فَضَائِلِ الْآخِرَةِ، إِنْ شَاءَ اللهُ۔

جو شخص غیر راہِ حق میں احسان کرتا ہے غیر مستحق کو بخشش سے نوازتا ہے، اس نے جو کچھ عطا کیا اس میں اس کا حصہ صرف یہ ہے کہ بے حیثیت لوگ، اس کی حمد کریں، اشرار اس کی ثنا کریں، جہال اس کے گیت گائیں، جب تک وہ دنیا میں رہے، یہ کہتے رہیں، یہ شخص کتنا سخی اور جواد ہے، حالانکہ (اس نے کوئی سخاوت نہیں کی، بلکہ اپنے مال کو فضول خرچی میں تلف کر دیا) وہ خدا کے معاملہ میں بخیل ہے (جو شخص اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بجائے راہِ ثنا میں صرف کرے، وہ غلط کار ہے) پس جس کسی کو خدا ثروت و دولت عطا فرمائے، اسے چاہیئے کہ (غریب) عزیزوں کی مدد کرے (محتاجوں کی) ضیافت کرے، اسیروں کو فدیہ دیکر رہائی دلائے مصیبت زدوں کی مدد کرے، غریبوں اور مفلسوں کی دست گیری کرے، قرض داروں کا قرض ادا کر دے اور اپنے نفس کو حقوق کے ادا کرنے، مصائب پر صبر کرنے پر حصول ثواب کے مقصد سے آمادہ کرلے، کیونکہ ان خصلتوں کا حاصل کر لینا ہی دنیا میں شرف و عزت اور خدا چاہے تو آخرت میں حصول فضائل کا ذریعہ ہے۔

۱۴۳۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ———— خطبہ :

بارش کی دُعا

یہ خطبہ آپ نے خشک سالی اور قحط کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

أَلَا!

وَ إِنَّ الْأَرْضَ الَّتِي تَحْمِلُكُمْ، وَالسَّمَاءَ الَّتِي تُظِلُّكُمْ، مُطِيعَتَانِ لِرَبِّكُمْ، وَمَا أَصْبَحَتَا تَجُودَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعاً لَكُمْ، وَلَا زُلْفَةً إِلَيْكُمْ، وَلَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ أُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ فَأَطَاعَتَا، وَ أُقِيمَتَا عَلَىٰ حُدُودِ مَصَالِحِكُمْ فَأَقَامَتَا.

خبردار —— !

یہ زمین جو تمہارا بار اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ فگن ہے، دونوں تمھارے پروردگار کے فرماں بردار اور چاکر ہیں (تمھارے امر و فرمان، اور خواہش و آرزو کے پابند نہیں ہیں کہ جب اور جس وقت چاہو زمین اگانے لگے، اور آسمان برسانے لگے) اور زمین و آسمان دونوں، اپنے فائدے تمہیں اس لیے نہیں دیتے کہ تمھارے لیے غمگین و پریشان ہیں، نہ یہ تمہارا تقرب حاصل کرنے کے متمنی ہیں، نہ یہ بات ہے کہ تم سے خیر اور بہتری کے طالب ہوں، بلکہ (از جانب پروردگار) مامور ہیں کہ اپنا نفع تم تک پہنچائیں، یہ دونوں رب کے مطیع ہیں اور اس کے پابند کہ تمھارے مصالح کے حدود پر قائم رہیں اور یہ قائم ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَبْتَلِي عِبَادَهُ عِنْدَ الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ، وَحَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَإِغْلَاقِ خَزَائِنِ الْخَيْرَاتِ لِيَتُوبَ تَائِبٌ، وَيُقْلِعَ مُقْلِعٌ، وَيَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ، وَيَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ، وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْتِغْفَارَ سَبَباً لِدُرُورِ الرِّزْقِ وَرَحْمَةِ الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ:

"اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً،

بلاشبہ خدا، اپنے بندگان معصیت شعار و خطاکار کی آزمائش نقص ثمرات (پھلوں کو کم کرکے) حبس برکات (برکتوں کو روک کر) اور نیکیوں کے خزانوں کو بند کرکے کرتا ہے، تاکہ توبہ کرنے والا تائب ہوجائے گناہوں سے رکنے والا، باز آجائے، نصیحت قبول کرنے والا نصیحت مان لے اور برائیوں سے بچنے والا بچ جائے، بلاشبہ خدا نے (توبہ و) استغفار کو، روزی کے نازل ہونے کا اور خلق پر اپنی رحمت کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: "تم لوگ اپنے پروردگار سے مغفرت کے جویا ہو، کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے! وہی ہے

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ"

جو بھیجم تمھاری طرف، برسنے والے بادل بھیجتا ہے اور اموال و اولاد کے ذریعہ تمھاری مدد کرتا ہے!

فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ وَاسْتَقَالَ خَطِيئَتَهُ، وَبَادَرَ مَنِيَّتَهُ۔

پس خدا اس شخص پر رحم فرمائے کہ جس نے توبہ کرلی ہو، اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی ہو اور موت کے آنے سے پہلے تیاری کرلی ہو!

اَللّٰهُمَّ!

اے اللہ!

إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ الْأَسْتَارِ وَالْأَكْنَانِ وَبَعْدَ عَجِيجِ الْبَهَائِمِ وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِينَ فِي رَحْمَتِكَ، وَرَاجِينَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ، وَخَائِفِينَ مِنْ عَذَابِكَ وَنِقْمَتِكَ۔

ہم اپنے پردوں اور پوششوں دگھروں سے نکل کر کہ جہاں سے بچوں اور جانوروں کی آوازیں دپریشانی کے باعث) بلند ہو رہی ہیں دپانی کی کمیابی اور چارہ کی نایابی کے باعث) تیرے حضور میں حاضر ہیں تیری رحمت کے امید وار، تیرے فضل کے آرزومند، تیرے عذاب سے خائف، تیرے انتقام سے لرزاں وترساں۔

اَللّٰهُمَّ!

اے خدا!

فَاسْقِنَا غَيْثَكَ، وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ، وَلَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ، وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

تو ہمیں اپنی بارش سے سیراب کردے، اور ہمیں داپنے فضل سے) مایوس نہ کر، نہ ہمیں قحط وتنگی سے ہلاک کر، اور اے رحم الراحمین! ہمارے نادانوں نے جو (ناشائستہ) افعال کیے ہیں، ان کا ہم سے مواخذہ نہ کر!

اَللّٰهُمَّ!

بارالہا!

إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ نَشْكُو إِلَيْكَ مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ حِينَ أَلْجَأَتْنَا الْمَضَايِقُ الْوَعْرَةُ وَأَجَاءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ وَأَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ وَتَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ۔

ہم تیری بارگاہ میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ تجھ سے اس چیز کی شکایت کریں دخبردیں) جس کی سختی وتنگی تجھ سے پوشیدہ نہیں، یہ وہ وقت ہے کہ سختیوں اور تنگیوں نے ہمیں بے حال کردیا ہے، اور خشک سالی کے مصائب نے ہمیں تیرے در پر لاکھڑا کیا ہے اور خواہشوں اور ضرورتوں نے ہمیں عاجز کردیا ہے اور سخت مصیبتیں ہم پر چھاگئی ہیں!

اَللّٰهُمَّ!

بارخدایا!

إِنَّا نَسْأَلُكَ أَنْ لَا تَرُدَّنَا خَائِبِينَ،

ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ناکام واپس نہ کرنا،

تَقْلِبْنَا دَاجِمِينَ، وَلَا تُخَاطِبْنَا بِذُنُوبِنَا، وَلَا تُقَايِسْنَا بِأَعْمَالِنَا۔

انددوہگین اور ملول نہ لوٹانا، ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرنا۔ ہمارے اعمال کے مطابق سزا نہ دینا۔ (بلکہ ہمارے گناہ معاف کرنا)

اَللّٰهُمَّ!

اُنْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ وَبَرَكَتَكَ وَرِزْقَكَ وَرَحْمَتَكَ، وَاسْقِنَا سُقْيًا، نَافِعَةً مُرْوِيَةً مُعْشِبَةً، تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ، وَتُحْيِي بِهَا مَا قَدْ مَاتَ، نَافِعَةَ الْحَيَا، كَثِيرَةَ الْمُجْتَنَى، تُرْوِي بِهَا الْقِيعَانَ، وَتُسِيلُ الْبُطْنَانَ وَتَسْتَوْرِقُ الْأَشْجَارَ، وَتُرْخِصُ الْأَسْعَارَ إِنَّكَ عَلَى مَا تَشَاءُ قَدِيرٌ۔

اے پروردگار!

ہم کو اپنی باران برکت، روزی، رحمت، مہربانی اور شفقت سے خوب متمتع کر! ہمیں اس بارش سے سیراب کر، جو نافع ہو، سیراب کنندہ ہو، سبزہ اگانے والی ہو، جو نباتات سوکھ چکے ہیں انھیں اس بارش سے ایک مرتبہ پھر برگ و بار پیدا کردے، جو زمینیں مردہ ہو چکی ہیں، انھیں پھر سے زندہ کردے، ہمیں وہ بارش عطا فرما کہ پیاس بجھ جائے، میوے اور پھل فراوانی سے پیدا ہونے لگیں، ہموار زمینیں اس سے سیراب ہوں، اور نشیبی زمینوں میں وہ جاری ہو جائے، درختوں کو سرسبز و بار آور کردے۔ نرخوں کو ارزاں فرما دے، بے شک تو ہر بات پر قادر و با اختیار ہے!

۱۴۴- ومن خطبة له علیه السّلام ـــــــــــــــــــ خطبہ :

مناقب ائمّہ اطہار

اس خطبہ میں ائمۂ اطہار کے فضائل ومناقب کا ذکر فرمایا ہے!

بَعَثَ رُسُلَهُ بِمَا خَصَّهُمْ بِهِ مِنْ وَحْيِهِ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَهُ عَلَى خَلْقِهِ، لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ إِلَى سَبِيلِ الْحَقِّ-

خدا نے اپنے رسولوں کو وحی کے ساتھ مخصوص کر کے مبعوث فرمایا، اور مخلوقات پر انھیں حجت ودلیل قرار دیا، تاکہ پھر کوئی عذر وحجّت باقی نہ رہے، تو اس نے (تمام دنیا کو) سچی زبان کے ذریعے سے راہِ حق کی دعوت دی۔

أَلَا إِنَّ اللهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً لَا أَنَّهُ جَهِلَ مَا أَخْفَوْهُ مِنْ مَصُونِ أَسْرَارِهِمْ وَمَكْنُونِ ضَمَائِرِهِمْ، وَلٰكِنْ لِيَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا، فَيَكُونَ الثَّوَابُ جَزَاءً وَالْعِقَابُ بَوَاءً-

یاد رہے! کہ خداوند عالم ساری خلقت سے باخبر تھا، یہ بات نہ تھی کہ جو لوگوں کے دل میں پنہاں تھا، جو ان کے فکر وخیال کا راز تھا، اس سے واقف نہ ہو، بلکہ (پیغمبروں کو اس لیے بھیجا تاکہ) لوگوں کی آزمائش کرے کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے، تاکہ اس کے بعد ثواب جزا بن جائے، اور عقاب پاداش۔

أَيْنَ الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّهُمُ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ دُونَنَا، كَذِبًا وَبَغْيًا عَلَيْنَا، أَنْ رَفَعَنَا اللهُ وَوَضَعَهُمْ، وَأَعْطَانَا وَحَرَمَهُمْ، وَأَدْخَلَنَا وَأَخْرَجَهُمْ، بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدَى، وَيُسْتَجْلَى الْعَمَى۔

پس وہ لوگ کہاں ہیں جو ہم اہلبیت کے مقابلے میں اپنے آپ کو "راسخون فی العلم" سمجھنے کے مدعی ہیں؟ ان کا ادعا غلط ہے اور ہم پر ایک طرح کا ستم، کیونکہ خدا نے ہمیں برتری عطا فرمائی ہے اور انھیں (اس مقام ومنزلت سے) نیچے رکھا ہے۔ ہم پر بخشش فرمائی، اور انھیں بے بہرہ رکھا ہمیں (زمرۂ خواص میں) داخل کیا، اور انھیں خارج کر دیا، (ہاں) ہم ہی ہیں جن سے ہدایت طلب کی جا سکتی ہے اور جن سے بے بصیرتی دور کرنے کے لیے روشنی طلب کی جا سکتی ہے۔

إِنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوا

امامت قریش کا حق ہے، جس کی نیاد ہاشم کے قبیلہ میں

فِی ھٰذَا الْبَطْنِ مِنْ ھَاشِمٍ وَلَا تَصْلُحُ عَلٰی سِوَاھُمْ، وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاۃُ مِنْ غَیْرِھِمْ۔

پیوست ہے۔ امامت و خلافت ان کے علاوہ دوسروں کے لیے سزاوار نہیں اور نہ دوسرے ولایت کی یہ صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے کہ جو خصائص لازمۂ خلافت و امامت ہیں، وہ صرف اہل بیت ہی میں پائے جاتے ہیں۔ دوسروں میں نہیں۔

مِنْھَا ——— اسی خطبے کا ایک حصّہ

جس میں بنی امیہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بعض باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

اٰثَرُوْا عَاجِلًا، وَ اَخَّرُوْا اٰجِلًا، وَتَرَکُوْا صَافِیًا وَشَرِبُوْا اٰجِنًا، کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی فَاسِقِھِمْ وَقَدْ صَحِبَ الْمُنْکَرَ فَاَلِفَهٗ وَبَسِئَ بِهٖ وَوَافَقَهٗ حَتّٰی شَابَتْ عَلَیْهِ مَفَارِقُهٗ، وَصُبِغَتْ بِهٖ خَلَائِقُهٗ، ثُمَّ اَقْبَلَ مُزْبِدًا کَالتَّیَّارِ لَا یُبَالِیْ مَا غَرَّقَ، اَوْ کَوَقْعِ النَّارِ فِی الْھَشِیْمِ لَا یَحْفِلُ مَا حَرَّقَ! اَیْنَ الْعُقُوْلُ الْمُسْتَصْبِحَۃُ بِمَصَابِیْحِ الْھُدٰی، وَالْاَبْصَارُ اللَّامِحَۃُ اِلٰی مَنَارِ التَّقْوٰی؟ اَیْنَ الْقُلُوْبُ الَّتِیْ وُھِبَتْ لِلّٰهِ وَعُوْقِدَتْ عَلٰی طَاعَۃِ اللّٰهِ؟

ان لوگوں نے دنیا کو مقدم اور آخرت کو پیچھے کر دیا، صاف و شفاف پانی چھوڑ کر، گندلا پانی پی لیا۔

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں کا ایک فاسق و گناہگار (عبدالملک ابن مروان) جو ممنوعات پر عامل ہو کر ان سے مانوس ہو گیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور اس کی عادتیں اسی رنگ میں رنگ گئیں۔ پس (زہر کار، زشت کے نتیجہ اور انجام کی طرح) وہ (دنیا کی طرف) اس طرح کف در دہاں (مست و بے پروا) متوجہ ہوا جیسے وہ سمندر جس کی (بلند و بالا) موجیں پروا نہیں کرتیں کہ کسے غرقاب کر رہی ہیں، یا تنکوں کی اس آگ کی طرح، جسے اس کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ کسے جلا رہی ہیں (ایسے زمانے) میں کہاں ہیں وہ عقلیں کہ ہدایت کے چراغوں سے روشنی حاصل کریں، اور پرہیزگاری کے مناروں پر نظر جما دیں، کہاں ہیں وہ قلوب کہ اپنے آپ کو خدا کے لیے خاص کر لیں اور طاعت و بندگیٔ خدا میں لگ جائیں؟

اِزْدَحَمُوْا عَلَی الْحُطَامِ، وَتَشَاحُّوْا عَلَی الْحَرَامِ، وَرُفِعَ لَھُمْ عَلَمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَصَرَفُوْا

یہ بنو امیہ تو خالی دولت پر ٹوٹ پڑے اور حرام باتوں پر ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے لگے ان کے لیے جنت و دوزخ

عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوهَهُمْ وَأَقْبَلُوا إِلَى النَّارِ بِأَعْمَالِهِمْ، وَدَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوا وَوَلَّوْا وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا۔

کی نشانیاں نمایاں ہو چکی ہیں، انھوں نے جنّت کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اور اپنے اعمالِ زشت کے ساتھ دوزخ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جب ان کے رب نے انھیں پکارا تو یہ بھاگ کھڑے ہوئے اور جب شیطان نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے اس کی دی ہوئی دعوت کو قبول کر لیا اور اسی کی جانب متوجہ ہو گئے!

هو الكتاب الذى جمع بين الدفتين عيون البلاغة وفنونها وتهيّئات به للناظر فيه اسباب الفصاحة ودنا منه قطافها.....

نہج البلاغہ ہی وہ کتاب ہے جس مجلد میں بلاغت کے چشمے اور فصاحت کے فن، ادب کے پختہ ثمر بند ہیں۔

"محی الدین عبدالحمید"

۱۴۵۔ ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ———— خطبہ:

بدعت وسُنّت

اس خطبہ میں آپ نے بتایا ہے کہ بدعت کیا چیز ہے؟ اور مقام سنت کیا ہے؟

نیز یہ کہ مسلمان کو بدعت سے بچنا چاہیئے اور سنت کی پیروی کرنی چاہیئے!

ومن خطبة لهٗ علیه السّلام

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَآ أَنْتُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ وَفِي كُلِّ أُكْلَةٍ غَصَصٌ، لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى، وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْكُمْ يَوْمًا مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِهَدْمِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ، وَلَا تُجَدَّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أُكُلِهِ إِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِزْقِهِ، وَلَا يَحْيَى لَهُ أَثَرٌ إِلَّا مَاتَ لَهُ أَثَرٌ، وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ، وَقَدْ مَضَتْ أُصُولٌ نَحْنُ فُرُوعُهَا، فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ؟

اے لوگو! اس دنیا میں تم وہ نشانہ ہو، جس پر موت کے تیر چلتے رہتے ہیں، یہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اُچھو، اور ہر لقمہ کے ساتھ پھندا ہے، یہاں اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو کوئی نعمت چھن بھی جاتی ہے، اور تم میں سے کسی معمر[1] کو، جب زندگی کا ایک (آنے والا) دن ملتا ہے، تو دوسرا (جانے والا) دن گھٹ بھی جاتا ہے، یہاں کے کھانے میں اس وقت تک کوئی زیادتی نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے کی روزی ختم نہ ہو جائے یہاں کا کوئی ذکر زندہ نہیں ہوتا، جب تک دوسرا ذکر مر نہ جائے (ایک پیدا ہوتا ہے تو دوسرا مر جاتا ہے) یہاں کسی چیز میں تازگی نہیں آتی، جب تک دوسری چیز کہنہ نہیں ہو جاتی، اولاد کو جانشینی نہیں ملتی جب تک آباواجداد مر نہ جائیں، بلاشبہ وہ اصلیں (جڑیں) (یعنی ماں باپ) گزر چکیں، ہم جن کی شاخیں ہیں (اولاد ہیں) تو وہ کونسی شاخ ہے جو بغیر جڑ کے باقی رہ سکے؛

مِنْهَا ———— اسی خطبہ کا ایک اور حصہ:-

وَمَآ أُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ إِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ

کوئی بدعت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک کوئی سنت ترک نہیں کی جاتی[2]

فَاتَّقُوا الْبِدَعَ، وَالْزَمُوا الْمَهْيَعَ، إِنَّ عَوَازِمَ الْأُمُورِ أَفْضَلُهَا، وَإِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا۔

پس بدعتوں سے اجتناب کرو اور شریعت کے راستہ کو اپنا لو (سنتِ رسولؐ کی پیروی کرو) کیونکہ امور قدیمہ (کہ جو پیغمبر اکرمؐ کے عہد میں برقرار تھے) بہترین اور افضل ترین ہیں اور نئی بدعتیں بدترین چیز ہیں (کیونکہ یہ غیر مذہبی چیزیں ہیں جنہیں جہالت اور نادانی سے مذہبی بنا لیا گیا ہے)

---

[1] جس کی زندگی ابھی باقی ہو خواہ وہ جوان ہو یا پیر۔ [2] یعنی دین میں کوئی نئی چیز اس وقت تک نہیں پیدا ہوتی جب تک طریقۂ رسولؐ کو ترک نہ کر دیا جائے۔

۱۴۶- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد:

سپاہ کی قِلّت وکثرت

لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطّابِ وَقَدِ اسْتَشَارَهُ فِي الشُّخُوصِ بِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ.

حضرت عمرؓ نے جنگ فارس (ایران) میں جب خود شریک ہونا چاہا اور اس باب میں آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ، وَهُوَ دِينُ اللّٰهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ، حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ، وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ.

اسلام کی نصرت، اور خذلان کا انحصار فوج کی کمی زیادتی پر نہیں ہے، یہ خدا کا وہ دین ہے جسے تمام ادیان پر اس نے غلبہ عطا فرمایا ہے، اور یہ اس کا وہ لشکر ہے، جسے اس نے مہیا کیا ہے، اور اس کی اعانت کی ہے، یہاں تک کہ یہ کہاں تک پہنچا، اور اس نے کہاں تک ترقی کر لی؟ ہمیں خدا کے وعدے پر بھروسہ ہے اور بلاشبہ خدا اپنا وعدہ (ضرور) پورا کرے گا، وہ اپنے لشکر کا مددگار و ناصر ہے۔

وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ: يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً. وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلاً فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ بِالْاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْباً، وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُونَ مَا تَدَعُ

قیّم بالامر (حاکم و امیر) کی حیثیت ہار کے دھاگے کے مانند ہوتی ہے (جو موتیوں یا جواہرات کو) مجتمع رکھتا ہے، پس اگر دھاگا ٹوٹ گیا، مہرہ بھی جدا ہو جائے گا اور ہار کے دانے پراگندہ ہو جائیں گے اور وہ پھر کسی طرح اکٹھا نہیں ہو سکیں گے، آج اگرچہ عرب کم ہیں لیکن دین اسلام کے سبب وہ سب پر بھاری ہیں اور اپنے اجتماع و اتحاد کے باعث سب پر غلبہ رکھتے ہیں، آپ وہ میخ بن جائیے جو چکی کے وسط میں ہوتی ہے اور پھر اسے عربوں کے ذریعہ گردش دیجیے، جنگ میں ان ہی کو روانہ کیجیے خود نہ جائیے اور اگر آپ نے اس سرزمین (مدینۂ طیبہ) سے قدم باہر نکالا، تو عرب اطراف و

وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔

جوانب سے ٹوٹ پڑیں گے، عہد توڑ دیں گے اور فساد و تباہ کاری برمائل ہو جائیں گے (رشتۂ نظم مملکت کمزور پڑ جائے گا) اور یہ ان رخنوں سے زیادہ اہم ہو جائیں گے، جو اس وقت آپ کے سامنے ہیں۔

إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَدًا يَقُولُوا: هٰذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ، فَيَكُونُ ذٰلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ۔ وَطَمَعِهِمْ فِيكَ۔

ایرانی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے، یہی پیشوائے عرب ہے اسے اگر کسی طرح ہلاک کر دیا جائے، تو آرام حاصل ہو جائے، پھر یہ بات انھیں جنگ پر اور زیادہ حریص کر دے گی اور وہ آپ کی طمع میں (ایڑی چوٹی کا) زور لگا دیں گے؛

فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ أَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ۔

اور آپ کا یہ قول کہ ایرانی مسلمانوں پر چڑھائی کر رہے ہیں تو خدائے کارساز ان کے اس فعل کو آپ سے کہیں زیادہ ناگوار سمجھتا ہے اور وہ اپنے ناپسند امر کے تغیّر پر آپ سے زیادہ قادر ہے۔

وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَثْرَةِ وَإِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ۔

اور آپ نے ان کی (کثرت) تعداد کا جو ذکر کیا، تو (یاد رکھیے) ہم نے عہدِ ماضی (عہدِ رسالت) میں بھی کبھی کثرت تعداد کے بل پر لڑائی نہیں لڑی، ہمارا جہاد ہمیشہ نصرت و امداد الٰہی کی بنیاد ہی پر رہا۔

۱۴۷ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— خطبہ

بعثت رسولؐ اور اس کے بعد

فَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰی عِبَادَتِهٖ وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ اِلٰی طَاعَتِهٖ،

خدائے تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق (و صداقت) کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اس کے بندوں کو بتوں کی پرستش کے (پھندے) سے نکال کر اس کی پرستش (گاہ) پر لے آئیں؛ اور شیطان کی اطاعت سے نکال کر طاعت الٰہی کے راستے پر لا ڈالیں۔

بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَاَحْكَمَهٗ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ، وَلِيُقِرُّوْا بِهٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْهُ، وَلِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ، فَتَجَلّٰی لَهُمْ سُبْحَانَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنُوْا رَاَوْهُ بِمَا اَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهٖ، وَخَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ، وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَحَقَ بِالْمَثُلَاتِ، وَاحْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ۔

آپؐ نے قرآن کو آشکار کر دیا، تاکہ خدا کے بندے اپنے رب سے واقف ہو جائیں، حالانکہ (ابھی) وہ اس سے نادان اور جاہل تھے، اور وہ لوگ اس کی ربوبیت کا اعتراف کرنے لگیں، جو منکر تھے، وہ اس کی ہستی کے ثبات کو تسلیم کر لیں، جو اسے باور نہیں کرتے تھے، پس اس نے اپنی کتاب (قرآن) میں اپنے آپ کو ہویدا کر دیا، اس طرح کہ بغیر اس کے کہ انھوں نے اس کو دیکھا ہو اپنی قدرت انھیں دکھا دی اپنے عذاب کے خوف سے انھیں ڈرایا اور انھیں آگاہ کر دیا کہ کس طرح قوموں کو انواع عذاب سے اس نے تباہ کر دیا۔ اور جن کو اپنے عذاب سے کاٹنا تھا انھیں کاٹ کے پھینک دیا (تباہ و نابود کر دیا)

وَاِنَّهٗ سَيَاْتِیْ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِیْ زَمَانٌ لَيْسَ فِيْهِ شَیْءٌ اَخْفٰی مِنَ الْحَقِّ وَلَا اَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَلَا اَكْثَرَ مِنَ الْكَذِبِ عَلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ! وَلَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ ذٰلِكَ

میرے بعد تم پر وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں حق سے زیادہ کوئی چیز نہاں تر نہ ہوگی اور باطل سے زیادہ کوئی چیز آشکار تر نہ ہوگی اور خدا و رسولؐ پر دروغ گوئی زیادہ سے زیادہ ہوگی، اس دور کے لوگوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی چیز گراں نہ ہوگی، اگر

الزَّمَانِ سِلْعَةٌ أَبْوَرَ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ، وَلَا أَنْفَقَ مِنْهُ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ، وَلَا فِي الْبِلَادِ شَيْءٌ أَنْكَرَ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَلَا أَعْرَفَ مِنَ الْمُنْكَرِ، فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهُ، وَتَنَاسَاهُ حَفَظَتُهُ، فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَأَهْلُهُ طَرِيدَانِ مَنْفِيَّانِ، وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ لَا يُؤْوِيهِمَا مُؤْوٍ، فَالْكِتَابُ وَأَهْلُهُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيهِمْ، وَمَعَهُمْ وَلَيْسَا مَعَهُمْ، لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ الْهُدَى وَإِنِ اجْتَمَعَا،

اس کی صحیح تلاوت کی جائے، اور نہ اس سے زیادہ کوئی چیز اچھی ہوگی اگر اس میں تغیر کر دیا جائے، اور نیکی سے بری کوئی چیز نہ ہوگی، اور نہ برائی سے زیادہ بہتر کوئی چیز ہوگی، قرآن کو اس کے اٹھانے والے ٹیک دیں گے اور حفظ کرنے والے بھول جائیں گے، پس قرآن اور اس کے ماننے والے جلاوطنوں کی طرح ہوجائیں گے، وہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق اور ہم سفر ہونگے، کوئی پناہ دینے والا انھیں پناہ نہ دے گا، یہ لوگوں کے درمیان ہوں گے، لیکن اس طرح کہ گویا نہیں ہیں، اس لیے کہ ضلالت وگمراہی ہدایت ورستگاری کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی، اگرچہ (بظاہر) وہ دونوں یک جا ہوں۔

فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ، وَافْتَرَقُوا عَنِ الْجَمَاعَةِ، كَأَنَّهُمْ أَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ الْكِتَابُ إِمَامَهُمْ! فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا يَعْرِفُونَ إِلَّا خَطَّهُ وَزَبْرَهُ، وَمِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوا بِالصَّالِحِينَ كُلَّ مُثْلَةٍ، وَسَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللهِ فِرْيَةً، وَجَعَلُوا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوبَةَ السَّيِّئَةِ۔

قوم افتراق پر آمادہ ہوجائے گی، لوگ جماعت سے کٹ جائیں گے، گویا وہ پیشوایان قرآن ہیں اور قرآن ان کا پیشوا نہیں، پس ان کے پاس اس کے نام کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، یہ اس کے خط اور حروف کے سوا کچھ نہ پہچان سکیں گے، اس سے پہلے وہ دور ہوگا کہ یہ اچھے اعمال والوں کو دکھ دیں گے، ان کے سچ کو جھوٹ کا نام دیں گے، اچھائی میں برائی کی عقوبت دیکھیں گے،

وَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُولِ آمَالِهِمْ، وَتَغَيُّبِ آجَالِهِمْ، حَتَّى نَزَلَ بِهِمُ الْمَوْعُودُ الَّذِي تُرَدُّ عَنْهُ الْمَعْذِرَةُ، وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ، وَتَحُلُّ مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ۔

تم سے پہلے کے وہ لوگ ہلاک ہوگئے جن کی آرزوئیں طویل تھیں، اور موت سے غافل تھے، یہاں تک موت نے انھیں پکڑ لیا، ایسی موت کہ جس نے عذر خواہی کا کوئی موقع نہ دیا، اور توبہ و بازگشت کا امکان نہ رہا، اور مصیبت وسختی اس کے ساتھ تھی!

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ مَنِ اسْتَنْصَحَ اللهَ وُفِّقَ، وَمَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيلاً هُدِيَ لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ۔ فَإِنَّ جَارَ اللهِ آمِنٌ، وَعَدُوَّهُ

اے لوگو! جس نے خدائے بزرگ و برتر سے نصیحت چاہی اسے نصیحت دی گئی جس نے گفتار الٰہی (قرآن) کو اپنا رہنما بنایا اس کی استوار ترین راستے کی طرف ہدایت کی گئی کیونکہ جو خدا سے

خائف، وإنه لا ينبغي لمن عرف عظمة الله
أن يتعظم، فإن رفعة الذين يعلمون ما
عظمته أن يتواضعوا له، وسلامة الذين
يعلمون ما قدرته. أن يستسلموا له، فلا
تنفروا من الحق نفار الصحيح من الأجرب
والبارىء من ذي السقم، واعلموا أنكم لن
تعرفوا الرشد حتى تعرفوا الذي تركه،
ولن تأخذوا بميثاق الكتاب حتى تعرفوا
الذي نقضه، ولن تمسكوا به حتى تعرفوا
الذي نبذه، فالتمسوا ذلك من عند
أهله، فإنهم عيش العلم، وموت الجهل
هم الذين يخبركم حكمهم عن علمهم،
وصمتهم عن منطقهم، وظاهرهم عن باطنهم
لا يخالفون الدين، ولا يختلفون فيه،
فهو بينهم شاهد صادق، وصامت ناطق۔

آشنا ہو، وہ بے خوف و مطمئن رہتا ہے اور اس کا دشمن ہراساں
اور ترساں جو خدا کی عظمت کا شناسا ہے، اس کے لیے تکبّر و پندار
زیبا نہیں، اس کی اصل برتری یہ ہے کہ خدا کے لیے سجدہ ریز
ہو، اور جو اس کی قدرت سے واقف ہے۔ اس کی سلامتی
اسی میں ہے کہ اس کی طاعت کرنے لگے، پس اے لوگو! حق
سے راہ فرار نہ اختیار کرو۔ جیسے خارشتی اونٹ سے تندرست،
اور مریض سے مردِ توانا بھاگتا ہے۔ تم ہدایت سے نہیں آشنا ہو سکتے
جب تک اسے نہ پہچان لو، جو اس سے محروم ہے اور کتاب الٰہی
کے عہد پر استوار نہیں رہ سکتے، جب تک اس کو نہ پہچان لو جس
نے اُسے توڑ دیا ہے اور اس سے تمسک نہیں کر سکتے جب تک
اس کی معرفت نہ حاصل کر لو، جس نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

تم یہ باتیں ان ہی لوگوں سے معلوم کر سکتے ہو جو علم کی زندگی،
اور جہل کی موت ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کا حکم علم کی خاموش
گفتار کا اور ظاہر باطن کی خبر دیتا ہے (یہ نفوس قدسیہ) دین
کی مخالفت نہیں کرتے، نہ اس میں اختلاف کرتے ہیں، دین ان
کے درمیان، ایک سچا گواہ اور خاموش ناطق ہے!

۱۴۸ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد

اہلِ بصرہ کا تذکرہ!

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی روش اور مسلک کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے،

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَرْجُو الْأَمْرَ لَهُ، وَيَعْطِفُهُ عَلَيْهِ دُونَ صَاحِبِهِ: لَا يَمُتَّانِ إِلَى اللهِ بِحَبْلٍ، وَلَا يَمُدَّانِ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ! كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِصَاحِبِهِ، وَعَمَّا قَلِيلٍ يَكْشِفُ قِنَاعَهُ بِهِ.

وَاللهِ لَئِنْ أَصَابُوا الَّذِي يُرِيدُونَ لَيَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا، وَلَيَأْتِيَنَّ هٰذَا عَلَى هٰذَا.

قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَأَيْنَ الْمُحْتَسِبُونَ؟ قَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ، وَقُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ، وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ، وَلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ. وَاللهِ لَا أَكُونُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ، يَسْمَعُ النَّاعِيَ، وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ.

ان دونوں (حضرت طلحہؓ و زبیرؓ) میں سے ہر ایک اپنی امارت کا امیدوار تھا، نہ کہ اپنے رفیق کے لیے کوشاں، انھوں نے خدا کا تقرب، کسی وسیلہ (خیر) سے نہیں ڈھونڈھا، نہ اس کی نزدیکی کسی (اچھے اور صالح) رشتہ سے چاہی، ان میں سے ہر ایک اپنے رفیق کے خلاف دل میں کینہ رکھتا ہے جو بہت جلد ظاہر ہو جائیگا۔[1]

خدا کی قسم! اگر یہ وہ چیز (حکومت) پالیں جس کی انھیں تمنّا ہے تو یقیناً ایک دوسرے کی جان لے کر رہے گا اور ہر ایک اپنے رفیق کو تباہ و نابود کر کے چھوڑے گا۔

باغی گروہ کھڑا ہو چکا ہے (کہ فتنہ و آشوب برپا کرے) (ہم بھی دفاع کے لیے آمادہ ہیں) پس وہ لوگ کہاں ہیں جو اجر و ثواب کے طلبگار ہیں (آئیں اور راہِ حق میں ہماری مدد و کمک کریں) کہ بلاشبہ سنّت (راہِ ہدایت و رستگاری) ان پر آشکار ہو چکی ہے (سب حقیقت حال سے واقف ہو چکے ہیں) اور یہ "خبر" انھیں پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے، ہر گمراہی کا ایک سبب ہوتا ہے اور ہر شکست پیماں کے لیے ایک شبہ ہوتا ہے (لیکن) خدا کی قسم میں اس شخص کے مانند نہیں ہوں جو صدائے ماتم[2] سنے اور موت کی خبر دینے والے کی بات سنے اور یقین نہ مانے یہاں تک رونے والے اس کے پاس روتے ہوئے پہنچ جائیں۔

---

[1] چنانچہ بصرہ میں ان میں جو اختلاف باہمی پیدا ہوا تھا۔ وہ حضرت عائشہ رضؓ کی مداخلت سے رُکا۔ (ن طہران ص[illegible])

[2] اللدم: الضرب علی الصدر والوجه عند النیاحة۔ اللدم کے معنی ہیں کسی کی موت پر سینہ اور منہ پیٹنے کے۔ (ن مصر ص۲۸۷)

۱۴۹- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ———— ارشاد:

آخری گفتگو

ابن ملجم کے قاتلانہ وار کے بعد وفات سے کچھ پیشتر آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے مسلمانوں کو وہ راہ دکھادی جس پر رہبری کے بعد گمراہی اور ضلالت کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔

أَيُّهَا النَّاسُ!

كُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا يَفِرُّ مِنْهُ فِي فِرَارِهِ، وَالأَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ، وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهُ كَمْ أَطْرَدْتُ الأَيَّامَ أَبْحَثُهَا عَنْ مَكْنُونِ هٰذَا الأَمْرِ فَأَبَى اللّٰهُ إِلَّا إِخْفَاءَهُ، هَيْهَاتَ! عِلْمٌ مَخْزُونٌ،

لوگو!

ہر شخص (اگرچہ) موت سے بھاگتا ہے لیکن اس سے ملاقات کرنے پر مجبور ہے، اور مدّتِ زندگی، نفس کو اسی طرح کھینچ لے جاتی ہے اور موت سے فرار کی کوشش اس سے (اور زیادہ) نزدیک ہو جاتا ہے، میں نے زندگی کے کتنے دن اس رازِ پنہاں کی کرید میں بسر کر دیئے (پس میں نے یہ راز معلوم کرلیا اور) خدا نے اس راز (مرگ) کو (تم سے) پنہاں ہی رکھنا چاہا، (کیونکہ اس امر کا شمار قضا و قدر کے مشکل مسائل میں ہے اور تمھاری عقل و فہم بہت کوتاہ ہے، لہٰذا تم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے) اس (مرگ) سے آگاہ ہونا کتنا بعید از کار ہے، (کیونکہ) یہ وہ علم ہے جو پنہاں ہے (اور ہر ایک پر اس کا آشکار کر دینا سزاوار نہیں)

أَمَّا وَصِيَّتِي فَاللّٰهُ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ، وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ مَا لَمْ تَشْرُدُوا!

لیکن میری وصیت اور سفارش (تم کو) یہ ہے کہ خدا کی خدائی میں کسی کو شریک نہ کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنّت کو ضائع نہ کرو یہ دو ستونوں کو (توحید و سنت پیغمبر اکرمؐ) ہمیشہ قائم رکھو، یہ دونوں چراغ ہمیشہ روشن رہیں، (تاکہ نادانی و گمراہی کی تاریکی میں کبھی سرگرداں نہ ہو) تم پر اس وقت تک کوئی سرزنش روا نہیں جب تک (ان دونوں چیزوں سے) دُور اور پراگندہ نہ ہو جاؤ، (تم پر دستور خدا اور رسول کی پیروی دشوار نہ ہونی چاہیئے، کیونکہ)

حَمَّلَ كُلَّ امْرِئٍ مِنْكُمْ مَجْهُودَهُ، وَخَفَّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ، رَبٌّ رَحِيمٌ، وَدِينٌ قَوِيمٌ، وَإِمَامٌ عَلِيمٌ۔

خدا نے تم میں سے ہر کسی کو اس کی طاقت و توانائی کے مطابق مکلّف بنایا ہے اور ناداوں پر سے تخفیف کردی ہے (پس نادان داناؤں کے مقابلہ میں مکلف نہیں ہیں کیونکہ) تمہارا پروردگار، رب رحیم ہے اور تمہارا دین مذہبی استوار ہے (کہ جس میں کجی کو دخل نہیں) اور تمہارا پیشوا (پیغمبر اکرمؐ) وہ پیشوا ہے جو (تمام احکام الٰہی سے) واقف ہے۔

أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَأَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَداً مُفَارِقُكُمْ، غَفَرَ اللهُ لِي وَلَكُمْ۔

کل تک مَیں تمہارا ساتھی تھا (تندرستی کے عالم میں دلیری کے ساتھ خدمت کرتا تھا) اور آج تمہارے لیے پند و عبرت ہوں، اور کل میں تم سے جدا ہو جاؤں گا، اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

إِنْ ثَبَتَتِ الْوَطْأَةُ فِي هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ، وَإِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ فَإِنَّا كُنَّا فِي أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ، وَمَهَبِّ رِيَاحٍ، وَتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ، اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفَّقُهَا،

اگر اس لغزش گاہ میں میرے قدم استوار رہے (میں زندہ رہا) تو خیر یہی (تمہارا) مقصود و مطلوب ہے، اور اگر میرے قدم ڈگمگا گئے (مجھے موت آگئی) تو کوئی بات نہیں، کیونکہ ہم شاخوں کے سایہ میں تھے، جو برابر ڈھلتا رہتا ہے) ہواؤں کی گزرگاہ میں تھے (جن کے جھونکے اِدھر اُدھر ہوتے رہتے ہیں) اور ایسے ابر کے سایہ میں تھے جو فضا میں (جس کے ٹکڑے) پھٹ گئے اور زمین پر جن کا نقش مٹ گیا!

وَعَفَا فِي الْأَرْضِ مَخَطُّهَا، وَإِنَّمَا كُنْتُ جَاراً جَاوَرَكُمْ بَدَنِي أَيَّاماً، وَسَتُعْقَبُونَ مِنِّي جُثَّةً خَلَاءً، سَاكِنَةً بَعْدَ نُطُوقٍ، لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّي وَخُفُوتُ إِطْرَاقِي وَسُكُونُ أَطْرَافِي، فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوعِ، وَدَاعِي لَكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُرْصِدٍ لِلتَّلَاقِي، غَداً تَرَوْنَ أَيَّامِي، وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِي، وَتَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِي وَقِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي۔

میں تمہارا ہمسایہ تھا، میرا بدن کچھ عرصہ تک تمہارا ساتھی رہا بہت جلد تم میرے اس بدن کو اس طرح دیکھو گے کہ (پہلے) حرکت کرتا تھا اب بے حس و حرکت ہے (پہلے) گویا تھا اب خاموش ہے، کتنا اچھا ہو اگر تم میری خاموشی اور میرے اعضا کے سکون سے نصیحت حاصل کرو، کیونکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے مؤثر تقریر اور پر اثر بات سے زیادہ اثرانگیز ہے میری تم سے جدائی اس شخص کی جدائی کی مانند ہے جو کل (دھر) ملاقات کا منتظر ہو، کل تم میرے عہد کو (جب بنوامیہ کی سختیاں جھیلو گے) یاد کرو گے اور میرا باطن تم پر منکشف ہوگا۔ جب میری جگہ دوسرا آجائیگا، اور میری مسند خالی ہو جائیگی تب مجھے پہچانو گے۔

۱۵۰- ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ———— خطبہ:

آنے والا زمانہ

اس خطبہ میں بعض آنے والے واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے!

وَأَخَذُوا یَمِیناً وَشِمَالاً: طَعْناً فِی مَسَالِكِ الْغَیِّ، وَتَرْكاً لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ، فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُرْصَدٌ، وَلَا تَسْتَبْطِئُوا مَا یَجِیءُ بِهِ الْغَدُ، فَكَمْ مِنْ مُسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ یُدْرِكْهُ. وَمَا أَقْرَبَ الْیَوْمَ مِنْ تَبَاشِیرِ غَدٍ.

(دنیا پرستوں نے) دائیں بائیں گمراہی کا راستہ اختیار کرلیا، اور ہدایت و رستگاری کی راہِ مستقیم سے آنکھیں چرالیں، پس ان تباہ کاریوں کے لیے جو پیش آنے والی ہیں جلدی نہ کرو اور جو کچھ کل (پیش) آنے والا ہے اس کی خواہش نہ کرو، اکثر لوگ ایسی باتوں میں جلدی چاہتے ہیں کہ اگر وہ ہو جاتی تو چاہتے ہیں ایسا نہ ہوا ہوتا، آج کا دن آنے والے دن سے بہت قریب ہے۔

یَا قَوْمِ هٰذَا إِبَّانُ وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ، وَدُنُوٍّ مِنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ

اے لوگو! یہ وہ وقت ہے کہ ہر امر موعود کا وقت (ظہور) قریب آچکا ہے، اور جس بات کو تم نہیں جانتے وہ ظاہر ہونے والی ہے۔

أَلَا وَإِنَّ مَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا یَسْرِی فِیهَا بِسِرَاجٍ مُنِیرٍ، وَیَحْذُو فِیهَا عَلَىٰ مِثَالِ الصَّالِحِینَ،

خبردار!

آشوب اور فتنہ کے اس دور میں جس نے ہمیں پالیا (اہل بیت رسولؐ کا دامن پکڑ لیا) وہ فساد کی تاریکی میں چراغ روشن (امامت) لے کر ابرار و صالحین کے نقش قدم پر چلا یہاں تک کہ وہ (امام منتظر) شبہات کی گرہ کشائیاں کرے اور (قید جہل و نادانی سے) رہائی دے اور گمراہوں کی جمعیت کو پراگندہ کردے اور پراگندگی (حق) کو مجتمع کردے اس طرح زیر حجاب[1] رہ کر کہ کھوجی اس کا نقش قدم (بھی) دیکھ نہ سکے، اگرچہ بار بار اس کی کوشش کرے پھر اس عہد فتن میں ایک جماعت پر صیقل کی جائے گی، جیسے آہنگر شمشیر کو صیقل کرتا ہے اور قرآن کے نور سے ان لوگوں کی آنکھیں روشن کی جائیں گی، قرآن کی تفسیر ان لوگوں کے

لِیَحُلَّ فِیهَا رِبْقاً، وَیُعْتِقَ فِیهَا رِقّاً، وَیَصْدَعَ شَعْباً، وَیَشْعَبَ صَدْعاً، فِی سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا یُبْصِرُ الْقَائِفُ[2] أَثَرَهُ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهُ، ثُمَّ لَیُشْحَذَنَّ فِیهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَیْنِ النَّصْلَ، تُجْلَىٰ بِالتَّنْزِیلِ أَبْصَارُهُمْ، وَیُرْمَىٰ بِالتَّفْسِیرِ

---

[1] اشارہ ہے امام منتظر کی طرف۔ [2] القائف: الذی یعرف الآثار، فیتبعها۔ قائف اسے کہتے ہیں جو نقش قدم دیکھ کر پہچان جاتا ہے۔ کھوجی۔

فِی مَسَامِعِهِمْ، وَیُغْبَقُونَ كَأْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوحِ۔

کانوں میں ڈال دی جائے گی، جب یہ لوگ حکمت کی شراب پی لیں گے تو انھیں بادۂ علم سے سرشار کیا جائے گا۔

مِنْهَا ——— اسی خطبے کا ایک حصہ

جس میں جاہلیت و اسلامی دور کے افراد کا ذکر فرمایا گیا :—

وَطَالَ الْأَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْيَ، وَيَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ، حَتَّى إِذَا اخْلَوْلَقَ الْأَجَلُ وَاسْتَرَاحَ قَوْمٌ إِلَى الْفِتَنِ، وَاشْتَالُوا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ، لَمْ يَمُنُّوا عَلَى اللهِ بِالصَّبْرِ، وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوا بَذْلَ أَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ حَتَّى إِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَاءِ حَمَلُوا بَصَائِرَهُمْ عَلَى أَسْيَافِهِمْ وَدَانُوا لِرَبِّهِمْ بِأَمْرِ وَاعِظِهِمْ۔

ان لوگوں (کی معصیت اور نافرمانی کا زمانہ طول پکڑ گیا، تاکہ (اپنے لیے) یہ عذاب و نتیجۂ بدکاری کو کامل کرلیں اور تغیّر (احوال کے) موجب اور زیادہ سزاوار سزا ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ زمانہ آجائے کہ موت کے مستحق ہو جائیں اور قوم ان کی معصیت سے نجات پا جائے، بلکہ ان کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ بلند تھی، تاکہ آتشِ جنگ بھڑکے[۲] (اس موقع پر) اس جماعت (حق) نے اپنے صبر کا بار احسان خدا پر نہیں رکھا اور اپنی جانبازی کو راہ حق میں بڑا کام نہ شمار کیا یہاں تک کہ مدت بلا و سختی ختم کرنے کے لیے، خدا کا حکم موافق ہوگیا اور انھوں نے اپنے بصائر کو اپنی تلواروں پر بلند کرلیا (برائے ایمان بہ خدا و رسولؐ نہ برائے جہل و نادانی) اپنے واعظ (پیغمبر اکرمؐ) کی تلقین کے مطابق خدا کی اطاعت کی۔

حَتَّى إِذَا قَبَضَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْأَعْقَابِ، وَغَالَتْهُمُ السُّبُلُ، وَاتَّكَلُوا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَوَصَلُوا غَيْرَ الرَّحِمِ،

یہاں تک کہ جب رسول اللہؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو ایک گروہ پچھلے پاؤں لوٹ گیا[۳] اور راہ (گمراہی) نے اسے ہلاک کردیا (دنیا میں تباہ کاری کا شکار ہوا اور آخرت میں عذاب ہمیشگی کا مستوجب ٹھہرا) ان لوگوں نے اپنی فکر و اندیشۂ نادرست پر اعتماد کیا اور اہل بیت رسولؐ کی متابعت نہ کی اور اس

---

[۱] یغبقون : یسقون، یعنی پلانا۔ [۲] اشالت الناقة ذنبها : رفعته، ای رفعوا ایدیهم بسیوفهم۔ ناقہ نے اپنی دم بلند کرلی، یعنی پھر کسی بدکاری کی پروا نہ رہی اور تلواریں ہاتھ میں بلند کرلیں۔ ن مصرعت ۲۹۔ [۳] یعنی مرتد اور گمراہ ہوگیا۔

وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِي أُمِرُوا بِمَوَدَّتِهِ، وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ أَسَاسِهِ فَبَنَوْهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ، مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيئَةٍ، وَأَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِي غَمْرَةٍ، قَدْ مَارُوا فِي الْحَيْرَةِ، وَذَهَلُوا فِي السَّكْرَةِ عَلَى سُنَّةٍ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ مِنْ مُنْقَطِعٍ إِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، أَوْ مُفَارِقٍ لِلدِّينِ مُبَايِنٍ۔

رشتہ (اہلِ بیت) کو ترک کر دیا جس سے محبت کرنے پر وہ مامور تھے (حالانکہ یہی وسیلۂ ہدایت و رستگاری تھا)[1] اور تعمیر (دین و ایمان) کو استوار بنیاد سے ہٹا لیا، اور اس جگہ رکھا دیا جو اس کے لائق نہ تھی، یہ گروہ ہر خطا کا معدن ہے اور ہر نادانی کا دروازہ ہے (اسی لیے موجِ دریا کی طرح) یہ لوگ حیرت و سرگردانی میں بھٹک رہے ہیں، اور آل فرعون کی طرح، (جہل و نادانی کی غفلت میں (اپنے عذاب سزا سے) مدہوش ہیں (جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کی پیروی نہ کی اور دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کے مستوجب ہوئے، اسی طرح یہ لوگ پیشوایانِ ہدایت کی پیروی نہ کر کے اپنے اوپر سختی سزا کو خود وارد کر رہے ہیں (ن طہران ص۴۵۳) دنیا کی طرف مائل ہیں یا آخرت سے چشم پوشی کر کے اور دین سے جدا اور دُور ہیں (جیسے بنو امیہ)

---

[1] قرآن کریم میں ہے قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے پوچھا، آپ اپنے جن خویشوں کو دوست رکھتے ہیں، وہ کون ہیں؟ فرمایا: "علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ"۔

اس موقع پر ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں "سبب" سے مراد (ریسمان (رسن) ہے اور یہ اشارہ ہے خلفت فیکم الثقلین۔ کتاب الله وعترتی اهل بیتی حبلان ممدودان من السّماء الی الارض لا یفترقان حتی یردا علی الحوض۔ (ن طہران ص۴۵۲، ۴۵۳) دیکھیے شرح ابن ابی الحدید مجلد ثانی طبع مصر ص ۴۳۶۔ مرتضیٰ۔

۱۵۱- ومن خطبة لهٗ علیه السّلام ———— خطبہ:

دَورِ فتن

اس خطبہ میں ان فتنوں کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے جو عہدِ بنوامیہ اور بنو عباس میں رونما ہونے والے تھے!

وَاَحْمَدُ اللّٰهَ وَأَسْتَعِيْنُهُ عَلٰى مَدَاحِرِ الشَّيْطَانِ وَمَزَاجِرِهِ وَالْاِعْتِصَامِ مِنْ حَبَائِلِهِ وَمَخَاتِلِهِ- وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَنَجِيْبُهٗ وَصَفْوَتُهٗ، لَا يُوَازٰى فَضْلُهٗ وَلَا يُجْبَرُ فَقْدُهٗ، أَضَاءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَالْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَالْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ، وَالنَّاسُ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْمَ، وَيَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِيْمَ، يَحْيَوْنَ عَلٰى فَتْرَةٍ. وَيَمُوْتُوْنَ عَلٰى كَفْرَةٍ ثُمَّ إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ أَغْرَاضُ بَلَايَا قَدِ اقْتَرَبَتْ، فَاتَّقُوْا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ، وَاحْذَرُوْا بَوَائِقَ النِّقْمَةِ وَتَثَبَّتُوْا فِيْ قَتَامِ الْعِشْوَةِ وَاعْوِجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ جَنِيْنِهَا، وَظُهُوْرِ كَمِيْنِهَا وَانْتِصَابِ قُطْبِهَا، وَمَدَارِ رَحَاهَا: تَبْدَءُ فِيْ مَدَارِجَ خَفِيَّةٍ، وَتَئُوْلُ إِلٰى فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ- شِبَابُهَا كَشِبَابِ الْغُلَامِ، وَآثَارُهَا كَآثَارِ السِّلَامِ،

مَیں خدا سے عبادات میں جو شیطان کو دُور کرنے کا سبب ہیں اور اس کے دام فریب سے محفوظ رہنے پر مدد کا خواہاں ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے بھیجے ہوئے، پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے، ان کے فضل اور بزرگواری کی کوئی برابری نہیں کرسکتا، اور نہ آپ کی جدائی کے نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے آبادیاں تاریک گمراہی (بت پرستی) اور بے حد نادانی وجہالت اور درشتی و بدخوئی کے بعد، آپؐ (کے نور ہدایت ورہنمائی سے) جگمگا اٹھیں۔ حالانکہ لوگ (بعثت نبوی سے پہلے) حرام کو حلال، اور عالم ودانا کو خوار سمجھتے تھے، بغیر پیغمبر کے جی رہے تھے اور تاریکی (کفر وگمراہی) میں مر رہے تھے پس تم اے گروہ عرب، ان بلاؤں کا نشانہ مت بنو جن کا وقت (نمود) نزدیک آچکا ہے، لہذا مستیِ نعمت سے پرہیز کرو، (کہ موجب زوال ونابودی ہے) اور سختی کفر (دین سے لاپروائی) سے حذر کرو، شبہ کے غبار و تاریکی سے بچو۔ راستے کی کجی میں احتیاط سے کام لو جب فتنہ (بنوامیہ) ظاہر ہو، اور پنہاں شبہ کا صدور ہو، جب آسیا گردش کرے اور اس کی میخ نصب ہوچکی ہو، وہ خفیہ جگہوں پر نمودار ہوگا، اور علانیہ اور آشکارا قباحتوں کی طرف رجوع کرے گا (شروع میں کم آخر میں زیادہ ہوگا) اس کی ترقی ونمو طفل نوخیز کی جوانی کے مانند ہوگی (جو بچپن میں کمزور ہوتا ہے اور بھرپور جوانی میں توانا) اس کے آثار

تَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُودِ، أَوَّلُهُمْ قَائِدٌ لِآخِرِهِمْ، وَآخِرُهُمْ مُقْتَدٍ بِأَوَّلِهِمْ، يَتَنَافَسُونَ فِي دُنْيَا دَنِيَّةٍ، وَيَتَكَالَبُونَ عَلَى جِيفَةٍ مُرِيحَةٍ، وَعَنْ قَلِيلٍ يَتَبَرَّأُ التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوعِ، وَالْقَائِدُ مِنَ الْمَقُودِ، فَيَتَزَايَلُونَ بِالْبَغْضَاءِ، وَيَتَلَاعَنُونَ عِنْدَ اللِّقَاءِ، ثُمَّ يَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ الرَّجُوفِ، وَالْقَاصِمَةِ الزَّحُوفِ، فَتَزِيغُ قُلُوبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ، وَتَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ سَلَامَةٍ، وَتَخْتَلِفُ الْأَهْوَاءُ عِنْدَ هُجُومِهَا، وَتَلْتَبِسُ الْآرَاءُ عِنْدَ نُجُومِهَا، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ، وَمَنْ سَعَى فِيهَا حَطَمَتْهُ، يَتَكَادَمُونَ فِيهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ، قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُودُ الْحَبْلِ، وَعَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ، تَغِيضُ فِيهَا الْحِكْمَةُ، وَتَنْطِقُ فِيهَا الظَّلَمَةُ، وَتَدُقُّ أَهْلَ الْبَدْوِ بِمِسْحَلِهَا، وَتَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا، يَضِيعُ فِي غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ، وَيَهْلِكُ فِي طَرِيقِهَا الرُّكْبَانُ۔

آثار سنگ کی طرح ہوں گے (جس پر گرائے سے توڑا، جو اس پر گرا وہ ٹوٹا) یہ فتنہ گر، یک دوسرے سے بطریق عہد و پیمان وراثت حاصل کریں گے ان کا اول ان کے آخر کا پیشوا ہوگا، اور ان کا آخر اول کا پیرو ہوگا یہ لوگ اس بے وقعت دنیا کی طرف رغبت رکھیں گے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اور اس بدبودار مُردار کے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے اور کچھ عرصہ بعد (حالت یہ ہوگی کہ) پیرو پیشوا سے اور پیرو سے بیزار ہو جائے گا اور (پھر یہ) دشمنی کے باعث ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے، پھر ایک بہت سخت فتنہ پیش آئے گا، جو توڑ دینے والا اور تیز قدم ہوگا (لوگ اس سے بہت زیادہ پریشان ہو جائیں گے) جس کے بعد سیدھے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اور لوگ سلامتی (ہدایت) کے بعد گمراہ ہو جائیں گے، اس فتنہ کی نمود کے وقت فکر و خواہش میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، اس کے ظاہر ہونے کے بعد راہیں مشتبہ ہو جائیں گی، جو سر اٹھائے گا اس کا سر توڑ دے گا، جو اسے فرو کرنے کی کوشش کرے گا، اسے مٹا دے گا، اس فتنہ میں لوگ ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹیں گے، جیسے وحشی گدھے گلّے کے دوسرے جانوروں کو بھنبھوڑ ڈالتا ہے، اس عہد میں ریسمان متصل (قواعد دین و احکام شرعیہ) ٹوٹ جائے گی اور روئے زمین تاریک ہو جائے گا۔ (علماء کا سکوت اور حق بات برسرِ عام نہ کہہ سکنے کے باعث) علم و دانائی ڈھک جائے گی۔ ستمگر گویا ہوں گے، وہ بیاباں نشینوں کو اپنی آرمی (تلوار) سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اپنے سینوں سے انھیں ریزہ ریزہ کر دے گا اور اپنے سینوں سے انھیں ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اس فتنہ کے گرد و غبار میں اکیلے مسافر (منزلا) د

تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَاءِ، وَتَحْلُبُ عَبِيطَ الدِّمَاءِ،
وَتَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ، تَهْرُبُ مِنْهَا الْأَكْيَاسُ
وَتُدَبِّرُهَا الْأَرْجَاسُ، مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ
كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ، تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ،
وَيُفَارَقُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ، بَرِيُّهَا سَقِيمٌ،
وَظَاعِنُهَا مُقِيمٌ۔

دانشمند تباہ ہوجائیں گے اور قافلے سوار (دلیر و توانا لوگ) راہ
میں ہلاک ہوجائیں گے، یہ فتنہ تلخی قضا کے ساتھ وارد ہوگا،
تازہ خون بہائے گا اور نشانِ دین (احکام شرعیہ) میں رخنہ ڈالیگا،
اور پیمان یقین (عقاید حقہ) کو درہم برہم کردے گا، عقل مند اور
دوراندیش لوگ اس سے دور بھاگیں گے اور بداندیش لوگ اس
کی راہ میں قدم فرسائی کریں گے۔ یہ فتنہ کڑک چمک (شور و غل)
کے ساتھ نمودار ہوگا، اور بہت سخت اور تیز ہوگا، اس کے دوران
میں رشتے ٹوٹ جائیں گے اور اسلام مفارقت کرلے گا، اس عہد
فتن میں جو اس سے بری اور محفوظ ہوگا وہ بیمار (مصائب و
افکار) ہوگا۔ اور جو ہجرت کرجائے گا وہ بھی (گویا) مقیم ہوگا
(یعنی نجات اور رہائی کی کوئی صورت نہ ہوگی)

مِنْهَا ——— اسی کا ایک حصہ

بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ، وَخَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ،
يَخْتِلُونَ بِعَقْدِ الْأَيْمَانِ وَبِغُرُورِ الْإِيمَانِ،
فَلَا تَكُونُوا أَنْصَابَ الْفِتَنِ وَأَعْلَامَ الْبِدَعِ
وَالْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ، وَبُنِيَتْ
عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ، وَاقْدَمُوا عَلَى اللهِ
مَظْلُومِينَ، وَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ، وَاتَّقُوا
مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ، وَمَهَابِطَ الْعُدْوَانِ، وَلَا
تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ، فَإِنَّكُمْ بِعَيْنِ
مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ، وَسَهَّلَ لَكُمْ
سَبِيلَ الطَّاعَةِ۔

بہت سے (بے چارے) قتل ہوجائیں گے اور کوئی ان کا
خوں بہا لینے والا نہ ہوگا، اور ان (ستمگروں) سے وہ پناہ
کے جویا ہوں گے، ان کو قسمیں کھا کھا کر دھوکا دیا جائیگا
ایمان دھوکے کی کنجی بن جائیگا، پس (اگر اس زمانہ میں
تم عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو) ان بدعتوں کے پرچم
اور فتنوں کے نشان نہ بن جانا، اس قانون پر ہمیشہ استوار
رہنا جس پر نظام جماعت مبنی ہے اور پایۂ طاعت و بندگی
محکم ہے۔ خدا کے حضور میں ستم کش بنکر پہنچنا، ستمگر بنکر نہیں،
شیطان کے راستوں اور ظلم و ستم کے مقامات سے دور رہنا
(اگرچہ وہ کتنے ہی کم ہوں) کیونکہ جس خدا نے تم پر یہ چیزیں حرام کردی ہیں
وہ تمھارے اعمال و افعال کا ہردم اور ہر وقت نگراں ہے اور راہِ طاعت و
بندگی تم پر آسان کردی ہے۔

۱۵۲- ومن خطبة له علیه السلام ——— خطبہ

حمدِ معبود!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلٰى وُجُودِهٖ بِخَلْقِهٖ وَبِمُحْدَثِ خَلْقِهٖ عَلٰى اَزَلِيَّتِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ لَا شَبَهَ لَهٗ - لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ، وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوعِ، وَالْحَادِّ وَالْمَحْدُودِ، وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوبِ - الْاَحَدِ لَا بِتَاْوِيلِ عَدَدٍ - وَالْخَالِقِ لَا بِمَعْنٰى حَرَكَةٍ وَنَصَبٍ، وَالسَّمِيعِ لَا بِاَدَاةٍ - وَالْبَصِيرِ لَا بِتَفْرِيقِ آلَةٍ - وَالشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ، وَالْبَائِنِ لَا بِتَرَاخِي مَسَافَةٍ، وَالظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ وَالْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ بَانَ مِنَ الْاَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَالْقُدْرَةِ عَلَيْهَا - وَبَانَتِ الْاَشْيَاءُ مِنْهُ بِالْخُضُوعِ لَهٗ وَالرُّجُوعِ اِلَيْهِ -

مَنْ وَصَفَهٗ فَقَدْ حَدَّهٗ، وَمَنْ حَدَّهٗ فَقَدْ عَدَّهٗ، وَمَنْ قَالَ: "كَيْفَ" - فَقَدِ اسْتَوْصَفَهٗ - وَمَنْ قَالَ: "اَيْنَ"، فَقَدْ حَيَّزَهٗ -

عَالِمٌ - اِذْ لَا مَعْلُومٌ، وَرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوبٌ - وَقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُورٌ -

اس خدا کی حمد، جو اپنی خلقت کے ذریعے اپنے "ہونے" کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کے جدید ہونے سے اپنی ازلیّت (قدیم ہونے) پر۔ مخلوقات کی آپس میں یک رنگی اس بات کی دلیل ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ شعور (حواس) اسے پا نہیں سکتے، پردے اسے چھپا نہیں سکتے (انسانی ذہن کے مثبت و منفی رجحانات اثبات و نفی سے بالا ہے، نہ وہ اسے بالکل سمجھ سکتے ہیں نہ اس کی ذات وصفات کو چھپا سکتے ہیں) کیونکہ بنانے والے اور بننے والے میں فرق ہے۔ گھیرنے (احاطہ کرنے) والے اور گھرنے والے، پالنے اور پلنے والے میں دوئی ہے۔ وہ ایک ہے مگر عددی مفہوم میں نہیں، وہ خالق ہے لیکن حرکت (اعضا، اور) تکان (عمل) کے بعد نہیں۔ سننے والا ہے مگر بغیر (امداد) آلہ، دیکھنے والا ہے، لیکن آلہ (نگاہ) کو پھیلانے کا محتاج نہیں، وہ شاہد (مشاہدہ کرنے والا) ہے لیکن قریب ہوئے بغیر، دور ہے مگر فاصلہ مسافت کی وجہ سے نہیں، ظاہر ہے لیکن نگاہ کے لیے نہیں، پوشیدہ ہے مگر (اس کی علّت) لطافت سے نہیں (بلکہ یہ سب اس کی ذات کے ناقابل جدائی رخ ہیں) وہ چیزوں سے الگ ہے کہ ان پر حاکم اور سب پر اقتدار رکھتا ہے اور اشیا اس سے دور ہیں کیونکہ اس کی بارگاہ میں عاجز ہیں اور اسی کی طرف پلٹتی ہیں۔ جس نے اس کی تعریف کی سمجھو اس نے اسے محدود کر دیا اور جس نے محدود کر دیا۔ اس نے شمار کر لیا اور جس نے شمار کر لیا اس نے اس کی ازلیت ختم کر دی

جس نے کہا: "وہ کیسا ہے" اس نے "تعارف چاہا" اور جس نے کہا: "وہ کہاں ہے" اس نے اسے پابند مکان بنا دیا۔ وہ عالم تھا جب معلومات نہ تھے، وہ پالنے والا تھا، جب پلنے والے نہ تھے وہ صاحب قدرت تھا جب مقدور نہ تھے۔

(ب) مِنْهَا ——— اسی خطبے کا ایک حصہ

قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ، وَلَمَعَ لَامِعٌ، وَلَاحَ لَائِحٌ، وَاعْتَدَلَ مَائِلٌ، وَاسْتَبْدَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ قَوْمًا، وَبِيَوْمٍ يَوْمًا، وَانْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ، وَإِنَّمَا الْأَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهِ، وَعُرَفَاؤُهُ عَلٰى عِبَادِهِ، لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَعَرَفُوهُ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ أَنْكَرَهُمْ وَأَنْكَرُوهُ۔

خورشید (ظاہری خلافت علوی) طلوع ہوا، اور آشکار ہو گیا، چمکنے والا (حق) چمکا، ظاہر ہونے والا (فتنہ) ظاہر ہوا انحراف اور کجی (نادانی و گمراہی) نے مستقیم اور راست صورت اختیار کر لی، خدا نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے اور ایک عہد کو دوسرے عہد سے بدل دیا (حالات بدل گئے) ہم انقلاب کے منتظر تھے جس طرح قحط میں بارش کا انتظار کیا جاتا ہے، بلاشبہ ائمہ (اطہار) خلائق کی رہنمائی کے لیے (امر و نواہی) الٰہی کے پیرو ہیں، اس کے بندوں کو پہچانتے ہیں، جنت میں وہی جائے گا جسے وہ پہچانتے ہوں، اور دوزخ میں وہ جائے گا جو ان کا منکر ہو اور جس کو وہ نہ پہچانتے ہوں۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَصَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ، وَاسْتَخْلَصَكُمْ لَهُ، وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ اسْمُ سَلَامَةٍ وَجِمَاعُ كَرَامَةٍ، اصْطَفَى اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْهَجَهُ وَبَيَّنَ حُجَجَهُ، مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وَبَاطِنِ حِكَمٍ، لَا تَفْنٰى غَرَائِبُهُ، وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ، فِيهِ مَرَابِيعُ النِّعَمِ، وَمَصَابِيحُ الظُّلَمِ، لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ إِلَّا بِمَفَاتِيحِهِ، وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِمَصَابِيحِهِ، قَدْ أَحْمٰى حِمَاهُ،

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام سے مشرف کیا، اور اس کے لیے خالص کر لیا۔ اس لیے کہ وہ سلامتی کا نام ہے، اور کرامت کا مجموعہ ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اس کی راہ کو برگزیدہ فرمایا ہے، اس کی حجتوں اور دلیلوں کو واضح کیا علم ظاہری اور علم باطن سے، اس کے غرائب فنا نہیں ہو سکتے، اس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے، تاریکیاں صرف اسی کی روشنی سے دور ہو سکتی ہیں۔ جزا (کا دروازہ) اسی کی کنجیوں سے کھل سکتا ہے۔ اس میں نعمتوں کی بارشیں ہیں، اور تاریکی کے چراغ ہیں، خدا نے اس کے محرمات

وَأَرْعَى مَرْعَاهُ، فِيهِ شِفَاءُ الْمُشْتَفِي وَكِفَايَةُ الْمُكْتَفِي۔

سے منع فرما دیا، اور اس کے مباحات کو حلال فرمایا ہے، جو (گمراہی سے) شفا کا طالب ہو اس کے لیے اس میں شفا ہے (ہدایت ہے) اور جو بے نیازی کا خوگر ہو اس کے لیے ان میں بے نیازی ہے!

مِنْهَا: ——— (اس خطبہ کا دوسرا جزء۔ اس شخص کے بارے میں جو راہِ ضلالت وگمراہی میں سرگرداں ہے)

وَهُوَ فِي مُهْلَةٍ مِنَ اللهِ يَهْوِي مَعَ الْغَافِلِينَ، وَيَغْدُو مَعَ الْمُذْنِبِينَ، بِلاَ سَبِيلٍ قَاصِدٍ، وَلاَ إِمَامٍ قَائِدٍ۔

انسان کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی رہتی ہے، وہ غافلوں کے ساتھ، راہ غفلت (گمراہی) کے گڑھے میں گرتا ہے۔ اور گناہگاروں کے ساتھ، صبح کرتا ہے۔ بغیر راہ راست کے، اور بغیر قائد اور پیشوا کے۔

مِنْهَا (اس خطبہ کا تیسرا جزء۔ گناہگاروں اور خطاکاروں کے بارے میں)

حَتَّى إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ مَعْصِيَتِهِمْ وَاسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلاَبِيبِ غَفْلَتِهِمُ اسْتَقْبَلُوا مُدْبِراً وَاسْتَدْبَرُوا مُقْبِلاً. فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِنْ طَلِبَتِهِمْ! [۳] وَإِنِّي أُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِي هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ امْرُؤٌ بِنَفْسِهِ، فَإِنَّمَا الْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ، وَنَظَرَ فَأَبْصَرَ، وَانْتَفَعَ بِالْعِبَرِ، ثُمَّ سَلَكَ جَدَداً وَاضِحاً يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي الْمَهَاوِي، وَالضَّلاَلَ فِي الْمَغَاوِي، وَلاَ يُعِينُ عَلَى نَفْسِهِ الْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِي حَقٍّ، أَوْ تَحْرِيفٍ فِي نُطْقٍ أَوْ تَخَوُّفٍ مِنْ صِدْقٍ۔

یہاں تک کہ جب خدا نے ان کے گناہ کا پردہ اٹھا دیا، اور غفلت کی چادر سے انھیں باہر نکالا، وہ عذاب کے سامنے آئے جس سے وہ روگرداں تھے نعمت دنیا کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے جسے اپنی طرف متوجہ اور ملتفت سمجھتے تھے، انھوں نے اپنے مطلوب سے، جسے وہ حاصل کر چکے تھے اور اپنی ضرورت سے جو پوری ہو چکی تھی کسی طرح کا فی فائدہ نہ اٹھایا، میں تم کو اور اپنے آپ کو اس مقام سے ڈراتا ہوں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفس سے فائدہ حاصل کرے۔ بصیر وہ ہے جو سنے اور تفکّر سے کام لے و یکھے اور عبرت پکڑے، عبرت انگیز واقعات سے نفع اندوز ہو، اس راستے پر چلے جو کشادہ ہو تاکہ غاروں میں گرنے اور پھسلنے سے محفوظ رہے اور گمراہی نہ اختیار کرے۔ گمراہوں کو، اپنے آپ پر قابو پانے کا موقع نہ دے!

فَأَفِقْ أَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ، وَاسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ! وَاخْتَصِرْ مِنْ

نشہ سے چونک، غفلت سے بیدار ہو جا اور اپنی عجلت (دنیا) میں اختصار کر، ان (سچی) باتوں پر غور کر جو زبان رسالتؐ

عَجَلَتِكَ ، وَأَنْعِمِ الْفِكْرَ فِيمَا جَاءَكَ عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ ، وَلَا مَحِيصَ عَنْهُ ، وَخَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ إِلَى غَيْرِهِ ، وَدَعْهُ وَمَا رَضِيَ لِنَفْسِهِ ، وَضَعْ فَخْرَكَ ، وَاحْطُطْ كِبْرَكَ ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مَمَرَّكَ ، وَكَمَا تَدِينُ تُدَانُ ، وَكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ ، وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدَمُ عَلَيْهِ غَدًا ، فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ ، وَقَدِّمْ لِيَوْمِكَ ، فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ ، وَالْجِدَّ الْجِدَّ أَيُّهَا الْغَافِلُ "وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ" -

پر جاری ہوئیں ۔ جن کا قبول کرنا ناگزیر ہے ۔ جنھیں قبول کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ۔ جو ان باتوں کی مخالفت کرے ، تو اس کا مخالف ہو جا ۔ اسے اور اس کے اختیار کیے ہوئے راستہ کو چھوڑ دے ، اپنے فخر کو چھوڑ دے ، اپنے کبر کو ناچیز سمجھ ، اپنے مرقد کو یاد کر ، بلاشبہ وہ تیری گزرگاہ ہے ۔ جیسا کرے گا ، ویسا بھرے گا ، جو کچھ بوئے گا ، وہی کچھ کاٹے گا ، آج جو کچھ تو نے روانہ کیا ہے ؛ کل وہی پائے گا ۔ اپنی رفتار کے راستہ کو ہموار کر لے ، اور کل کے لیے زادِ راہ تیار کر لے ۔ اے سننے والے ڈر ، خوف کر ، اے غافل ۔ کوشش کر ، سعی کر (یاد رکھ (مجھ) ایسے باخبر کی طرح کوئی بھی تجھے احوالِ آخرت سے باخبر نہیں کر سکتا !

إِنَّ مِنْ عَزَائِمِ اللّٰهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ الَّتِي عَلَيْهَا يُثِيبُ وَيُعَاقِبُ ، وَلَهَا يَرْضَى وَيَسْخَطُ ، أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا - وَإِنْ أَجْهَدَ نَفْسَهُ وَأَخْلَصَ فِعْلَهُ - أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَبَّهُ بِخَصْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا : أَنْ يُشْرِكَ بِاللّٰهِ فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهِ ، أَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهُ بِهَلَاكِ نَفْسٍ ، أَوْ يَعُرَّ بِأَمْرٍ فَعَلَهُ غَيْرُهُ ، أَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً إِلَى النَّاسِ بِإِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِي دِينِهِ ، أَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ ، أَوْ يَمْشِيَ فِيهِمْ بِلِسَانَيْنِ ، اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْمِثْلَ دَلِيلٌ عَلَى شِبْهِهِ -

تمام احکامِ خدا جو قرآن میں محکم و استوار ہیں ۔ جن کی بنا پر خدا بندوں کو سزا دے گا ، جزا عطا فرمائے گا ، خوش ہوگا ، خفا ہوگا ۔ انسان کتنی ہی عبادت کرے ، کتنا ہی خلوص کام میں لائے ، کتنی ہی سعی و کوشش کرے ، لیکن خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور دنیا سے نکلتے وقت اگر اس میں مندرجہ باتوں میں سے کوئی بات بھی ایسی ہوئی جس سے توبہ نہ کی ہو تو وہ (عمل) سب کا سب بے کار ہے ۔ جیسے عبادت و واجبات میں کسی کو خدا کا شریک مانا ہو ۔ یا کسی کو انتقامی جذبے سے قتل کیا ہو (خدا کے لیے نہ ہو) یا کسی ایسے برے کام کو بیان کیا ہو جسے اس کے علاوہ کسی نے کیا ہو ۔ یا لوگوں سے اپنی ضرورت اس طرح پوری کرائی ہو کہ دین میں کوئی بدعت کو ظاہر کرے ۔ یا دو رخے انداز میں لوگوں سے ملے اور دو زبانوں کے ساتھ ان میں گردش کرے ۔ اے سننے والے ان باتوں کو گرہ میں باندھ لے ، کہ مثل اپنے مشابہ کی رہبر ہے (یعنے ایسے ہی صفات بد دوسرے بھی ہیں جنھیں تم انہی سے سمجھ لو)

اِنَّ الْبَہَائِمَ ھَمُّھَا بُطُوْنُھَا، وَاِنَّ السِّبَاعَ ھَمُّھَا الْعُدْوَانُ عَلٰی غَیْرِھَا، وَاِنَّ النِّسَآءَ ھَمُّھُنَّ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْفَسَادُ فِیْھَا، اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مُشْفِقُوْنَ، اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ خَائِفُوْنَ۔

جانوروں کا مقصد زندگی شکم پروری ہے۔ درندوں کا اصولِ حیات ایک دوسرے کو چیرنا پھاڑنا، عورتوں کی زندگی عبارت ہے حیاتِ دنیاوی کی زینت اور اس کے فساد سے، بلاشبہ مسلمان مسکین ہیں ناصح ہیں اور خدا سے ڈرنے والے ہیں!

۱۵۳- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ـــــــــــــــــــ خطبہ

ذکر ائمۂ اطہار

اس خطبہ میں امیرالمومنینؑ نے ائمہ اطہار اور اہل بیت کرام کے فضائل اور محامد ذکر فرمائے ہیں ان کے خصائص کا تذکرہ کیا ہے اور پھر پند و نصیحت کرتے ہوئے راہِ راست پر استوار رہنے اور عمل نیک کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے!

وَ نَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ وَ يَعْرِفُ غَوْرَهُ وَ نَجْدَهُ، دَاعٍ دَعَا، وَرَاعٍ رَعَى، فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي، وَاتَّبِعُوا الرَّاعِيَ۔

دل خردمند کی آنکھ اپنے پایانِ کار کو دیکھتی ہے، اپنے نشیب و فراز کو پہچانتی ہے، داعی (یعنی پیغمبر اکرمؐ) نے دعوت دی اور نگہبان (امام علیہ السلام) نے حفاظت کی، تو داعی کی بات سنو، اور نگہبان کی پیروی کرو (تاکہ دنیا میں سرفراز اور آخرت میں سعادتمند بنو)

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ الْفِتَنِ، وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ، وَأَرَزَ الْمُؤْمِنُونَ وَنَطَقَ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ۔ نَحْنُ الشِّعَارُ وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ، وَلَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا، فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقاً۔

لوگ فتنوں کے دریا میں غرق ہو گئے، سنّتِ نبویؐ سے آنکھ بند کرلی اور بدعتوں کو اختیار کرلیا۔ مومنوں نے سکوت اختیار کرلیا۔ اور دروغ گو اور گمراہ بولنے لگے۔ ہم (اہل بیتؑ آنحضرتؐ کے جسم کے) پیراہنؑ ہیں۔ آپؐ کے اصحاب ہیں ان (کے علم کا) خزانہ ہیں (اور علوم کے) دروازے ہیں، گھر میں صرف دروازہ ہی کے راستہ سے آنا ہوتا ہے اور جو دروازہ چھوڑ کر گھر میں آتا ہے۔ وہ چور کہلاتا ہے۔

مِنْهَا ـــــــــــــــــ (اسی خطبہ کا مزید حصہ)

فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ، وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمٰنِ، إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ

(اہل بیتِ اطہار میں) قرآن کی بزرگی ہے وہ خدائے رحمٰن کے خزانے ہیں۔ بات کرتے ہیں تو سچی، خاموش رہتے ہیں تو

؎ یعنی موت، اور روزِ محشر کی رستخیز۔ ؎ خیر و شر۔ ؎ شعار: ما یلی البدن من الثیاب پیراہن یا اس سے نیچے کا کپڑا۔ مراد خاص شخص۔ م

صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا۔ فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ۔ فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ: أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَى فِيهِ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ، فَإِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ طَرِيقٍ فَلَا يَزِيدُهُ بُعْدُهُ عَنِ الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ إِلَّا بُعْداً مِنْ حَاجَتِهِ، وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ، فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ أَسَائِرٌ هُوَ أَمْ رَاجِعٌ؟

وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِناً عَلَى مِثَالِهِ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ طَابَ بَاطِنُهُ وَمَا خَبُثَ ظَاهِرُهُ خَبُثَ بَاطِنُهُ، وَقَدْ قَالَ الرَّسُولُ الصَّادِقُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ وَيُبْغِضُ عَمَلَهُ، وَيُحِبُّ الْعَمَلَ وَيُبْغِضُ بَدَنَهُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتاً وَكُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنَى بِهِ عَنِ الْمَاءِ، وَالْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ؛ فَمَا طَابَ سَقْيُهُ طَابَ غَرْسُهُ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهُ وَمَا خَبُثَ سَقْيُهُ خَبُثَ غَرْسُهُ وَأَمَرَّتْ ثَمَرَتُهُ۔

کوئی ان پر سبقت نہیں کر سکتا۔[1] ہر قوم کے پیش رو کا فرض ہے کہ اپنے پیروؤں سے سچ کہے اور اپنی عقل کو حاضر رکھے اور آخرت کو دوست رکھے، کیونکہ وہ وہیں سے آیا ہے اور وہیں اسے واپس جانا ہے۔ پس جس نے دل کی آنکھ کھولی، اس نے ازروئے بینائی کام انجام دیا۔ عمل کے آغاز میں وہ جان لیتا ہے کہ یہ کام مفید ہے یا مضر؟ اگر مفید سمجھتا ہے تو انجام دیتا ہے، اگر ضرر کا پہلو دیکھتا ہے تو باز رہتا ہے۔ کیونکہ بغیر علم کے عمل کرنے والا اس مسافر کی طرح ہے جو غلط راستے پر چل رہا ہو، جتنا جتنا راستہ طے کرتا جائے گا، منزل مقصود سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اور علم کی روشنی میں عمل کرنے والا راہِ راست پر چلنے والے کی طرح ہے، پس شخص بینا کے لیے لازم ہے کہ وہ یہ دیکھتا رہے کہ ٹھیک راستے پر جا رہا ہے یا بے راہ ہو گیا ہے۔

جان لو! ہر ظاہر و آشکار کے لیے ایک باطن اور پنہاں بھی ہوتا ہے، اگر ظاہر پاک اور پاکیزہ ہے تو باطن بھی طیب اور مطہر ہوگا اور اگر ظاہر خبیث اور بد ہے۔ تو باطن بھی زشت اور ناپاک ہوگا، (اسی لیے) جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ خدا بندے کو دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل (حرام و حلام) کو جانتا ہے اور (کبھی) عمل (نیک) کو دوست رکھتا ہے اور اس کے عامل کو ناپسند کرتا ہے اور جان لو کہ ہر عمل کے لیے ایک گیاہ ہے اور کوئی گیاہ بھی پانی سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اور پانی کئی طرح کا ہوتا ہے، پس جو درخت اچھے پانی سے سیراب ہوتا ہے اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور جو خراب پانی استعمال کرتا ہے اس کا درخت خراب اور میوہ تلخ ہوتا ہے۔

---

[1] اس لیے کہ یہ خاموشی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔

۱۵۴- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ____________ خطبہ:

شپّرہ (چمگاوڑ)

حضرت کا ایک بے مثال خطبہ جس میں "چمگاڈر" کی تخلیق میں قدرت خدا کا جلوہ دکھایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ انْحَسَرَتِ الْاَوْصَافُ عَنْ کُنْہِ مَعْرِفَتِہٖ، وَرَدَعَتْ عَظَمَتُہُ الْعُقُوْلَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا اِلٰی بُلُوْغِ غَایَۃِ مَلَکُوْتِہٖ، ھُوَ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ، اَحَقُّ وَاَبْیَنُ مِمَّا تَرَی الْعُیُوْنُ، لَمْ تَبْلُغْہُ الْعُقُوْلُ بِتَحْدِیْدٍ فَیَکُوْنَ مُشَبَّھًا، وَلَمْ تَقَعْ عَلَیْہِ الْاَوْھَامُ بِتَقْدِیْرٍ فَیَکُوْنَ مُمَثَّلًا، خَلَقَ الْخَلْقَ عَلٰی غَیْرِ تَمْثِیْلٍ، وَلَا مَشُوْرَۃِ مُشِیْرٍ، وَلَا مَعُوْنَۃِ مُعِیْنٍ، فَتَمَّ خَلْقُہٗ بِاَمْرِہٖ وَاَذْعَنَ لِطَاعَتِہٖ، فَاَجَابَ وَلَمْ یُدَافِعْ، وَانْقَادَ وَلَمْ یُنَازِعْ۔

وَمِنْ لَطَائِفِ صَنْعَتِہٖ وَعَجَائِبِ حِکْمَتِہٖ، مَا اَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِکْمَۃِ فِیْ ھٰذِہِ الْخَفَافِیْشِ الَّتِیْ یَقْبِضُھَا الضِّیَاءُ الْبَاسِطُ لِکُلِّ شَیْءٍ، وَیَبْسُطُھَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِکُلِّ حَیٍّ، وَکَیْفَ عَشِیَتْ اَعْیُنُھَا عَنْ اَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِیْئَۃِ نُوْرًا تَھْتَدِیْ بِہٖ فِیْ مَذَاھِبِھَا، وَتَصِلَ بِعَلَانِیَۃِ بُرْھَانِ الشَّمْسِ اِلٰی مَعَارِفِھَا، وَرَدَعَھَا بِتَلَاْلُؤِ ضِیَائِھَا عَنِ الْمُضِیِّ فِیْ سُبُحَاتِ اِشْرَاقِھَا، وَاَکَنَّھَا فِیْ مَکَامِنِھَا عَنْ

اس خدا کی حمد جس اصل معرفت کے سامنے صفتیں ناکافی (اور بے کار) ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے عقلیں عاجز و درماندہ ہیں۔ اس کے ملکوت تک عقلوں کو راستہ نہیں ملتا — اللہ ہی واضح و نمایاں حق کا بادشاہ ہے۔ وہ نگاہوں سے دیکھی جانے والی چیزوں میں سب سے واضح حقیقت ہے۔ عقلیں اس کی حدبندی تک پہنچ نہیں سکتیں کہ کسی سے تشبیہ دے سکیں اور وہم کی وہاں تک رسائی نہیں کہ معین کر کے مثال دے سکیں۔ اس نے دنیا کو تمثیل (نمونے) اور کسی مشورہ دینے والے کے مشورے اور مددگار کی مدد کے بغیر پیدا کیا اور اپنے حکم سے خلقت کو مکمل کر دیا اور (کائنات مخلوق) اس کی اطاعت کے لیے تیار، اور حکم کو مان کر ردّ نہ کر سکی اور فرماں برداری میں ایک نے بھی جھگڑا نہ کیا۔

خدائے بزرگ و برتر کی لطیف صنعتوں اور عجیب حکمتوں میں سے ایک وہ ہے جو اس نے ہمیں چمگاڈروں کی صورت میں دکھائی ہے (دوسرے تمام حیوانات کے برعکس) کہ دن کی روشنی جو ہر آنکھ کو کھول دیتی ہے اس کی آنکھ بند کر دیتی ہے اور تاریکئ شب کہ ہر زندہ کی آنکھ بند کر دیتی ہے۔ چمگاڈر کی آنکھ کھول دیتی ہے۔ اس کی آنکھیں نیّرِ تاباں کے نور سے مدد لینے سے معذور ہیں جس سے راستہ دیکھتیں اور اپنے نفع کے مقامات تک پہنچتیں۔ خدا نے اسے نورِ خورشید کی روشنی میں چلنے سے

الذَّهَابِ فِي بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا، فَهِيَ مُسْدِلَةُ الْجُفُونِ بِالنَّهَارِ عَلَى أَحْدَاقِهَا، وَجَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجاً تَسْتَدِلُّ بِهِ فِي الْتِمَاسِ أَرْزَاقِهَا، فَلَا يَرُدُّ أَبْصَارَهَا إِسْدَافُ ظُلْمَتِهِ، وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهِ، فَإِذَا أَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا، وَبَدَتْ أَوْضَاحُ نَهَارِهَا، وَدَخَلَ مِنْ إِشْرَاقِ نُورِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِي وِجَارِهَا، أَطْبَقَتِ الْأَجْفَانَ عَلَى مَآقِيهَا، وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْهُ مِنَ الْمَعَاشِ فِي ظُلَمِ لَيَالِيهَا

روک دیا، اور اس کی روشنی پھیلنے کے وقت اسے، اس کے مسکن میں پنہاں کر دیا، دن میں وہ اپنی آنکھوں پر، پلکوں کا پردہ ڈالے رہتا ہے اور شب (کی تاریکی کو) چراغ قرار دیتا ہے کہ اسی کی مدد سے روزی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے، رات کی گہری سیاہی اس کے دیکھنے میں مانع نہیں ہوتی، (ہر چیز صاف اور روشن نظر آتی ہے) اور تاریکی شب کی شدت میں رہروی سے کوئی چیز اسے باز نہیں رکھتی، پس جب خورشید اپنے رُخ سے تاریکیٔ شب کا پردہ اٹھاتا ہے اور دن کی روشنی ہویدا ہوتی ہے اور اس کی روشنی خانۂ سوسمار تک جا پہنچتی ہے تو یہ اپنی آنکھوں پر، پلکوں کا پردہ ڈال لیتا ہے۔ اور تاریکی شب میں جو کچھ اندوختہ کیا تھا اس پر قناعت کرتا ہے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَاراً وَمَعَاشاً، وَالنَّهَارَ سَكَناً وَقَرَاراً، وَجَعَلَ لَهَا أَجْنِحَةً مِنْ لَحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الطَّيَرَانِ، كَأَنَّهَا شَظَايَا الْآذَانِ غَيْرَ ذَوَاتِ رِيشٍ وَلَا قَصَبٍ، إِلَّا أَنَّكَ تَرَى مَوَاضِعَ الْعُرُوقِ بَيِّنَةً أَعْلَاماً، لَهَا جَنَاحَانِ لَمْ يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا، وَلَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا، تَطِيرُ وَوَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا، لَاجِئٌ إِلَيْهَا، يَقَعُ إِذَا وَقَعَتْ، وَيَرْتَفِعُ إِذَا ارْتَفَعَتْ، لَا يُفَارِقُهَا حَتَّى تَشْتَدَّ أَرْكَانُهُ، وَيَحْمِلَهُ لِلنُّهُوضِ جَنَاحُهُ، وَيَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهِ وَمَصَالِحَ نَفْسِهِ۔

پس پاک ہے وہ خدا جس نے رات کو اس کے لیے دن، اور وسیلۂ معاش بنایا اور دن کو سبب استراحت و آرام قرار دیا، خدا نے اسے گوشت کے بازو عطا کیے۔ اڑتے وقت وہ انہی کے سہارے بلند ہو جاتا ہے، یہ بازو اتنے نرم ہیں جیسے (انسان کی) کان کی لَو۔ جن میں نہ ہڈی ہے نہ پَر، مگر رگوں کے مقامات صاف دیکھو گے۔ اس کے دو بازو ہیں، نہ اتنے نازک کہ پَر پھڑپھڑاتے وقت شگافتہ ہو جائیں، نہ اتنے سنگین اور وزنی کہ مانع پرواز ہوں، جب وہ پرواز کرتا ہے تو اس کا بچہ اس سے چمٹا رہتا ہے اور اس کی پناہ میں رہتا ہے۔ جب ماں بیٹھتی ہے، وہ بھی بیٹھ جاتا ہے، اور جب ماں پرواز کرتی ہے تو وہ بھی اُڑنے لگتا ہے، وہ ماں سے جدا نہیں ہوتا، تا آنکہ اس کے اعضا قوت پکڑ لیں اور اس کے بازو اُڑنے کے لیے آمادہ ہو جائیں اور زندگی کے راستے سے وہ واقف نہ ہو جائے اور اپنی بھلائی پہچاننے نہ لگے۔

فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ۔

پس پاک ہے وہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا کہ اس کی تخلیق بغیر نمونہ ہے، جسے اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو!

اہلِ بصرہ سے

اس خطبہ میں امیرالمومنین نے راہِ ایمان و ایقان کی وضاحت فرمائی ہے، کہ بغیر اس کے علم کے نہ قدم صحیح سمت اٹھ سکتے ہیں، نہ قلب ایمانِ کامل کا مسکن بن سکتا ہے، اس خطبہ کی بصیرت افروز تصریحات زنگ شک دور کر دینے کے لیے بالکل کافی ہیں۔

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ، فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِيْ فَاِنِّيْ حَامِلُكُمْ ـ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ، وَمَذَاقَةٍ مَرِيْرَةٍ۔ وَاَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَاْيُ النِّسَآءِ وَضِغْنٌ غَلَا فِيْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ، وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِيْ مَا اَتَتْ اِلَيَّ لَمْ تَفْعَلْ، وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى، وَالْحِسَابُ عَلَى اللّٰهِ۔

اس فتنے کے موقع پر جس سے اطاعت خدا ہو سکتی ہو وہ ضرور بجا لائے۔ اگر اس وقت تم نے میری اطاعت کی تو انشاء اللہ میں تمہیں جنت کے راستے پر لا ڈالوں گا۔ چاہے اس میں کتنی ہی سخت محنت اور (کتنا ہی) کڑوا مزا چکھنا پڑے۔ لیکن وہ معظمہ، تو ان پر نسوانی ذہنیت کا قبضہ ہو گیا ہے اور ان کے دل میں دشمنی اس طرح جوش کھا رہی ہے جیسے لوہار کی پتیلی۔ اگر انھیں اسی اقدام کے لیے میرے علاوہ کسی اور کے مقابلے میں بلایا جاتا تو کبھی نہ آتیں (اس کے باوجود) ان کی وہی سابقہ عزت ہے، رہا فیصلہ، تو وہ خدا کے سپرد ہے۔

مِنْهُ ــــــــــــ اسی خطبے کا ایک حصّہ

سَبِيْلٌ اَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ اَنْوَرُ السِّرَاجِ فَبِالْاِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحَاتِ، وَبِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْاِيْمَانِ وَبِالْاِيْمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ، وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ، وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا،

راہِ ایمان روشن ترین راہ ہے، چراغ سے تاباں تر، ایمان ہی کے ذریعہ کردار شائستہ اور عمل صالح حاصل ہوتا ہے اور عمل صالح ایمان کامل کی طرف راہ نمائی کرتا ہے[1]۔ ایمان سے علم و دانائی کا گھر آباد ہوتا ہے اور علم ہی کے باعث موت کا خوف پیدا ہوتا ہے[2]۔ موت کے اثر سے دنیا ختم ہو جاتی ہے[3]۔

[1] اعمال صالحہ ثمرۂ ایمان ہیں اور نتیجے ہیں اعمال صالحہ کا صدور اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان اسکے دل میں موجود ہے (ن طہران ۲۸۰) [2] اس لیے کہ علم انسان کی رہنمائی، اعمال کی جزا د

وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْآخِرَةُ، وَبِالْقِيَامَةِ تُزْلَفُ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَتُبَرَّزُ الْجَحِيْمُ لِلْغَاوِيْنَ، وَإِنَّ الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ، مُرْقِلِيْنَ فِيْ مِضْمَارِهَا إِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوٰى۔

دنیا سے آخرت کی حفاظت کی جاتی ہے، بلاشبہ قیامت سے بچنے کے لیے مخلوق کے پاس کوئی جائے رہائی نہیں (کہ سب ہی کو وہاں جمع ہونا پڑے گا) دراں حالیکہ لوگ اس میدان (قیامت) کی طرف آخری منزل تک پہنچنے کے لیے تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

مِنْهُ ۔

(اسی خطبہ کا ایک حصہ)

قَدْ شَخَصُوْا مِنْ مُسْتَقَرِّ الْأَجْدَاثِ وَصَارُوْا إِلٰى مَصَائِرِ الْغَايَاتِ، لِكُلِّ دَارٍ أَهْلُهَا، لَا يَسْتَبْدِلُوْنَ بِهَا، وَلَا يُنْقَلُوْنَ عَنْهَا، وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ خُلُقِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ، وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ وَالرِّيُّ النَّاقِعُ وَالْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ، لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ، وَلَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ وَلَا تُخْلِقُهُ كَثْرَةُ الرَّدِّ وَوُلُوْجُ السَّمْعِ، مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ سَبَقَ۔

(قیامت کے دن) لوگ قبروں سے باہر نکل کر آخری منزل (بہشت یا دوزخ) کی طرف روانہ ہوں گے، اور ہر گھر (بہشت یا دوزخ) کے لیے اس کے اہل (مستحق) ہیں جو اسے دوسرے گھر سے بدل نہیں سکتے، (جنتی دوزخ میں، اور دوزخی جنت میں نہیں جا سکتے) اور نہ اس گھر سے باہر نکل سکتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مخلوق کے وہ دو صفات ہیں کہ خدا کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہیں، یہ دونوں باتیں موت سے قریب نہیں کرتیں، اور روزی کو کم نہیں کرتیں[3]۔ تمہیں چاہیئے کہ کتاب خدا (قرآن) کی طرف مراجعت کرو، اس لیے کہ کتاب خدا رسنِ استوار ہے، (جو ٹوٹ نہیں سکتی) اور نورِ آشکار ہے، (کہ جس پر تاریکی غالب نہیں آسکتی) اور شفاء مفید ہے، اور (تشنۂ علوم و معارف کے لیے) پیاس کو سیرابی ہے، جو اس سے تمسک کرے۔ اس کے لیے حفاظت جو اس سے متعلق ہو جائے اس کے لیے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں کہ اسے سیدھا کیا جائے، اس میں گمراہی نہیں کہ اسے راہ راست پر لایا جائے۔ اور (زبانوں پر) اس کی زیادہ تکرار اور (کانوں سے) اسے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۳) سزا کی طرف کرتا ہے، معاد کی حقیقت روشن ہوتی ہے اور انسان موت کی یاد سے غافل نہیں ہونے پاتا۔ سے قبر: دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی منزل ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) لہ سعید و نیک بخت در بہشت جاوید، دشقی و بدبخت در آتش دوزخ۔ (ن طران ۔ صت ۴۸)

سہ اس لیے موت اور روزی کا تعلق مقدر سے ہے۔

سے زیادہ سننا کہنہ نہیں کرتا، جو اس کے ذریعہ بات کرے وہ راست گو ہے، جو اس کی پیروی کرے (بہشت جاوید حاصل کرنے میں) آگے نکل جائے، (یعنی نجات حاصل کرے)

وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، وَقَالَ أَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ؟ وَهَلْ سَأَلْتَ عَنْهَا رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ؛ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ: "الٓمٓ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ" عَلِمْتُ أَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَرَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هٰذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِي أَخْبَرَكَ اللهُ بِهَا؟ فَقَالَ: يَا عَلِيُّ إِنَّ أُمَّتِي سَيُفْتَنُونَ مِنْ بَعْدِي". فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَيْسَ قَدْ قُلْتَ لِي يَوْمَ أُحُدٍ حَيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَحِيزَتْ عَنِّي الشَّهَادَةُ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ، فَقُلْتَ لِي "أَبْشِرْ فَإِنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ وَرَائِكَ"؟

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: ہمیں بتائیے کہ فتنہ کیا ہے؟ اور کیا آپ نے رسول اللہؐ سے اس سلسلے میں کچھ پوچھا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا، جب آیۂ "الٓمٓ۔ احسب النّاس ..... (الٓمٓ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ "ہم ایمان لائے" کہنے سے آزمائے نہ جائیں گے اور یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے؟) تو میں نے یہ سمجھ کر کہ آنحضرتؐ کے ہوتے ہوئے ہماری آزمائش ضرور ہو گی، میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ اس "فتنہ" سے کیا مراد ہے جس کی خبر خدا نے دی ہے؟ فرمایا: یا علی! میری امت میرے بعد آزمائی جائے گی" میں نے کہا: کیا وہ بات اب بھی ہے جو آپ نے احد کے دن شہید ہونے والوں کو دیکھ کر میری پریشانی اور شہادت نصیب نہ ہونے کی الجھن دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ "بشارت ہو کہ اس کے بعد تمھاری شہادت ہے"!

فَقَالَ لِي - إِنَّ ذٰلِكَ لَكَذٰلِكَ فَكَيْفَ صَبْرُكَ إِذًا؟ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، لَيْسَ هٰذَا مِنْ مَوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَلٰكِنْ مِنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرٰى وَالشُّكْرِ -

حضرتؐ نے جواب دیا کہ: ہاں یہ تو اسی طرح ہوگا، مگر اس وقت تمھارے صبر کی کیا حالت ہو گی؟ میں نے عرض کی: کہ حضورؐ یہ صبر کے مقامات میں سے ہے یا بشارت و شکر کی جگہ؟

وَقَالَ: يَا عَلِيُّ إِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُونَ بَعْدِي بِأَمْوَالِهِمْ وَيَمُنُّونَ بِدِينِهِمْ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهُ، وَيَأْمَنُونَ سَطْوَتَهُ، وَيَسْتَحِلُّونَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيذِ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ وَالرِّبَا بِالْبَيْعِ -

اور آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علی یہ قوم اپنے مال کے ذریعے آزمائی جائے گی اور یہ لوگ خدا پر اپنے دین کا احسان رکھیں گے اور رحمت کی آرزو کریں گے۔ اس کے غضب سے بےخوف ہونگے۔ جھوٹے شبہوں کے سہارے اور بھول جانے والی خواہشوں کے برتنے پر حرام کو حلال کر دیں گے۔ وہ آب انگور وغیرہ کو حلال

کر کے "شراب" کو حلال کردیں گے اور مال حرام (رشوت) لے کر "ہدیہ" نام رکھیں گے۔ اور سود کو تجارت کہیں گے۔

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ بِاَيِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؛ اَبِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ؟ فَقَالَ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ"!

مَیں نے کہا: یا رسول اللہ میں اس وقت ان لوگوں کو کس منزل میں مانوں، کیا فتنہ سمجھوں؟ - (م ح)

۱۵۶ - ومن خطبة له علیه السّلام ——— خطبہ

توشۂ آخرت کی تیاری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِذِکْرِهٖ وَ سَبَبًا لِلْمَزِیْدِ مِنْ فَضْلِهٖ وَ دَلِیْلًا عَلٰی اٰلَآئِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ۔

عِبَادَ اللّٰهِ!

اِنَّ الدَّهْرَ یَجْرِیْ بِالْبَاقِیْنَ کَجَرْیِهٖ بِالْمَاضِیْنَ، وَلَا یَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰی مِنْهُ، وَلَا یَبْقٰی سَرْمَدًا مَا فِیْهِ، اٰخِرُ فَعَالِهٖ کَاَوَّلِهٖ مُتَسَابِقَةٌ اُمُوْرُهٗ، مُتَظَاهِرَةٌ اَعْلَامُهٗ، فَکَاَنَّکُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْکُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَیْرِ نَفْسِهٖ تَحَیَّرَ فِی الظُّلُمَاتِ وَارْتَبَکَ فِی الْهَلَکَاتِ، وَ مَدَّتْ بِهٖ شَیَاطِیْنُهٗ فِیْ طُغْیَانِهٖ، وَ زَیَّنَتْ لَهٗ سَیِّئَ اَعْمَالِهٖ، فَالْجَنَّةُ غَایَةُ السَّابِقِیْنَ، وَالنَّارُ غَایَةُ الْمُفَرِّطِیْنَ۔

ہر قسم کی حمد و ثنا اسی اللہ کے لیے ہے جس نے حمد و سپاس گزاری کو اپنی یاد آوری کی کلید اور افزونیٔ احسان و بخشش کا وسیلہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا رہبر قرار دیا،

بندگانِ خدا ——— !

یہ دنیا موجودہ لوگوں کے ساتھ بھی اسی طرح گزرے گی جس طرح گزرے ہوئے لوگوں کے ساتھ گزرا، جو کچھ چلا گیا (یعنی زندگانیٔ رفتہ) وہ واپس نہیں آئے گا، اور جو کچھ ہے (خوشی اور بدی) ہمیشگی اور پائداری کا حامل نہیں ہے، اس کا آخری کام پہلے کام (جور و ستم) کی طرح ہے، اس کے مصائب مسلسل ہیں، اس کے حوادث ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ وہ تم کو وقت کے ذریعہ اس طرح ہنکا رہا ہے جس طرح ہنکانے والا ان سانڈنیوں کو ہنکاتا ہے، جن کا دودھ سوکھ چکا ہو[1]۔ جس شخص نے اپنے کو اپنے نفس کے علاوہ دوسرے کام میں مشغول کر دیا، وہ بدبختی کی تاریکی میں سرگرداں ہو گیا، اور ہلاکت میں پھنس گیا۔ اس کے گمراہ کرنے والے شیطانوں نے اسے سرکشی پر آمادہ کیا اور اس کے بُرے کردار کو اس کی نگاہوں میں پسندیدہ بنا دیا، پس (عبادت کو نیک اعمال کے ساتھ) آگے بڑھنے کی آخری منزل جنت ہے اور افراط کرنے والوں (اور

---

[1] مانند راندن ساربانِ شتر بائیش را کہ ہفت ماہ از زائیدن آنہا گذشتہ و شیر شاں خشک شدہ و اینگونہ شتر بار از براثر سبکی آنہا بسختی و تندی میرانند، بخلاف شتر ہائے کہ در ماہ ہائے آخر آبستن می باشند کہ آنہا را از روئے مہربانی بآہستگی می برند (ن تہران)

گناہگاروں کی انتہا دوزخ ہے۔

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ!

اِنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ، وَالْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيْلٍ، لَا يَمْنَعُ اَهْلَهُ، وَلَا يُحْرِزُ مَنْ لَجَأَ اِلَيْهِ- اَلَا! وَبِالتَّقْوٰى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا، وَبِالْيَقِيْنِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى۔

بندگانِ خدا جان لو!

تقویٰ باعزت چار دیواری کا مضبوط گھر ہے اور بدکرداری ذلیل چار دیواری کا مکان جو اپنے رہنے والے کو بلا و سختی سے بچا نہیں سکتی، جو اس سے پناہ کا طالب ہوتا ہے، اسے پناہ نہیں دے سکتی، یہ بات جان لو کہ تقویٰ کے ذریعہ سے گناہوں کے نیش زہردار کو دور کیا جا سکتا ہے اور یقین (یعنی خدا اور رسول پر ایمان) کے ذریعے سے انتہائی بلند مرتبہ (بہشت جاوید) حاصل کیا جا سکتا ہے۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اَللّٰهَ اَللّٰهَ!

فِيْ اَعَزِّ الْاَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَاَحَبِّهَا اِلَيْكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيْلَ الْحَقِّ وَاَنَارَ طُرُقَهُ، فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ اَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ، فَتَزَوَّدُوْا فِيْ اَيَّامِ الْفَنَاءِ لِاَيَّامِ الْبَقَاءِ قَدْ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ، وَاُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَحُثِثْتُمْ عَلَى السَّيْرِ فَاِنَّمَا اَنْتُمْ كَرَكْبٍ وُقُوْفٍ لَا تَدْرُوْنَ مَتٰى تُؤْمَرُوْنَ بِالسَّيْرِ۔

بندگانِ خدا!

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، نفس کے معاملہ میں جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے — کیونکہ خدا نے تمہارے لیے دینِ حق کو آشکار کر دیا اور اس کے راستوں کو روشن کر دیا، پس اب ابدی شقاوت و بدبختی ہے، یا دائمی سعادت و خوش قسمتی، اس عالم فانی میں عالم باقی کے لیے توشہ مہیا کرو، تمہیں توشہ بتا دیا گیا ہے اور کوچ کا حکم دے دیا گیا ہے اور سفر کے لیے تیار کر لیا گیا ہے، پس تم اس کارواں کی طرح ہو جس نے (چند لمحوں کے لیے) کمر کھولی ہے، تم نہیں جانتے کب تمہیں کوچ اور کمربندی کا حکم دے دیا جائے۔

اَلَا فَمَا يَصْنَعُ بِالدُّنْيَا مَنْ خُلِقَ لِلْاٰخِرَةِ؟ وَمَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا قَلِيْلٍ يُسْلَبُهُ، وَتَبْقٰى عَلَيْهِ تَبِعَتُهُ وَحِسَابُهُ؟

دیکھو تو! دنیا سے اس شخص کو کیا مطلب، جو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ اور مال سے اسے کیا واسطہ جو جلد ہی چھین لیا جائے گا اور (صرف) اس کا حساب کتاب ہی باقی رہ جائے گا۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّهُ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللّٰهُ مِنَ الْخَيْرِ مَتْرَكٌ، وَلَا فِيْمَا نَهٰى عَنْهُ مِنَ الشَّرِّ مَرْغَبٌ- عِبَادَ اللّٰهِ! احْذَرُوا الْيَوْمَ تُفْحَصُ فِيْهِ الْاَعْمَالُ، وَيَكْثُرُ فِيْهِ الزِّلْزَالُ-

اللہ کے بندو! خدا نے خیر کا جو وعدہ کیا ہے اس میں ترک کی گنجائش نہیں ہے، اور جس عقاب سے اس نے منع کیا ہے، اس میں لیت و لعل کی جگہ نہیں، خدا کے بندو! اس دن سے ڈرو۔ جس روز اعمال کی تحقیق کی جائے گی، زلزلوں کی کثرت ہوگی۔

اِعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ، اِنَّ عَلَيْكُمْ رَصَدًا مِنْ اَنْفُسِكُمْ، وَعُيُوْنًا مِنْ جَوَارِحِكُمْ وَحُفَّاظَ صِدْقٍ يَحْفَظُوْنَ اَعْمَالَكُمْ، وَعَدَدَ اَنْفَاسِكُمْ، لَا تَسْتُرُكُمْ مِنْهُمْ ظُلْمَةُ لَيْلٍ دَاجٍ وَلَا يُكِنُّكُمْ مِنْهُمْ بَابٌ ذُوْ رِتَاجٍ، وَاِنَّ غَدًا مِنَ الْيَوْمِ الْقَرِيْبُ۔

يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيْهِ، وَيَجِيءُ الْغَدُ لَاحِقًا بِهِ، فَكَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنَ الْاَرْضِ مَنْزِلَ وَحْدَتِهِ وَمَخَطَّ حُفْرَتِهِ، فَيَا لَهُ مِنْ بَيْتِ وَحْدَةٍ، وَمَنْزِلِ وَحْشَةٍ، وَمُفْرَدِ غُرْبَةٍ!

وَكَاَنَّ الصَّيْحَةَ قَدْ اَتَتْكُمْ وَالسَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ، وَبَرَزْتُمْ بِفَصْلِ الْقَضَاءِ قَدْ زَاحَتْ عَنْكُمُ الْاَبَاطِيْلُ، وَاضْمَحَلَّتْ عَنْكُمُ الْعِلَلُ، وَاسْتَحَقَّتْ بِكُمُ الْحَقَائِقُ وَصَدَرَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ مَصَادِرَهَا، فَاتَّعِظُوْا بِالْعِبَرِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْغِيَرِ، وَانْتَفِعُوْا بِالنُّذُرِ،

اور بچوں پر دہشت کے باعث) بڑھاپا طاری ہو جائے گا۔

بندگان خدا! یہ سمجھ لو کہ، خود تمہارے نفوس تمہاری گھات میں ہیں، تمہارے اعضا تمہارے جاسوس اور سچی یاد رکھنے والے وہ ہیں جو تمہارے کردار و رفتار اور سانسوں کی تعداد کو یاد رکھیں گے، رات کی تاریکی تمہیں ان سے چھپا نہیں سکتی، اور نہ کوئی بند دروازہ تم کو ان سے مخفی رکھ سکتا ہے، بلاشبہ آنے والا کل آج کے دن سے قریب ہے!

آج کا دن ان تمام باتوں کے ساتھ جو اس میں ہیں گزر جائے گا۔ اور کل کا دن تیزی کے ساتھ نمودار ہو جائے گا، گویا تم میں سے ہر ایک زمین کے نیچے تنہا مکان اور کنج لحد میں پہنچ چکا ہے کتنا ہولناک ہے وہ تنہا گھر، وہ منزل وحشت اور مسافرت کا تنہا مقام!

گویا حشر کی گونج تم تک پہنچ چکی، قیامت تم پر طاری ہو گئی اور تم فیصلۂ اعمال کے لئے نکل آئے — ! باطل تم سے دور ہو چکا کمزور اور مہمل عذر ختم ہو چکے۔ حقائق تم پر ثابت ہو گئے، امور تفضلانے تم کو اپنے گھاٹ (انتہا) تک پہنچا دیا، پس عبرت سے نصیحت حاصل کرو اور انقلاب روزگار سے اعتبار کا سبق لو اور عذاب الٰہی سے ڈرانے والی چیزوں سے نفع حاصل کرو۔

بعثت نبیؐ —— مدح قرآن —— بنی امیّہ

اَرْسَلَهُ عَلَى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ، وَانْتِقَاضٍ مِنَ الْمُبْرَمِ، فَجَاءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالنُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهِ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ وَلَنْ يَنْطِقَ، وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ- اَلَا إِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَاْتِيْ، وَالْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِيْ وَدَوَاءَ دَائِكُمْ وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ.

رسولوں کے درمیانی وقفے کے موقع پر حضرتؐ کو بھیجا جبکہ اُمتیں ایک مدت سے خوابِ (غفلت) میں تھیں اور مضبوط (احکام) ٹوٹ رہے تھے، تو حضرتؐ ان لوگوں میں اپنے ساتھ گواہی لے کر تشریف لائے جو قابلِ اقتدا نور ہے اور وہ قرآن ہے اس سے بولنے کی درخواست کرو، تو وہ نہ بولے گا، ہاں اس کے معانی و مطالب کی خبر دی جائے گی (حاملین قرآن اہل بیت مطلب بتائیں گے) یاد رکھو! اس قرآن میں مستقبل کا علم ہے۔ ماضی کا تذکرہ ہے۔ تمھارے امراض کا علاج اور تمھاری درمیانی (بدنظمی) کی ترتیب و تنظیم ہے۔

مِنْهَا: ——————— اسی کا ایک حصّہ

فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا وَاَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ تَرْحَةً، وَاَوْلَجُوْا فِيْهِ نِقْمَةً، فَيَوْمَئِذٍ لَا يَبْقٰى لَهُمْ فِي السَّمَاءِ عَاذِرٌ، وَلَا فِي الْاَرْضِ نَاصِرٌ،

اُس زمانے میں تو اینٹ کا مکان اور اون کا (خیمہ) بھی ایسا نہ باقی ہوگا کہ جس میں ظلم و ستم کے بانیوں کی سختیاں نہ پہنچ چکی ہوں اور ان کے مظالم نہ گھس گئے ہوں۔ اس وقت نہ آسمان (بارگاہ الٰہی) میں ان کا کوئی عذر باقی رہا ہوگا نہ زمین پر کوئی مددگار۔

اَصْفَيْتُمْ بِالْاَمْرِ غَيْرَ اَهْلِهِ، وَاَوْرَدْتُمُوْهُ غَيْرَ مَوْرِدِهِ، وَسَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِمَّنْ ظَلَمَ- مَأْكَلًا بِمَأْكَلٍ، وَمَشْرَبًا بِمَشْرَبٍ مِنْ مَطَاعِمِ الْعَلْقَمِ، وَمَشَارِبِ الصَّبِرِ وَالْمَقِرِ، وَلِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ وَدِثَارِ السَّيْفِ، وَإِنَّمَا هُمْ مَطَايَا

تم نے غیر مستحق کا انتخاب کیا اور (خلافت) کو نامناسب جگہ پر رکھا۔ اور خدا حکم کرنے والے سے بہت جلد بدلہ لے گا۔ کھانے کا کھانے اور پینے کا پینے سے۔ کھانے کو ایلوا اور پینے کو حد سے زیادہ تلخ اور کڑوا پانی ملے گا، پہننے کو خوف اور تلوار کا لباس۔ وہ لوگ (بنی امیہ) غلطیوں کی سواری ہیں اور گناہوں کا بوجھ۔

الْخَطِيئَاتِ، وَذَوَامِلُ الْآثَامِ،
فَأُقْسِمُ ثُمَّ أُقْسِمُ لَتَنْخَمَنَّهَا أُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِي كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ، ثُمَّ لَا تَذُوقُهَا وَلَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا أَبَداً مَا كَرَّ الْجَدِيدَانِ۔

تو میں قسم پر قسم کھاتا ہوں کہ بنی امیہ خلافت کو میرے بعد اس طرح پھینک دیں گے، جس طرح آپ بینی۔ اور اس کے بعد پھر یہ مزہ ان کو قیامت تک چکھنا نصیب نہ ہوگا۔

(۲۲)

۱۵۸- ومن خطبة له علیه السّلام ——— خطبہ

اچھّا ہم نشین

وَلَقَدْ أَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ، وَأَحَطْتُ بِجُهْدِي مِنْ وَرَائِكُمْ وَأَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رِبَقِ الذُّلِّ، وَحَلَقِ الضَّيْمِ شُكْراً مِنِّي لِلْبِرِّ الْقَلِيلِ، وَإِطْرَاقاً عَمَّا أَدْرَكَهُ الْبَصَرُ، وَشَهِدَهُ الْبَدَنُ مِنَ الْمُنْكَرِ الْكَثِيرِ۔

اور میں نے تمہارا پڑوس اچھا بنایا، اور اپنی کوشش بھر تمہارے پس پشت (تمہیں جتلائے بغیر) تمہاری حفاظت میں اپنی پوری کوشش صرف کردی، اور تمہیں ذلت و خواری کی جکڑ بندیوں اور ظلم وستم کے حلقوں سے رہائی دلائی۔ یہ تمہاری معمولی سی نیکی کا شکر وسپاس تھا، اور تمہاری بہت زیادہ زشت کاری سے چشم پوشی اور درگزر (جسے میں نے دیکھا اور جو میرے سامنے واقع ہوئی)

۱۵۹- ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ــــــــــــــــ خطبہ

حمد وصفات باری تعالیٰ

أَمْرُهُ قَضَاءٌ وَحِكْمَةٌ، وَرِضَاهُ أَمَانٌ وَرَحْمَةٌ، يَقْضِي بِعِلْمٍ، وَيَعْفُو بِحِلْمٍ۔

اس کا حکم حتمی اور حکمت خیز، اس کی خوشی امان اور مہربانی، وہ علم کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے، اور حلم کی بنا پر معاف فرماتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا تَأْخُذُ وَتُعْطِي، وَعَلَى مَا تُعَافِي وَتَبْتَلِي، حَمْداً يَكُونُ أَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَأَحَبَّ الْحَمْدِ إِلَيْكَ، وَأَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ، حَمْداً يَمْلَأُ مَا خَلَقْتَ، وَيَبْلُغُ مَا أَرَدْتَ، حَمْداً لَا يُحْجَبُ عَنْكَ، وَلَا يُقْصَرُ دُونَكَ، حَمْداً لَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهُ، وَلَا يَفْنَى مَدَدُهُ، فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ إِلَّا أَنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ حَيٌّ قَيُّومٌ لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ۔ لَمْ يَنْتَهِ إِلَيْكَ نَظَرٌ، وَلَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ، أَدْرَكْتَ الْأَبْصَارَ، وَأَحْصَيْتَ الْأَعْمَالَ، وَأَخَذْتَ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ وَمَا الَّذِي نَرَى مِنْ خَلْقِكَ وَنَعْجَبُ لَهُ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصِفُهُ مِنْ عَظِيمِ سُلْطَانِكَ وَمَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ، وَقَصُرَتْ أَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَانْتَهَتْ عُقُولُنَا دُونَهُ، وَحَالَتْ سُتُورُ الْغُيُوبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ أَعْظَمُ

اے اللہ تیری حمد تیرے (انعام) مرحمت فرمانے اور (نعمتوں کے) واپس لینے، صحت وعافیت، اور آزمائش میں مبتلا کرنے پر۔ وہ حمد (کرتا ہوں) جو تیری بارگاہ (میں پیش ہونے والی تعریفوں) میں سب سے زیادہ رضامندی کا سبب ہو، اور تیرے نزدیک سب سے افضل ہو۔ وہ حمد کہ تیری کائنات اس سے لبریز ہو جائے اور جہاں تک تو چاہے وہاں تک پہنچے۔ وہ حمد، جو تجھ سے محجوب (ناقابل رسائی) اور تیری بارگاہ میں رو کی نہ جائے۔ وہ حمد جس کا شمار ختم نہ ہو، اور اس کی مدد (سلسلۂ ثنا گستری) فنا نہ ہو۔

ہم تیری عظمت کی حقیقت نہیں جانتے، ہمیں تو فقط اتنا معلوم ہے کہ تو حی وقیوم ہے، نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ نہ نگاہیں تجھ تک پہنچ سکتی ہیں، نہ بصارتیں تجھے پا سکتی ہیں۔ تو نے دوسروں کی بصارتیں دیکھ لیں۔ عمروں کا شمار کر لیا اور (انسانوں کو) پیشانیوں اور قدموں (گردن) سے پکڑ لیا (کہ تجھ سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے)

تیری خلقت میں وہ کیا چیز ہے جسے ہم دیکھیں؟ دیکھنے تو خالق ہے جب ہم مخلوقات کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے)

اور تیری کس قدر پر تعجب کریں؟ اور کس بات کو تیری شاہی و اقتدار سمجھ کر تعریف کریں۔ حالانکہ جو چیزیں ہماری نگاہ سے اوجھل اور بصارتوں کی رسائی جن تک نہ ہوسکی، اور عقلیں جہاں تک پہنچنے سے عاجز رہ گئیں، اور غیب (خداوندی) کے پردے ہمارے اور ان کے درمیان پڑے ہوئے ہیں وہ اُن (نظر آنے والی چیزوں) سے کہیں بڑی ہے۔

فمن فرغ قلبه واعمل فكره ليعلم كيف اقمت عرشك؟ وكيف ذرأت خلقك؟ وكيف علقت في الهواء سمواتك وكيف مددت على مور الماء ارضك۔ رجع طرفه حسيرا وعقله مبهورا وسمعه والها وفكره حائرا۔

جس نے اپنا دل (ماسوا سے) خالی کرلیا، فکر و نظر سے کام لیا، اور یہ سمجھنا چاہا کہ تو نے اپنے عرش کو کیسے قائم کیا اور زمین کی طوفان خیز موجوں پر زمین کا فرش کیسے بچھایا۔ اس کی نگاہ تھک کے پلٹی، اور عقل شکست کھا گئی اور قوت شنوائی سلب، اور سوچنے کی قوت حیران ہوگئی۔

(م ح)

منها ———— اسی خطبے کا حصہ

پیغمبروں کی سیرت

يدعي بزعمه انه يرجو الله۔ كذب والعظيم! ما باله لا يتبين رجاؤه في عمله؟ الا رجاء الله فانه مدخول، وكل خوف محقق الا خوف الله فانه معلول، يرجو الله في الكبير ويرجو العباد في الصغير، فيعطي العبد ما لا يعطي الرب، فما بال الله جل ثناؤه يقصر به عما يصنع لعباده؟! اتخاف ان تكون في رجائك له كاذبا او تكون لا تراه للرجاء موضعا، وكذلك ان هو خاف عبدا

بندہ اپنے گمان میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رحمتِ خداوندی کا امیدوار ہے، لیکن بخدا اس کا یہ گمان سرتاسر غلط ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا کی رحمت کا جو امیدوار ہو، اس کے عمل اور کردار میں یہ جذبہ نمودار نہ ہو، جو شخص کسی چیز کا امیدوار ہوتا ہے، تو یہ امید اس کے کردار میں جھلکتی ہے، لیکن خدا سے جو امید ہے وہ مخلوط ہے، خالص نہیں ہے۔ ہر خوف نمایاں اور واضح ہے مگر خوف خدا، کہ وہ کمزور ہے۔ بندہ بڑی بات میں خدا سے امید فضل و کرم رکھتا ہے، لیکن چھوٹی چیزوں میں (اپنے جیسے) دوسرے بندوں کی طرف تکتا ہے، اس طرح وہ بندوں کو ایسی (عظمت) دیتا ہے جو خدا کو نہیں دیتا۔

مِنْ عَبِيْدِهٖ وَاَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهٖ مَا لَا يُعْطِيْ رَبَّهٗ، فَجَعَلَ خَوْفَهٗ مِنَ الْعِبَادِ نَقْدًا، وَخَوْفَهٗ مِنْ خَالِقِهٖ ضِمَارًا وَّ وَعْدًا، وَكَذٰلِكَ مَنْ عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِيْ عَيْنِهٖ وَكَبُرَ مَوْقِعُهَا مِنْ قَلْبِهٖ اٰثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ فَانْقَطَعَ اِلَيْهَا وَصَارَ عَبْدًا لَّهَا۔

اللہ کی شان کتنی بڑی ہے! کہ انسان اُس کے لیے اس امر میں کوتاہی کرتا ہے، جس کا اظہار دوسرے بندوں سے کرتا ہے. کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ بندہ سے جو امید کرو اس میں جھوٹے ٹھہرو، یا پھر اس کے سوا تم کوئی اور امید گاہ نہیں پاتے؟

اور اسی طرح بندہ اگر کسی دوسرے بندے سے ڈرتا ہے تو خوف و بیم کا وہ منظر دکھاتا ہے جو خدا کے لیے نہیں دکھاتا، اس طرح اس نے بندوں کے خوف کا سودا نقد کر لیا اور خدا کے خوف کا سودا ادھار کیا اور وعدے پر ٹالا اور اسی طرح جس کی نگاہ میں دنیا باعظمت ہوتی ہے، اور قلب میں اس کا درجہ بلند ہوتا ہے. وہ اسے خدا پر ترجیح دیتا ہے اور اسی کا ہو رہتا ہے۔ اسی کا بندہ بن جاتا ہے!

وَلَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ- كَافٍ لَّكَ فِي الْاُسْوَةِ، وَدَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰى ذَمِّ الدُّنْيَا وَعَيْبِهَا وَكَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَمَسَاوِيْهَا اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا، وَوُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا وَفُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وَزُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا وَاِنْ شِئْتَ۔

سیرتِ نبیؐ کی پیروی کرنا تمھارے لیے کافی ہے. مذمتِ دنیا اس کی رسوائیاں، برائیاں اور عیوب اور کثرت قبائح اس کی برائیوں کے لیے تمھارے واسطے دلیل اور برہان ہیں، اس لیے کہ اطرافِ دنیا (مال و متاع دنیا) آپ کی ذاتِ گرامی سے الگ کر لیے گئے اور اس کی وسعتیں اغیار و اجانب کے لیے پھیلا دی گئیں لذت دنیا دی آپ کی ذات سے اٹھا لی گئی۔ اس کی زینتوں اور زیبائشوں میں سے کوئی حصہ بھی آپ نے نہیں لیا۔

ثَنَّيْتُ بِمُوْسٰى كَلِيْمِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ- حَيْثُ يَقُوْلُ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ) وَاللّٰهِ مَا سَاَلَهٗ اِلَّا خُبْزًا يَّاْكُلُهٗ، لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ بَقْلَةَ الْاَرْضِ، وَلَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرٰى مِنْ شَفِيْفِ صِفَاقِ بَطْنِهٖ لِهُزَالِهٖ وَتَشَذُّبِ لَحْمِهٖ۔

دوسری مثال حضرت موسیٰؑ کی دیکھیے کہ انھوں نے عرض کیا تھا، اے خدا! میں ہر اچھائی میں جسے تو دیتا ہے تیرا ہی محتاج ہوں۔" اور خدا کی قسم موسیٰ نے اپنے رب سے صرف ایک نانِ جویں کا سوال کیا تھا، کیونکہ زیادہ تر آپ کی زندگی کا دارومدار سبزیوں پر تھا اور ناتوانی اور جلدِ شکم کے باریک ہو جانے کے سبب وہ سبزیاں برابر دکھائی دیتی تھیں۔

وَاِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوٗدَ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ-

اب تیسری مثال چاہو تو حضرت داؤدؑ کو دیکھو۔ جو صاحب

صَاحِبِ الْمَزَامِيرِ، وَقَارِئُ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَائِفَ الْخُوصِ بِيَدِهِ، وَيَقُولُ لِجُلَسَائِهِ: أَيُّكُمْ يَكْفِينِي بَيْعَهَا، وَيَأْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيرِ مِنْ ثَمَنِهَا۔

مزامیر اور اہلِ جنت کے قاری ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی چٹائیاں بُنا کرتے تھے اور اپنے صحابیوں سے کہا کرتے تھے کون ہے جو اس کے فروخت کرنے میں میری مدد کرے، پھر اس کی قیمت سے جَو کی روٹی کھاتے تھے۔

وَإِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ، وَيَلْبَسُ الْخَشِنَ، وَيَأْكُلُ الْجَشِبَ، وَكَانَ إِدَامُهُ الْجُوعَ، وَسِرَاجُهُ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ، وَظِلَالُهُ فِي الشِّتَاءِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، وَفَاكِهَتُهُ وَرَيْحَانُهُ مَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ لِلْبَهَائِمِ، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَلَا وَلَدٌ يَحْزُنُهُ، وَلَا مَالٌ يَلْفِتُهُ، وَلَا طَمَعٌ يُذِلُّهُ، دَابَّتُهُ رِجْلَاهُ، وَخَادِمُهُ يَدَاهُ۔

اگر چاہو تو میں حضرت عیسیٰؑ کی مثال بھی دوں، وہ پتھر کا تکیہ بناتے تھے، موٹے کپڑے پہنتے تھے اور موٹا کھانا کھاتے تھے۔ ان کی نوراک بھوک تھی، شب تاریک میں ان کا چراغ چاند کی روشنی اور موسم سرما میں ان کی پناہ گاہ، زمین کے مشرقی اور مغربی گوشے تھے، ان کا میوہ، سبزی اور خوشبو، وہ گھاس تھی کہ زمین چوپایوں کے لیے اُگاتی ہے نہ کوئی بیوی تھی کہ جس کے باعث فتنوں میں ہوتے، نہ کوئی اولاد تھی کہ اس کے لیے ملول و اندوہ گین ہوتے۔ نہ سرمائے کے مالک تھے، کہ خدا کو بھول جاتے، نہ حرص و لالچ کا جذبہ تھا کہ اس کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوتے، ان کا مرکب ان کے دونوں پاؤں تھے، اور ان کے خدمت گار ان کے دونوں ہاتھ۔

فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى، وَعَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى، وَأَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ، وَالْمُقْتَصُّ لِأَثَرِهِ، قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْماً، وَلَمْ يُعِرْهَا طَرْفاً، أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحاً، وَأَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْناً، عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، وَعَلِمَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئاً فَأَبْغَضَهُ، وَحَقَّرَ شَيْئاً فَحَقَّرَهُ، وَصَغَّرَ شَيْئاً فَصَغَّرَهُ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَا أَبْغَضَ اللهُ وَرَسُولُهُ، وَتَعْظِيمُنَا

(پس اے مسلمانو) اپنے طیّب و طاہر نبیؐ کی پیروی کرو، اس لیے کہ ہر پیروی کرو، اس لیے کہ ہر پیروی کرنے والے کو انہی کی پیروی لازم ہے، سب سے زیادہ محبوب آپؐ ہیں اور پھر وہ شخص جو اپنے نبیؐ کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔

آں حضرت نے دنیا کی طرف بہت کم توجہ فرمائی، کبھی سرسری نظر سے بھی اسے نہ دیکھا، آپؐ کا شکم مبارک (بھوک کے باعث) پیٹھ سے ملا رہتا تھا، سب سے زیادہ بھوکے رہتے تھے۔ دنیا آپؐ کی خدمت میں پیش کی گئی، تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپؐ کو معلوم تھا کہ خدا کس چیز (دنیا) کو سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ رکھتا ہے؟ آپ نے بھی اسے مبغوض اور ناپسندیدہ سمجھا اور خدا کس چیز کو حقیر سمجھتا ہے۔ پس آپ نے بھی اسے حقیر جانا۔

مَا صَغَّرَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، وَكَفٰى بِهٖ شِقَاقًا لِلّٰهِ، وَمُحَادَّةً عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔

وہ کس چیز کو ذلیل سمجھتا ہے، پس آپ نے بھی اسے ذلیل تصور کیا اگر ہم میں یہ بات ہوتی کہ خدا جس چیز کو بُرا سمجھتا ہے ہم اسے اچھا سمجھتے اور وہ جسے اچھا سمجھتا ہے ہم اسے بُرا سمجھتے تو بھی مخالفت خداوندی کے لیے یہ بات کافی ہوتی۔

وَلَقَدْ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَاْكُلُ عَلَى الْاَرْضِ وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ وَيَخْصِفُ بِيَدِهٖ نَعْلَهٗ وَيَرْقَعُ بِيَدِهٖ ثَوْبَهٗ، وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ، وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ، وَيَكُوْنُ السِّتْرُ عَلٰى بَابِ بَيْتِهٖ فَتَكُوْنُ فِيْهِ التَّصَاوِيْرُ فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانَةُ - لِاِحْدٰى اَزْوَاجِهٖ - غَيِّبِيْهِ عَنِّيْ، فَاِنِّيْ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَزَخَارِفَهَا۔ فَاَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهٖ، وَاَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهٖ، وَاَحَبَّ اَنْ تَغِيْبَ زِيْنَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا، وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا، وَلَا يَرْجُوَ فِيْهَا مُقَامًا، فَاَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ، وَاَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ، وَغَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ وَكَذٰلِكَ مَنْ اَبْغَضَ شَيْئًا اَبْغَضَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهِ، وَاَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهٗ

رسولِ خدا کا عالم یہ تھا کہ آپ، فرشِ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، ایک معمولی غلام کی طرح بیٹھتے تھے، اپنی جوتی اپنے دستِ مبارک سے گانٹھ لیا کرتے تھے، اپنے پھٹے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیا کرتے تھے، بغیر پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے، حجرۂ نبوی کے دروازے پر پردہ لٹکتا رہتا تھا۔ اس پر اگر کوئی تصویر ہوتی تو آپ اپنی بیوی کو حکم دیتے اسے ہٹا دیا جائے، کیونکہ جب میری نگاہ اس پر پڑتی ہے تو دنیا اور اس کے زخارف اپنی طرف متوجہ کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے دنیا سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس کا نقش اپنے دل سے مٹا دیا تھا۔ اور ہمیشہ یہ چاہا کہ اس کی زینت آپؐ کی نگاہ سے مخفی رہے، تاکہ آپ لباس فاخرہ زیب تن نہ کریں۔ اسے اقامت گاہ تصور نہ کریں، اس قیام کی آرزو نہ کریں، دنیا کو آپ نے اپنے دل سے نکال دیا، اپنے دل سے دور کر دیا، اپنی نگاہوں سے الگ کر دیا، (اور ہے بھی یہی) جو آدمی کسی کو بُرا سمجھتا ہے (تو وہ) اس طرف دیکھنے سے نفرت، اور اس کا تذکرہ بھی اپنے سامنے نہیں ہونے دیتا۔

وَلَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مَا يَدُلُّكَ عَلٰى مَسَاوِى الدُّنْيَا وَعُيُوْبِهَا اِذْ جَاعَ فِيْهَا مَعَ خَاصَّتِهٖ، وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيْمِ زُلْفَتِهٖ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهٖ اَكْرَمَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ

بلاشبہ آں حضرتؐ کی سیرت مبارک تم کو دنیا کی بُرائیاں بتائے گی، اس کے عیوب روشن کرے گی آپؐ اور آپ کی جماعت نے اس دنیا میں بھوکے رہ کر زندگی کے دن کاٹے۔ اگرچہ آپ کو تقرب الٰہی حاصل تھا۔ لیکن اس کی آرائشوں سے آپ الگ ہی رہے، دیکھنے والا اگر غور سے دیکھے تو محسوس کرے گا کہ ایسی

أَمْ أَهَانَهُ؟ فَإِنْ قَالَ: أَهَانَهُ، فَقَدْ
كَذَبَ وَاللهِ الْعَظِيمِ، وَأَتَى بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ،
وَإِنْ قَالَ أَكْرَمَهُ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهَانَ
غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ، وَزَوَاهَا عَنْ
أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ: فَتَأَسَّى مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَ
اقْتَصَّ أَثَرَهُ، وَوَلَجَ مَوْلِجَهُ، وَإِلَّا فَلَا يَأْمَنِ
الْهَلَكَةَ، فَإِنَّ اللهَ جَعَلَ مُحَمَّداً، صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ، عَلَماً لِلسَّاعَةِ، وَمُبَشِّراً بِالْجَنَّةِ
وَمُنْذِراً بِالْعُقُوبَةِ، خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصاً
وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيماً، لَمْ يَضَعْ حَجَراً عَلَى حَجَرٍ
حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، وَأَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ، فَمَا
أَعْظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ
سَلَفاً نَتَّبِعُهُ وَقَائِداً نَطَأُ عَقِبَهُ۔

زندگی دے کر خدا نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی، یا آپ کی توہین کی؟ پس اگر وہ اہانت کا نام زبان پر لائے تو اس نے جھوٹ کہا، اور بڑی افترا پردازی کا مرتکب ہوا، اور اگر کہے کہ آپ کا اعزاز کیا تو سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے آپ کے راستہ کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل کیا، کہ ان پر دنیا وسیع کر دی، اور اپنے محبوب ترین بندہ سے اسے دور کیا، پس پیروی کرنے والے کو آپ کی پیروی کرنی چاہیے جہاں آپ داخل ہوں وہاں جانا چاہیے، ورنہ ہلاک ہونے سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے محمدؐ کو جنّت کی بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا، اور قیامت کی خبر دینے والا بنا کر بھیجا تھا، دنیا سے آپ بھوکے گئے اور آخرت میں سلامتی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے آپؐ نے دنیا کے مال کو جمع نہ کیا۔ یہاں تک کہ سفرِ آخرت اختیار فرما لیا اور فرمانِ خداوندی کے آگے سر جھکا دیا۔ یہ خدا کا ہم پر بہت بڑا احسان تھا کہ یہ نعمتِ عظمیٰ ہمیں مرحمت فرمائی۔ آپؐ مقتدا ہیں جن کی ہم پیروی کرتے ہیں۔ آپؐ پیشوا ہیں، جن کے پیچھے پیچھے ہم چل رہے ہیں۔

وَاللهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي هٰذِهِ
حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا. وَلَقَدْ قَالَ
لِي قَائِلٌ: أَلَا تَنْبِذُهَا، فَقُلْتُ اغْرُبْ
عَنِّي: فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرَى۔

خدا کی قسم! میں نے اپنے اس جُبّہ میں اتنے پیوند لگائے کہ آخر پیوند لگانے والے سے میں محجوب ہونے لگا۔ کسی نے مجھ سے کہا، کیا آپ اسے اپنے سے جدا نہ کریں گے؟ میں نے کہا مجھ سے دُور رہو۔۔۔ "لوگ صبح کے وقت رات کے سفر کی تعریف کیا کرتے ہیں۔"[1]

---

[1] یہ ایک مثل ہے جس کا مطلب ہے کہ "کل کے لیے آج کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں"۔ (مرتضیٰ)

۱۶۰- ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ——————— خطبہ

نعتِ رسولؐ و نصیحتِ امّت

اِبْتَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ، وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِي، وَالْكِتَابِ الْهَادِي. أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ أَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ،

(خدا نے) انھیں چمکدار نور (نبوت) اور واضح دلیل، کشادہ اور واضح راستے (دین) اور ہدایت کرنے والی کتاب (قرآن) کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ان کا خاندان بہترین خانوادہ، اور شجرہ (نسب نامہ) بہترین شجرہ، اس کی ٹہنیاں سیدھی، اور اس کے پھل لٹکے ہوئے (یعنے آل محمدؐ جن کے علوم و معارف ہر شخص حاصل کر سکتا ہے)

مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ- عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ وَامْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ- أَرْسَلَهُ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ، وَمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ، وَدَعْوَةٍ مُتَلَافِيَةٍ- أَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ الْمَجْهُولَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُولَةَ، وَبَيَّنَ بِهِ الْأَحْكَامَ الْمَفْصُولَةَ- فَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهُ وَتَنْفَصِمْ عُرْوَتُهُ وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهُ وَيَكُنْ مَآبُهُ إِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيلِ، وَالْعَذَابِ الْوَبِيلِ- وَأَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكُّلَ الْإِنَابَةِ إِلَيْهِ- وَأَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيلَ الْمُؤَدِّيَةَ إِلَى جَنَّتِهِ، الْقَاصِدَةَ إِلَى مَحَلِّ رَغْبَتِهِ-

حضرتؐ مکے میں پیدا ہوئے، مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ جہاں سے آپؐ کا نام بلند، اور نیک نامی پھیلی۔ خدا نے انھیں مکمل دلیل دے کر بھیجا تھا، آپؐ کے وعظ سبب شفا دل اور بصیرت کے مصلح) اور اصلاح کن دعوت کے ساتھ بھیجا تھا۔ ان کے ہاتھوں گمنام شریعتوں کو ظاہر کیا۔ کٹے ہوئے حکم واضح کرائے، اب جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین پسند کرے، اس کی ہوس مسلّم اور اس کا سلسلہ منقطع، اس کی ٹھوکر سخت ہوگی۔ اس کی بازگشت طولانی غم، اور سخت ترین عذاب ہوگی۔

اور میں (تو) خدا پر مخلصانہ دعاجزانہ توکل کرتا ہوں اور اس سے جنت تک پہنچانے والے راستے اور منزل رضا تک جانے والی (راہ) کی رہبری کی دعا کرتا ہوں۔

(م ح)

مِنْهَا ——— اسی خطبہ کا ایک حصّہ

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ
وَطَاعَتِهِ فَإِنَّهَا النَّجَاةُ غَداً، وَالْمَنْجَاةُ
أَبَداً، رَهَّبَ فَأَبْلَغَ، وَرَغَّبَ فَأَسْبَغَ، وَ
وَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا وَانْقِطَاعَهَا وَزَوَالَهَا
وَانْتِقَالَهَا، فَأَعْرِضُوا عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا
لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا، أَقْرَبُ دَارٍ
مِنْ سَخَطِ اللهِ، وَأَبْعَدُهَا مِنْ رِضْوَانِ اللهِ
فَغُضُّوا عَنْكُمْ عِبَادَ اللهِ غُمُومَهَا وَأَشْغَالَهَا
لِمَا أَيْقَنْتُمْ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا
فَاحْذَرُوهَا حَذَرَ الشَّفِيقِ النَّاصِحِ، وَالْمُجِدِّ
الْكَادِحِ وَاعْتَبِرُوا بِمَا قَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ مَصَارِعِ
الْقُرُونِ قَبْلَكُمْ: قَدْ تَزَايَلَتْ أَوْصَالُهُمْ،
وَزَالَتْ أَبْصَارُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَذَهَبَ
شَرَفُهُمْ وَعِزُّهُمْ وَانْقَطَعَ سُرُورُهُمْ وَنَعِيمُهُمْ
فَبُدِّلُوا بِقُرْبِ الْأَوْلَادِ فَقْدَهَا، وَبِصُحْبَةِ
الْأَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا، لَا يَتَفَاخَرُونَ وَلَا يَتَنَاسَلُونَ
وَلَا يَتَزَاوَرُونَ وَلَا يَتَحَاوَرُونَ. فَاحْذَرُوا عِبَادَ
اللهِ حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهِ، الْمَانِعِ لِشَهْوَتِهِ
النَّاظِرِ بِعَقْلِهِ، فَإِنَّ الْأَمْرَ وَاضِحٌ وَالْعَلَمَ
قَائِمٌ وَالطَّرِيقَ جَدَدٌ وَالسَّبِيلَ قَصْدٌ۔

خدا کے بندو!

میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، فردائے قیامت میں یہی چیز تمھیں (دائمی عذاب سے) نجات دے گی (خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے وسیلہ سے) تبلیغ و ترغیب اور (پھر تبلیغ و ترغیب کی) تکمیل کردی، دنیا اس کے خاتمہ، زوال اور انتقال کی کیفیت بیان کردی، پس دنیا کی جو باتیں تمھیں مرغوب ہوں ان سے دوری اختیار کرو، کیونکہ ان کا ساتھ عارضی ہے، خدا کے غضب سے نزدیک ترین مقام دنیا ہے۔ اور رضوانِ الٰہی سے بہت دور، پس اے بندگانِ خدا! اس کی تکلیفوں اور اذیتوں کو ٹال جاؤ۔ کیونکہ تمھیں اس کے زوال اور فنا کا علم ہوچکا۔ اس دنیا سے تم اس طرح حذر کرو، جس طرح تمھارا ناصح و مشفق اور راہِ ہدایت میں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے والا (امام علیہ السلام) حذر کر رہا ہے۔ ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جن کی موت تم سے پہلے واقع ہوچکی۔ ان کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے، چشم و گوش زائل ہوگئے۔ شرافت و بزرگواری نابود ہوگئی، ان کی شادی اور خوش گزرانی رائگاں گئی انھیں اولاد سے قرب کے بدلے جدائی اور ازواج سے وصل کے بجائے فراق دیا گیا۔ اور اب حالت یہ ہے کہ) نہ آپس میں وہ اظہار فخر کرسکتے ہیں، نہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے پڑوسی بن سکتے ہیں۔

بندگانِ خدا!

ان حقائق سے ڈرو جس طرح اپنے نفس پر غلبہ پانے والا، خواہشِ نفس کو روکنے والا اور عقل و ہوش کے ساتھ نگاہ رکھنے والا ڈرتا ہے کیونکہ امرِ دین آشکار ہوچکا اور نشانِ رستگاری واضح ہوچکا (عذابِ الٰہی سے رہائی کا) راستہ ہموار ہوگیا (خدا اور رسول کی خوشنودی کی) راہِ راست نمایاں ہوگئی!

۱۶۱ : ومن خطبتہ لہ علیہ السّلام۔ ———————— خطبہ

خلافت کا پس منظر

(ترجمہ) (جنگ صفین کے بعد) ایک شخص نے پوچھا: آپ کو حق دار ہونے کے بعد ان لوگوں نے خلافت سے کیوں محروم رکھا؟ —— حضرت نے فرمایا:

يَا أَخَا بَنِي أَسَدٍ: إِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِينِ تُرْسِلُ فِي غَيْرِ سَدَدٍ ـ وَلَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْأَلَةِ وَقَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ: أَمَّا الِاسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهَذَا الْمَقَامِ وَنَحْنُ الْأَعْلَوْنَ نَسَباً، وَالْأَشَدُّونَ بِرَسُولِ اللَّهِ "صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ" نَوْطاً ـ فَإِنَّهَا كَانَتْ أَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ، وَالْحَكَمُ اللَّهُ وَالْمَعْوَدُ إِلَيْهِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ـ وَدَعْ عَنْكَ نَهْباً صِيحَ فِي حَجَرَاتِهِ!

اے اسدی! تمہاری تو وہ حالت ہے جیسے کسی کے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہو، اور پھر اس کی لگام ناہموار راستے میں ڈھیلی کر دی ہو[1]۔ لیکن چونکہ تمہیں سسرالی قرابت[2] حاصل ہے اور پھر جواب کا حق حاصل کر لیا ہے اس سلسلے میں اطلاع چاہی ہے تو سنو!

خلافت کے یہ لوگوں کی مجھ سے مخالفت —— میری نسبی برتری اور آنحضرتؐ سے قریب ترین تعلق کے باوجود —— کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک پسندیدہ چیز تھی، جس کے کچھ لوگوں کے دلوں نے بخل سے کام لیا، (اور حق دار کو محروم کر دیا) کچھ لوگوں نے سخاوت کی (تخت و تاج پر نظر بھی نہ ڈالی)۔ اور فیصلہ تو خدا ہی کرے گا۔ کیونکہ قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں حاضری ہوگی۔ اور اب اس لوٹ مار کا قصہ چھوڑو۔ جس کے اردگرد آفت قیامت ہوئی۔

وَهَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ! فَلَقَدْ أَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ إِبْكَائِهِ، وَلَا غَرْوَ وَاللَّهِ فَيَا لَهُ خَطْباً يَسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ وَيُكْثِرُ الْأَوَدَ، حَاوَلَ الْقَوْمُ إِطْفَاءَ نُورِ اللَّهِ مِنْ مِصْبَاحِهِ

اب تو اس بڑی بات کو سنو جو ابن ابوسفیان کی وجہ سے آئی ہے کہ دنیا نے مجھے رلانے کے بعد ہنسایا ہے (دنیا کے تعجب خیز حوادث پر ہنسی آتی ہے) کس قدر عجیب بات ہے کہ جس سے تعجب بھی جاتا رہتا ہے اور کج رفتاری بھی بڑھ جاتی ہے کہ قوم (معاونین معاویہ)

---

[1] یعنے ایک تو سوال بے موقع تھا۔ دوسرے تم نے سوال کا انداز بھی گھبراہٹ میں نہ سوچا کر کیا ہوگا۔ م۔ ح

[2] ام المومنین زینب بنت جحش قبیلہ بنی اسد سے تھیں۔ ن تہران۔

وَسَدَّ فَوَّارَهُ مِنْ يَنْبُوعِهِ ، وَجَدَحُوا
بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ شِرْباً وَبِيئاً - فَإِنْ تَرْتَفِعْ
عَنَّا وَعَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوَى أَحْمِلْهُمْ مِنَ
الْحَقِّ عَلَى مَحْضِهِ ، وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى
"فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ، إِنَّ
اللهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ"

نے شمع خداوندی کی روشنی کو گل کرنے ، اور فوارۂ عرفان کو اس
کے چشمے سے بند کرنے کی کوشش کی۔ میرے اور اپنے درمیان
میں وبا آفرین پانی (جنگ) پھیلا دیا۔ اگر (اب بھی) ہم سے اور ان
سے ان پریشانیوں کے زحمتیں اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص ایمان
داری پر لے آؤں۔ ورنہ " ان (کی گمراہی کی وجہ سے) غم و حسرت
میں اپنی جان کیوں گنواؤں۔ بے شک خدا ان کے کرتوتوں سے
باخبر ہے"۔ (س ۳۵ ی ۳ - یعنے ان کو کیے کا پھل ملے گا) م ح

۱۶۲ : ومن خطبة لهٗ علیہ السّلام ــــــــــــ خطبہ

انسان کی تعجب خیز تخلیق اور اس کا عظیم و برتر خالق

اس خطبۂ بلیغ میں امیرالمومنین نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ اس کی تخلیق
صنعتِ الٰہی کا کیسا نمونہ ہے۔ اور وہ خدا کتنا باعظمت ہے جس نے ایسی
ہستیاں پیدا کیں، جو رنگ، مزاج اور ترتیب میں ایک دوسرے سے
جدا ہیں اور صانع عالم کی صنعت گری کا کامل ترین نمونہ" ــــــــ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ الْمِهَادِ، وَمُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَمُخْصِبِ النِّجَادِ۔ لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهٖ ابْتِدَاءٌ وَلَا لِاَزَلِيَّتِهٖ انْقِضَاءٌ۔ هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَالْبَاقِيْ بِلَا اَجَلٍ۔ خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ وَوَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ، حَدَّ الْاَشْيَاءَ عِنْدَ خَلْقِهٖ لَهَا اِبَانَةً لَهٗ مِنْ شَبَهِهَا، لَا تُقَدِّرُهُ الْاَوْهَامُ بِالْحُدُوْدِ وَالْحَرَكَاتِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَالْاَدَوَاتِ۔ لَا يُقَالُ لَهٗ: مَتٰى؟ وَلَا يُضْرَبُ لَهٗ اَمَدٌ بِحَتّٰى۔ اَلظَّاهِرُ لَا يُقَالُ: مِمَّا؟ وَالْبَاطِنُ لَا يُقَالُ: فِيْمَا؟ لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضّٰى وَلَا مَحْجُوْبٌ فَيُحْوٰى۔ لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْاَشْيَاءِ بِالْتِصَاقٍ، وَلَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ، لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهٖ شُخُوْصُ لَحْظَةٍ، وَلَا كُرُوْرُ لَفْظَةٍ، وَلَا اِزْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَلَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِيْ لَيْلٍ دَاجٍ، وَلَا غَسَقٍ سَاجٍ۔ يَتَفَيَّاُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ، وَ

بندوں کو پیدا کرنے والے اللہ کی تمام حمد و ثنا۔ (جس نے) زمین کو بچھایا، پانی کو بہایا، بلند زمینوں کو سرسبز بنایا۔ اس کے پہلے ہونے کی کوئی ابتدا، اور ازل تک رہنے کی کوئی حد نہیں۔ وہ اول ہے۔ اور ہمیشہ (رہیگا) اور بلا مدت کے باقی رہنے والا ہے اس کے لیے پیشانیاں خم ہیں اور لب توحید سرا۔ اس تخلیق (عالم) کے وقت ہر چیز کی حدیں بنا دیں کہ اس سے مشابہ نہ ہو سکیں۔ (اب) ہم حد بندیوں اور حرکتوں، اعضاء و جوارح سے اس کو محدود نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے کب تھا؟ نہیں کہا جا سکتا اور کب تک؟ کے لفظ سے انتہا نہیں کہی جا سکتی۔ ظاہر ہے مگر: کیسے؟ اور پوشیدہ ہے مگر "کس میں"؟ کہہ کر سوال نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جسم نہیں کہ ختم ہو جائے نہ پردے میں ہے کہ گھیر لیا جائے۔ وہ چیزوں میں مل کر (چپک کر) قریب نہیں (ہے)، اور نہ ان سے جدا ہو کر دور ہے (یعنی لوازم جسم و مکان سے پیدا شدہ صفتوں کا اس پر بولنا اور اپنے استعمالی مراد لینا غلط ہے) اس سے بندوں کی معمولی گردش نظر اور ایک لفظ کی تکرار، ٹیلوں پر چڑھنے، تاریکی شب میں قدم بڑھانے کی حالت پوشیدہ نہیں۔ اور اندھیری پرسکون رات جس میں چمکتا

تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّورِ فِي الْأُفُولِ وَالْكُرُورِ، وَتَقَلُّبِ الْأَزْمِنَةِ وَالدُّهُورِ، مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ مُقْبِلٍ وَإِدْبَارِ نَهَارٍ مُدْبِرٍ۔

چاند سایہ فگن ہوتا، اور اس کے پیچھے نورانی سورج ڈوبتا اور ابھرتا رہتا ہے۔ زمانوں کے انقلاب یعنی آنے والی رات کی آمد اور پلٹنے والے دن کے ڈوبنے سے (واقف ہے)۔

قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَمُدَّةٍ، وَكُلِّ إِحْصَاءٍ وَعِدَّةٍ۔ تَعَالَى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُونَ مِنْ صِفَاتِ الْأَقْدَارِ، وَنِهَايَاتِ الْأَقْطَارِ، وَتَأَثُّلِ الْمَسَاكِنِ وَتَمَكُّنِ الْأَمَاكِنِ۔ فَالْحَدُّ لِخَلْقِهِ مَضْرُوبٌ، وَإِلَى غَيْرِهِ مَنْسُوبٌ۔

وہ ہر انتہا اور مدت سے پہلے تھا، اور ہر شمار و حساب سے قبل موجود تھا ـــــ محدود کرنے والوں کے صفاتی اندازوں اور (جسمانی) سمتوں کی انتہاؤں، مکان و منزل میں ٹھہرنے والوں کی سی حد بندی کرنے سے وہ بلند ہے۔ اس لئے کہ حدیں تو اس کی خلقت کے لئے قائم ہیں۔ اور غیر خدا کی طرف منسوب ہیں۔

لَمْ يَخْلُقِ الْأَشْيَاءَ مِنْ أُصُولٍ أَزَلِيَّةٍ، وَلَا مِنْ أَوَائِلَ أَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَأَقَامَ حَدَّهُ، وَصَوَّرَ مَا صَوَّرَ، فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ۔ لَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ امْتِنَاعٌ، وَلَا لَهُ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ۔ عِلْمُهُ بِالْأَمْوَاتِ الْمَاضِينَ كَعِلْمِهِ بِالْأَحْيَاءِ الْبَاقِينَ، وَعِلْمُهُ بِمَا فِي السَّمٰوَاتِ الْعُلَى كَعِلْمِهِ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى۔

چیزوں کی تخلیق ازلی اصولوں پر نہیں کی، نہ ابدی ابتداؤں پر (کہ وہ پابند قانون بنا ہو)۔ بلکہ جسے پیدا کرنا تھا اسے پیدا کر کے اس کی حدیں قائم کیں۔ اور جو تصویر بنانا تھی، اسے بنایا اور بہترین صورت بنی۔ کوئی چیز اس سے پہلو نہیں بچاتی، اور کسی چیز کی اطاعت سے اسے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ گذشتہ مرنے والوں کا اسے اسی طرح علم ہے جیسے موجودہ زندوں کے بارے میں اور بلند آسمانوں کے معلومات اتنے ہی ہیں جتنے زمینوں کے۔ (م ح)

مِنْهَا ـــــــ اسی خطبے کا حصہ

أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ، وَالْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَمُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ، بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ، وَوُضِعْتَ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ، إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ وَأَجَلٍ

اے انسان معتدل الخلقت اور اے وہ وجود کہ جس کی نشوونما رحم تاریک اور بے شمار پردوں میں ہوئی تو خالص مٹی[1] سے محفوظ و مضبوط آرام گاہ (رحم مادر) میں مدتِ معینہ تک رکھا گیا، تو شکم مادر میں مخفی رہ کر جنبش کرتا رہا ہے۔ اس حالت میں کہ جنین تھا، نہ کسی

---

[1] بدن انسان کی ترکیب عناصر ارض سے ہے۔ ن طہران ص ۵۰۱

مَقْسُوْمٍ، تَمُوْرُ فِي بَطْنِ أُمِّكَ جَنِيْنًا: لَا تُحِيْرُ دُعَاءً، وَلَا تَسْمَعُ نِدَاءً، ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّكَ إِلَى دَارٍ لَمْ تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا، فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ؟ وَعَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَإِرَادَتِكَ هَيْهَاتَ، إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَالْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجَزُ، وَمِنْ تَنَاوُلِهِ بِحُدُوْدِ الْمَخْلُوْقِيْنَ أَبْعَدُ۔

بات کا جواب دے سکتا تھا، نہ کسی کی آواز سن سکتا تھا، پھر اپنی قرار گاہ (رحمِ مادر) سے ان دیکھی دنیا میں پہنچا، نہ اس کی راہ سود و زیان سے واقف تھا، تجھے کس نے پستانِ مادر سے دودھ کا چوسنا بتایا؟ اور کس نے ضرورت کے وقت طلب و ارادہ سے آشنا کیا!

وائے ہو! جو شکل و صورت رکھنے والی ہستی کے صفات جاننے سے عاجز ہے، وہ اس کے پیدا کرنے والے کے صفات جاننے سے عاجز تر ہے۔

(سچی بات تو یہ ہے کہ) مخلوق کے حدود و صفات کے ذریعہ، خالق کے حدود و صفات کو سمجھنے کی کوشش کرنا بہت دور از کار بات ہے!

۱۶۳ - ومن کلام لہ علیہ السّلام ـــــــــ ارشاد

حضرت عثمانؓ سے گفتگو!

یہ وہ کلمات ہیں جو عہدِ فتن میں حضرت عثمان کی وفات سے پہلے آپ نے سفیر کی حیثیت سے حضرت عثمان سے ارشاد فرمائے، ان الفاظ میں جو خلوص جھلکتا ہے۔ جو محبت نظر آتی ہے جس اپنائیت کا رنگ دکھائی دیتا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ چیز صرف اسی مبارک عہد اور دور کے ساتھ مخصوص تھی جو اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَشَكَوْا مَا نَقَمُوهُ عَلٰى عُثْمَانَ، وَسَأَلُوهُ مُخَاطَبَتَهُ عَنْهُمْ وَاسْتِعْتَابَهُ لَهُمْ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ السَّلَام عَلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ:

حضرت عثمان کے بارے میں شکایات لے کر ایک وفد حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ حضرت عثمان سے گفتگو کر کے انھیں سمجھائیں۔ چنانچہ آپ حضرت عثمان کے پاس تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر فرمایا:

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِي، وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ، وَوَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ؟ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ- وَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ- اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ، مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ، وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهُ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، كَمَا صَحِبْنَا، وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ اِلٰى رَسُولِ اللهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ- وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ

لوگ میرے پیچھے پیچھے (آ رہے) ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنے اور آپ کے مابین سفیر بنایا ہے۔ لیکن خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں؟ میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں، نہ میں کسی ایسے امر کی طرف آپ کی رہنمائی کر سکتا ہوں، جسے آپ نہ جانتے ہوں، جو آپ جانتے ہیں وہی ہم جانتے ہیں۔ کوئی بات ایسی نہیں ہے جسے ہم پہلے سے جانتے ہوں کہ اس سے آپ کو باخبر کریں نہ کسی بات میں ہم آپ سے جدا ہوئے کہ اب آپ کو وہ بتا دیں جس طرح ہم نے دیکھا۔ اسی طرح آپ نے دیکھا، جس طرح ہم نے سنا، اسی طرح آپ نے سنا۔ جس طرح ہم رسول اللہ کے شرف صحبت سے مشرف ہوئے اسی طرح آپ بھی ہوئے۔ ابوبکر و عمر بھی عمل حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ سزاوار نہیں تھے، کیونکہ بااعتبار

بِنَالَا - فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي نَفْسِكَ! فَإِنَّكَ "وَاللّٰهِ" مَا تُبَصَّرُ مِنْ عَمًى، وَلَا تُعَلَّمُ مِنْ جَهْلٍ، وَإِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ، وَإِنَّ أَعْلَامَ الدِّينِ لَقَائِمَةٌ، فَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ إِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدَى فَأَقَامَ سُنَّةً مَعْلُومَةً، وَأَمَاتَ بِدْعَةً مَجْهُولَةً، وَإِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَهَا أَعْلَامٌ، وَإِنَّ الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَهَا أَعْلَامٌ وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ إِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَضُلَّ بِهِ - فَأَمَاتَ سُنَّةً مَأْخُوذَةً وَأَحْيَا بِدْعَةً مَتْرُوكَةً،

قرابت آپ رسول اللہؐ سے ان دونوں کے مقابلہ میں نزدیک تر ہیں، بلاشبہہ آپ نے رسول اکرمؐ کی دامادی کا شرف (دو مرتبہ) حاصل کیا ہے۔ جو انھیں نہیں ملا[1]۔ پس اپنے بارے میں خدا سے ڈریئے، کیونکہ خدا کی قسم آپ ایسے نہیں ہیں کہ کوری سے آپ کو بینا کیا جائے، اور جہالت سے آپ کو دانا بنایا جائے۔ بلاشبہہ (خدا کا) راستہ آشکار، اور نشانِ دین (قرآن و عترت رسول) برقرار ہے، پس (اگر آپ غفلت کے شکار رہیں تو) جان لیجئے کہ خدا کے نزدیک برترین بندہ پیشوائے عادل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی (صحیح) رہنمائی کرے اور سنّتِ رسول پر عمل کرے اور بدعت نادرست و باطل کو کچل ڈالے اور بلاشبہہ سنّت رسول اکرمؐ روشن اور ہویدا ہے، اور اس کا نشان قائم ہے (اسی طرح) بدعات نمایاں ہیں اور ان کی علامتیں بھی موجود ہیں۔ اور خدا کے نزدیک بدترین مردم وہ پیشوائے ستمگار ہے کہ گمراہ ہو، اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے، سنت رسولؐ کو مردہ کرے اور بدعتِ نادرست و باطل کو زندہ کردے۔

وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: "يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْإِمَامِ الْجَائِرِ وَلَيْسَ مَعَهُ نَصِيرٌ وَلَا عَاذِرٌ، فَيُلْقَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَدُورُ فِيهَا كَمَا تَدُورُ الرَّحَى، ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِي قَعْرِهَا،

میں نے رسولِ اکرم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے "قیامت کے دن پیشوائے ستمگار اس حالت میں لایا جائے گا کہ کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ ہوگا، نہ اس کی کوئی عذر خواہی تسلیم کی جائے گی، پس وہ آتشِ دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور وہ آگ کی چکی میں، اس طرح چکر کھائے گا جس طرح آسیا گردش کرتی ہے۔ پھر اس کی تہ میں قید کر دیا جائے گا۔"

وَإِنِّي أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَنْ تَكُونَ إِمَامَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِمَامٌ يُفْتَحُ عَلَيْهَا الْقَتْلُ وَ

اور میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس امّت کے امامِ مقتول نہ بنیئے۔ کیونکہ (رسول اللہؐ) نے فرمایا ہے کہ "اس امّت

---

[1] ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ بیٹیاں جناب خدیجہ سے متعلق تھیں اور پیغمبر کی طرف اسی طرح منسوب تھیں اور آنحضرت کی طرف اسی طرح منسوب تھیں جیسے زید کو ہر ایک فرزند رسول کہتا تھا چنانچہ قرآن نے کہا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ ....."

الْقِتَالَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ، وَيُلْبِسُ أُمُورَهَا عَلَيْهَا وَيَبُثُّ الْفِتَنَ فِيهَا فَلَا يُبْصِرُونَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ ، يَمُوجُونَ فِيهَا مَوْجًا ، وَيَمْرُجُونَ فِيهَا مَرْجًا ، فَلَا تَكُونَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ ، وَتَقَضِّي الْعُمُرِ !

میں جو امام قتل کیا جائے اس کے اثر قتل سے خونریزی اور خانہ جنگی کی راہ قیامت تک کے لیے کھل جائے گی ، امور مشتبہ ہو جائیں گے اور اور تباہ کاری پھیل جائے گی ۔ حق اور باطل کا امتیاز اٹھ جائے گا ، اس تباہ کاری کے دور میں یہ فتنوں کو ایک دوسرے پر ڈالیں گے ۔ اور اس میں گتھ کر رہ جائیں گے ۔ پس آپ اس کہن سالی اور سال خوردگی کے عالم[1] میں مروان[2] کے لئے ایسا کھلونا نہ بن جائیے کہ جہاں چاہے اٹھائے پھرے ۔

فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ : كَلِّمِ النَّاسَ فِي أَنْ يُؤَجِّلُونِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ مِنْ مَظَالِمِهِمْ

حضرت عثمان نے (یہ باتیں سنکر جواب میں) ارشاد فرمایا : آپ لوگوں سے گفتگو کیجئے کہ مجھے مہلت دیں تاکہ ان پر جو ستم ایا اور زیادتیاں ہو چکی ہیں ، ان کا تدارک کر دوں "۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ :

مَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَلَا أَجَلَ فِيهِ ، وَمَا غَابَ فَأَجَلُهُ وُصُولُ أَمْرِكَ إِلَيْهِ ۔

(اس کے جواب میں ، حضرت علیؑ نے فرمایا : جو لوگ مدینہ میں موجود ہیں ان کے بارے میں مہلت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور جو لوگ یہاں نہیں ہیں ، ان تک آپ کے جواب کا پہنچنا ہی مہلت ہے !

تمھاری یہ دنیا میرے نزدیک بھیڑ کی ناک سے زیادہ بے وقعت ہے

(علی)

---

[1] حضرت عثمان کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز تھی ۔

[2] حضرت عثمان کا میر منشی ، تمام فتنوں کی جڑ ۔

۱۶۴ـــ ومن خطبة له علیه السّلام ـــــــ خطبہ

طاؤس ـــــــــ (مور)

صانعِ عالم کے کمالِ صنعت پر امیرالمومنینؑ نے متعدد خطبات میں روشنی ڈالی ہے۔
اس سلسلہ کا ہر خطبہ اپنے طرزِ بیان و استدلال اور انداز و اسلوب کے اعتبار سے
عربی ادب میں اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن اس خطبہ میں طاؤس کی خلقت، اس کی شگفتگی
آفرینش پر جس انداز اور اسلوب میں آپ نے روشنی ڈالی ہے، وہ سب سے جدا ہے
اور یہ انفرادیت ہر اعتبار سے لاجواب اور بے مثال ہے۔ (مرتب)

اِبْتَدَعَهُمْ خَلْقاً عَجِيباً مِنْ حَيَوَانٍ وَ مَوَاتٍ، وَسَاكِنٍ وَذِي حَرَكَاتٍ، فَأَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلَى لَطِيفِ صَنْعَتِهِ وَ عَظِيمِ قُدْرَتِهِ مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ وَمُسَلِّمَةً لَهُ.

خدائے بزرگ و برتر نے موجوداتِ عجیب و شگفت کو پیدا فرمایا۔ ان میں جاندار بھی ہیں (انسان و حیوان) اور بے جان (جمادات) بھی بعض ساکن ہیں (جیسے پہاڑ) بعض متحرک ہیں (جیسے ستارے) یہ چیزیں آشکار، دلیلوں سے، خدا کی زیبائی آفرینش اور بزرگی توانائی، پر گواہ ہیں کہ جس کے سامنے عقل معترف ہے اور اس کی سربلندی کو مانتی اور سرِ اطاعت خم کرتی ہے۔

وَنَعَقَتْ فِي أَسْمَاعِنَا دَلَائِلُهُ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ، وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُخْتَلِفِ صُوَرِ الْأَطْيَارِ الَّتِي أَسْكَنَهَا أَخَادِيدَ الْأَرْضِ وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا مِنْ ذَاتِ أَجْنِحَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَيْئَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِي زِمَامِ التَّسْخِيرِ، وَمُرَفْرِفَةٍ بِأَجْنِحَتِهَا فِي مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِجِ،

توحیدِ خدا پر جو دلیلیں قائم ہیں، وہ ہمارے کانوں میں پکار پکار کر اپنی آوازیں پہنچاتی ہیں، صورت ہائے گوناگوں عطا کرکے اس نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں وہ پرند ہیں، جو شگاف زمین اور کشادہ دروں، پہاڑوں کی بلندیوں پر مقیم ہیں۔ ان کے پر طرح طرح کے اور شکلیں جدا جدا ہیں اس حالت میں کہ حلقہ فرماں برداری ان کی گردن میں پڑا ہوا ہے اور فضائے وسیع میں اپنے پر و بال کو حرکت دیتے رہتے ہیں!

كَوَّنَهَا بَعْدَ إِذْ لَمْ تَكُنْ فِي عَجَائِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ، وَرَكَّبَهَا فِي حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ

ان پرندوں کی کوئی مثال سامنے نہ تھی، لیکن خدائے صانعِ مطلق نے انھیں نئی نئی اچھوتی شکلوں کے ساتھ پیدا کیا، ان کے

وَمَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهِ أَنْ يَسْمُوَ فِي الْهَوَاءِ خُفُوفاً، وَجَعَلَهُ يَدِفُّ دَفِيفاً، وَنَسَقَهَا عَلَى اخْتِلاَفِهَا فِي الْأَصَابِيغِ بِلَطِيفِ قُدْرَتِهِ، وَدَقِيقِ صَنْعَتِهِ، فَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي قَالَبِ لَوْنٍ لَا يَشُوبُهُ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيهِ، وَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخِلاَفِ مَا صُبِغَ بِهِ

پٹھوں کو، اور ہڈیوں کو (گوشت کے اندر) ترتیب دیا، اور باہم پیوست کیا، ان میں بعض وہ ہیں کہ بھاری جسم کے اعتبار سے فضائے بلند میں تیزی اور آسانی کے ساتھ اڑنے سے روک دیا، (جیسے شتر مرغ اور لک لک) انھیں اس طرح پیدا کیا کہ زمین کے نزدیک نزدیک ہی پروں کو جنبش دے سکیں اور طرح طرح کے پرندوں کو اس نے اپنی قوتِ تخلیق سے مختلف رنگوں میں حکمت ومصلحت کے ساتھ ترتیب دیا، پس ان میں سے بعض کو ایسا رنگ دیا جو کسی دوسرے رنگ سے مخلوط (ملتا) نہیں۔ بعض کو ایسا رنگ دیا جو گردن کے طوق والے رنگ سے بالکل ممتاز ہو گیا۔ (مثلاً بلبل وغیرہ)۔

وَمِنْ أَعْجَبِهَا خَلْقاً الطَّاوُسُ الَّذِي أَقَامَهُ فِي أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ أَلْوَانَهُ فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ، بِجَنَاحٍ أَشْرَجَ قَصَبَهُ، وَذَنَبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ، إِذَا دَرَجَ إِلَى الْأُنْثَى نَشَرَهُ مِنْ طَيِّهِ، وَسَمَا بِهِ مُطِلّاً عَلَى رَأْسِهِ، كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ. يَخْتَالُ بِأَلْوَانِهِ، وَيَمِيسُ بِزَيَفَانِهِ، يُفْضِي كَإِفْضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيَؤُرُّ بِمَلاَقِحِهِ أَرَّ الْفُحُولِ الْمُغْتَلِمَةِ لِلضِّرَابِ! أُحِيلُكَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى مُعَايَنَةٍ لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَى ضَعِيفٍ إِسْنَادُهُ، وَلَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامِعُهُ فَتَقِفُ فِي ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ، وَأَنَّ أُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذٰلِكَ ثُمَّ تَبِيضُ لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ، لَمَا كَانَ ذٰلِكَ بِأَعْجَبَ مِنْ مُطَاعَمَةِ الْغُرَابِ۔

اور ان پرندوں میں سب سے زیادہ عجیب چیز طاؤس (مور) ہے۔ جسے پروردگار نے نہایت ہی مضبوط اعتدال ومساوات اعضاء کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور اس کے رنگوں کو بڑے حسن کے ساتھ ایک دوسرے سے ترتیب دیا ہے۔ اسے ایسے پر دیے ہیں جن کی جڑیں ایک دوسرے میں داخل ہیں، ایسی دم سے مزین کیا ہے جو لمبی ہے اور جب وہ مورنی کے پاس جاتا ہے تو اس کی لپٹی ہوئی تہیں کھل جاتی ہیں اور پھر اسے اس طرح اونچا کرتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کشتی کا بادبان ہے اور کوئی ملاح اسے حرکت دے رہا ہے۔ وہ اپنے گوناگوں رنگوں پر اتراتا ہے۔ وہ خوش خرامی کا منظر دکھاتا ہے۔ وہ مرغ کی طرح جماع کرتا ہے اور بہت زیادہ جوڑا کھانے والے نروں کی طرح اپنی مادہ سے جفت ہوتا ہے۔ میں تمہیں مشاہدہ اور نظارہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اس آدمی کے مانند نہیں جو کسی سندِ ضعیف کا حوالہ دے رہا ہو۔ جس کا یہ خیال ہو کہ مور مادہ کو اپنے قطرۂ اشک سے حاملہ کرتا ہے۔ جو اس کے گوشۂ چشم سے جاری ہوتا ہے اور

تَخَالُ قَصَبَهُ مَدَارِيَ مِنْ فِضَّةٍ، وَمَا أُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيبِ دَارَاتِهِ وَشُمُوسِهِ خَالِصَ الْعِقْيَانِ وَفِلَذَ الزَّبَرْجَدِ، فَإِنْ شَبَّهْتَهُ بِمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ قُلْتَ: جَنًى جُنِيَ مِنْ زَهْرَةِ كُلِّ رَبِيعٍ، وَإِنْ ضَاهَيْتَهُ بِالْمَلَابِسِ فَهُوَ كَمَوْشِيِّ الْحُلَلِ، أَوْ كَمُونِقِ عَصْبِ الْيَمَنِ، وَإِنْ شَاكَلْتَهُ بِالْحُلِيِّ فَهُوَ كَفُصُوصٍ ذَاتِ أَلْوَانٍ قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ الْمُكَلَّلِ، يَمْشِي مَشْيَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ، وَيَتَصَفَّحُ ذَنَبَهُ وَجَنَاحَيْهِ فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكاً لِجَمَالِ سِرْبَالِهِ، وَأَصَابِيغِ وِشَاحِهِ، فَإِذَا رَمَى بِبَصَرِهِ إِلَى قَوَائِمِهِ زَقَا مُعْوِلاً بِصَوْتٍ يَكَادُ يُبِينُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُمْشٌ كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ، وَقَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوبِ سَاقِهِ صِيصِيَةٌ خَفِيَّةٌ، وَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَاءُ مُوَشَّاةٌ، وَمَخْرَجُ عُنُقِهِ كَالْإِبْرِيقِ، وَمَغْرِزُهَا إِلَى حَيْثُ بَطْنُهُ كَصِبْغِ الْوَسْمَةِ الْيَمَانِيَّةِ، أَوْ كَحَرِيرَةٍ مَلْبَسَةٍ مِرْآةً ذَاتَ صِقَالٍ، وَكَأَنَّهُ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ أَسْحَمَ، إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ وَشِدَّةِ بَرِيقِهِ أَنَّ الْخُضْرَةَ

پلکوں کے کنارے آکر ٹھہر جاتا ہے پھر مادہ اسے کھا لیتی ہے اور انڈا دیتی ہے، تو یہ گمان اس سے عجیب تر نہیں جو کوّے کے بارے میں (جیسا کہ) مشہور ہے (کہ وہ اپنی مادہ کی چونچ سے چونچ ملا کر اپنے سنگدانہ کا پانی اس کے منہ میں ٹپکا دیتا ہے اور وہ انڈا دینے لگتی ہے)۔

تم مور کے پروں کی جڑوں کو چاندی کی سلائیاں گمان کرو گے اور اُن پر جو عجیب و غریب ہالے اور آفتاب اگائے گئے ہیں انھیں تم خالص سونا اور زمرد کے ٹکڑے تصوّر کرو گے اور اگر تم ان چیزوں سے تشبیہ دینا چاہو جیسی زمین کی روئیدگی ہوتی ہے، تو یوں کہو گے، کہ یہ ایک گل دستہ ہے کہ پُربہار شگوفے اس میں موجود ہیں اور اگر اس کا لباس سے مقابلہ کرو تو وہ ایسا حلہ نظر آئے گا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں یا ایسا جامۂ خوش رنگ ہے جیسے یمن کا بنا ہوا ہو۔ اور اگر اسے زیور سے تشبیہ دو تو یوں کہو گے کہ وہ ایک رنگ برنگ نگینہ ہے، جس کے بیچ میں جواہر سے مزین چاندی موجود ہے، وہ ناز و انداز اور دلشاد شخص کی طرح چلتا ہے، اپنے پروں اور دم کو جب دیکھتا ہے تو اپنی زیبائی پر، اور جب اپنے بد رنگ پاؤں پر نگاہ ڈالتا ہے تو فریاد کرتا ہے اور روتا ہے، جیسے وہ عنقریب کسی فریاد رس کے سامنے اپنے دردِ دل کا اظہار کرے گا، اور اپنے سچے درد کی گواہی (بیان) دے گا۔ کیونکہ اس کے پاؤں باریک (اور بدنما) ہوتے ہیں، جیسے ملی جلی نسل کے مرغوں کے پاؤں (بدصورت ہوتے ہیں)۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کی پنڈلی کی ہڈی سے ایک خار ابھرا ہوا ہے جو اس کے پس پا چھپا ہوا ہے۔ اور سر کے بالوں کی جگہ پر سبز رنگ کی منقش چوٹی ہے۔ اس کی گردن کی برآمدگی کا مقام صراحی کی گردن کی طرح (کشیدہ و بلند) ہے اس کی گردن کے جوڑ سے لے کر پیٹ تک ایسا رنگ ہے جیسے یمنی وسمے کا رنگ، یا پہنے ہوئے ریشمی کپڑے کی طرح درآنحالیکہ وہ ایک صیقل شدہ آئینہ ہے، اور گویا ایک سیاہ چادر کو اپنے اوپر لپیٹ

النَّاضِرَةُ مُمْتَزِجَةٌ بِهِ، وَمَعَ فَتْقِ سَمْعِهِ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ الْقَلَمِ فِي لَوْنِ الْأُقْحُوَانِ، أَبْيَضُ يَقَقٌ، فَهُوَ بِبَيَاضِهِ فِي سَوَادِ مَا هُنَالِكَ يَأْتَلِقُ، وَقَلَّ صِبْغٌ إِلَّا وَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ، وَعَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهِ وَبَرِيقِهِ وَبَصِيصِ دِيبَاجِهِ وَرَوْنَقِهِ۔

لیا ہے لیکن اس کی آب و تاب کی زیادتی اور چمک کی جگمگاہٹ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ترو تازہ ہریالی اسمیں ملی ہوئی ہے ، اس کے کانوں کے سوراخ سے ملی ہوئی ایک لکیر ہے جو سفید بابونہ کے رنگ میں قلم کی باریک نوک سے مشابہت رکھتی ہے ، اور یہ لکیر اپنی سفیدی کے ساتھ ، سیاہی کی جگہ کو چمکا دیتی ہے ، بہت کم رنگوں کو الگ کرتے ہوئے ، ہر رنگ سے اس نے پورا حصہ لیا ہے ، بلکہ اپنی آب و تاب کی زیادتی اور جامہ خوشرنگ کی رونق میں یہ اس سے گوئے سبقت لے گیا ہے ۔

فَهُوَ كَالْأَزَاهِيرِ الْمَبْثُوثَةِ لَمْ تُرَبِّهَا أَمْطَارُ رَبِيعٍ وَلَا شُمُوسُ قَيْظٍ، وَقَدْ يَتَحَسَّرُ مِنْ رِيشِهِ وَيَعْرَى مِنْ لِبَاسِهِ فَيَسْقُطُ تَتْرَى، وَيَنْبُتُ تِبَاعاً، فَيَنْحَتُّ مِنْ قَصَبِهِ انْحِتَاتَ أَوْرَاقِ الْأَغْصَانِ، ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِياً حَتَّى يَعُودَ كَهَيْئَتِهِ قَبْلَ سُقُوطِهِ، لَا يُخَالِفُ سَالِفَ أَلْوَانِهِ، وَلَا يَقَعُ لَوْنٌ فِي غَيْرِ مَكَانِهِ، وَإِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهِ أَرَتْكَ حُمْرَةً وَرْدِيَّةً، وَتَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً، وَأَحْيَاناً صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً.

وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کی مانند ہے جنھیں موسم بہار کی بارشوں اور سورج کی گرمیوں نے پرورش نہیں کیا ہے ، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بال وپر سے برہنہ اور اپنے جامۂ رنگا رنگ سے عریاں ہو جاتا ہے ، اس کے پر جھڑ جاتے ہیں ، پھر دوبارہ اُگتے ہیں ، یہ شاخوں کے پتوں کی طرح اس کے بازو کی ہڈی سے جھڑتے ہیں اور دوبارہ پھر نمایاں ہو کر ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ پروں کے جھڑنے سے پہلے جو شکل تھی ، وہ پھر واپس آجاتی ہے اب وہ اپنے سابقہ رنگوں سے ذرا بھی متجاوز نہیں ہوتا جو رنگ جس جگہ تھا وہیں اب بھی ہے اس کے بازو کے بالوں میں سے کسی بال کو غور سے دیکھو تو کبھی وہ سرخ ، گلرنگ اور کبھی سبز ، زبرجد رنگ کبھی زرد طلائی رنگ ، دکھائی دیں گے ۔

فَكَيْفَ تَصِلُ إِلَى صِفَةِ هٰذَا عَمَائِقُ الْفِطَنِ، أَوْ تَبْلُغُهُ قَرَائِحُ الْعُقُولِ، أَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهُ أَقْوَالُ الْوَاصِفِينَ، وَأَقَلُّ أَجْزَائِهِ قَدْ أَعْجَزَ الْأَوْهَامَ أَنْ تُدْرِكَهُ، وَالْأَلْسِنَةَ أَنْ تَصِفَهُ!

پس کیسی عجیب و عمیق زیرکی اور عجائب تخلیق کا جلوہ اس حیوان میں دکھائی دیتا ہے ، ایسے خوش رنگ طائر کی مدح تک عقل کی رسائی کا کہاں گذر ؟ وصف کرنے والوں کے اقوال اس کے اوصاف کے موتیوں کو کیوں کر سلک گفتگو میں پرو سکتے ہیں ۔ اگرچہ اس کے اجزا بہت کم ہیں پھر بھی وہم و ادراک اس کے بیان سے عاجز ہے پس پاک اور پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے اپنی مخلوق کے اوصاف

فَسُبْحَانَ الَّذِي بَهَرَ الْعُقُولَ عَنْ وَصْفِ

خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُيُونِ فَأَدْرَكَتْهُ مَحْدُوداً وَمُكَوَّناً وَمُؤَلَّفاً مُلَوَّناً، وَأَعْجَزَ الْأَلْسُنَ عَنْ تَلْخِيصِ صِفَتِهِ، وَقَعَدَ بِهَا عَنْ تَأْدِيَةِ نَعْتِهِ، وَسُبْحَانَ مَنْ أَدْمَجَ قَوَائِمَ الذَّرَّةِ وَالْهَمَجَةِ إِلَى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِيتَانِ وَالْفِيَلَةِ، وَوَأَى عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِمَّا أَوْلَجَ فِيهِ الرُّوحَ إِلَّا وَجَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهُ وَالْفَنَاءَ غَايَتَهُ۔

سے عقل کو مغلوب کر دیا ہے، حالانکہ اس مخلوق کو آنکھوں کے سامنے جلوہ گر کر دیا ہے جو محدود اجزا سے مرکب اور رنگین ہے، وہ ایسا معبود ہے جس نے زبان کو اس کی توصیف کرنے سے قاصر کر دیا اور اس کی مدح سرائی سے روک دیا۔

ہم اس معبود کی حمد کرتے ہیں جو چیونٹی اور ذرا سی مکھی سے لے کر بڑی بڑی مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو استحکام عطا فرماتا ہے، جس نے اپنے نفس پر یہ لازم کر لیا ہے کہ کوئی ایسا پیکر کہ جس میں اس نے روح اور جان پیدا کی ہے، وہ جنبش کرے گا مگر یہ کہ موت اس کے لیے مقرر ہو چکی ہے اور فنا و نیستی اس کے لیے انتہا قرار دے دی گئی ہے۔

مِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ

اسی خطبے میں جنت کی تعریف

فَلَوْ رَمَيْتَ بِبَصَرِ قَلْبِكَ نَحْوَ مَا يُوصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَزَفَتْ نَفْسُكَ عَنْ بَدَائِعِ مَا أُخْرِجَ إِلَى الدُّنْيَا مِنْ شَهَوَاتِهَا وَلَذَّاتِهَا وَزَخَارِفِ مَنَاظِرِهَا، وَلَذَهِلَتْ بِالْفِكْرِ فِي اصْطِفَاقِ أَشْجَارٍ غُيِّبَتْ عُرُوقُهَا فِي كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلَى سَوَاحِلِ أَنْهَارِهَا، وَفِي تَعْلِيقِ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِي عَسَالِيجِهَا وَأَفْنَانِهَا، وَطُلُوعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةً فِي غُلُفِ أَكْمَامِهَا تُجْنَى مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ، فَتَأْتِي عَلَى مُنْيَةِ مُجْتَنِيهَا، وَيُطَافُ عَلَى نُزَّالِهَا فِي أَفْنِيَةِ قُصُورِهَا بِالْأَعْسَالِ الْمُصَفَّقَةِ وَالْخُمُورِ الْمُرَوَّقَةِ،

اگر تم دل کی آنکھوں سے دیکھو جس طرح تمہارے سامنے اس کی تعریف کی جا رہی ہے تو تمہارا دل دنیا کے تعجب خیز مخلوقات سے اچاٹ ہو جاتا، جن سے تمہاری تمناؤں، لذتوں، مناظر کی عمدگی (کا تعلق ہے)۔ اور جنت کی نہر کے کنارے، مشک کے ٹیلوں میں چھپی ہوئی درختوں کی جڑوں (سے نکلے ہوئے)، درختوں کے پتوں کے بجنے کی آواز پر اگر غور کرو تو سوچنا بھول جاؤ یا تازے موتیوں کے گچھے (دیکھو) جو بیلوں اور ٹہنیوں میں لٹک رہے ہیں۔ یا ان طرح طرح کے پھلوں کو دیکھو جو چھلکوں کے غلافوں میں ہیں۔ اور انہیں بلا زحمت چنا سکتا ہے، (بلکہ) وہ تو چننے والوں کی خواہش کے مطابق تیار ہو جاتے ہیں اور اپنے پاس آنے والوں کے گرد (نظر) آجاتے ہیں۔ جنت کی محل سراؤں کے صحن میں

قَوْمٌ لَمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ تَتَمَادَى بِهِمْ حَتَّى حَلُّوا دَارَ الْقَرَارِ، وَ أَمِنُوا نُقْلَةَ الْأَسْفَارِ۔

صاف شہد کی نہر اور نتھری ہوئی شراب ہوگی۔ ایک قوم (نیک عمل) وہ ہے جسے کرامت و عزت (خداداد) آگے لیے جارہی ہے، یہاں تک کہ جنت میں اتریں، اور سفر کی نقل و حرکت سے آرام پائیں۔

فَلَوْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُولِ إِلَى مَا يَهْجُمُ عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ الْمُونِقَةِ لَزَهِقَتْ نَفْسُكَ شَوْقاً إِلَيْهَا وَ لَتَحَمَّلْتَ مِنْ مَجْلِسِي هَذَا إِلَى مُجَاوَرَةِ أَهْلِ الْقُبُورِ اسْتِعْجَالاً بِهَا، جَعَلَنَا اللهُ وَ إِيَّاكُمْ مِمَّنْ سَعَى إِلَى مَنَازِلِ الْأَبْرَارِ بِرَحْمَتِهِ۔

سننے والے! اگر کہیں تیرا دل ان دلچسپ مناظر میں لگ جائے تو مارے جلدی اور شوق کے تم جان دے دو۔ اور اسی مجلس سے لوگ قبرستانیوں کے پڑوس میں تمھیں لے جائیں۔ (ابھی جان دے کر وہاں پہنچنے کی کوشش کی جائے)۔

خدا ہم سب کو ان میں قرار دے جو اس کی رحمت میں نیک عمل لوگوں کی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس خطبے کے بعض الفاظ کی شرح

(ترجمہ)

يُؤَرُّ بِمَلَاقِحِهِ: اَلْأَرُّ: نکاح (کنایہ ہے) کہتے ہیں: اَرَّ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ (يَؤُرُّهَا) جب نکاح کیا جائے۔

كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ: اَلْقِلْعُ: بادبان۔ دَارِيّ: شہر دارین کی طرف منسوب۔ جہاں سے خوشبویات آتی ہیں۔ یہ سمندر کے کنارے واقع ہے۔ عَنَجَهُ: اسے موڑ دیا۔ مائل کردیا۔ کہتے ہیں: عَنَجْتُ النَّاقَةَ (نَصَرْتُ کے وزن پر) اعنجها عَنْجاً جب اونٹنی کو موڑا جاتا ہے۔ نوتی: ملاح۔ ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ: دونوں کنارے مراد ہیں۔ ضِفَّتَانِ: دونوں جانب۔

فِلَذُ الزَّبَرْجَدِ. فِلَذ، فِلْذَة کی جمع، ٹکڑا۔ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ: کباسہ کھجور کا گچھا۔ العَسَالِيج: شاخیں۔ واحد عُسْلُوج

(علامہ سید رضی)

۱۶۵- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ——— خطبہ

نصیحتیں

من خطبۃ لہٗ علیہ السلام:-

لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ، وَلْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ، وَلَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ: لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ وَلَا عَنِ اللهِ يَعْقِلُونَ، كَقَيْضِ بَيْضٍ فِي أَدَاحٍ، يَكُونُ كَسْرُهَا وِزْراً، وَيُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرّاً!

تمہارے چھوٹوں کو اپنے بزرگوں کی پیروی کرنی چاہیئے، اور تمہارے بزرگوں پر لازم ہے کہ اپنے چھوٹوں پر مہربان رہیں، زمانۂ جاہلیت کے ستم گاروں کی طرح نہ بن جانا کہ (وہ لوگ) نہ دین و شریعت میں (کسی طرح کی) تحقیق کرتے تھے، نہ خدا کی معرفت کے لئے عقل کی رہبری قبول کرتے تھے (یعنی جاہل تھے اور احکامِ خدا سے یکسر غافل تھے)۔ ان کی مثال اس حیوان موذی کے انڈے کی سی ہے جو آشیانہ ہی میں توڑ دیا گیا ہو۔ بظاہر اس کا توڑنا گناہ ہے (کیونکہ اس فعل سے حیوان کو تکلیف ہوتی ہے) اور (اگر اسے سالم چھوڑ دیا جائے تو) نقصان دہ بچہ نکلتا ہے (جیسے بچۂ مار وافعی)!

مِنْهَا ——— (اسی خطبہ کا ایک حصّہ)

افْتَرَقُوا بَعْدَ أُلْفَتِهِمْ، وَتَشَتَّتُوا عَنْ أَصْلِهِمْ: فَمِنْهُمْ آخِذٌ بِغُصْنٍ، أَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهُ. عَلَى أَنَّ اللهَ تَعَالَى سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِبَنِي أُمَيَّةَ كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيفِ، يُؤَلِّفُ اللهُ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَاماً كَرُكَامِ السَّحَابِ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ لَهُمْ أَبْوَاباً، يَسِيلُونَ مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ أَكَمَةٌ، وَلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهُ رَصُّ طَوْدٍ

یہ (میرے ساتھی) مجتمع ہونے کے بعد پراگندہ ہو گئے، اپنی اصل سے ہٹ کر بکھر گئے ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ شاخ (امامت) کو پکڑے ہوئے ہیں، جدھر وہ جھکتی ہے اسی طرف یہ بھی جھک جاتے ہیں، وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے، جب خدا انہیں بنو امیہ کے بدترین دن (انقراضِ دولت بنی امیہ) کے لئے یوں جمع کرے گا جس طرح خریف کے موسم میں ابر کے ٹکڑے مجتمع ہو جاتے ہیں۔ خداوند سبحان ان کے مابین ربط و الفت کے رشتے قائم کر دے گا، پھر انہیں بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح اکٹھا کرے گا، اور پھر ان کے لئے اپنی رحمت بے کراں کے دروازے کھول دیگا

وَلَاجِذَابُ اَرْضٍ، يُذَعْذِعُهُمُ اللّٰهُ فِي بُطُونِ اَوْدِيَتِهٖ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيعَ فِي الْاَرْضِ يَأْخُذُ بِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوقَ قَوْمٍ، وَيُمَكِّنُ بِقَوْمٍ فِي دِيَارِ قَوْمٍ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَيَذُوبَنَّ مَا فِي اَيْدِيهِمْ بَعْدَ الْعُلُوِّ وَالتَّمْكِينِ كَمَا تَذُوبُ الْاَلْيَةُ عَلَى النَّارِ

یہ لوگ اپنے مقام سے سیلاب کی طرح رواں ہوں گے، مانند سیل دو باغ[1] جس سے نہ زمین کا پشتہ سلامت رہے گا، نہ کوئی بلند ٹیلہ اس کے بہاؤ کا مقابلہ کر سکے گا، نہ کوئی مضبوط پہاڑ روک سکے گا، نہ بلند ٹیلے اس کے رُخ میں تبدیلی کر سکیں گے، خداوند عالم انہیں صحراؤں میں پھیلا دے گا اور پھر زمین پر چشمۂ رواں کی طرح انہیں متحرک کر دے گا، ان کے ذریعہ وہ ایک قوم کے (غضب شدہ) حقوق، دوسری قوم سے واپس لے گا، اور ایک جماعت کو دوسری جماعت کے شہر و دیار پر قابض کر دے گا۔ اور خدا کی قسم جو کچھ ان کے (یعنی بنی امیہ کے) تصرف میں ہوگا، وہ دوسرے (یعنی بنو عباس) کی پادشاہی اور تسلّط کے بعد اس طرح پگھل جائے گا، جس طرح آگ پر چربی پگھل جایا کرتی ہے۔

اَيُّهَا النَّاسُ لَوْلَمْ تَتَخَاذَلُوا عَنْ نَصْرِ الْحَقِّ وَلَمْ تَهِنُوا عَنْ تَوْهِينِ الْبَاطِلِ لَمْ يَطْمَعْ فِيكُمْ مَنْ لَيْسَ مِثْلَكُمْ وَلَمْ يَقْوَ مَنْ قَوِيَ عَلَيْكُمْ لٰكِنَّكُمْ تُهْتُمْ مَتَاهَ بَنِي اِسْرَائِيلَ وَلَعَمْرِي لَيُضَعَّفَنَّ لَكُمُ التِّيهُ مِنْ بَعْدِي اَضْعَافًا بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَقَطَعْتُمُ الْاَدْنٰى، وَوَصَلْتُمُ الْاَبْعَدَ وَاعْلَمُوا اَنَّكُمْ اِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِيَ لَكُمْ سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَاجَ الرَّسُولِ وَكُفِيتُمْ مَؤُونَةَ الْاِعْتِسَافِ، وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْاَعْنَاقِ۔

اے لوگو! اگر تم ایک دوسرے کی حق کے بارے میں مدد کرنے سے نہ رک جاتے، اور باطل (امیر معاویہ) کو پست کرنے میں سستی نہ دکھاتے تو ہرگز تم پر حملہ آور ہونے کی وہ شخص جرأت نہ کر سکتا، جو کسی طرح تمہارا ہمسر نہیں ہے، لیکن جس طرح بنی اسرائیل (حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نافرمانی کر کے چالیس سال تک صحرا میں) سرگرداں رہے تھے، اسی طرح سرگرداں رہینگے۔

اپنی جان کی قسم! کہ میرے بعد تمہاری یہ سرگردانی اور سرگشتگی کہیں زیادہ بڑھ جائیگی، کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا اور جو (رسول اکرمؐ سے) قریب تھا اس سے ترک تعلق کر لیا، اور جو (رسالت مآبؐ سے) بعید تر تھا اس سے رشتہ جوڑ لیا۔ یقین کرو، اگر تم نے داعی کی پکار سنی ہوتی، جو حق کی طرف تمہیں بلا رہا تھا، تو بلا شبہ وہ تمہیں اس راہ پر لے چلتا، جو پیغمبر اکرمؐ کی راہ تھی، تم گمراہی کی مصیبت سے بچ جاتے اور اپنی گردن سے بارگراں (معصیت) کو اتار پھینکتے!

[1] اشارہ ہے قرآنی قصہ اہل سبا کی طرف۔

۱۶۶- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ــــــــــــ خطبہ

اُصُول و عقائد

یہ خطبہ امیرالمومنین نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں دیا تھا، اس ایک طرف تو رفیقانِ راہ، عقیدت مندوں اور ساتھیوں کے لئے گراں بہا بہا نصائح ہیں، دوسری طرف ان اصولوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جن کی اساس پر دین، ایمان اور اعتقاد مکمل ہو سکتا ہے ــــ

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ أَنْزَلَ كِتَاباً هَادِياً بَيَّنَ فِيهِ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، فَخُذُوا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوا، وَاصْدِفُوا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوا. الْفَرَائِضَ الْفَرَائِضَ! أَدُّوهَا إِلَى اللّٰهِ تُؤَدِّكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ. إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ حَرَاماً غَيْرَ مَجْهُولٍ، وَأَحَلَّ حَلَالاً غَيْرَ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْحُرَمِ كُلِّهَا، وَشَدَّ بِالْإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيدِ حُقُوقَ الْمُسْلِمِينَ فِي مَعَاقِدِهَا، فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ إِلَّا بِالْحَقِّ. وَلَا يَحِلُّ أَذَى الْمُسْلِمِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ. بَادِرُوا أَمْرَ الْعَامَّةِ وَخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ وَهُوَ الْمَوْتُ. فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ، وَإِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ مِنْ خَلْفِكُمْ. تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ. اتَّقُوا اللّٰهَ فِي عِبَادِهِ وَبِلَادِهِ فَإِنَّكُمْ مَسْئُولُونَ حَتَّىٰ عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ، وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَلَا تَعْصُوهُ، وَإِذَا

خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) کو بندوں کا رہنما بنایا، جس میں نیک و بد کا (اعتقاد) و گفتار و کردار کا بیان فرما دیا۔ تو نیکی کا راستہ اپنے سامنے رکھو، تاکہ ہدایت یافتہ بن جاؤ، اور بدی سے دوری اختیار کرو، تاکہ راہِ راست کے رہرو بن جاؤ۔ دیکھو واجبات کی بجا آوری کر کے بارگاہ خداوندی تک پہنچا دو، یہ بجا آوری واجبات تمہیں دروازۂ جنّت تک پہنچا دے گی، خدا نے اِن چیزوں کو کہ نامعلوم نہیں حرام قرار دیا ہے، اور جس چیز میں کوئی عیب و نقص نہیں اسے حلال قرار دیا ہے، اور احترام مسلمان کو ہر حرمت پر ترجیح عطا فرمائی ہے، اور اخلاص (دین) و (عقیدہ) توحید کے باعث مسلمانوں کے حقوق کو باہم مربوط کر دیا ہے، لہٰذا مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ اور آسودہ رہیں، اور (یاد رکھو) کسی مسلمان کو بغیر کسی جائز اور معقول سبب کے ایذا پہنچانا (قطعی) نادرست ہے، (مثلاً قصاص، چوری کی سزا وغیرہ) اس چیز کی طرف تیزی سے بڑھو، جو امرِ عام سے تعلق رکھتی ہو، پھر اس چیز کی طرف سبقت کرو، جو تم میں سے ہر شخص کے لئے مخصوص ہے (یعنی موت) کوئی شبہ نہیں مردمانِ رفتہ، تمہارے پیش رو ہیں، اور قیامت کا دن تم کو پیچھے

رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا رَأَيْتُمُ الشَّرَّ فَأَعْرِضُوا عَنْهُ۔

سے ہنکارا ہے (پس) گناہوں کے بار سے ہلکے پھلکے ہو جاؤ، تاکہ جو تم سے پہلے جا چکے ہیں ان سے (بآسانی) مل جاؤ، تمہارے اول کے لئے تمہارے آخر کا انتظار کیا جا رہا ہے، خدا کے بندوں اور اس کے شہروں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ تم سے ہر چیز کے بارے میں، حتیٰ کہ چارپایوں اور زمینوں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا، (پس) اللہ کی اطاعت کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو اور جب (کسی) نیکی کو دیکھو۔ اسے اختیار کر لو اور جب بدی کو دیکھو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو!

ان الامین محمدا فی قومہ عندی
یفوق منازل الاولاد لما تعلق بالزمام
ضممتہ والعیس قد قلصن بالازواد

ابو طالب
پدر بزرگوار امیر المومنینؑ

۱۶۷- ومن کلام لہٗ علیہ السلام ———— ارشاد

قاتلینِ عثمان

[بَعْدَ مَا بُوْيِعَ بِالْخِلَافَةِ، وَقَدْ قَالَ لَهُ قَوْمٌ مِنَ الصَّحَابَةِ: لَوْ عَاقَبْتَ قَوْماً مِمَّنْ أَجْلَبَ عَلَى عُثْمَانَ؛ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:]

يَا إِخْوَتَاهُ!

إِنِّي لَسْتُ أَجْهَلُ مَا تَعْلَمُونَ، وَلَكِنْ كَيْفَ لِي بِقُوَّةٍ وَالْقَوْمُ الْمُجْلِبُونَ عَلَى حَدِّ شَوْكَتِهِمْ يَمْلِكُونَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ؛ وَهَاهُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عُبْدَانُكُمْ، وَالْتَفَّتْ إِلَيْهِمْ أَعْرَابُكُمْ، وَهُمْ خِلَالَكُمْ يَسُومُونَكُمْ مَا شَاؤُوا، وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعاً لِقُدْرَةٍ عَلَى شَيْءٍ تُرِيدُونَهُ؛ وَإِنَّ هَذَا الْأَمْرَ أَمْرُ جَاهِلِيَّةٍ. وَإِنَّ لِهَؤُلَاءِ الْقَوْمِ مَادَّةً، إِنَّ النَّاسَ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ،

[امیرالمومنین کے دستِ مبارک پر، جب خلافت کی بیعت کی گئی تو آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا، کاش ان لوگوں کو آپ سزا دے دیتے، جنہوں نے قتلِ عثمان کے لئے لشکر جمع کیا تھا پس امیر المومنین نے فرمایا:-]

بھائیو ــــ!

جو بات تم جانتے ہو، میں بھی اس سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن میرے پاس (کیفر تک پہنچانے کی) طاقت کہاں ہے؟ حالت تو یہ ہے کہ جس گروہ نے (قتلِ عثمان) کے لئے لشکر کشی کی (یہ آشوب برپا کیا) پوری قوت وطاقت کے ساتھ (ہنوز) باقی ہے، یہ لوگ مجھ پر تسلط رکھتے ہیں، میں ان پر مسلط نہیں ہوں[1]۔

اور آگاہ ہوجاؤ کہ قاتلینِ عثمان ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام ان کے یار بنے ہوئے ہیں اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں۔ اور یہ قاتلین (کہیں باہر نہیں) خود تم میں موجود ہیں (ہنوز مدینہ سے باہر نہیں گئے ہیں) تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں۔ اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے کہ ان پر غالب آسکو؟ کوئی شبہہ نہیں، یہ کام بے وقوفی کی وجہ سے واقع ہوا، ان لوگوں کے

---

[1] بیشتر اہلِ مدینہ اور مصر و کوفہ اور تمام بادیہ نشین اور شہری اس اقدام میں برابر کے شریک تھے، ان میں سے قاتلوں کو ڈھونڈنا اور پھر انہیں سزا دینا فوراً ناممکن تھا۔

إِنَّ حَرَكَةً عَلَىٰ أُمُورٍ: فِرْقَةٌ تَرَىٰ مَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ تَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ لَا تَرَىٰ هٰذَا وَلَا ذَاكَ۔

فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَهْدَأَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوبُ مَوَاقِعَهَا، وَتُؤْخَذَ الْحُقُوقُ مُسْمَحَةً، فَاهْدَؤُوا عَنِّي، وَانْظُرُوا مَاذَا يَأْتِيكُمْ بِهِ أَمْرِي، وَلَا تَفْعَلُوا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَتُسْقِطُ مُنَّةً، وَتُورِثُ وَهْنًا وَذِلَّةً، وَسَأُمْسِكُ الْأَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ، وَإِذَا لَمْ أَجِدْ بُدًّا فَآخِرُ الدَّوَاءِ الْكَيُّ۔

پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں، اور جب لوگوں کو ان کے خلاف آمادۂ عمل کیا جائے گا تو لوگ چند ٹکڑیوں میں بٹ جائیں گے :-

(۱) ایک جماعت تو وہ ہوگی جس کی رائے اور تمہاری رائے ایک ہوگی (۲) دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہوگی۔ تیسری ٹولی وہ ہوگی، جس کی نہ یہ رائے ہوگی نہ وہ رائے ہوگی۔

تو صبر سے کام لو، یہاں تک کہ لوگ مطمئن ہو جائیں، اور امن و امان بحال ہو جائے۔ اور حقوق مناسب موقع پر آسانی کے ساتھ حاصل کئے جا سکیں، پس میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ اور میرا حکم جو تم تک پہنچے، اس کی پیروی کرو، اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہاری قوت پراگندہ ہو جائے، اور تمہاری طاقت کمزور پڑ جائے اور تمہاری ذلت و رسوائی کا سبب بن جائے، میں جلدی مدارا اور مروت کے ساتھ سعی اصلاح کروں گا، جب تک کہ مدارا ممکن ہو، اور جب کوئی چارۂ کار نہ دیکھوں گا تو آخری دوا دینا ہی ہے۔[1]

---

[1] زخم جب مرہم، اور علاج سے اچھا نہیں ہوتا تو اسے داغ دیتے ہیں، پھر وہ ٹھیک ہو جاتا ہے، اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر سیدھی انگلیوں سے گھی نہ نکلا تو ٹیڑھی انگلیوں سے نکالا جائے گا۔

۱۶۸- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ــــــــــ خطبہ

صبر کی حد

جب لوگ حضرت عائشہ کی امداد کے لئے بصرے جا رہے تھے، تو آپ نے نقضِ بیعت کرنے والوں کے بارے میں اپنے رویّہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اس رویہ کی روشنی میں آج بھی جمہوریت کے صدر، صاحبانِ اورنگ و افسر اپنی زندگی کا پروگرام مرتب کر سکتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوْلًا هَادِيًا بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَّ اَمْرٍ قَائِمٍ، لَّا يَهْلِكُ عَنْهُ اِلَّا هَالِكٌ، وَّ اِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ، اِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا، وَاِنَّ فِيْ سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِّاَمْرِكُمْ فَاَعْطُوْهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَّلَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا، وَاللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ اَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَا يَنْقُلُهٗ اِلَيْكُمْ اَبَدًا حَتّٰى يَاْرِزَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِكُمْ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہادی کو، کتاب ناطق، اور امر قائم، مبعوث فرمایا، اس سے وہی ہلاک ہوگا، جس کے لئے تباہی مقدّر ہو چکی ہے، اور بلاشبہ، شبہہ میں ڈالنے والی بدعتیں مہلک ہیں، سوا اس صورت کے کہ خدا کسی کی حفاظت کرے (توفیق پیروی سنّت کی دے) اور بلاشبہ خدا کی حجّت ہی پر تمہارے امور کی عصمت وحفاظت منحصر ہے، لہذا، اس کی اس طرح اطاعت کرو، جو سرزنش شدہ اور مجبورانہ نہ ہو، (سراسر اخلاص وطاعت قلب پر مبنی ہو) اور سوگند بخدا، یا تو تم سچی اطاعت کرو گے، ورنہ خداوند تعالیٰ خلافت حقہ کو تم سے منتقل کر دے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف واپس نہ لائے گا، یہاں تک کہ امر خلافت ــــ تمہارے اجانب کے ہاتھ میں چلا جائے۔

اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ تَمَالَؤُا عَلٰى سَخْطَةِ اِمَارَتِيْ وَسَاَصْبِرُ مَا لَمْ اَخَفْ عَلٰى جَمَاعَتِكُمْ، فَاِنَّهُمْ اِنْ تَمَّمُوْا عَلٰى فَيَالَةِ

بلاشبہ یہ لوگ[1] میری امارت کی مخالفت پر مجتمع ہو گئے ہیں اور میں صبر کرتا رہوں گا (شاید پشیمان ہو جائیں) یہاں تک کہ تمہاری جمعیت کے پراگندہ ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے کیونکہ اگر اس

[1] حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ ن۔ مصر صفحہ ۳۲۷

هٰذَا الرَّأْيِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّمَا طَلَبُوا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِمَنْ أَفَاءَهَا اللهُ عَلَيْهِ، فَأَرَادُوا رَدَّ الْأُمُوْرِ عَلٰى أَدْبَارِهَا، وَلَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰى وَسِيْرَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَالْقِيَامُ بِحَقِّهٖ، وَالنَّعْشُ لِسُنَّتِهٖ۔

اندیشہ سست و نادرست کو، انہوں نے اتمام تک پہنچا لیا، نظم و ترتیب مسلمانان میں درہمی برہمی پیدا ہو جائے گی، اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ اس دنیا کی (خلافت و امارت) از روئے حسد چاہ رہے ہیں، اس شخص کے خلاف جسے خدا نے یہ چیز عطا فرمائی ہے، پس یہ چاہتے ہیں امور تو اُلٹے پاؤں واپس لوٹا دیں، اور تمہارا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم کتاب الٰہی (قرآن) اور سیرت رسولؐ پر عمل کریں، اس کا حق ادا کریں اور اس کے احکام کو سربلند[1] کریں (تاکہ رستگاری حاصل کریں)۔

---

[1] نعشہ اذا رفعہ - ن - مصر صفحہ ۳۳۷

۱۶۹۔ دریافت حال

جب حضرت بصرے کے قریب پہنچے تو طرف داران جمل (بصریوں) نے ایک عرب کو حضرت کے پاس حقیقت معاملہ سمجھنے کے لئے بھیجا تاکہ ان کی غلط فہمی دور ہو جائے، حضرت نے اسے مطمئن کر دیا، اور اسے یقین ہو گیا کہ حق آپ ہی کے ساتھ ہے، تو آپ نے فرمایا: اب بیعت بھی کرے۔ اس نے کہا میں سفیر ہوں، یہ سب باتیں اپنے ساتھیوں سے کہے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

تو آپ نے فرمایا:

أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ الَّذِينَ وَرَاءَكَ بَعَثُوكَ رَائِداً تَبْتَغِي لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ فَرَجَعْتَ إِلَيْهِمْ وَأَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَإِ وَالْمَاءِ، فَخَالَفُوا إِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْمَجَادِبِ مَا كُنْتَ صَانِعاً؟

کیوں بھئی! کیا خیال ہے، اگر تمہیں بھیجنے والوں نے تمہیں کسی سرسبز میدان تلاش کرنے کے لئے بھیجا ہوتا (کہ وہاں پڑاؤ ڈالیں)، تم وہاں جا کر انہیں پانی اور چارے کے بارے میں اطلاع دیتے اور وہ اس کی مخالفت کر کے خشک و بے آب (میدان) پسند کرتے، تو تم کیا کرتے؟

كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَمُخَالِفَهُمْ إِلَى الْكَلَإِ وَالْمَاءِ.

اس نے کہا: میں ان کا ساتھ چھوڑ دیتا اور مخالفت کر کے شاداب جگہ جاتا۔ حضرتؑ نے فرمایا: تو ہاتھ لا (اور بیعت کر)۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَامْدُدْ إِذاً يَدَكَ!

وہ شخص (کلیب جرمی) کہتا ہے کہ میں اس دلیل کے بعد مجبور ہو گیا، اور بیعت کر لی۔

۱۷۰ - ومن خطبة لهٗ علیه السلام ــــــــ خطبہ

ارادۂ جنگ صفین کے وقت

امیر معاویہ کو آخر وقت تک آپ نے راہِ حق پر چلنے کی دعوت دی، آخر
یہ خطبہ اس وقت دیا ہے، جب جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہ گیا!

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَمُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ، وَجَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِكَ لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ، وَرَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِيْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ، وَمَدْرَجًا لِّلْهَوَامِّ وَالْاَنْعَامِ، وَمَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَمَا لَا يُرٰى، وَرَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ الَّتِيْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَلِلْخَلْقِ اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰى عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْيَ وَسَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَاِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ، وَاعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ۔

اے بلند و بالا سقف گردوں کے آفریدگار، اے اس فضائے ساکن (آسمان) کے مالک جسے تو نے گردشِ شب و روز، اور سیر ماہ و خورشید اور سیاروں کی آمد و رفت کا مقام بنایا، اور وہاں کے ساکنوں کے ایک گروہ (فرشتوں) کو عبادت پر مامور کر دیا، کہ وہ عبادت کرتے کرتے نہیں تھکتے، اور اے اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسان کا مقام آرام اور حشرات اور چوپایوں کا محل آمد و رفت بنایا، اور جو (کسی طرح) حد شمار میں نہیں آسکتے، جو آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے، اور (جو) انتہا چھوٹی ہونے کے باعث خوردبین تک سے) نہیں دیکھی جاسکتی۔ اور اے استوار و محکم پہاڑوں کے خالق، کہ جنہیں تو نے زمین میں میخ کی طرح گاڑ رکھا ہے اور مخلوق کے لیے محلِ اعتماد قرار دے دیا ہے، (تاکہ ان کی کانوں سے، گیاہ سے، اور دوسرے منافع سے فائدہ حاصل کریں) اے پروردگار توانا! ہم تجھ سے (درخواست کرتے ہیں) اگر ہمارے دشمنوں پر تو ہمیں غلبہ عطا فرمائے تو ظلم و ستمگری کو ہم سے دور رکھیو، حق کے سیدھے راستے پر لگا دیجیو، اور اگر دشمنوں کو ہم پر تسلّط عطا فرمایا تو ہمیں شہادت عطا فرمانا اور فتنہ سے محفوظ رکھنا۔

أَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ، وَالْغَائِرُ عِنْدَ نُزُولِ الْحَقَائِقِ مِنْ أَهْلِ الْحِفَاظِ؛

کہاں ہیں دین (اسلام) کی محافظت کرنے والے وہ لوگ جو ملامت سے منع کرتے تھے اور نزول شدائد کے وقت غیرت سے کام لیتے تھے؟ ــــــ!

اَلْعَارُ وَرَاءَكُمْ، وَالْجَنَّةُ أَمَامَكُمْ

(یہ وہ وقت ہے کہ) ننگ و عار تمہارے پیچھے ہے، اور جنّت تمہارے سامنے! (قدم پیچھے ہٹاؤ گے تو ذلیل ہوگے آگے بڑھو گے، جنت ملے گی)۔

قد ارعدوا و برقوا مع
هذ الامرین الفشل
ولسنا نرعد حتّی نوقع ولا
نسیل حتی نمطر

(علی)

۱۷۱- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ——— خطبہ

جنگ جمل کا ذکر

خلافت، قریش، اور ام المومنین کے ساتھ مسلمانوں کا غلط رویّہ کا ذکر۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا تُوَارِیْ عَنْهُ سَمَاءٌ سَمَاءً، وَلَا اَرْضٌ اَرْضاً۔

سپاس خدا کہ جس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو نہیں چھپا سکتا۔ نہ ایک زمین دوسری زمین کو پوشیدہ رکھ سکتی ہے۔

منها ——— اسی خطبہ کا ایک حصّہ

وَقَدْ قَالَ لِیْ قَائِلٌ: اِنَّكَ عَلٰی هٰذَا الْاَمْرِ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ لَحَرِیْصٌ! فَقُلْتُ: بَلْ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَاَحْرَصُ وَاَبْعَدُ، وَاَنَا اَخَصُّ وَاَقْرَبُ، وَاِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِیْ وَاَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ، وَتَضْرِبُوْنَ وَجْهِیْ دُوْنَهٗ۔ فَلَمَّا قَرَعْتُهٗ بِالْحُجَّةِ فِی الْمَلَاِ الْحَاضِرِیْنَ هَبَّ كَاَنَّهٗ بُهِتَ لَا یَدْرِیْ مَا یُجِیْبُنِیْ بِهٖ!

مجھ سے ایک شخص[1] نے کہا، اے ابن ابی طالب، آپ امرِ خلافت میں بہت حریص ہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم تم کہیں زیادہ اس باب میں حریص ہو، صرف حریص ہی نہیں (ذاتِ رسالتؐ سے) دُور تر بھی، اور میں تمہارے مقابلہ میں کہیں زیادہ سزاوار اور (رسولِ خداؐ سے) نزدیک تر ہوں، میں اپنا حق طلب کرتا ہوں، تم میرے اور اس کے درمیان میں آکر مانع ہو گئے ہو، اور مجھے اس سے روک رہے ہو، تو جب میں نے اسے حاضرین کی ایک جماعت کے سامنے اس برہان سے لاجواب کیا تو وہ متنبّہ ہو گیا، اور (خواب غفلت سے) بیدار ہو گیا، اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا جواب دے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَعْدِیْكَ عَلٰی قُرَیْشٍ

(اس گفتگو کے بعد امیرالمومنین خدا سے عرض کرتے ہیں)
اے خدا — ! میں تجھ سے مدد کا طالب ہوں قریش

---

[1] سعد ابن ابی وقاص رض۔

وَمَنْ أَعَانَهُمْ فَإِنَّهُمْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَصَغَّرُوا عَظِيمَ مَنْزِلَتِي، وَأَجْمَعُوا عَلَى مُنَازَعَتِي أَمْراً هُوَ لِي، ثُمَّ قَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تَتْرُكَهُ۔

کے معاملہ میں، اور ان لوگوں کے معاملہ میں جنہوں نے ان کی اطاعت کی، انہوں نے میرے حقوق عزیزداری کو ختم کیا، میری منزلت کو گرانے کی کوشش کی، اور امر خلافت میں کہ جو میرا حق تھا، ایکا کر کے مجھ سے جھگڑا کیا، اور کہا یا تو حق کو لے لو، یا اسے ترک کر دو[1]۔

مِنْهَا

(اسی خطبہ کا ایک حصہ)

فَخَرَجُوا يَجُرُّونَ حُرْمَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ كَمَا تُجَرُّ الْأَمَةُ عِنْدَ شِرَائِهَا مُتَوَجِّهِينَ بِهَا إِلَى الْبَصْرَةِ، فَحَبَسَا نِسَاءَهُمَا فِي بُيُوتِهِمَا وَأَبْرَزَا حَبِيسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَهُمَا وَلِغَيْرِهِمَا فِي جَيْشٍ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ أَعْطَانِي الطَّاعَةَ، وَسَمَحَ لِي بِالْبَيْعَةِ طَائِعاً غَيْرَ مُكْرَهٍ، فَقَدِمُوا عَلَى عَامِلِي بِهَا وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِهَا، فَقَتَلُوا طَائِفَةً صَبْراً، وَطَائِفَةً غَدْراً۔ فَوَاللهِ لَوْ لَمْ يُصِيبُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا رَجُلاً وَاحِداً مُعْتَمِدِينَ لِقَتْلِهِ بِلَا جُرْمٍ جَرَّهُ لَحَلَّ لِي قَتْلُ ذَلِكَ الْجَيْشِ كُلِّهِ۔

إِذْ حَضَرُوهُ فَلَمْ يُنْكِرُوا وَلَمْ

اصحاب جمل اس طرح گھروں سے نکلے کہ وہ حرمت رسولؐ (حضرت عائشہؓ) کو یوں (ایک شہر سے دوسرے شہر میں) کشاں کشاں لئے جا رہے تھے جس طرح کنیز بیع وشرا کے لئے کشاں کشاں لے جائی جاتی ہے۔ یہ لوگ انہیں بصرہ کی طرف لے گئے حالانکہ ان دونوںؓ نے اپنی بیویوں کو گھروں میں بہ حفاظت رہنے دیا تھا، اور رسول اللہؐ کی اہلیہ محترمہ کو اپنے اور دوسروں کے مفاد کے لئے باہر نکالا، ایسے لشکر میں کہ جس کا ہر فرد میری اطاعت کا عہد کر چکا تھا، اور بہ رضا و رغبت میری بیعت کر چکا تھا، یہ لوگ میرے عامل بصرہ کے پاس پہنچے، اور بیت المال کے خزینہ داروں اور دوسرے مسلمان کو گھیر لیا تھا، اور انہوں نے ایک جماعت کو اسیر کر کے، اور دوسری کو مکر و حیلہ کے ساتھ قتل کر ڈالا، خدا کی قسم اگر مسلمانوں کو تو کیا، ایک مسلمان کو بھی بغیر کسی جرم و گناہ کے یہ ہلاک کر دیں تو یقیناً اس سارے لشکر کا ہلاک کر دینا، مجھ پر حلال ہے، کیونکہ اس منکر اور غلط کاری سے (بے گناہ) مسلمان کے قتل سے نہ روکا اور اس کے قتل پر اس لیے کیا کہ زمین پر فساد و تباہ کاری

[1] گویا ان کا ادعا یہ تھا کہ حق ان کے قبضہ میں ہے جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں۔ طلحہ و زبیر

يَدْفَعُوا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَلَا بِيَدٍ، دَعْ مَا أَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِي دَخَلُوا بِهَا عَلَيْهِمْ۔

کا عمل دخل ہو، اور مجھ سے محاربہ پر آمادہ ہو، جو خدا اور رسول سے محاربہ کا ہم معنی ہے) نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے جلوگیری کی۔ حالانکہ اس بات سے قطع نظر، انہوں نے اتنے سارے مسلمانوں کو قتل کیا، جن کی تعداد اس لشکر کے برابر تھی، جسے لے کر یہ مسلمانوں پر وارد ہوئے تھے۔

چوتھی صدی ہجری

تک

کسی سلطان و خلیفہ کا نام "علی" نہیں ہو سکا۔

(مسعودی)

۱۷۲۔ ومن خطبة لہٗ علیہ السلام ———— خطبہ

خلافت

اس خطبہ میں آپ نے بتایا ہے کہ امر خلافت کی حقیقت کیا ہے؟ اور
اس سلسلہ میں استحقاق، اہلیت اور حق کا معیار کیا ہو سکتا ہے:

أَمِينُ وَحْيِهِ وَخَاتَمُ رُسُلِهِ وَ بَشِيرُ رَحْمَتِهِ، وَنَذِيرُ نِقْمَتِهِ۔

پیغمبر اکرمؐ امین وحی خداوندی ہیں، خاتم پیغمبراں ہیں، رحمتِ الٰہی کے بشارت دینے اور قہر خداوندی سے ڈرانے والے ہیں!

أَيُّهَا النَّاسُ!

اے لوگو ——!

إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللّٰهِ فِيهِ، فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ فَإِنْ أَبَى قُوتِلَ وَلَعَمْرِي لَئِنْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتّٰى تَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا إِلٰى ذٰلِكَ سَبِيلٌ وَلٰكِنْ أَهْلُهَا يَحْكُمُونَ عَلٰى مَنْ غَابَ عَنْهَا، ثُمَّ لَيْسَ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ، وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَخْتَارَ

امر خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے، جو ان میں سب سے زیادہ اس پر قوی اور قادر ہو، اور اس کے بارے میں جو احکام خداوندی میں سب سے زیادہ ان کا واقف اور رمز شناس ہو، تو اگر (اس باب میں) کوئی فتنہ انگیزی اور تباہ کاری پر آمادہ ہوتا ہے، (تو سب سے پہلے) اسے حق کی طرف پلٹنے پر آمادہ کیا جائے گا اور انکار کی صورت میں اس سے جنگ (جائز) ہوگی۔ اپنی جان کی قسم! اگر امر امامت اس وقت تک منعقد نہیں ہو سکتا، جب تک سب لوگ حاضر نہ ہوں، تو یہ بات کبھی عمل پذیر نہیں ہو سکتی، (کیونکہ ایسا ہونا ناممکن ہے) لیکن جو لوگ اس کے اہل ہیں (یعنی اصحاب و آشنایانِ راہِ خیر و شر) ان لوگوں پر حکم لگا سکتے ہیں جو تعیینِ امامت کے وقت موجود نہیں تھے، پس اس صورت میں جو موجود ہوں وہ اس فیصلہ کو پلٹنے کا حق نہیں رکھتے، اور جو غیر موجود ہوں، انہیں یہ اختیار نہیں کہ کسی اور کو منتخب کرلیں۔

أَلَا وَإِنِّي أُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ رَجُلاً ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ وَآخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيْهِ۔

خبردار ــــــ!

میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا، ایک اس سے جو ایسی چیز کا دعوےٰ کرے، جو اس کی نہیں ہے، اور دوسرے اس سے جو ان حقوق کو ادا نہ کرے، جو اس پر واجب ہیں۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهَا خَيْرُ مَا تَوَاصَى الْعِبَادُ بِهِ، وَخَيْرُ عَوَاقِبِ الْأُمُورِ عِنْدَ اللّٰهِ وَقَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَا يَحْمِلُ هٰذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ بِمَوَاقِعِ الْحَقِّ، فَامْضُوا لِمَا تُؤْمَرُونَ بِهِ، وَقِفُوا عِنْدَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ، وَلَا تَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ حَتَّى تَتَبَيَّنُوا، فَإِنَّ لَنَا مَعَ كُلِّ أَمْرٍ تُنْكِرُونَهُ غِيَرًا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں بلاشبہ تقویٰ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جن کی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو وصیّت کرتے ہیں، اور یہ انجاموں میں سب سے بہتر انجام ہے، خدا کے نزدیک! تمہارے اور اہل قبلہ کے مابین جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے، اور اس پرچم کو وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو صاحبِ بصیرت ہو، اور شدائد پر صبر کا عادی ہو، حق کے مواقع سے آشنا ہو، پس تمہیں جس بات کا حکم دیا جائے اس کی پیروی کرو، جس بات سے منع کیا جائے اس سے باز آجاؤ اور کسی معاملہ میں جلد بازی سے کام نہ لو، جب تک وہ اچھی طرح واضح نہ ہو جائے، کیونکہ یہ ہمارا حق ہے، کہ اس بات میں تغیر کردیں جس سے تم (از روئے نادانی) انکار کرتے ہو، (بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے، لیکن مصلحت ان کے قبول کر لینے میں ہوتی ہے، اور بعض ایسے امور ہوتے ہیں کہ انہیں قبول کر لیا جاتا ہے مگر مصلحت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے، کہ انہیں رد کر دیا جائے، پس چونکہ تم حقائق نا آشنا ہو، لہٰذا میری گفتار سنو اور اس پر عمل پیرا ہو)

أَلَا!

وَإِنَّ هٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا وَتَرْغَبُونَ فِيهَا، وَأَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَتُرْضِيكُمْ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِي خُلِقْتُمْ لَهُ، وَلَا الَّذِي

خبردار ــــ!

یہ دنیا جس کی تم تمنا کر رہے ہو، اور جس کے بارے میں رغبت کا اظہار کرتے ہو، اس کا یہ حال ہے کہ کبھی یہ تمہیں غضب ناک کر دیتی ہے، کبھی راضی کر لیتی ہے، نہ یہ تمہارا اصلی گھر ہے نہ منزل مقصود، جس کے لئے تم خلق کئے گئے ہو، نہ وہ منزل

دُعِيتُمْ إِلَيْهِ، أَلَا وَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَكُمْ وَلَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا، وَهِيَ وَإِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ شَرَّهَا، فَدَعُوا غُرُورَهَا لِتَحْذِيرِهَا، وَأَطْمَاعَهَا لِتَخْوِيفِهَا، وَسَابِقُوا فِيهَا إِلَى الدَّارِ الَّتِي دُعِيتُمْ إِلَيْهَا، وَانْصَرِفُوا بِقُلُوبِكُمْ عَنْهَا، وَلَا يَخِنَّنَّ أَحَدُكُمْ خَنِينَ الْأَمَةِ عَلَى مَا زُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا، وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى طَاعَةِ اللّٰهِ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلَى مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ،

ہے جس کی طرف تمہیں بلایا گیا ہے ۔ نہ یہ تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہے گی ، نہ تم اس پر ہمیشہ باقی رہو گے ۔ اس نے اگر تمہیں اپنی سجاوٹ سے فریب دیا ہے تو اپنی بدی سے تمہیں ڈرایا بھی ہے، تم اس کی سجاوٹ کے فریب کو اس کی خوف انگیزی کو ، اس کی تحریص کو ، اس کی تخویف کی بنا پر ترک کر دو ، اور یہاں رہنے کے باوجود ، اس گھر کی طرف بڑھو ، جس کی طرف تمہیں بلاوا دیا گیا ہے ، اپنے قلوب کو اس کی جانب سے پھیر لو ، اور تم میں سے کسی کی اگر کوئی مرغوب اور پسندیدہ چیز روک لی جائے تو اس طرح اس پر نہ کڑھے جس طرح لونڈیاں روتی ہیں اور خدا نے تم پر جو نعمتیں ارزانی فرمائی ہیں ، ان کی تکمیل اس طرح کرو کہ اس کی طاعت میں دکھ جھیلو ، اور اس کی کتاب حفاظت کرو !

أَلَا!

وَإِنَّهُ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِينِكُمْ۔

خبردار ——— !

اس دنیا میں اگر تمہاری کوئی چیز ضائع جائے تو یہ تمہارے لئے مضر نہ ہو گا ، اگر تم نے اپنے دین کے اصول مستحکم کر لئے ہوں۔

أَلَا!

وَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ، أَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ، وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ۔

خبردار ——— !

دین کو ضائع کر دینے کے بعد تم کو دنیا کی کوئی چیز بھی فائدہ نہ دے گی ، جس کی تم نے حفاظت کی ہو ، خدا ہمارے اور تمہارے دونوں کے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کر دے اور ہم کو اور تم کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ۔

۱۷۳ - ومن كلام له عليه السلام ——————— ارشاد

طلحہؓ و زبیرؓ

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے طرزِ عمل پر آپ نے تنقید فرمائی ہے، اور اپنے نقطۂ نظر کو واضح فرمایا ہے!

قَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ، وَأَنَا عَلَى مَا قَدْ وَعَدَنِي رَبِّي مِنَ النَّصْرِ، وَاللهِ مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّداً لِلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ إِلَّا خَوْفاً مِنْ أَنْ يُطَالَبَ بِدَمِهِ لِأَنَّهُ مَظِنَّتُهُ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَأَرَادَ أَنْ يُغَالِطَ بِمَا أَجْلَبَ فِيهِ لِيَلْتَبِسَ الْأَمْرُ وَيَقَعَ الشَّكُّ. وَوَاللهِ مَا صَنَعَ فِي أَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ:

نہ مجھے جنگ سے مرعوب کیا جا سکتا ہے، نہ ضرب شمشیر سے خوف زدہ کیا جا سکتا ہے، اور میں اس نصرت فرمائی کے وعدے پر جو میرے رب نے مجھ سے کر رکھا ہے، مطمئن ہوں، بخدا اس شخص نے تلوار کی طرح بے نیام ہو کر خونِ عثمان کا مطالبہ کرنے میں اس لئے تعجیل اختیار کی ہے، کہ اسے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خود خونِ عثمان میں شامل نہ کر لیا جائے، کیونکہ یہ خود بھی تو متہم ہے، حقیقت واقعہ یہ ہے کہ گروہِ قاتلین میں کوئی شخص اس سے زیادہ حریص نہیں تھا پس اس نے ارادہ کیا کہ جو لشکر اس نے جمع کیا ہے، اس کے بارے میں لوگوں کو مبتلائے مغالطہ کر دے، تاکہ معاملہ مشتبہ ہو جائے اور شک پیدا ہو جائے، خدا کی قسم، قتلِ عثمان کے سلسلہ میں اس نے تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کیا۔

لَئِنْ كَانَ ابْنُ عَفَّانَ ظَالِماً كَمَا كَانَ يَزْعُمُ لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُوَازِرَ قَاتِلِيهِ وَأَنْ يُنَابِذَ نَاصِرِيهِ. وَلَئِنْ كَانَ مَظْلُوماً لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُنَهْنِهِينَ عَنْهُ وَالْمُعَذِّرِينَ فِيهِ. وَلَئِنْ كَانَ فِي شَكٍّ مِنَ الْخَصْلَتَيْنِ لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَزِلَهُ وَيَرْكُدَ جَانِباً، وَيَدَعَ النَّاسَ مِنَ الثَّلَاثِ، وَجَاءَ بِأَمْرٍ لَمْ يُعْرَفْ بَابُهُ. وَلَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيرُهُ۔

(۱) اگر ابن عفان ظالم تھا، جیسا کہ اس کا خیال تھا، تو پھر اس کیلئے سزاوار یہ تھا کہ قاتلوں کی مدد کرتا، یا مدد کرنیوالوں سے اظہارِ عداوت کرتا (۲) اور اگر ابن عفان مظلوم تھے، تو پھر اسے چاہیئے تھا کہ یہ ان لوگوں میں شامل ہو جاتا جو انکے قتل سے لوگوں کو باز رکھنے، اور اس باب میں عذر کرنے کی سعی کر رہے تھے (۳) اور اگر ان دونوں باتوں میں مشکوک تھا تو پھر اسے چاہیئے تھا کہ کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو جاتا اور لوگوں کو ان کے ساتھ چھوڑ دیتا۔ لیکن اس نے ان تینوں میں سے کوئی بات بھی اختیار نہیں کی، اور ایک ایسے امر کا ارتکاب کیا جس میں کوئی معقولیت نہیں اور اس کے عذر تمام تر نادرست ہیں۔

۱۷۴- ومن خطبة له علیه السلام ——— خطبه

مَیں کَون ہُوں

أَيُّهَا الْغَافِلُونَ غَيْرُ الْمَغْفُولِ عَنْهُمْ، وَالتَّارِكُونَ الْمَأْخُوذُ مِنْهُمْ. مَا لِي أَرَاكُمْ عَنِ اللهِ ذَاهِبِينَ، وَإِلَى غَيْرِهِ رَاغِبِينَ؟ كَأَنَّكُمْ نَعَمٌ أَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ إِلَى مَرْعًى وَبِيٍّ، وَمَشْرَبٍ دَوِيٍّ، إِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوفَةِ لِلْمُدَى، لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا! إِذَا أُحْسِنَ إِلَيْهَا، تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا، وَشِبَعَهَا أَمْرَهَا.

اے وہ لوگو کہ (قیامت، حساب اور باز پرسی سے) غافل ہو، (یاد رکھو) تم سے غفلت نہیں کی جائے گی (تمہاری گفتار و کردار کا صحیفۂ اعمال میں بغیر کسی کمی بیشی کے ہونا رہتا ہے) اور اے وہ لوگو کہ (فریبِ دنیا میں آ کر اوامر و نواہی رب کے) ترک کرنے پر ماخوذ ہونے سے بچ نہ سکو گے، کیا بات ہے کہ میں تم کو خدا سے روگرداں اور اس کے غیر کی طرف مائل دیکھ رہا ہوں۔ گویا تم اس چوپائے کی طرح ہو، کہ چرواہا انہیں ایسی چراگاہ میں لے جائے جہاں وبا پھیلی ہو اور ایسے گھاٹ پر پہنچا دے جہاں کا پانی نقصان دہ ہو، یہ ایسے جانور ہیں جن کی گردن پر چھری پھیرنے کے لئے چارہ دیا گیا ہے، اور انہیں کچھ نہیں معلوم کہ ان کے بارے میں کیا ارادہ کیا جا رہا ہے؛ ان کے ساتھ نیکی کی جاتی ہے تو یہ اپنے دن کو ایک زمانہ اور شکم سیری کو (زندگی کا آخری) کام سمجھتے ہیں۔

وَاللهِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَخْرَجِهِ وَمَوْلِجِهِ وَجَمِيعِ شَأْنِهِ لَفَعَلْتُ، وَلٰكِنْ أَخَافُ أَنْ تَكْفُرُوا فِيَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ.

أَلَا!

وَإِنِّي مُفْضِيهِ إِلَى الْخَاصَّةِ مِمَّنْ يُؤْمَنُ

خدا کی قسم، اگر میں چاہوں تو تم میں سے ہر ایک کو بتا دوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اور کہاں جائے گا؟ اور اس کے تمام احوال بیان کر دوں، لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں تم میرے بارے میں تم رسول اللہؐ کے منکر نہ ہو جاؤ۔[1]

خبردار ——— !

میں اپنے خواص و اصحاب کو کہ جو کفر و غلو سے دور ہیں،

---

[1] کیونکہ مجھے سب کچھ انہی سے ملا ہے۔ مگر تم ناواقف ہو۔

ذٰلِكَ مِنْهُ، وَالَّذِیْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ وَاصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ، مَا أَنْطِقُ إِلَّا صَادِقًا، وَلَقَدْ عَهِدَ إِلَیَّ بِذٰلِكَ كُلِّهِ وَبِمَهْلَكِ مَنْ يَهْلِكُ وَمَنْجٰى مَنْ يَنْجُو، وَمَآلِ هٰذَا الْأَمْرِ، وَمَا أَبْقٰى شَيْئًا يَمُرُّ عَلٰى رَأْسِیْ إِلَّا أَفْرَغَهُ فِیْ أُذُنَیَّ وَأَفْضٰى بِهِ إِلَیَّ۔

أَيُّهَا النَّاسُ!

إِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا أَحُثُّكُمْ عَلٰى طَاعَةٍ إِلَّا وَأَسْبِقُكُمْ إِلَيْهَا، وَلَا أَنْهَاكُمْ عَنْ مَعْصِيَةٍ إِلَّا وَأَتَنَاهٰى قَبْلَكُمْ عَنْهَا۔

ان اخبار سے ضرور باخبر کروں گا اور اس خدا کی قسم، جس نے پیغمبر اکرمؐ کو حق و راستی کے ساتھ بھیجا، اور انہیں جملہ خلائق پر برگزیدہ قرار دیا، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں، اور یہ تمام خبریں کہ جو ہلاک ہوگا تباہ ہو جائے گا، (جہنم میں پڑ کر) اور جو نجات پائے گا (بہشت میں رہے گا) اور انجام خلافت آں حضرتؐ ہی نے مجھے دی تھیں، اور جتنے سانحے مجھ پر گزرنے والے ہیں ان سب سے باخبر فرما دیا، اور (ایک ایک سے) مجھے مطلع کر دیا!

اے لوگو ــــــ!

میں کسی طاعت کی تمہیں ترغیب نہ دوں گا مگر یہ کہ تم سے پہلے میں خود اس پر عمل پیرا ہو لوں، اور کسی معصیت سے تمہیں نہ روکوں گا، جب تک خود اس سے کنارہ کشی نہ اختیار کر لوں!

انزلنی الدھر ثمّ انزلنی

حتّی یقال علی و معاویہ

۱۷۵ - ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ——— خطبہ

قرآن

امیرالمومنین نے قرآن حکیم کے جلال و جمال پر روشنی ڈالی ہے، اور مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ کلام ربانی سے رشتہ منقطع نہ ہونے دیں، اللہ کی اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اپنے تمام روحانی امراض کا مداوا اسی سے چاہیں یہی ان کی رہنمائی کرسکتا ہے۔

اِنْتَفِعُوا بِبَيَانِ اللّٰهِ وَ اتَّعِظُوا بِمَوَاعِظِ اللّٰهِ، وَ اقْبَلُوا نَصِيحَةَ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْذَرَ إِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ وَ أَخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ، وَ بَيَّنَ لَكُمْ مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَ مَكَارِهَهُ مِنْهَا، لِتَتَّبِعُوا هٰذِهِ وَ تَجْتَنِبُوا هٰذِهِ۔

خدائی بیانات (قرآن کریم) سے نفع حاصل کرو، پندِ الٰہی (بزبانِ پیغمبرِ اکرم) سے فائدہ حاصل کرو، (تاکہ رستگار ہو جاؤ) اس کی نصیحت قبول کرلو، کیونکہ اس نے واضح دلیلوں کے ذریعہ (ہر) عذر کو ختم کردیا۔ (اب تم عذاب سے نہیں بچ سکتے) تم سے اتمامِ حجّت کرلیا، جو اعمال اسے پسند یا نامرغوب ہیں انہیں کھول کھول کر بیان کردیا تاکہ پسندیدہ اعمال کی پہچان کرو، اور نامرغوب اعمال سے باز آجاؤ۔

وَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ - صلى الله عليه و آله كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، وَ إِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ وَ اعْلَمُوا أَنَّهُ مَا مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي كُرْهٍ، وَ مَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْوَةٍ فَرَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا نَزَعَ عَنْ شَهْوَتِهِ وَ قَمَعَ هَوَى نَفْسِهِ فَإِنَّ هٰذِهِ النَّفْسَ أَبْعَدُ شَيْءٍ مَنْزَعاً، وَ إِنَّهَا لَا تَزَالُ تَنْزِعُ إِلَى مَعْصِيَةٍ فِي هَوًى وَ اعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُمْسِي وَ لَا

بلاشبہ رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے کہ، جنّت ناپسندیدہ اور دشوار کاموں سے، اور جہنّم خواہشات نفس (کی لذتوں سے) بھری ہوئی ہے۔ جان لو کہ خدا کی طاعت ناپسندیدگی نفس کی خواہشوں کے آگے سر نہ جھکایا، نفس کی بدلگامیوں کا قلع قمع کردیا ہو، بلاشبہ یہ نفس گناہوں سے دور ہونے میں بہت زیادہ بعید ہے، یہ ہمیشہ ناروا خواہشات کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، خدا کے بندو، یہ بات جان لو، کہ کوئی مومن صبح شام نہیں گزارتا مگر یہ کہ اپنے نفس سے بدگمان ہوتا ہے اور عیب جوئی پر مائل رہتا ہے، وہ ہمیشہ اس پر کمی طاعت کا الزام لگاتا ہے اور زیادتی طاعت کا متمنّی بن جاتا ہے، پس تم ان لوگوں

يُصْبِحُ إِلَّا وَنَفْسُهُ ظَنُونٌ عِنْدَهُ، فَلَا يَزَالُ زَارِياً عَلَيْهَا، مُسْتَزِيداً لَهَا، فَكُونُوا كَالسَّابِقِينَ قَبْلَكُمْ وَالْمَاضِينَ أَمَامَكُمْ قَوَّضُوا مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيضَ الرَّاحِلِ، وَطَوَوْهَا طَيَّ الْمَنَازِلِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ هُوَ النَّاصِحُ الَّذِي لَا يَغُشُّ، وَالْهَادِي الَّذِي لَا يُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِي لَا يَكْذِبُ، وَمَا جَالَسَ هٰذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ، زِيَادَةٍ فِي هُدًى، وَنُقْصَانٍ مِنْ عَمًى- وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَلَا لِأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنًى، فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ، وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَى لَأْوَائِكُمْ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ، وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَالضَّلَالُ، فَاسْأَلُوا اللّٰهَ بِهِ وَتَوَجَّهُوا إِلَيْهِ بِحُبِّهِ، وَلَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ إِنَّهُ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ إِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ شَافِعٌ وَمُشَفَّعٌ وَقَائِلٌ وَمُصَدَّقٌ، وَأَنَّهُ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُفِّعَ فِيهِ، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صُدِّقَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلًى فِي حَرْثِهِ وَعَاقِبَةِ عَمَلِهِ غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْآنِ فَكُونُوا مِنْ حَرَثَتِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَاسْتَدِلُّوهُ عَلَى رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوهُ عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَاتَّهِمُوا عَلَيْهِ آرَاءَكُمْ، وَاسْتَغِشُّوا فِيهِ أَهْوَاءَكُمْ-

کی طرح بن جاؤ، جو تمہارے پیش رو تھے، انہوں نے ایک مسافر کی طرح اس دنیا سے اپنے خیمے اکھاڑ لئے، اور انہیں منزل سفر کی طرح طے کر لیا، اور یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا ناصح ہے جو کبھی خیانت کا مرتکب نہیں ہوا، ایسا رہنما ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا، ایسا سخن گو ہے کہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ جو اس کا ہم نشیں بنا، اس کی ہدایت و رستگاری میں اضافہ ہوا، یا اس کی بے بصیرتی و گمراہی کم ہو گئی، اور جان لو کہ قرآن کو جاننے کے بعد کسی کے لئے کسی طرح کی محتاجی نہیں اور قرآن سے (واقفیّت سے) پہلے کسی کے لئے اس سے استغنا بھی ممکن نہیں، پس تم اسی سے اپنے امراض کا مداوا چاہو، اسی کے ذریعہ اپنے ہر دشمن پر نصرت کے طالب ہو، کیونکہ یہی ہے جس میں سب سے درد و آزار یعنی کفر و نفاق، اور گمراہی کی شفا اور بہبودی ہے، پس اسی کو وسیلہ بنا کر خدا سے سوال کرو۔ محبّت کی پونجی لے کر اس کی طرف رُخ کرو۔ اس کے وسیلہ سے، اس کی مخلوق سے کچھ نہ مانگو، اس لئے کہ مخلوقات خداوندی کی یہ مجال نہیں کہ قرآن کی طرح اس سے مخاطب ہو سکے اور جان لو، کہ (روز قیامت) قرآن وہ شافع بنے گا جس کی شفاعت قبول ہو گی اور جس کسی کی قیامت کے روز قرآن نے شفاعت کی، اس کی شفاعت ضرور قبول ہو گی، اور جس کسی کو قیامت کے دن قرآن نے زشت گردانا وہ زیاں سے نہ بچ سکے گا کیونکہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا۔

”آگاہ ہو جاؤ ہر کھیتی (عمل کی) کرنے والا آج اپنی پاداش میں گرفتار ہے، سوا اس کے جو قرآن کا کشت کار تھا“! پس تم اس کے پیرو اور کشتکار بن جاؤ، اور اپنے رب تک پہنچنے کے لئے اسے رہبر بناؤ، اپنے نفوس پر اس سے نصیحت حاصل کرو، اس کے خلاف اپنی رائے کو غلط اور مہمل سمجھو، اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو خیانت کار قرار دو!

اَلْعَمَلَ الْعَمَلَ ! ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ !! وَ الْاِسْتِقَامَةَ الْاِسْتِقَامَةَ ! ثُمَّ الصَّبْرَ الصَّبْرَ ! وَالْوَرَعَ الْوَرَعَ ! اِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوْا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ، وَ اِنَّ لَكُمْ عَلَماً فَاهْتَدُوْا بِعَلَمِكُمْ وَ اِنَّ لِلْاِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوْا اِلٰى غَايَتِهٖ، وَ اخْرُجُوْا اِلَى اللّٰهِ مِمَّا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهٖ وَ بَيَّنَ لَكُمْ مِنْ وَظَائِفِهٖ، اَنَا شَاهِدٌ لَكُمْ وَ حَجِيْجٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ۔

عمل کرو ! عمل ! ــــــــــ آخرت پر نظر رکھو، پایانِ کار پر نظر رکھو ! استوار ہو جاؤ ! صبر اختیار کرو، صبر اختیار کرو ! (پیرویِ نفس سے) پرہیز کرو، (پیرویِ نفس سے) پرہیز کرو، یہی تمہاری عاقبت اور خاتمہ ہے، اس انتہا (جنّت) تک پہنچ جاؤ، جو تمہارے لئے مقرر ہے، تمہارے لئے پرچم ونشان (پیغمبر اکرم وائمہ) موجود ہے، پس (حسن عاقبت حاصل کرنے کے لئے) اپنے نشان ہدایت تک پہنچ جاؤ، اور رستگاری حاصل کر لو، اور ہاں، اسلام ایک فائدہ اور نفع ہے (سیادت وسعادت ہمیشگی) اپنے قبضہ میں کرو، خدا کی طرف متوجہ ہو، اس کے حق کو ادا کرو، اس کے احکام پر عمل کرو، قیامت کے روز میں تمہارا گواہ بنوں گا، اور تمہاری طرف سے حجّت ودلیل پیش کروں گا۔

اَلَا وَ اِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَ الْقَضَاءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ، وَ اِنِّيْ مُتَكَلِّمٌ بِعِدَةِ اللّٰهِ وَ حُجَّتِهٖ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ)

آگاہ ہو جاؤ، جو کچھ مقدر تھا، واقع ہو چکا (یعنی مسئلہ خلافت) اور جو کچھ خدا کا حکم اور ارادہ تھا وہ بھی پے در پے پیش آ کر رہا، میں جو کچھ کہتا ہوں، اس کے وعدے اور حجت کی بنا پر کہتا ہوں، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ــــ "بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا مددگار خدا ہے اور اس کے بعد قول پر قائم رہے، اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، اور بشارت دیتے ہیں، نہ ڈرو، نہ غمگین ہو، اور اس جنت سے خوشی حاصل کرو، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے !"

وَ قَدْ قُلْتُمْ رَبُّنَا اللّٰهُ فَاسْتَقِيْمُوْا عَلٰى كِتَابِهٖ وَ عَلٰى مِنْهَاجِ اَمْرِهٖ وَ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهٖ۔ ثُمَّ لَا تَمْرُقُوْا مِنْهَا وَ لَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا وَ لَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا، فَاِنَّ اَهْلَ الْمُرُوْقِ مُنْقَطَعٌ بِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

بلاشبہ تم نے کہا تھا، ہمارا رب خدا ہے پس اس کی کتاب پر، اس کے دین پر، اس کے بتائے ہوئے واضح راستے پر جو درحقیقت اس کی عبادت ہے استقامت کے ساتھ قائم رہو، نہ حد سے آگے بڑھو، نہ بدعت کا راستہ اختیار کرو، نہ اس کی (اپنے عمل سے) مخالفت کرو، کیونکہ وہ لوگ جو حق کے راستے سے نکل جائیں گے وہ رحمت خداوندی سے دور رہیں گے، اور اس

ثُمَّ إِيَّاكُمْ وَتَهْزِيعَ الْأَخْلَاقِ وَتَصْرِيفَهَا وَاجْعَلُوا اللِّسَانَ وَاحِداً، وَلْيَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَانَهُ، فَإِنَّ هٰذَا اللِّسَانَ جَمُوحٌ بِصَاحِبِهِ وَاللهِ مَا أَرَى عَبْداً يَتَّقِي تَقْوَى تَنْفَعُهُ حَتَّى يَخْزُنَ لِسَانَهُ، وَإِنَّ لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَرَاءِ قَلْبِهِ، وَإِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَرَاءِ لِسَانِهِ، لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدَبَّرَهُ فِي نَفْسِهِ، فَإِنْ كَانَ خَيْراً أَبْدَاهُ، وَإِنْ كَانَ شَرّاً وَارَاهُ، وَإِنَّ الْمُنَافِقَ يَتَكَلَّمُ بِمَا أَتَى عَلَى لِسَانِهِ لَا يَدْرِي مَاذَا لَهُ وَمَاذَا عَلَيْهِ!

وَلَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ "لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ" فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى اللهَ سُبْحَانَهُ وَهُوَ نَقِيُّ الرَّاحَةِ مِنْ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالِهِمْ سَلِيمُ اللِّسَانِ مِنْ أَعْرَاضِهِمْ فَلْيَفْعَلْ۔

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ، أَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَاماً أَوَّلَ، وَيُحَرِّمُ الْعَامَ مَا حَرَّمَ عَاماً أَوَّلَ، وَإِنَّ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئاً مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنِ الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللهُ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللهُ فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْأُمُورَ وَضَرَّسْتُمُوهَا، وَوُعِظْتُمْ بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَضُرِبَتْ لَكُمُ الْأَمْثَالُ،

کا دیدار نہ حاصل کر سکیں گے۔ اور وہاں نفاق اور تلوّن کیشی سے بھی پرہیز کرو، زبان کو ایک رکھو، کیونکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زبان پر قابو رکھے، کیونکہ زبان اپنے مالک سے سرکشی کرتی ہے، بخدائے لایزال، میں کسی متقی شخص کو نہیں دیکھتا کہ اس کے تقوے نے اسے فائدہ دیا ہو، جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت کا خوگر نہ بن جائے، بلاشبہ مومن کی زبان اس کے دل کی پشت ہے۔ اور منافق کا دل اس کی زبان کی پیٹھ ہے، کیونکہ جب کسی بات کے کہنے کا ارادہ کرتا ہے تو تامل اور اندیشہ سے کام لیتا ہے، اگر بات ٹھیک اور صلاح مند ہوتی ہے تو کہہ گزرتا ہے اور اگر بد اور ناروا ہوتی ہے تو خاموش رہتا ہے اور منافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے اور اس کی ذرا پروا نہیں کرتا کہ یہ شخص کس کو فائدہ پہنچائے گا اور کسے زیاں۔ رسولِ خدا نے فرمایا ہے ——

"بندہ کا ایمان اس وقت تک مستقیم و استوار نہیں ہوتا جب تک اس کا دل استوار نہ ہو، اور دل اس وقت تک استوار نہیں ہوتا، جب تک اس کی زبان استوار نہ ہو۔ پس تم میں سے جو شخص خدا کے حضور میں اس طرح حاضر ہو سکتا ہو کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون (ناحق) اور مال سے پاک ہو، اور ان کی ہتک اور بے آبروئی سے اس کی زبان پاک ہو تو وہ ایسا ضرور کرے!

خدا کے بندو، جان لو کہ بندۂ مومن اس سال بھی اس چیز کو حلال سمجھتا ہے جسے وہ گزشتہ سال حلال سمجھتا تھا، اور اس سال بھی اس چیز کو حرام سمجھتا ہے جسے وہ گزشتہ سال حرام سمجھتا تھا، از راہِ بدعت لوگوں نے جو چیزیں روا کر لی ہیں وہ کسی ایسی بات کو تمہارے لیے حلال نہیں کر سکتیں جسے خدا نے حرام قرار دے دیا ہو، بے شبہ خدا نے جسے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے اس نے حرام کر دیا وہ (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) حرام ہے، تم معاملات کا تجربہ

وَدُعِيتُمْ إِلَى الْأَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا أَصَمُّ، وَلَا يَعْمَىٰ عَنْهُ إِلَّا أَعْمَىٰ، وَمَنْ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ وَالتَّجَارُبِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِنَ الْعِظَةِ وَأَتَاهُ التَّقْصِيرُ مِنْ أَمَامِهِ حَتّٰى يَعْرِفَ مَا أَنْكَرَ، وَيُنْكِرَ مَا عَرَفَ، فَإِنَّ النَّاسَ رَجُلَانِ: مُتَّبِعٌ شِرْعَةً، وَمُبْتَدِعٌ بِدْعَةً لَيْسَ مَعَهُ مِنَ اللّٰهِ بُرْهَانُ سُنَّةٍ، وَلَا ضِيَاءُ حُجَّةٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَعِظْ أَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِينُ، وَسَبَبُهُ الْأَمِينُ، وَفِيهِ رَبِيعُ الْقَلْبِ وَيَنَابِيعُ الْعِلْمِ وَمَا لِلْقَلْبِ جِلَاءٌ غَيْرُهُ، مَعَ أَنَّهُ قَدْ ذَهَبَ الْمُتَذَكِّرُونَ، وَبَقِيَ النَّاسُونَ أَوِ الْمُتَنَاسُونَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ خَيْرًا فَأَعِينُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ شَرًّا فَاذْهَبُوا عَنْهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ۔ كَانَ يَقُولُ: يَا بْنَ آدَمَ اعْمَلِ الْخَيْرَ، وَدَعِ الشَّرَّ فَإِذَا أَنْتَ جَوَادٌ قَاصِدٌ۔

کر چکے ہو، انھیں خوب خوب پرکھ چکے ہو، تم سے قبل کے لوگوں کے ذریعہ تمھیں (ازروئے عبرت و موعظت) نصیحت کی جا چکی ہے۔ تمھارے لیے مثالیں قائم کی جا چکی ہیں۔ تمھیں امر واضح (دین اسلام) کی طرف بلاوا دیا جا چکا ہے جس کے سُننے سے صرف وہی بہرا بن سکتا ہے جو بہرا ہو، اس سے وہی آنکھیں کر سکتا ہے جو اندھا ہو، اور وہ شخص جسے خدا امتحانوں اور تجربوں سے بھی فائدہ نہ پہنچائے، وہ کسی کارگر نصیحت سے مستفید نہیں ہو سکتا، تقصیر اس کے سامنے نمودار ہو جائیگی۔ یہاں تک کہ وہ منکر کو معروف اور معروف کو منکر خیال کرنے لگے بلاشبہ انسان دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو بدعتوں کو پیدا کرتے ہیں، جن کے پاس نہ خدائی قانون کی کوئی دلیل ہے، نہ حجت کی روشنی، بے شک خدا نے کسی کو قرآن حکیم سے زیادہ اچھی نصیحت نہیں کی۔ قرآن خدا کی مضبوط رسّی اور اس کا مستحکم وسیلہ ہے، اسی کے دامن، دل کی بہار، اور علم کے چشمے ہیں، اس کے خلاف کوئی چیز ایسی نہیں جو قلب پر جلا کر سکتی ہو، حالانکہ نصیحت قبول کرنے والے لوگ گزر گئے اور وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جو بھولنے والے اور بھلا دینے والے ہیں۔ پس جب تم خیر کو دیکھو، تو اس کے معین اور جب کوئی شر دیکھو تو اس سے روگردان ہو جاؤ، کیونکہ رسول اللہؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے، اے ابن آدم خیر پر عمل کر، اور شر کو چھوڑ دے، اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو خوش رفتار اور میانہ رو ہو گا۔

أَلَا وَإِنَّ الظُّلْمَ ثَلَاثَةٌ:
فَظُلْمٌ لَا يُغْفَرُ
وَظُلْمٌ لَا يُتْرَكُ۔
وَظُلْمٌ مَغْفُورٌ لَا يُطْلَبُ
فَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ۔

آگاہ ہو جاؤ، ظلم کی تین قسمیں ہیں:-
(۱) وہ ظلم جو بخشا نہ جائے گا،
(۲) وہ ظلم جو ترک نہیں کیا جائیگا۔
(۳) وہ ظلم جو بخش دیا جائے گا اور جس کا بدلہ نہ لیا جائیگا۔
وہ ظلم جسے بخشا نہ جائے گا شرک ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ
عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُتْرَكُ
فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضاً اَلْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِيدٌ
لَيْسَ هُوَ جَرْحاً بِالْمُدَى، وَلَا ضَرْباً بِالسِّيَاطِ وَلَكِنَّهُ
مَا يُسْتَصْغَرُ ذَلِكَ مَعَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَالتَّلَوُّنَ فِي
دِينِ اللهِ فَإِنَّ جَمَاعَةً فِيمَا تَكْرَهُونَ مِنَ الْحَقِّ
خَيْرٌ مِنْ فُرْقَةٍ فِيمَا تُحِبُّونَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَإِنَّ اللهَ
سُبْحَانَهُ لَمْ يُعْطِ أَحَداً بِفُرْقَةٍ خَيْراً مِمَّنْ
مَضَى وَلَا مِمَّنْ بَقِيَ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ!

طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ
النَّاسِ، وَطُوبَى لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهُ، وَأَكَلَ قُوتَهُ
وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، وَبَكَى عَلَى خَطِيئَتِهِ،
فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِي شُغُلٍ، وَالنَّاسُ مِنْهُ
فِي رَاحَةٍ۔

"خدا اسے معاف نہ کرے گا جو کسی کو اس کا شریک قرار دے"
اور وہ ظلم جسے بخش دیا جائے گا، وہ ظلم ہے جو ارتکاب معصیت
کے باعث انسان خود اپنے نفس پر کرتا ہے اور وہ ظلم جسے ترک نہ
کیا جائے گا وہ ظلم ہے جو بندے ایک دوسرے پر کرتے ہیں، اس کا
قصاص و تلافی آخرت میں بہت سخت و دشوار ہے، یہ نہ سزائے تازیانہ
ہے نہ چھرے سے زخمی کرنا، بلکہ ایسی سزا ہے جس کے مقابلہ میں یہ چیزیں
بہت معمولی ہیں پس خدا کے فرمان میں "تلوّن" اختیار کرنے سے پرہیز
کرو، کیونکہ اس حق کے بارے میں متفق ہونا جسے تم ناپسند کرتے ہو۔
اس باطل کے مقابلہ میں جسے تم پسند کرتے ہو، پراگندہ ہونے سے
بہتر ہے، بلاشبہ خدا نے کسی کو افتراق کے ذریعہ کسی کو نیکی نہیں
عطا کی، خواہ وہ لوگ ہوں جو گزر چکے یا وہ جو اب موجود ہیں۔

اے لوگو!

خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اس کی برائی دوسرے لوگوں
کی عیب جوئی سے محفوظ رکھے، اور خوش قسمت وہ شخص ہے جو
چپ چاپ گھر میں بیٹھا رہے، جو اپنی روزی کھائے اور اپنے
رب کی طاعت میں مصروف رہے اور اپنی خطاؤں پر گریہ کرتا رہے
یوں اپنے نفس کی بیماری کا یہ مداوا کرے اور دوسرے اس کے
شر سے مامون رہیں گے۔

۱۷۶- ومن کلام لہٗ علیہ السلام ———— ارشاد:

حکمین کے بارے میں

فَاجْتَمَعَ رَأْیُ مَلَائِکُمْ عَلٰی اَنِ اخْتَارُوا رَجُلَیْنِ فَاَخَذْنَا عَلَیْهِمَا اَنْ یُجَعْجِعَا عِنْدَ الْقُرْاٰنِ، وَلَا یُجَاوِزَاهُ، وَتَکُوْنَ اَلْسِنَتُهُمَا مَعَهٗ، وَقُلُوْبُهُمَا تَبَعَهٗ، فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَکَا الْحَقَّ وَهُمَا یُبْصِرَانِهٖ۔ وَکَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا وَالْاِعْوِجَاجُ رَأْیَهُمَا۔ وَقَدْ سَبَقَ اِسْتِثْنَاؤُنَا عَلَیْهِمَا فِی الْحُکْمِ بِالْعَدْلِ وَالْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوْءَ رَأْیِهِمَا، وَجَوْرَ حُکْمِهِمَا! وَالثِّقَةُ فِیْ اَیْدِیْنَا لِاَنْفُسِنَا حِیْنَ خَالَفَا سَبِیْلَ الْحَقِّ وَاَتَیَا بِمَا لَا یُعْرَفُ مِنْ مَعْکُوْسِ الْحُکْمِ۔

تمھارے عوام کی رائے یہی ہوئی کہ دو آدمی چنے جائیں۔ ہم نے ان دونوں سے عہد لیا کہ قرآن کے مطابق عمل کرکے اس سے آگے نہ بڑھیں گے - اور ان کی زبان و دل تابع قرآن ہوگا۔ لیکن وہ دونوں بے راہ ہوگئے، اور حق کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ (یہ معاملہ) انھیں دکھائی دے رہا ہے۔ مگر ان کی تمنّا جور و ستم، اور کجی ان کی رائے تھی۔ مگر ہم نے فیصلۂ انصاف اور عمل بر حق کا تصفیہ ان کی غلط رائے اور غلط فیصلے سے پہلے کرلیا تھا۔ اور دلیل ہمارے ساتھ ہے جب کہ ان دونوں نے حق کی مخالفت کی ہے اور اُلٹا فیصلہ کرکے نامناسب بات کی ہے۔

اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ

تم میں سب سے بڑا جج

علی ہے!

(حدیث)

۱۷۷- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ______ خطبہ

آغاز خلافت کی ایک تقریر

لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ، وَلَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ، وَلَا يَحْوِيهِ مَكَانٌ، وَلَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ، وَلَا نُجُومِ السَّمَاءِ، وَلَا سَوَافِي الرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا دَبِيبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، وَلَا مَقِيلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ، يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْأَوْرَاقِ، وَخَفِيَّ طَرْفِ الْأَحْدَاقِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ غَيْرَ مَعْدُولٍ بِهِ، وَلَا مَشْكُوكٍ فِيهِ، وَلَا مَكْفُورٍ دِينُهُ، وَلَا مَجْحُودٍ تَكْوِينُهُ، شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهُ، وَصَفَتْ دِخْلَتُهُ، وَخَلَصَ يَقِينُهُ، وَثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمُجْتَبَى مِنْ خَلَائِقِهِ، وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهِ، وَالْمُخْتَصُّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهِ، وَالْمُصْطَفَى لِكَرَائِمِ رِسَالَاتِهِ، وَالْمُوَضَّحَةُ بِهِ أَشْرَاطُ الْهُدَى، وَالْمَجْلُوُّ بِهِ غِرْبِيبُ الْعَمَى۔

(وہ خدا) جسے کوئی مصروفیت دوسرے کام سے نہیں روکتی، نہ زمانہ اس میں تبدیلی کرتا ہے، نہ جگہ اسے گھیرتی ہے، نہ زبان اس کی تعریف کرسکتی ہے۔ پانی کے قطروں کی اور آسمان کے تاروں کی گنتی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ نہ یہ بات خارج از علم ہے کہ (ہوا) فضا میں خاک کے کتنے ذرے اڑاتی ہے۔ نہ یہ بات اس سے پوشیدہ ہے کہ چٹان پر چیونٹے کس طرح چلتے ہیں، نہ یہ کہ چیونٹیاں تاریک رات کی اندھیاری میں رات کہاں گذارتی ہیں۔ اسے پتّیوں کے گرنے کے ٹھکانے معلوم ہیں۔ کنکھیوں (اور آنکھ) کے اشارے جانتا ہے — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک و مثال نہیں۔ اور اس گواہی میں کسی طرح شک نہیں ہے نہ اس کے دیدار کا انکار، نہ اس کے خالق ہونے میں تردد (انکار) ایسی گواہی (توحید) کہ جس (گواہ) کی نیّت سچّی، باطن صاف، یقین خالص اور ترازو بھاری (عمل میں صلاحیت) ہو۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور مخلوقات میں منتخب رسول ہیں جو حقائق کی شرح کے لیے چنے گئے ہیں اور خصوصی کرامتوں کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔ اور بہترین پیام رسانی کے لیے انھیں پسند کیا ہے۔ اور ان کے ذریعے سے ہدایت کی نشانیاں واضح کی گئی ہیں۔ اور اس کے وسیلے سے اندھیرے کی سیاہیاں روشن کی گئیں۔

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ الْمُؤَمِّلَ لَهَا

لوگو! یہ دنیا (اپنے) امید وار کو اور عاشق کو دھوکا دیتی

وَالْمُخْلِدَ إِلَيْهَا، وَلَا تَنْفَسُ بِمَنْ نَافَسَ فِيهَا
وَتَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا، وَأَيْمُ اللهِ مَا كَانَ
قَوْمٌ قَطُّ فِي غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ فَزَالَ عَنْهُمْ
إِلَّا بِذُنُوبٍ اجْتَرَحُوهَا، لِأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ
لِلْعَبِيدِ. وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ حِينَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ
وَتَزُولُ عَنْهُمُ النِّعَمُ، فَزِعُوا إِلَى رَبِّهِمْ
بِصِدْقٍ مِنْ نِيَّاتِهِمْ وَوَلَهٍ مِنْ قُلُوبِهِمْ لَرَدَّ
عَلَيْهِمْ كُلَّ شَارِدٍ وَأَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ، وَإِنِّي
لَأَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فَتْرَةٍ، وَقَدْ
كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلْتُمْ فِيهَا مَيْلَةً كُنْتُمْ
فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ، وَلَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ
أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ لَسُعَدَاءُ، وَمَا عَلَيَّ إِلَّا
الْجُهْدُ، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ: عَفَا
اللهُ عَمَّا سَلَفَ.

ہے، اور جو اس میں مقابلہ کرے اس کا ساتھ نہیں دیتی اور جو اسے فتح کرے اس پر قابو حاصل کر لیتی ہے۔ خدا کی قسم! کوئی قوم اپنی بھری پری نعمتوں اور (خوشگوار) زندگی میں ایسی نہ تھی کہ جن سے وہ نعمتیں زائل ہوئیں مگر یہ کہ ان لوگوں کے گناہ کیسے۔ کیونکہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر لوگ عذاب نازل ہوتے اور نعمتوں کے اُٹھتے وقت سچی نیتوں، اور دلی عقیدت کے ساتھ اسے پکارتے تو خدا ان سے واپس شدہ تمام نعمتیں واپس کر دیتا اور ان کی ہر خرابی کی اصلاح کر دیتا۔

مجھے تمھارے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ تم وقفۂ عذاب میں کہیں نہ ہو۔ گذشتہ معاملات میں تمھارے رجحانات میرے نزدیک ناپسندیدہ تھے۔ اب اگر تمہارے معاملات ٹھیک کر دیے جائیں، تو تم خوش قسمت ہو گے، اور اس سلسلے میں مجھے صرف محنت کرنا ہو گی (وہ میں کروں گا) اور اگر میں یہ کہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ "خدا گزشتہ غلطیوں کو معاف فرمائے"۔ (م ح)

۱۷۸۔ ومن کلام لہٗ علیہ السلام ———— ارشاد

دیدارِ خداوندی

اِن کلمات عالیہ میں، ایک بہت دلچسپ اور دُور رس سوال کا جواب ارشاد فرمایا ہے جو اپنی معنویت اور جامعیت کے اعتبار سے ایک فلسفہ بھی ہے، اور تلقین بھی اور پند و موعظت بھی!

ذعلب یمانی نے امیرالمومنین سے دریافت کیا:

"کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امیرالمومنین؟

آپ نے فرمایا: "کیا میں اس کی عبادت کرتا ہوں، جسے میں نے نہیں دیکھا؟"

ذعلب نے پوچھا: "آپ نے خدا کو کس طرح دیکھا ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

لَا تُدْرِکُهُ الْعُیُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِیَانِ، وَلٰکِنْ تُدْرِکُهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ، قَرِیْبٌ مِنَ الْاَشْیَاءِ غَیْرُ مُلَامِسٍ، بَعِیْدٌ مِنْهَا غَیْرُ مُبَایِنٍ، مُتَکَلِّمٌ لَا بِرَوِیَّةٍ، مُرِیْدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِیْفٌ لَا یُوْصَفُ بِالْخَفَاءِ، بَصِیْرٌ لَا یُوْصَفُ بِالْحَاسَّةِ، رَحِیْمٌ لَا یُوْصَفُ بِالرِّقَّةِ، تَعْنُو الْوُجُوْهُ لِعَظَمَتِهٖ وَتَجِبُ الْقُلُوْبُ مِنْ مَخَافَتِهٖ۔

خدا کو یہ آنکھیں آشکارا دیکھ نہیں سکتیں، لیکن قلوب حقائق ایمان کے وسیلہ سے اس کا ادراک کر لیتے ہیں، وہ ہر چیز سے نزدیک ہے، لیکن اسے چھوا نہیں جا سکتا، وہ ہر چیز سے دور ہے، لیکن جدا نہیں ہے، وہ گویا ہے، بغیر تفکر و خیال، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر تصمیم اور آمادہ ہونے کے، وہ ایجاد کرنے والا ہے، بدوں (کمک) عضو، وہ لطیف ہے، لیکن پنہانی سے اس کا وصف نہیں بیان کیا جا سکتا، وہ (ہر چیز سے) بزرگ و بالا ہے، لیکن ستمگر نہیں، وہ بینا ہے، مگر کسی حس سے اسے موصوف نہیں کیا جا سکتا، وہ مہربان ہے، لیکن نہ انسانوں کی طرح نرم دل نہیں کہہ سکتے۔ اس کی عظمت اور بزرگی کے سامنے بڑے بڑے لوگ جھکے ہوئے ہیں اور دل اس کے خوف سے دھڑک رہے ہیں۔

لہ ذعلب یمانی کا یہ سوال اور اس کا طولانی جواب کافی و توحید و احتجاج وغیرہ میں دیکھئے۔ (م ح)

۱۷۹-ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ——— خطبہ

فوج سے خطاب

"ایک ولولہ انگیز اور حقائق آمیز تقریر"

أَحْمِدُ اللهَ عَلَىٰ مَا قَضَىٰ مِنْ أَمْرٍ، وَقَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ، وَعَلَى ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَإِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ، إِنْ أُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَإِنْ حُورِبْتُمْ خُرْتُمْ وَإِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَىٰ إِمَامٍ طَعَنْتُمْ، وَإِنْ أُجِئْتُمْ إِلَىٰ مُشَاقَّةٍ نَكَصْتُمْ- لَا أَبَا لِغَيْرِكُمْ! مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ وَالْجِهَادُ عَلَىٰ حَقِّكُمْ؟ أَلْمَوْتُ أَوِ الذُّلُّ لَكُمْ فَوَاللهِ لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي وَلَيَأْتِيَنِّي- لَيُفَرِّقَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَنَا لِصُحْبَتِكُمْ قَالٍ: وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيرٍ، لِلّٰهِ أَنْتُمْ!! أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَمِيَّةٌ تَشْحَذُكُمْ؟ أَوَلَيْسَ عَجَباً أَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو الْجُفَاةَ الطَّغَامَ فَيَتَّبِعُونَهُ عَلَىٰ غَيْرِ مَعُونَةٍ وَلَا عَطَاءٍ، وَأَنَا أَدْعُوكُمْ- وَأَنْتُمْ تَرِيكَةُ الْإِسْلَامِ، وَبَقِيَّةُ النَّاسِ- إِلَى الْمَعُونَةِ وَطَائِفَةٍ مِنَ الْعَطَاءِ فَتَتَفَرَّقُونَ عَنِّي وَتَخْتَلِفُونَ عَلَيَّ؟ إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَيْكُمْ مِنْ أَمْرِي رِضىً فَتَرْضَوْنَهُ، وَلَا سَخَطٌ فَتَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ أَحَبَّ مَا أَنَا لَاقٍ

خدا کی حمد و ثنا اس کے ان فیصلوں پر، جو اس نے کیے، اور ان افعال پر جو اس نے نامزد فرمائے، اور میرے اس امتحان پر جو تمھارے ذریعے لیا، کہ جب تمھیں حکم دیتا ہوں تو تم اطاعت نہیں کرتے اور پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے، اگر مہلت دیتا ہوں تو جھک جاتے ہو، اور اگر لڑاتا ہوں، تو چیخ اُٹھتے ہو، اگر کسی امام پر لوگ متفق بھی ہو جائیں تو تم اس پر طعنے دیتے ہو اور مخالفت کرتے ہو، اور اگر کسی مہم کے لیے تیار ہوتے ہو تو منہ پھیر لیتے ہو۔

تمھارے دشمن کے باپ مریں٭! تم اپنے خدا سے نصرت کی کیا امید کرتے ہو، جہاد تو تم پر فرض ہے ہی۔ موت یا ذلّت تمھاری قسمت میں ہے۔ قسم کھاتا ہوں کہ اگر میری موت آئی۔ جو ضرور آئے گی، (مگر) میں تمہارے ساتھ سے عاجز ہوں گا۔ اور بہت تھوڑے محبت کرنے والے) دوست میرے ساتھ ہوں گے۔ تم سے خدا سمجھے! کیا کوئی مذہب اور غیرت بھی تمھیں تیز نہیں کرتی؟ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ معاویہ سرکشوں اور باغیوں کو جمع کرتے ہیں اور وہ لوگ ان کے پیچھے ہیں (حالانکہ نہ (اس وقت) امداد حاصل ہوتی ہے نہ انعام ——— اور میں تمہیں ——— حالانکہ تم (حقیقی) اسلام کے وارث اور گزشتہ محترم مسلمانوں کے پسماندہ ہو ——— مدد کے لیے بلاتا ہوں:

٭ابا لکم: ایک فقرہ ہے جو دعا اور بد دعا کے موقعوں پر بولا جاتا ہے جس کو حضرت نے اسی طرح استعمال فرمایا ہے۔ م-ح-

إِلَى الْمَوْتِ - قَدْ دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ وَفَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ وَعَرَّفْتُكُمْ مَا أَنْكَرْتُمْ - وَسَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ، لَوْ كَانَ الْأَعْمَى يَلْحَظُ، أَوِ النَّائِمُ يَسْتَيْقِظُ!! وَأَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللَّهِ قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ وَمُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ۔

اور (ثواب کا یقین دلا کر) انعام دیتا ہوں، مگر تم مجھ سے ہٹ جاتے ہو، مجھ سے اختلاف کرتے ہو۔ اگر میرا حکم خوشنودی پہنچاتا ہے، تو تم خوش نہیں ہوتے، اور عتاب نامہ پہنچتا ہے تو بھی تم متحد نہیں ہوتے اب تو مجھے محبوب ترین چیز ملنے والی موت ہے — میں نے قرآن پڑھا اور سمجھایا، دلیلیں پیش کیں۔ جسے تم نہیں مانتے تھے، اسے تم سمجھ گئے۔ ناگوار گھونٹ گوارا ہو گئے۔ (تمام ذہنی الجھنیں میں نے ختم کر دیں اور اس طرح کہ) اگر اندھا ہوتا تو دیکھنے لگتا، سوتا ہوتا تو جاگ اٹھتا۔

اس قوم میں خدا کے نہ جاننے والوں میں سب سے زیادہ قریب ان کا رہنما معاویہ اور ان کا مشیر ابن نابغہ ہے[1]۔ (۲ ح)

تاریخ اسلام

علی جیسا ایمانِ مجسّم خاندان نبوت

کے علاوہ

پیش نہیں کر سکی!

---

[1] ابن النابغۃ: عمرو بن العاص۔ نہج محمد بن عبدہ ص ۳۵۸۔

۱۸۰- ومن کلام لہٗ علیہ السلام ——— ارشاد

باغی جماعت

حضرت نے ایک آدمی کو کوفہ کے ایک فوجی دستے کی حالت معلوم کرنے کے لیے بھیجا جنھوں نے خوارج سے ملنے کی تیاریاں کی تھیں۔ اور یہ لوگ حضرت سے ڈر رہے تھے۔ جب وہ (جاسوس[1]) شخص آیا۔ تو حضرتؑ نے دریافت فرمایا: کیوں، وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے؟ یا ڈر کے چلے گئے؟ —— اس نے عرض کی: یا امیرالمومنینؑ وہ چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا:

بُعْداً لَهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ، أَمَا لَوْ أُشْرِعَتِ الْأَسِنَّةُ إِلَيْهِمْ، وَصُبَّتِ السُّيُوفُ عَلَى هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوا عَلَى مَا كَانَ مِنْهُمْ - إِنَّ الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ، وَهُوَ غَداً مُتَبَرِّئٌ مِنْهُمْ، وَمُتَخَلٍّ عَنْهُمْ - فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوجِهِمْ مِنَ الْهُدَى، وَارْتِكَاسِهِمْ فِي الضَّلَالِ وَالْعَمَى، وَصَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ وَجِمَاحِهِمْ فِي التِّيهِ -

قوم ثمود کی طرح ناپید ہوں! یاد رہے! کہ جب نیزے ان کی طرف سیدھے ہوں گے اور تلواریں ان کی کھوپڑیوں پر گریں گی، تو پھر یہ اپنی حالت پر پچھتائیں گے۔

آج شیطان نے انھیں (ہم سے) جدا کر دیا ہے۔ مگر کل (قیامت میں) ان سے علیحدگی کا اعلان اور برأت ظاہر کرے گا، تو ان کے لیے یہی بہت ہے کہ ہدایت سے نکل گئے اور گمراہی اور اندھے پن میں جا پڑے۔ حق سے منہ موڑا، اور میدان گمراہی میں منہ زوری کرتے پھریں۔

(م ح)

---

[1] جنگ صفین کے بعد خریت ابن راشد سردار بنی ناجیہ خوارج سے جا ملا تھا، اس جتھے کی خبر لینے کے لیے عبداللہ بن قعین کو حضرت نے بھیجا تھا۔ یاد رہے کہ معقل بن قیس نے اسے قتل کیا تھا۔ م۔ ح۔

۱۸۱ - ومن خطبة لہٗ علیہ السلام ـــــــــــــ خطبہ

نوف بکالی کہتے ہیں کہ حضرت نے کوفہ میں ہم لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی:
(منظر یہ تھا کہ) آپ اس پتھر (اسٹیج) پر کھڑے ہوئے تھے جسے جعدہ بن ہبیرہ[1] نے آپ کے لیے نصب کیا تھا، اس وقت حضرت اون کی چھوٹی آستین کی قمیص پہنے، درخت خرما کی چھال سے بنی ہوئی نیام لٹکائے ہوئے، پائے مبارک میں نعلین لیف[2] اور پیشانی پر سجدے کا ایسا نشان تھا جیسے اونٹ کا گھٹا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اِلَیْهِ مَصَائِرُ الْخُلْقِ وَعَوَاقِبُ الْاَمْرِ، نَحْمَدُهٗ عَلٰی عَظِیْمِ اِحْسَانِهٖ وَنَیِّرِ بُرْهَانِهٖ، وَنَوَامِیْ فَضْلِهٖ وَاِمْتِنَانِهٖ - حَمْدًا یَکُوْنُ لِحَقِّهٖ قَضَآءً، وَلِشُکْرِهٖ اَدَآءً وَاِلٰی ثَوَابِهٖ مُقَرِّبًا، وَلِحُسْنِ مَزِیْدِهٖ مُوْجِبًا - وَنَسْتَعِیْنُ بِهٖ اِسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهٖ مُؤَمِّلٍ لِنَفْعِهٖ، وَاثِقٍ بِدَفْعِهٖ، مُعْتَرِفٍ لَهٗ بِالطَّوْلِ مُذْعِنٍ لَهٗ بِالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ وَنُؤْمِنُ بِهٖ اِیْمَانَ مَنْ رَجَاهُ مُوْقِنًا وَاَنَابَ اِلَیْهِ مُؤْمِنًا، وَخَنَعَ لَهٗ مُذْعِنًا، وَاَخْلَصَ لَهٗ مُوَحِّدًا، وَعَظَّمَهٗ مُمَجِّدًا، وَلَاذَ بِهٖ رَاغِبًا مُجْتَهِدًا،

اس خدا کی حمد و ثنا ـــــــ جس کی طرف ساری مخلوق پلٹ کر جائے گی، اور تمام معاملات کے نتائج (وہی دے گا) ہم اس کے عظیم الشان احسانات اور روشن دلیلوں، اور بڑھتی نعمتوں اور احسانوں پر وہ حمد کرتے ہیں۔ جو اس کے حق (شکر) کو پورا کرنے کرنے کے قابل ہو اور اس کے شکر کو ادا کر سکے۔ اور اس کے ثواب سے قریب کر دے۔ اور اس کے اچھے اضافوں کا سبب ہو۔

اور میں اس سے مدد چاہتا ہوں اس شخص کی طرح جو اس کے فضل کا امیدوار اور اس (خدا) کے نفع کا آرزومند ہو۔ اسی کی (قوت) دفع (بلا) پر بھروسہ رکھتا ہو۔ اس کے احسان کا اقرار کرتا ہو، قول و فعل سے اس (کی عظمت) کا یقین رکھتا ہو۔ اور اس پر میرا ایمان ایسا ہے جیسے کوئی یقین کے ساتھ اس سے تمنا رکھتا ہو۔ اور ایمان لا کر اس کی بارگاہ میں جھک گیا ہو۔ اور اذعان کے ساتھ سربسجود اور موحد بن کر مخلصانہ طور پر حاضر ہو۔ اس نے خدا کی تعظیم اس کی عظمت ماننے کے بعد کی ہو۔ اور رغبت سے کوشش کر کے پناہ لی ہو۔

---

[1] لیف: درخت خرما کی چھال - م ح - [2] نوف ایک عابد و زاہد اور جعدہ آپ کے بھانجے جو بڑے فقیہہ اور بہادر تھے - (م ح)

لَمْ يُوْلَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُوْنَ فِي الْعِزِّ مُشَارِكاً، وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مَوْرُوْثاً هَالِكاً، وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَلَا زَمَانٌ، وَلَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ، بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُوْلِ بِمَا أَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيْرِ الْمُتْقَنِ، وَالْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ، وَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَائِمَاتٍ بِلَا سَنَدٍ، دَعَاهُنَّ فَأَجَبْنَ طَائِعَاتٍ مُذْعِنَاتٍ، غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَلَا مُبْطِئَاتٍ، وَلَوْلَا إِقْرَارُهُنَّ لَهُ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَإِذْعَانُهُنَّ لَهُ بِالطَّوَاعِيَةِ لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعاً لِعَرْشِهِ، وَلَا مَسْكَناً لِمَلَائِكَتِهِ، وَلَا مَصْعَداً لِلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهِ، جَعَلَ نُجُوْمَهَا أَعْلَاماً يَسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِي مُخْتَلِفِ فِجَاجِ الْأَقْطَارِ، لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُوْرِهَا ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَلَا اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيْبُ سَوَادِ الْحَنَادِسِ أَنْ تَرُدَّ مَا شَاعَ فِي السَّمٰوَاتِ مِنْ تَلَأْلُؤِ نُوْرِ الْقَمَرِ، فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ، وَلَا لَيْلٍ سَاجٍ، فِي بِقَاعِ الْأَرَضِيْنَ الْمُتَطَأْطِئَاتِ، وَلَا فِي يَفَاعِ السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ، وَمَا يَتَجَلْجَلُ بِهِ الرَّعْدُ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ، وَمَا تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوْقُ الْغَمَامِ، وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ تُزِيْلُهَا عَنْ مَسْقَطِهَا عَوَاصِفُ الْأَنْوَاءِ وَانْهِطَالُ السَّمَاءِ، وَيَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَمَقَرَّهَا، وَمَسْحَبَ الذَّرَّةِ وَمَجَرَّهَا، وَمَا يَكْفِي الْبَعُوْضَةَ

وہ پاک و بلند معبود کسی سے پیدا نہیں ہوا، کہ وہ خدا کی عظمت کا شریک ہو، اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا کہ اس (خدا) کے بعد وارث ہو۔ نہ وقت اس سے مقدم ہے نہ زمانہ، نہ اس میں زیادتی ہوئی ہے نہ کمی بلکہ وہ ہماری عقلوں کے سامنے اپنی تدبیر کی مضبوط علامتوں اور ٹھوس فیصلوں کے لحاظ سے ظاہر ہوا۔ اس کی خالقیت کے گواہوں میں ان آسمانوں کی تخلیق ہے جو ستونوں کے بغیر تھمے اور کھمبوں کے بغیر رکے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں حکم (ثبات) دیا تو یہ سب فرماں برداری کے ساتھ تھکن اور سستی کے بغیر اطاعت کو تیار ہو گئے، اگر یہ آسمان اس کی الوہیت کے معتقد اور اطاعتوں کے اقراری نہ ہوتے تو وہ انھیں اپنے عرش کی منزل فرشتوں کا مسکن، اچھی دعاؤں مخلوقات کے نیک اعمال کی معراج گاہ نہ بناتا۔

خدا نے ان آسمانوں کے ستاروں کو زمین کے مختلف بیابانوں میں گم کردہ راہوں کے لیے رہنما بنایا۔ تاریک ترین رات کے پردوں کی سیاہی ان ستاروں کی روشنی کو روک نہیں سکتی۔ اور نہ گھٹا ٹوپ اندھیروں کی چادروں میں یہ قوت ہے کہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی روشنی ماہتاب کو واپس لوٹا دے —— تو پاک ہے وہ جس پر نہ اندھیری رات کی تاریکی پوشیدہ ہے نہ شب کا سکون، خواہ وہ (آرام کرنے والے) پست زمینوں کے ٹکڑوں میں ہوں، یا سرخی مائل (ریت کے) ٹیلوں میں، نہ اس سے بجلیوں کی کڑک (دور ہے) جو آسمانی افق میں پیدا ہوتی ہیں اور جو بادل کی چمک کمزور ہوتی ہے۔ نہ درختوں سے گری ہوئی وہ پتیاں جن کو چھتروں کی تیز آندھیاں اور آسمانوں کے تیز پانی ان کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔ اسے بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں معلوم ہیں اور ذروں کے کھینچنے اور پہنچنے کی جگہ اور مچھر کی غذا، اور مادائوں کے حمل کا علم ہے۔

مِنْ قُوْتِهَا، وَمَا تَحْمِلُ الْاُنْثٰى فِيْ بَطْنِهَا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَائِنِ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ كُرْسِيٌّ اَوْ عَرْشٌ اَوْ سَمَاءٌ اَوْ اَرْضٌ اَوْ جَانٌّ اَوْ اِنْسٌ، لَا يُدْرَكُ بِوَهْمٍ، وَلَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ، وَلَا يَشْغَلُهُ سَائِلٌ، وَلَا يَنْقُصُهُ نَائِلٌ، وَلَا يَنْظُرُ بِعَيْنٍ، وَلَا يُحَدُّ بِاَيْنٍ، وَلَا يُوْصَفُ بِالْاَزْوَاجِ، وَلَا يُخْلَقُ بِعِلَاجٍ، وَلَا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ، وَلَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ۔ اَلَّذِيْ كَلَّمَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَاَرَاهُ مِنْ آيَاتِهٖ عَظِيْمًا، بِلَا جَوَارِحَ وَلَا اَدَوَاتٍ، وَلَا نُطْقٍ وَلَا لَهَوَاتٍ۔

بَلْ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا اَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ بِالْوَصْفِ رَبَّكَ! فَصِفْ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَجُنُوْدَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ فِيْ حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّيْنَ، مُتَوَلِّهَةً عُقُوْلُهُمْ اَنْ يَحُدُّوا اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ۔ فَاِنَّمَا يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو الْهَيْئَاتِ وَالْاَدَوَاتِ، وَمَنْ يَنْقَضِيْ اِذَا بَلَغَ اَمَدَ حَدِّهٖ بِالْفَنَاءِ، فَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَضَاءَ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظَلَامٍ، وَاَظْلَمَ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ نُوْرٍ۔

اس خدا کی حمد جو عرش و کرسی، زمین و آسمان اور جنوں اور انسانوں سے پہلے تھا۔ وہ وہم سے چھوا، اور عقل سے معین نہیں کیا جاسکتا، کوئی سائل اسے الجھا نہیں سکتا، کوئی پانے والا اس کے خزانے میں، کمی نہیں کرسکتا، وہ آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا، اور "کہاں" (کے سوال) سے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ مثالوں سے تعریف اور کوشش سے بنایا نہیں جاسکتا۔ حواس سے معلوم نہیں ہوسکتا، لوگوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ خدا جس نے جناب موسیٰ سے کلام کیا، اور انھیں اعضاء و جوارح، گویائی اور زبان کی مدد کے بغیر اپنی بڑی بڑی آیتیں دکھائیں۔

اے زبردستی خدا کی تعریف کرنے والے، اگر تو اپنے خیال میں سچا ہے، تو جبرئیل و میکائیل اور حظیرۂ قدس میں رہنے والے عبادت گذار فرشتوں کی تعریف کرکے دیکھ! وہ فرشتے جن کی عقلیں "احسن الخالقین" کی مدح سرائی کرنے سے عاجز ہیں۔ کیونکہ ہیئت و اعضاء رکھنے والے صفات سے پہچانے جاتے ہیں اور جس کی انتہا فنا پر ختم ہو۔ وہ بے مثل و لاشریک خدا ہے جس نے اپنے نور سے ہر تاریکی کو روشن اور ہر روشنی کو (اپنی قدرت سے) تاریکی سے بدل دیا ہے۔ (م ح)

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِيْ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ، فَلَوْ اَنَّ اَحَدًا يَجِدُ اِلَى الْبَقَاءِ سُلَّمًا، اَوْ اِلٰى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيْلًا، لَكَانَ ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، الَّذِيْ سُخِّرَ

میں تم کو خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں لباس آراستہ پہنا دیا (تاکہ سردی و گرمی سے محفوظ رہو) اور وسائل زندگانی تمھارے لیے فراہم فرمائے، اگر کوئی شخص بقا کے زینہ پر چڑھ سکتا ہوتا یا موت کو دور کرنے کی تدابیر اختیار کرسکتا ہوتا تو وہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام تھے، جو

لَهُ مُلْكُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَعَظِيمِ الزُّلْفَةِ، فَلَمَّا اسْتَوْفَى طُعْمَتَهُ، وَاسْتَكْمَلَ مُدَّتَهُ، رَمَتْهُ قِسِيُّ الْفَنَاءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ، وَأَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً، وَالْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً، وَوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُونَ.

جن وانس پر تصرف و بادشاہی کرتے تھے، ساتھ ہی ساتھ منصب پیغمبری، اور بلند مقام و منزلت پر فائز تھے، لیکن جب انھوں نے اپنی معین روزی اور اپنی مدت ختم کر لی تو فنا کی کمانوں نے ان پر موت کے تیر پھینکے اور شہر ان سے خالی ہوگئے، اور گھر ویران اور سنسان ہوگئے، اور دوسرے لوگ ان کے وارث اور جانشین بن گئے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُونِ السَّالِفَةِ لَعِبْرَةً! أَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَأَبْنَاءُ الْعَمَالِقَةِ؟ أَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَأَبْنَاءُ الْفَرَاعِنَةِ؟ أَيْنَ أَصْحَابُ مَدَائِنِ الرَّسِّ؟ الَّذِينَ قَتَلُوا النَّبِيِّينَ، وَأَطْفَأُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِينَ، وَأَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِينَ؟ أَيْنَ الَّذِينَ سَارُوا بِالْجُيُوشِ، وَهَزَمُوا بِالْأُلُوفِ، وَعَسْكَرُوا الْعَسَاكِرَ، وَمَدَّنُوا الْمَدَائِنَ؟!

بلاشبہ گزشتہ عہد کے حالات تمھارے لیے سبق آموز ہیں، کہاں ہیں عمالقہ اور ان کے فرزند؟ کہاں ہیں فراعنۂ (مصر) اور ان کی اولاد؟ کہاں ہیں شہر رس کے لوگ کہ جنہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ہلاک کیا، اور خدائی احکام پہنچانے والوں کو خاموش کرکے انبیاء کے راستوں کا چراغ بجھا دیا، اور جنھوں نے گردن کشوں کے شیوے زندہ کیے؟ کہاں ہیں وہ لوگ کہ اپنے لشکروں کے ساتھ کوچ کیا اور ہزاروں لاکھوں کو شکست دی؟ جنھوں نے سپاہ گراں جمع کی اور بڑے بڑے شہر بسا ڈالے؟

مِنْهَا ——— اسی خطبے کا ایک حصہ

قَدْ لَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا، وَأَخَذَهَا بِجَمِيعِ أَدَبِهَا: مِنَ الْإِقْبَالِ عَلَيْهَا وَالْمَعْرِفَةِ بِهَا، وَالتَّفَرُّغِ لَهَا، فَهِيَ عِنْدَ نَفْسِهِ ضَالَّتُهُ الَّتِي يَطْلُبُهَا، وَحَاجَتُهُ الَّتِي يَسْأَلُ عَنْهَا، فَهُوَ مُغْتَرِبٌ إِذَا اغْتَرَبَ الْإِسْلَامُ، وَضَرَبَ بِعَسِيبِ ذَنَبِهِ، وَأَلْصَقَ الْأَرْضَ بِجِرَانِهِ، بَقِيَّةٌ مِنْ بَقَايَا حُجَّتِهِ

(امام منتظرؑ) نے حکمت کی سپر (زرہ) پہن لی ہے، اور حکمت کے شرائط کو اختیار کر لیا ہے۔ مثلاً توجۂ معرفت اور تعلقات دنیا سے بے تعلقی۔ گویا حکمت اسی کی کھوئی ہوئی چیز ہے جسے وہ تلاش کر رہا ہے، اور اس کی وہ ضروری چیز تھی جس کے لیے وہ پوچھ رہا ہے۔ جب اسلام مظلوم (مسافر) ہوگا تو وہ بھی (سفر غیبت میں) تنہا رہ جائے گا۔ اس وقت اسلام اس ناقہ کی طرح ہوگا جس نے گردن زمین پر ڈال دی ہو اور دم سے پاس آنے والوں کو ہنکا رہا ہو۔ وہ (امام) خدا کی حجتوں میں

خَلِيفَةٌ مِنْ خَلَائِفِ أَنْبِيَائِهِ۔

آخری حجت اور پیغمبروں کے خلفا میں آخری خلیفہ ہوگا۔

پھر حضرت نے فرمایا

لِلّٰهِ أَنْتُمْ أَتَتَوَقَّعُونَ إِمَاماً غَيْرِي يَطَأُ بِكُمُ الطَّرِيقَ وَيُرْشِدُكُمُ السَّبِيلَ؟

کیا تم میرے علاوہ کسی اور امام کے منتظر ہو؟ جو تمھیں راہِ ہدایت پر گامزن کرے اور تمھارا رہبر بنے؟

أَلَا!

إِنَّهُ قَدْ أَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلاً وَأَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدْبِراً، وَأَزْمَعَ التَّرْحَالَ عِبَادُ اللّٰهِ الْأَخْيَارُ، وَبَاعُوا قَلِيلاً مِنَ الدُّنْيَا لَا يَبْقَى بِكَثِيرٍ مِنَ الْآخِرَةِ لَا يَفْنَى، مَا ضَرَّ إِخْوَانَنَا الَّذِينَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ بِصِفِّينَ أَنْ لَا يَكُونُوا الْيَوْمَ أَحْيَاءً يُسِيغُونَ الْغُصَصَ، وَيَشْرَبُونَ الرَّنْقَ؛ قَدْ وَاللّٰهِ ـ لَقُوا اللّٰهَ فَوَفَّاهُمْ أُجُورَهُمْ، وَأَحَلَّهُمْ دَارَ الْأَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَيْنَ إِخْوَانِيَ الَّذِينَ رَكِبُوا الطَّرِيقَ، وَمَضَوْا عَلَى الْحَقِّ ـ أَيْنَ عَمَّارٌ، وَأَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ، وَأَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ، وَأَيْنَ نُظَرَاؤُهُمْ مِنْ إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ تَعَاقَدُوا عَلَى الْمَنِيَّةِ، وَأُبْرِدَ بِرُؤُوسِهِمْ إِلَى الْفَجَرَةِ؟

خبردار!

آئی ہوئی ہدایت نے منہ موڑ لیا اور گئی ہوئی گمراہی واپس آگئی، خدا کے بندگان اخیار نے کوچ کا پختہ ارادہ کر لیا اور باقی نہ رہنے والی قلیل دنیا کا کبھی فنا پذیر نہ ہونے والی آخرت کے مقابلہ میں سودا کر لیا، ہمارے ساتھیوں کا خون جنگ صفین میں بہایا گیا، انھیں اس سے کیا نقصان پہنچا؟ (مقام مسرت ہے کہ) وہ اب زندہ نہیں کہ غم و اندوہ کے کڑوے گھونٹ پیتے اور مصائب کا گندلا پانی نوش کرتے، وہ خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئے، اور اس نے انھیں پورا پورا اجر دیا، اور انھیں دارالامن میں اتارا، جبکہ وہ خوف کی زندگی بسر کر چکے تھے، میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو سفر (آخرت) پر گئے اور حق کی راہ پر گزرے؟ عمار کہاں ہیں؟ ابن تیہان کہاں ہیں؟ ذوالشہادتین کہاں ہیں؟ اور کہاں ہیں ان کے وہ بھائی جو انہی کے مانند تھے؟ جنھوں نے موت کا عہد کیا، اور ان کے سر معصیت کاروں کے پاس (ہدیہ کے طور پر) بھیجے گئے؟

قَالَ: ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى لِحْيَتِهِ الشَّرِيفَةِ الْكَرِيمَةِ فَأَطَالَ الْبُكَاءَ،

ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

پھر حضرت نے ریش مبارک کو اپنے دست مقدس میں رکھا، اور دیر تک روتے رہے،

پھر فرمایا:۔

أَوِّهِ عَلَى إِخْوَانِيَ الَّذِينَ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ، وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَأَقَامُوهُ، أَحْيَوُا السُّنَّةَ، وَأَمَاتُوا الْبِدْعَةَ. دُعُوا

آہ! میرے وہ بھائی! کہ جنھوں نے قرآن کو پڑھا، اسے استوار کیا، اپنے فرض کو سمجھا، اور اسے بجا لائے، جنھوں نے سنت (نبوی) کو زندہ کیا، اور بدعت کو مٹایا، جہاد سے انھیں

لِلْجِهَادِ فَأَجَابُوا، وَوَثِقُوا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوهُ۔

بلاوا دیا گیا، تو اسے قبول کر لیا، اپنے پیشوا پر اعتماد کیا، اور اس کی پیروی کی۔

ثُمَّ نَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ۔

پھر آپ نے بہ آواز بلند فرمایا:

اَلْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللّٰهِ، اَلَا وَ اِنِّي مُعَسْكِرٌ فِي يَوْمِي هٰذَا، فَمَنْ اَرَادَ الرَّوَاحَ اِلَى اللّٰهِ فَلْيَخْرُجْ۔

اے بندگان خدا جہاد جہاد! آگاہ ہو جاؤ۔ آج میں لشکر کو ترتیب دینے والا ہوں، جو خدا کے حضور میں جانا چاہتا ہے، اسے چاہیئے کہ آ جائے!

نوف کہتے ہیں کہ: اس کے بعد امام حسینؑ کو دس ہزار سپاہیوں اور قیس بن سعد کو دس ہزار اور ابو ایوب انصاری کو دس ہزار اور بعض لوگوں کو مختلف گروہوں پر امیر نامزد کیا، اور صفین کی طرف واپسی (اور دوسری جنگ) کا ارادہ فرما رہے تھے۔ ابھی جمعہ نہیں آیا تھا ابن ملجم ملعون نے تلوار سے زخمی کیا۔ اور فوجیں منتشر ہو گئیں اور ہماری وہ حالت تھی کہ جیسے کسی گلّے کا چرواہا نہ ہو۔ سب لاوارث ہو گئے۔

بعض ناموں اور واقعوں کا مختصر تعارف ذیل میں کر دیا جاتا ہے:۔

(۱) عمالقہ —— یہ عملیق ابن لاوز، ابن ارم، ابن حسام، ابن نوح، بادشاہ یمن وحجاز کی اولاد میں سے ایک گروہ تھا، بڑے صاحب مال ومنال ودولت!

(۲) فراعنہ —— یعنی مصر کے فرعون۔

(۳) شہر رس —— رس ایک بڑے کنویں کا نام تھا، جس کے کنارہ میں لوگ جمع ہوا کرتے تھے، یہاں ایک صنوبر کا درخت تھا۔ جسے یافث ابن نوحؑ نے لگایا تھا۔ اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ خدا نے انھیں ہلاک ونابود کر دیا۔

(۴) عمار —— عمار ابن یاسر جو صفین کی جنگ میں ۹۰ سال سے زیادہ کی عمر میں شہید ہوئے۔

(۵) ابن تیہان —— مراد ہیں ابو الہیثم ابن تیہان۔

(۶) ذو الشہادتین —— ابو عمارہ خزیمہ ابن ثابت الانصاری کہ جن کی گواہی کو آنحضرتؐ نے دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا (ن۔تہران)

۱۸۲ - ومن خطبة له علیه السلام ——— خطبہ

وعظ و نصیحت

الحمد لله المعروف من غیر رؤیة، الخالق من غیر منصبة، خلق الخلائق بقدرته، واستعبد الارباب بعزته، وساد العظماء بجوده، وهو الذی اسکن الدنیا خلقه، وبعث الی الجن والانس رسله، لیکشفوا لهم عن غطائها، ولیحذروهم من ضرائها، ولیضربوا لهم امثالها، ولیبصروهم عیوبها، ولیهجموا علیهم بمعتبر من تصرف مصاحها واسقامها وحلالها وحرامها، وما اعد الله سبحانه للمطیعین منهم والعصاة من جنة ونار، وکرامة وهوان ۔ احمده الی نفسه کما استحمد الی خلقه، وجعل لکل شیء قدرا، ولکل قدر اجلا، ولکل اجل کتابا ۔ منها

فالقرآن آمر زاجر، وصامت ناطق، حجة الله علی خلقه، اخذ علیه میثاقهم وارتهن علیه انفسهم، اتم نوره، واکمل به دینه، وقبض نبیه صلی الله علیه وآله، وقد فرغ الی الخلق من احکام الهدی به ۔ فعظموا منه سبحانه

اس خدا کی حمد، جو دیکھے بغیر مشہور، اور تھکے بغیر خالق ہے اس نے دنیا کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور مالکوں کو اپنی عزت کا بندہ بنایا، جس نے دنیا میں مخلوق کو آباد کیا، اور جنّ وانس کے لیے رسول بھیجے، کہ ان سے گمراہی دنیا کے پردے اُٹھا دیں اور انھیں دنیا کے نقصانات سے ڈرائیں، اور ان کے لیے مثالیں دے دیں، اس کے عیب دکھا دیں، اور انھیں دنیا کی صحت و بیماری سے عبرتیں اور نصیحتیں حرام و حلال سمجھا دیں، اطاعت گذاروں اور گناہ گاروں کے لیے جنّت و دوزخ، عزت و ذلت کا جو انتظام کیا ہے وہ تبلا دیں۔

اسی میں فرمایا:-

مَیں اس کی ایسی حمد کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوق سے چاہی ہے۔ اس نے ہر چیز کی مقدار، اور ہر مقدار کی مدّت اور ہر مدّت کے لیے قطعی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

——— قرآن ——— حکم بھی دیتا ہے، منع بھی کرتا ہے خاموش بھی ہے، گویا بھی۔ دنیا پر خدا کی حجت ہے، جس کے لیے اس نے عہد لیا ہے اور ان کے دلوں کو (جواب کا) پابند بنا دیا ہے۔ اس (قرآن) کے نور کو تمام، اور اس سے دین کو کامل بنایا۔ خدا نے اپنے نبیؐ کو اس وقت اٹھایا — جب وہ قرآن کے ذریعے ہدایت کے احکام (بیان کر کے) فارغ ہو گئے۔ تو اس خدائے

مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئاً مِنْ دِينِهِ، وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئاً رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ - إِلَّا وَجَعَلَ لَهُ عَلَماً بَادِياً، وَآيَةً مُحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ أَوْ تَدْعُو إِلَيْهِ، فَرِضَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ، وَسُخْطُهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ-

بزرگ و برتر کی تعظیم کرو جس طرح خود اس نے اپنی بزرگ داشت کی ہے - اس نے اپنے دین کی کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھی، نہ اس نے اپنے اسباب رضا کو چھوڑا نہ ناپسند باتوں کو (بلکہ ہر ایک بات کے لیے) کھلا ہوا نشان اور قطعی علامت قرار دی، (اگر وہ ناقابل بات ہے تو) اس سے روکا گیا ہے یا (قابل عمل ہے تو) اس کی طرف بلایا گیا ہے تو جو حکم باقی ہیں ان میں اس کی ایک رضا باقی ہے یا اس کی ایک ناراضگی باقی ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرْضَى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَلَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَإِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي أَثَرٍ بَيِّنٍ، وَتَتَكَلَّمُونَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ. قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُونَةَ دُنْيَاكُمْ، وَحَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ، وَافْتَرَضَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ، وَأَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوَى، وَجَعَلَهَا مُنْتَهَى رِضَاهُ، وَحَاجَتَهُ مِنْ خَلْقِهِ. فَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِعَيْنِهِ، وَنَوَاصِيكُمْ بِيَدِهِ، وَتَقَلُّبُكُمْ فِي قَبْضَتِهِ، إِنْ أَسْرَرْتُمْ عَلِمَهُ، وَإِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ، قَدْ وَكَّلَ بِكُمْ حَفَظَةً كِرَاماً، لَا يُسْقِطُونَ حَقّاً. وَلَا يُثْبِتُونَ بَاطِلاً، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً مِنَ الْفِتَنِ وَنُوراً مِنَ الظُّلَمِ، وَيُخَلِّدْهُ فِيمَا اشْتَهَتْ نَفْسُهُ وَيُنْزِلْهُ مَنْزِلَةَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهُ، فِي دَارٍ اصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهِ: ظِلُّهَا عَرْشُهُ، وَنُورُهَا بَهْجَتُهُ، وَزُوَّارُهَا مَلَائِكَتُهُ، وَرُفَقَاؤُهَا رُسُلُهُ-

یہ سمجھ لو کہ وہ تم سے کسی ایسی بات پر ہرگز خوش نہیں ہوگا، جس بنا پر تم سے پہلے والوں پر ناراض ہوا، اور اس پر ناراض نہ ہوگا جس پر پہلے کی امتوں سے راضی ہوا۔ تم واضح نشان قدم پر چل رہے ہو - اور ان لوگوں کی کہی بات کہہ رہے ہو جو تم سے اگلے تھے - اس نے تمھاری دنیا کی زحمتوں کو کم کر دیا اور تمھیں شکر پر ابھارا، تمھاری زبانوں پر اپنی یاد کو فرض کر دیا۔ تمھیں تقوے کی نصیحت کی اور اسی کو اپنی رضا کی انتہا اور مخلوقات سے اپنا مطالبہ قرار دیا۔

تو اس خدا سے ڈرو، تم جس کی نظروں میں ہو، تمھاری قسمتیں اس کے ہاتھ میں ہیں، تمھارا الٹ پلٹ ہونا (آباد و برباد کرنا) اسی کے قبضے میں ہے، اگر کچھ چھپاؤ گے تو اس سے معلوم ہوگا اور اگر اعلان کرو گے تو لکھا ہوا ہے - اس نے تم پر ایسے یاد رکھنے والے محترم فرشتے معین کر دیے ہیں جو کسی حق (بات) کو نظر انداز اور کسی باطل (جھوٹ بات) کو لکھتے نہیں - یہ سمجھ لو کہ جو خدا سے ڈرے گا، خدا آزمائشوں میں اسے نکلنے کا موقع اور تاریکیوں میں روشنی دیگا - اور اس کا دل جس (جنت) میں رہنے کا خواہش مند ہے وہاں ہمیشہ رکھے گا، اور اپنے پاس عزت کی جگہ اتارے گا - اس گھر میں جو اس نے اپنے لیے بنایا ہے: جس کی

چھت عرش اور اسی کا نور اس گھر کا اجالا، وہاں کا سامان ملائکہ اور رفیق اور ساتھی خدا کے رسول ہونگے۔

فَبَادِرُوا الْمَعَادَ! وَسَابِقُوا الْآجَالَ! فَإِنَّ النَّاسَ يُوشِكُ أَنْ يَنْقَطِعَ بِهِمُ الْأَمَلُ، وَيَرْهَقَهُمُ الْأَجَلُ، وَيُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ، فَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي مِثْلِ مَا سَأَلَ إِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَأَنْتُمْ بَنُو سَبِيلٍ عَلَى سَفَرٍ مِنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ، وَقَدْ أُوذِنْتُمْ مِنْهَا بِالارْتِحَالِ، وَأُمِرْتُمْ فِيهَا بِالزَّادِ، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ لِهَذَا الْجِلْدِ الرَّقِيقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ، فَارْحَمُوا نُفُوسَكُمْ فَإِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوهَا فِي مَصَائِبِ الدُّنْيَا۔ أَفَرَأَيْتُمْ جَزَعَ أَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ، وَالْعَثْرَةِ تُدْمِيهِ، وَالرَّمْضَاءِ تُحْرِقُهُ؟ فَكَيْفَ إِذَا كَانَ بَيْنَ طَابَقَيْنِ مِنْ نَارٍ ضَجِيعَ حَجَرٍ وَقَرِينَ شَيْطَانٍ؟ أَعَلِمْتُمْ أَنَّ مَالِكاً إِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضاً لِغَضَبِهِ، وَإِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ أَبْوَابِهَا جَزَعاً مِنْ زَجْرَتِهِ؟

تو معاد کی طرف بڑھو! موت کی طرف چلو! کیونکہ ان آدمیوں کے لیے بہت جلد امیدوں کے منقطع، اور موت کے ہاتھوں جدائی کا وقت آنے والا ہے۔ ان کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اب تم وہاں ہو (کہ عمل کا موقع ہے اور جس کے لیے) کہ سابقہ اشخاص نے واپسی کی تمنا کی ہے[1] تم لوگ سفری اور راستوں کے راہی ہو، اور یہ گھر تمہارے گھر نہیں، تمھیں تو ان سے نکل جانے کا حکم (اور یہاں سے) سامان سفر کا فرمان جاری کر دیا گیا ہے۔ یہ سمجھ لو! کہ اس مہین کھال میں آتش جہنم سہنے کا بوتا نہیں، تو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ کیونکہ تم نے اسے دنیا کی مصیبتوں میں آزما لیا ہے ــ کیا تم نے کسی کانٹے کے لگنے کی تکلیف اور اس پر چیخنا چلّانا دیکھا ہے؟ یا کسی کو ایسی ٹھوکر جس سے خون آلود ہو گیا ہو؟ یا گرم ریت سے کسی کو جلتے دیکھا ہو؟ پھر اس وقت کیا ہوگا، جب آگ کا اوڑھنا بچھونا ہوگا۔ پتھروں کے ساتھ لیٹنا اور شیطان کے ساتھ رہنا ہوگا۔

کیا تمھیں معلوم بھی ہے کہ جب مالک (فرشتہ نگران جہنم) آگ پر غصہ کرتا ہے تو اس کے غصے سے آگ (اس طرح بھڑکتی ہے گویا) گویا ایک دوسرے پر غالب آ رہی ہے، اور جب وہ سرزنش کرتا ہے تو اس سے جہنم کی کھڑکیوں اور دروازوں سے زناٹے اور شعلے نکل پڑتے ہیں۔

أَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ! كَيْفَ أَنْتَ إِذَا الْتَحَمَتْ أَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ، وَنَشِبَتِ

اے بوڑھے کھوسٹ! جسے بڑھاپے کے دکھ نے بہت ستایا ہے اس وقت کیا کرے گا جب آگ کے شعلے طوق بن کر گردنوں میں پڑیں گے اور زنجیریں بازوؤں کا گوشت کھا لیں گی ــ لوگو! خدا کا خوف کرو!

[1] قرآن میں ہے "رب ارجعون، لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت" (س ۲۳ ی ۹۹ــ۱۰۰)

الْجُوَّاعِ حَتّٰى أَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ، فَاللّٰهَ اللّٰهَ، مَعْشَرَ الْعِبَادِ، وَأَنْتُمْ سَالِمُونَ فِي الصِّحَّةِ قَبْلَ الضِّيقِ فَاسْعَوْا فِي فَكَاكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُغْلَقَ رَهَائِنُهَا، أَسْهِرُوا عُيُونَكُمْ، وَأَضْمِرُوا بُطُونَكُمْ، وَاسْتَعْمِلُوا أَقْدَامَكُمْ، وَأَنْفِقُوا أَمْوَالَكُمْ، وَخُذُوا مِنْ أَجْسَادِكُمْ فَجُودُوا بِهَا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَبْخَلُوا بِهَا عَنْهَا فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: "إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" وَقَالَ تَعَالٰى: "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ"۔

تم آج بیماریوں سے پہلے صحت اور تنگی سے پہلے وسعت میں ہو، تو اپنی گردنوں کو بندشوں کے سخت ہونے (گرفت کے مضبوط ہونے) سے پہلے چھڑانے کی کوشش کرو۔ آنکھوں کو جگاؤ، پیٹ کو ہلکا کرو۔ پیروں کو چلاؤ (کہ قیامت کی دوڑ میں "سابقین کے ساتھ رہو) اپنے مال راہِ خدا میں خرچ کرو۔ اپنے جسم سے (جسمانی لذّتوں کو) لے کر روح پر خرچ (اور قربان) کرو۔ اور اس (قسم کی لذتوں) میں نفس کے لیے بخل سے کام نہ لو، خداوند عالم نے فرمایا ہے: "اگر تم خدا کی مدد کرو گے، خدا تمھاری مدد کرے گا۔" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "کون ہے، جو خدا کو بہترین قرضہ دیتا ہے، کہ وہ اسے کئی گنا کر دے، اور اس کے پاس تو بہترین بدلہ ہے۔"

فَلَمْ يَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ اسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهُ جُنُودُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، وَاسْتَقْرَضَكُمْ وَلَهُ خَزَائِنُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ، وَإِنَّمَا أَرَادَ أَنْ يَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا، فَبَادِرُوا بِأَعْمَالِكُمْ تَكُونُوا مَعَ جِيرَانِ اللّٰهِ فِي دَارِهِ، رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهُ، وَأَزَارَهُمْ مَلَائِكَتَهُ، وَأَكْرَمَ أَسْمَاعَهُمْ أَنْ تَسْمَعَ حَسِيسَ نَارٍ أَبَدًا، وَصَانَ أَجْسَادَهُمْ أَنْ تَلْقٰى لُغُوبًا وَنَصَبًا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ، وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

تو اس نے عاجزی کے طور پر مدد نہیں مانگی، نہ کمی کی بنا پر قرض مانگا ہے اس کے لیے تو آسمان و زمین (کی مخلوق) کے لشکر ہیں۔ وہ تو غالب و حکیم ہے۔ اس نے تم سے قرض کو کہا، مگر زمین و آسمان کے خزانے اس کے پاس ہیں اور وہ غنی و لائقِ حمد ہے۔

(ان مطالبوں سے) اس نے تمھیں آزمایا ہے کہ تم میں اچھے عمل والا کون ہے، تو اپنے اعمال کے لیے جلدی کرو، کہ اس کے گھر (جنت) میں اس کے (انعام کا) پڑوسی بنو، اس نے پیغمبروں سے ساتھ رہنے کا حکم دیا، اور اپنے فرشتوں کو (ایسے صالحین کی) زیارت کا فرمان دیا ہے اس نے ان لوگوں کی قوت سامعہ کو ہمیشہ کے لیے آتش جہنم کی صداؤں سے محفوظ رکھا (کہ وہ اس ہولناک عذاب کا احساس بھی نہ کر سکیں) ان کے جسم کو تھکن اور زحمت سے بچایا۔" اور یہ خدا کا فضل ہے وہی جسے چاہتا ہے (یہ شرف) دیتا ہے وہی بڑے فضل کا مالک ہے۔" میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم سن رہے ہو! اور اللہ ہی میرے اور تمھارے نفسوں کا مددگار ہے وہی ہمیں کافی اور وہی اچھا سربراہ کار ہے۔

۱۸۳- ومن کلام لہٗ علیہ السلام ———— ارشاد

برج ابن مسہر طائی

نے "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ" کہا، جسے حضرتؑ نے سُنا اور جواب میں فرمایا:

اُسْکُتْ! قَبَحَكَ اللّٰہُ یَا اَثْرَمُ! فَوَاللّٰہِ لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ فَكُنْتَ فِیْهِ ضَئِیْلًا شَخْصُكَ، خَفِیًّا صَوْتُكَ حَتّٰی اِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَمْتَ نُجُوْمَ الْمَاعِزِ۔

خاموش ہو جا! خدا تجھے غارت کرے اے دانت ٹوٹے! خدا کی قسم، جب حق کھلم کھلا (نظر آتا) تھا۔ (معاویہ کا کردار برہنہ ہو چکا تھا) تیری شخصیت اس وقت بھی کمزور اور آواز دبی ہوئی تھی۔ اب جو باطل اُبھرا تو، تو اس طرح سامنے آیا جیسے بکری (کے بچے) کے سینگ۔

۱۸۴- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ———— خطبہ:

ایک لرزہ خیز تقریر

اس خطبے میں امیرالمومنینؑ نے ایک سائل کے جواب میں تقوے کی حقیقت بیان فرمائی ہے، متقی کی تعریف کی ہے۔ اس خطبے کا ایک ایک لفظ اس کے الہامی ہونے کا شاہد ہے!

روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ کے ایک صحابی "ھمام" جو بڑے عبادت گزار شخص تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ متقین کی تعریف بتائیے؟ اور اس طرح کہ آنکھوں میں تصویر پھر جائے؟ ————
حضرت نے (بظاہر) یہ بات گراں محسوس فرمائی۔ اور رُکے، پھر فرمایا:

یَا هَمَّامُ اتَّقِ اللّٰہَ وَاَحْسِنْ فَاِنَّ اللّٰہَ مَعَ

کہ ہمام، خدا سے ڈر، اور نیکوکار بن کیونکہ خدا کہتا ہے،

اَلَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ہُم مُّحْسِنُوْنَ)
فَلَمْ یَقْنَعْ ہَمَّامٌ بِہٰذَا الْقَوْلِ
حَتّٰی عَزَمَ عَلَیْہِ۔

فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ۔ ثُمَّ قَالَ:

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی
خَلَقَ الْخَلْقَ حِیْنَ خَلَقَھُمْ۔ غَنِیًّا عَنْ طَاعَتِہِمْ اٰمِنًا
مِنْ مَّعْصِیَتِہِمْ، لِاَنَّہٗ لَا تَضُرُّہٗ مَعْصِیَۃُ مَنْ
عَصَاہُ، وَلَا تَنْفَعُہٗ طَاعَۃُ مَنْ اَطَاعَہٗ فَقَسَمَ
بَیْنَھُمْ مَعَایِشَھُمْ، وَوَضَعَھُمْ مِنَ الدُّنْیَا
مَوَاضِعَھُمْ، فَالْمُتَّقُوْنَ فِیْہَا ھُمْ اَھْلُ الْفَضَائِلِ:
مَنْطِقُھُمُ الصَّوَابُ، وَمَلْبَسُھُمُ الْاِقْتِصَادُ، وَ
مَشْیُھُمُ التَّوَاضُعُ غَضُّوْا اَبْصَارَھُمْ عَمَّا حَرَّمَ
اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَوَقَفُوْا اَسْمَاعَھُمْ عَلَی الْعِلْمِ النَّافِعِ
لَھُمْ، نُزِّلَتْ اَنْفُسُھُمْ مِنْھُمْ فِی الْبَلَاءِ کَالَّتِیْ نُزِّلَتْ
فِی الرَّخَاءِ، وَلَوْلَا الْاَجَلُ الَّذِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ
لَمْ تَسْتَقِرَّ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ
شَوْقًا اِلَی الثَّوَابِ، وَخَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ، عَظُمَ
الْخَالِقُ فِیْ اَنْفُسِہِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَہٗ فِیْ اَعْیُنِہِمْ
فَھُمْ وَالْجَنَّۃُ کَمَنْ قَدْ رَاٰھَا، فَھُمْ فِیْہَا مُنَعَّمُوْنَ
وَھُمْ وَالنَّارُ کَمَنْ قَدْ رَاٰھَا، فَھُمْ فِیْہَا مُعَذَّبُوْنَ
قُلُوْبُھُمْ مَحْزُوْنَۃٌ، وَشُرُوْرُھُمْ مَاْمُوْنَۃٌ،
وَاَجْسَادُھُمْ نَحِیْفَۃٌ، وَحَاجَاتُھُمْ خَفِیْفَۃٌ
وَاَنْفُسُھُمْ عَفِیْفَۃٌ، صَبَرُوْا اَیَّامًا قَصِیْرَۃً
اَعْقَبَتْھُمْ رَاحَۃً طَوِیْلَۃً، تِجَارَۃٌ مُرْبِحَۃٌ

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ"۔
ہمام نے اس جواب پر اکتفا نہ کیا، بلکہ حضرت کو قسم دی،

تو آپ نے شکر و سپاس الٰہی اور آں حضرت پر درود کے بعد فرمایا:

خداوند عالم اپنی مخلوق کی طاعت و بندگی سے بے نیاز ہے، اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بے پروا ہے، کیونکہ گناہ گاروں کی معصیت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور فرماں برداروں کی طاعت اسے کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ اس نے بندوں کی روزی اور وسائل حیات و آسائش ان کے مابین تقسیم فرمائے دنیا میں ہر شخص کا ایک مرتبہ مقرر کر دیا، متقی اور پرہیزگار دنیا میں صاحبِ فضیلت ہیں، ان کی گفتار سچائی پر مبنی ہے، اور ان کی پوشاک میانہ روی ہے، اور اُن کی رفتار فروتنی ہے، جو چیز خدا نے ان کے لیے روا نہیں رکھی ہے، اس سے وہ آنکھیں بند رکھتے ہیں، اور جو علم ان کے لیے نافع ہوتا ہے اس کے لیے اپنے کان کھول دیتے ہیں اور اگر خدا نے ان کے لیے مدت نہ مقرر کر دی ہوتی تو شوق ثواب اور خوف عذاب کے باعث ذرا دیر کے لیے بھی ان کی جان (جسم کے قفس) میں قرار نہ پاتی، صرف خدا ہی ان کی نظر میں بزرگ ہے، اور غیر اللہ ان کی نگاہ میں حقیر ہے اور بہشت کے بارے میں ان کا یقین اس شخص کے یقین کی طرح ہے جس نے اسے آنکھوں اور وہاں کے رہنے والوں کو خوش و خرّم دیکھ لیا ہو، اور جہنم کے بارے میں ان کا ایمان ویسا ہی ہے جیسا اس شخص کا ایمان جس نے اپنی آنکھوں سے دوزخیوں کو مبتلائے عذاب دیکھا ہو، ان کے قلوب دنیا میں غمگین و افسردہ رہتے ہیں، لوگ ان کی برائیوں سے امن میں ہیں (کہ یہ کسی سے برائی نہیں

يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ، أَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيدُوهَا، وَأَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْهَا. أَمَّا اللَّيْلُ فَصَافُّونَ أَقْدَامَهُمْ تَالِينَ لِأَجْزَاءِ الْقُرْآنِ يُرَتِّلُونَهُ تَرْتِيلاً، يُحَزِّنُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ، فَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَكَنُوا إِلَيْهَا طَمَعاً، وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقاً، وَظَنُّوا أَنَّهَا نُصْبَ أَعْيُنِهِمْ، وَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ، وَظَنُّوا أَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيقَهَا فِي أُصُولِ آذَانِهِمْ، فَهُمْ حَانُونَ عَلَى أَوْسَاطِهِمْ، مُفْتَرِشُونَ لِجِبَاهِهِمْ، وَأَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَأَطْرَافِ أَقْدَامِهِمْ، يَطْلُبُونَ إِلَى اللهِ تَعَالَى فِي فَكَاكِ رِقَابِهِمْ۔

کرتے، ان کے جسم (ریاضت و عبادت کے باعث) نحیف و لاغر ہیں، ان کی ضرورتیں بہت کم ہیں، ان کے نفوس با عفت اور پاکیزہ ہیں اس چند روزہ سرائے فانی میں شدائد اور مصائب پر صبر کرنا، ان کی راحت ابدی کا پیش خیمہ ہے۔ یہ نفع کا سودا ہے، جسے ان کے رب نے ان کے لیے مہیّا کیا ہے، اہل دنیا ان سے راہ و رسم بڑھانا چاہتے ہیں۔ مگر یہ ان سے میل نہیں کھاتے، دنیا نے انھیں شدائد اور مصائب میں جکڑ رکھا ہے، اور انھوں نے اپنی نفسانی خواہشوں اور لذّتوں کو دنیا پر فدا کر دیا ہے۔ رات جب نمودار ہوتی ہے، تو یہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر آیات قرآنی کی تلاوت کرتے ہیں اور تلاوت کے وقت تدبّر کر کے غم گین ہو جاتے ہیں، اور اس کے وسیلے سے اپنے ارمان کی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں، جس میں نیکو کاروں کا بدلہ بیان کیا گیا ہو تو اس کی طمع کرنے لگتے ہیں۔ اور از روئے اشتیاق اس کے حصول کی سعی و کوشش میں لگ جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ وہ شے جس کی بشارت دی گئی ہے بالکل آنکھوں کے سامنے ہے اور جب کوئی ایسی آیت نگاہ سے گزرتی ہے کہ جس میں خوف کا ذکر ہو تو دل کے کانوں سے اسے سنتے ہیں اور گمان کرتے ہیں، گویا جہنم کے بھڑکنے کی آواز، اور دوزخیوں کا شیون، ان کے کانوں میں موجود ہے۔ پس یہ اپنی کمر عبادتِ الٰہی میں خم کر دیتے ہیں، اپنی پیشانیوں، ہتھیلیوں، زانوؤں اور پاؤں کے سروں کو سجدے کے لیے فرش کر دیتے ہیں، اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری گردنیں عذاب کی زنجیروں سے کھول دی جائیں، ہمیں عذاب اور سختی سے محفوظ رکھا جائے۔

وَأَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ أَبْرَارٌ أَتْقِيَاءُ، قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضَى وَمَا

دن کے وقت یہ لوگ بردبار اور حلیم ہیں، نیکو کار اور پرہیزگار ہیں۔ خدا کے خوف نے انھیں اس طرح لاغر کر دیا ہے، جیسے تیر کی لکڑی (رندہ کر کے) باریک کر دی جاتی ہے۔ دیکھنے والا

بِالْقَوْمِ مِنْ مَرَضٍ، وَيَقُولُ لَقَدْ خُولِطُوا وَلَقَدْ خَالَطَهُمْ أَمْرٌ عَظِيمٌ: لَا يَرْضَوْنَ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الْقَلِيلَ، وَلَا يَسْتَكْثِرُونَ الْكَثِيرَ، فَهُمْ لِأَنْفُسِهِمْ مُتَّهِمُونَ، وَمِنْ أَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُونَ، إِذَا زُكِّيَ أَحَدٌ مِنْهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ، فَيَقُولُ:

"أَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْ غَيْرِي، وَرَبِّي أَعْلَمُ بِي مِنِّي بِنَفْسِي":

ان کی طرف دیکھتا ہے، اور خیال کرتا ہے کہ یہ بیمار اور مریض ہیں۔ حالانکہ کوئی بیماری نہیں رکھتے اور وہ دیکھنے والا کہہ اٹھتا ہے کہ یہ لوگ مجنون اور دیوانے ہیں، حالانکہ نہ دیوانے ہیں نہ مجنون، بلکہ ایک بہت بڑی بات (اندیشۂ قیامت) نے انھیں گھبرا رکھا ہے۔ یہ اپنی کم عبادت پر رضامند نہیں ہوتے اور بہت کو بہت نہیں سمجھتے، یہ اپنے آپ کو (بہ گمان تقصیر و اطاعت) متہم سمجھتے ہیں اور اپنے کردار سے ہراساں رہتے ہیں (کہ شاید ناپسندیدہ قرار پائے) تو جب ان میں سے کسی کے کردار نیک کا ذکر ہوتا ہے تو یہ ڈر جاتے ہیں اور کہتے ہیں:

"میں اپنا حال دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے داناتر ہے"۔

اللَّهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ، وَاجْعَلْنِي أَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّونَ، وَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ.

بارخدایا جو کچھ یہ کہتے ہیں (میرے بارے میں) اس پر مجھے نہ پکڑنا، اور جو کچھ مجھے یہ سمجھتے ہیں اس سے بھی برتر مجھے بنا دینا اور میرے جن گناہوں کو یہ نہیں جانتے انھیں بخش دینا۔

فَمِنْ عَلَامَةِ أَحَدِهِمْ أَنَّكَ تَرَى لَهُ قُوَّةً فِي دِينٍ، وَحَزْماً فِي لِينٍ، وَإِيمَاناً فِي يَقِينٍ، وَحِرْصاً فِي عِلْمٍ، وَعِلْماً فِي حِلْمٍ، وَقَصْداً فِي غِنًى، فِي فَاقَةٍ، وَصَبْراً فِي شِدَّةٍ، وَطَلَباً فِي حَلَالٍ، وَنَشَاطاً فِي هُدًى، وَتَحَرُّجاً عَنْ طَمَعٍ، يَعْمَلُ الْأَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَهُوَ عَلَى وَجَلٍ، يُمْسِي وَهَمُّهُ الشُّكْرُ، يُصْبِحُ وَهَمُّهُ الذِّكْرُ، يَبِيتُ حَذِراً، وَيُصْبِحُ فَرِحاً: حَذِراً لِّمَا حَذِرَ مِنَ الْغَفْلَةِ، وَفَرِحاً

ان میں سے ہر شخص کا یہ حال ہے کہ تم اسے دین کے معاملے میں توانا پائے گا، نرمی اور خوش اخلاقی میں دوراندیش، ایمان میں یقین، طلب علم میں حریص، بردباری میں دانا، تونگری میں میانہ رو، بندگی اور عبادت میں فروتن اور فقر و نیازمندی میں صابر و شاکر، سختی میں شکیبا، حلال کا جویا، ہدایت و رستگاری میں دلشاد اور طمع و آز سے دور و نفور، جو کارہائے شائستہ یہ بجا لاتا ہے ان پر (بھی) ڈرتا رہتا ہے، شب میں اس کی ہمت صرف سپاس گزاری، اور صبح کو ذکر و یاد خدا۔ شب اس حالت میں بسر کرتا ہے کہ اپنی غفلت سے خوف زدہ رہتا ہے (مبادا کوئی کوتاہی ہو گئی ہو) دن میں احسان و مہربانی خدا سے شاداں، اگر اس کا نفس جس پر وہ مائل نہیں اس کے لیے سرکشی

بِمَا أَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ، إِنِ اسْتَصْعَبَتْ
عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِيمَا تَكْرَهُ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيمَا
تُحِبُّ، قُرَّةُ عَيْنِهِ فِيمَا لَا يَزُولُ، وَزَهَادَتُهُ
فِيمَا لَا يَبْقَى، يَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ، وَالْقَوْلَ
بِالْعَمَلِ، تَرَاهُ قَرِيباً أَمَلُهُ، قَلِيلاً زَلَلُهُ،
خَاشِعاً قَلْبُهُ، قَانِعَةً نَفْسُهُ، مَنْزُوراً أَكْلُهُ،
سَهْلاً أَمْرُهُ، حَرِيزاً دِينُهُ، مَيِّتَةً شَهْوَتُهُ،
مَكْظُوماً غَيْظُهُ، اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولٌ، وَالشَّرُّ
مِنْهُ مَأْمُونٌ، إِنْ كَانَ فِي الْغَافِلِينَ كُتِبَ
فِي الذَّاكِرِينَ. وَإِنْ كَانَ فِي الذَّاكِرِينَ لَمْ
يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، يَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَ
يُعْطِي مَنْ حَرَمَهُ، وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ، بَعِيداً
فُحْشُهُ، لَيِّناً قَوْلُهُ، غَائِباً مُنْكَرُهُ، حَاضِراً
مَعْرُوفُهُ، مُقْبِلاً خَيْرُهُ، مُدْبِراً شَرُّهُ،
فِي الزَّلَازِلِ وَقُورٌ، وَفِي الْمَكَارِهِ صَبُورٌ،
وَفِي الرَّخَاءِ شَكُورٌ، لَا يَحِيفُ عَلَى مَنْ يُبْغِضُ
وَلَا يَأْثَمُ فِيمَنْ يُحِبُّ، يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ
أَنْ يُشْهَدَ عَلَيْهِ، لَا يُضَيِّعُ مَا اسْتُحْفِظَ، وَلَا
يَنْسَى مَا ذُكِّرَ، وَلَا يُنَابِزُ بِالْأَلْقَابِ، وَلَا يُضَارُّ
بِالْجَارِ، وَلَا يَشْمَتُ بِالْمَصَائِبِ وَلَا يَدْخُلُ فِي
الْبَاطِلِ وَلَا يَخْرُجُ مِنَ الْحَقِّ، إِنْ صَمَتَ لَمْ
يَغُمَّهُ صَمْتُهُ، وَإِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ،
إِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتَّى يَكُونَ اللَّهُ هُوَ
الَّذِي يَنْتَقِمُ لَهُ، نَفْسُهُ مِنْهُ فِي عَنَاءٍ
وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ، أَتْعَبَ نَفْسَهُ

کرے۔ تو اس کی خواہش پوری نہیں کرتا، اس کی روشنی چشم اس چیز میں
ہے، جو جاوداں ہے، ہر اس چیز سے بے رغبت ہے جو باقی رہنے
والی نہیں ہے۔ اپنی بردباری کو گفتار، دانش اور کردار میں آمیز
کر لیتا ہے۔ تو دیکھتا ہے، اس کی آرزو کوتاہ، اور خطا و لغزش
بہت کم، دل فروتن، نفس قانع، خوراک کم، کام آسان، دین محفوظ
شہوت اور خواہش ناپید، خشم و غصہ فرو، لوگ اس کی نیکوئی سے
امیدیں وابستہ رکھتے ہیں اور اس کی بدی سے آسودہ ہیں۔ اگر
لوگوں کے درمیان (بظاہر خدا و رسول سے، غافل بیٹھے تو بھی
زمرۂ آگاہاں میں وہ شامل رہتا ہے، (کہ ذکر خدا سے اس کا دل
غافل نہیں ہوتا) اور اگر آگاہوں کے مجمع میں بیٹھے تو (بھی) اس کا
شمار اہل غفلت میں نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس پر ظلم کرے
اسے معاف کر دیتا ہے، جو اسے محروم (حق سے) کر دیتا ہے،
اس پر احسان کرتا ہے، جس سے جدا ہوتا ہے اس سے بھی پیوست
رہتا ہے۔ حالانکہ گالی گلوچ، لقب زشت سے دور رہتا ہے
اس کی گفتار ہموار، نامناسب کام اس سے کبھی سرزد ہوتے دیکھ
نہیں جاتا۔ اس کا کار پسندیدہ نمایاں رہتا ہے۔ اس کی نیکوئی
لوگوں کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اور اس کی بدی لوگوں کی طرف
سے پشت کیے ہوئے ہیں۔ سختی کے دور میں باوقار اور بردبار،
ناگواری کی حالت میں شکیبا خوشی اور آسائش میں سپاس گزار،
جس سے عناد رکھتا ہے اس کے بارے میں ارتکاب معصیت
نہیں کرتا۔ قبل اس کے کہ حق پر شہادت دے، اس کا اعتراف
اور اقرار کر لیتا ہے۔ جو چیز اسے سونپی جائے اسے ضائع نہیں
کرتا، نہ اس چیز کو فراموش کرتا ہے جس کا اس کے سامنے ذکر کیا گیا
ہو، وہ لوگوں کو لقب زشت سے نہیں پکارتا، پڑوسی کو نقصان
نہیں پہنچاتا، دوسروں کی تکلیف سے خوش نہیں ہوتا۔ راہ باطل در

لِاٰخِرَتِہٖ، وَاَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِہٖ، بُعْدُہٗ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْہُ زُھْدٌ وَنَزَاھَۃٌ، وَدُنُوُّہٗ مِمَّنْ دَنَا مِنْہُ لِیْنٌ وَرَحْمَۃٌ، لَیْسَ تَبَاعُدُہٗ بِکِبْرٍ وَعَظَمَۃٍ وَلَا دُنُوُّہٗ بِمَکْرٍ وَخَدِیْعَۃٍ۔

نادرست پر قدم نہیں رکھتا، جادۂ حق سے باہر قدم نہیں نکالتا، اگر خاموش بیٹھتا ہے، تو اس کی خاموشی کسی کے لیے موجب اندوہ نہیں ہوتی، گر ہنستا ہے تو اس کا قہقہہ اونچا نہیں ہوتا، اگر اس پر ستم ہوتا ہے تو صبر سے کام لیتا ہے، تاکہ اس کا انتقام خدا لے، اس کا نفس اس کے ہاتھوں رنج و سختی میں گرفتار رہتا ہے۔ کار آخرت میں خود مبتلائے رنج رہتا ہے، لوگوں کو اپنے کام سے آسائش پہنچاتا ہے، جو اس سے دور رہتا ہے، اشخاص سے اس کی دوری، بہ جہت بے رغبتی (دنیا پرستوں سے) ہوتی ہے، اور آشناؤں سے اس کی نزدیکی نرم مزاجی و رحم دلی سے ہوتی ہے اس کی دوری تکبر و برتری کے خیال سے نہیں ہوتی اور اس کی نزدیکی از راہ مکر و فریب نہیں ہوتی!

قَالَ: فَصَعِقَ ھَمَّامٌ صَعْقَۃً کَانَتْ نَفْسُہٗ فِیْھَا۔

جب کلام یہاں تک پہنچا، تو ہمام بیہوش ہو گئے اور اسی عالم بیہوشی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

پھر امیر المومنین نے فرمایا:

اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَخَافُھَا عَلَیْہِ۔

آگاہ ہو جاؤ، خدا کی قسم میں اسی بات سے ڈر رہا تھا۔

ثُمَّ قَالَ: ھٰکَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَۃُ بِاَھْلِھَا۔

پھر فرمایا: حد سے بڑھی ہوئی نصیحتیں اپنے اہل کے ساتھ ایسی ہی تاثیر کرتی ہیں!

یہ سن کر (عبد ابن کوا۔ خارجی) نے جسارت کی: یا امیر المومنین! آپ پر کیا اثر ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو۔

وَیْحَکَ اِنَّ لِکُلِّ اَجَلٍ وَقْتًا لَا یَعْدُوْہُ وَسَبَبًا لَا یَتَجَاوَزُہٗ، فَمَھْلًا لَا تَعُدْ لِمِثْلِھَا فَاِنَّمَا نَفَثَ الشَّیْطَانُ عَلٰی لِسَانِکَ۔

وقت معین ہے۔ جس سے آگے نہیں جا سکتا، اور سبب ہوتا ہے جس سے تجاوز نہیں ہو سکتا۔ ٹھہر، اب ایسی بات نہ کہنا یہ بات شیطان نے تیری زبان سے کہلوائی ہے!

(سید رضی)

۱۸۵- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ________ خطبہ

منافقین کا تذکرہ

منافقین کا وجود، رسول اکرمؐ کے زمانہ میں بھی تھا، لیکن حضرت علیؑ کے
دور میں تو ان کی فتنہ پسندیاں اور زیاں کاریاں، حد سے بڑھ گئی تھیں
اس خطبہ میں آپ نے انہی کے خصائل اور عادات بیان فرمائے ہیں!

نَحْمَدُهُ عَلَى مَا وَفَّقَ لَهُ مِنَ الطَّاعَةِ، وَذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، وَنَسْأَلُهُ لِمِنَّتِهِ تَمَاماً، وَبِحَبْلِهِ اعْتِصَاماً،

میں خدا کا سپاس گزار ہوں کہ اس نے طاعت، اور فرماں برداری کی ہمیں توفیق مرحمت فرمائی، اور معصیت و نافرمانی سے باز رکھا، ہم اس سے ملتجی ہیں کہ اپنی نعمتوں کو ہم پر تمام کرے اور ہمارے ہاتھوں کو اپنی رسّی (قرآن) سے متصل کر دے

وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، خَاضَ إِلَى رِضْوَانِ اللهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَتَجَرَّعَ فِيهِ كُلَّ غُصَّةٍ، وَقَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْأَدْنَوْنَ، وَتَأَلَّبَ عَلَيْهِ الْأَقْصَوْنَ، وَخَلَعَتْ إِلَيْهِ الْعَرَبُ أَعِنَّتَهَا، وَضَرَبَتْ إِلَى مُحَارَبَتِهِ بُطُونَ رَوَاحِلِهَا حَتَّى نَزَلَتْ بِسَاحَتِهِ عَدَاوَتُهَا، مِنْ أَبْعَدِ الدَّارِ، وَأَسْحَقِ الْمَزَارِ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور فرستادہ تھے۔ جنھوں نے خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ہر سختی کو اپنے اوپر ہموار کر لیا، اور اس کے راستہ میں ہر غم و اندوہ کو گھونٹ گھونٹ کر کے پی لیا، آپؐ کے نزدیکوں اور عزیزوں نے جو ستم کیا، دُور رہنے والوں اور بیگانوں نے آپؐ کی دشمنی کا تہیہ کر لیا، اور عرب نے اپنی مہار کو (لڑنے کے لیے) آں بزرگوار کی طرف موڑ دیا، اور (جنگ کے لیے اپنی سواریوں کو جلد چلانے کے لیے) انھوں نے قمچیاں ماریں، تاکہ دُور ترین محل و مقام سے آنحضرتؐ کی جائے اقامت پر وارد ہو جائیں۔

بندگانِ خدا!

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ، وَأُحَذِّرُكُمْ أَهْلَ النِّفَاقِ، فَإِنَّهُمُ الضَّالُّونَ الْمُضِلُّونَ، وَالزَّالُّونَ الْمُزِلُّونَ، يَتَلَوَّنُونَ أَلْوَاناً، وَيَفْتَنُّونَ

میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور منافقوں (کے مکر و فریب) سے ہوشیار کرتا ہوں (کہ بظاہر مسلمان ہیں حقیقتہً کافر) کیونکہ یہ لوگ گمراہ اور گمراہ کن

افتنانا، ويعمدونكم بكل عماد، ويرصدونكم بكل مرصاد، قلوبهم دوية، وصفاحهم نقية، يمشون الخفاء، ويدبون الضراء، وصفهم دواء، وقولهم شفاء، وفعلهم الداء العياء، حسدة الرخاء، ومؤكدو البلاء، ومقنطو الرجاء، لهم بكل طريق صريع، وإلى كل قلب شفيع، ولكل شجو دموع، يتقارضون الثناء، ويتراقبون الجزاء، إن سألوا ألحفوا، وإن عذلوا كشفوا، وإن حكموا أسرفوا، قد أعدوا لكل حق باطلا، ولكل قائم مائلا، ولكل حي قاتلا، ولكل باب مفتاحا، ولكل ليل مصباحا، يتوصلون إلى الطمع باليأس ليقيموا به أسواقهم، وينفقوا به أعلاقهم: يقولون فيشبهون، ويصفون فيموهون، قد هونوا الطريق، وأضلعوا المضيق، فهم لمة الشيطان، وحمة النيران، أولئك حزب الشيطان، ألا إن حزب الشيطان هم الخاسرون"

(س ۵۸ کا ۱۹)

ہیں، دین خدا سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں۔ اپنے آپ کو رنگ ہائے گوناگوں، اور حالات مختلفہ میں ادوہ کرتے ہیں، وہ تمھیں اسیر (فریب) کرنے کے لیے ہر وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ اور کمین گاہ میں تمھارے لیے منتظر رہتے ہیں۔ ان کے دل بیمار ہیں اور ان کا ظاہر آراستہ اور پاک چھپ چھپ کر اپنی راہ (نفاق) طے کرتے ہیں، اور سریان مرض کی طرح (تمھاری رگ و پے میں) داخل ہو جاتے ہیں (بظاہر) ان کی توصیف مرض کا علاج ہے اور ان کی گفتار نفع بخش ہے لیکن ان کا کردار ایسا درد ہے جو درماں ناپذیر ہے، وہ لوگوں کی راحت و مسرت پر حسد کرتے ہیں۔ اور انھیں سختی و گرفتاری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کی امیدوں کو ناامیدی سے بدل دیتے ہیں، انھیں ہر راستے میں کوئی نہ کوئی گرا پڑا موجود مل جاتا ہے، وہ ہر دل کے لیے (بظاہر) وسیلہ بن جاتے ہیں۔ وہ ہر ایک کے (غم و اندوہ میں (منافقت سے) آنسو بہاتے ہیں، وہ حمد و ثنا کو قرض کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور اس کی جزا کے منتظر رہتے ہیں (ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہیں) اگر کوئی سوال اور درخواست رکھتے ہیں تو اس پر مصر ہو جاتے ہیں۔ اگر انھیں حاکم بنا دیا جائے تو اسراف سے کام لیتے ہیں۔ ہر حق کے مقابلہ میں باطل، ہر راستی کے مقابلہ میں کجی، ہر زندہ کے مقابلہ میں مردہ، ہر در کے لیے کلید، اور ہر شب کے لیے چراغ تیار (انواع مکر و حیلہ سے) رکھتے ہیں، یہ لوگوں کی ناامیدی، اور بے نیازی کو اپنی طمع و آز کے لیے وسیلہ قرار دیتے ہیں، تاکہ ان کی گرمئ بازار قائم رہے اور اپنی متاع کاسد کو کہ جسے پاکیزہ سمجھتے ہیں، رواج دے دیں یہ ایک بات کہتے ہیں اور اسے مشتبہ کر دیتے ہیں۔ وصف بیان کرتے ہیں، پھر وہم پیدا کر دیتے ہیں، راہ باطل کو آسان بنا دیتے ہیں، اور راہ تنگ (ضلالت و گمراہی) کو کج کر دیتے ہیں (تاکہ کسی طرح اس سے رہائی ممکن نہ ہو سکے) پس یہ لوگ شیطان کے پیرو اور آگ کے شعلے ہیں، (جیسا کہ قرآن میں خداوند کریم فرماتا ہے) یہ لوگ شیطانی جماعت ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ پیروان شیطان زیاں کار رہیں!

۱۸۶ - ومن خطبة له عليه السلام ——— خطبہ

حمدِ خدا - نعتِ رسول - نصیحتِ تقویٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَ مِنْ اٰثَارِ سُلْطَانِهٖ وَجَلَالِ كِبْرِيَائِهٖ، مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهٖ، وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوْسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهٖ،

وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - شَهَادَةَ اِيْمَانٍ وَاِيْقَانٍ وَاِخْلَاصٍ وَاِذْعَانٍ -

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ وَاَعْلَامُ الْهُدٰى دَارِسَةٌ وَمَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ - فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ وَهَدٰى اِلَى الرُّشْدِ، وَاَمَرَ بِالْقَصْدِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ -

وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا وَلَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلًا عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ، وَاَحْصٰى اِحْسَانَهٗ اِلَيْكُمْ، فَاسْتَفْتِحُوْهُ وَاسْتَنْجِحُوْهُ، وَاطْلُبُوْا اِلَيْهِ، وَاسْتَمْنِحُوْهُ، فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ، وَلَا اُغْلِقَ عَنْكُمْ دُوْنَهٗ بَابٌ - وَاِنَّهٗ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَفِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَاَوَانٍ، وَمَعَ كُلِّ اِنْسٍ وَجَانٍّ لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَاءُ، وَلَا يَنْقُصُهُ الْحِبَاءُ، وَلَا يَسْتَنْفِدُهٗ سَائِلٌ، وَلَا يَسْتَقْصِيْهِ نَائِلٌ، وَلَا يَلْوِيْهِ شَخْصٌ عَنْ

اس اللہ کی حمد جس نے اپنی سلطانی کے آثار اور کبریائی کا جلال اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اس نے عجائب قدرت کے ذریعے آنکھوں کی پتلیوں کو حیران کر دیا۔ اور دلوں کے اُبھرتے ہوئے خیالات وجذبات حقیقت کی صفت آشنائی سے سرفراز کیا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ گواہی ایمان ویقین اخلاص و وثوق کے ساتھ ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنھیں خدا نے اس وقت بھیجا جب ہدایت کے نشان پرانے اور دین کے راستے مٹ چکے تھے۔ انہوں نے حق کی کھلم کھلا دعوت دی دنیا کو نصیحت کی، ہدایت کی طرف رہبری کی، سیدھے راستے چلنے کا حکم دیا۔ اِن پر اور ان کی اولاد پر درود وسلام!

خدا کے بندو! یاد رکھو، اس نے تمھیں عبث نہیں پیدا کیا، نہ تمھیں بے مہار چھوڑا۔ اسے تم پر نازل شدہ نعمتوں کی انتہا معلوم ہے۔ اس نے تمھارے احسانات کا اندازہ کر لیا ہے لہٰذا اس سے فتوحات مانگو، کامیابی مانگو، اور اس سے طلب کرو انعام مانگو۔ اس کا پردہ تمھیں بے تعلق نہیں کرتا، نہ تمھارے لیے دروازہ بند کرتا ہے۔ وہ تو ہر جگہ ہے۔ ہر وقت و ہر آن ہے۔ وہ ہر انسان اور جن کے ساتھ ہے۔ اسے بخشش گھٹیں نہیں لگاتی۔ کرم کم نہیں کرتا، نہ سائل ختم کر سکتا ہے۔ نہ پانے والا اس کی نعمتوں کو انتہا تک (پہنچا کر) ختم کر سکتا ہے نہ اسے ایک

شَخْصٍ، وَلَا يُلْهِيهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ، وَلَا تَحْجُزُهُ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ، وَلَا يَشْغَلُهُ غَضَبٌ عَنْ رَحْمَةٍ، وَلَا تُولِهُهُ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ، وَلَا يُجِنُّهُ الْبُطُونُ عَنِ الظُّهُورِ، وَلَا يَقْطَعُهُ الظُّهُورُ عَنِ الْبُطُونِ۔ قَرُبَ فَنَأَى، وَعَلَا فَدَنَا، وَظَهَرَ فَبَطَنَ، وَبَطَنَ فَعَلَنَ، وَدَانَ وَلَمْ يُدَنْ۔ لَمْ يَذْرَأِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ، فَإِنَّهَا الزِّمَامُ وَالْقِوَامُ، فَتَمَسَّكُوا بِوَثَائِقِهَا، وَاعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا، تَؤُلْ بِكُمْ إِلَى أَكْنَانِ الدَّعَةِ، وَأَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ الْحِرْزِ، وَمَنَازِلِ الْعِزِّ، فِي يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، وَتُظْلِمُ لَهُ الْأَقْطَارُ، وَتُعَطَّلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ، وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَتَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذِلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ، وَالصُّمُّ الرَّوَاسِخُ، فَيَصِيرُ صَلْدُهَا سَرَاباً رَقْرَقاً، وَمَعْهَدُهَا قَاعاً سَمْلَقاً، فَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ، وَلَا حَمِيمٌ يَدْفَعُ، وَلَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ۔

آدمی دوسرے کی طرف سے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نہ ایک آواز دوسری آواز کو فراموش کرا سکتی ہے۔ اس کا (کسی کو نعمت) دینا دوسرے سے واپسی نعمت کے لیے مانع ہے۔ نہ غضب رحمت سے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے، نہ رحمت اسے عذاب کے مقابلے میں اپنا فریفتہ۔ اس کی غیبت ظہور سے اور ظہور غیبت سے مانع نہیں۔ وہ قریب ہے مگر دور، بلند ہے مگر نزدیک، ظاہر ہے مگر چھپا ہوا، اور چھپا ہے لیکن ظاہر۔ اس نے حساب لیا مگر اس کا حساب نہیں لیا جا سکتا۔ اس نے خلقت کو تدبیروں سے نہیں پیدا کیا نہ اسے تھکن والی امداد ہی درکار ہے۔

بندگان خدا۔۔ میں تمھیں پرہیزگاری اور طاعتِ خدا کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ مہار ہے (کہ راہِ سعادت کی طرف کشاں کشاں لے جاتی ہے) اور ایک ستون ہے (کہ نظم کار پر نگراں ہے) پس اس کے بند استوار کا اپنے آپ کو پابند کر لو۔ اور اس کے حقائق کو اپنا لو تاکہ تم آسائش و آسودگی کے مواقع، جائے فراخ، حصار محفوظ، اور منزل ارجمند تک پہنچ جاؤ (بہشت جاوید حاصل کر لو) اور اس دن جب آنکھیں (ہول اور دہشت کے سبب) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، دنیا تاریک ہو جائے گی وہ اونٹنیاں جن کے وضع حمل کا وقت قریب ہوگا اپنے بچوں سے محروم ہو جائیں گی۔ صور پھونکا جائے گا، ہر جان تن سے باہر نکل آئے گی، اور ہر زبان گونگی ہو جائے گی۔ اونچے اونچے پہاڑ مضبوط و مستحکم پتھر نرم اور ہموار ہو جائیں گے، سخت چٹانیں سراب درخشاں کی طرح ہو جائیں گی۔ ان کے قرار اور سکون کی جگہ زمین ہموار (بے نشیب و فراز) بن جائے گی، (جس میں کوئی آبادی نہ ہوگی) پس (اس دن) نہ کوئی شفیع ہوگا کہ شفاعت کرے، نہ کوئی اپنا ہوگا جو سختی اور مصیبت کو دفع کرے۔ نہ کوئی عذر اور بہانہ کام دے سکے گا (سوا تقویٰ اور پرہیزگاری کے)

۱۸۷- ومن خطبة لهٗ علیه السلام ــــــــــ خطبہ

ظہورِ قدسی

"اس اقتباس میں بعثت نبیؐ اور دنیا کی مذمت ہے۔ مہلت یاد دلا کر عمل کی طرف متوجہ کیا ہے۔"

بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ، وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ، وَلَا مَنْهَجٌ وَاضِحٌ ــ

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ، وَمَحَلَّةُ تَنْغِيصٍ، سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ، وَقَاطِنُهَا بَائِنٌ، تَمِيدُ بِأَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ، فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ، وَمِنْهُمُ النَّاجِي عَلَى بُطُونِ الْأَمْوَاجِ تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِأَذْيَالِهَا، وَتَحْمِلُهُ عَلَى أَهْوَالِهَا، فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ، وَمَا نَجَا مِنْهَا فَإِلَى مَهْلَكٍ! عِبَادَ اللّٰهِ! الْآنَ فَاعْمَلُوا وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَالْأَعْضَاءُ لَدْنَةٌ وَالْمُنْقَلَبُ فَسِيحٌ وَالْمَجَالُ عَرِيضٌ قَبْلَ إِرْهَاقِ الْفَوْتِ، وَحُلُولِ الْمَوْتِ فَحَقِّقُوا عَلَيْكُمْ نُزُولَهُ وَلَا تَنْتَظِرُوا قُدُومَهُ۔

آنحضرتؐ کو اس وقت مبعوث فرمایا، جب نہ نشان قائم تھا نہ منارہ روشن تھا نہ راستہ واضح تھا ــ

خدا کے بندو! میں تمہیں تقوائے الٰہی اور دنیا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں! کہ یہ کوچ کا گھر، اور بے کیفی کی جگہ ہے۔ یہاں کا رہنے والا راہی، یہاں کا مقیم الگ ہونے والا ہے۔ یہ دنیا اپنے آدمیوں کو لیکر اس طرح ہلے گی جیسے وہ جہاز جسے سمندر کے تھپیڑوں میں طوفانی ہوائیں ہلائیں تو کچھ لوگ تباہی میں غرق اور تھوڑے سے اشخاص موجوں کے اوپر رہ جاتے ہیں جنھیں ہوائیں اپنے دامن سے ادھر ادھر کر کے خوف زدہ کرتی ہیں، تو ڈوبنے والے مل نہیں سکتے ۔اور جو بچ گئے وہ ہلاکت کے لیے (اور مقام فنا کے لیے) ہیں۔

خدا کے بندو! اب عمل کر لو، کیونکہ زبان چلتی ہے، بدن تندرست اور اعضاء فرماں بردار، میدان (عمل و) آمد و رفت وسیع، جولانگاہ کشادہ ہے (یہ موقع، فنا کے دوڑنے اور موت کے آنے سے پہلے (تک ہے) لہٰذا موت کا آنا یقینی سمجھو اور اس کے آنے کا انتظار نہ کرو۔ (بلکہ وقت سے پہلے تیار رہو۔ جب بھی آئے تمھیں تیار پائے) (م ج)

۱۸۸- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ——— خطبہ

نبیؐ و علیؑ

وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - أَنِّي لَمْ أَرُدَّ عَلَى اللهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ سَاعَةً قَطُّ، وَلَقَدْ وَاسَيْتُهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْأَبْطَالُ، وَتَتَأَخَّرُ فِيهَا الْأَقْدَامُ، نَجْدَةً أَكْرَمَنِي اللهُ بِهَا، وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - وَإِنَّ رَأْسَهُ لَعَلَى صَدْرِي وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهُ فِي كَفِّي، فَأَمْرَرْتُهَا عَلَى وَجْهِي وَلَقَدْ وُلِّيتُ غُسْلَهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - وَالْمَلَائِكَةُ أَعْوَانِي، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْأَفْنِيَةُ، مَلَأٌ يَهْبِطُ وَمَلَأٌ يَعْرُجُ، وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِي هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ، يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى وَارَيْنَاهُ فِي ضَرِيحِهِ

بزرگانِ اصحابِ محمدؐ —— صلی اللہ علیہ وسلم نے، (جو حافظِ قرآن و سنّتِ نبوی تھے) جان لیا تھا کہ میں کبھی ایک ساعت کے لیے بھی فرمانِ خدا و رسولؐ سے دور نہیں ہوا اور پیغمبرِ اکرمؐ کی خاطر کبھی اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی، جب دلیروں نے راہِ فرار اختیار کی اور بڑے بڑے پہلوان پیچھے ہٹ آئے، اس شجاعت اور جواں مردی کے باعث جو خداوند نے مجھے عطا کی ہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبض روح اس حالت میں ہوئی کہ آپؐ کا سرِ مبارک میرے سینہ پر تھا، ان کی جان میرے ہی ہاتھوں پر بدن سے جدا ہوئی، چنانچہ (بہ جہت تبرک و تیمّن) میں نے اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر ملے، میں نے ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسدِ اطہر کو غسل دیا، اور فرشتوں نے (اس کام میں) میری مدد کی، پس بیتِ نبوی اور اس کے اطراف سے گریہ و نالہ کی صدا بلند ہوئی، فرشتوں کا ایک گروہ جاتا تھا تو دوسرا آجاتا تھا، ان کی نمازِ جنازہ کا ہمہمہ میرے کانوں سے جدا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپؐ کو (آخری) آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔

فَمَنْ ذَا أَحَقُّ بِهِ مِنِّي حَيّاً وَمَيِّتاً؟ فَانْفُذُوا عَلَى بَصَائِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِي جِهَادِ عَدُوِّكُمْ

پس آنحضرتؐ کی حیات و ممات میں ان سے میرے مقابلہ میں کون سزاوار تر تھا؟ (جو کوئی اس کا ادّعا کرتا ہے، وہ صحیح نہیں کہتا۔) بغیر کسی شک اور تذبذب کے از روئے بینائی (جہاد میں میرے ساتھ) جلدی کرو، اور ضروری ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ میں تمھاری نیت راست رہے، (بغیر نفاق اور دوروئی کے) اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی اور خدائی

فَوَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي

لَعَلٰی جَادَّةِ الْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰی مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ
اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ، وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَلَکُمْ۔

کا سزاوار نہیں، کہ میں راہ حق پر (استوار) ہوں، اور میرے دشمن (بنو امیہ) لغزش گاہ باطل پر (پیرو نفس) استوار ہیں، میں وہ کہہ رہا ہوں، جسے تم سن رہے ہو، اور خدا سے اپنے لیے (کہ تم میں مبتلا ہوا) اور تمہارے لیے (گزشتہ غلط کاری کی) معافی طلب کرتا ہوں (کہ پھر گمراہی میں مبتلا نہ ہو جاؤ)

۱۸۹۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ——— خطبہ

اسلام

یَعْلَمُ عَجِیجَ الْوُحُوشِ فِي الْفَلَوَاتِ، وَمَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ، وَاخْتِلَافَ النِّینَانِ فِي الْبِحَارِ الْغَامِرَاتِ، وَتَلَاطُمَ الْمَاءِ بِالرِّيَاحِ الْعَاصِفَاتِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً نَجِيبُ اللّٰهِ، وَسَفِيرُ وَحْيِهِ وَرَسُولُ رَحْمَتِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ، فَأُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِي ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ، وَإِلَيْهِ يَكُونُ مَعَادُكُمْ وَبِهِ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَإِلَيْهِ مُنْتَهَى رَغْبَتِكُمْ وَنَحْوَهُ قَصْدُ سَبِيلِكُمْ، وَإِلَيْهِ مَرَامِي مَفْزَعِكُمْ فَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ دَوَاءُ دَاءِ قُلُوبِكُمْ، وَبَصَرُ عَمَى أَفْئِدَتِكُمْ، وَشِفَاءُ مَرَضِ أَجْسَادِكُمْ، وَصَلَاحُ فَسَادِ صُدُورِكُمْ، وَطَهُورُ دَنَسِ أَنْفُسِكُمْ وَجِلَاءُ عَشَا أَبْصَارِكُمْ، وَأَمْنُ فَزَعِ جَأْشِكُمْ وَضِيَاءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ۔

فَاجْعَلُوا طَاعَةَ اللّٰهِ شِعَاراً دُونَ دِثَارِكُمْ وَدَخِيلاً دُونَ شِعَارِكُمْ، وَلَطِيفاً بَيْنَ أَضْلَاعِكُمْ وَأَمِيراً فَوْقَ أُمُورِكُمْ، وَمَنْهَلاً لِحِينِ وُرُودِكُمْ وَشَفِيعاً لِدَرَكِ طَلِبَتِكُمْ وَجُنَّةً لِيَوْمِ فَزَعِكُمْ وَمَصَابِيحَ لِبُطُونِ قُبُورِكُمْ، وَسَكَناً لِطُولِ

میدانوں کے وحشی جانوروں کی پکار اور تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے باخبر ہے، وہ گہرے سمندروں میں مچھلیوں کی آمد و رفت، اور طوفانی ہواؤں سے پانی کے تلاطم کو جانتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے برگزیدہ اور وحی کے سفیر، اور اس کی رحمت کے رسول ہیں۔

امّا بعد! تمھیں اس اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، جس نے پہلے پہل تمھاری تخلیق کی، اور اسی کی طرف تمھیں پلٹ کر جانا ہے۔ اسی سے تمھارے مطالبات کامیاب اور رغبتوں کی انتہا ہے۔ تمھارے راستے کا سیدھا رخ ادھر ہی ہے تمھاری پریشانیوں میں مرکز بھی وہی ہے — یہ تقویٰ دلوں کی دوا، نابینائی میں دل میں روشنی، جسموں، بیماریوں کی شفا، اور فساد سینہ کی اصلاح، نفس کی گندگی کی طہارت بخش ہے۔ اور (یہ تقویٰ) آنکھوں کے پردوں کو ہٹانے والا۔ دلوں کی گھبراہٹ میں سکون، تاریکیوں میں روشنی ہے۔

لہٰذا اطاعت خدا کو اوڑھنا بچھونا بنالو، (بلکہ) اسے اپنے دل میں اتار لو، اور پہلوؤں میں سمالو، اسے اپنے تمام کاروبار کا افسر اور پیاس کے وقت گھاٹ۔ اور دعاؤں کے لیے سفارشی اور اپنی گھبراہٹ والے دن کے لیے سپر، اور شکم قبر کے لیے چراغ اور طولانی وحشتوں کے لیے سکون، منزلوں کی تکلیف کے لیے بچاؤ بنالو۔ کیونکہ طاعت خدا ہلاکت کے مقامات میں محافظ اور

وَحْشَتِكُمْ، وَنَفَسًا لِكَرْبِ مَوَاطِنِكُمْ، فَإِنَّ طَاعَةَ اللهِ حِرْزٌ مِنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ، وَمَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَأُوَارِ نِيرَانٍ مُوقَدَةٍ، فَمَنْ أَخَذَ بِالتَّقْوَى عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَائِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا، وَاحْلَوْلَتْ لَهُ الْأُمُورُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا وَانْفَرَجَتْ عَنْهُ الْأَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا، وَأَسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ إِنْصَابِهَا، وَهَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوطِهَا، تَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُورِهَا، وَتَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوبِهَا، وَوَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ إِرْذَاذِهَا.

متوقع خوف (بلا سے) اور جلتی آگ کے شعلوں سے بچاؤ ہے تو جس نے تقوے کو اپنالیا، اس سے سختیاں قریب ہونے کے بعد بھی دُور رہیں گی۔ اور معاملات کی تلخیاں میٹھی بن جائیں گی۔ موجیں تہ بتہ ہونے کے بعد چھٹ جائیں گی، سختیاں نرمیاں بن جائیں گی، اور قحط (رحمت) کے بعد کرامتیں برس پڑیں گی۔ رحمت ہٹنے کے بعد جھک پڑے گی۔ نعمتیں ختم ہونے کے بعد بڑھیں گی۔ اور بوندا باندی کے بعد برکتیں ٹوٹ کے برسیں گی

فَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهِ، وَوَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهِ، وَامْتَنَّ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهِ، فَعَبِّدُوا أَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهِ، وَاخْرُجُوا إِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهِ.

اس خدا سے ڈرو ، جس نے اپنے وعظ سے تمھیں فائدہ دیا۔ اپنے رسولوں سے نصیحت کرائی، اپنی نعمتوں سے احسان کیا تم اپنے تئیں اس کی عبادت کے لیے تیار کرلو اور اس کے حق خدمت سے عہدہ برآ ہو جاؤ۔

ثُمَّ إِنَّ هٰذَا الْإِسْلَامَ دِينُ اللهِ الَّذِي اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، وَاصْطَنَعَهُ عَلَى عَيْنِهِ، وَأَصْفَاهُ خِيَرَةَ خَلْقِهِ، وَأَقَامَ دَعَائِمَهُ عَلَى مَحَبَّتِهِ، أَذَلَّ الْأَدْيَانَ بِعِزَّتِهِ، وَوَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهِ، وَأَهَانَ أَعْدَاءَهُ بِكَرَامَتِهِ وَخَذَلَ مُحَادِّيهِ بِنَصْرِهِ. وَهَدَمَ أَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهِ، وَسَقَى مَنْ عَطِشَ مِنْ حِيَاضِهِ، وَأَتْأَقَ الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهِ.

پھر یہ اسلام خدا کا دین ہے۔ جسے اس نے اپنے لیے پسند فرمایا اور اپنی نگرانی میں پروان چڑھایا، اپنے منتخب بندوں کے لیے چنا، اس کے ستون اپنی محبت پر قائم کیے، دوسرے (خود ساختہ) مذاہب کو اس کی عظمت کے سامنے گرادیا۔ اس کی بلندی کے لیے دوسری ملتوں کو پست کردیا۔ اس (اسلام) کی کرامت سے دشمنوں کو ذلیل، اور اس کی مدد کے لیے حریفوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے رکن کی وجہ سے گمراہی کے رکن گرادیے۔ پیاسوں کو اسی کے حوض (چشمے) سے سیراب کیا، اور ان حوضوں کو پانی کھینچنے والے (ائمہ اہل بیت جو علوم کا پانی چشمۂ الوہیت سے لاتے ہیں) لوگوں سے بھروادیا۔

ثُمَّ جَعَلَهُ انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهِ، وَلَا

پھر اس (دین) کو وہ رسی قرار دیا، جو کبھی ٹوٹے گی نہیں،

فَكَّ لِحَلْقَتِهِ وَلَا انْهِدَامَ لِأَسَاسِهِ، وَلَا زَوَالَ لِدَعَائِمِهِ وَلَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهِ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهِ وَلَا عَفَاءَ لِشَرَائِعِهِ، وَلَا وُعُوثَةَ لِسُهُولَتِهِ، وَلَا سَوَادَ لِوَضَحِهِ، وَلَا عِوَجَ لِانْتِصَابِهِ، وَلَا انْطِفَاءَ لِمَصَابِيحِهِ وَلَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهِ۔

نہ اس کے حلقے کھل سکتے ہیں، نہ اس کی بنیاد گر سکتی ہے، نہ اس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں۔ نہ اس کا درخت اکھڑے گا۔ نہ اس کی مدت ختم ہوگی، نہ اس کے کشادہ راستے مٹیں گے، نہ اس کی شاخیں کٹیں گی۔ نہ راہیں تنگ ہونگی۔ نہ اس کی آسانیاں سختیاں ہوں گی، نہ اس کی وضاحتیں تاریک اور گنجلک ہوں گی، نہ اس کی استواری میں کجی ہوگی نہ اس کی لکڑی مڑے گی، نہ کھلے راستے ریگستانی ہوں گے، نہ اس کے چراغ بجھنے والے ہیں نہ اس کی حلاوت میں تلخی آنے والی ہے (بلکہ یہ دین قیامت تک نور پاش وضو فگن و تازہ و پائندہ رہے گا)

فَهُوَ دَعَائِمُ أَسَاخَ فِي الْحَقِّ أَسْنَاخَهَا، وَثَبَّتَ لَهَا أَسَاسَهَا، وَيَنَابِيعُ غَزُرَتْ عُيُونُهَا وَمَصَابِيحُ شَبَّتْ نِيرَانُهَا، وَمَنَارٌ اقْتَدَى بِهَا سُفَّارُهَا، وَأَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَمَنَاهِلُ رُوِيَ بِهَا وُرَّادُهَا۔ جَعَلَ اللهُ فِيهِ مُنْتَهَى رِضْوَانِهِ، وَذِرْوَةَ دَعَائِمِهِ، وَسَنَامَ طَاعَتِهِ فَهُوَ عِنْدَ اللهِ وَثِيقُ الْأَرْكَانِ، رَفِيعُ الْبُنْيَانِ، مُنِيرُ الْبُرْهَانِ، مُضِيءُ النِّيرَانِ، عَزِيزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ، مُعْوِزُ الْمَثَارِ۔

اسلام کے ستون خدا نے حق کی گہرائیوں پر قائم کئے ہیں اور بنیاد کو استوار و مضبوط کیا ہے۔ اس کے چشموں کو اتھاہ بنایا، اور اس کے چراغوں کے شعلے تیز بھڑکائے اور منارے ایسے بنائے کہ مسافرین (راہ علم و حق) اس کی روشنی میں چلیں۔ وہ علامتیں قرار دیں کہ (راہ حق کا) قصد کیا جائے وہ چشمے بنائے کہ پیاسے اترنے والے سیراب ہوں۔ اس دین میں انتہائی رضا قرار دی، اپنے ستونوں کی بلندی، اپنی اطاعت کی چوٹیاں بنائیں۔ تو (یہ دین) خدا کے نزدیک مضبوط ارکان بلند بنیاد، روشن دلیل، روشن چراغ، معزز شاہی، بلند نشان ہے۔ اس کی خاک اڑانا (مٹانا) ناممکن ہے!

فَشَرِّفُوهُ وَاتَّبِعُوهُ، وَأَدُّوا إِلَيْهِ حَقَّهُ، وَضَعُوهُ مَوَاضِعَهُ۔

اس لیے اس کی عزت کرو، پیروی کرو۔ اس کا حق ادا کرو۔ جو اس کی جگہ ہے وہاں رکھو (اپنی رائے اور بے جا مداخلت فی الدین سے بچو!)

ثُمَّ إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، بِالْحَقِّ حِينَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الْانْقِطَاعُ، وَأَقْبَلَ مِنَ الْآخِرَةِ

پھر خدائے پاک و برتر نے آں حضرتؐ کو حق پر مبعوث فرمایا۔ جب کہ قریب تھا کہ دنیا ختم ہو جائے، اور آخرت کی خبریں قریب آجائیں (قیامت ہونے کو تھی کیونکہ) رونق (دنیا) چھپنے کے بعد

الاطّلاع، واظلمت بهجتها بعد إشراق،
وقامت بأهلها على ساق، وخشن منها مهاد،
وأزف منها قياد، في انقطاع من مدتها
واقتراب من أشراطها، وتصرّم من أهلها
وانفصام من حلقتها، وانتشار من سببها
وعفاء من أعلامها وتكشّف من عوراتها
وقصر من طولها. جعله الله سبحانه بلاغاً
لرسالته وكرامة لأمته، وربيعاً لأهل زمانه،
ورفعة لأعوانه وشرفاً لأنصاره۔

ثم أنزل عليه الكتاب نوراً لا تطفأ مصابيحه
وسراجاً لا يخبو توقّده، وبحراً لا يدرك
قعره، ومنهاجاً لا يضلّ نهجه، وشعاعاً
لا يظلم ضوؤه، وفرقاناً لا يخمد برهانه
وتبياناً لا تهدم أركانه، وشفاءً لا تخشى
أسقامه، وعزّاً لا تهزم أنصاره، وحقاً لا
تخذل أعوانه۔ فهو معدن الإيمان و
بحبوحته، وينابيع العلم وبحوره، ورياض
العدل وغدرانه، وأثافيّ الإسلام وبنيانه،
وأودية الحق وغيطانه، وبحر لا ينزفه
المستنزفون، وعيون لا ينضبها الماتحون
ومناهل لا يغيضها الواردون، ومنازل
لا يضلّ نهجها المسافرون، وأعلام لا يعمى
عنها السائرون، وآكام لا يجوز عنها
القاصدون۔

جعله الله ريّاً لعطش العلماء، و

تاریک ہو گئی تھی - اور اہل دنیا کے لیے پوری سختیوں کے ساتھ کھڑی تھی - اس کا فرش ناقابل آرام، اور اس (ناقہ) کی لگام کھینچنے والے (ہلاکت خیز واقعات) کے ہاتھ میں تھی - مدت ختم ہو رہی تھی شرطیں پوری ہو رہی تھیں - اہل (دین جو دنیا میں تھے) (دمِ فنا، اور حلقے ٹوٹ رہے تھے، اسباب منتشر، نشانات بے نشاں اور کمزوریاں برہنہ، مدت مختصر ہو رہی تھی - خدا نے حضرت کو اپنے پیغام کا رسول، اور ان کی امت کا شرف اور، زمانے والوں کی بہار، مددگاروں کی سربلندی اور انصار (دین) کی عزت بنایا -

اس کے بعد حضرت ص ہی پر کتاب نازل کی جو ایسا نور ہے جس کی شمعیں گل نہیں ہوں گی، ایسا چراغ کہ جس کی روشنی بجھے گی نہیں، ایسا سمندر جس کی تھا نہیں ملتی، ایسا راستہ جس پر چلنے سے گمراہی نہیں، وہ شعاع جس کی روشنی مدہم نہیں ہوتی حق و باطل کی وہ حد (امتیازی) جس کی دلیل سست اور وہ بنیاد جس کے رکن منہدم نہ ہوں گے، وہ شفا جس کے بعد بیماریوں کا ڈر نہیں، وہ عزت جس کے مددگار شکست نہیں کھاتے، وہ حق ہے جس کے معاون بے یار (و مددگار) نہیں چھوڑے جائیں گے - وہ (قرآن) ایمان کا خزانہ اور اس کا بھی مرکز، علم کا سرچشمہ بلکہ علمی سمندروں کا معدن ہے اور عدل کا باغ اور اس کے حوض، اسلام کے سنگ بنیاد، حق کی وادیاں اور اس کے ہموار جنگل (اسی قرآن میں) ہیں - قرآن وہ سمندر ہے جسے کھینچنے والے خشک نہیں کر سکتے - وہ سرچشمہ ہے جس پر آنے والے اس کا پانی تہ نشین اور ختم نہیں کر سکتے - اس میں وہ منزلیں ہیں جس کے مسافر راستہ نہیں بھول سکتے، وہ نشانات ہیں جنھیں چلنے والے فراموش نہیں کر سکتے - وہ جھاڑیاں ہیں، جن سے گزرنے والوں کا گزرنا مشکل ہے -

خدا نے اس قرآن کو علما کی پیاس میں سیرابی، فقیہوں

رَبِيعاً لِقُلُوبِ الْفُقَهَاءِ، وَمَحَاجَّ لِطُرُقِ الصُّلَحَاءِ، وَدَوَاءً لَيْسَ بَعْدَهُ دَاءٌ، وَنُوراً لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ، وَحَبْلاً وَثِيقاً عُرْوَتُهُ، وَمَعْقِلاً مَنِيعاً ذِرْوَتُهُ، وَعِزّاً لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَسِلْماً لِمَنْ دَخَلَهُ، وَهُدًى لِمَنْ ائْتَمَّ بِهِ، وَعُذْراً لِمَنِ انْتَحَلَهُ، وَبُرْهَاناً لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَشَاهِداً لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَفَلْجاً لِمَنْ حَاجَّ بِهِ، وَحَامِلاً لِمَنْ حَمَلَهُ، وَمَطِيَّةً لِمَنْ اُ هُ وَآيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَجُنَّةً لِمَنِ، وَعِلْماً لِمَنْ وَعَى، وَحَدِيثاً لِمَنْ رَوَى، وَحُكْماً لِمَنْ قَضَى۔

کے دل کی بہار، صالحین کے طریقوں کا راستہ، وہ دوا جس کے بعد کوئی مرض نہیں، وہ نور بنایا، جس کے ساتھ ظلمت نہیں، مضبوط رشتہ، اور وہ محفوظ پناہ گاہ جس کی چوٹی اونچی ہے۔ یہ اپنے محبت کرنے والوں کی عزت اور حلقۂ (اسلام) میں آنے والوں کے لیے صلح، پیروی کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے جو اسے اپنائے اس کے لیے عذر، اور جو اس کے ذریعے بولے اس کے لیے دلیل اور جو اس کی امداد سے لڑے اس کے لیے گواہ، جو اس سے حجت قائم کرے اس کے لیے کامیابی، جو اسے اٹھائے (اپنائے) اسے سنبھالنے والا، جو اسے کام میں لائے اس کی سواری (منزل رساں)، جو اسے پہچان لے اس کے لیے نشانی، جو اس سے صلح سلامتی مانگے اس کے لیے سپر اور ڈھال ہے۔ جو محفوظ رکھے، اس کے لیے علم جو دوسروں کو بتائے اس کے لیے روایت، جو اس کے ذریعے فیصلہ کرے اس کے لیے یہ قرآن حکم ہے۔

۱۹۰۔ ومن کلام لہٗ علیہ السلام ———— ارشاد

نماز، زکوٰۃ اور امانت

نماز اور زکوٰۃ اِسلام کا ستون اور مومن کی معراج ہے، امانت اتنی بڑی ذمہ داری ہے، جسے آسمان و زمین اور پہاڑ بھی قبول نہ کر سکے، مگر انسان نے قبول کر لیا۔ اس خطبہ میں یہی موضوع ذکر ہے۔

كَانَ يُوصِي بِهِ أَصْحَابَهُ۔

امیرالمومنینؑ اپنے اصحاب کو اکثر نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

تَعَاهَدُوا أَمْرَ الصَّلَاةِ، وَحَافِظُوا عَلَيْهَا وَاسْتَكْثِرُوا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوا بِهَا، فَإِنَّهَا كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً، أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى جَوَابِ أَهْلِ النَّارِ حِينَ سُئِلُوا:

نماز کا پوری طرح خیال رکھو، (کہ یہ معراج مومن اور ستون دین ہے) اس کی محافظت کرو، (وقت پر پڑھو) اسے کثرت کے ساتھ بجالاؤ، اور اس کے وسیلہ سے (خدا سے) نزدیک تر ہو جاؤ کیونکہ نماز مسلمانوں پر فرض ہے، لکھا ہوا، اور وقت معین کیا ہوا ہے، کیا تم نے (گوش دل سے) اہل جہنم کا جواب نہیں سنا؟ جب ان سے پوچھا گیا:

(مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ؟
قَالُوا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ)

"کس چیز نے تمھیں گرفتار دوزخ کر دیا؟"
تو جواب دیا: "ہم نماز گزاروں میں نہ تھے۔"

وَإِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَتُطْلِقُهَا إِطْلَاقَ الرِّبَقِ، وَشَبَّهَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالْحَمَّةِ تَكُونُ عَلَى بَابِ الرَّجُلِ فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا عَسَى أَنْ يَبْقَى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ، وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا

اور نماز گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے، جس طرح درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں، اور اس طرح رہا کر دیتی ہے، جیسے (چار پایوں کی گردن سے) بند کھول دیا جاتا ہے، رسول خداؐ نے نماز کو چشمۂ آب گرم سے تشبیہ دی ہے کہ جو اس کے دروازے پر رواں ہو، اور شبانہ روز میں پانچ مرتبہ اس سے شست و شو کرے، پھر (کسی طرح کا) میل باقی نہیں رہ سکتا اور نماز کا حق کچھ مومنوں نے اس طرح پہچانا ہے کہ انھیں اس سے آرائش

زِیْنَةٌ مَتَاعٍ، وَلَا قُرَّةُ عَیْنٍ مِنْ وَلَدٍ وَلَا مَالٍ، یَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ)

دنیا، اور اولاد کی محبّت، اور دولت و ثروت اس سے باز نہیں رکھ سکتی، خداوند سبحان فرماتا ہے کہ:

"یہ (مسلمان) وہ لوگ ہیں کہ بازرگانی، اور خرید و فروخت جنھیں خدا کی یاد اور بجاآوری نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر سکتی"۔

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ نَصِبًا بِالصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّبْشِیْرِ لَهٗ بِالْجَنَّةِ، یَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ:

(وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا) فَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ، وَ یَصْبِرُ عَلَیْهَا نَفْسَهٗ۔

اور رسولِ خدا ﷺ کو اگرچہ جنّت کا مژدہ دے دیا گیا تھا لیکن نماز کی ادائی کے لیے آپ تکلیف و زحمت برداشت کرتے تھے، اس لیے کہ فرمانِ خدا تھا۔

"—— اپنے اہل کو نماز پڑھنے کی تلقین کرو اور اس کے انجام دینے پر صابر بن جاؤ"۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیا، اور خود اس کا رنج، سختی اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

ثُمَّ اِنَّ الزَّكٰوةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلٰوةِ قُرْبَانًا لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَمَنْ اَعْطَاهَا طَیِّبَ النَّفْسِ بِهَا، فَاِنَّهَا تُجْعَلُ لَهٗ كَفَّارَةً، وَ مِنَ النَّارِ حِجَازًا وَ وِقَایَةً، فَلَا یُتْبِعَنَّهَا اَحَدٌ نَفْسَهٗ، وَلَا یُكْثِرَنَّ عَلَیْهَا لَهْفَهٗ، فَاِنَّ مَنْ اَعْطَاهَا غَیْرَ طَیِّبِ النَّفْسِ بِهَا یَرْجُوْ بِهَا مَا هُوَ اَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ، مَغْبُوْنُ الْاَجْرِ ضَالُّ الْعَمَلِ، طَوِیْلُ النَّدَمِ۔

اسی طرح مسلمانوں کے لیے نماز کی طرح زکوٰۃ بھی وسیلۂ تقرب خداوندی ہے، جو شخص میل و رغبت اور خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے کفارہ اور جہنم سے بچنے کی رکاوٹ اور بچاؤ کی چیز بن جاتی ہے۔ تو یہ نہ ہونا چاہیئے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت کچھ دکھ ہو، کیونکہ جو شخص بے توجہی اور بے فکری سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور پھر اس کے عوض میں (جو چیز اس سے برتر ہے (بہشت) اس کا امیدوار بنتا ہے، ایسا شخص یقیناً سنتِ پیغمبر اکرم ﷺ سے ناواقف ہے اور بدلے کے وقت خسارے والا ثابت ہوگا، وہ بلحاظ کردار گمراہ ہے، اور اس کی پشیمانی بہت زیادہ ہے۔

اَدَآءُ الْاَمَانَةِ فَقَدْ خَابَ مَنْ لَیْسَ مِنْ اَهْلِهَا، اِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَى السَّمٰوٰتِ الْمَبْنِیَّةِ وَالْاَرَضِیْنَ الْمَدْحُوَّةِ وَ الْجِبَالِ

پھر (مراعات نماز و زکوٰۃ کے بعد) امانت کا ادا کرنا ہے، جو امانت کا اہل نہیں ثابت ہوتا (خائن ہوتا ہے) وہ نومید رہتا ہے یہ امانت کی ادائی ایسی چیز ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے اپنے اونچے

ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوْبَةِ، فَلَا أَطْوَلَ وَلَا أَعْرَضَ وَلَا أَعْلَى وَلَا أَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَوِ امْتَنَعَ شَيْءٌ بِطُوْلٍ أَوْ عَرْضٍ أَوْ قُوَّةٍ أَوْ عِزٍّ لَامْتَنَعْنَ، وَلٰكِنْ أَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، وَعَقَلْنَ مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُنَّ وَهُوَ الْإِنْسَانُ "إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا"۔

آسمانوں، بچھی ہوئی زمینوں، بلند اور مستحکم پہاڑوں پر پیش کیا، اور کوئی چیز بھی ان چیزوں سے بڑھ کر، بلند تر، پہن تر، بالا تر، اور بزرگ تر نہیں، مگر انھوں نے انکار کر دیا، اور کوئی چیز اپنے طول و عرض اور بلندی و قوت کے سبب انکار کرتی تو آسمان و زمین اور پہاڑ بھی منع کرتے، وہ عقوبت (خیانت) سے ڈر گیے، اور خیال کیا کہ انسان ناتوان اور نادان ہے، اور وہ اپنے اوپر بہت ظالم اور جاہل ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِي لَيْلِهِمْ وَنَهَارِهِمْ لَطُفَ بِهِ خُبْرًا، وَأَحَاطَ بِهِ عِلْمًا، أَعْضَاؤُكُمْ شُهُوْدُهُ، وَجَوَارِحُكُمْ جُنُوْدُهُ، وَضَمَائِرُكُمْ عُيُوْنُهُ، وَخَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهُ۔

بلاشبہ پروردگار عالم سے وہ اعمال مخفی نہیں جو لوگ شب روز بجالاتے ہیں، خدا ان کے چھوٹے سے چھوٹے کام سے آگاہ اور ان کے کردار پر محیط و دانا ہے، تمھارے اعضاء اس کے گواہ تمھارے بدن کے جوڑ بند اس کے لشکر (خادم) اور فرمانبردار ہیں، تمھارے تصورات اس کے جاسوس ہیں، اور تمھاری خلوت اس پر عیاں ہے!۔

۱۹۱- ارشاد:

مُعاویہ

امیر معاویہ کی سیاست امیرالمومنینؑ کی نظر میں کس طرح کی تھی ۔ یہ کلمات اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

ومن کلام لہٗ علیہ السّلام:

وَاللهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهَى مِنِّي، وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ، وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَدْهَى النَّاسِ، وَلٰكِنْ كُلُّ غَدْرَةٍ فُجَرَةٌ، وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ، وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَاللهِ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيدَةِ وَلَا أُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيدَةِ۔

خدا کی قسم، معاویہ مجھ سے زیرک تر نہیں ۔ لیکن وہ بے وفا اور خیانت کار اور عاصی اور نافرمان ہے ۔ اور مکر و بے وفائی اگر مذموم نہ ہوتی تو میں زیرک ترین انسان ہوتا۔ لیکن جان لو ہر مکر و بے وفائی گناہ ہے۔ ہر گناہ نافرمانی ہے۔ اور قیامت کے دن ہر عہد و پیماں شکن کے واسطے پرچم و نشان ہے۔ جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ اور خدا کی قسم میں (کسی کے) مکر سے غافل نہیں ہوں۔ اور نہ سختی و گرفتاری میں عاجز و ناتواں بن جاتا ہوں۔

انزلنی الدّھر ثمّ انزلنی
حتی یقال علیؑ و معاویہ۔

(حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام۔)

دنیا نے مجھے اتنا گرایا کہ میرا اور ....
کا نام ایک ساتھ لیے جانے لگے۔

۱۹۲ - ارشاد :

قوم ثمود کی مثال

"مومن کی قلت افراد سے باطل کی طرف نہ جھکنا چاہئے ۔ ہمیشہ حق کا ساتھ دینا چاہئے"

ومن کلام لہٗ علیہ السلام :-

اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوا فِي طَرِيقِ الْهُدَىٰ لِقِلَّةِ أَهْلِهِ ، فَإِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ مَائِدَةٍ شِبَعُهَا قَصِيرٌ وَجُوعُهَا طَوِيلٌ !

اے لوگو! راہِ ہدایت و رستگاری پر چلو، اس کے پیرو کاروں کی کمی کے باعث پریشان نہ ہو، کیونکہ لوگ اسی دسترخوان کے گرد جمع ہو رہے ہیں کہ جس سے سیری کم اور گرسنگی بہت زیادہ ہے۔

اَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَالسُّخْطُ وَإِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُودَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوهُ بِالرِّضَا ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ (فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ) ، فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ خَارَتْ أَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْأَرْضِ الْخَوَّارَةِ -

اے لوگو! خدا اپنے عذاب پر لوگوں کو جب ہی جمع کرتا ہے ۔ جب وہ گناہوں پر راضی ہو جاتے ہیں۔ ناقہ ثمود کو ایک ہی شخص نے پے کیا اور ہلاک کیا تھا۔ پس خدا نے سب کو گرفتار عذاب کر لیا۔ اس لیے کہ وہ سب ناقہ کے قتل کرنے میں راضی تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے (فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ۝) انھوں نے اس کو دم بریدہ تو کیا، مگر شرمندہ بھی ہونا پڑا۔

اَيُّهَا النَّاسُ ، مَنْ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوَاضِحَ وَرَدَ الْمَاءَ وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِي التِّيهِ -

اے لوگو! جو صاف راستے پر چلا وہ چشمہ پر پہنچ گیا، جس نے مخالفت کی وہ ہلاکت کے بیابان میں جا پڑا۔

۱۹۳۔ ارشاد

جدائی فاطمہ زہرا علیہا السلام

بارگاہِ رسالت میں پیغامِ تعزیت

دفن کے موقع پر ارشاد ہوا

ومن کلام لہٗ علیہ السلام:

رُوِیَ عَنْهُ أَنَّهُ، قَالَهُ عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ـ كَالْمُنَاجِي بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عِنْدَ قَبْرِهِ ـ

روایت ہے کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تدفین کے وقت آپ نے یہ کلمات اس طرح فرمائے۔ گویا روضہ پر آپ رسول اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ عَنِّي وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جِوَارِكَ وَالسَّرِيعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ، قَلَّ يَا رَسُولَ اللهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي، وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِي، إِلَّا أَنَّ لِي فِي التَّأَسِّي بِعَظِيمِ فُرْقَتِكَ، وَفَادِحِ مُصِيبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِي مَلْحُودَةِ قَبْرِكَ، وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِي وَصَدْرِي نَفْسُكَ، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيعَةُ، وَأُخِذَتِ الرَّهِينَةُ، أَمَّا حُزْنِي فَسَرْمَدٌ، وَأَمَّا لَيْلِي فَمُسَهَّدٌ، إِلَى أَنْ يَخْتَارَ اللهُ لِي دَارَكَ الَّتِي أَنْتَ بِهَا مُقِيمٌ۔

یا رسول اللہ! میری اور اپنی اس بیٹی کی طرف سے سلام قبول فرمائیے! وہ بیٹی جو آپ کے جوار میں آ گئی ہیں اور بہت جلد آپ سے ملحق ہو گئی ہیں۔

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرا صبر (فاطمہؑ سے مفارقت و جدائی کے باعث) کم ہو گیا ہے۔ اور میری طاقت و توانائی، ان کی جدائی کے باعث ہاتھ سے جاتی رہی، لیکن میرے صبر کے لیے یہ کافی ہے کہ میں نے آپ کی جدائی پر صبر و شکیبائی سے کام لیا، میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو لحد میں اتارا، میرے ہی حلقوم و گلو کے درمیان آپ کی جان تن سے باہر نکلی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف واپس لوٹنے والے ہیں۔ (فاطمہ) ایک ودیعت تھی جو واپس لے لی گئی، ایک نشانی تھی جو اٹھالی گئی۔ اب میرا حزن و ملال دائمی ہے، اب میری راتوں میں نیند کہاں؟ جب تک خدائے عالم میرے لیے اس مقام (آخرت) کا ارادہ کرے، جہاں آپ مقیم ہیں۔

وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ أُمَّتِكَ عَلَىٰ هَضْمِهَا، فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ، وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ، هٰذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ، وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ، فَإِنْ أَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ، وَإِنْ أُقِمْ فَلَا عَنْ سُوءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِينَ۔

عنقریب آپ کی صاحبزادی آپ کو آگاہ کریں گی، آپ ان سے اچھی طرح معلوم کیجئے، آپ میرے حالات کو ان سے دریافت فرمائیے، حالانکہ ابھی آپ کی وفات کو کچھ زیادہ مدت نہیں گزری۔ اور زمانہ آپ کی یاد سے خالی نہیں ہوا۔ آپ پر اور آپ کی دختر پر میری طرف سے اس طرح سلام پہنچے جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو (محبت کے باعث) سلام کیا کرتا ہے۔ دل تنگ خشمگیں اور رنجیدہ ہو کر نہیں۔ پس اگر میں یہاں سے (زندہ) واپس جاؤں تو یہ بے تعلقی کی وجہ سے نہ ہوگا۔ اور اگر آپ کی زیارت کے لیے ٹھہرا رہوں تو یہ اجر سے بدگمانی کے سبب نہیں ہوگا، جس کا خدائے تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

۱۹۴۔ ارشاد

کچھ تو عمل کر لو!

ومن کلام له علیه السّلام:

اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَّالْاٰخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوْا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَلَا تَهْتِكُوْا اَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَّعْلَمُ اَسْرَارَكُمْ، وَاَخْرِجُوْا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوْبَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا اَبْدَانُكُمْ فَفِيْهَا اخْتُبِرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ اِنَّ الْمَرْءَ اِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ: مَا تَرَكَ؟

وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: مَا قَدَّمَ؟ لِلّٰهِ اٰبَاؤُكُمْ؟ فَقَدِّمُوْا بَعْضًا يَّكُنْ لَّكُمْ، وَلَا تُخَلِّفُوْا كُلًّا فَيَكُوْنَ عَلَيْكُمْ كَلًّا۔

لوگو! یہ دنیا گزرگاہ ہے، اور آخرت قرار کی جگہ، تو اس راستے سے منزل کے لیے کچھ لیتے چلو! اور جو تمھارے راز جانتا ہے، اس کے سامنے اپنے پردے نہ چاک کرو۔ اور دنیا سے اپنے جسموں کے نکلنے (اور قبر میں جانے) سے پہلے اپنے دلوں کو نکال لو، اس میں تو تمھارا امتحان لیا گیا ہے۔ پیدا تو دوسری جگہ کے لیے ہو۔

جب آدمی مرجاتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا؟ اور فرشتے کہتے ہیں: کیا لایا؟ خدا تمھارے اجداد کو بخشے" کچھ تو (قیامت کے لیے) بھیج دو، کہ تمھارے کام آئے گا۔ اور سب کچھ یہیں نہ چھوڑ جاؤ کہ تمھارے لیے وبال بن جائے گا۔

۱۹۵ - ارشاد:

مناسبِ سامانِ سفر

كَانَ كَثِيرًا مَّا يُنَادِي بِهٖ أَصْحَابَهٗ ——

حضرت، اپنے اصحاب سے اکثر با آواز بلند فرمایا کرتے تھے۔

وَمِن كَلَامٍ لَهٗ :-

تَجَهَّزُوا - رَحِمَكُمُ اللهُ - فَقَدْ نُودِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ، وَأَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَانْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، فَإِنَّ أَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُودًا وَمَنَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً، لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُودِ عَلَيْهَا وَالْوُقُوفِ عِنْدَهَا۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَآئِبَةٌ[ن] وَكَأَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيكُمْ وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيهَا مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ وَمُعْضِلَاتُ الْمَحْذُورِ۔ فَقَطِّعُوا عَلَائِقَ الدُّنْيَا، وَاسْتَظْهِرُوا بِزَادِ التَّقْوٰى۔

خدا تمہیں اجر دے، وسائل سفر (آخرت) کو تیار کر لو، کہ ندائے کوچ بلند ہونے والی ہے۔ دنیا میں رہنے کی مدت کم سمجھو اور (خدا کی طرف) جانے کے لیے مناسب سامان (طاعت و بندگی) مہیا کر لو۔ کیونکہ وہ مقام تمہارے سامنے ہے جس کی گھاٹیاں دشوار گزار اور ہولناک اور منزلیں خوفناک ہیں۔ ان میں وارد ہونے اور ان میں قیام کرنے سے مفر نہیں۔

جان لو، کہ موت کا گوشۂ چشم تمہاری طرف نگراں ہے۔ گویا تم اس کے پنجہ میں گرفتار ہو اور سخت مصیبتیں اچانک تم پر آ رہی ہیں تو دنیا کے علاقوں کو توڑ دو اور توشۂ پرہیزگاری کو تیار کر لو۔

(اسی قسم کی ایک گفتگو پہلے گزر چکی۔ (ملاحظہ ہو ۸۴) لیکن روایت میں اختلاف ہے۔)

(رضی)

ن = دَانِيَةٌ

ئ یہ الفاظ اکثر نماز عشاء کے بعد فرماتے تھے۔ فیض الاسلام۔

۱۹۶۔ ارشاد:

طلحہؓ و زبیرؓ کی ناراضگی پر

بیعت خلافت کے بعد طلحہ اور زبیر اس لیے خفا ہو گئے کہ حضرت نے اس
سے مشورہ و طلب امداد نہ فرمائی ——— (رضی) (تو آپ نے دونوں سے فرمایا)

ومن کلام لہ علیہ السلام:-

لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيرًا وَّ اَرْجَاْتُمَا كَثِيرًا اَلَا تُخْبِرَانِیْ اَیُّ شَیْءٍ لَكُمَا فِيْهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ؟ اَمْ اَیُّ قَسْمٍ اسْتَاْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهٖ؟ اَمْ اَیُّ حَقٍّ رَفَعَهٗ اِلَیَّ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ضَعُفْتُ عَنْهُ اَمْ جَهِلْتُهٗ اَمْ اَخْطَاْتُ بَابَهٗ؟

تم دونوں اتنی سی بات پر ناراض ہو گئے اور اتنی بڑی چیزیں (رضائے خدا و اطاعت امام) کو پس پشت ڈال دیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا کون سا حق تھا جو تمہیں نہیں دیا؟ اور کون سا حصّہ تھا جس میں دوسروں کو ترجیح دی؟ اور کون سا حق تھا، جسے کوئی ایک مسلمان بھی میرے پاس لایا ہو اور میں نے اس میں کمزوری ظاہر کی ہو، یا اس سے ناواقفیت کا اظہار کیا ہو، یا اس سلسلے میں کوئی غلطی کی ہو؟ (کہ تم حق بجانب نکلو کہ صاحب ہم دونوں سے مشورہ نہ لیا تو یہ ہوا۔)

وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَّلَا فِی الْوِلَايَةِ اِرْبَةٌ، وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَيْهَا، فَلَمَّا اَفْضَتْ اِلَیَّ نَظَرْتُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَاَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ، وَمَا اسْتَنَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ۔ فَاقْتَدَيْتُهٗ۔ فَلَمْ اَحْتَجْ فِیْ ذٰلِكَ اِلٰى رَاْيِكُمَا۔ وَلَا رَاْیِ غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهٗ فَاَسْتَشِيْرَكُمَا وَاِخْوَانِیَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ اَرْغَبْ۔

خدا کی قسم، نہ تو مجھے شاہی کا شوق تھا، نہ حکمرانی کی خواہش، لیکن تم لوگوں نے مجھے بلایا اور مجھے اس کے لیے مجبور کیا۔ اب جو یہ معاملہ مجھ پر آ پڑا تو میں نے قرآن کو دیکھا پھر جو حکم اور مناسب طریق کار میرے لیے تھا اس کی اقتدا کی اور جو سنّتِ نبیؐ تھی اس پر عمل کیا تو اس میں نہ تم دونوں کی رائے درکار تھی نہ تمہارے علاوہ دوسرے مسلمان بھائیوں کی۔ اور اگر کبھی ضرورت ہوتی تو تم دونوں یا تم دونوں کے علاوہ دوسروں (کے مشورے) سے نہ بچتا۔ (بلکہ ضرور مشورہ لیتا)۔

عَنْکُمَا وَلَا عَنْ غَیْرِکُمَا۔

وَ اَمَّا مَا ذَکَرْتُمَا مِنْ اَمْرِ الْاُسْوَۃِ فَاِنَّ ذٰلِکَ اَمْرٌ لَمْ اَحْکُمْ اَنَا فِیْہِ بِرَاْیِیْ، وَلَا وَلِیْتُہٗ ھَوًی مِّنِّیْ بَلْ وَجَدْتُ اَنَا وَ اَنْتُمَا مَا جَآءَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ، قَدْ فُرِغَ مِنْہُ، فَلَمْ اَحْتَجْ اِلَیْکُمَا فِیْمَا قَدْ فَرَغَ اللّٰہُ مِنْ قَسْمِہٖ، وَ اَمْضٰی فِیْہِ حُکْمَہٗ، فَلَیْسَ لَکُمَا۔

وَاللّٰہِ۔ عِنْدِیْ وَلَا لِغَیْرِکُمَا فِیْ ھٰذَا عُتْبٰی، اَخَذَ اللّٰہُ بِقُلُوْبِنَا وَ قُلُوْبِکُمْ اِلَی الْحَقِّ وَ اَلْھَمَنَا وَ اِیَّاکُمُ الصَّبْرَ۔

ثُمَّ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَءًا رَاٰی حَقًّا فَاَعَانَ عَلَیْہِ اَوْ رَاٰی جَوْرًا فَرَدَّہٗ، وَکَانَ عَوْنًا بِالْحَقِّ عَلٰی صَاحِبِہٖ۔

رہا یہ کہ میں نے تقسیم میں مساوات کر دی ہے تو یہ وہ کام ہے جس میں میں نے اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ نہ اپنی خواہش سے اسے جاری کیا۔ بلکہ میں نے (اور تم دونوں نے) احکام پیغمبر پائے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ ان کی تبلیغ فرما چکے ہیں، تو ان احکام میں تم دونوں کی کیا ضرورت تھی، جن میں خدا نے پوری تقسیم فرما دی ہے (اور ہر ایک کا حصہ تبلا دیا) اور اپنا حکم جاری فرما چکا ہے۔

لہذا خدا کی قسم میرے نزدیک تم دونوں یا تم دونوں کے علاوہ کسی کو مجھ سے شکایت کا کوئی حق نہیں ــــ خدا ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف موڑے رکھے، اور ہم سب کو صبر کی توفیق دے۔

پھر فرمایا:

خدا اس شخص پر رحم کرے، جس نے حق کو سمجھا اور اس کی مدد کی، یا ظلم کو دیکھا اور اسے رد کیا، اور حق دار کا مددگار بنا!۔

۱۹۷ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ــــــــــــ ارشاد

سب و شتم کی ممانعت

بنو امیہ کی بد زبانیوں سے لشکرِ مرتضوی کے سب ہی لوگ نالاں تھے، اور وہی کیا عامہ مسلمین کا ایک بڑا گروہ بھی - ان باتوں سے تنگ آکر بعض اصحاب علیؑ نے اہل شام یعنی بنو امیہ پر سب و شتم شروع کر دیا۔ امیر المومنینؑ کو یہ بات پسند نہ آئی، اسی موقعہ پر آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے، جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں!

وَقَدْ سَمِعَ قَوْماً مِنْ أَصْحَابِهِ يَسُبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ أَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّينَ
إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَّابِينَ وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ أَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ، وَأَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ إِيَّاهُمْ:

جنگ صفین کے زمانہ میں امیر المومنین نے سنا کہ آپ کی جماعت کے بعض لوگ اہل شام پر سب و شتم کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم (شامیوں کو) دشنام دو، لیکن اگر تم ان کے کردار (بد) کو بیان کرو، ان کے حالات کا تذکرہ کرو تو بے شک یہ مناسب ہے، اور (مقام عذر میں) بلیغ تر اور رسا تر ہے اور بہتر یہ ہے کہ انھیں سب و شتم کرنے کے بجائے یہ کہو۔

اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهُ، وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهِ۔

بار خدایا!
ہمارے اور ان کے خون کو بہنے سے بچا، ہمارے اور ان کے مابین اصلاح کر دے۔ انھیں ان کی گمراہی سے امرِ حق کی طرف ہدایت فرما تاکہ جو حق کو نہیں جانتا، وہ اسے پہچان لے۔ اور جو حریص و شیفتۂ گمراہی، اور دشمنی ہو، اسے اس (غلط اور) ناروا کام سے باز رکھ!

۱۹۸ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——————— ارشاد

ذرّیت رسولؐ کی حفاظت

جنگ صفین میں حضرت امام حسن کی تیز دستی دیکھ کر امیرالمومنین پریشان ہو گئے، کہ کہیں آپ کی جان نہ چلی جائے، یہ جذبہ صرف ایک باپ کا نہیں تھا۔ بلکہ اُمتِ محمدیؐ کے ایک فرد کا بھی تھا، جس کا یہ فرض تھا کہ ذرّیتِ رسولؐ کو مٹنے نہ دے!

فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ وَقَدْ رَأَى الْحَسَنَ ابْنَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ إِلَى الْحَرْبِ:

إِمْلِكُوا عَنِّي هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِي، فَإِنَّنِي أَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَى الْمَوْتِ لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُولِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ۔

جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت امام حسنؑ، آپ کے فرزند ارجمند، جنگ میں بہت زیادہ تیز دستی کا مظاہرہ فرما رہے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا: (لوگو!) اس لڑکے کی میری طرف سے حفاظت کرو، مبادا، اس کی ہلاکت مجھے چُور چُور کر دے، کیونکہ میں ان دونوں (حضرات حسنین) کی موت کے بارے میں بہت بخیل ہوں (راضی نہیں ہوں) کیونکہ ان کی موت سے نسل رسولؐ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا!

۱۹۹ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد

زود پشیمانی

جنگ صفین کے موقع پر جب امیر المومنین کے اصحاب نے (خود ہی اصرار کر کے منظور کرنے کے باوجود) حاکمین یعنی حکمین کے تقرر کی مخالفت کی تو آپ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ،

إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ أَمْرِي مَعَكُمْ عَلَىٰ مَا أُحِبُّ حَتَّىٰ نَهِكَتْكُمُ الْحَرْبُ - وَقَدْ وَاللّٰهِ — أَخَذَتْ مِنْكُمْ وَتَرَكَتْ وَهِيَ لِعَدُوِّكُمْ أَنْهَكُ. لَقَدْ كُنْتُ أَمْسِ أَمِيرًا فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَأْمُورًا، وَكُنْتُ أَمْسِ نَاهِيًا فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيًّا، وَقَدْ أَحْبَبْتُمُ الْبَقَاءَ، وَلَيْسَ لِي أَنْ أَحْمِلَكُمْ عَلَىٰ مَا تَكْرَهُونَ۔

اے لوگو!

ہمیشہ میرا حکم وفرمان تمہارے ساتھ اس طرح رہا جیسا مجھے پسند تھا، یہاں تک کہ جنگ نے تمہیں ضعیف وناتواں کردیا، خدا کی قسم! اس جنگ کو تمہی نے شروع کیا، اور تم ہی نے اسے پھر ملتوی بھی کردیا، حالانکہ تمہارا دشمن ناتواں تر، اور بیچارہ تر ہو چکا تھا[1] (پس اگر تم میری مخالفت کے باوجود تحکیم پر اصرار کر کے اسے منظور کرلیتے تو اب تک فتح وفیروزی تمہارا حصہ بن چکی ہوتی لیکن جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب میں کیا کرسکتا ہوں) کل تک میں تمہارا امیر وفرماں روا تھا، اور آج مامور فرماں بردار، کل تک میں جب کام سے چاہتا تمہیں منع کرتا، اور باز رکھتا تھا، اور آج، تم مجھے (اپنی مرضی سے) باز رکھتے ہو، اصل بات یہ ہے کہ تم زندگی کو دوست رکھتے ہو، اور میں اسے پسند نہیں کرتا کہ جو کچھ تمہیں نامرغوب ہے وہ تم پر تھوپ دوں۔

---

[1] یہ جنگ حضرت عمرو بن عاصؓ کی سیاست سے عین اس وقت بند ہوئی جب امیر معاویہ کی شکست چند لمحوں کی بات رہ گئی تھی۔

۲۰۰ - ومن کلام لہ علیہ السّلام ——— ارشاد

فقرِ مرتضوی

امیر المومنین کی زندگی سراپا فقر و عبودیت تھی، آپ کا لباس، آپ کی غذا، آپ کا طریق ماند و بود، ہر چیز اس شان فقر کی مظہر تھی، بعض لوگ آپ کی دیکھا دیکھی خود یہی طرز اختیار کر لیتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر آپ نے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

بِالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ ابْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ فَلَمَّا رَأَى سَعَةَ دَارِهِ قَالَ:

بصرہ میں امیر المومنینؑ علاء ابن زیاد الحارثی کی عیادت کو تشریف لے گئے، جو آپ کے اصحاب میں سے تھے اور علیل تھے۔ آپ نے ان کی فراخیٔ خانہ ملاحظہ کی تو فرمایا:

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هَذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا، وَأَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ، وَبَلَى إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ تَقْرِي فِيهَا الضَّيْفَ، وَتَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوقَ، مَطَالِعَهَا، فَإِذاً أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ۔

اس گھر کو کشادہ بنا کر تم نے دنیا میں کیا حاصل کر لیا، حالانکہ عالم آخرت میں وسعت منزل کے تم زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہو۔ ہاں اگر تم یہ چاہو کہ آخرت میں بھی ایسا ہی وسیع اور کشادہ مکان ملے تو پھر اس دنیاوی گھر میں مہمانوں کی ضیافت کرو، صلۂ رحم بجا لاؤ، حقوق شرعیہ اس مکان میں رہ کر ادا کرو، تو پھر بلا شبہ تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے!

فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ:

یہ سنکر علاء نے عرض کیا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَشْكُو إِلَيْكَ أَخِي عَاصِمَ ابْنَ زِيَادٍ۔

امیر المومنین میں اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی شکایت آپ سے کرنا چاہتا ہوں،

قَالَ: وَمَا لَهُ؟

امیر المومنین نے دریافت فرمایا: کس بات کی شکایت کرنا چاہتے ہو؟

قَالَ: لَبِسَ الْعَبَاءَةَ وَتَخَلَّى مِنَ الدُّنْيَا۔

علاء نے کہا: وہ راہبوں کی طرح گلیم پوش ہو کر دنیا سے کنارہ کش

ہو گیا ہے!

قَالَ :

حضرت نے فرمایا:

عَلَیَّ بِہٖ.

اسے میرے پاس لاؤ۔

فَلَمَّا جَاءَ قَالَ :

جب عاصم کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

يَا عُدَىَّ نَفْسِهِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيثُ ، أَمَا رَحِمْتَ أَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ ؟ أَتَرَى اللهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا ، أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ!

اے اپنے دشمن —— تجھے شیطان نے سرگرداں کر رکھا ہے، کیا تو اپنی بیوی پر، اور بچوں پر رحم نہیں کرتا؟ (ان کے حقوق ادا نہیں کرتا؟) کیا یہ بات ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دُنیا کے طیبّات کو تیرے لیے حلال کر دیا ہے، اور پھر وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ تو ان طیبات سے بہرہ مند ہو؟ تو اس حرکت سے خدا کے نزدیک ذلیل اور پست ہو گیا۔

قَالَ :

عاصم نے کہا،

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذَا أَنْتَ فِي خُشُونَةِ مَلْبَسِكَ وَجُشُوبَةِ مَأْكَلِكَ ،

یا امیرالمؤمنین میں تو آپ ہی کی پیروی کرتا ہوں۔ آپ بھی تو موٹا لباس اور بے مزہ کھانا استعمال فرماتے ہیں۔

قَالَ :

حضرت نے یہ سن کر فرمایا:

وَيْحَكَ إِنِّي لَسْتُ كَأَنْتَ إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ فَرَضَ عَلىٰ أَئِمَّةِ الْحَقِّ أَنْ يُقَدِّرُوا أَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيرِ فَقْرُهُ.

وائے ہو! میں تمہاری طرح نہیں ہوں، کیونکہ خدا نے پیشوایانِ حق پر واجب فرمایا ہے کہ اپنے تئیں تنگ دست لوگوں کے برابر رکھیں، تاکہ کسی فقیر اور تنگ دست کی پریشانی انہیں خلفشار میں مبتلا نہ کر دے!

۲۰۱ - و من کلام لہ علیہ السّلام ــــــ ارشاد

فنِ درایت

حدیث نبوی کی روایت ، اور درایت کے سلسلہ میں ، امیرالمومنینؑ نے اس سوال کے موقع پر جو کلمات ارشاد فرمائے ، در حقیقت بعد کے زمانہ میں تمام ائمہ فن حدیث کے لیے وہ راہ نما ثابت ہوئے حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث تمام تر انہی اصولوں پر منضبط ہوا ہے جو امیرالمومنین نے بیان فرمائے ہیں!

وَقَدْ سَأَلَهُ سَائِلٌ عَنْ أَحَادِيثِ الْبِدَعِ وَعَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

ایک موقعہ پر ایک شخص نے جعلی ، موضوع اور متعارض حدیثوں کے بارے میں ، جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں ، دریافت کیا ، اس پر امیرالمومنین نے فرمایا۔

إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقًّا وَبَاطِلًا ، وَصِدْقًا وَكَذِبًا ، وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا وَعَامًّا وَخَاصًّا ، وَمُحْكَمًا وَمُتَشَابِهًا ، وَحِفْظًا وَوَهْمًا وَلَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ــ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ــ عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيبًا فَقَالَ:

جو حدیثیں لوگوں کے درمیان شائع ہیں ۔ ان میں حق و باطل ، راست اور دروغ ، ناسخ اور منسوخ ، عام و خاص ، محکم و متشابہ ، محفوظ (از غلط و اشتباہ) اور موہوم (مبنی بر وہم و گمان) سب طرح کی چیزیں ہیں ـــ اور بلاشبہ ، رسولِ خداؐ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے آپؐ کی طرف جھوٹی حدیثوں کو منسوب کیا ۔ یہاں تک کہ آپؐ خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا :

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ."

" جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے (کوئی غلط بات میری جانب منسوب کرے ، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔"

وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ:

اور جو لوگ حدیثیں بیان کرتے ہیں ، وہ چار قسم کے ہیں ، کوئی پانچویں قسم ان کی نہیں ۔

رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ ، مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ لَا يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ــ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ــ

(پہلے) مردِ منافق جو ایمان کا اظہار کرتا ہے ، اور آداب اسلام سے اپنے آپ کو آراستہ دکھاتا ہے (حالانکہ) گناہ سے پرہیز نہیں کرتا ، بے پرواہ ہے ، عمداً و دانستہ رسول خداؐ

مُتَعَمِّدًا فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ، وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوا: صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ - رَاٰهُ، وَسَمِعَ مِنْهُ، وَلَقِفَ عَنْهُ، فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ اَخْبَرَكَ اللّٰهُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ بِمَا اَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ۔

پر جھوٹ بولتا ہے، پس اگر لوگ اسے منافق اور دروغ گو سمجھتے تو اس کی حدیث قبول نہ کرتے، اس کی بات باور نہ کرتے۔ لیکن (چونکہ اس کے باطن سے باخبر نہیں ہوتے) تو کہتے ہیں یہ اصحاب رسولِ خدا میں سے ہے، اس نے آں حضرت کو دیکھا، اور آپؐ سے حدیث سُنی۔ پس (اس وجہ سے) اس کی مان لیتے ہیں، اور بے شک خدا نے تجھے منافق سے باخبر کر دیا ہے۔ اس کے اوصاف بیان کر دیے ہیں۔ تجھے ان کے کردار و گفتار سے آگاہ کر دیا ہے۔

ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ، فَتَقَرَّبُوا اِلَى اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَالدُّعَاةِ اِلَى النَّارِ بِالزُّوْرِ، وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْاَعْمَالَ، وَجَعَلُوهُمْ حُكَّامًا عَلٰى رِقَابِ النَّاسِ، فَاَكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالدُّنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ. فَهٰذَا اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ۔

پھر یہ منافقین رسول اللہؐ کے بعد بھی باقی رہے، یہ ان پیشوایانِ گمراہ کے ساتھ جہنّم کی طرف بلانے والوں کے ساتھی بن گئے، پس (حدیث سازی کی وجہ سے) انھیں صاحب اختیار کار، اور حاکم مال و جان (مردم) بنا دیا گیا، ان کے وسیلہ سے انھوں نے دنیا کمائی، اور عام طور پر لوگ بادشاہوں کا اور دنیا کا ساتھ دیتے ہی ہیں، سوا ان لوگوں کے جنھیں خدا (شیطان اور نفس امّارہ کے شر سے) محفوظ رکھے۔ پس، یہ منافقوں کی چار میں سے ایک قسم ہوئی۔

وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلٰى وَجْهِهِ، فَوَهِمَ فِيْهِ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِبًا، فَهُوَ فِي يَدَيْهِ وَيَرْوِيهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَيَقُولُ اَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ - فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ اَنَّهُ وَهِمَ فِيْهِ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ اَنَّهُ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهُ۔

(دوسرے) وہ شخص کہ اس نے رسول خدا سے کوئی بات سنی، لیکن اسے پورے طور پر حفظ نہ کر سکا، قول رسولؐ میں اشتباہ اور خطا کا مرتکب ہوا، اگرچہ دانستہ دروغ گوئی کا جرم نہیں کیا، پس جو کچھ اس کے حافظہ میں رہا، اسے بیان کر دیا، اس پر عمل پیرا ہوا، اور گویا ہوا کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ سنا ہے پس اگر مسلمان یہ جان لیں کہ وہ حدیث کو ٹھیک طرح سے نہیں سمجھتا تو اس کی حدیث نہ قبول کریں۔ اور اگر اس شخص کو بھی اپنی غلطی معلوم ہو جائے، تو ترک کر دے اور حدیث بیان نہ کرے۔

وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ـ شَيْئًا يَأْمُرُ بِهٖ ثُمَّ اِنَّهٗ نَهٰى عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ اَوْ سَمِعَهٗ يَنْهٰى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْ عَلِمَ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضَهٗ وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضُوْهُ ـ

تیسرے وہ شخص: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی کہ آپ نے اس کا حکم فرمایا، اور پھر اس سے منع کردیا، اور وہ آنحضرتؐ کی نہی سے واقف نہیں ہے۔ یا آپ نے کسی چیز سے منع فرمایا، اور بعد میں اجازت دی، مگر یہ شخص اس سے واقف اور بے خبر نہیں ہے، پس یہ منسوخ کو تو جانتا ہے لیکن ناسخ سے ناواقف ہے، اور اگر یہ جان لیتا کہ یہ حدیث (دوسری حدیث سے) منسوخ ہو چکی ہے، تو اسے بیان نہ کرتا، اسی طرح اگر مسلمان اس بات سے آگاہ ہوتے کہ جو کچھ اس سے سنا ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے تو اس پر عمل نہ کرتے۔

وَآخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللهِ وَعَلٰى رَسُوْلِهٖ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفًا مِّنَ اللهِ، وَتَعْظِيْمًا لِرَسُوْلِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ـ وَلَمْ يَهِمْ، بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَجَاءَ بِهٖ عَلٰى سَمْعِهٖ: لَمْ يَزِدْ فِيْهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهٖ، وَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ، وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ، فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهٗ وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَمُحْكَمَهٗ ـ

اور آخری اور چوتھا وہ شخص ہے جو خدا ورسولؐ پر جھوٹ نہیں بولتا، خوف خدا، اور احترام رسولؐ کے باعث جھوٹ کو دشمن سمجھتا ہے۔ خطا اور اشتباہ کا بھی مرتکب نہیں ہوتا، بلکہ جو کچھ سنا تھا اسے اچھی طرح یاد رکھا، اور اسے اس طرح نقل کیا کہ نہ کچھ بڑھایا نہ گھٹایا، ناسخ کی حفاظت کی، اور اس پر عمل کیا، منسوخ کو پہچانا، اور اس سے دور رہا۔ عام وخاص کو شناخت کیا اور ہر ایک کو اس کے مقام میں رکھا، متشابہ اور محکم کو معلوم کیا (اور اس پر عمل بھی کیا)

وَقَدْ كَانَ يَكُوْنُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ـ اَلْكَلَامُ لَهٗ وَجْهَانِ فَكَلَامٌ خَاصٌّ، وَكَلَامٌ عَامٌّ فَيَسْمَعُهٗ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللهُ سُبْحَانَهٗ بِهٖ، وَلَا مَا عَنٰى رَسُوْلُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ) فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَيُوَجِّهُهٗ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ، وَمَا قُصِدَ بِهٖ، وَمَا خَرَجَ مِنْ اَجْلِهٖ وَلَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ـ

اور کبھی (مقتضائے وقت وزماں کے لحاظ سے) رسول خداؐ کوئی ایسی بات ارشاد فرماتے تھے، جس کے دو معنی نکلتے تھے، ایک وہ مفہوم جو کسی خاص چیز اور وقت معین سے اختصاص رکھتا تھا، اور دوسرا وہ معنی جو ہر چیز، اور ہر زمانہ کو شامل ہوتا تھا، پس جو شخص یہ نہیں جانتا کہ خدا ورسولؐ نے اس بات سے کیا چاہا ہے؟ وہ سن لیتا ہے، اور نافہمی کے باعث خلاف واقع اور مقصد نبوی یا ارادۂ الٰہی کے بالکل برعکس معنیٰ بیان کرتا ہے اور توجیہ کرنے لگتا ہے اور یہ بات بھی نہیں تھی کہ تمام اصحاب رسولؐ نے آں حضرتؐ سے مطالب

مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَفْهِمُهُ حَتّٰى اَنْ كَانُوا لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَجِيءَ الْاَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ فَيَسْأَلُهُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) حَتّٰى يَسْمَعُوا۔

وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ اِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ، فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَعِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ۔

دریافت کیے ہوں، اور ان کے سمجھنے میں کنجکاوی سے کام لیا ہو تاجائیکہ وہ اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ کوئی بادیہ نشین یا تازہ وارد ادھر سے گزرے، وہ آں حضرتؐ سے سوال کرے تاکہ وہ بھی اسے سن لیں۔

لیکن اس باب میں (یعنی کلام ذومعنیٰ کے باب میں) کوئی بات بھی مجھ تک اگر پہنچتی تھی تو میں آں حضرتؐ سے فوراً سوال کرتا تھا، اور (جو کچھ آپؐ فرماتے تھے) اسے اچھی طرح حفظ کرلیتا تھا۔ بس یہ ہیں وہ اسباب جن کی وجہ سے لوگ حدیثوں کے بارے میں باہم پریشان رہتے ہیں۔

۲۰۲- ومن خطبة لهٗ علیہ السلام ——— خطبہ

مشاہدۂ آیات

" اس اقتباس میں حضرت نے قدرت کے کرشمے اور آیات الٰہی کے مشاہدے تعجب خیز و مسحور کن انداز میں بیان فرمائے ہیں " (م - ح)

وَكَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوتِهِ، وَبَدِيعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ، أَنْ جَعَلَ مِنْ مَآءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ يَبَسًا جَامِدًا، ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ أَطْبَاقًا فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوَاتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا فَاسْتَمْسَكَتْ بِأَمْرِهِ، وَقَامَتْ عَلٰى حَدِّهِ، وَأَرْسٰى أَرْضًا تَحْمِلُهَا الْأَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ، وَالْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِأَمْرِهِ، وَأَذْعَنَ لِهَيْبَتِهِ، وَوَقَفَ الْجَارِي مِنْهُ لِخَشْيَتِهِ وَجَبَلَ جَلَامِيدَهَا، وَنُشُوزَ مُتُونِهَا وَأَطْوَادِهَا فَأَرْسَاهَا فِي مَرَاسِيهَا، وَأَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا فَمَضَتْ رُؤُوسُهَا فِي الْهَوَآءِ، وَرَسَتْ أُصُولُهَا فِي الْمَآءِ فَأَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُولِهَا وَأَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِي مُتُونِ أَقْطَارِهَا وَمَوَاضِعِ أَنْصَابِهَا، فَأَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَأَطَالَ أَنْشَازَهَا، وَجَعَلَهَا لِلْأَرْضِ عِمَادًا، وَأَرَّزَهَا فِيهَا أَوْتَادًا فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا، أَوْ تَسِيخَ بِحِمْلِهَا، أَوْ تَزُولَ عَنْ مَوَاضِعِهَا۔

اور اس کے جبروت کے اقتدار، لطیف صنعت کی بیٹیاں میں سے یہ ہے کہ موجیں مارتے، تھپیڑوں پر تھپیڑے والے طوفانی سمندر سے ایک خشک و جامد چیز (زمین) پیدا کی پھر اس (پانی کے بخار) سے کچھ تہیں پیدا کیں، اور ان تہ بہ تہ طبقوں سے سات آسمان بنائے، جو حکم خدا سے ٹھہرے اور اپنی حدوں پر رُکے ہوئے ہیں۔ اور اس زمین کو قائم کردیا جسے اتھاہ سبز رنگ کا قابو میں آیا ہوا سمندر اٹھائے ہوئے ہے۔ یہ سمندر اس کے حکم کا مطیع" اور اس کی ہیبت و جبروت کے خوف سے اس کی روانی ٹھہری ہوتی ہے پھر بڑی بڑی چٹانیں اور بلند ٹیلے اور پہاڑ پیدا کرکے ان کے مقامات پر روک کر ان کی نگرانی کی ہے اور ان پہاڑوں کی چوٹیاں فضا میں بلند اور ان کی جڑیں پانی میں اتار دیں اور زمین ہموار سے پہاڑوں کو ابھار دیا اور بنیادوں کو ان کے اردگرد سے پانی میں اتار دیا۔ ان کے سرے بہت بلند اور پھیلے ہوئے رکھے۔ یہ پہاڑ زمین کے لیے ستون قرار دیئے اور اندر جما کر میخ بنایا، چنانچہ متحرک زمین اہل زمین کو ہلانے یا بارش سے ڈوبنے یا اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹنے کے بجائے اپنی جگہ پر رک گئی۔

فَسُبْحَانَ مَنْ أَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَأَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوبَةِ أَكْنَافِهَا فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهِ مِهَادًا، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا فَوْقَ بَحْرٍ لُجِّيٍّ رَاكِدٍ لَا يَجْرِي وَقَائِمٍ لَا يَسْرِي تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ وَتَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ۔

"إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ"۔

تو پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے سمندری پانی کے تلاطم خیز ہونے کے باوجود اس (زمین) کو روکے رکھا، اور مرطوب و تر ہوتے ہوئے چاروں طرف سے خشک کر دیا، اور مخلوقات (ارض) کے لیے سکون کی جگہ بنایا اور اسے گہرے، ساکن، اور رُکے ہوئے سمندر پر اس طرح بنایا کہ وہ (آگے پیچھے) چلتی نہیں (حالانکہ) تیز و تند طوفانی ہوائیں ان (سمندروں) کو خوب تلے اوپر کرتی اور اسے متھ کر برسنے والے بادل بناتی ہیں۔

"ان باتوں میں خوفِ خدا رکھنے والوں کے لیے عبرتیں ہیں"۔

---

[1] مشکل الفاظ کے معانی: مُتْعَنْجِرٌ: سمندر کا وہ حصہ جہاں زیادہ پانی ہو۔ تَمْقَام: سمندر ۞ نُشُوز: ج نَشْز: زمین بلند ۞ مُتُون: ج متن، سخت زمین ۞ اِنْہَدَّ: اکھڑا ۞ أَنْصَاب: ج نُصُب، وہ نشانات جو دور سے دیکھے جا سکیں۔ أَرَّزَ: ثابت کر دیا۔ جما دیا ۞ تُكَرْكِرُ: الٹ پلٹ کرتی ہے (م ح)

۲۰۳۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام ——— خطبہ

مناجات و فریاد

تقریر کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؑ غدار سپاہیوں اور مکار جاں نثاروں کے لیے بد دعا فرما رہے ہیں، لیکن معصومانہ احتیاط اور للّٰہی خلوص لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے (م-ح)

اَللّٰهُمَّ اَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَائِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا، فَاَبٰى بَعْدَ سَمْعِهٖ لَهَا اِلَّا النُّكُوْصَ عَنْ نُصْرَتِكَ، وَالْاِبْطَاءَ عَنْ اِعْزَازِ دِيْنِكَ، فَاِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ يَا اَكْبَرَ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً، وَنَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيْعَ مَا اَسْكَنْتَهٗ اَرْضَكَ وَسَمٰوَاتِكَ ثُمَّ اَنْتَ بَعْدَهُ الْمُغْنِيْ عَنْ نَصْرِهٖ وَالْاٰخِذُ لَهٗ بِذَنْبِهٖ۔

خداوندا! تیرے بندوں میں جو بھی ہماری صحیح و غیر ظالمانہ، اصلاحی اور دین و دنیا میں غیر مفسدانہ بات سنے۔ پھر اس کے بعد انکار کر دے، صرف تیری مدد سے منہ موڑتے ہوئے، اور تیرے دین کے اعزاز میں سستی کرتے ہوئے، تو اے سب سے بڑے ! تجھے اس شہادت کے لیے پکارتے ہیں۔ اور تیری زمین و آسمان کی ہر چیز کو گواہ بناتے ہیں (یہ ان لوگوں کے حالات و کردار دیکھ لیں) اس کے بعد تو ہی اپنی امداد کے ذریعے ان سے بے پروا بنا سکتا ہے، اور ان کے گناہوں کی گرفت فرما سکتا ہے۔

۲۰۴ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السّلام ———— خطبہ

حمد و نعت

- مترجم کا خیال ہے کہ یہ اقتباس حضرت کی کسی تقریر کا آغاز و ابتدائی حصّہ ہے، جسے سیّد رضؒ نے نقل فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوقِيْنَ الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِيْنَ، اَلظَّاهِرِ بِعَجَائِبِ تَدْبِيْرِهٖ لِلنَّاظِرِيْنَ، وَالْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهٖ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِيْنَ الْعَالِمِ بِلَا اِكْتِسَابٍ، وَلَا اِزْدِيَادٍ، وَلَا عِلْمٍ مُسْتَفَادٍ، اَلْمُقَدِّرِ لِجَمِيْعِ الْاُمُوْرِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَلَا ضَمِيْرٍ، اَلَّذِيْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ، وَلَا يَسْتَضِيْءُ بِالْاَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهٗ لَيْلٌ وَلَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ نَهَارٌ، لَيْسَ اِدْرَاكُهٗ بِالْاَبْصَارِ، وَلَا عِلْمُهٗ بِالْاَخْبَارِ۔

اس خدا کی حمد، جو مخلوقات کی تشبیہوں سے بلند اور مداحوں کی گفتگو پر غالب ہے جو اپنی حیرت خیز تدبیروں میں دیکھنے والوں کو نظر آتا ہے اور اپنی عزّت کے جلال میں سوچنے والوں کے افکار سے پوشیدہ ہے۔ وہ بغیر تحصیل علم عالم ہے۔ نہ اس نے کچھ زیادتی چاہی نہ علم کا فائدہ حاصل کیا (جیسے انسان سیکھتے ہیں) وہ بلا غور و فکر اور قلبی الجھن کے تمام معاملات معین کر دیے۔ وہ خدا جسے تاریکیاں ڈھانپتی نہیں اور نور سے وہ روشنی نہیں مانگتا۔ رات اسے پا نہیں سکتی، دن اس پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس کو نگاہوں سے معلوم نہیں کیا جا سکتا اور خبریں اس کو بتا سکتی ہیں۔

(ب) اسی میں حضرتؐ پیغمبر کی نعت

اَرْسَلَهٗ بِالضِّيَاءِ، وَقَدَّمَهٗ فِي الْاِصْطِفَاءِ، فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَسَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ، وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَسَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ، حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِيْنٍ وَشِمَالٍ۔

حضرتؐ کو نور کے ساتھ بھیجا اور انتخاب میں مقدّم کیا ان سے رخنوں کی اصلاح کی، غالب اشخاص (کفر و نفاق) کو شکست دی، مشکلوں کو ان کے ذریعے سے آسان کر دیا۔ ناہموار راستوں کو ہموار کر لیا، آخر گمراہی دائیں بائیں سے نکل گئی۔

۲۰۵ - ومن خطبة له علیه السّلام ـــــــــ خطبہ

آئمۂ برحق

وَاَشْهَدُ اَنَّهُ عَدْلٌ عَدَلَ، وَحَكَمٌ فَصَلَ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَسَيِّدُ عِبَادِهِ، كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهُ فِي خَيْرِهِمَا، لَمْ يُسْهِمْ فِيهِ عَاهِرٌ، وَلَا ضَرَبَ فِيهِ فَاجِرٌ.

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ خدا عادل ہے، اس نے انصاف کیا ہے، اور وہ حاکم ہے، جس نے (صحیح) فیصلہ کیا ہے۔ یہ بھی مانتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں۔ اس کے بندوں کے سردار۔ جب خدا نے انسان کو (نسلی وحدت کے بعد) دو خاندانوں میں تقسیم کیا تو حضرتؐ کو دونوں میں سے اچھے (خاندان) میں رکھا جس میں کوئی بدکار اور حرام کار نہ تھا۔ آباء کرام طیب طاہر تھے

اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ اَهْلًا، وَلِلْحَقِّ دَعَائِمَ، وَلِلطَّاعَةِ عِصَمًا، وَاِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِنَ اللّٰهِ يَقُولُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ، وَيُثَبِّتُ بِهِ الْاَفْئِدَةَ، فِيهِ كِفَاءٌ لِمُكْتَفٍ وَشِفَاءٌ لِمُشْتَفٍ.

سنو! خدا نے خیر کے اہل اور حق کے ستون اور اطاعت کی پناہیں بنائی ہیں۔ اور تمھارے لیے ہر اطاعت خداوندی میں اس کی طرف سے مدد ہے، جو زبانوں کو گویا اور دلوں کو اطمینان دیتی ہے اس (توفیق) میں کفایت طلب اشخاص کے لیے کفایت اور شفا طلب لوگوں کے لیے شفا ہے۔

وَاعْلَمُوا اَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفَظِينَ عِلْمَهُ يَصُونُونَ مَصُونَهُ، وَيُفَجِّرُونَ عُيُونَهُ، يَتَوَاصَلُونَ بِالْوِلَايَةِ، وَيَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ، وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَاسٍ رَوِيَّةٍ، وَيَصْدُرُونَ بِرِيَّةٍ، لَا تَشُوبُهُمُ الرِّيبَةُ، وَلَا تُسْرِعُ فِيهِمُ الْغِيبَةُ، عَلَى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَاَخْلَاقَهُمْ فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّونَ، وَبِهِ يَتَوَاصَلُونَ، فَكَانُوا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقَى فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُلْقَى، قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيصُ، وَهَذَّبَهُ التَّمْحِيصُ

یہ سمجھ لو کہ خدا کے وہ خاص بندے جو اس کے علوم کے محافظ، اور جس کی حفاظت کرنا چاہیئے اسے بچاتے ہیں، جو اس (کے) چشمائے علوم کو بہاتے، اور اس کی ولایت سے قریب ہیں اور محبّت سے آپس میں ملتے ہیں اور سیرابی کے جام پلاتے اور پیاس بجھا کر واپس کرتے ہیں۔ وہ ہیں جن میں شک کی آمیزش نہیں۔ نہ غیبت و بدگوئی (کا روگ انھیں لگتا) ہے۔ اسی پر ان کے مزاج ڈھالے گئے اور یہی ان کے اصلی اخلاق ہیں، اسی رنگ میں وہ آپس میں دوستی اور میل جول رکھتے ہیں۔ گویا یہ لوگ ان بیجوں کی طرح ہیں جنھیں صاف کرکے چن لیا گیا ہو، اور جو بیکار تھے انھیں ان سے نکال دیا گیا ہو۔ اور انھیں صاف ستھرا کرکے الگ کرلیا گیا ہو۔

فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً بِقَبُوْلِهَا، وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُوْلِهَا وَلْيَنْظُرِ امْرُؤٌ فِي قَصِيْرِ أَيَّامِهِ، وَقَلِيْلِ مُقَامِهِ فِي مَنْزِلٍ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهٖ مَنْزِلًا، فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهٖ، وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهٖ۔

آدمی کو چاہیئے کہ ان اوصاف کو اپنا کر شرف و کرامت قبول کرے۔ اور (قیامت کے) سخت عذاب سے پہلے ڈرے، اور آدمی اپنے ان مختصر سے دنوں اور تھوڑے سے قیام میں غور کرے، کہ یہاں سے منزل بدلنا ہے اور اپنی اس منزل متبادل اور وہاں کی جانی بوجھی چیزوں کے لیے کچھ (انتظام) کر لے۔

فَطُوْبٰى لِذِيْ قَلْبٍ سَلِيْمٍ أَطَاعَ مَنْ يَهْدِيْهِ، وَتَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيْهِ، وَأَصَابَ سَبِيْلَ السَّلَامَةِ بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَهٗ وَطَاعَةِ هَادٍ أَمَرَهٗ، وَبَادَرَ الْهُدٰى قَبْلَ أَنْ تُغْلَقَ أَبْوَابُهٗ، وَتُقْطَعَ أَسْبَابُهٗ۔ وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ وَأَمَاطَ الْحَوْبَةَ فَقَدْ أُقِيْمَ عَلٰى الطَّرِيْقِ، وَهُدِيَ نَهْجَ السَّبِيْلِ۔

اس قلب سلیم رکھنے والے دل پر آفرین جو اپنے رہبر کی بات مانے اور اپنے ہلاکت آفرین سے بچے۔ اور سلامتی کے راستے دکھانے والی آنکھوں کی نگاہ سے دیکھ کر راستہ پا جائے۔ اور حکم دینے والے ہادی (رسول و امام) کی اطاعت کرے اور دروازۂ ہدایت بند ہونے سے پہلے اس کی طرف دوڑے اور سامان دنیا کو ختم کر دے۔ توبہ کا دروازہ کھول لے۔ گناہوں کو گرا دے۔ جس نے یہ کر لیا، وہ راہِ ہدایت پر کھڑا کر دیا گیا۔ اور کھلے راستے پر چلا دیا گیا۔

٢٠٦ ـ ومن خطبة له علیه السّلام ـــــــ خطبہ

دُعا!

اِس مختصر کلام میں امیر المومنین نے ان واجبات کی طرف متوجہ فرمایا ہے، جن کے نظر انداز کر دینے کے بعد، ایمان کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی ۔

وَمِنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا -

یہ وہ دعا ہے، جو امیر المومنین اکثر وردِ زبان رکھتے تھے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يُصْبِحْ مَيِّتًا وَّلَا سَقِيْمًا وَّلَا مَضْرُوْبًا عَلٰى عُرُوْقِيْ بِسُوْٓءٍ وَّلَا مَاْخُوْذًا بِاَسْوَاءِ عَمَلِيْ، وَلَا مَقْطُوْعًا دَابِرِيْ، وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِيْنِيْ، وَلَا مُنْكِرًا لِرَبِّيْ، وَلَا مُسْتَوْحِشًا مِنْ اِيْمَانِيْ، وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِيْ، وَلَا مُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِيْ -

حمد و ثنا اس خدا کو سزاوار ہے جس نے میری شب کی صبح اس طرح کی کہ نہ مُردہ ہوں نہ بیمار، نہ میرا اندام بدحال ہے، نہ بدترین کردار خولیش میں گرفتار ہوں، نہ بے فرزند ہوں، نہ اپنے دین سے برگشتہ ہوں، نہ اپنے دین سے غافل ہوں، نہ دیوانہ ہوں، نہ امم گزشتہ کے عذابوں میں ماخوذ ہوں، میں نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ اپنے خدا کا بندہ بے اختیار ہوں، اپنے نفس پر جور و ستم کا خوگر ہوں ۔

اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ظَالِمًا لِّنَفْسِيْ، لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَلَا حُجَّةَ لِيْ، وَلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَيْتَنِيْ وَلَا اَتَّقِيْ اِلَّا مَا وَقَيْتَنِيْ -

خدایا ۔ تجھے مجھ پر معترض ہونے کا حق ہے اور میرے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں، میرے اندر وہ توانائی نہیں کہ کوئی نفع حاصل کر سکوں، مگر وہ جو تو مجھے بخش دے، مجھ میں بدی سے دور رہنے کی سکت نہیں، مگر یہ کہ تو اس سے مجھے محفوظ رکھے ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِيْ غِنَاكَ، اَوْ اَضِلَّ فِيْ هُدَاكَ، اَوْ اُضَامَ فِيْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَ

بار خدایا!

میں تجھ سے پناہ کا طالب ہوں، اس بات سے کہ تیری تونگری کے باوجود محتاج و تہی دست رہوں، یا تیری ہدایت

اَلْاَمْرُ لَكَ۔

درستگاری میں گمراہ ہوں یا تیری سلطنت یا تونگری میں مغلوب اور ستم دیدہ خوار رہوں، حالانکہ ہر طرح کا اختیار تجھ ہی کو حاصل ہے۔

اَللّٰهُمَّ!

اجْعَلْ نَفْسِي اَوَّلَ كَرِيمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَائِمِي، وَاَوَّلَ وَدِيعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِكَ عِنْدِي۔

بارخدایا!

میرے نفس کو وہ پہلی بزرگی عطا کر جسے تو میرے اچھے اعمال میں سے چھینے گا، تیری نعمتوں کی جو امانتیں، میرے پاس ہیں اور جنہیں تو واپس لے لیتا ہے۔ ان میں میری رُوح کو درجۂ اولیت عطا فرمادے۔

اَللّٰهُمَّ!

اِنَّا نَعُوذُ بِكَ اَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِينِكَ، اَوْ تَتَابَعَ بِنَا اَهْوَاؤُنَا دُونَ الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

بارخدایا!

ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں، اس بات سے کہ تیری گفتار سے باہر قدم نکالیں (نافرمانی کریں) یا تیرے دین کے بارے میں فتنہ اور گمراہی کے شکار رہوں، یا ہماری خواہشیں ہمیں اپنا مطیع اور فرماں بردار بنالیں، بغیر اس ہدایت اور رستگاری کے کہ تیری جانب سے ہمارے پاس آتی ہے۔

۲۰۷ - ومن خطبة له علیه السّلام ——— خطبہ

مُلکی اِصلاح اور بنیادی حقوق

"صفین میں، حاکم و محکوم کے تعلقات و حقوق پر معجزانہ اور حکیمانہ بیان"

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ لِي عَلَيْكُمْ حَقّاً بِوِلَايَةِ أَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي لِي عَلَيْكُمْ وَالْحَقُّ أَوْسَعُ الْأَشْيَاءِ فِي التَّوَاصُفِ، وَأَضْيَقُهَا فِي التَّنَاصُفِ، لَا يَجْرِي لِأَحَدٍ إِلَّا جَرَى عَلَيْهِ، وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ إِلَّا جَرَى لَهُ، وَلَوْ كَانَ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْرِيَ لَهُ وَلَا يَجْرِيَ عَلَيْهِ لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصاً لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ دُونَ خَلْقِهِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَلِعَدْلِهِ فِي كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ صُرُوفُ قَضَائِهِ وَلٰكِنَّهُ جَعَلَ حَقَّهُ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُطِيعُوهُ وَجَعَلَ جَزَاءَهُمْ عَلَيْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِنْهُ وَتَوَسُّعاً بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِيدِ أَهْلُهُ۔

بعد حمد و نعت! خدا نے تمھارے معاملات کی سربراہی کی وجہ سے میرا حق تم پر قرار دیا ہے اور تمھارا حق بھی مجھ پر ویسا ہی ہے جیسا کہ میرا حق تم پر۔ اور حق آپس میں مدح سرائی کے لیے سب سے زیادہ کھلی ہوئی اور آپس کے انصاف میں سب سے زیادہ تنگ و مشکل ہے (کیونکہ یہ انصاف) جس کے حق میں ہوتا ہے۔ اسی کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ اور جس کے خلاف ہوتا ہے اسی کے موافق بھی۔ اور اگر کوئی ایسا ہو جس کے موافق تو فیصلہ ہوا ہو لیکن اس کے مخالف کبھی فیصلہ نہ ہوا تو یہ بات فقط خدا ہی کے لیے ہوگی، دنیا والوں کے لیے نہیں ہے۔ یہ برتری فقط خدا ہی کو حاصل ہے کہ وہ خدائی کا مختار اور منصفانہ فیصلوں کا مالک ہے۔ اسی کا حق لوگوں پر ہے کہ اس کی اطاعت کریں جسکے بدلے وہ ان کو کئی گنا زیادہ ثواب دے گا کہ یہ اس کا احسان اور زیادہ سے زیادہ کرم ہے۔ جس کا وہ اہل ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ سُبْحَانَهُ مِنْ حُقُوقِهِ حُقُوقاً افْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِي وُجُوهِهَا وَيُوجِبُ بَعْضُهَا بَعْضاً، وَلَا يُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ۔

اس کے علاوہ خدا نے اپنے حقوق میں سے کچھ حق انسانوں کے ذمے قرار دیے، یہ حق مختلف حالات میں ایک دوسرے میں مساوات پیدا کرتے اور ایک دوسرے کے سبب بنتے ہیں اور جب تک ان میں سے ایک حق فرض نہ ہولے دوسرا فرض

متعلق نہیں ہوتا۔

وَ اَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ: حَقُّ الْوَالِي عَلَى الرَّعِيَّةِ، وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي، فَرِيضَةٌ فَرَضَهَا اللهُ سُبْحَانَهُ لِكُلٍّ عَلَى كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَاماً لِأُلْفَتِهِمْ، وَعِزّاً لِدِينِهِمْ، فَلَيْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ إِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ۔ فَإِذَا أَدَّتِ الرَّعِيَّةُ إِلَى الْوَالِي حَقَّهُ، وَأَدَّى الْوَالِي إِلَيْهَا حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّينِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَرَتْ عَلَى أَذْلَالِهَا السُّنَنُ، فَصَلَحَ بِذَلِكَ الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَةِ، وَيَئِسَتْ مَطَامِعُ الْأَعْدَاءِ، وَإِذَا غَلَبَتِ الرَّعِيَّةُ وَالِيَهَا، أَوْ أَجْحَفَ الْوَالِي بِرَعِيَّتِهِ، اخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ، وَكَثُرَ الْإِدْغَالُ فِي الدِّينِ، وَتُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ۔ فَعُمِلَ بِالْهَوَى، وَعُطِّلَتِ الْأَحْكَامُ، وَكَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوسِ، فَلَا يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيمِ حَقٍّ عُطِّلَ، وَلَا لِعَظِيمِ بَاطِلٍ فُعِلَ، فَهُنَالِكَ تَذِلُّ الْأَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْأَشْرَارُ، وَتَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللهِ عِنْدَ الْعِبَادِ۔

فرض شدہ حقوق میں سے ایک حاکم کا حق ہے رعایا پر۔ اور رعایا کا حق ہے حاکم پر۔ یہ خدا کا فرض (واجب) کردہ فریضہ ہے دونوں میں سے ہر ایک پر، جسے عام انسانوں کی تنظیم اور ان کے دین کی عزت بنایا ہے۔ اب رعایا کی اصلاح حاکموں ہی کی اصلاح پر ہے اور ان کی اصلاح رعایا کی استقامت و استقلال پر موقوف ہے تو جب رعایا والی کا حق پورا کردے اور حاکم محکوم کے حق ادا کردے تو "حق" ان لوگوں میں معزز، اور دین کے راستے واضح اور عدل کے نشانات اعتدال حاصل کر لیتے ہیں اور سنتیں اپنے راستے پر چلنے لگتی ہیں۔ اس طرح زمانے میں اصلاح اور حکومت کی بقاء کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ دشمنوں کی امیدیں مایوسیاں ہو جاتی ہیں۔ اور جب رعایا اپنے حاکم پر غالب آجائے یا حاکم رعایا پر ظلم کرنے لگے تو اتحاد کا خاتمہ اور ظلم کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ دین میں فساد انگیز چیزیں زیادہ کر دی جاتی ہیں۔ راستوں میں سے بڑی راہیں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ خواہشات کی پیروی، احکام کی تعطلی اور دلوں میں (توانائی کم اور) عذر آفرینیاں بڑھ جاتی ہیں۔ پھر کسی بڑے معطل شدہ حق اور کسی بڑے عمل شدہ باطل پر پریشانی ظاہر نہیں کی جاتی۔ ایسے وقت نیک عمل لوگ ذلیل اور شریر و بدکار معزز بن جاتے ہیں۔ اور خدائی عذاب بندوں پر عظیم ہو جاتا ہے۔

فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِي ذَلِكَ وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ، فَلَيْسَ أَحَدٌ وَإِنِ اشْتَدَّ عَلَى رِضَا اللهِ حِرْصُهُ، وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهُ،

تم پر فرض یہ ہے کہ ایسے موقع پر آپس میں پرخلوص طور پر ملو، اچھے طریقے سے اس معاملے میں تعاون کرو۔ کیونکہ کوئی کتنا ہی خوشنودی خدا کا حریص (انتہائی خواہش مند) اور

بِبَالِغٍ حَقِيقَةَ مَا اللهُ أَهْلُهُ مِنَ الطَّاعَةِ لَهُ - وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ حُقُوقِ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ النَّصِيحَةُ بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ عَلَى إِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ - وَلَيْسَ امْرُؤٌ وَإِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ مَنْزِلَتُهُ، وَتَقَدَّمَتْ فِي الدِّينِ فَضِيلَتُهُ بِفَوْقِ أَنْ يُعَانَ عَلَى مَا حَمَّلَهُ اللهُ مِنْ حَقِّهِ، وَلَا امْرُؤٌ وَإِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوسُ وَاقْتَحَمَتْهُ الْعُيُونُ بِدُونِ أَنْ يُعِينَ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ -

عمل میں کوشش کرنے والا ہو، وہ خداوند عالم کے حق عبادت تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ انھیں حقوق عباد میں جو خدا نے بندوں پر فرض کیے ہیں ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ آپس میں امکان بھر خلوص اور قیام حق کے لیے تعاون کریں۔ کوئی آدمی بھی خواہ اس کا حق میں کتنا بڑا درجہ ہو، اور دین میں کتنی ہی عزت کا حامل یہ حق بہرحال نہیں رکھتا کہ حقوق معین کردۂ باری سے زیادہ کے لیے اس کی امداد کی جائے۔ اور چاہے کتنی ہی دلوں میں بے وقار اور نگاہوں میں سبک شخصیت ہو۔ پھر بھی یہ حق اسے بھی حاصل نہیں کہ حق کے لیے اس کے خلاف خود امداد کرے یا کوئی اس کے خلاف مدد کرے۔

اسی اثناء میں ایک شخص نے حضرت سے اطاعت کا وعدہ کیا اور حضرت کی طولانی مدح کی جس کے بعد حضرتؑ نے پھر تقریر شروع کی اور فرمایا:

إِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللهِ فِي نَفْسِهِ، وَجَلَّ مَوْضِعُهُ مِنْ قَلْبِهِ أَنْ يَصْغُرَ عِنْدَهُ - لِعِظَمِ ذٰلِكَ - كُلُّ مَا سِوَاهُ - وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَنْ عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَلَطُفَ إِحْسَانُهُ إِلَيْهِ فَإِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللهِ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللهِ عَلَيْهِ عِظَماً -

جس کے دل میں جلال خدا کی عظمت بیٹھ جائے، اور اس کی جلالت جگہ کرلے اسے تو اس یقین کی برتری کی وجہ سے ہر چیز کو حقیر سمجھنا چاہیئے اور اس سے زیادہ قابل توجہ وہ شخص ہے جس پر خدا کی نعمتیں زیادہ اور اس کے احسان کی فراوانی ہو، کیونکہ جس پر اس کے کرم زیادہ ہوں گے حقوق الٰہی بھی زیادہ سے زیادہ ہوں گے۔

وَإِنَّ مِنْ أَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ أَنْ يُظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ وَيُوضَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ - وَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَكُونَ جَالَ فِي ظَنِّكُمْ أَنِّي أُحِبُّ الْإِطْرَاءَ وَاسْتِمَاعَ الثَّنَاءِ وَلَسْتُ بِحَمْدِ اللهِ كَذٰلِكَ وَلَوْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يُقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهُ انْحِطَاطاً لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ

بلند کردار آدمیوں کے نزدیک حاکم کے حالات میں سب سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ وہ فخر پسند اور ان کی حکومت کو بڑائی سمجھتا ہو۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ تمھارے خیال میں یہ بات آجائے کہ میں مدح سرائی سننا یا خود پسند کو اچھا سمجھتا ہوں۔

اور خدا کا شکر کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ اور اگر مجھے یہ بات پسند ہوتی کہ اپنے بارے میں اس قسم کی باتیں کہی جائیں (جیسی کہ تم کہہ رہے ہو) جب بھی بارگاہ الٰہی کے سامنے فروتنی کے لیے اسے

الْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ۔

وَرُبَّمَا اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَاءَ بَعْدَ الْبَلَاءِ، فَلَا تُثْنُوا عَلَيَّ بِجَمِيلِ ثَنَاءٍ لِإِخْرَاجِي نَفْسِي إِلَى اللهِ وَإِلَيْكُمْ مِنَ الْبَقِيَّةِ فِي حُقُوقٍ لَمْ أَفْرُغْ مِنْ أَدَائِهَا وَفَرَائِضَ لَا بُدَّ مِنْ إِمْضَائِهَا فَلَا تُكَلِّمُونِي بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ وَلَا تَتَحَفَّظُوا مِنِّي بِمَا يُتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَادِرَةِ وَلَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانَعَةِ وَلَا تَظُنُّوا بِي اسْتِثْقَالًا فِي حَقٍّ قِيلَ لِي، وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِي، فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَوِ الْعَدْلَ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ عَلَيْهِ، فَلَا بِعَدْلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ أَنْ أُخْطِئَ وَلَا آمَنُ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِي، إِلَّا أَنْ يَكْفِيَ اللهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنِّي، فَإِنَّمَا أَنَا وَأَنْتُمْ عَبِيدٌ مَمْلُوكُونَ لِرَبٍّ لَا رَبَّ غَيْرُهُ يَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا نَمْلِكُ مِنْ أَنْفُسِنَا وَأَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيهِ إِلَى مَا صَلَحْنَا عَلَيْهِ فَأَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَى وَأَعْطَانَا الْبَصِيرَةَ بَعْدَ الْعَمَى۔

چھوڑ۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان آزمائش کے بعد تعریف پسند کرنے لگتا ہے، مگر تم لوگ میرے کسی اچھے کام پر بھی تعریف نہ کرنا کہ میں نے اپنے دل کو تمھارے اور خدا کے حقوق متعلقہ سے ابھی فارغ نہیں ہوا، اور کچھ ایسے فرائض ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے، تو مجھ سے وہ باتیں نہ کرو، جو جابر و ظالم بادشاہوں سے کی جاتی تھیں، اور ان باتوں کو نہ چھپاؤ، جو فوراً مواخذہ کرنے والے سخت گیروں سے چھپائی جاتی ہیں۔ اور مجھ سے چاپلوسی کے طور پر میل جول نہ رکھو، میرے بارے میں یہ خیال نہ کرنا کہ بیان کردہ حق پر ناگواری محسوس کروں گا، نہ یہ کہ میں اپنی برتری منوانے کو درخواست (تمنا) کروں گا۔ کیونکہ جس نے حق کو اس لیے ناقابل برداشت سمجھا کہ اس سے بیان کیا گیا ہے یا انصاف سے اس لیے گھبرایا کہ اس کے سامنے پیش کیا گیا، تو (حق وعدل) دونوں پر عمل کرنا بہت زیادہ گراں ہوگا۔ لہذا مجھ سے حق بات اور عدل کا مشورہ دینے میں پہلوتہی نہ کرنا۔ کیونکہ میں اپنے نزدیک (معصوم ہوتے ہوئے بھی) فوق الخطا نہیں ہو (کیونکہ اختیار خطا ہے اگرچہ خطا نہیں ہوگی) نہ اپنے نفس کو اپنے اعمال میں قابلِ اطمینان سمجھتا ہوں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ مجھ سے زیادہ میرے نفس کا مالک اس کو توفیق دے۔ کیونکہ ہم تم سب خدا کے مملوک اور ادنی بندے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی رب نہیں۔ وہ ہماری ان چیزوں کا بھی مختار ہے جس پر ہمیں اختیار نہیں ہے۔ اسی نے ہمیں (فساد سے) اصلاح اور گمراہی سے ہدایت کی رہبری فرمائی۔ اسی نے نابینائی کے بعد بصیرت عطا فرمائی (اگر رسول نہ آتے تو کیا ہوتا)

(رضا)

قریش کا تذکرہ

قریش کے اس برتاؤ پر جو رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد انھوں نے
امیرالمومنین سے روا رکھا تھا، آپ نے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ!

إِنِّي أَسْتَعْدِيكَ عَلَىٰ قُرَيْشٍ وَمَنْ أَعَانَهُمْ، فَإِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَأَكْفَؤُوا إِنَائِي، وَأَجْمَعُوا عَلَىٰ مُنَازَعَتِي حَقًّا كُنْتُ أَوْلَىٰ بِهِ مِنْ غَيْرِي، وَقَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تُمْنَعَهُ، فَاصْبِرْ مَغْمُومًا، أَوْ مُتْ مُتَأَسِّفًا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي رَافِدٌ، وَلَا ذَابٌّ وَلَا مُسَاعِدٌ إِلَّا أَهْلَ بَيْتِي، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ فَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَىٰ، وَجَرِعْتُ رِيقِي عَلَى الشَّجَىٰ، وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلَىٰ أَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَآلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَارِ۔

بارِ خدایا!

میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے انتقام کا طالب ہوں، کیونکہ انھوں نے (رسول خداؐ سے) میری قرابت اور رشتے کو قطع کر دیا ہے، میرے ظرف کو (یعنی مقام و منزلت اور حرمت و آبرو کو) بہا دیا، اور اس حق پر جس کا میں سب سے پہلے سزاوار تھا مجھ سے جھگڑنے کے لیے جمع ہو گئے، انھوں نے مجھ سے کہا: "سنو! یہ تمھارا حق تھا، اگر تم لے لیتے، اور اب حق یہ ہے کہ ہم تمھیں نہ لینے دیں، پس تم رنج و الم کی حالت میں صبر کرو اور افسوس کرتے ہوئے اس جہان سے گزر جاؤ، مَیں نے ہر طرف نگاہ دوڑائی مگر اہل بیت کے سوا کسی کو معین و مددگار اپنانہ پایا اور دشمن کو دور کرنے والا نہ دیکھا، مگر میں نے اہل بیت کی موت سے بخل (احتیاط) کیا، چنانچہ مَیں نے کدورت آمیز آنسو بہانے کے لیے آنکھوں کو بند کر لیا۔ سوزش دل کو ٹھنڈا کرتے ہوئے لعاب دہن پی کر رہ گیا، اور خشم و غضب دور کرنے کے لیے اس طرح صبر کیا جیسے اندرائن کی تلخی اور چھریوں کی برِش ناگواری کے ساتھ، برداشت کر لی جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ امانت رسولؐ جسیدہ، و حسنؑ و حسینؑ کو خطرہ میں ڈالنے کی مصلحت نہ تھی۔

ساتھی اتنے تھے نہیں کہ مقابلہ کرتا۔ جان دینے کا موقع اور مصلحت نہ ہونے کی وجہ سے چپ ہو رہا۔

(اس کی ایک روایت اور ہے (دیکھئے خطبہ ۱۷۱)

وَمِنْه — ان جنگجو افراد کے بارے میں جو حضرت سے لڑنے کے لیے بصرہ گئے

فَقَدِمُوا عَلٰى عُمَّالِي وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي فِي يَدَيَّ وَعَلٰى أَهْلِ مِصْرٍ كُلُّهُمْ فِي طَاعَتِي وَعَلٰى بَيْعَتِي، فَشَتَّتُوا كَلِمَتَهُمْ، وَأَفْسَدُوا عَلَيَّ جَمَاعَتَهُمْ، وَوَثَبُوا عَلٰى شِيعَتِي، فَقَتَلُوا طَائِفَةً مِنْهُمْ غَدْراً، وَطَائِفَةٌ عَضُّوا عَلٰى أَسْيَافِهِمْ، فَضَارَبُوا بِهَا حَتّٰى لَقُوا اللهَ صَادِقِينَ۔

(اصحاب جمل) میرے گورنروں، اور اسلامی بیت المال کے خزانچیوں پر بڑھے۔ یہ میرے قبضہ کی چیزیں تھیں اور انھیں نے تمام شہر (بصرہ) والوں پر حملہ کر دیا۔ یہ لوگ میرے ماتحت اور میری بیعت میں تھے۔ چنانچہ ان میں اختلافات ڈال دیتے، ان کی جماعت میں تباہی پھیلا دی، میرے ماتحتوں پر حملہ کیا، اور ان میں سے کچھ لوگ حملہ آوروں کی فریب دہی سے مارے گئے۔ اور ایک گروہ نے تلواریں سنبھال لیں اور ان سے لڑے۔ یہاں تک کہ خدا سے "بحیثیت صادق" جا ملے[۱]۔

---

[۱] حاشیہ: قرآن میں ہے: إنما المؤمنون الذين آمنوا ثم لم يرتابوا - وجاهدوا باموالهم وانفسهم اولئك هم الصادقون: (م ح)

۲۰۹ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ـــــــــــــــــ ارشاد

طلحہ اور عبدالرحمٰن کی لاش دیکھ کر

جنگ جمل میں طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عتاب ابن اُسَید کو

مقتول دیکھ کر فرمایا تھا (رضیؒ)

لَقَدْ اَصْبَحَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الْمَكَانِ غَرِيْبًا- اَمَا وَاللّٰهِ! لَقَدْ كُنْتُ اَكْرَهُ اَنْ تَكُوْنَ قُرَيْشٌ قَتْلٰى تَحْتَ بُطُوْنِ الْكَوَاكِبِ اَدْرَكْتُ وِتْرِيْ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ، وَاَفْلَتَتْنِيْ بَنِيْ جُمَحَ لَقَدْ اَتْلَعُوْا اَعْنَاقَهُمْ اِلٰى اَمْرٍ لَمْ يَكُوْنُوْا اَهْلَهٗ فَوُقِصُوْا دُوْنَهٗ-

ابو محمد (طلحہ) یہاں مسافرت میں پڑے ہیں۔ بخدا میں یہ ناپسند کرتا تھا کہ ستاروں (بھرے آسمان) کے نیچے قریش کٹے پڑے ہوں اور (مادری رشتے سے) عبد مناف کی اولاد کا خون کروں۔ اور بنی جُمحؔ (معاونین ولشکر جمل) کے مشاہیر بچ نکلیں (مگر کیا کیا جائے کہ) ان لوگوں نے ایسے مقصد کے لیے سر اٹھائے تھے۔ جس کے مستحق نہ تھے، چنانچہ ان کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

(رضی)

۲۱۰- ومن كلام له عليه السّلام —— ارشاد

سچّا مومن

قَدْ أَحْيَا عَقْلَهُ وَأَمَاتَ نَفْسَهُ، حَتَّى دَقَّ جَلِيلُهُ وَلَطُفَ غَلِيظُهُ، وَبَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيرُ الْبَرْقِ، فَأَبَانَ لَهُ الطَّرِيقَ وَسَلَكَ بِهِ السَّبِيلَ، وَتَدَافَعَتْهُ الْأَبْوَابُ إِلَى بَابِ السَّلَامَةِ وَدَارِ الْإِقَامَةِ وَثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَأْنِينَةِ بَدَنِهِ فِي قَرَارِ الْأَمْنِ وَالرَّاحَةِ، بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهُ وَأَرْضَى رَبَّهُ۔

مرد مومن تو فقط وہی ہے، جو اپنی عقل کو (پرہیزگاری اور پیروی خدا اور رسولؐ کے باعث) زندہ کر لیتا ہے، اور اپنے نفس کو ریاضت و بندگی اور خواہشات نفسانی ترک کر کے) کچل دیتا ہے، اس طرح کہ اس کا بدن لاغر ہو جاتا ہے، اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور اس کے لیے درخشندہ نور چمکنے لگتا ہے (درجۂ توحید و خداشناسی) پس اس کی درخشندگی اس کے لیے راہ (ہدایت کو) نمودار کر دیتی ہے، اور راہ (حق) کو روشن اور تابناک بنا دیتی ہے، اس کے دروازے (پارسائی (عبادت و ریاضت کے) اسے (ترقی دے کر) در سلامتی تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے پاؤں مقام امن و راحت میں اطمینان کے ساتھ قائم اور ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس عمل کے باعث جسے اس کے دل نے استعمال کر کے اپنے کو راضی اور خوشنود کر لیا!

۲۱۱- ومن کلام لہ علیہ السلام ـــــــــــــــــ ارشاد

جہاد کی دعوت

يَحُثُّ فِيهِ أَصْحَابَهُ عَلَى الْجِهَادِ:

وَاللهُ مُسْتَأْدِيكُمْ شُكْرَهُ، وَمُوَرِّثُكُمْ أَمْرَهُ، وَمُمْهِلُكُمْ فِي مِضْمَارٍ مَمْدُودٍ لِتَتَنَازَعُوا سَبَقَهُ، فَشُدُّوا عُقَدَ الْمَآزِرِ، وَاطْوُوا فُضُولَ الْخَوَاصِرِ، لَا تَجْتَمِعُ عَزِيمَةٌ وَوَلِيمَةٌ، مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ، وَأَمْحَى الظُّلَمَ لِتَذَاكِيرِ الْهِمَمِ.

اپنے اصحاب کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

خداوند عالم تم سے شکر نعمت کا طالب ہے۔ اپنے امر و سلطنت کو تمہارے لیے باقی رکھا ہے۔ تمھیں میدانِ وسیع میں پیش قدمی و مسابقہ (دنیا) کی مہلت عطا فرمائی ہے، تاکہ چوگانِ (ریاست وسیادت) حاصل کرنے کی جدوجہد کرو اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو پس اپنے زیر جاموں کو مضبوطی سے کس لو (میدانِ جہاد میں چست و چالاک رہو) عزیمت (ایثار و قربانی) اور ولیمہ (عیش و کامرانی) ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، رات کا سونا، دن کے خوابوں کو کس (بری طرح) توڑ دیتا ہے، اور تاریک راتیں مہمات کی یادداشت کو کس طرح کمزور کر دیتی ہیں، غفلت کی نیند ہمتوں کو شکستہ کر دیتی ہے۔

۲۱۲ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد

ایک آیت کی تفسیر

یہ کلام —— تفسیر بھی ہے، تبلیغ بھی، اور امراض روحانی کا تیر بہدف علاج بھی۔ ایک آیت قرآنی تلاوت کرنے کے بعد حقائق و معارف کا یہ دریا امڈا، اور حق یہ ہے کہ یہ حقائق صرف حیدر کرار ہی کی زبان سے افشا ہو سکتے ہیں۔

قَالَهُ بَعْدَ تِلَاوَتِهِ
أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ (س ۱۰۲ ی ۲،۱)

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر!
(دنیا وی ساز و سامان پر فخر کرنا، جو علامت ہے محبت و طلب کی) تم کو آخرت سے) غافل کیے رہتا ہے، یہاں تک کہ قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو!)

اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کے بعد امیر المومنین نے فرمایا:-

يَالَهُ مَرَامًا مَا أَبْعَدَهُ، وَزَوْرًا مَا أَغْفَلَهُ، وَخَطَرًا مَا أَفْظَعَهُ لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ أَيَّ مُدَّكِرٍ، وَتَنَاوَشُوهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ! أَفَبِمَصَارِعِ آبَائِهِمْ يَفْخَرُونَ، أَمْ بِعَدِيدِ الْهَلْكَىٰ يَتَكَاثَرُونَ؟ يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ أَجْسَادًا خَوَتْ وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَلَأَنْ يَكُونُوا عِبَرًا أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا مُفْتَخَرًا وَلَأَنْ يَهْبِطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ أَحْجَىٰ مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ۔

وہ شخص (مُردوں پر فخر کر کے عقل و خرد سے) کس قدر دور ہے، وہ قبر کی زیارت کرنے والا ہے، مگر کس قدر غافل اور بے خبر ہے، اسے ایک بڑا کام درپیش ہے، جو کتنا رسوا کن ہے؟ بلاشبہ یہ لوگ شہر و دیار کو جانے والوں سے خالی دیکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام تذکّر اور یاد آوری کا ہے، کیسا تذکّر اور کیسی یاد آوری؟ اور یہ لوگ مقام دور دراز سے سوال کرتے ہیں، (مرے ہوؤں سے) کیا یہ لوگ اپنے آبا و اجداد کی خاک افتادگی پر فخر کرتے ہیں؟ یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنا اضافہ کرتا ہے؟ (مرے ہوؤں پر فخر کرنے والے ناوان و نافہم ہیں، خاک میں پڑے ہوئے بے حس و حرکت اور بے جان و غیر متحرک اجسام کو (دنیا میں) واپس لانا چاہتے ہیں (حالانکہ یہ محال ہے) اور یقیناً مردے، عبرت کے لیے زیادہ لائق ہیں۔

لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعَشْوَةِ[۱]
وَضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةِ جَهَالَةٍ، وَلَوِ اسْتَنْطَقُوا
عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ
الْخَالِيَةِ لَقَالَتْ: ذَهَبُوا فِي الْأَرْضِ ضُلَّالًا،
وَذَهَبْتُمْ فِي أَعْقَابِهِمْ جُهَّالًا، تَطَؤُونَ فِي
هَامِهِمْ وَتَسْتَنْبِتُونَ فِي أَجْسَادِهِمْ، وَ
تَرْتَعُونَ فِيمَا لَفَظُوا، وَتَسْكُنُونَ فِيمَا خَرَّبُوا. وَ
إِنَّمَا الْأَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَنَوَائِحُ
عَلَيْكُمْ أُولَئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ، وَفُرَّاطُ
مَنَاهِلِكُمُ الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ
وَحَلَبَاتُ الْفَخْرِ، مُلُوكاً وَسُوَقاً، سَلَكُوا فِي
بُطُونِ الْبَرْزَخِ سَبِيلًا سُلِّطَتِ الْأَرْضُ عَلَيْهِمْ
فِيهِ، فَأَكَلَتْ مِنْ لُحُومِهِمْ، وَشَرِبَتْ مِنْ
دِمَائِهِمْ، فَأَصْبَحُوا فِي فَجَوَاتِ قُبُورِهِمْ
جَمَاداً لَا يَنْمُونَ وَضِمَاراً لَا يُوجَدُونَ،
لَا يُفْزِعُهُمْ وُرُودُ الْأَهْوَالِ وَلَا يَحْزُنُهُمْ
تَنَكُّرُ الْأَحْوَالِ وَلَا يَحْفِلُونَ بِالرَّوَاجِفِ، وَلَا
يَأْذَنُونَ لِلْقَوَاصِفِ غُيَّباً لَا يُنْتَظَرُونَ، وَ
شُهُوداً لَا يَحْضُرُونَ، وَإِنَّمَا كَانُوا جَمِيعاً
فَتَشَتَّتُوا، وَآلَافاً فَافْتَرَقُوا. وَمَا عَنْ طُولِ
عَهْدِهِمْ وَلَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ عَمِيَتْ أَخْبَارُهُمْ

نہ کہ سبب افتخار، ان کا نظارہ کرکے تو اضع اور فروتنی اختیار
کرنا کار خردمندی ہے نہ کہ اسے وسیلۂ فخر و ارجمندی بنانا!
کوئی شبہ نہیں یہ لوگ انھیں کمزور آنکھوں سے دیکھتے ہیں،
اور وہ انتہائی نادانی کے عالم میں ان کے پاس سے سفر کر گئے (فوت
ہو گئے) ان لوگوں کی سرگزشت اگر بڑے شہروں کی ویرانی اور خالی
گھروں کی تاراجی سے دریافت کی جائے تو یہ (بزبان حال) جواب
دیں گے کہ ہم تو بغیر کسی نشان کے گم ہو کر زیر زمین پہنچ گئے (نابود ہو گئے)
مگر تم بھی جہالت کی وجہ سے (ہمارے پیچھے پیچھے) چلے آرہے ہو۔
تم ان کی کھوپڑیوں پر پاؤں رکھ رہے ہو، ان کے مٹی میں مل جانے
والے جسموں پر کھڑے ہوتے ہو جن مقامات کو وہ چھوڑ گئے وہیں
اپنے جانور چرا رہے ہو۔ ان ہی کے ویرانوں میں سکونت اختیار
کر رہے ہو اور بلاشبہ تمھارے اور ان کے مابین جتنے بھی
(زمانے) ہیں، وہ گریہ کرنے والے اور تم رونے والے ہیں۔ وہ
لوگ جو تم سے پہلے سفر (آخرت) اختیار کر چکے ہیں، وہ تمھارے لیے
پایان کار ہیں، تمھاری منزلوں کے پیشوا ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں مقامات
سربلند و ارجمند اور وسائل فخر و سرفرازی مہیا تھے، اس حالت میں
کہ ان میں سے ایک گروہ بادشاہت کرتا تھا اور ایک (بڑی) جماعت
ان کی رعیت اور فرماں بردار تھی، مگر اب سب کے سب برزخ کے
شکم میں چلے گئے جہاں زمین ان پر مسلط کر دی گئی ہے جس نے
ان کا گوشت کھا لیا اور خون پی لیا، یہ جسم قبروں کے شگافوں میں پتھر
ہیں، منجمد اور بستہ، کہ نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ نشو و نما حاصل کر سکتے
ہیں۔ پنہاں اور گمشدہ کہ اب پیدا نہیں ہو سکتے، نمودار نہیں
ہو سکتے۔ اب ہول اور دہشت سے وہ خوف زدہ نہیں ہو سکتے۔

[۱] العشوۃ: ضعف البصر = ن مصر ص۲۹۲ نیز دیکھیے آخری نوٹ

وَصَمَتَتْ دِيَارُهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ سُقُوا كَأْساً بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَساً وَبِالسَّمْعِ صَمَماً وَبِالْحَرَكَاتِ سُكُوناً، فَكَأَنَّهُمْ فِي ارْتِجَالِ الصِّفَةِ صَرْعَىٰ سُبَاتٍ۔

بدحالی اور پریشانی انھیں اندوہگیں نہیں کر سکتی، زلزلے ان میں اضطراب نہیں پیدا کر سکتے۔ رعدِ سخت کی کڑک پر دہ کان نہیں دھرتے۔ غائب و پنہاں بن چکے ہیں، اب ان کی واپسی کا کوئی منتظر نہیں، (ظاہر میں حاضر ہیں، در گور ہیں، اور قبر سامنے ہی ہے) لیکن مجالس میں حاضر نہیں ہو سکتے، پہلے جمعیت رکھتے تھے، اب پراگندہ ہیں، (پہلے آپس میں میل محبت سے رہتے تھے اب جدا ہیں) درازیٔ مدت اور دوریٔ منزل کے باوجود یہ بات نہیں کہ ان کو خبر نہ پہنچتی ہو یا ان کے شہر و دیار گنگ اور خاموش ہو گئے ہوں۔ لیکن انھوں نے جام مرگ پی لیا، اور ان کی گویائی گونگے پن سے، شنوائی بہرے پن سے، جنبش آرام سے تبدیل ہو گئی، گویا یہ پہلے ہی سے خواب مرگ میں مدہوش ہونے کو تیار تھے۔

جِيرَانٌ لَا يَتَأَنَّسُونَ، وَأَحِبَّاءُ لَا يَتَزَاوَرُونَ، وَبَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَى التَّعَارُفِ، وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمْ أَسْبَابُ الْإِخَاءِ، فَكُلُّهُمْ وَحِيدٌ وَهُمْ جَمِيعٌ، وَبِجَانِبِ الْهَجْرِ وَهُمْ أَخِلَّاءُ، لَا يَتَعَارَفُونَ لِلَيْلٍ صَبَاحاً، وَلَا لِنَهَارٍ مَسَاءً، أَيُّ الْجَدِيدَيْنِ ظَعَنُوا فِيهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَداً، شَاهَدُوا مِنْ أَخْطَارِ دَارِهِمْ أَفْظَعَ مِمَّا خَافُوا، وَرَأَوْا مِنْ آيَاتِهَا أَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوا، فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ إِلَىٰ مَبَاءَةٍ فَأَتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ، فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَا لَعَيُّوا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَمَا عَايَنُوا، وَلَئِنْ عَمِيَتْ آثَارُهُمْ وَانْقَطَعَتْ أَخْبَارُهُمْ لَقَدْ رَجَعَتْ فِيهِمْ أَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَسَمِعَتْ عَنْهُمْ آذَانُ الْعُقُولِ

اہلِ گورستان ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے کوئی انس و ربط نہیں رکھتے یا ایسے دوست ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں، ان کے تعارف کے حلقے کہنہ ہو گئے۔ بھائی بندی کے اسباب منقطع ہو گئے، حالانکہ یہ سب مجتمع ہیں، لیکن اکیلے اکیلے ہیں، اگرچہ یہ آپس میں دوست تھے لیکن مہجور ہیں، نہ یہ لوگ دن کو پہچانتے ہیں نہ رات کو گھر نہیں پہچانتے، ان میں سے ہر ایک نے جس شب و روز میں کوچ کیا تھا، وہ ان کے لیے ہمیشگی کا زمانہ ہے۔ (اگر رات تھی تو اب اس کا دن نہیں آئے گا۔ اگر دن تھا تو اب اس کی رات نہیں آئے گی) انھوں نے سرائے آخرت کی سختیوں کو بچشم خود دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ سخت پایا، جس سے یہ ڈرتے تھے، اور عالم آخرت کے آثار کو (یعنی پاداش وغیرہ) آنکھ سے دیکھ اس سے کہیں بزرگ تر پایا، جس کا یہ تصور کیا کرتے تھے۔ اب یہ دونوں (نیکوکاری و بدکرداری بعد از مرگ) ان کے لیے کھینچے جا رہے ہیں۔ تا کہ جائے بازگشت (بہشت یا جہنم) میں پہنچ جائیں

وَتَكَلَّمُوا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ، فَقَالُوا:

یہ چیز درجۂ خوف کی انتہا (دوزخیوں کے لیے) اور درجۂ امیدواری کی انتہا (بہشتیوں کے لیے) ہے۔

پس اگر بعد از مرگ، انھیں زبان و قوت گویائی مل جائے، تب بھی یہ جو کچھ دیکھ چکے ہیں، اور جس کا مشاہدہ کر چکے ہیں، اس کی کیفیت نہیں بیان کر سکتے، اگرچہ ان کے نشان ناپید ہو چکے ہیں اور ان کی خبریں منقطع ہو چکی ہیں، لیکن چشم عبرت پذیر انھیں دیکھتی ہے اور گوش خرد ان کی باتیں سنتا ہے، یہ زبان گویا نہیں (زبان حال و عبرت سے) کہہ رہے ہیں۔

الْوُجُوهُ النَّوَاضِرُ، وَخَوَتِ الْأَجْسَامُ النَّوَاعِمُ، وَلَبِسْنَا أَهْدَامَ الْبِلَى، وَتَكَاءَدَنَا ضِيقُ الْمَضْجَعِ، وَتَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ، وَتَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّمُوتُ، فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ أَجْسَادِنَا، وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا وَطَالَتْ فِي مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ إِقَامَتُنَا، وَلَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَلَا مِنْ ضِيقٍ مُتَّسَعًا،

وہ شگفتہ و شاداب چہرے زشت اور بدنما ہو گئے، وہ نرم و نازک بدن خاک ہو گئے، اب ہمارے بدن پر جامۂ کہنہ (کفن) پارہ پارہ ہے، تنگی (قبر) ہمیں سخت تکلیف پہنچاتی ہے، خوف و دہشت ہمیں وراثت میں (پرانے مرنے والوں سے) ملی ہے، ہماری خاموش منزلیں (قبریں) ویران ہوتی جاری ہیں، جس کے باعث ہمارا اندام نازک، روئے خوش آب و رنگ، زشت و بدنما ہو گیا اور منزل ترسناک میں ہماری مدت قیام دراز ہو گئی اور ہم اندوہ سے رہائی کی اور تنگی سے فراخی کی کوئی سبیل نہیں پاتے!

فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ أَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوبُ الْغِطَاءِ لَكَ، وَقَدِ ارْتَسَخَتْ أَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَاكْتَحَلَتْ أَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتِ الْأَلْسِنَةُ فِي أَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَهَمَدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ بَعْدَ يَقَظَتِهَا، وَعَاثَ فِي كُلِّ جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَسَهَّلَ طُرُقَ الْآفَةِ إِلَيْهَا مُسْتَسْلِمَاتٍ، فَلَا أَيْدٍ تَدْفَعُ، وَلَا قُلُوبٌ

پس اگر تم اپنی عقل و اندیشہ سے ان کے حال (زار) کا تصوّر کرو، یا اسرار کے پردے تمھارے سامنے سے ہٹا دیے جائیں، تو وہ تمھیں عجیب حالت میں نظر آئیں گے، تم دیکھو گے ان کے کانوں کو جانورانِ زیر زمین نے کاٹ پیٹ کر رکھ دیا ہے، وہ اب بالکل بہرے ہیں، ان کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ گھلا ہوا ہے۔ اور سر کی ہڈیوں میں پیوست ہو کر رہ گئی ہیں، ان کی زبانیں تکلیف کی تندی و تیزی سے پارہ پارہ ہو چکی ہیں، ان کے سینہ میں بیدار رہنے کے بعد مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کے ہر عضو بدن پر کہنگی اور بوسیدگی طاری ہوتی رہتی ہے جو اسے اور زیادہ زشت و

تَجَرُّعٍ، لَرَأَيْتَ أَشْجَانَ قُلُوبٍ وَأَقْذَاءَ
عُيُونٍ، لَهُمْ فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ
لَا تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي۔

وَكَمْ أَكَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ عَزِيزِ جَسَدٍ
وَأَنِيقِ لَوْنٍ، كَانَ فِي الدُّنْيَا غَذِيَّ تَرَفٍ
وَرَبِيبَ شَرَفٍ، يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ
حُزْنِهِ وَيَفْزَعُ إِلَى السَّلْوَةِ إِنْ مُصِيبَةٌ
نَزَلَتْ بِهِ، ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ وَشَحَاحَةً
بِلَهْوِهِ وَلَعِبِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْحَكُ إِلَى
الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا إِلَيْهِ فِي ظِلِّ عَيْشٍ
غَفُولٍ، إِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكَهُ وَنَقَضَتِ
الْأَيَّامُ قُوَاهُ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ
كَثَبٍ فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ، وَنَجِيُّ هَمٍّ
مَا كَانَ يَجِدُهُ، وَتَوَلَّدَتْ فِيهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ
آنَسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهِ، فَفَزِعَ إِلَى مَا كَانَ
عَوَّدَهُ الْأَطِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ وَ
تَحْرِيكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ
إِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍّ إِلَّا هَيَّجَ
بُرُودَةً، وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِتِلْكَ
الطَّبَائِعِ إِلَّا أَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَاءٍ

مگر وہ بناتی رہتی ہے، آفت کے راستوں کو ان پر آسان کر دیتی ہے، اس حالت میں کہ ان کے جسم کے لیے اس آسیب و تکلیف کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں، نہ ان کے ہاتھ ہیں کہ وہ اسے دفع کر سکیں، نہ دل ہے کہ نالہ و فریاد کر سکیں، بلاشبہ تم (چشم تصوّر سے) ان کے اندوہ دل اور خاشاک چشم کو دیکھ سکتے ہو، کہ ان میں سے ہر ایک رسوائی اور گرفتاری کی ایسی حالت میں ہے کہ دوسری حالت میں تبدیل نہیں ہو سکتا، ایسی سختی میں مبتلا ہے جسے برطرف نہیں کر سکتا۔

اس زمین نے کیسے کیسے معزز اور خوش نما و خوبصورت اجسام کو کھا لیا، دنیا میں جنھوں نے تنعّم کی زندگی بسر کی تھی، جو خوش گزرانی اور عزت کے پروردہ تھے جو غم کے وقت بھی خوش رہتے تھے مصیبت کے وقت خوشی سے بسر کرتے تھے، وہ لہو و لعب کے بارے میں بخیل تھے (ترک عیش گوارا نہ تھا) وہ اپنی دنیا کی آرائش و زیبائش پر خوش رہتے تھے اور دنیا ان پر ہنس رہی تھی۔ ناگاہ زمانہ نے ان کی غفلت آمیز زندگی اور مسرّت کو اپنے کانٹوں سے چھلنی کر دیا، ان کی قوتوں کو ختم کر دیا، بہت نزدیکی سے موت نے ان پر نگاہِ قہر ڈالی، بس وہ ایسے اندوہ میں مبتلا ہوئے جس سے وہ آشنا نہ تھے، ایسے رنج پنہاں سے سابقہ پڑا کہ اس سے پہلے دوچار نہ ہوئے تھے، بیماری اور علالت کے باعث بے حد ضعف طاری ہوا، لیکن اس حالت میں بھی، اپنی بہبودی اور اطمینان کامل سے دست بردار نہ ہوئے اطبّا نے انھیں ڈھارس دی کہ امراض حارا دویۂ باردہ سے شفا پا جائیں گے اور امراض باردہ ادویۂ حارہ سے روپوش ہو جائیں گے۔ لیکن ٹھنڈی دوا نے گرم بیماری کو دور نہ کیا۔ بلکہ اس میں کچھ اور اضافہ کر دیا، اور دوائے گرم نے سرد بیماری

حَتّٰى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ، وَذَهَلَ مُمَرِّضُهُ، وَتَعَايَا أَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ، وَخَرِسُوا عَنْ جَوَابِ السَّائِلِينَ عَنْهُ، وَتَنَازَعُوا دُونَهُ شَجِيَّ خَبَرٍ يَكْتُمُونَهُ:

فَقَائِلٌ هُوَ لِمَا بِهِ،

وَمُمَنٍّ لَهُمْ إِيَابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصَبِّرٌ لَهُمْ عَلٰى فَقْدِهِ، يُذَكِّرُهُمْ أُسَى الْمَاضِينَ مِنْ قَبْلِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ عَلٰى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْأَحِبَّةِ، إِذْ عَرَضَ لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ، فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهِ، وَيَبِسَتْ رُطُوبَةُ لِسَانِهِ، فَكَمْ مِنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ، وَدُعَاءٍ مُؤْلِمٍ بِقَلْبِهِ سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ: مِنْ كَبِيرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ، أَوْ صَغِيرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ، وَإِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ أَفْظَعُ مِنْ أَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ، أَوْ تَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُولِ أَهْلِ الدُّنْيَا.

کو شفا نہ دی، بلکہ اس میں ہیجان پیدا کر کے اور زیادہ سخت کر دیا۔ اور دوائے مناسب و معتدل نے مزاج کو معتدل نہ کیا، بلکہ ہر درد و تکلیف کو کمک پہنچا کر اسے اور زیادہ کر دیا، یہاں تک (سختی و طول مرض کے باعث) طبیب سست پڑ گیا، دست بردار ہو گیا اور تیمار دار نے بھی فراموش کر دیا اور (اس کے زن و فرزند و غمخوار) اس کے بیان درد سے خستہ ہو گئے اور عیادت کرنے والوں کے جواب میں گنگ ہو گئے، اب اس کے سامنے آپس میں وہ باتیں کرنے لگیں، پہلے اس سے پنہاں رکھتے تھے، ایک کہتا ہے۔

"بیمار کا کیا حال ہے؟"

دوسرا اس کے تندرست ہونے کی امید دلاتا ہے۔

کوئی اور اس کی (ہونے والی) موت پر تسلّی اور دلدہی کرتا ہے اور انھیں اگلوں کی پیروی کی تلقین کرتا ہے (جیسے گزشتگان پر صبر کیا اس پر بھی کرو) بیمار اس اثنا میں کہ دنیا سے رخصت ہونے کے لیے اور دوستوں سے دوری اختیار کرنے پر مستعد ہو رہا تھا کہ ناگاہ اس کے ہجوم اندوہ میں (ان باتوں سے) ایک اور کا اضافہ ہو جاتا ہے پس اس کی زیرکی اور عقل، سرگرداں اور از کار رفتہ ہو جاتی ہے، رطوبت زبان خشک ہو جاتی ہے اس نے کسی قدر ایک تیماردار کی بات کا جواب دینا چاہا۔ مگر نہ دے سکا اس نے اسے کیسا پکارا، یہ پکار سنتا تھا دل کڑھتا تھا مگر زبان نے ساتھ نہ دیا۔ وہ گنگ ہو چکی تھی، یہ پکارنے والا یا تو اس کا کوئی بزرگ تھا، (والد) جس کی یہ تعظیم کرتا تھا، یا اس کا کوئی چھوٹا تھا (اولاد) جس پر یہ نہایت مہربان تھا اور بلاشبہ موت کی سختیاں ایسی ہی ہیں بہت مشکل تر ہے کہ انھیں پورے طور پر بیان کیا جا سکے، یا اہل دنیا کے عقول ان کا ادراک (کما حقہ) کر سکتے ہوں!

اس سورے کی شان نزول یہ بتلائی گئی ہے کہ عبد مناف ابن قصی اور سہم ابن عمرو کے قبیلے اپنے اپنے اعداد و شمار پر فخر کر رہے تھے۔ جب دو قبیلوں نے ہر ایک کے افراد کو گنا تو عبد مناف کا خاندان تعداد افراد میں زیادہ نکلا۔ سہم بن عمرو کے خاندان نے کہا چونکہ ہمارے افراد جاہلیت کی لڑائیوں میں زیادہ مارے گئے ہیں۔ اس لیے ہم مردوں کو بھی ملائیں گے چنانچہ انھوں نے (قبرستان جاکر) مردوں کو بھی شمار کیا تو حریف سے بڑھ گئے۔ (ن۔ تہران۔ م ح)

۲۱۳۔ ومن کلام لہ علیہ السلام ــــــــ ارشاد

ایک آیت قرآنی

اس کلام میں بھی ایک قرآنی آیت کو سامنے رکھ کر امیر المومنین نے روحانی سربلندی کے اسرار و رموز فاش کیے ہیں۔

قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔

رجال لاتلھیھم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللہ۔ (اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنھیں سوداگری اور خرید و فروخت یادِ خدا سے باز نہیں رکھ سکتی)

مذکورۂ بالا آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد امیر المومنین نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَاءً لِلْقُلُوبِ، تَسْمَعُ بِهِ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَتُبْصِرُ بِهِ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَتَنْقَادُ بِهِ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ، وَمَا بَرِحَ لِلّٰهِ۔ عَزَّتْ آلَاؤُهُ فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ وَفِي أَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ، عِبَادٌ نَاجَاهُمْ فِي فِكْرِهِمْ، وَكَلَّمَهُمْ فِي ذَاتِ عُقُولِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوا بِنُورِ يَقْظَةٍ فِي الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ وَالْأَفْئِدَةِ، يُذَكِّرُونَ بِأَيَّامِ اللهِ، وَيُخَوِّفُونَ مَقَامَهُ،

خداوند سبحان نے اپنے ذکر و یاد کو قلب کی صیقل اور جِلا قرار دیا، جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرے ہونے کے بعد سننے والے بن گئے، نابینائی و تاریکی (جہل و نادانی) کے بعد، دیکھنے والے بن گئے، دشمنی کے بعد فرماں بردار بن گئے۔ خدا کی نعمتیں اور بخششیں ارجمند ہیں، وقتاً فوقتاً جب آثار شرائع دور زماں میں گم ہو جاتے ہیں، تو کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن سے ان کا رب راز کی باتیں کرتا ہے۔ ان کے عقول سے باب سخن وا کرتا ہے، اور چراغ (ہدایت) کو ہوشیاری اور بیداری کی روشنی سے، ان کے دل میں، کانوں میں، آنکھوں میں روشنی کر دیتا ہے یہ

بِمَنْزِلَةِ الْأَدِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ، مَنْ أَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوا إِلَيْهِ طَرِيقَهُ وَبَشَّرُوهُ بِالنَّجَاةِ وَمَنْ أَخَذَ يَمِيناً وَشِمَالاً ذَمُّوا إِلَيْهِ الطَّرِيقَ وَحَذَّرُوهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَكَانُوا كَذَلِكَ مَصَابِيحَ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ، وَأَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ.

لوگ خدا کو یاد کرنے میں اس کی عظمت اور بزرگواری سے (بندوں کو) ڈراتے ہیں، یہ لوگ بیابان (گمراہی) کے رہنما ہیں، جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے، اسے راہ راست دکھاتے ہیں، رہائی کا مژدہ سناتے ہیں اور جو شخص دائیں بائیں چلتا ہے (یعنی افراط و تفریط کرتا ہے) اس کے رویے کی مذمت کرکے اسے تباہ ہونے سے ڈراتے ہیں، ان ہی اوصاف کی بنا پر یہ لوگ تاریکیوں کے چراغ اور شبہات (گمراہی) کے راہنما ہیں۔

وَإِنَّ لِلذِّكْرِ لَأَهْلاً أَخَذُوهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلاً، فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُونَ بِهِ أَيَّامَ الْحَيَاةِ، وَيَهْتِفُونَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ فِي أَسْمَاعِ الْغَافِلِينَ، وَيَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ، وَيَأْتَمِرُونَ بِهِ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ فَكَأَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ وَهُمْ فِيهَا فَشَاهَدُوا مَا وَرَاءَ ذَلِكَ فَكَأَنَّمَا اطَّلَعُوا غُيُوبَ أَهْلِ الْبَرْزَخِ فِي طُولِ الْإِقَامَةِ فِيهِ، وَحَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا فَكَشَفُوا غِطَاءَ ذَلِكَ لِأَهْلِ الدُّنْيَا حَتَّى كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ، وَيَسْمَعُونَ مَا لَا يَسْمَعُونَ فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُودَةِ وَمَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُودَةِ، وَقَدْ نَشَرُوا دَوَاوِينَ أَعْمَالِهِمْ، وَفَرَغُوا لِمُحَاسَبَةِ أَنْفُسِهِمْ عَلَى كُلِّ صَغِيرَةٍ وَكَبِيرَةٍ أُمِرُوا بِهَا فَقَصَّرُوا عَنْهَا، أَوْ نُهُوا عَنْهَا، فَفَرَّطُوا فِيهَا، وَحَمَّلُوا ثِقَلَ أَوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ فَضَعُفُوا عَنِ

بے شک یاد خدا کرنے والے، کچھ ایسے اہل آدمی ہیں جنھوں نے ذکر خدا مال و متاع دنیا کے عوض میں حاصل کیا ہے۔ یہ دنیا کے کاروبار اور خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہوتے، ایام حیات کو خدا کی یاد میں بسر کرتے ہیں اور خدا نے جو کچھ حرام و حلال کر دیا ہے اس کی خبر غافل لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے رہیں اور جس عدل و درستی کا حکم دیتے ہیں، خود بھی اسے انجام دیتے ہیں اور جس ناپسندیدہ (گفتار و کردار زشت) سے منع کرتے ہیں، خود بھی اس سے باز رہتے ہیں اور (آخرت پر ایسا ایمان رکھتے ہیں کہ) گویا دنیا پایان کار کو پہنچ گئی ہے اور آخرت آگئی اور یہ اسی میں رہ رہے ہیں اور جو کچھ اس دنیا کے بعد (آخرت) ہے اسے آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ اس طرح گویا وہ اہل برزخ کے احوال پنہاں سے اپنی مدت اقامت میں آگاہ ہو جاتے ہیں اور قیامت کے وعدے ان کے لیے ثابت ہو چکے ہوتے ہیں (بغیر شک و تردید کے) پس وہ اہل دنیا کے سامنے سے برزخ کے پردے اٹھا دیتے ہیں اس طرح کہ گویا وہ، وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ نہیں دیکھتے اور اگر تم اپنی عقل کے مطابق، ان کے مراتب پسندیدہ اور شائستہ مجالس کا تصور کرو ——— تو حالاں کہ ان کے دفاتر اعمال کھلے ہوئے ہوں اور وہ اپنے نفس کا محاسبہ

الاستقلال بها، فنشجوا نشيجاً، وتجاوبوا نحيباً، يعجون إلى ربهم من مقام ندم واعتراف، لرأيت أعلام هدى، ومصابيح دجى، قد حفت بهم الملائكة، وتنزلت عليهم السكينة، وفتحت لهم أبواب السماء، وأعدت لهم مقاعد الكرامات في مقام اطلع الله عليهم فيه فرضي سعيهم، وحمد مقامهم، يتنسمون بدعائه روح التجاوز، رهائن فاقة إلى فضله وأسارى ذلة لعظمته، جرح طول الأسى قلوبهم، وطول البكاء عيونهم، لكل باب رغبة إلى الله منهم يد قارعة يسألون من لا تضيق لديه المنادح، ولا يخيب عليه الراغبون. فحاسب نفسك لنفسك فإن غيرها من الأنفس لها حسيب غيرك۔

کرنے پر آمادہ ہوں، ہر وہ چھوٹی بڑی بات کہ جس کی انجام دہی پر وہ مامور تھے اس سے کوتاہی یا تقصیر یا نہی مرزد ہوئی ہو اور اپنی پیٹھ پر بھاری گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں اور اس بوجھ کے اٹھانے میں وہ ضعیف اور ناتواں نظر آ رہے ہوں مگر یہ گلو گیر ہوں اور دہ ہنگام محاسبہ گریہ و زاری کے ساتھ جواب و سوال کر رہے ہوں اور اپنے پروردگار کی جانب، پشیمان اور اقرار تقصیر کے باعث نالہ و فریاد کر رہے ہوں۔ اس حالت میں انھیں ہدایت کی نشانیوں اور تاریکیوں کے چراغ کی طرح دیکھو گے کہ فرشتے ان کے گرد جمع ہو رہے ہیں، اطمینان الٰہی ان پر نازل ہو رہا ہے اور آسمانی برکتوں کے مقام عزت ہموار ہو گیا ہے جس سے صرف خدا ہی مطلع اور آگاہ ہے۔ ان کی ان مساعی سے خدا راضی اور خوشنود ہے اور ان کی روش خدا کو پسند ہے، حالانکہ خدا سے مناجات میں خوشبوئے عفو و بخشش کو محسوس کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خدا کے فضل و کرم کے مرہون ہیں، اور اس کی عظمت و بزرگی کے اسیران تواضع و فروتنی ہیں! غم کے تسلسل نے ان کے دل، اور مسلسل رونے نے ان کی آنکھوں کو زخمی کر دیا ہے، طاعت الٰہی کی طرف رغبت کرنے کے لیے ان کے پاس (دروازہ) کھٹکھٹانے والا ہاتھ ہے یہ سوال و درخواست اس سے کرتے ہیں جس کی فراخی تنگ نہیں ہوتی اور مسائل اس کے در پر نومید نہیں ہوتے۔

پس تم بھی اپنے اعمال و کردار کا خود ہی محاسبہ کرو۔ کیونکہ تمھارے نفس کے علاوہ جو نفوس ہیں، ان کا ایک دوسرا حساب لینے والا ہے (تمھیں دوسروں کی عیب جوئی سے کیا فائدہ؟)

۲۱۴ - ومن کلام لہٗ علیہ السّلام ——— ارشاد

ایک اور آیت

یہ بھی ایک آیت قرآنی ہے جسے سامنے رکھ کر امیر المومنین نے
حقائق و معارف کے دفتر کھولے ہیں!

قالہٗ عند تلاوتہٖ

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ۔ (س ۸۲ ی ۶)

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ،
(اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کریم سے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ (کہ اس کے کہنے پر نہیں چلتا نافرمانی کرتا ہے)

آیت بالا کی تلاوت کے بعد امیر المومنین نے فرمایا:-

اَدْحَضُ مَسْئُوْلٍ حُجَّةً، وَاَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَعْذِرَةً، لَقَدْ اَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهٖ۔

اس آیت کے مخاطب کی دلیل و برہان نادرست ترین دلیل ہوتی ہے اور فریب خوردہ کا عذر سب سے زیادہ ناقابلِ قبول عذر ہے، بلاشبہ وہ اپنے نفس کے ساتھ جاہل (ظالم) ہے۔

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا جَرَّاَكَ عَلٰى ذَنْبِكَ، وَمَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَمَا اَنَسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ، اَمَا مِنْ دَائِكَ بُلُولٌ، اَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمِكَ يَقَظَةٌ؟ اَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ؟

اے انسان کس چیز نے تجھے ارتکاب گناہ پر دلیر کر دیا ہے؟ کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار سے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے؟ اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی سے مانوس کر دیا ہے؟ آیا تیرے درد کے لیے شفا نہیں؟ آیا تیرے خواب کے لیے بیداری نہیں؟ کیا تو اپنے نفس پر اتنا رحم بھی نہیں کر سکتا؟ جتنا کسی غیر پر کرتا ہے؟

فَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، اَوْ تَرَى الْمُبْتَلَى بِاَلَمٍ يُمِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ فَمَا صَبَّرَكَ عَلٰى دَائِكَ، وَجَلَّدَكَ بِمُصَابِكَ، وَعَزَّاكَ

بسا اوقات تو کسی کو دھوپ میں بیٹھا دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر لیتا ہے، کسی کو مبتلائے درد دیکھتا ہے، ایسا درد جو اس کے جسم کو سوزش سے تکلیف دے تو از راہ مہربانی اس پر آنسو بہانے لگتا ہے، پھر کس چیز نے تجھے اپنے درد (معصیت)

عَنِ الْبُكَاءِ عَلٰى نَفْسِكَ وَهِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ، وَكَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ وَقَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهِ فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بِعَزِيمَةٍ، وَمِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِي نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ، وَكُنْ لِلّٰهِ مُطِيعاً، وَبِذِكْرِهِ آنِساً، وَتَمَثَّلْ فِي حَالِ تَوَلِّيكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ يَدْعُوكَ إِلٰى عَفْوِهِ، وَيَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهِ، وَأَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ إِلٰى غَيْرِهِ، فَتَعَالٰى مِنْ قَوِيٍّ مَا أَكْرَمَهُ، وَتَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيفٍ مَا أَجْرَأَكَ عَلٰى مَعْصِيَتِهِ، وَأَنْتَ فِي كَنَفِ سِتْرِهِ مُقِيمٌ، وَفِي سَعَةِ فَضْلِهِ. وَلَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهُ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِهِ مَطْرِفَ عَيْنٍ فِي نِعْمَةٍ يُحْدِثُهَا لَكَ، أَوْ سَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا عَلَيْكَ، أَوْ بَلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ، فَمَا ظَنُّكَ بِهِ لَوْ أَطَعْتَهُ.

پر صابر بنا دیا ہے، اور اپنی مصیبتوں پر تجھے توانا کر دیا ہے؛ اور اپنی جان پر رونے سے باز رکھا اور مطمئن کر دیا ہے؛ حالانکہ اپنی جان تجھے بے حد عزیز ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ عذاب خدا کی آمد کا خوف تجھے راتوں کو بیدار نہیں رکھتا؛ حالانکہ نافرمانی نے تم کو قہر الٰہی کے راستہ پر ڈال دیا ہے، پس دل کے غم کا عزم و کوشش (اطاعت) سے مداوا کرو، اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، خدا کے فرماں بردار بن جاؤ، اور اس سے مانوس ہو جاؤ، ذرا اس بات کا تصور کرو، کہ تم اس سے روگردان ہو رہے ہو، اور وہ تمھاری طرف رُخ کر رہا ہے، کہ تم پر اپنے عفو و بخشش کا اظہار کرے اور اپنے فضل و کرم سے تمھیں ڈھانک لے اور تم ہو کہ اس سے روگردان ہو کر دوسرے کی طرف متوجہ ہو رہے ہو؟ پس خداوند برتر بلند و توانا ہے، اور (پھر بھی) کتنا کریم ہے اور تم پست و ناتواں ہو، لیکن اس کی نافرمانی پر کتنے زیادہ دلیر ہو، حالانکہ تم اس کی ردائے رحمت کی پناہ میں اقامت پذیر ہو، اور اس کے فضل و احسان کی وسعتوں میں داخل ہو، اس کا فضل تم سے جدا نہیں ہوتا، اس کا پردۂ بخشش تمھارے گناہوں سے ہٹتا نہیں بلکہ اپنی نعمت و بخشش تم پر ظاہر کرتا ہے، تمھارے گناہ کو پوشیدہ رکھتا ہے بلا اور معصیت کو تم سے دور رکھتا ہے اور ایک لمحے کے لیے بھی (معصیت کاری کے باوجود) تمھیں اپنے لطف و کرم سے دور نہیں کرتا، پھر تمھارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؛ اگر اس کی اطاعت کرو۔

وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِي مُتَّفِقَيْنِ فِي الْقُوَّةِ، مُتَوَازِنَيْنِ فِي الْقُدْرَةِ، لَكُنْتَ أَوَّلَ حَاكِمٍ عَلٰى نَفْسِكَ بِذَمِيمِ الْأَخْلَاقِ، وَمَسَاوِئِ الْأَعْمَالِ۔

خدا کی قسم، اگر یہ صفت (خدا کی توجہ اور تیری بے توجہی) ایسے دو شخصوں میں ہوتی کہ تونگری میں مساوی اور توانائی میں برابر ہوتے (اور ان میں سے ایک تم ہوتے) تو بیشک تم پہلے شخص ہوتے جو اپنے نفس کو ناپسند عادت اور بداخلاقی کا مجرم قرار دیتا۔

وَحَقًّا أَقُولُ مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ وَلٰكِن بِهَا اغْتَرَرْتَ، وَلَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتِ. وَآذَنَتْكَ عَلىٰ سَوَاءٍ، وَلَهِيَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُزُولِ الْبَلَاءِ بِجِسْمِكَ، وَالنَّقْصِ فِي قُوَّتِكَ أَصْدَقُ وَأَوْفىٰ مِنْ أَنْ تَكْذِبَكَ أَوْ تَغُرَّكَ وَلَرُبَّ نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَصَادِقٍ مِنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ، وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ، لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيرِكَ، وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ بِمَحَلَّةِ الشَّفِيقِ عَلَيْكَ، وَالشَّحِيحِ بِكَ، وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَمَحَلُّ مَنْ لَمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا، وَإِنَّ السُّعَدَاءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُونَ مِنْهَا الْيَوْمَ۔

إِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ، وَحَقَّتْ بِجَلَائِلِهَا الْقِيَامَةُ وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ أَهْلُهُ، وَبِكُلِّ مَعْبُودٍ عَبَدَتُهُ وَبِكُلِّ مُطَاعٍ أَهْلُ طَاعَتِهِ فَلَمْ يُجْزَ فِي عَدْلِهِ وَقِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا بِحَقِّهِ فَكَمْ حُجَّةٍ يَوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٌ، وَعَلَائِقُ عُذْرٍ فَتَحَرَّ مِنْ أَمْرِكَ مَا يَقُومُ بِهِ عُذْرُكَ، وَتَثْبُتُ بِهِ حُجَّتُكَ، وَخُذْ مَا يَبْقىٰ لَكَ مِمَّا لَا تَبْقىٰ لَهُ، وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ، وَشِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيرِ۔

میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تمھیں فریب نہیں دیا ہے بلکہ تم خود اس پر فریفتہ ہو، دنیا نے تمھیں واضح نصیحتوں کی طرف متوجہ کیا اور عدل وبرابری سے آگاہ کیا، اور جو وعدے تم سے کیے (جیسے بیماری وکمزوری) ان میں وہ دنیا بڑی سچی اور وفادار تھی، بجائے اس کے کہ تم سے جھوٹ بولتی، یا فریب دیتی، اور بہت سے ناصح ہیں جنھیں تم متہم جانتے ہو اور بہت سی سچّی خبریں ہیں جنھیں تم دروغ سمجھتے ہو، اگر تم ویران شہروں اور سنسان ویرانوں سے اس دنیا کی معرفت حاصل کرو، تو تم انھیں اپنا اچھا مہربان اور ناصح پاؤگے تم انھیں ایسا شفیق دوست پاؤگے، جو اس امر پر بخیل ہوگا کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے، کتنا اچھا ہے اس شخص کا گھر، جو دنیا سے دل نہیں لگاتا اور کتنی اچھی ہے وہ جگہ جسے وہ اپنا مستقل محل اقامت نہ بنائے، بلاشبہ کل کے دن دنیا کے نیک بخت وہی لوگ ہوں گے جو آج اس دنیا سے گریزاں ہیں۔

جب یہ زمین سخت لرزنے لگے گی اور اس کے ہول وسختی سے قیامت یقینی ہوجائے گی، جب ہر دین کے پیرو، ہر معبود کے پجاری اور ہر پیشوا کے تابع اس سے ملحق ہوجائیں گے، اس روز ہوا شگافتہ کرنے والی کوئی نظر اور زمین پر چلنے والے قدموں کی آہستہ روی، اس کے عدل وانصاف میں حائل نہ ہوگی، سوا راستی اور درستی کے! پس اس دن کتنی زیادہ حُجّتیں اور دلیلیں باطل اور نادرست قرار پائیں گی اور کتنے ہی عذر جنھیں کوئی پیش کرے گا، قبول نہ ہوں گے۔ پس اپنے کردار کو پرکھو، تاکہ تمھارا عذر قبول ہو، اور تمھاری محبّت برقرار رہے اس دنیا سے تم وہ چیز حاصل کرو، جو تمھارے واسطے باقی رہنے والی ہو (اطاعت خدا وخدمت خلق) اور اپنے سفر کے لیے آمادہ ہوجاؤ۔ نور نجات ورہائی پر نظر جماؤ اور اپنے چست وچالاک اونٹوں کے پالان کس لو!

۲۱۵ - ومن کلام لہٗ علیہ السلام ارشاد :

دو اہم واقعے

دورِ حکومت میں لوگوں نے کس کس طرح حضرت کو اپنی طرف مائل کر کے
اصول تڑوانا چاہے ہیں اس کے لیے یہ دو واقعے اور پھر حضرت کا کردار
قابلِ دید ہے (م ح)

وَاللّٰهِ لَأَنْ أَبِيتَ عَلَىٰ حَسَكِ
السَّعْدَانِ مُسَهَّداً، وَأُجَرَّ فِي الْأَغْلَالِ
مُصَفَّداً - أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ
وَرَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظَالِماً لِبَعْضِ الْعِبَادِ
وَغَاصِباً لِشَيْءٍ مِنَ الْحُطَامِ، وَكَيْفَ
أَظْلِمُ أَحَداً لِنَفْسٍ يُسْرِعُ إِلَى الْبِلَىٰ
قُفُولُهَا، وَيَطُولُ فِي الثَّرَىٰ حُلُولُهَا -

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ عَقِيلاً وَ
قَدْ أَمْلَقَ حَتَّى اسْتَمَاحَنِي مِنْ بُرِّكُمْ صَاعاً
وَرَأَيْتُ صِبْيَانَهُ شُعْثَ الشُّعُورِ، غُبْرَ
الْأَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ كَأَنَّمَا سُوِّدَتْ
وُجُوهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَعَاوَدَنِي مُؤَكِّداً
وَكَرَّرَ عَلَيَّ الْقَوْلَ مُرَدِّداً، فَأَصْغَيْتُ
إِلَيْهِ سَمْعِي فَظَنَّ أَنِّي أَبِيعُهُ دِينِي وَأَتَّبِعُ
قِيَادَهُ مُفَارِقاً طَرِيقَتِي، فَأَحْمَيْتُ لَهُ
حَدِيدَةً ثُمَّ أَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهِ
لِيَعْتَبِرَ بِهَا -

خدا کی قسم، سعدان کے کانٹوں پر ساری رات جاگ کر کاٹنا، یا ہتھکڑی بیڑیوں میں بندھ کر کھینچنا، مجھے اس سے زیادہ گوارا ہے کہ قیامت کے دن خدا اور رسول کے سامنے کچھ افراد کے لیے ظالم کی حیثیت سے، یا سامان دنیا میں سے کسی چیز کا غاصب بن کر حاضر ہوں۔۔۔ اور پھر کسی پر اس نفس کے لیے ظلم کروں؟ جو فنا کے لیے تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہے اور جسے قبر میں زیادہ سے زیادہ ٹھہرنا ہے۔

خدا کی قسم میں نے عقیل کو انتہائی مفلسی میں دیکھا، کہ مجھ سے تمھارے گیہوؤں کے ذخیرے سے ایک سیر سوا سیر گیہوں مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ میں نے ان کے بچوں کے سروں پر خاک دیکھی اور فقر نے ان کے چہروں کو غبار آلود بنا دیا تھا، جیسے نیل سے رنگے ہوئے ہوں۔ (ہوائیاں اڑ رہی تھیں) (عقیل) نے تاکید کے لیے بار بار کہا اور (کہی ہوئی) بات کو مکرر سہ کرر کہا، جسے میں نے پوری طرح کان لگا کر سنا، عقیل (میری توجہ دیکھ کر) سمجھے کہ میں (ان کی دنیا کے لیے)، اپنا دین بیچ ڈالوں گا۔ اور اپنا راستہ چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لوں گا۔ تو میں نے ان کے لیے لوہا گرم کیا اور ان کے جسم کے قریب لے گیا۔ کہ

نَضَجَّ ضَجِيجَ ذِي دَنَفٍ مِنْ أَلَمِهَا، وَكَادَ أَنْ يَحْتَرِقَ مِنْ مِيسَمِهَا فَقُلْتُ لَهُ: ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ يَا عَقِيلُ، أَتَئِنُّ مِنْ حَدِيدَةٍ أَحْمَاهَا إِنْسَانُهَا لِلَعِبِهِ، وَتَجُرُّنِي إِلَى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهِ، أَتَئِنُّ مِنَ الْأَذَى وَلَا أَئِنُّ مِنْ لَظَى؟

وَأَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوفَةٍ فِي وِعَائِهَا، وَمَعْجُونَةٍ شَنِئْتُهَا، كَأَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِيقِ حَيَّةٍ أَوْ قَيْئِهَا فَقُلْتُ: أَصِلَةٌ أَمْ زَكَاةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَذَلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَقَالَ: لَا ذَا وَلَا ذَاكَ وَلَكِنَّهَا هَدِيَّةٌ. فَقُلْتُ: هَبِلَتْكَ الْهَبُولُ، أَعَنْ دِينِ اللَّهِ أَتَيْتَنِي لِتَخْدَعَنِي؟ أَمُخْتَبِطٌ أَمْ ذُو جِنَّةٍ أَمْ تَهْجُرُ؟ وَاللَّهِ لَوْ أُعْطِيتُ الْأَقَالِيمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ أَفْلَاكِهَا عَلَى أَنْ أَعْصِيَ اللَّهَ فِي نَمْلَةٍ أَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِيرَةٍ مَا فَعَلْتُهُ، وَإِنَّ دُنْيَاكُمْ عِنْدِي لَأَهْوَنُ مِنْ وَرَقَةٍ فِي فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا مَا لِعَلِيٍّ وَلِنَعِيمٍ يَفْنَى، وَلَذَّةٍ لَا تَبْقَى نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ، وَقُبْحِ الزَّلَلِ وَبِهِ نَسْتَعِينُ:

وہ سبق حاصل کریں ـــــ وہ (عقیل) اس طرح چیخے جیسے کوئی بیمار چیختا ہے ـــــ (لوہا اتنا قریب لے گیا) جسم اس سے جلنے ہی کو تھا۔ میں نے کہا: عقیل تم پر رونے والیاں روئیں! اس لوہے سے تو چیخ اٹھے جسے انسان نے گرم کیا ہے؟ مگر مجھے اس آگ میں کھینچے لیے جاتے تھے، جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے روشن کیا ہے؟ تم تو اذیت سے کراہ اٹھے، میں (آتش جہنم کے) شعلوں سے نہ چیخوں؟

اور اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص[1] رات کے وقت برتن میں کوئی چیز بھرے (برتن کا منہ بند کیے لایا، جس میں ایسا حلوہ تھا جیسے سانپ کے زہر یا اس کی قے سے بنایا گیا ہے (میرے نزدیک حد سے زیادہ مکروہ اور نقصان رساں تھا) میں نے اس سے کہا یہ صلہ ہے، زکات ہے، یا صدقہ؟ یہ چیزیں تو ہم "اہل بیت" پر حرام ہیں۔ اس نے کہا ان میں کچھ نہیں، بلکہ یہ تو ایک "ہدیہ" ہے؟ میں نے کہا: رونے والیاں تم پر روئیں! کیا دین کے راستے سے مجھے فریب دینا چاہتے ہو؟ کچھ خبطی، دیوانے تو نہیں یا بک بک تو نہیں کر رہے ہو؟ بخدا اگر مجھے ہفت اقلیم اور آسمان کے نیچے کا سب کچھ اس لیے دیدیا جائے کہ میں کسی چیونٹی کے بارے میں نافرمانی خدا کروں کہ ان کا دانہ جو جسے وہ لیے جا رہی ہو چھین لوں، تو میں یہ بھی نہ کروں گا اور تمھاری یہ دنیا تو میری نگاہ میں ٹڈی کے منہ کی پتی (جسے وہ کھاتی ہے) سے زیادہ حقیر ہے۔ علیؑ کو ان فنا پذیر نعمتوں اور نہ باقی رہنے والی لذتوں سے کیا مطلب۔ ہم عقل کے خواب اور لغزشوں کی قباحتوں سے خدا کی پناہ ـ اور اس سے (ان معاملات میں) پناہ مانگتے ہیں۔

---

[1] اشعث بن قیس جو حضرتؑ کا مخلص نہ تھا (فیض)

دعا!

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ حضرت کی اس دعا کو ورد بنالے اور ہر نماز کے بعد انہی الفاظ میں خدا سے دعا کرے!

اَللّٰھُمَّ!

صُنْ وَجْھِی بِالْیَسَارِ، وَلَا تَبْذُلْ جَاھِی بِالْإِقْتَارِ، فَأَسْتَرْزِقَ طَالِبِی رِزْقِكَ، وَأَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَأُبْتَلٰی بِحَمْدِ مَنْ أَعْطَانِی وَأُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَّنَعَنِی، وَأَنْتَ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلِیُّ الْإِعْطَآءِ وَالْمَنْعِ "إِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

بارِ خدایا!

میری آبرو کو توانگری کے ساتھ محفوظ رکھنا، اور میری جاہ و منزلت کے عوض تنگ دستی اور مفلوکی نہ عطا فرمانا، مبادا میں تیرے روزی خواروں سے رزق کا طالب بن جاؤں، اور تیرے پیدا کیے ہوئے بدکردار لوگوں سے مہربانی کا تمنّائی بن جاؤں، اس شخص کی حمد وثنا میں نہ مبتلا ہو جاؤں، جو مجھے کچھ نہ دے، اور ان سب باتوں کے باوجود (دراصل) تو ہی صاحب اختیار ہے، خواہ عطا کرے، یا اپنی بخشش روک لے (تو ہر چیز پر قادر اور توانا ہے!

٢١٧ - ومن خطبة له عليه السلام — خطبہ:

یہ دنیا

دَارٌ بِالْبَلَاءِ مَحْفُوفَةٌ، وَبِالْغَدْرِ مَعْرُوفَةٌ، لَا تَدُومُ أَحْوَالُهَا، وَلَا تَسْلَمُ نُزَّالُهَا، أَحْوَالٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَتَارَاتٌ مُتَصَرِّفَةٌ، الْعَيْشُ فِيهَا مَذْمُومٌ، وَالْأَمَانُ مِنْهَا مَعْدُومٌ، وَإِنَّمَا أَهْلُهَا فِيهَا أَغْرَاضٌ مُسْتَهْدَفَةٌ، تَرْمِيهِمْ بِسِهَامِهَا، وَتُفْنِيهِمْ بِحِمَامِهَا۔

یہ گھر بلاؤں میں گھرا، بے وفائی میں مشہور ہے۔ اس کے حالات ایک رنگ پر نہیں رہتے، یہاں اترنے والے بچتے نہیں، مختلف حالات اور افتادیں بدلتی رہتی ہیں۔ اس میں زندگی قابلِ مذمت، اور امان (پناہ) ناپید ہے۔ اس کے رہنے والے نشان و ہدف ہیں۔ جن پر وہ اپنے تیر چلاتا، اور ان کی موتوں سے مارتا ہے۔

وَاعْلَمُوا، عِبَادَ اللهِ! أَنَّكُمْ وَمَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلَى سَبِيلِ مَنْ قَدْ مَضَى قَبْلَكُمْ مِمَّنْ كَانَ أَطْوَلَ مِنْكُمْ أَعْمَاراً، وَأَعْمَرَ دِيَاراً، وَأَبْعَدَ آثَاراً، أَصْبَحَتْ أَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَرِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَأَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَدِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَآثَارُهُمْ عَافِيَةً، فَاسْتَبْدَلُوا بِالْقُصُورِ الْمُشَيَّدَةِ، وَالنَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ، الصُّخُورَ وَالْأَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ، وَالْقُبُورَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ، الَّتِي قَدْ بُنِيَ بِالْخَرَابِ فِنَاؤُهَا، وَشُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا، فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ، وَسَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ، بَيْنَ أَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوحِشِينَ، وَأَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِينَ، لَا يَسْتَأْنِسُونَ بِالْأَوْطَانِ،

بندگانِ خدا، یاد رکھو! تم اور جس دنیاوی ماحول میں تم ہو، یہ سب اسی راستے پر ہے جس پر تمھارے پہلے والے گذر چکے، ان کی عمریں تم سے بڑی، ان کے شہر تم سے زیادہ آباد، ان کے آثار تم سے زیادہ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے مگر اب ان کی آوازیں خاموش ان کی (بندھی) ہوائیں بند، ان کے جسم بوسیدہ، ان کی آبادیاں ویران، ان کے نشانات مٹ چکے ہیں۔ انھوں نے مضبوط محلات اور دبیز (شکن) بچھے ہوئے فرش کو سخت زمینوں، پتھروں کی چٹانوں اور بیٹھی ہوئی قبروں سے بدل لیا۔ یہ قبریں وہ ہیں، جن کے صحن ویرانی پر بنائے گئے ہیں۔ مٹی سے ان کی بنیاد (مضبوط) کی گئی ہے۔ یہ قبریں آپس میں قریب قریب ہیں، لیکن ان میں رہنے والے (اجنبی) مسافر، اس محلے میں ہیں جہاں کے لوگ گھبرائے ہوئے، دیکھنے میں بے کار (بظاہر کوئی فکر نہیں) لیکن (بے حد) مشغول (فکر عذاب و ثواب) یہ لوگ وطن (قبرستان) سے مانوس،

وَلَا يَتَوَاصَلُونَ تَوَاصُلَ الْجِيرَانِ، عَلَى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ وَدُنُوِّ الدَّارِ وَكَيْفَ يَكُونُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَقَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلَى، وَأَكَلَتْهُمُ الْجَنَادِلُ وَالثَّرَى؟ وَكَانَ قَدْ صِرْتُمْ إِلَى مَا صَارُوا إِلَيْهِ، وَارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ وَضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ، فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ، وَبُعْثِرَتِ الْقُبُورُ؟ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ، وَرُدُّوا إِلَى اللهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ، وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ)

اور ہمسایوں کے سے تعلقات نہیں رکھتے، حالانکہ پڑوس بالکل قریب اور گھر بالکل نزدیک ہیں - اور دراصل تو یہ ہے کہ) ان میں میل ملاقات ہو کیسے، کہ بوسیدگی (دفنا) نے انھیں اپنی چکّی میں پیس دیا، اور خاک اور پتھروں نے انھیں کھا لیا ہے؟ — جہاں وہ گئے (جواُن کا حشر ہوا) وہیں تمھیں جانا (اور وہی تمھارا حشر ہونا) ہے - قبروں نے تمھیں رہن رکھا ہے، اس امانت گاہ (قبر) کو تمھیں ہم آغوش کرنا ہے - پھر اس وقت کیا ہوگا، جب تمام معاملات ختم ہو نگے (حساب کتاب کی خبریں حقیقت بنیں گی)؟ قبروں سے مردے محشور ہو نگے؟ (بقول قرآن) وہیں ہر نفس ماضی (کے اعمال) میں آزمایا جائے گا اور سب اپنے حقیقی مولا (خداوند برحق) کے حضور میں پیش کیے جائیں گے اور جو کچھ گڑھا (اور افترا) کیا تھا وہ راستہ بھول جائے" (بت اور خیالی خدا لاپتہ ہو نگے س ۱۰ ی ۳۰)

۱؎ کَلْکَل : اونٹ کا سینہ، اونٹ کی عادت ہے کہ وہ سینہ سے دبا کے مارتا ہے۔
جَنَادِلُ : جمع جندل : پتھر، م ح

-۲۱۸

دعا

اَللّٰهُمَّ!

إِنَّكَ آنَسُ الْآنِسِينَ لِأَوْلِيَائِكَ، وَأَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ، تُشَاهِدُهُمْ فِي سَرَائِرِهِمْ، وَتَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِي ضَمَائِرِهِمْ، وَتَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَائِرِهِمْ، فَأَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوفَةٌ، وَقُلُوبُهُمْ إِلَيْكَ مَلْهُوفَةٌ، إِنْ أَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ آنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَإِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَائِبُ لَجَأُوا إِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ عِلْمًا بِأَنَّ أَزِمَّةَ الْأُمُورِ بِيَدِكَ، وَمَصَادِرَهَا عَنْ قَضَائِكَ۔

بارِ خدایا!

تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام دوستوں سے زیادہ (اچھا) دوست اور جو لوگ تجھ پر توکل کرتے ہیں، ان کی صلاح کار کے لیے تو ہمہ وقت موجود ہے، تو ان کے پوشیدہ کاموں کو دیکھتا ہے۔ ان کے ہر خیال اور اندیشہ سے آگاہ ہے۔ تو ان کی بینائی (بصیرت) اور عقلوں کا اندازہ جانتا ہے۔ ان کے راز تیرے نزدیک آشکار، اور ان کے دل (ہمہ وقت) تیری ہی جانب نگراں ہیں، اگر تنہائی میں وحشت انھیں گھیر لیتی ہے تو تیرا ذکر ہی انھیں مانوس کر سکتا ہے، اگر وہ ہجوم اندوہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو تیری ہی پناہ ڈھونڈھنے کا وسیلہ تلاش کرنے لگتے ہیں، کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ سررشتۂ کار تیرے (منشا و قدرت) ہی کے ہاتھ میں ہے اور ان کے صادر ہونے کی جگہ، تیری ہی قضا و قدر ہے۔

اَللّٰهُمَّ!

إِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَسْأَلَتِي، أَوْ عَمِهْتُ عَنْ طِلْبَتِي، فَدُلَّنِي عَلَى مَصَالِحِي، وَخُذْ بِقَلْبِي إِلَى مَرَاشِدِي، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ، وَلَا بِبِدْعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ۔

بارِ خدایا!

اگر میں یہ نہ جانوں کہ کیا چاہتا ہوں؟ اور اپنی درخواست سے پریشان بن جاؤں، تو جس میں میری صلاح ہو، اسی طرف میری رہنمائی فرما، اور میرے دل کو اس طرف متوجہ کر دے جس میں میرے لیے خیر اور بہتری ہو پس یہ بات نہ تیری ہدایت کے خلاف ہے، نہ تیری سربراہی کے لیے کوئی نئی چیز ہے!

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِي عَلَى عَفْوِكَ، وَلَا تَحْمِلْنِي عَلَى عَدْلِكَ۔

بارِ خدایا! میرے ساتھ اپنی عفو و بخشش کو ملحوظ رکھ کر سلوک کر، نہ کہ دادگر اور عادل بن کر!

۲۱۹- ومن کلام لہٗ علیہ السلام ایک ارشاد:

کِسی کی یاد

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ، فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ، وَدَاوَى الْعَمَدَ، وَأَقَامَ السُّنَّةَ، وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ، ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ، أَصَابَ خَيْرَهَا، وَسَبَقَ شَرَّهَا، أَدَّى إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ، رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ، لَا يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي.

خدا فلاں کے شہروں کو برکت دے اور ان کی محافظت فرمائے، کہ اس نے کجی کو راست کیا، بیماری کا معالجہ کیا اور سنّت کو قائم کیا، فتنہ کو ختم کر دیا۔ پاک جامہ و کم عیب اس دنیا سے رخصت ہوا، خلافت کی نیکی تک پہنچا اور اس کے شر سے گزر گیا، خدا کی طاعت بجا لایا، اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا، اس کی طاعت کا حق (اچھی طرح سے) ادا کیا (لیکن وہ) اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ لوگوں کو گوناگوں، راستوں پر ڈال دیا۔ جن میں گمراہ راہ یاب نہیں ہو سکتے اور راہ یافتہ یقین پر قائم نہیں رہ سکتے![1]

---

[1] حالات وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملے حضرت سلیمان فارسی کی وفات کے وقت ارشاد فرماتے ہوں گے۔

۲۲۰۔ ومن کلام لہٗ علیہ السلام   ارشاد:

بیعت کا پس منظر

(فِی وَصْفِ بَیْعَتِہٖ بِالْخِلَافَۃِ، وَقَدْ تَقَدَّمَ مِثْلُہٗ بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَۃٍ)

بیعت خلافت کا بیان، جس کا ذکر کلام ۵۳ اور ۱۳۷ میں بھی گزر چکا ہے۔

وَبَسَطْتُمْ یَدِیْ فَکَفَفْتُھَا، وَمَدَدْتُمُوْھَا فَقَبَضْتُھَا، ثُمَّ تَدَاکَکْتُمْ عَلَیَّ تَدَاکَّ الْاِبِلِ الْھِیْمِ عَلٰی حِیَاضِھَا یَوْمَ وُرُوْدِھَا، حَتّٰی انْقَطَعَتِ النَّعْلُ، وَسَقَطَ الرِّدَآءُ، وَوُطِئَ الضَّعِیْفُ۔ وَبَلَغَ مِنْ سُرُوْرِ النَّاسِ بِبَیْعَتِھِمْ اِیَّایَ اَنِ ابْتَھَجَ بِھَا الصَّغِیْرُ، وَھَدَجَ اِلَیْھَا الْکَبِیْرُ، وَتَحَامَلَ نَحْوَھَا الْعَلِیْلُ، وَحَسَرَتْ اِلَیْھَا الْکِعَابُ۔

تم نے میرا ہاتھ کھولا، مگر میں نے اسے روکا، تم نے میرا ہاتھ کھینچا مگر میں نے اسے سمیٹا۔ پھر تم میرے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ بارے کے دن پانی پینے کی جگہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ (جمع کی بے تابی اور دھکم دھکا سے) جوتے کے تسمے ٹوٹ گئے اور عبا گر گئی۔ کمزور کچل گئے۔ لوگ بیعت کرنے کے بعد اس قدر خوش تھے کہ اس سے بچوں کو بھی مسرت تھی۔ بوڑھے اور بیمار اور (پردہ نشین، نوجوان) عورتیں بھی دوڑ پڑی تھیں۔

خطبہ:

۲۲۱ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام

دنیا اور آخرت والے

یہ فصاحت آفرین اقتباس جو بلاغت کی جان اور ادب کی روح ہے، دنیا، عبرت، فنا اور فلسفۂ ایمان کا وہ بیان ہے جیسے امیرالمومنینؑ ہی بیان فرما سکتے تھے۔

فَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ، وَذَخِيرَةُ مَعَادٍ، وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ، بِهَا يُنْجِحُ الطَّالِبُ، وَيَنْجُو الْهَارِبُ، وَتُنَالُ الرَّغَائِبُ، فَاعْمَلُوا وَالْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَالتَّوْبَةُ تَنْفَعُ، وَالدُّعَاءُ يُسْمَعُ، وَالْحَالُ هَادِئَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ، وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ عُمُراً نَاكِساً، أَوْ مَرَضاً حَابِساً، أَوْ مَوْتاً خَالِساً، فَإِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ، وَمُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ، وَمُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ، زَائِرٌ غَيْرُ مَحْبُوبٍ، وَقِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوبٍ، وَوَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوبٍ، قَدْ أَعْلَقَتْكُمْ حَبَائِلُهُ، وَتَكَنَّفَتْكُمْ غَوَائِلُهُ، وَأَقْصَدَتْكُمْ مَعَابِلُهُ، وَعَظُمَتْ فِيكُمْ سَطْوَتُهُ، وَتَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهُ، وَقَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهُ، فَيُوشِكُ أَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِي ظُلَلِهِ، وَاحْتِدَامُ عِلَلِهِ، وَحَنَادِسُ غَمَرَاتِهِ، وَغَوَاشِي سَكَرَاتِهِ، وَ

بے شک تقوائے الٰہی استواری، قیامت کے دن کا کارآمد سامان، ہر غلامی سے آزادی، اور ہر ہلاکت سے نجات ہے۔ اسی کے سہارے ہر خواہش مند کامیاب، اور (پریشانیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے۔ دل پسند چیزیں (جنت و ثواب اخروی) حاصل کی جاتی ہیں۔

تو عمل کرو کہ عمل بلند کیا جاتا (اور قبول ہوتا) ہے اور توبہ نفع دیتی، اور دعا سنی (اور قبول کی) جاتی ہے۔ اس وقت حالات (بمقابلہ روز قیامت) پرسکون، اور (کرام کاتبین کے) قلم چل رہے ہیں (جو کرو گے لکھ لیا جائے گا اور روز قیامت کام آئے گا) اعمال کے سلسلے میں جلدی کرو کہ زندگی انقلاب پذیر ہے یا مرض اسے بے کار کر دینے والے ہیں، یا موت اچک لینے والی ہے۔ کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو ختم اور خواہشات کو بے کیف بنانے والی اور تمہارے مقاصد سے تمہیں دور کرنے والی ہے۔ وہ ناپسندیدہ مہمان، ناقابل تسخیر مقابل اور ایسی کینہ پرور ہے جو قابو میں نہیں آتی (دیکھو!) اس کے پھندے تمہارے گلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کی تباہ کاریاں تمہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اس کے (تیروں کے) سوفار تمہیں نشانہ

أَلِيمُ إِرْهَاقِهِ، وَدُجُوُّ أَطْبَاقِهِ، وَجُشُوبَةُ
مَذَاقِهِ، فَكَأَنْ قَدْ أَتَاكُمْ بَغْتَةً فَأَسْكَتَ
نَجِيَّكُمْ، وَفَرَّقَ نَدِيَّكُمْ، وَعَفَّى آثَارَكُمْ
وَعَطَّلَ دِيَارَكُمْ، وَبَعَثَ وُرَّاثَكُمْ يَقْتَسِمُونَ
تُرَاثَكُمْ، بَيْنَ حَمِيمٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْفَعْ، وَقَرِيبٍ
مَحْزُونٍ لَمْ يَمْنَعْ. وَآخَرَ شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ
فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَالِاجْتِهَادِ، وَالتَّأَهُّبِ وَ
الِاسْتِعْدَادِ وَالتَّزَوُّدِ فِي مَنْزِلِ الزَّادِ،
وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ
كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُونِ
الْخَالِيَةِ، الَّذِينَ احْتَلَبُوا دِرَّتَهَا، وَ
أَصَابُوا غِرَّتَهَا، وَأَفْنَوْا عِدَّتَهَا، وَأَخْلَقُوا
جِدَّتَهَا، أَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ أَجْدَاثاً، وَ
أَمْوَالُهُمْ مِيرَاثاً لَا يَعْرِفُونَ مَنْ أَتَاهُمْ،
وَلَا يَحْفِلُونَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَلَا يُجِيبُونَ مَنْ
دَعَاهُمْ فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا غَدَّارَةٌ
خَدُوعٌ، مُعْطِيَةٌ مَنُوعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ،
لَا يَدُومُ رَخَاؤُهَا، وَلَا يَنْقَضِي عَنَاؤُهَا،
وَلَا يَرْكُدُ بَلَاؤُهَا.

بنائے ہیں۔ ان کا تم پر اقتدار بہت زیادہ اور حملے مسلسل، اور (تم)
نشانوں سے اس (زنلوار) کا اچٹنا ناممکن ہے۔ تو بہت جلد
اس کے سایوں کا اندھیرا اور بیماریوں کی شدت، اور سختیوں
کی تاریکیاں، بے ہوشیوں کا چھانا، اور جان کنی کا دکھ، اور
اس (موت) کے تہہ جمانے، مزے کی تلخی قریب ہے، گویا کہ
وہ (موت) فوراً آگئی تو تمہارے محرمان راز کو چپ کر گئی۔ تمہاری
محفل کو منتشر کر دیا، تمہارے نشانات کو مٹا کر، آبادیوں کو معطل
(وویران) کر دیا۔ اور تمہارے وارثوں کو بھیجا کہ تمہاری میراث
تقسیم کریں (یہ سب اس ماحول میں ہو رہا ہے کہ) خاص الخاص
دوست ہیں جو فائدہ نہیں پہنچا سکتے، اور ایسے وابستہ اور
قریب (ترین) اشخاص ہیں جو غم گیں ہیں مگر کچھ روک نہیں سکتے،
اور ایسے ہنسی اڑانے والے ہیں جو روتے نہیں۔ لہٰذا تمھیں
کوشش و کاوش کرنا چاہیئے، تیاری اور آمادگی رکھنا چاہیے
منزل کے لیے سامان سفر لے لو، اور یہ دنیا کہیں تم کو اس
طرح دھوکا نہ دے۔ جیسے گذشتہ امتوں اور صدیوں میں
تم سے پہلے والوں کو (مبتلائے فریب) کیا۔ ان لوگوں نے
اس سے خوب فائدے اٹھائے اور بڑے اچھے اچھے نفع
پائے۔ دنیا کا سامان ختم کر دیا اور اس کے نئے پن کو پرانا
کر دیا۔ (ہر طرح کی داد عشرت دی اور سب کچھ مزے کر لیے)
آج ان کے گھر مٹی کے ڈھیر، اور مال میراث بن چکے ہیں،
انھیں نہیں معلوم کہ ان پر کون قابض ہوا، اور انھیں پرواہ
نہیں کہ کون رویا، جو انھیں پکارے یہ تو اسے جواب (بھی) نہیں
دیتے۔ اس لیے دنیا سے ڈرو کہ یہ بڑی بے وفا، دھوکا دینے
والی، دے کر لینے والی، پہنا کر اتار لینے والی ہے اس کی آسانیاں
ہمیشہ نہیں رہتیں، اس کے دکھ ختم نہیں ہوتے، اس کی بلائیں رکتی نہیں۔

مِنْهَا — فِي صِفَةِ الزُّهَّادِ - اسی خطبے کا اقتباس جس میں زاہدوں کی تعریف ہے

كَانُوا قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَلَيْسُوا مِنْ أَهْلِهَا، فَكَانُوا فِيهَا كَمَنْ لَيْسَ مِنْهَا: عَمِلُوا فِيهَا بِمَا يُبْصِرُونَ، وَبَادَرُوا فِيهَا مَا يَحْذَرُونَ، تَقَلَّبُ أَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِ الْآخِرَةِ يَرَوْنَ، أَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُونَ مَوْتَ أَجْسَادِهِمْ، وَهُمْ أَشَدُّ إِعْظَامًا لِمَوْتِ قُلُوبِ أَحْيَائِهِمْ -

(زاہد و پارسا) وہ لوگ ہیں، جو (ظاہر میں) اہل دنیا ہیں لیکن (باطن میں) اہل دنیا نہیں ہیں، پس دنیا میں اس شخص کی طرح رہتے ہیں، جو اہل دنیا میں سے نہیں ہے، اور دنیا میں ان کا عمل، اس چیز کی طرح ہے، کہ جسے (بعد از مرگ) وہ دیکھ رہے ہیں، اور دفع عذاب کے لیے اس سے ڈر رہے ہیں، اور تعجیل کر رہے ہیں، ان کے اجسام اہل آخرت کے مابین گردش میں ہیں، اہل دنیا کو دیکھتے ہیں کہ اپنے جسم کی موت کو اہمیت دیتے ہیں، اور وہ اپنے دل زندہ کی موت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

*

خطبہ: ۲۲۲ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام

نعتِ پیغمبرؐ

حضرتؑ کے خطبے کا ایک مختصر سا انتخاب جسے سید رضی نے اس کی معنویت و اختصار کے باوجود جامعیت کے لحاظ سے نقل کر لیا۔

خَطَبَهَا بِذِي قَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى الْبَصْرَةِ ذَكَرَهَا الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ:

(یہ خطبہ امیرالمومنینؑ نے مقام ذی قار[1] میں دیا تھا، جب آپ بصرہ تشریف لیے جا رہے تھے واقدی نے اس خطبہ کو اپنی کتاب جمل میں درج کیا ہے)

فَصَدَعَ بِمَا أُمِرَ بِهِ، وَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ، فَلَمَّ اللهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَرَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ، وَأَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُورِ، وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ۔

پیغمبر اکرمؐ جس بات پر مامور تھے، وہ انھوں نے بیان فرما دی، (پیغام و احکام) پروردگار انھوں نے (لوگوں تک) پہنچا دیا، پس پروردگار نے آپؐ کے وسیلہ سے گیختہ کو منظم کر دیا اور پراگندہ کو مجتمع کر دیا، ذوی الارحام کے درمیان الفت پیدا کر دی، جبکہ سینوں میں عداوت اور دشمنی کی آگ بھڑک چکی تھی اور آگ بھڑکانے والے کینے دلوں میں بھرے ہوئے تھے۔

---

[1] ذی قار: موضع نزدیک بصرہ - ن تہران -

ارشاد: ۲۲۳- ومن کلام لہٗ علیہ السلام

اندوختۂ شمشیر

ان کلمات مرتضوی سے امیر المومنین کی جلالت شان اور سیرت و کردار کا ایسا مرقّع سامنے آتا ہے، جو ہر مسلمان کے لیے دلیل راہ ہے۔

كَلَّمَ بِهِ عَبْدَ اللهِ ابْنَ زَمْعَةَ، وَهُوَ مِنْ شِيْعَتِهِ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَيْهِ فِي خِلَافَتِهِ يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّمَا هُوَ فَيْءٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَجَلْبُ أَسْيَافِهِمْ، فَإِنْ شَرِكْتَهُمْ فِي حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ، وَإِلَّا فَجَنَاةُ أَيْدِيهِمْ لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِ أَفْوَاهِهِمْ.

عبد اللہ ابن زمعہ امیر المومنین کا ایک شیعہ تھا، وہ آپ کے دورِ خلافت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے روپیہ مانگا،

جواب میں آپ نے فرمایا:-

یہ مال نہ میرا ہے نہ تیرا ہے، بلکہ مسلمانوں کی غنیمت ہے اور ان کی تلواروں کا جمع کردہ مال ہے - اگر تو ان کے ساتھ شریک کارزار ہوا ہوتا تو تجھے بھی ان کی طرح نصیب و بہرہ مل جاتا، اور اگر نہیں ہوا (تو تیرا کوئی حصّہ بھی نہیں ہے کیونکہ) مسلمانوں کے ہاتھوں کی کمائی، دوسروں کے منہ میں نہیں ڈالی جاسکتی!

۲۲۴- ومن کلام لہٗ علیہ السلام

ارشاد:

امیرِ سخن

بہ ظاہر یہاں زبان کی حقیقت اور ماہیت پر امیرالمومنین نے کلام فرمایا ہے۔ لیکن درحقیقت ان چند کلمات میں انسان کے کردار اور گفتار کی پوری ماہیت بیان فرمادی ہے!

أَلَا!

اِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِنَ الْاِنْسَانِ، فَلَا يُسْعِدُهُ الْقَوْلُ إِذَا امْتَنَعَ، وَلَا يُمْهِلُهُ النُّطْقُ إِذَا اتَّسَعَ، وَإِنَّا لَأُمَرَاءُ الْكَلَامِ، وَفِينَا تَنَشَّبَتْ عُرُوقُهُ، وَعَلَيْنَا تَهَدَّلَتْ غُصُونُهُ۔

خبردار[1] ـــــ !

زبان، انسان (کے اعضا) کا ایک ٹکڑا ہے، مگر گویائی اس وقت اس کا ساتھ نہیں دیتی، جب بولنے والا کمزور ہو، اور گفتار زبان مہلت نہیں دیتی، جب بولنے والا توانا ہو، اور ہم (خاندان رسالت) امیر سخن ہیں (سخن ہماری فرماں روائی میں ہے) اس کے ریشے ہماری رگ رگ میں بھرے ہوئے ہیں اور اس کی شاخیں ہم پر سایہ فگن ہیں۔

وَاعْلَمُوا- رَحِمَكُمُ اللهُ- أَنَّكُمْ فِي زَمَانٍ اَلْقَائِلُ فِيهِ بِالْحَقِّ قَلِيلٌ، وَاللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِيلٌ، وَاللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِيلٌ، أَهْلُهُ مُعْتَكِفُونَ عَلَى الْعِصْيَانِ، فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَشَائِبُهُمْ آثِمٌ، وَعَالِمُهُمْ مُنَافِقٌ، وَقَارِئُهُمْ مُمَاذِقٌ، لَا يُعَظِّمُ صَغِيرُهُمْ كَبِيرَهُمْ، وَلَا يَعُولُ غَنِيُّهُمْ فَقِيرَهُمْ۔

جان لو، خدا تم پر رحم فرمائے، تم ایسے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہو، کہ جس میں حق کہنا گم ہو گیا ہے اور زبان راست گوئی سے کند ہو گئی ہے، اور حق گو خوار ہو گیا ہے۔ لوگ (خدا اور رسولؐ کی) نافرمانی پر آمادہ رہتے ہیں اہل حق معتکف ہو گئے ہیں۔ ان کے جوان بدخو، اور بڈھے گناہ گار ہیں، ان کے دانا منافق اور بولنے والے چاپلوس، ان کے چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کرتے، اور ان کے امیر، غریبوں کی دستگیری نہیں کرتے۔

---

[1] ایک روز امیرالمومنین نے اپنے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی سے فرمایا آج خطبہ تم دو۔ جعدہ منبر پر پہنچے لیکن کچھ نہ کہہ سکے۔ پس حضرت اٹھے اور منبر پر تشریف لا کر خطبہ دیا جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ (ن۔ طہران ص۴۲۰)

۲۲۵ - ومن کلام لہٗ علیہ السلام ارشاد :

نفسیاتی نکتہ ــــ اختلافات کاراز

ذِعلب یمانی ، احمد بن قتیبہ ، اور وہ عبداللہ بن یزید سے اور وہ مالک بن دِحیہ
سے نقل کرتے ہیں کہ : ہم امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر تھے ، وہاں لوگوں کے
اختلاف کا ذکر چھڑ گیا ۔ حضرتؑ نے فرمایا : (رضیؒ)

إِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِئُ طِينِهِمْ
وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا فِلْقَةً مِنْ سَبَخِ أَرْضٍ
وَعَذْبِهَا ، وَحَزْنِ تُرْبَةٍ وَسَهْلِهَا ، فَهُمْ
عَلَى حَسَبِ قُرْبِ أَرْضِهِمْ يَتَقَارَبُونَ ، وَعَلَى
قَدْرِ اخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُونَ ، فَتَامُّ الرُّوَاءِ
نَاقِصُ الْعَقْلِ ، وَمَادُّ الْقَامَةِ قَصِيرُ الْهِمَّةِ
وَزَاكِي الْعَمَلِ قَبِيحُ الْمَنْظَرِ ، وَقَرِيبُ الْقَعْرِ
بَعِيدُ السَّبْرِ ، وَمَعْرُوفُ الضَّرِيبَةِ مُنْكَرُ
الْجَلِيبَةِ ، وَتَائِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ ،
وَطَلِيقُ اللِّسَانِ حَدِيدُ الْجَنَانِ ۔

ان (کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان) کی فطرت نے انھیں شروع
ہی میں ایک دوسرے سے الگ کردیا ، اس لیے کہ یہ شور و شیریں ، ہموار و
ناہموار زمین کے ٹکڑے تھے (کسی کی خاک کیسی اور کسی کی مٹی کیسی تھی)
تو یہ زمین کی قربت کی وجہ سے قریب (اور متحد) ہیں اور اپنے اختلاف
(مرکزِ خاکی) کی بنا پر جدا جدا ہیں ۔ چنانچہ (اسی کا اثر ہے کہ کسی کی صورت
شکل تو اچھی لیکن عقل ناقص ہوتی ہے اور قد کشیدہ مگر ہمت چھوٹی
ہوتی ہے اور عمل اچھا مگر صورت خراب ، گہرائی قریب (پستہ قد)
لیکن عقل کے گہرے ۔ طبیعت کے اچھے اور خصلتوں میں بدتر ،
دل پریشان ، عقل متفرق (و بے کار) اور زبان چلتی ہوئی ، مگر
دل بڑا مضبوط ۔

۲۲۶ - ومن کلام لہ علیہ السلام ارشاد :

فراقِ رسولؐ

یہ کلمات امیرالمومنین نے اس وقت ادا فرمائے تھے جب آپ نے رسولِ اکرمؐ کو غسل دیا تھا (رضیؓ) اور کفن پہنایا تھا۔ ایک ایک لفظ عشقِ رسولؐ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ، خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ، وَعَمَمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سَوَاءً، وَلَوْلَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَأَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُونِ وَلَكَانَ الدَّاءُ مُمَاطِلًا، وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا، وَقَلَّا لَكَ وَلٰكِنَّهُ مَا لَا يُمْلَكُ رَدُّهُ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهُ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ، وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان اے رسولِ خداؐ آپ کی وفات سے نبوت، احکام الٰہی اور اخبارِ آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، جو دوسرے (پیغمبروں) کی وفات پر کبھی نہیں ہوا تھا۔[۱] آپ کی خصوصیت یہ (بھی) تھی کہ دوسری مصیبتوں سے آپ نے تسلی دے دی، (کیونکہ آپ کی مصیبت ہر مصیبت سے بزرگ تر ہے) اور (دنیا سے رحلت فرمانے کی بنا پر) آپ کو یہ عمومیت حاصل ہے کہ آپ کے (ماتم) میں تمام لوگ یکساں (دردمند اور سینہ فگار) ہیں، اور اگر آپ نے شکیبائی کا حکم نہ دیا ہوتا اور نالہ و فریاد و فغاں سے منع نہ فرمایا ہوتا، تو یقیناً (آپ کے فراق میں) آنکھوں کا سرچشمہ اشک (روتے روتے) ہم خشک کر دیتے ہمارا درد و غم پیوستہ رہتا اور غم و حزن ہمیشہ باقی رہتا اور (اشک چشم کا خشک ہو جانا اور حزن و اندوہ کا دائمی ہونا آپ کی (جدائی کی) مصیبت میں بہت کم ہے لیکن موت وہ چیز ہے کہ جس کا برطرف کرنا ممکن نہیں اور جس کا دفع کرنا ناممکن ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اپنے پروردگار کے ہاں ہمیں یاد رکھیے گا اور ہمیں اپنے دل میں رکھیے گا۔

۱؎ کیونکہ ہر پیغمبر کی وفات کے بعد [illegible] آ جاتا تھا، اور اس طرح وحی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ چونکہ خاتم النبیین تھے اس لیے یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ [illegible] طہران ص ۶۲۳)

۲۲۷۔ ومن خطبة لهٗ علیه السلام

خطبہ:

چیونٹی اور ٹڈی

چیونٹی کتنی معمولی چیز ہے؟ اور ٹڈی کی بساط ہی کیا ہے؟ مچھر کی طرح مثل دی جاسکتی ہے، لیکن ان دونوں حقیر جانوں میں امیر المومنین نے خدا کی جو نشانیاں دیکھی ہیں انھیں فاش و برملا، ان لوگوں تک پہنچا دیا ہے، جو نصیحت قبول کرنے والے قلب کے مالک ہیں، جو خدا کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں، سمجھتے ہیں، پرکھتے ہیں اور ان سے پورا پورا سبق حاصل کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَا تُدْرِکُهُ الشَّوَاهِدُ، وَلَا تَحْوِیْهِ الْمَشَاهِدُ، وَلَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ الدَّالُّ عَلٰی قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ، وَبِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰی وُجُوْدِهٖ۔ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰی اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ، اَلَّذِی صَدَقَ فِی مِیْعَادِهٖ وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ، وَقَامَ بِالْقِسْطِ فِی خَلْقِهٖ، وَعَدَلَ عَلَیْهِمْ فِی حُکْمِهٖ مُسْتَشْهِدٌ بِحُدُوْثِ الْاَشْیَآءِ عَلٰی اَزَلِیَّتِهٖ وَبِمَا وَسَمَهَا بِهٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰی قُدْرَتِهٖ وَبِمَا اضْطَرَّهَا اِلَیْهِ عَنِ الْفَنَآءِ عَلٰی دَوَامِهٖ وَاحِدٌ لَّا بِعَدَدٍ، وَدَآئِمٌ لَّا بِاَمَدٍ، وَقَائِمٌ لَّا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ، وَتَشْهَدُ لَهُ الْمَرَآئِیْ لَا بِمُحَاضَرَةٍ، لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ، بَلْ تَجَلّٰی لَهَا بِهَا،

اس خدا کی حمد و ثنا جسے حواس نہیں پا سکتے، نہ جسے احاطہ کر سکتی ہیں، نہ نگاہیں دیکھ سکتی ہیں، نہ پردے چھپا سکتے ہیں۔ جو اپنے قدیم ہونے پر مخلوق کی ایجاد سے دلیل قائم کر چکا، اور اسے حادث کر کے اپنے وجود کا ثبوت دے چکا۔ اور ان (مخلوقات) کو ہم صورت بنا کر (یہ بتا دیا) کہ اس کی کوئی شبیہ نہیں۔ وہ خدا! جو اپنے وعدوں میں سچا ہے، جو بندوں پر ظلم کرنے سے بہت بلند ہے، وہ اپنی مخلوق میں عدل کو قائم کیے، اور فیصلوں میں انصاف لیے ہوئے ہے۔ اس نے چیزوں کو حادث (معدوم کو پیدا) کر کے اپنی ازلیت پر گواہ پیش کر دیے (کہ وہ ہمیشہ سے ہے) اور ان کی عاجزی (بے چارگی) کو اپنی قدرت اور اضطرار (مجبوری) فنا کو اپنی لازوالی پر دلیل بنایا۔ وہ باقی ہے، لیکن انتہا (کے تصور) سے وابستہ نہیں۔ وہ قائم ہے، لیکن ستون (شریک) کے سہارے نہیں۔ وہ ذہنوں میں آتا ہے، مگر حواس (کے ذریعے) سے نہیں، آنکھیں اسے دیکھتی ہیں لیکن آمنے سامنے ہو کر نہیں۔ سوچنے کی قوتیں اسے گھیر نہیں سکیں، بلکہ

وَبِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا، وَإِلَيْهَا حَاكَمَهَا، لَيْسَ بِذِي كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيماً، وَلَا بِذِي عِظَمٍ تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيداً، بَلْ كَبُرَ شَأْناً، وَعَظُمَ سُلْطَاناً۔

ان کے سامنے جلوہ فگن ہوا اور مخلوق کے پردے میں آیات دکھا کر ظاہر ہوا) اور اسی ظہور سے ان قوتوں کو (حقیقت) پہچاننے سے روک دیا پھر ان قوتوں کو انہیں کا حاکم بنایا (کہ وہ بصیرت حقیقت فہمی خداوندی کے امکان کا فیصلہ کریں کہ عام چیزوں کی طرح وہ سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟) وہ ان معنوں میں بڑا نہیں کہ انتہائیں (حدود وجہات) اس پر ختم ہوتی ہیں اور اس کے جسم نے اسے بڑا بنا دیا۔ نہ ایسی بزرگی والا کہ حدیں اس پر انتہا پا جائیں اور اس کے بدن (مرکب عنصری) ہونے نے اسے عظیم بنا دیا ہو، بلکہ (اس کی عظمت وکبریائی کا مطلب یہ ہے کہ) اس کی شان بڑی اور اقتدار عظیم ہے۔

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الصَّفِيُّ، وَأَمِينُهُ الرَّضِيُّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، أَرْسَلَهُ بِوُجُوبِ الْحُجَجِ، وَظُهُورِ الْفَلَجِ، وَإِيضَاحِ الْمَنْهَجِ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِهَا، وَحَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالّاً عَلَيْهَا، وَأَقَامَ أَعْلَامَ الِاهْتِدَاءِ، وَمَنَارَ الضِّيَاءِ، وَجَعَلَ أَمْرَاسَ الْإِسْلَامِ مَتِينَةً، وَعُرَى الْإِيمَانِ وَثِيقَةً۔

اور میں گواہ ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور منتخب رسولؐ اور پسندیدہ امانت دار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ۔ خدا نے انھیں ایسی دلیلیں دیں کہ لوگ مان جائیں اور کھلی ہوئی فتح، اور راہ ہدایت کو واضح کرنے کے لیے بھیجا، انھوں نے رسالت کا پیغام کھلم کھلا پہنچایا اور لوگوں کو کھلے راستے پر لگا کر راستہ بتا دیا۔ ہدایت کے جھنڈے گاڑ دیے، روشنی کے منارے بلند کر دیے اور اسلام وایمان کی رسی کو مضبوط ومحکم بنا دیا۔

مِنْهَا ———— اسی کا ایک اقتباس

فِي صِفَةِ عَجِيبِ خَلْقِ أَصْنَافٍ مِنَ الْحَيَوَانِ۔

صفات خداوند متعال ومدح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ نے اصناف حیوان کے عجائب خلقت کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَوْ فَكَّرُوا فِي عَظِيمِ الْقُدْرَةِ، وَ

اگر لوگ خدا کی عظیم قدرتوں اور جسیم نعمتوں (کے حقائق) پر)

جَسِيمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوا إِلَى الطَّرِيقِ، وَ خَافُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ، وَلٰكِنَّ الْقُلُوبَ عَلِيلَةٌ، وَالْبَصَائِرَ مَدْخُولَةٌ! أَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى صَغِيرِ مَا خَلَقَ كَيْفَ أَحْكَمَ خَلْقَهُ، وَ أَتْقَنَ تَرْكِيبَهُ، وَفَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَسَوّٰى لَهُ الْعَظْمَ وَالْبَشَرَ —؟

أُنْظُرُوا إِلَى النَّمْلَةِ فِي صِغَرِ جُثَّتِهَا، وَلَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، وَلَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَلَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلَى أَرْضِهَا، وَصُبَّتْ عَلَى رِزْقِهَا! تَنْقُلُ الْحَبَّةَ إِلَى جُحْرِهَا، وَتُعِدُّهَا فِي مُسْتَقَرِّهَا، تَجْمَعُ فِي حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَ فِي وِرْدِهَا لِصَدَرِهَا، مَكْفُولَةٌ بِرِزْقِهَا، مَرْزُوقَةٌ بِوِفْقِهَا لَا يُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَلَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ، وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ وَ الْحَجَرِ الْجَامِسِ، وَلَوْ فَكَّرْتَ فِي مَجَارِي أَكْلِهَا وَفِي عُلْوِهَا وَسُفْلِهَا، وَمَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيفِ بَطْنِهَا وَمَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَأُذُنِهَا، لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَباً، وَلَقِيتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَباً

غور کریں تو (گمراہی سے) راہ (راست) پر پلٹ آئیں، اور آتش سوزاں (جہنم) کی سختی اور مشقت سے یہ لوگ، ڈرنے لگیں، لیکن ان کے دل بیمار اور بینائی معیوب ہے، کیا یہ ان چھوٹے چھوٹے جوانوں پر نظر نہیں ڈالتے، جنھیں خدا نے خلق فرمایا ہے کس طرح اس نے ان کی خلقت کو مستحکم کیا، اور ان کی ترکیب کو استوار بنایا اور (باوجود اختصار) ان کے لیے گوش و چشم پیدا کیے اور استخواں و پوست کو تناسب کے ساتھ آراستہ کیا۔

(ذرا) چیونٹی کی طرف دیکھو، اس کی شکل وصورت کی لطافت وخوبی پر غور کرو، وہ اتنی چھوٹی ہے کہ بآسانی دکھائی نہیں دیتی، نہ اندیشہ خیال اس کا درک کرسکتا ہے، وہ کس خوبی سے زمیں پر آہستہ آہستہ چلتی ہے، کس طرح اپنے رزق پر جھپٹتی ہے، دانہ کو کھینچ کر اپنے سوراخ میں لے جاتی ہے اور انبار میں جمع کرلیتی ہے، وہ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کے لیے، اور اطمینان کے زمانہ میں بے اطمینانی کے عہد کے لیے دانہ دانہ پس انداز کرتی ہے، خدا اس کی روزی کا ضامن ہے، اس کے مناسب حال راہِ روزی اس پر کشادہ ہے، خدائے رحمان ورحیم اس سے غافل نہیں ہے! خداوند جزا دہندہ اسے محروم وبے بہرہ نہیں ہونے دیتا، خواہ وہ سنگ خشک ہو (جس میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی) یا سنگ سخت (کہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا)، اگر تم اس کی غذا کے گزارے کی جگہوں میں، ان کی بلندیوں اور پستی میں، پسلیوں کے کناروں میں جو اس کے معدے پر محیط ہیں اور اس کے مختصر سر میں جو اعضاء آنکھ، کان، ناک وغیرہ ہیں، غور وتامل سے کام لو تو اس کی شگفتگی آفرینش پر دنگ رہ جاؤ گے اور اس کی کیفیت بیان کرنے میں تم کو تعب سے دوچار ہونا پڑیگا۔

فَتَعَالَى الَّذِي أَقَامَهَا عَلَى قَوَائِمِهَا، وَبَنَاهَا عَلَى دَعَائِمِهَا، لَمْ يَشْرَكْهُ فِي فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَلَمْ يُعِنْهُ عَلَى خَلْقِهَا قَادِرٌ، وَلَوْ ضَرَبْتَ فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهِ مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَى أَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِيقِ تَفْصِيلِ كُلِّ شَيْءٍ وَغَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ!! وَمَا الْجَلِيلُ وَاللَّطِيفُ، وَالثَّقِيلُ وَالْخَفِيفُ، وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيفُ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ، وَكَذٰلِكَ السَّمَاءُ وَالْهَوَاءُ، وَالرِّيَاحُ وَالْمَاءُ، فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْمَاءِ وَالْحَجَرِ، وَاخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَتَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ، وَكَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ وَطُولِ هٰذِهِ الْقِلَالِ، وَتَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَالْأَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ، فَالْوَيْلُ لِمَنْ أَنْكَرَ الْمُقَدِّرَ، وَجَحَدَ الْمُدَبِّرَ، زَعَمُوا أَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَلَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ، وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى حُجَّةٍ فِيمَا ادَّعَوْا، وَلَا تَحْقِيقٍ لِمَا أَوْعَوْا، وَهَلْ يَكُونُ بِنَاءٌ مِنْ غَيْرِ بَانٍ أَوْ جِنَايَةٌ مِنْ غَيْرِ جَانٍ؟

پس بزرگ ہے وہ خدا جس نے اس کے پیروں پر اسے کھڑا کیا اور اس کے جسم کو چھوٹے چھوٹے ستونوں پر استوار کیا اور کوئی کاریگر اس کے بنانے میں شریک نہ تھا، نہ کسی صاحبِ قدرت نے اس کی خلقت میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ اگر اپنی راہِ فکر و اندیشہ کو اس کی انتہا تک پہنچا دو، تو بھی دلیل و برہان، تمھاری رہنمائی نہ کر سکے گی، سوا اس کے کہ جو چیونٹی کا بنانے والا ہے، وہی کھجور کا پیدا کرنے والا ہے، کیونکہ ہر چیز کی صفت کی تفصیل نہایت دقیق ہے اور ہر جاندار کی صفت کا اختلاف گہرا ہے (اور اسی طرح وہ چیزیں) بڑی ہوں یا چھوٹی، سبک ہوں یا سنگین، توانا ہوں یا ناتواں، خلقت کے اعتبار سے سب یکساں ہیں، اسی طرح آسمان (ہوا، خاک اور پانی (بھی) یکساں ہیں، پس چاند سورج، گھاس اور درخت، پانی اور پتھر اور گردشِ شب و روز، اسی طرح چشموں اور دریاؤں کی روانی پر، پہاڑوں کی کثرت اور بلندی پر، ٹیلوں کی درازی پر، زبانوں اور لہجوں کے اختلاف پر غور کرو، پس کس قدر افسوس و حسرت ہے اس پر جو موجد (عالم) کا انکار کرتا ہے (دنیا) کے ترتیب دینے والے پر یقین نہیں کرتا، وہ گمان کرتا ہے کہ یہ سب چیزیں خودرو گھاس کی طرح ہیں، جس کا کوئی بو لنے والا نہیں اور ان گوناگوں صورتوں کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے اس ادعا پر کوئی حجت اور دلیل بھی نہیں ہے اور جس بات پر یقین و باور ہے اس کے لیے کوئی تحقیق نہیں، کیا کوئی عمارت بغیر بانی کے بن سکتی ہے؟ یا کوئی گناہ بغیر کسی گناہ گار کے عمل پذیر ہو سکتا ہے۔

وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِي الْجَرَادَةِ، إِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ، وَأَسْرَجَ حَدَقَتَيْنِ قَمْرَاوَيْنِ، وَجَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ

اور اگر چاہو تو (مانند مور) ملخ (ٹڈی) کے بارے میں بھی گفتگو کرو (اس کی تعجب خیز تخلیق میں تامل کرو) کہ خداوند سبحان نے اس کے لیے لال لال آنکھیں پیدا کیں اور (چاند سے) دو ڈھیلے

وَفَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَجَعَلَ لَهَا الْحِسَّ الْقَوِيَّ، وَنَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ، وَمِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ، يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِي زَرْعِهِمْ، وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ذَبَّهَا وَلَوْ أَجْلَبُوا بِجَمْعِهِمْ، حَتَّى تَرِدَ الْحَرْثَ فِي نَزَوَاتِهَا، وَتَقْضِيَ مِنْهُ شَهَوَاتِهَا، وَخَلْقُهَا كُلُّهُ لَا يُكَوِّنُ إِصْبَعاً مُسْتَدِقَّةً، فَتَبَارَكَ الَّذِي يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً، وَيُعَفِّرُ لَهُ خَدّاً وَوَجْهاً، وَيُلْقِي بِالطَّاعَةِ إِلَيْهِ سِلْماً وَضَعْفاً، وَيُعْطِي لَهُ الْقِيَادَ رَهْبَةً وَخَوْفاً، فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِأَمْرِهِ، أَحْصَى عَدَدَ الرِّيشِ مِنْهَا وَالنَّفَسِ، وَأَرْسَى قَوَائِمَهَا عَلَى النَّدَى وَالْيَبَسِ، وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهَا، وَأَحْصَى أَجْنَاسَهَا، فَهٰذَا غُرَابٌ وَهٰذَا عُقَابٌ، وَهٰذَا حَمَامٌ وَهٰذَا نَعَامٌ، دَعَا كُلَّ طَائِرٍ بِاسْمِهِ، وَكَفَلَ لَهُ بِرِزْقِهِ، وَأَنْشَأَ السَّحَابَ الثِّقَالَ فَأَهْطَلَ دِيَمَهَا، وَعَدَّدَ قِسَمَهَا، فَبَلَّ الْأَرْضَ بَعْدَ جُفُوفِهَا، وَأَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوبِهَا۔

بنائے جو چمک دار و نور پاش ہیں اور اس کے لیے (نظر سے) کانوں کو چھپا دیا (اور خوبصورت دہن کو کھولدیا۔ ذہن مناسب عطا فرمایا ایسے حس توانا کہ جس سے راہِ معاش اور اپنے سود وزیاں کو دیکھ سکے) بخشی، دو دانت بھی دیے۔ کہ جن سے (پتوں کو) کاٹ سکے اور دو (پاؤں کی طرح) پنجے بنائے کہ جن سے وہ (گھاس وغیرہ کو) پکڑ لیتی ہے جو کاشتکار کے بارے میں اس سے ترساں رہتے ہیں اور خواہ کتنے ہی متفق طور پر اس کو دور کرنا چاہیں نہیں کر پاتے، یہاں تک کہ وہ پرواز کناں کشت زار میں اتر آتی ہیں اور وہاں اپنی خواہشیں پوری کرتی ہیں، حالانکہ جسم کے اعتبار سے وہ انگل بھر بھی باریک نہیں۔ پس (ادراک سے) منزّہ ہے وہ ذات معبود کہ اس کے آسمان وزمین میں (فرشتے اور خلق) جو کچھ ہے، اختیار و اضطرار (خوشی وسختی) کے ساتھ اس کے حضور میں سجدہ کناں ہے اور (اظہار خضوع و فروتنی کے لیے) رخسار او چہرے کو خاک میں ملتی ہے اور از روئے بے اختیاری وناتوانی اس کے احکام وفرمان کی اطاعت کرتی ہے اپنی مہار اس کے جلال و قدرت کی وجہ سے اسی کے ہاتھ میں دے رکھی ہے، پرندے (بھی) اس کے حکم و فرمان کے اختیار میں ہیں، وہ اس کے پروں اور سانسوں کی تعداد (تک) سے واقف ہے اس نے اس کے دست وپا کو خشکی اور تری میں استوار قرار دیا، ان کی روزی معین فرمائی ان کے اصناف واقسام پر احاطہ رکھتا ہے، یہ کوّا ہے، یہ عقاب ہے، یہ کبوتر ہے، یہ شتر مرغ ہے، ہر پرندہ کو ایک نام عطا فرمایا اور اس کی روزی کا ضامن بنا، وہ گھرے ابر کو لایا اور اس سے پانی برسایا اور ہر مقام کا حِصّہ معین فرمایا، زمین کو خشکی کے بعد پانی دیا اور خشک کے بعد نباتات پیدا کیے۔

۲۲۸ - ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام

توحید

اس خطبے میں حقیقی علم کے وہ اصول جمع کر دیے ہیں کہ جو دوسرے خطبوں میں اس شان سے جمع نہیں ہوئے۔ (رضیؒ)

مَا وَحَّدَهُ مَنْ كَيَّفَهُ، وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ، وَلَا إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ، وَلَا صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَتَوَهَّمَهُ، كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ، وَكُلُّ قَائِمٍ فِي سِوَاهُ مَعْلُولٌ، فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابِ آلَةٍ، مُقَدِّرٌ لَا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِيٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ، لَا تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ لَا تَرْفِدُهُ الْأَدَوَاتُ، سَبَقَ الْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ، وَالْعَدَمَ وُجُودُهُ، وَالِابْتِدَاءَ أَزَلُهُ. بِتَشْعِيرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لَا مَشْعَرَ لَهُ، بِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ، وَبِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ، ضَادَّ النُّورَ بِالظُّلْمَةِ، وَالْوُضُوحَ بِالْبُهْمَةِ، وَالْجُمُودَ بِاللَّيْلِ، وَالْحَرُورَ بِالصَّرَدِ، مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا، مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا، مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا، مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا، لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَلَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَإِنَّمَا تَحُدُّ الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا، وَتُشِيرُ الْآلَاتُ إِلَى نَظَائِرِهَا،

جس نے اسے کیفیت کا پابند بنایا اس نے اسے ایک نہ مانا، اور جس نے اس کی تشبیہ دی اسنے اس کو مراد نہ لیا، اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس کا ارادہ نہ کیا، کیونکہ ہر وہ چیز جو خود اپنی جگہ پہچان لی جائے وہ بنی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ ہر موجود علّت (وسبب) کا پابند ہے۔ وہ فاعل (موجد) ہے لیکن الات کا پابند (ومحتاج) ہوئے بغیر، وہ تقدیر اور چیزوں کو معین کرنے والا ہے لیکن فکر کی قوّت بغیر، وہ غنی (اور ہر چیز سے لاپرواہ) ہے لیکن فائدہ اٹھائے بغیر (یہ نہیں کہ فائدہ اٹھانے کے بعد مستغنی ہوا ہو۔ جیسے عام انسان ہوتے ہیں) وقت اس کا ساتھ نہیں دیتے (کہ وہ زمانوں کا محتاج نہیں) نہ آلات و اسباب اسے کچھ عطا کرتے ہیں۔ (جس سے وہ خالق بنا) اس کا وجود عدم اور زمانوں سے آگے نکل گیا، اس کی ازلیت (زمانے کی) ابتدا سے پہلے ہے۔ ذہن وادراک میں لانے کے بعد سمجھا گیا کہ یہ آلات اس کے (سمجھنے) کے لیے نہیں ہیں۔ چیزوں ہیں ضد اور مخالفت کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ضد اور اس کا کوئی مخالف نہیں، چیزوں میں ہمواری اور برابری دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور ساتھی نہیں۔ روشنی کو اندھیرے، وضاحت کو ابہام، خشکی کو تری، گرمی کو ٹھنڈک کی ضد بنایا (ان میں سے)

مَنَعَتْهَا مُنْذُ الْقِدْمَةَ، وَحَمَتْهَا قَدِ الْأَزَلِيَّةَ، وَجَنَّبَتْهَا لَوْلَا التَّكْمِلَةَ، بِهَا تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ، وَبِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُيُونِ، لَا يَجْرِي عَلَيْهِ السُّكُونُ وَالْحَرَكَةُ، وَكَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ، وَيَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ أَبْدَاهُ؟ وَيَحْدُثُ فِيهِ مَا هُوَ أَحْدَثَهُ؟ إِذاً لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَلَتَجَزَّأَ كُنْهُهُ، وَلَامْتَنَعَ مِنَ الْأَزَلِ مَعْنَاهُ، وَلَكَانَ لَهُ وَرَاءٌ إِذْ وُجِدَ لَهُ أَمَامٌ، وَلَالْتَمَسَ التَّمَامَ إِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ، وَإِذاً لَقَامَتْ آيَةُ الْمَصْنُوعِ فِيهِ، وَلَتَحَوَّلَ دَلِيلاً بَعْدَ أَنْ كَانَ مَدْلُولاً عَلَيْهِ، وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْامْتِنَاعِ مِنْ أَنْ يُؤَثِّرَ فِي غَيْرِهِ۔

ہر ایک ضد اور دشمن کو ملا دیا، متباین چیزوں کو ایک جگہ، اور قریب رہنے والی چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ وہ (خدا) کسی حد میں محدود اور کسی شمار سے حساب میں نہیں لایا جا سکتا کیونکہ آلات (اجسام) خود ہی اپنی حد بندی کرتے اور اپنے جیسوں کا اشارہ بنتے ہیں۔ اس کی "قدامت" نے کب سے؟ کے لفظ کو روک دیا (یہ لفظ اس لیے نہیں بولا جا سکتا کہ وہ زمانے سے پہلے تھا) اور "ازلیت" نے "قد" (ابھی) کا لفظ، اور اس کے کمال نے "اگر ایسا ہوتا" کا استعمال بند کر دیا۔ انھیں باتوں سے (ان چیزوں کا) خالق عقلوں میں جلوہ فگن ہے اور اسی طرح آنکھوں کے دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کے لیے نہ حرکت ہے نہ سکون۔ اور وہ باتیں اس کے لیے ہوں بھی کیسے جب کہ یہ سب اسی نے دوسروں کے لیے بنائیں ہیں۔ اور ان صفتوں میں وہ کیسے آ جائے جنھیں اسی نے (دوسروں کے لیے) ظاہر کیا، اور جسے اس نے پیدا کیا وہ اسی میں کیسے پیدا ہو جائیں؟ ورنہ (اگر یہ ہو جائے تو اس کی ذات میں فرق، اس کی حقیقت میں تقسیم ہو جائے، اور اس کا مفہوم ازلیت سے دور ہو جائے اگر اس کے آگے کچھ ہو تو وہ اس کے پیچھے ہوگا، اور اگر اس میں کمی ثابت ہو جائے تو اس میں کمال کی تلاش نہ کی جا سکے۔ اور پھر اس میں مخلوق کی نشانیاں قائم ہو جائیں، اور مدلول (جس کے لیے دلیلیں درکار ہیں) دلیل سے بدل جائے (یعنی خالق مخلوق بن جائے) اور ناممکن ہونے کی حد سے نکل کر وہ اس قابل ہوگا کہ غیر میں اثر نہ کر سکے۔

اَلَّذِي لَا يَحُولُ، وَلَا يَزُولُ وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْأُفُولُ، لَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مَوْلُوداً، وَلَمْ يُولَدْ فَيَصِيرَ مَحْدُوداً جَلَّ عَنِ

وہ جو نہ بدلتا ہے، نہ زوال پذیر ہے، نہ اس پر ڈوبنا جائز ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ اس سے کوئی پیدا ہوتا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ محدود ہو سکے۔ وہ اولاد بنانے سے

اتخاذ الابناء، وطهر عن ملامسة
النساء، لا تناله الاوهام فتقدره،
ولا تتوهمه الفطن فتصوره ولا تدركه
الحواس فتحسه، ولا تلمسه الايدى
فتمسه، ولا يتغير بحال ولا يتبدل فى
الاحوال، ولا تبليه الليالى والايام،
ولا يغيره الضياء والظلام ولا يوصف
بشىء من الاجزاء، ولا بالجوارح والاعضاء،
ولا بعرض من الاعراض، ولا بالغيرية
والابعاض، ولا يقال له حد ولا نهاية
ولا انقطاع ولا غاية، ولا ان الاشياء
تحويه، فتقله او تهويه، او ان شيئا
يحمله فيميله او يعدله۔ وليس فى الاشياء
بوالج ولا عنها بخارج يخبر لا بلسان و
لهوات، ويسمع لا بخروق وادوات،
يقول ولا يلفظ، ويتحفظ، ويريد ولا
يضمر، يحب ويرضى من غير رقة، و
يبغض ويغضب من غير مشقة، يقول
لمن اراد كونه كن فيكون، لا بصوت يقرع،
ولا بنداء يسمع، وانما كلامه ــــ
سبحانه ــــ فعل منه انشاه، ومثله
لم يكن من قبل ذلك كائنا، ولو كان
قديما لكان الها ثانيا۔
لا يقال كان بعد ان لم يكن فتجرى
عليه الصفات المحدثات، ولا يكون

بلند اور عورتوں کے پاس رہنے سے پاک ہے۔ واہمے اسے سمجھ
کر اس کا اندازہ نہیں کر سکتے اور ذہنی گہرائیاں اسے خیال میں لا کر
اس کا تصوّر نہیں کر سکتیں، حواس اس کا ادراک کر کے محسوس نہیں
کر سکتے، ہاتھ اسے تلاش کر کے چھو نہیں سکتے، وہ کسی حالت میں
نہیں بدلتا، وہ حالات میں تبدیل نہیں ہوتا، دن اور راتیں بوسیدہ
روشنی اور اندھیرا اس میں تغیر نہیں کرتا، اس کی حصوں اور
اعضا و جوارح، عارض ہونے والے اوصاف مغائرت اور
جزئیات میں سے تھوڑا سا بھی تعارف نہیں کرایا جا سکتا۔ نہ اس
کے لیے حد کہی جا سکتی ہے نہ انتہا اور خاتمہ۔ نہ یہی کہ چیزیں اس
پر چھائی ہوئی ہیں جو اسے بلند کرتی یا گراتی یا کوئی چیز اسے موڑتی
اور جھکاتی ہے۔ نہ وہ کسی چیز میں گھسا ہُوا ہے نہ اس سے باہر
نکل آیا ہے۔ وہ خبر دیتا (کلام کرتا) ہے مگر زبان اور تالو کی
مدد سے نہیں، وہ سنتا ہے مگر سوراخ (گوش) اور آلات
(سماعت) نہیں، وہ حرف نکالے بغیر بولتا اور محفوظ رکھتا ہے
ارادہ کرتا ہے مگر دل میں (تصوّر) لائے بغیر پسند کرتا اور خوش
ہوتا ہے مگر دل کی نرمی سے نہیں، ناپسند اور بُرا سمجھتا ہے لیکن
تکلیف کے ساتھ نہیں (جیسے ہمارے نفسیات ہیں) جن کو وہ پیدا
کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے کہتا ہے: "ہو جا" وہ چیز (موجود)
ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے لیے کوئی کھڑکا دینے والی آواز اور
سنی جانے والی صدا سے نہیں۔ اس پاک و بلند کا "کلام" اس
کا ایک عمل ہے جسے وہ پیدا کرتا ہے اور اس سے پہلے
اس جیسا مخلوق ناپید ہوتا ہے اور اگر (کلام خدا) قدیم ہوتا
تو وہ بھی دوسرا خدا ہوتا۔

اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "نہ ہونے کے بعد ہُوا"
کہ مخلوقات کی صفتیں اس پر چسپاں کی جا سکیں، نہ ان صفات میں

بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ فَصْلٌ، وَلَا لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ،
فَيَسْتَوِيَ الصَّانِعُ وَالْمَصْنُوعُ، وَيَتَكَافَأَ
الْمُبْتَدِعُ وَالْبَدِيعُ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ
عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ
عَلَى خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ، وَأَنْشَأَ الْأَرْضَ
فَأَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ، وَأَرْسَاهَا عَلَى
غَيْرِ قَرَارٍ، وَأَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَائِمَ، وَرَفَعَهَا
بِغَيْرِ دَعَائِمَ، وَحَصَّنَهَا مِنَ الْأَوَدِ وَالْاِعْوِجَاجِ
وَمَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَالْاِنْفِرَاجِ، أَرْسَى
أَوْتَادَهَا وَضَرَبَ أَسْدَادَهَا، وَاسْتَفَاضَ
عُيُونَهَا، وَخَدَّ أَوْدِيَتَهَا، فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ،
وَلَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ، هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا
بِسُلْطَانِهِ وَعَظَمَتِهِ، وَهُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ
وَمَعْرِفَتِهِ وَالْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا
بِجَلَالِهِ وَعِزَّتِهِ، لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مِنْهَا
طَلَبَهُ، وَلَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهُ، وَلَا يَفُوتُهُ
السَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهُ، وَلَا يَحْتَاجُ
إِلَى ذِي مَالٍ فَيَرْزُقَهُ. خَضَعَتِ الْأَشْيَاءُ
لَهُ وَذَلَّتْ مُسْتَكِينَةً لِعَظَمَتِهِ، لَا تَسْتَطِيعُ
الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَى غَيْرِهِ فَتَمْتَنِعَ مِنْ
نَفْعِهِ وَضَرِّهِ - وَلَا كُفْءَ لَهُ فَيُكَافِئَهُ،
وَلَا نَظِيرَ لَهُ فَيُسَاوِيَهُ، هُوَ الْمُفْنِي لَهَا
بَعْدَ وُجُودِهَا حَتَّى يَصِيرَ مَوْجُودُهَا
كَمَفْقُودِهَا، وَلَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَ
ابْتِدَاعِهَا بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا

اس سے کچھ دوری ہے (کہ وہ ان صفتوں سے معرّا ہو) نہ اس
کو ان صفات میں کوئی (عام) برتری ہے ورنہ خالق و مخلوق،
ایجادگر و ایجاد برابر ہو جاتے، اس نے ساری مخلوق کو کسی سابقہ
نمونے کے بغیر اپنے نمونے پر بنایا، نہ اپنے مخلوقات میں سے
کسی کی مدد چاہی، زمین بنائی اور اسے بلا مشغولیت روک رکھا
(یعنے اسے مرکز پر قائم رکھنے کے لیے اسے کسی زحمت کی ضرورت
نہیں) اور بے قراری میں اسے ٹھہرایا، بے ستون اسے قائم
کیا، بے سہارا اُٹھایا، کجی اور ٹیڑھے پن سے محفوظ رکھا، گرنے
اور پھٹنے سے بچایا، اس کی میخوں اور بندھوں کو مضبوط کیا،
چشموں کو بہایا اور آبشاروں کو کھول دیا، جسے بھی بنایا وہ سست،
اور جسے بھی طاقت دی وہ کمزور نہ ہوا۔ وہ اس (زمین) پر اپنی
عظمت و حکومت کی وجہ سے ظاہر ہے۔ اور اپنی معرفت و
علم کے لحاظ سے پوشیدہ ہے، اپنی عزت و جلال کی بنا پر
ہر چیز سے بلند ہے۔ کوئی بھی اسے طلب میں عاجز نہیں کر سکتا،
نہ اسے روک کر غالب آ سکتا ہے، نہ تیز رفتار اسے (پیچھے)
چھوڑ کر آگے جا سکتا ہے، نہ اسے کسی مال دار کی احتیاج ہے
کہ وہ اسے رزق دے۔ تمام چیزیں اس کے سامنے گردنیں
ڈالے ہیں، اور اس کی عظمت کے مقابلے میں عاجز و مسکین ہیں۔
اس کے اقتدار سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے کہ اسے (خدا)
کو نفع اور نقصان سے روک دے۔ نہ اس کا کوئی برابر والا
اور مقابل ہے، نہ مثال جس کے برابر ہو، وہ وجود کے بعد اس
(زمین) کو فنا کرنے والا، اور دوسرے موجود کے معدوم جیسا
بنا دینے والا ہے۔ دنیا کی پہلی تخلیق و ایجاد جیسی تعجب خیزی و
ندرت فنا کے بعد پیدا کرنے میں نہیں اور ہو بھی کیسے، حالانکہ
اگر تمام دنیا کی زندہ چیزیں پرندے، چوپائے، چرندے

وَاخْتِرَاعِهَا، وَكَيْفَ وَلَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِمِهَا، وَمَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِمِهَا، وَأَصْنَافِ أَسْنَاخِهَا وَأَجْنَاسِهَا، وَمُتَبَلِّدَةِ أُمَمِهَا وَأَكْيَاسِهَا عَلَى إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلَى إِحْدَاثِهَا وَلَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَى إِيجَادِهَا، وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِي عِلْمِ ذٰلِكَ وَتَاهَتْ، وَعَجَزَتْ قُوَاهَا وَتَنَاهَتْ وَرَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ، مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ إِنْشَائِهَا، مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ إِفْنَائِهَا۔

وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَعُودُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ، كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذٰلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا بِلَا وَقْتٍ وَلَا مَكَانٍ وَلَا حِينٍ وَلَا زَمَانٍ عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْآجَالُ وَالْأَوْقَاتُ وَزَالَتِ السِّنُونَ وَالسَّاعَاتُ، فَلَا شَيْءَ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ الْأُمُورِ، بِلَا قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا وَلَوْ قَدَرَتْ عَلَى الْإِمْتِنَاعِ لَدَامَ بَقَاؤُهَا، لَمْ يَتَكَاءَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا إِذْ صَنَعَهُ، وَلَمْ يَؤُدْهُ مِنْهَا خَلْقُ مَا بَرَأَهُ وَخَلَقَهُ وَلَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ، وَلَا لِخَوْفٍ

اور طویلے میں پلٹ آنے والے جانور، طرح طرح اور رنگا رنگ کے غبی و ذہین مخلوقات جمع ہو جائیں تو اور سب مل کر بھی ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو ممکن نہ ہو سکے اور اس کی ایجاد (و تخلیق) کا راستہ نہ مل سکے، اور اس کے علم میں عقل حیران اور دنگ ہو جائے۔ اس کی قوتیں عاجز اور انتہا پا کر ناکام اور تھک کر پلٹ آئیں، انھیں یہ علم ہو جائے کہ وہ مغلوب ہیں اور اس کا اقرار کریں کہ اس (مچھر) کی تخلیق سے عاجز ہیں، ان (عقلوں) کو یقین ہو جائے کہ وہ فنا بھی نہیں کر سکتیں۔

بلاشبہ[1] وہ خدائے یکتا جس کے سب تسبیح خواں ہیں۔ فنائے دنیا کے بعد (تن تنہا) باقی رہ جائے گا اس کے ساتھ کوئی شے نہ ہوگی۔ ابتدا سے قبل یہ دنیا جیسی تھی، ویسی ہی پھر ہو جائے گی، نہ وقت ہوگا، نہ مکان، نہ ساعت ہوگی، نہ زمانہ اس وقت آجال اور اوقات سنون و ساعات معدوم ہو جائیں گے۔ صرف وہی خدائے قہار و یکتا باقی رہ جائے گا، جس کی جانب جملہ امور کی بازگشت ہے۔ ان چیزوں کی تخلیق اس طرح ہوئی کہ ان میں کوئی [illegible] نہ تھی۔ اور بغیر کسی رکاوٹ کے وہ فنا کے گھاٹ اتر گئیں۔ اگر انھیں (اپنی فنا کے روکنے پر قدرت ہوتی تو بلاشبہ ان (کی حیات) دائمی ہوتی، ان چیزوں میں سے کسی تخلیق پر بھی خدا کو دشواری نہیں پیش آئی، اپنی بنائی ہوئی اور پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے کسی کی ایجاد اس پر گراں نہیں گزری، یہ تخلیق (عالم) نہ اس نے اس لیے کی کہ

---

[1] امیر المومنین نے خدا کی یکتائی اور توحید کا فلسفہ بیان فرمانے کے بعد مخلوقات کی عاجزی کا ذکر فرمایا ہے۔

مِنْ زَوَالٍ وَنُقْصَانٍ، وَلَا لِلِاسْتِعَانَةِ بِهَا عَلَى نِدٍّ مُكَاثِرٍ، وَلَا لِلِاحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُثَاوِرٍ، وَلَا لِلِازْدِيَادِ بِهَا فِي مُلْكِهِ، وَلَا لِمُكَاثَرَةِ شَرِيكٍ فِي شِرْكِهِ، وَلَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا، ثُمَّ هُوَ يُفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا، لَا لِسَأَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِي تَصْرِيفِهَا وَتَدْبِيرِهَا، وَلَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ، وَلَا لِثِقَلِ شَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهِ، لَا يُمِلُّهُ طُولُ بَقَائِهَا فَيَدْعُوَهُ إِلَى سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا، لَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ، وَأَمْسَكَهَا بِأَمْرِهِ، وَأَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهِ، ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَيْهَا، وَلَا اسْتِعَانَةٍ بِشَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ مِنْ حَالِ وَحْشَةٍ إِلَى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَعَمًى إِلَى حَالِ عِلْمٍ وَالْتِمَاسٍ، وَلَا مِنْ فَقْرٍ وَحَاجَةٍ إِلَى غِنًى وَكَثْرَةٍ، وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَضَعَةٍ إِلَى عِزٍّ وَقُدْرَةٍ۔

اپنی سلطنت مضبوط کرے نہ اس لیے کی کہ اس کو زوال حکومت کا اندیشہ تھا، نہ یوں کہ کسی غلبہ حاصل کرنے والے حریف کے مقابل (میں ضرورت تھی) نہ کسی حملہ آور شخص سے حفاظت کے لیے کار ایجاد انجام دیا، نہ اپنی مملکت میں اس طرح (کوئی) اضافہ مطلوب تھا نہ کسی شریک کے غلبہ کے باعث، نہ تنہائی کی وحشت کے باعث ایسا ہوا، کہ اس طرح کوئی انہیں نمودار ہو، مخلوقات کو بنانے کے بعد وہ پھر فنا کردے گا، مگر نہ اس لیے کہ تخلیق میں تدبیر و نگہداشت کے باعث تھکن لاحق ہوگئی، نہ اس راحتِ واصلہ کے لیے نہ کسی گرانی کے باعث، نہ ان اشیا کے طول و لقا کے باعث وہ مجبور ہوا کہ انھیں سرعت کے ساتھ فنا کردے لیکن اس خدائے سبحان نے ان کی تدبیر اپنے لطف و کرم کے باعث کی، اور انھیں اپنے حکم سے روکے رکھا اور اپنی قدرت سے ثبات و استحکام عطا فرمایا، وہ انھیں فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا، بغیر اپنی کسی ضرورت کے، نہ ان سے کسی معاملہ میں مدد طلب کرنے کے لیے نہ دوبارہ تخلیق میں اپنی تنہائی کی حالت سے موانست کی طرف پلٹنے کے لیے، نہ اس لیے کہ ان کے باعث اپنی حالت جہل و کوری کو دور کرے نہ حال علم و التماس تک پہنچنے کے لیے، نہ فقر کے باعث، نہ ضرورت کے لیے، نہ تونگری اور کثرت مال کے لیے، نہ ذلت و خواری سے بچنے اور عزت و قدرت حاصل کرنے کے لیے!

۲۲۹- ومن خطبة لهٗ علیه السلام — خطبہ:

بھیانک مستقبل

أَلَا بِأَبِي وَأُمِّي، هُمْ مِنْ عِدَّةٍ أَسْمَاؤُهُمْ فِي السَّمَاءِ مَعْرُوفَةٌ، وَفِي الْأَرْضِ مَجْهُولَةٌ، أَلَا فَتَوَقَّعُوا مَا يَكُونُ مِنْ إِدْبَارِ أُمُورِكُمْ، وَانْقِطَاعِ وُصَلِكُمْ وَاسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ ذَاكَ حَيْثُ تَكُونُ ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَهْوَنَ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّهِ، ذَاكَ حَيْثُ يَكُونُ الْمُعْطَى أَعْظَمَ أَجْراً مِنَ الْمُعْطِي ذَاكَ حَيْثُ تَسْكَرُونَ مِنْ غَيْرِ شَرَابٍ بَلْ مِنَ النِّعْمَةِ وَالنَّعِيمِ، وَتَحْلِفُونَ مِنْ غَيْرِ اضْطِرَارٍ، وَتَكْذِبُونَ مِنْ غَيْرِ إِحْرَاجٍ، ذَلِكَ إِذَا عَضَّكُمُ الْبَلَاءُ كَمَا يَعَضُّ الْقَتَبُ غَارِبَ الْبَعِيرِ. مَا أَطْوَلَ هَذَا الْعَنَاءَ، وَأَبْعَدَ هَذَا الرَّجَاءَ!

میرے ماں باپ نثار وہ لوگ ان گنے چنے آدمیوں میں ہیں جن کے نام آسمانوں میں مشہور اور زمین میں نامعلوم ہیں۔ اچھا تم اپنے معاملات کے دگرگوں ہونے، اور اتحاد اور میل کو ختم ہونے اور ذلیلوں کی حکومت کا انتظار کرو، کہ اس وقت مومن کے لیے تلوار کھانا حلال (کمائی) کے ایک درہم سے زیادہ آسان ہوگا۔ جب لینے والا (سائل) دینے والے (سخی) سے زیادہ ثواب پائے گا۔ اس وقت لوگ نعمت وراحت میں بے شراب کے مست ہوں گے۔ بلاسبب حلف اٹھائیں گے، مجبوری نہ ہوگی، مگر جھوٹ بولیں گے۔ اس وقت جب کہ بلائیں اس طرح دبائیں اور کاٹیں گی جس طرح اونٹ کے کوہان کو (عماری اور) پالان کاٹتا ہے۔ یہ دکھ کس قدر طولانی اور یہ امیدیں کتنی دور ہیں۔

أَيُّهَا النَّاسُ!

أَلْقُوا هَذِهِ الْأَزِمَّةَ الَّتِي تَحْمِلُ ظُهُورُهَا الْأَثْقَالَ مِنْ أَيْدِيكُمْ، وَلَا تَصَدَّعُوا عَلَى سُلْطَانِكُمْ فَتَذُمُّوا غِبَّ فِعَالِكُمْ، وَلَا تَقْتَحِمُوا مَا اسْتَقْبَلْتُمْ

لوگو!

اپنے ہاتھوں سے ان ناقوں کی مہاروں کو چھوڑ دو، جن کی پیٹھ پر تمھارے کرتوت لدے ہوئے ہیں (نفس امارہ کی پیروی نہ کرو) اپنے بادشاہ (مجھ) سے ٹکر نہ لو کہ اس عمل کے بعد برا کیے جاؤ گے اور فتنوں (انقلابات) کی آگ بھڑکتے وقت

مِنْ نُّوْدِ نَارِ الْفِتْنَةِ ، وَاَمِيْطُوْا عَنْ سَنَنِهَا ، وَخَلُّوْا قَصْدَ السَّبِيْلِ لَهَا ۔ فَقَدْ لَعَمْرِی يَهْلِكُ فِي لَهَبِهَا الْمُؤْمِنُ وَيَسْلَمُ فِيْهَا غَيْرُ الْمُسْلِمِ ۔

بے دھڑک آگے نہ بڑھو، اس کے راستوں سے ہٹ جاؤ، اس کی راہیں خالی رکھو، اپنی جان کی قسم، اس کے شعلوں میں مومن تباہ، اور غیر مسلم (منافق و کافر) بچ جائیں گے۔

اِنَّمَا مَثَلِي بَيْنَكُمْ مَثَلُ السِّرَاجِ فِی الظُّلْمَةِ يَسْتَضِئُ بِهٖ مَنْ وَلَجَهَا فَاسْمَعُوْا اَيُّهَا النَّاسُ وَعُوْا ، وَاَحْضِرُوْا اٰذَانَ قُلُوْبِكُمْ تَفْهَمُوْا

تم میں میری مثال اس چراغ کی سی ہے، جو اندھیرے میں اس لیے ہوتا ہے کہ جو آئے وہ روشنی حاصل کرے، تو لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کان لگا کر سنو!

بظاہر یہ خطبہ یا کلام مبارک انتہائی بحرانی دور سے متعلق ہے اور حضرت نے اس بحرانی دور کے لئے مرد مومن کی نجات کا ذریعہ بتایا کہ صبر و سکون کے ساتھ یقین و اعتقاد پختہ رہے، مجھ سے وابستہ رہو۔ آندھیاں اتر جائیں گی، سیلاب نکل جائیں گے حقیقتیں کھل کر بے نقاب ہوں گی لیکن دل و دماغ کی حاضری شرط ہے۔ ورنہ اس اندھیری رات اور تاریک راہ میں، ہر چمک پرنور، اور ہر نور پر منارۂ منزل کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ اسی غلط فہمی نے قوموں، مفکروں، جماعتوں اور ان کے سربراہوں کو گمراہ کر دیا۔

حق کی آواز کمزور نہیں، ایمان کی صدا خاراشگاف ہوتی ہے۔ حقیقت کا سورج پوری تابناکی سے چمکتا ہے لیکن ع

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

۲۳۰ - ومن خطبة لهٗ علیہ السلام

خطبہ :

وعظ

أُوْصِيكُمْ — أَيُّهَا النَّاسُ بِتَقْوَى اللهِ، وَكَثْرَةِ حَمْدِهِ عَلَى آلَائِهِ إِلَيْكُمْ وَنَعْمَائِهِ عَلَيْكُمْ، وَبَلَائِهِ لَدَيْكُمْ، فَكَمْ خَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَتَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ، أَعْوَرْتُمْ لَهُ فَسَتَرَكُمْ، وَتَعَرَّضْتُمْ لِأَخْذِهِ فَأَمْهَلَكُمْ وَأُوْصِيكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَإِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ، وَكَيْفَ غَفْلَتُكُمْ، وَطَمَعُكُمْ فِيمَنْ لَيْسَ يُمْهِلُكُمْ؟! فَكَفَى وَاعِظًا بِمَوْتَى عَايَنْتُمُوهُمْ، حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِينَ، وَأُنْزِلُوا فِيهَا غَيْرَ نَازِلِينَ فَكَأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا لِلدُّنْيَا عُمَّارًا، وَكَأَنَّ الْآخِرَةَ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَارًا، أَوْحَشُوا مَا كَانُوا يُوطِنُونَ، وَأَوْطَنُوا مَا كَانُوا يُوحِشُونَ وَاشْتَغَلُوا بِمَا فَارَقُوا وَأَضَاعُوا مَا إِلَيْهِ انْتَقَلُوا، لَا عَنْ قَبِيحٍ يَسْتَطِيعُونَ انْتِقَالًا، وَلَا فِي حَسَنٍ يَسْتَطِيعُونَ ازْدِيَادًا، أَنِسُوا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ، وَوَثِقُوا بِهَا

لوگو! تمھیں تقوائے خدا، اور اس کی نعمتوں کی فراوانی پر حمد (شکر) کی نصیحت کرتا ہوں، کتنی ایسی نعمتیں ہیں جن سے تھیں خاص کیا۔ اور اپنی رحمتوں سے تھیں نوازا۔ تم نے کھلی بے شرمی کی، مگر اس نے پردہ پوشی کی، اس کی زد اور گرفت میں آئے مگر اس نے مہلت دی۔

دیکھو، موت کی یاد، اور اس سے غفلت کی کمی کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور تم ایسی چیز سے غفلت و حرص کر بھی کیسے سکتے ہو کہ وہ تھیں مہلت نہ دے گی؟ تمھارے لیے تو وہ چشم دید مرنے والے ہی مکمل ناصح ہیں، یہ لوگ سواری کے بغیر قبروں میں لا دکر پہنچائے گئے، اور اترے بغیر ان (قبروں) میں اتارے گئے (نہ وہ کاندھوں پر سوار ہونے پر راضی تھے نہ قبروں میں خوشی سے اترے ہوں گے) پھر تو ایسے ہو گئے جیسے دنیا میں کوئی تعمیر ہی نہ کی تھی، اور آخرت ہمیشہ سے ان کا گھر تھی، وہ جس میں رہتے ہیں اس سے گھبراتے تھے۔ اور (اب) جس سے وحشت تھی اسی کو گھر بنایا ہے۔ جسے چھوڑا ہے اس میں الجھے ہوئے تھے، اور جہاں منتقل ہو کر گئے اسے مہمل سمجھا تھا، اب نہ برائی سے منتقل ہونے کا اختیار ہے، نہ کسی اچھائی میں زیادتی کر سکتے ہیں۔ دنیا سے مانوس ہو گئے تھے اس نے انھیں فریب دیا اور اس پر اعتماد کیا تھا اس نے چت کر دیا۔

فَصَرَعَتْهُمْ، فَسَابِقُوا ـــــ

رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ـــــ اِلَى مَنَازِلِكُمُ الَّتِي اُمِرْتُمْ اَنْ تَعْمُرُوهَا ، وَالَّتِي رُغِّبْتُمْ فِيهَا ، وَ دُعِيتُمْ اِلَيْهَا ، وَاسْتَتِمُّوا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى طَاعَتِهِ ، وَ الْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهِ فَاِنَّ غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ ، مَا اَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِي الْيَوْمِ ـ وَ اَسْرَعَ السِّنِينَ فِي الْعُمُرِ !

ـــــ خدا تم پر رحم کرے ، ان منزلوں کے لیے دوڑو ، جسے آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، اور جس کی طرف مائل اور پکارے گئے ہو ـ اور اپنی نعمتوں کو اطاعت خدا (جو حقیقی شکر ہے) کرکے اور گناہوں سے بچ کر مکمل کرالو ، کیونکہ کل کا دن آج سے (زیادہ) قریب ہے (کہ) آج کی گھڑیاں کتنی تیز رفتار ہیں اور عمر کے سال کس قدر تندرو ہیں ـ

"دعوت الی اللہ ، تصور الٰہیت ، خلوص عمل ، اثر آفرینی کا جو رچا بسا شعور اس قسم کی عبارتوں میں ہے ـ اس کی مثال مشکل ہے امیرالمؤمنینؑ کے بلند حیثیت نفسیات ، معیاری تعلیمات اور فوق الادراک اندازوں کی اہمیت کا کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ـ کہ ان میں کس طرح واقعیت و اثر آفرینی ہے ـ درحقیقت ابھی علیؑ اور ان کے نفسیات کا پورا جائزہ نہیں لیا جاسکا ہے ورنہ انسانیت قدموں پر جھک جاتی ـ

خطبہ: ۲۳۱ - ومن خطبة له علیه السلام

جو پوچھنا ہو پوچھ لو!

فَمِنَ الْاِیْمَانِ مَا یَکُوْنُ ثَابِتاً مُّسْتَقِرًّا فِی الْقُلُوْبِ، وَمِنْهُ مَا یَکُوْنُ عَوَارِیَ بَیْنَ الْقُلُوْبِ وَالصُّدُوْرِ اِلٰٓی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، فَاِذَا کَانَتْ لَکُمْ بَرَآءَةٌ مِّنْ اَحَدٍ فَقِفُوْهُ حَتّٰی یَحْضُرَهُ الْمَوْتُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ یَقَعُ حَدُّ الْبَرَآءَةِ، وَ الْهِجْرَةُ قَآئِمَةٌ عَلٰی حَدِّهَا الْاَوَّلِ، مَا کَانَ لِلّٰهِ فِیْٓ اَهْلِ الْاَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ الْاُمَّةِ وَ مُعْلِنِهَا، لَا یَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلٰٓی اَحَدٍ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِی الْاَرْضِ، فَمَنْ عَرَفَهَا وَ اَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ، وَلَا یَقَعُ اسْمُ الْاِسْتِضْعَافِ عَلٰی مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَآ اُذُنُهٗ وَوَعَاهَا قَلْبُهٗ۔

یہ بھی ایمان ہے کہ دلوں میں ثابت و مستقل (و جاگزین) ہو اور یہ بھی کہ دل اور سینوں میں معین مدّت کے لیے عاریت و امانت ہو۔ لہذا جب تمھیں کسی سے بیزاری ہو، تو اس کے مرنے تک ٹھہرو (اس کی بے ایمانی کا فیصلہ نہ کرو) اس موقع پر بیزاری کی حد ہے (حالات دیکھ کر فیصلہ کرلو، کہ بیزاری کرنا چاہیئے یا نہیں) ہجرت[1] آج بھی اسی ابتدائی حکم کی طرح باقی ہے، خدا کو اہل زمین میں ان لوگوں سے جو امت (اسلام) کو چھپائیں یا ظاہر کریں کوئی ضرورت نہیں ہے اور ہجرت کا لفظ کسی پر اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ حجت ارضی (نبی یا امام) کو پہچانتا (اور مومن) ہو۔ تو جو شخص حجت کو پہچان لے اور اقرار کرے وہ ہے "مہاجر" اور وہ آدمی جسے حجت (نبی و امام) مل جائے اور اس کے احکام اس کے کانوں سے سُننے اور دل نے محفوظ رکھے ہوں اسے "مُسْتَضْعَفْ" (معذور و ناتواں) کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

اِنَّ اَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ

ہمیں پہچاننا (اور اماموں کی معرفت) بہت مشکل کام

---

[1] چونکہ ہجرت سے غرض صرف یہ ہے کہ کفر و گمراہی سے ایمان کی طرف نقل مکانی کیا جائے۔ لہذا جب بھی یہ مقصد پورا جائے اسی وقت ہجرت واجب ہے۔

لَا يَحْمِلُهُ إِلَّا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَلَا يَعِي حَدِيثَنَا إِلَّا صُدُورٌ أَمِينَةٌ، وَأَحْلَامٌ رَزِينَةٌ.

ہے جسے وہ مرد مومن ہی حاصل کر سکتا ہے جس کے دل کو خدا نے ایمان کے لیے آزما لیا ہو، اور ہمارے احادیث کو وہی محفوظ رکھ سکتا ہے جس کے سینے میں راز، اور عقلیں وزنی (اور جان دار ہوں)

أَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي - فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَآءِ أَعْلَمُ بِطُرُقِ الْأَرْضِ - قَبْلَ أَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَأُ فِي خِطَامِهَا وَتَذْهَبُ بِأَحْلَامِ قَوْمِهَا.

لوگو! مجھے کھونے سے پہلے پوچھ لو[1] کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمانی راہوں سے واقف ہوں — اس سے پہلے کہ انقلابات و فساد اپنے قدم اٹھائے، اور (بے مہار اونٹ کی طرح) جدھر نکیل سمائے ادھر چلا جائے اور قوم کی عقلوں کو لے جائے۔

---

[1] ملاحظہ ہو خطبہ ۹۲ فیض الاسلام۔

۲۳۲- ومن خطبة لهٗ علیه السلام　　　　خطبہ :

وعظ و نصیحت

أَحمدُهُ شُكراً لِإنعامِهِ، وَأَستَعِينُهُ عَلَى وَظائِفِ حُقُوقِهِ، عَزِيزُ الجُندِ، عَظِيمُ المَجدِ، وَ أَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ وَ رَسُولُهُ - دَعَا إِلَى طاعَتِهِ وَقَاهَرَ أَعدَاءَهُ جِهَاداً عَلَى دِينِهِ، وَلَا يَثنِيهِ عَن ذَلِكَ اجتِماعٌ عَلَى تَكذِيبِهِ، وَالتِمَاسٌ لِإِطفَاءِ نُورِهِ -

اس کے انعاموں پر شکر کے لیے اس کی اور اس کے حقوق کی پابندی پر اس سے مدد چاہتا ہوں کہ اس کی فوج غالب، اور اس (معبود) کی بڑی عظمت ہے - اور میں گواہی دیتا ہوں کہ مُحمّدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ انھوں نے اطاعت خدا کی دعوت دی، اور دشمنان دین خدا کے لیے جہاد کر کے اس کے دشمنوں کو زیر کیا، اور اس مقصد سے دشمنوں کا جھٹلانے، اور ان کے نور کو بجھانے کی کوشش نہ پلٹا سکی -

فَاعتَصِمُوا بِتَقوَى اللهِ فَإِنَّ لَهَا حَبلاً وَثِيقاً عُروَتُهُ - وَمَعقِلاً مَنِيعاً ذِروَتُهُ وَبَادِرُوا المَوتَ فِي غَمَرَاتِهِ وَامهَدُوا لَهُ قَبلَ حُلُولِهِ، وَأَعِدُّوا لَهُ قَبلَ نُزُولِهِ فَإِنَّ الغَايَةَ القِيَامَةُ وَكَفَى بِذَلِكَ وَاعِظاً لِمَن عَقَلَ وَمُعتَبَراً لِمَن جَهِلَ، وَ قَبلَ بُلُوغِ الغَايَةِ مَا تَعلَمُونَ مِن ضِيقِ الأَرمَاسِ، وَشِدَّةِ الإِبلَاسِ، وَ هَولِ المُطَّلَعِ، وَرَوعَاتِ الفَزَعِ، وَ اختِلَافِ الأَضلَاعِ، وَاستِكَاكِ الأَسمَاعِ وَظُلمَةِ اللَّحدِ، وَخِيفَةِ الوَعدِ، وَ غَمِّ الضَّرِيحِ، وَرَدمِ الصَّفِيحِ -

خوف خدا سے وابستہ ہو جاؤ کہ خوف خدا ایک ایسی رسی ہے جس کے بل مضبوط ہیں اور محفوظ چوٹی دار پناہ کی جگہ ہے، موت اور اس کی سختیوں کی طرف بڑھو، اور آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کر لو، کیونکہ قیامت ہی عمل کی انتہا ہے اور یہی بات عقل مند کو وعظ کے لیے اور ناواقف کے لیے عبرت کو کافی ہے اور انتہا (قیامت) ہونے سے پہلے قبر کی تنگی، غموں کی فراوانی، منزل اطلاع (برزخ پہنچ کر نتیجے کی خبر ملتی ہے کہ اعمال کیسے ہیں) کے ہول (اور خوف) اور لگاتار غم، اور ہڈیوں کے کھڑکھڑانے (شدت خوف کا استعارہ) کانوں (میں صدائے خوف ناک سے) کے بہرا ہونے اور قبر کی اندھیاری، وعدوں کے خوف، اور قبر کی اندھیاری، وعدوں کے خوف، اور قبر کے ڈھانکنے، اور پتھروں (قبر کے پٹروں) کے بند کرنے سے واقع ہو۔

فَاللهَ اللهَ! عِبَادَ اللهِ!

فَإِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلَى سَنَنٍ، وَأَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ فِي قَرَنٍ، وَكَأَنَّهَا قَدْ جَاءَتْ بِأَشْرَاطِهَا، وَأَزِفَتْ بِأَفْرَاطِهَا، وَوَقَفَتْ بِكُمْ عَلَى صِرَاطِهَا، وَكَأَنَّهَا قَدْ أَشْرَفَتْ بِزَلَازِلِهَا، وَأَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا، وَانْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِأَهْلِهَا، وَأَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا، فَكَانَتْ كَيَوْمٍ مَضَى، أَوْ شَهْرٍ انْقَضَى، وَصَارَ جَدِيدُهَا رَثّاً، وَسَمِينُهَا غَثّاً، فِي مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ، وَأُمُورٍ مُشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَنَارٍ شَدِيدٍ كَلَبُهَا، عَالٍ لَجَبُهَا، سَاطِعٍ لَهَبُهَا، مُتَغَيِّظٍ زَفِيرُهَا، مُتَأَجِّجٍ سَعِيرُهَا، بَعِيدٍ خُمُودُهَا، ذَاكٍ وُقُودُهَا، مَخُوفٍ وَعِيدُهَا، غَمٍّ قَرَارُهَا، مُظْلِمَةٍ أَقْطَارُهَا، حَامِيَةٍ قُدُورُهَا، فَظِيعَةٍ أُمُورُهَا. وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَراً، قَدْ أُمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَزُحْزِحُوا عَنِ النَّارِ، وَاطْمَأَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُ، وَرَضُوا الْمَثْوَى وَالْقَرَارَ، الَّذِينَ كَانَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَأَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً، وَكَانَ لَيْلُهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ نَهَاراً تَخَشُّعاً وَاسْتِغْفَاراً، وَكَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلاً تَوَحُّشاً وَانْقِطَاعاً، فَجَعَلَ اللهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَآباً، وَالْجَزَاءَ ثَوَاباً، وَكَانُوا

بندگانِ خدا، اللہ اللہ کرو!

کیونکہ دنیا تمھیں لے کر (اپنے) راستے پر لگ جائے گی، تم اور قیامت ایک رسی میں بندھے ہو اور گویا قیامت اپنے نشانات سمیت آگئی، اور اپنے ہراول دستے (علامات قرب قیامت) قریب لے آئی اور تمھیں اپنے راستے کے سامنے لے لیا ہے (کہ پہلے ہی حملے میں خاتمہ کر دے) اور گویا کہ زلزلے آنے کو ہیں اور (اونٹ کی طرح) اپنا سینہ زمین پر ٹیکے (اور پھیلائے) ہوئے ہے۔ اور اس نے اپنوں سے دست کشی کر لی اور انھیں اپنی آغوش (و سرپرستی) سے نکال دیا، (یہ سب یوں ہو رہا ہے) جیسے ایک دن یا ایک مہینہ تھا جو گزر گیا، اس کا نیا پن پرانا، اور موٹاپا دبلے پن سے بدل گیا، اس جگہ کہ (جہاں) قیام میں تنگی ہے (قبر) اور بڑے بڑے کارناموں میں شبہ ہے (کہ قبول ہوتے ہیں یا نہیں) اور وہ آگ جس کی لپک سخت، اور شعلوں کی آوازیں بلند، اور آنچ چمک دار، غضبناک چیخیں اس کی آگ بھڑکنے والی، جس کا بجھنا بہت دُور (ناممکن) اس کا جلنا بڑھتا ہوا، اس کا عذاب خوفناک، اس کا قیام غم انگیز، اردگرد تاریکی، اس کی دیگیں پکتی اور معاملات (ناقابل برداشت و) رسواکن — "اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، وہ گروہ در گروہ جنت میں داخل کیے جائیں گے (س ۳۹ ی ۷۳) عذاب سے بے خوف، ناراضگی الٰہی سے مطمئن، آتش جہنم سے دور، قیام گاہ اطمینانی، اور یہ بھی مکان اور قرار پر راضی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں روز افزوں اور آنکھیں اشک افشاں تھیں۔ دنیا میں ان کی راتیں خضوع وخشوع و استغفار کے دن تھیں، اور دن خوف عذاب و بے تعلقی میں رات تھے، تو خدا نے ان کے لیے جنت کو مکان اور ثواب کو عوض بنا دیا۔

أَحَقُّ بِهَا وَأَهْلُهَا فِي مُلْكٍ دَائِمٍ وَنَعِيمٍ قَائِمٍ۔

فَارْعَوْا۔ عِبَادَ اللّٰهِ ۔ مَا بِرِعَايَتِهِ يَفُوزُ فَائِزُكُمْ، وَبِإِضَاعَتِهِ يَخْسَرُ مُبْطِلُكُمْ وَبَادِرُوا آجَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ فَإِنَّكُمْ مُرْتَهَنُونَ بِمَا أَسْلَفْتُمْ، وَمَدِينُونَ بِمَا قَدَّمْتُمْ وَكَأَنْ قَدْ نَزَلَ بِكُمُ الْمَخُوفُ فَلَا رَجْعَةً تَنَالُونَ وَلَا عَثْرَةً تُقَالُونَ، اِسْتَعْمَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ بِطَاعَةِ رَسُولِهِ وَعَفَا عَنَّا وَعَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ۔

اِلْزَمُوا الْأَرْضَ وَاصْبِرُوا عَلَى الْبَلَاءِ وَلَا تُحَرِّكُوا بِأَيْدِيكُمْ وَسُيُوفِكُمْ فِي هَوَى أَلْسِنَتِكُمْ، وَلَا تَسْتَعْجِلُوا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ اللّٰهُ لَكُمْ فَإِنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ عَلَى فِرَاشِهِ وَهُوَ عَلَى مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهِ وَحَقِّ رَسُولِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ مَاتَ شَهِيدًا وَوَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَا نَوَى مِنْ صَالِحِ عَمَلِهِ وَقَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ إِصْلَاتِهِ لِسَيْفِهِ، وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةً وَأَجَلًا۔

اور یہ اس کے سب سے زیادہ حق دار اور اہل بھی تھے۔ ان کی بادشاہی دائمی اور نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

خدا کے بندو، ان باتوں کا لحاظ رکھو کہ تم میں سے کامیاب ہونے والے (اسی طرح) کامیاب ہوں گے اور (اس خیال) کو مہمل کر دینے والے غلط کار نقصان اٹھائیں گے۔ اپنے عمل کے ساتھ آگے بڑھو کہ تم اپنے ماضی کے کیے ہوئے کاموں میں رہن، اور جو عمل پہلے کر چکے ہو اسی کے لحاظ سے بدلہ پانے والے ہو، گویا موت آچکی اور اب واپسی (کی اجازت) نہ ملے گی۔ غلطیاں معاف نہ ہوں گی۔ خدا ہم سب کو اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق، اور ہم سب کو اپنی وسیع رحمت سے معاف فرمائے۔

اپنی جگہ پر بیٹھے (غور کرتے) رہو، بلاؤں پر صبر کرو، اپنے ہاتھ اور تلواریں اپنی ہوس کار زبانوں کو (بے موقع بولنے) سے نہ ہلاؤ اور جن کاموں کے لیے تم سے خدا نے جلدی نہیں چاہی ہے ان میں جلدی نہ کرو (قتل و غارت گری بڑی احتیاط کی چیز ہے) کیونکہ تم میں سے جو بھی اپنے خدا، رسول اور اہلبیت کا حق جاننے کے بعد اپنے بستر پر مرے گا وہ شہید ہوگا اور اس کا عوض خدا کے ذمے ہوگا۔ اور جس اچھے عمل کی نیت کی ہوگی اس کا مستحق ہوگا، اور اس کی نیت ہی "تلوار کے بے نیام ہونے کی قائمقام ہوگی (جو ثواب" تلوار کھینچنے اور جہاد کرنے کا ہے وہی جہاد کی نیت خالص کا۔ بات یہ ہے کہ) ہر چیز کا وقت اور زمانہ ہوتا ہے۔

(یہ خطبہ اور خطبہ ۲۳۳ مطبوعۂ الاستقامہ میں ۱۸۵ اور ۱۸۶ ہیں، یعنی ترتیب میں کچھ تقدم و تاخر ہے)

۲۳۳- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام — خطبہ:

دُنیا اور دُنیا پرست

"جو گوش شنوا، اور دیدۂ بینا رکھتے ہیں، ممکن نہیں کہ وہ حق کی اس پکار سے کان بہرے کرلیں اور حق کی ان واضح نشانیوں کے دیکھنے سے انکار کردیں۔"

(ج ع)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِی فِی الْخَلْقِ حَمْدُهٗ، وَالْغَالِبِ جُنْدُهٗ، وَالْمُتَعَالِی جَدُّهٗ، اَحْمَدُهٗ عَلٰی نِعَمِهِ التُّؤَامِ، وَاٰلَآئِهِ الْعِظَامِ - اَلَّذِیْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا، وَعَدَلَ فِیْ كُلِّ مَاقَضٰی، وَعَلِمَ بِمَا یَمْضِیْ وَمَا مَضٰی، مُبْتَدِعِ الْخَلَائِقِ بِعِلْمِهٖ، وَمُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اقْتِدَاءٍ وَلَا تَعْلِیْمٍ، وَلَا احْتِذَاءٍ لِمِثَالِ صَانِعٍ حَكِیْمٍ، وَلَا اِصَابَةِ خَطَاءٍ، وَلَا حَضْرَةِ مَلَاءٍ -

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ابْتَعَثَهٗ وَالنَّاسُ یَضْرِبُوْنَ فِیْ غَمْرَةٍ وَیَمُوْجُوْنَ فِیْ حَیْرَةٍ قَدْ قَادَتْهُمْ اَزِمَّةُ الْحَیْنِ وَاسْتَغْلَقَتْ عَلٰی اَفْئِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّیْنِ -

اُوْصِیْكُمْ — عِبَادَ اللّٰهِ — بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ، وَالْمُوْجِبَةُ عَلَی اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَاَنْ تَسْتَعِیْنُوْا

اس خدا کی حمد جس کی حمد ساری دنیا میں عام ہے، اور اس کا لشکر فاتح، اور اس کی بزرگی بلند ہے۔ میں اس کی مسلسل اور بڑی نعمتوں پر حمد کرتا ہوں۔ وہ خدا جس کا حلم بڑا ہے (اس لیے) معاف کرتا ہے اور ہر فیصلے میں عدل فرماتا ہے اور جو گزر رہا ہے اور جو ہو چکا ہے اسے جانتا ہے۔ اپنے علم سے دُنیا بھر کو پیدا کیا، اور اپنے حکم سے انھیں بنایا، اس (تخلیق) میں نہ کسی کی پیروی کی نہ تعلیم لی، نہ کسی حکمت مآب کاری گر کے نمونے سے مطابقت کی، نہ (اس کام میں غلطیاں ہوئیں (کہ تجربہ حاصل ہوا ہو) نہ لوگوں کو جمع کیا (کہ سوچ بچار کریں)

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جنھیں اس وقت مبعوث فرمایا جب لوگ مصیبتوں میں مارے مارے، اور حیرانیوں میں ٹکراتے پھرتے تھے۔ انھیں موت کی سختی کھینچے لیے جاتی تھی، اور ان کے دلوں پر گمراہی کے قفل لگے ہوئے تھے۔

خدا کے بندو!

میں تمھیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ تم پر خدا کا حق ہے اور تمھارا حق (پاداشِ کردار) خدا پر لازم

عَلَيْهَا بِاللّٰهِ وَتَسْتَعِينُوا بِهَا عَلَى اللّٰهِ، فَإِنَّ التَّقْوٰى فِي الْيَوْمِ الْحِرْزُ وَالْجُنَّةُ، وَفِي غَدٍ الطَّرِيقُ إِلَى الْجَنَّةِ، مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ، وَسَالِكُهَا رَابِحٌ، وَمُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ، ثُمَّ تَبْرَحْ عَارِضَةً نَفْسَهَا عَلَى الْأُمَمِ الْمَاضِينَ وَالْغَابِرِينَ لِحَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا غَدًا، إِذَا أَعَادَ اللّٰهُ مَا أَبْدٰى، وَأَخَذَ مَا أَعْطٰى، وَسَأَلَ عَمَّا أَسْدٰى، فَمَا أَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا وَحَمَلَهَا حَقَّ حَمْلِهَا، أُولٰئِكَ الْأَقَلُّونَ عَدَدًا، وَهُمْ أَهْلُ صِفَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ إِذْ يَقُولُ: (وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ) فَأَهْطِعُوا بِأَسْمَاعِكُمْ إِلَيْهَا، وَأَلِظُّوا بِجِدِّكُمْ عَلَيْهَا، وَاعْتَاضُوهَا مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفًا، وَمِنْ كُلِّ مُخَالِفٍ مُوَافِقًا، أَيْقِظُوا بِهَا نَوْمَكُمْ، وَاقْطَعُوا بِهَا يَوْمَكُمْ، وَأَشْعِرُوهَا قُلُوبَكُمْ، وَارْحَضُوا بِهَا ذُنُوبَكُمْ، وَدَاوُوا بِهَا الْأَسْقَامَ، وَبَادِرُوا بِهَا الْحِمَامَ، وَاعْتَبِرُوا بِمَنْ أَضَاعَهَا، وَلَا يَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَنْ أَطَاعَهَا۔

ہے، میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ (منزل) تقوٰی تک کے لیے خدا سے کمک طلب کرو، اور تقوٰی سے (قربِ) خدا کی التماس کرو، کیونکہ تقوٰی آج (دنیا میں) پناہ و سپر ہے، اور کل (قیامت میں) راہ بہشت ہے جس کا راستہ صاف اور جس پر چلنے والا نفع مند اس کا امانت دار (خدا) حافظ و نگہبان ہے، ہمیشہ یہ تقوٰی اپنے آپ کو گزشتہ اور ختم شدہ اُمتوں پر پیش کرتا رہا، کیونکہ وہ اس کی محتاج ہوں گی، جب کہ خدائے بزرگ و برتر، انھیں دوبارہ پیدا کرے گا، جو دیا تھا وہ لے لے گا، جو مرحمت فرمایا تھا اس کی بازپرس کرے گا، کس قدر کم تعداد ہے، ان لوگوں کی، جنھوں نے تقوے کو قبول کیا، اور صحیح معنوں میں سے اپنا شعار قرار دیا، یہ لوگ بلحاظ تعداد کم ہیں، یہی لوگ شائستہ وصف و مدح خداوند عزوجل ہیں جن کے بارے میں فرمایا ہے کہ میرے بہت سپاس گزار بندے کم ہیں، پس اپنے کانوں کو (صفات تقوٰی سننے کے لیے) جلد آمادہ کرو اور سعی و کوشش سے اس پر پابندی اختیار کرلو، (تاکہ رستگاری حاصل کرلو) ہر گزشتہ کے عوض آئندہ کو اختیار کرو اور خلاف کو ترک کرکے موافق کو اختیار کرلو، تقوٰی کے سبب تمھارے خواب بیداری کا لباس پہن لیں گے اور اپنی زندگی کے دن، اسی کے ساتھ کاٹو، اسے اپنے دل کا پاسبان قرار دے لو، اپنے گناہوں کو اس سے دھولو، اپنی (روحانی و اخلاقی) بیماری کا مداوا کرلو، موت کی طرف اسے لے کر بڑھو، جس نے اسے ضائع کردیا، اس سے عبرت پکڑو، تاکہ وہ تم سے عبرت نہ حاصل کرنے لگے، جس نے اس کی اطاعت کی ہو،

أَلَا فَصُونُوهَا وَتَصَوَّنُوا بِهَا، وَكُونُوا عَنِ الدُّنْيَا نُزَّاهًا، وَإِلَى الْآخِرَةِ وُلَّاهًا، وَلَا تَضَعُوا مَنْ رَفَعَتْهُ التَّقْوٰى

آگاہ ہو جاؤ —— تقوے کی حفاظت کرو اور اس کے سبب اپنے آپ کو بچالو، دنیا سے دوری اختیار کرو اور آخرت کے مشتاق و شیفتہ بن جاؤ، اسے پست و حقیر نہ سمجھو، جس نے

وَلَا تَرْفَعُوا مَنْ رَفَعَتْهُ الدُّنْيَا، وَلَا تَشِيمُوا بَارِقَهَا، وَلَا تَسْمَعُوا نَاطِقَهَا، وَلَا تُجِيبُوا نَاعِقَهَا وَلَا تَسْتَضِيئُوا بِإِشْرَاقِهَا وَلَا تُفْتَنُوا بِأَعْلَاقِهَا فَإِنَّ بَرْقَهَا خَالِبٌ وَنُطْقَهَا كَاذِبٌ، وَأَمْوَالَهَا مَحْرُوبَةٌ، وَأَعْلَاقَهَا مَسْلُوبَةٌ۔

أَلَا!

وَهِيَ الْمُتَصَدِّيَةُ الْعَنُونُ، وَالْجَامِحَةُ الْحَرُونُ، وَالْمَائِنَةُ الْخَؤُونُ، وَالْجَحُودُ الْكَنُودُ، وَالْعَنُودُ الصَّدُودُ، وَالْحَيُودُ الْمَيُودُ

حَالُهَا انْتِقَالٌ، وَوَطْأَتُهَا زِلْزَالٌ، وَعِزُّهَا ذُلٌّ، وَجِدُّهَا هَزْلٌ، وَعُلُوُّهَا سُفْلٌ دَارُ حَرَبٍ وَسَلَبٍ، وَنَهَبٍ وَعَطَبٍ،

أَهْلُهَا عَلَى سَاقٍ وَسِيَاقٍ، وَلِحَاقٍ وَفِرَاقٍ، قَدْ تَحَيَّرَتْ مَذَاهِبُهَا، وَأَعْجَزَتْ مَهَارِبُهَا وَخَابَتْ مَطَالِبُهَا۔

نے تقوے کو بلند کر لیا ہو، اور اسے بلند مرتبہ نہ سمجھو جسے دنیا نے اونچا کر دیا ہو دنیا کی بجلی سے بارش کا انتظار نہ کرو، اس کے ثناگر کی باتوں پر کان نہ دھرو، اس کی طرف بلانے والے کی بات نہ سنو، اس کی درخشندگی سے روشنی نہ ڈھونڈو۔ اس کی آراستگی پر فریفتہ نہ ہو، کیونکہ اس کی بجلی بے باراں ہے، اس کی باتیں جھوٹی ہیں۔ اس کی ملکیت غارت ہو جائے گی، اس کی آراستگی چھین لی جائے گی۔

ہوشیار!

یہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی (زن فاجرہ) ہے، کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے منہ پھیر لیتی ہے، یہ وہ اسپ سرکش ہے کہ چلتے وقت رک جاتا ہے، نافرمانی کرتا ہے، بہت جھوٹی، خیانت کار، ستیزہ گر، اور ناسپاس گزار ہے، بہت جفا کار، اور راہ (حق) سے منحرف کر دینے والی ہے، راہ (راست سے) دور کر دینے والی، اور الٹ پلٹ دینے والی، اس کی روش، (ایک حال سے دوسرے حال میں، ایک شخص سے دوسرے شخص کے ہاتھ میں) منتقل ہوتی ہے اور اس کے قدم ٹکانے کی جگہ متحرک اور غیر ثابت ہے، اس کی ارجمندی زبونی ہے، اس کی سعی و کوشش بازی و شوخی ہے، اور اس کی بلندی (دراصل) پستی ہے، وہ لوٹ مار کا گھر ہے (لوٹ کر) برہنہ کر دینے اور تاراج کر دینے والا، اس کے رہنے والے، پابہ رکاب ہیں، اور کچلے ہوئے ہیں، اور (اگلے لوگوں سے) مل جانے والے ہیں اور (اپنے مال و زر اور زن و فرزند سے) جدا ہو جانے والے ہیں۔ اس دنیا کی راہیں سرگرداں کر دینے والی ہیں (چلنے والے نہیں جانتے کہاں جا رہے ہیں)، جن کی گریز کاری ناتواں کر دینے والی ہے، اور مقاصد نومید کر دینے والے ہیں (کوئی شخص اپنی مراد کو نہیں

فَأَسْلَمَتْهُمُ الْمَعَاقِلُ، وَلَفَظَتْهُمُ الْمَنَازِلُ
وَأَعْيَتْهُمُ الْمَحَاوِلُ، فَمِنْ نَاجٍ مَعْقُورٍ، وَ
لَحْمٍ مَجْزُورٍ، وَشِلْوٍ مَذْبُوحٍ، وَدَمٍ
مَسْفُوحٍ، وَعَاضٍّ عَلَى يَدَيْهِ، وَصَافِقٍ
بِكَفَّيْهِ، وَمُرْتَفِقٍ بِخَدَّيْهِ، وَزَارٍ
عَلَى رَأْيِهِ، وَرَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهِ، وَ
قَدْ أَدْبَرَتِ الْحِيلَةُ، وَأَقْبَلَتِ الْغِيلَةُ
وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ، هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ!!
قَدْ فَاتَ مَا فَاتَ، وَذَهَبَ مَا ذَهَبَ،
وَمَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا، فَمَا
بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا
مُنْظَرِيْنَ۔

پہنچ سکتا) پس دنیا کی پناہ گاہوں نے اہل دنیا کی حفاظت نہ کی، نہ انھیں بلا اور سختی کے پنجوں سے) بچایا، اس کی منزلوں نے لوگوں کو دور پھینک دیا اور اس کی زر ورنگی نے انھیں اور زیادہ درماندہ اور خستہ کر دیا، پس بعض اہل دنیا (گو) نجات یافتہ ہیں، لیکن خستہ، پاؤں زخموں سے چور، اور بعض (غم و اندوہ کے باعث) اپنے ہاتھ کی بوٹیاں کاٹ رہے ہیں، اور بعض بدن سر بریدہ کی طرح ہیں، بعض اس طرح جیسے بدن سے گوشت جدا کیا جا چکا ہو، اور بعض جیسے ان کا خون بھی بہایا جا چکا ہے، لیکن کف (افسوس) مل رہے ہیں اور بعض (مجبوری کے عالم میں) ہتھیلیوں پر رخسار ٹکائے ہوئے ہیں، بعض اپنے خیالات (بطور اظہار شرمندگی) نادرست قرار دے رہے ہیں، بعض اپنے ارادے سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ حالانکہ چارۂ کار ہاتھ سے نکل چکا ہے، اور بلائے ناگہانی (موت) سامنے آ چکی، اور اب رہائی کی کوئی صورت نہیں بیشک جو کھویا جا چکا، وہ کھویا گیا، جو گزرنا تھا، وہ گزر گیا، اور دنیا اپنی پسند کے مطابق بدل گئی پس اہل آسمان و زمین) دنیا پرستوں کی ہلاکت پر غمگین و افسردہ نہیں اور نہ ان لوگوں کو مہلت عطا کی گئی۔

۲۳۴- ومن خطبۃ لہ علیہ السّلام — خطبہ

"کچھ لوگ اس کو "خُطبۂ قاصعہ[1]" کہتے ہیں جس میں تکبر اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر ابلیس لعین کی مذمت ہے اور یہ تبلایا ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے عصبیت کا اظہار اور حمیت کی پیروی کی ہے۔ حضرت نے لوگوں کو اس کے راستے سے ڈرایا ہے۔ (رضی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَ الْكِبْرِیَاءَ، وَ اخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ وَ جَعَلَهُمَا حِمًى وَ حَرَمًا عَلٰی غَیْرِهٖ، وَ اصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهٖ، وَ جَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلٰی مَنْ نَازَعَهٗ فِیْهِمَا مِنْ عِبَادِهٖ، ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلَآئِكَتَهُ الْمُقَرَّبِیْنَ لِیَمِیْزَ الْمُتَوَاضِعِیْنَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَ هُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوْبِ، وَ مَحْجُوْبَاتِ الْغُیُوْبِ۔

اس خدا کی حمد، جو عزّت و کبریائی کا خلعت پہنے اور ان دونوں کو اپنے ہی لیے اختیار کیے ہوئے ہے، جس میں مخلوق کا کوئی حق نہیں۔ اور ان دونوں کو دوسرے سے حرام و منع کر دیا، اور ان دونوں کو اپنے جلال کے لیے پسند فرمایا۔ اور بندوں میں جو ان دونوں کے لیے لڑے (اور اپنی عزت و کبریائی کا دعوے کرے) اس پر لعنت کی ہے۔ پھر اس بات کا امتحان لینے کے لیے اپنے مقرب دربار فرشتوں کا امتحان لیا کہ ان میں سے فروتنی (خضوع خشوع) کرنے والے (عام فرشتے) اور تکبّر کرنے والے (شیطان) ممتاز ہو جائیں، چنانچہ دلوں کے بھید جاننے والے اور غیب کے پردے میں چھپی ہوئی باتوں نے فرمایا:

"اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ"۔

"میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، جب وہ تیار ہو جائے اور میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سر جھکا کر گر جانا، چنانچہ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے"۔ (س ۳۸ ی ۷۱-۷۴)

اِعْتَرَضَتْهُ الْحَمِیَّةُ فَافْتَخَرَ عَلٰی

کہ اسے تکبر نے روکا اور حضرت آدم سے تخلیق میں مقابلہ کیا،

---

[1] حضرت نے یہ خطبہ ناقے پر سواری کی حالت میں پڑھا ہے اس لیے، یا شیطان کی مذمت و تحقیر فرمائی ہے، اس لیے اسے قاصعہ کہتے ہیں (قصع: جگالی کرنا۔ یا حقیر کرنا۔) (فیض سے ماخوذ) م

إِنَّ حُكْمَهُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلِ الْأَرْضِ لَوَاحِدٌ، وَمَا بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ هَوَادَةٌ فِي إِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهُ عَلَى الْعَالَمِينَ.

آسمان اور زمین والوں کے لیے اس کا فیصلہ ایک ہی ہے اور خدا و مخلوق میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کی صلح نہیں کہ وہ کائنات پر کوئی حرام کی حد بندی کر دے اور اس کے لیے مباح کر دے۔

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللهِ أَنْ يُعْدِيَكُمْ بِدَائِهِ، وَأَنْ يَسْتَفِزَّكُمْ بِنِدَائِهِ وَأَنْ يُجْلِبَ عَلَيْكُمْ بِخَيْلِهِ وَرَجْلِهِ فَلَعَمْرِي لَقَدْ فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ وَأَغْرَقَ لَكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيدِ وَرَمَاكُمْ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالَ «رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ»

خدا کے بندو، ڈرو! کہ کہیں اس شیطان کا مرض دوڑ نہ جائے، اور وہ تمھیں اپنی آواز سے برانگیختہ نہ کر دے، تم پر اپنا پیدل و سوار لشکر (حیلے اور تدبیریں) نہ لے دوڑے۔ اپنی جان کی قسم دکھا کر کہتا ہوں کہ (تنبیہوں کے تیر کمان (اور چلّوں) میں لگائے جا چکے ہیں، اور تمھارے (اوپر چلانے کے) لیے پوری قوت سے کھینچے جا چکے اور نزدیک مقامات سے سر ہو چکے ہیں۔ اور وہ کہہ رہا ہے: خدایا! چونکہ مجھے (سجدۂ آدم نہ کرنے سے) گمراہ قرار دیا، تو بنی آدم کے لیے گناہوں کو آراستہ کر کے ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔" (س ۱۵ ی ۳۹)

قَذْفاً بِغَيْبٍ بَعِيدٍ، وَرَجْماً بِظَنٍّ غَيْرِ مُصِيبٍ، صَدَّقَهُ بِهِ أَبْنَاءُ الْحَمِيَّةِ، وَإِخْوَانُ الْعَصَبِيَّةِ وَفُرْسَانُ الْكِبْرِ وَالْجَاهِلِيَّةِ۔

یہ باتیں ایک بڑی پیشین گوئی، اور غلط و خام خیالی کے تیر تکے تھے، جسے فرزندانِ تکبّر و تعصب کے بھائیوں، جاہلیت و خودپرستی کے شہسواروں نے اسے سچ مان لیا اور اس کی تصدیق کر دی۔

حَتَّى إِذَا انْقَادَتْ لَهُ الْجَامِحَةُ مِنْكُمْ وَاسْتَحْكَمَتِ الطَّمَاعِيَةُ مِنْهُ فِيكُمْ، فَنَجَمَتِ الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِيِّ إِلَى الْأَمْرِ الْجَلِيِّ اسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهُ عَلَيْكُمْ وَدَلَفَ بِجُنُودِهِ نَحْوَكُمْ فَأَقْحَمُوكُمْ وَلَجَاتِ الذُّلِّ، وَأَحَلُّوكُمْ وَرَطَاتِ الْقَتْلِ وَأَوْطَؤُوكُمْ إِثْخَانَ الْجِرَاحَةِ طَعْناً فِي عُيُونِكُمْ وَحَزّاً فِي حُلُوقِكُمْ وَدَقّاً لِمَنَاخِرِكُمْ، وَقَصْداً لِمَقَاتِلِكُمْ،

یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش لوگ اس کے فرماں بردار ہو گئے اور اس کی حرص (آمیز تمنا) تم سے پوری ہو گئی، تو پوشیدہ و رازداری کی حالت (شک اور دین کے وسوسے) کھلی ہوئی بات بن گئی، تم پر اس کا اقتدار و قبضہ سخت ہو گیا اور اپنے لشکروں کو تمھارے پاس لا کر ذلّت کے گڑھوں اور قتل (تباہی و ناکامی) کے طوفانوں میں ڈھکیل دیا، اور بری طرح زخمی کر کے پیروں سے روند ڈالا۔ تمھاری آنکھوں میں نیزے مارے، گردنوں کو کاٹ دیا۔ اور نتھنوں کو کچل دیا، تمھاری قتل گاہوں کا رُخ کیے

آدَمَ بِخَلْقِهِ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِأَصْلِهِ، فَعَدُوُّ اللهِ إِمَامُ الْمُتَعَصِّبِينَ، وَسَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِينَ الَّذِي وَضَعَ أَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ وَنَازَعَ اللهَ رِدَاءَ الْجَبَرِيَّةِ، وَادَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ وَخَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ۔

أَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللهُ بِتَكَبُّرِهِ؟ وَوَضَعَهُ اللهُ بِتَرَفُّعِهِ فَجَعَلَهُ فِي الدُّنْيَا مَدْحُوراً وَأَعَدَّ لَهُ فِي الْآخِرَةِ سَعِيراً۔

وَلَوْ أَرَادَ اللهُ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ مِنْ نُورٍ يَخْطَفُ الْأَبْصَارَ ضِيَاؤُهُ، وَيَبْهَرُ الْعُقُولَ رُوَاؤُهُ، وَطِيبٍ يَأْخُذُ الْأَنْفَاسَ عَرْفُهُ، لَفَعَلَ، وَلَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ لَهُ الْأَعْنَاقُ خَاضِعَةً، وَلَخَفَّتِ الْبَلْوَى فِيهِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، وَلَكِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ ابْتَلَى خَلْقَهُ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُونَ أَصْلَهُ تَمْيِيزاً بِالِاخْتِبَارِ لَهُمْ، وَنَفْياً لِلِاسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَإِبْعَاداً لِلْخُيَلَاءِ مِنْهُمْ۔

فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنَ اللهِ بِإِبْلِيسَ إِذْ أَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيلَ وَجَهْدَهُ الْجَهِيدَ، وَكَانَ قَدْ عَبَدَ اللهَ سِتَّةَ آلَافِ سَنَةٍ لَا يُدْرَى أَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا أَمْ مِنْ سِنِي الْآخِرَةِ عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، فَمَنْ بَعْدَ إِبْلِيسَ يَسْلَمُ عَلَى اللهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهِ؟ كَلَّا، مَا كَانَ اللهُ سُبْحَانَهُ لِيُدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَراً بِأَمْرٍ أَخْرَجَ بِهِ مِنْهَا مَلَكاً۔

اور اپنی اصل (آگ) کی وجہ سے آدم کے سامنے تعصب برتا، تو دشمن خدا، متعصبوں کا امام، اور تکبّر پسند لوگوں کا وہ پیش رو جس نے عصبیت کی بنیاد رکھی، اور خداوند عالم کی قباء جبروتیت میں نزاع (جنگ) کرنا چاہی، اور عزّت نمائی کا خلعت پہنا اور ذلت و عاجزی کا نقاب اتارنا چاہا۔

تو کیا تم نے دیکھا نہیں کہ خدا نے شیطان کو اس کے تکبّر کے بدلے کس طرح رسوا کیا اور اس کی سربلندی کو کیسا گرایا، کہ دنیا میں مردود، اور آخرت میں بھڑکتی آگ تیار کی۔

اور اگر خدا یہ چاہتا کہ آدمؑ کو چکا چوندھ کرنے والے نور اور عقلوں کو حیران کرنے والی چمک اور نفس (سانس) نفس میں بسی ہوئی خوشبو سے پیدا کرتا تو ضرور (ایسا) کرتا اور اگر یہ کرتا (کہ آدمؑ نور و نکہت کا مجموعہ ہوتے) تو تمام گردنیں تعظیماً جھک جاتیں اور فرشتوں کا یہ امتحان ہلکا ہو جاتا۔ لیکن خداوند پاک نے اپنی مخلوق کا امتحان کچھ ایسی باتوں سے لیا جس کی بنیاد سے وہ ناواقف ہیں تاکہ ان کا امتحان لے کر ممتاز اور ان کے تکبر کو دور اور خودپسندی سے الگ کردے۔

تو جو کچھ شیطان کے لیے خدا کی طرف سے ہوا اس سے عبرت حاصل کرو کہ اس کا اتنا (کیا کرایا) لمبا عمل، اور اتنی سخت کوشش رائیگاں ہو گئی۔ اس نے خدا کی عبادت چھے ہزار سال (تک) کی، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا کے حساب سے تھے یا آخرت کے حساب سے۔ (اور یہ سب) ایک منٹ کے تکبّر سے ہوا۔ پھر اس کے بعد ایسی معصیت و نافرمانی سے کون ہے جو خدا سے بچ جائے ہرگز یہ نہیں ہو سکتا، خدا کسی بشر کو اس بات کے باوجود جنت میں داخل نہ ہونے دے گا جس کی وجہ سے ایک ملک اسی جنت سے نکالا گیا۔

وَسَوْقاً بِخَزَائِمِ الْقَهْرِ إِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ
لَكُمْ فَأَصْبَحَ أَعْظَمَ فِي دِينِكُمْ جَرْحاً وَأَوْرَى
فِي دُنْيَاكُمْ قَدْحاً مِنَ الَّذِينَ أَصْبَحْتُمْ لَهُمْ
مُنَاصِبِينَ وَعَلَيْهِمْ مُتَأَلِّبِينَ، فَاجْعَلُوا عَلَيْهِ
حَدَّكُمْ، وَلَهُ جِدَّكُمْ! فَلَعَمْرُ اللهِ لَقَدْ
فَخَرَ عَلَى أَصْلِكُمْ وَ وَقَعَ فِي حَسَبِكُمْ وَدَفَعَ
فِي نَسَبِكُمْ، وَأَجْلَبَ بِخَيْلِهِ عَلَيْكُمْ وَقَصَدَ
بِرَجِلِهِ سَبِيلَكُمْ: يَقْتَنِصُونَكُمْ بِكُلِّ مَكَانٍ
وَيَضْرِبُونَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ، لَا تَمْتَنِعُونَ
بِحِيلَةٍ: وَلَا تَدْفَعُونَ بِعَزِيمَةٍ، فِي حَوْمَةِ
ذُلٍّ وَحَلْقَةِ ضِيقٍ وَعَرْصَةِ مَوْتٍ وَجَوْلَةِ
بَلَاءٍ، فَأَطْفِئُوا مَا كَمَنَ فِي قُلُوبِكُمْ مِنْ نِيرَانِ
الْعَصَبِيَّةِ وَأَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَإِنَّمَا تِلْكَ
الْحَمِيَّةُ تَكُونُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ
الشَّيْطَانِ وَنَخَوَاتِهِ وَنَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ،
وَاعْتَمِدُوا وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلَى رُؤُسِكُمْ
وَإِلْقَاءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ أَقْدَامِكُمْ وَخَلْعَ
التَّكَبُّرِ مِنْ أَعْنَاقِكُمْ وَاتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ
مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ: إِبْلِيسَ وَ
جُنُودِهِ، فَإِنَّ لَهُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ جُنُوداً وَأَعْوَاناً
وَرَجِلاً وَفُرْسَاناً،

وَلَا تَكُونُوا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ أُمِّهِ
مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللهُ فِيهِ سِوَى مَا
أَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ بِنَفْسِهِ مِنْ عَدَاوَةِ
الْحَسَدِ، وَقَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِي قَلْبِهِ

اور زبردستی کی مہاریں کھینچتا اس آگ کی طرف لیے جاتا ہے، جو
تمھارے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس لیے وہ تمھارے دین کو بہت
زیادہ زخمی اور دنیا کی آگ میں بھڑک پیدا کرنے والا بن گیا۔ تم ان
کے دشمنوں سے بن جاؤ، جو اس کے کھلّم کھلّا مخالف اور ان (کے
خلاف) پر جمع ہو جاؤ۔ اور اپنی طاقت و کوشش کو اس کے مقابلے
میں رکھ دو۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس شیطان نے تمھارے (جد
اعلیٰ اور) اصل پر فخر کیا تھا، تمھارے حسب (قدر و منزلت) میں
مداخلت اور نسب (خاندان) کو ذلیل سمجھا تھا۔ اپنے سوار اور
پیادے تمھارے خلاف راستہ (روکنے کے لیے راہ) میں لے آیا،
وہ ہر جگہ تمھارا شکار کرتا پھرا اور ہر ہر پور پر چوٹ لگاتا پھرتا ہے
اور تم کسی تدبیر سے اسے روکتے نہیں، نہ استقلال کے ساتھ اس
کو دفع کرتے ہو، ذلت و تنگی کے حلقوں اور موت و بلا کے میدانوں
میں (پھنسے ہوئے) ہو، اب تمھارے دلوں میں جو چھپی ہوئی آتش
عصبیت، اور جاہلیت کے کینے ہوں انھیں بجھا (اور مٹا) دو۔
اس لیے کہ یہ تکبّر مسلمان کے دل میں شیطان کے وسوسے، اس
کے تکبّر و سرکشی سے پیدا ہوتا ہے۔ اب یہ عہد کر کے (بھروسہ کر لو)
کہ عاجزی و فروتنی کو سر پر رکھیں اور عزّت (و تکبر) کو قدموں
میں روند ڈالیں گے۔ اور خودی کے قلادے گردن سے اتار لیں
گے (دیکھو) تواضع کو اپنے اور دشمن کے درمیان میں، ابلیس اور
اس کے لشکروں کے لیے ہتھیار بنا لو، کیونکہ ہر امت (قوم) کی
معاون فوج میں پیدل اور سوار ہوتے ہیں (جس کے بل پر مقابلے
ہوتے ہیں) اور اس متکبّر کی طرح نہ ہو جس (قابیل) نے اپنے
ماں جائے (ہابیل) سے تکبّر کیا، حالانکہ خدا نے اس کے لیے
کوئی بزرگی و شرف نہیں معین فرمایا تھا، بس یہ ہوا کہ اس کے
دل میں عظمت اور بڑائی نے حسد کی وجہ سے عداوت پیدا کی اور

مِنْ نَارِ الْغَضَبِ، وَنَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي أَنْفِهِ مِنْ رِيحِ الْكِبْرِ الَّذِي أَعْقَبَهُ اللّٰهُ بِهِ النَّدَامَةَ وَأَلْزَمَهُ آثَامَ الْقَاتِلِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حمیت نے غصے کی آگ جلائی، شیطان نے کبر و نخوت کی بات ناک میں پھونک دی (کہ تمہاری ناک بہت اونچی ہے) جس کے نتیجے میں خدا نے قیامت کے لیے شرمندگی اور قاتل کا سا گناہ اس پر لازم کر دیا۔

أَلَا وَقَدْ أَمْعَنْتُمْ فِي الْبَغْيِ، وَأَفْسَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ، مُصَارَحَةً لِلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ، وَمُبَارَزَةً لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْمُحَارَبَةِ، فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي كِبْرِ الْحَمِيَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّهُ مَلَاقِحُ الشَّنَآنِ، وَمَنَافِخُ الشَّيْطَانِ الَّتِي خَدَعَ بِهَا الْأُمَمَ الْمَاضِيَةَ، وَالْقُرُونَ الْخَالِيَةَ، حَتَّى أَعْنَقُوا فِي حَنَادِسِ جَهَالَتِهِ، وَمَهَاوِي ضَلَالَتِهِ، ذُلُلًا عَلَى سِيَاقِهِ، سُلُسًا فِي قِيَادِهِ، أَمْرٌ تَشَابَهَتِ الْقُلُوبُ فِيهِ، وَتَتَابَعَتِ الْقُرُونُ عَلَيْهِ، وَكِبْرٌ تَضَايَقَتِ الصُّدُورُ بِهِ۔

دیکھو! تم نے بغاوت میں گمراہی اور زمین میں فساد، اور خدا سے کھلم کھلا دشمنی، مومنوں سے جنگ اور مقابلہ کر رکھا ہے تو خدا سے ڈرو، خدا سے! حمیت میں تکبر، جاہلیت (کے زمانے کی طرح) کا فخر نہ کرو! کیونکہ یہ دشمنی کا موجد، اور شیطان کا وہ وسوسہ ہے جس سے اس نے گذشتہ قوموں اور ماضی کی صدیوں کو اس طرح فریب دیے کہ جہالت کی بھیانک تاریکیوں اور گمراہی کے گڑھوں میں گھس گئے، اور اس کی قیادت میں مطیع اپنی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی، ایسے معاملات ہوئے کہ دل ایک دوسرے سے مل گئے (شیطان کی پیروی سب کا عقیدہ ہو گیا) صدیاں اسی طرح گزر گئیں اور کبر تھا (کہ خدا کی پناہ) جو سینے میں تنگی کر رہا تھا، (کسی نیکی کی گنجائش نہ تھی)

أَلَا فَالْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَكُبَرَائِكُمُ الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ، وَتَرَفَّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ، وَأَلْقَوُا الْهَجِينَةَ عَلَى رَبِّهِمْ، وَجَاحَدُوا اللّٰهَ عَلَى مَا صَنَعَ بِهِمْ، مُكَابَرَةً لِقَضَائِهِ، وَمُغَالَبَةً لِآلَائِهِ! فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ أَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ، وَدَعَائِمُ أَرْكَانِ الْفِتْنَةِ، وَسُيُوفُ اعْتِزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

خبردار! اپنے ان سرداروں اور بڑوں کی اطاعت سے ڈرو، جو اپنے حسب پر تکبر اور نسب پر سربلندی دکھائیں اور خدا پر بری باتیں ڈھال دیں، اور جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا ہے (انعام خداوندی) اس سے خدا کے منکر اور اس کے فیصلوں کے سامنے مکابرہ اس کی نعمتوں میں غلبہ چاہیں۔ یہ لوگ "عصبیت" کی بنیادوں کے ستون، اور فتنہ و فساد کے ارکین کی تلواریں ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَكُونُوا لِنِعَمِهِ عَلَيْكُمْ أَضْدَادًا، وَلَا لِفَضْلِهِ عِنْدَكُمْ

خدا سے ڈرو! اور اس کی نعمتوں کے منکر اور اس کے احسانات پر (جو تم پر ہوئے) حاسد نہ بنو! اور ان ذلیلوں کی پیروی نہ کرو۔

حُسَّاداً! وَلَا تُطِيعُوا الْأَدْعِيَاءَ الَّذِينَ
شَرِبْتُمْ بِصَفْوِكُمْ كَدَرَهُمْ وَخَلَطْتُمْ
بِصِحَّتِكُمْ مَرَضَهُمْ، وَأَدْخَلْتُمْ فِي حَقِّكُمْ
بَاطِلَهُمْ، وَهُمْ أَسَاسُ الْفُسُوقِ وَأَحْلَاسُ
الْعُقُوقِ! اتَّخَذَهُمْ إِبْلِيسُ مَطَايَا ضَلَالٍ،
وَجُنْداً بِهِمْ يَصُولُ عَلَى النَّاسِ، وَتَرَاجِمَةً
يَنْطِقُ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ اسْتِرَاقاً لِعُقُولِكُمْ
وَدُخُولاً فِي عُيُونِكُمْ، وَنَفْثاً فِي أَسْمَاعِكُمْ
فَجَعَلَكُمْ مَرْمَى نَبْلِهِ، وَمَوْطِئَ قَدَمِهِ وَمَا
خَذَ يَدِهِ، فَاعْتَبِرُوا بِمَا أَصَابَ الْأُمَمَ
الْمُسْتَكْبِرِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ بَأْسِ اللّٰهِ وَصَوْلَاتِهِ
وَوَقَائِعِهِ وَمَثُلَاتِهِ وَاتَّعِظُوا بِمَثَاوِي
خُدُودِهِمْ، وَمَصَارِعِ جُنُوبِهِمْ، وَ
اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ لَوَاقِحِ الْكِبْرِ كَمَا
تَسْتَعِيذُونَهُ مِنْ طَوَارِقِ الدَّهْرِ۔ فَلَوْ
رَخَّصَ اللّٰهُ فِي الْكِبْرِ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِهِ لَرَخَّصَ
فِيهِ لِخَاصَّةِ أَنْبِيَائِهِ وَأَوْلِيَائِهِ، وَلٰكِنَّهُ
سُبْحَانَهُ كَرَّهَ إِلَيْهِمُ التَّكَابُرَ وَرَضِيَ لَهُمُ
التَّوَاضُعَ، فَأَلْصَقُوا بِالْأَرْضِ خُدُودَهُمْ
وَعَفَّرُوا فِي التُّرَابِ وُجُوهَهُمْ، وَخَفَضُوا
أَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَكَانُوا أَقْوَاماً
مُسْتَضْعَفِينَ۔ وَقَدِ اخْتَبَرَهُمُ اللّٰهُ بِالْمَخْمَصَةِ
وَابْتَلَاهُمْ بِالْمَجْهَدَةِ وَامْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَاوِفِ
وَمَخَضَهُمْ بِالْمَكَارِهِ فَلَا تَعْتَبِرُوا الرِّضَا
وَالسُّخْطَ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ، جَهْلاً بِمَوَاقِعِ

جن کے گندے پانی کو اپنے صاف پانی میں ملا کر پی گئے، ان کی بیماریاں
اپنی تندرستیوں، اور اپنے حق میں ان کے باطل کو ملا لیا (اگر ان کی پیروی
نہ کرتے تو مومن و نیک عمل رہتے) یہ حاکم فسق (بدکاری) کی بنیاد اور
نافرمانیوں کے ساتھی ہیں! شیطان نے ان کو گمراہیوں کی سواری
اور لوگوں پر حملہ کرنے والی فوج بنایا ہے، وہ لوگوں کی عقلیں
چرانے (بے وقوف بنانے) اور کانوں میں پھونکنے کے لیے ان
کی زبان سے بولتا ہے اور یہ لوگ شیطان کے ترجمان ہیں،
تو اس نے تمھیں اپنے تیروں کا نشانہ اور پیروں سے پامال ہونے
اور ہاتھ میں آنے کی جگہ رکھا ہے۔ تم پہلے والی متکبر قوموں
پر جو گذری ہے اس سے عبرت حاصل کرو (اور خدا کے غضب
اور اس کے حملوں اور اس کی طرف سے آنے والی) افتادوں،
اور عذابوں سے (ڈرو) اور (مرنے والوں کے) رخساروں کی جگہ
(خاک) اور پہلوؤں کے گرنے کے مقامات (قبر) سے نصیحت حاصل
کرو اور خدا سے تکبر کی نتیجہ خیزی سے اس طرح پناہ مانگو جیسے
زمانے کے مصائب سے پناہ مانگتے ہو، اور اگر خدا نے خودپسندی
کی کسی ایک کو بھی اجازت دی ہوتی تو اپنے خاص انبیاء و اولیاء
کو بھی اجازت دیتا، مگر خدا نے ان کے لیے اظہار عظمت (تکبر)
کو ناپسند اور تواضع (انکسار) کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ انہوں
نے رخسارے زمین پر رکھ دیے اور چہرے غبار آلود کیے،
مومنوں کے لیے بازو جھکا دیے، (رسول) سب سے کمزور
(بے شان و شوکت ظاہری) تھے انھیں خدا نے بھوک اور محنت
سے آزمایا تھا، خوف (آخرت) سے امتحان لیا تھا۔ مکروہات
(دنیا) کے لیے چن لیا (الگ کر لیا) تھا۔ تو مال اور اولاد کو
رضا و غضب خدا کا معیار نہ بناؤ (کہ) یہ فتنہ و آزمائش
کے مقامات سے ناواقفیت ہوگی۔ امتحان تو دولت مندی

الْفِتْنَةِ، وَالاخْتِبَارِ فِي مَوَاضِعِ الْغِنَى وَالاقْتِدَارِ،

وَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى:

"أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ" فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِينَ فِي أَنْفُسِهِمْ بِأَوْلِيَائِهِ الْمُسْتَضْعَفِينَ فِي أَعْيُنِهِمْ۔

وَلَقَدْ دَخَلَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ وَمَعَهُ أَخُوهُ هَارُونُ، عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَى فِرْعَوْنَ وَعَلَيْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوفِ وَبِأَيْدِيهِمَا الْعِصِيُّ فَشَرَطَالَهُ إِنْ أَسْلَمَ بَقَاءَ مُلْكِهِ وَدَوَامَ عِزِّهِ فَقَالَ:

"أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَيْنِ يَشْرِطَانِ لِي دَوَامَ الْعِزِّ وَبَقَاءَ الْمُلْكِ وَهُمَا بِمَا تَرَوْنَ مِنْ حَالِ الْفَقْرِ وَالذُّلِّ فَهَلَّا أُلْقِيَ عَلَيْهِمَا أَسَاوِرٌ مِنْ ذَهَبٍ؟"

إِعْظَامًا لِلذَّهَبِ وَجَمْعِهِ، وَاحْتِقَارًا لِلصُّوفِ وَلُبْسِهِ،

وَلَوْ أَرَادَ اللهُ سُبْحَانَهُ بِأَنْبِيَائِهِ حَيْثُ بَعَثَهُمْ أَنْ يَفْتَحَ لَهُمْ كُنُوزَ الذِّهْبَانِ، وَمَعَادِنَ الْعِقْيَانِ، وَمَغَارِسَ الْجِنَانِ، وَأَنْ يَحْشُرَ مَعَهُمْ طَيْرَ السَّمَاءِ وَوُحُوشَ الْأَرْضِ لَفَعَلَ، وَلَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ الْجَزَاءُ، وَاضْمَحَلَّتِ الْأَنْبَاءُ، وَلَمَا وَجَبَ

اور اقتدار (اختیار) ہی میں ہوتا ہے۔

اس نے فرمایا ہے:

"کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد دے کر انھیں انعام دینے میں جلدی کرتے ہیں؟ نہیں یہ لوگ بے شعور (ناسمجھ) ہیں" (س ۲۳ ی ۵۵) خدا تو تکبّر پسند بندوں کو ان کے دل کے ذریعے آزماتا ہے کہ اس کے دوست ان کی آنکھوں میں کیسے ہیں (معزز ہیں یا ذلیل؟)

موسیٰ بن عمران اپنے بھائی ہارون علیہما السلام کے ساتھ فرعون کے پاس تشریف لے گئے، دونوں اون کے کرتے پہنے اور ہاتھ میں عصا لیے تھے، تو ان دونوں نے وعدہ کیا کہ اگر تو اسلام لے آئے تو ملک اور عزّت باقی رہے گی۔

فرعون نے کہا:

"تم لوگ ان دونوں پر تعجب نہیں کرتے کہ مجھ سے تو عزّت وحکومت کے باقی رہنے کا وعدہ کر رہے ہیں اور خود ان دونوں کی فقیری وعاجزی تمھارے سامنے ہے۔ تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے کیوں نہ ڈال دیے جائیں؟"

کیونکہ وہ سونا، اور اس کے جمع کرنے کو اعزاز اور اون یا اس کا لباس پہننا ذلت جانتے تھے۔

اور اگر خداوند عالم یہی چاہتا تو جب پیغمبر مبعوث فرماتا، تو ان کے لیے سونے کے خزانے اور چاندی کی کانیں، جنّتوں کے باغ کھول دیتا، ان کے ساتھ آسمانوں کے طائر اور زمین کے جانور (ہر وقت) رہتے اور اگر یہ (انتظام) کر دیتا تو آزمائش وجزا بیکار (دوزخ وجنت کی) خبریں رائگاں ہو جائیں، اور (دعوت اسلام) قبول کرنے والوں کو آزمائش میں مبتلا ہونے

لِلْقَابِلِينَ أُجُورُ الْمُبْتَلِينَ، وَلَا اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُونَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِينَ، وَلَا لَزِمَتِ الْأَسْمَاءُ مَعَانِيَهَا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ رُسُلَهُ أُولِي قُوَّةٍ فِي عَزَائِمِهِمْ، وَضَعَفَةً فِيمَا تَرَى الْأَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ، مَعَ قَنَاعَةٍ تَمْلَأُ الْقُلُوبَ وَالْعُيُونَ غِنًى، وَخَصَاصَةٍ تَمْلَأُ الْأَبْصَارَ وَالْأَسْمَاعَ أَذًى ۔

والوں کا بدلہ، اور مومنوں کو احسان کرنے والوں جیسا حق نہ ہوتا، اور ناموں کے معنے نہ ہوتے (بلکہ کھلی ہوئی باتیں ہوتیں جن کو اختیار کرنے میں کسی باریکی اور ذہنی کاوش کی ضرورت ہی نہ ہوتی) لیکن خدائے پاک نے اپنے رسولوں کو ان کے ارادوں میں صاحب قوت بنایا اور نظر آنے والے عام حالات میں کمزور و سست، مگر اس قناعت کے ساتھ جو لوگوں کے دل اور آنکھوں کو ان کے بے فکر و مستغنی ہونے کا یقین دلا دے مگر وہ تنگ حالی (کے گھری) نظروں اور کانوں کو دکھ دے۔

وَلَوْ كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ أَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ، وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ، وَمُلْكٍ تُمَدُّ نَحْوَهُ أَعْنَاقُ الرِّجَالِ، وَتُشَدُّ إِلَيْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ ذٰلِكَ أَهْوَنَ عَلَى الْخَلْقِ فِي الْاِعْتِبَارِ، وَأَبْعَدَ لَهُمْ فِي الْاِسْتِكْبَارِ، وَلَآمَنُوا عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ، أَوْ رَغْبَةٍ مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّيَّاتُ مُشْتَرَكَةً، وَالْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً ۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ، أَرَادَ أَنْ يَكُونَ الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهِ وَالتَّصْدِيقُ بِكُتُبِهِ وَالْخُشُوعُ لِوَجْهِهِ وَالْاِسْتِكَانَةُ لِأَمْرِهِ، وَالْاِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهِ أُمُورًا لَهُ خَاصَّةً لَا يَشُوبُهَا مِنْ غَيْرِهَا شَائِبَةٌ، وَكُلَّمَا كَانَتِ الْبَلْوَى وَالْاِخْتِبَارُ أَعْظَمَ، كَانَتِ الْمَثُوبَةُ وَالْجَزَاءُ أَجْزَلَ ۔

اور اگر انبیا ناقابل تسخیر قوتوں کے (ظاہر کرنے کا) اختیار رکھتے اور ناقابل انکار اقتدار، اور ایسے ملکوں کے مالک ہوتے جس کے سامنے گردنیں جھکتیں اور (قافلوں کے) اونٹ پالانوں سے کسے ہوئے ان تک آتے (دور و دراز کے لوگ ان کی خدمت میں خراج و اختیاج لے کر آتے) تو دنیا والوں کے لیے اعتبار آسان اور ان سے تکبر دشوار ہوتا، اور لوگ پیغمبروں کی قہاریت کے خوف سے ایمان لے آتے یا انھیں لالچ دلا کر (ایمان کی طرف) مائل کر لیتے۔ مگر نیتیں (خالص نہ ہوتیں) مشترک اور نیکیاں (اعمال) تقسیم ہوتیں (کچھ کام دنیا اور کچھ آخرت کے واسطے ہوتے) لیکن خدا ہی چاہتا تھا کہ رسولوں کی فرماں برداری، کتابوں پر یقین، اس کے سامنے عاجزی، اور احکام الٰہی کے لیے گردن جھکانا، اس کی اطاعت کو ماننا، ایسے خاص معاملات ہوں جن میں دوسرے کا تھوڑا سا بھی حصّہ نہ ہو (جو کچھ ہو خالصتہً لوجہ اللہ ہو)۔ اور جس قدر امتحان و آزمائش بڑی ہو ثواب اور بدلہ زیادہ ہو۔ (اس کے لیے وہ شان و شوکت بے کار تھی)

أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اخْتَبَرَ الْأَوَّلِينَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

کیا تم نے یہ نہیں غور کیا کہ خداوند عالم نے حضرت آدم صلوات اللہ علیہ سے اب تک اس دنیا کو ان پتھروں سے آزمایا

اِلَى الْآخِرِينَ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ بِأَحْجَارٍ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَسْمَعُ، فَجَعَلَهَا بَيْتَهُ الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلَهُ لِلنَّاسِ قِيَامًا۔

ثُمَّ وَضَعَهُ بِأَوْعَرِ بِقَاعِ الْأَرْضِ حَجَرًا وَأَقَلِّ نَتَائِقِ الْأَرْضِ مَدَرًا

وَأَضْيَقِ بُطُونِ الْأَوْدِيَةِ قُطْرًا، بَيْنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَرِمَالٍ دَمِثَةٍ وَعُيُونٍ وَشِلَةٍ، وَقُرًى مُنْقَطِعَةٍ لَا يَزْكُو بِهَا خُفٌّ وَلَا حَافِرٌ، وَلَا ظِلْفٌ، ثُمَّ أَمَرَ آدَمَ وَوَلَدَهُ أَنْ يَثْنُوا أَعْطَافَهُمْ نَحْوَهُ، فَصَارَ مَثَابَةً لِمُنْتَجَعِ أَسْفَارِهِمْ، وَغَايَةً لِمُلْقَى رِحَالِهِمْ، تَهْوِي إِلَيْهِ ثِمَارُ الْأَفْئِدَةِ مِنْ مَفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيقَةٍ، وَمَهَاوِي فِجَاجٍ عَمِيقَةٍ، وَجَزَائِرِ بِحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ حَتَّى يَهُزُّوا مَنَاكِبَهُمْ ذُلُلًا يُهَلِّلُونَ لِلّٰهِ حَوْلَهُ، وَيَرْمُلُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ شُعْثًا غُبْرًا لَهُ، قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيلَ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ، وَشَوَّهُوا بِإِعْفَاءِ الشُّعُورِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ ابْتِلَاءً عَظِيمًا، وَامْتِحَانًا شَدِيدًا، وَاخْتِبَارًا مُبِينًا، وَتَمْحِيصًا بَلِيغًا جَعَلَهُ اللّٰهُ سَبَبًا لِرَحْمَتِهِ وَوُصْلَةً إِلَى جَنَّتِهِ، وَلَوْ أَرَادَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ، وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ بَيْنَ جَنَّاتٍ وَأَنْهَارٍ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ،

جو نہ نقصان رساں ہیں نہ نفع بخش، جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے، ان پتھروں سے اپنا "بیت الحرام" اور لوگوں کے قیام کی جگہ (منزل عبادت) قرار دی۔

پھر اسے زمین کے قطعات میں بہت زیادہ سخت بنایا کہ یہ پتھریلی جگہ ہے۔ کنکریلا اور پتھریلا علاقہ ہونے کی وجہ سے بلند زمینوں میں نیچا ٹکڑا۔

وادیوں میں سب سے تنگ، یہ گھر (کعبہ) ناہموار پہاڑوں نرم ریگزاروں، اور سست رفتار چشموں، اور آپس میں کٹے ہوئے دیہاتوں میں بنایا، کہ اونٹ موٹے ہو سکتے ہیں، نہ گھوڑے، گائے اور بکری، پھر حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اس کی طرف اپنے تئیں موڑ دیں۔ اس طرح (کعبہ) لوگوں کے سفر کے لیے فائدہ مند جگہ اور ان کے پالان گرانے (سواریاں بٹھانے) کی انتہا ہے، جہاں دلوں کے پھل گرتے ہیں (اہل دنیا آتے ہیں یہ آنے والے) چٹیل میدانوں اور گہری وادیوں کی بلندیوں اور کٹے ہوئے سمندری جزیروں سے آتے ہیں تاکہ اپنے بازوؤں کو خضوع و خشوع کے ساتھ ہلاتے، اور "لا الٰہ الا اللہ" کہتے (سعی و طواف ہیں) پیروں سے تیز چلتے، غبار آلود، پریشان حال، (اپنے عمامے، کپڑے پس پشت ڈالے) اور نئے قسم کا لباس زیب تن کیے) ہیں، بالوں کے چھوڑ دینے سے اپنے حسن صورت کو بگاڑ رکھا ہے۔ اس بڑی آزمائش، سخت امتحان اور کھلے ہوئے اختبار، مکمل چھان بین کو خدا نے اپنی رحمت کا سبب اور جنت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔ اور اگر خداوند تعالیٰ یہ چاہتا کہ اس کا "بیت الحرام" اور بڑے بڑے "شعائر" باغات و انہار، ہموار اور اچھی زمین درختوں کی جھاڑیوں، پھلوں سے لدے (جھنوں) ملی ملی

جَمِّ الْأَشْجَارِ، دَانِي الثِّمَارِ، مُلْتَفِّ الْبُنَى، مُتَّصِلِ الْقُرَى، بَيْنَ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ، وَرَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَأَرْيَافٍ مُحْدِقَةٍ، وَعِرَاصٍ مُغْدِقَةٍ، وَزُرُوعٍ نَاضِرَةٍ، وَطُرُقٍ عَامِرَةٍ، لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَاءِ عَلَى حَسَبِ ضَعْفِ الْبَلَاءِ۔

عمارتوں، متصل آبادیوں، سُرخی مائل زرد گیہوؤں، سرسبز باغوں، ہرے بھرے کھیتوں، باغوں کی شاداب زمینوں، تازہ زراعتوں آباد راستوں پر ہوتا۔ تو آزمائش کی آسانی کی طرح جزا اور بدلہ بھی کم ہوتا۔

وَلَوْ كَانَ الْأَسَاسُ الْمَحْمُولُ عَلَيْهَا وَالْأَحْجَارُ الْمَرْفُوعُ بِهَا بَيْنَ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ وَيَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ، وَنُورٍ وَضِيَاءٍ، لَخَفَّفَ ذٰلِكَ مُسَارَعَةَ الشَّكِّ فِي الصُّدُورِ، وَلَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ إِبْلِيسَ عَنِ الْقُلُوبِ، وَلَنَفَى مُعْتَلَجَ الرَّيْبِ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ بِأَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ، وَيَتَعَبَّدُهُمْ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ، وَيَبْتَلِيهِمْ بِضُرُوبِ الْمَكَارِهِ إِخْرَاجًا لِلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوبِهِمْ وَإِسْكَانًا لِلتَّذَلُّلِ فِي نُفُوسِهِمْ، وَلِيَجْعَلَ ذٰلِكَ أَبْوَابًا فُتُحًا إِلَى فَضْلِهِ، وَأَسْبَابًا ذُلُلًا لِعَفْوِهِ۔

اگر یہ ہوتا کہ (اس گھر کی) بنیاد، اور عمارت کے اٹھے ہوئے پتھر، زمرد سبز، یاقوت سرخ، روشنی اور نور کے ہوتے، تو دلوں میں شک کی تیز رفتاری ہلکی اور ابلیس کی کوشش (گمراہی) دل سے الگ اور بے کار ہو جاتی، اور لوگوں کی قلبی الجھنیں دور ہو جاتیں۔ لیکن خدا اپنے بندوں کو طرح طرح کے مشکلات سے آزماتا اور رنگا رنگ محنتوں میں عبادت کراتا اور قسم قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے کہ ان کے دلوں سے تکبر نکل جائے اور ان کے نفس میں انکساری بیٹھ جائے۔ اور یہ چیزیں (اور شکلیں) اپنے فضل و کرم کے دروازہ کے کھلنے، اور اپنی معرفت کے آسان سبب بنا دے۔

فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي عَاجِلِ الْبَغْيِ، وَآجِلِ وَخَامَةِ الظُّلْمِ، وَسُوءِ عَاقِبَةِ الْكِبْرِ، فَإِنَّهَا مَصْيَدَةُ إِبْلِيسَ الْعُظْمَى، وَمَكِيدَتُهُ الْكُبْرَى، الَّتِي تُسَاوِرُ قُلُوبَ الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُومِ الْقَاتِلَةِ، فَمَا تُكْدِي أَبَدًا، وَلَا تُشْوِي أَحَدًا، لَا عَالِمًا لِعِلْمِهِ، وَلَا مُقِلًّا فِي طِمْرِهِ، وَعَنْ ذٰلِكَ مَا حَرَسَ اللّٰهُ عِبَادَهُ

اللہ اللہ! نافرمانی خدا، اور آخرت میں ظلم کا بُرا نتیجہ، اور تکبر کا بُرا حشر! کہ یہ شیطان کا بڑا جال، اور فریب ہے جس سے دلوں میں ایسا زہر پھیل جاتا ہے جیسے ہلاکت آفریں بادِ سموم کا اثر، یہ شیطان کبھی کمزور نہیں ہوتا، اور قتل کرنے میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔ نہ عالم کو اس کے علم کی وجہ سے چھوڑتا ہے نہ غریب کو اس کی پھٹی چادر دیکھ کر (معاف کرتا ہے) ہاں ان باتوں سے خدا نے اپنے مومن بندوں کو محفوظ رکھا ہے۔ نماز، زکات،

الْمُؤْمِنِينَ، بِالصَّلَوَاتِ وَالزَّكَوَاتِ وَمُجَاهَدَةِ الصِّيَامِ فِي الْأَيَّامِ الْمَفْرُوضَاتِ تَسْكِينًا لِأَطْرَافِهِمْ وَتَخْشِيعًا لِأَبْصَارِهِمْ، وَتَذْلِيلًا لِنُفُوسِهِمْ وَتَخْفِيضًا لِقُلُوبِهِمْ، وَإِذْهَابًا لِلْخُيَلَاءِ عَنْهُمْ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ تَعْفِيرِ عِتَاقِ الْوُجُوهِ بِالتُّرَابِ تَوَاضُعًا، وَالْتِصَاقِ كَرَائِمِ الْجَوَارِحِ بِالْأَرْضِ تَصَاغُرًا، وَلُحُوقِ الْبُطُونِ بِالْمُتُونِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلًا، مَعَ مَا فِي الزَّكَاةِ مِنْ صَرْفِ ثَمَرَاتِ الْأَرْضِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ إِلَى أَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَالْفَقْرِ۔

معین و واجب زمانے (رمضان کے) روزوں سے کہ ان کے اعضاء و جوارح کو (گناہوں سے) سکون، آنکھوں میں جھکاؤ نفوس میں احساس کمتری، دلوں میں عاجزی، اور خود پسندی دور کرنے کا ذریعہ ہے، کیونکہ اس (نماز) میں معزز چہرے تواضع الٰہی کے لیے، خاک میں غبار آلود ہوتے ہیں۔ اور بے حقیقتی ظاہر کرنے کے لیے باعزت اعضاء و جوارح زمین سے جا لگتے ہیں۔ روزوں میں پیٹ پیٹھ سے لگ جاتے ہیں۔ اور زکوٰۃ میں زمین کے فوائد اور دوسرے (منافع مالی) غریبوں اور محتاجوں تک پہنچتے ہیں۔

اُنْظُرُوا إِلَى مَا فِي هَذِهِ الْأَفْعَالِ مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ، وَقَدْعِ طَوَالِعِ الْكِبْرِ۔

وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيهَ الْجُهَلَاءِ أَوْ حُجَّةٍ تَلِيطُ بِعُقُولِ السُّفَهَاءِ غَيْرَكُمْ، فَإِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُونَ لِأَمْرٍ لَا يُعْرَفُ لَهُ سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ: أَمَّا إِبْلِيسُ فَتَعَصَّبَ عَلَى آدَمَ لِأَصْلِهِ، وَطَعَنَ عَلَيْهِ فِي خِلْقَتِهِ فَقَالَ: «أَنَا نَارِيٌّ وَأَنْتَ طِينِيٌّ»

— وَأَمَّا الْأَغْنِيَاءُ مِنْ مُتْرَفَةِ الْأُمَمِ، فَتَعَصَّبُوا لِآثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ، فَقَالُوا «نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ» فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ فَلْيَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ وَمَحَامِدِ الْأَفْعَالِ وَمَحَاسِنِ الْأُمُورِ الَّتِي تَفَاضَلَتْ فِيهَا الْمُجَدَاءُ وَ

ان اعمال (نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ) پر غور کرو کہ فخر و خودستائی کے نشان مٹاتے، اور تکبر کی امنگیں روکتے ہیں۔

میں نے غور کیا، تو ساری دنیا میں ایک بھی ایسا نہ ملا، جو بلا سبب خود پرستی کرتا ہو، بلکہ اس کا سبب یا تو جہالت کی غلط فہمی ہوتی ہے یا اس دلیل کی وجہ سے جو بے وقوف لوگوں کے دماغ میں چمٹ جاتی ہے۔ مگر تم میں یہ بات نہیں، تم لوگ تو ایسے معاملات میں اڑ جاتے ہو، جس کا نہ سبب سمجھا جا سکتا ہے نہ علت (معلوم ہو سکتی ہے) (اب دیکھو، کہ) شیطان نے آدم ؑ کے مقابلے میں اپنی اصالت کی بنا پر سرکشی کی، اور ان کی خلقت خاکی پر طعنہ دیا، اور کہا "میں آگ کا ہوں، تم مٹی کے) اسی طرح سرمایہ دار قوموں کے دولت مندوں نے (کہ نعمتوں کے زیادہ مل جانے سے سرکش ہوئے) اور کہا، "ہم تو مال و اولاد میں سب سے زیادہ ہیں، ہم پر تو عذاب نہ ہوگا (س ۳۴ ی ۳۵) اور اگر خود سری کرنا ہی ہے تو اچھی عادتوں، اور قابل تعریف اعمال اور ان اچھی باتوں میں کرو جس میں عرب کے گھرانوں اور قبیلوں کے سرداروں اور بہادروں سے مقابلہ ہو۔ یعنی پسندیدہ

النُّجَدَاءُ مِن بُيُوتَاتِ الْعَرَبِ وَيَعَاسِيبِ الْقَبَائِلِ، بِالْأَخْلَاقِ الرَّغِيبَةِ وَالْأَحْلَامِ الْعَظِيمَةِ وَالْأَخْطَارِ الْجَلِيلَةِ وَالْآثَارِ الْمَحْمُودَةِ فَتَعَصَّبُوا الْخِلَالِ الْحَمْدِ: مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ، وَالْوَفَاءِ بِالذِّمَامِ، وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ، وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبْرِ، وَالْأَخْذِ بِالْفَضْلِ، وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ وَالْإِعْظَامِ لِلْقَتْلِ وَالْإِنْصَافِ لِلْخَلْقِ وَالْكَظْمِ لِلْغَيْظِ، وَاجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ۔

اخلاق، بڑی عقلمندیوں، اونچے درجوں، قابل ستائش یادگاروں، (میں آگے بڑھو) اچھی صفتیں یہ ہیں، مثلاً ہمسایہ کی حفاظت، وعدل کی وفا، نیکی میں اطاعت، تکبر کی نافرمانی، شرف کو حاصل کرنا، سرکشی سے رکنا، قتل کو بہت اہم (کام) سمجھنا، خلق (خدا) سے انصاف، غصّے کا ضبط کرنا، زمین میں فساد سے محفوظ رہنا۔

وَاحْذَرُوا مَا نَزَلَ بِالْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مِنَ الْمَثُلَاتِ، بِسُوءِ الْأَفْعَالِ وَذَمِيمِ الْأَعْمَالِ فَتَذَكَّرُوا فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَحْوَالَهُمْ، وَإِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِي تَفَاوُتِ حَالَيْهِمْ، فَالْزَمُوا كُلَّ أَمْرٍ لَزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهِ شَأْنَهُمْ وَزَاحَتِ الْأَعْدَاءُ لَهُ عَنْهُمْ، وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيهِ عَلَيْهِمْ، وَانْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهُ مَعَهُمْ، وَوَصَلَتِ الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الْاِجْتِنَابِ لِلْفُرْقَةِ وَاللُّزُومِ لِلْأُلْفَةِ وَالتَّحَاضِّ عَلَيْهَا وَالتَّوَاصِي بِهَا وَاجْتَنِبُوا كُلَّ أَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ وَأَوْهَنَ مُنَّتَهُمْ، مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوبِ وَتَشَاحُنِ الصُّدُورِ وَتَدَابُرِ النُّفُوسِ، وَتَخَاذُلِ الْأَيْدِي۔

ان عذابوں سے ڈرو جو تم سے پہلی قوموں پر بداعمالی، اور بدکرداری کی وجہ سے نازل ہوئے، اچھے بُرے حالات میں ان کے حالات (ماضی کی تاریخ) یاد رکھو، اور بچو کہ کہیں ویسے ہی نہ ہو جاؤ، تم جب ان (گذشتہ قوموں) کے دونوں حالات کا فرق دیکھو اور وہ بات اپنالو جس کی وجہ سے ان کے حالات میں شان آئی، اور ان کے دشمن ان سے دور ہوئے، اور حفاظتیں ان پر چھاگئیں اور جس بنا پر نعمتیں مطیع ہو کر ان کے ساتھ ہولیں، اور عزّت کے سلسلے ان سے مل گئے کہ وہ اختلاف سے بچنے، اور اتحاد کے پابند اور اس پر آمادہ کرنے والے تھے۔

اور ہر اس بات سے بچو، جس نے ان کی ریڑھ کی ہڈی (کمر) توڑ دی ہو، اور ان کی قوّت کو کمزور کر دیا ہو، جیسے آپس کے دلوں میں کینہ ہونا۔ سینوں میں دشمنی، ایک دوسرے شخص کا پیٹھ کر لینا دستگیری چھوڑ دینا۔

وَتَدَبَّرُوا أَحْوَالَ الْمَاضِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَكُمْ كَيْفَ كَانُوا فِي حَالِ التَّمْحِيصِ وَالْبَلَاءِ: أَلَمْ يَكُونُوا أَثْقَلَ الْخَلَائِقِ أَعْبَاءً وَأَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَاءً، وَأَضْيَقَ أَهْلِ الدُّنْيَا

اور گزشتہ مومنین کے حالات پر غور کرو کہ تم سے پہلے کس قدر ان کی آزمائشیں اور امتحان ہوئے، کیا وہ دوسروں سے زیادہ زحمتوں کا بوجھ اٹھانے والے، اور اہل دنیا سے تنگ حال نہ تھے؟ انھیں فرعونوں نے غلام بنا کر سخت سے سخت سزائیں

حَالًا؛ اِتَّخَذَتْهُمُ الْفَرَاعِنَةُ عَبِيْدًا فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ، وَجَرَّعُوْهُمُ الْمُرَارَ، فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِيْ ذُلِّ الْهَلَكَةِ وَقَهْرِ الْغَلَبَةِ، لَا يَجِدُوْنَ حِيْلَةً فِي امْتِنَاعٍ وَلَا سَبِيْلًا اِلٰى دِفَاعٍ حَتّٰى اِذَا رَاَى اللّٰهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْاَذٰى فِيْ مَحَبَّتِهٖ وَالْاِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوْهِ مِنْ خَوْفِهٖ جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَضَايِقِ الْبَلَاءِ فَرَجًا فَاَبْدَلَهُمُ الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَالْاَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ، فَصَارُوْا مُلُوْكًا حُكَّامًا، وَاَئِمَّةً اَعْلَامًا، وَبَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللّٰهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَبْلُغِ الْاٰمَالُ اِلَيْهِ بِهِمْ۔

دیں، ان کو آہستہ آہستہ تلخیاں پلائیں (ایک دم سے نہیں ستایا، بلکہ آہستہ گودتے رہے) ان کا حال برابر یہی رہا کہ ہلاکتوں کی رسوائیوں، اور اقتدار کے زیر اثر رہے نہ کوئی تدبیر بن پڑتی تھی کہ سر اٹھاتے، نہ کوئی راستہ تھا کہ دفاع کرتے، آخر کار جب خدا نے اپنی محبت میں اذیتوں پر ان کے صبر کی کوشش کو اور اپنے خوف میں ان کے زحمات برداشت کرنے کو دیکھ لیا، تو پھر ان بلاؤں کی تنگیوں کو کشائش بنا دیا۔ اور ذلت کو عزت سے بدل دیا۔ امن کو خوف سے بدل دیا۔ وہ لوگ بادشاہ اور حاکم اور امام و نشان اسلام بن گئے اور خدائی عطیہ اعزاز وہاں تک پہنچا کہ جہاں تک امیدیں بھی نہ پہنچ سکیں۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانُوْا حَيْثُ كَانَتِ الْاَمْلَاءُ مُجْتَمِعَةً وَالْاَهْوَاءُ مُؤْتَلِفَةً مُعْتَدِلَةً، وَالْاَيْدِيْ مُتَرَادِفَةً، وَالسُّيُوْفُ مُتَنَاصِرَةً، وَالْبَصَائِرُ نَافِذَةً، وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةً؟ اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَرْبَابًا فِيْ اَقْطَارِ الْاَرَضِيْنَ وَمُلُوْكًا عَلٰى رِقَابِ الْعَالَمِيْنَ؟ فَانْظُرُوْا اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ فِيْ اٰخِرِ اُمُوْرِهِمْ حِيْنَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَتَشَتَّتَتِ الْاُلْفَةُ وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْاَفْئِدَةُ، وَتَشَعَّبُوْا مُخْتَلِفِيْنَ، وَتَفَرَّقُوْا مُتَحَارِبِيْنَ قَدْ خَلَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهٖ، وَسَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهٖ، وَبَقِيَ قَصَصُ اَخْبَارِهِمْ فِيْكُمْ عِبْرَةً لِلْمُعْتَبِرِيْنَ مِنْكُمْ۔

دیکھو! جب ان کے مشیر (مصاحبین) موجود تھے، رائیں ملی ہوئیں اور دل معتدل، ہاتھ ایک دوسرے کے ساتھ، اور تلواریں ایک دوسرے کی مددگار، نگاہیں گہری، ارادے یکجا تھے — کیا یہ لوگ اطراف زمین کے مالک، دنیا بھر کے بادشاہ نہ تھے؟ مگر اب دیکھو ان کا اس وقت کیا حشر ہوا۔ جب ان میں اختلاف پڑ گیا، الفت ختم ہو گئی، بات اور دلوں میں اتفاق نہ رہا، اختلاف کی وجہ سے گروہوں میں بٹ گئے۔ لڑ لڑ کر ادھر ادھر پھیل گئے۔ خدا نے بھی اپنی دی ہوئی عزت کا لباس چھین لیا، اپنی نعمتوں کی فراوانی روک لی، ان کی کہانیاں اور واقعات تم میں اس لیے باقی ہیں کہ سبق لینے والوں کے لیے عبرت کا کام دیں۔

وَاعْتَبِرُوا بِحَالِ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَبَنِي إِسْحٰقَ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ۔ فَمَا أَشَدَّ اعْتِدَالَ الْأَحْوَالِ، وَأَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْأَمْثَالِ!

اولاد اسماعیلؑ و اسحٰقؑ و بنی اسرائیل کے حالات دیکھو، کتنے زیادہ برابر کے حالات اور مثالوں میں مشابہت ملتی ہے۔

تَأَمَّلُوا أَمْرَهُمْ فِي حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَتَفَرُّقِهِمْ، لَيَالِيَ كَانَتِ الْأَكَاسِرَةُ وَالْقَيَاصِرَةُ أَرْبَاباً لَهُمْ، يَحْتَازُونَهُمْ عَنْ رِيفِ الْآفَاقِ، وَبَحْرِ الْعِرَاقِ، وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا، إِلَى مَنَابِتِ الشِّيحِ، وَمَهَافِي الرِّيحِ، وَنَكَدِ الْمَعَاشِ، فَتَرَكُوهُمْ عَالَةً مَسَاكِينَ إِخْوَانَ دَبَرٍ وَوَبَرٍ، أَذَلَّ الْأُمَمِ دَاراً، وَأَجْدَبَهُمْ قَرَاراً ۔ لَا يَأْوُونَ إِلَى جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَعْتَصِمُونَ بِهَا، وَلَا إِلَى ظِلِّ أُلْفَةٍ يَعْتَمِدُونَ عَلَى عِزِّهَا ۔ فَالْأَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ، وَالْأَيْدِي مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ فِي بَلَاءِ أَزْلٍ، وَأَطْبَاقِ جَهْلٍ: مِنْ بَنَاتٍ مَوْؤُدَةٍ، وَأَصْنَامٍ مَعْبُودَةٍ، وَأَرْحَامٍ مَقْطُوعَةٍ، وَغَارَاتٍ مَشْنُونَةٍ ۔

ان کے اس زمانے (راتوں) میں پریشانیوں اور انتشار کو سوچو جب روم و ایران کے بادشاہ ان پر شاہی کرتے تھے اور انھیں ہرے بھرے علاقوں، عراق کے دریا اور دنیا کی سرسبزی سے وہاں نکال دیا جہاں درمنہ (جنگلی گھاس) اگتی اور تیز ہوائیں چلتی، اور روزی میں تنگی تھی (یہ لوگ) ان میدانوں میں چھوڑ دیے گئے، انتہائی مفلسی، مکان و منزل کے لحاظ سے ذلیل ترین قوم، قرار لینے کے لحاظ سے سب سے زیادہ قحط زدہ نہ اطمینان کے آغوش (وہ بازو) کہ جن کے سہارے پناہ لیں، اور نہ الفت (اتحاد) کا سایہ جس کی عزت پر بھروسہ کریں، پریشان حال، الگ الگ ہاتھ (کوئی کسی کا مددگار نہیں) کثرت اور افتراق (اور وہ بھی) اٹل بلاؤں، اور جہالت در جہالت میں: زندہ درگور لڑکیاں، تبان معبود، بے تعلق رشتے داریاں، اندھا دھند لوٹ ماریں (رکھتیں)۔

فَانْظُرُوا إِلَى مَوَاقِعِ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حِينَ بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا فَعَقَدَ بِمِلَّتِهِ طَاعَتَهُمْ، وَجَمَعَ عَلَى دَعْوَتِهِ أُلْفَتَهُمْ، كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَأَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيمِهَا، وَالْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِي عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا، فَأَصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرِقِينَ ۔

ان پر خدائی نعمتوں کا جائزہ لو کہ ان کے لیے رسول مبعوث فرمایا (آنحضرتؐ کو بھیجا) جس نے اس قوم کو خدا کی اطاعت کا پابند بنایا اور خدائی دعوت پر ان کی جمع کرکے دوست بنایا، ان کی کرامت (عزت) کے بازوؤں نے کس طرح سے ان پر نعمتیں پھیلا دیں اور خدائی انعامات کے دریا (نہریں) بہا دیے اور ملت (اسلام و شریعت محمدی) نے اپنی لپیٹ میں لے کر خوش قسمتیوں اور برکتوں کے فائدوں میں ملا یا۔

وَفِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِينَ ، قَدْ تَرَبَّعَتِ الْأُمُورُ بِهِمْ فِي ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ وَآوَتْهُمُ الْحَالُ إِلَى كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ وَتَعَطَّفَتِ الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذُرَى مُلْكٍ ثَابِتٍ ، فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعَالَمِينَ وَمُلُوكٌ فِي أَطْرَافِ الْأَرَضِينَ ، يَمْلِكُونَ الْأُمُورَ عَلَى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ وَيُمْضُونَ الْأَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يُمْضِيهَا فِيهِمْ - لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ ، وَلَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ !

(ہر طرف آسائش و راحت ہی نظر آنے لگی) اور عیش و راحت کی تازگی میں خوش کر دیا، ان کے معاملات ایک طاقت و اقتدار (دین اسلام) کے سایہ میں ٹھیک ہو گئے، اور حالات نے ایک باعزت فتحمندی کی پناہ گاہ میں پناہ دلادی، ان کے امور ثابت و برقرار ملک کی انتہائی بلندیوں کی طرف مڑ گئے! اب وہی لوگ عالمین پر حکمران، زمین کے اردگرد بادشاہ ہیں، جو لوگ کبھی ان کی باتوں کے مالک تھے، آج یہ لوگ ان کے مختار اور جن کے حکم ان پر جاری ہوتے تھے آج یہ لوگ ان سے اپنے احکام کی تعمیل کراتے ہیں۔ اب ان پر نہ کوئی نیزہ ہلایا جاتا ہے نہ پتھر پھینکے جاتے ہیں۔

أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ أَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ ، وَثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللهِ الْمَضْرُوبَ عَلَيْكُمْ بِأَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدِ امْتَنَّ عَلَى جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْأُلْفَةِ الَّتِي يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا وَيَأْوُونَ إِلَى كَنَفِهَا ، بِنِعْمَةٍ لَا يَعْرِفُ أَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيمَةً ، لِأَنَّهَا أَرْجَحُ مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ ، وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ ۔

اب تم نے فرماں برداری کی رسّی سے ہاتھ اٹھا لیے، اور احکام جاہلیت (دور سوم قبل اسلام) کے لیے جو قلعۂ حفاظت خدا نے بنایا تھا تم نے اس میں رخنے ڈال دیے اور خداوند عالم نے اس امت کی جماعت احسان کیا تھا کہ ان میں اتحاد کی رسی نے گرہیں لگا رکھی تھیں، اسی (اتحاد) کے سایہ میں آنے جاتے تھے، اور اسی کی پناہ میں آرام کرتے تھے، ایسی نعمت (تھی) جس کی قیمت دینا میں کسی کو معلوم نہ تھی، کیونکہ وہ (نعمت اسلام و اتحاد) ہر قیمت سے زیادہ اور ہر بڑے درجے سے زیادہ بلند تھی۔

وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ أَعْرَاباً ، وَبَعْدَ الْمُوَالَاةِ أَحْزَاباً ، مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِاسْمِهِ وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا رَسْمَهُ !

تم لوگ تو ہجرت (مدینہ چھوڑنے) کے بعد بدو، اور میل ملاپ کے بعد ڈاکو بن گئے ہو، اسلام سے برائے نام تعلق ہے، اور ایمان کا صرف نشان ہی جانتے ہو۔ کہتے تو ہو:۔ "آگ گوارا ہے مگر ذلت برداشت نہیں"!

تَقُولُونَ النَّارَ وَلَا الْعَارَ ، كَأَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُكْفِئُوا الْإِسْلَامَ عَلَى وَجْهِهِ

مگر تم کہتے یہ ہو کہ اسلام کو ذلیل کر کے سامنے سے روک دو۔ اور اس کے عہد کو توڑ دو جسے خدا نے تمہارے لیے اپنی زمین

اِنْتِهَاكاً لِحَرِيمِهِ، وَنَقْضاً لِمِيثَاقِهِ الَّذِي جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ حَرَماً فِي أَرْضِهِ وَأَمْناً بَيْنَ خَلْقِهِ، وَإِنَّكُمْ إِنْ لَجَأْتُمْ إِلَى غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ أَهْلُ الْكُفْرِ، ثُمَّ لَا جَبْرَائِيلُ وَلَا مِيكَائِيلُ، وَلَا مُهَاجِرُونَ وَلَا أَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ إِلَّا الْمُقَارَعَةَ بِالسَّيْفِ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنَكُمْ۔

یں حرم اور مخلوقات کے لیے امان بنایا تھا، اور اگر تم اس (عہد اسلام) کے علاوہ کسی دوسرے سے پناہ لوگے تو کافر تم سے لڑیں گے پھر نہ جبریل آئیں گے نہ میکائیل، نہ مہاجر مدد دیں گے نہ انصار، ہاں تلواروں سے مارے جاؤ گے اور اس وقت تک (قتل ہوتے رہوگے کہ) جب تک خدا تمھارا فیصلہ نہ کر دے۔

وَإِنَّ عِنْدَكُمُ الْأَمْثَالَ مِنْ بَأْسِ اللهِ وَقَوَارِعِهِ، وَأَيَّامِهِ وَوَقَائِعِهِ، فَلَا تَسْتَبْطِئُوا وَعِيدَهُ جَهْلاً بِأَخْذِهِ، وَتَهَاوُناً بِبَطْشِهِ، وَيَأْساً مِنْ بَأْسِهِ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَلْعَنِ الْقَرْنَ الْمَاضِيَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ إِلَّا لِتَرْكِهِمُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ فَلَعَنَ اللهُ السُّفَهَاءَ لِرُكُوبِ الْمَعَاصِي وَالْحُلَمَاءَ لِتَرْكِ التَّنَاهِي۔

اور تمھارے پاس تو غضب و عذاب واقعات و ایام (قہر خدا) کی مثالیں ہیں۔ اس لیے اس کی تنبیہوں کو اس کی گرفت سے جاہل اور اس کے غصّے کو معمولی اور سختی سے مایوسی سمجھ کر دور نہ سمجھو۔ کیونکہ خداوند عالم نے تمھارے سامنے پچھلی صدیوں پر لعنت صرف اس لیے کی کہ انھوں نے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کو چھوڑ دیا، تو خدا نے ان کے احمقوں پر غلط کاریوں (گناہوں) اور عقلمندوں پر بری باتوں سے روکنے پر لعنت کی ہے۔

أَلَا!

وَقَدْ قَطَعْتُمْ قَيْدَ الْإِسْلَامِ، وَعَطَّلْتُمْ حُدُودَهُ وَأَمَتُّمْ أَحْكَامَهُ۔ أَلَا وَقَدْ أَمَرَنِيَ اللهُ بِقِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ وَالنَّكْثِ وَالْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ۔ فَأَمَّا النَّاكِثُونَ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَأَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَأَمَّا الشَّيْطَانُ الرَّدْهَةُ

سنو!

تم نے رشتۂ اسلام کو قطع کر ڈالا (باہم دشمنی کر کے) اس کے حدود کو معطل کر دیا۔ (اس کے احکام پر عمل نہیں کیا) اس کے احکام کو مردہ کر دیا (لیکن میں کہ رسولِ خدا کے نزدیک ترین لوگوں میں سے ہوں، اسے گوارا نہیں کر سکتا، بنا بریں) جان لو کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ستمگروں اور پیمان شکنوں اور تباہ کاروں سے روئے زمین پر جنگ کروں، پس پیمان شکنوں کے ساتھ میں نے جنگ کی اور جنھوں نے حق کو چھوڑ دیا تھا (اہل شام) ان سے میں نے جہاد کیا اور جو لوگ دین کے حلقہ سے (خوارج نہروان) باہر نکل گئے تھے انھیں میں نے زبون و خوار کر دیا اور شیطان ردھہ[1]

[1] پہاڑ یا چٹان کا وہ گڑھا جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ جنگ صفین میں ذو الثدیہ ایسے ہی گڑھے میں مقتول پایا گیا تھا۔ ن۔ تہران۔

فَقَدْ كَفَيْتُهُ بِصَعْقَةٍ سُمِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهِ وَرَجَّةُ صَدْرِهِ، وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْبَغْيِ، وَلَئِنْ أَذِنَ اللهُ فِي الْكَرَّةِ عَلَيْهِمْ لَأُدِيلَنَّ مِنْهُمْ إِلَّا مَا يَتَشَذَّرُ فِي أَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَذُّراً۔

(خوارج کا سردار ثرملہ یا ذو الثدیہ) اس صدائے خوفناک کے باعث کہ مَیں نے اس کے تپش دل کی فریاد سُنی اور اس کے سینہ کی لرزش اور دھڑکن دیکھی بے نیاز ہو گیا¹ اور ستمگروں (اہل شام) میں جو لوگ باقی رہ گئے ہیں اگر خدا نے موقع عطا فرمایا تو دوبارہ ان کی طرف بڑھوں گا اور ان کی طاقت و توانائی کو تباہ کر دوں گا اور باقی ماندہ اطراف شہر میں منتشر ہو جائیں گے۔

أَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ، وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُونِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ، وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ، وَضَعَنِي فِي حِجْرِهِ وَأَنَا وَلِيدٌ، يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ، وَيَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ، وَيُمِسُّنِي جَسَدَهُ وَيُشِمُّنِي عَرْفَهُ وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ، وَمَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَلَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ، وَلَقَدْ قَرَنَ اللهُ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيماً

میں نے عہد کمسنی ہی میں عربوں کے سینے زمین پر رگڑوا دیے (بڑے بڑے عرب سرداروں کو شکست دی) اور نوجوانان (دلیران قبیلہ) ربیعہ اور مضر کو شکست فاش دی اور تم میری اس قدر و منزلت سے واقف ہو، جو مجھے آپ کی نزدیکی (خویشی و برادری) کے سبب حاصل تھی، نیز اس مقام بلند اور احترام مخصوص سے بھی (جو آنحضرت م کے یہاں تھا) آنحضرت م نے عہد طفولیت ہی میں مجھے اپنی گود میں پرورش فرمایا، اپنے سینہ مبارک سے لپٹایا، اپنے بستر مبارک پر اپنے پہلو میں مجھے لٹایا، جسم گرامی کو مجھ سے مس فرماتے تھے۔ اپنی بوئے خوش مجھے سنگھاتے تھے اور اپنی چبائی ہوئی خوراک میرے منہ میں ڈال دیتے تھے (جیسا باپ بیٹے کے ساتھ کرتا ہے) آپؐ نے میری گفتار میں کبھی دروغ اور میرے کردار میں خطا و اشتباہ کبھی نہیں پایا، اور جب آنحضرت م کا دودھ بڑھایا گیا، اس وقت سے خدا نے اپنے فرشتوں میں سے ایک

أَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ طَرِيقَ الْمَكَارِمِ وَمَحَاسِنَ أَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ، وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرَ أُمِّهِ يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عَلَماً وَيَأْمُرُنِي بِالاقْتِدَاءِ بِهِ،

بزرگ ترین فرشتہ (روح القدس) کو آپ کا ہم نشین قرار دیا کہ آپ کو روز و شب دنیا کے اخلاق کریمہ اور محاسن عظیمہ کی سیر کراتا تھا۔ اور میں حضرتؐ کے پیچھے پیچھے یوں چلتا تھا جیسے بچہ شتر اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے (یعنی میں ہمہ وقت آپؐ

¹ روایت ہے کہ نعرۂ حیدری سنکر یہ سردار خوارج بیہوش ہو کر گر پڑا اور جان نکل گئی۔

وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ، فَأَرَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي، وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - وَخَدِيجَةَ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَأَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ -

ے ساتھ رہتا تھا ، کبھی جدا نہ ہوتا تھا) آپؐ ہر روز اپنے اخلاق کی کوئی چیز مجھ پر آشکار فرماتے تھے اور اس کی پیروی کے لئے مجھے حکم دیتے تھے ، اور ہر سال (قبل از نبوت) ایک مہینہ آپ حرا میں اقامت فرماتے تھے ، میں آپ کو دیکھتا تھا ، اور میرے سوا کوئی نہ دیکھ سکتا تھا اور اُس زمانہ میں اسلام کسی گھر میں نہ پہنچا تھا مگر حضرتؐ کے گھر میں اور وہاں خود آں حضرتؐ ، خدیجہؓ (زوجۂ آنحضرتؐ) اور میں ان میں تیسرا تھا ، میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا ، اور نبوت و پیغمبری کی خوشبو سونگھتا تھا اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ۔ میں نے شیطان کی آواز سنی ، میں نے کہا :

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الرَّنَّةُ؟

فَقَالَ هَذَا الشَّيْطَانُ قَدْ أَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ، إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ، وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَلَكِنَّكَ لَوَزِيرٌ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ۔

اے رسول خداؐ یہ کیسی آواز ہے ؟

آپؐ نے فرمایا ، یہ شیطان ہے ، جو اب اپنی پرستش سے مایوس ہوگیا ہے (کیونکہ اس وحی و نبوت کے بعد ضلالت و گمراہی کا دور ختم ہو رہا تھا ، اور ایمان و فضیلت کے عہد گرامی کا آغاز ہو رہا تھا) (اے علی) تم بھی وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں ۔ تم بھی وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ تم پیغمبر نہیں ہو ۔ ہاں میرے وزیر ہو ، اور تم خیر (و نیکی کے راستے پر) گامزن ہو!

وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، لَمَّا أَتَاهُ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ۔ فَقَالُوا لَهُ:

يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيماً لَمْ يَدَّعِهِ آبَاؤُكَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَيْتِكَ، وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَمْراً إِنْ أَجَبْتَنَا إِلَيْهِ وَأَرَيْتَنَاهُ عَلِمْنَا أَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُولٌ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَا أَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ۔

فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ:

میں آنحضرتؐ کے ساتھ اس وقت تھا جب قریش کا وفد آیا ، اور انھوں نے کہا :

"اے محمدؐ تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے ، ایسا دعوےٰ تو تمہارے باپ دادا اور خاندان میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا ، اب ہم تم سے ایک بات پوچھتے ہیں ، اگر اس کا جواب دیدیا اور ہم کو سمجھا دیا (مطمئن کر دیا) تو مان لیں گے کہ تم نبی و رسول ہو ۔ اور اگر یہ نہ ہوا تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم جادوگر ہو ۔ (اور) جھوٹے ہو ۔ حضرت نے فرمایا :

وَمَا تَسْأَلُونَ؟

قَالُوا: تَدْعُو لَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتّٰى تَنْقَلِعَ بِعُرُوقِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ.

فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فَإِنْ فَعَلَ اللهُ لَكُمْ ذٰلِكَ أَتُؤْمِنُونَ وَتَشْهَدُونَ بِالْحَقِّ؟

قَالُوا نَعَمْ!

قَالَ: فَإِنِّي سَأُرِيكُمْ مَا تَطْلُبُونَ وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تَفِيئُونَ إِلٰى خَيْرٍ وَإِنَّ فِيكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلِيبِ، وَمَنْ يُحَزِّبُ الْأَحْزَابَ. ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: يَا أَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ إِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِينَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتَعْلَمِينَ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَانْقَلِعِي بِعُرُوقِكِ حَتّٰى تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِإِذْنِ اللهِ.

وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوقِهَا وَجَاءَتْ وَلَهَا دَوِيٌّ شَدِيدٌ، وَقَصْفٌ كَقَصْفِ أَجْنِحَةِ الطَّيْرِ، حَتّٰى وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مُرَفْرِفَةً وَأَلْقَتْ بِغُصْنِهَا الْأَعْلٰى عَلٰى رَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَبِبَعْضِ أَغْصَانِهَا عَلٰى مَنْكِبِي وَكُنْتُ عَنْ يَمِينِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَلَمَّا نَظَرَ الْقَوْمُ إِلٰى ذٰلِكَ قَالُوا: عُلُوًّا وَاسْتِكْبَارًا، فَمُرْهَا فَلْيَأْتِكَ

"کیا پوچھنا ہے؟"

انھوں نے کہا: "یہ درخت (جو سامنے ہے) ہمارے لیے بلاؤ کہ اپنی جڑوں سے اکھڑ کر آئے اور تمھارے سامنے کھڑا ہو جائے"۔

حضرتؐ نے فرمایا: بے شک خدا ہی ہر چیز پر قادر ہے، اگر خدا نے تمھارے لیے یہ بات کرا دی تو کیا ایمان لاؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟

انھوں نے کہا: ہاں!

فرمایا: "جو تم چاہتے ہو وہ میں دکھا تو دوں گا، مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نیکی کی طرف آنے والے نہیں ہو۔ تم میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو بدر کے کنوئیں میں ڈالا جائے گا اور وہ بھی ہے جو لشکروں کے جتھے جمع کرے گا[1]۔ پھر فرمایا: اے درخت اگر خدا اور قیامت پر ایمان ہے تو سمجھ کہ میں رسول خدا ہوں، اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر حکم خدا سے میرے سامنے آجا۔"

میں اس کی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے آنحضرتؐ کو حق کے لیے بھیجا وہ درخت اپنی جڑوں سمیت اکھڑا، اور تیز آواز اور پرندے کے پروں کے زناٹے کی سی آواز دیتا ہوا آیا، اور حضرت کے سامنے آگیا۔ اس کی ٹہنیاں ہل رہی تھیں، جس میں سے اونچی شاخیں تو حضرت کے سر پر سایہ فگن تھیں اور کچھ ٹہنیاں میرے بازوؤں پر، میں اس وقت حضرتؐ کے داہنے ہاتھ پر تھا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا: (زبردستی اور خودسری کے رنگ میں) اچھا اب حکم دو کہ آدھا درخت تمھارے پاس آئے، اور آدھا وہیں رہے۔ حضرتؐ نے اس کا بھی حکم دیا۔ تو وہ آدھا آپ کی طرف بہترین طرح سے زوردار صدا سے بڑھا، اور قریب تھا کہ حضرتؐ سے چپک جائے۔

---

[1] قلیب: یعنی چاہ بدر، اس کنوئیں میں بدر کی لڑائی کے بعد عتبہ، شیبہ، امیہ بن عبد شمس، ولید ابن مغیرہ پھینکے گئے تھے، جنگ احزاب یا خندق کے لیڈر، ابوسفیان عمرو ابن عبد ود اور منقوان، عکرمہ وغیرہ تھے۔

بِنِصْفِهَا وَبَقِيَ نِصْفُهَا - فَأَمَرَهَا بِذٰلِكَ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ نِصْفُهَا كَأَعْجَبِ إِقْبَالٍ وَأَشَدِّهِ دَوِيًّا، فَكَادَتْ تَلْتَفُّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَقَالُوا كُفْرًا وَعُتُوًّا: فَمُرْ هٰذَا النِّصْفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى نِصْفِهِ كَمَا كَانَ، فَأَمَرَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَرَجَعَ فَقُلْتُ: أَنَا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَإِنِّي أَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ۔ وَأَوَّلُ مَنْ أَقَرَّ بِأَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِأَمْرِ اللهِ تَعَالَى تَصْدِيقًا بِنُبُوَّتِكَ وَإِجْلَالًا لِكَلِمَتِكَ، فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ: بَلْ سَاحِرٌ كَذَّابٌ! عَجِيبُ السِّحْرِ خَفِيفٌ فِيهِ، وَهَلْ يُصَدِّقُكَ فِي أَمْرِكَ إِلَّا مِثْلُ هٰذَا؟ (يَعْنُونَنِي)

ان لوگوں نے کفر وسرکشی (کے انداز) سے کہا: اس نصف کو بھی حکم دو کہ خدا اسے بھی پلٹا دے، جیسا کہ وہ پہلے تھا حضرت نے یہ حکم بھی دیا اور وہ پلٹ گیا۔ تو میں نے کہا: لا الٰہ الا اللہ.... یا رسول اللہ میں ہی آپ پر پہلا ایمان لانے والا، اور اس کا بھی اقرار کرنے والا ہوں کہ یہ سب باتیں درخت نے کیں، اور خدا کے حکم سے، آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے، آپ کی بات بلند کرنے کے لیے (یہ سب ہوا، اسے سن کر) سب لوگوں نے کہا: نہیں یہ تو...... ہے، عجب طرح کا جادو اور بڑی چابکدستی ہے، کیا اس کی تصدیق اس کے علاوہ اور وہ کوئی کرسکتا ہے۔ انھوں نے میری طرف اشارہ کیا تھا۔

وَإِنِّي لَمِنْ قَوْمٍ لَا تَأْخُذُهُمْ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، سِيمَاهُمْ سِيمَا الصِّدِّيقِينَ، وَكَلَامُهُمْ كَلَامُ الْأَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّيْلِ وَمَنَارُ النَّهَارِ، مُتَمَسِّكُونَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ، يُحْيُونَ سُنَنَ اللهِ وَسُنَنَ رَسُولِهِ، لَا يَسْتَكْبِرُونَ، وَلَا يَعْلُونَ وَلَا يَغُلُّونَ، وَلَا يُفْسِدُونَ قُلُوبُهُمْ فِي الْجِنَانِ وَأَجْسَادُهُمْ فِي الْعَمَلِ۔

اور میں اس قوم سے ہوں جنھیں راہ خدا میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا ڈر نہیں، ان پر صدیقوں کی علامتیں نیک عمل لوگوں کی سی بات چیت ہے۔ یہ لوگ راتوں کی چہل پہل، دنوں کے نور ہیں۔ قرآن کے سلسلے سے وابستہ ہیں، خدا و رسول کی سنت و شریعت کے زندہ کرنے والے ہیں، نہ تکبر کرتے ہیں نہ سربلندی، غلط کاری، فساد نہیں کرتے، ان کے دل جنتوں میں اور جسم عمل میں لگے ہیں۔

ارشاد:

۲۳۵- ومن کلام لہٗ علیہ السلام

عثمانؓ چاہتے کیا ہیں؟

حضرت عثمانؓ محاصرے میں تھے کہ حضرت کے پاس ان کا خط آیا کہ "آپ ینبعؑ چلے جائیں کہ لوگوں کا آپ کی خلافت کا مطالبہ کمزور ہو جائے"۔ حالانکہ اس سے پہلے (ینبع سے) بلا چکے تھے۔ آپ نے رقعہ پڑھ کر فرمایا (رضیؒ)

یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا یُرِیْدُ عُثْمَانُ اِلَّا اَنْ یَجْعَلَنِیْ جَمَلاً نَاضِحاً بِالْغَرْبِ، اُقْبِلُ وَ اُدْبِرُ، بَعَثَ اِلَیَّ اَنْ اُخْرُجَ، ثُمَّ بَعَثَ اِلَیَّ اَنْ اَقْدُمَ۔ ثُمَّ هُوَ الْاٰنَ یَبْعَثُ اِلَیَّ اَنْ اَخْرُجَ، وَاللّٰهِ، لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْهُ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ اَکُوْنَ اٰثِمًا۔

ابن عباس! عثمان فقط یہ چاہتے ہیں کہ مجھے کنوئیں سے پانی کھینچنے والا اونٹ بنا لیں کہ ڈول نکال کر آگے بڑھوں اور پیچھے ہٹوں۔ (ایک مرتبہ) آدمی بھیجا کہ میں شہر (مدینہ) چھوڑ دوں۔ پھر بھیجا کہ آ جاؤں۔ اور اب پھر بھیجا ہے، کہ چلا جاؤں۔ خدا کی قسم! میں نے اتنی مرتبہ ان کی حمایت کی، مجھے ڈر ہے کہ (اگر اب حمایت کی تو) گناہ گار ہو جاؤں گا۔

لہ ینبع: ایک مقام کا نام ہے جو مدینے کے قریب نہر کے کنارے تھا اور امیر المومنین کی ملکیت تھا۔

(فیض الاسلام)

۲۳۶- ومن کلام لہٗ علیہ السّلام — ارشاد ۲۳۶

ہجرت کے موقع پر رسول اللہ کے پاس جانا

ایک تفصیلی گفتگو میں آنحضرت ص کے مدینے تشریف لے جانے پر اپنا پیغمبر سے جا ملنا، بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (رضیؒ)

فَجَعَلْتُ اَتْبَعُ مَاخَذَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ — فَاَطَاُ ذِکْرَہٗ حَتّٰی اَنْتَہَیْتُ اِلَی الْعَرَجِ —

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جس راستے سے تشریف لے گئے تھے۔ میں ان کی یاد میں اسی راستے پر چلا، آخر (مقام) عَرَج میں پہنچ گیا۔

حضرت ع نے جو فرمایا ہے : فَاَطَاُ ذِکْرَہٗ : یہ وہ جملہ ہے جس سے اختصار و فصاحت دونوں کا کام لیا۔ مطلب یہ کہ میں ابتداء سفر ہی سے خواہش مند تھا کہ آپ کی کوئی خبر ملے۔ یہاں تک کہ "عرج" پہنچ گیا۔ اس طرح یہ عجیب و بہترین کنایہ استعمال فرمایا ہے۔ (رضیؒ)

خطبہ: ۲۳۷- ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام

فرصتِ زندگی

انسان جب تک زندہ ہے، اسے چاہیئے کہ ہر فرصت سے فائدہ اٹھائے اور اپنی زندگی طاعت و عبادت الٰہی میں صرف کردے، تاکہ اس دنیائے فانی سے جب رخصت ہو، تو اس کو عالم باقی کی دائمی حیات حاصل ہو جائے۔ یہ ہے اس اقتباس خطبہ کا خلاصہ!

فَاعْمَلُوا وَأَنْتُمْ فِي نَفَسِ الْبَقَاءِ، وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوطَةٌ وَالْمُدْبِرُ يُدْعَىٰ، وَالْمُسِيءُ يُرْجَىٰ، قَبْلَ أَنْ يَخْمُدَ الْعَمَلُ، وَيَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَيَنْقَضِيَ الْأَجَلُ وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ، فَأَخَذَ امْرُؤٌ مِنْ نَفْسِهِ لِنَفْسِهِ، وَأَخَذَ مِنْ حَيٍّ لِمَيِّتٍ، وَمِنْ فَانٍ لِبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ، امْرُؤٌ خَافَ اللهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ إِلَىٰ أَجَلِهِ، وَمَنْظُورٌ إِلَىٰ عَمَلِهِ، امْرُؤٌ أَلْجَمَ نَفْسَهُ بِلِجَامِهَا، وَزَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَأَمْسَكَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِي اللهِ، وَقَادَهَا بِزِمَامِهَا إِلَىٰ طَاعَةِ اللهِ۔

اس حالت میں کہ آسائش زندگانی حاصل ہے (کچھ کام کرلو، نامۂ اعمال) کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ و بازگشت ابھی قبول ہو سکتی ہے۔ گناہگار کو بلایا جا رہا ہے (کہ بُرے کاموں سے باز آجائے) اور بدکار کو امید دلائی جا رہی ہے (تاکہ بدکرداری سے توبہ کرلے) قبل اس کے کہ (چراغ عمل خاموش ہو) اور فرصت ہاتھ سے نکل جائے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور ملائکہ آسمان پر (نامۂ اعمال لے کر) چڑھ جائیں، پس (موت سے پہلے) چاہیئے کہ آدمی اپنے نفس سے اپنے لیے زندگی سے موت کے لیے اور نیستی سے ہستی کے لیے گزر جانے والی چیز سے باقی رہنے والی چیز کے لیے نتیجہ حاصل کرے، دنیا میں کام کرے تاکہ آخرت میں کام آئے۔

وہ شخص، جو خدا سے ڈرتا ہے اور جسے (موت سے) ایک مدّت معینہ کیلئے فرصت اور انجام عمل کے لیے مہلت عطا فرمائی گئی ہے یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے نفس کو، دہان بند کر دیا ہے اور اپنی مہار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے، پس اپنے آپ کو بادہانِ بند نفس، جو کچھ خدا نے منع کیا ہے اسی سے روکتا ہے اور اپنی مہار کو اطاعت و فرماں برداری الٰہی کی طرف کھینچتا ہے۔

۲۳۸ - ومن خطبة له علیه السلام — خطبہ :

حکمین اور اہل شام

جُفَاةٌ طَغَامٌ، عَبِيدٌ أَقْزَامٌ، جُمِعُوا مِنْ كُلِّ أَوْبٍ، وَتُلُقِّطُوا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ، مِمَّنْ يَنْبَغِي أَنْ يُفَقَّهَ وَيُؤَدَّبَ، وَيُعَلَّمَ وَيُدَرَّبَ، وَيُوَلَّى عَلَيْهِ، وَيُؤْخَذَ عَلَى يَدَيْهِ، لَيْسُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا مِنَ الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ.

أَلَا وَإِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوا لِأَنْفُسِهِمْ أَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا يُحِبُّونَ، وَإِنَّكُمُ اخْتَرْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ أَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُونَ، وَإِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ بِالْأَمْسِ يَقُولُ: إِنَّهَا فِتْنَةٌ، فَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ، وَشِيمُوا سُيُوفَكُمْ، فَإِنْ كَانَ صَادِقاً فَقَدْ أَخْطَأَ بِمَسِيرِهِ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَإِنْ كَانَ كَاذِباً فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهَمَةُ. فَادْفَعُوا فِي صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ، وَخُذُوا مَهَلَ الْأَيَّامِ، وَحُوطُوا قَوَاصِيَ الْإِسْلَامِ. أَلَا تَرَوْنَ إِلَى بِلَادِكُمْ تُغْزَى، وَإِلَى صَفَاتِكُمْ تُرْمَى.

(یہ شام والے) سخت دل، بدمعاش لیٹرے غلام ہیں، ہر طرف سے جمع کیے گئے اور ہر میل سے چنے گئے ہیں، کچھ ایسے ہیں جنھیں علم دین و تہذیب تعلیم و تربیت دے کر حکومت کر سکتے ہیں اور دستگیری کر سکتے ہیں۔ یہ مہاجرین ہیں نہ انصار، نہ ان میں سے ہیں جو مدینے ہی میں ایمان پر ثابت قدم رہے۔

خبردار رہو، اہل شام نے اپنے لیے قوم کا سب سے قریبی آدمی جسے وہ چاہتے بھی تھے پسند کر لیا (عمرو بن عاص کو) اور تم نے اپنے لیے قوم کے قریبی آدمیوں میں سے اسے چنا، جسے پسند نہ کرتے تھے (ابو موسیٰ اشعری)

ابھی کل کی بات ہے کہ تمھارے سامنے عبداللہ بن قیس کہہ رہا تھا کہ: (کوفے والو) یہ فتنہ ہے اپنی کمانوں کی زہ کاٹ ڈالو، اپنی تلواروں کو نیام میں رکھ لو۔" اب اگر یہ سچا تھا تو بغیر مجبور ہوئے ہمارے ساتھ آنے میں غلطی کی، اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر (نفاق کی) تہمت لازم آتی ہے۔ اس لیے عبداللہ بن عباس (کو نمائندہ بنا کر اور ان) کو بھیج کر عمرو بن عاص کے دل کی بات نکال لو اور موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اسلام کے دور دراز مقامات کی (اس طرح) حفاظت کرو کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ تمھارے علاقوں پر جنگ جاری کی جاری ہے تمھارے سخت پتھروں (مضبوط سرحد) پر تیر اندازی ہو رہی ہے

خطبہ:

۲۳۹۔ ومن خطبۃ لہٗ علیہ السلام

آلِ محمّدؐ

یُذْكَرُ فِيهَا آلُ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ:

هُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ، وَمَوْتُ الْجَهْلِ، يُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ لَا يُخَالِفُونَ الْحَقَّ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ هُمْ دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ، وَوَلَائِجُ الِاعْتِصَامِ بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ فِي نِصَابِهِ وَانْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مُقَامِهِ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ مَنْبَتِهِ، عَقَلُوا الدِّينَ عَقْلَ وِعَايَةٍ وَرِعَايَةٍ، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَرِوَايَةٍ، فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ۔

اس خطبہ میں آلِ محمدؐ کا ذکر فرمایا ہے:۔

یہ آلِ محمدؐ علم کی زندگی اور جہل کی موت ہیں، ان کی بردباری دانائی کی، اور ان کا ظاہر باطن کی اور سان کی خاموشی، راستی و درستی کی خبر دے گی، ان کی گفتار، حق کی مخالفت نہیں کرتی، نہ وہ اس میں اختلاف برپا کرتے ہیں، یہ اسلام کے ستون اور اس کی پناہ گاہیں ہیں، انہی کے وسیلے سے حق، اپنے اصل مقام میں واپس ہؤا، اور باطل و نادرستی اپنی جگہ سے نیست و نابود ہو گئی حق کے آشکار ہونے کے بعد، اس کی زبان کٹ گئی، ان آلِ محمدؐ نے دین کو پہچانا اور ان کا پہچاننا دانائی (علم) اور عمل پر مبنی تھا، نہ کہ سننے اور روایت پر، کیونکہ علم (دین) کے راوی بہت ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔

ختم شد

رئیس احمد جعفری

۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء بوقت ۵ بجے شام۔ کراچی

نہج البلاغۃ

حصّہ دُوم

مکتُوباتؑ و رُقّعاتؑ

۸۰

ترجمہ

عبدالرّزاق خاں ملیح آبادیؒ

پہلا بول

علمائے عرب و عجم کا فیصلہ ہے کہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا کلام، افصح الکلام و ابلغ المقال ہے حضرت امیرؑ کی لسان امیر اللسان اور حضرت امیرؑ کا کلام امیر الکلام ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ سے کوئی مقدس نورانی ہستی بول رہی ہے۔ لفظ تو بے شک انسانی لفظ ہیں۔ آواز بھی بے شک انسانی آواز ہے، مگر کلام کا انجام و نظام انسانی نہیں، ملکوتی ہے، چھوٹے سے چھوٹا فقرہ بھی اپنی جگہ ممتاز ہے۔ ایسا ممتاز کہ انسانی کلام میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اللہ کی رحمتیں ہوں سید رضی پر، کہ امیر المومنین علیہ السلام کے خطبوں، تحریروں اور جملوں کا ایک مجموعہ چھوڑ گئے "نہج البلاغہ" اسی مجموعے کا نام ہے یہ مجموعہ بلا شبہ عربی ادب کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اس سرمائے پر عربی زبان جتنا فخر کرے کم ہے "نہج البلاغہ" کا ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اس کے جس حصے میں تحریریں جمع کی گئی ہیں، انمول خزانہ ہے۔

ہر زبان میں نثر نے نظم کے بہت بعد ترقی کی ہے۔ قوم کی ذہنی پختگی اور تمدن کی ترقی کے ساتھ نثر آگے بڑھتی ہے عربی زبان میں نثر کا پہلا نمونہ قرآن مجید ہے، مگر قرآن کی نثر ایسے اسلوب پر ہے کہ بقول ابن خلدون، فن انشاء میں اسے رہنما بنایا نہیں جا سکتا۔ اس نثر کی پیروی انسانی طاقت سے باہر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ کے مراسلات، مکاتیب، نہایت مختصر ہوتے تھے اس لیے کہ نثر نے ابھی تک ترقی نہیں کی تھی۔ دفعتاً امیر المومنین علیہ السلام سے نثر شروع ہوتی ہے۔ یہ نثر صحیح معنی میں نثر ہے مگر ایسی نثر جس پر ہر عربی نثر قربان کی جا سکتی ہے —— امیر المومنین کی خطابت ایک معجزہ ہے، لیکن امیر المومنین کی انشاء تو معجزے سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے ایسی بے تکلف، بلند، ٹھوس تحریر کی امیر المومنین سے پہلے عربی ادب میں مثال نہیں ملتی اور پھر تحریر بھی کیسی۔ ہر موضوع پر، ہر عنوان پر، اہم سے اہم سیاسی مسائل پر محیط، اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاقی مواعظ پر حاوی۔ طنز یہ بھی، ناصحانہ بھی، دل ملانے والی بھی، دل ہلا ڈالنے والی بھی، ایمان کی پرورش کرنیوالی بھی، نفاق کو بے پردہ کر ڈالنے والی بھی، طویل سے طویل بھی، مختصر سے مختصر بھی، مگر اس طرح کہ ہر لفظ فصاحت کا علمبردار، ہر جملہ بلاغت کا آئینہ دار، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت امیر المومنین کی کنیزیں ہیں جو ہر وقت تعمیل حکم کے لیے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں ایسی بلیغ تحریر کے ترجمے میں لوہے کے کیسے چنے چبانا پڑتے ہیں۔ پھر امیر المومنین کی تحریر کا ترجمہ کیسا ہو گا، یہ جانتے ہوئے بھی اپنی بے بضاعتی کا علم رکھتے ہوئے بھی، اس کٹھن مہم کا بیڑا میں نے اٹھا لیا، میری اس جرأت کی سفارش، شاید یہ واقعہ کرے کہ اس ادبی خزانے کو اردو میں منتقل کرنے کی اب تک کسی نے ہمت نہیں کی اور میری اس جرأت کی ذمہ داری سراسر بھائی مولانا غلام رسول صاحب مہر کے سر ہے۔ وہ ہمت نہ دلاتے، تو میں جرأت بھی نہ کرتا۔

ترجمہ جیسا بھی ہے، آپ کے سامنے ہے، اس میں خامیاں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ بات میرے لیے تسلی کی ہے کہ ترجمہ صحیح ہے۔ میں نے اردو زبان کی سلامت بھی کہیں کہیں صحتِ ترجمہ پر قربان کر دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس ترجمے کو سامنے رکھ کر عربی ادب کے شیدائی "نہج البلاغہ" کا مطالعہ کریں گے تو بہت فائدہ اٹھائیں گے۔

اس کتاب میں سلمانؓ فارسی کے نام ایک خط کے علاوہ جتنی تحریریں ہیں امیر المومنین کے آغاز خلافت سے شہادت تک کی ہیں، یعنی ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک تقریباً چار برس کی مدت میں امیر المومنین نے یہ سب لکھا ہے۔ یا املا کر کے لکھایا ہے۔

سید رضی نے "نہج البلاغہ" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس لیے تیار نہیں کیا تھا کہ امیر المومنین کا سب کلام جمع کر دیں، بلکہ مقصود یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام چن لیا جائے یعنی "نہج البلاغہ" امیر المومنین کے کلام کا مکمل مجموعہ نہیں ہے، بلکہ فصیح ترین کلام کا مجموعہ ہے، اسی لیے "نہج البلاغہ" میں پابندی نہیں کی گئی کہ مکمل تحریریں جمع کی جائیں۔ بہت سی نامکمل تحریریں بھی ہیں لیکن "نہج البلاغہ" کے شہرۂ آفاق شارح، ابن ابی الحدید نے اکثر نامکمل تحریریں مستند روایتوں سے مکمل کر دی ہیں۔

خاکسار

عبد الرزاق، ملیح آبادی

نئی دہلی۔ نومبر ۱۹۵۰ء

مُقدّمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَبِہٖ نَسۡتَعِیۡنُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

امیرالمومنین علیہ السلام، خلافت کو اپنا ہی حق سمجھتے تھے، مگر قریش کو اندیشہ تھا کہ ایک دفعہ خلافت خاندان رسالت میں چلی گئی، تو پھر کبھی نہ نکلے گی، ورنہ اس سے کھیل نہ سکیں گے، اسی لیے قریش، خلافت کو اہل بیت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

جاہلیت میں بنی اُمیّہ نے قریش کی قیادت کی تھی۔ اب اسلام میں بھی سرداری چاہتے تھے پہلے دو خلفاء کے زمانے میں اُبھر نہ سکے، مگر تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ — بنی امیہ ہی میں سے تھے۔ اب امویوں کو اپنی سلطنت قائم کر لینے کا موقعہ ملا، اور انہوں نے طے کر لیا کہ حکومت ہاتھ سے جانے نہیں دینگے۔ خلافت کا معاملہ اب تک اس طرح طے ہُوا کرتا تھا کہ مدینے کے اکابر مہاجرین و انصار کسی شخص پر اتفاق کر لیتے تھے اور اسی کو خلیفہ مان لیا جاتا تھا، مگر یہ دستور بنی امیہ کے مفید مطلب نہ تھا کیونکہ حضرت عثمانؓ کے بعد تین ہی سربرآوردہ مہاجر باقی رہتے تھے۔ علیؑ، طلحہؓ۔ اور زبیرؓ۔ پُرانے دستور کے مطابق انہی میں سے کوئی خلیفہ ہوتا، مگر ان میں سے کوئی بھی اموی نہ تھا۔ یہ صورتِ حال بنی امیہ کو منظور نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کے مقاصد کے لیے ضروری تھا کہ پُرانا دستور ٹوٹ جائے انتشار پیدا ہو، اور خلافت کا فیصلہ تلوار کے سپرد ہو جائے۔ امویوں کو انتشار اور خانہ جنگی میں اپنی کامیابی اس لیے دکھائی دیتی تھی کہ صوبوں کی حکومتیں انہی کے ہاتھ میں تھیں اور ان کے لیڈر امیر معاویہ بن ابی سفیان گورنر شام بہت طاقتور ہو چکے تھے۔

ایک طرف یہ اموی سیاست تھی، دوسری طرف اکابر مہاجرین میں طلحہؓ اور زبیرؓ بہت دولتمند ہو گئے تھے اور اقتدارِ حکومت میں نمایاں شرکت چاہتے تھے۔ یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو عثمانی حکومت کی خرابیاں اُچھالنے اور لوگوں کو مخالفت پر اُبھارنے لگے۔

حضرت علیؑ کی پوزیشن یہ تھی کہ اپنا حق سمجھنے پر بھی خلافت حاصل کرنے کے لیے کوئی خفیہ یا علانیہ کوشش نہیں کر رہے تھے۔ عثمانی حکومت کی بدعنوانیوں سے نالاں ضرور تھے مگر تخریب نہیں، اصلاح چاہتے تھے۔ خلیفہ کو ایسے مشورے دیتے رہتے تھے کہ فتنوں کا سدِباب ہو اور امّت کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے، مگر یہ روش نہ طلحہؓ و زبیرؓ کو پسند تھی نہ بنی امیہ کو۔ دونوں پارٹیاں، امیرالمومنینؑ سے ناراضی میں متفق تھیں اور اس اتفاق نے ان میں بندبند ہمدردی پیدا کر دی تھی۔

حضرت عثمانؓ ستر برس کی عمر (۲۳ھ) میں خلیفہ ہوئے تھے۔ عمر کے ساتھ ساتھ حکومت میں بھی خرابیاں بڑھتی رہیں، لوگوں کو جو بڑی بڑی شکایتیں پیدا ہوئیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:- (۱) سب بڑے عہدے، بنی امیہ کو دے دیئے۔ حالانکہ یہ لوگ نہ صحابی ہیں، نہ اچھی سیرت رکھتے ہیں۔ (۲) مدینہ کے اطراف میں بہت بڑی چراگاہ، مسلمانوں پر بند کر کے اپنے اور بنی امیہ کے مویشیوں کے لیے خاص کر دی۔ (۳) اکابر مہاجرین و انصار سے صلاح مشورہ لینا چھوڑ دیا۔ (۴) مروان کے باپ، الحکم بن العاص کو مدینہ میں بلا لیا، حالانکہ رسول اللہؐ اسے جلاوطن کر چکے تھے اور حضرت عثمانؓ کی پیہم سفارش پر بھی اگلے خلفا نے اس کی واپسی منظور نہ کی تھی۔ (۵) مروان کو فتح افریقہ کا مال غنیمت بخش دیا۔ یہ بہت بڑی رقم تھی اور فدک بھی مروان کی جاگیر میں دے دیا (۶) ولید بن عقبہ گورنر کوفہ نے نشے میں امامت کی۔ کوفہ والوں کی شورش پر اسے معزول تو کر دیا، مگر سزا دینے سے گریز ہوتا رہا (۷) حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو محض اس لیے جلاوطن کر دیا کہ بنی امیہ کی دنیا پرستی پر معترض تھے۔ حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود جیسے اکابر صحابہ کو ناحق بے دردی سے پٹوایا، شکایتیں غلط نہ تھیں۔ مگر ایسی بھی نہ تھیں کہ اصلاح

نہ ہو سکے اور معاملہ خلیفہ کے قتل تک پہنچ جائے۔ مگر طلحہؓ و زبیرؓ کی پارٹی انہی شکایتوں کو لے کر در غلاتی رہی اور بنی امیہ کی پارٹی اور زیادہ اشتعال دلا کے برہمی و خفگی کے لیے زمین ہموار کرتی رہی۔

صوبوں کے مسلمان، اموی گورنروں سے پہلے ہی نالاں تھے۔ دفعتاً مدینہ سے ایک خط پہنچتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — مہاجرین اوّلین اور بقیۂ اہلِ شوریٰ کی طرف سے صحابہ اور تابعین کے نام

"ہمارے پاس دوڑ کے پہنچو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو برباد ہونے سے بچالو!

"تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کا دین بدل ڈالا گیا ہے۔ رسول اللہؐ کی سنت پلٹ دی گئی ہے اور اگلے خلفاء کے احکام ملیا میٹ کر دیے گئے ہیں۔

"اصحاب رسول اللہ اور تابعین لہم باحسان میں سے جو کوئی ہمارا یہ خط پڑھے ہم اسے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ فوراً اُٹھ پڑے، یہاں آ جائے ہم سے حق لے، اور ہمیں حق دے۔

پس اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو بلا تاخیر ہمارے پاس چلے آؤ اور حق کو اسی شاہ راہ پر قائم کر دو جس پر تم اپنے نبیؐ سے جدا ہوئے تھے اور جس پر اگلے خلفاء سے رخصت ہوئے تھے۔"

یہ پر اثر اور باغیانہ خط کس نے لکھا تھا؟ تاریخ جواب نہیں دیتی، لیکن یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت عثمانؓ پر جب باغیوں کی سختیاں بہت بڑھ گئیں اور حضرت طلحہؓ نے رو رو کر انھیں منع کیا تو مالک بن حارث اشتر نخعی نے یہی خط سب کے سامنے پیش کر کے طلحہؓ سے کہا: "اب آنسو بہاتے ہو، حالانکہ تم نے یہ خط بھیج کے ہمیں بلایا ہے۔" مگر طلحہؓ نے خط سے قطعی لاعلمی ظاہر کی۔

ممکن ہے طلحہؓ و زبیرؓ کی پارٹی نے خط لکھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اموی سازشیوں کی کارستانی ہو لیکن تاریخی واقعات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ کی پارٹی یہ تو چاہتی تھی کہ حضرت عثمانؓ کو پریشان کر کے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرے۔ مگر شاید اس کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ فتنے کی یہ آگ خلیفہ کو ہلاک اور امت کی وحدت کو بھسم کر کے رہے گی۔

بہر حال جب مذکورۂ بالا خط، صوبوں میں پہنچا، تو ایک آگ سی لگ گئی اور شورہ پشت لوگ مدینے کو چل پڑے۔ مصر سے چھ سو آدمی آئے تھے ان میں سے چار سو کا سرغنہ، محمد بن حذیفہ تھا۔ یہ شخص بنی امیہ میں سے تھا۔ اور حضرت عثمانؓ ہی کی گود میں پلا تھا، خفا ہو کر مصر چلا گیا تھا اور اب اپنے محسن کے خلاف بغاوت پر تلا ہوا تھا، دراصل وہ بنی امیہ کی سیاست کو کامیاب بنا رہا تھا۔

مصر کے علاوہ بصرے اور کوفہ سے بھی شورش پسند آئے تھے۔ ان سب نے مدینہ پر فوجی قبضہ جما لیا اور حضرت عثمانؓ کو ان کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ مگر شروع شروع مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے، پڑھانے سے نہیں روکا، بلکہ خود بھی انہی کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

محاصرے کے زمانے میں پہلا جمعہ آیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے اموی مشیروں کی اشتعال انگیزی سے سرکشوں کو بُرا بھلا ہی نہیں کہا، بلکہ ملعون بھی قرار دیا۔ اس پر مسجد میں ہُلڑ مچ گیا، باغیوں نے نمازیوں کو رگید کے نکال دیا اور حضرت عثمانؓ پر ایسا نرغہ کیا کہ بے ہوش ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے۔

حضرت علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ مزاج پرسی کو گئے۔ اموی لوگ، حضرت عثمانؓ کو گھیرے بیٹھے تھے۔ انھوں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو تو کچھ نہیں کہا۔ لیکن حضرت علی کو مخاطب کر کے چلّانے لگے "تم نے ہمیں مار ڈالا ہے!"

انہی دنوں ایک دفعہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر آئے اور اپنے رشتے کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ شورش پسندوں سے

نجات کی تدبیر کریں، ساتھ ہی وعدہ کیا کہ آئندہ ہر مشورے پر عمل کریں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس قسم کے وعدے آپ کر تو لیتے ہیں، مگر بعد میں مروان معاویہ ابن عامر اور عبداللہ بن سرح کے کہنے میں آکر میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

پھر حضرت علیؓ، سربرآوردہ مہاجرین و انصار کے ساتھ، جن میں طلحہؓ اور زبیرؓ نہ تھے مصریوں سے ملے اور سمجھایا۔ مصری اس شرط پر راضی ہو گئے کہ حکومت کی اصلاح کی جائے مصر کے گورنر، عبداللہ بن سرح کو معزول اور اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سب مان لیا اور مصری سرکش، محمد بن ابی بکر کے ساتھ اپنے وطن کو واپس ہو گئے ——— اس کے بعد حضرت علیؓ کے مشورے سے حضرت عثمانؓ نے مسجد میں بڑی پر اثر تقریر کی، پچھلی غلطیوں کی معافی چاہی۔ صاف لفظوں میں توبہ بھی کرلی۔ یہ اعلان بھی کر دیا "تمھارے سردار ضرور میرے گھر آئیں، جو کچھ کہنا ہو دل کھول کے کہیں۔ میں ہر ظلم، ہر شکایت دور کر کے رہونگا..... بخدا میں تمھیں رضامند کر کے چھوڑونگا۔ مروان اور اس کے رشتہ داروں کو الگ کر دوں گا۔"

حاضرین پر گہرا اثر ہوا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں مگر جب حضرت مسجد سے گھر پہنچے، تو مروان نے بولنے کی اجازت چاہی حضرت کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ چیخ اٹھیں "چپ رہو، تم بڑے میاں کو قتل کرا کے اور ان کے بچوں کو یتیمی کا داغ دے کے چین لوگے امیرالمومنین جو کچھ فرما آئے ہیں اب اس سے پھر جانا ان کی شان کے خلاف ہے"۔

مگر مروان نہ مانا، کہنے لگا: "امیرالمومنین! میرے ماں باپ قربان، بخدا میری کیسی آرزو ہے کہ آپ مسجد میں جو کچھ کہہ آئے ہیں ایسی حالت میں کہتے کہ آپکے ہاتھ میں طاقت ہوتی لیکن آپ کا یہ اعلان ایسی حالت میں ہوا ہے کہ آپ کو بے بس سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ تو کھلی ذلت ہے۔ بخدا گناہ پر اڑے رہنا جس سے رجوع کیا جا سکتا ہے اس توبہ سے کہیں بہتر ہے جو مجبوری سے ہو۔ آپ جانتے بھی ہیں، کیا کر آئے ہیں؟ لوگوں کو اور بھی شیر کر آئے ہیں.....!"

حضرت نے جواب دیا: "جو کچھ کہہ آیا ہوں، اب اس سے پھروں کیسے؟ میں نے تو وہی کیا ہے جو اچھا سمجھا تھا"۔

مروان نے کہا: "اچھا سمجھا تھا! مگر خبر بھی ہے کہ پہاڑ جیسی ایک بھیڑ آپ کے دروازے پر کھڑی ہے۔ کوئی ظلم کی شکایت کر رہا ہے، کوئی روپیہ پیسہ مانگتا ہے، کوئی عہدہ داروں کی معزولی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی خلافت مٹی میں ملا دی ہے آپ مضبوط رہتے تو یہ کچھ بھی ہوتا۔

پھر مروان، مجمع کے سامنے پہنچ گیا، اور اس نے جو کچھ کہا، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"تم کیوں آئے ہو، لوٹ مار کا ارادہ ہے؟ دور ہو یہاں سے! خدا کی قسم، ہمارے منہ آؤ گے تو ہم چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے! خدا کی قسم ہم نہ مغلوب ہیں نہ کمزور ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جو سلطنت ہمارے ہاتھ میں آچکی ہے اس کی حفاظت کس طرح کرنا چاہیئے.....!"

مروان کی تقریر سے لوگ بہت برہم ہوئے۔ بعضوں نے حضرت علی سے بھی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:۔

"عجب مشکل میں ہوں، گھر بیٹھ رہتا ہوں تو عثمان کہتے ہیں، مجھے چھوڑ دیا، بولتا ہوں اور بگڑی بننے لگتی ہے تو مروان آکے ان سے کھیلنے لگتا ہے۔ افسوس اس عمر اور صحبتِ رسولؐ کے باوجود مروان کا کھلونا بن گئے ہیں!"

پھر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ سے ملے اور جو کچھ ہوا تھا اس پر ناخوشی ظاہر کی۔ صاف کہہ دیا: "آئندہ دخل نہیں دونگا"! آپ کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ نے اپنے شوہر کو سمجھایا: "آپ تو مروان کے ہاتھ میں اپنی مہار دے چکے ہیں، جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے، خدا سے ڈریئے اگلے خلفا کی پیروی کیجیے، مروان ہی کے پیچھے چلتے رہیں گے، تو ضرور آپ کو قتل کرا کے رہیگا۔ اس کی عزت ہی کیا ہے بلکہ اس کی وجہ سے تو سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ علی کو منا لیجیے، دیر نہ کیجیے، سوچیے تو ان کے کہتے ہی مصری باغی کس طرح لوٹ گئے"!

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا، مگر وہ نہیں آئے، اس پر حضرت عثمانؓ رات کو چھپ کر ان کے گھر گئے اور اُلٹے شکایت کرنے لگے، "ابوالحسن! آپ نے مجھ سے بیوفائی کی ہے اور لوگوں کو میرے خلاف ابھار دیا ہے!"

حضرت علیؓ نے جواب دیا: "خدا گواہ ہے، میں سب سے زیادہ آپ کی مدافعت کرتا رہا ہوں۔ لیکن خود آپ نے مجھے بے بس کر ڈالا ہے۔ آپ کی بھلائی کے لیے جو کچھ کرتا ہوں، مروان اس کے خلاف ہوتا ہے اور آپ میری نہیں مروان کی سنتے ہیں، ایسی حالت میں میرا دخل دینا بے سود ہے۔"

حضرت علیؓ نے حمایت کرنا چھوڑ دیا، یہاں تک محاصرہ کرنے والوں نے حضرت عثمانؓ پر پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت ام سلمہؓ مشک چھپائے لیے جا رہی تھیں، سرکش تاڑ گئے۔ مشک چھین لی اور خود ام المومنین کو تکلیف پہنچائی، حضرت علیؓ نے سنا تو بہت غمگین ہوئے۔ طلحہؓ سے کہا پانی پہنچانا چاہیئے، مگر طلحہؓ نے یہ بھی پسند نہ کیا، اس پر حضرت خود اُٹھے اور پانی پہنچا دیا۔

اب ایک نیا شگوفہ کھلتا ہے، حضرت علیؓ سمجھا بجھا کے مصریوں کو لوٹا چکے تھے، مگر تین دن بعد وہ پھر واپس آ گئے اور بتایا کہ رستے میں حضرت عثمانؓ کا غلام ملا اس کے پاس سے سیسے کی نلی میں چھپا ہوا خط نکلا، خط پر خلیفہ کی مہر ہے اور اس میں گورنر کو حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے سرداروں کے کوڑے لگائے جائیں، سر اور داڑھیاں مونڈ کر ان کی تشہیر کی جائے، انھیں قید کر دیا جائے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر ڈالا جائے۔

بعض مصری حضرت علیؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اصرار کیا کہ حضرت عثمانؓ سے ملیں اور دیکھیں یہ معاملہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ گئے۔ کچھ مصری بھی ساتھ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ وہ خط سے بالکل بے خبر ہیں۔ مصریوں نے کہا: "یہ کیسی بات ہے؟ مروان اس قدر ڈھیٹ ہو گیا ہے کہ آپ کے نام سے فرمان لکھتا ہے آپ کے غلام کے ہاتھ بھیجتا ہے۔ سرکاری اونٹ پر غلام کو روانہ کر دیتا ہے لیکن آپ کو خبر تک نہیں ہوتی! دو میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے آپ سچے ہیں یا جھوٹے۔ جھوٹے ہیں تو آپ کو معزول کر دینا قطعاً ضروری ہے کیونکہ آپ نے ہم بیگناہوں کو ناحق سزا دینے اور قتل کر ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ اور سچے ہیں، تو بھی معزول ہونے کے مستحق ہیں کیونکہ خلافت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے میں آپ کمزور ثابت ہو چکے ہیں۔ ایسے کمزور اور غافل آدمی کے ہاتھ میں خلافت چھوڑی نہیں جا سکتی۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ خود ہی خلافت سے دست بردار ہو جائیں!"

حضرت عثمانؓ نے معزول ہونے سے انکار کر دیا اور کہا: "میں توبہ کر لوں گا۔" مصریوں نے جواب دیا: "یہ پہلی غلطی ہوتی تو ہم بخوشی توبہ و انابت مان لیتے، مگر آپ توبہ بھی کرتے رہیں اور توڑتے بھی رہے ہیں، اب ہم ہٹیں گے نہیں، آپ کو معزول یا قتل ہی کر کے دم لیں گے۔ آپ کے طرفدار سامنے آئینگے تو ہم ان سے لڑیں گے۔"

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: "میں نہ خلافت سے دست بردار ہونگا، تو نہ کسی کو تم سے لڑنے کا حکم دوں گا۔" اس پر شور مچ گیا۔ حضرت علیؓ نے مصریوں کے تیور بگڑے دیکھے، تو انھیں باہر نکال کے خود اپنے گھر چلے گئے۔

لیکن حضرت عثمانؓ نے پھر اصرار کیا کہ بیچ پڑیں اور فسادیوں کو دور کر دیں۔ اس دفعہ بھی حضرت علیؓ کی کوشش سے فسادی اس شرط پر راضی ہو گئے کہ تین دن کے اندر تمام مظالم مٹا دیے جائیں گے اور ناپسندیدہ گورنروں کو بھی معزول کر دیا جائیگا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی منظوری عہد نامے کی صورت میں لکھ دی۔

تین دن گزر گئے اور اموی مشیروں نے کچھ نہ ہونے دیا، اب لوگ آپے سے باہر ہو کر حضرت عثمانؓ پر چڑھ دوڑے، ان کا مطالبہ اب صرف یہ تھا، خلافت سے دستبردار ہو جاؤ۔

اسی دوران میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کی حمایت میں باہر سے فوجیں آ رہی ہیں۔ یہ سن کر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر ہلّہ بول دیا۔ خلیفہ کے طرفداروں نے تیر چلا کے ایک مخالف صحابی، کثیر بن الصلت کندی کو مار ڈالا۔ باغیوں کا مطالبہ ہوا کہ قاتل ان کے حوالے کر دیا جائے۔ مطالبہ نامنظور کیا گیا

تو باغی اور زیادہ جوش میں آگئے انہوں نے خلیفہ کے بند دروازے اور ڈیوڑھی میں آگ لگا دی۔ دروازہ جل گیا اور ڈیوڑھی گر پڑی۔ باغی گھر میں گھس پڑنا چاہتے تھے۔ مگر کچھ لوگ مدافعت پر کھڑے تھے۔ آپس میں جھڑپ شروع ہوگئی، لیکن کچھ باغی چپکے سے پچھواڑے چلے گئے اور عمر بن حزم کی چھت پر سے حضرت عثمانؓ کے مکان میں اُتر گئے دروازے پر لوگوں کو اس کی اس وقت خبر ہوئی جب یہ اپنا کام کر چکے تھے۔ (ذی الحجہ ۳۵ھ)

خلیفہ کا قتل اور وہ بھی خلیفہ عثمانؓ کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا۔ پھر اسلام میں یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا اور بڑا ہی بھیانک تھا اسی لیے تعجب کیا جاتا ہے کہ ایسا بڑا واقعہ اتنی آسانی سے خود دارالخلافہ میں کیسے پیش آگیا اور وہ بھی باہر کے غوغائیوں کے ہاتھ سے۔ لیکن تاریخی واقعات پر غور کرنے سے یہ تعجب دُور ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ مدینہ کی عام آبادی حضرت عثمانؓ سے روٹھ چکی تھی۔ اکابر صحابہ کے بڑے سردار طلحہؓ اور زبیرؓ بھی حضرت عثمانؓ کے سخت مخالف تھے ستم پر ستم یہ کہ خود بنو امیہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، انتشار اور خانہ جنگی چاہتے تھے۔ اسی لیے جب مصر کوفہ اور بصرہ کے شورہ پشتوں نے مدینہ کا رخ کیا تو یہاں کسی نے انھیں روکنا ضروری نہ سمجھا۔ یہ سرکش آئے اور مدینہ پر چھا گئے ان کی مجموعی تعداد سات یا نو سو تھی۔ سب لڑنے مرنے والے تھے۔ قابض ہو جانے کے بعد مدینہ والوں کا ان سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ پھر وہ باغیوں کے ہاتھوں اصلاح کی امید بھی رکھتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ مدینہ میں اکیلے حضرت علیؓ ہی تھے۔ جو آخر تک صلاح حال کی کوشش کرتے رہے۔ شورش پسند بھی حضرت کی عزت کرتے تھے، کیونکہ بے غرض یقین کرتے تھے مگر مدینہ پر شورش پسندوں کے قبضے کے بعد اکیلے حضرت علیؓ، حضرت عثمان کو بچا نہیں سکتے تھے۔

وہ صرف بنی امیہ تھے، جو اس المیہ کو روک سکتے تھے، بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس راہ پر حضرت عثمانؓ کو لیے جا رہے ہیں قتل پر ختم ہو گی۔ یہ جانتے ہُوئے بھی بنی اُمیہ نے پُوری کوشش کی کہ حضرت عثمانؓ کی مسلمانوں سے صفائی نہ ہونے پائے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ مدینہ میں لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر معترض ہونا شروع ہی کیا تھا کہ امیر معاویہ، شام سے آئے اور صحابہ کے ایک مجمع کو جس میں حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمانؓ بن عوف اور عمارؓ بن یاسر موجود تھے، اس طرح مخاطب کیا۔

"مَیں اپنے بوڑھے بزرگ کے حق میں نیک وصیت کرتا ہوں، یاد رکھو، اگر تمہاری آبادی میں انھیں قتل کر ڈالا گیا تو بخدا میں مدینہ کو پیدلوں اور سواروں سے بھر دوں گا ......!"

اسی مجلس میں ابن عباسؓ کو مخاطب کر کے، اگر حضرت علیؓ کو دھمکانے کے لیے کہا۔ "تم نے ایک ایسی آگ سلگا دی ہے جو پانی سے نہیں بجھے گی۔"

معاویہ ابھی مدینہ ہی میں تھے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک دن اکابر صحابہ کو جمع کیا حضرت علی کو خاص طور سے بلایا اور کہنے لگے، میرا چچا بھائی معاویہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ معاویہ نے اپنی اس تقریر میں بھی حضرت علیؓ ہی کو دھمکیاں دیں کہ حضرت عثمانؓ کو کچھ ہو گیا، تو قیامت برپا کر دوں گا۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ معاویہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا تھا کہ سب کچھ ٹھیک رہے گا اگر علی، طلحہ اور زبیرؓ کی گردنیں مار دی جائیں اور جب حضرت عثمانؓ نے یہ منظور نہ کیا، تو معاویہ نے کہا، میں چار ہزار سپاہی آپ کی حفاظت کے لیے مدینہ بھیج دوں گا۔ حضرت نے یہ بھی قبول نہیں کیا تو صلاح دی کہ ان تینوں کو دور دراز سرحدوں پر لڑنے کے لیے بھیج دیا جائے اور یہ بھی نہیں، تو مجھے اجازت دیجئے کہ آپ قتل ہو جائیں تو آپ کے خون کا دعویٰ کردوں"۔

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ اور دوسرے بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کی راہ پر لیے جا رہے ہیں مگر یہ جانتے ہوئے بھی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کیا۔ کیونکہ منصوبہ بھی یہی تھا کہ قتل کا واقعہ پیش آئے اور خانہ جنگی برپا کرنے کا موقعہ مل جائے۔ بعض

روایتوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے محاصرے کے دنوں میں معاویہ سے فوجی مدد طلب کی تھی اور معاویہ نے ایک فوج بھی شام سے روانہ کردی تھی۔ مگر اس ہدایت کے ساتھ کہ راستے میں ایک جگہ رُکی رہے اور نئے حکم کا انتظار کرے۔ فوج برابر پڑی رہی اور جب حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے، تو شام کو واپس چلی گئی۔ بہرحال قتل کے بعد لوگ کئی دن حیرت میں رہے، پھر فکر ہوئی کہ کسی کو خلیفہ بنایا جائے۔ تین ہی صحابیوں کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی تھیں۔ علیؑ، طلحہؓ، زبیرؓ، لیکن واقعہ قتل نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا معاملہ بہت مشتبہ کردیا تھا۔ اس لیے انھیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، اور جب حضرت علیؑ کا نام آیا تو مخالفت کی جرأت بھی نہ کرسکے۔

بہ جد انکار کے بعد امیرالمومنینؑ خلافت قبول کرنے پر راضی ہوئے۔ مسجد میں اجتماع ہُوا اور حضرت نے خطبہ دیا۔

"یہ معاملہ میں پسند نہیں کرتا تھا، مگر تمھارا اصرار جاری رہا کہ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں، تو سنو! میری حکومت خود آرائی کی حکومت نہ ہوگی بلکہ تمھارے مشورے سے چلے گی۔ بیت المال کی کُنجیاں تو میرے پاس رہیں گی مگر ایک پیسہ بھی تمھاری مرضی کے بغیر نہ لوں گا۔ کیا تم یہ سُن کر بھی میری حکومت چاہتے ہو؟"

سب نے جوش سے ہامی بھری اور بیعت شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے طلحہؓ نے بیعت کی۔ ان کا داہنا ہاتھ شل تھا۔ اسی کو بڑھایا۔ اس پر کسی نے کہا "خدا خیر کرے شگون بُرا ہوا ہے لُنجا ہاتھ سب سے پہلے بڑھا ہے!"

بیعت کے بعد طلحہؓ اور زبیرؓ نے کوفہ اور بصرہ کی گورنریاں طلب کیں۔ حضرت نے انکار کیا، تو مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت ان کے ارادوں سے واقف تھے، مگر آزادی میں خلل ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ اجازت دے دی۔

دراصل معاویہ کے خط دونوں کے پاس پہنچ چکے تھے۔ لکھا تھا کہ عثمانؓ کے خون کا دعویٰ کیا جائے۔ حضرت علیؑ کو خلافت سے بے دخل کردیا جائے اور یہ دونوں باری باری خلیفہ بنیں۔ معاویہ نے یقین دلایا تھا کہ ان کی بیعت کریں گے اور ہر قسم کی مدد دیں گے۔ یہ بھی معاویہ ہی کا مشورہ تھا کہ مکہ جائیں جہاں یمن کا عثمانی گورنر ملے گا اور مالی مدد پیش کرے گا۔ حضرت عائشہؓ پہلے سے مکہ میں موجود تھیں اور حضرت علیؑ سے ان کا رنج بہت[1] پرانا تھا۔ معاویہ نے لکھا کہ انھیں بھی ملالیا جائے۔ بنی امیہ کے اور لوگ بھی مکہ میں ہیں۔ وہ بھی ساتھ دیں گے۔ پھر سب مل کر عراق جائیں اور اس پر قبضہ کرلیں۔ کہ بہت بڑا اور طاقتور مرکز ہے۔ معاویہ چاہتے تھے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ امیرالمومنین سے ٹکرا جائیں۔ فریقین میں سے ایک ختم ہوجائیگا اور جسے فتح ہوگی وہ بھی کمزور پڑجائیگا اور معاویہ کو اپنی سلطنت قائم کرنے میں آسانی ہوجائے گی۔

معاویہ کی اسکیم کامیاب رہی۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اپنی بیعت توڑ کے حضرت عائشہؓ اور بہت سے لوگوں کو لے کر بصرے کی طرف چل پڑے۔ امیرالمومنین بھی مقابلے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے بصرہ کے سامنے دونوں فوجوں کا سامنا ہُوا۔

امیرالمومنین اب بھی خونریزی نہیں چاہتے تھے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ سے بات چیت کی۔ مصالحت کی امید بھی پیدا ہوگئی تھی کہ رات کے پچھلے پہر فوجوں میں

[1] حضرت عائشہؓ پر جب بہتان لگایا گیا تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے بھی مشورہ لیا۔ انھوں نے کہا آپ کے لیے عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس بات سے بہت رنج ہُوا اور امیرالمومنینؑ سے ناراض رہیں۔ پھر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے بھی چشمک رہتی تھی۔ جنگ جمل ختم ہونے پر انہی باتوں کی طرف یہ کہہ کر اشارہ کیا تھا "مجھ میں اور ان میں (امیرالمومنین) شکوے شکایت اور جھگڑے اس لیے ہوئے کہ ہم محبت میں کی باتے تھے یا محبت میں افراد چاہتے تھے۔ بخدا مجھ میں اور علیؑ میں بس ویسا ہی رنج پیدا ہوگیا تھا جیسا کہ عورت میں اور اس کے دیوروں میں کبھی پیدا ہوجاتا ہے لیکن اس پر بھی میں علیؑ کو نیکو کاروں میں سمجھتی رہی ہوں"۔ حضرت امیرالمومنین نے جواب دیا: "بخدا انھوں نے سچ کہا ہے۔ واقعی مجھ میں ان میں ویسی ہی بات تھی جیسی انھوں نے بتائی ہے۔ یاد رکھو یہ تمہارے نبیؐ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔" (شرح ابی الحدید)

خود بخود لڑائی چھڑ گئی۔ یہ کارروائی قاتلانِ عثمان کی ہوگی جو مصالحت میں اپنی موت یقین کرتے، یا پھر دونوں نے لڑائی کی آگ بھڑکا دی ہوگی۔
تاریخ میں یہ لڑائی جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اور یہ اونٹ عَلَم کا کام دے رہا تھا۔ اس لڑائی میں دس ہزار مسلمان کام آئے مقتولوں میں طلحہؓ و زبیرؓ بھی تھے، خود اپنی فوج کے ایک تیر کا شکار ہو گئے[1] اور زبیرؓ کو، جب وہ لڑائی سے کنارہ کرکے مدینہ جا رہے تھے، ایک آفاقی عرب نے دھوکے سے مار ڈالا۔

طلحہؓ و زبیرؓ کو اور بعد میں معاویہ کو امیر المومنین سے لڑنے کی کوئی جائز وجہ نہ تھی..... لوگ حضرت عثمانؓ کے خون کا دعویٰ لے کر اٹھے تھے اور مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلین عثمان کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ مگر ان کا دعویٰ غلط تھا اور مطالبہ نا معقول۔ طلحہؓ اور زبیرؓ عثمانؓ کے رشتے دار نہ تھے کہ خون کا دعویٰ کر سکتے۔ معاویہ اموی ضرور تھے مگر عثمانؓ کے وارث یہ بھی نہ تھے۔ ان کے مقابلے میں امیر المومنین کا جواب نہایت معقول تھا۔ فرماتے تھے۔ مدینہ کے صحابہ اور عام مسلمان مجھے خلیفہ تسلیم کر چکے ہیں۔ تم بھی میری بیعت و اطاعت قبول کر لو۔ پھر قاتلانِ عثمانؓ کا مقدمہ پیش کرنا میں شریعت کے مطابق فیصلہ کر دوں گا۔ امیر معاویہ بھی خونِ عثمان کے مطالبے کی کمزوری سمجھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ اہلِ مدینہ کی طرح اہلِ شام کو بھی خلافت کا معاملہ طے کرنے کا حق ہے۔ یعنی وہی بات جو ہم شروع میں کہہ آئے ہیں۔ خلافت کے بارے میں پرانے دستور کو توڑ دینا۔

امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ میں کوئی مقابلہ نہ تھا۔ اسلام میں امیر المومنین کا مرتبہ معلوم و مشہور ہے۔ دشمنوں کو بھی انکار کی جرأت نہ تھی لیکن ایک اور چیز بھی تھی جو معاویہ کے پاس تھی۔ مگر امیر المومنین کے پاس نہ تھی۔ وہ ڈپلومیسی تھی۔ معاویہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے سب کچھ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن امیر المومنین حق سے بال برابر ہٹنا بھی روا نہ رکھتے تھے۔

دولت کی بہتات مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں پیدا کر چکی تھی۔ پہلے کی سی استقامت باقی نہ رہی تھی۔ معاویہ نے شام کے خزانے دنیا پرستوں کے لیے کھول رکھے تھے اور وہ معاویہ کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ ان میں سب سے بڑی شخصیت فاتح مصر عمرو بن العاص کی تھی۔ عمرو حضرت عثمانؓ کے سب سے بڑے مخالفوں میں سے تھے اور ان کے قتل میں ان کے پروپیگنڈے کا بڑا حصہ تھا مگر اب خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ انھیں صرف حکومتِ مصر کی طلب تھی۔ معاویہ نے دینے دینے کا وعدہ کر لیا اور یہ معاویہ کے ہو گئے۔ معاویہ کی کامیابی میں عمرو بن العاصؓ کی ڈپلومیسی کا بڑا ہاتھ تھا۔
جنگِ جمل کے بعد امیر المومنینؑ کو صرف معاویہ سے نپٹنا رہ گیا تھا۔ جغرافیائی موقع کا خیال کرکے حضرت نے مدینہ کی بجائے کوفہ کو اپنا مرکز بنا لیا اور جنگی تیاریاں مکمل کرکے شام کی سرکوبی کو چل پڑے۔

صفین کے مقام پر رن پڑا، امیر المومنینؑ نے معاویہ کو بار بار پیغام بھیجا، مسلمانوں کی خونریزی کیوں ہو رہی ہے۔ میدان میں نکل آؤ ہم تم لڑ کر فیصلہ کر لیں، معاویہ میں اتنی ہمت کہاں تھی! جانتے تھے کہ امیر المومنین کے ہاتھ میں وہی تلوار موجود ہے، جو اُن کے نانا، ماموں اور بھائی کے سر اڑا چکی ہے۔
صفین کی لڑائی میں جب شامیوں کو اپنی بربادی کا یقین ہو گیا تو انھوں نے فریب سے کام لیا۔ نیزوں پر قرآن لٹکا کر بلند کر دیے اور چلانا شروع کیا۔ "ہمارا تمھارا فیصلہ کتاب اللہ کر دے!"
معلوم ہوتا ہے امیر المومنینؑ کی فوج میں معاویہ کے ایجنٹ موجود تھے اور اپنا کام کر رہے تھے۔ امیر المومنین نے ہر چند سمجھایا کہ نیخ

[1] یہ تیر مروان نے چلایا تھا اور پکار اٹھا تھا "عثمانؓ کے قاتل کو قتل کر رہا ہوں۔"

آنکھوں کے سامنے ہے، قرآن دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، مگر بہت سے فوجی سرداروں نے نصیحت ماننے سے صاف انکار کر دیا آخر لڑائی موقوف ہو گئی اور یقینی فتح ہاتھ سے نکل گئی۔

مگر کتاب اللہ کا فیصلہ کیسے معلوم ہو؟ طے پایا کہ فریقین اپنا اپنا نمائندہ مقرر کر دیں اور دونوں نمائندے مل کر جو متفقہ فیصلہ کریں اسے مان لیا جائے۔ معاویہ نے عمرو بن العاص کو اپنا نمائندہ تجویز کیا۔ امیر المومنین عبداللہ بن عباسؓ کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مگر کوفہ والے پھر اڑ گئے کہ ابو موسیٰ اشعری کو نمائندہ بنایا جائے۔ ابو موسیٰ امیر المومنین کے مخالف رہ چکے تھے، مگر کوفہ والوں کی ضد سے مجبور ہو کر حضرت نے انہی کو مقرر کر دیا۔ اب امیر المومنین کا نمائندہ ایسا شخص تھا، جو اسی قدر نہیں کہ مخالف رہ چکا تھا، بلکہ ازحد سادہ لوح بھی تھا اس کے مقابلے میں معاویہ کا نمائندہ گرگِ باراں دیدہ اور عرب کا مانا ہوا گھاگ تھا!

عمرو نے ایک ہی دو ملاقاتوں میں ابو موسیٰ کو شیشے میں اتار لیا۔ یہ حضرت مان گئے کہ علی اور معاویہ، دونوں کو معزول کر کے مسلمانوں سے کہہ دیا جائے کہ کسی اور آدمی کو اپنا خلیفہ بنالیں!

فیصلہ سننے کے لیے جب مسلمانوں کا اجتماع ہوا، تو عمرو نے یہ کہہ کر ابو موسیٰ کو آگے بڑھا دیا کہ بزرگ ہیں اور پہلے بولنے کا انہی کو حق ہے یہ حضرت اور بھی رَو میں آ گئے اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ علیؓ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ لہٰذا میں علیؓ کو معزول کرتا ہوں ابو موسیٰ کے بعد عمرو نے کہا: "تم سن چکے ہو کہ ابو موسیٰ اپنے آدمی علیؓ ابن ابی طالب کو معزول کر چکے ہیں۔ میں بھی علی کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ کو خلیفہ قرار دیتا ہوں۔

"فیصلہ" محض ڈھکوسلا تھا، سب جان گئے۔ لیکن امیر المومنین کو اس سے بڑا نقصان پہنچا جمعیت میں پھوٹ پڑ گئی۔ وہی لوگ جو کتاب اللہ کو حکم ماننے میں پیش پیش تھے، امیر المومنین کے جانی دشمن بن گئے۔ خارجیوں کا فرقہ انہی سے بنا۔ امیر المومنین کو بھی اس فرقے سے لڑنا پڑا اور بعد کی مسلم حکومتوں کو بھی اس فرقے نے بہت پریشان کیا۔ آج بھی یہ فرقہ عمان اور بعض دوسرے مقامات میں موجود ہے۔

"فیصلہ" تو ڈھونگ ہی تھا۔ مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور معاویہ حتمی تباہی سے صاف بچ گئے۔ اب امیر المومنین نے کوفہ کا رُخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی۔ کہ ایک خارجی، عبدالرحمان بن ملجم نے دغا بازی سے حملہ کر دیا، امیر المومنین شہید ہو گئے (رمضان سنہ ۴۰ھ)

ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علیؓ کا کام تمام نہیں کیا بلکہ پوری امتِ مسلمہ کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی۔ خلافت، منہاج نبوت پر استوار رہتی اور امت مسلمہ سچ مچ خَیْرُ اُمَّۃٍ ہو کر "شھداء علی الناس" کے منصب کی مالک بن جاتی۔ لیکن بدبخت ابن ملجم کی تلوار نے بنی امیہ کی شہنشاہی اور اس کی تمام تخریبوں کے لیے راہ صاف کر دی۔ ابن ملجم کی تلوار سے "خیر امت" کا خاتمہ ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(ابن سعد، طبری۔ ابو الفدا۔ یعقوبی، الامامۃ والسیاسۃ اور دوسری کتب تاریخ کی طرف توجہ کیجیے۔

عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب المختار من کتب مولانا امیر المؤمنین علیہ السلام الی اعدائہ و امراء بلادہ ویدخل فی ذٰلک ماختیر من عہودہ الی عمالہ و وصایاہ لاھلہ واصحابہ۔

زیرِ نظر حصے میں امیر المومنین علیہ السلام کے مکاتیب، وصیت ناموں اور احکامات کا انتخاب ہے۔ جو آپ نے اپنے دشمنوں، گورنروں، اعزا اور احباب کو تحریر فرمائے ہیں۔

۱۔ اہلِ کوفہ کے نام

اصلی قصّہ

مدینہ سے بصرہ روانہ ہوتے ہوئے امیر المومنین نے کوفہ والوں کے نام یہ خط لکھا[1]!

مدینہ سے اس روانگی کے بعد جنگ جمل پیش آئی۔ ع یہ خط امام حسنؑ اور جناب عمار یاسرؓ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ م

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى اَهْلِ الْكُوْفَةِ جَبْهَةِ الْاَنْصَارِ وَسَنَامِ الْعَرَبِ!

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اُخْبِرُكُمْ عَنْ اَمْرِ عُثْمَانَ حَتّٰى يَكُوْنَ سَمْعُهُ كَعِيَانِهِ اِنَّ النَّاسَ طَعَنُوْا عَلَيْهِ فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اُكْثِرُ اِسْتِعْتَابَهُ وَاُقِلُّ عِتَابَهُ وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ اَهْوَنُ سَيْرِهِمَا فِيْهِ الْوَجِيْفُ وَاَرْفَقُ حِدَائِهِمَا الْعَنِيْفُ وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيْهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ۔ فَاُتِيْحَ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوْهُ وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِيْنَ وَلَا مُجْبَرِيْنَ بَلْ طَائِعِيْنَ مُخَيَّرِيْنَ۔

اللہ کے بندے علی، امیر المومنین کی طرف سے اہلِ کوفہ کے نام، جو مددگاروں میں پیش پیش اور عرب کے سرخیل ہیں،

اَمَّا بعد، میں عثمانؓ کا پورا معاملہ تمھارے سامنے اس طرح کھول کے رکھ دیتا ہوں، گویا تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ لوگ عثمانؓ سے شاکی ہوئے۔ مہاجرین میں میری روش یہ تھی کہ عثمانؓ کی رضامندی زیادہ چاہتا تھا اور شکووں سے کم سروکار رکھتا تھا۔ طلحہ اور زبیر کا ان کے ساتھ چلن، سرپٹ دوڑنا اور ہلکے سے ہلکا راگ، گلا پھاڑ کے چلّانا، عائشہؓ بھی ان کے بارے میں غصّے سے مغلوب ہوگئی تھیں۔ پھر یہ ہوا کہ ایک گروہ نمودار ہوا اور اُس نے عثمانؓ کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگوں نے میری بیعت کی۔ زبردستی اور جبر سے نہیں، بلکہ اپنی پوری رضامندی اور دل کی خوشی سے انھوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا

[1] اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد وہ غلط فہمیاں رفع ہوجاتی ہیں جو قتل عثمان کے سلسلہ میں بعض مخصوص لوگوں نے پیدا کردی تھیں کہ خدانخواستہ امیر المومنین کا دامن اس حادثہ سے وابستہ تھا (رئیس احمد جعفری)

وَاعْلَمُوا اَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِاَهْلِهَا، وَقَلَعُوا بِهَا وَجَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ؛ فَاَسْرِعُوا اِلٰى اَمِيْرِكُمْ وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دارِ ہجرت (مدینے) کے باشندے اُکھڑ چکے ہیں۔ مدینہ کڑھاؤ کی طرح اُبل رہا ہے۔ امام کے خلاف بڑا فتنہ اٹھایا گیا ہے لہٰذا اپنے امیر کی طرف کوچ کرنے میں جلدی کرو۔

فتح بصرہ کے بعد اہلِ کوفہ کو خط

وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ اَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهٖ وَالشَّاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِهٖ فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَاَطَعْتُمْ وَدُعِيْتُمْ فَاَجَبْتُمْ۔

خدا تم اہلِ شہر کو تمھارے نبی کے اہل بیت کی طرف سے وہ بہترین صلہ بخشے، جو اپنی اطاعت میں سرگرموں اور اپنی نعمت کے شکر گذاروں کو بخشا کرتا ہے، بے شک تم نے حکم سُنا، اور تعمیل کی۔ دعوت تمھیں پہنچی اور تم نے لبیک کہا[1]

یہ امیرالمؤمنین کی طرف سے اعتراف ہے۔ اس صدق و وفا کا جس کا مظاہرہ اہلِ کوفہ نے جناب امیر کے ساتھ کیا تھا۔
(رئیس احمد جعفری)

---

[1] کوفے کے باشندوں نے جنگ جمل میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کا پورا ساتھ دیا تھا اور شجاعت کے بڑے جوہر دکھائے تھے۔

۳۔ بیع نامہ

جو قاضی شُریح بن حارث کے لیے تحریر فرمایا

رُوِیَ اَنَّ شُرَیْحَ بْنَ حَارِثٍ قَاضِیَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِشْتَرٰی عَلٰی عَهْدِهٖ دَارًا بِثَمَانِیْنَ دِیْنَارًا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَقَالَ لَهٗ: بَلَغَنِیْ اَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِثَمَانِیْنَ دِیْنَارٍ وَكَتَبْتَ (لَهَا) كِتَابًا وَاَشْهَدْتَ (فِیْهِ) شُهُوْدًا؟ فَقَالَ (لَهٗ) شُرَیْحٌ: قَدْ كَانَ ذٰلِكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ. قَالَ: فَنَظَرَ اِلَیْهِ نَظَرَ مُغْضَبٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ:

یَا شُرَیْحُ أَمَا اِنَّهٗ سَیَأْتِیْكَ مَنْ لَا یَنْظُرُ فِیْ كِتَابِكَ وَلَا یَسْأَلُكَ عَنْ بَیِّنَتِكَ حَتّٰی یُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا وَیُسْلِمَكَ اِلٰی قَبْرِكَ خَالِصًا. فَانْظُرْ یَا شُرَیْحُ لَا تَكُوْنُ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَیْرِ مَالِكَ اَوْ نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَیْرِ حَلَالِكَ! فَاِذَا اَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْیَا وَدَارَ الْاٰخِرَةِ! أَمَا اِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَتَیْتَنِیْ عِنْدَ شِرَائِكَ مَا اشْتَرَیْتَ، لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَابًا عَلٰی هٰذِهِ النُّسْخَةِ فَلَمْ تَرْغَبْ فِیْ شِرَاءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقُ. وَالنُّسْخَةُ (هٰذِهٖ) "هٰذَا مَا اشْتَرٰی عَبْدٌ ذَلِیْلٌ مِنْ عَبْدٍ قَدْ اُزْعِجَ لِلرَّحِیْلِ اشْتَرٰی مِنْهُ دَارًا مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِیْنَ وَخِطَّةِ الْهَالِكِیْنَ وَتَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُوْدٌ اَرْبَعَةٌ: اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ: یَنْتَهِیْ اِلٰی دَوَاعِی الْاٰفَاتِ. وَالْحَدُّ الثَّانِیْ: یَنْتَهِیْ اِلٰی دَوَاعِی الْمُصِیْبَاتِ، وَالْحَدُّ

روایت ہے امیرالمؤمنین کے قاضی شریح بن حارث نے ایک مکان اسّی دینار میں خریدا۔ امیرالمؤمنین کو خبر ہوئی تو قاضی کو طلب کیا اور فرمایا سُنا ہے "تم نے اسّی دینار میں گھر مول لیا ہے ؟" شریح نے اقرار کیا، تو امیرالمؤمنین نے غصّہ کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا۔

"اے شریح جلد ہی تیرے پاس وہ آپہنچے گا جو نہ تیری دستاویز دیکھے گا نہ تیرے گواہوں ہی کو پوچھے گا۔ وہ بس تجھے گھر سے بیک بینی و دوگوش نکال باہر کرکے سیدھا قبر میں پہنچا دے گا۔ اے شریح! اب تجھے سوچ لینا چاہیئے کہ یہ گھر تو نے غیر کے مال سے تو خریدا نہیں ہے! اس کی قیمت حرام کی کمائی سے تو ادا نہیں کی ہے۔ ایسا ہوا ہے تو دُنیا کا گھر بھی تو نے کھو دیا۔ خریداری کے وقت تو میرے پاس آتا تو میں ایسی دستاویز لکھ دیتا کہ ایک درہم میں بھی تو یہ گھر خریدنا گوارا نہ کرتا۔ وہ دستاویز یہ ہے۔

"یہ ہے وہ جو ایک عاجز بندے نے ایک چل چلاؤ والے بندے سے خریدا ہے اِس گھر کی چوحدّی اس طرح ہے :

پہلی حد آفتوں کے اسباب پر ختم ہوتی ہے۔ دُوسری حد مصیبتوں کے اسباب پر ٹھہرتی ہے تیسری حد مُنہ کے بل گرا دینے والی خواہشوں پر رُکتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان تک پہنچتی ہے اور اسی حد میں گھر کا دروازہ کھُلتا ہے

الثَّالِثُ: يَنْتَهِي إِلَى الشَّيْطَانِ الْمُغْوِي وَفِيهِ يُشْرَعُ
بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ.

اِشْتَرَى هٰذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ مِنْ هٰذَا الْمُزْعَجِ
بِالْأَجَلِ، هٰذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ
وَالدُّخُولِ فِي ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ فَمَا أَدْرَكَ
هٰذَا الْمُشْتَرِي فِيمَا اشْتَرَى مِنْهُ مِنْ دَرَكٍ فَعَلَىٰ مُبَلْبِلِ
أَجْسَامِ الْمُلُوكِ وَسَالِبِ نُفُوسِ الْجَبَابِرَةِ وَمُزِيلِ
مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ، مِثْلِ كِسْرَىٰ وَقَيْصَرَ وَتُبَّعٍ وَحِمْيَرَ
وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَأَكْثَرَ (وَمَنْ بَنَىٰ) وَ
شَيَّدَ وَزَخْرَفَ وَنَجَّدَ وَادَّخَرَ وَاعْتَقَدَ وَنَظَرَ بِزَعْمِهِ
لِلْوَلَدِ إِشْخَاصُهُمْ جَمِيعًا إِلَىٰ مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ
وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ إِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَصْلِ الْقَضَاءِ
(وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ)۔ شَهِدَ عَلَىٰ ذٰلِكَ الْعَقْلُ
إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوَىٰ وَسَلِمَ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا"

آرزو کے جال میں پھنسے ہوئے اس آدمی نے گھر کا سودا اُس آدمی سے کیا ہے جس کا پیچھا موت کر رہی ہے اور قیمت یہ دی ہے کہ قناعت کی عزّت تج کے خواہش طلب کی ذلّت اوڑھ لی ہے! اگر اس بیع میں خریدار کا کوئی حق تلف ہو تو بادشاہوں کو گرانے والا، جبّاروں کی جان لینے والا، کسریٰ و قیصر، تبع و حمیر[1] جیسے فرعونوں کی بادشاہیاں مٹانے والا، بائع اور مشتری کو حساب و کتاب ثواب و عذاب کے دربار میں لے جا کے پیش کر دے جہاں اہل باطل کے لیے خسارہ ہی ہے۔ عقل اس تحریر کی گواہ ہے۔ جب خواہش کی قید سے باہر اور علائق دنیا سے آزاد ہو۔

---

[1] یمن کے پرانے بادشاہ تُبّع کہلاتے تھے۔ حمیر بھی یمن ہی والے ہیں۔

۴۴۔ ایک سپہ سالار[1] کے نام

فَإِنْ عَادُوا إِلَىٰ ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِي نُحِبُّ وَإِنْ تَوَافَتِ الْأُمُورُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشِّقَاقِ وَالْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلَىٰ مَنْ عَصَاكَ وَاسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيبُهُ خَيْرٌ مِنْ مَشْهَدِهِ وَقُعُودُهُ أَغْنَىٰ مِنْ نُهُوضِهِ۔

اگر وہ سرکش اطاعت کی ٹھنڈک کی طرف لوٹ آئیں تو ہمیں یہی پسند ہے، لیکن اگر پھوٹ اور بغاوت پر ان کے دل جم چکے ہیں تو جو لوگ تمھاری فرمانبرداری کا دم بھر رہے ہیں، انھیں لے کر نافرمانوں کی سرکوبی پر اُٹھ کھڑے ہو، دیکھو، جو دِل سے تمھارے ساتھ ہیں، انھی سے کام لینا، جو تم سے بدسلوک کر رہے ہیں ان کی پروا نہ کرنا۔ جو شخص خوشدلی سے ہمارے ساتھ نہیں اُس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے اُس کا بیٹھے رہنا کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ہے۔

---

[1] عثمان بن حنیف۔ م ح

۵۔ اشعث بن قیس کے نام

اشعث بن قیس، حضرت عثمانؓ کی طرف سے آذربائیجان کے حاکم تھے
یہ خط انہی کے نام ہے[1]

وَإِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ، وَلٰكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ وَأَنْتَ مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ

لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ وَلَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ

وَفِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ مِنْ خُزَّانِهِ

حَتّٰى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ وَلَعَلِّي أَنْ لَا أَكُونَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ وَالسَّلَامُ

تمہارا یہ عہدہ کوئی خوانِ نعمت نہیں ہے، بلکہ تمہارے گلے میں امانت ہے اور تم بالادست حاکم کے سامنے جواب دہ ہو، تمہارے ہاتھ میں جو مال ہے، خدا کا ہے۔ تم اُس کے خزانچی ہو، یہاں تک کہ اُسے میرے پاس پہنچادو۔ امید ہے میں تمہارے حق میں بُرا افسر ثابت نہ ہوں گا۔

---

[1] تم میں کچھ کمزوریاں نہ ہوتیں تو اس معاملے میں اوروں سے آگے ہوتے، لیکن اگر خدا کا خوف دل میں رکھو تو کیا عجب نئی صورتیں پیدا ہو جائیں۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ ان میں سب سے آگے تھے، مگر بعد میں بے سبب پھر گئے اور ام المؤمنین کو پردے سے نکال کر بصرہ لے گئے۔ اس پر میں بھی مہاجرین و انصار کے ساتھ چلا، ہمارا سامنا ہوا، میں نے دعوت دی کہ اپنی بیعت میں واپس آجائیں۔ انھوں نے انکار کیا۔ میں نے دعوت میں کوتاہی نہیں کی اور جنگ میں بچ رہنے والوں سے نیک سلوک کیا۔ اس خط کی یہ عبارت "الامامۃ والسیاسۃ" سے لی گئی ہے۔

۶۔ معاویہ کے نام

اتمامِ حجت

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَىٰ مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ۔ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ وَإِنَّمَا الشُّورَىٰ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًا فَإِنْ خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوهُ إِلَىٰ مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَىٰ قَاتَلُوهُ عَلَىٰ اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلَّىٰ

مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنھوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ سے بیعت کی تھی، لہٰذا نہ تو حاضر کے لیے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیر حاضر کو حق ہے کہ بیعت سے روگردانی کرے۔ شوریٰ تو صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے اگر انھوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کرلیا اور اسے امام قرار دے دیا۔ تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضامندی کے لیے کافی ہے اب اگر اُمّت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وہ خارج ہُوا ہے۔ انکار کرے گا تو اس سے جنگ کی جائے گی۔ کیونکہ اُس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے۔ اور خدا اسے اس کی گمراہی کے حوالے کر دے گا۔

وَلَعَمْرِي يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُونَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّي أَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَلَتَعْلَمَنَّ أَنِّي كُنْتُ فِي عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنَّىٰ فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ، وَالسَّلَامُ۔

اور اے معاویہ! میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر تو نفس سے ہٹ کر عقل سے کام لے گا تو مجھے عثمانؓ کے خون سے بالکل بری الذمہ پائیگا اور جان جائیگا کہ میرا اس خون سے دُور کا بھی لگاؤ نہیں، یہ الگ بات ہے کہ تو اپنے مطلب کے لیے تہمتیں تراشے خیر جو کرنا ہے، کرتا رہ!

اِس مختصر سے مکتوب میں امیرالمؤمنین نے جس طرح شوریٰ، انتخاب اصول انتخاب، حدود اطاعت اور تمام امورِ مہمّہ (جمہور) پر جامعیت کے ساتھ دینی اور شرعی طور پر روشنی ڈالی ہے وہ واقعی کلام کا اعجاز ہے!

(رئیس احمد جعفری)

۷۔ معاویہ کے نام خط

أَمَّا بَعْدُ؛ فَقَدْ أَتَتْنِي مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُوَصَّلَةٌ وَرِسَالَةٌ مُحَبَّرَةٌ نَمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ وَأَمْضَيْتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ وَكِتَابُ امْرِئٍ لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَهْدِيهِ وَلَا قَائِدٌ يُرْشِدُهُ قَدْ دَعَاهُ الْهَوَى فَأَجَابَهُ وَقَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهُ فَهَجَرَ لَاغِطًا وَضَلَّ خَابِطًا۔

اما بعد! تمہارا پُر فریب نصیحت نامہ اور بناوٹی سجاوٹ سے آراستہ خط ملا اسے تم نے اپنی گمراہی سے رچا اور اپنی بدباطنی سے بھیجا ہے۔ تمہارا یہ خط اس آدمی کا خط ہے، جس کے پاس نہ روشنی ہے کہ راہ ڈھلائے نہ رہبر ہے کہ رستہ دکھائے۔ خواہش نے اُسے پُکارا اور جواب میں اُس نے بے تکلف لبیک کہہ دیا۔ گمراہی نے اُسے چلایا اور وہ گمراہی کے پیچھے لگ گیا۔ اسی لیے اس کا خط بے معنی اور باطل ہے۔

وَمِنْ هٰذَا الْكِتَابِ۔

لِأَنَّهَا بَيْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَا يُثَنَّى فِيهَا النَّظَرُ، وَلَا يُسْتَأْنَفُ فِيهَا الْخِيَارُ، اَلْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمُرَوِّي فِيهَا مُدَاهِنٌ۔

اسی خط میں —

کیونکہ یہ تو ایک ہی بیعت ہے۔ جو ہو چکی، جس میں نظرِ ثانی نہیں ہوسکتی، نہ نئے سرے سے اختیار کا حق ہے، جو اس سے نکل گیا وہ (اسلام پر) طعن کرتا ہے اور جو تردّد کرتا ہے وہ سہل انگار ہے۔

۸۔ جریر بن عبداللہ البجلّی کے نام

بات ختم کرو

جریر بن عبداللہ کو جنہیں امیرالمؤمنین علیہ السلام نے قاصد بنا کر شام بھیجا تھا، واپسی میں بڑی دیر ہوئی اس پر اُن کے نام یہ خط تحریر فرمایا:۔

أَمَّا بَعْدُ، فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ أَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ فَإِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ إِلَيْهِ وَإِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ وَالسَّلَامُ

اما بعد، میرا خط پاتے ہی معاویہ کو صاف جواب دینے پر مجبور کردو۔ پکّی ٹھوس بات اس کے سامنے رکھ کے جواب طلب کرو۔ کہو کہ بربادکن جنگ اور رُسواکن امن میں سے ایک کو اپنے لیے پسند کرلے۔ جنگ پسند کرے تو اُس سے لڑا جائیگا امن پسند کرے تو اس سے بیعت لے کر واپس چلے آؤ۔ والسلام[1]

---

[1] جریر کہتے ہیں میں جواب کے انتظار میں چار مہینے دمشق میں پڑا رہا مگر معاویہ ٹال مٹول کرتے رہے۔ دراصل وہ اپنی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ پھر ایک دن ولید بن عقبہ کا خط آیا جس میں جوش دلانے والے شعر درج تھے۔

خط پڑھنے کے بعد معاویہ نے تہہ کیا ہُوا ایک کاغذ مجھے دیا جس پر لکھا تھا "معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف"۔ میں سمجھا یہ امیرالمؤمنین کے خط کا جواب ہے اور کاغذ لے کر چل پڑا۔ معاویہ نے میرے ساتھ قبیلہ عبس کے ایک آدمی کو بھی کر دیا تھا، ہم کوفہ پہنچے میرے سامنے ایسا معاملہ آیا ہے جس میں دل کے لیے صدمہ ہے اور بڑی بے عزتی ہے۔ امیرالمؤمنین کا قتل ایسا واقعہ ہے کہ قریب ہے عظیم الشان پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

۹۔ معاویہ کے نام خط

معاویہ نے لکھا تھا کہ قاتلین عثمان سپرد کیے جائیں۔ اسی کے ساتھ کچھ فخر بھی کیا تھا جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:۔

فَاَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِیِّنَا، وَاجْتِیَاحَ اَصْلِنَا، وَهَمُّوْا بِنَا الْهُمُوْمَ، وَفَعَلُوْا بِنَا الْاَفَاعِیْلَ، وَمَنَعُوْا الْعَذْبَ، وَاَحْلَسُوْنَا الْخَوْفَ، وَاضْطَرُّوْنَا اِلٰی جَبَلٍ وَعْرٍ، وَاَوْقَدُوْا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ۔ فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلَی الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهٖ، وَالرَّمْیِ مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهٖ، مُؤْمِنُنَا یَبْغِیْ بِذٰلِكَ الْاَجْرَ، وَکَافِرُنَا یُحَامِیْ عَنِ الْاَصْلِ، وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْ قُرَیْشٍ خِلْوٌ مِمَّا نَحْنُ فِیْهِ بِحِلْفٍ یَمْنَعُهٗ اَوْ عَشِیْرَةٍ تَقُوْمُ دُوْنَهٗ فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَکَانِ اَمْنٍ۔

ہماری قوم نے ہمارے نبیؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، اور ہماری (آلِ محمد کی) جڑیں اکھیڑنا چاہیں۔ ہمارے خلاف طرح طرح کے منصوبے باندھے۔ عجب عجب حرکتیں کیں، ہمیں میٹھے پانی (سکون) سے روک دیا، خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ ہمیں سخت (ناقابلِ عبور) پہاڑ پر چلنے کے لیے مجبور کیا۔ جنگ کی آگ بھڑکائی۔ لیکن خدا نے ہماری امداد کا ارادہ کیا، اور اپنے دین کو بچایا، اس کی عزت (بچانے) کے لیے تیراندازی کی۔

(اس دورِ ابتلا میں) ہمارے مومن، انعامِ خداوندی اور کافر خاندانی تعلق کی وجہ سے حمایت کرتے تھے۔ قریشیوں میں جو اسلام لے آئے، یا محفوظ کن عہد کر لیے یا محافظ خاندان اور قبیلے رکھتے تھے، وہ قتل سے بچ گئے۔

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ، وَاَحْجَمَ النَّاسُ، قَدَّمَ اَهْلَ بَیْتِهٖ فَوَقٰی بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّ السُّیُوْفِ وَالْاَسِنَّةِ، فَقُتِلَ عُبَیْدَةُ ابْنُ الْحَارِثِ یَوْمَ بَدْرٍ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ یَوْمَ اُحُدٍ، وَقُتِلَ جَعْفَرٌ یَوْمَ مُؤْتَةَ

وَاَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَکَرْتُ اسْمَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ وَلٰکِنَّ اٰجَالَهُمْ عُجِّلَتْ وَمَنِیَّتَهٗ اُخِّرَتْ ـــ فَیَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ اِذْ یُقْرَنُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا، کہ جب جنگ زور پر ہوتی اور لوگوں کے قدم رکنے لگتے تھے تو وہ اپنے اہلِ بیت کو آگے کر کے ساتھیوں کو تلوار اور نیزوں کی آنچ سے بچاتے تھے (چنانچہ اس سلسلے میں) بدر کے دن عبیدہ بن حارث اور احد کے دن حمزہ اور جنگ موتہ میں جعفر قتل کیے گئے اور اگر میرا دل چاہے تو میں اس علیؑ کا بھی نام لے دوں جس کا ارادہ (شہادت) اسی طرح تھا جس طرح ان لوگوں کے کیا تھا، لیکن ان کی موتوں نے جلدی کی اور اس (علیؑ)

بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي، الَّتِي لَا يُدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَا لَا أَعْرِفُهُ وَلَا أَظُنُّ اللهَ يَعْرِفُهُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ

وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ إِلَيْكَ: فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلَمْ أَرَهُ يَسَعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ وَلَا إِلَى غَيْرِكَ، وَلَعَمْرِي لَئِنْ لَمْ تَنْزِعْ عَنْ غَيِّكَ وَشِقَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ، لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ إِلَّا أَنَّهُ طَلَبٌ يَسُوءُكَ وِجْدَانُهُ، وَزَوْرٌ لَا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهُ - وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ -

کی قضا پیچھے ہٹ گئی —— یہ دنیا کی بوالعجبی تو دیکھو! کہ میرا نام اس کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ جو دو قدم بھی میرے ساتھ نہیں چل سکتا۔ نہ اسے وہ پہل حاصل ہے جو مجھے حاصل ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں کوئی شخص بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ہاں کسی مدعی کے (غلط) دعوے کی اور بات ہے، جسے (بھی) میں نہیں جانتا۔ اور میرے خیال میں تو خدا کو بھی (کوئی ایسا مدعی) نہیں معلوم (دنیا میں کسی نے یہ دعوےٰ کیا ہی نہیں) بہر حال خدا کا شکر ہے۔

اور یہ جو مطالبہ کیا ہے کہ: "قاتلین عثمان تمہارے سپرد کر دوں" تو میں نے اس پر غور کیا، میرے خیال میں تو ان کو تمہارے یا کسی غیر شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا —— اپنی جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم بہت جلد ایسے آدمیوں سے ملو گے جو تمہیں تلاش کر رہے ہونگے، اور تمہیں ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے، نہ خشکی میں (دوڑائیں گے) سمندر میں، نہ پہاڑ میں، نہ ہموار زمین میں، مگر یہ ایسی طلب ہو گی جس کے پانے سے تمہیں تکلیف ہو گی، اور ایسی طلب ہو گی جس سے مل کر تمہیں کوئی خوشی نہ ہو گی —— لائق سلام پر خدا کی سلامتیاں ہوں۔　　(م ح)

۱۰۔ معاویہ کے نام مکتوب

چیلنج

وَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِينَتِهَا وَخَدَعَتْ فَاتَّبَعْتَهَا وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَقِفَكَ وَاقِفٌ عَلَى مَا لَا يُنْجِيكَ مِنْهُ مِجَنٌّ فَاقْعَسْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ وَخُذْ أُهْبَةَ الْحِسَابِ وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ وَلَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ أُعْلِمْكَ مَا أَغْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ فَإِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَأْخَذَهُ وَبَلَغَ فِيكَ أَمَلَهُ وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالدَّمِ وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ وَأُحَذِّرُكَ أَنْ تَكُونَ مُتَمَادِياً فِي غِرَّةِ الْأُمْنِيَّةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيرَةِ.

تم کیا کروگے جب دنیا کا یہ خلعت جو پہنے ہو، اتر جائے گا؟ دنیا نے اپنی زینت کی نمائش کی، اپنی لذّتوں کا جال بچھایا تمھیں اپنی طرف پکارا اور تم دوڑ پڑے۔ دنیا نے تمھیں چلایا، اور تم اس کے پیچھے چل پڑے، دنیا نے تمھیں حکم دیا اور تم اس کے فرمانبردار بن گئے۔ تم بھول گئے کہ کھڑا کرنے والا تمھیں جلد ہی وہاں کھڑا کر دے گا، جہاں کوئی سپر بھی بچا نہ سکے گی۔ لہٰذا اس معاملے سے ہٹ جاؤ، حساب کی تیاری کرو اور اس بلائے عظیم سے بچاؤ کی تدبیر کر لو، جو تم پر نازل ہے۔ گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اپنی روش سے باز نہ آؤ گے تو سن لو میں تمھارے حواس درست کر دوں گا۔ تم ہو کیا؟ محض عیش پسند آدمی شیطان کے شکنجے میں پڑ چکے ہو۔ وہ تم میں اپنی آرزو پوری کر چکا ہے اور وہی تمھارا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔

اور اے معاویہ! یہ تو بتاؤ تم رعیت کے رہبر اور اُمّت کی حکومت کے والی کب سے تھے؟ نہ اسلام میں تمھیں پیش قدمی حاصل ہوئی نہ جاہلیت ہی میں کسی بڑے شرف کے تم مالک بنے۔ خدا کی پناہ ہے بدبختی کے سوابق سے! اور دیکھو میں تمھیں جتائے دیتا ہوں ایسا نہ ہو تم آرزو کے دھوکے میں بڑھتے چلے جا رہے ہو اور تمھارا ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔

وَقَدْ دَعَوْتَ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِباً وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ

اور تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے۔ بہت اچھا سب لوگوں کو ایک طرف کر دو اور میرے مقابلے پر نکل آؤ۔ ہماری فوجوں

أَيُّنَا الْمَرِيْنُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُغَطَّى عَلَى بَصَرِهِ ، فَأَنَا أَبُوحَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيْكَ شَدْخًا يَوْمَ بَدْرٍ وَذٰلِكَ السَّيْفُ مَعِيْ، وَبِذٰلِكَ الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّيْ، مَا اسْتَبْدَلْتُ دِيْنًا وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا وَإِنِّيْ لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِيْ تَرَكْتُمُوْهُ طَائِعِيْنَ وَدَخَلْتُمْ فِيْهِ مُكْرَهِيْنَ ۔

کو لڑائی سے معاف کر دیا جائے۔ ہم تم اکیلے ہی نپٹ لیں تا کہ ظاہر ہو جائے گمراہی کس کے دل پر چھا چکی ہے اور کون اندھا ہو گیا ہے۔

کیا تم بھول گئے کہ میں وہی ابوالحسن ہوں جس نے بدر کی لڑائی میں تمہارے نانا۔ ماموں اور بھائی کے سر اڑا دئے تھے۔

۷۔ اسی دل کے ساتھ آج بھی

نہ اپنا دین بدلا ہے نہ نبی

اسی راستے پر استوار ہوں جسے تم اپنی مرضی سے چھوڑ چکے ہو اور جس پر اپنے دل کی خوشی سے قائم ہوئے تھے۔

وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِرًا بِعُثْمَانَ ، وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِبًا فَكَأَنِّيْ (قَدْ) رَأَيْتُكَ تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيْجَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ، وَكَأَنِّيْ بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُوْنِيْ جَزَعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ وَمَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ۔ وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ أَوْ مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ ۔

اور تم نے دعوے کیا ہے کہ عثمان رض کے خون کا بدلہ لینے اُٹھے ہو مگر تمہیں خوب معلوم ہے کہ عثمان رض کا خون کس جگہ ہے۔ اگر واقعی اسی خون کے طالب ہو، تو وہاں طلب کرو۔ جہاں وہ ہے لیکن میں کچھ اور ہی دیکھ رہا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ جب جنگ تمہیں اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے گی تو تم بوجھل اونٹ کی طرح چیخ اٹھو گے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے آدمی تلواروں کی تابڑ توڑ مار سے حتمی موت سے اور کشتوں پر کشتوں کے نظارے سے کانپ کر مجھے کتاب اللہ کی طرف پکارنے لگیں گے۔ حالانکہ وہ کتاب اللہ کے منکر ہو چکے ہیں، اُسے ٹھکرا چکے ہیں۔ اپنی بیعت توڑ چکے ہیں۔

اس مکتوب کی فصاحت بلاغت سے قطع نظر اس کی معنویت، اس کا زور بیان اور اس کی افادیت خاص طور پر غور طلب ہے، وہی جوش ہے، جو ناحق کے مقابلہ میں حق کو عطا ہوتا ہے، وہی ولولہ ہے جو ناموافق حالات میں اور زیادہ اُبھر جاتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

۱۱- لشکر کو نصیحت

زیاد بن نصر اور شریح ابن ہانی کے دو اخلاقی خطوں کے جواب سے ہدایات جنگی کا اقتباس؛

یہ خط جنگ صفین سے پہلے لکھا گیا تھا۔

فَإِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِي قُبُلِ الْأَشْرَافِ أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ أَثْنَاءِ الْأَنْهَارِ، كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رِدْءاً، وَدُونَكُمْ مَرَدّاً، وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ۔ وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ، وَمَنَاكِبِ الْهِضَابِ، لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُونُهُمْ، وَعُيُونُ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ۔ فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعاً، وَإِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعاً،

وَإِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَلَا تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَاراً أَوْ مَضْمَضَةً۔

جب دشمن کے سامنے اترنا، یا وہ تم پر آئے، تو تمھارا پڑاؤ بلند ٹیلوں یا پہاڑوں کے دامن یا نہر کے کناروں پر ہونا چاہیئے، تاکہ تمھارے لیے حفاظت، اور تمھارے لیے مدد ہو، اور جنگ ایک یا دو رخوں سے ہو۔ اور پہاڑوں کی بلندیوں اور مسطح ٹیلوں پر نگہبان مقرر کرو، تاکہ دشمن کسی کمین گاہ یا محفوظ و بے خوف جگہ سے (اچانک) حملہ آور نہ ہو۔

اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ فوج کا ہراول دستہ اس کا جاسوس، اور ہراول کے جاسوس اس کے فرستادے ہوتے ہیں۔ (اس لیے ان سب جاسوسوں کا انتظام رکھو) خبردار اختلاف اور پھوٹ نہ ہونے پائے، جب کہیں اترو، تو سب ساتھ اترو اور جب کوچ کرو تو ایک ساتھ۔

جب رات آ جائے تو نیزوں سے اپنے گرد حلقہ بنا لو، اور اس طرح سوؤ جیسے غرارہ یا کلی کرتے ہیں (ذرا سی جھپکی لو، اور اُٹھ پڑو)

۱۲- معقل بن قیس الریاحی کو وصیت

شام پر چڑھائی کرتے وقت تین ہزار فوج کا معقل بن قیس کو افسر بناکر امیرالمومنین نے یہ وصیت فرمائی :-

اتق الله الذی لا بد لک من لقائه ولا منتهی لک دونه ولا تقاتلن الا من قاتلک وسر البردین وغور بالناس ورفه فی السیر ولا تسر اول اللیل۔ فان الله جعله سکنا، وقدره مقاما، لا ظعنا، فارح فیه بدنک، وروح ظهرک، فاذا وقفت حین ینبطح السحر او حین ینفجر الفجر فسر علی برکت الله فاذا لقیت العدو فقف من اصحابک وسطا ولا تدن من القوم دنو من یرید ان ینشب الحرب ولا تباعد منهم تباعد من یهاب الباس، حتی یاتیک امری، ولا یحملنکم شنانهم علی قتالهم قبل دعائهم والاعذار الیهم۔

خدا سے ڈرتے رہنا، اس سے ملنا لازمی ہے اور اس کے سوا کہیں تمھارا سفر ختم ہونے کا نہیں۔ اسی سے لڑنا جو تم سے لڑے دونوں ٹھنڈے وقت کوچ کرنا۔ دوپہر کو پڑاؤ کرنا، اور شروع رات میں نہ چلنا۔ کیونکہ خدا نے رات سکون وقیام کے لیے بنائی ہے سفر کے لیے نہیں۔ تمھیں اپنے جسم کو بھی آرام دینا چاہیئے اور اپنی سواری کو بھی۔ پھر جب پو پھٹے اور صبح ہو تو برکت الہٰی کے ساتھ کوچ کرنا اور جب دشمن کا سامنا ہو تو اپنے ساتھیوں کے بیچ میں ٹھہرنا دشمن کے اتنے نزدیک نہ ہو جانا کہ معلوم ہو کہ لڑائی شروع ہی کر دوگے اور نہ اتنے دور رہنا کہ شک گزرے جنگ سے جی چرا رہے ہو۔ میرے حکم کا انتظار کرنا۔ عداوت تمھیں لڑائی شروع کرنے پر آمادہ نہ کر دے مگر ہاں یہ کہ دعوت دے کر عذر کا دروازہ ان پر بند پہلے بند کر چکے ہو۔

۱۳۔ دو فوجی افسروں کے نام

وَقَدْ أَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَعَلَى مَنْ فِي حَيِّزِكُمَا مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهُ وَأَطِيعَا وَاجْعَلَاهُ دِرْعًا وَمِجَنًّا فَإِنَّهُ مِمَّنْ لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقْطَتُهُ عَمَّا الْإِسْرَاعُ إِلَيْهِ أَحْزَمُ وَلَا إِسْرَاعُهُ إِلَى مَا الْبُطْءُ عَنْهُ أَمْثَلُ۔

میں نے تم پر اور تمھارے ہاتھ کی فوجوں پر مالک بن حارث اشتر کو امیر مقرر کر دیا ہے۔ لہٰذا مالک کی سنو۔ ان کی نافرمانی نہ کرو اور انھیں اپنے لیے ذرع بنا لو۔ مالک اشتر ان لوگوں میں ہیں جن سے اندیشہ نہیں کیا جا سکتا۔ نہ کمزوری کا، نہ غلطی کا، نہ جلدی کے موقع پر سستی کا، نہ دھیرج کے موقعے پر جلد بازی کا۔

۱۴۔ جنگِ صفین شروع ہونے سے پہلے فوج کو وصیت

لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَبْدَؤُوكُمْ فَإِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللهِ عَلَى حُجَّةٍ وَتَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتَّى يَبْدَؤُوكُمْ حُجَّةٌ أُخْرَى لَكُمْ عَلَيْهِمْ فَإِذَا كَانَتِ الْهَزِيمَةُ بِإِذْنِ اللهِ فَلَا تَقْتُلُوا مُدْبِرًا وَلَا تُصِيبُوا مُعْوِرًا وَلَا تُجْهِزُوا عَلَى جَرِيحٍ وَلَا تَهِيجُوا النِّسَاءَ بِأَذًى وَإِنْ شَتَمْنَ أَعْرَاضَكُمْ وَسَبَبْنَ أُمَرَاءَكُمْ فَإِنَّهُنَّ ضَعِيفَاتُ الْقُوَى وَالْأَنْفُسِ وَالْعُقُولِ إِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَإِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ أَوِ الْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا وَعَقِبُهُ مِنْ بَعْدِهِ

لڑائی میں تم پہل نہ کرو۔ دشمن کو پہل کرنے دو۔ اس لیے کہ تم بحمد اللہ حق و حمایت پر استوار ہو۔ ان کے حملے سے پہلے تمھارا حملہ نہ کرنا ان پر تمھاری طرف سے ایک اور حجّت ہو جائے گا۔ اگر بحکم خدا دشمن کو شکست ہو تو نہ بھاگنے والے کو قتل کرنا۔ نہ ہتیار ڈال دینے والے کو۔ نہ کسی زخمی کو مارنا۔ نہ کسی عورت کو ستانا۔ اگرچہ وہ تمھیں گالیاں دیں اور تمھارے افسروں کو کوسیں۔ عورتیں کمزور ہوتی ہیں اپنے جسم میں بھی، نفس میں بھی، ہمیں عورتوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا، حالانکہ وہ مشرک تھیں۔ جاہلیت میں بھی۔ اگر کوئی آدمی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے مار دیتا تھا تو خود بھی رسوا ہو جاتا تھا اور اس کی نسلوں کو بھی نام دھرا جاتا تھا۔

۱۵- مقابلے کے وقت

جب دشمن سے لڑنے تشریف لے جاتے تھے، تو فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ! اِلَیْکَ اَفْضَتِ الْقُلُوْبُ، وَمُدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَشَخَصَتِ الْاَبْصَارُ وَنُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَاُنْضِیَتِ الْاَبْدَانُ

اَللّٰھُمَّ !

قَدْ صَرَّحَ مَکْنُوْنُ الشَّنَاٰنِ، وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْاَضْغَانِ

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّا نَشْکُوْا اِلَیْکَ غَیْبَۃَ نَبِیِّنَا، وَکَثْرَۃَ عَدُوِّنَا، وَتَشَتُّتَ اَھْوَائِنَا۔

رَبَّنَا !

افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔

خدایا! دل تیری (ہی) طرف جھکتے ہیں۔ گردنیں تیری ہی طرف اٹھتی اور نگاہیں تیری ہی طرف اٹھتی ہیں، تیری راہ میں قدم چلتے اور بدن کمزور کیے جاتے ہیں۔

اے اللہ!

چھپے ہوئے کینے کھل گئے، دشمنوں کی پتیلیاں (سینے) کھول رہی ہیں۔

معبود!

اپنے نبی کی غیبت، دشمنوں کی زیادتی، جذبات کے انتشار پر فریاد۔

خدایا!

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان میں حق کو فتح دے کہ تو بہترین فتح دینے والا ہے"

(س ۷ ی ۸۹)

۱۶- ساتھیوں سے

جنگ کے موقع پر حضرت اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ، وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا، وَوَطِّئُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا، وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ، وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ، فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَسْلَمُوا، وَلٰكِنِ اسْتَسْلَمُوا، وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَاناً عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ!

(اگر وقت پڑ جائے تو) دوبارہ حملے کے لیے پیچھے ہٹنا اور فرار کر کے دشمن پر ہجوم کرنا ناگوار (و ہمّت شکن) نہ ہو۔ اور تلواروں کو ان کا حِصّہ (دشمن) دے دو۔ (یہ حسرت نہ رہے کہ کاش تلوار چلاتے) اور انھیں ان کی قتل گاہ (زمین) پر پہنچا دو۔ اپنے دل کو سخت و خطرناک نیزہ بازی مضبوط شمشیر زنی کے لیے تیار کر لو۔ آوازیں دبا دو (خاموش رہو) کہ پریشانی و خوف کو دُور کرنے والی چیز ہے۔ دانوں کو چاک اور انسان کے پیدا کرنے والے کی قسم! یہ لوگ اسلام نہیں لائے ہیں۔ ہاں ظاہر تو ہی کیا مگر کفر چھپا لیا ہے، جب بھی اس کے طرف دار مل جائیں گے۔ یہ کفر کو ظاہر کر دیں گے!

۱۷ - معاویہ کو جواب

سوال امارت شام غلط ہے!

فَأَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ. وَأَمَّا قَوْلُكَ "إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ" أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ. وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ. وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ. وَأَمَّا قَوْلُكَ "إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ" فَكَذَلِكَ نَحْنُ، وَلَكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ، وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ، وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ، وَلَا الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ، وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ، وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ. وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفًا يَتْبَعُ سَلَفًا هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيلَ. وَلَمَّا أَدْخَلَ اللَّهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَفْوَاجًا، وَأَسْلَمَتْ لَهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعًا وَكَرْهًا، كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَّا رَغْبَةً وَإِمَّا رَهْبَةً، عَلَى حِينَ فَازَ أَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ بِفَضْلِهِمْ. فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيكَ نَصِيبًا، وَلَا عَلَى نَفْسِكَ سَبِيلًا.

تمھاری یہ خواہش کہ شام تمھیں دے دوں! تو میں آج وہ چیز دینے کا نہیں جس سے کل انکار کر چکا ہوں اور تمھارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور اب کچھ سانسیں ہی باقی رہ گئی ہیں، تو سُن لو جسے حق نے کھایا ہے وہ جنّت سے شاد کام ہو چکا ہے اور جسے باطل نے کھایا ہے وہ دوزخ کا ایندھن بن گیا ہے! اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم دونوں جنگ اور فوج میں برابر ہیں تو سمجھ لو، تم شک پر اس قدر تیز نہیں چل سکتے جس قدر تیز میں یقین پر چل سکتا ہوں۔ پھر شام والے دنیا کے اتنے خواہشمند نہیں جتنے عراق والے جنّت کے خواہشمند ہیں! اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں تو یہ سچ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ نہ اُمیّہ ہاشم کے برابر ہے، نہ حرب عبدالمطلب کے برابر۔ نہ ابوسفیان، ابوطالب کے برابر ہے، نہ طلیق، مہاجر کے برابر، نہ باطل والا حق والے کے برابر ہے، نہ مفسد مومن کے برابر۔ وہ نسل کیسی بُری ہے جو ان بزرگوں کے پیچھے آئی ہے جو جہنم میں گر چکے ہیں۔

اور تمھیں یہ تو یاد ہی نہ رہا کہ ہمارے ہاتھ میں نبوّت کی فضیلت بھی ہے۔ اسی نبوت کے ذریعے ہم نے طاقت وروں کو نیچا دکھایا، اور گرے ہوؤں کو سربلند کر دیا اور جب خدا نے عرب کو جوق جوق اپنے دین میں داخل کیا، اور یہ قوم اسلام کے آگے خوشی یا ناخوشی سے جھک گئی تو تم ان لوگوں میں سے تھے جو دین میں طمع یا خوف سے داخل ہوئے تھے اور یہ بھی اس وقت جب دین میں سبقت کرنے والے سبقت لے جا چکے تھے اور مہاجرین اولین فضیلت سے شاد کام ہو چکے تھے تو اب تمھارے لیے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ شیطان کو اپنے دل کا حصّہ دار نہ بناؤ اور اپنے آپ پر اُسے چھا جانے کا موقعہ نہ دو۔

۱۸ گورنر بصرہ، عبداللہ بن عباس کے نام[1]

بنی تمیم کی سفارش

اِعْلَمْ اَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ اِبْلِيْسَ وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ فَحَادِثْ اَهْلَهَا بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِمْ وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوْبِهِمْ -

وَقَدْ بَلَغَنِيْ تَنَمُّرُكَ لِبَنِيْ تَمِيْمٍ - وَغِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ وَاِنَّ بَنِيْ تَمِيْمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ اِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ، وَاِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوْا بِوَغْمٍ فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَاِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً نَحْنُ مَاْجُوْرُوْنَ عَلٰى صِلَتِهَا وَمَاْزُوْرُوْنَ عَلٰى قَطِيْعَتِهَا فَارْبَعْ اَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللّٰهُ فِيْمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ، فَاِنَّا شَرِيْكَانِ فِيْ ذٰلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّيْ بِكَ وَلَا يَفِيْلَنَّ رَاْيِيْ فِيْكَ وَالسَّلَامُ!

تمھیں جاننا چاہیئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں ابلیس اُترتا ہے اور جہاں فتنوں کی کھیتی ہوتی ہے۔ تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کرو۔ ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں نکال دو۔

مجھے خبر ملی ہے کہ اے عبداللہ تو بنی تمیم کے مقابلے میں شیر بن گیا ہے اور ان پر تیری سختیاں جاری ہیں۔ حالانکہ بنی تمیم وہ ہیں کہ ان کا ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ان سے کوئی پیش نہ پاسکا۔ پھر ہم سے ان کا رشتہ قریبی ہے تعلق نزدیک کا ہے۔ ہم اس رشتے کو جوڑیں گے تو ثواب پائیں گے، کاٹیں گے تو گناہگار ہوں گے۔ لہٰذا ابن عباسؓ خدا کی رحمت ہو تجھ پر! اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر و شر میں ہشیار رہ کیونکہ تو میری طرف سے حاکم ہے اور تیرے کاموں کی ذمہ داری مجھ پر بھی ہے میرے حُسنِ ظن کے مطابق ثابت ہو۔ تجھ سے میرا حُسنِ ظن کمزور نہ پڑنے پائے۔

والسلام

یہ مکتوب بھی اس رُوح اور اسپرٹ کا آئینہ دار ہے جو عدل و انصاف کے اعتبار سے دَورِ مرتضوی کا مابہ الامتیاز شعار تھی!

---

[1] حضرت ابن عباسؓ نے بنی تمیم پر اس لیے سختی کی تھی کہ جنگ جمل میں انھوں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا ساتھ دیا۔ بعض شیعان علیؑ نے اس برتاؤ کی شکایت کی تو امیرالمؤمنین علیہ السلام نے یہ خط لکھا۔

۱۹۔ ایک عہدے دار کے نام

شکایت سُن کر

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً وَاحْتِقَاراً وَجَفْوَةً وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلاً لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَاباً مِنَ اللِّينِ تَشُوبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشِّدَّةِ وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ وَالْإِدْنَاءِ وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

تمھارے علاقے کے زمینداروں نے تمھاری سختی، سنگ دلی، تحقیر بے پروائی کی شکایت کی ہے۔ میں نے انھیں منہ نہیں لگایا کہ مشرک ہیں مگر ان سے بے پروائی برتنا بھی ٹھیک نہ تھا کہ ہم میں ان میں معاہدہ موجود ہے تو تم ایسا کرو کہ ان کے لیے نرمی کا لباس پہن لو جس کے کناروں پر سختی کی گوٹ ہو۔ نرمی اور سختی کے بین بین سلوک کرو۔ نہ ایسا ہو کہ بالکل دُور ہو جائیں اور نہ ایسا کہ بالکل قریب آ جائیں۔ ایک درمیانی برتاؤ ان سے کرتے رہو۔

۲۰۔ زیاد بن ابیہ[1] کے نام ایک خط

امانت داری کی تاکید

وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّهِ قَسَماً صَادِقاً لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ ثَقِيلَ الظَّهْرِ ضَئِيلَ الْأَمْرِ وَالسَّلَامُ۔

قسم کھاتا ہوں ــــــــ سچی قسم

کہ مسلمانوں کے حال میں تیری ذرا سی خیانت بھی سُن لوں گا تو ایسی سختی سے پیش آؤں گا کہ تو بے سروسامان ہو کر رہ جائے گا تیری پیٹھ بوجھل ہو جائے گی اور تُو کہیں کا بھی نہ رہے گا!

والسلام

---

[1] اسے عبداللہ بن عباس نے بصرہ کا نائب گورنر بنایا تھا اور خود عبداللہ امیر المؤمنین کی طرف سے اس زمانہ میں اہواز۔ فارس اور کرمان کے گورنر تھے۔

رضی ۲

۲۱۔ زیاد بن ابیہ کے نام ایک اور خط

فضول خرچی سے ہوشیار!

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِداً وَاذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَداً وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ۔

أَتَرْجُو أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ، وَتَطْمَعُ ــــ وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَالْأَرْمَلَةَ أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَى مَا قَدَّمَ۔ وَالسَّلَامُ!

اعتدال کی راہ سے اسراف کو چھوڑ دے۔ آج کے دن کل کو یاد کر۔ جتنی ضرورت ہے اتنا ہی مال رکھ۔ جو زیادہ ہو اُسے اپنی محتاجی کے دنوں کے لیے آگے بڑھاتا جا۔[1]

کیا تُو امید کرتا ہے کہ خدا تجھے خاکساروں کا اجر دے گا جب کہ تو اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہے! اور تجھے صدقہ کرنے والوں کا ثواب ملے گا، جب کہ تو عیش میں لوٹ رہا ہے۔ کمزوروں اور بے نواؤں کو محروم کر چکا ہے۔ آدمی کو اُسی عمل کا ثواب ملتا ہے جو وہ انجام دے چکا ہے۔ آدمی وہی پاتا ہے جو آگے بھیج چکا ہے۔

---

[1] یعنی آخرت کی زندگی کے لیے جب آدمی محتاج ہوگا نیکیاں کما نہ سکے گا

۲۲۔ عبداللہ بن عباسؓ کے نام ایک مکتوب

ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ مجھے جو فائدہ اس کلام سے حاصل ہوا۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوا کسی اور کلام سے حاصل نہیں ہوا۔

(رضی ؒ)

أَمَّا بَعْدُ ؛ فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهُ دَرْكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ، وَيَسُوءُهُ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ، فَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلَى مَا فَاتَكَ مِنْهَا : وَمَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهِ فَرَحًا ؛ وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

آدمی کبھی وہ چیز پا کے خوش ہو جاتا ہے جس سے محروم ہونے والا نہیں اور کبھی ایسی چیز کی محرومی اُسے مغموم کر دیتی ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہوتی۔ للہٰذا تمھاری کامیابی اسی خوشی پر ہو جو آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور تمھارا افسوس بھی آخرت ہی کی کسی چیز سے محرومی پر ہو۔ دُنیا کی کسی کامیابی پر تمھاری خوشی زیادہ نہ ہونے پائے اور دنیا کی کسی چیز سے محرومی بھی تمھیں غمگین نہ کرے۔ تمھاری پوری فکر موت کے بعد کے لیے ہونی چاہیئے۔

یہ پورا خط مع تعارفی عبارت، عقد الفرید ج ۱ ص ۲۹۸ طبع مصر ۱۳۲۱ھ پر موجود ہے

۲۳- ابنِ ملجم کے قاتلانہ حملے کے بعد

امیرالمؤمنین کی وصیت

وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئاً وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ : أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَ أَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَ خَلَاكُمْ ذَمٌّ - أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ وَ الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ وَ غَداً مُفَارِقُكُمْ إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي وَ إِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي - وَ إِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ وَ هُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ فَاعْفُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ وَ لَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ وَ مَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ وَ طَالِبٍ وَجَدَ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ"

"تم سب کو میری وصیت ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ ہونے دینا۔ یہ دو ستون تم نے قائم کر لیے تو کیا کہنا ہے تمھارا۔

کل مَیں تمھارا ساتھی تھا۔ آج تمھارے لیے عبرت ہوں اور آئندہ کل تم سے جدا ہو جانے والا ہوں۔ اگر میں بچ گیا تو اپنے خون کا خود مجھے اختیار ہے فنا ہو گیا تو فنا ہی کی طرف مجھے لوٹنا تھا۔ قاتل کو معاف کر دوں گا تو یہ معاف کرنا میرے لیے قربتِ الٰہی کا سبب بن جائے گا اور اس میں تمھارے لیے بھی بھلائی ہو گی۔ تو اے لوگو! معاف کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں معاف کرے۔

بخدا موت کے کسی پیامبر سے بھی میں نے کراہت نہیں کی، موت کے کسی قاصد سے بھی مجھے وحشت نہیں ہوئی۔ آج میری مثال اس پیاسے کی سی ہے جو پانی کی تلاش میں گھاٹ پر پہنچ گیا ہو یا گم گشتہ متاع کے جوئندہ کی، جسے اپنی جستجو میں کامیابی نصیب ہو گئی ہو۔

خدا کے پاس جو کچھ ہے نیکوکاروں کے لیے بہتر ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں۔ اس کلام مبارک کا ایک جز ایک سو انچاس[۱۴۹] پر بھی گزر چکا ہے۔ لیکن بعض افادی پہلوؤں کے مدِ نظر مکرر لکھنا ضروری ہے۔

۲۴۔ صفین سے واپسی پر اپنی جائداد کے بارے میں وصیت

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، فِي مَالِهٖ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ۔

منها: وَإِنَّهُ يَقُومُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُنْفِقُ فِي الْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَحُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهٗ وَأَصْدَرَهٗ مَصْدَرَهٗ۔

وَإِنَّ لِبَنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لِبَنِي عَلِيٍّ وَإِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ وَقُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللهِ وَتَكْرِيمًا لِحُرْمَتِهٖ وَتَشْرِيفًا لِوُصْلَتِهٖ۔

وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ عَلَى أُصُولِهٖ وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهٖ حَيْثُ أُمِرَ بِهٖ وَهُدِيَ لَهٗ وَأَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخِيلِ هٰذِهِ الْقُرَى وَدِيَّةً حَتّٰى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاسًا۔ وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهٖ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيقَةٌ قَدْ أَفْرَجَ عَنْهَا الرِّقُّ وَحَرَّرَهَا الْعِتْقُ۔

یہ ہے وہ جس کا حکم دیا ہے اللہ کے بندے علی ابن ابی طالب نے اپنی جائداد کے بارے میں اور اس سے اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے، تاکہ اس کے جنّت میں جانے اور امن پانے کا ذریعہ بن جائے۔

اس وقف کا متولّی حسنؑ بن علیؑ ہوگا۔ نیکی کے ساتھ اس میں سے کھائیگا اور نیکی کے ساتھ خرچ کرے گا۔ اگر حسنؑ کو کچھ ہو جائیگا اور حسینؑ زندہ ہو، تو حسنؑ کا قائم مقام ہوگا اور اسی کی روش پر چلے گا۔

علیؑ کے اس وقف میں بنی فاطمہؓ اور بنی علیؑ کا حق برابر ہے لیکن میں نے وقف کا متولّی فاطمہ کے دونوں بیٹوں کو اس لیے بنایا ہے کہ خدا کی خوشنودی اور رسولِ خدا کی قربت ہو۔ ساتھ ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رشتے کی بزرگی کا بھی اعتراف ہو۔

متولی کے لیے ضروری ہے کہ جائداد کو اصلی حالت پر رہنے دے صرف اس کی آمدنی وصیت کے مطابق خرچ کرے۔ کسی نخلستان کو اس وقت تک نہ بیچے جب تک اس کی بہت سی نسل پیدا نہ ہو جائے۔

اور میری کنیزوں میں سے جو حاملہ ہو، اور اسے بچّہ ہو جائے تو وہ اپنے بچّے کی وجہ سے آزاد ہے اور اگر بچّہ مر جائے اور وہ خود زندہ رہے تو بھی آزاد ہے۔ اس کی غلامی ختم ہو گئی (اور آزادی مل گئی)

۲۵- زکاۃ کے تحصیلداروں کے نام فرمان

(كان يكتبها لمن يستعمله على الصدقات

وانما ذكرنا هنا جملا منها ليعلم بها انه ع كان يقيم عماد الحق ويشرع أمثلة العدل، في صغير الامور وكبيرها ودقيقها وجليلها) ومنها

انْطَلِقْ عَلَى تَقْوَى اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَلَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِماً، وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارِهاً، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَائِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ أَبْيَاتَهُمْ. ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ، حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَلَا تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ ثُمَّ تَقُولَ: عِبَادَ اللّٰهِ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيفَتُهُ لِآخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ. فَهَلْ لِلّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: لَا، فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ مِنْهُمْ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخِيفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ، فَخُذْ مَا أَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَاشِيَةٌ أَوْ إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنَّ أَكْثَرَهَا لَهُ. فَإِذَا أَتَيْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ وَلَا عَنِيفٍ بِهِ، وَلَا تُنَفِّرَنَّ بَهِيمَةً وَلَا تُفْزِعَنَّهَا، وَلَا تَسُوءَنَّ صَاحِبَهَا فِيهَا، وَاصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ، فَإِذَا اخْتَارَ

اللہ وحدہٗ، لاشریک لہٗ کے تقوے کے ساتھ اپنے کام پر روانہ ہو۔ خبردار کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا۔ خبردار کسی مسلمان کی طرف سے اس حال میں نہ گذرنا کہ تمھیں ناپسند کرتا ہو۔ خدا کے مقرر کیے ہوئے حق سے زیادہ کچھ نہ لینا۔ جب کسی علاقے میں پہنچنا تو آبادی کے باہر کنوئیں پر اُترنا۔ کسی کے گھر میں نہ اُترنا۔ پھر سکون و وقار کے ساتھ آبادی میں داخل ہونا لوگوں کو سلام کرنا۔ اگر انھوں نے صاحب سلامت نہ کی ہو تو پروانہ کرنا۔ تم خود پوری طرح صاحب سلامت کرنا۔ اس کے بعد ان سے کہنا خدا کے بندو، اللہ کے ولی اور خلیفہ نے مجھے بھیجا ہے کہ تمھارے مال میں سے خدا کا حق وصول کر لوں۔ تو اب تم بتاؤ کیا خدا کا کوئی حق تمھارے مال میں واجب الادا ہے جسے اس کے ولی کے حوالے کیا جائے۔ تمھارے اس کہنے پر اگر کوئی انکار کرے تو حجّت نہ کرنا۔ اگر کہے ہاں ہے تو اس کے ساتھ جانا، مگر اس طرح کہ نہ ڈرانا، نہ دھمکانا، نہ ستانا، بلکہ سونا چاندی جو کچھ پیش کرے، لے لینا۔

اور اگر اس کے پاس مویشی اور اونٹ ہیں تو ان کے گلے میں اس کی اجازت کے بغیر نہ جانا۔ کیونکہ اکثر جانور اسی کے تو ہیں، اور جب مالک کی اجازت سے جانا تو اس طرح نہیں گویا تم افسر ہو۔ ہرگز کوئی سختی تمھاری طرف سے نہ ہونے پائے، کسی جانور کو نہ بلکانا نہ سہمانا نہ مالک کو اپنے طرزِ عمل سے رنجیدہ کرنا۔ جو کچھ مال ہو اس کے دو حصّے کر دینا۔ اور مالک کو اختیار دینا کہ اپنے لیے جو حصّہ چاہے پسند کر لے۔ اس کی پسند پر اعتراض نہ کرنا۔ اب جو ایک حصّہ رہا ہے اُسے بھی دو حصّوں میں بانٹ دینا اور مالک سے کہنا کہ جو حصّہ چاہیے اپنے لیے پسند کر لے اور تم اس کی پسند پر معترض نہ ہونا۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا، یہاں تک کہ اس مال میں خدا کا جو حق ہے

فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ، ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ
ثُمَّ خَيِّرْهُ فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ
فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَبْقَى مَا فِيهِ وَفَاءٌ لِحَقِّ اللَّهِ
فِي مَالِهِ فَاقْبِضْ حَقَّ اللَّهِ مِنْهُ فَإِنِ اسْتَقَالَكَ فَأَقِلْهُ
ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتَ أَوَّلًا
حَتَّى تَأْخُذَ حَقَّ اللَّهِ فِي مَالِهِ. وَلَا تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَلَا
هَرِمَةً وَلَا مَكْسُورَةً وَلَا مَهْلُوسَةً وَلَا ذَاتَ
عَوَارٍ. وَلَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِينِهِ رَافِقًا
بِمَالِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يُوَصِّلَهُ إِلَى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهُ بَيْنَهُمْ
وَلَا تُوَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحًا شَفِيقًا وَأَمِينًا حَفِيظًا غَيْرَ
مُعَنِّفٍ وَلَا مُجْحِفٍ وَلَا مُلْغِبٍ وَلَا مُتْعِبٍ ثُمَّ احْدُرْ
إِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نُصَيِّرْهُ حَيْثُ أَمَرَ اللَّهُ
فَإِذَا أَخَذَهَا أَمِينُكَ فَأَوْعِزْ إِلَيْهِ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَ
نَاقَةٍ وَبَيْنَ فَصِيلِهَا وَلَا يَمْصُرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذَلِكَ
بِوَلَدِهَا وَلَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوبًا، وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا
فِي ذَلِكَ وَبَيْنَهَا وَلْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ وَلْيَسْتَأْنِ بِالنَّقِبِ
وَالظَّالِعِ وَلْيُورِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهِ مِنَ الْغُدُرِ وَلَا
يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلَى جَوَادِّ الطُّرُقِ، وَلْيُرَوِّحْهَا
فِي السَّاعَاتِ وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَالْأَعْشَابِ
حَتَّى تَأْتِيَنَا بِإِذْنِ اللَّهِ بُدَّنًا مُنْقِيَاتٍ غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ
وَلَا مَجْهُودَاتٍ لِنَقْسِمَهَا عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِكَ وَأَقْرَبُ
لِرُشْدِكَ. إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

نکل آئے۔ تم اس حق کو لے لینا۔

لیکن اگر اس کارروائی کے بعد بھی مالک چاہے کہ پورے مال کی پھر سے تقسیم ہو تو تم بے چون وچرا منظور کر لینا۔ سب جانوروں کو دوبارہ ملا دینا اور پہلے کی طرح مالک کی مرضی کے مطابق تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا۔ یہاں تک کہ خدا کا حق لے باقی ہو جائے، لیکن کوئی بوڑھا، مریل، لنگڑا لولا، بیمار، عیبی جانور نہ لینا۔

زکوٰۃ کے اس مال کو ایسے آدمی کے سپرد کر دینا جس کے دین پر تمھیں بھروسہ ہو جو مسلمانوں کے مال کا ہمدرد ہو، یہاں تک کہ یہ مال ان کے ولی کے پاس پہنچ جائے اور ولی ان میں تقسیم کر دے۔ ایسے ہی آدمی کے سپرد کرنا جو خیر خواہ ہو، ترس کھانے والا ہو، امین ہو، حفاظت کرنے والا ہو۔ جانوروں کے حق میں بے رحم نہ ہو، انھیں دوڑانے، تھکانے، ستانے، دبلا کر ڈالنے والا نہ ہو۔ پھر تم سب کچھ لیکر سستی کیے بغیر ہمارے پاس چلے آنا، ہم اس مال کو حکم الٰہی کے مطابق ٹھکانے لگا دیں گے۔

اور دیکھو جس آدمی کے سپرد جانور کرنا اُسے تاکید کر دینا کہ بچے کو اونٹنی سے الگ نہ کرے اُسے بہت نہ دوھے کہ بچوں کو بھوک سے نقصان پہنچے۔ سواری کر کے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ سوار ہو، مگر دوسری اونٹنیوں میں اور اس میں انصاف سے کام لے۔ باری باری بیٹھے، تھکے ہوئے اونٹوں کو آرام دے جس اونٹ کا کھر پھٹ جائے، یا وہ لنگڑانے لگے تو اس پر ترس کھائے۔ رستے میں جہاں جہاں پانی ملتا جائے جانوروں کو خوب پلائے۔ ہری بھری زمین سے انھیں ہٹا کے شاہراہوں پر نہ چلے۔ اچھی طرح سستانے، پانی پینے اور چرنے کا انھیں موقع دے تاکہ جب ہمارے پاس پہنچیں تو خوب موٹے تازے ہوں، تھکے ماندے، دبلے پتلے نہ ہوں، ہم انھیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تقسیم کر دیں گے۔

تم ان سب باتوں پر عمل کرو گے تو تمھارے لیے بڑا اجر ہوگا اور تم ہدایت سے قریب تر ہو جاؤ گے۔ انشاء اللہ!

یہ ہے نظم مملکت کا وہ دستور العمل جس سے پھر کبھی دنیا آشنا نہ ہو سکی اور اب کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت بن چکی ہے۔ کاش یہ دستور العمل پھر اپنایا جا سکے۔

(رئیس احمد جعفری)

۲۶۔ زکوٰۃ کے ایک تحصیلدار کے نام

حاکمیت کا تصوّر!

(من عهد له عليه السلام الى بعض عماله وقد بعثه على الصدقة)۔ أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي سَرَائِرِ أَمْرِهِ وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهِ حَيْثُ لَا شَاهِدَ غَيْرُهُ وَلَا وَكِيلَ دُونَهُ ۔۔ وَأَمَرَهُ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللهِ فِيمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلَى غَيْرِهِ فِيمَا أَسَرَّ وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ وَفِعْلُهُ وَمَقَالَتُهُ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ۔ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ۔ وَأَمَرَهُ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَلَا يَعْضَهَهُمْ وَلَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوقِ ۔۔ وَإِنَّ لَكَ فِي هَذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيبًا مَفْرُوضًا، وَحَقًّا مَعْلُومًا وَشُرَكَاءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَضُعَفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ وَإِنَّا مُوَفُّوكَ حَقَّكَ فَوَفِّهِمْ حُقُوقَهُمْ وَإِلَّا فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُومًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصْمُهُ عِنْدَ اللهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِينُ۔ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِيلِ وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ وَدِينَهُ عَنْهَا فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا الذُّلَّ وَالْخِزْيَ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَأَخْزَى وَإِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ۔

وَالسَّلَامُ!

امیرالمؤمنین ؑ نے حکم دیا ہے کہ اپنے ہر عمل میں اور اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی خدا سے ڈرتے رہنا۔ جہاں خدا کے سوا نہ کوئی گواہ ہے نہ دلیل ہے۔

اور حکم دیا ہے کہ خدا کا کوئی حکم ظاہر میں اس طرح نہ بجالانا کہ باطن میں خدا کی نافرمانی ہو جس شخص کے ظاہر و باطن قول و فعل میں اختلاف نہ ہو اس نے بیشک اپنی امانت پوری کردی ہے اور خدا کی سچی عبادت بجالایا ہے اور حکم دیا ہے کہ یہ شخص اپنے ماتحتوں پر افسری نہ جتائے انھیں حیران نہ کرے اور اپنے عہدے کی وجہ سے انھیں حقیر نہ سمجھے کیونکہ سب مسلمان دین میں بھائی بھائی ہیں اور حقوق کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے مددگار!

اس صدقے میں تمھارا حصّہ مقرر اور حق معلوم ہے مگر اس میں اور لوگ بھی تمھارے شریک ہیں۔ یہ کون ہیں؟ غریب، کمزور، فاقہ زدہ لوگ ہم تمھیں تمھارا پورا پورا حق دیں گے۔ لہٰذا تم بھی اپنے شریکوں کو ان کا پورا پورا حق دینا، ورنہ یاد رکھو قیامت کے دن تم سے زیادہ کسی آدمی کے دشمن نہ ہوں گے اور بدبخت ہے اس کے لیے جس سے اللہ کے حضور جھگڑا کریں گے: فقیر، مسکین، سائل، محروم، مقروض، مسافر!

یاد رکھو جو کوئی امانت میں غفلت سے کام لیتا ہے خیانت کے میدان میں پرتا پھرتا ہے اور اپنے نفس و دین کو اس گندگی سے پاک نہیں رکھتا تو وہ اس دنیا میں بھی اپنے اوپر بلائیں نازل کراتا ہے اور آخرت میں وہ سب سے زیادہ گم کردہ راہ اور رُو سیاہ ہوگا۔

سب سے بڑی خیانت، اُمّت کی خیانت ہے اور سب سے بڑا دغا بازی امام سے دغا بازی ہے۔

والسلام

۲۷۔ مصر کا گورنر بناتے وقت محمدؓ بن ابی بکرؓ کے لیے فرمان

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ۔ حَتّٰى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ، وَالْكَبِيرَةِ، وَالظَّاهِرَةِ، وَالْمَسْتُورَةِ، فَإِنْ يُعَذِّبْ، فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ۔ وَإِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ۔

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ، إِنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ، سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ وَأَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَا أُكِلَتْ۔ فَحَظُوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُونَ۔ وَأَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ انْقَلَبُوا

اور اے محمد رعایا سے خاکساری برتنا، نرمی سے پیش آنا، بشاشت ظاہر کرنا اپنے برتاؤ اور نظر میں سب کو مساوی رکھنا تاکہ نہ بڑے لوگ چھوٹوں پر تمہارے ظلم کی امیدیں رکھیں۔ نہ چھوٹے لوگ بڑوں کے مقابلے میں تمہارے انصاف سے مایوس ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تم سب سے جو اس کے بندے ہو تمہارے چھوٹے بڑے کھلے ڈھکے اعمال کا جواب طلب کرے گا۔ اس کے بعد اگر عذاب دے تو تم ہی سب سے بڑے ظالم ہو اور معاف کردے تو وہی سب سے بڑا اکریم ہے۔

اللہ کے بندو سنو، پرہیزگار لوگ دُنیا کے قریبی اُجر اور آخرت کے دُور والے ثواب دونوں کو لے گئے وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کی دنیا میں بھی شریک رہے۔ مگر دنیا والے اُن کی آخرت میں شریک نہ ہوئے وہ دنیا میں افضل طریق پر رہے۔ انھوں نے دنیا کو بہتر سے بہتر برتا۔ انھیں دنیا سے وہ سب کچھ ملا جو عیش نعمت میں لوٹنے والوں کو ملتا

اما بعد، میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں کہ ظاہر میں باطن میں اور جس حال میں بھی ہو خدا سے ڈرتے رہنا ؛

یاد رکھو، یہ دُنیا ابتلا و فنا کا گھر ہے اور آخرت، جزاء و بقا کا گھر ہے۔ پس جو کوئی باقی رہنے والے گھر کو فنا ہو جانے والے گھر پر ترجیح دے سکتا ہے ضرور دے۔ آخرت ہی باقی رہنے والی ہے اور دنیا فنا ہو جانے والی ہے ؛

خدا ہمیں اور تمھیں وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے ہم وہ سب دیکھ سکیں جو وہ ذاتِ برتر ہمیں دکھائے اور ایسی فہم بخشے جس سے ہم وہ سب سمجھ سکیں جو وہ ذوالجلال ہمیں سمجھائے اور یہ اس لئے کہ جو کچھ ذاتِ اقدس نے ہمیں حکم دیا ہے اس میں ہم سے کوتاہی نہ ہو اور جس سے منع فرمادیا ہے اس کا ارتکاب ہم سے ہونے نہ پائے ؛

اور محمد تجھے جاننا چاہیئے کہ اگرچہ تو دُنیا کا بھی محتاج ہے۔ مگر آخرت کی طرف تیری محتاجی کہیں زیادہ ہے پس اگر تیرے سامنے دو ایسے کام درپیش ہوں جن میں ایک دُنیا کا ہے اور ایک آخرت کا تو تجھے آخرت کا کام پہلے انجام دینا چاہیئے۔ بھلائی میں تیری رغبت بہت سے بہت ہو اور نیکی میں تیری نیت ہمیشہ اچھی رہے۔ کیوں ؟ اِس لئے کہ خُدا بندے کو اُس کی نیّت کے مطابق ہی اجر دیتا ہے ؛

اور یہ بھی یاد رکھو کہ بندہ جب نیکی سے اور نیکیوں سے محبت کرنے لگتا ہے تو چاہے خود نیکی نہ کر سکے اِنشاءاللہ نیکوں ہی جیسا ہو جاتا ہے۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر فرمایا تھا کہ مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمھارے اِس سفر جہاد میں اور اس کی سب زحمتوں میں تمھارے ساتھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو ساتھ جانے سے بیماری نے روک دیا تھا۔ مگر چونکہ نیّت جہاد کی رکھتے تھے۔ اس لئے انہیں بھی جہاد کا ثواب حاصل ہُوا ؛

عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ أَصَابُوا لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ وَتَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ جِيرَانُ اللهِ غَدًا فِي آخِرَتِهِمْ لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ وَلَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ لَذَّةٍ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللهِ الْمَوْتَ وَقُرْبَهُ وَأَعِدُّوا لَهُ عُدَّتَهُ فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَخَطْبٍ جَلِيلٍ : بِخَيْرٍ لَا يَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَدًا أَوْ شَرٍّ لَا يَكُونُ مَعَهُ خَيْرٌ أَبَدًا - فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا ، وَأَنْتُمْ طُرَدَاءُ الْمَوْتِ : إِنْ أَقَمْتُمْ لَهُ أَخَذَكُمْ وَإِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ وَهُوَ أَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ الْمَوْتُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ وَالدُّنْيَا تُطْوَى مِنْ خَلْفِكُمْ فَاحْذَرُوا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيدٌ ، وَحَرُّهَا شَدِيدٌ وَعَذَابُهَا جَدِيدٌ (دَارٌ) لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ وَلَا تُسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةٌ وَلَا تُفَرَّجُ فِيهَا كُرْبَةٌ وَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللهِ وَأَنْ يَحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهِ ، فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا -

ہے ، انھوں نے دنیا سے وہ سب حاصل کیا جو جبّار و متکبّر حاصل کیا کرتے ہیں - پھر وہ دنیا سے پورا پورا توشہ لے کر اور مالا مال تجارت حاصل کر کے سدھار گئے دنیا سے زہد کی لذّت انھوں نے دنیا ہی میں پالی - انھیں یقین رہا کہ کل آخرت میں خدا کے پڑوسی ہوں گے ، جہاں اُن کی نہ کوئی بات کاٹی جائے گی نہ کسی لذّت میں ان کے لیے کمی کی جائے گی تو اللہ کے بندو موت سے ڈرو ، اس کی نزدیکی سے ڈرو ، اور اس کے لیے اپنی تیاری پوری کرلو - موت کے ساتھ بڑا معاملہ ہوتا ہے ، موت کے ساتھ یا تو بھلائی آتی ہے جس میں شر کا شائبہ تک نہیں ہوتا یا شر آتا ہے جس کے ساتھ بھلائی ہو نہیں سکتی -

اس شخص سے زیادہ جنّت کے قریب کون ہے جو جنّت کے لیے عمل کرتا ہے اور اس شخص سے زیادہ دوزخ کے قریب کون ہے جو دوزخ میں جانے کے کام کرتا ہے ؟ اور تمھیں جان لینا چاہیئے کہ موت تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے - اگر تم اس کے انتظار میں ٹھہرے رہو گے تو بھی اُچک لے گی اور بھاگو گے تو بھی دھر لے گی ، مَوت تمھارے سایہ سے بھی زیادہ تمھارے ساتھ ہے - مَوت تو تمھارا مقدّر بن چکی ہے - دُنیا تمھارے پیچھے سے تہہ ہوتی چلی جارہی ہے - لہٰذا ڈرو اس دوزخ سے جو بہت گہری ہے جس کی گرمی بڑی سخت ہے اور جس میں عذاب نت نئے طریق سے بدلتا ، بڑھتا رہتا ہے - دوزخ ایسی جگہ ہے جہاں ترس کھایا نہیں جاتا ، آہ و بکا سُنی نہیں جاتی ، کوئی تکلیف دُور نہیں کی جاتی -

فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِرَبِّهِ عَلَى قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ -

اللہ کے بندو اگر تم اللہ سے زیادہ سے زیادہ خوف کو اللہ سے زیادہ سے زیادہ حُسنِ ظن کے ساتھ جمع کر سکو تو ضرور جمع کرلو کیونکہ بندے کا اپنے پروردگار سے حُسنِ ظن اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنا وہ اُس سے ڈرتا ہے خُدا کے ساتھ سب سے زیادہ حُسنِ ظن رکھنے والے ہی خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں

وَاعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي : أَهْلَ مِصْرَ - فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ ، وَأَنْ تُنَافِحَ

اور محمد بن ابی بکرؓ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے تجھے اپنے سب سے بڑے صوبے مصر کا گورنر بنایا ہے - اب تجھ سے میرا مطالبہ ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرنا ، اپنے دین کی مدافعت کرنا - اگرچہ یہ بات تجھے ایک ہی گھڑی

عَنْ دِیْنِكَ، وَلَوْ لَمْ یَكُنْ لَكَ اِلَّا سَاعَةٌ، مِنَ الدَّھْرِ، وَلَا تُسْخِطِ اللّٰہَ بِرِضَا اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ فَاِنَّ فِی اللّٰہِ خَلَفًا مِنْ غَیْرِهٖ وَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ خَلَفٌ فِیْ غَیْرِهٖ۔ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُوَقَّتِ لَهَا وَلَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ شَیْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ۔

کے لیے زمانہ میسّر آنے والے اور یاد رکھ کسی مخلوق کی خوشنودی کے لیے خدا کو ناخوش نہ کرنا کیونکہ اگر خدا تیرے ساتھ ہے تو تجھے بہت لوگ مل جائیں گے اور اگر خدا سے تیرا رشتہ کٹ گیا تو کوئی بھی خدا کی جگہ تیرے پاس نہ لے سکے گا۔

وقت پر نماز پڑھنا نہ چھٹی پا لینے کے لیے وقت سے پہلے پڑھنا۔ نہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے دیر کر دینا۔ یاد رہے تمھارا ہر کام نماز کے ماتحت ہے۔

مِنْهَا ——— اسی خط کا حصّہ

فَاِنَّهٗ لَا سَوَاءٌ اِمَامُ الْهُدٰی وَاِمَامُ الرَّدٰی وَوَلِیُّ النَّبِیِّ وَعَدُوُّ النَّبِیِّ وَلَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ "اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ مُؤْمِنًا وَلَا مُشْرِكًا، اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَمْنَعُهُ اللّٰہُ بِاِیْمَانِهٖ وَاَمَّا الْمُشْرِكُ فَیَقْمَعُهُ اللّٰہُ بِشِرْكِهٖ وَلٰكِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ یَقُوْلُ مَا تَعْرِفُوْنَ وَیَفْعَلُ مَا تُنْكِرُوْنَ"۔

دونوں برابر نہیں، ہدایت کا امام اور ہلاکت کا امام۔ نبی کا دوست، اور نبی کا دشمن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا تھا: "اپنی اُمّت کے حق میں مجھے نہ مومن سے اندیشہ ہے، نہ مشرک سے۔ مومن کو خدا اس کے ایمان کی راہ سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک کے ذریعہ گرا دے گا لیکن میں تمھارے حق میں اس آدمی سے ڈرتا ہوں جس کے دل میں نفاق ہے۔ مگر زبان کا عالم ہے وہی کہتا ہے جو تم پسند نہ کرو اور جو تمھیں پسند نہیں اُسے ٹال جاتا ہے۔

۲۸- معاویہ کو جواب

معاویہ اور عمرو بن العاص کی پالیسی یہ تھی کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے نام بار بار سامنے لاتے اور امیر المؤمنین کو اشتعال دلاتے کہ ان خلفاء کے بارے میں کوئی ایسی بات آپ کی زبان یا قلم سے نکل جائے، جسے نمک مرچ لگا کر پھیلایا اور لوگوں کو ورغلایا جائے۔ اسی خیال سے ایک خط معاویہ نے لکھا، خلفاء ثلاثہ کی اس میں بڑی تعریف کی اور حضرت پر بہتان جوڑا کہ آپ ان خلفاء سے حسد کرتے تھے۔ اُن کی بیخ کنی میں لگے رہتے تھے اور بیعت نہیں کرتے تھے جب تک نکیل پڑے مجبور اُونٹ کی طرح آپ کو گھسیٹا نہ جاتا تھا! غرضیکہ بڑی گستاخی سے خط لکھا۔ امیر المؤمنین نے جو جواب دیا۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ عبدالرزاق

أما بعد۔ فقد أتاني كتابك تذكر فيه اصطفاء الله محمداً صلى الله عليه وآله لدينه وتأييده إياه بمن أيده من أصحابه فلقد خبأ لنا الدهر منك عجباً۔ إذ طفقت تخبرنا ببلاء الله تعالى عندنا ونعمته علينا في نبينا، فكنت في ذلك "كناقل التمر إلى هجر" أو داعي مسدده إلى النضال۔

تمہارا خط پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا اور صحابہ نے رسولؐ کی تائید کی۔ واقعی زمانہ تمہاری جھولی میں ہے ہمارے لیے عجائبات پر عجائبات نکالتا چلا جاتا ہے۔ یہ تم ہم کو خبر دے رہے ہو کہ خدا نے کس طرح ہماری آزمائش کی اور ہمارے نبیؐ کی بدولت ہم پر کتنا بڑا احسان کیا۔ تم تو ویسے ہو گئے جیسے کوئی کھجوروں کا تحفہ ہجر[1] لے جائے۔ یا اپنے اُستاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے لگے!

وزعمت أن أفضل الناس في الإسلام فلان وفلان، فذكرت أمراً إن تم اعتزلك كله، وإن نقص لم يلحقك ثلمه۔ وما أنت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس، وما للطلقاء وأبناء الطلقاء والتمييز بين

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں فلاں لوگ ہیں۔ یہ دعوےٰ ایسا ہے کہ پورا اُترے تو تم سے بالکل دور رہے گا اور پورا نہ اُترے تو اس سے تمھیں نقصان نہ پہنچے گا۔ تمھیں اس سے کیا مطلب کہ افضل کون ہے اور غیر افضل کون؟ رہبر کون ہے اور پیرو کون؟ خلفاء اور اولادِ خلفاء کو مہاجرین اولین میں تمیز کرنے ان کے درجے مقرر کرنے

---

[1] بحرین میں ایک مقام، جہاں کھجور کی بہتات ہے۔

الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، وَتَرْتِيْبَ دَرَجَاتِهِمْ، وَتَعْرِيْفَ طَبَقَاتِهِمْ. هَيْهَاتَ! "لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا" وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيْهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا، اَلَا تَرْبَعُ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ عَلٰى ظَلْعِكَ وَتَعْرِفُ قُصُوْرَ ذَرْعِكَ، وَتَتَاَخَّرُ حَيْثُ اَخَّرَكَ الْقَدَرُ: فَمَا عَلَيْكَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوْبِ وَلَا ظَفَرُ الظَّافِرِ وَاِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيْهِ، رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ اَلَا تَرٰى غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ وَلٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ اُحَدِّثُ اَنَّ قَوْمًا اسْتُشْهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، وَلِكُلٍّ فَضْلٌ - حَتّٰى اِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيْدُنَا. قِيْلَ "سَيِّدُ الشُّهَدَاۤءِ" وَخَصَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِسَبْعِيْنَ تَكْبِيْرَةً عِنْدَ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ، اَوَلَا تَرٰى اَنَّ قَوْمًا قُطِّعَتْ اَيْدِيْهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِكُلٍّ فَضْلٌ، حَتّٰى اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيْلَ "اَلطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ ذُو الْجَنَاحَيْنِ". وَلَوْلَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً، تَعْرِفُهَا قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَمُجُّهَا اٰذَانُ السَّامِعِيْنَ. فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ فَاَنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعْدُ

ان کے طبقے ٹھہرانے سے کیا سروکار؟ ہیہات! ایسا تیر تناّ باہے جو سب تیروں سے الگ[1] ہے اور فیصلہ کرنے وہ بیٹھا ہے، جو خود ہی مُجرم ہے -

اے انسان! کیا تو اپنی حد پر نہیں رُکے گا۔ اپنی کوتاہ دستی کو نہیں جانے گا اور اس پیچھے کی جگہ پر ہٹ نہیں جائے گا۔ جہاں مقدر تجھے ہٹا چکا ہے؟ تجھے اس سے کیا کہ مغلوب کیسے مغلوب ہُوا اور فاتح کی فتح کیسی رہی؟

معاویہ! تم گمرہی میں دوڑے چلے جا رہے ہو اور راہِ اعتدال سے بدک کر دُور نکل گئے ہو۔ تم دیکھتے نہیں ــــ تمھیں سُنا نہیں رہا ہوں بلکہ اللہ کی نعمت کا چرچا کر رہا ہوں ــــ کہ بہت سے مہاجر اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے فضیلت ہے، لیکن جب ہمارا آدمی مارا گیا، تو فرمایا گیا "سیّد[2] الشہداء" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نمازِ جنازہ ستّر تکبیروں کے ساتھ پڑھی!

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے ان میں سے ہر ایک کے لیے فضیلت ہے۔ لیکن جب یہ معاملہ ہمارے آدمی کے ساتھ پیش آیا تو ارشاد ہُوا "طیّارِ جنّت" اور ذو الجناحین[3]۔

اور اگر خدا نے منع نہ کر دیا ہوتا کہ آدمی خود اپنی بڑائی کرے تو بیان کرنے والا بہت سے فضائل بیان کرتا۔ یہ فضائل وہ ہیں، جن سے مومنوں کے دل مانوس ہیں اور جن کے سننے سے کسی کے کان بیزار نہیں ہوتے[4]۔

لہٰذا تم اپنی اس گمرہی سے باز آجاؤ ہم تو وہ ہیں جنھیں ہمارا پروردگار اپنا چکا ہے اور باقی سب لوگ ہم ہی سے ہیں۔

---

[1] ایک کہاوت ہے۔ یہ اس طرح شروع ہُوا کہ جنگِ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم ہُوا تو وہ چلّا اٹھا "کیا قریش سے صرف مجھی کو مارا جائے گا؟" جواب میں حضرت عمرؓ کی زبان سے کہاوت کے لفظ نکلے۔

[2] حضرتِ حمزہؓ اُحد کی جنگ میں شہید ہوئے۔

[3] حضرت جعفر بن ابی طالب، امیر المؤمنین کے بھائی، جنگِ موتہ میں شہید ہوئے۔

[4] امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد خود اپنی طرف ہے۔

صَنَائِعُ لَنَا.

لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمُ عِزِّنَا، وَلَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلَى قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِأَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا فِعْلَ الْأَكْفَاءِ، وَلَسْتُمْ هُنَاكَ! وَأَنَّى يَكُونُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، وَمِنَّا "النَّبِيُّ" وَمِنْكُمُ "الْمُكَذِّبُ"، وَمِنَّا "أَسَدُ اللّٰهِ" وَمِنْكُمْ "أَسَدُ الْأَحْلَافِ"، وَمِنَّا "سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" وَمِنْكُمْ "صِبْيَةُ النَّارِ" وَمِنَّا "خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ" وَمِنْكُمْ "حَمَّالَةُ الْحَطَبِ" فِي كَثِيرٍ مِمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ.

فَإِسْلَامُنَا مَا قَدْ سُمِعَ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَكِتَابُ اللّٰهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا، وَهُوَ قَوْلُهُ "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ" وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ" فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلَىٰ بِالْقَرَابَةِ وَتَارَةً أَوْلَىٰ بِالطَّاعَةِ. وَلَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَجُوا عَلَيْهِمْ، فَإِنْ

تم نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ہماری عزت کتنی پرانی ہے اور تمہارے خاندان پر ہماری برتری کتنی مشہور ہے۔ اس پر بھی ہم نے تمہیں بن دیا کہ ہم سے گھل مل جاؤ۔ تم سے بیاہ شادی کا رشتہ بھی جوڑ لیا[1]۔ بالکل برابر والوں کا برتاؤ۔ حالانکہ تم برابر نہ تھے، ہوتے بھی کیسے؟ جبکہ ہم میں اللہ کا نبی ہے اور تم میں مکذب[2]۔ ہم میں اسد اللہ[3] اور تم میں اسد الاحلاف[4]۔ ہم میں سیدا شباب اہل الجنۃ[5]، اور تم میں صِبْيَةُ النَّار[6]۔ ہم میں افضل ترین خاتون[7] ہے اور تم میں حَمَّالَةُ الْحَطَب[8] کہاں تک بتایا جائے؟ ہر بات ہمارے حق میں ہے اور ہر بات تمہارے خلاف۔

پس واقعہ یہ ہے کہ ہمارا اسلام بھی شاندار ہے اور ہماری جاہلیت بھی کم شاندار نہ تھی، اگر کچھ کسر تھی تو اسے کتاب اللہ نے پورا کر دیا ہے۔ خدا فرماتا ہے "وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ[9] اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" تو ہم کبھی اس لیے سب سے مقدم ہیں کہ رسولؐ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں اور کبھی اس لیے سب سے بڑھ کر ہیں کہ رسولؐ کے سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہیں۔ اور مہاجرین نے یوم سقیفہ کے موقعے پر جب انصار کے سامنے اپنی حجت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے پیش کی تھی تو

[1] خاندان بنی اُمیہ سے جن رشتہ داریوں کی طرف امیرالمومنین نے اشارہ کیا ہے یہ ہیں: رسولؐ نے اپنی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم، عثمان بن عفان بن ابی العاص سے بیاہیں اور تیسری کی شادی ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس سے کی۔ رسولؐ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب نے ام جمیل بنت حرب بن اُمیہ سے کی اور خود رسولؐ نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمایا۔ [2] ابوجہل۔ [3] حضرت حمزہؑ۔ [4] ابوسفیان۔ [5] حضرت حسن وحسین۔ [6]

[7] حضرت فاطمۃ الزہرا۔ [8] ام جمیل۔ ابولہب کی بیوی اور معاویہ کی پھوپھی۔ [9] ابراہیم سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں

يكن الفلج به فالحق لنا دونكم وإن يكن بغيره: فالأنصار على دعواهم.

انصار نے سر جھکا لیا تھا۔ اب اگر سقیفے میں مہاجرین کی یہ حجت صحیح تھی تو حکومت کا حق ہمیں ہے نہ کہ تمھیں اور اگر مہاجرین کی حجت غلط تھی تو انصار کا دعویٰ اپنی جگہ قائم ہے۔

وزعمت أني لكل الخلفاء حسدت وعلى كلهم بغيت. فإن يكن ذلك كذلك فليس الجناية عليك، فيكون العذر إليك "وتلك شكاة ظاهر عنك عارها" ــــ

اور تم نے دعوے کیا ہے کہ میں سب خلفا پر حسد کیا کرتا تھا اور سب سے سرکشی کرنا میرا وطیرہ تھا۔ اگر واقعہ یہی ہے تو میں نے تمہارا تو کوئی قصور نہیں کیا کہ تمہارے سامنے اپنا عذر پیش کروں۔

وقلت: إني كنت أقاد كما يقاد الجمل المخشوش حتى أبايع: ولعمر الله! لقد أردت أن تذم فمدحت، وأن تفضح فافتضحت.

اور تم نے لکھا ہے کہ خلفاء کی بیعت کے لیے مجھے اسی طرح گھسیٹا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ تو بخدا تم نے چاہی تھی مذمت اور ہوگئی تعریف۔ تم نے چاہا تھا رسوا کرنا اور ہو گئے تم خود رسوا۔

وما على المسلم من غضاضة في أن يكون مظلوما ما لم يكن شاكا في دينه ولا مرتابا بيقينه. وهذه حجتي إلى غيرك قصدها، ولكني أطلقت لك منها بقدر ما سنح من ذكرها.

بھلا سوچو تو مسلمان کے لیے اس میں بھی کوئی عیب ہے کہ وہ مظلوم ہو، بشرطیکہ نہ اپنے دین میں شک رکھتا ہو، نہ اپنے یقین میں تزلزل۔ تم اس سچائی کے مخاطب نہیں تھے، مگر میں نے تمھارے لیے اسے چھوڑ دیا ہے۔

ثم ذكرت ما كان من أمري وأمر عثمان: فلك أن تجاب عن هذه، لرحمك منه فأينا كان أعدى له؟ وأهدى إلى مقاتله؟ أمن بذل له نصرته فاستقعده واستكفه؟ أمن استنصره فتراخى عنه وبث المنون إليه حتى أتى قدره عليه؟

اور تم نے خط میں میرے اور عثمانؓ کے معاملے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ہاں اس بارے میں مجھے جواب دینا چاہیے۔ کیونکہ تم عثمانؓ کے رشتہ دار ہو، اچھا، خود ہی بتاؤ، ہم دونوں میں مجھ میں اور تم میں عثمانؓ کا زیادہ دشمن اور ان کے لیے موت کا زیادہ جال بچھانے والا کون تھا؟ وہ تھا جس نے اپنی مدد ان کے لیے وقف رکھی تھی، مگر انھوں نے اسے بٹھا دیا اور اس کی مدد سے فائدہ نہ اٹھایا۔ یا وہ تھا جس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۷) جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں بے شک خدا مومنوں کا دوست اور مددگار ہے۔

لہ یہ مدینہ میں انصار کی چوپال تھی جس میں وہ بیٹھا کرتے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انصار یہیں جمع ہوئے تھے اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح نے جا کر ان سے بحث کی اور قریش کی خلافت ان سے منوالی تھی۔

كَلَّا وَاللّٰهِ: وَلَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَأْسَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

وَمَا كُنْتُ لِاَعْتَذِرَ مِنْ اَنِّیْ كُنْتُ اَنْقِمُ عَلَيْهِ اَحْدَاثًا فَاِنْ كَانَ الذَّنْبُ اِلَيْهِ اِرْشَادِیْ وَهِدَايَتِیْ لَهٗ فَرُبَّ مَلُوْمٍ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔

وَقَدْ يَسْتَفِيْدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ وَمَا اَرَدْتُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ"

وَذَكَرْتَ: اَنَّهٗ لَيْسَ لِیْ وَلِاَصْحَابِیْ عِنْدَكَ اِلَّا السَّيْفُ! فَلَقَدْ اَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ۔ مَتٰى اُلْفِيَتْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَاءِ نَاكِلِيْنَ؟ وَبِالسَّيْفِ مُخَوَّفِيْنَ؟

لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ۔

فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ - وَاَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِیْ جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ، شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ، مُتَسَرْبِلِيْنَ سِرْبَالَ الْمَوْتِ، اَحَبُّ اللِّقَاءِ اِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ، وَسُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِیْ اَخِيْكَ، وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَاَهْلِكَ وَمَا هِیَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔

انھوں نے مدد طلب کی تھی۔ مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ان کی موت کے لیے اس نے زمین ہموار کر دی، آخر عثمانؓ کا وقت آگیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ ہرگز نہیں، بخدا اللہ جان چکا ہے تم میں سے انھیں جو لوگوں کو روکتے ہیں اور اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ مگر خود جنگ سے بدکتے ہی رہتے ہیں[1]۔

ہاں اس واقعے پر میں تم سے معذرت کرنے والا نہیں کہ عثمانؓ کی بعض کارروائیوں پر مجھے اعتراض ضرور ہوتا تھا۔ اب اگر میرا قصور یہی ہے کہ میں انھیں نیک صلاح دیتا اور سیدھی راہ بتایا کرتا تھا تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے قصور کے سر الزام تھوپ دیا جاتا ہے اور بڑے خیر خواہ کو بھی مشکوک سمجھ لیا جاتا ہے۔ میری نیت اصلاح کی تھی اور میری توفیق بس اللہ ہی سے ہے اور اسی پر میرا تکیہ ہے۔

اور تم نے لکھا ہے کہ تمھارے پاس میرے لیے اور میرے ساتھ والوں کے لیے تلوار ہے! تو رلانے کے بعد تم نے مجھے ہنسا دیا! خاندان عبد المطلب کو تم نے دشمن کے سامنے سے ہٹتے اور تلواروں سے ڈرتے کب پایا؟

جلد ہی تمھیں وہ طلب کرے گا، جسے تم طلب کر رہے ہو اور وہ تم سے قریب ہو جائے گا۔ جسے دور سمجھ رہے ہو۔ میں تمھاری طرف تیزی سے آ رہا ہوں۔ مہاجرین و انصار اور "تابعین لہم باحسان" کی جرار فوج لیے ہوئے بڑی کثرت ہے ان کی! بڑا پھیلاؤ ہے ان کے غبار کا! موت کا لباس پہنتے ہیں وہ! جو چیز سب سے زیادہ انھیں پسند ہے وہ اپنے پروردگار کی ملاقات ہے۔ ان کے ساتھ ذریۂ بدریہ بھی ہے اور سیوف ہاشمیہ بھی جن کی باڑھ سے تم بے خبر نہیں ہو۔ اپنے بھائی ماموں، نانا اور خاندان میں ان کی کاٹ دیکھ چکے ہو اور وہ ظالموں سے دور نہیں۔

[1] یہ ایک آیت قرآنی کا مفہوم ہے جو معاویہ پر صادق آتا ہے۔

۲۹- اہلِ بصرہ کے نام

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَشِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ فَإِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ الْمُرْدِيَةُ، وَسَفَهُ الْآرَاءِ الْجَائِرَةِ إِلَى مُنَابَذَتِي وَخِلَافِي فَهَا أَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِي وَرَحَلْتُ رِكَابِي وَلَئِنْ أَلْجَأْتُمُونِي إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ لَأُوقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ إِلَيْهَا إِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ مَعَ أَنِّي عَارِفٌ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهُ وَلِذِي النَّصِيحَةِ حَقَّهُ غَيْرُ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَمًا إِلَى بَرِيءٍ وَلَا نَاكِثًا إِلَى وَفِيٍّ۔

تم میں جو شقاق و اختلاف تھا تمھیں معلوم ہے اس پر بھی میں نے تمھارے خطاکاروں کو معاف کر دیا۔ تمھارے پیٹھ دکھانے والوں سے تلوار دُور رکھی اور تمھارے اطاعت پیش کرنے والوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس سب کے بعد بھی اگر ہلاکت میں ڈالنے والے معاملات اور احمقانہ خیالات تمھیں برگشتہ ہو جانے اور مجھ سے لڑائی مول لینے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سُن لو میں بھی اپنے گھوڑے قریب کر چکا اور اونٹ کسوا چکا ہوں۔ اگر تم نے چڑھائی کرنے پر مجھے مجبور کر دیا تو یقین کرو تمھارا وہ حال کر دوں گا کہ جنگِ جمل اس کے سامنے محض ایک مذاق ہو کے رہ جائے گی۔ حالانکہ میں تمھارے اطاعت شعاروں کے فضل کا شکر گذار اور خیر خواہوں کے حق کا پاس گذار ہوں۔ مشتبہ آدمی کی وجہ سے بے گناہ اور بے وفا کے سبب سے وفادار کو گرفت میں لانا میرا دستور نہیں۔

جو لوگ بار بار نکث عہد کرتے تھے، پیٹھ پھیر کر بھاگتے تھے، حق کو مانتے تھے، لیکن اس کا ساتھ دیتے ہوئے اغراض و مصالح کے ماتحت ڈرتے تھے، اُن سے امیر المؤمنین کے طرزِ تخاطب کا اندازہ ان سطور سے ہو سکتا ہے۔

۳۰۔ معاویہ کے نام ایک مکتوب

فَاتَّقِ اللهَ فِيمَا لَدَيْكَ۔ وَانْظُرْ فِي حَقِّهِ عَلَيْكَ وَارْجِعْ إِلَى مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهِ فَإِنَّ لِلطَّاعَةِ أَعْلَاماً وَاضِحَةً۔ وَسُبُلاً نَيِّرَةً وَمَحَجَّةً نَهْجَةً وَغَايَةً مَطْلُوبَةً يَرِدُهَا الْأَكْيَاسُ وَيُخَالِفُهَا الْأَنْكَاسُ۔ مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ وَخَبَطَ فِي التِّيهِ وَغَيَّرَ اللهُ نِعْمَتَهُ وَأَحَلَّ بِهِ نِقْمَتَهُ۔ فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ! فَقَدْ بَيَّنَ اللهُ لَكَ سَبِيلَكَ وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ فَقَدْ أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ۔ وَإِنَّ نَفْسَكَ قَدْ أَوْلَجَتْكَ شَرّاً وَأَقْحَمَتْكَ غَيّاً۔ وَأَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ، وَأَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ۔

جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ تم پر خدا کا جو حق ہے اس کا خیال رکھو اور اس سب کا علم حاصل کرو۔ جس سے جاہل رہنے پر ہرگز معاف نہیں کئے جاؤ گے، اطاعت کے نشان واضح ہیں۔ راستے روشن ہیں۔ شاہراہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور اس کی منزل ایسی ہے جس کی طلب کی جاتی ہے۔ دانش مند اس کی جستجو کرتے ہیں اور بے سمجھ کمینے ہی اس سے منہ موڑتے ہیں۔ جو کوئی اس سے ہٹ گیا ہے حق سے بھی دور ہو گیا ہے اور ضلالت کے اندھیرے دور کردے گا اور اس پر اپنا غضب نازل کرے گا۔ لہٰذا فکر کرو اپنے نفس کی۔ کیونکہ خدا تمہارا راستہ بتا چکا ہے اور آج بھی جہاں تک تمہارے معاملات پہنچ چکے ہیں۔ وہ جگہ بھی خسران کی حد اور کفر کا مقام ہے۔ تمہارے نفس نے تمہیں شر کے حوالے کر دیا ہے۔ گمراہی میں جھونک دیا ہے تہلکوں میں ڈال دیا ہے اور تمہاری راہیں سنگلاخ بنا دی گئی ہیں۔

معاویہؓ کے نام ان مکاتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیرالمومنین آخر وقت تک اتمام حجت فرماتے رہے اور موعظہ حسنہ سے کام لیتے رہے اور صداقت کی تلقین فرماتے رہے۔

---

۳۱ - حضرت حسن علیہ السّلام کے لیے وصیّت نامہ

صفین کی ہولناک جنگ سے واپسی پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب کے لیے یہ وصیت نامہ لکھا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کا اخلاقی ادب قاصر ہے :

للحسن بن علی علیہما السلام، کتبہا الیہ بحاضرین (منصرفا) من صفین :-

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ، الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ، الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ، الذَّامِّ لِلدُّنْيَا، السَّاكِنِ مَسَاكِنَ الْمَوْتَى، وَالظَّاعِنِ عَنْهَا غَداً؛ إِلَى الْمَوْلُودِ الْمُؤَمِّلِ مَا لَا يُدْرَكُ، السَّالِكِ سَبِيلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ، غَرَضِ الْأَسْقَامِ، وَرَهِينَةِ الْأَيَّامِ، وَرَمِيَّةِ الْمَصَائِبِ، وَعَبْدِ الدُّنْيَا، وَتَاجِرِ الْغُرُورِ، وَغَرِيمِ الْمَنَايَا، وَأَسِيرِ الْمَوْتِ، وَحَلِيفِ الْهُمُومِ، وَقَرِينِ الْأَحْزَانِ، وَنُصُبِ الْآفَاتِ، وَصَرِيعِ الشَّهَوَاتِ، وَخَلِيفَةِ الْأَمْوَاتِ۔

أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ فِيمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّي، وَجُمُوحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ، وَإِقْبَالِ الْآخِرَةِ إِلَيَّ، مَا يَزَعُنِي عَنْ ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ، وَالْاهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِي، غَيْرَ أَنِّي حَيْثُ تَفَرَّدَ بِي دُونَ هُمُومِ النَّاسِ هَمُّ نَفْسِي، فَصَدَفَنِي رَأْيِي، وَصَرَفَنِي عَنْ هَوَايَ، وَصَرَّحَ لِي مَحْضُ أَمْرِي، فَأَفْضَى بِي إِلَى جِدٍّ لَا يَكُونُ فِيهِ لَعِبٌ، وَصِدْقٍ لَا يَشُوبُهُ كَذِبٌ،

دل شکستہ، بےبس، بیزار دنیا، مسافرِ عدم آباد، کہن سال پدر کی وصیّت — کم سن آرزومند راہرو راہِ مرگ، ہدفِ امراض، اسیرِ دنیا، تاجرِ غرور، مقروضِ اجل، قیدیٔ موت، حلیفِ تردّد، قرینِ حزن، نشانۂ آفات، مغلوبِ نفس، جانشینِ اموات، نوخیز فرزند کے نام۔

فرزند! زمانے کی گردش، دنیا کی بے وفائی، آخرت کی نزدیکی نے مجھے ہر طرف سے غافل کرکے صرف آنے والی زندگی کے اندیشوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب مجھے صرف اپنی فکر ہے۔ تمام نشیب و فراز پیشِ نظر ہے۔ بے نقاب حقیقت آنکھوں کے سامنے ہے۔ سچا معاملہ روبراہ ہے۔ اسی لیے مَیں نے یہ وصیّت تیرے لیے لکھی ہے۔ خواہ تیرے لیے زندہ رہوں یا فنا ہو جاؤں۔ کیونکہ مجھ میں تجھ میں کوئی فرق نہیں۔ تو میری جان ہے۔ میری روح ہے۔ تجھ پر آفت آئے گی تو مجھ پر پہلے آئے گی۔ تیری موت میری موت ہو گی۔

فرزند! (مَیں تجھے وصیت کرتا ہوں) خدا سے خوف کر اس کے حکم پر کاربند ہو۔ اس کے ذکر سے قلب کو آباد کر۔ اس کی رسّی کو مضبوطی سے تھام، کیونکہ اس رشتے سے زیادہ مستحکم کوئی رشتہ نہیں جو تجھ میں اور تیرے خدا میں موجود ہے۔ بشرطیکہ تو خیال کرے۔

فرزند! دل کو موعظت سے زندہ کر، زہد سے مار، یقین سے قوت دے۔ حکمت سے روشن کر۔ موت کی یاد سے اس پر قابو پا۔ فانی ہونے کا اس سے اقرار لے۔ مصائب یاد دلا کے اُسے ہشیار بنا۔ زمانے کی نیرنگیوں

وَوَجَدْتُكَ بَعْضِي، بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّي، حَتَّى كَأَنَّ شَيْئًا لَوْ أَصَابَكَ أَصَابَنِي، وَكَأَنَّ الْمَوْتَ لَوْ أَتَاكَ أَتَانِي فَعَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِينِي مِنْ أَمْرِ نَفْسِي فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ كِتَابِي مُسْتَظْهِرًا بِهِ إِنْ أَنَا بَقِيتُ لَكَ أَوْ فَنِيتُ۔

فَإِنِّي أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ وَلُزُومِ أَمْرِهِ، وَعِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ، وَالِاعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ۔ وَأَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهِ۔ أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ، وَأَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ، وَقَوِّهِ بِالْيَقِينِ، وَنَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ، وَذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَاقْرِرْهُ بِفَجَائِعِ الدُّنْيَا، وَحَذِّرْهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَفُحْشَ تَقَلُّبِ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ وَاعْرِضْ عَلَيْهِ أَخْبَارَ الْمَاضِينَ وَذَكِّرْهُ بِمَا أَصَابَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَسِرْ فِي دِيَارِهِمْ وَآثَارِهِمْ فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا، وَعَمَّا انْتَقَلُوا وَأَيْنَ حَلُّوا وَنَزَلُوا، فَإِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحِبَّةِ وَحَلُّوا دِيَارَ الْغُرْبَةِ وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ وَلَا تَبِعْ آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ، وَدَعِ الْقَوْلَ فِيمَا لَا تَعْرِفُ وَالْخِطَابَ فِيمَا لَمْ تُكَلَّفْ وَأَمْسِكْ عَنْ طَرِيقٍ إِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهُ فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْأَهْوَالِ۔ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ وَأَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ وَبَايِنْ مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ وَجَاهِدْ فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَلَا تَأْخُذْكَ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ،

سے اُسے ڈرا۔ بچھڑ جانے والوں کی حکائتیں اُسے سُنا۔ گزرے ہوؤں کی تباہی سے اُسے عبرت دلا۔ ان کی اُجڑی ہوئی بستیوں میں گشت کر۔ ان کی عمارتوں کے کھنڈر دیکھ اور دل سے سوال کر ان لوگوں نے کیا کیا؟ کہاں چلے گئے؟ کدھر رخصت ہوگئے؟ کہاں جا کے آباد ہوئے؟ ایسا کرنے سے تجھے معلوم ہوجائے گا کہ وہ اپنے دوست و احباب سے جدا ہوگئے ویرانوں میں جا بسے اور تو بھی بس دیکھتے دیکھتے انہی جیسا ہوجائے گا۔ لہٰذا اپنی جگہ درست کرلے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے نہ بیچ، بے علمی کی حالت میں بولنا چھوڑ دے، بے ضرورت گفتگو سے پرہیز کر۔ جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس سے باز رہ، کیونکہ قدم کا روک لینا، ہولناکیوں میں پھنسنے سے بہتر ہے۔

تو نیکی کی تبلیغ کرے گا تو نیکوں میں سے ہوجائے گا۔ بُرائی کو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے بُرا ثابت کر۔ بُروں سے الگ رہ خدا کی راہ میں جہاد کر، جیسا حق ہے جہاد کرنے کا، خدا کے معاملے میں ملامت کرنیوالوں کی ملامت سے نہ ڈر۔ حق کے لیے مصائب کے طوفان میں پھاند پڑ۔ دین میں تفقہ حاصل کر۔ مکروہات کی برداشت کا عادی بن، کیونکہ برداشت کی قوت بہترین قوت ہے۔

سب کاموں میں اپنے لیے خدا کی پناہ تلاش کر، اس طرح تو مضبوط جائے پناہ اور غیر مسخر قلعے میں پہنچ جائے گا۔

اپنے خدا سے دُعا کرنے میں کسی کو شریک نہ کر، کیونکہ بخشش و عطا منع و حرمان سب خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ استخارہ زیادہ کر۔ میری یہ وصیت خوب سمجھ۔ اس سے رُوگردانی نہ کرنا۔ وہی بات ٹھیک ہوتی ہے جو مفید ہوتی ہے۔ بے فائدہ علم بے کار ہے اور اس کی طلب ناروا!

فرزند! جب میں نے دیکھا کہ آخر عمر کو پہنچ گیا ہوں اور ضعف بڑھتا جاتا ہے تو یہ وصیت لکھنے میں مجھے جلدی کرنا پڑی ہیں ڈرا کہیں وصیت سے پہلے ہی مجھے مَوت آجائے، یا جسم کی طرح عقل بھی کمزور پڑ

وَخُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ، وَتَفَقَّهْ فِي الدِّينِ، وَعَوِّدْ نَفْسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوهِ، وَنِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ، وَأَلْجِئْ نَفْسَكَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا إِلَى إِلٰهِكَ، فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا إِلَى كَهْفٍ حَرِيزٍ، وَمَانِعٍ عَزِيزٍ، وَأَخْلِصْ فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَالْحِرْمَانَ، وَأَكْثِرِ الْإِسْتِخَارَةَ، وَتَفَهَّمْ وَصِيَّتِي، وَلَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحاً، فَإِنَّ خَيْرَ الْقَوْلِ مَا نَفَعَ. وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَلَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ، أَيْ بُنَيَّ! إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُنِي قَدْ بَلَغْتُ سِنّاً، وَرَأَيْتُنِي أَزْدَادُ وَهْناً، بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي إِلَيْكَ، وَأَوْرَدْتُ خِصَالاً مِنْهَا قَبْلَ أَنْ يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أُفْضِيَ إِلَيْكَ بِمَا فِي نَفْسِي، وَأَنْ أُنْقَصَ فِي رَأْيِي كَمَا نُقِصْتُ فِي جِسْمِي، أَوْ يَسْبِقَنِي إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوَى، أَوْ فِتَنِ الدُّنْيَا فَتَكُونَ كَالصَّعْبِ النَّفُورِ، وَإِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ: مَا أُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ، وَيَشْتَغِلَ لُبُّكَ، لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَأْيِكَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ كَفَاكَ أَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْيَتَهُ وَتَجْرِبَتَهُ، فَتَكُونَ قَدْ كُفِيتَ مَؤُونَةَ الطَّلَبِ، وَعُوفِيتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِبَةِ، فَأَتَاكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ، وَاسْتَبَانَ لَكَ مَا رُبَّمَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ.

أَيْ بُنَيَّ! إِنِّي - وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ

جائے، یا تجھ پر نفس کا غلبہ ہو جائے، یا دنیاوی فکریں تجھے گھیر لیں اور تو سرکش گھوڑے کی طرح قابو سے باہر ہو جائے۔ نو عمروں کا دل خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جو ہر بیج قبول کر لیتی ہے۔

اسی خیال سے میں نے وصیّت لکھنے میں جلدی کی، تاکہ دل کے سخت ہونے اور ذہن کے دوسری طرف لگ جانے سے پہلے ہی تُو اس معاملے کو سمجھ لے جس کے تجربے اور تحقیق سے اگلوں نے تجھے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس کی راہ کی تگ و دَو اور تجربے کی محنتوں سے تجھے بچا لیا ہے۔ وہ چیز تیرے پاس بلا کلفت پہنچ رہی ہے جس کی جستجو میں ہمیں خود نکلنا پڑا تھا۔ اب وہ سب تیرے سامنے آ رہا ہے جو شاید ہماری نگاہوں سے بھی اوجھل رہ گیا ہو۔

فرزند! میری عمر تو اتنی دراز نہیں جتنی اگلوں کی ہُوا کرتی تھی، تاہم میں نے ان کی زندگی پر غور، اور ان کے حالات میں تفکر کیا ہے، ان کے پیچھے بحث و جستجو میں نکلا ہوں۔ حتیٰ کہ اب میں انہی میں کا ایک فرد ہو چکا ہوں۔ بلکہ ان کے حالات سے حد درجہ واقف ہونے کی وجہ سے گویا ان کا اور ان کے بزرگوں کا ہم سِن بن گیا ہوں۔

اسی طرح یہاں کا شیریں و تلخ، سفید و سیاہ، سود و زیاں، سب مجھ پر کُھل گیا ہے۔ اس سب میں سے میں نے تیرے لیے ہر اچھی بات چُن لی ہے۔ ہر خوش نما چیز منتخب کر لی ہے۔ ہر بُری اور غیر ضروری بات تجھ سے دُور رکھی ہے اور چونکہ مجھے تیرا ویسا ہی خیال ہے جیسا شفیق باپ کو بیٹے کا ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ یہ وصیت ایسی حالت میں ہو کہ تو ابھی کم عمر ہے۔ دُنیا میں نو وارد ہے۔ تیرا دل سلیم ہے، نفس پاک ہے۔

پہلے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تجھے صرف کتاب اللہ اور اس کی تفسیر کی شریعت اور اس کے احکام، حلال و حرام کی تعلیم دوں گا، پھر خوف ہُوا مبادا تجھے بھی اُسی طرح شکوک و شبہات گھیر لیں جس طرح لوگوں

وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَسِرْتُ فِي آثَارِهِمْ، حَتَّى عُدْتُ
كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ
عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ فَعَرَفْتُ صَفْوَ
ذٰلِكَ مِنْ كَدَرِهِ وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ فَاسْتَخْلَصْتُ
لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيلَهُ وَ
صَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُولَهُ وَرَأَيْتُ ـ حَيْثُ عَنَانِي
مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدُ الشَّفِيقُ وَأَجْمَعْتُ
عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ ـ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَأَنْتَ مُقْبِلُ
الْعُمُرِ، وَمُقْتَبَلُ الدَّهْرِ، ذُو نِيَّةٍ سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ
صَافِيَةٍ، وَأَنْ أَبْتَدِئَكَ بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللهِ وَتَأْوِيلِهِ
وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ، وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ، لَا
أُجَاوِزُ ذٰلِكَ بِكَ إِلَى غَيْرِهِ. ثُمَّ أَشْفَقْتُ أَنْ يَلْتَبِسَ عَلَيْكَ
مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أَهْوَائِهِمْ وَآرَائِهِمْ
مِثْلَ الَّذِي الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ فَكَانَ إِحْكَامُ ذٰلِكَ عَلَى
مَا كَرِهْتُ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِكَ
إِلَى أَمْرٍ لَا آمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ وَرَجَوْتُ أَنْ
يُوَفِّقَكَ اللهُ لِرُشْدِكَ وَأَنْ يَهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ
فَعَهِدْتُ إِلَيْكَ وَصِيَّتِي هٰذِهِ. وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ!
أَنَّ أَحَبَّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِهِ إِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي:
تَقْوَى اللهِ وَالِاقْتِصَارُ عَلَى مَا فَرَضَهُ اللهُ عَلَيْكَ
وَالْأَخْذُ بِمَا مَضَى عَلَيْهِ الْأَوَّلُونَ مِنْ آبَائِكَ
وَالصَّالِحُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوا
أَنْ نَظَرُوا لِأَنْفُسِهِمْ كَمَا أَنْتَ نَاظِرٌ، وَفَكَّرُوا
كَمَا أَنْتَ مُفَكِّرٌ، ثُمَّ رَدَّهُمْ آخِرُ ذٰلِكَ إِلَى
الْأَخْذِ بِمَا عَرَفُوا وَالْإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوا

کو نفس پروری کی وجہ سے گھیر چکے ہیں، لہٰذا میں نے یہ وصیت ضروری سمجھی۔ یہ تجھ پر شاق ہو سکتی ہے مگر میں نے اسے پسند کر لیا اور گوارا نہ کیا کہ ایسی راہ میں تجھے تنہا چھوڑ دوں جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ امید ہے خدا میری وصیت کے ذریعے تجھے ہدایت دے گا اور سیدھی راہ کی طرف تیری راہنمائی کرے گا۔

فرزند! تیری جس بات سے میں خوش ہوں گا یہ ہے کہ تو خدا سے خوف کرے۔ اس کے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرے۔ اپنے اسلاف اور خاندان کے پاک بزرگوں کی راہ پر گامزن ہو، کیونکہ جس طرح آج تو اپنے آپ کو دیکھتا ہے، اسی طرح کل وہ بھی اپنے آپ کو دیکھتے تھے اور جس طرح تو غور کرتا ہے وہ بھی غور کرتے تھے۔ آخر تجربوں نے انھیں مجبور کر دیا کہ سیدھی راہ پر آ جائیں اور فضول باتوں سے پرہیز کریں۔

لیکن اگر تیری طبیعت یہ قبول نہ کرے اور انہی کی طرح بذاتِ خود تجربے حاصل کرنے پر مصر ہو تو بسم اللہ، تجربہ شروع کر، مگر عقل و دانائی کے ساتھ، شبہوں اور بحثوں میں بے عقلی سے الجھ کر نہیں اور اس سے پہلے کہ یہ کام تو شروع کرے، اپنے خدا سے مدد کا خواستگار ہو۔ اس کی توفیق کا طالب ہو اور ہر قسم کے شبہات سے پرہیز کر کیونکہ شبہات تجھے حیرت و گمرہی میں ڈال دیں گے اور جب تجھے یقین ہو جائے کہ قلب صاف ہو کر قبضے میں آ گیا ہے عقل پختہ ہو کر جم گئی ہے اور ذہن میں یکسوئی پیدا ہو چکی ہے تو اس وقت اس وادی میں قدم رکھ، ورنہ تیرے لیے یہ راہ تاریک ہو گی اور تو اس میں بھٹکتا پھرے گا، حالانکہ طالب دین کو نہ بھٹکنا چاہیئے، نہ حیرت میں پڑنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں طالب دین کے لیے اس راہ سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

فرزند! میری وصیت خوب سمجھ، اور جان لے جس کے ہاتھ میں موت ہے، اسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے، جو پیدا کرنے والا ہے، وہی مارنے

فَإِنْ أَبَتْ نَفْسُكَ أَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُونَ أَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَتَعَلُّمٍ لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ وَعُلُوِّ الْخُصُومَاتِ وَابْدَأْ قَبْلَ نَظَرِكَ فِي ذٰلِكَ بِالْإِسْتِعَانَةِ بِإِلٰهِكَ، وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ وَتَرْكِ كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْلَجَتْكَ فِي شُبْهَةٍ أَوْ أَسْلَمَتْكَ إِلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا أَيْقَنْتَ أَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعَ وَتَمَّ رَأْيُكَ فَاجْتَمَعَ وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذٰلِكَ هَمًّا وَاحِدًا فَانْظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ وَإِنْ أَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَفْسِكَ وَفَرَاغِ نَظَرِكَ وَفِكْرِكَ فَاعْلَمْ إِنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَاءَ وَتَتَوَرَّطُ الظَّلْمَاءَ وَلَيْسَ طَالِبُ الدِّيْنِ مَنْ خَبَطَ أَوْ خَلَطَ وَالْإِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ أَمْثَلُ۔

فَتَفَهَّمْ يَا بُنَيَّ وَصِيَّتِي! وَاعْلَمْ! أَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَأَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ، وَأَنَّ الْمُفْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَأَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلَى مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَاءِ وَالْإِبْتِلَاءِ وَالْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ أَوْ مَا شَاءَ مِمَّا لَا تَعْلَمُ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلَى جَهَالَتِكَ بِهٖ فَإِنَّكَ أَوَّلَ مَا خُلِقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عُلِّمْتَ وَمَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ وَيَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيُكَ وَيَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاعْتَصِمْ بِالَّذِي خَلَقَكَ وَرَزَقَكَ وَسَوَّاكَ وَلْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ وَإِلَيْهِ

والا بھی ہے، جو فنا کرتا ہے، وہی حیات نو بھی بخشتا ہے اور جو مصیبت میں ڈال کے امتحان لیتا ہے۔ وہی نجات بھی دیتا ہے۔

یقین کر دنیا کا قیام، اللہ کے اس ٹھہرائے ہوئے قانون پر ہے کہ انسان کو نعمتیں بھی ملتی ہیں اور ابتلا و آزمائش بھی پیش آتی ہے اور پھر آخرت میں آخری جزا دی جاتی ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔ اگر کوئی بات تیری سمجھ میں نہ آئے تو انکار نہ کر دے بلکہ اسے اپنی کم سمجھی پر محمول کر کے غور کر، کیونکہ اوّل اوّل تو جاہل ہی پیدا ہوا تھا۔ پھر بتدریج علم حاصل ہوا اور ابھی نہیں معلوم کتنی باتیں ہیں جن سے تو لاعلم ہے جن میں تیری عقل حیران رہ جاتی ہے اور بصیرت کام نہیں دیتی۔ لیکن بعد چندے ان کا علم تجھے ہو جاتا ہے، پس تیری وابستگی اسی ذات سے ہو، جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ رزق دیا ہے اور تیری خلقت پوری کی ہے۔ اسی کے لیے تیری عبادت ہو۔ اُسی کی طرف تیرا سر جھکے اُسی سے تیری خشیت ہو۔

فرزند! خدا کی بابت کسی نے ویسی تعلیم نہیں دی، جیسی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دی ہے، پس محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کو اپنا رہنما بنا اور نجات کے لیے انہی کو قطب نما تصوّر کر۔

میں نے تجھے نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے، اور یقین کر اپنی بھلائی کے لیے تو کتنا ہی غور کرے، میرے برابر غور نہ کر سکے گا۔

فرزند! اگر تیرے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اس کی سلطنت و حکومت کے بھی آثار دکھائی دیتے۔ اس کے افعال و اعمال بھی ظاہر ہوتے، مگر نہیں، وہ اللہ تو ایک ہی ہے، جیسا کہ خود اُس نے اپنے بارے میں فرما دیا ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ سب سے اوّل ہے، مگر خود اس کی ابتدا نہیں۔ سب سے آخر ہے، مگر خود اس کی انتہا نہیں۔ اس کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ قلب کے تصوّر اور بصر کے ادراک پر اس کی ربوبیت موقوف ہو۔

رَغْبَتُكَ وَمِنْهُ شَفَقَتُكَ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللهِ كَمَا أَنْبَأَ عَنْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَارْضَ بِهِ رَائِدًا وَإِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا فَإِنِّي لَمْ آلُكَ نَصِيحَةً وَإِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ وَإِنِ اجْتَهَدْتَ مَبْلَغَ نَظَرِي لَكَ۔

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ وَلَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ وَلَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَصِفَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ وَلَا يَزُولُ أَبَدًا وَلَمْ يَزَلْ أَوَّلٌ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ وَآخِرٌ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نِهَايَةٍ عَظُمَ عَنْ أَنْ تَثْبُتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ۔ فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِي صِغَرِ خَطَرِهِ وَقِلَّةِ مَقْدِرَتِهِ وَكَثْرَةِ عَجْزِهِ وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ وَالْخَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا بِحَسَنٍ وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ۔

يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا وَأَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَمَا أُعِدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا، وَضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ لِتَعْتَبِرَ بِهَا وَتَحْذُوَ عَلَيْهَا، إِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِيبٌ فَأَمُّوا مَنْزِلًا خَصِيبًا، وَجَنَابًا مَرِيعًا فَاحْتَمَلُوا وَعْثَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ الصَّدِيقِ وَخُشُونَةَ السَّفَرِ، وَجُشُوبَةَ الْمَطْعَمِ لِيَأْتُوا سَعَةَ دَارِهِمْ

پس تیرا عمل ویسا ہو جیسا اس شخص کا ہوتا ہے جس کی حیثیت چھوٹی ہے مقدرت کم ہے اور اپنے پروردگار کی طرف اس کی اطاعت کی جستجو میں، اس کی عقوبت کی دہشت میں اور اس کے غضب کے خوف میں جس کی محتاجی بہت بڑی ہے۔ یاد رکھ تیرے پروردگار نے تجھے اچھی باتوں ہی کا حکم ہے اور صرف برائیوں سے منع کیا ہے۔

فرزند! میں نے تجھے دنیا کا نقشہ دکھا دیا ہے۔ اس کی حالت بتا دی ہے اس کے ناپائیدار اور ہرجائی ہونے کی خبر سنا دی ہے۔ آخرت کی حالت بھی تیرے پیش نظر کر دی ہے اور اس کی لذت و نعیم کی بھی خبر دے دی ہے۔ میں نے مثالیں دے کر سمجھایا ہے تاکہ تو عبرت حاصل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو۔

جن لوگوں نے دُنیا کو پرکھ لیا ہے، اس کی جُدائی سے گھبراتے نہیں۔ ان کی مثال ایسے مسافر کی ہے جو ناموافق اور قحط زدہ علاقہ چھوڑ کر سرسبز و زرخیز علاقے کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ یہ مسافر راہ کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ احباب کی جُدائی گوارا کرتے ہیں، سفر کی مشقتیں اُٹھاتے ہیں، خوراک کی خرابی سہتے ہیں تاکہ کشادہ اور آرام دہ مقام تک پہنچ جائیں۔ کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے۔ کسی خرچ سے جی نہیں چراتے۔ ان کے لیے ہر وہ قدم جو منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا ہے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے، لیکن جو لوگ دنیا سے چمٹے ہوئے ہیں اس کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کی مثال اُس مسافر جیسی ہے جو سرسبز و شاداب زمین چھوڑ کر قحط زدہ زمین کی طرف چلا ہے اس کے لیے یہ سفر بدترین اور خوفناک سفر ہوگا۔ اصلی مقام کی جدائی اور نئے مقام میں آمد کو بھیانک مصیبت سمجھے گا۔

فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان خود اپنی ذات کو میزان بنا۔ جو بات تجھے اپنے لیے پسند ہے، وہی ان کے لیے بھی پسند کر اور جو بات خود اپنے لیے تو ناپسند کرتا ہے، ان کے حق میں بھی ناپسند کر۔ کسی پر ظلم نہ کر کیونکہ دوسرے کا ظلم تو اپنے آپ پر نہیں چاہتا۔ سب کے ساتھ حسنِ سلوک سے

وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ فَلَيْسَ يَجِدُونَ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَلَمًا وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ وَأَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلَّتِهِمْ۔ وَمَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيبٍ فَنَبَا بِهِمْ إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيبٍ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ

يَا بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَانًا فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَاكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا وَلَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ، وَاسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِكَ وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِكَ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَإِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ!

وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ وَآفَةُ الْأَلْبَابِ، فَاسْعَ فِي كَدْحِكَ وَلَا تَكُنْ خَازِنًا لِغَيْرِكَ وَإِذَا أَنْتَ هُدِيتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ أَخْشَعَ مَا تَكُونُ لِرَبِّكَ — وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ طَرِيقًا ذَا مَسَافَةٍ بَعِيدَةٍ وَمَشَقَّةٍ شَدِيدَةٍ وَأَنَّهُ لَا غِنَى لَكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ الْارْتِيَادِ وَقَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ، فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلَى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ فَيَكُونَ ثِقْلُ ذٰلِكَ وَبَالًا عَلَيْكَ، وَإِذَا وَجَدْتَ مِنْ أَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ إِلَى يَوْمِ

پیش آ جس طرح تیری خواہش ہے کہ وہ تجھ سے پیش آئیں۔ لوگوں کی جو باتیں ناپسند ہوں وہ اپنی بھی ناپسند کر۔ اگر لوگ تجھ سے وہی برتاؤ کریں جو تو اُن سے کرتا ہے، تو اُسے ٹھیک سمجھ۔ بغیر علم کے کچھ نہ کہو۔ اگرچہ تیرا علم کتنا ہی کم ہو۔ اور ایسی بات کسی کے حق میں ہرگز نہ کہہ جو خود تو ان سے اپنے لیے سننا نہیں چاہتا۔

خودپسندی حماقت ہے اور نفس کے لیے ہلاکت، لہٰذا اسلامت روی سے اپنی راہ طے کر۔

دوسروں کے لیے خزانچی نہ بن[1] اور جب تجھے خدا سے روشنی مل جائے تو تیرا تمام تر خوف صرف اپنے پروردگار سے ہو۔

فرزند! تیرے سامنے ایک دُور دراز، دشوار گذار سفر درپیش ہے اس سفر میں حُسنِ طلب کی بڑی ضرورت ہے۔ اس سفر میں تیرا زادِ راہ ضرورت سے زیادہ نہ ہونے پائے کیونکہ اگر تو طاقت سے زیادہ بوجھ اپنی پیٹھ پر اُٹھا کے چلے گا تو تیرے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ لہٰذا اگر بھوکے مزدور تیرا زادِ راہ قیامت تک کے لیے اٹھانے کو مل رہے ہوں تو انھیں غنیمت جان اور اپنا بوجھ اُن پر رکھ دے۔ تاکہ کل ضرورت پر یہ توشہ تجھے کام دے، مقدرت کی حالت میں تیرا توشہ بار ہو جانا چاہیئے کہ مبادا ضرورت آگھیرے اور تو کچھ نہ پائے، دولت مندی کے زمانے میں اگر کوئی قرض مانگے تو فوراً دے دے، تاکہ ناداری کے زمانے میں وہ تجھے واپس مل جائے۔

فرزند! تیرے سامنے ایک کٹھن گھاٹی ہے۔ اس گھاٹی میں ایک ہلکا پھلکا آدمی بوجھل آدمی سے بہتر ہے اور سست رفتار تیز رفتار سے بدتر ہے۔ تیرا اس گھاٹی سے گذرنا لازمی ہے اس کے بعد جنّت ہے یا دوزخ، لہٰذا آخری منزل پر پہنچنے سے پہلے اپنا پیش خیمہ بھیج دے اور قیام سے پہلے ہی جگہ ٹھیک کر لے۔ کیونکہ مر جانے کے بعد نہ معذرت ممکن ہوگی نہ دنیا کی

[1] بخیل اس کے سوا اور کیا ہے کہ دوسروں کا خزانچی ہے۔ خود خرچ نہیں کرتا دوسروں کے لیے چھوڑ جاتا ہے اور وہ اسے بے دردی سے اڑا ڈالتے ہیں +

الْقِيَامَةِ فَيُوَافِيكَ بِهِ غَداً حَيْثُ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ
فَاغْتَنِمْهُ وَحَمِّلْهُ إِيَّاهُ وَأَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيدِهِ وَ
وَأَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدُهُ وَاغْتَنِمْ
مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ قَضَاءَهُ لَكَ
فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُوداً
الْمُخِفُّ فِيهَا أَحْسَنُ حَالاً مِنَ الْمُثْقِلِ، وَالْمُبْطِئُ
عَلَيْهَا أَقْبَحُ حَالاً مِنَ الْمُسْرِعِ، وَأَنَّ مَهْبِطَكَ بِهَا
لَا مُحَالَةَ عَلَى جَنَّةٍ أَوْ عَلَى نَارٍ۔ فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ
قَبْلَ نُزُولِكَ وَوَطِّئِ الْمَنْزِلَ قَبْلَ حُلُولِكَ، فَلَيْسَ
بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ وَلَا إِلَى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ

وَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِي بِيَدِهِ خَزَائِنُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ
قَدْ أَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَاءِ وَتَكَفَّلَ لَكَ بِالْإِجَابَةِ وَأَمَرَكَ أَنْ
تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيَكَ وَتَسْتَرْحِمَهُ لِيَرْحَمَكَ وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَ
بَيْنَهُ مَنْ يَحْجُبُهُ عَنْكَ وَلَمْ يُلْجِئْكَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكَ إِلَيْهِ
وَلَمْ يَمْنَعْكَ إِنْ أَسَأْتَ مِنَ التَّوْبَةِ وَلَمْ يُعَاجِلْكَ بِالنِّقْمَةِ
(وَلَمْ يُعَيِّرْكَ بِالْإِنَابَةِ) وَلَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيحَةُ
بِكَ أَوْلَى وَلَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِي قَبُولِ الْإِنَابَةِ وَلَمْ يُنَاقِشْكَ
بِالْجَرِيمَةِ وَلَمْ يُؤْيِسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ بَلْ جَعَلَ نُزُوعَكَ
عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً وَحَسَبَ سَيِّئَتَكَ وَاحِدَةً وَحَسَبَ
حَسَنَتَكَ عَشْراً وَفَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ وَبَابَ الْاِسْتِعْتَابِ
فَإِذَا نَادَيْتَهُ سَمِعَ نِدَاكَ وَإِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ نَجْوَاكَ
فَأَفْضَيْتَ إِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ وَأَبْثَثْتَهُ ذَاتَ نَفْسِكَ
وَشَكَوْتَ إِلَيْهِ هُمُومَكَ وَاسْتَكْشَفْتَهُ كُرُوبَكَ
وَاسْتَعَنْتَهُ عَلَى أُمُورِكَ وَسَأَلْتَهُ مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِهِ
مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى إِعْطَائِهِ غَيْرُهُ مِنْ زِيَادَةِ الْأَعْمَارِ، وَصِحَّةِ

طرف واپسی۔

یقین کر جس کے دستِ تصرف میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے مانگنے کی اجازت دے دی ہے اور قبول کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے اس نے کہا مانگ مل جائے گا، رحم کی التجا کر، رحم کیا جائے گا! اس نے اپنے اور تیرے درمیان حاجب کھڑے نہیں کیے جو تجھے اس کے حضور پہنچنے سے روکیں نہ سفارشیوں ہی کا تجھے محتاج بنایا ہے، جو اس کے سامنے تیری سفارش کریں۔ تیری توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو بھی تجھے نہ محروم کرتا ہے نہ تجھ سے انتقام لیتا ہے اور جب تو دوبارہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ نہ تجھ پر طعنہ زن ہوتا ہے، نہ تیری پردہ دری کرتا ہے حالانکہ تو اس کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ توبہ کے قبول کرنے میں حجت نہیں کرتا۔ اپنی رحمت سے مایوس ہونے نہیں دیتا، بلکہ اس نے توبہ کو نیکی قرار دیا ہے۔ ایک بدی کو وہ بزرگ و برتر ایک ہی گنتا ہے، مگر ایک نیکی کو دس شمار کرتا ہے۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ وہ تیری پکار سنتا ہے۔ تیری مناجات پر کان دھرتا ہے۔ تو اس سے مرادیں مانگتا ہے۔ دل کی حالت بیان کرتا ہے۔ اپنی بپتا سناتا ہے۔ اپنی مصیبتوں کی فریاد کرتا ہے اپنی مشکلوں میں مدد مانگتا ہے، تو اس سے عمر کی درازی جسم کی تندرستی، رزق کی کشادگی چاہتا ہے اور اس کی رحمت کے ایسے ایسے خزانے طلب کرتا ہے جو اس کے سوا کوئی اور دے نہیں دے سکتا۔ غور کر اس نے طلب کی اجازت دے کر اپنی رحمت کے خزانوں کی کنجیاں تیرے حوالے کر دی ہیں تو جب چاہے دعا کر کے اس کی نعمتوں کے دروازے کھلوالے، رحمتوں کا مینہ برسوالے۔ لیکن اگر اجابتِ دعا میں دیر ہو تو مایوس نہ ہو کیونکہ قبول دعا کا مدار نیت کی صحت پر ہے۔ کبھی اجابتِ دعا میں اس لیے دیر ہوتی ہے کہ سائل کو زیادہ ثواب ملے۔ امیدوار کو زیادہ بخشش دی جائے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی مانگتا ہے اور محروم رہتا ہے، مگر جلد یا بدیر طلب سے زیادہ اسے دے دیا جاتا ہے۔ یا پھر محرومی ہی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کتنی مرادیں

الْاَبْدَانِ وَسَعَةِ الْاَرْزَاقِ ثُمَّ جَعَلَ فِي يَدَيْكَ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِهِ بِمَا اَذِنَ لَكَ فِيهِ مِنْ مَسْأَلَتِهِ فَمَتَى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَاءِ اَبْوَابَ نِعْمَتِهِ وَ اسْتَمْطَرْتَ شَآبِيبَ رَحْمَتِهِ. فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ اِبْطَاءُ اِجَابَتِهِ، فَاِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلَى قَدْرِ النِّيَّةِ. وَرُبَّمَا اُخِّرَتْ عَنْكَ الْاِجَابَةُ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّائِلِ وَ اَجْزَلَ لِعَطَاءِ الْآمِلِ وَ رُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ وَ اُوْتِيْتَ خَيْرًا مِنْهُ عَاجِلًا اَوْ آجِلًا اَوْ صُرِفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكُ دِيْنِكَ لَوْ اُوْتِيْتَهُ فَلْتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيْمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ وَ يُنْفَى عَنْكَ وَبَالُهُ وَالْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ وَلَا تَبْقَى لَهُ

وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْاٰخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ وَاَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ. وَدَارِ بُلْغَةٍ وَطَرِيْقٍ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّكَ طَرِيْدُ الْمَوْتِ الَّذِيْ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ هَارِبُهُ وَلَا يَفُوْتُهُ طَالِبُهُ وَلَا بُدَّ اَنَّهُ مُدْرِكُهُ فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرِ اَنْ يُدْرِكَكَ وَاَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُوْلَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ فَاِذَا اَنْتَ قَدْ اَهْلَكْتَ نَفْسَكَ۔

يَا بُنَيَّ، اَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ وَتُفْضِيْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِلَيْهِ حَتّٰى يَاْتِيَكَ وَقَدْ اَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ وَشَدَدْتَ لَهُ اَزْرَكَ وَلَا يَاْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ وَاِيَّاكَ اَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرٰى مِنْ اِخْلَادِ اَهْلِ الدُّنْيَا اِلَيْهَا وَتَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا فَقَدْ نَبَّاَكَ اللّٰهُ عَنْهَا وَنَعَتْ لَكَ نَفْسَهَا وَتَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيْهَا اَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ وَسِبَاعٌ ضَارِيَةٌ

ایسی ہیں کہ پوری ہو جائیں تو انسان کی عاقبت ہی برباد ہو جائے پس تیری دُعا انہی باتوں کے لیے ہو جو تیرے لیے سود مند ہیں اور جو نقصان دہ ہیں وہ دور رہیں۔ سُن لے مال و دولت بڑی چیز نہیں۔ مال تیرے لیے ہے تو مال کے لیے نہیں ہے۔

فرزند! تو آخرت کے لیے پیدا ہوا ہے نہ کہ دنیا کے لیے۔ فنا کے لیے بنا ہے نہ کہ بقا کے لیے، تو ایک ایسے مقام میں ہے جو ڈانواڈول ہے اور تیاری کرنے کی جگہ یہ محض آخرت کا راستہ ہے۔ موت تیرے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ تو لاکھ بھاگے۔ بچ نہیں سکتا۔ ایک نہ ایک دن تجھے شکار ہو جانا ہی ہے لہٰذا ہشیار رہ! کہ موت ایسی حالت میں نہ آ جائے کہ تو ابھی توبہ و انابت کی فکر ہی میں ہو اور وہ درمیان میں حائل ہو جائے۔ ایسا ہُوا تو بس تُو نے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔

فرزند! موت پر، اپنے عمل پر اور موت کے بعد کی حالت پر ہمیشہ تیرا دھیان رہے تاکہ جب اس کا پیام پہنچے تو تیرا سب کچھ پہلے سے ٹھیک ٹھاک ہو، اور تجھے اچانک اس پیام کو سُننا پڑے۔

فرزند! دنیا میں دنیاداروں کی محویت اور اس کی طلب میں ان کی سابقت تجھے فریب نہ دے۔ کیونکہ خدا نے دنیا کی حقیقت کھول دی ہے، خدا ہی نے نہیں خود دنیا نے بھی اپنے فانی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اپنی بُرائیوں پر سے نقاب اٹھا دی ہے۔ دنیادار تو بھونکنے والے کُتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں، جو ایک دوسرے پر غُراتے ہیں۔ طاقت ور کمزوروں کو کھاتے ہیں۔ بڑے چھوٹوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ان میں کچھ تو بندھے ہوئے اُونٹ ہیں جو نقصان کرنے سے مجبور ہیں اور کچھ چھُٹے ہوئے اونٹ ہیں جو ہر طرح کا نقصان کرتے پھرتے ہیں۔ ان کی عقل گم ہے۔ انجان رستوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ مصائب کی ناہموار وادیوں میں بلائیں اور آفتیں چرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے ہیں نہ کوئی ان کا گلہ بان ہے نہ رکھوالا۔ دُنیا انھیں تاریک گزرگاہوں میں لے گئی ہے، روشنی کے مینار ان کی آنکھیں

يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا، وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا، نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ، وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ، قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا، وَرَكِبَتْ مَجْهُولَهَا، سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ، لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا، وَلَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا، سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى، وَأَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى، فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا، وَغَرِقُوا فِي نِعْمَتِهَا، وَاتَّخَذُوهَا رَبًّا، فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوا بِهَا، وَنَسُوا مَا وَرَاءَهَا! رُوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ، كَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ، يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ۔ وَاعْلَمْ (يَا بُنَيَّ) أَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَإِنَّهُ يُسَارُ بِهِ وَإِنْ كَانَ وَاقِفًا، وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَإِنْ كَانَ مُقِيمًا وَادِعًا۔

وَاعْلَمْ يَقِينًا أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمَلَكَ، وَلَنْ تَعْدُوَ أَجَلَكَ، وَأَنَّكَ فِي سَبِيلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ، وَأَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ فَإِنَّهُ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرَبٍ فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ، وَلَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُومٍ۔ وَأَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَإِنْ سَاقَتْكَ إِلَى الرَّغَائِبِ فَإِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ عِوَضًا وَلَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللهُ حُرًّا، وَمَا خَيْرُ خَيْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِشَرٍّ وَيُسْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِعُسْرٍ۔

وَإِيَّاكَ أَنْ تُوجِفَ بِكَ مَطَايَا الطَّمَعِ فَتُورِدَكَ مَنَاهِلَ الْهَلَكَةِ، وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَكُونَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ ذُو نِعْمَةٍ فَافْعَلْ! فَإِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمَكَ وَآخِذٌ سَهْمَكَ، وَإِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ أَعْظَمُ

دیکھ نہیں سکتیں، دنیا کی بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں، اس کی لذتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اسی کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ وہ ان کے ساتھ کھیل رہی ہے اور وہ اس کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ افسوس انھوں نے آنیوالی زندگی بالکل فراموش کردی ہے۔ عنقریب تاریکی چھٹ جائے گی اور قافلہ منزل پر پہنچ جائے گا۔ لیل و نہار کے مرکب پر جو سوار ہے وہ تو برابر رواں دواں ہی ہے، چاہے کسی جگہ کھڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مسافر ہے۔ گو بآرام کہیں مقیم ہی کیوں نہ ہو۔

فرزند! تُو اپنی سب اُمیدوں میں کامیاب ہو نہیں سکتا۔ زندگی سے زیادہ جی نہیں سکتا، تو بھی اسی راہ پر چلا جا رہا ہے جس پر تجھ سے پہلے لوگ جا چکے ہیں۔ لہٰذا اپنی طلب میں اعتدال مدِّ نظر رکھ۔ کمائی میں سلامت روی سے تجاوز نہ کر۔ یاد رکھ کوئی طلب ایسی بھی ہوتی ہے جو حرماں نصیبی کی طرف لے جاتی ہے نہ ہر مانگنے والے کو ملتا ہے نہ ہر خود دار محروم رہتا ہے۔ ہر قسم کی ذلّت سے اپنے آپ کو بچا، چاہے وہ کیسی ہی مرغوبات کی طرف لے جانے والی ہو، کیونکہ عزّت کا معاوضہ تجھے کبھی مل ہی نہیں سکتا۔ دوسروں کا غلام نہ بن، کیونکہ خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا ہے۔ وہ بھلائی بھلائی نہیں جو برائی سے آئے، وہ دولت دولت نہیں جو ذلّت کی راہ سے حاصل ہو۔

خبردار، خبردار! تجھے حرص و ہوس ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لے جائے۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے اور خدا کے درمیان کسی کے احسان کو نہ آنے دے۔ کیونکہ تجھے تیرا حصّہ بہرحال مل کے رہے گا۔ خدا کا دیا ہوا تھوڑا، مخلوق کے دیئے ہوئے بہت سے کہیں زیادہ ہے اور شریفانہ بھی، اگرچہ مخلوق کے پاس بھی جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے۔

خاموشی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک آسان ہے مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک مشکل ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مشک کا منہ باندھ کر ہی پانی روکا جاتا ہے؟ اپنا مال نہ خرچ کرنا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے کہیں اچھا ہے۔

وَأَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ مِنْ خَلْقِهِ، وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهُ. وَتَلَافِيكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ إِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ مِنْ مَنْطِقِكَ وَحِفْظُ مَا فِي الْوِعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَاءِ، وَحِفْظُ مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِي يَدِ غَيْرِكَ. وَمَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ، وَالْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ. وَالْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ، وَرُبَّ سَاعٍ فِيمَا يَضُرُّهُ. مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ. وَمَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ. قَارِنْ أَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ. وَبَايِنْ أَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ. بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ. وَظُلْمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ. إِذَا كَانَ الرِّفْقُ خُرْقاً كَانَ الْخُرْقُ رِفْقاً. رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَاءً وَالدَّاءُ دَوَاءً. وَرُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ وَإِيَّاكَ وَالِاتِّكَالَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ الْمَوْتَى. وَالْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ، وَخَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ غُصَّةً. لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ، وَلَا كُلُّ غَائِبٍ يَئُوبُ. وَمِنَ الْفَسَادِ إِضَاعَةُ الزَّادِ وَمَفْسَدَةُ الْمَعَادِ. وَلِكُلِّ أَمْرٍ عَاقِبَةٌ. سَوْفَ يَأْتِيكَ مَا قُدِّرَ لَكَ، التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ. وَرُبَّ يَسِيرٍ أَنْمَى مِنْ كَثِيرٍ وَلَا خَيْرَ فِي مُعِينٍ مَهِينٍ وَلَا صَدِيقٍ ظَنِينٍ سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ قَعُودُهُ وَلَا تُخَاطِرْ بِشَيْءٍ رَجَاءَ أَكْثَرَ مِنْهُ. وَإِيَّاكَ أَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ! احْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ أَخِيكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى الصِّلَةِ وَعِنْدَ صُدُودِهِ عَلَى اللَّطَفِ وَالْمُقَارَبَةِ وَعِنْدَ جُمُودِهِ عَلَى الْبَذْلِ، وَعِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَى

مایوسی کی تلخی، سوال کرنے سے بہتر ہے اور آبرو کے ساتھ محنت مزدوری بدکاری کی دولت سے بہتر ہے۔ آدمی اپنا راز، خود ہی خوب چھپا سکتا ہے، کبھی آدمی اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار لیتا ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے، زیادہ غلطی کرتا ہے۔

نیکوں کی صحبت اختیار کرو، نیک ہو جاؤ گے۔ بدوں کی صحبت سے پرہیز کرو گے، بدی سے دُور رہو گے۔ حرام کھانا، بدترین کھانا ہے۔ کمزور پر ظلم کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

جب نرمی سختی بن جائے تو سختی نرمی بن جاتی ہے۔ کبھی دوا بیماری ہو جاتی ہے، اور بیماری دوا۔ کبھی بدخواہ خیرخواہی کر جاتا ہے اور خیرخواہ بدخواہی، موہوم امیدوں پر تکیہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ مُردوں کا سرمایہ ہیں۔ تجربے یاد رکھنے کا نام عقل ہے۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو نصیحت آموز ہے موقعے سے فائدہ اٹھاؤ اس سے پہلے کہ وہ تمھارے خلاف ہو جائے۔ ہر کوشش کرنیوالا کامیاب نہیں ہوتا۔

ہر جانے والا واپس نہیں آتا۔ مال کا ضائع کرنا اور عاقبت کا بگاڑنا فساد عظیم ہے۔ انسان کی قسمت مقدر ہو چکی ہے جو کچھ تیرے نوشتۂ تقدیر میں ہے جلد یا بدیر سے سامنے آجائے گا۔ تاجر ایک لحاظ سے قمار باز ہوتا ہے کبھی قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے۔

توہین کرنے والے مددگار اور سوءِ ظن رکھنے والے دوست میں ذرا بھلائی نہیں۔ جب تک زمانہ ساتھ دے زمانے کا ساتھ دو۔ حرص تجھے اندھا نہ کر دے اور عداوت تجھے بے عقل نہ بنانے پائے۔ دوست دوستی توڑے تو تم اسے جوڑ دو، وہ دوری اختیار کرے تو تم نزدیک ہو جاؤ۔ وہ سختی کرے، تو تم نرمی کرو۔ وہ غلطی کرے تو تم اس کے لیے عذر تلاش کرو۔ دوست کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گویا تم غلام ہو اور وہ آقا، لیکن خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو۔ نااہل کے ساتھ نہ ہو۔ دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ، ورنہ دوست بھی دشمن ہو جائے گا۔ دوست کو بے لاگ

الدُّنُوِّ وَعِنْدَ شِدَّتِهِ عَلَى اللِّينِ، وَعِنْدَ جُرْمِهِ عَلَى الْعُذْرِ، حَتَّى كَأَنَّكَ لَهُ عَبْدٌ وَكَأَنَّهُ ذُو نِعْمَةٍ عَلَيْكَ. وَإِيَّاكَ أَنْ تَضَعَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ أَوْ أَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ أَهْلِهِ، لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِيقِكَ صَدِيقًا، فَتُعَادِيَ صَدِيقَكَ. وَامْحَضْ أَخَاكَ النَّصِيحَةَ: حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً. وَتَجَرَّعِ الْغَيْظَ، فَإِنِّي لَمْ أَرَ جُرْعَةً أَحْلَى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا أَلَذَّ مَغَبَّةً. وَلِنْ لِمَنْ غَالَظَكَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَلِينَ لَكَ وَخُذْ عَلَى عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَى الظَّفَرَيْنِ. وَإِنْ أَرَدْتَ قَطِيعَةَ أَخِيكَ فَاسْتَبْقِ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً يَرْجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَا لَهُ ذٰلِكَ يَوْمًا مَا. وَمَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ وَلَا تُضِيعَنَّ حَقَّ أَخِيكَ اتِّكَالًا عَلَى مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ وَلَا يَكُنْ أَهْلُكَ أَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ وَلَا تَرْغَبَنَّ فِيمَنْ زَهِدَ عَنْكَ وَلَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ عَلَى مُقَاطَعَتِكَ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى صِلَتِهِ وَلَا يَكُونَنَّ عَلَى الْإِسَاءَةِ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى الْإِحْسَانِ وَلَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ فَإِنَّهُ يَسْعَى فِي مَضَرَّتِهِ وَنَفْعِكَ وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوءَهُ.

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَالْجَفَاءَ عِنْدَ الْغِنَى إِنَّ لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ مَا أَصْلَحْتَ بِهِ

نصیحت کرو اچھی لگے یا بُری لگے۔ غصّہ پی جایا کرو۔ میں نے غصّے کے جام سے زیادہ میٹھا کوئی جام نہیں دیکھا۔ جو تم سے سختی کرے، تم اس سے نرمی کرو خود بخود نرم پڑ جائے گا۔ دوستی کاٹنا ضروری ہی ہو تو بھی کچھ نہ کچھ لگاؤ باقی رکھو تاکہ جب چاہو دوستی کو جوڑ سکو۔

جو تم سے حُسنِ ظن رکھے اس کے حُسنِ ظن کو جھوٹا نہ ہونے دو۔ دوست کے حقوق اس گھمنڈ میں تلف نہ کرو کہ دوست ہے۔ کیونکہ جس کے حقوق تلف کر دیے جاتے ہیں وہ دوست نہیں رہتا۔

ایسے نہ ہو جاؤ کہ تمھارا خاندان ہی تمھارے ہاتھوں سب سے زیادہ بدبخت بن جائے۔ جو کوئی بے پروائی ظاہر کرے اس کی طرف نہ جھکو۔ دوست دوستی توڑنے میں اور تم دوستی جوڑنے میں برابر نہ ہو۔ تمھارا پلّا ہمیشہ بھاری رہے۔

نیکی سے زیادہ بدی میں تیز نہ ہو

ظالم کے ظلم سے تنگ دل نہ ہو کیونکہ وہ خود اپنا نقصان اور تمھارا نفع کر رہا ہے۔ جو تمھیں خوش کرے اس کا صلہ یہ نہیں کہ تم اُسے رنج پہنچاؤ۔

فرزند! رزق دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وہ جس کی تو جستجو کرتا ہے دوسرا وہ جو تیری جستجو کرتا ہے۔ پس اگر تو جستجو چھوڑ دے تو رزق خود ہی تیرے پاس آ جائے گا۔ دنیا میں تیرا حصّہ بس اتنا ہے، جتنے سے تو اپنی عاقبت درست کر سکے۔ اگر تو اس چیز پر رنج کرتا ہے، جو تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو ہر اس چیز پر رنج کر جو تیرے ہاتھ میں نہیں آئی ہے۔ آئندہ کو گذشتہ سے بخبر سمجھو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جن پر نصیحت نہیں، ملامت اثر کرتی ہے۔ دانا آدمی معمولی تادیب سے مان جاتا ہے۔ مگر چوپایہ مار سے باز آتا ہے۔

خواہشوں اور دل کے وسوسوں کو صبر و یقین کی عزیمتوں سے زائل کر دو۔ جو کوئی راہِ اعتدال سے تجاوز کرتا ہے بدراہ ہو جاتا ہے۔

مثواك. وإن جزعت على ما تفلّت من يديك فاجزع
على كل ما لم يصل إليك. استدل على ما لم يكن بما
قد كان فإن الأمور أشباه، ولا تكونن ممن لا
تنفعه العظة إلا إذا بالغت في إيلامه فإن العاقل
يتعظ بالآداب والبهائم لا تتعظ إلا بالضرب.
اطرح عنك واردات الهموم بعزائم الصبر
وحسن اليقين. من ترك القصد جار. والصاحب
مناسب. والصديق من صدق غيبه. والهوى
شريك العناء. رب بعيد أقرب من قريب.
والغريب من لم يكن له حبيب. من تعدى
الحق ضاق مذهبه. ومن اقتصر على قدره كان
أبقى له. وأوثق سبب أخذت به سبب بينك
وبين الله. ومن لم يبالك فهو عدوك. قد
يكون اليأس إدراكا إذا كان الطمع هلاكا.
ليس كل عورة تظهر. ولا كل فرصة تصاب.
وربما أخطأ البصير قصده وأصاب الأعمى
رشده. أخر الشر، فإنك إذا شئت تعجلته.
وقطيعة الجاهل تعدل صلة العاقل. من أمن
الزمان خانه. ومن أعظمه أهانه. ليس كل من
رمى أصاب. إذا تغير السلطان تغير الزمان. سل
عن الرفيق قبل الطريق. وعن الجار قبل الدار.
إياك أن تذكر من الكلام ما كان مضحكا وإن حكيت
ذلك عن غيرك. وإياك ومشاورة النساء فإن
رأيهن إلى أفن. وعزمهن إلى وهن. واكفف
عليهن من أبصارهن بحجابك إياهن فإن

دوست رشتہ دار کی طرح ہے، سچا دوست وہی ہے جو پیٹھ پیچھے حقِ دوستی ادا کرے۔

نفس کی خواہشوں اور بدبختیوں میں ساجھا ہے۔

کتنے اپنے ہیں جو غیروں سے زیادہ غیر ہیں اور کتنے غیر ہیں جو اپنوں سے زیادہ عزیز ہیں۔

پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

جس نے راہِ حق چھوڑ دی اس کا رستہ تنگ ہے: جو اپنی حیثیت پر رہتا ہے اس کی عزت باقی رہتی ہے۔ سب سے زیادہ مضبوط تعلق وہ ہے جو آدمی اور خدا کے مابین ہے۔ جو کوئی تیری پروا نہیں کرتا، وہ تیرا دشمن ہے۔ جب امید میں موت ہو تو ناامیدی زندگی بن جاتی ہے۔ نہ ہر عیب ظاہر ہوتا ہے نہ ہر موقع سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کبھی آنکھوں والا ٹھوکر کھاتا ہے اور اندھا سیدھی راہ چلا جاتا ہے۔ بدی کو دُور رکھو کیونکہ جب چاہو گے لوٹ آئے گی۔ احمق سے دوستی کاٹنا عقلمند سے دوستی جوڑنے کے برابر ہے۔

جو دنیا پر بھروسہ کرتا ہے، دنیا اس سے بے وفائی کرجاتی ہے اور جو دُنیا کو بڑھاتا ہے دنیا اُسے گرا دیتی ہے۔ ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ جب حاکم بدلتا ہے تو زمانہ بھی بدل جاتا ہے۔ سفر سے پہلے سفر کے ساتھیوں کو دیکھ لو۔ ٹھہرنے سے پہلے پڑوسیوں کی جانچ کر لو۔

خبردار! تمھاری گفتگو میں ہنسانے والی کوئی بات نہ ہو، اگرچہ کسی دوسرے کا مقولہ ہی کیوں نہ ہو۔

خبردار! عورتوں سے مشورہ نہ کرنا، کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے۔ اور ارادہ ضعیف۔ پردے میں بٹھا کر اُن کی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ بداطوار لوگوں کی ان میں آمد و رفت ان کے بے پردہ رہنے سے

شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَى عَلَيْهِنَّ، وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا يُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ فَافْعَلْ۔ وَلَا تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ۔ وَلَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا وَلَا تُطْمِعْهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ لِغَيْرِهَا۔ وَإِيَّاكَ وَالتَّغَايُرَ فِي غَيْرَةٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَدْعُو الصَّحِيحَةَ إِلَى السُّقْمِ وَالْبَرِيئَةَ إِلَى الرِّيَبِ وَاجْعَلْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلًا تَأْخُذُهُ بِهِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ لَا يَتَوَاكَلُوا فِي خِدْمَتِكَ وَأَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ وَأَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ وَيَدُكَ الَّتِي بِهَا تَصُولُ:۔

إِسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ وَأَسْأَلُهُ خَيْرَ الْقَضَاءِ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَالْآجِلَةِ، وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ وَالسَّلَامُ!

زیادہ خطرناک ہے جتنی الوسع اپنے سوا کسی سے انھیں مطلب نہ رکھنے دو۔ عورت کو اس کی ذات کے سوا کسی بات میں خود مختار نہ ہونے دو، کیونکہ عورت پھول ہے جلاد نہیں ہے۔ عورت کو لوگوں کی سفارش کرنے کا عادی نہ بناؤ۔ بے جا رقابت ظاہر نہ کرو، کیونکہ اس سے پاک باز اور بے لاگ عورت کی بھی بُرائی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

اپنے نوکروں میں سے ہر ایک کے ذمّے کوئی نہ کوئی کام رکھو تاکہ وہ تمھاری خدمت کو ایک دوسرے پر نہ ٹالیں۔

اپنے کنبے کی عزّت کرو، کیونکہ وہ تمھارا بازو ہے، جس سے اُڑتے ہو بنیاد ہے جس پر ٹھہرتے ہو، ہاتھ ہے جس سے لڑتے ہو۔

فرزند! میں تیری دنیا و عقبیٰ خدا کے سپرد کرتا ہوں اور دونوں جہان میں اس ذاتِ برتر سے تیرے لیے فلاح و بہبود کی دُعا کرتا ہوں۔

والسلام

یہ وصیت نامہ "حاضرین" (علاقہ صفین) میں واپسی۔ جنگ صفین کے وقت لکھا تھا۔ ابن عبدربہ نے "العقد الفرید" طبع مصر ۱۳۳۱ھ جلد اول صفحہ ۳۰۱ پر لکھا ہے ضمن کتاب کے علاوہ نہ معلوم کتنی مرتبہ اشاعت اور نہ معلوم کتنی زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکا ہے

۳۲۔ معاویہ کے نام ایک اہم خط[1]

وَأَرْدَيْتَ جِيلاً مِنَ النَّاسِ كَثِيراً خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَأَلْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجِ بَحْرِكَ تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ، وَتَتَلَاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ فَجَازُوا عَنْ وِجْهَتِهِمْ وَنَكَصُوا عَلَى أَعْقَابِهِمْ

"تم نے انسانوں کی ایک پوری نسل گمراہ اور ہلاک کر ڈالی ہے اپنی ضلالت سے دھوکہ دیا اور اپنے باطل کے سمندر کی موجوں پر انھیں ڈال دیا ہے اس سمندر میں گھٹاٹوپ اندھیرے ان پر چھائے ہوئے ہیں اور شبہات لہریں انھیں اٹھائے تلاطم مچا رہی ہیں۔ وہ نکلے تھے حق کی طلب میں مگر پڑ گئے باطل کی ڈگر پر۔ اُلٹے پاؤں لوٹ گئے۔

---

[1] اس خط کا پہلا حصہ وہ ہے جسے ابن ابی الحدید نے جلد رابع مصر کے ص ۵۰ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

اللہ کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام :۔

اَمّا بعد دُنیا اس کے سوا کیا ہے کہ تجارت کی جگہ ہے اور دنیا کا نفع نقصان آخرت ہے۔ پس خوش قسمت ہے وہ جس کا مال تجارت اس دنیا میں عمل صالح ہے اور جو دنیا کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھتا اور اس کی حقیقت جانتا ہے۔

میں تمھیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں، حالانکہ تمھارا حشر مجھے معلوم ہے۔ تمھارے حق میں خدا کا فیصلہ کیسے بدل سکتا ہے ؛ لیکن خدا نے علماء کے لیے ضروری ٹھہرا دیا ہے کہ علم کی امانت ادا کرتے، نیک و بد بتاتے اور سب کو اچھی نصیحت کرتے رہیں۔ اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو خدا کو خاطر میں نہیں لاتے اور جن پر کلمۂ عذاب نافذ ہو چکا ہے یاد رکھو خدا تاک میں ہے اور تمھاری یہ دنیا جلد ہی تم سے منہ موڑ لینے والی تمھارے لیے سامانِ حسرت بن جانے والی ہے پس اپنی گمراہی ضلالت سے باز آؤ۔ خصوصاً اب کہ بوڑھے ہو چکے ہو عمر ختم ہونے پر آ گئی ہے تمھارا حال تو اس سڑے پھونس کپڑے جیسا ہو چکا ہے کہ ایک طرف اسے اُسے سیدھا کیا جاتا ہے تو دوسری طرف سے گلنے لگتا ہے — تم نے انسانوں الخ

معاویہ نے مذکورہ خط کا جواب گستاخی سے دیا اور قتل کی دھمکی بھی دی۔ اس پر امیر المؤمنین نے لکھا :۔

جس گرمی کا تم اظہار کرتے ہو۔ وہ تمھارے قبیلے اور خاندان کی قدیم گرمی کے مشابہ ہے۔ کفر اور باطل آرزوؤں نے تمھارے رشتہ داروں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد پر کھڑا کیا تھا نتیجہ تو تم جانتے ہی ہو کیا ہُوا سب کے سب کھیت رہے اور ان سے کچھ بھی بنائے نہ بنی۔ ایسے موقعوں پر مجھی سے ان کا سابقہ پڑا کرتا تھا میں ہی ان سے لڑا کرتا تھا۔ ان کا حسد میری تلوار ہی نے توڑا تھا۔ ان کے سرداروں کو — ضلالت کے سرداروں کو — میرے ہی ہاتھوں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور اب انشاء اللہ ان کی اولاد کو میں ہی ان بزرگوں سے ملا دینے والا ہوں گا کیسی بُری اولاد ہے۔ وہ اولاد جو ان بدترین اجداد کے پیچھے چلا دی جائے گی، جن کا پڑاؤ دوزخ میں ہو چکا ہے۔ والسلام (ابن ابی الحدید ص ۵۱۔ جلد رابع۔ م)

وَنَكَصُوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ وَعَوَّلُوا عَلَى أَحْسَابِهِمْ إِلَّا مَنْ فَاءَ مِنْ أَهْلِ الْبَصَائِرِ فَإِنَّهُمْ فَارَقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ وَهَرَبُوا إِلَى اللّٰهِ مِنْ مُوَازَرَتِكَ إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ۔

فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ وَالْآخِرَةَ قَرِيبَةٌ مِنْكَ - وَالسَّلَامُ!

منہ گھما کر چل پڑے اور اپنے قبائلی حسب و نسب کو کافی سمجھ بیٹھے۔ مگر کچھ اہلِ بصیرت بھی تھے۔ انھوں نے تمھیں ٹھونک بجا کے دیکھا۔ اور تم سے الگ ہو گئے۔ تمھاری امداد و اعانت سے کٹ کر اللہ کی طرف نکل بھاگے، کیونکہ تم انھیں مشکلات میں ڈال چکے تھے اور راہِ راست سے دُور ہٹائے گئے تھے۔

اے معاویہ اپنے نفس کے معاملے میں خدا سے ڈر شیطان کے ہاتھ سے اپنی مہار چھین لے۔ اس لیے کہ دنیا جلد ہی تجھ سے منقطع ہو جانے والی ہے، یاد رکھ آخرت تجھ سے بہت قریب ہے ۔ والسلام

۳۳ قُثم بن عباسؓ گورنر مکہ کے نام

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ (يُعْلِمُنِي) أَنَّهُ وُجِّهَ إِلَى الْمَوْسِمِ أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ - الْعُمْيِ الْقُلُوبِ الصُّمِّ الْأَسْمَاعِ الْكُمْهِ الْأَبْصَارِ - الَّذِينَ يَلْتَمِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّينِ - وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِآجِلِ الْأَبْرَارِ (وَ) الْمُتَّقِينَ، وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ وَلَا يُجْزَى جَزَاءَ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ - فَأَقِمْ عَلَى مَا فِي يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ، وَالنَّاصِحِ اللَّبِيبِ (وَ) التَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ، الْمُطِيعِ لِإِمَامِهِ - وَإِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ! وَلَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَاءِ بَطِرًا وَلَا عِنْدَ الْبَأْسَاءِ فَشِلًا!

وَالسَّلَامُ۔

مغربی[1] ممالک میں میرے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ موسمِ حج میں شام کے بھی کچھ لوگ شریک ہوں گے۔ فساد پھیلانے کے لیے انھیں بھیجا گیا ہے۔ یہ لوگ دل کے اندھے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں سے پٹ ہیں۔ باطل کی راہ سے حق تلاش کرتے ہیں۔ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں۔ دین بیچ کے دُنیا کی گائے دوہتے ہیں۔ ابرار و اتقیاء کو آخرت میں ملنے والے ثواب پر دُنیا کے فوری فائدوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یاد رہے بھلائی اسی کو ملتی ہے جو نیکی کے کام کرتا ہے۔ اور شر اُسی کے حصّے میں آتا ہے جو بدی سے آلودہ رہتا ہے۔ تم ہوشیار رہو۔ اپنے منصب کے فرائض اس آدمی کی طرح پورے کرو۔ جو تدبّر کے ساتھ مضبوط بنا ہے۔ خیر خواہی کے ساتھ عقل سے کام لیتا ہے۔ اپنے حاکم کا حکم بجا لاتا ہے اور اپنے امام کی اطاعت کرتا ہے۔ خبردار! ایسا کوئی کام نہ کرنا کہ معذرت کی ضرورت پڑے۔ خبردار، ایسے نہ ہو جانا کہ خوش حالی میں اتراؤ اور جب مشکل پیش آئے تو ناکارہ ثابت ہو۔

والسلام

۱؎ مرد شام ۔ م ۔ فیض الاسلام ۔

۳۴۔ محمدؐ بن ابی بکرؓ کی دلجوئی کے لیے

امیرالمومنینؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کی جگہ مالک اشتر نخعی کو مصر کا گورنر بنایا تو خبر ملی کہ محمد بہت غمگین ہیں۔ اس دوران میں مالک مصر پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ امیرالمومنین نے محمد کو لکھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِيحِ الْأَشْتَرِ إِلَى عَمَلِكَ، وَإِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ذٰلِكَ اسْتِبْطَاءً لَكَ فِي الْجَهْدِ، وَلَا ازْدِيَاداً فِي الْجِدِّ، وَلَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطَانِكَ لَوَلَّيْتُكَ مَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَعْجَبُ إِلَيْكَ وِلَايَةً. إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلَّيْتُهُ أَمْرَ مِصْرَ كَانَ رَجُلاً لَنَا نَاصِحاً وَعَلَى عَدُوِّنَا شَدِيداً، فَرَحِمَهُ اللّٰهُ فَلَقَدِ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ وَلَاقَى حِمَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ، أَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهُ وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ، فَأَصْحِرْ لِعَدُوِّكَ وَامْضِ عَلَى بَصِيرَتِكَ وَشَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَكَ وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ وَأَكْثِرِ الْاِسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ يَكْفِكَ مَا أَهَمَّكَ وَيُعِنْكَ عَلَى مَا نَزَلَ بِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ!

(رضی رح)

اشتر، کی وجہ سے تمھارے ملال خاطر کا حال معلوم ہوا۔ میں نے اشتر کو تمھاری جگہ اس لیے نہیں دی تھی کہ تمھیں کمزور یا نااہل سمجھتا تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ اس عہدے کے بدلے تمھیں ایسا عہدہ دوں، جس کا معاملہ آسان ہو اور تمھیں مصر کی حکومت سے زیادہ پسند آئے۔

جس شخص کو میں نے مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، وہ ہمارا بڑا خیر خواہ اور دشمن پر بہت سخت تھا، خدا کی رحمت ہو اس پر اس نے اپنے دن پورے کر لیے اور اپنی موت کو لبیک کہا۔ ہم اس سے رضامند ہیں۔ خدا کی رضامندیاں بھی اس کے شامل حال ہوں اور زیادہ سے زیادہ ثواب اس کے حصے میں آئے۔

اب تم یہ کرو کہ دشمن کے مقابلے میں نکلو۔ اپنی بصیرت پر گامزن ہو اور جو کوئی تم سے لڑے، اس کے لیے تیار رہو۔ اپنے رب کے رستے کی طرف دعوت دو اور خدا سے برابر مدد کی التجائیں کرتے رہو۔ وہ تمھاری مدد کرے گا۔ اور تمھاری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ ان شاءاللہ۔

۳۵ - محمدؓ بن ابی بکرؓ کے قتل پر عبداللہ بن عباسؓ کو خط

أَمَّا بَعْدُ - فَإِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ قَدِ اسْتُشْهِدَ فَعِنْدَ اللهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَدًا نَاصِحًا، وَعَامِلًا كَادِحًا - وَسَيْفًا قَاطِعًا، وَرُكْنًا دَافِعًا - وَقَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلَى لِحَاقِهِ وَأَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهِ قَبْلَ الْوَاقِعَةِ وَدَعَوْتُهُمْ سِرًّا وَجَهْرًا وَعَوْدًا وَبَدْءًا: فَمِنْهُمُ الْآتِي كَارِهًا. وَمِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا - وَمِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلًا - أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا، فَوَاللهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ وَتَوْطِينِي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَبْقَى مَعَ هٰؤُلَاءِ يَوْمًا وَاحِدًا - وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَدًا۔

دشمن نے مصر فتح کر لیا اور اللہ کی رحمت ہو محمد بن ابی بکرؓ پر جو شہید ہو گیا۔ اس خیرخواہ فرزند[1] کی شہادت کا ثواب ہمارے لیے خدا ہی کے پاس ہے۔ یہ فرزند زبردست جدوجہد کرنے والا تھا۔ تیغ براں تھا۔ مدافعت کا ستون تھا۔ حادثے سے پہلے میں نے لوگوں کو اس کی حمایت میں کھڑے ہونے کے لیے ہر ممکن طریقے سے ابھارا۔ علانیہ اور خفیہ دعوتیں دیں۔ جوش دلانے میں کسر نہ اٹھا رکھی مگر ہوا یہ کہ جو آئے تھے دل کی ناخوشی سے آئے تھے۔ کچھ لوگوں نے جھوٹے عذر کر دیے اور کچھ لوگ پاؤں توڑ کے بیٹھ رہے۔ خدا سے دعا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے چھٹکارا دے دے۔ جلد سے جلد چھٹکارا دے دے۔ اگر دشمن سے دوبدو جنگ کرتے ہوئے شہادت کی آرزو نہ ہوتی اور مر جانے پر دل ٹھہر چکا ہوتا تو میں ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزارتا۔ ان سے ملنے کی میرے دل میں کبھی خواہش ہی پیدا نہ ہوتی۔

---

[1] فرزند اس لیے فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی وفات پر امیرالمومنینؑ نے محمد کی والدہ سے شادی کر لی تھی اور محمد کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔

۳۶- عقیل بن ابی طالب کے خط کا جواب

الی اخیه عقیل بن ابی طالب فی ذکر جیش انفذه الی بعض الاعداء و هو جواب کتاب کتبه الیه عقیل :-

فَسَرَّحْتُ اِلَیْهِ جَیْشًا کَثِیْفًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَمَّا بَلَغَهٗ ذٰلِکَ شَمَّرَ هَارِبًا وَ نَکَصَ نَادِمًا فَلَحِقُوْهُ بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ وَ قَدْ طَفَّلَتِ الشَّمْسُ لِلْاِیَابِ، فَاقْتَتَلُوْا شَیْئًا کَلَا وَ لَا فَمَا کَانَ اِلَّا کَمَوْقِفِ سَاعَةٍ حَتّٰی نَجَا جَرِیْضًا بَعْدَ مَا اُخِذَ مِنْهُ بِالْمُخَنَّقِ وَ لَمْ یَبْقَ مِنْهُ غَیْرُ الرَّمَقِ، فَلَاْیًا بِلَاْیٍ مَا نَجَا۔ فَدَعْ عَنْکَ قُرَیْشًا وَ تَرْکَاضَهُمْ فِی الضَّلَالِ وَ تَجْوَالَهُمْ فِی الشِّقَاقِ وَ جِمَاحَهُمْ فِی التِّیْهِ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰی حَرْبِیْ کَاِجْمَاعِهِمْ عَلٰی حَرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ قَبْلِیْ، فَجَزَتْ قُرَیْشًا عَنِّی الْجَوَازِیْ فَقَدْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ وَ سَلَبُوْنِیْ سُلْطَانَ ابْنِ اُمِّیْ۔ وَ اَمَّا مَا سَاَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَّاْیِیْ فِی الْقِتَالِ فَاِنَّ رَاْیِیْ قِتَالُ الْمُحِلِّیْنَ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰهَ لَا یَزِیْدُنِیْ کَثْرَةُ النَّاسِ حَوْلِیْ عِزَّةً وَّ لَا تَفَرُّقُهُمْ عَنِّیْ وَحْشَةً وَ لَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ اَبِیْکَ ۔ وَ لَوْ اَسْلَمَهُ النَّاسُ مُتَضَرِّعًا مُتَخَشِّعًا وَ لَا مُقِرًّا لِلضَّیْمِ وَاهِنًا وَ لَا سَلِسَ الزِّمَامِ لِلْقَائِدِ، وَ لَا وَطِیْءَ الظَّهْرِ لِلرَّاکِبِ الْمُتَقَعِّدِ ۔ وَ لٰکِنَّهٗ کَمَا قَالَ اَخُوْ بَنِیْ سُلَیْمٍ

فَاِنْ تَسْاَلِیْنِیْ: کَیْفَ اَنْتَ؟ فَاِنَّنِیْ ٭ صَبُوْرٌ عَلٰی رَیْبِ الزَّمَانِ صَلِیْبُ
یَعِزُّ عَلَیَّ اَنْ تُرٰی بِیْ کَاٰبَةٌ ٭ فَیَشْمَتَ عَادٍ اَوْ یُسَاءَ حَبِیْبُ ۔

میں نے دشمن کے مقابلے پر ایک بڑی فوج بھیجی تھی۔ فوج کی خبر پاتے ہی وہ بھاگ نکلا۔ مگر فوج نے رستے میں آلیا۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ ایک ہی جھڑپ ہوئی تھی کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلا۔

تم قریش کو گمرہی میں دوڑنے دو، پھوٹ میں جولانی کرنے دو، غرور میں ان کی منہ زوری کی پروا نہ کرو۔ انھوں نے میری جنگ پر بھی اسی طرح ایکا کر لیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جنگ پر ایک ہو گئے تھے۔ خدا قریش سے میرا بدلہ لے۔ انھوں نے میرا رشتہ کاٹا اور میری ماں کے بیٹے کی حکومت مجھ سے چھینی۔[1]

تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ گمراہوں سے برابر جنگ کرتے رہنا چاہیے، یہاں تک کہ خدا کے حضور پہنچ جاؤں۔ اپنے گرد لوگوں کی کثرت دیکھ کر نہ میرا حوصلہ بڑھتا ہے نہ ان کے چھوڑ کر بکھر جانے سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ خبردار! اپنے باپ کے بیٹے کو اگرچہ سب لوگ چھوڑ دیں کبھی لرزاں و ترساں خیال نہ کرنا کسی حال میں بھی اُسے خوف سے کانپنے والا، ذلّت کی طرف جھکنے والا، ہمت ہار کے بیٹھ جانے والا نہ پاؤ گے۔ وہ اپنی لگام کسی کے ہاتھ میں دینے والا نہیں بلکہ وہ ویسا ہے جیسا بنی سلیم کے شاعر نے کہا ہے ؎

فان تسألینی کیف انت فاننی ٭ صبور علی ریب الزمان صلیب
(محبوبہ اگر تو میرا حال پوچھتی ہے تو سُن میں زمانے کے صدموں کا مقابلہ مضبوطی سے کر رہا ہوں)
یعز علی ان تری بی کآبة ٭ فیشمت عاد او یساء حبیب
(مجھے گوارا نہیں کہ اداس ظاہر ہوں جس پر دشمن خوش ہوں اور دوست کڑھیں)

[1] امیرالمومنینؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش کی تھی اور آپؐ نے فرمایا تھا میری ماں کے بعد فاطمہ میری ماں ہیں۔ اسی لیے امیرالمومنین نے یہ لفظ استعمال کیے ہیں ۔

۳۷۔ معاویہ کے نام ایک اہم خط

زیرِ نظر خط، گذشتہ دونوں اشاعتوں میں دو اجزا پر مشتمل تھا، جس کا پہلا جزو، سید رضی رحمہ اللہ کی ترتیب میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ وہ حصہ ابن ابی الحدید کی ترتیب سے لیا گیا تھا۔ میں نے یہاں صرف سید رضی کی ترتیب کے پیشِ نظر اس حصے کو خارج کر کے، ضمیمے میں شامل کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اس جز کا شمول اصل نہج البلاغہ میں مناسب نہیں۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ وَالْحَيْرَةِ الْمُتَّبَعَةِ مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ، وَاطِّرَاحِ الْوَثَائِقِ الَّتِي هِيَ لِلّٰهِ طِلْبَةٌ، وَعَلَى عِبَادِهِ حُجَّةٌ. فَأَمَّا إِكْثَارُكَ الْحِجَاجَ فِي عُثْمَانَ وَقَتَلَتِهِ، فَإِنَّكَ إِنَّمَا نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ، وَخَذَلْتَهُ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهُ.

وَالسَّلَامُ!

سبحان اللہ! بدعتی خواہشوں سے تمہاری وابستگی کتنی گہری ہے اور بے راہروی میں تمہارے قدم کیسے تیز ہیں۔ ساتھ ہی حقائق کو ضائع کرنا اور ان وثائق کو پس پشت ڈال دینا بھی ہے جو رضائے الٰہی کے لیے مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔

عثمانؓ اور ان کے قاتلوں کے بارے میں تمہارے اس مسلسل جدل کی حقیقت یہ ہے کہ عثمانؓ کی مدد پر تم اس وقت کھڑے ہوئے جب یہ مدد خود تمہارے اپنے لیے تھی۔ مگر عثمانؓ کو تم نے اس وقت چھوڑے رکھا جب تمہاری مدد اُن کے لیے کام آسکتی تھی۔

۳۸۔ اہلِ مصر کے نام خط

جب اشترؔ کو اُن کا گورنر بنایا

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ غَضِبُوا لِلّٰهِ حِينَ عُصِيَ فِي أَرْضِهِ وَذُهِبَ بِحَقِّهِ فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهُ عَلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَالْمُقِيمِ وَالظَّاعِنِ فَلَا مَعْرُوفٌ يُسْتَرَاحُ إِلَيْهِ وَلَا مُنْكَرٌ يُتَنَاهَى عَنْهُ۔

أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْداً مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَا يَنَامُ أَيَّامَ الْخَوْفِ وَلَا يَنْكُلُ عَنِ الْأَعْدَاءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ أَشَدُّ عَلَى الْكُفَّارِ مِنْ حَرِيقِ النَّارِ وَهُوَ "مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ أَخُو مَذْحِجٍ" فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ، فِيمَا طَابَقَ الْحَقَّ فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ لَا كَلِيلُ الظُّبَةِ وَلَا نَابِي الضَّرِيبَةِ۔ فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تَنْفِرُوا فَانْفِرُوا وَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَأَقِيمُوا فَإِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ إِلَّا عَنْ أَمْرِي وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِهِ عَلَى نَفْسِي لِنَصِيحَتِهِ لَكُمْ وَشِدَّةِ شَكِيمَتِهِ عَلَى عَدُوِّكُمْ۔

اللہ کے بندے، علی امیر المومنین ؓ کا خط ان لوگوں کے نام جو خدا کے لیے اس وقت غضب ناک ہوئے جب خدا کی نافرمانی زمین پر ہو رہی تھی۔ خدا کا حق اُٹھ گیا تھا، ظلم نے اپنی طنابیں نیک اور فاجر پر تان دی تھیں۔ نہ نیکی پر عمل کیا جاتا تھا، نہ منکر سے اجتناب کیا جاتا تھا۔

امّا بعد میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ تمھاری طرف بھیجا ہے جو اندیشے کے دنوں میں سوتا نہیں۔ خوف کی گھڑی میں دشمن سے ڈرتا نہیں۔ فاجروں پر بلائے بے درماں ہے وہ مالک بن الحارث مذحجی ہے تم اس کی سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو اگر حق کے مطابق ہو۔ یہ شخص اللہ کی تلوار ہے ایسی تلوار جس کی باڑھ نہ کند ہوتی ہے، نہ کاٹ میں کمی کرتی ہے۔ اگر وہ تمھیں حکم دے کہ چلو، تو چل پڑو۔ حکم دے کہ بیٹھے رہو تو بیٹھے رہو، کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھے گا نہ پیچھے ہٹے گا۔ نہ کوئی پس و پیش کرے گا۔ مجھے خود اس شخص کی ضرورت تھی۔ مگر میں نے اپنے مقابلے میں ترجیح دی۔ وہ تمھاری خیر خواہی کرے گا اور تمھارے دشمن پر بہت سخت ثابت ہوگا۔

۳۹۔ عمرو[1] بن العاص کے نام ایک خط

امیرالمؤمنین کے ناصحانہ خط کا عمروؓ پر کچھ اثر نہ ہُوا۔ بلکہ مطالبہ کیا کہ خلافت سے دست بردار ہو کر اُس کا فیصلہ مسلمانوں کے مشورہ پر کر دیں۔ اس پر امیرالمؤمنین نے لکھا۔

فَإِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعاً لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهُ مَهْتُوكٍ سِتْرُهُ يَشِينُ الْكَرِيمَ بِمَجْلِسِهِ وَيُسَفِّهُ الْحَلِيمَ بِخِلْطَتِهِ فَاتَّبَعْتَ أَثَرَهُ وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ يَلُوذُ إِلَى مَخَالِبِهِ وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيسَتِهِ فَأَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ وَلَوْ بِالْحَقِّ أَخَذْتَ أَدْرَكْتَ مَا طَلَبْتَ فَإِنْ يُمَكِّنِّي مِنْكَ وَمِنِ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا وَإِنْ تُعْجِزَا (نِي) وَتَبْقَيَا فَمَا أَمَامَكُمَا شَرٌّ لَكُمَا۔

وَالسَّلَامُ!

تم نے بس یہ کیا ہے کہ اپنا دین ایک ایسے شخص کی دُنیا کے پیچھے لگا دیا ہے جس کی گمراہی ظاہر ہو چکی ہے جس کا پردہ اُٹھ چکا ہے، جس کی ہم جلیسی سے شریف کو دھبّہ لگتا ہے اور جس کی ہم نشینی سے عقلمند بھی بے سمجھ بن جاتا ہے۔ تم نے اس شخص کے نقشِ قدم کی پیروی اس طرح کی ہے جس طرح کُتّا شیر کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اس کے چنگلوں کی پناہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کی جھوٹن کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ دراصل تم نے اپنی دنیا بھی گنوا دی ہے اور آخرت بھی کھو بیٹھے ہو، حالانکہ اگر تم حق پر استوار رہتے تو اپنی مراد تک ضرور پہنچ جاتے اگر خدا نے تمھیں اور معاویہ کو میرے ہاتھ میں کر دیا تو تمھارے اعمال کی تمھیں سزا دوں گا لیکن اگر تم دونوں میرے ہاتھ سے بچ گئے تو خدا کے پاس جو کچھ تمھارے لیے تیار ہے وہ کہیں زیادہ بھیانک ہے![2]

---

[1] "عمرو" میں واؤ لکھا جاتا ہے، مگر پڑھا نہیں جاتا۔ لہٰذا تلفظ "عمر" کرنا چاہیئے۔

[2] عمرو بن العاص فاتح مصر حضرت عثمان کے سب سے بڑے مخالفوں میں تھے مگر قتل کے بعد اس شرط پر امیر معاویہ سے مل گئے کہ زندگی بھر مصر پر حکومت کریں گے حضرت امیر علیہ السلام نے اسی حرکت پر نصیحت فرمائی ہے۔

دُنیا اپنے ماسوا سے غافل کر دینے والی ہے۔ دُنیا کی حالت یہ ہے کہ دنیادار کو جب کوئی چیز حاصل ہو جاتی ہے تو حرص و شوق کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔ دنیا والا حاصل ہو جانے والی چیزوں پر قانع نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ حاصل نہیں ہُوا ہے اس کی طلب میں سرگرداں پھرنے لگتا ہے۔ پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ حاصل کر چکا ہے اس سے یک لخت جدائی اور کچھ بنا چکا ہے اس کے تار تار کی ریخت! خوش نصیب وہ ہے جو غیر کی حالت سے نصیحت کرتا ہے۔ لہٰذا اے ابوعبداللہ! اپنے اس اجر کو ضائع نہ ہونے دو اور معاویہ کے ساتھ اس کے باطل میں شریک نہ ہو کیونکہ معاویہ نے لوگوں کی حق تلفی کی ہے اور مخلوق کو بے وقوف بنا ڈالا ہے۔

۴۰ - ایک عہدہ دار کے نام خط

حساب پیش کرو!

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ

بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ۔

مجھے ایک خبر ملی ہے، اگر سچی ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کرلیا ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ہے۔ اپنی امانت گنوادی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ تم نے ملک اُجاڑ دیا ہے۔ جو کچھ تمھارے پاؤں کے نیچے تھا اُسے ہتیا لیا ہے، اور کچھ تمھارے ہاتھ میں تھا، اُسے ہڑپ کر گئے ہو۔ لہذا اپنا حساب میرے پاس بھیجو اور یقین کرو، خدا کا حساب آدمیوں کے حساب سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔

۴۱۔ ایک عہدہ دار کے نام مکتوب[1]

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي وَمُوَازَرَتِي وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ؛ فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ وَأَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ۔ وَهٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ فَنَكَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ۔ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِينَ وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِينَ، وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِينَ۔ فَلَا ابْنَ عَمِّكَ آسَيْتَ وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَّيْتَ وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنِ اللّٰهَ تُرِيدُ بِجِهَادِكَ وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ۔ وَكَأَنَّكَ إِنَّمَا كُنْتَ تَكِيدُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ فَلَمَّا أَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِي خِيَانَةِ الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ۔ وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ۔ وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْمَصُونَةِ لِأَرَامِلِهِمْ وَأَيْتَامِهِمُ اخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْأَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَى الْكَسِيرَةَ فَحَمَلْتَهُ إِلَى الْحِجَازِ رَحِيبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ مِنْ أَخْذِهِ كَأَنَّكَ لَا أَبَا لِغَيْرِكَ حَدَرْتَ إِلَى أَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ أَبِيكَ وَأُمِّكَ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! أَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ؟ أَوَمَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ؛

میں نے تمھیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا۔ اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ خود اپنے خاندان کے بھی کسی آدمی کو تم سے زیادہ اپنی خیرخواہی مددگاری اور امانت کی حفاظت میں قابلِ اعتماد نہ سمجھا تھا لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمھارے چچا کے بیٹے کے خلاف سخت ہوگیا ہے۔ دشمن کا زور بڑھ رہا ہے۔ قوم کی امانت فساد کا شکار بن گئی ہے اُمّت آوارہ اور بے سری ہوگئی ہے تو تم نے بھی اپنے چچیرے بھائی سے نگاہیں پھیر لیں۔ کٹنے والوں کے ساتھ کٹ گئے۔ بے وفاؤں کے ساتھ بے وفا بن گئے۔ غداروں کے ساتھ غداری کی ڈگر پر چل پڑے۔ تم نے نہ اپنے چچیرے بھائی کی رفاقت کی نہ اپنی امانت ادا کی، گویا اپنے جہاد سے تم خدا کی رضامندی نہیں چاہتے تھے گویا اپنے پروردگار کی طرف سے تم کسی کھلی روشنی پر نہ تھے، گویا اس امت کو اس کی دنیا میں تم دھوکا دینا اور غفلت میں پا کے اس کا مالِ غنیمت ہڑپ کر جانا چاہتے تھے، اسی لیے جب خیانت نے موقع دیا تو تم نے جست لگائی اور اُمت کا وہ سب مال اڑا لیا جس تک تمھارا ہاتھ پہنچ سکا، حالانکہ یہ مال اُمّت کی بیواؤں اور یتیموں کے لیے رکھا گیا تھا، تم امّت کے مال پر اسی طرح جھپٹ پڑے جس طرح تیز طرّار بھیڑیا، زخمی مجبور بکری کو چھاپ پڑتا ہے۔ پھر تم اس مال کو اس خوشدلی اور خندہ پیشانی سے حجاز لے گئے جس میں ذرا ندامت نہ تھی۔ ضمیر کی ذرا ملامت نہ تھی! تیرے غیر کا بُرا ہو! تو اس مال کو اپنے گھر اس طرح لے گیا جیسے تیرے باپ یا ماں کا ترکہ ہے! سبحان اللہ! کیا قیامت پر سے بھی تیرا ایمان اُٹھ گیا ہے۔ کیا خدا کے حضور حساب دینے کا خوف بھی تیرے دل سے نکل چکا ہے؟

اے شخص! جسے ہم عقلمند سمجھا کرتے تھے تیرے جی کو کھانا پانی کیسے لگتا

[1] یہ تحقیق نہ ہوسکا۔ خط کس کے نام ہے۔ بظاہر تو امیرالمومنین کے کسی چچیرے بھائی کے نام ہی ہے ۔

أَيُّهَا الْمَعْدُوْدُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِی
الْأَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيْغُ شَرَابًا وَطَعَامًا وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ
تَأْكُلُ حَرَامًا وَتَشْرَبُ حَرَامًا، وَتَبْتَاعُ الْإِمَاءَ
وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ مَالِ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُجَاهِدِيْنَ الَّذِيْنَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْأَمْوَالَ
وَأَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ فَاتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْ إِلٰى
هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ أَمْوَالَهُمْ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ
أَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْكَ لَأُعْذِرَنَّ إِلَى اللّٰهِ فِيْكَ ۔ وَلَأَ
ضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهٖ أَحَدًا إِلَّا دَخَلَ
النَّارَ — وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا
مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِي هَوَادَةٌ
وَلَا ظَفِرَا مِنِّي بِإِرَادَةٍ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَأُزِيْلَ
الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا ۔ وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَا أَخَذْتَهُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِي أَتْرُكُهُ
مِيْرَاثًا لِمَنْ بَعْدِي فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَأَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰى
وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى ۔ وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ
الَّذِي يُنَادِي الظَّالِمُ فِيْهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ
فِيْهِ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔

ہے جب کہ تو جانتا ہے کہ حرام کھا رہا ہے، حرام پی رہا ہے، تو کنیزیں خریدتا ہے
عورتوں سے نکاح کرتا ہے مگر کس مال سے ؟ یتیموں، مسکینوں، مومنوں، مجاہدوں
کے مال سے ! اس مال سے جو خدا نے مومنوں، مجاہدوں کو غنیمت میں دیا تھا اور
اور جس سے اس ملک کی حفاظت کی تھی !

کیوں نہ ایسا ہو کہ اب بھی تو خدا سے ڈرے اور اُمت کو اس کا مال
لوٹا دے۔ اگر تو یہ نہیں کرے گا اور خدا تجھے میرے ہاتھ میں کر دے گا ! تو تیرے
بارے میں خدا کے سامنے میرا عذر پورا ہو کے رہے گا۔ اپنی تلوار سے تجھے ماروں گا
جس کی ضرب جس کسی پر بھی پڑی دوزخ کا ہو رہا۔

قسم خدا کی اگر حسن اور حسین بھی وہ کرتے جو تو نے کیا ہے تو ہرگز مجھ
سے کوئی رعایت نہ پاتے۔ ہرگز کسی طرح کی نرمی نہ دیکھتے، یہاں تک کہ میں
خدا کا حق ان سے اگلوا لیتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے باطل
کو مٹا دیتا۔

اور میں اللہ رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے مسلمانوں کے
بیت المال میں سے جو حلال مال لیا ہے، مجھے ہرگز منظور نہیں کہ اپنے بعد
والوں کے لیے اُسے میراث بنا کے چھوڑ جاؤں۔

ذرا دھیرے دھیرے چر، او چرنے والے ! تو گویا اب جنگل کے پاس پہنچا
ہُوا ہے گویا خاک کے نیچے تو پ دیا گیا ہے، جہاں ظالم حسرت سے چلاتا
ہے اور کوتاہی کرنے والا واپسی کی آرزو کرتا ہے مگر وہاں بھاگنے کا موقع کہاں ؟

اس مکتوب کا ایک ایک حرف اس روح کا آئینہ دار ہے جو امیر المومنین کے
اندر کام کر رہی تھی یعنی حقوق عباد میں خدا کا خوف، ذمہ داری کا بے پناہ
احساس دوسروں کے افعال سے اپنے آپ کو بری نہ سمجھنا، اور یہی سچا
تقویٰ ہے۔

۴۲۔ گورنر بحرین عمر بن ابی سلمہ کے نام

الی عمر بن ابی سلمة المخزومی وکان عامله علی البحرین فعزله واستعمل نعمان بن عجلان الزرقی مکانه:

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ نُعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَكَ، وَلَا تَثْرِيبٍ عَلَيْكَ فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِينٍ وَلَا مَلُومٍ وَلَا مُتَّهَمٍ وَلَا مَأْثُومٍ فَلَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِيَ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعَدُوِّ وَإِقَامَةِ عَمُودِ الدِّينِ إِنْ شَاءَ اللهُ!

میں نے اب بحرین کی حکومت نعمان بن عجلان زرقی کو دی ہے اور تمھیں معزول کر دیا ہے مگر اس حالت میں کہ تم سے نہ کوئی خطا ہوئی ہے نہ تم پر کوئی الزام آتا ہے۔ تم نے اپنی حکومت خوب چلائی اور اپنی امانت پوری کر دی ہے۔ تم میرے پاس چلے آؤ۔ تم سے نہ کوئی بدگمانی ہے، نہ تم پر کوئی ملامت ہے نہ کوئی تہمت ہے، نہ تمھاری وقعت میں کمی آئی ہے۔

دراصل میں ظالمانِ شام پر چڑھائی کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جنگ میں تم بھی میرے ساتھ رہو۔ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن کے جہاد میں اور ستون دین کی استواری میں مدد لی جاتی ہے۔

عمر بن ابی سلمہ (فرزند ام المومنین ام سلمہ) کو جگہ نعمان بن عجلان کو گورنر بحرین بناتے وقت یہ خط لکھا تھا

(م)

اُردشیر خرہ[1] کے عامل مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کے نام

بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ
أَسْخَطْتَ إِلٰهَكَ وَأَغْضَبْتَ إِمَامَكَ إِنَّكَ تَقْسِمُ
فَيْءَ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُيُولُهُمْ
وَأُرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ فِيمَنِ اعْتَامَكَ مِنْ
أَعْرَابِ قَوْمِكَ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ
لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقًّا لَتَجِدَنَّ بِكَ عَلَيَّ هَوَانًا وَلَتَخِفَّنَّ
عِنْدِي مِيزَانًا فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ وَلَا تُصْلِحْ
دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِينِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا۔

مجھے ایک ایسی بات کی خبر ملی ہے کہ اگر واقعی تم اس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے خدا کو ناراض اور اپنے امام کو خفا کر لیا ہے تم مسلمانوں کے مالِ غنیمت کو جو ان کے نیزوں اور گھوڑوں نے حاصل کیا ہے اور جس پر ان کا خون بہا ہے اپنی قوم کے بدوؤں میں بانٹ رہے ہو! قسم اُس ذات کی جس نے بیج پھوڑا اور جاندار کو پیدا کیا ہے، اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم میری نظر میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ میرے سامنے ہلکا ہو جائے گا۔ خبردار اپنے پروردگار کے حق کو معمولی نہ سمجھو۔ دین برباد کر کے دُنیا آباد نہ کرو ورنہ عمل کے لحاظ سے گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

---

[1] ایران کے ایک علاقے کا نام۔

۴۴- زیاد بن ابیہ کے نام

زیاد، امیر المومنین علیہ السلام کا وفادار عہدہ دار تھا بڑا عاقل اور منتظم سمجھا جاتا تھا، اسی لیے امیر معاویہ اُسے توڑ کے اپنی طرف کر لینا چاہتے تھے جب وہ کسی طرح قابو میں نہ آیا تو لکھا تم تو میرے بھائی ہو، ابوسفیان کے بیٹے۔ امیر المومنین رضؓ کے بعد، زیاد معاویہ سے مل گیا تھا۔

الی زیاد بن ابیہ وقد بلغہ ان معاویۃ کتب الیہ یرید خدیعتہ باستحقاقہ :- وَقَدْ عَرَفْتُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ فَاحْذَرْهُ، فَاِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ يَأْتِي الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ وَيَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ — وَمَنْ كَانَ مِنْ اَبِي سُفْيَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ) فَلْتَةٌ مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَنَزْغَةٌ مِنْ نَزَعَاتِ الشَّيْطَانِ لَا يَثْبُتُ بِهَا نَسَبٌ وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا اِرْثٌ وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ الْمُدَفَّعِ وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ — فَلَمَّا قَرَأَ زیاد الکتاب قال شہد بہا وربّ الکعبۃ ولم تزل فی نفسہ حتی ادعاہ معاویۃ

معلوم ہؤا ہے کہ معاویہ نے تم سے خط وکتابت شروع کی ہے تاکہ تمھاری عقل کو ٹھوکر کھلائے اور تمھاری استقامت میں رخنہ ڈالے۔ معاویہ سے ہوشیار رہو۔ معاویہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ شیطان ہے۔ مومن پر آگے سے، پیچھے سے دائیں سے، بائیں سے وار کرتا ہے کہ جدھر بھی موقع مل جائے اپنا عمل دخل کر لے۔ عمر کے زمانے میں ابوسفیان کے منہ سے یوں ہی ایک بات نکل گئی تھی یہ بات شیطان کا ایک وسوسہ تھی جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے نہ وراثت کا حق مقرر ہوتا ہے۔ ایسی بات کو پکڑنے والا، ہوا کو پکڑنے والے کی طرح ہے۔ (زیاد نے خط پڑھ کر نعرہ لگایا "بخدا گواہی دے دی!" یعنی ابوسفیان کے بیٹے ہونے کی) +

امیر المومنین کی شہادت کے واقعہ ہائلہ کے بعد زیاد نے امیر معاویہ کی رفاقت میں اور اس کے بیٹے عبداللہ بن زیاد نے کربلا کے میدان میں جو کچھ کیا اس سے تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی واقف ہے۔

۴۵۱- عثمان بن حنیف انصاری گورنر بصرہ کے نام

یہ دعوتیں اور کھانے

الی عثمان بن حنیف الانصاری وھو عاملہ علی البصرۃ وقد بلغہ انہ دعی الی ولیمۃ قوم من اھلھا فمضی الیھا!

عثمان گورنر تھے وہاں کسی کے یہاں دعوت میں شریک ہوئے۔ حضرت نے یہ خبر سن کر لکھا:-

أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلاً مِنْ فِتْيَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَأْدُبَةٍ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تُسْتَطَابُ لَكَ الْأَلْوَانُ وَتُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ. وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَى طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ وَغَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ فَانْظُرْ إِلَى مَا تَقْضَمُهُ مِنْ هَذَا الْمَقْضَمِ فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِظْهُ وَمَا أَيْقَنْتَ بِطِيبِ وُجُوهِهِ فَنَلْ مِنْهُ.

امّا بعد! ابن حنیف، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرہ کے ایک بے فکرے نے تمہیں دعوت دی اور تم دوڑ پڑے، قسم قسم کے کھانے تھے۔ تم مزالے کے کھاتے تھے اور تمہارے آگے قابوں پر قابیں بڑھائی جاتی تھیں۔

میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرو گے جن کے دروازے پر محتاج دھتکارے جاتے ہیں اور جن کے دسترخوان پر صرف مالدار بلائے جاتے ہیں۔

اب سوچو اس دعوت میں تم نے کیا کھایا ہے۔ جس کھانے کی حلت مشتبہ ہو اُسے قے کر کے نکال ڈالو! اور جس کی حلت کا اطمینان ہو تو خیر کوئی مضائقہ نہیں۔

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَاماً يَقْتَدِي بِهِ وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ! أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَلِكَ وَلَكِنْ أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ.

بات یہ ہے کہ ایک امام ہوتا ہے۔ لوگ اس کی پیروی کرتے، اور اس کے نورِ علم سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ تمہارے امام کے لیے اس دنیا کے ساز و سامان میں سے پہننے کو دو گدڑیاں اور کھانے میں دو روٹیاں بہت ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم سب ایسا نہیں کر سکتے۔ البتہ اپنی پرہیزگاری، ریاضت، عفت، نیکی سے میری مدد کر سکتے ہو۔

فَوَاللَّهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْراً وَلَا

بخدا تمہاری اس دنیا میں سے میں نے نہ چاندی سونا جمع کیا ہے

اِدَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْراً وَلَا أَعْدَدْتُ لِبَالِي ثَوْبِي طِمْراً، بَلَىٰ كَانَتْ فِي أَيْدِينَا "فَدَكُ" مِنْ كُلِّ مَا أَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ آخَرِينَ وَنِعْمَ الْحَكَمُ اللهُ. وَمَا أَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَغَيْرِ فَدَكٍ وَالنَّفْسُ مَظَانُّهَا فِي غَدٍ جَدَثٌ تَنْقَطِعُ فِي ظُلْمَتِهِ آثَارُهَا، وَتَغِيبُ أَخْبَارُهَا وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيدَ فِي فُسْحَتِهَا وَأَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا لَأَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ، وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ؛

وَإِنَّمَا هِيَ نَفْسِي أَرُوضُهَا بِالتَّقْوَىٰ لِتَأْتِيَ آمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ، وَتَثْبُتَ عَلَىٰ جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ. وَلَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ إِلَىٰ مُصَفَّىٰ هَذَا الْعَسَلِ، وَلُبَابِ هَذَا الْقَمْحِ، وَنَسَائِجِ هَذَا الْقَزِّ. وَلَكِنْ هَيْهَاتَ أَنْ يَغْلِبَنِي هَوَايَ، وَيَقُودَنِي جَشَعِي إِلَىٰ تَخَيُّرِ الْأَطْعِمَةِ، وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ، وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشِّبَعِ. أَوْ أَبِيتَ مِبْطَاناً وَحَوْلِي بُطُونٌ غَرْثَىٰ وَأَكْبَادٌ حَرَّىٰ، أَوْ أَكُونَ كَمَا قَالَ الْقَائِلُ:

نہ اور کوئی دولت اپنی اس تن کی گدڑی کے سوا اور گدڑی سلینت نہیں رکھی ہے۔

بے شک اس آسمان کے نیچے ایک فدک[۱] ہی ہمارا تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے بخل سے کام لیا اور کچھ لوگوں کے منہ پھول گئے۔ سچ ہے سب سے اچھا حکم اللہ ہی ہے۔

اور میں کیا کرونگا فدک کو اور غیر فدک کو جبکہ نفس کی جگہ کل قبر ہے جس کے اندھیرے میں زندگی کے سب آثار مٹ جائیں گے اور ہستی کی تمام خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ کھودنے والے اس گڑھے کو کشادہ بھی کردیں تو کیا ہوتا ہے۔ پتھر اور مٹی سے وہ پھر تنگ ہو جائے گا۔ اس کی وسعت مٹی کی تہوں سے بند ہو جائے گی۔

یہ میرا نفس ہے جسے تقوئی الٰہی کے ذریعے مغلوب کر رہا ہوں تاکہ خوف اکبر کے دن امن میں رہے اور صراط پر پھسل نہ پڑے۔

اگر میں چاہتا تو آسانی سے اس شہد مصفیٰ سے گیہوں کے خلاصے[۲] سے اس نرم ریشم سے تن آسانیاں مہیا کر سکتا تھا۔ مگر یہ کہاں ممکن ہے خواہش مجھے مغلوب نہیں کر سکتی، حرص اچھے کھانوں پر مجھے رجھا نہیں سکتی، جبکہ حجاز میں یا یمامہ میں شاید کوئی ایسا ہو۔ جسے ایک ایک روٹی کی بھی امید نہیں، جس نے کبھی شکم سیری جانی ہی نہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں شکم سیر ہوں اور میرے گرد بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر بلبلا رہے ہوں؛ کیا میں ویسا ہو جاؤں جیسا شاعر نے کہا ہے؎

---

۱ فدک: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گاؤں تھا۔ وہاں کے نخلستان آپ نے آدھوں آدھ پر باشندوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیے تھے۔ تمام شیعہ مانتے ہیں کہ رسول اللہ نے فدک، حضرت فاطمہ علیہ السلام کو بخش دیا تھا۔ (اس خطبہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے) مگر خلیفہ اول نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا رسول اللہ ﷺ اس سے مسلمانوں کی جس طرح کفالت فرمایا کرتے تھے میں بھی کردونگا۔ اور اس کا منتظم رہونگا۔ ۲ لُبَابُ هَذَا الْقَمْحِ - اس گیہوں کے جوہر۔ یعنے صاف کیے ہوئے عمدہ۔ یا خالص آٹے اور روے سے۔ م۔

وَحَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَبِيتَ بِبِطْنَةٍ
وَحَوْلَكَ أَكْبَادٌ تَحِنُّ إِلَى الْقِدِّ

أَأَقْنَعُ مِنْ نَفْسِي بِأَنْ يُقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا أُشَارِكُهُمْ فِي مَكَارِهِ الدَّهْرِ، أَوْ أَكُونُ أُسْوَةً لَهُمْ فِي جُشُوبَةِ الْعَيْشِ. فَمَا خُلِقْتُ لِيَشْغَلَنِي أَكْلُ الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيمَةِ الْمَرْبُوطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا، أَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا، تَكْتَرِشُ مِنْ أَعْلَافِهَا، وَتَلْهُو عَمَّا يُرَادُ بِهَا. أَوْ أُتْرَكَ سُدًى أَوْ أُهْمَلَ عَابِثًا، أَوْ أَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ أَوْ أَعْتَسِفَ طَرِيقَ الْمَتَاهَةِ. وَكَأَنِّي بِقَائِلِكُمْ يَقُولُ:

إِذَا كَانَ هَذَا قُوتُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْأَقْرَانِ وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ، أَلَا وَإِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ أَصْلَبُ عُودًا، وَالرَّوَاتِعَ الْخَضِرَةَ أَرَقُّ جُلُودًا، وَالنَّابِتَاتِ الْعِذْيَةَ أَقْوَى وَقُودًا وَأَبْطَأُ خُمُودًا، وَأَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ، وَالذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ. وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلَى قِتَالِي لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا، وَسَأَجْهَدُ فِي أَنْ أُطَهِّرَ الْأَرْضَ مِنْ هَذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوسِ،

وَحَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَبِيتَ بِبِطْنَةٍ
وَحَوْلَكَ أَكْبَادٌ تَحِنُّ إِلَى الْقِدِّ

(یہ بیماری کیا کم ہے کہ تمہارا پیٹ کھانوں سے بوجھل ہو اور لوگ چھیچھڑوں تک کو ترس رہے ہوں)

کیا اس پر خوش ہو جاؤں کہ مجھے امیر المومنین کہا جاتا ہے، مگر مومنوں کی مصیبتوں میں ان کا شریک حال نہ ہوں۔ روکھی سوکھی زندگی میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں؟ اس لیے تو مجھے پیدا نہیں کیا گیا کہ اچھے کھانوں میں میرا دل اس بندھے ہوئے چوپائے کی طرح اٹکا رہے جسے اپنے چارے دانے کے سوا کوئی فکر نہ ہوتی، یا کھلے ہوئے جانور کی طرح ہو جاؤں، جس کا کام بس چرنا ہے۔ گھاس پیٹ بھر لیتا ہے اور ماسوا سے غافل رہتا ہے، کیا میرے لیے مناسب ہے کہ یوں ہی بے مطلب، بے فائدہ عبث زندگی بسر کروں؟ بے مقصد اپنے دن پورے کرتا ہوں؟ گمرہی کی رسی کھینچتا پھروں یا حیرانی کا شکار ہو جاؤں۔

اور گویا میں تمہارے کسی کہنے والے کا کہنا سن رہا ہوں کہ ابو طالب کے بیٹے کی خوراک کا یہ حال ہے تو کمزوری نے اسے برابر والوں کی جنگ اور بہادروں کے مقابلے سے ضرور بٹھا دیا ہوگا۔ لیکن نہیں بات ایسی نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میدانی درخت بہت مضبوط ہوتا ہے اور تر و تازہ پیڑ نازک ہوتے ہیں۔ بیابانی لکڑی کا ایندھن زیادہ آگ دیتا اور دیر میں بجھتا ہے۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں ایسے ہیں جیسے ایک ہی جڑ کے دو نخل، جیسے کلائی اور ڈنڈ[1] بخدا پورا عرب بھی مجھ سے لڑائی میں ایکا کر لے تو بھی میں پیٹھ پھیرنے کا نہیں بلکہ موقع

---

[1] غرض یہ ظاہر کرنا ہے کہ رسول اللہؐ کی خوراک بھی نہایت معمولی تھی۔ آپ بھی سب سے زیادہ طاقت ور تھے۔ امیر المومنین رسول اللہؐ سے کچھ جدا نہیں کہ الگ حالی ہو۔

وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوسِ حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيدِ۔

(و من هذا الكتاب وهو آخره)

إِلَيْكِ عَنِّي يَا دُنْيَا فَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ قَدِ انْسَلَلْتُ مِنْ مَخَالِبِكِ وَأَفْلَتُّ مِنْ حَبَائِلِكِ وَاجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِي مَدَاحِضِكِ أَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِينَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ أَيْنَ الْأُمَمُ الَّذِينَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ؟ هَا هُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ، وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ! وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتِ شَخْصًا مَرْئِيًّا وَقَالَبًا حِسِّيًّا لَأَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُودَ اللّٰهِ فِي عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالْأَمَانِي وَأُمَمٍ أَلْقَيْتِهِمْ فِي الْمَهَاوِي وَمُلُوكٍ أَسْلَمْتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ وَأَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ إِذْ لَا وِرْدَ وَلَا صَدَرَ۔ هَيْهَاتَ! مَنْ وَطِئَ دَحْضَكِ زَلِقَ۔ وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكِ غَرِقَ وَمَنِ ازْوَرَّ عَنْ حَبَائِلِكِ وُفِّقَ۔ وَالسَّالِمُ مِنْكِ لَا يُبَالِي إِنْ ضَاقَ بِهِ مُنَاخُهُ وَالدُّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمٍ حَانَ انْسِلَاخُهُ۔

اُعْزُبِي عَنِّي فَوَاللّٰهِ لَا أَذِلُّ لَكِ فَتَسْتَذِلِّينِي وَلَا أَسْلَسُ لَكِ فَتَقُودِينِي؟ وَايْمُ اللّٰهِ ـــ يَمِينًا أَسْتَثْنِي فِيهَا بِمَشِيَّةِ اللّٰهِ ـ لَأَرُوضَنَّ نَفْسِي رِيَاضَةً تَهِشُّ مَعَهَا إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهِ مَطْعُومًا وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَأْدُومًا؛ وَلَأَدَعَنَّ مُقْلَتِي كَعَيْنِ مَاءٍ نَضَبَ مَعِينُهَا مُسْتَفْرِغَةً

پاتے ہی اس کی گردن پر ٹوٹ پڑوں گا۔ میری کوشش رہے گی کہ زمین کو اس شخص (معاویہ) سے پاک کردوں جس کی عقل بھی الٹی ہے اور جسم بھی اُلٹا ہے۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے۔

اے دنیا دور ہو مجھ سے جہاں جانا ہو، چلی جا! میں تیرے چنگل سے نکل چکا ہوں، تیرے جال سے چھوٹ چکا ہوں، تیری پھسلانے والی ٹھوکروں سے اپنے پاؤں بچا چکا ہوں۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تیرے چونچلوں سے دھوکا کھایا؟ وہ قومیں کیا ہوئیں، جنھیں تو نے اپنی آرائشوں میں پھانسا؟ دیکھ، وہ قبروں میں بند ہیں اور زمین کی مٹی بن چکے ہیں۔ واللہ اگر تو کوئی ایسا وجود ہوتی جس کے جسم ہوتا، جسے دیکھا جا سکتا، جسے پکڑا جا سکتا تو میں تجھے اس جرم پر خدا کی مقرر کی ہوئی سزا ضرور دیتا تو نے نہ جانے کتنے انسانوں کو جھوٹی آرزوؤں کے جال میں پھنسایا اور ہلاکتوں کے حوالے کردیا کتنے بادشاہوں کو بربادیوں کے سپرد اور تباہیوں کے گھاٹ اتار دیا۔ ہیہات! تیرے پھسلوے پر جس نے پاؤں رکھا پھسل گیا۔ تیری موجوں پر جو سوار ہوا ڈوب گیا۔ لیکن جو تیرے جال سے کترا گیا بچ گیا۔ تجھ سے بچ جانے والا پروا نہیں کرتا۔ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ ہوجائے کیونکہ اس کی نظر میں دنیا محض ایک دن کے برابر ہے جو ختم ہونے پر آچکا ہے۔

دور ہوجا، مجھ سے اے دنیا! بخدا میں تیرے آگے نہیں جھکوں گا کہ تو مجھے ذلیل کرے۔ تیرے لیے اپنی رسی ڈھیلی نہیں کرونگا کہ مجھے ہانک لے چلے اور قسم کھاتا ہوں خدا کی، ایسی قسم جس میں مشیّت الٰہی کے سوا کوئی استثنا نہیں کہ اپنے نفس کو ایسا ملکان کرونگا کہ ایک روٹی پر بھی خوش ہوجائے گا۔ اگر اس کے ساتھ نمک مل جائے اور اپنی آنکھوں کو ایسا چشمہ بنا دوں گا جس کا سوت سوکھ چکا ہو۔ میری آنکھیں بھی آنسوؤں سے سوکھ جائیں گی۔

دُمُوعُهَا أَتَمْتَلِئُ السَّائِمَةُ مِنْ رَعْيِهَا فَتَبْرُكَ؟ وَتَشْبَعُ الرَّبِيضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ- وَ يَأْكُلُ عَلِيٌّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعَ- قَرَّتْ إِذًا عَيْنُهُ إِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السِّنِينَ الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِيمَةِ الْهَامِلَةِ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ!

اونٹ اور مویشی اپنے چارے دانے کے بعد اطمینان سے بیٹھ جاتے ہیں۔ تو کیا علی بھی اتنا کھا لیا کرے کہ آسودہ ہو جائے؟ آنکھیں پتھرا جائیں علی کی اور اس عمر بھر کی ریاضت کے بعد اونٹوں اور بھیڑوں بکریوں کی ریس کرنے لگے!

طُوبَى لِنَفْسٍ أَدَّتْ إِلَى رَبِّهَا فَرْضَهَا؛ وَعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا وَهَجَرَتْ فِي اللَّيْلِ غُمْضَهَا- حَتَّى إِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا افْتَرَشَتْ أَرْضَهَا، وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا فِي مَعْشَرٍ أَسْهَرَ عُيُونَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوبُهُمْ وَهَمْهَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ وَتَقَشَّعَتْ بِطُولِ اسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبُهُمْ: "أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"-

مبارک ہے وہ جس نے اپنے رب کا فرض پورا کر دیا، مصیبتوں پر صبر کر لیا، راتوں کو نیند سے کنارہ کیا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو زمین کو فرش بنایا، ہاتھ کو تکیہ ٹھہرایا اور ان لوگوں کے ساتھ پڑ رہا، جن کی آنکھیں خوفِ قیامت سے جاگتی رہتی ہیں۔ جن کے پہلو بچھونوں سے نا آشنا رہتے ہیں اور جن کے گناہ کثرتِ استغفار سے چھٹ گئے ہیں۔ یہی لوگ حزب اللہ ہیں اور حزب اللہ ہی کو فلاح ہے۔

فَاتَّقِ اللَّهَ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ، وَلْتَكْفِكَ أَقْرَاصُكَ، لِيَكُونَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُكَ-

تو اے ابن حنیف، خدا سے ڈر۔ تیرے لیے دو روٹیاں کافی ہوں تاکہ دوزخ سے تیری مخلصی کا پروانہ بن جائیں۔

۴۶۔ ایک عہدہ دار کے نام

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ، وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسُدُّ بِهِ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوفِ. فَاسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَى مَا أَهَمَّكَ، وَاخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّينِ، وَارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ أَرْفَقَ، وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشِّدَّةُ، وَاخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، وَالْإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ، حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ، وَالسَّلَامُ!

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لی جاتی ہے جن کے ذریعہ گنہگاروں کی نخوت توڑی جاتی ہے اور جن کے وجود سے خطرناک سرحدی رخنوں کو بھرا جاتا ہے۔ اپنے ہر اس کام میں جو فکر پیدا کرنے والا ہے۔ خدا سے مدد مانگا کرو۔ رعایا سے نرمی و سختی کا مِلا جُلا برتاؤ کرو۔ جہاں نرمی مناسب ہو، نرمی برتو۔ جہاں سختی کے بغیر کام نہ چلے، سختی سے کام لو۔ رعایا کے لیے خاکسار بنو۔ اپنے دل میں اس کے لیے نرمی پیدا کرو۔ اور سب افراد کو اپنی نظر، اشارے، سلام میں برابر رکھو تاکہ بڑے لوگ تم سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی طمع نہ کریں اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔

والسلام

۴۷ ابنِ مُلجم کے قاتلانہ حملے کے بعد حسنینؑ کو وصیت

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَأَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَتْكُمَا وَلَا تَأْسَفَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُولَا لِلْحَقِّ وَاعْمَلَا لِلْأَجْرِ وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصْماً وَلِلْمَظْلُومِ عَوْناً۔

تم دونوں کو میری وصیت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا اور دنیا کے پیچھے نہ دوڑنا۔ اگرچہ دنیا تمھارے پیچھے دوڑے۔ دنیا کی کسی محرومی پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق کے لیے تمھاری زبان کھلے۔ ہمیشہ ثواب ہی کے لیے تمھارا عمل ہو۔ ہمیشہ ظالم کے حریف بننا اور مظلوم کے مددگار۔

أُوصِيكُمَا وَجَمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ" اللهَ اللهَ فِي الْأَيْتَامِ فَلَا تُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ وَلَا يَضِيعُوا بِحَضْرَتِكُمْ وَاللهَ اللهَ فِي جِيرَانِكُمْ فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ وَاللهَ اللهَ فِي الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ۔

تم دونوں کو اپنی سب اولاد کو، سب خاندان کو، اور ان سب لوگوں کو جن تک میری یہ تحریر پہنچے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہیں، اپنا معاملہ درست رکھیں اور آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہیں کیونکہ میں نے تمھارے نانا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپس کا میل ملاپ عام روزے نماز سے افضل ہے۔

اور اللہ اللہ یتیموں کے بارے میں! انھیں کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ تمھارے سامنے وہ تتر بتر نہ ہو جائیں۔

اور اللہ اللہ پڑوسیوں کے بارے میں کہ وہ تمھارے نبیؐ کی وصیت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں برابر وصیت فرماتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہُوا، انھیں وارث بھی قرار دے دیں گے۔

اور اللہ اللہ قرآن کے معاملے میں! قرآن کے عمل میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے!

وَاللهَ اللهَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ وَاللهَ اللهَ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخْلُوهُ مَا بَقِيتُمْ فَإِنَّهُ إِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوا۔

وَاللهَ اللهَ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

اور اللہ اللہ، پروردگار کے گھر کے بارے میں! جب تک جیتے رہنا اس سے دست بردار نہ ہونا۔ بیت اللہ سے بے پروائی کروگے تو تمھاری بھی کسی کو پروا نہ رہے گی۔

اور اللہ اللہ راہِ خدا میں اپنے مال سے، اپنی جان سے، اپنی

وَأَلْسِنَتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ۔ لَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلَّى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ؎ ثُمَّ قَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ خَوْضًا تَقُولُونَ۔ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ) أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي۔ اُنْظُرُوا إِذَا أَنَا مِتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهِ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ۔

زبان سے جہاد کے بارے ہیں۔

آپس میں میل محبت، ہمدردی رکھنا۔ پھوٹ سے نااتفاقی سے بچنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باز نہ رہنا۔ ورنہ شریروں کو تمھارا حاکم بنا دیا جائے گا۔ پھر دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی ؎

اولاد عبدالمطلب! خبردار، ایسا نہ ہو مسلمانوں کا خون بہانے لگو اور کہو امیر المومنین رضؓ کو مار ڈالا گیا ہے! خبردار میرے بدلے صرف میرے قاتل ہی کو قتل کرنا۔

دیکھو، اگر میں اس کی اس ضرب سے مرجاؤں تو قاتل کو بھی ایسی ہی ایک ضرب سے مارنا۔ اس کی شکل نہ بگاڑی جائے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "خبردار، کسی کے ناک کان نہ کاٹو، اگرچہ وہ کٹہا کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

؎ یہ ایک صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں اسی سچائی کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۸ معاویہ کے نام

وَإِنَّ الْبَغْيَ وَ الزُّورَ يُوتِغَانِ
بِالْمَرْءِ فِي دِينِهِ وَ دُنْيَاهُ وَيُبْدِيَانِ
خَلَلَهُ عَنْ مَنْ يَعِيبُهُ. قَدْ عَلِمْتَ إِنَّكَ
غَيْرُ مُدْرِكٍ مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ - وَقَدْ رَامَ
أَقْوَامٌ أَمْرًا بِغَيْرِ الْحَقِّ فَتَأَوَّلُوا عَلَى اللهِ
فَأَكْذَبَهُمْ - فَاحْذَرْ يَوْمًا يَغْتَبِطُ فِيهِ
مَنْ أَحْمَدَ عَاقِبَةَ عَمَلِهِ وَيَنْدَمُ مَنْ
أَمْكَنَ الشَّيْطَانُ مِنْ قِيَادِهِ فَلَمْ يُجَاذِبْهُ

وَقَدْ دَعَوْتَنَا إِلَى حُكْمِ الْقُرْآنِ
وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَسْنَا إِيَّاكَ أَجَبْنَا
وَلٰكِنَّا أَجَبْنَا الْقُرْآنَ فِي حُكْمِهِ

وَالسَّلَامُ

یاد رکھو سرکشی اور دروغ سے آدمی اپنے دین میں بھی رسوا ہو جاتا ہے اور دُنیا میں بھی یہ خصلتیں سمجھنے والوں پر آدمی کی اصلیت کھول دیتی ہیں۔ تم خوب جانتے ہو کہ عثمانؓ کا خون ختم ہو چکا ہے اور تم اُسے پا نہیں سکتے۔ ایک اور گروہ نے بھی حق کو چھوڑ کر ایسی ہی بات چاہی تھی اور خدا کے خلاف تاویل کر گزرے تھے، مگر خدا نے انھیں جھٹلایا[1] پس تم اس دن سے ڈرو، جب وہی آدمی خوش ہوگا جس نے اپنے عمل کا نتیجہ محمود بنالیا ہے اور اس کے حصّے میں ندامت آئے گی۔ جس نے اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے دی ہے اور اس سے چھیننا نہیں چاہتا۔ تم نے ہمیں قرآن کی طرف بلایا —— تم اہلِ قرآن نہ تھے —— اس پر بھی ہم نے قرآن کی طرف تمھاری دعوت قبول کرلی۔ دراصل ہم نے تمھاری دعوت پر لبیک نہیں کہا۔ بلکہ قرآن کو حکم ٹھہرانے میں خود حکمِ قرآن کی تعمیل کی ہے۔

والسّلام

---

[1] جنگِ جمل والوں کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی خونِ عثمانؓ کا نعرہ بلند کرکے اُٹھے تھے۔

۴۹ معاویہ کے نام

أَمَّا بَعْدُ!

فَإِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا، وَلَمْ يُصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ حِرْصًا عَلَيْهَا، وَ لَهَجًا بِهَا. وَلَنْ يَسْتَغْنِيَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيهَا عَمَّا لَمْ يَبْلُغْهُ مِنْهَا، وَ مِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ، وَ نَقْضُ مَا أَبْرَمَ! وَلَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضَى حَفِظْتَ مَا بَقِيَ.

وَالسَّلَامُ!

بعد حمد و ثنا، دنیا آخرت سے (اپنے میں) لگائے رکھنے کی جگہ ہے، اور دُنیا والا اس سے جو کچھ پاتا ہے اس سے لالچ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شوق بڑھ جاتا ہے۔ اور دُنیا دار اس سے فائدہ اٹھانے کے بعد نہ ملی ہوتی چیز سے بے پروا نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد جمع شدہ کا فراق اور مضبوط کردہ کا ٹوٹنا ضروری ہے اور ماضی سے عبرت لیتے تو باقی زندگی کو محفوظ رکھتے۔

والسلام

(م ح)

۱؎ نصر بن مزاحم کی کتاب میں یہ خط موجود ہے (ابن ابی الحدید ص ۴ ج ۱۷) م ح

۵۰- فوجی افسروں کے نام عام خط

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ أَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ إِلَى أَصْحَابِ الْمَسَالِحِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ حَقًّا عَلَى الْوَالِی أَنْ لَا یُغَیِّرَهُ عَلَى رَعِیَّتِهِ فَضْلٌ نَالَهُ، وَلَا طَوْلٌ خُصَّ بِهِ، وَأَنْ یَزِیدَهُ مَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ نِعَمِهِ دُنُوًّا مِنْ عِبَادِهِ وَعَطْفاً عَلَى إِخْوَانِهِ۔

أَلَا وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدِی أَنْ لَا أَحْتَجِزَ دُونَكُمْ سِرّاً إِلَّا فِی حَرْبٍ، وَلَا أَطْوِیَ دُونَكُمْ أَمْراً إِلَّا فِی حُكْمٍ، وَلَا أُؤَخِّرَ لَكُمْ حَقّاً عَنْ مَحَلِّهِ، وَلَا أَقِفَ بِهِ دُونَ مَقْطَعِهِ، وَأَنْ تَكُونُوا عِنْدِی فِی الْحَقِّ سَوَاءً، فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ وَجَبَتْ لِلّٰهِ عَلَیْكُمُ النِّعْمَةُ وَلِی عَلَیْكُمُ الطَّاعَةُ، وَأَنْ لَا تَنْكُصُوا عَنْ دَعْوَةٍ، وَلَا تُفَرِّطُوا فِی صَلَاحٍ، وَأَنْ تَخُوضُوا الْغَمَرَاتِ إِلَى الْحَقِّ، فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِیمُوا لِی عَلَى ذٰلِكَ لَمْ یَكُنْ أَحَدٌ أَهْوَنَ عَلَیَّ مِمَّنِ اعْوَجَّ مِنْكُمْ، ثُمَّ أُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوبَةَ وَلَا یَجِدُ عِنْدِی فِیهَا رُخْصَةً، فَخُذُوا هٰذَا مِنْ أُمَرَائِكُمْ وَأَعْطُوهُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ مَا یُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ أَمْرَكُمْ۔

خدا کے بندے علیؑ امیرالمؤمنین کی طرف سے سرحدی سپہ سالاروں کے نام!

اما بعد، والی کا فرض ہے کہ اگر اسے کوئی بڑائی ملی ہے اور کوئی درجہ حاصل ہوا ہے تو اس وجہ سے رعایا کے ساتھ اپنا برتاؤ نہ بدلے، بلکہ خدا کی نعمتیں جتنی زیادہ ہوتی جائیں اسی قدر خدا کے بندوں سے اس کی نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے اس کی محبت و ہمدردی بڑھتی چلی جائے۔

مجھ پر تمہارا حق یہ ہے کہ جنگ کے سوا کوئی راز تم سے مخفی نہ رکھوں، حکم شرعی کے سوا سب باتوں میں تم سے مشورہ لیتا رہوں اور تمہارے کسی حق سے تمہیں محروم نہ ہونے دوں۔ اگر میں یہ سب کروں تو تم پر واجب ہے کہ احسان الٰہی کا شکر بجالاؤ، میری فرمانبرداری کرو، میری کسی پکار پر پیچھے نہ رہو، کسی بھلائی میں کوتاہی نہ کرو، اور حق کے نام پر مشکلات میں پھاند پڑا کرو۔ اگر تم اس مسلک پر استوار نہ ہوئے تو میری نگاہ میں تمہارے برگشتہ راہوں سے زیادہ کوئی ہلکا نہ ہوگا۔ اس کی سزا بھی بہت بڑی ہوگی اور میرے پاس ہرگز کوئی رعایت نہ ہوگی۔ یہی عہد تم اپنے ماتحت سرداروں سے لو اور یہی عہد انہیں اپنی طرف سے دو۔ اس طرح تمہارے معاملات درست رہیں گے۔

اس مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں، عوامی حکومت کے حدود کیا ہیں اور ان کی اساس کیا ہے؟

۵۱- خراج کے افسروں کے نام

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى اَصْحَابِ الْخَرَاجِ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَائِرٌ اِلَيْهِ لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ يَسِيْرٌ وَاَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيْرٌ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِيْ ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِيْ تَرْكِ طَلَبِهِ فَاَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ وَاصْبِرُوْا لِحَوَائِجِهِمْ فَاِنَّكُمْ خُزَّانُ الرَّعِيَّةِ وَوُكَلَاءُ الْاُمَّةِ وَسُفَرَاءُ الْاَئِمَّةِ، وَلَا تَحْسِمُوْا اَحَدًا عَنْ حَاجَتِهِ وَلَا تَحْبِسُوْهُ عَنْ طَلِبَتِهِ، وَلَا تَبِيْعُنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخَرَاجِ كِسْوَةَ شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ وَلَا دَابَّةً يَعْتَمِلُوْنَ عَلَيْهَا وَلَا عَبْدًا، وَلَا تَضْرِبُنَّ اَحَدًا سَوْطًا لِمَكَانِ دِرْهَمٍ وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلَا مُعَاهَدٍ اِلَّا اَنْ تَجِدُوْا فَرَسًا اَوْ سِلَاحًا يُعْدٰى بِهِ عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَدَعَ ذٰلِكَ فِيْ اَيْدِيْ اَعْدَاءِ الْاِسْلَامِ فَيَكُوْنَ شَوْكَةً عَلَيْهِ، وَلَا تَدَّخِرُوْا اَنْفُسَكُمْ نَصِيْحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيْرَةٍ، وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُوْنَةً، وَلَا دِيْنَ اللّٰهِ قُوَّةً، وَاَبْلُوْا

خدا کے بندے علیؓ امیر المومنین کی طرف سے خراج کے افسروں کے نام!

اما بعد! جو کوئی اپنے انجام سے نہیں ڈرتا وہ خطروں سے اپنے بچاؤ کا سامان بھی نہیں کر سکتا۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ جو مطالبہ تم سے کیا گیا ہے معمولی ہے، مگر اس کا ثواب بہت ہے، خدا نے ظلم و سرکشی کی جو ممانعت کی ہے اگر اس پر سزا نہ ہوتی تو بھی اس سے بچنے کا جو ثواب مقرر ہو چکا ہے، ایسا ہے کہ اسے تج دینے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔

پس اپنے معاملے میں لوگوں سے انصاف کرو۔ اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں برداشت سے کام لو۔ تم رعایا کے خزانچی ہو، امت کے وکیل ہو، اماموں کے سفیر ہو کسی کو بھی اس کی ضرورت سے نہ روکو خبردار ایسا نہ ہو کہ لوگ خراج ادا کرنے کے لیے اپنے گرمی جاڑے اپنی روزی کے مویشی اور غلام بیچنے لگیں۔ پیسے کے لیے کسی کو کوڑے نہ لگائے جائیں۔ کسی کا مال چاہے مسلمان ہو یا معاہد نہ چھونا۔ مگر ہاں یہ کہ اس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہوں جن سے اہلِ اسلام کے خلاف کمک پہنچاتا ہے۔ تو بے شک کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ ایسی چیزیں دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں چھوڑ دے کہ ان سے اسلام کو نقصان پہنچے۔ آپس میں ہمیشہ خیر خواہی کرتے رہو۔ فوج سے نیک برتاؤ جاری رکھو۔ رعایا کی مدد کرتے رہو۔

اور دین الٰہی کی طاقت بڑھاتے رہو۔ خدا نے اپنی راہ (بر)

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَیْکُمْ فَإِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَکُمْ أَنْ نَشْکُرَہٗ بِجُھْدِنَا وَأَنْ نَنْصُرَہٗ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا۔ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ)

جو کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ خرچ کرتے رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم اور تم سے چاہتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لایا کریں۔ اور اپنی طاقت بھر اس کی نصرت میں سرگرم رہیں۔ حالانکہ ہماری قوت بھی اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔

۵۲۔ نماز کے بارے میں عہدہ داروں کے نام فرمان

أَمَّا بَعْدُ: فَصَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّھْرَ حَتّٰی تَفِیْءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبِضِ الْعَنْزِ، وَصَلُّوْا بِھِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَیْضَاءُ حَیَّۃٌ فِیْ عُضْوٍ مِنَ النَّھَارِ حِیْنَ یُسَارُ فِیْھَا فَرْسَخَانِ، وَصَلُّوْا بِھِمُ الْمَغْرِبَ۔ حِیْنَ یُفْطِرُ الصَّائِمُ وَیَدْفَعُ الْحَاجُّ إِلٰی مِنًی) وَصَلُّوْا بِھِمُ الْعِشَاءَ حِیْنَ یَتَوَارَی الشَّفَقُ إِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَصَلُّوْا بِھِمُ الْغَدَاۃَ وَالرَّجُلُ یَعْرِفُ وَجْہَ صَاحِبِہٖ وَصَلُّوْا بِھِمْ صَلَاۃَ أَضْعَفِھِمْ وَلَا تَکُوْنُوْا فَتَّانِیْنَ۔

ظہر کی جماعت اس وقت قائم کرو جب سورج اتنا جھک جائے کہ دیوار کا سایہ دیوار کے برابر ہو جائے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھو، جب سورج براق، زندہ موجود ہو۔ دن اتنا باقی ہو کہ آدمی دو فرسخ چل لے، مغرب کا وقت وہ ہے جب روزہ افطار کیا جاتا ہے اور حاجی عرفات سے چلتے ہیں عشا کی نماز کا وقت شفق چھپ جانے سے تہائی رات تک ہے اور فجر کی نماز اتنی روشنی میں ہونا چاہیئے کہ آدمی کا آدمی منہ دیکھ سکے۔ کمزور سے آدمی کی نماز پڑھاؤ اور لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والے نہ بنو۔

۵۳ - دستورِ حکومت

مالک اشتر کے نام

یہ نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں نہ کالج تھے، نہ یونیورسٹیاں۔ علم سیاست مدوّن ہوا تھا، نہ عربوں کو حکمرانی کا تجربہ تھا۔ اس پر بھی امیرالمومنین نے انتہائی اختصار و بلاغت سے حکمرانی اور سیاستِ مدن کے جو اصول اس تحریر میں جمع کر دیئے ہیں آج بھی ان سے متمدن حکمران مستغنی نہیں ہو سکتے۔

کتبه الاشتر النخعی لما ولاه علی مصر واعمالها حین اضطرب امر محمد بن ابی بکر، وهو اطول عهد واجمع کتبه للمحاسن۔

بسم اللہ الرّحمن الرحیم

هٰذا مَا اَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْاَشْتَرَ فِیْ عَهْدِهٖ اِلَیْهِ حِیْنَ وَلَّاهُ مِصْرَ جِبَایَةَ خَرَاجِهَا وَجِهَادَ عَدُوِّهَا وَاسْتِصْلَاحَ اَهْلِهَا وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا:

اَمَرَهٗ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَاِیْثَارِ طَاعَتِهٖ، وَاتِّبَاعِ مَا اَمَرَ بِهٖ فِیْ كِتَابِهٖ مِنْ فَرَائِضِهٖ وَسُنَنِهٖ الَّتِیْ لَا یَسْعَدُ اَحَدٌ اِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَلَا یَشْقٰی اِلَّا مَعَ جُحُوْدِهَا وَاِضَاعَتِهَا۔

وَاَنْ یَّنْصُرَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِقَلْبِهٖ وَیَدِهٖ وَلِسَانِهٖ فَاِنَّهٗ جَلَّ اسْمُهٗ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَّصَرَهٗ وَاِعْزَازِ مَنْ اَعَزَّهٗ۔

جب محمد بن ابی بکر کے بعد مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو یہ بہترین دستور دیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ہے وہ وصیّت، جس کا حکم دیا ہے اللہ کے بندے علیؑ امیرالمومنین نے مالک بن الحارث اشتر کو جب اسے مصر کا گورنر بنایا تاکہ اس ملک کا خراج جمع کرے، اس کے دشمنوں سے لڑے، اس کے باشندوں کی سود بہبود کا خیال رکھے اور اس کی زمین کو آباد کرے۔

مالک کو حکم دیا ہے تقویٰ الٰہی کا، اطاعتِ خداوندی کو مقدم رکھنے کا اور کتاب اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرائض و سنن کی پیروی کا، اس لیے آدمی کی سعادت انہی کی پیروی سے وابستہ ہے اور ان سے انکار کرنے اور انھیں گنوا دینے میں سراسر بدبختی ہے۔

اور حکم دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت میں اپنے دل سے اپنے ہاتھ سے، اپنی زبان سے سرگرم رہے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو کوئی اس کی نصرت و تائید پر کھڑا ہو گا۔ نصرت و تائید خداوندی اسے حاصل رہے گی۔

وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ اللّٰهُ۔

اور حکم دیا ہے کہ خواہشوں کے موقعے پر اپنے نفس کو توڑے، سرکشی کے وقت اسے روکے، کیونکہ نفس برائی کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا رحم آدمی کے شامل حال ہو جائے۔

ثُمَّ اعْلَمْ يَا مَالِكُ! أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَى بِلَادٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ مِنْ أُمُوْرِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيْهِ مِنْ أُمُوْرِ الْوُلَاةِ قَبْلَكَ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْكَ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْهِمْ۔

مصر کی اہمیت

اس کے بعد اے مالک سن! میں تجھے ایسے ملک میں بھیج رہا ہوں جس پر تجھ سے پہلے بھی حکومتیں گذر چکی ہیں، عادل بھی اور ظالم بھی۔ لوگ تیری حکومت کو بھی اسی نظر سے دیکھیں گے، جس نظر سے تو اگلے حاکموں کی حکومتوں کو دیکھتا رہا ہے اور تیرے حق میں بھی وہی کہا جائے گا جو تو ان حاکموں کے حق میں کہا کرتا تھا۔

وَإِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِيْنَ بِمَا يُجْرِي اللّٰهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسُنِ عِبَادِهِ۔

نیک اعمال

تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ نیک آدمی اس آواز سے پہچانا جاتا ہے جو خدا اپنے بندوں کی زبان پر اس کے لیے جاری کر دیتا ہے۔

فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيْرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ فَامْلِكْ هَوَاكَ وَشُحَّ بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَكَ۔ فَإِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنْصَافُ مِنْهَا فِيْمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ عَلَيْهِمْ سَبُعًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ۔

لہٰذا تیرا دل پسند ذخیرہ، عمل صالح کا ذخیرہ ہو۔ یہ ذخیرہ اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ تجھے اپنی خواہشوں پر قابو حاصل ہو۔ جو چیز حلال نہیں ہے اس کے لیے تیرا دل کتنا ہی مچلے اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔ یہ بھی جان لو کہ محبوبات و مکروہات میں نفس کی مخالفت کرنا ہی نفس سے انصاف کرنا ہے۔

اپنے دل میں رعایا کے لیے رحم، محبت، لطف پیدا کرنا۔ خبردار، رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے ہی میں تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے۔

فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ: إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّيْنِ أَوْ نَظِيْرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ وَيُؤْتَى عَلَى أَيْدِيْهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَاءِ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ۔

رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے: تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں تم اپنے عفو و کرم کا دامن خطا کاروں کے لیے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لیے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے۔

فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَوَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ

کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو، خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا

وَاللهُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاكَ ـ وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللهِ فَإِنَّهُ لَا يَدَيْ لَكَ بِنِقْمَتِهِ وَلَا غِنَى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلَى عَفْوٍ وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوبَةٍ وَلَا تُسْرِعَنَّ إِلَى بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا مَنْدُوحَةً وَلَا تَقُولَنَّ إِنِّي مُؤَمَّرٌ آمُرُ فَأُطَاعُ فَإِنَّ ذَلِكَ إِدْغَالٌ فِي الْقَلْبِ وَمَنْهَكَةٌ لِلدِّينِ وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغِيَرِ

خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔ خلیفہ نے تمھیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمھیں سونپ دی ہے۔

خدا سے لڑائی نہ مول لینا۔ کیونکہ آدمی کے لیے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو و رحمت سے تم کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

عفو پر کبھی نادم نہ ہونا۔ سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا۔ غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا، بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا۔

خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں! اور اب میں ہی سب کچھ ہوں سب کو میری تابعداری کرنی چاہیئے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لیے بلاوا آتا ہے۔

وَإِذَا أَحْدَثَ لَكَ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ سُلْطَانِكَ أُبَّهَةً أَوْ مَخِيلَةً فَانْظُرْ إِلَى عِظَمِ مُلْكِ اللهِ فَوْقَكَ وَقُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلَى مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُطَامِنُ إِلَيْكَ مِنْ طِمَاحِكَ وَيَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ وَيَفِيءُ إِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ ـ

اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ ــــ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور تم پر وہ قدرت رکھتا ہے، جو تم خود بھی اپنے آپ نہیں رکھتے۔ ایسا کروگے تو نفس کی طغیانی کم ہو جائے گی۔ حدت گھٹ جائیگی۔ بھٹکی ہوئی روح لوٹ آئے گی۔

إِيَّاكَ وَمُسَامَاةَ اللهِ فِي عَظَمَتِهِ وَالتَّشَبُّهَ بِهِ فِي جَبَرُوتِهِ فَإِنَّ اللهَ يُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ وَيُهِينُ كُلَّ مُخْتَالٍ

خبردار! خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ لگانا، اس کی جبروت میں تشبہ اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کر ڈالتا ہے اور مغروروں کو نیچا دکھا دیتا ہے۔

أَنْصِفِ اللهَ وَأَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَمِنْ خَاصَّةِ أَهْلِكَ وَمَنْ لَكَ فِيهِ هَوًى مِنْ رَعِيَّتِكَ فَإِنَّكَ إِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ ـ

اپنی ذات کے معاملے میں اپنے خاص عزیزوں کے معاملے میں جنھیں تم اپنی رعایا میں سے چاہتے ہو، خدا سے بھی انصاف کرنا اور ــــ خدا کے بندوں سے بھی انصاف کرنا۔ یہ نہ کروگے تو ظلم کرنے لگوگے۔

وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللهِ كَانَ اللهُ خَصْمَهُ دُونَ عِبَادِهِ، وَمَنْ خَاصَمَهُ اللهُ أَدْحَضَ حُجَّتَهُ وَكَانَ لِلَّهِ حَرْباً حَتَّى يَنْزِعَ أَوْ يَتُوبَ وَلَيْسَ شَيْءٌ

یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے اور معلوم ہے خدا جس کا حریف بن جائے اس کی حجت باطل ہو جاتی ہے، وہ خدا سے لڑائی ٹھانے

أَدْعىٰ إِلىٰ تَغْيِيرِ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَتَعْجِيلِ نِقْمَتِهِ مِنْ إِقَامَةٍ عَلىٰ ظُلْمٍ - فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ دَعْوَةَ الْمُضْطَهَدِينَ وَهُوَ لِلظَّالِمِينَ بِالْمِرْصَادِ -

کا مجرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ باز آجائے اور توبہ کرے۔ خدا کی نعمت کو اس سے بڑھ کر بدلنے والی اور خدا کی عقوبت کو اس سے زیادہ بلانے والی کوئی چیز نہیں کہ آدمی ظلم کو اختیار کرے۔ یاد رہے خدا مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کی تاک میں رہتا ہے۔

وَلْيَكُنْ أَحَبُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطَهَا فِي الْحَقِّ - وَأَعَمَّهَا فِي الْعَدْلِ وَأَجْمَعَهَا لِرِضَا الرَّعِيَّةِ -

تمہیں سب سے زیادہ پسند وہ راہ ہونا چاہیئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی، انصاف کی رُو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔

فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجْحِفُ بِرِضَا الْخَاصَّةِ وَإِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَا الْعَامَّةِ

یہ بھی یاد رکھو عوام کی ناراضی، خواص کی رضامندی کو بہا لے جاتی ہے، اور خواص کی ناراضی عوام کی ناراضی کے ہوتے ہوئے گوارا کرلی جاتی ہے۔

وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِي مَؤُونَةً فِي الرَّخَاءِ وَأَقَلَّ مَعُونَةً لَهُ فِي الْبَلَاءِ وَأَكْرَهَ لِلْإِنْصَافِ وَأَسْأَلَ بِالْإِلْحَافِ وَأَقَلَّ شُكْراً عِنْدَ الْإِعْطَاءِ وَأَبْطَأَ عُذْراً عِنْدَ الْمَنْعِ وَأَضْعَفَ صَبْراً عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّينِ وَجِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ الْعَامَّةُ مِنَ الْأُمَّةِ فَلْيَكُنْ صَغْوُكَ لَهُمْ وَمَيْلُكَ مَعَهُمْ -

یہ بھی یاد رکھو کہ خوشحالی میں جو لوگ حاکم کے لئے سب سے بڑا بوجھ، سب سے کم کارآمد، انصاف سے کُھنسانے والے مانگنے میں اصرار کرنے والے بخشش وعطا کے موقعے پر کم سے کم شکر گذار ہونے والے انعام واکرام سے محرومی پر عذر نہ سننے والے اور زمانے کی کروٹوں کے مقابلے میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے خواص ہی ہوتے ہیں۔ دین کا اصلی ستون مسلمانوں کی اصلی جمیعت، دشمن کے مقابلے میں اصلی طاقت، امت کے عوام ہیں، لہٰذا عوام ہی کا تمہیں زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

وَلْيَكُنْ أَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَأَشْنَأُهُمْ عِنْدَكَ أَطْلَبَهُمْ لِمَعَائِبِ النَّاسِ فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوباً الْوَالِي أَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ عَلىٰ مَا غَابَ عَنْكَ فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللّٰهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهُ

تمہاری مجلس سے سب سے زیادہ دُور اور تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مکروہ وہ شخص ہونا چاہیئے جو لوگوں کے عیب ڈھونڈا کرتا ہے۔ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ یہ کام حاکم کا ہے کہ ان کے عیب ڈھکے۔ خبردار چھپے ہوئے عیبوں کی کرید نہ کرنا۔ تمہارا منصب بس یہ ہے کہ جو عیب چھپے ہوئے ہیں، ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو۔ حتی المقدور لوگوں کے ڈھکے کو ڈھکا

مِنْ رَعِيَّتِكَ أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ، وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلَى تَصْدِيقِ سَاعٍ فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ وَلَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلًا يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ وَلَا حَرِيصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللَّهِ ۔

ہی رہنے دینا ۔ ایسا کرو گے تو خدا بھی تمھارے وہ عیب ڈھکے رہنے دیگا ، جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو ۔

وہ سب اسباب دور کر دینا ، جو لوگوں میں بغض و کینہ پیدا کرتے ہیں عداوت و غیبت کی ہر رسی کاٹ ڈالنا ۔ خبردار ! چغلخور کی بات ماننے میں جلدی نہ کرنا ، کیونکہ چغلخور دغاباز ہوتا ہے ۔ اگرچہ خیر خواہ کا روپ بھر کے سامنے آتا ہے ۔

اپنے مشورے میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمھیں احسان کرنے سے روکے گا اور فقر سے ڈرائے گا ۔

بُزدل کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا ، کیونکہ مہمات میں تمہاری ہمت کمزور کر دے گا ۔

حریص کو بھی شریک نہ کرنا ، کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا ۔

یاد رکھو بخل ، بزدلی ، حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر ان کی بنیاد خدا سے سوء ظن پر ہے ۔

إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيرًا وَمَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْآثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بِطَانَةً فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَإِخْوَانُ الظَّلَمَةِ ۔ وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهَا خَيْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَنَفَاذِهِمْ وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ وَأَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنْ ظَالِمًا عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا آثِمًا عَلَى إِثْمِهِ أُولَئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً وَأَحْنَى عَلَيْكَ عَطْفًا وَأَقَلُّ لِغَيْرِكَ إِلْفًا ، فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ ۔ ثُمَّ لْيَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ

وزراء کا تعین

بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساجھی ہو ۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا ۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ گنہ گاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں ۔ ان کی جگہ تمھیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے برابر ہوں گے ۔ مگر گناہوں سے ان کی طرح لدے نہ ہوں گے ۔ نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی ۔ نہ کسی گنہ گار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا ۔ یہ لوگ تمھیں کم تکلیف دیں گے ، تمھارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے ۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور غیر سے اپنے سب رشتے کاٹ لیں گے ۔ ایسے ہی لوگوں کو نجی صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا ۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمھاری نگاہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے

وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللّٰهُ لِأَوْلِيَائِهِ وَاقِعاً (ذٰلِكَ) مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ ثُمَّ رُضْهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُطْرُوكَ وَلَا يَبْجَحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ وَتُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ ـــ وَلَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ تَزْهِيداً لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ وَتَدْرِيباً لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ۔

وَأَلْزِمْ كُلّاً مِنْهُمْ مَا أَلْزَمَ نَفْسَهُ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ وَتَخْفِيفِهِ الْمَؤُونَاتِ عَلَيْهِمْ وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ (لَهُ) قِبَلَهُمْ فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَباً طَوِيلًا وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ۔ وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ ـــ وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ۔ وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السُّنَنِ فَيَكُونَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا۔ وَأَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ وَمُنَافَثَةَ الْحُكَمَاءِ فِي تَثْبِيتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ وَإِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ۔

کہہ سکتے ہوں اور ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتے ہوں جو خدا اپنے بندوں کے لیے ناپسند فرما چکا ہے۔

اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا۔ انھیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں۔ کیونکہ تعریف کی بھرمار سے آدمی میں غرور پیدا ہوتا ہے۔

اور تمہارے سامنے نیکوکار اور خطاکار برابر نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطاکار اور بھی شوخ ہو جائیں گے۔ ہر آدمی کو وہ جگہ دینا جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہے۔

اور تمھیں جاننا چاہیے کہ رعایا میں اپنے حاکم کے ساتھ حسنِ ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم و کرم کی بارش کرتا رہے۔ اس کی تکلیفیں دور کرے اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ یہ اصول تمہارے لیے کافی ہے اس سے رعایا کا حسنِ ظن تمھیں بہت سی مشکلوں سے بچاوے گا۔

خود تمہارے حسنِ ظن کے سب سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اتریں اسی طرح تمہارے سوءِ ظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہی ہوں جو آزمائش میں سب سے بُرے نکلیں۔

کسی اچھے دستور کو نہ توڑنا، جو اس امت کے اگلے لوگ جاری کر گئے ہیں اور جس سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ رعایا کی بھلائی ہوئی ہے توڑو گے تو اچھے دستوروں کا ثواب اگلوں کے لیے باقی رہے گا اور عذاب تمہارے حصے میں آئے گا کہ بھلی راہ تم نے مٹا دی اس بارے میں اہل علم و عرفان سے مشورہ کرتے رہنا کہ تعمیر و اصلاح کے وسائل کیا ہیں اور انہیں کس طرح استحکام و دوام بخشا جائے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ
بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ وَلَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ
فَمِنْهَا جُنُودُ اللهِ، وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ
وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ، وَمِنْهَا (۴) عُمَّالُ الْإِنْصَافِ
وَالرِّفْقِ وَمِنْهَا (۵) أَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ
أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ۔ وَمِنْهَا (۶)
التُّجَّارُ وَأَهْلُ (۷) الصِّنَاعَاتِ وَمِنْهَا (۸) الطَّبَقَةُ
السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ۔ وَكُلٌّ قَدْ
سَمَّى اللهُ لَهُ سَهْمَهُ وَوَضَعَ عَلَى حَدِّهِ فَرِيضَةً
فِي كِتَابِهِ أَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوظًا۔

اور دیکھو، رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں، یہ طبقے ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ ایک طبقہ وہ ہے، جسے خدا کی فوج کہنا چاہیئے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو عوام و خواص کا تحریری کام کرتے ہیں۔ پھر انصاف کرنے والے قاضی ہیں، امن و انتظام کے عمال ہیں۔ ذمی اور مسلم اہل جزیہ و اہل خراج ہیں۔ پھر سوداگر اور اہل حرفہ ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کا نچلا طبقہ بھی ہے۔ خدا نے حق میں ہر طبقے کا حصہ مقرر کر کے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اسے ضروری ٹھہرا دیا ہے اور اس کی پابندی و بجاآوری ہمارے ذمے لازمی کر دی ہے۔

طبقات عوام

فَالْجُنُودُ بِإِذْنِ اللهِ حُصُونُ الرَّعِيَّةِ،
وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَعِزُّ الدِّينِ وَسُبُلُ الْأَمْنِ۔
وَلَيْسَ تَقُومُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُودِ
إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِي يَقْوَوْنَ
بِهِ عَلَى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَمِدُونَ عَلَيْهِ فِيمَا
يُصْلِحُهُمْ، وَيَكُونُ مِنْ وَرَاءِ حَاجَتِهِمْ ـــ ثُمَّ
لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ إِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ
مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ لِمَا يُحْكِمُونَ مِنَ
الْمَعَاقِدِ وَيَجْمَعُونَ مِنَ الْمَنَافِعِ۔ وَيُؤْتَمَنُونَ
عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْأُمُورِ، وَعَوَامِّهَا۔
وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيعًا إِلَّا بِالتُّجَّارِ وَذَوِي
الصِّنَاعَاتِ فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ
وَيُقِيمُونَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ، وَيَكْفُونَهُمْ
مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيهِمْ، مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ۔

خدا کی فوج باذن اللہ رعایا کا قلعہ ہے حاکم کی زینت ہے۔ دین کی قوت ہے، امن کی ضمانت ہے۔ رعایا کا قیام فوج ہی سے ہے۔ لیکن فوج کا قیام خراج سے ہے جو خدا اس کے لیے نکالتا ہے، خراج ہی سے سپاہی جہاد میں تقویت پاتے اور اپنی حالت درست کرتے ہیں۔

پھر ان دونوں طبقوں، فوجیوں اور اہل خراج کی بقا کے لیے تیسرا طبقہ ضروری ہے، یعنی قضاۃ، عمال، کتاب کا طبقہ کہ یہی لوگ ہر قسم کی مالی معاملات انجام دیتے ہیں اور ان چاروں طبقوں کی بقا کے لیے تاجر اور اہل حرفہ ضروری ہیں کہ بازار لگاتے اور سب کی ضرورتیں مہیا کرتے ہیں۔

آخر میں ادنیٰ طبقہ آتا ہے اور اس طبقے کی امداد و اعانت ازبس ضروری ہے۔

خدا کے یہاں سب کی گنجائش ہے اور حاکم پر سب کو حق قائم ہے حاکم جتنی بھی بھلائی کر سکتا ہے، کرتا رہے۔ مگر اس بارے میں اپنے

ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَىٰ مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَمَعُونَتُهُمْ۔

وَفِي اللّٰهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ۔ وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ، وَتَوْطِينِ نَفْسِهِ عَلَىٰ لُزُومِ الْحَقِّ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ۔

فرض سے وہ عہدہ برآ ہو نہیں سکتا، جب تک توفیق الٰہی کی دعا کے ساتھ عزم مصمّم بھی نہ رکھے کہ حق ہی کا ساتھ دے گا، حق ہی پر ثابت قدم رہے گا، چاہے حق آسان ہو یا مشکل۔

فَوَلِّ مِنْ جُنُودِكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، وَلِإِمَامِكَ وَأَنْقَاهُمْ جَيْبًا۔ وَأَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الْعُذْرِ وَيَرْأَفُ بِالضُّعَفَاءِ وَيَنْبُو عَلَى الْأَقْوِيَاءِ وَمِمَّنْ لَا يُثِيرُهُ الْعُنْفُ وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ۔ ثُمَّ الْصَقْ بِذَوِي الْمُرُوءَاتِ وَالْأَحْسَابِ،

دیکھو اپنی فوج کے معاملے میں ہشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ کے رسولؐ کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں، صاف دل ہوں، ہوشمند ہوں، جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں، عذر معذرت قبول کرلیتے ہوں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زبردستوں پر سخت ہوں، نہ سختی انھیں جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انھیں بٹھا دیتی ہو۔

وَأَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ۔ ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشَّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ، فَإِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ۔

فوج کے لیے انہی کو منتخب کرنا جن کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے۔ جن کا ماضی بے داغ ہے۔ جو ہمت و شجاعت جود و سخا سے آراستہ ہیں۔ شرافت اور نیکی ایسے ہی لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا وَلَا يَتَفَاقَمَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ۔ وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ، وَإِنْ قَلَّ فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَىٰ بَذْلِ النَّصِيحَةِ لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمُورِهِمْ اتِّكَالًا عَلَىٰ جَسِيمِهَا: فَإِنَّ لِلْيَسِيرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُونَ بِهِ وَلِلْجَسِيمِ مَوْقِعًا لَا

ان فوجیوں کے معاملات کی ویسی ہی فکر کرنا جیسی فکر والدین کو اولاد کی ہوتی ہے۔ ان کی تقویت اور درستیٔ حال کے لیے جو بھی بن پڑے کرتے رہنا اور جو کچھ کرنا اُسے بہت نہ سمجھنا۔ اپنے کم سے کم لطف و احسان کو بھی معمولی نہ سمجھنا۔ کیونکہ اس سے ان کی خیر خواہی بڑھے گی اور حسن ظن میں اضافہ ہوگا۔ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پروائی اس بھروسے پر نہ کرنا کہ بڑی ضرورتوں کا خیال کر رہے ہو۔ کیونکہ تمہاری معمولی رعایت بھی ان کے لیے نعمت ہوگی اور بڑی ضرورتوں میں تو وہ

يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ وَيَكُونُ آثَرُ رُؤُوسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ وَأَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهِ، بِمَا يَسَعُهُمْ وَيَسَعُ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ، حَتَّى يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمّاً وَاحِداً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ، فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ وَإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ، وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ، وَإِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ وَلَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ، وَقِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ، فَافْسَحْ فِي آمَالِهِمْ وَوَاصِلْ فِي حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذَوُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا أَبْلَى وَلَا تُضِيفَنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ إِلَى غَيْرِهِ، وَلَا تُقَصِّرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بَلَائِهِ وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ صَغِيراً، وَلَا ضَعَةُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ عَظِيماً۔

وَارْدُدْ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوبِ وَيَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْأُمُورِ۔

سراسر تمہارے لطف و کرم کے ہمیشہ محتاج ہی رہیں گے۔

وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہوں اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو ان کی فرورتوں اور بال بچوں کی فکروں سے آزاد کرتے ہیں تاکہ پوری فوج ایک دل ہو جائے اور اس کے سامنے بس ایک ہی خیال رہے — دشمن سے جنگ فوج کے سرداروں پر تمہاری توجہ، فوج کے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ کر دے گی۔

حاکم کے آنکھ کی ٹھنڈک کس چیز میں ہونا چاہیے۔ اس میں کہ خود انصاف قائم کرے، اور رعایا اُس سے اپنی محبت ظاہر کرتی رہے۔ رعایا کی محبت ظاہر نہیں ہوتی، جب تک اس کے دل سلیم نہ ہوں اور رعایا کی خیرخواہی صحیح نہیں ہوتی جب تک اُسے حاکم سے سچی محبت نہ ہو اس کی حکومت کو بوجھ اور اس کے زوال میں دیر کو وبال نہ سمجھتی ہو۔

لہٰذا ضروری ہے کہ رعایا کی امیدوں کے لیے میدان کشادہ رکھنا اس کی دلجوئی برابر کرتے رہنا۔ اس کے بہادروں کے کارنامے سراہتے رہنا۔ اچھے کاموں کی تعریف سے بہادروں کا جوش بڑھتا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کی ہمتیں اونچی ہوتی ہیں۔

ہر آدمی کے کارنامے کا اعتراف کرنا ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کرنا۔ انعام دینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو۔ خاندانی ہونے کی وجہ سے کسی کے معمولی کام کو بڑھا چڑھا نہ دینا۔ اسی طرح ادنیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے کسی کے بڑے کارنامے کی بے قدری نہ کرنے لگنا۔

مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت و علم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹانا۔ کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کے لیے فرما چکا ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لِقَوْمٍ أَحَبَّ إِرْشَادَهُمْ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ"[1]۔

فَالرَّدُّ إِلَى اللّٰهِ: الْأَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهِ۔ وَالرَّدُّ إِلَى الرَّسُولِ: الْأَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ۔

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ مِمَّنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتَمَادَىٰ فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَىٰ طَمَعٍ وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَىٰ فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ، وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ تَكَشُّفِ الْأُمُورِ، وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ۔ وَأُولٰئِكَ قَلِيلٌ۔

ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهِ وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ وَأَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ خَاصَّتِكَ لِيَأْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ. فَانْظُرْ فِي ذٰلِكَ نَظَرًا بَلِيغًا فَإِنَّ هٰذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَىٰ. وَتُطْلَبُ

اللہ کی طرف معاملے کا لوٹانا یہ ہے کہ کتابِ محکم اور بعض صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسولؐ کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنتِ نبوی کو لیا جائے نہ کہ اُسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔

پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمھاری نظر میں سب سے افضل ہوں۔ ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں۔ طمّاع نہ ہوں۔ اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں۔ فیصلے کے وقت شکوک و شبہات پر رُکنے والے ہوں صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں۔ مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اُکتا نہ جاتے ہوں۔ واقعات کی تہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنھیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو، مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمھارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے انھیں معاوضہ دو تا کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انھیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اپنے دربار میں انھیں ایسا درجہ دو کہ تمھارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انھیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہیے۔ اس بارے میں پوری توجہ سے کام لینا، کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے۔

عُمّال حکومت کے معاملات پر بھی تمھیں نظر رکھنا ہو گی، جسے مقرر کرنا، امتحاناً مقرر کرنا۔ رورعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابق میں اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار

[1] اے وہ جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اپنے میں سے اہل الحل والعقد کی لیکن اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ و رسولؐ کے پاس لوٹا دو۔

بِهِ الدُّنْيَا.

ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَاراً، وَلَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً وَأَثَرَةً، فَإِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ. وَتَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَالْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقاً، وَأَصَحُّ أَعْرَاضاً، وَأَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَافاً، وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظَراً. ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ، فَإِنَّ ذَلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ، وَغِنًى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ، وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ أَوْ ثَلَمُوا أَمَانَتَكَ. ثُمَّ تَفَقَّدْ أَعْمَالَهُمْ وَابْعَثِ الْعُيُونَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ. فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِمْ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ، وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ. وَتَحَفَّظْ مِنَ الْأَعْوَانِ، فَإِنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ أَخْبَارُ عُيُونِكَ اكْتَفَيْتَ بِذَلِكَ شَاهِداً، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ، وَأَخَذْتَهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ، ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ، وَوَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ، وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ.

وَتَفَقَّدْ أَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ أَهْلَهُ، فَإِنَّ فِي صَلَاحِهِ وَصَلَاحِهِمْ صَلَاحاً لِمَنْ سِوَاهُمْ، وَلَا صَلَاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ إِلَّا بِهِمْ، لِأَنَّ النَّاسَ

اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جو ان کے ہاتھ میں ہوگا اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی، مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا نیک لوگوں کو مخبر بنا کے ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لیے کہ جب انھیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا، جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا، خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اُسے رسوا کر ڈالنا۔

دیکھو محکمہ خراج کی نگرانی میں کوتاہی نہ ہو۔ خراج کے ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی و خوشحالی ہے۔ سب کے رزق کا مدار خراج پر ہے اور خراج کے تحصیلداروں پر۔

لیکن خراج سے زیادہ ملک کی آبادی پر توجہ رہنا چاہیے، کیونکہ خراج بھی تو خوشحالی سے حاصل ہوتا ہے۔ جو حاکم تعمیر کے بغیر خراج چاہتا ہے اس کی حکومت یقیناً چند روزہ ثابت ہوگی۔

اگر کاشتکار، خراج کی زیادتی کی، کسی آسمانی آفت کی، آب پاشی میں خلل پڑ جانے کی، رطوبت میں قلت کی، سیلاب یا خشکی کے سبب نقاوی کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو ان کی سُننا اور خراج کم کر دینا۔ کیونکہ کاشتکار ہی تمہارا اصل خزانہ ہیں۔ ان سے جو رعایت بھی کرو گے اس سے ملک کی فلاح ہوگی۔ حکومت کی رونق بڑھے گی نیز تم رعایا سے مال کے خراج کے ساتھ تعریف کا خراج بھی وصول کرو گے۔

اس وقت ان میں عدل پھیلانے سے تمہیں اور زیادہ خوشی حاصل

كُلُّهُم عِيَالٌ عَلَى الخَرَاجِ وَاَهلِهِ.

وَلْيَكُن نَظَرُكَ فِي عِمَارَةِ الاَرضِ اَبلَغَ مِن نَظَرِكَ فِي اسْتِجلَابِ الخَرَاجِ، لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يُدرَكُ اِلَّا بِالعِمَارَةِ، وَمَن طَلَبَ الخَرَاجَ بِغَيرِ عِمَارَةٍ اَخرَبَ البِلَادَ، وَاَهلَكَ العِبَادَ، وَلَم يَستَقِم اَمرُهُ اِلَّا قَلِيلاً. فَاِن شَكَوا ثِقَلاً اَو عِلَّةً اَوِ انقِطَاعَ شِربٍ اَو بَالَّةٍ اَو اِحَالَةَ اَرضٍ اغتَمَرَهَا غَرَقٌ اَو اَجحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفتَ عَنهُم بِمَا تَرجُو اَن يَصلُحَ بِهِ اَمرُهُم وَلَا يَثقُلَنَّ عَلَيكَ شَيءٌ خَفَّفتَ بِهِ المَؤُونَةَ عَنهُم فَاِنَّهُ ذُخرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ، وَتَزيِينِ وِلَايَتِكَ، مَعَ اسْتِجلَابِكَ حُسنَ ثَنَائِهِم وَتَبَجُّحِكَ بِاستِفَاضَةِ العَدلِ فِيهِم، مُعتَمِدٌ افَضلَ قُوَّتِهِم بِمَا ذَخَرتَ مِن اِجمَامِكَ لَهُم وَالثِّقَةِ مِنهُم بِمَا عَوَّدتَهُم مِن عَدلِكَ عَلَيهِم فِي رِفقِكَ بِهِم، فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الاُمُورِ مَا اِذَا عَوَّلتَ فِيهِ عَلَيهِم مِن بَعدُ احتَمَلُوهُ طَيِّبَةً اَنفُسُهُم بِهِ، فَاِنَّ العُمرَانَ مُحتَمِلٌ مَا حَمَّلتَهُ، وَاِنَّمَا يُؤتٰى خَرَابُ الاَرضِ مِن اِعوَازِ اَهلِهَا وَاِنَّمَا يُعوِزُ اَهلُهَا لِاِشرَافِ اَنفُسِ الوُلَاةِ عَلَى الجَمعِ، وَسُوءِ ظَنِّهِم بِالبَقَاءِ، وَقِلَّةِ انتِفَاعِهِم بِالعِبَرِ.

ثُمَّ انظُر فِي حَالِ كُتَّابِكَ فَوَلِّ عَلٰى اُمُورِكَ خَيرَهُم وَاخصُص رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَاَسرَارَكَ بِاَجمَعِهِم لِوُجُوهِ

ہوگی۔ مشکلات میں ان کی قوت پر تمہارا بھروسہ بڑھ جائے گا اور جو راحت تم نے انہیں پہنچائی ہے اور جس انصاف کا انہیں خوگر بنا دیا ہے اس پر ان کی شکرگزاری تمہارے لیے خزانہ بن جائے گی۔ ممکن ہے مشکلات نازل ہوں اور ان لوگوں پر بھروسہ کرنے کی مجبوری پیش آجائے۔ ایسی حالت میں وہ بخوشی تمہارا ہر مطالبہ قبول کر لیں گے۔

ملک کی آبادی و سرسبزی، ہر بوجھ اُٹھا سکتی ہے۔ لہٰذا اس کا ہمیشہ خیال رکھنا ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے اور باشندوں کی غربت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ کیونکہ انھیں اپنے تبادلے اور زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور وہ عبرتوں سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔

اپنے منشیوں کے معاملے کو بھی بہت اہمیت دینا۔ یہ منصب بہترین آدمیوں ہی کے سپرد کرنا۔ راز کی خط و کتابت پرانی لوگوں کو مقرر کرنا، جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں جنھیں نہ اعزاز گستاخ بنا دے کہ بھری مجلس میں تم سے بدتمیزی کرنے لگیں۔ یا معاہدوں میں تمہاری مصلحتوں، فائدوں سے چوک جایا کریں یا اگر کسی معاہدے سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس سے مخلصی کی صورت نہ پیدا کر سکیں۔ یہ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ خود اپنی قدر جانتے ہوں، کیونکہ جو شخص اپنی قدر نہیں جانتا وہ دوسروں کی قدر کیا جانے گا؟

ان لوگوں کا چناؤ محض اپنی فراست میلان طبیعت یا حسنِ ظن کی بنا پر نہ کرنا کیونکہ لوگوں کا دستور ہے کہ تصنع اور ظاہرداری سے اپنے آپ کو حاکموں کی فراست کے مطابق بنا لیتے ہیں، مگر خیرخواہی اور امانت داری سے کورے ہوتے ہیں۔

انتخاب میں یہ بھی دیکھنا کہ اگلے حاکموں کے تحت انھوں نے کیا خدمتیں انجام دی ہیں۔ عوام کو ان سے کتنا فائدہ پہنچا ہے، اور امانت داری میں ان کا شہرہ کیسا ہے؟ ان باتوں کا لحاظ رکھو گے تو بے شک سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کے اور اپنی رعایا کے خیرخواہ ہو۔

صَالِحِ الْأَخْلَاقِ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ فَيَجْتَرِئَ
بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَإٍ، وَلَا تُقَصِّرُ
بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ إِيرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ
وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ فِيمَا
يَأْخُذُ لَكَ، وَيُعْطِي مِنْكَ وَلَا يُضْعِفُ عَقْدًا اعْتَقَدَهُ
لَكَ وَلَا يَعْجِزُ عَنْ إِطْلَاقِ مَا عُقِدَ عَلَيْكَ، وَلَا
يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ الْجَاهِلَ
بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ أَجْهَلَ. ثُمَّ لَا
يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَاسْتِنَامَتِكَ
وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ، فَإِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ
الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ، وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ وَلَيْسَ وَرَاءَ
ذٰلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْأَمَانَةِ شَيْءٌ، وَلٰكِنِ
اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وَلُوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ فَاعْمِدْ
لِأَحْسَنِهِمْ، كَانَ فِي الْعَامَّةِ أَثَرًا وَأَعْرَفِهِمْ
بِالْأَمَانَةِ وَجْهًا فَإِنَّ ذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ
لِلّٰهِ وَلِمَنْ وُلِّيتَ أَمْرَهُ وَاجْعَلْ لِرَأْسِ كُلِّ
أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَقْهَرُهُ كَبِيرُهَا
وَلَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْكَ كَثِيرُهَا وَمَهْمَا كَانَ فِي كُتَّابِكَ
مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ أُلْزِمْتَهُ۔

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ، وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ،
وَأَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا، الْمُقِيمِ مِنْهُمْ وَالْمُضْطَرِبِ
بِمَالِهِ وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ. فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ
وَأَسْبَابُ الْمَرَافِقِ وَجُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ
وَالْمَطَارِحِ فِي بَرِّكَ وَبَحْرِكَ وَسَهْلِكَ وَ
جَبَلِكَ وَحَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا

ہر محکمے کا ایک صدر مقرر کرنا جو محکمے کے تمام کاموں کو اپنے ہاتھ میں رکھے اور مشکلات سے بدحواس نہ ہو۔ یاد رکھو تمہارے منشیوں میں جو عیب ہوگا اور تم اس سے چشم پوشی کروگے تو وہ عیب خود تمہارا سمجھا جائے گا۔

تجار اور اہل حرفت کا پورا خیال رکھنا ان کا بھی، جو مقیم ہیں اور ان کا بھی جو پھیری کرتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ ملک کی دولت بڑھاتے ہیں۔ دُور دُور سے سامان لاتے ہیں خشکیوں، تریوں، میدانوں، ریگستانوں، سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں کو پار کر کے ضروریاتِ زندگی مہیا کرتے ہیں۔ ایسی ایسی جگہوں سے مال ڈھو لاتے ہیں، جہاں اور لوگ نہیں پہنچتے بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کرسکتے۔

تاجر اور اہلِ حرفہ، امن پسند لوگ ہوتے ہیں۔ ان سے شورش و بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس پر بھی ضروری ہے کہ پایۂ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے، کیونکہ ان میں سے اکثر بڑے تنگ دل بڑے بخیل ہوتے ہیں، اجارہ داری سے کام لیتے ہیں اور لین دین میں کمی ڈال کے لوٹ لینا چاہتے ہیں۔

اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دینا، کیونکہ رسول اللہؐ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن ہاں خرید و فروخت خوش دلی سے ہو۔ وزن بٹے ٹھیک رہیں۔ نرخ مقرر ہوں۔ نہ بیچنے والا گھاٹے میں رہے، نہ مول لینے والا، مونڈا جائے۔ اور ممانعت پر بھی اگر کوئی اجارہ داری کا مرتکب ہو تو اعتدال کے ساتھ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے۔

پھر اللہ اللہ، ادنیٰ طبقے کے معاملے میں یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں، فقیر، مسکین، محتاج، قلاش، اپاہج۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے، مگر خود صورت حال ہیں۔

ان لوگوں کے بارے میں جو فرض خدا نے تمھیں سونپا ہے اس پر نگاہ رکھنا۔ اُسے تلف نہ ہونے دینا۔ بیت المال میں ایک حصہ ان کے لیے خاص کر دینا اور اسلام کی جہاں جو صافی جائداد موجود ہے۔ اس کی آمدنی

وَلَا یَجْتَرِئُونَ عَلَیْهَا، فَإِنَّهُمْ سِلْمٌ لَا تُخَافُ
بَائِقَتُهُ، وَصُلْحٌ لَا تُخْشَی غَائِلَتُهُ۔ وَتَفَقَّدْ
أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ، وَفِي حَوَاشِي بِلَادِكَ۔ وَ
أَعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ۔ أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضِيقًا فَاحِشًا
وَشُحًّا قَبِيحًا، وَاحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ، وَتَحَكُّمًا فِي
الْبِيَاعَاتِ، وَذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ۔
وَعَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ، فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ!
فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مَنَعَ مِنْهُ وَلْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا بِمَوَازِينِ
عَدْلٍ وَأَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ
وَالْمُبْتَاعِ، فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ
فَنَكِّلْ بِهِ وَعَاقِبْ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ۔
ثُمَّ اللّٰهَ اللّٰهَ! فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى
مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ مِنَ الْمَسَاكِينِ وَالْمُحْتَاجِينَ
وَأَهْلِ الْبُؤْسَى وَالزَّمْنَى فَإِنَّ فِي هٰذِهِ الطَّبَقَةِ
قَانِعًا وَمُعْتَرًّا۔ وَاحْفَظْ لِلّٰهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ
مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ
مَالِكَ، وَقِسْمًا مِنْ غَلَّاتِ صَوَافِي الْإِسْلَامِ، فِي
كُلِّ بَلَدٍ۔ فَإِنَّ لِلْأَقْصَى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي
لِلْأَدْنَى وَكُلٌّ قَدِ اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ، فَلَا
يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ، فَإِنَّكَ لَا تُعْذَرُ
بِتَضْيِيعِكَ التَّافِهَ لِإِحْكَامِكَ الْكَثِيرَ الْمُهِمَّ
فَلَا تُشْخِصْ هَمَّكَ عَنْهُمْ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لَهُمْ، وَتَفَقَّدْ أُمُورَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ
مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ الْعُيُونُ وَتَحْقِرُهُ الرِّجَالُ

میں ان کا بھی حصہ رکھنا۔ ان میں سے کون دُور ہے۔ کون نزدیک ہے؟
یہ نہ دیکھنا۔ دور نزدیک سب کا حق برابر ہے اور ہر ایک کے حق کی
ذمہ داری تمھارے سر ڈال دی گئی ہے۔

دیکھو، دولت کا نشہ تمھیں ان بے چاروں سے غافل نہ کردے۔ اگر تم
نے اس بارے میں اہم و اکثر کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمھاری معمولی غفلت
بھی معاف نہ کی جائے گی! لہٰذا ان کے ساتھ تکبّر سے پیش نہ آنا اور اپنی توجہ
سے انھیں محروم نہ کرنا۔

ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمھارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔ انھیں نگاہیں
ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری بھی تمھارا کام
ہے۔ ان کے لیے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا مگر یہ آدمی ایسے
ہوں جو خوفِ خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں۔ یہ لوگ ان کسوں کے
معاملات تمھارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے سامنے تمھیں
شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف
کا مستحق کوئی نہیں —— مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا جو حق ہے۔ پورا پورا
ادا کرتے رہنا۔

اور یتیموں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا اور ان کا بھی جو
بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جن کا کوئی سہارا باقی نہیں، جو بھیک مانگنے کے
بھی لائق نہیں رہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر بے شک گراں ہوتی ہیں، لیکن یہ بھی
سوچنا چاہیے کہ پورے کا پورا حق گراں ہی ہے۔ ہاں خدا، حق کو کبھی
ان کے لیے آسان کر دیتا ہے جو عاقبت کی طلب میں رہتے ہیں اور اس
لیے مشکلات و مکروہات میں اپنے دل کو مضبوط بنا لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ
ہیں جن کا یقین اس وعدۂ الٰہی پر پختہ ہے جو وہ پروردگار اپنے نیک
بندوں سے کر چکا ہے۔

اور تم اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لیے خاص کر دینا۔

فَفَرِّغْ لِأُولٰئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْخَشْيَةِ وَالتَّوَاضُعِ فَلْيَرْفَعْ إِلَيْكَ اُمُوْرَهُمْ ثُمَّ اعْمَلْ فِيْهِمْ بِالْإِعْذَارِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ تَلْقَاهُ فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ الرَّعِيَّةِ أَحْوَجُ إِلَى الْإِنْصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ وَكُلٌّ فَأَعْذِرْ إِلَى اللّٰهِ فِي تَأْدِيَةِ حَقِّهِ إِلَيْهِ وَ تَعَهَّدْ أَهْلَ الْيُتْمِ وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ مِمَّنْ لَا حِيْلَةَ لَهُ، وَلَا يَنْصِبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسَهُ وَذٰلِكَ عَلَى الْوُلَاةِ ثَقِيْلٌ، "وَالْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيْلٌ" وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللّٰهُ عَلَى أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَّرُوْا أَنْفُسَهُمْ، وَوَثِقُوْا بِصِدْقِ مَوْعُوْدِ اللّٰهِ لَهُمْ۔

وَاجْعَلْ لِذَوِي الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْمًا تُفَرِّغُ لَهُمْ فِيْهِ شَخْصَكَ، وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عَامًّا، فَتَتَوَاضَعُ فِيْهِ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَكَ وَتُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَأَعْوَانَكَ مِنْ أَحْرَاسِكَ وَشُرَطِكَ حَتّٰى يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ۔ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ: "لَنْ تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ"۔

ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِيَّ وَنَحِّ عَنْهُمُ الضِّيْقَ وَالْأَنَفَ، يَبْسُطِ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهِ، وَيُوْجِبْ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهِ، وَأَعْطِ مَا أَعْطَيْتَ هَنِيْئًا، وَامْنَعْ فِي إِجْمَالٍ وَإِعْذَارٍ!

ثُمَّ أُمُوْرٌ مِنْ أُمُوْرِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ

سب کام چھوڑ کے ان سے ملا کرنا۔ ایسے موقعے پر تمھاری مجلس عام رہے، کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جاؤ۔ فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا تاکہ آنے والے دل کھول کے اپنی بات کہہ سکیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ کو بار بار فرماتے سُنا ہے " اس اُمت کی بھلائی نہیں ہو سکتی، جس میں کمزوروں کو طاقت ور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا۔"

یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے اب اگر بدتمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں، تو خفا نہ ہونا برداشت کر لینا۔ خبردار! زجر و توبیخ نہ کرنا۔ تکبر سے پیش نہ آنا۔ میری وصیت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلا دے گا اور اپنی فرمانبرداری کا ثواب تمھارے لیے اٹل کر دے گا۔

جس کو کچھ دینا، اس طرح کہ وہ خوش ہو جائے اور نہ دے سکنا تو اپنا عذر صفائی سے بیان کر دینا۔

پھر ایسے معاملات بھی ہیں جنھیں خود اپنے ہی ہاتھ میں تمھیں رکھنا ہوگا۔ ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمالِ حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھا کرنا۔ جو تمھارے منشی نہیں لکھ سکتے۔

اور ایک معاملہ یہ ہے جس دن روپیہ آئے اُسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا۔ اس سے تمھارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہوگی، کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تاخیر و تعویق چاہیں گی۔

روز کا کام، روز ختم کر دینا۔ کیونکہ ہر دن کے لیے اسی کا کام بہت ہوتا ہے۔

اپنے وقت کا سب سے افضل حصّہ، اپنے پروردگار کے لیے خاص کر دینا۔ اگرچہ سب وقت اللہ ہی کے ہیں۔ بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس نیک نیت سے سلامتی ملتی ہو۔

خدا کے لیے دین کو خالص کرنے میں سب سے زیادہ یہ خیال

مُبَاشَرَتِهَا: مِنْهَا إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْيَا عَنْهُ
كُتَّابُكَ وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ
وُرُودِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ بِهِ صُدُورُ أَعْوَانِكَ
وَأَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ، فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَا فِيهِ
وَاجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ أَفْضَلَ
تِلْكَ الْمَوَاقِيتِ، وَأَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ وَإِنْ
كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ إِذَا صَلَحَتْ فِيهَا النِّيَّةُ وَ
سَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ۔

وَلْيَكُنْ فِي خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلّٰهِ
دِينَكَ إِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةً،
فَأَعْطِ اللهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ
وَوَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلاً
غَيْرَ مَثْلُومٍ، وَلَا مَنْقُوصٍ، بَالِغًا مِنْ بَدَنِكَ
مَا بَلَغَ۔ وَإِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ
فَلَا تَكُونَنَّ مُنَفِّرًا وَلَا مُضَيِّعًا فَإِنَّ فِي النَّاسِ
مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ وَقَدْ سَأَلْتُ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
حِينَ وَجَّهَنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أُصَلِّي بِهِمْ؟
فَقَالَ: صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أَضْعَفِهِمْ وَ
كُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا»

أَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ
رَعِيَّتِكَ فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ
شُعْبَةٌ مِنَ الضِّيقِ وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ،
وَالِاحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ
مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصْغُرُ عِنْدَ

رہے کہ فرائض بغیر کسی کمی بیشی کے کماحقہٗ بجا لائے جائیں۔ یہ فرائض صرف
خدا کے لیے خاص ہیں اور ان میں کسی کا ساجھا نہیں۔

دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کے لیے خاص کر دینا،
اور جو عبادت بھی تقربِ الٰہی کے لیے انجام دینا۔ اس طرح انجام دینا
کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو کسی طرح کا کوئی نقص اس میں رہ نہ جائے،
چاہے اس سے تمھارے جسم کو کتنی ہی تکلیف ہو۔

اور دیکھو، جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے
بیزار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رُکن ضائع ہو جائے
یاد رکھو نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ تندرست بھی اور بیمار بھی۔
اور ضرورت مند بھی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب خود مجھے یمن بھیجنے
لگے تو میں نے عرض کیا تھا: "یا رسُول اللہ! امامت کس طرح کروں گا؟"
جواب ملا: "تیری نماز ویسی ہو جیسی سب سے کم طاقت نمازی کی ہو سکتی ہے
اور تو مؤمنوں کے لیے رحیم ثابت ہونا۔"

یہ بھی ضروری ہے کہ رعایا سے تمھاری رو پوشی کبھی لمبی نہ ہو۔ رعایا
سے چھپنا حاکم کی تنگ نظری کا ثبوت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
حاکم رعایا کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

جب حاکم رعایا سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں
سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں۔ نتیجہ یہ
ہوتا ہے بڑے لوگ اس کی نگاہ میں چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے
لوگ بڑے بن جاتے ہیں۔ اچھائی بُرائی بن جاتی ہے اور بُرائی اچھائی۔
حق اور باطل میں تمیز اُٹھ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ حاکم بھی
آدمی ہوتا ہے، اور ان سب باتوں کو جان نہیں سکتا۔ جو اس سے
چھپا ڈالی جاتی ہیں، حق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے کہ دیکھتے ہی سچ
کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیا جائے۔

سوچو تو تم دو میں سے ایک قسم کے آدمی ہو گے یا تو حق کے مطابق

هُمُ الْكَبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ، وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ، وَيُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ۔ وَإِنَّمَا الْوَالِي بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ۔ وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ: إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِي الْحَقِّ فَفِيمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيهِ؟ أَوْ فِعْلٍ كَرِيمٍ تُسْدِيهِ؟ أَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيِسُوا مِنْ بَذْلِكَ، مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُونَةَ فِيهِ عَلَيْكَ: أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ۔

ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِي خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَتَطَاوُلٌ، وَقِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ فَاحْسِمْ مَادَّةَ أُولٰئِكَ، بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ وَلَا تُقْطِعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَّتِكَ قَطِيعَةً وَ لَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِي شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ فَيَكُونَ مَهْنَأُ ذٰلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

وَأَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ، وَكُنْ فِي ذٰلِكَ صَابِراً مُحْتَسِباً وَاقِعاً ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ، وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ فَإِنَّ

خرچ کرنے میں سخی ہو گے، ایسے ہو تو تمھیں چھپنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ حق کی طرف سے جو کچھ تمھارے ذمے واجب ہو چکا ہے اُسے ادا کر دگے۔ یا اور کوئی نیک کام کر گزرو گے اور یا پھر تم بخل و منع کی آزمائش میں ڈالے گئے ہو، تو اس صورت میں بھی چھپنا غیر ضروری ہے، کیونکہ اس قماش کے آدمی سے لوگ بڑی جلدی مایوس ہو کر خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سے لوگوں کی زیادہ تر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تم پر کوئی بوجھ نہ پڑے گا۔ وہ کسی ظلم کی شکایت لے کر آئیں گے یا کسی معاملے میں انصاف کے طالب ہوں گے۔

تمھیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حاکم کے درباریوں اور مصاحبوں میں خود غرضی تعلّی زیادتی بدمعاملگی ہوا کرتی ہے۔ ان کے شر سے مخلوق کو بچانے کی صورت یہی ہے کہ ان کی بُرائیوں کے سرچشمے ہی بند کر دیے جائیں۔

خبردار کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا۔ ایسا کرو گے، تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے۔ خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمھارے سر پڑے گی۔

حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہیے، چاہے تمھارا عزیز قریب ہو یا غیر، اس بارے میں تمھیں مضبوط اور ثوابِ خداوندی کا آرزومند رہنا ہوگا۔ حق کا وار، خود تمھارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمھیں خوش دلی سے یہ گوارا کرنا ہوگا بے شک تم بھی آدمی ہو اور تمھیں اس سے کوفت ہو سکتی ہے لیکن تمھاری نگاہ ہمیشہ نتیجے پر رہنا چاہیے۔ یقین کرو، نتیجہ تمھارے حق میں اچھا ہی ہوگا۔

اگر رعایا کو تم پر کبھی ظلم کا شبہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آ جانا اور اس کا شبہ دور کر دینا۔ اس سے تمھارے نفس کی ریاضت ہوگی۔ دل میں رعایا کے لیے نرمی پیدا ہوگی اور تمھارے عذر

مَعْتَبَةً ذٰلِكَ مَحْمُودَةً۔

وَإِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفاً فَأَصْحِرْ
لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ
بِإِصْحَارِكَ فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ
وَرِفْقاً بِرَعِيَّتِكَ وَإِعْذَاراً تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ
مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ۔ وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحاً
دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيهِ رِضًا، فَإِنَّ
فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِجُنُودِكَ، وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ
وَأَمْناً لِبِلَادِكَ، وَلٰكِنِ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ
عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ۔ فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ
لِيَتَغَفَّلَ۔ فَخُذْ بِالْحَزْمِ۔ وَاتَّهِمْ فِي ذٰلِكَ حُسْنَ
الظَّنِّ، وَإِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ
عُقْدَةً أَوْ أَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً، فَحُطْ عَهْدَكَ
بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ، وَاجْعَلْ
جُنَّةً، دُونَ مَا أَعْطَيْتَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ
اللّٰهِ شَيْءٌ أَلنَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعاً مَعَ
تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ، وَتَشَتُّتِ آرَائِهِمْ
مِنْ تَعْظِيمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُودِ۔ وَقَدْ لَزِمَ
ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ دُونَ الْمُسْلِمِينَ
لِمَا اسْتَوْبَلُوا مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ، فَلَا
تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ وَلَا تَخِيسَنَّ بِعَهْدِكَ،
وَلَا تَخْتِلَنَّ عَدُوَّكَ۔ فَإِنَّهُ لَا يَجْتَرِئُ عَلَى اللّٰهِ
إِلَّا جَاهِلٌ شَقِيٌّ۔ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَهْدَهُ
وَذِمَّتَهُ أَمْناً أَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ
وَحَرِيماً يَسْكُنُونَ إِلَى مَنَعَتِهِ، وَيَسْتَفِيضُونَ

کا بھی اظہار ہو جائے گا، ساتھ ہی تمھاری یہ غرض بھی پوری ہو جائے گی۔
کہ رعایا حق پر استوار ہے۔

اور دیکھو، جب دشمن ایسی صلح کی طرف بلائے جس میں خدا کی
رضامندی ہو، تو انکار نہ کرنا۔ کیونکہ صلح میں تمھاری فوج کے لیے آرام
ہے اور خود تمھارے لیے بھی فکروں سے چھٹکارا اور امن کا سامان ہے۔
لیکن صلح کے بعد دشمن سے خوب چوکس، خوب ہوشیار رہنا چاہیے۔
کیونکہ ممکن ہے، صلح کی راہ سے اس نے تقرب اس لیے حاصل کیا ہو
کہ بے خبری میں تم پر ٹوٹ پڑے۔ لہٰذا بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔
اس معاملے میں حسن ظن سے کام نہیں چل سکتا۔

اور جب دشمن سے معاہدہ کرنا یا اپنی زبان اسے دے دینا تو عہد کی
پوری پابندی کرنا۔ زبان کا پورا پاس کرنا۔ عہد کو بچانے کے لیے اپنی
جان تک کی بازی لگا دینا۔ کیونکہ سب باتوں میں لوگوں کا اختلاف رہا ہے
مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدمی کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیے۔
مشرکوں تک نے عہد کی پابندی ضروری سمجھی تھی، حالانکہ مسلمانوں سے
بہت نیچے تھے۔ یا اس لیے کہ تجربوں نے انھیں بتا دیا تھا کہ عہد شکنی
کا نتیجہ تباہ کن ہوتا ہے۔

لہٰذا اپنے عہد، وعدے، زبان کے خلاف کبھی نہ جانا۔ دشمن سے
دغابازی نہ کرنا، کیونکہ یہ خدا سے سرکشی ہے اور خدا سے سرکشی، بیوقوف و
سرکش ہی کیا کرتے ہیں۔

اور عہد کیا ہے؟ خدا کی طرف سے امن و امان کا اعلان ہے، جو
اس نے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، عہد خدا کا حرم ہے
جس میں سب کو پناہ ملتی ہے اور جس کی طرف سبھی دوڑتے ہیں۔

خبردار! عہد و پیمان میں کوئی دھوکا، کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاہدے
کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا۔ گول مول، مبہم ہو، کئی کئی مطلب اس
سے نکلتے ہوں۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہد دے چکنے کے بعد ایسی

إِلَى جِوَارِهِ، فَلَا إِدْغَالَ، وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا خِدَاعَ فِيهِ، وَلَا تَعْقِدْ عَقْداً تُجَوِّزُ فِيهِ الْعِلَلَ، وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلَى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّأْكِيدِ وَالتَّوْثِقَةِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ ضِيقُ أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللهِ إِلَى طَلَبِ انْفِسَاخِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، فَإِنَّ صَبْرَكَ عَلَى ضِيقِ أَمْرٍ تَرْجُو انْفِرَاجَهُ وَفَضْلَ عَاقِبَتِهِ، خَيْرٌ مِنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهُ، أَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللهِ فِيهِ طِلْبَةٌ، فَلَا تَسْتَقِيلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا آخِرَتَكَ۔

إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْنَى لِنِقْمَةٍ، وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ، وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا، وَاللهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِئٌ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوهِنُهُ، بَلْ يُزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ، وَلَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللهِ وَلَا عِنْدِي فِي قَتْلِ الْعَمْدِ، لِأَنَّ فِيهِ قَوَدَ الْبَدَنِ، وَإِنِ ابْتُلِيتَ بِخَطَإٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ فَإِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً، فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ۔

وَإِيَّاكَ وَالْإِعْجَابَ بِنَفْسِكَ، وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا، وَحُبَّ الْإِطْرَاءِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ

عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ معاہدہ ہو چکنے کے بعد اگر اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو، تو ناحق اسے منسوخ نہ کر دینا۔ پریشانی جھیل لینا۔ بدعہدی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ بدعہدی پر خدا تم سے جواب طلب کرے گا اور دنیا و آخرت میں اس کے مواخذے سے کہیں مفر نہ ہوگا۔

خبردار! ناحق خون نہ بہانا، کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بدانجام، نعمت کا ڈھانے والا، مدت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے گا تو سب سے پہلے خونِ ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو خونریزی سے حکومت طاقت ور نہیں ہوتی بلکہ کمزور پڑ کر مٹ جاتی ہے۔

اور یہ تو کھلی بات ہے کہ قتلِ عمد میں تم نہ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش کر سکتے ہو نہ میرے سامنے۔ لیکن اگر سزا دینے میں تمھارے کوڑے، تلوار، ہاتھ سے نادانستہ اسراف ہو جائے تو حکومت کے غرّے میں مقتول کا خوں بہا اس کے وارثوں کے حوالے کرنے سے باز نہ رہنا۔

خبردار! خود پسندی کے شکار نہ ہو جانا۔ نفس کی جو بات پسند آئے، اس پر بھروسہ نہ کرنا۔ خوشامد پسندی سے بچنا، کیونکہ شیطان کے لیے یہ زریں موقع ہوتا ہے کہ نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

خبردار! رعایا پر کبھی احسان نہ جتانا۔ جو کچھ اس کے لیے کرنا اُسے بڑھا چڑھا کر نہ دکھانا اور وعدہ خلافی بھی کبھی نہ کرنا۔ احسان جتانے سے احسان مٹ جاتا ہے۔ بھلائی کو بڑھا کر دکھانے سے حق کی روشنی چلی جاتی ہے اور وعدہ خلافی سے خدا بھی ناخوش ہوتا ہے اور حق کے بندے بھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے۔

مِنْ أَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ۔

وَإِيَّاكَ! وَالْمَنَّ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ؛ أَوِ التَّزَيُّدَ فِيمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ، أَوْ أَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ؛ فَإِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْإِحْسَانَ وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ وَالْخُلْفَ يُوجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى "كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ"۔

وَإِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ أَوَانِهَا أَوِ التَّسَقُّطَ فِيهَا عِنْدَ إِمْكَانِهَا أَوِ اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَتْ، أَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا إِذَا اسْتَوْضَحَتْ فَضَعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْضِعَهُ وَأَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ۔

وَإِيَّاكَ! وَالِاسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أُسْوَةٌ وَالتَّغَابِيَ عَمَّا تُعْنَى بِهِ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُونِ فَإِنَّهُ مَأْخُوذٌ مِنْكَ لِغَيْرِكَ وَعَمَّا قَلِيلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ أَغْطِيَةُ الْأُمُورِ وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُومِ؛ إِمْلِكْ حَمِيَّةَ أَنْفِكَ؛ وَسَوْرَةَ حَدِّكَ، وَسَطْوَةَ يَدِكَ، وَغَرْبَ لِسَانِكَ؛ وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ۔ وَتَأْخِيرِ السَّطْوَةِ حَتَّى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْاِخْتِيَارَ، وَلَنْ تَحْكُمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتَّى تُكْثِرَ هُمُومَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ إِلَى رَبِّكَ۔

کَبُرَ مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[1]۔

جلد بازی سے کام نہ لینا۔ ہر معاملے کو اس کے وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا۔ نہ وقت سے پہلے اس کے لیے جلدی کرنا نہ وقت آجانے پر تساہل برتنا۔ اگر معاملہ مشتبہ ہو، تو اس پر اصرار نہ کرنا۔ روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا۔ اصل یہ ہے کہ ہر کام اس کے وقت پر کرنا اور ہر معاملے کو اس کی جگہ رکھنا۔

کسی ایسی چیز کو اپنے لیے خاص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر ہے اور نہ ایسی باتوں سے انجان بن جانا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ خود غرضی سے جو کچھ حاصل کرو گے۔ تمھارے ہاتھ سے چھن جائے گا اور دوسروں کو دے دیا جائے گا جلد ہی تمھاری آنکھوں پر سے پردے اٹھ جائیں گے اور مظلوم سے جو کچھ لے چکے ہو اس کی دلدہی ہوگی۔

دیکھو اپنے غصے کو، طیش کو، ہاتھ کو، زبان کو قابو میں رکھنا سزا دینے کو ملتوی نہ کر دینا، یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اس وقت تمھیں اختیار ہوگا کہ جو مناسب سمجھو، کرو۔ مگر اپنے آپ پر قابو نہ پا سکو گے۔ جب تک پروردگار کی طرف واپسی کا معاملہ تمھارے خیالات پر غالب نہ آجائے۔

گزری ہوئی منصف حکومتوں، نیک دستوروں ہمارے نبیؐ کے واقعات اور کتاب اللہ کے فرائض ہمیشہ یاد رکھنا تاکہ اپنی حکومت کے معاملات میں ہمارے عمل کی پیروی کر سکو

تمھیں پوری کوشش سے میری ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیے، جو اپنی اس وصیت میں لکھ چکا ہوں۔ میرا یہ عہد تم پر حجت ہے اور اس کے بعد اپنے نفس کی خواہشوں کا ساتھ دینے میں کوئی عذر نہ پیش کر

---

[1] خدا کو نہایت ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔

وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضَى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ، أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ، أَوْ أَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، أَوْ فَرِيْضَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَقْتَدِي بِمَا شَاهَدْتَ مِمَّا عَمِلْنَا (بِهِ) فِيْهَا، وَتَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هٰذَا، وَاسْتَوْثَقْتُ بِهِ مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِي عَلَيْكَ لِكَيْلَا تَكُوْنَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ إِلَى هَوَاهَا۔

وَأَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ وَعَظِيْمِ قُدْرَتِهِ عَلَى إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ أَنْ يُوَفِّقَنِي وَإِيَّاكَ لِمَا فِيْهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ، وَإِلَى خَلْقِهِ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِي الْعِبَادِ، وَجَمِيْلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ، وَتَمَامِ النِّعْمَةِ، وَتَضْعِيْفِ الْكَرَامَةِ، وَأَنْ يَخْتِمَ لِي وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ، إِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُوْنَ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا؛

وَالسَّلَامُ۔

سکو گے۔

میں اللہ بزرگ و برتر سے دست بدعا ہوں جس کی رحمت وسیع اور قدرت عظیم ہے کہ مجھے اور تمھیں اس راہ کی توفیق بخشے، جس میں اس کی رضامندی اور مخلوق کی بھلائی ہے ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک کے لیے ہر طرح کی اچھائی ہے اور یہ کہ اس کی نعمت ہم پر پوری ہو۔ اس کی عزّت افزائی بڑھتی ہے اور یہ کہ میرا اور تمھارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو۔ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

ــــــ والسلام

۵۴ طلحہؓ اور زبیرؓ کے نام

إلى طلحة والزبير مع عمران بن الحصين الخزاعي ذكره ابوجعفر الاسكافي في كتاب المقامات في مناقب امير المؤمنين عليه السّلام [۱]

أَمَّا بَعْدُ؛ فَقَدْ عَلِمْتُمَا وَإِنْ كَتَمْتُمَا أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّى أَرَادُونِي وَلَمْ أُبَايِعْهُمْ حَتَّى بَايَعُونِي وَإِنَّكُمَا مِمَّنْ أَرَادَنِي وَبَايَعَنِي وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ فَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي طَائِعَيْنِ فَارْجِعَا وَتُوبَا إِلَى اللهِ مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي كَارِهَيْنِ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِي عَلَيْكُمَا السَّبِيلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَإِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ وَلَعَمْرِي مَا كُنْتُمَا بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكِتْمَانِ وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيهِ كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهِ

وَقَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّي قَتَلْتُ عُثْمَانَ فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَعَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ فَارْجِعَا

امّا بعد! تم دونوں اچھی طرح جانتے ہو۔ اگرچہ چھپا رہے ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا تھا۔ لوگ ہی میری طرف بڑھے تھے میں نے انھیں اپنی بیعت کی طرف نہیں بلایا تھا۔ وہ خود ہی میری بیعت کے لیے آئے تھے اور میں نے بیعت قبول کر لی۔ تم دونوں بھی میری طرف بڑھے تھے اور تم نے دونوں نے میری بیعت کی تھی۔ لوگوں نے میری بیعت نہ کسی طاقت کے خوف سے نہ کسی نفع کی لالچ میں کی تھی۔ اب اگر تم نے بھی میری بیعت اپنی مرضی سے کی تھی، تو لوٹ آؤ اور جلد سے جلد توبہ کر لو اور اگر مجبوری سے کی تھی، تو بھی اپنے خلاف میری حجّت قائم کر چکے ہو۔ اس لیے کہ ظاہر کرتے رہے فرمانبرداری اور چھپاتے رہے نافرمانی۔ بخدا مہاجرین میں تم جیسوں کے لیے تقیہ و کتمان ہرگز مناسب نہ تھا۔ بیعت میں داخل ہونے سے پہلے اس معاملے میں تمھیں مخالفت کی گنجائش تھی۔ اب گنجائش کہاں کہ اقرار کر چکنے کے بعد خارج ہو جاؤ۔

تم دعوے کرتے ہو کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ تو آؤ ہم اپنے درمیان مدینہ کے ان لوگوں کو حکم بنا دیں جو مجھ سے بھی الگ ہیں اور تم سے بھی الگ

۱؎ جعفر اسکافی نے اپنی کتاب "مقامات" میں مناقب امیرالمؤمنین کے سلسلہ میں اسے درج کیا ہے۔ (جعفری)

أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَأْيِكُمَا فَإِنَّ الْآنَ أَعْظَمُ أَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْتَمِعَ الْعَارُ وَالنَّارُ۔

وَالسَّلَامُ!

ہیں۔ اس کے بعد ہم ہیں سے ہر ایک کے حصے میں وہی آئے گا، جو اُس نے بویا ہے۔

اے سن رسیدہ بزرگو! اپنی روش سے باز آجاؤ۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ دنیا کی رسوائی کے پڑے گی، مگر یہ بھی تو سوچو، بعد میں دنیا کی رسوائی کے ساتھ دوزخ بھی جمع ہو جائے گی۔

والسلام

جنگ صفین میں ان دونوں بزرگوں نے پیش قدمیاں کر کے مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کے مواقع فراہم کر دیئے

۵۵ معاویہ کے نام ایک معرکہ آرا خط

أمّا بعد! فإنّ الله سبحانه قد جعل الدّنيا لما بعدها وابتلى فيها أهلها ليعلم أيّهم أحسن عملاً ولسنا للدّنيا خلقنا، ولا بالسّعي فيها أمرنا وإنّما وضعنا فيها لنبتلى بها وقد ابتلاني الله بك وابتلاك بي فجعل أحدنا حجّة على الآخر، فعدوت على الدّنيا بتأويل القرآن فطلبتني بما لم تجن يدي ولا لساني وعصبته أنت وأهل الشّام بي وألّب عالمكم جاهلكم وقائمكم قاعدكم فاتّق الله في نفسك ونازع الشّيطان قيادك واصرف إلى الآخرة وجهك فهي طريقنا وطريقك واحذر أن يصيبك الله منه بعاجل قارعة تمسّ الأصل وتقطع الدّابر، فإنّي أولي لك بالله ألية غير فاجرة لئن جمعتني وإيّاك جوامع الأقدار لا أزال بباحتك حتّى يحكم الله بيننا وهو خير الحاكمين۔

اللہ سبحانہ، و تعالیٰ نے دنیا آخرت کے لیے بنائی ہے اور دنیا والوں کو آزمائش میں رکھ دیا ہے کہ ظاہر ہو جائے سب سے اچھے عمل والا کون ہے۔ ہم نہ دنیا کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ نہ دنیا کمانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، بلکہ ہم دنیا میں صرف اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ ہماری آزمائش کی جائے۔ اسی اصول پر خدا نے تمھیں میری آزمائش بنا دیا ہے اور مجھے تمھاری آزمائش ٹھہرا دیا ہے۔ تم مجھ پر حجت قرار دیے گئے ہو اور میں تم پر مگر تم قرآن کی تاویل کر کے دنیا کی طرف دوڑ گئے اور مجھ سے ایسا مواخذہ کرنے لگے، جس کا جرم نہ میرے ہاتھوں نے کیا، نہ میری زبان اس سے آشنا ہوئی۔ مگر تم نے اور تمھارے ساتھی شامیوں نے اسے میرے سر تھوپ دیا تمھارے عالم نے جاہل کو برانگیختہ کیا اور کھڑے لوگوں نے بیٹھے لوگوں کو ورغلایا۔

اے شخص! اپنے نفس کے معاملے میں خدا سے ڈر۔ اپنی نکیل شیطان کے ہاتھ سے چھیننے میں جھگڑا کر اور اپنا رخ آخرت کی طرف پھیر دے کہ آخرت ہی ہم سب کی منزل ہے اور اس بات سے ڈر کہ خدا کی طرف سے کوئی ناگہانی آفت تجھ پر ٹوٹ پڑے اور تیرا تسمہ بھی باقی نہ رہے[1]

معاویہ! میں تجھ سے ایسی قسم کھاتا ہوں جو ٹوٹنے والی نہیں کہ اگر جوامع تقدیر نے مجھے اور تجھے جمع کر دیا تو اس وقت تک تیرے آنگن سے نہیں ہٹوں گا جب تک خدا ہم دونوں میں فیصلہ نہ کر دے اور خدا ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

---

[1] امیر المومنین کا یہ اندازہ حرف بحرف پورا ہوا اور معاویہ کے بعد چند ہی سال میں حکومت بھی خاندان سے نکل گئی اور خود خاندان بھی پردۂ گمنامی میں چھپ گیا۔

۵۶- شریح بن ہانی کو وصیت

جب مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا گیا!

اِتَّقِ اللّٰہَ فِی کُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ وَخَفْ عَلٰی نَفْسِکَ الدُّنْیَا الْغَرُوْرَ- وَلَا تَأْمَنْهَا عَلٰی حَالٍ وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِنْ لَمْ تَرْدَعْ نَفْسَکَ عَنْ کَثِیْرٍ مِمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ مَکْرُوْهٍ سَمَتْ بِکَ الْاَهْوَاءُ اِلٰی کَثِیْرٍ مِنَ الضَّرَرِ فَکُنْ لِنَفْسِکَ مَانِعًا رَادِعًا وَلِنَزْوَتِکَ عِنْدَ الْحَفِیْظَةِ وَاقِمًا قَامِعًا-

خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا- دنیا کے غرور کا اپنے نفس کے لئے اندیشہ رکھنا- دنیا پر کبھی بھروسہ نہ کرنا- یاد رکھو، بُرے انجام کے خوف سے نفس کو اس کی محبوبات سے نہ روکو گے تو خواہشیں تمہیں بڑے بڑے نقصانوں کے حوالے کر دیں گی- لہذا نفس کو ہمیشہ روکنا اور غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھنا-

۵۷ مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے اہل کوفہ کے نام عجیب خط

اِلٰی أھل الکوفة عند مسیرہ من المدینة الی البصرة-

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ خَرَجْتُ مِنْ حَیِّیْ هٰذَا اِمَّا ظَالِمًا وَاِمَّا مَظْلُوْمًا وَاِمَّا بَاغِیًا وَاِمَّا مَبْغِیًّا عَلَیْهِ وَاِنِّیْ اُذَکِّرُ مَنْ بَلَغَهٗ کِتَابِیْ هٰذَا لَمَّا نَفَرَ اِلَیَّ فَاِنْ کُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانَنِیْ وَاِنْ کُنْتُ مُسِیْئًا اسْتَعْتَبَنِیْ-

میں اپنے اس مقام سے جا رہا ہوں، اور اس حال میں ہوں کہ ظالم ہوں یا مظلوم، سرکش ہوں یا خود مجھ پر سرکشی کی گئی ہے- میں خدا کے نام پر ان سب لوگوں سے کہتا ہوں، جن کے پاس میرا خط پہنچے کہ جوق جوق چلے آئیں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں اگر میں حق پر استوار نکلوں تو میرا ساتھ دیں- باطل پر دکھائی دوں تو مجھے سیدھی راہ پر کھڑا کر دیں

۵۸۔ جنگ صفین کے بیان میں مختلف علاقوں کے نام

عام خط

وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ، وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ، وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا: الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ فَقُلْنَا: تَعَالَوْا نُدَاوِ مَا لَا يُدْرَكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ حَتَّى يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ فَنَقْوَى عَلَى وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهُ فَقَالُوا بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ فَأَبَوْا حَتَّى جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ وَوَقَدَتْ نِيرَانُهَا وَحَمِسَتْ فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَإِيَّاهُمْ وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِينَا وَفِيهِمْ أَجَابُوا عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَاهُمْ إِلَيْهِ فَأَجَبْنَاهُمْ إِلَى مَا دَعَوْنَا وَسَارَعْنَاهُمْ إِلَى مَا طَلَبُوا حَتَّى اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ فَمَنْ تَمَّ عَلَى ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادَى فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِي رَانَ اللّٰهُ عَلَى قَلْبِهِ وَصَارَتْ دَائِرَةُ السَّوْءِ عَلَى رَأْسِهِ۔

معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے۔ ظاہر میں ہم سب کا پروردگار ایک تھا۔ ہمارا نبی ایک تھا، ہماری دعوتِ اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیقِ رُسل میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے، نہ وہ ہم سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے، اختلاف تھا تو صرف عثمانؓ کے خون میں اختلاف تھا۔ حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے اور ہیں، ہم نے ان سے کہا جس روگ کی آج دوا نہیں ہو سکتی، آؤ اس کا علاج اس طرح کریں کہ فتنے کو ختم اور عوام کو ٹھنڈا کر دیا جائے اور جب حکومت استوار و مستحکم ہو جائے تو حق اس کی جگہ رکھیں لیکن ان لوگوں نے جواب دیا ہم تو سرکشی سے دوا کریں گے جب وہ کسی طرح نہ مانے تو جنگ کی چنگاریاں سلگنے لگیں اور دیکھتے دیکھتے شعلے بھڑک اُٹھے۔ پھر لڑائی نے ہمیں اور انہیں اپنے دانتوں سے کاٹا اور اپنے چنگل ہم پر اور ان پر گاڑ دیے۔ اس پر انہوں نے وہ بات مان لی جس کی طرف ہم شروع سے بلا رہے تھے۔ ہم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ ان کی خواہش پوری کرنے میں دیر نہیں کی تاکہ حجت اور بھی روشن ہو جائے، اور انہیں اپنی گمراہی کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اب ان میں سے جو لوگ اپنے عہد میں پورے اتریں گے خدا انہیں ہلاکت سے بچائے گا اور جو لوگ ضلالت میں دھنسے چلے جائیں گے وہ عہد شکن قرار پائیں گے۔ خدا ان کے دلوں پر پردہ ڈال دے گا اور انہیں بدترین انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

۵۹- اسود بن قطبہ حاکم حلوان کے نام

الی الأسود بن قطیبه صاحب (جند) حلوان۔

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ الْوَالِيَ إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذٰلِكَ كَثِيرًا مِنَ الْعَدْلِ فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عِوَضٌ مِنَ الْعَدْلِ فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَالَهُ، وَابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ رَاجِيًا ثَوَابَهُ، وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَّهُ لَنْ يُغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ وَالْاِحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ بِكَ وَالسَّلَامُ

اگر حاکم اپنی خواہشوں پر چلنے لگے تو بہت سا انصاف اس سے رہ جائے گا۔ تمہیں ایسا ہونا چاہیے کہ حق میں سب لوگ تمہارے سامنے برابر رہیں۔ ناانصافی میں انصاف کا کوئی عوض نہیں ہوسکتا تم ان سب باتوں سے پرہیز کرو جو تمہیں دوسروں میں بری معلوم ہوں اور خدا نے جو کچھ تم پر فرض کر دیا ہے، حتی المقدور اسے انجام دیتے رہو۔ ثواب کی امید رکھو۔ عذاب سے ڈرتے رہو۔

یاد رکھو، دنیا آزمائش کی جگہ ہے، ایک گھڑی کے لئے بھی دنیا کے نہ ہو جانا۔ قیامت کے دن اس گھڑی کو اپنے لئے حسرت کی نہ بنا لینا ہے۔ کوئی چیز بھی تمہیں حق سے بے نیاز نہیں کر سکتی اور یہ حق تم پر واجب ہے کہ اپنی حفاظت کرو۔ حتی الوسع رعایا پر احتساب رکھو۔ یقین کرو اس سے رعایا کو جتنا نفع پہنچے گا۔ اس سے کہیں زیادہ تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ والسلام!

لے ایران کا ایک علاقہ۔

۶۰- عمّالِ حکومت کے نام فرمان

شام پر چڑھائی کرتے وقت امیرالمومنین نے یہ فرمان تحریر فرمایا :-

الی العمال الذین یطا الجیش عملھم۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَیْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَّالِ الْبِلَادِ۔

أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنِّیْ قَدْ سَیَّرْتُ جُنُوْدًا هِیَ مَارَّةٌ بِکُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ أَوْصَیْتُهُمْ بِمَا یَجِبُ لِلّٰہِ عَلَیْهِمْ مِنْ کَفِّ الْأَذٰی، وَصَرْفِ الشَّذٰی، وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَیْکُمْ وَإِلٰی ذِمَّتِکُمْ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَیْشِ إِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ لَا یَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا إِلٰی شِبَعِهِ، فَنَکِّلُوْا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ شَیْئًا ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ۔ وَکُفُّوْا أَیْدِیَ سُفَهَائِکُمْ عَنْ مُضَارَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِیْمَا اسْتَثْنَیْنَاهُ مِنْهُمْ وَأَنَا بَیْنَ أَظْهُرِ الْجَیْشِ۔ فَارْفَعُوْا إِلَیَّ مَظَالِمَکُمْ وَمَا عَرَاکُمْ مِمَّا یَغْلِبُکُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَا لَا تُطِیْقُوْنَ دَفْعَهُ إِلَّا بِاللّٰہِ وَبِیْ، فَأَنَا أُغَیِّرُهُ بِمَعُوْنَةِ اللّٰہِ، إِنْ شَاءَ۔

اللہ کے بندے علیؓ امیرالمومنین کی طرف سے ان تحصیلداروں جن کے علاقے سے فوج گزرے گی۔

امّا بعد! میں نے فوجیں روانہ کی ہیں۔ یہ فوجیں انشاءاللہ تمہارے علاقوں سے گزریں گی۔ میں نے فوجیوں کو پوری تاکید کردی ہے، اور بتایا ہے کہ خدا انہیں انسانوں کو اذیت دینے اور شرارت کرنے سے منع فرما چکا ہے، اور تم بھی سن لو کہ میں تمہارے اور ذمیوں کے معاملے میں فوج کی زیادتیوں سے بری الذمہ ہوں، لیکن ہاں سپاہی بھوک سے مر رہے ہوں اور پیٹ بھرنے کی کوئی سبیل نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ وہ زیادتی کریں تو انہیں سخت سزا دو۔ بدی کا انہیں پورا مزہ چکھاؤ لیکن اپنے گنڈوں[1] کے ہاتھ بھی فوج کے ستانے اور حیران کرنے سے روکنا۔ میں تو فوج کے پیچھے موجود ہی ہوں۔ فوج کی طرف سے کوئی ظلم زیادتی یا ایسی بات ہو جو تمہیں بے بس کر ڈالے تو مجھے خبر کرنا۔ میں خدا کی مدد سے سب کچھ ٹھیک کردوں گا۔ (ان شاءاللہ)۔

---

[1] اردو زبان میں نہ جانے کیوں بعض لوگ گنڈے کو "غنڈہ" لکھتے ہیں؟

۶۱۔ کمیلؔ بن زیاد نخعی کے نام

امیرالمومنین علیہ السّلام کے وفادار اور "ہیت" کے گورنر تھے۔ مگر کمزور آدمی تھے۔ شامی ٹولیاں چھاپے مار جایا کرتی تھیں اور یہ اپنے علاقے کی حفاظت سے غافل رہتے تھے۔ بعد میں دُشمن کے علاقے پر چھاپے مار کے سمجھ لیا کرتے تھے کہ بدلہ لے لیا۔

امیرالمومنین نے اسی ستم ظریفی کی طرف متوجہ کیا ہے:۔

أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ تَضِيعَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ وَ تَكَلُّفَهُ مَا كُفِيَ لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَرَأْيٌ مُتَبَّرٌ وَإِنَّ تَعَاطِيَكَ الْغَارَةَ عَلَى أَهْلِ قِرْقِيسِيَا وَتَعْطِيلَكَ مَسَالِحَكَ الَّتِي وَلَّيْنَاكَ لَيْسَ بِهَا مَنْ يَمْنَعُهَا وَلَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا لَرَأْيٌ شَعَاعٌ فَقَدْ صِرْتَ جِسْراً لِمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ غَيْرَ شَدِيدِ الْمَنْكِبِ وَلَا مَهِيبِ الْجَانِبِ وَلَا سَادٍّ ثُغْرَةً وَلَا كَاسِرٍ لِعَدُوٍّ شَوْكَةً وَلَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرِهِ وَلَا مُجْزٍ عَنْ أَمِيرِهِ ـ وَالسَّلَامُ ـ

آدمی کا اپنے منصب کو ضائع کر دینا اور خود ایسے کام میں پڑ جانا، جس سے دوسرے اُسے سبک دوش کر سکتے ہیں۔ کھلی نالائقی اور بدترین تدبیر ہے۔ تمہارا قرقیسیا پر غارتگری ہونے دینا اور فوجی چوکیوں کو جن کی حفاظت کے تم ذمہ دار ہو اس طرح خالی چھوڑنا کہ کوئی بھی مدافعت کرنے والا اور حملہ آور کو روکنے والا نہیں، یقیناً بہت بُری پالیسی ہے۔ اس طرح تو تم دشمن کے حملوں کے لئے پُل بن گئے ہو۔ ایسا پُل جس میں ذرا مضبوطی نہیں۔ تمہارا رعب اٹھ چکا ہے۔ تم کوئی خلا بھی پُر کرنے والے نہیں۔ کسی طاقت کو توڑنے کا تم میں زور نہیں، خود اپنے علاقے کے بھی کام آنے والے تم ثابت نہیں ہوئے۔ اور اپنے سردار کے احکام کی بھی تم سے تعمیل نہ ہو سکی۔ والسلام۔

۶۲۔ مالک اشتر کے ہاتھ اہل مصر کو خط

جب انھیں گورنر بنا کر بھیجا تھا!

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ وَمُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِينَ فَلَمَّا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ يُلْقَى فِي رُوعِي وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِي أَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا أَنَّهُمْ مُنَحُّوهُ عَنِّي مِنْ بَعْدِهِ! فَمَا رَاعَنِي إِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلَى فُلَانٍ يُبَايِعُونَهُ فَأَمْسَكْتُ يَدِي، حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلْمًا أَوْ هَدْمًا تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِي إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلَائِلَ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ أَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَاطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَنَهْنَهَ۔

اللہ سبحانہ، وتعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمام دنیا کے لئے نذیر اور تمام انبیاء کا شاہد بنا کے بھیجا۔ پھر جب رسولؐ گزر گئے تو مسلمانوں میں حکومت پر اختلاف ہوا۔ بخدا میرے تصوّر میں نہ تھا کہ عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس معاملے کو اہلِ بیت سے دور کردیں گے۔ بلکہ مجھے یقین تھا کہ معاملہ میرے ہاتھ ہی رکھیں گے۔ مگر دیکھتا کیا ہوں کہ لوگ فلاں (ابوبکرؓ) کی بیعت پر لوٹے پڑتے ہیں۔ اس پر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ یہاں تک کہ لوٹنے والے اسلام سے لوٹ گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹا دینے کی دعوت دینے لگے۔ تب میں ڈرا کہ اسلام اور اہل اسلام کی تائید و نصرت پر کھڑا نہ ہوں گا، اور اسلام میں شگاف پڑ جائے گا۔ تو تمہاری حکومت کے فوت ہو جانے سے کہیں بڑی مصیبت مجھ پر آ پڑے گی۔ تمہاری یہ حکومت ہے بھی کیا؟ متاع چند روزہ اسی طرح زائل ہو جائیگی جس طرح سراب زائل ہو جاتا ہے، یا بدلی چھٹ جاتی ہے۔ ان واقعات کو دیکھ کر میں اٹھ کر ہوا، یہاں تک کہ باطل مٹ گیا اور دین کو اطمینان و تسلّی ہوگئی؛

مِنۡهَا ———— (اسی میں سے)

اِنِّی وَاللّٰہِ لَوۡ لَقِیۡتُہُمۡ وَاحِدًا وَّہُمۡ طِلَاعُ الۡاَرۡضِ کُلِّہَا مَا بَالَیۡتُ وَلَا اسۡتَوۡحَشۡتُ وَاِنِّیۡ مِنۡ ضَلَالِہِمُ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ وَالۡہُدَی الَّذِیۡ اَنَا عَلَیۡہِ لَعَلٰی بَصِیۡرَۃٍ مِّنۡ نَفۡسِیۡ وَیَقِیۡنٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ، وَاِنِّیۡ اِلٰی لِقَاءِ اللّٰہِ (لَمُشۡتَاقٌ) وَحُسۡنِ ثَوَابِہٖ لَمُنۡتَظِرٌ رَاجٍ وَّلٰکِنَّنِیۡ اٰسٰی اَنۡ یَّلِیَ اَمۡرَ ہٰذِہِ الۡاُمَّۃِ سُفَہَاؤُہَا وَفُجَّارُہَا فَیَتَّخِذُوۡا مَالَ اللّٰہِ دُوَلًا وَّعِبَادَہٗ خَوَلًا، وَالصّٰلِحِیۡنَ حَرۡبًا، وَالۡفَاسِقِیۡنَ حِزۡبًا، فَاِنَّ مِنۡہُمُ الَّذِیۡ (قَدۡ) شَرِبَ فِیۡکُمُ الۡحَرَامَ، وَجُلِدَ حَدًّا فِی الۡاِسۡلَامِ، وَاِنَّ مِنۡہُمۡ مَّنۡ لَّمۡ یُسۡلِمۡ حَتّٰی رُضِخَتۡ لَہٗ عَلَی الۡاِسۡلَامِ الرَّضَائِخُ. فَلَوۡلَا ذٰلِکَ مَا اَکۡثَرۡتُ تَاۡلِیۡبَکُمۡ وَتَاۡنِیۡبَکُمۡ، وَجَمۡعَکُمۡ وَتَحۡرِیۡضَکُمۡ وَلَتَرَکۡتُکُمۡ اِذۡ اَبَیۡتُمۡ وَوَنَیۡتُمۡ، اَلَا تَرَوۡنَ اِلٰۤی اَطۡرَافِکُمۡ قَدِ انۡتَقَصَتۡ، وَاِلٰۤی اَمۡصَارِکُمۡ قَدِ افۡتُتِحَتۡ، وَاِلٰی مَمَالِکِکُمۡ تُزۡوٰی، وَاِلٰی بِلَادِکُمۡ تُغۡزٰی. اِنۡفِرُوۡا ـ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ ـ اِلٰی قِتَالِ عَدُوِّکُمۡ، وَلَا تَثَّاقَلُوۡۤا اِلَی الۡاَرۡضِ فَتُقِرُّوۡا بِالۡخَسۡفِ، وَتَبُوۡٓءُوۡا بِالذُّلِّ، وَیَکُوۡنَ

بخدا میں اکیلا بھی رہ جاؤں اور یہ باطل پرست ساری زمین پر چھا جائیں تو بھی مجھے نہ پروا ہو گی نہ وحشت ہی ستائے گی جس گمراہی میں یہ لوگ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں اس میں مجھے اپنے ضمیر کی پوری بصیرت اور اپنے پروردگار کی طرف سے پورا یقین حاصل ہے۔ میں تو لقاءِ الٰہی کا امیدوار حسنِ ثواب کا منتظر ہوں، لیکن غم یہ ہے کہ بدنفس اور فاجر لوگ کہیں تمہارے حاکم نہ بن جائیں۔ بن گئے تو اللہ کا مال ہتیا لیں گے۔ اللہ کے بندوں کو غلام بنا ڈالیں گے نیکوں کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور فاسقوں کو دوست خیال کریں گے۔ ان لوگوں میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے تمہارے روبرو شراب پی ہے[1]۔ اور اسلامی طریقے پر انہیں کوڑے لگائے گئے۔ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اسلام نہیں لائے، جب تک اسلام کی قیمت انہیں ادا نہ کر دی گئی[2]۔

یہ سب خرابیاں نہ ہوتیں تو میں اس طرح تمہیں نہ جوش دلاتا۔ نہ زجر و توبیخ کرتا، نہ جمع کرتا، نہ ابھارتا، بلکہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیتا۔ کیونکہ تم میری پکار سننے سے انکار کرتے ہو اور تمہاری ہمتیں کمزور پڑ گئی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے اطراف کم ہوتے چلے جاتے ہیں، شہروں پر شہر دشمن چھینتا چلا جا رہا ہے۔ تمہارے ممالک کم ہو گئے ہیں، اور تم پر چڑھائیاں جاری ہیں

---

[1] ولید بن عقبہ ماں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کا سوتیلا بھائی تھا۔ اور کوفے کا گورنر۔ ایک دن نشے میں امامت کی اور فجر کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھائی۔ سلام کے بعد کہنے لگا "کہو تو اور زیادہ کر دوں!" حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جواب دیا۔ "آج تو ہم تمہاری طرف سے زیادہ ہی زیادہ دیکھ رہے ہیں۔" نماز پڑھاتے ہوئے محراب میں قے بھی کی اور تلاوت کی جگہ یہ شعر ترنم سے پڑھتا رہا: عَلِقَ الۡقَلۡبُ الرَّبَابَا ؛ بَعۡدَ مَا شَابَتۡ وَشَابَا! (دل رباب کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ حالانکہ رباب بھی بوڑھی ہو چکی ہے اور دل بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔)

[2] یہ مؤلفۃ القلوب تھے (بقیہ صفحہ ۸۲۸ پر)

نِصِیْبُکُمُ الْأَخْسَ، وَاِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ، وَمَنْ نَامَ لَمْ یُنَمْ عَنْہُ۔ والسَّلامُ۔

جب حالت یہ ہے تو خدا کی رحمت ہو تم پر اپنے دشمن سے لڑنے پر پر کھڑے ہو جاؤ، سستی نہ کرو۔ کروگے تو ذلت وخواری کا شکار بن جاؤگے اور کہیں کے نہ رہوگے لڑنے والا جاگتا رہتا ہے۔ سوتا نہیں اور اگر سو جاتا ہے تو لوگ اسے سونے نہیں دیتے (ٹوٹ پڑتے ہیں اور اسے اپنی غفلت کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے) والسلام

(بقیہ حاشیہ ۸) یعنی روپیہ پیسہ دے کر اسلام سے مانوس کیا جاتا تھا۔ ان میں معاویہ کا خاندان پیش پیش تھا۔ خود معاویہ کا بھائی یزید اور خود ابوسفیان وغیرہ۔

۶۳۔ گورنر کوفہ، ابو موسیٰ اشعری کے نام

ابو موسیٰ کوفے کے گورنر تھے، مگر جنگ جمل کے موقعہ پر جب امیر المومنین نے فوجی کمک طلب کی تو انھوں نے وہاں کے باشندوں کو بھرتی ہونے سے منع کیا اس پر امیر المومنین نے یہ خط لکھا

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ (عَلِيٍّ) أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ!

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَ عَلَيْكَ: فَإِذَا قَدِمَ رَسُولِي عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ وَاشْدُدْ مِئْزَرَكَ وَاخْرُجْ مِنْ جُحْرِكَ، وَ انْدُبْ مَنْ مَعَكَ فَإِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ وَإِنْ تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ وَايْمُ اللّٰهِ لَتُؤْتَيَنَّ مِنْ حَيْثُ أَنْتَ وَلَا تُتْرَكُ حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِخَاثِرِكَ وَذَائِبُكَ بِجَامِدِكَ وَحَتّٰى تُعْجَلَ فِي قِعْدَتِكَ وَتَحْذَرَ مِنْ أَمَامِكَ كَحَذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ وَمَا هِيَ بِالْهُوَيْنَا الَّتِي تَرْجُو وَلٰكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرٰى يُرْكَبُ جَمَلُهَا وَيُذَلَّلُ صَعْبُهَا وَيُسَهَّلُ جَبَلُهَا فَاعْقِلْ عَقْلَكَ وَ امْلِكْ أَمْرَكَ، وَخُذْ نَصِيبَكَ وَحَظَّكَ، فَإِنْ كَرِهْتَ فَتَنَحَّ إِلٰى غَيْرِ رَحْبٍ وَلَا فِي نَجَاةٍ فَبِالْحَرِيِّ لَتُكْفَيَنَّ وَأَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰى لَا يُقَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ؟ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مَعَ مُحِقٍّ، وَمَا أُبَالِي مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُونَ۔ وَالسَّلَامُ!

خدا کے بندے علی امیر المومنین کا خط عبد اللہ ؓ بن قیس (ابو موسیٰ) کے نام

اما بعد، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایسی بات کہہ رہے ہو جو تمہارے موافق بھی پڑ سکتی ہے اور مخالف بھی۔ میرے قاصد کے پہنچتے ہی آستینیں چڑھا لو۔ کمر کس لو۔ اپنے بل سے باہر نکل آؤ اور لوگوں کو جنگ کیلئے جمع کرو۔ اگر تمہیں یقین حاصل ہے تو یہ پس و پیش کیا، یہ حیص بیص کیوں؟ اپنے یقین پر چل پڑو، لیکن اگر بزدلی کا شکار بن چکے ہو تو دور ہو جاؤ۔ قسم خدا کی تم پکڑے جاؤ گے، کہیں بھی ہو اور ہرگز نہ چھوڑے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہارے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے تمہارا یہ چین سے بیٹھنا ختم ہو جائے گا اور تم اپنے آگے سے بھی اسی طرح ڈرنے لگو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈر رہے ہو۔ یہ تر لقمہ نہیں ہے جس کا تم خواب دیکھ رہے ہو۔ یہ مصیبت عظمیٰ ہے مگر اس مصیبت کے سرکش اونٹ پر بیٹھا جائے گا۔ اس کے سخت کو نرم کیا جائیگا۔ اس کے سنگلاخ کو ہموار کر دیا جائیگا۔ لہٰذا اپنی عقل بھٹکنے نہ دو۔ اپنا معاملہ قابو میں رکھو اور اپنا حصہ حاصل کر و لیکن اگر یہ پسند نہیں تو ادھر کو ہٹ جاؤ جہاں نہ خوش آمدید ہے نہ بچاؤ ہے۔ ایسی حالت میں یقیناً تمہاری ضرورت بھی نہ رہے گی۔ تم پڑے سوتے رہو گے اور کوئی پوچھے گا بھی نہیں کہ کہاں ہو تم! بخدا یہ حق ہے حق والے کے لئے اور ہمیں ذرا پروا نہیں کہ مفسد کیا کرتے ہیں۔ والسلام ؂

ن ولا یبالی - ن طہران - م ح

۶۴ معاویہ کے خط کا جواب

معاویہ نے اپنے خط میں تہمت لگائی کہ قبیلۂ عبدِ مناف میں بڑا اتحاد تھا، مگر امیرالمومنینؑ نے حضرت عثمانؓ کی دشمنی میں اس اتحاد کو اختلاف سے بدل دیا۔ یہ الزام بھی لگایا کہ امیرالمومنینؑ نے طلحہؓ اور زبیرؓ جیسے بڑے صحابیوں کو قتل کیا اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو دربدر پھرایا۔ یہ بھی لکھا کہ امیرالمومنینؑ کا مدینہ کی جگہ کوفہ کو اپنا مرکز بنانا اس نبوی ارشاد کے مطابق ہے کہ مدینہ اپنے زنگ کو نکال پھینکتا ہے اور یہ کہ امیرالمومنین نے جوارِ نبوی اور مدینۃ الرسولؐ پر کفار کے شہروں کو ترجیح دی۔ یہ بہتان بھی تراشا کہ امیرالمومنینؑ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی بھی مخالفت میں لگے رہتے تھے، آخر میں دھمکی دی کہ قاتلانِ عثمان کو میرے حوالے کر دو۔ ورنہ بربادکن جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اپنی یہ دھمکی اس آیت پر ختم کی۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝[1]

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:۔

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْأُلْفَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَفَرَّقَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَمْسِ، أَنَّا آمَنَّا وَكَفَرْتُمْ، وَالْيَوْمَ أَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُتِنْتُمْ وَمَا أَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كُرْهًا، وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفُ الْإِسْلَامِ كُلُّهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِزْبًا.

وَذَكَرْتَ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَشَرَّدْتُ بِعَائِشَةَ، وَنَزَلْتُ الْمِصْرَيْنِ. و

ہم تم واقعی ویسے ہی تھے جیسا تم نے لکھا ہے۔ ہم میں ایکا تھا۔ ہم ایک ہی برادری تھے لیکن گذشتہ کل ہمیں اور تمھیں الگ کر چکا ہے۔ ہم ایمان لائے تھے مگر تم نے کفر اختیار کیا تھا۔ آج بھی ہم حق پر استوار ہیں اور تم فتنے کی راہ پر دوڑے چلے جا رہے ہو۔ تمھارے خاندان میں جو لوگ اسلام لائے تھے ڈر ہی سے اسلام لائے تھے اور اس وقت لائے تھے جب پورا عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں آ چکا تھا۔

تم نے لکھا ہے کہ میں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو قتل کیا۔ عائشہؓ

---

[1] خدا نے اس آبادی کی مثال دی ہے، جو امن و اطمینان سے تھی۔ اس کا رزق بے کھٹکے ہر جگہ سے چلا آتا تھا۔ مگر اس نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو خدا نے بداعمالیوں کی سزا یہ دی کہ اسے فقر و خوف میں مبتلا کر دیا۔

ذٰلِكَ أَمْرٌ غِبْتَ عَنْهُ - فَلَا عَلَيْكَ، وَالْعُذْرُ فِيهِ إِلَيْكَ -

وَذَكَرْتَ: أَنَّكَ زَائِرِي فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَقَدِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ يَوْمَ أُسِرَ أَخُوكَ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهْ فَإِنِّي إِنْ أَزُرْكَ فَذٰلِكَ جَدِيرٌ أَنْ يَكُونَ اللهُ إِنَّمَا بَعَثَنِي إِلَيْكَ، لِلنِّقْمَةِ مِنْكَ وَإِنْ تَزُرْنِي فَكَمَا قَالَ أَخُو بَنِي أَسَدٍ:

"مُسْتَقْبِلِينَ رِيَاحَ الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ
بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَجُلْمُودِ"

وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْضَضْتُهُ بِجَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ - وَإِنَّكَ وَاللهِ ـــ مَا عَلِمْتُ الْأَغْلَفُ الْقَلْبِ، الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ، وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ لَكَ: إِنَّكَ رَقِيتَ سُلَّمًا أَطْلَعَكَ مَطْلَعَ سُوءٍ عَلَيْكَ لَا لَكَ لِأَنَّكَ نَشَدْتَ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَرَعَيْتَ غَيْرَ سَائِمَتِكَ، وَطَلَبْتَ أَمْرًا لَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ، وَلَا فِي مَعْدِنِهِ فَمَا أَبْعَدَ قَوْلَكَ مِنْ فِعْلِكَ وَقَرِيبٌ مَا أَشْبَهْتَ مِنْ أَعْمَامٍ وَأَخْوَالٍ حَمَلَتْهُمُ الشَّقَاوَةُ وَتَمَنِّي الْبَاطِلِ عَلَى الْجُحُودِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَصُرِعُوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيمًا وَلَمْ يَمْنَعُوا حَرِيمًا بِوَقْعِ سُيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغَى وَلَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَا۔

سے بدسلوکی اور کوفہ بصرہ پر ٹوٹ پڑا۔ مگر یہ باتیں وہ ہیں جو تم نے دیکھی نہیں۔ یہ باتیں تمھارے خلاف بھی نہیں ہیں اس لیے تمھارے سامنے عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور تم نے لکھا ہے کہ مہاجرین و انصار کے لشکروں کے ساتھ تم مجھ سے ملاقات کرنے والے ہو، مگر تمھیں یاد نہیں رہا کہ جس دن تمھارا بھائی قید ہوا تھا، اُسی دن ہجرت بھی ختم ہو گئی تھی اور اگر تمھیں میرے مقابلے میں آنے کی جلدی ہے تو ذرا آرام کی سانس لے لو، میں خود ہی تمھاری طرف آ رہا ہوں اور یہ ٹھیک بھی ہے۔ تمھاری ملاقات کو میرے آنے کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے مجھے تم سے انتقام لینے کو بھیجا ہے۔ لیکن اگر تم ہی میری ملاقات کو چلے آئے تو یہ ملاقات ویسی ہو گی جیسا کہ بنی اسد کے شاعر نے کہا ہے ؎

(گرمی کی ہواؤں کا سامنا کرتے ہوئے، جو غبار اور چٹانوں کے درمیان ان کا پیچھا کر رہی ہیں)۔

اور شاید تم بھولے نہ ہو گے کہ میرے ہاتھ میں آج بھی وہی تلوار ہے جس نے تمھارے نانا، ماموں، بھائی کو ایک ہی جگہ کاٹ کے ڈھیر کر دیا تھا اور بخدا میرے علم میں تم ایسے آدمی ہو جس کے دل پر غلاف چڑھ چکا ہے جس کی عقل ماری گئی ہے تم ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جس نے تمھیں بُرا ہی بُرا دکھایا ہے اچھا نہیں دکھایا اور یہ اس لیے کہ تم ایسی چیز کی جستجو میں ہو جو تمھاری نہیں ہے۔ تم غیر کا ریوڑ چرانے میں لگ گئے اور ایسے معاملے کی طلب میں نکل پڑے جس کے تم نہ اہل ہو نہ مستحق۔ تمھارا قول تمھارے فعل سے کتنا مختلف ہے اور تم اپنے چچاؤں اور ماماؤں سے کس قدر مشابہ ہو! بدبختی اور

وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتَلَةِ عُثْمَانَ:
فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ثُمَّ حَاكِمِ
الْقَوْمَ إِلَيَّ أَحْمِلْكَ وَإِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللهِ
تَعَالَى، وَأَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ
الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ - فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ --
وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ -

تمنائے باطل نے انھیں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر ابھارا تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اس جگہ کھیت رہے جس کا تمھیں علم ہے، نہ کوئی کارنامہ دکھا سکے نہ تلواروں کی کاٹ سے اپنی عزت بچا سکے۔ یاد رکھو۔ ان تلواروں سے جنگ کے میدان کبھی خالی نہیں رہے اور ان تلواروں کی کاٹ میں کبھی سُستی نہیں آئی۔

قاتلانِ عثمان کے بارے میں تم اتنی بک بک کیوں کر رہے ہو؟ جس معاملے میں سب داخل ہو چکے ہیں، تم بھی داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد ان لوگوں کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرنا جنھیں قاتلانِ عثمانؓ کہتے ہو۔ پس تم میں اُن میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دوں گا، لیکن وہ جو تم چاہ رہے ہو تو وہ بچے کو دُودھ چُھڑانے کا دھوکہ ہے۔

فتح مکّہ کے وقت اسلام ابوسفیان، جنگ بدر میں گرفتاری عمرو بن ابی سفیان، ننھیالی عزیزوں سے عتبہ بن ربیعہ، اور ولید بن عتبہ، اور بھائی سے حنظلہ بن ابی سفیان کی طرف اشارہ ہے کہ ان تینوں کو جنگِ بدر میں حضرتؓ نے قتل کیا تھا ــــــ

۶۵- معاویہ کے نام

ایک اور مکتوب

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ آنَ لَكَ أَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَارِ الْأُمُورِ، فَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِادِّعَائِكَ الْأَبَاطِيلَ، وَإِقْحَامِكَ غُرُورَ الْمَيْنِ وَالْأَكَاذِيبِ، وَبِانْتِحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَابْتِزَازِكَ لِمَا اخْتُزِنَ دُونَكَ، فِرَاراً مِنَ الْحَقِّ، وَجُحُوداً لِمَا هُوَ أَلْزَمُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَدَمِكَ، مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ، وَمُلِئَ بِهِ صَدْرُكَ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ الْمُبِينُ. وَبَعْدَ الْبَيَانِ إِلَّا اللَّبْسُ؟ فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَاشْتِمَالَهَا عَلَى لُبْسَتِهَا، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا أَغْدَفَتْ جَلَابِيبَهَا، وَأَغْشَتِ الْأَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا.

وَقَدْ أَتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو أَفَانِينَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ، وَأَسَاطِيرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ كَالْخَائِضِ فِي الدَّهَاسِ، وَالْخَابِطِ فِي الدِّيمَاسِ، وَتَرَقَّيْتَ إِلَى مَرْقَبَةٍ بَعِيدَةِ الْمَرَامِ، نَازِحَةِ الْأَعْلَامِ، تَقْصُرُ دُونَهَا الْأَنُوقُ، وَيُحَاذَى بِهَا الْعَيُّوقُ.

وَحَاشَ لِلّٰهِ! أَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي

امّا بعد، وقت آگیا ہے کہ روشن حق کو دیکھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ تم اپنے بزرگوں کی راہ پر چل پڑے ہو۔ باطل دعوے کر رہے ہو، انسانوں کو کذب و زور کی دلدلوں میں پھنسا رہے ہو۔ اس مقام کا ادعا کر رہے ہو، جو تم سے بہت بلند ہے۔ اس چیز کو ہتیا لینا چاہتے ہو جس سے روک دیئے گئے ہو۔ یہ سب اس لیے ہے کہ تم حق سے بھاگ چکے ہو اور اس بات سے منکر ہو گئے ہو جو تمھارے لیے تمھارے گوشت اور خون سے بھی زیادہ ضروری ہے حالانکہ اسے اچھی طرح سن چکے ہو اور اس کے علم سے تمھارا سینہ بھی بھر چکا ہے۔ تو اب بتاؤ حق کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ محض ضلالت، کھلی ضلالت! اور بیان کے بعد کیا رہتا ہے؟ اوہام سراسر اوہام! اگر تمھیں بچنا ہے تو شبہات سے بچو، شبہات کے جال سے بچو۔ فتنہ مدت سے اپنے پردے چھوڑے ہوئے ہے اور اس کے اندھیرے ایک زمانے سے آنکھوں کو چندھا کر چکے ہیں۔

تمھارا خط ملا۔ یہ خط بھی عجیب ملغوبہ ہے امن و سلام تم سے دور ہو۔ تمھارے پاس جو کچھ ہے محض اساطیر ہیں اور ڈھکوسلے، ان کا تانا بانا نہ تمھارے علم کا کام ہے نہ تمھاری عقل کا عمل، یہ خط لکھ کر تم ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی شخص سنگلاخ زمین پر چل رہا ہو، یا اندھیاروں میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہو، تم ایسی بلندی کی طرف اٹھ گئے ہو، جہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ اس کے نشانِ راہ بہت دور ہیں عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا اور وہ ثریا کا ہمدوش ہے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت کے لئے ابن عباس کے نام کا خط ص۷۶۹ ملاحظہ ہو (رضی م)

صَدَدًا أَوْ وِرْدًا أَوْ أُجْبِرَ لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا أَوْ عَهْدًا! فَمِنَ الْآنَ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ وَانْظُرْ لَهَا، فَإِنَّكَ إِنْ فَرَّطْتَ حَتَّى يَنْهَدَ إِلَيْكَ عِبَادُ اللّٰهِ إِذْ تَجِبُ عَلَيْكَ الْأُمُورُ وَمُنِعْتَ أَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ

وَالسَّلَامُ!

خدا نہ کرے، میرے بعد تم مسلمانوں کی کسی چھوٹی بڑی چیز کے افسر بنو، یا خود میں تمھیں کسی کا سردار کہیں کا عہدہ دار بناؤں ابھی سے اپنے بچاؤ کی کوشش کرو ورنہ جب اللہ کے بندے ٹوٹ پڑیں گے تو کچھ نہ بن پڑے گا۔ بے بس ہو جاؤ گے۔ اور آج جو تم سے قبول کیا جا سکتا ہے اُس وقت قبول نہ کیا جائے گا۔

والسلام[1]

۶۶- عبداللہ بن عباسؓ کے نام ایک خط!

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ فَلَا يَكُنْ أَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوغَ لَذَّةٍ أَوْ شِفَاءَ غَيْظٍ وَلٰكِنْ إِطْفَاءَ بَاطِلٍ أَوْ إِحْيَاءَ حَقٍّ۔ وَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا قَدَّمْتَ وَأَسَفُكَ عَلَى مَا خَلَّفْتَ؛ وَهَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ!

آدمی کبھی ایسی کامیابی پر خوش ہو جاتا ہے جو اس سے دُور ہونے والی نہیں ہوتی اور کبھی ایسی چیز سے محرومی پر غمگین ہو جاتا ہے جو اُسے حاصل ہونے والی نہیں ہوتی، لہٰذا دُنیا میں اگر کوئی لذت حاصل ہو یا انتقام کی صورت نکلے تو اس پر خوش نہ ہو۔ البتہ تمھاری خوشی ہونا چاہیے کسی باطل کے مارنے پر یا کسی حق کے زندہ کرنے پر۔ نیک اعمال پر مسرور ہو اور غلطیوں پر افسوس کرو۔ تمھاری سراسر فکر موت کے بعد کی حالت کے لیے وقف رہنی چاہیے۔

[1] اس خط کا جواب معاویہ نے گستاخی سے دیا۔ یہ بھی لکھ مارا کہ خوف کی وجہ سے امیرالمؤمنین میدان میں نہیں آتے۔ ساتھ ہی اپنی طاقت بہت چڑھا چڑھا کر بتائی۔ حضرت نے جواب لکھا

تمھارے پاس سے کیسے کیسے عجائبات میرے پاس چلے آ رہے ہیں، اور تمھارے ہونہوالے حشر کے بارے میں میرا علم کتنا بہت ہے۔ تم سے ملنے میں صرف اس لیے دیر کر رہا ہوں کہ جنگ کی ہولناکیاں دیکھ کر تم اسی طرح بلبلا اٹھو گے جس طرح اونٹ بھاری بوجھ سے بلبلا اُٹھتا ہے۔ پھر تم اور تمھارے ساتھی مجھے اسی کتاب کی طرف بلانا شروع کر دیں گے جس کی تعظیم تو اپنی زبانوں سے کرتے ہو، مگر دلوں سے اُسے جھٹلا چکے ہو۔ والسلام۔

۶۷- قثم بن عباسؓ گورنر مکہ کے نام مکتوب

یہ قثم حضرتؑ کی خلافت بھر مکے کے گورنر رہے۔ حضرت کا ایک اور خط انہیں کے نام نقل کیا گیا ہے

أَمَّا بَعْدُ فَأَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ، فَأَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ، وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ، وَذَاكِرِ الْعَالِمَ، وَلَا يَكُنْ لَكَ إِلَى النَّاسِ سَفِيرٌ إِلَّا لِسَانُكَ، وَلَا حَاجِبٌ إِلَّا وَجْهُكَ، وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا فَإِنَّهَا إِنْ ذِيدَتْ عَنْ أَبْوَابِكَ فِي أَوَّلِ وِرْدِهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيمَا بَعْدُ عَلَى قَضَائِهَا وَانْظُرْ إِلَى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللهِ فَاصْرِفْهُ إِلَى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ وَمَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيمَنْ قِبَلَنَا۔ وَمُرْ أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ لَا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنٍ أَجْرًا فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ "سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ" فَالْعَاكِفُ الْمُقِيمُ بِهِ وَالْبَادِي الَّذِي يَحُجُّ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ وَفَّقَنَا اللهُ وَإِيَّاكَ لِمَحَابِّهِ

وَالسَّلَامُ!

امّا بعد! لوگوں کے لیے حج قائم کرو، انھیں ایامُ اللہ یاد دلاؤ،[۱] اور صبح شام ان کے لیے تمھارا سفر تمھاری زبان کے سوا کوئی نہ ہو اور تمھارا حاجب تمھارے چہرے کے سوا کوئی نہ ہو کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے نہ رکھو۔ کیونکہ پہلی دفعہ تمھارے در پر آنے سے محرومی ہو گئی تو بعد میں کامیابی پر تعریف نہ ہوگی۔

تمھارے پاس اللہ کا جو مال جمع ہو اسے اپنی طرف کے حاجتمندوں اور غریبوں پر خرچ کرو۔ فقر و فاقے اور ضرورت کے موقعوں کی تلاش کرو۔ اس سے جو کچھ بچ رہے، ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم اپنی طرف والوں پر تقسیم کر دیں۔

مکہ والوں کو حکم دو کہ ٹھہرنے والے حاجیوں سے گھر کا کرایہ نہ لیں، کیونکہ خدا فرماتا ہے "سَوَاءِنِ الْعَاكِفُ ....."[۲] عاکف:- مقیم مکہ ہے اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کرنے آتا ہے۔ خدا ہمیں اور تمھیں اپنی محبوب باتوں کی توفیق بخشے۔ والسلام

اس مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ قوم کے ناداروں، غریبوں اور پریشان روزگاروں کا کس درجہ خیال رکھتے تھے۔

[۱] یعنی وہ واقعات جن میں پچھلی قوموں پر قہر خدا نازل ہوا۔

[۲] وہاں کے بسنے والے اور پردیسی برابر ہیں۔

۶۸ خلافت سے پہلے حضرت سلمانؓ فارسی کو خط

أَمَّا بَعْدُ!

فَإِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا قَاتِلٌ سَمُّهَا۔ فَأَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا وَضَعْ عَنْكَ هُمُومَهَا بِمَا أَيْقَنْتَ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا (وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا) وَكُنْ آنَسَ مَا تَكُونُ بِهَا أَحْذَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا فَإِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَأَنَّ فِيهَا إِلَى سُرُورٍ أَشْخَصَتْهُ عَنْهُ إِلَى مَحْذُورٍ أَوْ إِلَى إِينَاسٍ أَزَالَتْهُ عَنْهُ إِلَى إِيحَاشٍ۔

وَالسَّلَامُ!

اما بعد، دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جس کی جلد تو نرم ہوتی ہے مگر زہر جان لے لیتا ہے۔ پس دنیا کی جو چیز تمھیں اچھی معلوم ہو اس سے اعراض کرو۔ کیونکہ دُنیا کم ہی تمھارا ساتھ دے گی۔ اپنے دل سے دنیا کے افکار دور رکھو کیونکہ تمھیں اس کی جدائی کا یقین ہو چکا ہے۔ جس وقت دُنیا سے بہت انس ہو، اسی وقت اس سے بہت ہوشیار رہو۔ کیونکہ دنیا کا طریقہ یہی ہے کہ جب آدمی اس کی کسی خوشی میں پھنس جاتا ہے تو خوشی چھین کر اُسے محرومی سے دوچار کر دیتی ہے۔

والسلام

۶۹- حارث الہمدانی کے نام

وَتَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ وَاسْتَنْصِحْهُ وَأَحِلَّ حَلَالَهُ وَحَرِّمْ حَرَامَهُ وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبِرْ مَا مَضَى مِنَ الدُّنْيَا مَا بَقِيَ مِنْهَا، فَإِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا، وَآخِرَهَا لَاحِقٌ بِأَوَّلِهَا، وَكُلُّهَا حَائِلٌ، مُفَارِقٌ، وَعَظِّمِ اسْمَ اللَّهِ أَنْ تَذْكُرَهُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ - وَأَكْثِرْ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ إِلَّا بِشَرْطٍ وَثِيقٍ - وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَرْضَاهُ صَاحِبُهُ لِنَفْسِهِ وَيُكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهِ فِي السِّرِّ، وَيُسْتَحَى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ، وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ إِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ أَنْكَرَهُ أَوِ اعْتَذَرَ مِنْهُ وَلَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا لِنِبَالِ الْقَوْلِ وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ بِهِ فَكَفَى بِذَلِكَ كَذِبًا وَلَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ، فَكَفَى بِذَلِكَ جَهْلًا - وَاكْظِمِ الْغَيْظَ، وَتَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ، وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ أَنْعَمَهَا اللَّهُ عَلَيْكَ وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عِنْدَكَ

قرآن کی رسّی مضبوط پکڑو۔ قرآن سے نصیحت حاصل کرو۔ جو کچھ اس نے حلال کر رکھا ہے اُسے حلال سمجھو۔ جو کچھ اس نے حرام ٹھیرایا ہے اُسے حرام جانو۔ جو سچائی گذر چکی ہے، اس کی تصدیق کرو۔ جو دنیا بیت چکی ہے اس سے باقی دنیا کے بارے میں سبق لو۔ دنیا کی سب چیزیں ایک سی ہیں اس کی آخری بات بھی ویسی ہی ہے جیسی پہلی بات، مگر یہ سب یہ پوری دنیا زائل ہو جانے والی بچھڑ جانے والی چیز ہے۔

خبردار! حق کے سوا کبھی خدا کی قسم نہ کھانا۔ موت کو برابر یاد کرتے رہو۔ اور موت کے بعد جو کچھ ہے اس کی یاد سے بھی غافل نہ ہو مگر موت کی آرزو نہ کرنا۔ جان ہی دینا ہو تو کسی بڑے مقصد پر جان دو۔

ہر اس کام سے بچو جو آدمی اپنے لیے تو پسند کرتا ہے مگر عام مسلمانوں کے لیے پسند نہیں کرتا۔ ہر اس کام سے پرہیز کرو جو خفیہ تو کیا جا سکتا ہے، مگر علانیہ کرتے سے شرم روکتی ہے۔ ہر ایسے کام سے دور رہو کہ جب طلب کیا جائے تو انکار یا معذرت پر مجبور ہو جاؤ، اپنی آبرو کو لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننے نہ دو۔ ہر وہ بات کہتے نہ پھرو جو تم نے سُنی ہے۔ آدمی کے لیے یہ جھوٹ کافی ہے کہ جو کچھ سُنے کہتا پھرے۔ ہر بات کی تکذیب پر بھی تلے نہ رہو، کیونکہ یہ بھی نری جہالت ہے، اپنا غصہ پیو۔ انتقام کا اختیار رکھتے ہوئے بھی معاف کر دو۔ غصّے کے موقع پر بردباری سے کام لو، اور تمھیں تو معاف ہی کرنا چاہیے، کیونکہ حکومت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ تم یہ سب کروگے تو تمھاری عاقبت بخیر ہوگی، خدا کی ہر نعمت کو سنوارنا چاہیے، اور خدا کی کسی نعمت کو بھی ضائع نہ ہونے دو۔ خدا نے جو نعمت بخشی ہے اس کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

وَلْيَعُدْ عَلَيْكَ أَثَرُ مَا أَنْعَمَ اللهُ بِهِ عَلَيْكَ۔

وَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَمَالِهِ، فَإِنَّكَ مَا تُقَدِّمْ مِنْ خَيْرٍ يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهُ، وَمَا تُؤَخِّرْهُ يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ، وَاحْذَرْ صَحَابَةَ مَنْ يَفِيلُ رَأْيُهُ، وَيُنْكَرُ عَمَلُهُ، فَإِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهِ، وَاسْكُنِ الْأَمْصَارَ الْعِظَامَ، فَإِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ، وَقِلَّةَ الْأَعْوَانِ عَلَى طَاعَةِ اللهِ۔ وَاقْصُرْ رَأْيَكَ عَلَى مَا يَعْنِيكَ۔ وَإِيَّاكَ وَمَقَاعِدَ الْأَسْوَاقِ، فَإِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّيْطَانِ، وَمَعَارِيضُ الْفِتَنِ، وَأَكْثِرْ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى مَنْ فُضِّلْتَ عَلَيْهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الشُّكْرِ، وَلَا تُسَافِرْ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، حَتَّى تَشْهَدَ الصَّلَاةَ إِلَّا فَاصِلاً فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ فِي أَمْرٍ تُعْذَرُ بِهِ وَأَطِعِ اللهَ فِي جَمِيعِ أُمُورِكَ، فَإِنَّ طَاعَةَ اللهِ فَاضِلَةٌ عَلَى مَا سِوَاهَا، وَخَادِعْ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ، وَارْفُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا وَخُذْ عَفْوَهَا، وَنَشَاطَهَا إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوباً عَلَيْكَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَائِهَا، وَتَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحَلِّهَا، وَإِيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ آبِقٌ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا وَإِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ۔ فَإِنَّ الشَّرَّ مُلْحَقٌ وَوَقِّرِ اللهَ ۔ وَأَحْبِبْ أَحِبَّاءَهُ وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ مِنْ جُنُودِ إِبْلِيسَ۔ وَالسَّلَامُ!

اور سنو سب سے افضل مومن وہ ہے جس نے اپنی طرف سے، اپنے اہل و عیال کی طرف سے، اپنے مال کی طرف سے خرچ کیا ہے تم جو کچھ بھی راہِ نیک میں خرچ کرو گے تمھارے لیے توشہ بن جائے گا اور جو کچھ جمع رکھو گے تمھارے بعد کوئی اور اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے آدمیوں کی صحبت سے بچو جن کے خیالات کمزور ہیں، جن کے کام بُرے ہیں، کیونکہ دوست دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

بڑے شہروں ہی میں رہا کرو، کیونکہ شہر مسلمانوں کے مرکز ہیں جس جگہ غفلت گنوارپن ہو اور اطاعتِ الٰہی میں مددگاروں کی کمی ہو وہاں نہ رہنا۔ اُسی معاملے پر رائے زنی کیا کرو جس سے تمھیں مطلب ہے۔ بے فائدہ باتوں میں نہ پڑو۔ خبردار! بازار کی بیٹھکوں سے دُور رہو۔ یہ بیٹھکیں شیطانوں کی جگہیں اور فتنوں کے تیر ہیں۔ جو تم سے نیچے ہیں زیادہ تر انہی کو دیکھا کرو، کیونکہ یہ شکرِ الٰہی کا ایک دروازہ ہے جمعہ کے دن سفر نہ کرو، یہاں تک کہ نماز پڑھ چکو۔ مگر ہاں اللہ کے جہاد میں جانا ہو یا اور کوئی مجبوری کا کام درپیش ہو، تو بات دوسری ہے۔

تمام معلات میں خدا کی فرمانبرداری کرو۔ خدا کی فرمانبرداری سب پر مقدم ہے اپنے نفس کو بہلا پھسلا کر عبادت میں لگایا کرو۔ اس بارے میں اس سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ زبردستی سے مجبور نہ کرو۔ جب وہ خالی اور چاق و چوبند ہو تو عبادت کی طرف مائل کرو۔ مگر فرض نمازوں کا معاملہ دوسرا ہے انھیں تو ہر حال میں ادا کرنا ہے اور ان کے اوقات ہی میں ادا کرنا ہے۔

دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت ایسی حالت میں آ ٹوٹے کہ تم دنیا کی طلب میں اپنے ربّ سے بھاگے ہوئے ہو۔ خبردار! فاسقوں سے دوستی نہ کرنا کیونکہ ایک شر اپنے ساتھ دوسرا شر لاتا ہے۔ اللہ کی توقیر کرو۔ اللہ کے حبیبوں سے محبت کرو۔ غصے سے بچو۔ کیونکہ غصہ شیطان کی ایک بہت بڑی فوج ہے۔

والسلام

۷۰۔ سہل بن حنیف انصاری گورنر مدینہ کے نام

فی معنی قوم من اھلھا لحقوا بمعاویہ[1]

أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالًا مِمَّنْ قِبَلَكَ يَتَسَلَّلُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَلَا تَأْسَفْ عَلَى مَا يَفُوتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ فَكَفَى لَهُمْ غَيًّا وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًا فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدَى وَالْحَقِّ وَإِيضَاعُهُمْ إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ، وَإِنَّمَا هُمْ أَهْلُ دُنْيَا مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا وَمُهْطِعُونَ إِلَيْهَا وَقَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوهُ وَوَعَوْهُ وَعَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أُسْوَةٌ فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ فَبُعْدًا لَهُمْ وَسُحْقًا۔

إِنَّهُمْ ـ وَاللهِ ـ لَمْ يَنْفِرُوا مِنْ جَوْرٍ، وَلَمْ يَلْحَقُوا بِعَدْلٍ، وَإِنَّا لَنَطْمَعُ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَنْ يُذَلِّلَ اللهُ لَنَا صَعْبَهُ وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهُ ـ إِنْ شَاءَ اللهُ!

وَالسَّلَامُ!

معلوم ہوا ہے کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے چپکے معاویہ کے پاس چلے جا رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے اپنی تعداد میں کمی اور ان کی مدد سے محرومی پر افسوس نہ کرو۔ ان کے لیے یہ گمراہی کافی ہے، اور تمہارے لیے یہ اطمینان بہت ہے کہ وہ حق و ہدایت سے بھاگ رہے ہیں، کور نگاہی اور جہل کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ یہ لوگ دنیا دار ہیں، دُنیا پر ریجھتے اور اسی کی طرف لپکتے ہیں۔ یہ لوگ عدل و انصاف کو جان چکے ہیں، دیکھ چکے ہیں، سُن چکے ہیں، سمجھ چکے ہیں۔ ان پر یہ بھی روشن ہو چکا ہے کہ حق کے بارے میں سب لوگ ہمارے یہاں برابر ہیں۔ اس پر بھی بھاگ رہے ہیں اور وہاں جا رہے ہیں جہاں خود غرضیاں چلتی ہیں تو دور ہوں یہ لوگ! دفاں ہوں یہ لوگ!

بخدا یہ لوگ نہ ظلم کی وجہ سے بھاگے ہیں نہ انصاف کے دامن میں پناہ لینے گئے ہیں۔ اور ہم؟ تو ہمیں اُمید ہے کہ خدا اس معاملے کی مشکلیں ہمارے لیے آسان اور سختیاں نرم کر دے گا۔ انشاء اللہ۔

والسلام

اصل چیز ہے حق و صداقت لیکن حق و صداقت کی دعوت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس سے کوئی بحث اور سروکار نہ رکھنا چاہیے۔ امیرالمؤمنینؑ اپنے رفقاء کو بھی تلقین کرتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے دیکھا تھا کہ رسول اکرمؐ کا بھی یہی مسلک تھا۔

---

[1] اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جو معاویہ سے جا ملے تھے۔

۷۱۔ منذر بن الجارود عبدی کے نام

امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص کو عہدہ دیا تھا، مگر اس نے خیانت کی بڑا مغرور تھا۔ اسی شخص کے بارے میں فرمایا تھا۔ ہر وقت اپنے بازو دیکھا کرتا ہے۔ اپنے کپڑوں میں بر بر تار رہتا ہے۔ اپنے جوتوں پر پھونکیں مارا کرتا ہے۔ رضی

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ صَلَاحَ أَبِيكَ (رما) غَرَّنِي مِنْكَ وَظَنَنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِّيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَادًا وَلَا تُبْقِي لِآخِرَتِكَ عَتَادًا تَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ آخِرَتِكَ وَتَصِلُ عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ وَلَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقًّا لَجَمَلُ أَهْلِكَ وَشِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ ثَغْرٌ أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ أَوْ يُؤْمَنَ عَلَى خِيَانَةٍ فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ!

تیرے باپ کی نیکی نے مجھے تیرے بارے میں دھوکا دے دیا۔ میں سمجھتا تھا تو بھی اپنے باپ کی راہ پر چلتا ہوگا۔ تیری روش بھی اسی جیسی ہوگی مگر تو جیسا کہ مجھے خبر ملی ہے، نہ اپنی خواہش کو لگام لیتا ہے نہ آخرت کے لیے کوئی توشہ باقی رکھتا ہے۔ اپنی دنیا بنانے کے لیے اپنی عقبے برباد کر رہا ہے۔ کنبہ پروری پر اپنا دین قربان کر رہا ہے۔ اگر وہ سب سچ ہے جو تیری نسبت مجھے معلوم ہوا ہے تو تیرے گھر کا اونٹ، اور تیرے پہننے کی جوتی کا تسمہ بھی تجھ سے بہتر ہے، جو کوئی تیرے جیسا ہو، اس پر نہ کسی قلعے کی حفاظت میں بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی مہم پر اسے مامور کیا جا سکتا ہے۔ نہ اس کی قدر بڑھانا ٹھیک ہو سکتا ہے، نہ کسی امانت میں اس کی شرکت گوارا کی جا سکتی ہے نہ کسی خیانت سے محفوظ رہنے کی اس سے امید کی جا سکتی ہے یہ خط پاتے ہی میرے پاس چلا آ۔

اپنے جس عامل یا منصب دار کے بارے میں امیر المؤمنین کو شبہ بھی ہو جاتا تھا
کہ یہ اپنے اقتدار اور منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ پھر اس کے
بارے میں کسی رعایت اور مروّت کو آپ دخل نہ دیتے تھے۔

۷۲۔ عبداللہ بن عباسؓ کے نام مکتوب

أَمَّا بَعْدُ؛

فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقٍ أَجَلَكَ، وَلَا مَرْزُوقٍ مَا لَيْسَ لَكَ، وَاعْلَمْ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ.

وَأَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ.

تم نہ اپنی موت سے آگے جا سکتے ہو نہ وہ چیز حاصل کر سکتے ہو جو تمھارے لیے مقدر نہیں ہوئی۔ یاد رکھو زمانہ بس دو ہی دن کا نام ہے۔ ایک دن موافق ہوتا ہے اور ایک دن مخالف پڑتا ہے۔ اور دُنیا؟ تو، دنیا چلتا گھر ہے، اور ایک حال پر کبھی نہیں رہتا۔ دنیا میں جو بھلائی تمھارے لیے مقدر ہو چکی ہے، ملے گی۔ تمھاری کمزوری پر بھی ملے گی اور دنیا میں جو نقصان ملے پا چکا ہے، اُسے تم اپنی قوت سے روک نہ سکو گے۔

نیز دیکھیے خطبہ ۶۳ —— ح م

۷۳ معاویہ کے ایک خط کا جواب

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي عَلَى التَّرَدُّدِ فِي جَوَابِكَ، وَالِاسْتِمَاعِ إِلَى كِتَابِكَ لَمُوَهِّنٌ رَأْيِي وَمُخَطِّئٌ فِرَاسَتِي وَإِنَّكَ إِذْ تُحَاوِلُنِي الْأُمُورَ، وَتُرَاجِعُنِي السُّطُورَ، كَالْمُسْتَثْقِلِ النَّائِمِ تَكْذِبُهُ أَحْلَامُهُ وَالْمُتَحَيِّرِ الْقَائِمِ يَبْهَظُهُ مَقَامُهُ، لَا يَدْرِي أَلَهُ مَا يَأْتِي أَمْ عَلَيْهِ. وَلَسْتَ بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَبِيهٌ. وَأُقْسِمُ بِاللهِ إِنَّهُ لَوْلَا بَعْضُ الِاسْتِبْقَاءِ لَوَصَلَتْ إِلَيْكَ مِنِّي قَوَارِعُ تَقْرَعُ الْعَظْمَ وَتَهْلِسُ اللَّحْمَ. وَاعْلَمْ أَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ثَبَّطَكَ عَنْ أَنْ تُرَاجِعَ أَحْسَنَ أُمُورِكَ وَتَأْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيحَتِكَ.

وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ!

تمہیں جواب دے دے کر اور تمہارے خط قبول کر کر کے میں اپنی رائے کو کمزور اور فراست کو غلط ٹھہرانے لگا ہوں۔ تم اپنی کوشش میں کہ مجھے اپنی خواہشوں کے لیے پھسلاؤ اور اپنے خطوں کے جواب پر آمادہ کرتے رہو، اس آدمی کی طرح ہے جو گہری نیند میں خواب دیکھے اور پھر اس کا خواب جھوٹا ثابت ہو جائے، یا ویسے آدمی ہو جو حبس بیس میں پڑا ہے اور یہ گومگو کی حالت اُسے ستا رہی ہو۔ وہ جانتا نہیں کہ جو کچھ سامنے آنے والا ہے، نفع پہنچائیگا یا نقصان میں ڈال دے گا۔ مانتا ہوں کہ تم بالکل ویسے نہیں ہو۔ لیکن تم میں اور ایسے لوگوں میں مشابہت ضرور ہے۔

اور میں قسم سے کہتا ہوں اگر تم لوگوں کی جانیں بچانے کا خیال نہ ہوتا تو میری طرف سے تم پر ایسی ہولناکیاں ٹوٹتیں، جو ہڈیوں کو پاش پاش کر ڈالتی ہیں اور گوشت کو پانی بنا کر بہا دیتی ہیں۔ اگر تم میں اب بھی کچھ سمجھ باقی ہے تو یقین کرو، شیطان نے تمہیں سب سے بڑی بھلائی سے روک دیا ہے اور تمہارے کان میری نصیحت سُننے سے بند کر دیے ہیں۔

— اور سلامتی ہو اس کے اہل پر —

۴۷۔ قبائل ربیعہ اور یمن کے مابین معاہدہ

وَنقل من خطّ هشام ابن الكلبي[1]

هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْيَمَنِ حَاضِرُهَا وَبَادِيهَا، وَرَبِيعَةُ، حَاضِرُهَا وَبَادِيهَا: أَنَّهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ يَدْعُونَ إِلَيْهِ وَيَأْمُرُونَ بِهِ وَيُجِيبُونَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ وَأَمَرَ بِهِ۔ لَا يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا، وَلَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلًا، وَأَنَّهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ عَلَى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهُ أَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ۔ لَا يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ، وَلَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ وَلَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا، وَلَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا۔ عَلَى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَغَائِبُهُمْ وَسَفِيهُهُمْ وَعَالِمُهُمْ وَحَلِيمُهُمْ وَجَاهِلُهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيثَاقَهُ إِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْؤُولًا

وکتب
علی بن ابی طالب

یہ ہے وہ عہد جس پر ایک طرف سے اہل یمن کے شہریوں اور بدویوں نے اور دوسری طرف سے ربیعہ کے شہریوں اور بدویوں نے اتفاق کیا ہے۔ یہ سب لوگ کتاب اللہ پر استوار رہیں گے اسی کی طرف دعوت دیں گے۔ اسی پر چلنے کی تلقین کریں گے۔ جو کوئی اس کی طرف بلائے گا اور اس پر چلنے کا حکم دے گا اسے لبیک کہیں گے۔ کتاب اللہ کے بدلے نہ کوئی نفع قبول کریں گے نہ کوئی عوض منظور کریں گے اور یہ سب ایک ہاتھ ہیں۔ ہر اس شخص کے مقابلے میں جو کتاب اللہ کے خلاف جائے گا۔ اسے چھوڑ دے گا۔ آپس میں مددگار ہیں۔ ایک آواز ہیں۔ ایک پکار ہیں ایک دعوت ہیں۔ کسی شخص کے طیش اور غصّے کی وجہ سے ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے کی وجہ سے اپنا یہ عہد نہیں توڑیں گے، بلکہ اس عہد پر سب لوگ ہمیشہ استوار رہیں گے۔ حاضر بھی اور غیر حاضر بھی، جاہل بھی اور عالم بھی، عقلمند بھی اور بے عقل بھی اور اس سب کے بعد ان پر اللہ کا عہد و پیمان ہے اور اللہ کا عہد و پیمان کو پوچھا جانے والا ہے۔

(اسے لکھا علی بن ابی طالب نے)

یہ ہے، ہر اس معاہدہ کی اصلی، شرعی اور حقیقی اساس جو ایک مسلمان میں کسی دوسرے شخص، جماعت یا گروہ سے آسکتا ہے۔

---

[1] ہشام ابن کلبی مشہور مورخ سے یہ خط نقل کیا گیا ہے۔ م۔ح

۷۵۔ معاویہ گورنر شام کے نام

آغاز خلافت میں شام کے گورنر، معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا:۔

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ۔

أَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْذَارِي فِيكُمْ وَإِعْرَاضِي عَنْكُمْ حَتَّى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهُ وَالْحَدِيثُ طَوِيلٌ وَالْكَلَامُ كَثِيرٌ۔ وَقَدْ أَدْبَرَ مَا أَدْبَرَ وَأَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ۔ فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَأَقْبِلْ إِلَيَّ فِي وَفْدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ!

یہ خط بقول سید رضیؒ واقدی کی کتاب الجمل میں ہے — م ح

اللہ کے بندے علیؑ امیرالمومنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام!

امابعد:

تم اپنے خاندان کے بارے میں میرا عذر جانتے ہو، اور اپنے خاندان کے معاملے میں میری بے تعلقی کا بھی تمھیں پورا علم ہے، یہاں تک کہ وہ واقعہ پیش آنے والا ہی تھا اور جسے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ بات لمبی ہے۔ گفتگو بہت ہے، مگر جو ہو چکا ہو چکا اور جو سامنے آنے والا تھا سامنے آگیا۔ اب تم یہ کرو کہ اپنی طرف کے لوگوں سے میری بیعت لو، اور اپنے ساتھیوں کا ایک وفد بنا کر میرے پاس چلے آؤ۔

۷۶ - بصرہ کا گورنر بنانے کے وقت

عبداللہ بن عباس کو وصیّت

سَعِ النَّاسَ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ، وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّهُ طَيْرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ۔

لوگوں کے لیے اپنی مجلس میں بشاشت، اور حکومت میں وسعت پیدا کرنا۔ خبردار، غصّے نہ ہونا، کیونکہ غصّہ شیطان کی بدشگونی ہے ا اور یاد رکھو جو چیز خدا سے قریب کرتی ہے، دوزخ سے دور کردیتی ہے۔ اور جو چیز خدا سے دُور کرتی ہے، دوزخ سے قریب کردیتی ہے۔

---

۷۷ - خوارج سے مناظرے کے موقع پر

ابن عبّاس رضؓ کو ھدایت

لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُو وُجُوهٍ تَقُولُ وَيَقُولُونَ وَلٰكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصًا۔

قرآن کو لے کر بحث نہ کرنا۔ کیونکہ قرآن بہت سے معنی کا محتمل ہے۔ بہت سی وجہیں رکھتا ہے۔ قرآن سے بحث کروگے تو تم بھی کہتے رہو گے، وہ بھی کہتے رہیں گے اور نتیجہ کچھ نہ نکلے گا، لیکن سنت کو لے کر بحث کرنا۔ سنت سے بھاگنے کا موقعہ نہ پاسکیں گے۔

۷۸ - ابوموسیٰ اشعری کے خط کا جواب

حکمین کا قصّہ

فی امر الحکمین - ذکرہ سعید بن یحییٰ الاموی فی "کتاب المغازی":-

فَاِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَیَّرَ کَثِیْرٌ مِنْهُمْ عَنْ کَثِیْرٍ مِنْ حَظِّهِمْ فَمَالُوْا مَعَ الدُّنْیَا وَ نَطَقُوْا بِالْهَوٰی، وَاِنِّیْ نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ مَنْزِلًا مُعْجِبًا، اِجْتَمَعَ بِهٖ اَقْوَامٌ اَعْجَبَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ فَاِنِّیْ اُدَاوِیْ مِنْهُمْ قَرْحًا - اَخَافُ اَنْ یَکُوْنَ عَلَقًا - وَلَیْسَ رَجُلٌ - فَاعْلَمْ اَحْرَصَ عَلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاُلْفَتِهَا مِنِّیْ، اَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَکَرَمَ الْمَاٰبِ وَسَاَفِیْ بِالَّذِیْ وَاَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ، وَاِنْ تَغَیَّرَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِیْ عَلَیْهِ، فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا اُوْتِیَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجْرِبَةِ وَاِنِّیْ لَاَعْبَدُ اَنْ یَقُوْلَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ وَ اَنْ اُفْسِدَ اَمْرًا قَدْ اَصْلَحَهُ فَدَعْ مَا لَا تَعْرِفُ فَاِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُوْنَ اِلَیْکَ بِاَقَاوِیْلِ السُّوْءِ - وَالسَّلَامُ!

سعید بن یحییٰ نے اپنی کتاب "المغازی" میں لکھا ہے۔

بہت سے لوگ برگشتہ ہو کر حق سے بدل گئے دنیا کے ساتھ ہو لیے، خواہش کے پیچھے چلنے لگے۔ اس معاملے میں میری حیثیت تعجب انگیز ہے ایسے لوگوں کا اجتماع ہو گیا ہے جو اپنے نفس کو پسند کرتے ہیں اور اب میں ان کے لگائے ہوئے زخم کے مداووں میں لگا ہوا ہوں، مگر ڈرتا ہوں یہ زخم کہیں لا علاج نہ ہو۔ تمھیں جاننا چاہیے کہ مجھ سے زیادہ کوئی آدمی بھی اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر اور یک جہتی نہیں چاہتا۔ اس سے میری غرض صرف ثواب خداوندی اور حُسنِ آخرت ہے۔ میں نے جو عہد کیا ہے اسے پورا کروں گا۔ مجھ سے رخصت ہوتے وقت اپنی نیک رائے سے اگر تم بدل گئے ہو تو بدبخت ہے وہ جو اپنی عقل و تجربے سے نفع اٹھانے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے میں برہم ہوتا ہوں کہ باطل بات کہی جائے یا اس معاملے کو خراب ہونے دوں، جسے خدا درست کر چکا ہے لہٰذا تم ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جسے جانتے نہیں شریر لوگ ضرور بری باتیں لے کر تمہاری طرف اڑیں گے۔

والسلام۔

یہ ہے امیر المومنین کا وہ "بیان صفائی" جس کے مطالعہ کے بعد ان کی پوزیشن صحیح طور پر نظر کے سامنے آجاتی ہے؟ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ گرداب بلا میں ایک مومن کیا کرتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہیے۔ (جعفری)

۷۹۔ خلیفہ ہونے پر فوجی امرا کو تحریر فرمایا

أَمَّا بَعْدُ؛

فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ مَنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ وَأَخَذُوهُمْ بِالْبَاطِلِ ـ فَاقْتَدَوْهُ

اگلے لوگ اس لیے ہلاک کر دیے گئے کہ انہوں نے حق کو روکا تو لوگوں نے ان کو خریدنا شروع کر دیا اور انھوں نے باطل کو چلایا تو لوگوں نے باطل ہی کو اپنا چلن بنالیا۔

نہج البلاغۃ

حصّہ سُوم

ملفوظات و کلمات

(۴۸۰)

ترجمہ و حواشی

سیّد مُرتضےٰ حسین فاضل لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام علیؑ کا عربی ادب پر اثر

ماخذ نہج البلاغہ، اور تقریظ مفتی محمد عبدہٗ کے بعد یہ سطریں اس لیے لکھی گئی ہیں کہ فارسی، عربی، اور اردو میں "کلام علیؑ" پر کئی حیثیتوں سے بحثیں کی گئی ہیں۔ اتفاق سے تنقید و تاریخی آئینہ میں "کلام علی کی اثر آفرینی" کا تجزیہ نہیں کیا جا سکا ——— کلام علیؑ، دین، عرفان، احکام، حقائق اور تاریخ کا جو بے نظیر مجموعہ ہے اس سے کون ناواقف ہوگا۔ اور اب تو عرب عیسائی بھی شخصیت علی پر لکھ رہے ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ امیرالمومنینؑ کی شخصیت پر ایک دوسرے زاویہ سے بحث کرتا ہے، یعنی حضرتؑ کی ادبیت کے اہم پہلو کو موضوع بحث بناتا ہے۔ اور اس یقین پر کہ شاید کوئی اس بحث کو مکمل کر دے۔

کسی کی تاثیر یا تاثر معلوم کرنے کے لیے موضوع بحث کو "تجربائی" حالت میں دیکھنا تقریباً ناممکن ہوا کرتا ہے، اس لیے موضوع کا پس منظر اور اس کے مستقبل کا جائزہ لے کر فیصلہ آسان، اور تعارف واضح ہو جاتا ہے۔

بحث یہ ہے کہ "عربی ادب" پر "کلام علیؑ" کا "اثر" ہوا یا نہیں؟ اور ادب میں وہ کون سی خصوصیتیں پیدا ہوئیں جن سے یہ معلوم ہو کہ "کلام علی" نے ادب کو متاثر کیا؟

مشکل یہ ہے کہ "عہد تہذیب تاریخ"[1] سے پہلے کسی خاص چیز کا پس منظر معلوم کرنا "کھدائی" اور زمین میں معدنیات کی تلاش سے کم نہیں۔

ادب جاہلیت

البتہ کلام علیؑ کا پس منظر سمجھنے کے لیے "ادب قبل از اسلام" کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ مطالعہ اگرچہ کافی طولانی ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ "ادب قبل از اسلام" جسے "ادبِ جاہلیت" کہتے ہیں ایک جاندار، زندہ، اور تاریخی ادب ہے، اس

---

[1] میں تاریخ کے تین عہد فرض کرتا ہوں۔ عہد قصص، عہد تدوین، عہد تہذیب۔

کے دامن میں تیز و تند ہوائیں، زنّاٹے کی آندھیاں، چٹیل میدان، اطلال و دمن، اُونچی نیچی پہاڑیوں پر آگ کی شعلہ فشانی، یا کبھی کی آبادی کے کھنڈر، اور رزمگاہوں میں تلواروں کی چمک نظر آتی ہے۔ اس میں چلتے پھرتے قبیلوں کا نظام معاشرت، شہریوں کا انداز زندگی، قبائل کی خانہ جنگیاں، افراد کے ذہنی، اخلاقی، اور فکر کے سطحی اور رنگین مرقعے نظر آتے ہیں

شخصی و اجتماعی کردار، قومی اور قبائلی دستور اگر تلاش کرنا ہوں تو ادب جاہلیت بے مثال دستاویز ہے۔ سادگی، شجاعت، حُریّت، اور جنگوئی کے جذبات کا یہ دفتر فصاحت آفرین حیرت انگیز حد تک متاثر کن ہے، لیکن وہ عرب جو شعر کو سجدہ گاہ جانتا تھا جس نے بنی تغلب کو ہر "مکرمت، و برتری بھلادی تھی جو اپنے شاعر کے شہکار کو "جاودان" سمجھتے تھے۔ اس قدر ادب پرستی کے بعد بھی ان کے لٹریچر میں ایک خلا ہے، اور وہ ہے "نثر" کا فقدان۔ مؤرخین ادب اور آثار ادب میں قصّے، لمبی کہانیوں، یا مذہبی نثر کا نام نہیں لیتے، بلکہ وہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ عربوں کے بازاروں میں اگر ایک طرف شاعر اپنے قصیدے، غزلیں، ترانے اور "شاہ نامے" سناتا تھا تو دوسری طرف ان کے شعلہ بیان خطیب تقریریں کرتے تھے۔

یہ تقریریں رزم میں برجستہ، رواں، انقلاب آفریں و فخریہ ہوا کرتی تھیں، اور بزم میں مسرت خیز و فخر آمیز، و مسجّع عبارت، اہتمامی انداز اور باقاعدگی و سنجیدگی سے بھاری۔ مگر یہ دونوں نثر پ بنیادی خیال، موضوعی فکر، اور مقصد انشا سے خالی ہوتی تھیں۔ خطیب محنت کرتا تھا، اور داد حاصل کر کے فن و کمال کا مظاہرہ کرتا تھا۔

یہ خطیب دو طرح کی تقریریں کرتے تھے، تمہیدی، اور غیر تمہیدی۔ غیر تمہیدی تقریریں "بترا" کہلاتی تھیں۔ پھر یہ خطبے دو طرح سے پیش کیے جاتے تھے "کھڑے ہو کر بولنے والے" اور "بیٹھ کر بولنے والے"۔ جاحظ نے ان لوگوں کے بارے میں بڑے معلومات فراہم کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر بولنے والے مقرر، سیاسی و معاشرتی موقعوں پر کھڑے ہو کر بولتے تھے، اور فقط نکاح کا خطبہ بیٹھ کر ادا کیا جاتا تھا۔

اسٹیج کے خطیبوں کا انداز یہ تھا کہ:

وکان لکلّ قبیلۃٍ خطیب، کما کان لکل قبیلۃٍ شاعر۔

جس طرح ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوا کرتا تھا، اسی طرح ہر قبیلے کا ایک خطیب بھی تھا۔

واکثر ما کانت المخطابۃ فی التحریض علی القتال والتحکیم فی الخصومات واصلاح ذات البین، وفی المفاخرات والمنافرات والوصایا، وغیر ذلک۔

اکثر جنگی تحریک، یا آپس کے جھگڑوں میں فیصلے، صلح صفائی، فخریہ و ہجویہ یا وصیت و نصیحت وغیرہ کے موقعوں پہ یہ لوگ بولتے تھے۔

وکان من عادۃ الخطیب فی غیر خطب الاملاک والتزویج ان یخطب قائما،

کسی چیز کے خریدنے، یا عقد نکاح کے علاوہ "خطیب" کھڑے ہو کر بولتے تھے۔ یہ اسٹیج یا تو کوئی چبوترہ، ٹیلا، ہوتا تھا۔ یا اونٹ کی پیٹھ پہ سے یہ کام لیتے تھے، مقصد یہ تھا

او علی نشزٍ مرتفع من الارض، او علی ظهر راحلته، لابعاد مدی الصوت، وللتاثیر بشخصه واظهار ملامح وجهه، وحرکات جوارحه، ولا غنی له عن لوث، وعصب العمامة والاعتماد علی مخصرة، او عصی او قناة او قوس

کہ آواز دُور تک پہنچے، شخصیت سے مرعوب کیا جائے، چہرے کے اتار چڑھاؤ دکھائے جائیں۔
اس کے علاوہ کچھ بھی کیا جاتا تھا۔ مثلاً، عمامہ باندھتے تھے، چھڑی، نیزہ یا کمان ہاتھ میں ہوتا تھا

وربما اشار باحد ابها[1] او بیده

اور کبھی چشم وابرو یا ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔

(جواہر الادب، ج ۲، ص ۲۰)

اس دور کے کھڑے ہو کر بولنے والے مقررین میں سے چند نام یہ ہیں:

۱۔ قیس بن خارجہ، (م ۶۰۰ء تقریباً) یہ نجران کا اسقف، حکیم و مبلّغ اور جنگ "داحس وغبرا" کا خطیب مانا گیا ہے۔

۲۔ خویلد بن عمرو غطفانی، جنگ فجار کا مقرر۔

۳۔ قس بن ساعدہ، عرب کے مشہور بازار اور عظیم الشان میلے کا خطیب کہ اسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بولتے سُنا تھا۔

۴۔ اکثم بن صیفی جو عرب سے ایران جانے والے اس وفد کا لیڈر تھا جو نعمان کی طرف سے کسریٰ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

۵۔ ابو ثور عمر بن معدیکرب الزبیدی، جس کے بارے میں اندازہ ہے کہ ۵۲۳ء میں پیدا اور ۶۴۳ء میں مرا ہے۔ یہ یمن کا بہادر، عرب کا خطیب اور غضب کا ادیب تھا۔ ۱۰ھ میں مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا، اس کے بعد پھر اسلام قبول کیا۔[2]

۶۔ یونس بن حبیب، عظیم الشان اور مشہور خطیب جس کے لیے ابن رشیق نے لکھا ہے "غلابا فی الخطب" "تقریروں کا شیر"[3]

۷۔ ان کے علاوہ قریش میں "کعب بن لوی" حضرت رسالتمآب وامیر المومنینؑ کے جدِ ہفتم۔ سید احمد ہاشمی لکھتے ہیں:

من اقدمهم "کعب بن لوی" وکان ذا نفوذٍ عظیم فی قومه حتی اکبروا موته"

ان میں قدیم ترین شخصیت کعب بن لوی ہیں جو اپنی قوم کے با اثر ترین لوگوں میں تھے، حتیٰ کہ ان کی موت کو بڑی اہمیت دی گئی۔

(جواہر الادب ج ۲ ص ۱۹)

---

[1] اصل کتاب میں "باحداھا" ہے۔ میں احد ابها پڑھتا ہوں۔

[2] تاریخ ادب العربی احمد حسن زیات ص ۱۷۴، المجمل ص ۲۸۔

[3] کتاب العمدہ ج ۱ ص ۶۰

جاحظ، ابن عبد ربہ، قلقشندی وغیرہ نے ان میں بہت سے لوگوں کے خطبوں، مکالموں، اور فیصلوں کے کچھ کچھ جملے، اور منتشر منسوبات لکھے ہیں:

قُس کا خطبہ تو تقریباً ایک ہی عبارت میں اکثر کتب ادب میں موجود ہے۔ خطبہ نکاح سے متعارف کرانے کے لیے۔ تقریباً ۵۹۴ھ کا ایک اہم نمونہ وہ ہے جو حضرت ابوطالب کرم اللہ وجہہ نے نکاح پیغمبر اسلام کے موقع پر پڑھا تھا کہ:

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم[1] وزرع اسماعیل، وضئضئ معد وعنصر مضر، وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا، وجعلنا آمنا بیتہ وسواس حرمہ۔ وجعلنا حکاما علی الناس

اس خدا کا شکر جس نے ہم کو ذریت ابراہیم، کشت اسماعیل اور پشت معد، اور عنصر مضر سے بنایا۔ ہمیں مرکز حج مکان (بیت اللہ) دیا امن کا حرم مرحمت فرمایا۔ ہم اس گھر کے امین و مہتمم اور لوگوں کے حاکم ہیں۔

وان[2] ابن اخی ـــ محمد بن عبد اللہ ـــ من قد علمتم قرابتہ وھو لا یوزن بہ احد الا رجح بہ، فان کان فی المال قل، فان المالَ ظلٌ زائل۔

اور میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ کی قرابت سے تم لوگ واقف ہو، اور شرف ایسا ہے کہ جسے بھی اس کے مقابلے میں تول کر دیکھو گے ہلکا ملے گا۔ اور اگر اس کے پاس کی کمی ہے تو مال ایک چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔

وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ما عاجلہ وآجلہ من مالی کذا وکذا و ھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جلیل۔

اس فرزند نے خدیجہ بنت خویلد سے رشتہ کیا ہے اور اسے فوری اور بدیر دینے والے مہر میں سے اتنا اتنا مال میں دے رہا ہوں۔ یہ فرزند ایک تابناک مستقبل اور کچھ غیبی عظمتیں ظاہر کرے گا۔

(کتاب تاریخ اللغۃ العربیہ ج ۲ ص ۷۵)

بیٹھ کر پڑھے جانے والے خطبے اہم اور خطیب عظمت کے مالک ہوا کرتے تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے

.... انہ یعرض للخطیب فیھا من الحصر اکثر مما یعرض لصاحب المنبر، ولذلک قال عمر رضی اللہ عنہ:

"مایتصعّدنی کلام کما تتصعّد فی خطبۃ النکاح

...... مقرر کو اسٹیج پر بولنے والے سے زیادہ لکنت اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا:
مجھے کسی تقریر سے ایسی الجھن اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی جیسے خطبۂ نکاح سے ..... (البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۲۵)

---

[1] زرع ابراھیم وذریہ اسماعیل ص المجمل ص ۲۷ ج ۱

[2] .... ثم ان محمد بن عبد اللہ، ابن اخی من لا یوازن بہ فتی من قریش الا رجح بہ برا وفضلا وعدلا ومجدا ونبلا۔ وان کان فی المال قل فان المال عاریۃ، مسترجعۃ، وظل زائل ولہ فی خدیجۃ بنت خویلد رغبۃ، ولھا فیہ مثل ذالک وما احببتم من الصداق فعلی۔ المجمل ص ۲۷ ج ۱

مختصر یہ کہ علماء ادب نے چند مختصر خطبوں اور تھوڑے سے نثری اقتباسات و کلمات نقل تو کیے ہیں لیکن نہ ان کی روایت جانچی ہے نہ کوئی ترتیب پیش نظر رکھی، پھر مقدار و کیفیت کے لحاظ سے قابل توجہ نہیں۔ عوام کو اس قسم کے ادب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ یاد کرتے، نہ ان خطبوں کے خطیبوں کے مخصوص راوی ہوتے تھے۔ اس کی حیثیت وقتی بات کی سی ہوتی تھی، لوگ سنتے اور بھول جاتے تھے، اب اگر اتفاقاً کسی کو ایک آدھ جملہ، ایک دو خیال، پسند آ گئے تو بطور خود کہیں کہہ دیا، یہی "کہہ دیا" روایت بنتا تھا۔ بھلا جنگی رجز، اور بہادرانہ للکار اور جذبات سے کھیلنے والے شعروں کے مقابلے نثر کی خشک و بے مزہ تقریریں کون یاد کرتا؟

لیکن جو کچھ ہے، اس سے اس گلستاں کی بہار کا قیاس کرنا ممکن ہے۔ تنقید نگاروں کا سرسری جائزہ ہے کہ: یہ ادب مقفی و مسجع اور سادہ و غیر مسلسل، ادب اور رنگا رنگ اسلوب رکھتا ہے۔ جس میں اخلاقیات کے علاوہ فکر اور پیام کا نام نہیں۔

چھوٹے چھوٹے جملے:

خطبوں کے علاوہ، مکالمات و قضایا و وصایا اور مختصر جملوں پر مشتمل ذخیرۂ ادب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ عرض کر دوں کہ جاحظ کا کہنا ہے کہ یونان، ہندوستان، اور ایران کے مقابلے میں عربوں کا امتیاز شعر میں نہیں، خطبوں میں ہے کہ ان مقامات پر مقررین کا پتہ نہیں چلتا، البتہ حکیمانہ گفتگو اور فلسفیانہ جملوں کی ان زبانوں میں کمی نہیں۔

درحقیقت کوئی الگ اور منفرد کلام کم ہی تھا، ہوا یہ کہ کسی کی تقریر سے کوئی پسندیدہ جملہ زبان زد ہو گیا، یا راوی کے ہاتھ لگا اور کتابوں میں آ گیا۔ مگر یہ جملے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

قصاری فصاحة العرب العرباء جوامع کلمها، ونوادر حکمها، وبینة منطقها ونزیدة بلاغتها التی اغربت عن القرائح السلیمة والرکون البدیع الی ذرابة اللسان وغرابة اللسن، حیث اوجزت اللفظ فاشبعت المعنی وقصرت العبارة فاطالت المغزی[1]

اہل زبان عربوں کی ادبیت کی انتہا ان کے جامع ترین کلمات، حکیمانہ نکتے، گفتگو کے جواہر پارے اور بلاغت کی روح وہ ہے جو اہل ذوق طبیعتوں کی ایجاد، اور آتش بیان زبانوں کی تیزی و ندرت سے ترشے ہوئے جملوں کی شکل میں نظر آتا ہے۔

ان کلمات کی لفظیں مختصر اور عبارت تو چھوٹی ہوتی ہے مگر معنے وسیع اور گہرائی رکھتے ہیں۔

یہ جملے مسجع بھی ہیں اور رواں بھی۔ مختصر بھی ہیں اور کسی قدر غیر مختصر بھی۔ اخلاقی بھی ہیں اور فلسفی بھی۔ مثلاً

(۱) البس لکل حالة لبوسها، اما نعیمها واما بؤسها — خوشحالی ہو یا پریشانی، ہر حال ویسا ہی رنگ اختیار کرو۔

---

[1] کتاب تاریخ الادب ج ۲ ص ۲۳۰

(۲) ثار حابلهم على نابلهم

(۳) اليوم خمر وغدا امر

(۴) ان البغاث بارضنا يستنسر

(۵) ان كنت ريحا فقد لاقيت اعصارا

(۶) حسبك من القلادة ما احاط بالعنق

ما احاط بالقلادة

ان کا نہتا ان کے ہتھیار بند پر جا پڑا۔

آج عشرتیں اور کل اصل معاملہ۔

ہمارے علاقے میں عقاب، شاہین بن جاتے ہیں۔

اگر ہوا بن جاؤ تو مدتوں رہو گے۔

گلو بند کے لیے اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ وہ

گردن بند ہے۔

یہ ہے عربی ادب جاہلیت کا مختصر ترین جائزہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الكلام الذي يعتمد منه تصوير المعاني النفسية والاجتماعية، وفيه مظهر من قوى العقل والتفكير لا نحسب ان العرب الجاهلية حظا من هذا النوع لان النثر بهذا المعنى لا يظهر ولا ينضج الا حيث تكون الحضارة وارفة الظلال كاملة الاسباب، قد عوامل الطبيعة الى تنظيم الجماعات وضبط انظمتها وشؤونها بقيود العقل التي يسيرونها الكتابة او التدوين

میرا خیال ہے کہ عرب جاہلیت کے پاس اس قسم کا نثری لٹریچر وجود نہیں، اس واسطے کہ ایسا ادب اس وقت رونما ہوتا ہے، جب تمدن پھیل چکا ہو۔ ضروریات تہذیب مکمل ہوں اس زمانے میں فطری طور پر جماعتوں میں تنظیم، نظام میں ہم آہنگی اور حکیمانہ آئین جاری ہوتے ہیں۔ تحریر یا تالیف کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے۔

آج کا ادیب جب جاہلیت کی نثر پر گفتگو کرتا ہے تو اسے کم و بیش چار چیزیں ملتی ہیں:

۱۔ وہ باتیں، جن کا تعلق ان کی روزمرہ زندگی سے ہے۔

۲۔ فلسفہ آمیز جملے یا کسی حکیم کی زبان سے نکلی ہوئی کہاوتیں۔

۳۔ بادشاہوں سے مکالمے قبائلی اصلاح، جنگی تحریک، فخریہ یا ہجویہ تقریریں۔

فاذا عددنا لهم نثرا فانما هو:

(ا) حديث يدور بينهم في شؤون المعيشة

(ب) او جمل قصيرة تتضمن حكمة، او مثلا سائرا لحكيم من الحكماء۔

(ج) او كلام يقوم به نائبه مشافهة الملوك، وفي الاصلاح بين القبائل، او الحض على القتال، او في التفاخر والتنافر۔

وليس في هذا كله شئ من مظاهر الفن

لیکن اس ذخیرے میں ہمیں کوئی ایسی فنی مدد نہیں ملتی جو ان

الذی نجد ہ فی شعرھم" (المجمل ج ا ص ۱۵) کے شعری ادب میں عام ہے۔

شعری اُدب

ابن سلام جمحی نے خوب کہا ہے کہ:

عربوں کا شعری اُدب:-

دیوان علمھم، ومنتھی حکمتھم، بہ یاخذون، والیہ یصیرون"
ان کے علم کا دفتر، حکمت وفلسفہ کی معراج ہے، یہی ان کی ابتداء اور یہی انتہا ہے۔

اَدب جاہلیت کے محسن اعظم ابوتمام نے اس دفتر کو "دس بابوں"[۱] پر تقسیم کیا ہے:

۱۔ حماسہ (فخریہ وبہادرانہ) ۲۔ مراثی (حزینہ شاعری) ۳۔ نسیب (غزل) ۴۔ الاضیاف والمدائح (مدح وصفات) ۵۔ باب الصفات (بیانیہ شاعری) ۶۔ السیر والنعاس (سفر وحالات سفر، عوامی شاعری) ۷۔ مُلَح (تلمیحی شاعری) ۹۔ مذمّت النّساء (عورت)

ان اثار وتاریخی پس منظر میں اسلام کا اُدب:-

اس پس منظر میں اسلام، وحدت فکر، پیام، علم وعمل لے کر آیا۔ تشکیل کردار ومعاشرہ، اور عظمت امن واہمیت نشر لے کر آیا۔ خانہ جنگیاں ختم ہوگئیں، قصیدوں کو خانۂ کعبہ میں ٹکایا جانا بند ہوگیا۔ فخر وہجو کے اجتماعات کی اہمیت باقی نہ رہی۔

قرآن، ایک واضح راستہ، روشن منارہ اور مثالی ادب وزبان لے کر آیا، قریش کی بولی، سادگی ادا، مطالب کی گہرائی، اصلاح واخلاق کی گیرائی، اور اعجاز کی بلندیوں نے آفاق کے ذہن، زبانوں اور قلموں کے رُخ موڑ دیے، دعوت قرآن وتبلیغ احکام کے لیے نظم کے بجائے نثر اور شاعر کے بجائے خطیب اور میلوں کے بجائے مسجدوں کی صفیں اور سنجیدہ اجتماعات ہونے لگے۔ اس دعوت دعوت کا نقیب اور دین کا زعیم، اپنے ماضی کے کردار، اور حال کی عظمت کو جلو میں لیے ختم نبوت کے منصب دار کی حیثیت سے جب بھی بولا، جو بھی پیام دیا، اس کے لیے نثر ہی کو تجویز فرمایا، نتیجہ یہ کہ اس تحریک کے تاثر سے عربی نثر متاثر ہوئی اور خطیب اُبھرنے لگے۔

اس عہد کا عربی ادب معتدل اور مہذب ادب ہے، کیونکہ اب تک ادبیوں میں ذہنی آوارگی تھی اسلام نے ایک مقصد، ایک موضوع اور ایک اسلوب دیا، چنانچہ نظم ونثر ایک آہنگ پانے لگے، ان کے اَدب میں "قرآن" اور "حدیث" کا پرتو پڑنے لگا۔

---

[۱] محمد بہجۃ الاثری نے "المجمل فی تاریخ الادب العربی" میں ان الابواب کو یوں تقسیم کیا ہے: ادب حکمۃ، فخر و حماسہ، وصف، غزل ونسیب، مدیح، رثا، ہجا، عتاب، اعتذار جس میں نابغہ ذبیانی منفرد ہے (ص ۴۰ ــــ ۵۲)

اِسلام نے نثر میں خطبوں، تقریروں، مکالموں، کے علاوہ مختصر اور طولانی احکام بیانیہ مضمون، اور خطوط کا نمایاں اضافہ ہوا۔ اس ادب کی تخلیق میں "کعب بن لوی" جیسے مشہور خطیب کی نسل کے بے مثال مجاہد "ابو طالب" سب سے پہلے شاعر، اور خطیب ہیں۔ حضرت ابوطالب پہلے مسلمان ہیں جن کا خطبۂ نکاح تاریخوں میں محفوظ ہے۔ وہ اسلام کے پہلے شاعر ہیں، ان کا قصیدہ:

خلیلی ما اذنی لاول عاذل بصغواء فی حق ولا عند باطل[1]

میرے دوستو، میرے کان پہلے ملامت کرنے والے کی ملامت پر غور نہیں کرتے، نہ حق میں نہ باطل میں

لوگوں کا کہنا یہ لامیہ عرب کے بہترین لامیوں میں ہے۔

علی بن ابی طالبؑ کا ادبی پس منظر:۔

ابوطالب کی ادبی قدر و قیمت، ان کی نثری و شعری قابلیت کا اعتراف ایک طرف، قریش کی زبان و ادب دوسری طرف، گھر کا شخصیت ساز ماحول، اور تمثال گر ماں باپ کی نگاہ توجہ کے ساتھ ساتھ ہمت، جرأت، شجاعت، ذہنی استقامت، اور ماحول پر چھا جانے کی صلاحیتیں سونے پر سہاگہ بنی ہوئی تھیں۔ آغاز دعوت کے وقت علیؑ کی عمر نو دس سال بھی بتائی گئی ہے۔ اور سب نے لکھا ہے کہ ۲۷ رجب سنہ ۱ بعثت سے ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ تک کوئی موقع ایسا نہیں جب تلوار، قلم، یا زبان سے دشمن کو جواب نہ دیا ہو، ہر وقت بحثیں، دن بھر مکالمے رہتے ہوں گے، ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے مددگار، جوان سال مجاہد، پرجوش حامی ہونے کی وجہ سے زیادہ تر ان معرکوں سے دوچار ہوئے، پیغمبر کے کاتب و پیامبر ہونے کی وجہ سے اہم سے اہم تر خط لکھے۔ اور سورۂ برأت کی تبلیغ یا یمن میں کامیابی بتاتی ہے کہ اس عہد کے بولنے والوں میں علیؑ نڈر، تیز زبان، اور عظیم الشان مقرر تھے۔

تاریخ حسب معمول تقریروں کے نقل کرنے میں بخیل ہے۔ لیکن ذکر اذکار کے طور پر جو کچھ لکھا ہے، اس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی تک لوگوں کو نثر سے اتنی دلچسپی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے "فن پارے"، پسند عام کی سند حاصل کرتے۔ البتہ "قرآن" ان کی زبانوں کا وظیفہ اور پسندیدہ ترین سرمایہ تھا، کہ بحث و مناظرہ، قصص و بیانات کا بڑا بھاری ذخیرہ ہے۔

سنہ ۱۱ھ کے بعد عربوں کے معاشی، تمدنی، اور ذہنی حالات میں نمایاں فرق محسوس ہونے لگا۔ لڑائیاں عربی سرحدوں سے آگے بڑھ گئیں۔ دعوت کے لیے غیر قوموں اور دوسری زبان والوں سے پالا پڑا۔ اس لیے تحریر و تقریر میں طول، سلاست اور تفہیمی انداز زیادہ ہونے لگا۔ نظم میں بھی جدید رجحانات نمایاں ہو گئے، اور نثر میں بھی "تخلیق" کا عمل شروع ہوا، ہر ایک کا اپنا اپنا انداز، اور الگ الگ اسلوب تھا۔ ایران و روم آنے جانے سے جو نتائج رونما ہو سکتے تھے وہ بھی نمایاں ہوئے۔ جاحظ کا کہنا ہے:

---

[1] دیوان شیخ الاباطح، اور زہرة الادباء فی شرح لامیة شیخ البطحاء۔ طبع حیدریہ نجف ۱۳۵۶ھ

وَجُمْلَةُ الْقَوْلِ اَنَّا لَا نَعْرِفُ الْخُطَبَ اِلَّا لِلْعَرَبِ وَالْفُرْسِ وَاَمَّا الْهِنْدُ فَاِنَّمَا لَهُمْ مَعَانٍ مُدَوَّنَةٍ، وَكُتُبٍ مُجَلَّدَةٍ لَا تُضَافُ اِلٰى رَجُلٍ مَعْرُوفٍ وَلَا اِلٰى عَالِمٍ مَوْصُوفٍ، وَاِنَّمَا هِيَ كُتُبٌ مُتَوَارِثَةٌ، وَآدَابٌ عَلٰى وَجْهِ الدَّهْرِ سَائِرَةٌ مَذْكُوْرَةٌ

مختصر یہ کہ ہم عربوں اور ایرانیوں کے علاوہ کسی کی تقریروں سے واقف نہیں، کیونکہ اہل ہند کے پاس ایک علم ہے جو کسی آدمی کی طرف منسوب نہیں، بلکہ صدیوں سے وہ ان کے پاس چلا آرہا ہے، اور وہ کتابیں نسلوں سے متوارث ہیں جس کے آداب نامعلوم مدت سے رائج ہیں

وَلِلْيُوْنَانِيِّيْنَ فَلْسَفَةٌ وَصِنَاعَةُ مَنْطِقٍ وَكَانَ صاحب المنطق نفسه بكي اللِّسَانِ، غير موصوف بالبيان، مع عِلْمِهِ بتمييز الكلام وتفصيله ومعانيه وبخصائصه وهم يزعمون ان جالينوس كان انطق النّاس ولم يذكروه بالخطابة، ولا بهذ الجنس من البلاغة

یونانیوں کے پاس فلسفہ و منطق تو ہے، مگر لطف یہ ہے کہ خود ان کا موجد فن، کم سخن تھا، اور اس کی قوت گویائی کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ کلام، انداز کلام، تفصیلات و حقایق و خصوصیات سے باخبر تھا۔ یونانیوں کے خیال میں جالینوس بہت بڑا بولنے والا تھا۔ اس کے باوجود اس کی خطابت یا بلاغت کا ذکر نہیں ہے۔

وفي الفرس خطبا، الّا انّ كلّ كلام للفرس، وكلّ معنًى للعجم فانّما هو عن طول فكرة وعن اجتهادٍ وخلوةٍ وعن مشاورةٍ ومعاونةٍ، وعن طول التفكّر، ودِراسةِ الكُتُبِ، وحكايةِ الثّاني علم الاوّلِ، وزيادة الثالثِ في عِلمِ الثّاني، حتّى اجتمعتْ ثِمارُ تلكَ الفكر عند آخرهم۔

ایران میں البتہ خطیب گزرے ہیں، لیکن ایرانیوں کی ہر گفتگو، اور عجمیوں کی ہر تقریر، ایک گہری فکر، اور دور رس اجتہاد کا نتیجہ ہوا کرتی تھی، اس میں خلوت پسندی، مشورہ میں احتیاط و ہمدردی ہے۔ ان کے علم کو دوسرے نے پہلے اور تیسرے نے دوسرے سے لیا اور بڑھایا اور آخر میں سب کا نچوڑ آخری شخص کے پاس آگیا۔

وكلّ شيءٍ للعرب، فانّما هو بديهة وارتجال وكانّه اِلْهَامٌ۔ وليست معاناةٌ ولا مكابدة، ولا اجالة فكرة ولا استعانةٍ۔ وانّما هو يصرف وهمه الى الكلام، والى رجز يوم الخصامِ، او حين يمتح على راس بئرٍ، او يحدو بعيرا، و عند المقارعة والمناقلة، او عند صراع او في حرب۔ فما هو الا ان يصرف وهمه الى جملة المذهب

رہے عرب، تو ان کے اس جو کچھ ہے ارتجالاً اور فوراً ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے الہام ہے کہ تکلف و محنت و املاد وغیرہ کا نام بھی نہیں آتا، مقرر یا متکلم گفتگو کرنا چاہتا ہے، یا میدان میں لڑنے آتا اور رجز سناتا ہے۔ کنویں پر پانی کے لیے آتا اور گیت گاتا ہے۔ اونٹ ہنکا رہا ہے اور "حدی" (ترانہ) پڑھتا ہے۔ جنگ یا کشتی یا اور کسی موقعہ پر وہ پہلے اسلوب وغیرہ کو نہیں دیکھتا۔ وہ واقعہ کے نتائج کو دیکھ کر رواں و مسلسل انداز

والی العمود الذی یقصد، فتاتیہ المعانی ارسالا، وتنثال علیہ الالفاظ انثیالا، ثم لا یقیدہ علی نفسہ ولا یدرسہ احد من ولدہ۔

وکانوا امیین، لا یکتبون ومطبوعین لا یتکلفون، وکان الکلام الجید عندھم اکثر، وھم علیہ اقدر واقھر، وکل واحد فی نفسہ انطق، ومکانہ من البیان ارفع۔ وخطباؤھم اوجز، والکلام علیھم اسھل، وھو علیھم الیسر من ان یفتقروا الی تحفظ، او یحتاجون الی تدارس، ولیس ھم کمن حفظ علم غیرہ، واحتذی علی کلام من کان قبلہ، فلم یحفظوا الا ما علق بقلوبھم، والتحم بصدورھم، واتصل بعقولھم من غیر تکلف، ولا قصد ولا تحفظ، ولا طلب،

وان شیئا الذی فی ایدینا جزء منہ (البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۰ — ۲۱)

ہیں سوچے بغیر بولتا ہے۔ پھر نہ ان باتوں کو قلمبند کرتا ہے نہ اپنے بچوں کو سکھاتا ہے اس لیے وہ سب کے سب ان پڑھ تھے۔ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ سادہ مزاج و تکلف سے ناآشنا تھے۔ ہاں باتیں کرنا خوب جانتے تھے۔ ہر ایک بہترین مقرر تھا۔

یہ مقرر مختصر گو، سہل پسند اور ایسے کہ ان کی تقریروں کے لیے یاد کرنے کی ضرورت نہ پڑے، یا پڑھنے کی احتیاج نہ ہو۔ نہ ان کا یہ دستور تھا کہ دوسروں سے سیکھ کر ان کے انداز پر چلتے اور ماضی کی روایتوں کو دہرا تے۔

ان کے دلوں میں جو بیٹھ گئی وہ رہ گئی، ورنہ یاد کرنے کا سوال ہی نہ تھا۔ ان کو پہلے سے نیت کرنے، تیار ہونے جستجو کرنے کی فکر نہیں تھی آج جو ذخیرہ ہمارے پاس ہے وہ اس خزانے کا ایک معمولی سا حصہ ہے۔

اسلامی اَدب کے بارے میں، جاحظ کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس کے تفصیلی تجزیے کے بجائے صرف یہ کہنا ہے کہ یونان و ایران و ہند کے اَدب سے واقفیت کی راہیں کھلنے کے بعد بھی خالص عربی ماحول میں "ادب" کوئی مقام نہیں حاصل کر سکا تھا۔ اس دور کے ادبی نمونے بڑی حد تک محفوظ ہیں، اور معاصرین و متاخرین نے ان کو حتی الامکان بچانے کی کوشش کی، کہ لوگوں کو اس دور کے اکابر اور بڑی شخصیتوں سے عقیدت، ارادت اور دلی وابستگی تھی اور ان کا ادبی دور انھیں بڑوں کا مرہون کرم ہے، بقول حسن سندوبی:

وکانت المادۃ التی یکونون بھا معارفھم، ویربون بھا معلوماتھم لا تکاد تخرج عن حد المحفظ لکتاب اللہ الکریم وما ثبت لدیھم من احادیث الرسول صلوات اللہ علیہ واستظھار الجید من کلام الخلفاء الراشدین وخطبھم الجامعۃ — لاسیما خطب الامام علیؑ ورسائلہ البلیغۃ، وکلماتہ البارعۃ......"

وہ مواد جس سے ان ادیبوں کے اَدب کی تکمیل اور ان کے معلومات میں باقاعدگی ہوتی تھی وہ مندرجہ ذیل حدود میں گھرا ہوا تھا:

قرآن (جس کے حافظ تھے)، احادیث خلفائے راشدین کے کلمات و خطبات ـــــ خصوصاً امام حضرت علیؑ کی تقریریں اور معیاری، ادب نواز خطوط اور بے مثال کلمات ......"

(مقدمہ بیان تبیین۔ جاحظ ص ۵-۶)

اس دور کے ادیبوں میں "عبداللہ بن عباس"، جیسا ادیب و مفسر عام طور پر حضرت علیؑ کا شاگرد رشید مانا جاتا ہے۔ خود جناب ابن عباس نے بار بار علیؑ کی ادبیت اور اس سے تاثر کو ظاہر کیا ہے۔ کبھی کہا:

ما انتفعت بمثل هذا الکلام — اس کلام کے مقابلے میں کسی کلام سے اتنا نفع مجھے نہیں ہوا

انھوں نے خطبات علیؑ کو خاص طور پر حفظ کیا تھا۔ ابوذر کی خارا شگاف واثر انگیز تقریریں پیغمبر کریمؐ کے کردار اور علیؑ کے زور کلام کی حامل ہیں۔

کلام علیؑ کی تاثیر زائی کے فنّی وجوہ

"حسن زیات" کے بقول تو امیرالمومنینؑ کی زندگی، قرآن و حدیث، تربیت رسولؐ اور ذاتی بلند نگاہی سے نورانی تھی۔ لیکن فنی و انتقادی نقطۂ نظر سے ان اسباب کو معلوم کرنا بھی آسان ہے، جن کے ماتحت اس کلام نے عربی ادب کو متاثر کیا۔ یہ اسباب درحقیقت کلام علیؑ کی مجموعی خصوصیات ہیں، جن سے دوسرے صحابہؓ کا کلام خالی ہے۔ مثلاً

۱۔ کلام علیؑ موضوع، مواد، ہیئت اور مقدار کے لحاظ سے تمام صحابہ کے کلام سے زیادہ ہے۔ اس میں

الف۔ خطبے اور تقریریں ب۔ خط اور معاہدے۔ ج۔ دعائیں اور مناجاتیں۔ د۔ کلمات قصار اور فیصلے۔ ۷۔ اشعار اور رجزیں۔

اس ذخیرے میں اصول دین، احکام کی تشریح تفسیر، نفسیات، واقعات، مشاہدات، فلسفہ، مناظر، جدت، اخلاق، قانون مملکت، اصول حیات، سے بحثیں ہیں۔

صرف خطبات (جن میں چھوٹے بڑے خطبے داخل ہیں)، کم از کم چار سو کے قریب ہیں۔ خطوط کی تعداد بھی سو، سوا سو سے کم نہیں۔ مختصر جملے ابھی تک اندازے سے باہر ہیں، اشعار اگرچہ کم ہیں مگر اہمیت اتنی ضرور ہے کہ بعض ممالک کے عربی نصاب میں مدتوں رائج رہے۔ اس تاثیر میں، ابن عباس اور علامہ زمخشریؒ[1] جیسے ادیب مفسر، ہمام، وصعصعہ جیسے عابد، حارث اعور و جاحظ جیسی شخصیتیں شریک ہیں۔

---

[1] تفسیر کشاف طبع کلکتہ ص ۵۱۷ میں ہے:

"وناهیک فی خطب امیرالمومنین رضی اللہ عنہ فی ایام صفین ومشاهده مع البغاة والخوارج من البلاغة والبیان، ولطائف المعانی وبلیغات المواعظ والنصائح"، (جاراللہ زمخشری م ۵۳۸ھ)

صفین اور دوسرے باغیوں یا خارجیوں سے جنگ کے موقعوں پر امیرالمومنینؑ کے خطبے کافی ہیں۔ کہ ان میں بلاغت بیان، بہترین مطالب اور مؤثر ترین وعظ و نصیحت ہے......"

۲۔ اثر آفرینی کا دوسرا سبب کلام کی ہمواری اور اسلوب کی یکساں بلند آہنگی ہے۔ ادب و تاریخ کی چھوٹی بڑی کتابوں میں پھیلے ہوئے کلام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دو تین (اور صرف دو تین) مقامات کے علاوہ حضرت کا کلام ایک غیبی سرورش، روحانی سکون، معصومانہ انداز اور غیر مشتعل یا غیر منفعل انداز کا آئینہ دار ہے۔

وہ مقامات کہ جہاں غیر معمولی اسلوب نظر آتا ہے، (جیسے خطبۂ شقشقیہ) وہ بھی درحقیقت اس پس منظر کے لحاظ سے جو کچھ بھی جناب امیرؑ سے متعلق تھا۔ اسی طرح دوسرے مقامات، خصوصاً جب ان کلمات کا دوسرے اشخاص کے اقدامی یا جوابی گفتگو سے تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

گفتگو میں نشیب و فراز کا اندازہ لگانے کے لیے[1]، ماہر فن کا عام فن پارہ کارآمد نہیں ہوتا، بلکہ انتہائی خوشی، انتہائی غصہ، اور انتہائی غم، یعنی جوش آفرین مقامات لائق مطالعہ ہوتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ کے لیے انتہائی جوش آفرین کے کئی موقعے ہو سکتے تھے۔ مثلاً

وفات پیغمبر، وفات جناب معصومہ، خود اپنے آخری لمحات حیات، کہ ان موقعوں میں جوش یاس، شدت غم، فراوانی جذبات کا اظہار غیر شعوری طور پر ہو سکتا تھا۔

لیکن آپ دیکھیں گے کہ حضرت ان موقعوں پر ایک معیاری صبر اور مثالی قرار پیش کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے غسل کے وقت فرمایا ہے:

بابی و امّی، یارسول اللہ لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ والانباء، واخبار السماء خصصت حتی صرت مسلیا عمن سواک، وعممت حتی صار الناس فیک سواء۔ ولولا امرت بالصبر، ونہیت عن الجزع لانفدنا علیک ماء الشئون، ولکان الداء مماطلا، والکمد محالفا، وقلاً لک ــــــ ولکنہ لا یملک ردّہ ولا یستطاع دفعہ

بابی انت و امی! اذکرنا عند ربک واجعلنا من بالک ــــ (نہج البلاغہ ص ۲۵۵ ج ۱ شرح عبدالحمید)

میرے ماں باپ نثار! یا رسول اللہؐ آپ کی موت سے ایسی باتیں ختم ہو گئیں جو کسی اور کے مرنے سے نہیں ہو سکتی تھیں: نبوت کا سلسلہ جاتا رہا، غیب کی خبریں بند ہو گئیں، آسمانی پیام رک گئے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی تو دوسروں کی ضرورت نہ رہی، اور مل بیٹھے تو تمام انسان ایک سطح پر کر دیے۔ آپ نے خاموشی کا حکم، اور تڑپنے سے روکا نہ ہوتا، تو میں اپنی آنکھوں کے آنسو ختم کر دیتا۔ اور یہ سانحہ جان لیوا، اور غم جاں فرسا ہونے کے بعد بھی اپنی تاثیر ختم نہ کرتا ــــ اس کے بعد بھی آئے آنسو پلٹائے اور نازل شدہ غم ہٹانا ممکن نہیں۔

میرے ماں باپ صدقے! ہمیں بھی اپنے پروردگار کے سامنے یاد کر لیجیے گا۔ اور ہمیں بھی ذہن میں رکھیے گا۔

---

[1] اس سلسلے میں حارث کا قول آگے پڑھیں گے۔

حضرت معصومہ کے موقعہ دفن پر فرمایا تھا:

السَّلامُ علیك، یا رسول اللہ! عنّی وعن ابنتِكَ النّازلةِ فی جوارِكَ، والسّریعةِ اللّحاقِ بِكَ۔ قَلَّ، یا رسول اللہ! عَنْ صفیّتِكَ صَبْری ورَقّ عنها تجلّدی، إلّا أنّ لی فی التأسّی بعظیمِ فُرقتِكَ، و فادحِ مصیبتِكَ، مَوضعَ تعزٍّ۔ فلقد وسّدتُكَ فی ملحودةِ قبرِكَ وفاضتْ بینَ نحری وصدری نفسُكَ۔ إنّا للہ وإنّا الیہ راجعون۔ فلقد استُرجِعتِ الودیعةُ، وأُخِذتِ الرهینةُ، أمّا حزنی فسرمدٌ، وأمّا لیلی فمُسهّدٌ۔ إلی أن یختارَ اللہُ لی دارَكَ الّتی أنتَ بها مُقیمٌ، وستُنبّئكَ ابنتُكَ بتضافرِ أُمّتِكَ علی هضمِها، فأحفِها السّؤالَ واستخبِرْها الحالَ، هذا ولم یطُلِ العهدُ، ولم یخلُ منكَ الذّكرُ، والسّلامُ علیكما، سلامَ مُودّعٍ لا قالٍ ولا سئمٍ فإن انصرِفْ فلا عن ملالةٍ، وإن أقمْ فلا عن سوءِ ظنٍّ بما وعدَ اللہُ الصّابرین (نہج عبدہ حمید ص ۲۰۷ ج ۲)

یا رسول اللہ! میرا اور اپنی اس حاضر ہونے والی بیٹی کا سلام قبول کیجیے، کہ وہ آپ کے پڑوس میں آ رہی ہیں، اور بہت جلدی آپ سے مل رہی ہیں ــــ یا رسول اللہ، آپ کی صاحبزادی کے غم میں میرا صبر تھوڑا، اور برداشت کم ہے۔

لیکن آپ کے فراق کا صدمہ اس غم میں میرے لیے صبر آموز ہے، کہ میں نے سخت ترین سانحہ، اور عظیم الشان واقعہ دیکھا ہی نہیں، بلکہ آپ کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتارا، میرے ہی آغوش میں آپ نے آخری سانس لی، ــ انا للہ وانا الیہ راجعون ــ یا رسول اللہ ــ مجھ سے آپ کی امانت واپس لے لی گئی، اب میرا غم توہوش افزا ہے، جب تک بھی زندہ رہو۔

آپ کی بیٹی آپ کو اُمت کی بیداد سُنائیں گی، ذرا پوچھ لیں، حالانکہ آپ کی رحلت کو نہ تو زیادہ دن گزرے نہ آپ کی یاد فراموش ہوئی۔

اچھا پھر آپ دونوں سے رخصت ہوتا ہوں، لیکن یہ وداع گھبرا کر اور دل تنگ ہو کر نہیں۔ بلکہ اگر استادہ ہوں (اور غمزدہ) تو وعدۂ خدا پر شبہ نہیں ہوگا۔

خود اپنی رحلت کے وقت فرمایا:

أیّها النّاس! کلُّ امرئٍ لاقٍ ما یفرُّ منهُ فی فِرارِهِ، والأجلُ مَساقُ النّفسِ، والهربُ منهُ مُوافاتُهُ۔

کم اطّردتُ الأیّامَ أبحثُها علی مکنونِ هذا الأمرِ، فأبی اللہُ إلّا إخفاءَهُ هیهاتَ!! علمٌ مخزونٌ۔

أمّا وصیّتی: فاللہَ لا تُشرِکوا بهِ شیئاً۔ ومحمّدٌ صلّی اللہ علیہ وآلہ، فلا تُضیّعوا سُنّتَهُ، أقیموا هٰذینِ العمودینِ وأوقِدوا هٰذینِ المصباحینِ۔

لوگو! جس سے لوگ بھاگ رہے ہیں اس سے بہرحال دوچار ہونا ہے۔ موت تو جان کی آخری منزل ہے اس سے بھاگنا ہی اس کے پاس جانا ہے۔

میں مدتوں اس راز کی جستجو میں رہا، لیکن خدا نے اسے پوشیدہ تر ہی رکھا ــ

ہاں ــ وہ ایک بھید ہے ــ میری وصیّت ہے کہ، شرک نہ کرنا اور محمد مصطفےٰ کی اہمیت اور حضرت کی سُنّت کو فراموش نہ کرنا ــ ان دونوں (توحید و نبوت) ستونوں کو قائم، اور ان دونوں

وخلاكم ذمّ ۔۔۔ مالم تشردوا ۔ حمل كلّ امرئ مجهوده، وَخفّف عن الجهلة ۔۔۔ ربٌّ رحيم، ودين قويم، وامام عليم ۔۔۔ انا بالامس صاحبكم، وانا اليوم عبرة لكم وغدا مفارقكم.......

چراغوں کو روشن رکھو ۔۔۔ خدا تمھیں ہر عیب سے بچائے ۔۔۔ ہر ایک نے میرے احکام اپنے امکان بھر ماننے اور جہالت سے بچا۔

یاد رہے! خدا رحیم ہے، دین استوار ہے، امام بھی باخبر ہے ۔۔۔ میں کل تمھارا ہم نشین اور آج عبرت، اور کل تمھیں چھوڑنے والا ہوں گا...............

بیعت سقیفہ کے موقعہ پر کوئی مشتعل تقریر یا تحریر تاریخوں میں نہیں، جنگ جمل و صفین و نہروان میں کسی انتقامی یا غیر اخلاقی، مشتعل یا ناہموار گفتگو نہیں فرمائی۔ جوابی کلام مخاطب کے انداز میں اس وقت ملتا ہے، جب عوام میں غلط فہمی یا حق کے چھپنے یا اس کے ذلیل ہونے کا موقعہ ہوا ہے۔

۳۔ یقین کی پختگی، بیان کا خلوص، اور خلوص کا رچاؤ، اعتقادات و معارف کی وہ جلوہ گری ہے، کہ سننے والے توجہ اثر لیتے ہوں گے وہ تو مسلّم ہے، آج بھی پڑھنے والا، ایک دنیائے الہام و نوائے سروش، زبان علیؑ، و صدائے موج اعجاز میں امتیاز نہیں کرسکتا کہ: (فوق کلام المخلوق) بشری انداز ادب سے بلند تر، و ممتاز نظر آتا ہے۔

حمد و ثنا، توحید و عرفان، تفسیر و حدیث، فلسفہ و سائنس، اخلاق و قانون، زندگی و موت، دنیا و آخرت، مادہ و روح، ارضیات و فلکیات پھر جو کچھ اس ماحول میں کہا جاسکتا تھا فرمایا، اور اس معیار پر کہ عقل انسانی دنگ ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی تخلیق ہر شعور کو متاثر کرتی ہے، لاشعور پر اس کا اثر ہوتا ہے، اور ناممکن ہے کہ ایسے ادب سے دوچار ہونے والا ادیب اپنے فن میں اس سے متاثر نہ ہو۔

۴۔ بے ساختگی، اور آمد، کلام علیؑ کا بہت بڑا اور اہم خاصّہ ہے۔

ادب پارے کی تخلیق میں، تراش خراش، کانٹ چھانٹ اور اصلاح کو بڑا دخل ہوتا ہے، اور ایسے ادیب کے بارے میں جو رائے قائم کی جائے وہ ایک طرف اور ارتجالیہ ادب پر رائے دوسری طرف بڑی اہمیت رکھتی ہے، خلفاء راشدین، جن کے ادب سے عربی ادب کا تاثر مشہور رہے، اپنی تقریروں کے لحاظ سے تین قسم کے تھے، خطیب و ادیب جیسے جناب ابوبکرؓ و عمرؓ، کم سخن و غیر خطیب جیسے جناب عثمانؓ، ان میں سے بقول حضرت عثمان اول الذکر دو حضرات تقریریں تیار کر کے آتے تھے۔ (ملاحظہ ہو البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۹۵) پھر حضرت عمر شعر کے حسن و قبح کے جوہری تھے مگر تقریر، مجلسی گفتگو اور بعض خطبوں کے لیے ان کا قول ہے:

مَا يَتَصَعَّدُنِي كَلَامٌ كَمَا تَتَصَعَّدُنِي خُطْبَةُ النِّكَاحِ

مجھے خطبۂ نکاح جیسی الجھن کسی گفتگو کے موقعے پر نہیں ہوتی

لیکن علیؑ کے خطابیے فوری، اور ارتجالی، فی البدیہہ اور بے ساختہ ہوتے تھے۔ پشت فرس، فرش مسجد، منبر و بازار، ہر جگہ ان کا اعلان کہ "سَلُونی، قَبلَ اَن تفقدُونی"، جو پوچھنا ہو پوچھ لو ــــــ!

لوگ پوچھتے تھے، اور آپ بتاتے تھے۔ اور اس طرح کہ اس سے پہلے تو کیا، اس کے بعد بھی شاید کسی نے نہیں بتایا۔ حارث اعور کہتے ہیں:

واللہ لقد رأیتُ علیاً، وَاَنَّہٗ لَیَخطُبُ قاعداً کقائمٍ، وَمُحارِباً کَمُسالِمٍ ــــ یرید بقولہ: قاعداً "خطبۃ النکاح" ــــ (البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۱۱- از جاحظ)

بخدا، میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ بزم میں بیٹھ کر بھی ویسی ہی تقریر کرتے تھے جیسے (منبر پر) کھڑے ہو کر اور جنگ میں بھی وہی انداز کلام تھا جیسا کہ صلح میں ــــ بیٹھ کر خطبۂ نکاح ہوتا تھا۔

۵- امیرالمومنین دوسرے صحابہ کے مقابلے میں خود مؤلف و مصنف بھی تھے۔ انھوں نے قرآن لکھا، حدیثیں جمع کیں، خود اپنے تاثرات و تعلیمات قلمبند فرمائے۔ خلفائے راشدین و عام صحابہ میں سے کسی نے بھی، حضرت جیسے آثار قلم نہیں چھوڑے۔

"حضرت کا وصیت نامہ"، دستور "بنام مالک اشتر" جیسے گرانقدر ادبی و فلسفی تصنیفات کی قیمت و اہمیت کا کون انکار کر سکتا ہے۔

۶- آخری بات یہ ہے کہ علیؑ اپنے معاصرین میں اسلوب قرآن سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان کے کلام کو فوق کلام مخلوق کہا جائے گا۔

حضرت کی تحریر و تقریر میں، قافیہ سنجی، روانی، اشارات نگاری، سجع اور معجز انداز بالکل قرآن و خطب نبی کی طرح ہیں جسے عربی ادب کا کوئی ماہر جھٹلا نہیں سکتا۔

عربی ادب سے ان تاثرات کی نشان دہی

اصل میں ایسے ثبوت فراہم کرنے کی کوشش اس وقت کرنا پڑتی ہے، جب کہ کوئی شخص ہمارا سابقہ دعویٰ نہ مانے۔ اور شاید آج تک کوئی ایسا صاحب قلم اور کوئی زبان گو یا اس تاثیر و تاثر کی منکر نہیں ہوئی لیکن موضوع کو اجاگر اور روشن کرنے کے لیے چند بیانات حاضر ہیں:

۱- ابوالاسود دؤلی (م دفی ۶۹ھ) سے حضرتؑ نے چند منٹ کچھ باتیں کی تھیں کہ عربی ادب کا بنیادی اور پہلا قلعہ "علم نحو" تیار ہو گیا۔ اور آج تک عربی ادب و زبان اسی سرچشمہ کے آب حیات سے سیراب ہو رہی ہے۔

۲۔ عربوں میں کلام علی کی روایت اور شہرت اتنی عام تھی کہ ان کے بولنے والے غیر شعوری طور پر حضرت کے جملے اور اسلوب اپناتے اور بے ساختہ طور پر ان ملفوظات گرامی کو استعمال کرتے تھے۔ مثلاً ابن عبد ربہ نے (العقد الفرید ج ۲ ص ۳۳ میں) لکھا ہے:

العتبی، قال: قال، عبد اللہ بن الاھتم، مات لی ابنٌ وانا بمکّۃَ فجزعت علَیہِ جزعاً شدیدا، فدخل علیَّ ابن جریج یعزینی، فقال لی: "یا ابا محمد! اَسِل صَبْرًا واحتسابا، قبل ان تسلوا غَفْلَۃً ونسیاناً، کما تسلوا البھائم"، ـــــ وھٰذا الکلام لعلی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ یعزی الاشعث بن قیس ابن لہ، ومنہ اخذ ابن جریج۔ وقد ذکرہ حبیب فی شعرہ: وقال علی، فی التعازی لاشعث وخاف علیہ بعض تلک المآثم اتصبر للبلوی عزاءً وحسبۃً فتوجر، ام تسلو سلوّ البھائم ـــــ اتی علی بن ابی طالب، کرم اللہ وجھہ الاشعث، یعزیہ عن ابنہ فقال: "ان تحزن فقد استحقّت ذلک منک الرحم وان تَصْبِرْ فان فی اللہ خَلَفاً من کلّ ھالکٍ مع انّک ان صبرت جرٰی علیک القدر، وانت ماجور، وان جزعت علیک القدر وانت اٰثم"

بروایت عتبی، عبد اللہ بن اہتم نے کہا کہ: ان کا ایک لڑکا مرگیا، (ان دنوں یہ مکّے میں تھے) اس غم میں بہت بے چین ہوئے۔ ابن جریج ماتم پرسی و تعزیت کے لیے آئے اور کہا: "ابو محمد، راضی برضا رہ کر صبر کرو، اس سے پہلے کہ لاشعوری طور پر صبر کرنا پڑے، جو حیوانوں کی جیسی بے چارگی ہوگی

ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ یہ علی بن ابی طالب کے کلام سے ماخوذ ہے، جیسے حبیب نے اپنے شعروں میں لکھا ہے:

وقال علی ....

ہوا یہ کہ علیؑ اشعث کے لڑکے کی تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا:

"اگر غم کرتے ہو، تو واقعی تمھیں حق ہے کہ حزن تھا، ہاں اگر صبر کروگے تو خدا ہر مرنے والے کا نعم البدل بھی دیتا ہے، اور یہ بھی کہ مشیت خدا جاری ہو چکی ہے، تمھیں ثواب صبر ملے گا، لیکن اگر روئے پیٹے تو موت رک نہیں سکتی، تمھیں بہر حال گناہ ہوگا۔"

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(الف) حضرت کا کلام ادیبوں پر چھایا ہوا تھا کہ شاعر و نثار دونوں جانتے ہیں۔

(ب) حبیب اور عتبی دونوں اس بات کو محسوس کرتے تھے، اور نشان دہی بھی۔

(ج) سید رضی اس جیسے اہم اور پر تاثیر کلام سے واقف تھے اور نہج البلاغہ میں اہتمام کے ساتھ ایسی ہی چیزوں کو محفوظ کیا ہے۔

چنانچہ ابن عبدربہ کے نقل کردہ جملوں کو یوں لکھا ہے:

ان صبرت صبرالاکارم، والاسلوت سلوالبھائم۔ — یا شریفوں کی طرح صبر کرو، ورنہ جانوروں کی طرح خاموش ہونا پڑے گا۔

پھر ایک دوسری روایت بھی لکھی ـــ (دیکھیے صفحات نہج طبع ایران قدیم ۳۰۵ و ۲۹۵)

روایت و شوق مطالعہ کے بعد درس و تدریس، جمع و تالیف کا دَور آیا، اور ادیبوں نے جمع و تالیف، قلمبند و تحریر کرنے کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ اس دور میں عبداللہ حر جعفی، جو معاویہ کا طرف دار تھا، کلام علی کا شیدائی ہوا، اور اپنی آزادہ روی کے باوجود کلام علی کو "خطب امیرالمومنین" کے نام سے جمع کر کے چھوڑ گیا۔

خلیل نے "دائرۂ معارف علوی" میں لکھا ہے:

"مالک اشتر بہ حارث اعور ہمدانی کہ خود فقیہ واز صاحبان اسرار علی است، روزے کہ غائب از استماع خطبۂ جمعۂ امام بود۔ نوشتۂ آنرا می داد کہ من آنرا نوشتہ ام۔" — ایک مرتبہ حارث (جو فقیہ تھے) خطبۂ جمعہ میں حاضر نہ تھے تو مالک اشتر نے حضرت سے سن کر لکھا ہوا خطبہ حارث کو دیا کہ لیجیے یہ میں نے لکھا۔

اور یہ ایک ہی لکھنے والے نہ تھے بلکہ اور بہت سے لوگ تھے جو خطبے یا قضایا وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ حسن بصری جن کے اقوال و کلمات علماء اَدب نے بڑے اہتمام سے نقل کیے ہیں (خصوصاً جاحظ نے) یہ بھی حاضر ہوتے اور لکھتے تھے بلکہ ان کے لیے تو یہ واقعہ بھی ہے کہ:

حسن بصری در بصرہ کنار جمعیت انبوہ مسجد با قلم دوات مشغول بود ـــ امیرالمومنینؑ از بالائے منبر او را صدا زد کہ:
"اے حسن! چہ کار می کنی؟"
گفت:
"کلام شمارا، می نویسم کہ بعد روایت کنم!"

حسن بصری، مسجد بصرہ میں ایک مجمع میں قلم دوات لیے بیٹھے لکھ رہے تھے کہ ـــ حضرت علیؑ نے منبر پر سے آواز دی:
"حسن! کیا کر رہے ہو؟"
حسن:
"آپ کا کلام قلمبند کر رہا ہوں کہ روایت (نشر) کروں"!

(دائرہ معارف علوی بخش اول ص۶۶)

ہم نے "مآخذ نہج البلاغہ" کے عنوان سے ایسے اشخاص کی نشان دہی کی ہے (ملاحظہ ہو سرفراز لکھنؤ، رجب نمبر ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء نیز منہاج نہج البلاغہ از سبط الحسن صاحب ہنسوی، اور مقالہ جناب امتیاز علی صاحب عرشی) یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ عربی لٹریچر میں یہ پہلا ادبی ذخیرہ کتابوں کی شکل اختیار کر سکا۔ اور اس طرح کلام علیؑ نے عربی اَدب کو متاثر کیا: چنانچہ

پہلی صدی کے مشہور مؤلفین و مرتبین کلام علی کے نام — (۱) حارث اعور (۲) مالک اشتر (۳) زید بن وہب جہنی (متوفی ۹۶ھ) (۴) عبداللہ بن ابی رافع۔

دوسری صدی میں (۱) نصر بن محمد مزاحم (اس کی کتاب وقعۃ الصفین آج بھی موجود ہے) (۲) اسماعیل بن مہران سکونی (۳) ابو منذر ہشام بن محمد کلبی سائب متوفی ۱۴۷ھ (۴) ابو مخنف لوط بن یحییٰ۔

تیسری صدی میں (۱) محمد بن عمر قدسی متوفی ۲۰۷ھ (۲) ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد سعید متوفی ۲۸۳ھ (۳) ابو الحسن مدائنی متوفی ۲۱۵ھ (۴) عبد اللہ بن احمد (شہید کربلا) بن عامر (شہید صفین) (۵) ابراہیم بن ظہیر فرازی (۶) ابو محمد مسعدہ بن صدقہ عبدی۔

چوتھی صدی میں (۱) ابو القاسم عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی (۲) عبد العزیز بن یحییٰ جلودی متوفی ۳۳۲ھ (۳) ابو الخیر رازی (۴) ابراہیم بن سلیمان نہشمی (۵) علی بن محمد بن عبد اللہ مدائنی متوفی ۲۲۵ھ (۶) عبید اللہ بن ابی زید انباری (۷) قاضی بن سلامہ مؤلف "دستور معالم الحکم"۔

اسی زمانے میں مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے لکھا ہے:

"والذی حفظ الناس عنہ من خطبہ فی سائر مقاماتہ، اربعمأۃ خطبۃ ونیف و ثمانون خُطْبَۃ یوردھا علی البدیھۃ تداول الناس ذالک عنہ قولاً وعملاً"

ان میں سے جو خطبے لوگوں کو یاد رہ گئے، وہ چار سو اسّی سے کچھ زیادہ ہیں۔ جنھیں حضرت علی بدیہی اور ارتجالی طور پر دیتے تھے یہ خطبے لوگوں میں قول و عمل کے طور پر رائج ہیں۔

(مروج الذہب ج ۲ ص ۴۵) طبع مصر ۱۳۴۶ھ

پانچویں صدی میں اور جن لوگوں نے کام کیا وہ تو کیا، مگر "اشعر ہاشمین، ادیب بے مثال، نقیب الطالبین، سید محمد ابو الحسن رضی موسوی مولود ۳۵۹ھ متوفی ۷ محرم ۴۰۶ھ نے بے شمار مآخذ، اور لاتعداد روایات میں سے اپنے معیاری ذوق کے مطابق "کلام علی" کا انتخاب مرتب کیا۔

اس انتخاب کا اثر کیا ہوا، اسے ہم بعد میں لکھیں گے۔ اس موقعہ پر یہ کہتے چلیں کہ بیان کردہ فہرست میں دینوری متوفی ۲۸۱ھ، جاحظ متوفی ۲۵۵ھ، طبری متوفی ۳۱۰ھ، ابن درید ۳۲۱ھ، ابن شعبہ حلبی ۳۲۰ھ، ابن سلام جمعی مبردم ۲۸۶ھ، ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ اور شیخ متوفی ۴۱۳ھ اور ان کی کتابیں مستزاد ہیں، علماء حدیث کے مجموعے بھی ملا لیے جائیں تو خدا جانے یہ باب کس قدر وسیع ہو جائے۔

۳۔ تمام بڑے انشا پرداز کلام علی سے مستفید ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی ادب کا عظیم ترین ادیب و فن کار "عبد الحمید بن یحییٰ" متوفی ۱۳۲ھ کہا کرتا تھا:

"حفظت سبعین خطبۃ من خطب الاصلع، ففاضت ثمّ فاضت ——"

میں نے امیر المومنین ؑ کے ستر خطبے یاد کیے —— کہ ادب میں روانی آئی اور ایسی کہ ....

(شرح نہج ابن ابی ج ۱ ص ۸) ...."

زعم اهل اللہ وادبن انّہ لولا کلامہ صلوٰۃ اللہ علیہ وخطبہ وبلاغتہ فی منطقہ ما احسن احد ان یکتب الیٰ امیرِ جُندٍ وَلا الیٰ رعیتہٖ"

شاہان وخلفا وعرب کے انشا پردازوں کا کہنا ہے کہ اگر حضرت علی کا کلام اور حضرت علیؑ کے خطبے نہ ہوتے تو کوئی شخص کبھی اپنے امیر لشکر یا اپنی رعایا کو دو سطریں بھی نہ لکھ سکتا۔

(فوائد رضویہ ج ۲ ص ۵۲۲ ـــ در ضمن تذکرہ ابن عمید)

ابن مقفع متوفی ۱۴۲ھ جیسے ماہر وصاحبِ طرز ادیب کے لیے حسن سندوبی مصحح البیان والتبیین نے لکھا ہے:

شربت من الخطب ریّاً ولم اضبط لہا رویّا، ففاضت ثم فاضت۔

میں نے (علیؑ کے) خطبوں سے پوری طرح سیرابی حاصل کی، اور کوئی راستہ باقی نہ چھوڑا - چنانچہ موجودہ روانی اسی کا اثر ہے۔

(حاشیہ ج ۱ ص ۱۰۹)

ابن ابی الحدید نے ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ کا قول نقل کیا ہے کہ:

حفظت من الخطابۃ کنزا لا یزیدہ الانفاق الا سعۃً وکثرۃً ـــ حفظت مأۃ فصل من مواعظ علی بن ابی طالب

میں نے تقریروں کا وہ خزانہ حفظ کیا ہے کہ جس کا استعمال اس میں اضافہ ہی کر رہا ہے، اور وہ خزانہ، علیؑ کے سو یاد کردہ خطبے ہیں۔

(شرح نہج ج ۱ ص ۸، طبع مصر)

متداول درس، اور نصاب تعلیم میں کلام علیؑ کا ہونا اس کی تاثیر زائی کی دلیل ہے (تمام شارحین نہج البلاغہ (جو سو کے لگ بھگ ہیں) اس کے مدرس ومتعلم رہ چکے ہیں، اور آج بھی حضرت کا کلام داخل درس ہے۔ حضرت کی دعائیں، اشعار، قضایا، اور فیصلے، ادب وادیب کے لیے حرز جاں ہیں۔ کیونکہ آپ کا کلام محمد عبدہ، محمد حسن نائل مرصفی، عبدالحمید خیاط، عبدالحمید محی الدین، فواد افزاد، عمر فروخ، علی نقی فیض الاسلام، جرجی جیسے زندہ ادیبوں کے لیے بھی ایک اعجاز، دم عیسیٰ، اور فوق البشر ہے۔

احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی میں لکھتے ہیں:

لا نعلم بعد رسول اللہ فیمن سلف وخلف افصح من "علیؑ" فی المنطق.... وصفہ الطاؤس، والخفاش والدنیا، وعہدہ الاشتر النخعی۔ ـــ ان صح ذلک ـــ تعد من معجزات اللسان العربی"

رسول اللہؐ کے بعد ماضی اور حال میں "علی" سے بڑا فصیح اور مقرر نہیں ملتا........ حضرتؑ کے خطبے طاؤس، خفاش، اور دُنیا پر تقریریں، اور مالک اشترؓ کے نام دستور۔ عربی ادب کے معجزوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(ص ۱۷۳ طبع عاشر)

عمر فروخ "دراسہ نہج البلاغہ" میں لکھتے ہیں:

یانی نہج البلاغة فی المرتبہ الثالثة بعد القرآن الکریم والحدیث الشریف، وان الفاظہ وتراکیبہ ومافیہ من اوجہ البلاغة وراء کل نقد وفوق کل استدراك

کلام علیؑ کا انتخاب "نہج البلاغہ"، قرآن وحدیث کے بعد کا درجہ رکھتی ہے۔ کہ اس کی لفظیں، ترکیبیں، اور ان دونوں کی ادبیت تنقید وتبصرہ سے بلند ہے۔

(ص ۱۱ طبع ۱۹۴۴ء)

❖

چند مآخذ

کتاب	مصنف	طبع
البیان والتبیین	جاحظ	طبع مصر ۱۹۳۲ء تصحیح حسن سندوبی
العقد الفرید	ابن عبد ربہ	طبع مصر ۱۳۲۱ھ
مقدمہ	ابن خلدون	طبع قاہرہ ۱۳۲۹ھ
جواہر الادب ج ۲	سید احمد ہاشمی	مطبعہ سعادت مصر ۱۳۵۶ھ
التاریخ الادب العربی	حسن زیات	طبع عاشر مصر
المجمل فی التاریخ اداب العرب ج ۱	محمد بہجۃ الاثری	بغداد ۱۹۲۹ء
تاریخ ادب اللغتہ العربیہ ج ۲	محمد بک دیاب	مطبعہ ترقی، مصر ۱۹۰۰ء ۱۳۱۸ھ
فہرس الطوسی	منتجب الدین	طبع کلکتہ
فہرست نجاشی	علامہ ابوالعباس	بمبئی
فہرست کتب خطی کتابخانہ	عبد العزیز	طبع مصر ۱۳۱۳ھ
عمومی معارف ج ۱		
دیوان شیخ الاباطح		نجف ۱۳۵۶ھ
الروائع (۱)	فواد افرام	بیروت ۱۹۳۷ء
نہج البلاغہ الامام علی	ڈاکٹر عمر فروخ	بیروت ۱۹۴۴ء
منہاج نہج البلاغہ	سبط الحسن	لکھنو ۱۹۵۴ء
شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید	طبع مصر سنہ

بَابُ المُختَارِ مِن حِکَمِ اَمِیرِالمُؤمِنِین۔ علیہ السلام۔ ومَوَاعِظِہ، ویدخل فی ذٰلك المختارُ مِن اَجوِبَۃِ مَسَائِلِہ وَالکَلَامِ القَصِیرِ الخَارِجِ فِی سَائِرِ اَغرَاضِہ۔

اقوالِ حکمت ـــــ مواعظ ـــــ جوابات ـــــ مختصر کلمات (رضی)

۱۔ قَالَ علیہ السلام: کُن فِی الفِتنَۃِ کَابنِ اللَّبُونِ لَا ظَهرٌ فَیُرکَبَ وَلَا ضَرعٌ فَیُحلَبَ۔

۱۔ فتنے میں۔ حضرت نے فرمایا: "ابن لبون[2]" کی طرح رہو، کہ نہ پیٹھ سواری کے قابل نہ تھن دودھنے کے لائق۔ (جدھر چاہے جائے، آزاد و خود مختار ہوتا ہے۔)

۲۔ وقال[1]: اَزرَی بِنَفسِہ مَنِ استَشعَرَ الطَّمَعَ، وَرَضِیَ بِالذُّلِّ مَن کَشَفَ ضُرَّہ، وَهَانَت عَلَیہِ نَفسُہ مَن اَمَّرَ عَلَیہِ لِسَانَہ۔

۲۔ بے وقار۔ جس نے لالچ کو عادت بنالیا، اس نے اپنے آپ کو باعیب بنالیا، اس نے اپنی پریشانیاں بیان کردیں وہ ذلّت پر راضی ہوگیا۔ اور جس کی زبان اس پر حاکم ہوگئی۔ اس کا نفس خود ہی بے وقار ہے۔

۳۔ اَلبُخلُ عَارٌ وَالجُبنُ مَنقَصَۃٌ، وَالفَقرُ یُخرِسُ الفَطِنَ عَن حُجَّتِہ، وَالمُقِلُّ غَرِیبٌ فِی بَلدَتِہ، وَالعَجزُ اٰفَۃٌ، وَالصَّبرُ شُجَاعَۃٌ، وَالزُّهدُ ثَروَۃٌ، وَالوَرَعُ جُنَّۃٌ۔

۳۔ ذلّتیں اور عزّتیں۔ کنجوسی رسوائی ہے، اور بزدلی کمی ہے۔ تنگدستی سمجھ دار آدمی کو اپنی حجت کے وقت گونگا بنادیتی ہے۔ (سرمائے دار کی بات ہی مانی جاتی ہے) غریب اپنے وطن میں بھی بے وطن ہے۔ عاجزی آفت ہے، اور صبر بہادری، زہد مالداری اور پرہیزگاری (جہنم سے) بچاؤ کا آلہ۔

۴۔ نِعمَ القَرِینُ الرِّضَا، وَالعِلمُ وِرَاثَۃٌ کَرِیمَۃٌ، وَالاٰدَابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَۃٌ، وَالفِکرُ مِرْاٰۃٌ صَافِیَۃٌ۔

۴۔ اچھی چیزیں۔ راضی برضا رہنا بہترین ساتھی، اور علم قیمتی ترکہ، اور اچھی عادتیں نئے زیور، اور (قوت) فکر صاف آئینہ ہے۔

۵۔ صَدرُ العَاقِلِ صَندُوقُ سِرِّہ، وَالبَشَاشَۃُ حِبَالَۃُ المَوَدَّۃِ، وَالاِحتِمَالُ قَبرُ العُیُوبِ۔ وَرُوِیَ... "اَلمُسَالَمَۃُ خَبءُ العُیُوبِ[3]"

۵۔ جاذبیّت کے ذرائع۔ عقلمند کا سینہ اس کے رازوں کا صندوق ہوتا ہے اور چہرے کی شگفتگی محبت کا جال ہے۔ (ہنس کر ملو، آدمی خواہ مخواہ مانوس ہوگا) (قوت) برداشت، عیوب کی قبر ہے۔

آخری جملے کے لیے ایک روایت یہ بھی ہے "اَلمُسَالَمَۃُ خَبءُ العُیُوبِ۔ صلح جوئی عیبوں کو چھپانا ہے۔

---

[1] اس کے بعد "وقال علیہ السلام" کو "وقال" اور پھر اسے بھی حذف کردیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کا ترجمہ "حضرت نے فرمایا" زائد سمجھا گیا۔ کیونکہ ہر قول پر نمبر سلسلہ ہے۔ ترجمے میں میں نے عنوان بھی لکھ دیے ہیں۔

[2] دو سال کا اونٹ۔ م ح

[3] بعض نسخوں میں "خباء العیوب" ہے۔ خباء معنے خیمہ۔ م۔ از فیض الاسلام

۶۔ مَنْ رَضِيَ عَنْ نَفْسِهٖ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ، وَالصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ، وَاَعْمَالُ الْعِبَادِ فِي عَاجِلِهِمْ، نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ فِي اٰجِلِهِمْ۔

۶۔ **مفید و مضر باتیں**۔ جو اپنے آپ کو سب کچھ سمجھے اس سے اس سے بگڑنے والے بہت ہوتے ہیں۔ اور صدقہ نجات بخش دوا ہے۔ اور لوگوں کے دنیاوی اعمال آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

۷۔ اِعْجَبُوا لِهٰذَا الْاِنْسَانِ، يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خُرْمٍ۔

۷۔ **حواس خمسہ کی حقیقت**۔ اس انسان پر حیرت کرو، چربی سے بولتا ہے۔ ہڈیوں سے سنتا ہے بولتا ہے۔ ہڈیوں سے سنتا ہے اور ایک شگاف (ناک کے بانسہ) سے سانس لیتا ہے۔

۸۔ اِذَا اَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلٰى اَحَدٍ اَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهٖ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهٖ۔

۸۔ **اقبال کی پہچان**۔ جب کسی قوم پر دنیا جھکتی ہے تو دوسروں کی نیکیاں اسے دے دیتی ہے اور جب منہ پھیرتی (زوال آتا) ہے، تو خود اس کی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے (نیز دیکھئے جملہ ۲۴۳ ع)

۹۔ خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً اِنْ مُتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ، وَاِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا اِلَيْكُمْ۔

۹۔ **زندگی کیونکر گذارو**۔ لوگوں سے اس طرح میل جول رکھو کہ اگر مر جاؤ تو روئیں۔ اور اگر زندہ رہو تو سب فریفتہ اور مشتاق رہیں۔

۱۰۔ اِذَا قَدَرْتَ عَلٰى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ۔[ت]

۱۰۔ **شکر**؟ جب اپنے دشمن پر قابو پا جاؤ، تو اس کو معاف کر کے نعمت کا شکر ادا کرو۔

۱۱۔ اَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْاِخْوَانِ، وَاَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهٖ مِنْهُمْ۔

۱۱۔ **مجبور و لاچار**۔ سب سے زیادہ عاجز (لاچار) وہ شخص ہے جو دوستوں کو فراہم نہ کر سکے اور اس سے زیادہ مجبور وہ ہے جو دوست پانے کے بعد چھوڑ دے۔

۱۲۔ قَالَ عٰ فِي الَّذِيْنَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهٗ خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ۔

۱۲۔ **بے غیر جانبدار**۔ جن لوگوں نے حضرت کے ساتھ جنگ میں حصہ نہ لیا، اُن کے بارے میں فرمایا: انھوں نے حق کو چھوڑ دیا! اور باطل کی مدد (بھی) نہ کی؟

۱۳۔ اِذَا وَصَلَتْ اِلَيْكُمْ اَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنْفِرُوا اَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ۔

۱۳۔ **زوال نعمت**۔ جب تم پر نعمتوں کا آغاز ہو جائے، تو ناشکری کر کے انتہائی اور آخری نعمتوں کو آنے سے نہ روکو۔

۱۴۔ مَنْ ضَيَّعَهُ الْاَقْرَبُ، اُتِيحَ لَهُ الْاَبْعَدُ۔

۱۴۔ **قریب اور دور والے**۔ جسے قریب کے لوگ چھوڑ دیں۔ اسے دُور والے اپنا لیتے ہیں۔

ك ابن ابی الحدید، محمد عبدہ، نہج طبع قدیم ایران نے اس جملے کو ۵ کے ساتھ لکھا۔ لیکن فیض الاسلام کا نسخہ اسی طرح ہے۔

ت المجتنیٰ ص ۴۹۔..... شکرا المقدرۃ علیہ۔

۱۵۔ مَا کُلُّ مَفْتُونٍ یُعَاتَبُ۔

۱۵۔ احتیاط و معذور۔ ہر مبتلائے فتنہ کو برا نہیں کہا جاسکتا۔

۱۶۔ تَذِلُّ الْاُمُورُ لِلْمَقَادِیرِ حَتّٰی یَکُونَ الْحَتْفُ فِی التَّدْبِیرِ۔

۱۶۔ تقدیر و تدبیر۔ تمام باتیں قضا و قدر کی تابع فرمان ہیں چنانچہ بہت سی تدبیریں (کامیابی کے بجائے ناکامی اور) موت بن جاتی ہیں۔ (دیکھیے فقرہ ۴۵۲)

۱۷۔ سُئِلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ الرَّسُولِ - صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ "غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْیَهُودِ"۔ فَقَالَ: اِنَّمَا قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ وَالدِّینُ قُلٌّ، فَاَمَّا الْآنَ وَقَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُهٗ وَضَرَبَ بِجِرَانِهٖ فَامْرُؤٌ وَمَا اخْتَارَ۔

۱۷۔ خضاب، ایک حدیث کا مطلب۔ آنحضرتؐ کا ایک ارشاد: "اپنے بڑھاپے کو بدل دو (خضاب لگاؤ) اور یہودیوں سے مشابہ نہ ہو" کا مطلب پوچھا گیا۔ حضرت نے فرمایا: حضورؐ نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب (اہل) دین کم تھے (کہ پہچانے جاسکیں) اور اب اس کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے اور اس نے اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیا ہے۔ اس لیے ہر شخص کی پسند ہے۔

۱۸۔ وَقِیلَ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ: لَوْ غَیَّرْتَ شَیْبَكَ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ! فَقَالَ: اَلْخِضَابُ زِینَةٌ وَنَحْنُ فِی قَوْمٍ مُّصِیبَةٍ - یُرِیدُ وَفَاةَ رَسُولِ اللهِ۔

۱۸۔ پیغمبر کی وفات پر علی کا سوگ۔ کسی نے کہا: یا علی اگر آپ خضاب لگا لیتے (تو کیا اچھا ہوتا)؟ حضرت نے فرمایا: (ہاں) خضاب زینت تو ہے۔ مگر ہماری قوم (اہل بیت) مصیبت میں ہیں!

(مصیبت سے مراد وفات پیغمبر ہے۔ رضیؒ — (ترتیب کتاب میں اس کا نمبر ۴۶۶ سے اوپر ہے۔ مگر ہم نے مناسبت موضوع کے لحاظ سے دونوں کو یکجا دیا ہے۔ م ح)

۱۹۔ مَنْ جَرٰی فِی عِنَانِ اَمَلِهٖ عَثَرَ بِاَجَلِهٖ۔

۱۹۔ امید اور موت۔ جس نے اپنی باگ ڈور امیدوں کے ہاتھ میں دی، اس نے موت کی ٹھوکر کھائی۔

۲۰۔ اَقِیلُوا ذَوِی الْمُرُوَّاتِ عَثَرَاتِهِمْ فَمَا یَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ اِلَّا وَیَدُهٗ بِیَدِ اللهِ یَرْفَعُهٗ۔

۲۰۔ شریفوں کی غلطیاں۔ جوانمرد (و بلند ہمتوں) کی غلطیوں کی ٹھوکروں (غلطیوں) سے چشم پوشی کرو، جب ان سے (خوش کرداروں) سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو دست خداوندی (یعنی امداد غیبی) انھیں اٹھا لیتا ہے، تو توفیقات ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔

۲۱۔ قُرِنَتِ الْهَیْبَةُ بِالْخَیْبَةِ، وَ

۲۱۔ وقت کی قدر کرو۔ ڈر کے ساتھ ناکامی اور حیا[1] کے ساتھ

[1] بقول محمد عبدہ حیا کی حد سے زیادتی مضر ہے اور علامہ فیض الاسلام نے پیغمبر کی ایک روایت نقل کی ہے کہ: (باقی اگلے صفحہ پر)

اَلْحَیَاءُ بِالْحِرْمَانِ وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، فَانْتَهِزُوا فُرَصَ الْخَیْرِ۔

ناکامی ہے اور فرصت (کی گھڑی تو) ایسے گذرتی ہے جیسے بادل، اس لیے فرصت کے وقت اُٹھ بیٹھو!

۲۲۔ لَنَا حَقٌّ فَإِنْ اُعْطِینَاهُ وَاِلَّا رَکِبْنَا اَعْجَازَ الْاِبِلِ وَاِنْ طَالَ السُّرٰی۔

۲۲۔ حق اور صبر۔ (خلافت) ہمارا حق ہے اگر ان لوگوں نے موقع دیا (تو اس ناقے پر سوار ہو لیں گے)، ورنہ اس کے پیچھے بیٹھے رہیں گے (اور صبر کریں گے) چاہے سفر کتنا ہی طولانی ہو۔

(یہ جملہ عجیب فصاحت کا مالک ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارا حق ہمیں نہ دیا گیا تو ہم کو ذلیل کیا جائے گا، کیونکہ اُونٹ کے پیچھے غلام اور قیدی ہی بیٹھتے ہیں۔ رضی

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ جملہ سقیفہ یا شوریٰ کے دن پر ارشاد فرمایا تھا)

۲۳۔ مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ حَسَبُهٗ۔ (ن نسبہ)

۲۳۔ عمل اور نسب۔ جس کا عمل سست ہو، اس کو اس کا خاندان تیز رفتار (شخصیت) نہیں کرتا۔ (نیز دیکھئے فقرہ ۳۷۹)

۲۴۔ مِنْ کَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ اِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ، وَالتَّنْفِیسُ عَنِ الْمَکْرُوبِ۔

۲۴۔ کفارۂ گناہ۔ بڑے گناہوں کے کفاروں میں مصیبت زدہ کی فریاد رسی، اور مبتلائے رنج کی تکلیف دور کرنا ہے۔

۲۵۔ یَابْنَ اٰدَمَ اِذَا رَاَیْتَ رَبَّکَ سُبْحَانَهٗ یُتَابِعُ عَلَیْکَ نِعَمَهٗ وَاَنْتَ تَعْصِیهِ فَاحْذَرْهُ۔

۲۵۔ گناہ سے ڈرو۔ فرزند آدم، جب دیکھتے ہو کہ خدا برابر نعمتیں دے رہا ہے اور پھر تم گناہ کرو — تو ڈرو!

۲۶۔ مَا اَضْمَرَ اَحَدٌ شَیْئًا اِلَّا ظَهَرَ فِی فَلَتَاتِ لِسَانِهٖ وَصَفَحَاتِ وَجْهِهٖ۔

۲۶۔ راز۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو دل میں کوئی بات چھپائے اور اس کی زبان کی اتفاقی گفتگو اور چہرے (کے اتار چڑھاؤ) سے ظاہر نہ ہو جائے۔

۲۷۔ اِمْشِ بِدَائِکَ مَا مَشٰی بِکَ۔

۲۷۔ ہمت کرو۔ بیماری میں جہاں تک چل سکو چلو!

۲۸۔ اَفْضَلُ الزُّهْدِ اِخْفَاءُ الزُّهْدِ۔

۲۸۔ زہد؟ بہترین زہد زہد کو چھپانا ہے۔

۲۹۔ اِذَا کُنْتَ فِی اِدْبَارٍ وَالْمَوْتُ فِی اِقْبَالٍ فَمَا اَسْرَعَ الْمُلْتَقٰی۔

۲۹۔ مڈبھیڑ۔ جب تم واپس جا رہے ہو اور موت تمھاری طرف بڑھ رہی ہو، تو یہ مڈبھیڑ کتنی جلد ہو گی۔

۳۰۔ اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَتَرَ، حَتّٰی کَاَنَّهٗ غَفَرَ۔

۳۰۔ پردہ پوشی۔ (خدا سے) ڈرو! خدا کی قسم اس نے (گناہوں کو) یہاں تک چھپایا کہ گویا بخش دیا!

"بقیہ ص" "الحیاء حیاءان، حیاء عقلٍ، وحیاء حمقٍ، فحیاء العقل هو العلم، وحیاء الحُمق هو الجهل" — حیا دو طرح کی ہے، عقل مندی کی حیا جسے علم اور حماقت کی حیا جسے جہالت کہتے ہیں۔ مرتضےٰ

۳۱ - وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْإِيمَانِ -
فَقَالَ الْإِيمَانُ عَلَى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى الصَّبْرِ
وَالْيَقِينِ وَالْعَدْلِ وَالْجِهَادِ - وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلَى
أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الشَّوْقِ، وَالشَّفَقِ وَالزُّهْدِ وَ
التَّرَقُّبِ - فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ
الشَّهَوَاتِ وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ
وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ وَمَنِ
ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ فِي الْخَيْرَاتِ - وَالْيَقِينُ مِنْهَا
عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ
وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَسُنَّةِ الْأَوَّلِينَ، فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي
الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ
عَرَفَ الْعِبْرَةَ وَمَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي الْأَوَّلِينَ
وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى غَائِصِ الْفَهْمِ
وَغَوْرِ الْعِلْمِ وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ -
فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ
صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ
فِي أَمْرِهِ وَعَاشَ فِي النَّاسِ
حَمِيدًا -

وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى الْأَمْرِ
بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي
الْمَوَاطِنِ وَشَنَآنِ الْفَاسِقِينَ - فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ
شَدَّ ظُهُورَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ
أُنُوفَ الْمُنَافِقِينَ وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضَى

۳۱ - ایمان کے چار ستون - حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایمان
کے چار ستون ہیں: (۱) صبر - (۲) یقین - (۳) عدل - (۴) جہاد ---
صبر کے چار شعبے ہیں: (۱) شوق - (۲) خوف - (۳) زہد - (۴) امید ---
تو جو شخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ خواہشات سے الگ ہو جاتا ہے۔
اور جسے آتش (جہنم) کا خوف ہوتا ہے وہ حرام سے بچتا ہے۔ اور جو دنیا
سے زہد کرتا ہے اسے مصیبتیں ہلکی معلوم ہوتی ہیں اور جسے موت کی امید
ہوتی ہے وہ نیک اعمال (کرنے میں) جلدی کرتا ہے۔ یقین کی چار
شاخیں ہیں: نکتہ رسی میں نظر، حقائق تک پہنچنا، عبرتوں سے نصیحت،
اور سابقین کے اچھے طریقے --- تو جس نے نکتہ رسی میں نظر پیدا کر لی،
اس کے لیے حکمت واضح ہو گئی، اور جس کے واسطے حکمت واضح ہو گئی
وہ عبرت کو پہچان گیا، اور جو عبرت کو سمجھ گیا وہ گویا گذشتہ انسانوں
میں رہ چکا [1]

عدل کے چار شعبے ہیں: سمجھ کی باریک بینی، علم کی گہرائی، فیصلوں
کی خوبی، حلم میں ثابت قدمی --- یعنی جس نے باریک بینی سے کام لیا
اس نے علم کی گہرائی سمجھ لی، اور جس نے علم کی گہرائی سمجھ لی وہ (صحیح)
فیصلوں کی گھاٹیوں سیر و سیراب (کامیاب) پلٹا اور جس نے حلم کو اپنایا
وہ اپنے معاملے میں حد سے آگے نہیں بڑھتا اور لوگوں میں قابل تعریف
زندگی بسر کرتا ہے۔

جہاد کی چار قسمیں ہیں: (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر۔
(۳) مشکل مقامات پر سچائی۔ (۴) بدکاروں سے دشمنی --- جو امر بالمعروف
کرے وہ مومنوں کو مدد پہنچاتا ہے اور جو نہی عن المنکر کرے وہ منافقوں
کو رسوا کرتا ہے اور جو اہم مقامات پر سچ بولے اس نے اپنا حق ادا کر دیا۔
اور جس نے بدکاروں سے دشمنی کی اور قربۃً الی اللہ ان سے ناراض

[1] دیکھیے حضرت کا وصیت نامۂ اول بنام امام حسنؑ - م ح

مَا عَلَیہِ وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِیْنَ وَغَضِبَ لِلّٰہِ غَضِبَ اللّٰہُ لَہٗ، وَاَرْضَاہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔
وَالْکُفْرُ عَلٰی اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَی التَّعَمُّقِ وَالتَّنَازُعِ وَالزَّیْغِ وَالشِّقَاقِ۔ فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ یُنِبْ اِلَی الْحَقِّ وَمَنْ کَثُرَ نِزَاعُہٗ بِالْجَہْلِ دَامَ عَمَاہُ عَنِ الْحَقِّ وَمَنْ زَاغَ سَآءَتْ عِنْدَہُ الْحَسَنَۃُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَہُ السَّیِّئَۃُ وَسَکِرَ سُکْرَ الضَّلَالَۃِ وَمَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَیْہِ طُرُقُہٗ، وَاَعْضَلَ عَلَیْہِ اَمْرُہٗ وَضَاقَ عَلَیْہِ مَخْرَجُہٗ۔
وَالشَّکُّ عَلٰی اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَی التَّمَارِیْ، وَالْہَوْلِ، وَالتَّرَدُّدِ، وَالْاِسْتِسْلَامِ، فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَآءَ دِیْنًا لَمْ یُصْبِحْ لَیْلُہٗ وَمَنْ ہَالَہٗ مَا بَیْنَ یَدَیْہِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ، وَمَنْ تَرَدَّدَ فِی الرَّیْبِ وَطِئَتْہُ سَنَابِکُ الشَّیَاطِیْنِ وَمَنِ اسْتَسْلَمَ لِہَلَکَۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ہَلَکَ فِیْہِمَا ——

ہُوا۔ خدا اس کی طرف فاسق سے ناراض، اور اس شخص سے قیامت کے دن راضی ہوگا۔

کفر کے چار رکن ہیں:۔

(۱) کرید (بے کار کی چھان بین) (۲) لڑائی (فضول کی بحث حد افراط) (۳) حق سے مُڑنا (تفریط) (۴) افتراق اور دشمنی —— جو بے کار کی چھان بین کرتا ہے وہ حق کی طرف نہیں پلٹا۔ اور جو بے علمی کی وجہ سے زیادہ لڑے گا وہ راہِ راست دیکھنے سے ہمیشہ عاجز رہے گا اور جو حق سے پھر جائے اس کے نزدیک اچھائیاں بُرائی بن جائیں گی۔ اور بُرائیاں اچھی۔ اور گمراہی کا نشہ چھا جائے گا اور جو افتراق و دشمنی کرے گا اس پر اس کے راستے دشوار اور کاروبار سخت اور چھٹکارا پانا مشکل ہوگا۔

اور شک کے چار حصے ہیں: (۱) اظہار قوت کے لیے بحث و مقابلہ) (۲) (بلاوجہ کا) ڈر، (۳) پریشانی (۴) غلامی (باطل) —— اب جس نے بلاوجہ مقابلے کو دین سمجھا، اس کی شام (گمراہی) صبح (ہدایت) نہ بنے گی اور جسے سامنے کی چیزوں سے ہول آئے وہ پچھلے پیروں پلٹ جائے گا۔ (اقدام کرہی نہ سکے گا) جو شبہوں میں متردد ہوگا اُسے شیطانوں کے قدم روند ڈالیں گے اور جو دنیا و آخرت کو تباہ کرنے کے لیے جھک گیا (اور باطل کی برتری مان لی) وہ دونوں جگہ مرا (کہیں کا نہ رہا) —— اس کے بعد یہ سلسلہ طولانی ہے جو مقصد کتاب اور طول کی وجہ سے چھوڑ دیا۔[۱] رضی رح

۳۲۔ فَاعِلُ الْخَیْرِ خَیْرٌ مِّنْہُ وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِّنْہُ۔

۳۲۔ **عمل**؟ نیک کام کرنے والا، نیکی سے بہتر اور بدکار بدی سے بدتر ہے۔

۳۳۔ کُنْ سَمَحًا وَّلَا تَکُنْ مُبَذِّرًا، وَکُنْ مُقَدِّرًا وَلَا تَکُنْ مُقَتِّرًا۔

۳۳۔ **سخی بنو**۔ سخی بنو مگر فضول خرچ نہیں! اور حساب کتاب رکھو، مگر سخت گیر بھی نہ ہو جاؤ۔

---

[۱] ملاحظہ ہو اصول کافی کتاب "الایمان والکفر" نیز دیکھئے کلام نمبر ۲۵۹ جو اس حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ م رح

۳۴- اَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى۔

۳۴- دولت مندی- سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ امیدیں چھوٹ جائیں۔

۳۵- مَنْ اَسْرَعَ اِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُوْنَ قَالُوْا فِيْهِ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ۔

۳۵- عام رجحان کے خلاف کچھ کرنا- جو شخص لوگوں کے پاس وہ چیزیں لے کر جاتا ہے جسے پسند نہیں کیا جاتا- اس کے لیے لوگ نامعلوم باتیں کہنے لگتے ہیں۔

۳۶- مَنْ اَطَالَ الْاَمَلَ، اَسَآءَ الْعَمَلَ۔

۳۶- طول امل- جو طولانی امیدیں رکھے گا وہ اپنا کردار تباہ کر دے گا۔

حضرتؑ شام تشریف لیے جا رہے تھے، راستے میں انبار (عراق کا شہر) کے زمینداروں سے ملاقات ہوئی- یہ لوگ حضرت کو دیکھ کر پیدل ہو گئے اور سامنے (رکاب میں) دوڑنے لگے- حضرت نے فرمایا:

۳۷- مَا هٰذَا الَّذِيْ صَنَعْتُمُوْهُ؟

۳۷- آداب اسلام- تم یہ کیا کر رہے ہو؟

انھوں نے کہا: خُلُقٌ مِنَّا نُعَظِّمُ بِهٖ اُمَرَآءَنَا۔

—— یہ ہماری تہذیب ہے جس کے ماتحت اپنے حاکموں کی تعظیم کرتے ہیں! آپ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا اُمَرَآؤُكُمْ وَاِنَّكُمْ لَتَشُقُّوْنَ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فِيْ دُنْيَاكُمْ وَتَشْقَوْنَ بِهٖ فِيْ اٰخِرَتِكُمْ- وَمَا اَخْسَرُ الْمَشَقَّةَ وَرَاءَهَا الْعِقَابُ وَاَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْاَمَانُ مِنَ النَّارِ۔

خدا کی قسم! اس سے تمہارے حاکموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا- بلکہ اس طرح تم اپنے اوپر دنیا میں مشقت اٹھاتے ہو اور اس کے بدلے آخرت میں بدبختی لیتے ہو اور اس کے بعد (آخرت) کی تکلیف بڑی نقصان دہ ہے- جس میں عذاب ہے- اور کس قدر نفع بخش ہے- وہ راحت جس کے ساتھ جہنم سے بچت ہے۔

۳۸- لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ- يَا بُنَيَّ احْفَظْ عَنِّيْ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: اِنَّ اَغْنَى الْغِنٰى الْعَقْلُ وَاَكْبَرُ الْفَقْرِ الْحُمْقُ وَاَوْحَشُ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَاَكْرَمُ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ۔

۳۸- امام حسنؑ سے- اے بیٹا! چار (مثبت) اور چار (منفی باتیں) یاد کر لو! اگر ان کے پیش نظر کام کیا تو کبھی نقصان نہ اٹھاؤ گے! (۱) سب سے بڑی دولت عقل ہے- (۲) اور سب سے بڑی فقیری حماقت (بے وقوفی) ہے[۳] اور سب سے بڑی وحشت خود پسندی ہے[۴] اور سب سے زیادہ قابل عزت حسب اور خوش اخلاقی ہے۔

يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْاَحْمَقِ فَاِنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ- وَاِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيْلِ، فَاِنَّهٗ يَقْعُدُ عَنْكَ اَحْوَجَ

اے فرزند! خبردار! احمق سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ چاہے گا کہ نفع پہنچائے مگر کرا دے گا نقصان- کنجوس سے بھی نہ ملو! اس لیے کہ وہ تمہاری ضرورتوں سے بھی تمہیں روک دے گا- اور دیکھو،

مَا تَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ، فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ۔

بدکار سے بھی دوستی نہ کرنا، وہ تو معمولی قیمت پر بھی تمھیں بیچ دے گا اور جھوٹے سے بھی میل جول ٹھیک نہیں، وہ تو سراب ہے، کہ دور کو قریب اور قریب کو دور کردے گا (دھوکا دے گا اپنے کو بیگانہ، بیگانے کو اپنا بنا کے دکھائے گا۔

۳۹۔ لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَائِضِ۔

۳۹۔ نوافل اور فرائض۔ جب فرائض کو نقصان پہنچے تو نوافل سے رضائے خدا نہیں ملتی (پہلے واجب پھر سنت) دیکھیے جملہ ۲۷۲

۴۰۔ لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَاءَ قَلْبِهِ وَقَلْبُ الْأَحْمَقِ وَرَاءَ لِسَانِهِ۔

۴۰۔ عقلمند کی زبان۔ اس کے دل کے پیچھے اور احمق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔

(یہ عجیب بلند و برتر مطلب ہے، مراد یہ ہے کہ عقلمند "غور" سے مشورہ اور "فکر" سے حکم لے کر زبان کھولتا ہے بیوقوف سوچ بچار اور رائے کے جانچنے سے پہلے زبانی بک بک کر دیتا ہے، گویا صاحب ہوش کی زبان دل کی پابند، اور احمق کا دل زبان کا تابع ہے ——— رضی ؒ ——— ایک دوسری روایت یوں ہے:

قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِي فِيهِ وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ۔

احمق کا دل منہ میں اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ (مطلب دونوں کا ایک ہی ہے ——— رضی ؒ)

۴۱۔ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ فِي عِلَّةٍ اعْتَلَّهَا: جَعَلَ اللهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ۔ فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ وَيَحُتُّهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ۔ وَإِنَّمَا الْأَجْرُ فِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔

۴۱۔ ایک عیادت کے موقع پر۔ حضرت کے ایک صحابی بیمار تھے۔ حضرت نے فرمایا: خدا تمھاری اس بیماری کو تمھارے گناہوں کے معاف کرنے کا سبب بنائے، کیونکہ بیماری کی کوئی جزا نہیں، لیکن وہ گناہوں کو کم کرتی اور اس طرح گراتی ہے جیسے درختوں سے پتیاں۔ بدلہ (جزا) تو زبان کی بات، ہاتھ پیر کے عمل پر ملتا ہے خدا نیک نیتی اور پاک دلی کی وجہ سے جس بندے کو چاہے گا جنت دے گا۔ (سید رضی فرماتے ہیں کہ بیماری کا کوئی صلہ نہیں، کیونکہ مرض ان چیزوں میں سے ہے جس کا عوض تو ہو سکتا، کہ عوض خداوند عالم کے ان افعال کے مقابلے میں ہوتا ہے جو وہ اپنے بندے پر بطور تکلیف و اذیت نازل کرے جیسے مصائب و امراض وغیرہ۔ اور اجر و ثواب انسانی افعال کی مزدوری ہے۔ اس فرق کو حضرت اپنے علم خصوصی اور رائے مبارک سے واضح فرمایا ہے)

۴۲- يَرْحَمُ اللهُ خَبَّابَ ابْنَ الْأَرَتِّ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا وَهَاجَرَ طَائِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ وَعَاشَ مُجَاهِدًا ۔ طُوبٰى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ وَرَضِيَ عَنِ اللهِ۔

۴۲- خباب ابن ارت کی یاد- خباب پر خدا کی رحمت! وہ شوق سے اسلام لائے، خوشی خوشی ہجرت کی، ضرورت بھر ملنے پر قناعت کی، (احکام و مقدرات) خدا پر مطمئن رہے۔ مجاہدانہ زندگی گزاری۔ خوش قسمت ہے! جو قیامت کو یاد رکھے! حساب (قیامت) کے لیے عمل کرے، ضرورت بھر ملنے پر صبر کرلے ـــ خدا سے اس کی دین پر راضی و مطمئن رہے۔

۴۳- لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هٰذَا عَلٰى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَلَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلٰى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي، وَذٰلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضٰى عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا عَلِيُّ لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ وَلَا

۴۳- حُبِّ علیؑ- اگر میں اپنی اس تلوار سے مردِ مومن کو سخت تکلیف دوں کہ وہ مجھے دشمن رکھے، تو اس سے یہ نہ ہوگا۔ اور اگر دُنیا منافق پر نعمتیں برسادے کہ مجھ سے محبت کرنے لگے تو وہ ہرگز مجھے نہ چاہے گا ـــ بات یہ ہے کہ خدا نے رسولؐ کی زبانی یہ فیصلہ کردیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: "علی تمھیں مومن، دشمن اور کافر دوست نہ رکھے گا۔"

۴۴- سَيِّئَةٌ تَسُوءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ۔

۴۴- خود پسندی- جو غلطی بارگاہ خداوندی میں تمھیں تکلیف دے، وہ اس اچھے عمل سے بہتر ہے جو تمھیں خود پسند کردے۔

۴۵- قَدْرُ الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهِ، وَصِدْقُهُ عَلٰى قَدْرِ مُرُوءَتِهِ، وَشَجَاعَتُهُ عَلٰى قَدْرِ أَنَفَتِهِ، وَعِفَّتُهُ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهِ۔

۴۵- معیارِ شرف- ہر شخص کی حیثیت اس کی ہمت بھر، اور سچائی مروّت کے مطابق، شجاعت، غیرت کے لحاظ سے اور پاکدامنی شرم کے معیار پر ہوتی ہے (عملی صفات سے شخصی درجہ معین کرو)

۴۶- الظَّفَرُ بِالْحَزْمِ وَالْحَزْمُ بِإِجَالَةِ الرَّأْيِ وَالرَّأْيُ بِتَحْصِينِ الْأَسْرَارِ۔

۴۶- کامیابی کا راز- فتح خود اعتمادی پر، اور خود اعتمادی بار بار سوچنے اور سوچنا، حفاظتِ راز پر موقوف ہے۔ (اگر راز فاش ہو تو کامیابی کی قطعی تدبیر غیر یقینی ہوتی ہے۔ م)

۴۷- احْذَرُوا صَوْلَةَ الْكَرِيمِ إِذَا جَاعَ وَاللَّئِيمِ إِذَا شَبِعَ۔

۴۷- شریف اور پاجی کا غصہ- بھوکے شریف، اور پیٹ بھرے کمینے کے حملے سے بچو۔

۴۸- قُلُوبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ فَمَنْ تَأَلَّفَهَا أَقْبَلَتْ عَلَيْهِ۔

۴۸- انسان کا دِل- انسانوں کے دل وحشی ہیں جو انھیں موہ لے اسی پر جھک جاتے ہیں۔

۴۹- عَيْبُكَ مَسْتُورٌ مَا أَسْعَدَكَ جَدُّكَ۔

۴۹- اقبال- جب تک قسمت ساتھ ہے عیب چھپے ہوئے ہیں۔ (دیکھیے فقرہ ۸ء)

۱۔ عبدہ کے نسخے میں یہ مستقل و جداگانہ ارشاد ہی گیا ہے۔ م ح

۵۰- اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوْبَةِ۔

۵۰- معاف کرنا۔ معافی دینے کا تو اُسے ہی حق ہے، جو سب سے زیادہ سزا دینے پر قادر ہو۔ (نیز دیکھیے فقرہ ۱۱م)۔

۵۱- اَلسَّخَاءُ مَا كَانَ اِبْتِدَاءً فَاَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَسْاَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ۔

۵۱- سخاوت؟ یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے عطا ہو۔ لیکن جو سوال کے بعد ہے۔ وہ شرم (کا تحفّظ) اور مذمّت سے بچاؤ ہے۔ (سخاوت نہیں)

۵۲- لَا غِنَى كَالْعَقْلِ وَلَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ وَلَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ وَلَا ظَهِيْرَ كَالْمُشَاوَرَةِ۔

۵۲- چار چیزیں۔ عقل سے زیادہ بے نیازی، جہالت سے بڑھ کر محتاجی، آداب سے بہتر ترکہ، مشورے سے بہتر پشت پناہ نہیں۔

۵۳- اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلَى مَا تَكْرَهُ وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ۔

۵۳- دو صبر۔ صبر کی دو قسمیں ہیں: ناپسند چیز پر صبر، اور محبوب چیز (کے نہ ملنے) پر صبر۔

۵۴- اَلْغِنَى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ وَالْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ۔

۵۴- دولت و غربت۔ مسافرت میں دولت مندی، وطن (کا مزہ دیتی ہے) اور غربت وطن کو مسافرت بنا دیتی ہے۔

۵۵- اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔

۵۵- قناعت۔ وہ مال ہے جو ختم نہیں ہوتا — (رضی فرماتے ہیں کہ حدیث پیغمبر بھی یوں ہی مروی ہے[1])

۵۶- اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ۔

۵۶- مال۔ خواہشات کا سرچشمہ ہے۔

۵۷- مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ۔

۵۷- جو تمھیں (بُری بات سے) ڈرائے وہ گویا تمھیں (خوشی) بشارت دیتا ہے۔

۵۸- اَللِّسَانُ سَبُعٌ اِنْ خُلِّيَ عَقَرَ۔

۵۸- زبان۔ درندہ ہے کہ اگر چھوڑ دو (جو چاہے کہے) تو کاٹ لے۔

۵۹- اَلْمَرْاَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللَّبْسَةِ۔

۵۹- عورت۔ خوش معاشرت بچھو ہے۔ (ساتھ رہو تو خوشی ضرور ہوتی ہے مگر ڈنک مارنے سے نہیں رُکتی)۔

۶۰- اِذَا حُيِّيْتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِاَحْسَنَ مِنْهَا، وَاِذَا اُسْدِيَتْ اِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِي عَلَيْهَا وَالْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِي۔

۶۰- جواب ہدیہ۔ اگر کوئی سلام (یا ہدیہ) پیش کرے تو اس سے بہتر جواب دو، اور اگر کوئی تم پر احسان کرے تو اس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو۔ اس کے بعد بھی شرف پہلے کو رہے گا۔

---

[1] دیکھیے درج گہر طبع تہران ۱۳۶۶ھ حرف ق حدیث ۴۱۲ م ح نیز بہ ملاحظہ ۴۶۷

۶۱۔ اَلشَّفِیعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ

۶۱۔ سفارش کرنے والا، سائل کا بازو ہے۔

۶۲۔ اَھْلُ الدُّنْیَا کَرَکْبٍ یُسَارُ بِھِمْ وَھُمْ نِیَامٌ۔

۶۲۔ دنیا والے، ان مسافروں کی طرح، جن کو قافلہ (سواری) لیے جا رہا ہو، اور وہ (غافل) سو رہے ہوں۔

۶۳۔ فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ۔

۶۳۔ دوستوں کی جدائی، مسافرت ہے (جو وطن میں اور دوست نہ ہوں اسے وطن کا کیا مزہ)۔

۶۴۔ فَوْتُ الْحَاجَةِ اَھْوَنُ مِنْ طَلَبِھَا اِلٰی غَیْرِ اَھْلِھَا۔

۶۴۔ نا اہل سے سوال، ضرورت کا پورا نہ ہونا، نا اہل سے مانگنے سے زیادہ آسان ہے۔

۶۵۔ لَا تَسْتَحِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِیلِ فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْهُ۔

۶۵۔ ناکام نہ پھیرو۔ (سائل کو) کم دینے سے شرم نہ کرو، اس لیے کہ ناکام واپس کرنا اس سے بھی کم ہے۔

۶۶۔ اَلْعَفَافُ زِینَةُ الْفَقْرِ وَالشُّکْرُ زِینَةُ الْغِنٰی۔

۶۶۔ زینت غنی و محتاج ۔ محتاج کی زینت ہے پاکدامنی، اور دولت مندی کا حسن ہے شکر۔

۶۷۔ اِذَا لَمْ یَکُنْ مَا تُرِیدُ فَلَا تُبَلْ کَیْفَ کُنْتَ۔[1]

۶۷۔ ناکامی کے بعد۔ اگر تمھاری خواہش کے مطابق کام نہ ہو، تو "کیسے تھے" (یعنی ماضی کی کامیابیوں) کی پروا (اور ان کا خیال) نہ کرو۔

۶۸۔ لَا یُرَی الْجَاھِلُ اِلَّا مُفْرِطًا اَوْ مُفَرِّطًا

۶۸۔ جاہل، ہمیشہ یا افراط کرتا ہے یا تفریط۔

۶۹۔ اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْکَلَامُ۔

۶۹۔ کمال عقل۔ جب عقل پختہ ہوتی ہے تو (آدمی کی) گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

۷۰۔ اَلدَّھْرُ یُخْلِقُ الْاَبْدَانَ وَیُجَدِّدُ الْاٰمَالَ وَیُقَرِّبُ الْمَنِیَّةَ، وَیُبَاعِدُ الْاُمْنِیَّةَ، مَنْ ظَفِرَ بِهٖ نَصِبَ وَمَنْ فَاتَهٗ تَعِبَ۔

۷۰۔ دنیا کی عادت ۔ یہ زمانہ بدن کو بوسیدہ (کمزور) کرتا ہے۔ اور امیدوں کو نیا کرتا رہتا ہے، موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا رہتا ہے۔ جو یہاں کامیاب ہو جاتا ہے وہ تھک جاتا ہے جسے ناکامی ہوتی ہے۔

---

[1] ابن میثم، ابن ابی الحدید کی شرحوں، فیض الاسلام اور نسخہ مطبوعہ ایران ۱۳۱۲ھ میں اسی طرح ہے، لیکن محمد عبدہ کا نسخہ ہے "مَا کُنْتَ" اور انھوں نے مطلب بھی کچھ اور لکھا ہے ج ۲ ص ۱۵۷ ۔ م ح یہ میرا ترجمہ مختلف شرحوں کے مطالعے کے بعد ہے، اور علامہ فیض الاسلام سے مختلف۔ فیض الاسلام نے لکھا ہے: "ہر گاہ بآن چہ می خواہی نرسیدی پس بہر حال مستی باک نداشتہ باش ۔ (زیرا برائے نرسیدہ اندوہ بخود راہ دادن بے خردی است) ص ۱۱۰۷

۷۱۔ مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَبْدَأَ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ، وَلْيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ تَأْدِيبِهِ بِلِسَانِهِ؛ وَمُعَلِّمُ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ۔

۷۱۔ **قائد کا فرض**۔ جو شخص اپنے تئیں عوام کا قائد جتلائے اُسے چاہیے کہ دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنی ذات کو تعلیم دے، اور اس کا کردار اس کی زبان سے پہلے ادب سکھائے (اور نمونہ دکھلائے) اور اپنے نفس کو مؤدّب کرنے اور قابل بنانے والا دوسروں کو تعلیم دینے والے زیادہ قابلِ تعظیم و عزّت ہے۔

۷۲۔ نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ إِلَى أَجَلِهِ۔

۷۲۔ **یہ سانسیں**۔ انسان کا (ہر) نفس موت کی طرف ایک قدم (بڑھاتا) ہے۔

۷۳۔ كُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ۔

۷۳۔ **فنا ہی فنا**۔ ہر قابلِ شمار (موجود) چیز کم (اور ختم) ہوگی، اور ہر امید کی بات ( ) آئے گا۔

۷۴۔ إِنَّ الْأُمُورَ إِذَا اشْتَبَهَتْ اُعْتُبِرَ آخِرُهَا بِأَوَّلِهَا۔

۷۴۔ **شبہ کا حل**۔ جب معاملات میں اشتباہ ہوجائے تو ان کے آغاز سے نتیجہ نکالو۔ (ابتدا معلوم ہوجائے تو حال اور مستقبل آئینہ ہوجائے گا۔ م ح)

۷۵۔ ضرار بن ضمرہ ضبابی معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ نے جناب امیر المؤمنینؑ کے بارے میں کچھ پوچھا۔ ضرار نے کہا: معاویہ گواہ رہو، میں نے حضرتؑ کو ایک موقعہ پر دیکھا، کہ تاریکی شب اپنے پردے ڈالے ہوئے تھی، حضرت محراب میں کھڑے، داڑھی پکڑے اس طرح بے چین تھے جیسے کسی کو سانپ کاٹ لے، اس طرح رو رہے تھے جیسے ستم رسیدہ روتا ہے، اور فرماتے تھے: (رضی ح)

يَا دُنْيَا! يَا دُنْيَا! إِلَيْكِ عَنِّي، أَبِي تَعَرَّضْتِ؟ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ حِينُكِ، هَيْهَاتَ! غُرِّي غَيْرِي! لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ فِيهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيرٌ، وَخَطَرُكِ يَسِيرٌ، وَأَمَلُكِ حَقِيرٌ۔ آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُولِ الطَّرِيقِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَعَظِيمِ الْمَوْرِدِ۔

اری اے دنیا، میرے سامنے سے دُور ہو! کیا مجھے (اپنا جوبن) دکھاتی ہے؟ یا مجھ سے ملنے کا شوق ہے؟ تجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہو ـــــ دُور ہو کمبخت! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں، مَیں نے تو تجھے تین طلاق دے، جس کے بعد رجوع (تعلقات بحال ہونے) کی گنجائش ہی نہیں ـــ تیری زندگی مختصر، تیری اہمیت کچھ بھی نہیں۔ تیری امیدیں بے وقعت ہیں! افسوس! سامان سفر کم، راستہ طولانی، سفر لمبا اور منزل (حساب کتاب، قیامت) سنگین ہے!

۷۶۔ **تقدیر**۔ ایک شامی نے پُوچھا: کیا ہمارا سفرِ شام تقدیرِ خدا سے ہُوا تھا؟ جس کے جواب میں حضرت نے ایک طویل

وَيْحَكَ لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءً لَازِمًا وَقَدَرًا حَاتِمًا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ، وَسَقَطَ الْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ. إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ تَخْيِيرًا، وَنَهَاهُمْ تَحْذِيرًا، وَكَلَّفَ يَسِيرًا وَلَمْ يُكَلِّفْ عَسِيرًا، وَأَعْطَى عَلَى الْقَلِيلِ كَثِيرًا، وَلَمْ يُعْصَ مَغْلُوبًا، وَلَمْ يُطَعْ مُكْرِهًا، وَلَمْ يُرْسِلِ الْأَنْبِيَاءَ لَعِبًا، وَلَمْ يُنْزِلِ الْكُتُبَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَلَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا "ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا، فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ عَذَابِ النَّارِ"۔

خدا تم پر رحم کرے! تم شاید (اس کا مطلب) یہ سمجھے کہ قضا و قدر لازمی اور حتمی (اور ان کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اسی کی وجہ سے عمل پر مجبور) ہے ---؟ اگر یہ (صحیح) ہوتا تو ثواب و عذاب غلط تھا، وعدہ (جنت) وعید (جہنم) بے کار تھا ---! بے شک خدا نے حکم دیا ہے (مگر عمل میں اختیار دیا ہے، اور روکا ہے (مگر تنبیہہ کے طور پر) جبر نہیں۔ اس نے تو تھوڑے سے عمل پر بہت دیا۔ اس کی نافرمانی اسے مغلوب بنا کر نہیں ہوئی۔ (کہ بندہ کو حکم دیا کہ میرا حکم ٹھکرا کر سرکش ہو اور میں مجبور بنا دیکھتا رہوں۔ م) اور نہ اس کی اطاعت جبراً ہوئی اور نہ اس نے رسول بے کار بھیجے، نہ یہ کتابیں فضول نازل فرمائیں۔ نہ زمین و آسمان کو بلا سبب پیدا کیا (بقول قرآن) "یہ خیال تو ان لوگوں کا ہے جو کافر ہیں اور کافروں کے لیے ویل (عذاب جہنم) ہے۔" (س ۳۰ ی ۲۷)[2]

۷۷۔ خُذِ الْحِكْمَةَ أَنّٰى كَانَتْ، فَإِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُونُ فِي صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِي صَدْرِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ إِلٰى صَوَاحِبِهَا فِي صَدْرِ الْمُؤْمِنِ۔

۷۷۔ **حکمت**۔ حکمت جہاں سے ملے لے لو! اس لیے کہ دانائی منافق کے دل میں بے چین رہتی ہے۔ یہاں تک کہ قلب مومن میں پہنچ کر اپنے مانند دوسروں میں جا ملتی ہے ---

---

[1] ابن ابی الحدید نے شیخ (حدیث) ابوالحسین یہ روایت اپنی کتاب "عقد الفرید" میں اصبغ بن نباتہ سے نقل کی ہے۔۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا: "وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا وَطِئْنَا مَوْطِئًا وَلَا هَبَطْنَا وَادِيًا إِلَّا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهِ"

شیخ (شامی) نے پوچھا: فَعِنْدَ اللّٰهِ أَحْتَسِبُ عَنَائِي، مَا أَرٰى لِي مِنَ الْأَجْرِ شَيْئًا؟

حضرت نے فرمایا: مَهْ، أَيُّهَا الشَّيْخُ! لَقَدْ عَظَّمَ اللّٰهُ أَجْرَكُمْ، وَأَنْتُمْ سَائِرُونَ وَفِي مَسِيرِكُمْ، وَأَنْتُمْ مُنْصَرِفُونَ وَلَمْ تَكُونُوا فِي شَيْءٍ مِنْ حَالَاتِكُمْ مُكْرَهِينَ، وَلَا إِلَيْهَا مُضْطَرِّينَ۔

شیخ شامی نے کہا: (جب یہ ہے، تو قضا و قدر ہمیں لی گئی کا کیا مطلب تو حضرت نے فرمایا: وَيْحَكَ (ملاحظہ ہو متن شرح ابن ابی الحدید ج ۴

۵۲ شیخ نے یہ سن کر کہا: پھر وہ قضا و قدر کون سی دو چیزیں ہیں جن کے بغیر ہم نہیں چل سکتے؟

حضرت نے فرمایا: ہو الامر من اللّٰہ والحکم! پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (س ۱۷ ی ۲۳) –

شیخ مطمئن ہو کر اٹھا اور یہ شعر پڑھنے لگا ۔ أنت الإمام الذي نرجو بطاعته --- يوم النشور من الرحمن رضوانا
أوضحت من ديننا ما كان ملتبسا --- جزاك ربك عنا فيه إحسانا

(شرح مذکور ص ۲۷۷ - ترجمہ کے لیے دیکھیے فیض الاسلام ص) [2] کلمہ ۷۷ جاحظ نے البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۲۶ میں لکھا ہے)

اسی طرح آپ نے فرمایا ہے (رضیؒ)

۷۸۔ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ۔

۷۸۔ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ تو حکمت چاہے منافق ہی سے ملے مگر لے لو!

۷۹۔ قِيْمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ۔

۷۹۔ صاحبِ فن کی قیمت۔ ہر شخص کی قیمت، اس کا ہنر ہے۔

(بقول رضیؒ اس جملے کی قیمت نہیں معین کی جاسکتی، نہ اس کے مقابلے میں کوئی حکمت ٹھہر سکتی ہے۔ نہ دوسرا جملہ اس سے ٹکر لے سکتا ہے۔ نہج) یہ جملہ جاحظ نے البیان والتبیین ج ۲ ص ۶۰ اور ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں کئی جگہ لکھا ہے م)

۸۰۔ اُوْصِيْكُمْ بِخَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ اِلَيْهَا اٰبَاطَ الْاِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ اَهْلًا، لَا يَرْجُوَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ اِلَّا رَبَّهُ وَلَا يَخَافَنَّ اِلَّا ذَنْبَهُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ اِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ اَنْ يَقُوْلَ لَا اَعْلَمُ۔ وَلَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ اِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ اَنْ يَتَعَلَّمَهُ وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِيْمَانِ كَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلَا خَيْرَ فِيْ جَسَدٍ لَا رَاْسَ مَعَهُ وَلَا فِيْ اِيْمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ۔

۸۰۔ پانچ نصیحتیں۔ میں پانچ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں جس کے لیے اگر سواریاں (اونٹ) تیار کرنا، اور سفر کرنا پڑیں، تو بھی ٹھیک ہے۔ (۱) تم میں سے کوئی خدا کے علاوہ کسی سے امید نہ کرے۔ (۲) اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے ڈرے بھی نہیں۔ (۳) جب کسی کے سوال کا جواب نہ آتا ہو تو "نہیں معلوم" کہنے میں شرم نہ کرنا۔ (۴) نامعلوم بات کو معلوم کرنے میں حیا نہ کرنا۔ (۵) صبر ضرور کرو، کیونکہ صبر و ایمان میں وہ رشتہ ہے جو سر اور جسم میں۔ جس بدن پر سر نہ ہو وہ بدن کس کام کا اور وہ ایمان نہیں جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔ (دیکھیے بیان ج ۲ ص ۶۰، عقد ج ۱ ص ۲۹۰)

۸۱۔ لِرَجُلٍ اَفْرَطَ فِي الثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَكَانَ لَهُ مُتَّهِمًا: اَنَا دُوْنَ مَا تَقُوْلُ وَفَوْقَ مَا فِيْ نَفْسِكَ۔

۸۱۔ ایک مداح کی مدح سرائی کا جواب۔ ایک شخص حضرت کی بہت تعریف کر رہا تھا، اور تھا مشتبہ (منافق) تو حضرتؑ نے فرمایا: جو تم کہہ رہے ہو، اس سے کم، اور جو تمھارے دل میں ہے اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوں۔

۸۲۔ بَقِيَّةُ السَّيْفِ اَبْقٰى عَدَدًا وَاَكْثَرُ وَلَدًا۔

۸۲۔ مجاہد کی اولاد۔ جہاد (عزت) میں زندہ رہنے والے تعداد کی بقا پاتے ہیں، اور اُن کی اولاد زیادہ ہوتی ہے (قابل انتساب خاندان اور کثیر التعداد افراد مراد ہیں)۔

۸۳۔ مَنْ تَرَكَ قَوْلَ "لَا اَدْرِيْ" اُصِيْبَتْ مَقَاتِلُهُ۔

۸۳۔ نہیں معلوم۔ جو "لا ادری" (نہیں معلوم) کہنا چھوڑ دے اس کی قتل گاہ اس تک پہنچتی ہے۔ (ذلیل ہو جاتا ہے۔ فیض)

۸۴۔ رَاْيُ الشَّيْخِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ وَرُوِيَ مِنْ مَشْهَدِ الْغُلَامِ۔

۸۴۔ بڈھے کی رائے۔ پرانے آدمی کی رائے مجھے نوجوان کی بہادری (یا حاضری) سے زیادہ محبوب ہے۔ (حضرت کا

یہ جملہ عربی مثل بن گیا۔ م ح (البیان ج ۱ ص ۰۰، ۱)

۸۵۔ عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَ مَعَهُ الْاِسْتِغْفَارُ۔

۸۵۔ **استغفار۔** مجھے تعجب ہوتا جب کوئی شخص استغفار (توبہ) کے ہوتے ہوئے مایوس نظر آتا ہے۔ (نیز دیکھیے ج ۴ کی حدیث ۴۰۹۔ فیض۔) ——

۸۶۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے امیرالمؤمنین سے روایت فرمائی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، وَقَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِيْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ ــ وَاَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِيْ فَالْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ"

زمین پر عذاب خدا سے دو پناہیں تھیں۔ ان میں سے ایک تو اٹھالی گئی۔ اب دوسری چیز سے وابستہ رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی، وہ (ذات) رسالتمآبؐ تھی۔ اور وہ پناہ جو باقی ہے وہ استغفار ہے۔ ارشاد باری ہے۔" خدا ان لوگوں پر عذاب نہ کرے گا جب تک اے رسولؐ تم ان میں ہو۔ اور خدا اس وقت تک بھی عذاب نہ کرے گا جب تک یہ لوگ مغفرت مانگتے رہیں" (س ۸ ی ۳۳۔ یہ بہترین استنباط ہے۔ رضی)

۸۷۔ مَنْ اَصْلَحَ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ اَصْلَحَ اَمْرَ اٰخِرَتِهٖ اَصْلَحَ اللّٰهُ لَهٗ اَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ كَانَ لَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ۔

۸۷۔ **اصلاح۔** جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان حالات کی اصلاح کرلے، خدا اس کا اور لوگوں کے تعلقات درست کردے گا، اور جو آخرت کے معاملات ٹھیک کرلے خدا اُس کے معاملات دنیا بھی ٹھیک کردے گا اور جس کا نفس اس کا نصیحت گر ہو اس کا خدا نگران ہوتا ہے۔

۸۸۔ اَلْفَقِيْهُ كُلُّ الْفَقِيْهِ مَنْ لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ۔

۸۸۔ **فقیہ کی تعریف۔** فقیہ اور پورا فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس نہ کرے، اور خدا کی طرف سے حاصل ہونیوالی مسرتوں سے ناامید نہ کرے، اور خدا کی تدبیر و جزا سے مطمئن نہ کردے۔

۸۹۔ اَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وُقِفَ عَلَى اللِّسَانِ، وَاَرْفَعُهٗ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَ الْاَرْكَانِ۔

۸۹۔ **معیاری علم۔** سب سے معمولی درجے کا علم وہ ہے جو زبان پر ہو، اور بلند ترین وہ جو اعضاء و جوارح (و عمل) سے ظاہر ہو۔

ؔ جناب وحشی صاحب نے اس جملے کے دو ماخذ بتائے ہیں: بیان تبیین جاحظ اور عقد الفرید۔ مولوی محمد شفیع نے تتمہ صوان الحکمہ کے حاشیہ ص ۱۴۷ پر (۱) مجمع الامثال میدانی طبع مصر ۱۳۱۰ھ (۱: ۱۹۷) اور کتاب الامثال طبع حیدرآباد ۱۳۵۱ھ ص ۶۵ بھی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ دستور الحکم میں بھی میں نے دیکھا ہے۔ م ح

۹۰ - إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ؛ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ ۔

۹۰ - **دل اور حکمت** - یقیناً یہ دل اسی طرح تھک جاتے ہیں، جیسے بدن - اس لیے ان کے لیے بہترین حکمتیں تلاش کرو ۔

۹۱ - لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ - لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى فِتْنَةٍ - وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" وَمَعْنَى ذٰلِكَ أَنَّهُ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهِ وَالرَّاضِي بِقِسْمِهِ، وَإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَلٰكِنْ لِيُظْهِرَ الْأَفْعَالَ الَّتِي بِهَا يَسْتَحِقُّ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ، لِأَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُورَ وَيَكْرَهُ الْإِنَاثَ وَبَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيرَ الْمَالِ وَيَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ ۔

۹۱ - **فتنہ؟** تم میں سے کوئی شخص یوں نہ کہا کرے کہ "خدایا فتنے سے بچا"، کیونکہ کوئی بھی ایسا نہیں جو فتنے میں مشتول نہ ہو - ہاں پناہ ہی مانگنا ہے تو فتنے کی گمراہیوں سے پناہ مانگو — (فتنہ کے معنے تو قرآن نے یہ بتائے ہیں) — "یہ سمجھ لو کہ تمھارا مال اور اولاد فتنہ ہے" (س ۸ ی ۲۸) جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا مال و اولاد کے ذریعے سے اپنے بندے کو آزماتا ہے کہ اس کی عطا سے ناراض اور اس کی تقسیم پر مطمئن کون ہے، اگرچہ خدا ان کے دلوں سے باخبر ہے لیکن یہ اس لیے کیا کہ ان کے ایسے افعال کھل جائیں جس سے وہ ثواب یا عذاب کے مستحق ہیں، کیونکہ ان میں سے کچھ لڑکوں کو چاہتے اور لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں، اور کچھ لوگ مال کے نفع سے محبت رکھتے ہیں اور انھیں حال کی شکستگی ناپسند ہے - (یہ تفسیر نادر ہے - رضی)

۹۲ - **خیر کے بارے میں حضرت سے پوچھا گیا: فرمایا**

لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ، وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَكْثُرَ عِلْمُكَ، وَأَنْ يَعْظُمَ حِلْمُكَ، وَأَنْ تُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللّٰهَ وَإِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ، وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٍ أَذْنَبَ ذُنُوبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا بِالتَّوْبَةِ، وَرَجُلٍ يُسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ، وَلَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوَى، وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ؟

"خیر" کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنا مال اور اپنی اولاد بڑھا لو۔ خیر کا مطلب ہے کہ اپنا علم بڑھاؤ اور اپنی بردباری میں عظمت پیدا کرو، اور لوگوں سے عبادت باری کرکے برتری حاصل کرو۔ تو اگر اچھا کام کیا تو حمد خدا بجا لائے، اور اگر برا کام ہو جائے تو استغفار کرو — اور دنیا میں خیر صرف دو آدمیوں کے لیے ہے: ایک تو وہ شخص (صاحب خیر ہے) جو گناہ کرتا ہے اور اُن کا تدارک توبہ سے کر لیتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جو نیک عمل میں جلدی کرتا ہے اور جو عمل تقوے کے ساتھ کیا جائے وہ کم نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ کم ہو بھی کیسے سکتا ہے ۔

ن - ابن ابی الحدید وغیرہ میں ہم کی جگہ عَبْدُہٗ ہے - م ح ے وھذا من غریب ما سمع منه فی التفسیر۔

۹۳۔ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِالْاَنْبِیَاءِ اَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاءُوْا بِهٖ۔ ثُمَّ تَلَا: "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" ثُمَّ قَالَ: اِنَّ وَلِیَّ مُحَمَّدٍ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَی اللّٰهَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ۔

۹۳ پیغمبروں کے مقرب لوگ۔ لوگوں میں پیغمبروں کے مقرب وہ ہیں جو ان کے لائے ہوئے احکام و علوم کو سب سے زیادہ جانتے ہوں، حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ابراہیم سے قربت رکھنے والے وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی، اور یہ نبی اور اہل ایمان — حضرت ابراہیم سے قریب ہیں۔ (س ۳ ی ۶۸) بلا شبہ محمد مصطفےٰ کے دوست اور ولی وہی لوگ ہیں جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور آنحضرتؐ کے دشمن وہ ہیں جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں، چاہے خاندانی رشتے سے کتنے ہی قریب ہوں۔

۹۴۔ حضرتؑ نے ایک حروری (۱) کے بارے میں سنا کہ وہ تہجد اور قرآن پڑھتا ہے۔ تو فرمایا:

نَوْمٌ عَلٰی یَقِیْنٍ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوةٍ فِیْ شَكٍّ۔

یقین کی نیند، (دین کے بارے میں) شک کی نماز سے بہتر ہے۔

(دین کے اصول و فروع پر یقین کے بعد سونا ایسی نماز سے بہتر ہے جس میں شک اور حق کے بارے میں تذبذب ہو۔ م ح)

۹۵۔ اِعْقِلُوا الْخَبَرَ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ عَقْلَ رِعَایَةٍ، فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِیْرٌ وَرُعَاتُهٗ قَلِیْلٌ۔

۹۵۔ درایت۔ جب خبر سنو تو اسے شرائط کے ساتھ سمجھو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں مگر اس کی دیکھ بھال کرنے والے کم ہیں۔

۹۶۔ حضرت نے کسی کو "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" (۲) کہتے سن کر فرمایا:

اِنَّ قَوْلَنَا۔ اِنَّا لِلّٰهِ۔ اِقْرَارٌ عَلٰی اَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ وَقَوْلَنَا "وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" اِقْرَارٌ عَلٰی اَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ۔

ہمارا یہ کہنا کہ "ہم خدا کے لیے ہیں" یہ اقرار ہے (کہ خدا) ہماری جانوں کا مالک ہے۔ اور یہ کہنا کہ "اور ہم اسی طرف پلٹ جائیں گے" یہ اقرار ہے۔ کہ ہماری جانیں فنا پذیر ہیں۔

۹۷۔ ایک شخص کی زبان سے اپنی تعریف سن کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِیْ مِنْ نَّفْسِیْ، وَاَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِیْ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَیْرًا مِّمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا مَا لَا یَعْلَمُوْنَ۔

خدایا تو میرے بارے میں زیادہ واقف ہے اور میں اپنے بارے میں ان سے زیادہ باخبر ہوں۔ خدایا ہمیں ان کے خیال کے مطابق اچھا بنا دے اور جو باتیں یہ نہیں جانتے انہیں معاف فرما دے۔

---

(۱) حرورا۔ کوفے کے قریب ایک میدان تھا، جہاں خارجی جمع ہو کر جنگ نہروان کے لیے تیار ہوئے تھے (حرورا کے خارجی)

(۲) س ۲ ی ۱۵۶۔ (م ح)

۹۸۔ لَا يَسْتَقِيمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَبِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَبِتَعْجِيلِهَا لِتَهْنُؤَ۔

۹۸۔ **عطا کی شرطیں**۔ سوالات پورے کرنے کا سوال تین باتوں کے بعد ہوتا ہے۔ (عطا) کو حقیر سمجھ کر، اس کو ظاہر ہونے سے چھپانا، اور اس (احسان) کو خوش گوار بنانے کے لیے جلدی کرنا ـــ (یعنی کسی کو دو تو اس شرط پر کہ بہت کچھ دینے کے بعد بھی سمجھے کہ کم ہے، مشہور نہ کیا جائے، اور جو کچھ دو اسے جلدی دو کہ وہ انتظار کی زحمت نہ اٹھائے۔ م ح)

۹۹۔ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيهِ إِلَّا الْمَاحِلُ، وَلَا يُظَرَّفُ فِيهِ إِلَّا الْفَاجِرُ، وَلَا يُضَعَّفُ فِيهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ، يَعُدُّونَ الصَّدَقَةَ فِيهِ غُرْمًا، وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا، وَالْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُونُ السُّلْطَانُ بِمَشُورَةِ الْإِمَاءِ، وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ، وَتَدْبِيرِ الْخِصْيَانِ۔

۹۹۔ **پیشین گوئی**۔ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں چغل خور مقربِ دربار ہوں گے، اور سمجھ دار نہیں سمجھے جائیں گے مگر بدکار، اور کمزور نہ سمجھیں گے مگر انصاف ور کو۔ صدقے کو نقصان سمجھیں گے۔ صلۂ رحم کو احسان، اور عبادت کو لوگوں پر احسان سمجھ کر کیا جائے گا۔

اس زمانے میں لونڈیوں اور لڑکوں کے مشوروں اور خواجہ سراؤں کی تدبیروں سے سلطنت کی جائے گی۔

۱۰۰۔ حضرت کو پھٹے پیوند دار کپڑے پہنے دیکھ کر کچھ چہ میگوئیاں ہوئیں تو حضرت نے فرمایا:

يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ وَتَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ وَيَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُونَ۔

(اس لباس سے) دل میں فروتنی، نفس میں انکسار پیدا ہوتا ہے اور مومن اس کی تقلید کرتے ہیں (کہ ان کا امیر جب اس لباس میں ہے تو اس لباس میں ذلت نہیں ہے)

۱۰۱۔ إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا، وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخِرَةِ، وَهُمَا ضَرَّتَانِ۔

۱۰۱۔ **دنیا و آخرت**۔ دو متضاد دشمن ہیں اور دو مختلف راستے ہیں، تو جو آدمی دنیا کو چاہتا ہے وہ اور اس سے محبت کرتا ہے وہ آخرت سے دشمنی رکھتا ہے اور وہ دونوں مشرق و مغرب کی طرح ہیں، اور ان دونوں کے بیچ میں چلنے والا (درمیانہ رفتار) جب ایک سے قریب ہوتا ہے تو دوسرے سے دور ہو جاتا ہے اور یہ تو دونوں سوتین ہیں۔

۱۰۲۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ: میں نے امیرالمؤمنینؑ کو دیکھا کہ رات کے وقت بستر سے اٹھ کر باہر تشریف لائے اور ستاروں کو دیکھ کر فرمایا:

يَا نَوْفُ! أَرَاقِدٌ أَنْتَ أَمْ رَامِقٌ؟ ـــ فَقُلْتُ: بَلْ رَامِقٌ قَالَ: يَا نَوْفُ!

نوف! سو رہے ہو، یا جاگتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی! جاگ رہا ہوں۔ فرمایا: نوف!

طُوبیٰ لِلزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبِينَ فِي الْآخِرَةِ، أُولٰئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بِسَاطًا، وَتُرَابَهَا فِرَاشًا وَمَاءَهَا طِيبًا، وَالْقُرْآنَ شِعَارًا وَالدُّعَاءَ دِثَارًا ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلٰى مِنْهَاجِ الْمَسِيحِ. يَا نَوْفُ إِنَّ دَاوُدَ قَامَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَشَّارًا أَوْ عَرِيفًا

دنیا سے کنارہ کشوں اور آخرت سے رغبت رکھنے والوں کا کیا کہنا، یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے زمین کو تخت، خاک کو بچھونا، اور پانی کو خوش گوار، قرآن و دعا کو اوڑھنا بچھونا (شب و روز کا مشغلہ) بنالیا اور حضرت عیسیٰ کی طرح دنیا سے قطع تعلق کرلیا۔

نوف! داؤدؑ رات کی اسی گھڑی میں کھڑے فرماتے تھے: یہ وہ وقت ہے جس میں کسی بندے نے دعا نہ کی مگر یہ کہ قبول ہوئی بشرطیکہ تحصیلدار سراغ رساں، پولیس اور سازندہ نہ ہو۔

۱۰۳- إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ لَكُمْ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَنَهَاكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوهَا۔

۱۰۳- احساسِ فرض - خدا نے کچھ فرائض تم پر واجب کیے ہیں۔ انھیں ضائع نہ کرنا، کچھ حدیں مقرر کی ہیں۔ ان سے آگے نہ بڑھنا، اس نے کچھ چیزوں سے روکا ہے تو انھیں عمل نہ کرنا۔ کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت ہے ــ اور یہ سکوت بھول چوک کی وجہ سے نہیں ہے (بلکہ مصلحت کی وجہ سے ہے) ـــــ لہٰذا انھیں معلوم کرنے کی تکلیف نہ اٹھانا۔

۱۰۴- لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْهُ۔

۱۰۴- دین کے بجائے دنیا۔ لوگ دین کی جو چیز بھی دنیا کے لیے ہاتھ سے دیتے ہیں کہ دنیا ٹھیک ہو۔ خدا اس سے زیادہ مضرت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

۱۰۵- رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ وَعِلْمُهُ مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ۔

۱۰۵- عالم کا جہل - بہت سے عالم ہیں جن کے جہل نے انھیں تباہ کردیا حالانکہ علم ان کے پاس تھا مگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔

۱۰۶- لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْإِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ، وَذٰلِكَ الْقَلْبُ وَلَهُ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَأَضْدَادٌ مِنْ خِلَافِهَا: فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ. وَإِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ. وَإِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ. وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ. وَإِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضٰى نَسِيَ

۱۰۶- دل - اس انسان کے اعصاب میں ایک گوشت کا ٹکڑا لٹک رہا ہے جس میں ایک تعجب انگیز چیز ہے جسے "دل" کہتے ہیں۔ اس میں حکمت کی صلاحیت اور اس کے خلاف (جہالت) اور اضداد کی صفات بھی ہیں۔ اگر امید پیدا ہوتی ہے تو لالچ ذلیل کردیتا ہے اور اگر لالچ جوش لاتا ہے تو حرص، تباہ کردیتی ہے (کیونکہ وہ لالچ کو امید سمجھتا ہے اور وہ آگے جھک پڑتا ہے۔ ابن ابی الحدید) اور اگر یاس چھا جاتا ہے تو غم حسرت مار ڈالتا ہے، اور اگر غصہ سامنے آتا ہے تو غیظ زور کرتا ہے۔

التَّحَفُّظُ، وَإِنْ نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ وَإِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ اِسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَإِنْ اَفَادَ مَالًا اَطْغَاهُ الْغِنىٰ وَإِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ، وَإِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ وَإِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَإِنْ اَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ، فَكُلُّ تَقْصِيرٍ بِهِ مُضِرٌّ، وَكُلُّ إِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔

اور اگر رضا اور پسندیدگی مدد کرتی ہے تو تحفظ بھلا دیتا ہے اور اگر خوف آلیتا ہے تو حذر ( ) توجہ کو اپنی طرف موڑ لیتا ہے اور اگر اطمینان موقع میں وسعت دیتا ہے تو خود فراموشی اسے چھین لیتی ہے۔ اگر مال فائدہ دیتا ہے تو دولت مندی سرکش کر دیتی ہے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو گھبراہٹ رسوا کر دیتی ہے اور اگر ضرورت تنگ کرتی ہے تو بلائیں الجھا لیتی ہیں، اگر بھوک ستاتی ہے تو کمزوری بٹھا دیتی ہے، اور اگر پیٹ زیادہ بھر جاتا ہے تو شکم سیری سانس لینے میں تکلیف پیدا کر دیتی ہے۔ غرض یہ کہ تفریط اسے نقصان، اور افراط اسے تباہ کر دیتی ہے۔

۱۰۷۔ نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَىٰ بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي وَإِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِي۔

۱۰۷۔ اہل بیت۔ ہم مسند نشین صدر محفل (صراط مستقیم) ہیں، جہاں پیچھے رہنے والے آتے اور آگے بڑھ جانے والے پلٹ کر آتے ہیں۔

۱۰۸۔ لَا يُقِيمُ اَمْرَ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَلَا يُضَارِعُ وَلَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ۔

۱۰۸۔ دین کا تحفظ۔ خدا سے تعلقات اسی وقت قائم رہ سکتے ہیں جب تک حق سے مدارت اور اس سے قریبی تعلق نہ پیدا کرے اور لالچ کی چیزوں کے پیچھے چلنا چھوڑ دے۔

۱۰۹۔ سہل بن حنیف انصاری واپسی صفین کے بعد کوفے میں وفات پا گئے۔ سہل حضرت کے محبوب ترین لوگوں میں تھے۔ اس موقعہ پر حضرت نے فرمایا:

لَوْ اَحَبَّنِي جَبَلٌ لَتَهَافَتَ۔

اگر پہاڑ مجھ سے محبت کرتے تو وہ پھٹ پڑتے۔

مطلب[1] یہ ہے کہ پہاڑ پر بھی مصیبتیں آ جاتیں، اور یہ حالت ہمیشہ متقی اور نیکوکار لوگوں کی رہتی ہے۔ یہ جملہ حضرت کے اس فقرے کی طرح ہے کہ فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا۔

جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اُسے فقر کی چادر اوڑھنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(اس کی شرح بیان کردہ مطلب کے علاوہ بھی کی گئی ہے جس کا یہ موقع نہیں رضی رح ۲)

---

[1] ترجمہ عبارت سید رضی ۲۔ شارحین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ محمد عبدہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ "جو ان سے محبت کرے وہ اسے خالصۃً اللہ سمجھے طلب دنیا کے لیے نہیں۔ میرے خیال میں اس کی تشریح فقرہ ۳۰۵ سے ہوتی ہے کہ "میں یعسوب مومنین اور مال بدکاروں کا سردار ہے۔ م ح

۱۱۰۔ لَا مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰى، وَلَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ، وَلَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ، وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَلَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَلَا إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ، وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ، وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ، وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ۔

۱۱۰۔ کچھ اچھی چیزیں۔ عقل سے زیادہ مفید کوئی مال نہیں، اور خود پسندی سے زیادہ وحشت خیز کوئی تنہائی نہیں۔ تدبیر سے بہتر عقل نہیں، تقوے سے بہتر کرم نہیں، تہذیب و ادب کے مقابلے میں کوئی ترکہ نہیں، توفیق سے اچھا کوئی رہنما نہیں، نیک عمل سے اچھی کوئی تجارت نہیں۔ ثواب سے بہتر کوئی منافع نہیں۔ ورع کا مطلب (ہی) یہ ہے کہ شبہے کے موقع پر ٹھہر جائے، حرام سے بچنے سے بہتر کوئی زہد نہیں۔ غور و فکر سے بہتر کوئی علم نہیں، فرائض کی ادائیگی سے اچھی کوئی عبادت نہیں۔ ایمان کی حقیقت ہے حیا اور صبر۔ انکساری سے بہتر کوئی شرف نہیں، علم سے بہتر عزت نہیں۔ مشورے سے بہتر کوئی اقدام بھروسے کے قابل نہیں۔

۱۱۱۔ إِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ثُمَّ أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خَزْيَةٌ فَقَدْ ظَلَمَ. إِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ فَأَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ فَقَدْ غَرَّرَ۔

۱۱۱۔ اچھے بُرے خیالات کا محل۔ جب دُنیا اور دُنیا والوں کے حالات ٹھیک ہوں (امن و امان ہو) تو ایسے وقت اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کے لیے بُرا خیال کرے جس سے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو، تو یہ آدمی ظلم کرتا ہے۔ اور جب زمانہ پر آشوب ہو اور لوگوں کی حالت خراب ہو، اس وقت اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں اچھا خیال کرے تو وہ دوسرں کو دھوکا دیتا ہے۔

۱۱۲۔ کسی نے عرض کیا: امیر المومنینؑ کیسا مزاج ہے؟ فرمایا:

كَيْفَ يَكُونُ مَنْ يَفْنَى بِبَقَائِهِ وَيَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ، وَيُؤْتَى مِنْ مَأْمَنِهِ!

اُس کا حال ہی کیا، جو اپنی بقا کے ہاتھوں فنا ہوگا، صحت کے بعد بیمار ہوگا، جو اپنی پناہ (دنیا) سے (قبر میں پکڑ کر) لایا جائے گا۔

۱۱۳۔ كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَمَا ابْتَلَى اللّٰهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

۱۱۳۔ امتحان۔ بہت لوگ وہ ہیں جو احسان اور نعمتوں کی وجہ سے (جہنم) کے قریب ہو رہے ہیں، اور بہت لوگ ایسے ہیں، جو گناہوں کے پوشیدہ رہنے سے جری ہو گئے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جو نیک نامی کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہیں۔ خدا نے اس شخص کی طرح دنیا میں مہلت دے کر کسی اور کو نہیں آزمایا۔

۱؎ اس کی دوسری روایت کے لیے دیکھیے فقرہ ۴۵۵

۱۱۴- هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

۱۱۴- دوست اور دشمن - میرے سلسلے میں دو طرح کے لوگ تباہ ہوئے، حد سے بڑھنے والا دوست (کہ خدا کہنے لگے) اور آگے بڑھا ہوا دشمن۔ (دیکھیے فقرہ ۴۶۲)

۱۱۵- اِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ

۱۱۵- تضیع اوقات - وقت فرصت کا ہاتھ سے دینا غم کا سبب ہے۔

۱۱۶- مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا، وَالسَّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا، يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ

۱۱۶- دنیا - دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ چھونے میں نرم، اور پیٹ میں خطرناک زہر، ناسمجھ جاہل (دیکھ کے) لوٹ پڑتا ہے اور صاحب عقل و دانشمند ڈرتا ہے۔

۱۱۷- حضرت سے قریش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ نُحِبُّ حَدِيثَ رِجَالِهِمْ، وَالنِّكَاحَ فِي نِسَائِهِمْ، وَأَمَّا بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْيًا وَأَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظُهُورِهَا، وَنَحْنُ فَأَبْذَلُ لِمَا فِي أَيْدِينَا وَأَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوسِنَا، وَهُمْ أَكْثَرُ وَأَمْكَرُ وَأَنْكَرُ، وَنَحْنُ أَفْصَحُ وَأَنْصَحُ وَأَصْبَحُ۔

(قریش کے اس وسیع خاندان کی شاخوں میں سے) بنو مخزوم قریش کے پھول ہیں، ان کے مردوں کی باتیں محبوب، اور ازدواجی زندگی میں ان کی عورتیں (خوش سلیقہ)، اور بنی عبد شمس رائے دور اندیش، افتاد اور مصیبت میں پیش بندی کرنے والے، اور ہم (بنی ہاشم) جو ہاتھ میں ہو اسے عطا کرنے والے، موت (جنگ) کے وقت جان پیش کرنے والے (بنی عبد شمس) اکثریت میں ہیں، ہوشیار اور بدصورت ہیں اور ہم (ہاشمی) فصیح مخلص اور خوب صورت ہیں۔

۱۱۸- شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ: عَمَلٌ تَذْهَبُ لَذَّتُهُ وَتَبْقَى تَبِعَتُهُ، وَعَمَلٌ تَذْهَبُ مَؤُونَتُهُ وَيَبْقَى أَجْرُهُ۔

۱۱۸- دو عمل - ایسے دو عملوں میں کتنا فرق ہے: ایک وہ عمل جس کی لذت ختم اور بھگتان باقی رہے گا، اور وہ عمل جس کی زحمت فنا اور ثواب باقی رہے گا۔

۱۱۹- ایک جنازے کی مشایعت فرما رہے تھے کہ ایک آدمی کی ہنسی سن کر فرمایا:

كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَكَأَنَّ الْحَقَّ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَكَأَنَّ الَّذِي نَرَى مِنَ الْأَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيلٍ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ، نُبَوِّئُهُمْ أَجْدَاثَهُمْ، كَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ، ثُمَّ نَسِينَا

جیسے موت ہمارے (شرکائے جنازہ) کے علاوہ دوسروں کے لیے ہے، یا موت کا حق دنیا میں غیروں پر لازمی ہے، یا یہ مرنے والے جنھیں ہم دیکھتے ہیں بہت جلدی واپس آجائیں گے۔ ان کو قبروں میں اس طرح رکھتے ہیں گویا ہم ان کے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے، اس کے بعد ہم ہر واعظ اور اس کے وعظ کو بھول جاتے ہیں (یہ مردوں اور عورتوں کے جنازے

كُلِّ وَاعِظٍ وَّ وَاعِظَةٍ وَ رُمِينَا بِكُلِّ جَائِحَةٍ، طُوبىٰ لِمَنْ ذَلَّ فِي نَفْسِهٖ وَطَابَ كَسْبُهٗ وَصَلَحَتْ سَرِيرَتُهٗ وَحَسُنَتْ خَلِيقَتُهٗ وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهٖ، وَاَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهٖ، وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ، وَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَلَمْ يُنْسَبْ اِلَى بِدْعَةٍ ؛

بھول جاتے ہیں) ۔ مبارک ہیں وہ جن کا نفس مطیع اور رام ہو گیا، جن کا عمل نیک ہے، اور باطن پاک ہے، ان کا نتیجہ اچھا ہے اور جنھوں نے اپنے مال کا بقیہ حصہ (راہِ خدا میں) صرف کیا، زبان سے شرف حاصل کیا، اپنے نقصان کو لوگوں (تک پہنچنے) سے روک لیا۔ (کسی کو نقصان نہیں پہنچایا) سنت (نبی) دشوار نہ سمجھی، اور بدعت سے رشتہ نہ جوڑا (بعض لوگ اس کلام کو اور اس سے پہلا کلام رسولِ اکرمؐ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں ــ رضیؒ)

۱۲۰۔ غَيْرَةُ الْمَرْاَةِ كُفْرٌ وَغَيْرَةُ الرَّجُلِ اِيْمَانٌ ۔

۱۲۰۔ شرم ۔ عورت کے لیے شرم کفر، اور مرد کی شرم ایمان ہے (کیونکہ عورت کی شرم و حمیت مرد کو اس عورت سے روک سکتی ہے جو حلال کو حرام کرنے کے برابر ہے، اور مرد کی غیرت یعنی زنا سے بچنا مستلزم ایمان ہے [1])

۱۲۱۔ لَاَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِي، اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ وَالتَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ، وَالْيَقِينُ هُوَ التَّصْدِيقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَالْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَاءُ وَالْاَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ ۔

۱۲۱۔ حقیقتِ اسلام ۔ میں اسلام کی وہ تعریف کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ اسلام کے معنے ہیں تسلیم، تسلیم کا مطلب ہے یقین، اور یقین تصدیق ہے اور تصدیق سے مراد ہے اقرار، اور اقرار اداء، اور اداءِ عمل کو کہتے ہیں۔

۱۲۲۔ عَجِبْتُ لِلْبَخِيلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِي مِنْهُ هَرَبَ، وَيَفُوتُهُ الْغِنَى الَّذِي اِيَّاهُ طَلَبَ۔ فَيَعِيشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَاءِ وَيُحَاسَبُ فِي الْاٰخِرَةِ حِسَابَ الْاَغْنِيَاءِ وَعَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً وَّيَكُونُ غَدًا جِيفَةً وَعَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللهِ وَهُوَ يَرَى خَلْقَ اللهِ وَعَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى مَنْ يَمُوتُ وَعَجِبْتُ لِمَنْ اَنْكَرَ النَّشْاَةَ الْاُخْرَى وَهُوَ يَرَى

۱۲۲۔ بُری صفتیں ۔ مجھے کنجوس پر تعجب ہوتا ہے جو اس فقیری کے لیے جلدی کرتا ہے جس سے بھاگا ہے، اور اس سرمایہ داری کو ہاتھ سے دیتا ہے جس کو ڈھونڈتا تھا، وہ (مال خرچ نہ کرکے) دُنیا میں محتاجوں کی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں مال داروں کا سا حساب دیتا ہے۔ اور مجھے اس متکبّر پر تعجب ہوتا ہے جو کل نطفہ تھا اور دوسرے دن مُردہ ہو جائے گا اور خدا کے بارے میں شک کرنے والے پر حیرانی ہوتی ہے۔ کہ وہ اللہ کی مخلوق دیکھتا ہے (اور پھر انکار کرتا ہے) اور اس پر بھی تعجب ہوتا ہے جو دوسری مرتبہ خلقت (حشر) کا انکار کرتا ہے حالانکہ

[1] ترجمہ حاشیہ محمد عبدہ جو مطابق ہے ابن میثم اور فیض الاسلام سے، لیکن ابن ابی الحدید نے کچھ اور مطلب لکھا ہے (ملاحظہ ہو جلد رابع ص ۴۰۲ ۔ م ح)

النَّشْأَةَ الْأُوْلٰى وَعَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَاءِ وَتَارِكِ دَارِ الْبَقَاءِ

۱۲۳۔ مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ وَلَا حَاجَةَ لِلّٰهِ فِيْمَنْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْ مَالِهٖ وَنَفْسِهٖ نَصِيْبٌ۔

۱۲۴۔ تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِيْ اَوَّلِهٖ وَتَلَقَّوْهُ فِيْ اٰخِرِهٖ فَاِنَّهٗ يَفْعَلُ فِي الْاَبْدَانِ كَفِعْلِهٖ فِي الْاَشْجَارِ: اَوَّلُهٗ يُحْرِقُ وَاٰخِرُهٗ يُوْرِقُ۔

۱۲۵۔ عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوْقَ فِيْ عَيْنِكَ۔

۱۲۶۔ وَقَدْ رَجَعَ مِنْ صِفِّيْنَ فَاَشْرَفَ عَلَى الْقُبُوْرِ بِظَاهِرِ الْكُوْفَةِ۔

يَا اَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوْحِشَةِ وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَالْقُبُوْرِ الْمُظْلِمَةِ، يَا اَهْلَ التُّرْبَةِ يَا اَهْلَ الْغُرْبَةِ، يَا اَهْلَ الْوَحْدَةِ، يَا اَهْلَ الْوَحْشَةِ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَاحِقٌ، اَمَّا الدُّوْرُ فَقَدْ سُكِنَتْ وَاَمَّا الْاَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ وَاَمَّا الْاَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ، هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: اَمَا لَوْ اُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَاَخْبَرُوْكُمْ اَنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔

۱۲۷۔ وَقَدْ سَمِعَ رَجُلًا يَذُمُّ الدُّنْيَا فَقَالَ:

اَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا الْمُغْتَرُّ بِغُرُوْرِهَا الْمُنْخَدِعُ بِاَبَاطِيْلِهَا! اَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا، اَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا اَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ

پہلی تخلیق (قبل فنا) اس کے پیش نظر ہے۔

۱۲۳۔ بے عملی۔ جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے خدا اسے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ خدا کو اس کی کیا ضرورت جس کے مال اور جس کی جان میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

۱۲۴۔ صحت۔ سردی کے آغاز سے بچو، اور آخر میں جا ملو (بہت احتیاط کی ضرورت نہیں کہ بدن عادی ہو جاتا ہے) کیونکہ سردی جسم پر وہ عمل کرتی ہے جو درختوں پر کہ شروع میں جلا دیتی ہے اور آخر میں پتے نکالتی ہے۔

۱۲۵۔ عظمت خالق۔ تمھاری نگاہ میں مخلوق کو حقیر کر دے گی۔

۱۲۶۔ قبرستان دیکھ کر۔ صفین سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستے میں کوفے کے باہر قبرستان پر پہنچے تو فرمایا:

اے ڈراؤنے شہر! اے ویران مکان! اے تاریک قبرو! اور اے خاک کے رہنے والے! اے مسافر، اے تنہا، اے وحشت کے مقامات کے باشندو! تم ہمارے لیے پہلے پہنچ گئے، اور ہم تمھارے بعد آنے اور تم سے ملنے والے ہیں، وہ (تمھارے) مکان آباد ہو گئے، تمھاری بیویاں بیاہ دی گئیں، مال تقسیم ہو گئے، یہ خبر تو ہم نے سنائی، تم بتاؤ کیا خبر ہے؟

پھر ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا: اگر انھیں بولنے کی اجازت مل جائے، تو یہ تمھیں خبر دیں گے کہ بہترین سامانِ سفر تقویٰ ہے۔[1] (البیان ج ۳ ص ۹۹ عقد ج ۲/۶۰-م)

۱۲۷۔ دُنیا کی تعریف۔ کسی کو سنا کہ وہ دنیا کی مذمت کر رہا ہے تو فرمایا:

اے دنیا کو بُرا کہنے والے، اور اس کے دھوکے میں آنے والے، اس کے غلط وعدوں کے فریب میں مبتلا! دنیا کے پھندے میں پھنسنے کے بعد اسے بُرا کہتا ہے۔ تو نے جرم کیا ہے یا اس نے تیرا کچھ

عَلَيْكَ؟ مَتٰى اسْتَهْوَتْكَ اَمْ مَتٰى غَرَّتْكَ؟ اَبِمَصَارِعِ اٰبَاۗئِكَ مِنَ الْبِلٰى، اَمْ بِمَضَاجِعِ اُمَّهَاتِكَ تَحْتَ الثَّرٰى؟ كَمْ عَلَّلْتَ بِكَفَّيْكَ؟ وَكَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْكَ؟ تَبْتَغِيْ لَهُمُ الشِّفَاۗءَ وَتَسْتَوْصِفُ لَهُمُ الْاَطِبَّاۗءَ، غَدَاةَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ دَوَاۗؤُكَ وَلَا يُجْدِيْ عَلَيْهِمْ بُكَاۗؤُكَ، لَمْ يَنْفَعْ اَحَدَهُمْ اِشْفَاقُكَ وَلَمْ تُسْعَفْ فِيْهِ بِطِلْبَتِكَ، وَلَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ، وَقَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ وَبِمَصْرَعِهٖ مَصْرَعَكَ۔

اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارُ عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَدَارُ غِنًى لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَدَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ اَحِبَّاۗءِ اللّٰهِ، وَمُصَلّٰى مَلٰۗئِكَةِ اللّٰهِ، وَمَهْبِطُ وَحْيِ اللّٰهِ، وَمَتْجَرُ اَوْلِيَاۗءِ اللّٰهِ، اِكْتَسَبُوْا فِيْهَا الرَّحْمَةَ وَرَبِحُوْا فِيْهَا الْجَنَّةَ۔

فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ اٰذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَنَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَنَعَتْ وَاَهْلَهَا فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَاۗئِهَا الْبَلَاۗءَ وَشَوَّقَتْهُمْ بِسُرُوْرِهَا اِلَى السُّرُوْرِ! رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ وَابْتَكَرَتْ بِفَجِيْعَةٍ، تَرْغِيْبًا وَتَرْهِيْبًا وَتَخْوِيْفًا وَتَحْذِيْرًا۔ فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ وَحَمِدَهَا اٰخَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوْا، وَحَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوْا، وَوَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوْا!

بگاڑا ہے؟ اس نے تجھے کب لبھایا اور کب دھوکا دیا؟ (کیا اس سے دھوکا دیا کہ) تیرے کہنہ مقبرے (دکھائے) یا خاک کے نیچے تیری ماؤں کی آرام گاہوں سے؟ کتنے ایسے موقعے آئے جب تو نے اپنے ہاتھوں بیماروں کی تیمارداری کی، کتنی مرتبہ ان کے لیے علاج چاہا۔ ان کے لیے تندرستی چاہی طبیبوں سے دواؤں کے فائدے پوچھے؟

صبح کو تمھاری دواؤں نے انھیں (موت سے) بے پروا نہ کیا، نہ تمھارے رونے نے انھیں فائدہ پہنچایا، تمھاری بے چینی اور تمھاری خواہش (صحت) نے انھیں نفع نہ دیا، نہ تمھاری قوت نے موت کو دور کیا (اس وقت) دنیا نے تیرے لیے تمثیل پیش کی، اور اس (مریض) کو مار کے تمھاری موت (دکھائی)۔

دنیا اس کے لیے سچائی کا گھر ہے جو اس کے ساتھ سچا ہے، جو اسے سمجھ گیا اس کے لیے تندرستی کی جگہ ہے، یہ سرمایہ داری کا ٹھکانا ہے جو اس سے سامان سفر لے، اور نصیحت کا مقام، جو نصیحت حاصل کرے۔ یہ تو دوستان خدا کی مسجد، اس کے ملائکہ کا مصلےٰ، وحی کی منزل، اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے جس میں وہ رحمت کماتے ہیں اور جنت کا نفع اٹھاتے ہیں۔

کون اس کی مذمت کرتا ہے؟ ارے اس نے تو اپنی جدائی اور فراق کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنا اور اپنے رہنے والوں کا تعارف کرا دیا۔ لوگوں کے لیے اس کی آزمائشوں کی بلا تمثالا پیش کر دی، انھیں اپنے سرور کا شوقین بنا کر سرور بنا دیا، وہ رات آرام میں گذارتی ہے اور صبح کرتی ہے تو مصیبت کے ساتھ، شوق دلاتی ہے، ڈراتی ہے، خوف زدہ کرتی ہے، دھمکاتی ہے۔ تو صبح کو شرمندہ ہونے والے برا کہتے ہیں، اور دوسرے (یعنی کامیاب) قیامت کے دن اس کی تعریف کرتے ہیں — انھیں دنیا نے یاد دلائی تو یہ یاد کرنے لگے، اس نے ان سے باتیں کیں جس کی انھوں نے تصدیق کی۔ انھیں نصیحت کی تو یہ مان گئے۔

۱۲۸۔ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُنَادِي فِي كُلِّ يَوْمٍ: "لِدُوا لِلْمَوْتِ وَاجْمَعُوا لِلْفَنَاءِ، وَابْنُوا لِلْخَرَابِ".

۱۲۸۔ **اعلانِ غیبی**۔ خدا کا ایک فرشتہ ہے جو روز اعلان کرتا ہے: موت کے لیے پیدا کرو، فنا کے لیے جمع کرو، ویران ہونے کے لیے آباد کرو۔

۱۲۹۔ الدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ، وَالنَّاسُ فِيهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَرَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا۔

۱۲۹۔ **دُنیا**۔ ایک راستہ ہے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ اس میں دو طرح کے آدمی ہیں: ایک وہ جس نے دل بیچ دیا تو دنیا نے اسے تباہ کر دیا، اور ایک نے اپنا نفس اس سے خرید لیا، تو دنیا نے اسے آزاد کر دیا۔

۱۳۰۔ لَا يَكُونُ الصَّدِيقُ صَدِيقًا حَتَّى يَحْفَظَ أَخَاهُ فِي ثَلَاثٍ: فِي نَكْبَتِهِ، وَغَيْبَتِهِ، وَوَفَاتِهِ۔

۱۳۰۔ **دوستی کا معیار**۔ دوست اس وقت تک دوست نہیں جب تک تین باتوں کا خیال نہ کرے: مصیبت میں (ہمدردی)، غیر حاضری میں (حفظِ ناموس) اور مرنے کے بعد (ذکرِ خیر)۔

۱۳۱۔ مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعًا لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعًا: مَنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ الْإِجَابَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُولَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الِاسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ۔

۱۳۱۔ **چار باتیں**۔ جسے چار چیزیں مل گئیں۔ وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا۔ دعا کے بعد حاجت روائی، توبہ کے بعد قبولیت، استغفار کے بعد مغفرت اور شکر کے بعد زیادتی (نعمت) سے محروم نہیں رہتا۔

اس کلام کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے۔ دعا کے بارے میں ارشاد ہے: "اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (۱) استغفار کے لئے ہے "وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَحِيمًا" (۲) اور شکر کے لئے فرمایا "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (۳) اور توبہ کے لئے "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولٰئِكَ يَتُوبُ ..." (۴)

۱۳۲۔ الصَّلَاةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَالْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ، وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ۔

۱۳۲۔ **فروعِ دین**۔ نماز ہر متقی کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے، روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے، عورت کا جہاد ہے شوہر کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنا۔

۱۳۳۔ اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَيْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ۔

۱۳۳۔ **صدقہ**۔ صدقہ دے کر رزق مانگو، اور جو عوض (وحساب) کا یقین رکھتا ہے وہ عطا میں سخاوت سے کام لیتا ہے۔

---

(۱) س ۴۰ ی ۶۰ "تم مجھے پکارو میں اس کو سنوں گا" (۲) س ۴ ی ۱۱۰ "جو شخص برا کام کرے گا یا اپنے اوپر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو خدا کو غفور و رحیم پائے گا" (۳) س ۱۴ ی ۷ "اگر شکر کرو گے تو میں (نعمت میں) اضافہ کروں گا" (۴) س ۴ ی ۱۷ "خدا ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو گناہ ناواقفیت کی وجہ سے کرتے اور جلدی ہی توبہ کرتے ہیں، ان لوگوں کی توبہ خدا قبول فرماتا ہے کہ وہ علیم و حکیم ہے۔" ابن ابی الحدید کی رائے میں یہ حضرت ہی کا کلام ہے لیکن فیض الاسلام نے ترجمہ میں (رسید رضی فرماید) لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ بے محل اضافہ ہے۔ م ح

۱۳۴۔ تَنْزِلُ الْمَعُوْنَةُ عَلٰی قَدْرِ الْمُؤْنَةِ۔

۱۳۴۔ توفیق الٰہی۔ زحمتوں کے لحاظ سے توفیقات خدا نازل ہوتی ہیں۔

۱۳۵۔ مَا عَالَ امْرُءٌ اقْتَصَدَ۔

۱۳۵۔ کفایت شعاری جس شخص نے (کفایت شعاری اور) درمیانہ روی سے کام لیا وہ محتاج نہ ہوا۔

۱۳۶۔ قِلَّةُ الْعِيَالِ اَحَدُ الْيَسَارَيْنِ وَالتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَالْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ۔

۱۳۶۔ اہل وعیال کی کمی ایک قسم کی سرمایہ داری (و آسانی ہے) اور دوستی و محبت آفرینی آدھی عقل ہے اور غم و رنج آدھا بڑھاپا۔

۱۳۷۔ يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ وَمَنْ ضَرَبَ عَلٰی فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِيْبَتِهٖ حَبِطَ اَجْرُهٗ۔

۱۳۷۔ صبر اور مصیبت۔ صبر مصیبت کے مطابق ملتا ہے۔ جس نے اپنی مصیبت کے وقت زانو پیٹا، اُس کا ثواب ضبط ہو گیا۔

۱۳۸۔ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ وَالْعَنَاءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَاَفْطَارُهُمْ۔

۱۳۸۔ بے کار عمل۔ بہت سے روزے دار ہیں جنھیں روزے سے صرف بھوک اور پیاس ملتی ہے، اور بہت سے راتوں کو عبادت کرنے والے ہیں، جن کے کھڑے رہنے سے جاگنے اور زحمت کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ سمجھ داروں کی نیند اور بیداری کا کیا کہنا (کہ جو کچھ ہے مفید)۔

۱۳۹۔ سُوْسُوْا اِيْمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَحَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ وَادْفَعُوْا اَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ۔

۱۳۹۔ صدقہ۔ صدقہ دے کر اپنے ایمان کا انتظام کرو اور زکوٰۃ دے کر مال بچاؤ، اور دُعا سے بلاؤں کے طوفان ڈھکیل دو۔

۱۴۰۔ کمیل سے میدان میں باتیں۔ کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے میرا ہاتھ پکڑا اور میدان میں لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو ایک لمبی سانس لی اور فرمایا:

يَا كُمَيْلُ ابْنَ زِيَادٍ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ اَوْعِيَةٌ فَخَيْرُهَا اَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكَ:

کمیل! یہ دل برتن ہیں، ان میں سے اچھا وہ ہے جو زیادہ محفوظ رکھتا ہے، تم سے جو میں کہوں اُسے یاد رکھو:

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰی سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَهَمَجٌ رَعَاعٌ، اَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ، لَمْ يَسْتَضِيْئُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ وَلَمْ يَلْجَئُوْا اِلٰی رُكْنٍ وَثِيْقٍ۔

لوگ تین قسم کے ہیں: عالم ربّانی، نجات (و علم دین) کے راستے کا طالب علم، اور یہ کمزور و فضول اشخاص، جو ہر چیخنے والے کے پیچھے، اور ہر ہوا کے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے عقل کے نور سے روشنی نہ لی، کسی مضبوط رکن سے پناہ نہ لی۔

يَا كُمَيْلُ! اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَاَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ وَالْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْاِنْفَاقِ، وَصَنِيْعُ

کمیل! علم مال سے بہتر ہے، کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کو بچاتے پھرتے ہو، اور مال خرچ ہونے سے کم ہو جاتا ہے، علم استعمال کرنے سے نشوونما پاتا ہے۔ مالی مصنوعات مال کے ختم ہوتے

السائل بزواله.

يا كميل بن زياد! معرفة العلم دين يدان به، به يكسب الانسان الطاعة في حياته وجميل الاحدوثة بعد وفاته والعلم حاكم والمال محكوم عليه.

يا كميل بن زياد! هلك خزان الاموال وهم احياء والعلماء باقون ما بقي الدهر، اعيانهم مفقودة وامثالهم في القلوب موجودة! ها! ان ههنا لعلما جما واشار بيده الى صدره، لو اصبت له حملة! بلى اصبت لقنا غير مامون عليه مستعملا آلة الدين للدنيا، مستظهرا بنعم الله على عباده وبحججه على اوليائه، او منقادا لحملة الحق لا بصيرة له في احنائه، ينقدح الشك في قلبه لاول عارض من شبهة، ألا لا ذا ولا ذاك، او منهوما باللذة سلس القياد للشهوة، او مغرما بالجمع والادخار، ليسا من رعاة الدين في شيء، اقرب شيء شبها بهما الانعام السائمة. كذلك يموت العلم بموت حامليه.

اللهم بلى، لا تخلو الارض من قائم لله بحجة، اما ظاهرا مشهورا، واما

ہی ختم ہو جاتی ہیں

اے کمیل! معرفت علم ایک مذہب ہے جس کے لوگ پرستار ہیں۔ اس کے سہارے انسان زندگی میں عبادت (کا فائدہ) حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد اچھا (نتیجہ) ذکر۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم (دفنا کا غلام)

کمیل! مال کے جمع کرنے والے اپنی زندگی میں ہلاک ہو گئے، اور علماء زمانہ جب تک باقی ہے باقی ہیں (باقی رہیں گے) ان کے اجسام اُٹھ گئے مگر دلوں میں تصویریں ہیں۔

یاد رکھو! یہاں — اپنے سینۂ مبارک کی طرف ارشاد فرمایا — بے انتہا علم ہے۔ کاش اس کے اٹھانے والے کامل جاتے — ہاں کچھ حاصل کرنے کے شوقین ہیں مگر ان کے لیے اطمینان نہیں، کیونکہ یہ لوگ دین کو (تحصیل) دنیا کا آلہ بنانے والے ہیں، وہ خدا کی نعمتوں کو (شکر ادا کرنے کے بجائے) بندوں پر جتانے والے ہیں اور اس کی حجتوں (عقل و علم) سے اولیاء اللہ (پر برتری چاہنے والے ہیں) یا پھر ایسے ہیں جو حق کے پرستار تو ہیں مگر ان کے گوشہ ہائے دماغ میں بصیرت نہیں۔ پہلا شبہ جو ان کے دل میں پیدا ہوگا ہے وہ شک کی چنگاریاں چمکا دیتا ہے، لیکن دونوں میں کوئی اس (علم) کے قابل نہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو لذتوں کے ازحد شوقین، خواہشات کے بہت جلد مطیع ہونے والے، یا جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی پر فریفتہ ہیں۔ یہ دونوں (یعنی عیاش اور زر اندوز) بھی دین کے محافظ اور اور کسی کام کے نہیں ہیں۔ ان سے ملتے جلتے تو چرنے والے جانور ہیں اور بس اسی وجہ سے (عالم کو صحیح وارث نہ ملنا) علما کے ساتھ ساتھ علم بھی مر جاتا ہے۔

لیکن، زمین حجت خدا (امام) سے خالی نہیں رہتی۔ یا وہ ظاہر و معلوم ہوگا یا خوفِ اعدا سے پردۂ غیب میں ہوگا اور یہ (وجود امام) اس

خَائِفاً مَغْمُوراً، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللّٰهِ وَبَيِّنَاتُهُ. وَكَمْ ذَا وَأَيْنَ؟ أُولٰئِكَ۔ وَاللّٰهِ ــ الْأَقَلُّونَ عَدَداً، وَالْأَعْظَمُونَ عِنْدَ اللّٰهِ قَدْراً: يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَبَيِّنَاتِهِ حَتّٰى يُودِعُوهَا نُظَرَاءَهُمْ وَيَزْرَعُوهَا فِي قُلُوبِ أَشْبَاهِهِمْ، هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيقَةِ الْبَصِيرَةِ وَبَاشَرُوا رُوحَ الْيَقِينِ وَاسْتَلَانُوا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُونَ، وَأَنِسُوا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُونَ وَصَحِبُوا الدُّنْيَا بِأَبْدَانٍ أَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْأَعْلٰى، أُولٰئِكَ خُلَفَاءُ اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ، وَالدُّعَاةُ إِلٰى دِينِهِ آهِ آهِ شَوْقاً إِلٰى رُؤْيَتِهِمْ! اِنْصَرِفْ يَا كُمَيْلُ إِذَا شِئْتَ۔

لیے ہے کہ کہیں حجت الٰہی اور بینات خداوندی سے زمین خالی نہ ہو جائے، یہ لوگ کتنے ہیں اور کہاں ہیں؟ (یعنی تھوڑے ہیں اور عوام کے ہنگاموں سے دور) یہ لوگ ــــ بخدا ــــ عدد میں کم، اور خدا کے یہاں عزت میں زیادہ ہیں، جن سے خدا اپنی حجتوں اور آیتوں[1] (احکام اسلام و سیرت پیغمبر) کی حفاظت کراتا ہے (یہ حفاظت اس وقت تک ہوتی ہے کہ) جب تک کہ وہ (امام) اپنے جیسے (معصوم) کو وہ امانت سپرد نہیں کر دیتا (اس کا منصب پورا نہیں ہوتا) وہ ان حقائق کو اپنے جیسے منصب دار (معصوم) کے دل میں بو دیتے ہیں، ان پر بصیرت و علم حقیقی ایک ساتھ نازل ہوتا ہے، یہ لوگ سکونِ یقین سے جا ملتے ہیں، اور عشرت پسند انسانوں کی سختیاں نرم کر لیتے ہیں جس سے جاہلوں کو وحشت ہوتی ہے۔ یہ اس سے مانوس ہوتے ہیں۔ دنیا میں یہ ایسے جسموں کے ساتھ رہتے ہیں جن کی روحیں منزل بلند (حضور خداوندی) میں رہتی ہیں ــــ یہ زمین پر نائبین خدا ہیں اور اس کے دین کے داعی ــــ

ہائے، ان (سب) کو دیکھنے کا شوق ہے ــــ اچھا کمیل جب دل چاہے تو چلے جاؤ۔

۱۴۱۔ اَلْمَرْءُ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ۔

۱۴۱۔ زبان ۔ انسان زبان (کے پردے) میں چھپا ہوا ہے)۔

۱۴۲۔ هَلَكَ امْرُؤٌ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ۔

۱۴۲۔ عزت کا راز ۔ جسے اپنی قیمت معلوم نہیں، وہ تباہ ہو گیا۔

۱۴۳۔ لِرَجُلٍ سَأَلَهُ أَنْ يَعِظَهُ: لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُو الْآخِرَةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ، وَيُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُولِ الْأَمَلِ، يَقُولُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِينَ وَيَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِينَ، إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ وَإِنْ مُنِعَ لَمْ يَقْنَعْ يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ

۱۴۳۔ وعظ کی فرمائش پر ۔ ان میں سے نہ ہونا جو بغیر عمل آخرت کی تمنا کرتے ہیں، اور (طول امل کے ساتھ توبہ کو ملتوی کرتا رہتا ہے دنیا کے لیے زاہدوں کی سی باتیں کرتا ہے اور دنیا پرستوں کے جیسے عمل، اگر دنیا سے کچھ ملتا ہے تو پیٹ نہیں بھرتا، اور اگر محروم کر دیا جاتا ہے، تو صبر نہیں کرتا، جو ملا اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے،

---

[1] قرآن وسنت واحکام شریعت وغیرہ۔ م ح

وَيَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا بَقِيَ، يَنْهَى وَلَا يَنْتَهِي
وَيَأْمُرُ بِمَا لَا يَأْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَ
لَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ وَيُبْغِضُ الْمُذْنِبِينَ وَهُوَ
أَحَدُهُمْ يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهِ وَيُقِيمُ
عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتُ لَهُ، إِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا
وَإِنْ صَحَّ أَمِنَ لَاهِيًا، يُعْجَبُ بِنَفْسِهِ إِذَا
عُوفِيَ وَيَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ إِنْ أَصَابَهُ بَلَاءٌ دَعَا
مُضْطَرًّا، وَإِنْ نَالَهُ رَخَاءٌ أَعْرَضَ مُغْتَرًّا
تَغْلِبُهُ نَفْسُهُ عَلَى مَا يَظُنُّ، وَلَا يَغْلِبُهَا
عَلَى مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلَى غَيْرِهِ بِأَدْنَى
مِنْ ذَنْبِهِ وَيَرْجُو لِنَفْسِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ
عَمَلِهِ، إِنِ اسْتَغْنَى بَطِرَ وَفُتِنَ، وَإِنِ افْتَقَرَ
قَنَطَ وَوَهَنَ يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ، وَيُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ،
إِنْ عَرَضَتْ لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ،
وَسَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَإِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ
عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ- يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَ لَا
يَعْتَبِرُ وَيُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَلَا يَتَّعِظُ فَهُوَ
بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَمِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ،
يُنَافِسُ فِيمَا يَفْنَى، وَيُسَامِحُ فِيمَا يَبْقَى
يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا وَالْغُرْمَ مَغْنَمًا
يَخْشَى الْمَوْتَ وَلَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ، يَسْتَعْظِمُ
مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهِ مَا يَسْتَقِلُّ أَكْثَرَ مِنْهُ
مِنْ نَفْسِهِ، وَيَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهِ مَا
يَحْقِرُهُ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهِ- فَهُوَ عَلَى
النَّاسِ طَاعِنٌ وَلِنَفْسِهِ مُدَاهِنٌ اللَّغْوُ

جو (نعمت) باقی ہے اس میں زیادتی چاہتا ہے۔ اسے روکا جاتا ہے مگر وہ
(ہوس رانی سے) نہیں رکتا۔ ایسی چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے جنھیں بجا
نہیں لاتا۔ گناہ گاروں سے دشمنی رکھتا ہے۔ مگر خود بھی ان میں کا ایک
ہے۔ گناہوں کی زیادتی کی بنا پر موت کو پسند نہیں کرتا اور ایسے عمل
پر قائم ہے جن سے موت ناپسند ہوتی ہے۔ اگر بیمار ہو جاتا تو شرمندہ
ہوتا اور پچھتاتا ہے، اور جب تندرست ہوتا ہے تو مطمئن ہو کر بے فکر بھی
بن جاتا ہے۔ تندرستی میں اپنے اوپر ناز کرتا، اور آزمائش میں مایوس ہو
جاتا ہے۔ اگر کوئی امتحان آ پڑتا ہے تو پکار اٹھتا ہے، اور اگر آرام
نصیب ہو جائے تو دیوانہ بن جاتا ہے۔ خیالات میں اس کا نفس اس پر
مسلّط ہے، لیکن یقین میں غالب نہیں۔ دوسرے معمولی گناہ پر ڈرتا
ہے لیکن اپنے لیے اپنے عمل سے زیادہ (اجر) کی امید رکھتا ہے۔ اگر
فراغت و اطمینان نصیب ہوتا ہے تو مغرور و دیوانہ ہو جاتا ہے اور
اگر محتاج ہوتا ہے تو (خدا سے) مایوس اور سست (عقیدہ) ہو جاتا ہے۔
عمل کرتا ہے تو کوتاہی کے ساتھ، مگر جب سوال کرتا ہے تو بڑے زور
میں، اگر ہوس پیدا ہوتی ہے تو (اقدام) گناہ میں جلدی اور توبہ میں
تاخیر کرتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پیدا ہو جاتی ہے تو دین کی پابندیوں
سے الگ ہو جاتا ہے۔ عبرتوں کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ مگر خود سبق
نہیں لیتا۔ وعظ (گوئی) میں بڑا مبالغہ کرتا ہے مگر خود نصیحت قبول نہیں
کرتا، تو گویا وہ قول پر ناز کرتا ہے لیکن عمل میں کچھ نہیں۔ فنا ہونے والی
چیزوں میں مقابلہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی چیزوں میں سستی کرتا ہے،
وہ نفع (اخروی) کو نقصان اور نقصان (آخرت) کو نفع سمجھتا ہے۔
موت سے ڈرتا ہے مگر فنا کی طرف نہیں بڑھتا، غیروں کے ان گناہوں
کو بہت سمجھتا ہے، جو اس کے اکثر گناہوں کے مقابلے میں کم ہیں اور
اپنے ان عبادات کو زیادہ سمجھتا ہے۔ جب دوسروں کے مقابلے میں حقیر
ہے۔ اس کے اکثر طرح یہ دوسروں پر طعن کرتا ہے اور اپنے سلسلے

مَعَ الْاَغْنِيَاۤءِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاۤءِ يَحْكُمُ عَلٰى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ وَيُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَيُغْوِيْ نَفْسَهٗ فَهُوَ يُطَاعُ وَيَعْصِيْ وَيَسْتَوْفِيْ وَلَا يُوْفِيْ، وَيَخْشَى الْخَلْقَ فِيْ غَيْرِ رَبِّهٖ، وَلَا يَخْشٰى رَبَّهٗ فِيْ خَلْقِهٖ۔

میں سہل انگار، دولت مندوں کے ساتھ فضولیات فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر یادِ خدا کرنے سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ اپنے فائدے کے بلیے دوسروں کو نقصان کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ مگر دوسروں کے لیے اپنے نقصان کا فیصلہ نہیں کرتا (چاہے صحیح ہی کیوں نہ ہو) دوسروں کی رہنمائی کرتا ہے، خود گمراہ ہوتا ہے۔ لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ خود معصیت کرتا ہے۔ اپنا حق پورا لیتا ہے مگر دوسروں کا حق ادا نہیں کرتا۔ راہ خدا کے علاوہ انسانوں سے ڈرتا ہے (قربتاً الی اللہ نہیں) اور اس کی مخلوق کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا (اگر کتاب میں اس کلام کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا، تو مفید وعظ، حکمت بالغہ اور مبصر کی بصیرت اور متفکر ناظرین کی عبرت کے لیے کافی تھا۔ رضی رح)

۱۴۴۔ لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ

۱۴۴۔ **آخرت**۔ ہر ایک کو نتیجہ دیکھنا ہے۔ خوش گوار و شیریں یا ناگوار اور ترش۔

۱۴۵۔ لِكُلِّ مُقْبِلٍ اِدْبَارٌ، وَمَا اَدْبَرَ كَاَنْ لَمْ يَكُنْ۔

۱۴۵۔ **ہر کمالے را**۔۔۔۔۔۔ ہر آنے والا (اقبال) پلٹنے (لوٹنے) والا ہے، جو پلٹ گیا وہ فنا تھا۔

۱۴۶۔ لَا يَعْدَمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ، وَاِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ۔

۱۴۶۔ **صبر کا نتیجہ**۔ متحمل آدمی کامیابی سے محروم نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ وقت زیادہ لگ جائے۔

۱۴۷۔ اَلرَّاضِيْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِيْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ: اِثْمُ الْعَمَلِ بِهٖ، وَاِثْمُ الرِّضَا بِهٖ۔

۱۴۷۔ **رضامندی**۔ کسی قوم کے عمل پر راضی رہنے والا گویا ان کا شریک کار ہے اور ہر غلطی میں شریک ہونے والے کے دو گناہ ہیں۔ ایک تو عمل کرنا، دوسرے اس پر راضی رہنا۔

۱۴۸۔ اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِيْ اَوْتَادِهَا۔

۱۴۸۔ **وعدے**۔ عہد و پیمان کی میخوں کو مضبوط کر لو۔

۱۴۹۔ عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا يُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهٖ۔

۱۴۹۔ **اطاعت امام**۔ تمھیں اس کی پیروی کرنا واجب ہے جس سے ناواقفیت کی حالت میں معذور نہ سمجھے جاؤ گے۔

۱۵۰۔ قَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ، وَقَدْ هُدِيْتُمْ اِنِ اهْتَدَيْتُمْ وَاُسْمِعْتُمْ اِنِ اسْتَمَعْتُمْ۔

۱۵۰۔ **جتنیں ختم**۔ اگر تم دیکھ سکتے ہو تو تمھیں (حقائق و بصائر) دکھا دیے گئے ہیں، اگر ہدایت چاہتے تو رہنمائی کی جا چکی، اگر سننا ہوتا تو (احکام) سنائے جا چکے۔

۱۵۱۔ عَاتِبْ اَخَاكَ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ وَارْدُدْ شَرَّهٗ بِالْاِنْعَامِ عَلَيْهِ۔

۱۵۱۔ اصلاح دوست۔ اپنے دوست کو احسان کرکے راضی کرلو اور انعام دے کر اس کے شر سے بچو۔

۱۵۲۔ مَنْ وَضَعَ نَفْسَهٗ مَوَاضِعَ التُّهْمَةِ فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ اَسَآءَ بِهِ الظَّنَّ۔

۱۵۲۔ شبہ کی جگہ۔ جو اپنے آپ کو تہمت کے مقامات پر رکھے (بازاریوں اور بدکرداروں میں بیٹھے)، تو بُرا خیال کرنے والے کو بُرا نہ کہو۔

۱۵۳۔ مَنْ مَلَكَ اِسْتَاْثَرَ، وَمَنِ اسْتَبَدَّ بِرَاْيِهٖ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِيْ عُقُوْلِهَا۔

۱۵۳۔ مشورہ۔ جو مالک (صاحب اختیار) ہوتا ہے وہ اپنی رائے کا ہوتا ہے، اور خود رائی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔ لوگوں سے مشورہ کرنے والا، لوگوں کی عقلوں میں شریک ہو جاتا ہے۔

۱۵۴۔ مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهٖ۔

۱۵۴۔ رازدار۔ جس نے اپنا راز چھپایا اس نے خوبی اور بہتری کو پایا۔

۱۵۵۔ اَلْفَقْرُ الْمَوْتُ الْاَكْبَرُ۔

۱۵۵۔ محتاجی۔ غربت و افلاس بڑی موت ہے۔

۱۵۶۔ مَنْ قَضٰى حَقَّ مَنْ لَا يَقْضِيْ حَقَّهٗ فَقَدْ عَبَّدَهٗ[1]۔

۱۵۶۔ حاجت روائی۔ جس نے کسی ایسے کا حق ادا کر دیا جس کا حق ادا نہیں کیا جاتا۔ اُس نے ایسے شخص کو غلام بنا لیا۔

۱۵۷۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

۱۵۷۔ معصیت خالق۔ میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

۱۵۸۔ لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَاْخِيْرِ حَقِّهٖ اِنَّمَا يُعَابُ مَنْ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهٗ۔

۱۵۸۔ تاخیر حق، اور حق تلفی۔ کسی کا حق ادا کرنے میں دیر کرنے سے کسی کو بُرا نہیں کہا جائے گا، ہاں بغیر استحقاق کسی چیز کے لینے والے کا عیب بیان کیا جائے گا۔

۱۵۹۔ اَلْاِعْجَابُ يَمْنَعُ مِنَ الْاِزْدِيَادِ۔

۱۵۹۔ خود پسندی۔ (کسی بات کو) بڑھانے نہیں دیتی۔

۱۶۰۔ اَلْاَمْرُ قَرِيْبٌ وَالْاِصْطِحَابُ قَلِيْلٌ۔

۱۶۰۔ موت قریب ہے۔ اور ساتھ تھوڑی دیر کے لیے۔ (پھر جدائی)۔

۱۶۱۔ قَدْ اَضَآءَ الصُّبْحُ لِذِيْ عَيْنَيْنِ۔

۱۶۱۔ عبرت۔ آنکھ والوں کے لیے صبح روشنی پھیلا چکی۔

۱۶۲۔ تَرْكُ الذَّنْبِ اَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ التَّوْبَةِ۔

۱۶۲۔ گناہ نہ کرنا۔ گناہ چھوڑنا، توبہ کرنے سے آسان ہے۔

---

[1] نسخہ فیض الاسلام میں عَبَدَہٗ بلا تشدید ہے۔ مرح

۱۶۳۔ كَمْ مِنْ أَكْلَةٍ تَمْنَعُ أَكَلَاتٍ۔

۱۶۳۔ **احتیاط**۔ اکثر یہ ہوا ہے کہ ایک لقمے نے کئی (وقت کی) غذاؤں کو روک دیا ہے (بہت سے اقدام بُرے نتائج کے سبب ہوتے ہیں۔ م م ح)

۱۶۴۔ اَلنَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا۔

۱۶۴۔ **جہالت**۔ لوگ جس سے ناواقف ہیں اس کے دشمن ہیں۔[۱]

۱۶۵۔ مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوهَ الْآرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَاءِ۔

۱۶۵۔ **مشورہ**۔ جو شخص رائے کے راستوں کا پیش آمد کا خیر مقدم کرتا ہے اُسے غلطی کے مقامات معلوم ہو جاتے ہیں۔

۱۶۶۔ مَنْ أَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِيَ عَلَى قَتْلِ أَشِدَّاءِ الْبَاطِلِ۔

۱۶۶۔ **رضائے خدا کے لیے ناراضگی**۔ جو خدا کے لیے ناراضگی کا نیزہ تیز کرے گا وہ باطل پر تعصب رکھنے والوں کے قتل و تباہ پر قابو پا جائے گا۔

۱۶۷۔ إِذَا هِبْتَ أَمْرًا فَقَعْ فِيهِ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيهِ أَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ۔

۱۶۷۔ **عزم**۔ جب کسی کام سے ڈر لگتا ہو تو اس میں جا پڑو، کیونکہ کسی چیز سے بچاؤ اس سے ڈرنے سے زیادہ اہم ہے۔

۱۶۸۔ آلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ۔

۱۶۸۔ **سرداری**۔ سرداری فراخ حوصلگی سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۶۹۔ اُزْجُرِ الْمُسِيءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ۔

۱۶۹۔ **بدکار کو دفع کرو**۔ محسن کے ثواب کا ذکر کرکے۔ (نیک کردار کی تعریف بدکار کی توہین کا سبب ہے۔ م م ح)

۱۷۰۔ اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ۔

۱۷۰۔ **شر سے بچنے کی تدبیر**۔ شر کی جڑ دوسرے کے دل سے یوں کاٹو کہ (پہلے) اپنے سینے سے اسے اکھیڑ ڈالو۔

۱۷۱۔ اَللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ۔

۱۷۱۔ **زبردستی کی بحث**۔ بات کی پچ رائے کو کند (بیکار) کر دیتی ہے۔

۱۷۲۔ اَلطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ۔

۱۷۲۔ **طمع**۔ لالچ دائمی غلامی ہے۔

۱۷۳۔ ثَمَرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَ ثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ۔

۱۷۳۔ **دور اندیشی اور کوتاہی**۔ کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی اور دور اندیشی کا پھل سلامتی ہے۔

۱۷۴۔ لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔

۱۷۴۔ **خاموشی اور گویائی**۔ فیصلے کے وقت خاموشی اسی طرح بری ہے جیسے ناواقفیت (جہالت) کی بات کرنا۔

---

[۱] قرآن میں ہے "كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا" (س ۱۰، ۳۹)

۱۷۵۔ مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ اِلَّا کَانَتْ اِحْدٰیهُمَا ضَلَالَةً۔

۱۷۵۔ دو دعوتیں۔ جب بھی دو دعوتوں میں اختلاف ہو تو اس وقت ایک گمراہی (ضرور) ہوگی۔

۱۷۶۔ مَا شَکَکْتُ فِی الْحَقِّ مُذْ اُرِیْتُهٗ۔

۱۷۶۔ علیؑ کا اسلام۔ میں نے حق میں کبھی شک نہیں کیا، جب سے اسے دیکھا ہے۔

۱۷۷۔ مَا کَذَبْتُ وَلَا کُذِبْتُ وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلَّ بِیْ۔

۱۷۷۔ کردار علیؑ۔ نہ میں جھوٹ بولا، نہ جھوٹ بلوایا جا سکا، نہ کبھی گمراہ ہؤا نہ مجھے گمراہ کرایا گیا۔

۱۷۸۔ لِلظَّالِمِ الْبَادِیْ غَدًا بِکَفِّهٖ عَضَّةٌ۔

۱۷۸۔ ظلم کا نتیجہ۔ ظالم، کل اپنے ہاتھ کی بوٹیاں کاٹے گا (قرآن میں "وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ" : س ۲۵، ی: ۲۷)

۱۷۹۔ اَلرَّحِیْلُ وَشِیْكٌ۔

۱۷۹۔ سفر قریب ہے۔

۱۸۰۔ مَنْ اَبْدٰی صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ عِنْدَ جَهَلَةِ النَّاسِ۔

۱۸۰۔ حق پرست۔ جس نے اپنا رخ حق کی طرف کیا، وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ ہو گیا۔

۱۸۱۔ مَنْ لَّمْ یُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَکَهُ الْجَزَعُ۔

۱۸۱۔ صبر۔ جسے صبر نے نجات نہ دی اسے جزع فزع نے تباہ کر دیا (صبر ہلاک نہیں کرتا)۔

۱۸۲۔ وَاعَجَبَا اَتَکُوْنُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَلَا تَکُوْنُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ؟!

۱۸۲۔ دلیل خلافت۔ تعجب ہے! صحابی ہونا خلافت کا سبب تو ہے، لیکن یہی خلافت قرابت وصحابت کے دونوں کے ساتھ نہیں مل سکتی۔

اسی مطلب کے لیے امیرالمومنینؑ کے دو شعر بھی مروی ہیں:

فَاِنْ کُنْتَ بِالشُّوْرٰی مَلَکْتَ اُمُوْرَهُمْ — فَکَیْفَ بِهٰذَا وَالْمُشِیْرُوْنَ غُیَّبٌ
وَاِنْ کُنْتَ بِالْقُرْبٰی حَجَجْتَ خَصِیْمَهُمْ — فَغَیْرُكَ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ وَاَقْرَبُ

اگر تم نے مشورے کے ذریعے ان (مسلمانوں) کے معاملات پر قبضہ کیا، تو یہ غلط تھا، کیونکہ مشورہ دینے والے (یعنی آل نبی) تو موجود نہ تھے، اور اگر رشتے کی دلیل سے حریف کو چپ کیا تو تمھارا غیر (علیؑ) تو نبیؐ سے زیادہ قریب اور تم سے بہتر ہے۔

۱۸۳۔ اِنَّمَا الْمَرْءُ فِی الدُّنْیَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِیْهِ الْمَنَایَا وَنَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَائِبُ وَمَعَ کُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِیْ کُلِّ اَکْلَةٍ غَصَصٌ وَلَا یَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰی وَلَا

۱۸۳۔ وعظ۔ دنیا میں انسان نشانہ ہے جس پر موت تیر چلاتی رہتی ہے اور لٹے ہوئے (لاوارث) قافلے کی طرح ہے کہ مصیبتیں ہر طرف سے آتی ہیں، اسے ہر گھونٹ میں اُچھو۔ اور ہر نوالے میں دکھ ہے۔ کسی شخص کو دوسری اسی وقت ملتی ہے جب پہلی نہ رہے، نہ وہ زندگی کے نئے

یَسْتَقْبِلُ یَوْمًا مِّنْ عُمُرِہٖ اِلَّا بِفِرَاقِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِہٖ فَنَحْنُ اَعْوَانُ الْمَنُوْنِ وَاَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوْفِ، فَمِنْ اَیْنَ نَرْجُوا الْبَقَاءَ وَهٰذَا اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ لَمْ یَرْفَعَا مِنْ شَیْءٍ شَرَفًا اِلَّا اَسْرَعَا الْکَرَّةَ فِیْ هَدْمِ مَا بَنَیَا، وَتَفْرِیْقِ مَا جَمَعَا!

دن کا استقبال کرتا ہے مگر جب کہ موت کا ایک وار کم کر دیتا ہے، ہم تو موت کے مددگار ہیں اور فنا کے نشانے، تو پھر ہم بقا کی امید کیسے کریں؟ جب کہ یہ دن رات کسی چیز کو بلند نہیں ہوتے دیکھتے مگر یہ کہ دونوں اس بنائی ہوئی چیز کو گرانے کے لیے جلدی سے پلٹ پڑتے ہیں۔ پھر خود ان دونوں نے جسے جمع کیا اسے متفرق کر دیتے ہیں۔

۱۸۴۔ یَا ابْنَ اٰدَمَ! مَا کَسَبْتَ فَوْقَ قُوْتِکَ فَاَنْتَ فِیْهِ خَازِنٌ لِغَیْرِکَ۔

۱۸۴۔ زر اندوزی۔ اے ابن آدم! یہ جو تو نے اپنی ضرورت سے زیادہ مہیا کیا ہے، اس کے لیے دوسروں کا خزانچی ہے (تم خرچ نہیں کرتے دوسرے اڑائیں گے)۔

۱۸۵۔ اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهْوَةً وَّاِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا فَاْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ اِقْبَالِهَا فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُکْرِهَ عَمِیَ۔

۱۸۵۔ اصلاح دل۔ دلوں کی کچھ خواہشیں اور مثبت منفی رجحانات ہیں۔ تو تم (دل کو قابو میں رکھنے کے لیے) خواہشات و مثبت رجحانات کے رُخ سے آؤ کہ بآسانی اس کی اصلاح ہو سکے (کیونکہ جب دل کو مجبور کیا جاتا ہے تو وہ نابینا ہو جاتا ہے (ضد میں جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے)۔

۱۸۶۔ حضرت فرمایا کرتے تھے: مَتٰی اَشْفِیْ غَیْظِیْ اِذَا غَضِبْتُ؟ اَحِیْنَ اَعْجِزُ عَنِ الْاِنْتِقَامِ فَیُقَالُ لِیْ لَوْ صَبَرْتَ؟ اَمْ حِیْنَ اَقْدِرُ عَلَیْهِ فَیُقَالُ لَوْ عَفَوْتَ؟

غصہ اور علیؑ۔ جب مجھے غصہ آئے تو اسے کیسے اتاروں۔ اس وقت جب انتقام سے عاجز ہوں ــــ اور کہنے والے (میری بے بسی دیکھ کر کہیں) کاش صبر کر لیا ہوتا؟ ــــ یا اختیار (انتقام) کے وقت ــــ تو لوگ کہتے ــ کیا اچھا ہوتا کہ معاف کر دیتے؟ (اس لیے غصہ ٹال کر، اس جواب دہی کا موقعہ ہی نہ آنے دوں ــ م ح)

۱۸۷۔ حضرتؑ ایک مزبلے کی طرف سے گزرے، جہاں ایک مردار پڑا تھا۔ فرمایا:

هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُوْنَ وَفِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ قَالَ هٰذَا مَا کُنْتُمْ تَتَنَافَسُوْنَ فِیْهِ بِالْاَمْسِ۔

مُردار دیکھ کر۔ یہی وہ ہے جس کو بخیل بچاتے تھے ــــ دوسری روایت ہے ــــ یہی ہے جس کے لیے کل تک تم مقابلہ و رشک کرتے تھے!

۱۸۸۔ لَمْ یَذْهَبْ مِنْ مَّالِکَ مَا وَعَظَکَ۔

۱۸۸۔ نقصان میں فائدہ۔ جو (مال) تمھیں نصیحت کر جائے (اور تجربہ دے جائے) وہ مال گیا نہیں (باقی ہے کہ فائدہ دے رہا ہے)۔

۱۸۹۔ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ کَمَا تَمَلُّ

۱۸۹۔ حکمت۔ یہ دل اسی طرح گھبرا جاتے ہیں جس طرح بدن

الأبدان فابتغوا لها طرائف الحكمة۔

سست ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے واسطے فلسفیانہ راستے اختیار کرو — (کہ جذبات زندہ رہیں)۔

۱۹۰۔ خارجیوں کو کہتے سُنا: "لا حكم إلا لله" تو فرمایا:

كلمة حق يراد بها باطل۔

بات سچّی ہے، مگر ان کی مراد باطل (سے) ہے۔

۱۹۱۔ في صفة الغوغاء: هم الذين إذا اجتمعوا غلبوا، وإذا تفرقوا لم يعرفوا ـ وقيل ـ بل قال عليه السلام: هم الذين إذا اجتمعوا ضروا، وإذا تفرقوا نفعوا ـ فقيل: قد عرفنا مضرة اجتماعهم فما منفعة افتراقهم؟ فقال: يرجع أصحاب المهن إلى مهنهم فينتفع الناس بهم، كرجوع البناء إلى بنائه، والنساج إلى منسجه، والخباز إلى مخبزه۔

۱۹۱۔ **ہنگامہ پرور**۔ یہ لوگ وہ ہیں جو جمع ہو کر مسلّط جاتے ہیں، اور جب منتشر ہوتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے — ایک قول یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا — یہ لوگ جب جتھا بنا لیتے ہیں تو نقصان پہنچاتے ہیں اور جب منتشر ہوتے ہیں تو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

کسی نے عرض کی: ہمیں ان کے جماؤ کا نقصان تو معلوم ہے، مگر ان کے انتشار سے فائدہ کب ہُوا؟ — فرمایا:

محنت کرنے والے (مزدور و دست کار) اپنے کاروبار کو جانے لگے، اس سے لوگوں کو فائدہ ہُوا جیسے معمار اپنے مکانوں (میں آگئے، جہاں مرمت کر رہے تھے)۔

۱۹۲۔ ایک مُجرم حضرت کے سامنے لایا گیا جس کے ساتھ جمِ غفیر تھا، حضرت نے فرمایا:

لا مرحبا بوجوه لا ترى إلا عند كل سوءة۔

خدا ان صورتوں کا بُرا کرے جو بُرائی ہی میں دکھائی دیتی ہیں۔

۱۹۳۔ إن مع كل إنسان ملكين يحفظانه، فإذا جاء القدر خليا بينه وبينه، وإن الأجل جنة حصينة۔

۱۹۳۔ **قضاء الٰہی**۔ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جب حکم خدا آتا ہے تو دونوں اس شخص کو حکم الٰہی کے مقابلے میں تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ یقیناً موت مضبوط سپر (حفاظت ہے)۔

۱۹۴۔ طلحہ اور زبیر نے کہا کہ ہم آپ سے بیعت تو کر رہے ہیں مگر خلافت میں ہمیں شریک رکھیے گا۔ فرمایا:

لا، ولكنكما شريكان في القوة والاستعانة، وعونان على العجز والأود۔

نہیں! لیکن تم دونوں قوت (بڑھانے) امداد (عام) میں شریک ہو۔ اور (میرے) عاجز آنے اور انتہائی زحمت کے وقت مددگار رہوگے

۱۹۵۔ أيها الناس! اتقوا الله الذي إن قلتم سمع، وإن أضمرتم علم، وبادروا الموت الذي إن هربتم أدرككم، وإن أقمتم أخذكم

۱۹۵۔ **موت**! لوگو! خدا سے ڈرو، وہ خدا جس سے اگر تم نے کہا تو، سن لیا، اور اگر کچھ چھپایا تو اس نے جان لیا۔ موت کی طرف بڑھو کہ اگر تم بھاگوگے تو آ جائے گی اور اگر ٹھہرے تو گرفتار کر لے گی

وَاِنْ نَسِيْتُمُوْهُ ذَكَرَكُمْ۔

اور اگر اسے بھول جاؤ گے تو وہ تمھیں یاد کرے گی۔

۱۹۶۔ لَا يُزْهِدَنَّكَ فِي الْمَعْرُوْفِ مَنْ لَا يَشْكُرُهٗ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَسْتَمْتِعُ مِنْهُ بِشَيْءٍ وَقَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ اَكْثَرَ مِمَّا اَضَاعَ الْكَافِرُ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

۱۹۶۔ نصیحت۔ وہ شخص تجھے نیکی میں پہلوتہی نہ کرنے دے جو تیرے احسان پر شکر گذار نہ ہو (اور احسان کا بدلہ نہ دے کر) جس سے وہ تجھے ممنون کرے۔ کبھی ناشکرے کی احسان فراموشی سے زیادہ، شکر گذار کا شکر دے دیتا ہے۔ اور یہ کیا کم ہے کہ خدا احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

۱۹۷۔ كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيْقُ بِمَا جُعِلَ فِيْهِ اِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَاِنَّهٗ يَتَّسِعُ بِهٖ۔

۱۹۷۔ علم کی خاصیت۔ ہر برتن اس سے بھر جاتا ہے جو اس میں رکھا جائے سوائے ظرف علم (عقل) کے کہ وہ علم سے بڑھتا جاتا ہے۔

۱۹۸۔ اَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيْمِ مِنْ حِلْمِهٖ اَنَّ النَّاسَ اَنْصَارُهٗ عَلَى الْجَاهِلِ۔

۱۹۸۔ بردباری کا اثر۔ بردبار کا اس کے حلم سے پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جاہل کے مقابلے میں اس کے معاون ہوتے ہیں۔

۱۹۹۔ اِنْ لَمْ تَكُنْ حَلِيْمًا فَتَحَلَّمْ، فَاِنَّهٗ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ اِلَّا اَوْشَكَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُمْ۔

۱۹۹۔ بُردباری۔ اگر بردبار نہیں ہو تو بننے کی کوشش کرو، کیونکہ بہت کم ایسا ہؤا ہے کہ کوئی کسی جماعت سے مشابہ ہؤا مگر یہ کہ انھیں میں شمار کیا گیا ہے۔

۲۰۰۔ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ رَبِحَ، وَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَمَنْ خَافَ اَمِنَ، وَمَنِ اعْتَبَرَ اَبْصَرَ، وَمَنْ اَبْصَرَ فَهِمَ وَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ۔

۲۰۰۔ علم۔ جس نے اپنے نفس کا جائزہ لیا وہ نفع میں رہا، جس نے غفلت کی اسے گھاٹا ہؤا، اور جو (خدا سے) ڈرا وہ بے خوف ہو گیا (غیر خدا اور عذاب سے) اور جس نے عبرت حاصل کی اس نے (حقیقت کو) دیکھ لیا وہ سمجھ گیا، اور جو سمجھ گیا اُسے علم (یقین) ہو گیا۔

۲۰۱۔ لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوْسِ عَلٰى وَلَدِهَا۔ وَتَلَا عَقِبَ ذٰلِكَ: "وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ"

۲۰۱۔ عروج آلِ محمدؐ۔ دنیا ہم سے برگشتہ ہونے کے بعد اس طرح ملے گی جیسے بدمزاج اونٹنی اپنے بچے پر جھکتی ہے — پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ زمین پر مظلوم رہنے والوں پر احسان کریں اور انھیں امام بنائیں اور وارث (حاکم) بھی۔" (س ۲۸ ی ۵)

۲۰۲۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيْدًا وَجَدَّ تَشْمِيْرًا، وَاَكْمَشَ فِيْ مَهَلٍ، وَبَادَرَ عَنْ وَجَلٍ وَنَظَرَ فِيْ كَرَّةِ الْمَوْئِلِ وَعَاقِبَةِ

۲۰۲۔ وعظ۔ خدا سے اس طرح ڈرو جیسے کوئی تنہا سفر کے لیے کمر کس لے، اور تیاری میں کوشش کرے، اور وقت فرصت (کام کرنے میں) تیزی کرے، ڈر سے بچنے کے لیے سبقت کرے،

الْمَصْدَرِ، وَمَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ۔

۲۰۳۔ اَلْجُودُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ، وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ، وَالْعَفْوُ زَكَاةُ الظَّفَرِ، وَالسُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَالْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ، وَقَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَايِهٖ، وَالصَّبْرُ بُنَاضِلُ الْحِدْثَانِ، وَالْجَزَعُ اَعْوَانُ الزَّمَانِ، وَاَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى، وَكَمْ مِنْ عَقْلٍ اَسِيْرٍ عِنْدَ هَوٰى اَمِيْرٍ، وَمِنَ التَّوْفِيْقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ، وَالْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُّسْتَفَادَةٌ، وَلَا تَاْمَنَنَّ عَلُوْلًا۔

۲۰۴۔ عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ۔

۲۰۵۔ اَغْضِ عَلَى الْقَذٰى وَالْاَلَمِ تَرْضَ اَبَدًا۔

۲۰۶۔ مَنْ لَانَ عُوْدُهٗ كَثُفَتْ اَغْصَانُهٗ۔

۲۰۷۔ اَلْخِلَافُ يُهْدِمُ الرَّاْیَ۔

۲۰۸۔ مَنْ نَالَ اسْتَطَالَ۔

۲۰۹۔ فِیْ تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

۲۱۰۔ حَسَدُ الصَّدِيْقِ مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ۔

۲۱۱۔ اَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُوْلِ تَحْتَ بُرُوْقِ الْمَطَامِعِ۔

اور منزل میں واپسی کے لیے غور کر لے، اور جائے بازگشت و منزلِ واپسین کا نتیجہ سمجھ لے۔

۲۰۳۔ چند مفید باتیں ۔ سخاوت ابرو کی محافظ ہے اور حلم بیوقوف کا دہانہ بند ہے (کہ وہ نہ بول کر رسوائی سے بچتا ہے) معافی کامیابی کی زکوٰۃ ہے۔ بے وفا سے علیحدگی ہی اس کا بدلہ ہے۔ شورہ طلبی ہی ہدایت ہے۔ جو رائے سے بے فکر ہے وہ مصیبت میں پڑتا ہے، اور صبر مصائب زمانہ سے مقابلہ کرتا ہے، اور جزع فزع (مصیبت میں بے حواسی) زمانے کا (بے رخی میں) مددگار ہے اور سب سے بڑی دولت مندی ترک آرزو ہے۔ کتنی ہی عقلیں ہیں جو اسیر ہوائے ہوسِ امرا ہیں۔ تجربہ یاد رکھنا ایک توفیق خدا ہے، محبتِ ایک مفید رشتہ داری ہے جو خود ہی دل تنگ ہو اس سے مطمئن نہ رہو کہ نہ معلوم کس وقت کیا کر گذرے۔

۲۰۴۔ خود پسندی ۔ انسان کا اپنے اوپر ناز کرنا خود اس کی عقل کا ایک   ہے۔

۲۰۵۔ بے فکری ۔ تکلیفوں سے نظر پھیر لو ورنہ کبھی خوش نہ رہو گے۔

۲۰۶۔ انکساری جس کی شاخ نرم ہو گی اس میں ٹہنیاں زیادہ ہوں گی (با اخلاق سے محبت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں)

۲۰۷۔ اختلاف؟ اختلاف رائے کو بیکار کر دیتا ہے۔

۲۰۸۔ منعم ۔ جسے کچھ مل جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے۔

۲۰۹۔ انسانیت کی کسوٹی ۔ حالات کے انقلاب میں مردوں کے جوہر معلوم کیے جاتے ہیں۔ (زندگی کے نشیب و فراز نفسیات بدلتے ہیں۔ م ح)

۲۱۰۔ دوست کی بیماری ۔ دوست سے حسد محبت کا مرض ہے۔

۲۱۱۔ لالچ ۔ لالچ کی چمک اکثر عقلوں کے چت ہونے کی جگہ ہے۔

۲۱۲- لَیْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ۔

۲۱۳- بِئْسَ الزَّادُ إِلَى الْمَعَادِ، الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ۔

۲۱۴- مِنْ أَشْرَفِ أَفْعَالِ الْكَرِيمِ غَفْلَتُهُ عَمَّا يَعْلَمُ۔

۲۱۵- مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ۔

۲۱۶- بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ وَ بِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُونَ، وَبِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ وَبِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَ بِالسِّيرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِي، وَ بِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ يَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔

۲۱۷- الْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ۔

۲۱۸- الطَّامِعُ فِي وَثَاقِ الذُّلِّ۔

۲۱۹- وَقَدْ سُئِلَ عَنِ الْإِيمَانِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔

۲۲۰- مَنْ أَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِينًا فَقَدْ أَصْبَحَ لِقَضَاءِ اللهِ سَاخِطًا، وَمَنْ أَصْبَحَ يَشْكُو مُصِيبَةً نَزَلَتْ بِهِ فَإِنَّمَا يَشْكُو رَبَّهُ، وَمَنْ أَتَى غَنِيًّا فَتَوَاضَعَ لَهُ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِينِهِ، وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَمَاتَ

۲۱۲ بدگمانی۔ انصاف یہ نہیں ہے کہ خیال پر فیصلہ کر دیا جائے (س ۹۴۹ ی ۱۲)

۲۱۳۔ ظلم۔ قیامت کے لیے بدترین سامان بندگانِ خدا پر ظلم ہے۔

۲۱۴۔ شریف کی علامت۔ کریم و شریف کا سب سے اچھا عمل یہ ہے کہ وہ (دوسرے کی) معلوم (غلطیوں) کو نظر انداز کر دیا۔

۲۱۵۔ شرم۔ جسے شرم اپنا (خلعت و) لباس پہنا دیتی ہے، لوگ اس کے عیب نہیں دیکھ پاتے (وہ عیب کم کرتا ہے)۔

۲۱۶۔ چند خوبیوں کا تعارف۔ زیادہ خاموش رہنے سے رعب، انصاف سے ہمدردی کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور احسان سے عزت بڑھتی ہے، تواضع سے خدا کی نعمتیں پوری ہوتی ہیں، محنت برداشت کرنے سے سرداری و قیادت ضروری ہو جاتی ہے۔ خوش کرداری سے دشمن زیر ہوتا ہے، احمق سے بردباری مددگاروں کی زیادتی کا سبب ہے۔

۲۱۷۔ حاسد سے۔ حاسدوں کی اس غفلت پر تعجب ہے کہ وہ تندرست کیسے ہیں؟

۲۱۸۔ لالچی۔ لالچ کرنے والا ذلت کے بندھنوں میں (جکڑا ہوا) ہے۔

۲۱۹۔ ایمان کی تعریف۔ حضرت سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: ایمان کے معنے ہیں: دل سے پہچاننا، زبان سے ماننا، اعضا و جوارح سے عمل کرنا۔

۲۲۰۔ مضر عادتیں۔ جو دنیا میں غمگین صبح کرتا ہے (شکر خدا نہیں کرتا) وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے، اور جو نازل شدہ مصیبت کی شکایت کرتا ہے وہ اپنے خدا کا شکوہ کرتا ہے۔ جو سرمایہ دار کے پاس جائے اور اس کی دولت سے متاثر ہو کر اس کی تعظیم کرے اس کا دو تہائی دین گیا۔ جو قرآن پڑھنے کے باوجود جہنم میں جائے وہ وہ

فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ كَانَ مِمَّنْ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللهِ هُزُوًا وَمَنْ لَهِجَ قَلْبُهُ بِحُبِّ الدُّنْيَا اِلْتَاطَ قَلْبُهُ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٍّ لَا يُغِبُّهُ وَحِرْصٍ لَا يَتْرُكُهُ وَأَمَلٍ لَا يُدْرِكُهُ.

ہے جو آیاتِ خدا کو مذاق جانتا ہے۔ جس نے محبتِ دنیا میں دل لگا لیا اُسے تین چیزیں لگ جائیں گی:۔
(۱) مسلسل غم (۲) لگاتار لالچ (۳) ناکام آرزوئیں۔

۲۲۱۔ كَفٰى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا وَبِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيمًا۔

۲۲۱۔ قناعت۔ ملک قناعت کافی ہے حسن خلق سب سے زیادہ (کافی) نعمت ہے۔

۲۲۲۔ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً، فَقَالَ: هِيَ الْقَنَاعَةُ۔

۲۲۲۔ ایک آیت۔ آیۂ فلنحیینہ .... (ہم نیک کردار کو بہترین زندگی دیں گے س ۶ ی ۹۷) کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا ـــــ (اس زندگی سے) مراد ہے قناعت۔

۲۲۳۔ شَارِكُوا الَّذِي قَدْ أَقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ فَإِنَّهُ أَخْلَقُ لِلْغِنٰى؛ وَأَجْدَرُ بِإِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَيْهِ۔

۲۲۳۔ شرکت۔ خوش حال (کے کاروبار میں) سے ساجھا کرو۔ کیونکہ وہ غِنا (دولت مندی) کے لائق اور منافع اندوزی کے لیے زیادہ قابل ہے (غریب کو جو ملے گا کھا جائے گا جس سے شریک کو فائدہ کم ملے گا، سرمایہ دار فراخ حوصلہ ہوگا۔)

۲۲۴۔ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ: اَلْإِنْصَافُ وَالْإِحْسَانُ اَلتَّفَضُّلُ۔

۲۲۴۔ ایک آیت۔ "اِنَّ اللهَ يَاْمُرُ .... (س ۱۶ ی ۹۰) خدا احسان وعدل کا حکم دیتا ہے۔ میں مطلب یہ ہے انصاف، احسان، یعنے کرم وتفضّل۔

۲۲۵۔ مَنْ يُعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةِ يُعْطَ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةِ۔ وَمَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّ مَا يُنْفِقُهُ الْمَرْءُ فِي سَبِيلِهِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ الْخَيْرِ وَالْبِرِّ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَجْعَلُ الْجَزَاءَ عَلَيْهِ عَظِيمًا كَثِيرًا وَالْيَدَانِ هٰهُنَا عِبَارَتَانِ عَنِ النِّعْمَتَيْنِ، فَفَرَّقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ نِعْمَةِ الْعَبْدِ وَنِعْمَةِ الرَّبِّ بِالْقَصِيرَةِ وَالطَّوِيلَةِ فَجَعَلَ تِلْكَ قَصِيرَةً وَهٰذِهِ طَوِيلَةً لِأَنَّ نِعَمَ اللهِ أَبَدًا تَضْعُفُ عَلٰى نِعَمِ الْمَخْلُوقِ أَضْعَافًا كَثِيرَةً إِذْ كَانَتْ

۲۲۵۔ احسان کا بدلہ احسان۔ جو چھوٹے ہاتھ سے دے گا بڑے ہاتھ سے پائے گا۔ (اس کے معنے یہ ہیں کہ انسان اپنے مال میں سے نیکی اور خیرات کے لیے اگر تھوڑا بھی دیتا ہے تو خدا اس کا بدلہ بہت زیادہ دیتا ہے ـــ حضرتؑ نے بندے کے احسان اور خدا کے انعام کو چھوٹے بڑے کی تفریق سے ممتاز فرما کر اسے چھوٹا اور اُسے بڑا قرار دیا۔ کیونکہ خداوندی نعمتیں بندوں کی نعمتوں سے ہمیشہ بہت زیادہ ہوتی ہیں کہ وہ تمام نعمتوں کی اصل ہیں، یعنے ہر نعمت پلٹ کے وہیں جاتی اور اسی سے نکلتی ہے۔ رضی رح

۲۲۶۔ قَالَ لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَدْعُوَنَّ إِلٰى مُبَارَزَةٍ، وَإِنْ دُعِيتَ إِلَيْهَا فَأَجِبْ. فَإِنَّ

۲۲۶۔ امام حسنؑ سے۔ فرمایا: کسی کو مقابلے کے لیے نہ للکارو، اور اگر تمھیں پکارا جائے تو منظور کر لو (اور میدان میں جوابی طور پر

اَلدَّاعِیُ بَاغٍ وَّالْبَاغِیُ مَصْرُوعٌ۔

دفاع کے لیے آجاؤ) کیونکہ (مقابلے کو) پکارنے والا باغی ہوتا ہے۔[۱]

۲۲۷۔ خِیَارُ خِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: اَلزَّهْوُ وَالْجُبْنُ وَالْبُخْلُ، فَاِذَا كَانَتِ الْمَرْاَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا، وَاِذَا كَانَتْ بَخِيلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا، وَاِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا۔

۲۲۷۔ **مرد و عورت کی عادتیں**۔ عورتوں کی اچھی عادتیں مردوں کی بدترین صفتیں ہیں: اترانا، بزدلی، کنجوسی۔ جب عورت اتراتی ہو۔ تو وہ اپنے اوپر کسی کو قابو نہیں حاصل کرنے دیتی اور جب کنجوس ہو تو اپنا اور شوہر کا مال بچاتی ہے اور جب بزدل ہوتی ہے تو ہر آنے والی مصیبت (عزت و ناموس وغیرہ) سے ڈرتی ہے۔

۲۲۸۔ قِيلَ لَهُ[۲]: صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ؟ فَقَالَ: هُوَ الَّذِی يَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَهُ۔ فَقِيلَ فَصِفْ لَنَا الْجَاهِلَ؟ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ۔

بعنی اَنَّ الْجَاهِلَ هُوَ الَّذِی لَا يَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَهُ، فَكَانَ تَرْكُ صِفَتِهِ صِفَةً لَهُ، اِذْ كَانَ بِخِلَافِ وَصْفِ الْعَاقِلِ۔

۲۲۸۔ **عاقل؟** کسی نے پوچھا عقلمند کی تعریف فرمائیں۔ فرمایا: جو ہر چیز کو اس کے موقع پر استعمال کرے! اس نے کہا، اب جاہل کے متعلق فرمائیں۔ فرمایا: کہہ چکا!

مطلب یہ کہ جاہل وہ ہے جو چیزوں کو برمحل استعمال نہ کرے۔ گویا تعریف نہ کرنا ہی تعارف ہے۔ کیونکہ عقلمند کی تعریف کے خلاف ہی ہو گی —— رضیؒ

۲۲۹۔ وَاللهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهِ اَهْوَنُ فِی عَيْنِی مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيرٍ فِی يَدِ مَجْزُومٍ۔

۲۲۹۔ **دنیا علی کی نظر میں**۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھاری یہ دنیا تو میرے نزدیک کوڑھی کے ہاتھ میں سور کی بے گوشت ہڈی سے زیادہ قابل نفرت ہے۔

۲۳۰۔ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ، وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ۔

۲۳۰۔ **عبادت کا معیار**۔ جو لوگ خدا کی عبادت شوق میں کرتے ہیں تو ان کی عبادات تاجرانہ ہے اور جو ڈر کے عبادت بجالاتے ہیں۔ ان کی عبادت غلامانہ ہے اور جو لوگ شکر نعمت کے طور پر عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت آزادوں کی سی ہے۔

۲۳۱۔ اَلْمَرْاَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَشَرُّ مَا فِيهَا اَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهَا۔

۲۳۱۔ **یہ عورت**۔ عورت سراپا آفت ہے اور اس سے زیادہ آفت یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں!

---

[۱] ابن ابی الحدید دریں جا می نویسد: نشنیدیم امام علیہ السلام ہرگز کسے را بمبارزہ طلبیدہ باشد، بلکہ با خود آنحضرتؐ خواندہ شدہ و با مبارز می طلبیدند، پس آں بزرگوار بجانب اوی رفت واز پائش درمی آورد — فیض الاسلام

[۲] نیز دیکھیے شرح مذکور ج ۱۹ ص ۲۲۳ (م ج)

۲۳۲- مَنْ اَطَاعَ التَّوَانِیَ ضَیَّعَ الْحُقُوْقَ وَمَنْ اَطَاعَ الْوَاشِیَ ضَیَّعَ الصَّدِیْقَ۔

۲۳۲- سستی اور چغل خوری۔ جو سستی کا فرمان بردار بنا، اس نے حقوق کھوئے اور جس نے چغل خور کی بات مانی اس نے دوست کھویا۔

۲۳۳- اَلْحَجَرُ الْغَصِیْبُ فِی الدَّارِ رَهْنٌ عَلٰی خَرَابِهَا

۲۳۳- غضبی مال۔ گھر میں لوٹ کا (کی ایک اینٹ یا) پتھر ویرانی کے ہاتھ رہن ہے۔ حرام مال کی تعمیر مٹ کے رہے گی۔ م۔

(یہ جملہ پیغمبرؐ سے بھی مروی ہے، اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دونوں کلام مشتبہ ہو جائیں کہ دونوں پانی ایک کنوئیں اور دونوں کا انڈلاہوا ایک ہی ڈول کا ہے۔ سید رضیؒ)

۲۳۴- یَوْمُ الْمَظْلُوْمِ عَلَی الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الظَّالِمِ عَلَی الْمَظْلُوْمِ۔

۲۳۴- مظلوم کی باری۔ مظلوم کا دل ظالم کے لیے ظالم کے اس دن سے زیادہ سخت ہے جو ظالم کو مظلوم کے خلاف ملا تھا۔ (نیز دیکھیے فقرہ ۳۳۵)۔

۲۳۵- اِتَّقِ اللّٰهَ بَعْضَ التُّقٰی وَاِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ اللّٰهِ سِتْرًا وَاِنْ رَقَّ۔

۲۳۵- تقوےٰ۔ خدا سے ڈرو چاہے کچھ (وہ خوف کتنا ہی) کم ہو اور خدا کے اور اپنے بیچ میں ایک (حیا و شرم کا) پردہ رکھو چاہے وہ کتنا ہی پتلا ہو۔

۲۳۶- اِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِیَ الصَّوَابُ۔

۲۳۶- جواب۔ جب جواب مبہم ہوتے ہیں، تو حق واضح نہیں ہوتا۔

۲۳۷- اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی فِیْ كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا، فَمَنْ اَدَّاهُ زَادَهٗ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَّرَ فِیْهِ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهٖ۔

۲۳۷- شکر نعمت۔ خداوند عالم کا ہر نعمت میں حق ہے، جو اس حق کو ادا کرے گا اُسے نعمت میں زیادتی نصیب ہوگی، اور جو کوتاہی کرے گا وہ زوالِ نعمت میں مبتلا ہوگا۔

۲۳۸- اِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ۔

۲۳۸- بار ور ٹھنی۔ جب اختیارات زیادہ ہوتے ہیں تو خواہشات کم ہو جاتی ہیں۔

۲۳۹- اِحْذَرُوْا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُوْدٍ۔

۲۳۹- شکر نعمت۔ نعمتوں کے حق ادا نہ کر کے انھیں دور کرنے سے ڈرو کہ ہر گئی ہوئی چیز واپس نہیں آیا کرتی۔

۲۴۰- اَلْكَرَمُ اَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ۔

۲۴۰- احسان۔ کرم رشتۂ قرابت سے زیادہ مہربان کن چیز ہے۔

۲۴۱- مَنْ ظَنَّ بِكَ خَیْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ۔

۲۴۱- حسن ظن۔ اگر کسی کو تمھارے بارے میں اچھا خیال ہو، تو اسے اچھا کر دکھا۔ (اس کے خیال کو سچ کر دو)۔

۲۴۲۔ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اَکْرَھْتَ نَفْسَکَ عَلَیْہِ۔

۲۴۲۔ بہترین عمل۔ بہترین عمل وہ ہے جس پر تم اپنے نفس کو مجبور کر دو۔

۲۴۳۔ عَرَفْتُ اللّٰہَ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ وَ حَلِّ الْعُقُوْدِ۔ (وَنَقْضِ الْھِمَمِ)

۲۴۳۔ وجودِ خدا کی نئی دلیل۔ میں نے خدا کو ارادوں کے ٹوٹنے اور بندھنوں کے کھلنے سے پہچانا۔

۲۴۴۔ مَرَارَۃُ الدُّنْیَا حَلَاوَۃُ الْاٰخِرَۃِ، وَ حَلَاوَۃُ الدُّنْیَا مَرَارَۃُ الْاٰخِرَۃِ۔

۲۴۴۔ تلخی و شیرینی۔ دُنیا کی ترشی آخرت کا مزہ، اور آخرت کی شیرینی و خوش گواری دُنیا کی تلخی ہے۔

۲۴۵۔ فَرَضَ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ تَطْہِیْرًا مِنَ الشِّرْکِ، وَ الصَّلٰوۃَ تَنْزِیْہًا عَنِ الْکِبْرِ، وَالزَّکٰوۃَ تَسْبِیْبًا لِلرِّزْقِ، وَالصِّیَامَ اِبْتِلَاءً لِاِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَ الْحَجَّ تَقْوِیَۃً لِلدِّیْنِ، وَالْجِہَادَ عِزًّا لِلْاِسْلَامِ، وَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَۃً لِلْعَوَامِّ وَالنَّہْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ رَدْعًا لِلسُّفَہَاءِ، وَصِلَۃَ الرَّحِمِ مَنْمَاۃً لِلْعَدَدِ، وَ الْقِصَاصَ حَقْنًا لِلدِّمَاءِ، وَاِقَامَۃَ الْحُدُوْدِ اِعْظَامًا لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْکَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِیْنًا لِلْعَقْلِ، وَمُجَانَبَۃَ السَّرِقَۃِ اِیْجَابًا لِلْعِفَّۃِ، وَتَرْکَ الزِّنَا تَحْصِیْنًا لِلنَّسَبِ، وَتَرْکَ اللِّوَاطِ تَکْثِیْرًا لِلنَّسْلِ، وَالشَّہَادَاتِ اسْتِظْہَارًا عَلَی الْمُجَاحَدَاتِ، وَتَرْکَ الْکَذِبِ تَشْرِیْفًا لِلصِّدْقِ، وَ السَّلَامَ اَمَانًا مِنَ الْمَخَاوِفِ، وَالْاِمَامَۃَ نِظَامًا لِلْاُمَّۃِ، وَالطَّاعَۃَ تَعْظِیْمًا لِلْاِمَامَۃِ۔

۲۴۵۔ کچھ حکم اور ان کے اسباب۔ خدا نے ایمان اس لیے فرض کیا کہ شرک سے طہارت رہے، نماز اس لیے کہ تکبر سے پاک رہیں، زکوٰۃ رزق کے لیے، روزہ مخلوقاتِ خدا سے خلوص کی آزمائش کے لیے۔ جہاد عزتِ اسلام کے لیے، امر بالمعروف اصلاح عوام کے لیے۔ نہی عن المنکر بے وقوفوں کو روکنے کے لیے۔ صلۂ رحم تعداد افراد خاندان میں اضافہ کے لیے (اگر آپس میں تعاون نہ ہو، تو خاندان خاندان نہیں رہتا) اور خون کا بدلہ خون ریزی بند کرنے کے لیے، اور سزاؤں کا حکم ممنوعات کی حفاظت کے لیے اور شراب کی ممانعت عقل کی حفاظت کے لیے، اور چوری سے بچنے کا حکم عفت کو باقی رکھنے کے لیے، اور زنا کو ترک کرنے کا حکم نسب کے بچاؤ کے لیے، اور لواطت چھوڑنے کا حکم زیادتی نسل کے واسطے۔ اور گواہیاں اس لیے قرار دیں کہ انکارِ حق کرنے والوں پر غلبہ حاصل کیا جائے، اور جھوٹ کو چھڑایا سچ کی عزت افزائی کے لیے، اور سلام خوفناک مصائب سے امان، اور امامت کو اُمّت کے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے، اور اس کی اطاعت منصب امامت کی عظمت کے پیش نظر ہے۔

۲۴۶۔ حضرتؑ فرمایا کرتے تھے:

اَحْلِفُوا الظَّالِمَ۔ اِذَا اَرَدْتُّمْ یَمِیْنَہٗ۔ بِاَنَّہٗ بَرِیْءٌ مِّنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ، فَاِنَّہٗ اِذَا حَلَفَ بِہَا کَاذِبًا عُوْجِلَ الْعُقُوْبَۃَ،

حلف کے الفاظ۔ جب ظالم سے حلف اور قسم لینا ہو تو یہ کہلواؤ کہ "وہ قوت و طاقت خدا سے بری ہے"۔ کیونکہ جب جھوٹی قسم کھائی جائے گی تو عذاب میں جلدی ہوگی اور جب قسم کھائے جائے گی۔

وَاِذَا حَلَفَ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، لَمْ یُعَاجَلْ لِاَنَّہٗ قَدْ وَحَّدَ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" ساتھ تو عذاب میں اس لیے جلدی نہیں ہوتی کہ وہ خدا کی توحید کا اقرار کرتا ہے۔

۲۴۷۔ یَا ابْنَ اٰدَمَ! کُنْ وَصِیَّ نَفْسِكَ، وَاعْمَلْ فِیْ مَالِكَ مَا تُؤْثِرُ اَنْ یُعْمَلَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِكَ۔

۲۴۷۔ نصیحت۔ ابن آدم! اپنے نفس کے سرپرست بنو، اپنے مال سے وہ کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ اس مال سے تمھارے بعد کام لیا جائے گا۔ (ہر مالدار یہ چاہتا ہے کہ اس کے بعد اس کا مال نیک کاموں میں خرچ ہو۔ کیا اچھا ہو کہ وہ خود ہی اپنے تئیں وارث سمجھ لے)۔

۲۴۸۔ اَلْحِدَّۃُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ، لِاَنَّ صَاحِبَھَا یَنْدَمُ، فَاِنْ لَّمْ یَنْدَمْ فَجُنُوْنُہٗ مُسْتَحْکَمٌ۔

۲۴۸۔ جلد بازی۔ تیزی ایک قسم کا پاگل پن ہے۔ کیونکہ جلد باز شرمندہ ہوتا ہے اور اگر شرمندہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کا پاگل پن پختہ ہو چکا ہے۔

۲۴۹۔ صِحَّۃُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّۃِ الْحَسَدِ۔

۲۴۹۔ صحت اور حسد۔ جسم کی تندرستی حسد کی کمی پر (بھی) ہے، (حسد آدمی کو گھلاتا رہتا ہے۔)

۲۵۰۔ حضرت نے کمیل بن زیاد نخعی سے فرمایا:

یَا کُمَیْلُ! مُرْ اَھْلَكَ اَنْ یَّرُوْحُوْا فِیْ کَسْبِ الْمَکَارِمِ، وَیُدْلِجُوْا فِیْ حَاجَۃِ مَنْ ھُوَ نَائِمٌ، فَوَالَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُہُ الْاَصْوَاتَ، مَا مِنْ اَحَدٍ اَوْدَعَ قَلْبًا سُرُوْرًا اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ ذٰلِكَ السُّرُوْرِ لُطْفًا فَاِذَا نَزَلَتْ بِہٖ نَائِبَۃٌ جَرٰی اِلَیْھَا کَالْمَاءِ فِیْ انْحِدَارِہٖ حَتّٰی یَطْرُدَھَا عَنْہُ کَمَا تُطْرَدُ غَرِیْبَۃُ الْاِبِلِ۔

کمیل! اپنے آدمیوں کو حکم دو، کہ عزت و بزرگی حاصل کرنے کے لیے صبح کو سفر کریں اور غافل اور سونے والے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے شام کو سفر کریں۔ (یعنی صبح و شام انھیں عزت و حاجت روائی کا خیال رہے)۔ اُس خدا کی قسم! جس کی قوت سامعہ میں تمام آوازوں کی گنجائش ہے جس نے کسی کے دل میں سرور ودیعت کیا، خدا اس مسرت انگیزی کے صلے میں، ایک لطف کی تخلیق کرتا ہے۔ اور جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ لطف اس کی طرف اس طرح بڑھتا ہے جیسے نشیب کی طرف پانی۔ پھر اس بلا کو اس طرح بھگا دیتا ہے جیسے دوسروں کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھگایا جائے۔

۲۵۱۔ اِذَا اَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللّٰہَ بِالصَّدَقَۃِ۔

۲۵۱۔ صدقہ۔ جب مفلس و بے زر ہو جاؤ، تو صدقہ دے کر خدا سے لین دین کرو۔

۲۵۲۔ اَلْوَفَاءُ لِاَھْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللّٰہِ، وَالْغَدْرُ بِاَھْلِ الْغَدْرِ

۲۵۲۔ وفا اور بے وفائی۔ بے وفاؤں سے وفاداری خدا کے نزدیک بے وفائی اور بے وفاؤں سے بے وفائی خدا کے نزدیک وفاداری

وَفَاءٌ عِنْدَ اللهِ۔

ہے۔

۲۵۳۔ كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ وَمَا ابْتَلَى اللهُ سُبْحَانَهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

۲۵۳۔ امتحان ۔ بہت لوگ وہ ہیں جو احسان اور نعمتوں کی وجہ سے (جہنم) کے قریب ہو رہے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو گناہوں سے پوشیدہ رہنے سے جری ہو گئے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جو نیک نامی کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہیں۔ خدا نے اس شخص کی طرح دنیا میں مہلت دے کر کسی اور کو نہیں آزمایا۔

اس جیسا ارشاد پہلے لکھا جا چکا ہے مگر دوبارہ بیان کرنے میں مزید فائدہ ہے ـــ رضی رح ـــ (ترجمہ ملاحظہ ہو جملہ ۱۱۶ م ح)

فَصْلٌ نَذْكُرُ شَيْئًا مِنْ اِخْتِيَارِ غَرِيْبِ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامِ، اَلْمُحْتَاجِ اِلَى التَّفْسِيْرِ:۔[1]

ـــ نو تشریح طلب بہترین ادبی جملے ـــ

(ا) فی حدیثہ علیہ السلام: فَإِذَا كَانَ ذَالِكَ ضَرَبَ يَعْسُوْبُ الدِّيْنِ بِذَنَبِهِ، فَيَجْتَمِعُوْنَ اِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ۔

يَعْسُوْبُ الدِّيْنِ: اَلسَّيِّدُ الْعَظِيْمُ الْمَالِكُ لِأُمُوْرِ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَالْقَزَعُ: قِطَعُ الْغَيْمِ الَّتِيْ لَا مَاءَ فِيْهَا۔

(ا) حضرت کا ایک ارشاد ہے کہ: جب یہ ہوگا تو دین کا سب سے بڑا سردار (امام آخر) قیام کرے گا اور لوگ اس کے گرد اس طرح جمع ہوں گے جیسے بادل کے ٹکڑے خریف کی فصل میں آتے ہیں۔

"یعسوب الدین" عظیم الشان سردار، لوگوں کے معاملات کا مختار۔ "اَلْقَزَعُ": بادل کے وہ ٹکڑے جن میں پانی نہ ہو۔

(ب) وفی حدیثہ علیہ السلام: هٰذَا الْخَطِيْبُ الشَّحْشَحُ يُرِيْدُ الْمَاهِرَ بِالْخُطْبَةِ الْمَاضِيَ فِيْهَا، وَكُلُّ مَاضٍ فِيْ كَلَامٍ اَوْ سَيْرٍ فَهُوَ شَحْشَحٌ، وَالشَّحْشَحُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ: اَلْبَخِيْلُ، اَلْمُمْسِكُ۔

(ب) یہ جملہ ہے کہ: "یہ مقرر شحشح (۱) ہے" (۲) مراد ہے خطابت میں ماہر اور (فن تقریر میں) ڈوبا ہوا۔ اور ہر وہ شخص جو نیز زبان و تیز رفتار ہو اسے "شحشح" کہتے ہیں۔ ایسے موقع کے علاوہ "شحشح" کنجوس اور ممسک کو کہتے ہیں ـــ

(ج) وفی حدیثہ: "اِنَّ لِلْخُصُوْمَةِ قُحَمًا" يُرِيْدُ بِالْقُحَمِ الْمَهَالِكَ لِأَنَّهَا تُقْحِمُ اَصْحَابَهَا فِي الْمَهَالِكِ وَالْمَتَالِفِ فِي الْاَكْثَرِ، وَمِنْ ذٰلِكَ

(ج) ـــ جھگڑے میں قُحَم ہے" ـــ قحم سے مراد ہے "تباہیاں" کیونکہ ان سے لوگ تباہی و بربادی میں جا پڑتے ہیں۔

"قُحْمَةُ الْاَعْرَابِ" (صحرانشین عربوں کی سختیاں) سے مراد یہ

---

[1] ابن ابی الحدید میں شَحِیح ہے۔ م ح یہ فصل "غریب الحدیث" ابوعبید القاسم بن سلام ہروی میں ہے۔ ع ش

[2] صعصعہ بن صوحان عبدی صحابی خاص امیرالمومنین مراد ہیں۔ حافظ کہتا ہے کہ صعصعہ بہت بڑے فصیح مقرر تھے۔ ابن ابی الحدید ج ۱۹ ص ۳۵۵

فحمة الاعراب" وهو ان تصيبهم السنة فتتعرق اموالهم فذلك تفحمها، وقيل فيه وجه آخر، وهو انها تقحمهم بلاد الريف، اى تحوجهم الى دخول الحضر عند محول البدو۔

(د) وفى حديثه ؑ: اذا بلغ النساء نص الحقائق فالعصبة اولى۔

ويروى نص الحقاق والنص منتهى الاشياء ومبلغ اقصاها، كالنص فى السير لانه اقصى ما تقدر عليه الدابة، وتقول نصصت الرجل عن الامر اذا استقصيت مسألته عنه لتستخرج ما عنده فيه فنص الحقاق يريد به الادراك لانه منتهى الصغر والوقت الذى يخرج منه الصغير الى حد الكبير وهو من افصح الكنايات عن هذا الامر واغربها، يقول: فاذا بلغ النساء ذلك فالعصبة اولى بالمرأة من امها اذا كانوا محرما مثل الاخوة و الاعمام وتزويجها ان ارادوا ذلك۔ والحقاق محاقة الام للعصبة فى المرأة وهو الجدال و الخصومة وقول كل واحد منهما للآخر: انا احق منك بهذا" يقال منه حاققته حقاقا مثل جادلته جدالا وقد قيل: ان نص الحقاق بلوغ العقل، وهو الادراك، لانه عليه السلام انما اراد منتهى الامر الذى تجب فيه الحقوق و الاحكام ومن رواه نص الحقائق فانما اراد جمع حقيقة۔ هذا معنى ما ذكره ابوعبيد القاسم ابن

ہے قحط اور کال ان پر قبضہ کر لیتا ہے، اور اس طرح کہ ان کا مال متاع ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے دوسرے معنے یہ ہیں بیابانوں کی خشکی کی وجہ سے وہ شاداب مقامات اور شہروں میں جانے اور "بدوی" زندگی چھوڑنے پر مجبور ہوتے۔

(د) ——— جب عورتیں "نصّ حقائق" (حد کمال) پر پہنچ جائیں تو ددھیال والے زیادہ حقدار ہیں (شادی بیاہ کے لیے)

ایک روایت ہے ——— نصّ الحقاق۔ نَص: کسی چیز کی انتہا، اور درجے کا آخر۔ جیسے "رفتار میں نص" یعنی جانور کی انتہائی رفتار ——— محاورہ ہے "نصصتُ الرّجل عن الامر" (فلاں آدمی سے مکمل تحقیق کر لی) اس وقت کہتے ہیں جب سوالات انتہا تک پہنچ جائیں اور اصل بات نکل آئے تو "نصُّ الحقاق" سے بلوغ مراد ہے کیونکہ بلوغ ہی کمسنی کی انتہا، اور وہ زمانہ ہے جب کم سن بڑے پنے کی حد میں داخل ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ بہترین اور عجیب کنایہ ہے۔ "حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت اس عمر (معین) پر پہنچے تو اس کے پدری عزیز زیادہ بہتر ہیں کیونکہ وہ اس کے محرم بھی ہیں۔ جیسے بھائی، چچا اور شادی کرنے کے لیے بھی یہی بہتر ہیں اگر یہ چاہیں۔

اور ——— حِقاق ——— محاقہ ——— سے ہے جس کے معنے ہیں: لڑکی کی ددھیال سے ماں کا جھگڑنا اور ہر ایک کا یہ کہنا کہ "اس سلسلے میں ہم زیادہ حقدار ہیں" ——— جادلتہ جدالاً کی طرح حاققتہ حقاقاً بھی کہا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ——— نصُّ الحقاق" ——— سے مراد ہے شعور کی پختگی۔ یہ بھی بلوغ ہوا کیونکہ حضرت کی مراد ہے وہ انتہائے معاملہ جس میں حقوق لازم اور احکام واجب ہو جاتے ہیں ——— جن لوگوں نے "نص الحقائق" مانا ہے وہ حقائق کو "حقیقۃ" کی جمع مانتے ہیں۔

یہ معنے ابوعبیدہ قاسم بن سلام[1] نے بتلائے ہیں۔ میری رائے

[1] ابوعبیدہ بن سلام جو لغت، حدیث، ادب، فقہ و روایت میں بہت بڑا عالم اور مشہور شخص ہے حج سے فارغ ہو کر ۲۲۳ھ (یا ۲۲۲ یا ۲۲۴) میں انتقال کیا۔ فیض الاسلام

سلام والذی عندی انّ المراد بنصّ الحقاق ههنا بلوغ المرأة الی الحد الذی یجوز فیہ تزویجها وتصرّفها فی حقوقها تشبیها بالحقاق من الابل، وهی جمع حقة وحق وهو الذی استکمل ثلاث سنین ودخل فی الرابعة، وعند ذلک یبلغ الی الحد الذی یتمکن فیہ من رکوب ظهره ونصّه فی سیره والحقائق ایضا جمع حقة، فالروایتان جمیعا ترجعان الی معنی واحد وهذا اشبه بطریقة العرب من المعنی

(۷) وفی حدیثه: انّ الایمان یبدو لمظة فی القلب کلّما ازداد الایمان ازدادت اللمظة۔

واللمظة: مثل النکتة او نحوها من البیاض، ومنه قیل: فرس المظ اذا کان بجحفلته من شیء من البیاض۔

(۸) وفی حدیثه: انّ الرجل اذا کان له الدین الظنون یجب علیه ان یزکیه لما مضی اذا قبضه۔

فالظنون الذی لا یعلم صاحبه ایقبضه من الذی هو علیه ام لا، فکانّه الذی یظن به فمرّة یرجوه ومرّة لا یرجوه، وهو من افصح الکلام، وکذلک کل امر تطلبه ولا تدری علی ایّ شیء انت منه فهو ظنون وعلی ذلک قول الاعشی:-

مایجعل الجدّ الظنون الذی
جنب الصوب اللجب الماطر
مثل الفراتی اذا ما طما

ہیں اس موقع پر اس جملے سے مراد ہے لڑکی کا اس عمر میں پہنچنا کہ وہ شادی کے لائق اور حقوق میں متصرف ہو سکے۔ "حقاق الابل" کی تشبیہ کے طور پر ـــ اور یہ "حقۃ" و "حق" کی جمع ہے۔ جو تین برس پورے کر کے چوتھے برس میں داخل ہونے والے اونٹ کے بچے کا نام ہے۔ اس وقت وہ سواری کے لائق اور تیز رفتاری کے کام آتا ہے ـــ حقائق بھی حقۃ کی جمع ہے۔ اس طرح دونوں روایتیں ایک ہی مطلب ادا کرتی ہیں۔ ہمارے بیان کردہ معنے پہلے بیان کے مقابلے میں عربوں کے اسلوب بیان و فکر سے زیادہ قریب ہیں۔

(۷) ـــ ایمان دل میں ایک "لمظہ" نقطہ کی جمع ظاہر ہوتا ہے۔ جتنا ایمان بڑھتا ہے وہ نقطہ بڑھتا جاتا ہے۔

لمظہ: سفید نقطہ یا نقطے جیسی چیز کو کہتے ہیں۔ اسی سے محاورہ ہے "فرس المظ"، وہ گھوڑا مراد ہوتا ہے جس کے نیچے والے ہونٹ پر سفید نشان ہو۔

(۸) ـــ جب کسی شخص کا قرضہ کسی پر ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ قرضہ ملنا بھی ہے یا نہیں۔ اگر اسے لے لے اور سال گذر گیا ہو تو واجب ہے کہ اس کی زکوٰۃ دے۔

ظنون: وہ قرض جس کا مالک یہ نہ جانتا ہو کہ اُسے ملے گا بھی یا نہیں۔ گویا وہ ایک مرتبہ خیال کرتا ہے کہ مل جائے گا۔ پھر خیال کرتا ہے کہ نہ ملے گا ـــ یہ بھی فصیح ترین بات ہے ـــ اسی طرح ہر وہ مطالبہ جس کے لیے یہ فیصلہ نہ ہو سکے کہ اس کا نتیجہ تمہارے حق میں مفید ہوگا یا نہیں اسے "ظنون" کہتے ہیں ـــ اس کی سند اعشیٰ کا یہ کلام ہے:-

جس کنوئیں کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں وہ کنواں دھواں دھار بارش کے وقت باقی نہیں رہتا ـــ جیسے فرات کا پانی کہ سیلاب کے وقت کشتیوں

يَقْذِفُ بِالبُوصِيِّ وَالْمَاهِرِ

وَالجَدّ: البِئْرُ والظُّنُونُ الَّتِي لَا يُعْلَمُ هَلْ فِيهَا مَاءٌ أَمْ لَا۔

اور ماہر شناوروں کو ڈبو دیتا ہے۔[1]

جُدّ: پرانا کنواں۔ "ظنون" وہ کنواں جس کے لیے معلوم نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

(ز) وفی حدیثہ ع: إِنَّهُ شَيَّعَ جَيْشًا يَغْزِيهِ فَقَالَ: اعْذِبُوا عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ. وَمَعْنَاهُ اصْدِفُوا عَنْ ذِكْرِ النِّسَاءِ وَشُغُلِ القَلْبِ بِهِنَّ وَامْتَنِعُوا مِنَ المُقَارَبَةِ لَهُنَّ لِأَنَّ ذٰلِكَ يَفُتُّ فِي عَضُدِ الحَمِيَّةِ وَيَقْدَحُ فِي مَعَاقِدِ العَزِيمَةِ وَيَكْسِرُ عَنِ العَدُوِّ وَيَلْفِتُ عَنِ الإِبْعَادِ فِي الغَزْوِ وَكُلُّ مَنِ امْتَنَعَ مِنْ شَيْءٍ فَقَدْ أَعْذَبَ عَنْهُ وَالعَاذِبُ وَالعَذُوبُ المُمْتَنِعُ مِنَ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ۔

(ز) ——— حضرت کسی لشکر کو جنگ کے لیے رخصت فرما رہے تھے۔ اس سے فرمایا: جہاں تک ہو سکے عورتوں سے الگ رہنا۔ مطلب یہ کہ: عورتوں کے تذکرے سے بچنا، دل ان سے نہ لگنے پائیں۔ ان سے قربت نہ کرو کہ اس سے غیرت کا بازو کمزور اور مضبوط ارادے زخمی ہوتے ہیں اور دشمن آدمی کو شکست دیتا ہے اور انسان کو جنگ میں جانے اور کوشش کرنے سے روکتا ہے۔ جو چیز بھی کسی چیز سے روکے اس کے لیے کہتے ہیں — "اعذب عنہ" عاذب اور عذوب: کھانے پینے سے چھوٹا ہوا۔

(ح) وفی حدیثہ ع: كَالْيَاسِرِ الفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ۔

اليَاسِرُونَ: هُمُ الَّذِينَ يَتَضَارَبُونَ بِالقِدَاحِ عَلَى الجَزُورِ، وَالفَالِجُ القَاهِرُ الغَالِبُ. يُقَالُ: قَدْ فَلَجَ عَلَيْهِمْ وَفَلَجَهُمْ وَقَالَ الرَّاجِزُ:

"لَمَّا رَأَيْتُ فَالِجًا قَدْ فَلَجَا"

(ح) ——— اس جوئے باز کی طرح جو اپنے تیروں سے پہلی کامیابی کا منتظر ہو — (دیکھیے خطبہ ۲۳) ——— یاسرون: وہ لوگ جو خریدے ہوئے ذبح کیے جانے والے اونٹ کے سر پر تیر مار کے جُوا کھیلتے ہیں — فالج: جیتنے والا۔ کہتے ہیں فلج علیہم اور فلجھم: (ان سے جیت گیا) یا رجز خوان کہتے ہیں — (جب جیتنے والے کو دیکھا کہ جیت گیا) ——

(ط) وفی حدیثہ ع: كُنَّا إِذَا احْمَرَّ البَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى العَدُوِّ مِنْهُ۔

وَمَعْنَى ذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا عَظُمَ الخَوْفُ مِنَ العَدُوِّ وَاشْتَدَّ عِضَاضُ الحَرْبِ فَزِعَ المُسْلِمُونَ إِلَى قِتَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِنَفْسِهِ فَيُنْزِلُ

(ط) ——— جب جنگ زوروں پر ہوتی تھی تو ہم آنحضرتؐ کی پناہ لیتے تھے، کیونکہ ہم میں سب سے زیادہ دشمن کے نزدیک حضرت ہی ہوتے تھے۔

مطلب یہ کہ جب دشمن کا رُعب بڑھ جاتا تھا اور جنگ زیادہ تیزی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان اس طرف پہنچتے تھے جہاں خود حضرتؐ جنگ میں مصروف ہوتے تھے اور خدا حضرت کی برکت سے فتح و نصرت عطا

[1] اس تمثیل سے اشارہ ہے کہ بخیل و سخی دونوں برابر نہیں۔ فیض الاسلام

اللہ تعالیٰ النصر علیہم بہ ویامنون مما کانوا یخافونہ بمکانہ

وقولہ "اذا احمر البأس" کنایۃ عن اشتداد الامر وقد قیل فی ذلک اقوال احسنہا: انہ شبہ حمی الحرب بالنار التی تجمع الحرارۃ والحمرۃ بفعلہا ولونہا ومما یقوی ذلک قول رسول اللہ وقد رای مجتلد الناس یوم حنین وھی حرب ھوازن: "الآن حمی الوطیس"، والوطیس مستوقد النار، فشبہ رسول اللہ ما استحر من جلاد القوم باحتدام النار وشدۃ التہابہا.

انقضی ھذا الفصل ورجعنا الی سنن الغرض

فرماتا تھا جس کی وجہ سے ان کا خوف جاتا رہتا تھا۔

—— "اِذا احمرّ البأس" سختی کی طرف اشارہ ہے —— اس سلسلے میں کئی قول ہیں جس میں سب سے اچھی رائے یہ ہے کہ: آپ نے شدتِ جنگ کی تشبیہ دی ہے "آگ کی اس تیزی سے جس میں گرمی بھی ہو اور سرخی بھی" —— اس کی مزید تقویت آنحضرتؐ کی اس روایت سے ہوتی ہے —— کہ جنگ حنین میں لوگوں کی سخت کوشی کو ملاحظہ فرمایا۔ (حنین کی لڑائی قبیلۂ ہوزان سے ہوئی تھی) "اب تو تنورِ جنگ گرم ہوگیا۔ وطیس کے معنے "جہاں آگ سلگائی جائے"، انگیٹھی —— رسول اللہؐ نے قوم کی سرگرمی کو آگ بھڑکنے اور اس کی شعلہ فشانی سے تشبیہ دی ہے۔

یہ حصہ ختم —— اب ہم پھر پہلے اسلوب کو شروع کرتے ہیں۔

۲۵۴- لما بلغہ اغارۃ اصحاب معاویۃ علی الانبار، فخرج بنفسہ ماشیاً حتی اتی النخیلۃ، فادرکہ الناس، وقالوا: یا امیر المؤمنین! نحن نکفیکہم. فقال: واللہ ما تکفوننی انفسکم فکیف تکفوننی غیرکم؟ ان کانت الرعایا قبلی لتشکو حیف رعاتہا فاننی الیوم لاشکو حیف رعیتی، کاننی المقود وہم القادۃ، او الموزوع وہم الوزعۃ.

فلما قال علیہ السلام ہذا القول فی کلام طویل قد ذکرنا مختارہ فی جملۃ الخطب، تقدم الیہ رجلان من اصحابہ فقال احدہما: انی لا املک الا نفسی و

۲۵۴- ایک واقعہ -جب آپ کو خبر ملی کہ لشکرِ معاویہ نے انبار (عراق کا ایک شہر) پر حملہ کر دیا ہے، تو آپ بنفس نفیس نخیلہ تک پیدل آئے۔ لوگوں نے آپ کو روکا اور کہا:

امیرالمومنین! ہم ان کے لیے بہت ہیں! حضرت نے جواب دیا کہ: خدا کی قسم جب تم میرے لیے کافی نہیں (میں چاہتا ہوں کہ تمھارا نقصان نہ ہو مگر تم ساتھ نہیں دیتے) تو غیر کے لیے کیا کافی ہوگے؟ پہلے زمانے میں رعایا اپنے حاکم کے ظلم سے شاکی تھی، اور میں آج کل اپنی رعایا کے ستم پر نالاں ہوں، گویا وہ قائد اور میں اُن کا پیرو ہوں، وہ فرمانروا اور میں فرمانبردار ہوں —— (کوئی بات میری نہیں مانتے)۔

یہ جملہ حضرتؑ کے ایک طولانی کلام کا حصہ ہے جسے ہم نے انتخابا۔ "خطبوں" میں درج کیا ہے (دیکھیے خطبہ ۲۷) اس گفتگو کو سن کر ایک شخص آگے بڑھا اور کہا "میں اپنا اور اپنے بھائی کا ذمے دار ہوں، جو حکم دینا

انی مُرنا بامرك يا امير المؤمنين تنفذ له.
فقال عليه السلام: واين تقعان مما اريد؟

چاہیں دیں ہم اس کو پورا کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا: دو آدمیوں سے
میرا منصوبہ کیا پورا ہوگا؟

۲۵۵ - وقيل ان الحارث ابن حوط اتاه فقال:
أترانى اظن اصحاب الجمل كانوا على ضلالة؟
فقال: يا حارث انك نظرت تحتك ولم
تنظر فوقك فحرت! انك لم تعرف الحق
فتعرف اهله ولم تعرف الباطل فتعرف
من اتاه فقال الحارث فانى اعتزل مع سعد
ابن مالك وعبد الله ابن عمر فقال عليه
السلام: ان سعدا وعبد الله ابن عمر لم
ينصرا الحق ولم يخذلا الباطل.

۲۵۵ - غیر جانبدار جنگِ جمل - حارث بن حوط حضرتؑ کے
پاس آئے اور عرض کیا: کیا یہ جنگِ جمل والے گمراہ تھے؟
فرمایا: حارث! تم نے نیچے دیکھا (جمل والوں کی باتیں سنیں) اور
اپنے اوپر نہ دیکھا (میری دلیلیں نہ سنیں) نتیجہ یہ ہوا کہ پریشان ہو۔
تم نے حق ہی کو نہ پہچانا کہ اہلِ حق معلوم ہوتے اور باطل کو نہیں دیکھا
کہ باطل پرستوں کو پہچانتے۔ حارث نے کہا: — میں تو سعد بن مالک
(ابی وقاص) اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ غیر جانبدار رہا۔ امیر المومنین
نے فرمایا: سعد اور عبداللہ نے حق کی مدد تو نہ کی، مگر باطل کو چھوڑا
بھی نہیں۔ (البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۳۶ میں بھی اشارہ ہے)

۲۵۶ - صاحب السلطان كراكب الاسد:
يغبط بموقعه وهو اعلم بموضعه.

۲۵۶ - مصاحب شاہ - بادشاہ کا مصاحب شیر سوار ہے،
لوگ تو اس کے درجے کی تمنا کرتے ہیں — مگر اصل حیثیت وہی خوب
جانتا ہے (کہ جان ہتھیلی پر ہے)۔

۲۵۷ - احسنوا فى عقب غيركم تحفظوا
فى عقبكم.

۲۵۷ - ذکرِ خیر - دوسرے کی غیر موجودگی میں ذکرِ خیر کرو کہ
تمہاری غیر حاضری میں تمہارا تذکرہ اچھے لفظوں میں ہوگا۔

۲۵۸ - ان كلام الحكماء اذا كان صوابا
كان دواء، واذا كان خطأ كان
داء.

۲۵۸ - فلسفی کی بات - فلسفی کی بات اگر ٹھیک ہوتی ہے تو
دوا، اور اگر غلط ہوتی ہے تو مرض ہوتی ہے (اس لیے حکیم کو سوچ
سمجھ کر بولنا، اور سننے والے کو غور کرنے کے بعد عمل کرنا چاہیے۔ م ح)

۲۵۹ - وسأله رجل ان يعرفه ما الايمان
فقال: اذا كان غد فأتنى حتى اخبرك على
اسماع الناس، فان نسيت مقالتى حفظها
عليك غيرك فان الكلام كالشاردة ينقفها هذا ويخطئها هذا.
وقد ذكرنا ما اجابه به فيما تقدم من
هذا الباب وهو قوله: الايمان على اربع شعب.

۲۵۹ - ایمان؟ ایک شخص نے آپؑ سے دریافت کیا کہ: ایمان
کسے کہتے ہیں؟ فرمایا، کل آنا تو میں لوگوں کے سامنے بیان کروں گا،
کہ اگر تم بھول جاؤ، تو دوسرے یاد دلا دیں۔ کیونکہ بات وحشی شکار ہے
ایک سے نکل جاتا ہے اور دوسرا پکڑ لیتا ہے۔
حضرتؑ کا جواب اسی جلد میں ۳۱ پر لکھا گیا ہے کہ ایمان کے
چار شعبے ہیں۔

۲۶۰۔ یَا ابْنَ آدَمَ لَا تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكَ عَلَى يَوْمِكَ الَّذِي قَدْ أَتَاكَ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللهُ فِيهِ بِرِزْقِكَ۔

۲۶۰۔ فکرِ فردا۔ فرزند آدم! آج کے دن آنے والے دن کی فکر نہ کر اس لیے کہ اگر اس دن تیری زندگی ہے تو خدا تیرا رزق بھی اسی کے ساتھ لائے گا۔ (نیز دیکھیے فقرہ ۳۷۲)۔

۲۶۱۔ أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْناً مَا، عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْماً مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْناً مَا، عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْماً مَا۔

۲۶۱۔ دوستی اور دشمنی کا گُر۔ اپنے دوست سے ذرا سنبھل کے دوستی رکھو، ممکن ہے کسی دن وہ تمھارا دشمن ہو جائے اور دشمن سے دشمنی میں حد سے نہ بڑھو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمھارا دوست بن جائے۔

۲۶۲۔ اَلنَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ آخِرَتِهِ، يَخْشَى عَلَى مَنْ يَخْلُفُهُ الْفَقْرَ، وَيَأْمَنُهُ عَلَى نَفْسِهِ، فَيُفْنِي عُمُرَهُ فِي مَنْفَعَةِ غَيْرِهِ۔ وَعَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، فَجَاءَهُ الَّذِي لَهُ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَأَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعاً، وَمَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيعاً، فَأَصْبَحَ وَجِيهاً عِنْدَ اللهِ، لَا يَسْأَلُ اللهَ حَاجَةً فَيَمْنَعُهُ۔

۲۶۲۔ دو کردار۔ دنیا میں دو طرح کے عمل کرنے والے ہیں: دنیا میں دنیا کے لیے عمل کرنے والے، اسے تو دنیا نے اپنی طرف متوجہ کرنے آخرت سے بے تعلق کر دیا۔ یہ اپنے بعد والوں (اولاد و اعزہ) کے لیے مفلسی سے ڈرتا ہے اور اپنے بارے میں مطمئن ہے تو یہ اپنی زندگی دوسرے کے نفع میں ختم کر دیتا ہے۔ (۲) وہ عمل کرنے والا جو آخرت کے لیے دنیا میں عمل کرتا ہے اور دنیا دی ضروریات عمل دنیا کے بغیر مل جاتی ہیں۔ تو اس نے ایک ساتھ دونوں مزے اٹھائے، دونوں گھروں کا مالک ہوا۔ اور خدا کی بارگاہ میں معزز ہوا کہ اس سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا تھا جس سے وہ منع کرتا (اور یہ دعا کر کے شرمندہ ہوتا)۔

۲۶۳۔ وَرُوِيَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي أَيَّامِهِ حَلْيُ الْكَعْبَةِ وَكَثْرَتُهُ، فَقَالَ قَوْمٌ: لَوْ أَخَذْتَهُ فَجَهَّزْتَ بِهِ جُيُوشَ الْمُسْلِمِينَ كَانَ أَعْظَمَ لِلْأَجْرِ، وَمَا تَصْنَعُ الْكَعْبَةُ بِالْحَلْيِ؟ فَهَمَّ عُمَرُ بِذَلِكَ، وَسَأَلَ عَنْهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالْأَمْوَالُ أَرْبَعَةٌ: أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ

۲۶۳۔ جناب عمرؓ اور آرائشِ کعبہ۔ روایت ہے کہ حضرت عمر کے سامنے خانہ کعبہ کے آرائشی سامان کا تذکرہ ہوا اور یہ (بھی کہا گیا) کہ وہ (بہت) کافی تعداد میں ہے۔ جسے سُن کر کچھ لوگوں نے کہا: اگر وہ سامان لے لیا جائے تو اسلامی لشکر کے کام آئے اور اس طرح خُدا بھی خوش ہوگا۔ کعبے کو اس سامان آرائش سے فائدہ کیا؟۔ حضرت عُمرؓ نے اس مال کے لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن حضرت علیؑ سے پُوچھا۔ تو آپ نے فرمایا:

پیغمبرؐ پر قرآن نازل کیا گیا، اس میں چار طرح کے مالوں کا بیان

الورثة في الفرائض، والفيء فقسمه على مستحقيه، والخمس فوضعه الله حيث وضعه، والصدقات فجعلها الله حيث جعلها، وكان حلي الكعبة فيها يومئذ، فتركه الله على حاله، ولم يتركه نسياناً، ولم يخف عليه مكاناً، فأقره حيث أقره الله ورسوله. فقال له عمر: لولاك لافتضحنا، وترك الحلي بحاله.

۲۶۴۔ وروي أنه عليه السلام رفع إليه رجلان سرقا من مال الله، أحدهما عبد من مال الله، والآخر من عروض الناس، فقال: أما هذا فهو من مال الله ولا حد عليه، مال الله أكل بعضه بعضاً، وأما الآخر فعليه الحد فقطع يده.

۲۶۵۔ لو قد استوت قدماي من هذه المداحض لغيرت أشياء۔

۲۶۶۔ اعلموا علماً يقيناً أن الله لم يجعل للعبد - وإن عظمت حيلته، واشتدت طلبته، وقويت مكيدته - أكثر مما سمي له في الذكر الحكيم، ولم يحل بين العبد في ضعفه وقلة حيلته، وبين أن يبلغ ما سمي له في الذكر الحكيم، والعارف لهذا العامل به أعظم الناس راحة في منفعة، والتارك له الشاك فيه أعظم الناس شغلاً في مضرة، ورب منعم عليه مستدرج بالنعمى، ورب مبتلى مصنوع له بالبلوى، فزد أيها المستمع في شكرك وقصر

ہے، مسلمانوں کا مال، پیغمبر نے یہ مال وارثوں پر تقسیم کر دیا (۲) مالِ غنیمت، جسے مستحقوں کے حوالے کیا (۳) خمس، تو وہ جن کے لیے خدا کا حکم ہوا تھا انھیں ملا (۴) صدقہ و خیرات، اسے بھی خدا نے جس جس کے لیے فرمایا تھا وہ ہے — رہا سامان کعبہ، تو یہ اس وقت بھی تھا، لیکن خدا نے اسے بحال رکھا اور بھول کر نہیں (بلکہ جان بوجھ کر) نہ یہ کہ اسے وہ جگہ معلوم نہ تھی۔ اس لیے یہ سب اسی طرح رہنے دو، جیسے خدا اور رسول نے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہوتے —— اور سامان اسی طرح چھوڑ دیا۔

۲۶۴۔ ایک مقدمہ۔ حضرت کے پاس دو چور لائے گئے۔ یہ دونوں غلام تھے، ایک بیت المال کی ملکیت تھا، دوسرا کسی آدمی کی۔ آپ نے فرمایا: یہ تو مال خدا سے ہے، اس لیے اس پر کوئی حد نہیں کہ ملکیت خدا میں سے ایک کا دوسرے سے نقصان ہوا ہے۔ ہاں دوسرے کو سزا دی جائے۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

۲۶۵۔ امیر المومنین کا ارادہ۔ اگر ان الجھنوں (لڑائیوں) سے سنبھلنے کا موقع ملا تو بہت سی رائج (غلط) باتیں بدل دوں گا۔

۲۶۶۔ مقدر۔ اسے یقینی بات سمجھو کہ خدا نے کسی بندے کو —— چاہے اس کی تدبیر کتنی ہی اہم، اور مطالبہ کتنا ہی سخت، اور چالاکی کیسی ہی مضبوط ہو —— ذکر حکیم (لوح محفوظ) میں معین شدہ حصے سے زیادہ نہیں دیتا۔ اور کسی کی کمزوری اور بے چارگی اور تقدیر کی معین شدہ بات میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ اس راز کو جاننے اور اس کے اوپر عمل کرنے والا بڑی راحت و آسائش میں ہے اور اس نکتے کو چھوڑنے اور اس میں شک کرنے والا، وہ سب سے زیادہ مضرت میں مشغول ہے (پریشانی کے لیے تیار رہے)، بہت سے دولت اور قسمت والے ہیں جو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف بڑھ رہے ہیں اور بہت سے احسانوں میں گھرے ہوئے بلاؤں میں گرفتار ہیں۔ تو اے

مِنْ عَجَلَتِكَ، وَقِفْ عِنْدَ مُنْتَهَى رِزْقِكَ۔

سننے والے! شکر میں زیادتی کر اور جلد بازی میں سستی کر دے اور رزق و دولت کی انتہا پر (جو تیرے ہاتھ آ چکی ہو) رک جا (لالچ نہ کر)۔

۲۶۷۔ لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلًا وَيَقِينَكُمْ شَكًّا، إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا، وَإِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا۔

۲۶۷۔ یقین محکم اور عمل پیہم۔ اپنی جہالت کو علم اور یقین کو شک نہ بناؤ، جب کچھ علم ہو تو عمل کرو، اور یقین ہو جائے تو اقدام بھی کرو۔

۲۶۸۔ إِنَّ الطَّمَعَ مُورِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ، وَرُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيِّهِ، وَكُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيهِ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهِ، وَالْأَمَانِيُّ تُعْمِي أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ، وَالْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِيهِ۔

۲۶۸۔ اُمیدیں۔ لالچ وہ چشمہ ہے جہاں سے واپسی نہیں ہوتی، یہ وہ ضمانت گیر ہے جو وفادار نہیں کبھی پانی پینے والے کو سیراب ہونے سے پہلے اچھو ہو جاتا ہے (بہت سے لالچی وقت آنے سے پہلے نتیجہ بھگت لیتے ہیں) جس پسندیدہ چیز کی قدر زیادہ ہو گی اس کے جانے پر رنج زیادہ ہوگا (لہٰذا کسی سے زیادہ دل نہ لگاؤ) امیدیں بصیرت کی نگاہیں اندھی کر دیتی ہیں، قسمت کا لکھا اس تک پہنچ جاتا ہے چاہے وہ (کوشش نہ کرے)۔

۲۶۹۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تُحَسِّنَ فِي لَامِعَةِ الْعُيُونِ عَلَانِيَتِي، وَتُقَبِّحَ فِيمَا أُبْطِنُ لَكَ سَرِيرَتِي، مُحَافِظًا عَلَى رِئَاءِ النَّاسِ مِنْ نَفْسِي مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ مِنِّي، فَأُبْدِي لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِي، وَأُفْضِي إِلَيْكَ بِسُوءِ عَمَلِي، تَقَرُّبًا إِلَى عِبَادِكَ وَتَبَاعُدًا مِنْ مَرْضَاتِكَ۔

۲۶۹۔ دُعا۔ خدایا! تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے تو خوش کردار ہوں لیکن میرا باطن تیرے سامنے بدہیئت ہو، لوگوں کو دکھانے کے لیے ظاہر کو بچائے رکھوں لیکن حقیقت پر تو مجھ سے زیادہ باخبر ہو۔ گویا لوگوں کو اپنا ظاہر حسین اور تیری بارگاہ میں اعمال بدپیش ہوتے رہیں۔ یعنی تیرے بندوں کا محبوب اور تیری مرضیوں سے دور ہو جاؤں۔

۲۷۰۔ لَا وَالَّذِي أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِي غُبْرِ لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ تَكْشِرُ عَنْ يَوْمٍ مَا كَانَ كَذَا وَكَذَا۔

۲۷۰۔ ظہور مہدیؑ۔ نہیں، اس کی قسم جس کی قدرت کی مدد سے ہم نے اس تاریک اور اندھیری رات (پریشانیاں زور باطل) بسر کرنے کا موقع دیا۔ یہ رات آنے والے دن سے زیادہ خطرناک ہو گی ——— یہ اور وہ ...... نہ ہوگا۔

۲۷۱۔ قَلِيلٌ تَدُومُ عَلَيْهِ أَرْجَى مِنْ كَثِيرٍ مَمْلُولٍ مِنْهُ۔

۲۷۱۔ استقلال۔ وہ تھوڑا جس کو قرار اور دوام ہو وہ تنگ دل کرنے والے زیادہ سے زیادہ امید آفرین ہے۔ (دیکھیے فقرہ ۴۲۷)

۲۷۲۔ إِذَا أَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْفُضُوهَا۔

۲۷۲۔ نافلہ چھوڑ دو۔ جب نافلوں سے فرائض پر مخالف اثر پڑے تو انھیں چھوڑ دو۔ (دیکھیے جملہ ۳۹ م ح)۔

۲۷۳۔ مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ۔

۲۷۳۔ **تیاری**۔ جسے سفر کی طوالت (مسافت) یاد ہو وہ (پہلے سے) تیاری بھی کرتا ہے۔

۲۷۴۔ لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ مَعَ الْأَبْصَارِ، تَكْذِبُ الْعُيُونُ أَهْلَهَا، وَلَا يَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهُ۔

۲۷۴۔ **عقل**۔ "دیکھنا" آنکھوں (ہی) سے نہیں ہوتا۔ کبھی یہ آنکھیں آنکھ والے کو غلط بھی دکھاتی ہیں۔ لیکن نصیحت طلب آدمی کو عقل دھوکا نہیں دیتی۔

۲۷۵۔ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِنَ الْغِرَّةِ۔

۲۷۵۔ **نصیحت قبول کرنے میں رکاوٹ**۔ تمھارے اور نصیحت میں بے توجہی کا پردہ حائل (رہتا) ہے۔

۲۷۶۔ جَاهِلُكُمْ مُزْدَادٌ، وَعَالِمُكُمْ مُسَوِّفٌ۔

۲۷۶۔ **افراط و تفریط**۔ تمھارے جاہل (اپنی غلط کاری میں) آگے بڑھ جاتے ہیں اور جانے بوجھے ٹالتے رہتے ہیں۔

۲۷۷۔ قَطَعَ الْعِلْمُ عُذْرَ الْمُتَعَلِّلِينَ۔

۲۷۷۔ **عالم کی مشکل**۔ علم بہانہ تراش لوگوں کے عذر ختم کر دیتا ہے۔

۲۷۸۔ كُلُّ مُعَاجَلٍ يَسْأَلُ الْإِنْظَارَ، وَكُلُّ مُؤَجَّلٍ يَتَعَلَّلُ بِالتَّسْوِيفِ۔

۲۷۸۔ **وقت کی قدر کرو**۔ ہر عجلت پسند مہلت کا وقت چاہتا ہے (کہ اور عمل کرے)۔ اور ہر صاحب فرصت مستقبل کا بہانہ ڈھونڈتا ہے (اور کچھ نہیں کرتا)۔

۲۷۹۔ مَا قَالَ النَّاسُ لِشَيْءٍ طُوبَى لَهُ إِلَّا وَقَدْ خَبَأَ لَهُ الدَّهْرُ يَوْمَ سُوءٍ۔

۲۷۹۔ **خوشی ناپائدار ہے**۔ جس سے لوگ "مبارک باد" کہتے ہیں۔ زمانے نے اس کے لیے ایک برا دن چھپا رکھا ہے۔

۲۸۰۔ حضرتؑ سے قضاء و قدر کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا:

طَرِيقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوهُ، وَبَحْرٌ عَمِيقٌ فَلَا تَلِجُوهُ، وَسِرُّ اللهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوهُ۔

قضاء و قدر تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ یہ گہرا سمندر ہے۔ اس میں نہ پھاندو، یہ خدا کا راز ہے اس میں زبردستی تکلیف نہ اٹھاؤ۔

۲۸۱۔ إِذَا أَرْذَلَ اللهُ عَبْدًا حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ۔

۲۸۱۔ **محروم علم**۔ جب خدا کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ علم اس پر حرام ہو جاتا ہے۔

۲۸۲۔ كَانَ لِي فِيمَا مَضَى أَخٌ فِي اللهِ، وَكَانَ يُعْظِمُهُ فِي عَيْنِي صِغَرُ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ، وَكَانَ خَارِجًا مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهِ فَلَا يَشْتَهِي مَا لَا يَجِدُ، وَلَا يُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ، وَكَانَ أَكْثَرَ دَهْرِهِ صَامِتًا، فَإِنْ قَالَ بَذَّ الْقَائِلِينَ وَنَقَعَ غَلِيلَ

۲۸۲۔ **ابوذر یا عثمان بن مظعون کی یاد**۔ گذشتہ زمانے میں میرا راہ خدا میں ایک دوست تھا کہ اس کی نظر میں دنیا کی بے قدری نے میری نگاہ اس کی عظمت بڑھا دی تھی۔ اس شکم اس پر غالب نہ تھا۔ جسے نہ پاتا تھا اس کی خواہش بھی نہ کرتا تھا اور جسے پا جاتا تھا اس کو بڑھاتا بھی نہ تھا۔ وہ دن کے اکثر حصے میں خاموش

السَّائِلِيْنَ، وَكَانَ ضَعِيْفًا مُسْتَضْعَفًا فَاِنْ جَاءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثٌ غَادٍ وَّصِلُّ وَادٍ لَا يُدْلِيْ بِحُجَّةٍ حَتّٰى يَاْتِيَ قَاضِيًا وَّكَانَ لَا يَلُوْمُ اَحَدًا عَلٰى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِيْ مِثْلِهٖ حَتّٰى يَسْمَعَ اِعْتِذَارَهٗ، وَكَانَ لَا يَشْكُوْ وَجَعًا اِلَّا عِنْدَ بُرْئِهٖ، وَكَانَ يَفْعَلُ مَا يَقُوْلُ وَلَا يَقُوْلُ مَا لَا يَفْعَلُ، وَكَانَ اِنْ غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوْتِ وَكَانَ عَلٰى اَنْ يَّسْمَعَ اَحْرَصَ مِنْهُ عَلٰى اَنْ يَّتَكَلَّمَ، وَكَانَ اِذَا بَدَهَهٗ اَمْرَانِ نَظَرَ اَيُّهُمَا اَقْرَبُ اِلَى الْهَوٰى، فَخَالَفَهٗ فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَائِقِ فَالْزَمُوْهَا وَتَنَافَسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْهَا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اَخْذَ الْقَلِيْلِ خَيْرٌ مِّنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ۔

رہتا تھا، اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کے لیے گنجائش گفتگو ختم کر دیتا تھا اور پوچھنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ اگر حق گوئی کا وقت ہوتا تو وہ جنگل کا شیر اور صحرا کا اژدہا تھا۔ جو دلیل بھی پیش ہوتی وہ اس کا فیصلہ کر دیتا تھا۔ وہ کسی ایسی بات پر ملامت نہ کرتا تھا جس کی ایسی بات پر عذر کیا جاتا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس (غلط کار) کی معافی سن لیتا تھا۔ وہ کسی درد کی شکایت اس کے اچھا ہونے کے بعد کرتا تھا (کہ کفرانِ نعمت نہ ہو) جو کرتا تھا وہ کہتا، اور جو نہ کرتا تھا وہ منہ سے نہ نکالتا تھا، اگر اس کے بولنے پر غلبہ کر لیا جاتا تھا (کہ فضول باتیں کرنے لگتے تھے) تو اس کی خاموشی پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تھا (کہ ایسے موقع پر وہ بول دے) وہ (اچھی بات) سننے کا بولنے سے زیادہ شوقین تھا۔ اگر انھیں وہ کام کرنا پڑے تو وہ دیکھتا تھا کہ خواہش نفس سے زیادہ قریب کون ہے، جو ہوتا اسے چھوڑ دیتا۔ تو ان اخلاق و عادات کو تم بھی اپناؤ اور اس میں کوشش کرو۔ اور اگر یہ درجہ نہ مل سکے تو یہ سمجھ لو کہ تھوڑا حاصل کر لینا بہت چھوڑنے سے اچھا ہے۔

۲۸۳۔ لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَّا يُعْصٰى شُكْرًا لِّنِعَمِهٖ۔

۲۸۳۔ **نافرمانی خدا۔** اگر خدا نے گناہ سے نہ ڈرایا ہوتا تو جب بھی گناہ نہ کرنا چاہیے تھے تاکہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو جاتا۔

۲۸۴۔ اشعث بن قیس کے لڑکے کی تعزیت میں فرمایا:

يَا اَشْعَثُ اِنْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَاِنْ تَصْبِرْ فَفِي اللّٰهِ مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ خَلَفٌ۔

يَا اَشْعَثُ اِنْ صَبَرْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَاَنْتَ مَاْجُوْرٌ، وَاِنْ جَزِعْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَاَنْتَ مَاْزُوْرٌ۔ يَا اَشْعَثُ اِبْنُكَ سَرَّكَ

اشعث! اگر اپنے فرزند پر غم کرو گے تو تمھاری محبت کا یہی تقاضا ہے اور اگر صبر کرو گے تو خدا کی طرف سے ہر مصیبت میں بدلہ۔

اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو خدا کا فیصلہ جاری ہو چکا۔ اب تمھیں اجر ملے گا اور اگر گھبرا اٹھے تو بھی خدا کا فیصلہ تو جاری ہو چکا۔ ہاں گناہگار ضرور ہو گے۔

اشعث! تمھارا فرزند تمھیں خوش تو کرتا تھا مگر وہ امتحان د

وَهُوَ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ، وَحُزْنُكَ وَهُوَ ثَوَابٌ وَ رَحْمَةٌ۔

آزمائش تھی۔ اب تمہیں غمگین کیا تو اس میں ثواب اور رحمت ہے۔
(نیز دیکھیے فقرہ ۴۰۷) (العقد ج ۲ ص ۲۳)

۲۸۵۔ رسول اللہؐ کی قبر مبارک پر دفن کرتے وقت فرمایا:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ اِلَّا عَنْكَ وَاِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ اِلَّا عَلَيْكَ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيْلٌ وَاِنَّهُ قَبْلَكَ وَبَعْدَكَ لَجَلَلٌ۔

صبر اچھی چیز ہے، مگر آپ کے بارے میں نہیں، اور جزع فزع بری ہے مگر آپ پر؟ آپ کا غم تو بہت بڑا غم ہے اور آپ سے پہلے یا بعد تو کچھ بھی نہیں!

۲۸۶۔ لَا تَصْحَبِ الْمَائِقَ! فَاِنَّهُ يُزَيِّنُ لَكَ فِعْلَهُ، وَيَوَدُّ اَنْ تَكُوْنَ مِثْلَهُ۔

۲۸۶۔ احمق کا ساتھ۔ بے وقوف کو دوست نہ بناؤ کہ وہ اپنے کام خوب صورت بنا کے دکھائے گا اور یہ چاہے گا کہ تم بھی اس کے جیسے ہو جاؤ۔

۲۸۷۔ کسی نے مشرق و مغرب کا فاصلہ پوچھا تو حضرت نے فرمایا:

مَسِيْرَةُ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ۔

سورج کے ایک دن کی مسافت!

۲۸۸۔ اَصْدِقَاءُكَ ثَلَاثَةٌ وَاَعْدَاءُكَ ثَلَاثَةٌ۔ فَاَصْدِقَاءُكَ: صَدِيْقُكَ وَصَدِيْقُ صَدِيْقِكَ وَعَدُوُّ عَدُوِّكَ۔

۲۸۸۔ تین دوست اور تین دشمن۔ تمھارے دوست اور دشمن دونوں تین تین طرح کے ہیں — دوست تو یہ ہیں: (۱) تمھارا مخلص (۲) تمھارے دوست کا دوست۔ (۳) اور دشمن کا دشمن۔

وَاَعْدَاءُكَ: عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِيْقِكَ وَصَدِيْقُ عَدُوِّكَ۔

اور دشمن یہ ہیں: (۱) تمھارا مخالف۔ (۲) تمھارے دوست کا دشمن۔ (۳) دشمن کا دوست۔

۲۸۹۔ ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے اُلٹا اپنا نقصان کرنے کو ہے تو فرمایا:

اِنَّمَا اَنْتَ كَالطَّاعِنِ نَفْسَهُ لِيَقْتُلَ رِدْفَهُ۔

تمھاری تو وہ حالت ہے جیسے کوئی اپنے ردیف (ہم نشین شتر) کو مارنے کے لیے اپنے اوپر نیزہ مارے۔

۲۹۰۔ مَا اَكْثَرَ الْعِبَرَ وَاَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ۔

۲۹۰۔ عبرت۔ عبرتیں کس قدر ہیں؟ مگر ان کا اثر لینے والے کتنے کم ہیں؟

۲۹۱۔ مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُوْمَةِ اَثِمَ وَمَنْ قَصَّرَ فِيْهَا ظُلِمَ، وَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ مَنْ خَاصَمَ۔

۲۹۱۔ جھگڑنے والے۔ لڑائی جھگڑے میں جو حد سے بڑھا وہ گناہ گار، اور جس نے کوتاہی کی وہ مارا گیا۔ مگر جھگڑنے والے کا خدا سے ڈرتا اور معتدل ہونا ممکن نہیں۔

۲۹۲- مَا اَهَمَّنِي ذَنْبٌ اُمْهِلْتُ بَعْدَهٗ حَتّٰى اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَاَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ۔

۲۹۲- گناہ کے بعد مہلت کی قدر کرو۔ (معصوم ہونے کے بعد میری رائے یہ ہے، کہ مجھے گناہ کبھی اہم نہ معلوم ہوتا اگر گناہ کے بعد اتنی مہلت ملتی کہ اس میں نماز کی دو رکعتیں پڑھ کر خدا سے مغفرت کی دعا مانگتا۔

۲۹۳- حضرت سے پوچھا گیا کہ: خدا باوجود اتنی کثرت کے تمام خلقت کا حساب کیسے کرے گا؟ فرمایا:

كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ۔

جیسے اتنا زیادہ ہوتے ہوئے انھیں رزق دیتا ہے۔

پھر کہا گیا: وہ ان کا کیسے حساب لے گا، جب یہ لوگ اسے دیکھیں گے نہیں؟

فَقَالَ: كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَلَا يَرَوْنَهٗ۔

فرمایا: جیسے انھیں دیکھے بغیر رزق دیتا ہے۔

۲۹۴- رَسُوْلُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ وَكِتَابُكَ اَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ۔

۲۹۴- خط اور قاصد۔ تمھارا قاصد تمھاری عقل کا ترجمان ہے (جو وہ کہے گا اس سے تمھاری عقلمندی کا اندازہ لگایا جائے گا) اور تمھارا خط تمھاری طرف سے بولنے والوں میں سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

۲۹۵- مَا الْمُبْتَلَى الَّذِيْ قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ بِاَحْوَجَ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءَ۔

۲۹۵- دعا کا محتاج۔ وہ شخص جس پر مصیبت زیادہ سخت ہو وہ دُعا کا اس سے زیادہ محتاج نہیں ہے جو بلا سے بے خوف نہ ہو (یعنی وہ زیادہ محتاج دعا ہے کہ ابھی بلا نہیں آئی۔

۲۹۶- اَلنَّاسُ اَبْنَاءُ الدُّنْيَا وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰى حُبِّ اُمِّهٖ۔

۲۹۶- ایک طنز۔ لوگ دنیا کی اولاد ہیں اور کسی کو ماں کی محبت پر بُرا نہیں کہا جاتا۔

۲۹۷- اِنَّ الْمِسْكِيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَمَنْ مَنَعَهٗ فَقَدْ مَنَعَ اللّٰهَ وَمَنْ اَعْطَاهُ فَقَدْ اَعْطَى اللّٰهَ۔

۲۹۷- یہ سائل؟ یہ محتاج خدا کے قاصد ہیں جس نے انھیں نہ دیا اُس نے خدا کو نہ دیا اور جس نے انھیں دیا اُس نے خُدا کو دیا۔

۲۹۸- مَا زَنٰى غَيُوْرٌ قَطُّ۔

۲۹۸- زنا۔ غیرت دار کبھی زنا نہیں کرتا۔

۲۹۹- كَفٰى بِالْاَجَلِ حَارِسًا۔

۲۹۹- محافظ۔ موت کا ہی محافظ ہونا کافی ہے (کہ موت سے پہلے مر نہیں سکتا۔ فیض)

۳۰۰- يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ وَلَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ۔

۳۰۰- دولت اور اولاد کا مقابلہ۔ آدمی اولاد کے مرنے پر آرام کر لیتا ہے مگر دولت چھن جانے پر سونے نہیں پاتا۔

اس کے معنے یہ ہیں کہ اولاد کے قتل ہونے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے چھن جانے پر صبر نہیں کرتا — رضی رح

۳۰۱- مَوَدَّةُ الْآبَاءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ وَ الْقَرَابَةُ أَحْوَجُ إِلَى الْمَوَدَّةِ۔

۳۰۱ محبت کا سلسلہ اور اثر۔ اجداد کی محبت اولاد کا رشتہ ہے اور رشتہ کی ضرورت محبت سے زیادہ ضروری ہے۔ بمقابل محبت اور قرابت کے۔ (ابن ابی الحدید نے اس کی بہت اچھی مثال دی ہے کہ کسی سے پوچھا گیا: کیوں بھئی تمہیں دوست سے محبت ہے یا بھائی سے ہے؟ اُس نے کہا اگر بھائی دوست ہے تو وہی زیادہ محبوب ہے!) (رفیق الاسلام)

۳۰۲- اِتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ۔

۳۰۲- مومن کی فراست۔ مومنوں کی دور رسی سے ڈرو کہ خدا نے ان کی زبانوں پر حق (اور سچ ہو جانے والی بات) کو رکھ دیا ہے۔ (بقول ابن میثم شیخ آنحضرتؐ کی حدیث ہے "اِتَّقُوا بِفِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ" مومن کی فراست سے بچو کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور اسی کے الہام سے بولتا ہے)۔

۳۰۳- لَا يَصْدُقُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَكُونَ بِمَا فِي يَدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِي يَدِهِ۔

۳۰۳- خدا پر بھروسہ۔ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا اور پختہ نہیں ہوتا جب تک اُسے اپنے قبضہ و اختیار سے زیادہ قبضہ و اختیار خدا (کی چیز) پر بھروسہ نہ ہو۔

۳۰۴- انس بن مالک جب بصرے سے آئے تو ان کو طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا کہ وہ رسُولُ اللہ کے سُنے ہوئے کچھ احادیث یاد دلائیں جو انہی دونوں سے متعلق ہیں۔ یہ اُن کے پاس گئے اور یہ گفتگو ٹال گئے اور (حضرت کے پاس) آکر کہا: "میں یہ بات ہی بھول گیا"— اس پر حضرت نے فرمایا:

إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَامِعَةً لَا تُوَارِيهَا الْعِمَامَةُ۔

اگر تم جھوٹ بولتے ہو، تو خدا تمہیں ایسی چمکدار سفیدی میں مبتلا کرے کہ جسے پگڑی نہ چھپا سکے۔

(چمکدار سفیدی) یعنی برص —— اس کے بعد یہ بیماری چہرے پر نمایاں ہوئی، چنانچہ وہ جب بھی نظر آتے تھے تو نقاب پوش —— رضی رح)

۳۰۵- إِنَّ لِلْقُلُوبِ إِقْبَالًا وَإِدْبَارًا فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوهَا عَلَى النَّوَافِلِ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوا بِهَا عَلَى الْفَرَائِضِ۔

۳۰۵- نفسیات۔ دلوں کا ایک مثبت رجحان ہوتا ہے اور منفی۔ تو جب دل جھکے تو اسے نوافل پر لگا دو اور جب کھنچے تو فقط فرائض پر اکتفا کرو۔ کہ عبادت میں حضور قلب شرط ہے

۳۰۶- فِي الْقُرْآنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ۔

۳۰۶- قرآن۔ قرآن میں تمہارے اگلوں کی خبریں، پچھلوں کی باتیں اور تمہارے درمیانی احکام ہیں۔

۳۰۷- رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ فَإِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ۔

۳۰۷- اینٹ کا جواب۔ . . . . . ! پتھر جس طرف سے آئے ادھر ہی پھینک دو، کہ شرارت کا جواب شرارت ہے۔

۳۰۸- قَالَ لِكَاتِبِهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ:
اَلِقْ دَوَاتَكَ، وَاَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ وَفَرِّجْ بَيْنَ السُّطُوْرِ، وَقَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوْفِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ۔

۳۰۸- اصول کتابت - اپنے منشی عُبیداللہ بن ابی رافع سے فرمایا:
دوات صاف رکھو، قلم کی زبان لمبی ہو، سطروں کا فاصلہ کافی، اور حروف کو ملا کر لکھو، (کٹے کٹے نہ ہوں) اس لیے کہ یہ بات خط و تحریر کے نکھار کا سبب ہے۔

۳۰۹- اَنَا يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَالُ يَعْسُوْبُ الْفُجَّارِ۔

۳۰۹- میں؟ مومنوں کا یعسوب ہیں اور بدکاروں کا یعسوب مال ہے۔

(اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن میرا اتباع کرتے ہیں اور بدکار مال کی فرماں برداری کرتے ہیں جیسے شہد کی مکھی اپنے یعسوب کی جو ان کا رئیس ہوتا ہے ۔۔۔ رضیؒ) (دیکھیے فقرہ ۱۰۹ ۔ م ح)

۳۱۰- قَالَ لَهٗ بَعْضُ الْيَهُوْدِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِيَّكُمْ حَتّٰى اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ!
فَقَالَ لَهٗ: اِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيْهِ، وَلٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ اَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ: اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔

۳۱۰- یہودی سے مکالمہ - کسی یہودی نے کہا: آپ کے تو نبی بھی دفن نہیں ہوئے تھے کہ (امت میں) اختلاف ہو گیا۔
فرمایا: ہمارا اختلاف دین ہی پر تھا اصل میں تو نہ تھا، لیکن (دریائے نیل سے نکل کر) ابھی تمھارے پیر بھی تو نہ سُوکھے تھے کہ تم نے اپنے نبی (حضرت موسےؑ) سے کہہ دیا کہ "ہمارے بھی ویسے خدا بنا دیجیے جیسے ان کے ہیں"۔ حضرت موسےؑ نے فرمایا "تم بڑی جاہل قوم ہو"۔ (س ۷، ی ۱۳۸)۔

۳۱۱- قِيْلَ لَهٗ: بِاَيِّ شَيْءٍ غَلَبْتَ الْاَقْرَانَ؟ فَقَالَ: مَا لَقِيْتُ اَحَدًا اِلَّا اَعَانَنِیْ عَلٰى نَفْسِهٖ۔
(يُوْمِیْ بِذٰلِكَ اِلٰى تَمَكُّنِ هَيْبَتِهٖ فِی الْقُلُوْبِ)

۳۱۱- ترقی کا راز - حضرتؑ سے پوچھا گیا کہ آپ دشمن پر کیونکر چھا گئے؟ فرمایا: میں جس سے لڑا اُس نے مجھے اپنے اوپر قابو دیا۔
(اس سے اشارہ ہے کہ حضرت کی ہیبت دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رضی رح)

۳۱۲- قَالَ لِابْنِهٖ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ: يَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ فَاِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِّلدِّيْنِ مَدْهَشَةٌ لِّلْعَقْلِ دَاعِيَةٌ لِّلْمَقْتِ

۳۱۲- احتیاج - اپنے فرزند محمدؓ حنفیہ سے فرمایا: بیٹا! میں تمھارے سلسلے میں احتیاج سے پناہ مانگتا ہوں کہ یہ چیز دین میں نقص عقل میں گھبراہٹ اور (زبردستی کی) دشمنی کی داعی ہے۔

۳۱۳- قَالَ لِسَائِلٍ سَاَلَهٗ عَنْ مُعْضِلَةٍ: سَلْ تَفَقُّهًا وَلَا تَسْاَلْ تَعَنُّتًا، فَاِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ

۳۱۳- جاہل نما - ایک سائل نے ایک مشکل کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: سمجھنے کے لیے پوچھو، امتحان اور پریشان کرنے کے

شَبِيهٌ بِالْعَالِمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهٌ بِالْجَاهِلِ۔

واسطے نہیں۔ کیونکہ جاہل طالب علم عالم کے مانند اور عالم زور آور جاہل کی طرح ہوتا ہے۔

۳۱۴۔ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ الْعَبَّاسِ وَقَدْ أَشَارَ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ لَمْ يُوَافِقْ رَأْيَهُ: لَكَ أَنْ تُشِيرَ عَلَيَّ وَأَرَى، فَإِنْ عَصَيْتُكَ فَأَطِعْنِي۔

۳۱۴۔ مشورہ اور طریق کار۔ عبداللہ بن عباس نے ایک مشورہ دیا جو حضرت کی رائے میں ٹھیک نہ تھا، فرمایا: تمھارا کام ہے مشورہ دینا، میں غور کروں گا، اگر مخالفت کروں تو تم میری اطاعت کرو (کہ میں امام ہوں حق سوچتا ہوں)۔[1]

۳۱۵۔ رُوِيَ أَنَّهُ لَمَّا وَرَدَ الْكُوفَةَ قَادِمًا مِنْ صِفِّينَ مَرَّ بِالشِّبَامِيِّينَ فَسَمِعَ بُكَاءَ النِّسَاءِ عَلَى قَتْلَى صِفِّينَ وَخَرَجَ إِلَيْهِ حَرْبُ بْنُ شُرَحْبِيلَ الشِّبَامِيُّ وَكَانَ مِنْ وُجُوهِ قَوْمِهِ۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ: أَتَغْلِبُكُمْ نِسَاؤُكُمْ عَلَى مَا أَسْمَعُ، أَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِينِ؟ وَأَقْبَلَ يَمْشِي مَعَهُ وَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاكِبٌ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَإِنَّ مِثْلَكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلْوَالِي وَمَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

۳۱۵۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ صفین سے کوفے واپس آئے تو قبیلہ شبامی کی آبادی سے گذرے۔ ان کی عورتوں کو مقتولین صفین پر روتے سنا اور (اسی وقت) حرب بن شرحبیل شبامی جو اس قبیلے کا معزز آدمی تھا حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے فرمایا: کیا یہ عورتیں جیسا کہ میں سن رہا ہوں (کہ رو رو کر) تم لوگوں پر چھا جائیں گی؟ کیا تم انھیں منع نہیں کرتے کہ شور نہ مچائیں! (حرب حضرت کے ساتھ چلتا رہا، آپ سواری پر تھے۔ فرمایا) جاؤ، اس لیے تمھاری طرح پیدل چلنا مجھ ایسے (سوار) کے ساتھ حاکم کے لیے تکبر اور مومنوں کے لیے ذلت کی بات ہے۔

۳۱۶۔ قَالَ وَقَدْ مَرَّ بِقَتْلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَ النَّهْرَوَانِ: بُؤْسًا لَكُمْ لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ. فَقِيلَ لَهُ: مَنْ غَرَّهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ: الشَّيْطَانُ الْمُضِلُّ وَالْأَنْفُسُ الْأَمَّارَةُ بِالسُّوءِ، غَرَّتْهُمْ بِالْأَمَانِيِّ فَفَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِي، وَوَعَدَتْهُمُ الْإِظْهَارَ فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ۔

۳۱۶۔ جنگ نہروان میں خارجی مقتولین کی طرف گذرتے ہوئے فرمایا: وائے ہو تم پر! جس نے تمھیں ورغلایا اس نے تمھیں دھوکا دیا۔ کسی نے پوچھا: امیرالمومنین، انھیں کس نے ورغلایا؟ — جواب دیا: گمراہ کرنے والے شیطان، اور نفس امارہ نے، انھیں امیدوں سے ورغلایا، اور گناہوں کو پھیلایا، کامیابی کا وعدہ کیا اور جہنم میں لیکر کود پڑا۔

۳۱۷۔ اِتَّقُوا مَعَاصِيَ اللهِ فِي الْخَلَوَاتِ فَإِنَّ

۳۱۷۔ گناہ درون پردہ۔ تنہائیوں میں گناہ کرنے سے ڈرو،

---

[1] ابن عباس نے مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو شام اور کوفہ، زبیر اور بصرہ طلحہ کے ماتحت کردیں۔ فیض الاسلام
ابن ابی الحدید لکھتا ہے ضبابی نے لکھا ہے کہ اگر رعایا اور حاکم کی رائے ہمیشہ ایک ہی ہے تو پھر حاکمیت کا تصور بدل جائے۔ م ح

الشَّاهِدُ هُوَ الْحَاكِمُ۔

کہ جو گواہ ہے وہی حاکم بھی ہے۔

۳۱۸۔ لَمَّا بَلَغَهُ قَتْلُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ قَدْرُ سُرُورِهِمْ بِهِ، إِلَّا أَنَّهُمْ نَقَصُوا بَغِيضًا وَنَقَصْنَا حَبِيبًا۔

۳۱۸۔ موتِ محمد بن ابی بکر۔ قتل محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر سن کر فرمایا:

محمد پر ہمارا غم اتنا ہی ہے جتنا ان (معاویہ والوں) کو سرور ہے۔ فرق یہ ہے کہ اُن کا دشمن اور ہمارا دوست کم ہو گیا۔

۳۱۹۔ الْعُمُرُ الَّذِي أَعْذَرَ اللّٰهُ فِيهِ إِلَى ابْنِ آدَمَ سِتُّونَ سَنَةً۔

۳۱۹۔ ساٹھ سال۔ وہ عمر جس میں خدا انسان کے عذر قبول کرتا ہے، وہ ساٹھ سال ہے۔

۳۲۰۔ مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْإِثْمُ بِهِ، وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوبٌ۔

۳۲۰۔ معیارِ کامیابی۔ جو گناہ کر کے کامیاب ہُوا وہ کامیاب نہیں۔ بلکہ شر کے ذریعے فاتح بننے والا مغلوب و شکست خوردہ ہے۔

۳۲۱۔ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَرَضَ فِي أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ أَقْوَاتَ الْفُقَرَاءِ، فَمَا جَاعَ فَقِيرٌ إِلَّا بِمَا مُتِّعَ بِهِ غَنِيٌّ، وَاللّٰهُ تَعَالَى جَدُّهُ سَائِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔

۳۲۱۔ سرمایہ دار اور بھوکا۔ خداوند عالم نے سرمایہ داروں کا مال میں محتاجوں کی روزی رکھی ہے۔ تو جو فقیر بھی بھوکا ہوتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ مال دار نے اسے محروم رکھا اور خدائے بزرگ و برتر ان لوگوں سے اس کا جواب طلب کرے گا۔

۳۲۲۔ الْاِسْتِغْنَاءُ عَنِ الْعُذْرِ أَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهِ۔

۳۲۲۔ کردار میں سچائی۔ عذر کی ضرورت نہ رکھنا (صاف اور واضح کردار پیش کرنا) عذر کی سچائی (اور معقولیت) سے زیادہ بہتر ہے (کیونکہ عذر پھر عذر ہے)۔

۳۲۳۔ أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ أَنْ لَا تَسْتَعِينُوا بِنِعَمِهِ عَلَى مَعَاصِيهِ۔

۳۲۳۔ سب سے معمولی فرض۔ (حقوق) خدا کے سلسلے میں کم از کم یہ کرو کہ اس کی نعمتوں سے اس کے گناہ میں مدد نہ لو۔

۳۲۴۔ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيمَةَ الْأَكْيَاسِ عِنْدَ تَفْرِيطِ الْعَجَزَةِ۔

۳۲۴۔ عقلمند کا نفع۔ خداوند بزرگ و برتر نے سمجھداروں کے لیے عبادت کو نفع بخش چیز بنایا، جب عاجز و کمزور سستی کرے۔

۳۲۵۔ السُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ۔

۳۲۵۔ بادشاہ زمین پر خدا کی طرف سے پاسبان ہے۔

۳۲۶۔ فِي صِفَةِ الْمُؤْمِنِ: الْمُؤْمِنُ بِشْرُهُ فِي وَجْهِهِ، وَحُزْنُهُ فِي قَلْبِهِ، أَوْسَعُ شَيْءٍ صَدْرًا، وَأَذَلُّ شَيْءٍ نَفْسًا، يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَيَشْنَأُ السُّمْعَةَ، طَوِيلٌ غَمُّهُ، بَعِيدٌ هَمُّهُ، كَثِيرٌ صَمْتُهُ،

۳۲۶۔ مومن: مومن کی خوشی چہرے پر اور غم دل میں ہوتا ہے اس کا سینہ کشادہ، اور اپنے تئیں حقیر سمجھتا ہے۔ سربلندی کو ناپسند کرتا ہے۔ سنادے کی بات کو بُرا سمجھتا ہے۔ اس کا غم (آخرت) بڑا، ہمت بلند، خاموشی زیادہ، وقت مصروف رہتا ہے۔

مشغول وقته، شکور صبور، مغمور بفکرته، ضنین بخلته، سهل الخلیقة لین العریکة، نفسه اصلب من الصلد وهو اذل من العبد۔

وہ بڑا شکر گزار، بڑا صبر کرنے والا، تفکر میں ڈوبا ہوا، اپنی ضرورت کے لیے سوال کرنے میں بہت بخیل، اخلاق نرم، طبیعت پانی ہوتی ہے۔ اُس کا نفس (صبر میں) ٹھوس اور سخت پتھر سے زیادہ سخت، اور (انکساری میں) غلام سے زیادہ حقیر ہوتا ہے۔

۳۲۷۔ الغنی الاکبر، الیاس عما فی ایدی الناس۔

۳۲۷۔ سیر چشمی۔ سب سے بڑی سرمایہ داری ہے دوسرے کی چیزوں کی امید نہ کرنا۔

۳۲۸۔ المسئول حر حتی یعد۔

۳۲۸۔ وعدہ جس سے کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے وہ آزاد ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وعدہ کرلے (پھر وہ اس کا غلام ہے)۔

۳۲۹۔ لو رأی العبد الاجل ومصیره، لابغض الامل وغروره۔

۳۲۹۔ موت اور اُمید۔ اگر انسان موت اور اس کی رفتار پر غور کرلیتا تو امید اور اس کی دل فریبی سے نفرت کرنے لگتا۔

۳۳۰۔ لکل امرئٍ فی ماله شریکان۔ الوارث والحوادث۔

۳۳۰۔ دو شریک۔ ہر آدمی کے مال میں دو ساجھے دار ہیں۔ وارث، اور حوادث زمانہ (کچھ مال یہ لے لیتے ہیں، کچھ وہ) ——

۳۳۱۔ الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر۔

۳۳۱۔ عالم بے عمل۔ بے عمل بلانے والے (راہنما) تیر کے بغیر تیر انداز ہیں۔

۳۳۲۔ العلم علمان: مطبوع ومسموع۔ ولا ینفع المسموع اذا لم یکن المطبوع۔

۳۳۲۔ علم کی قسمیں۔ علم دو طرح کے ہیں: مطبوع(۱) (فطرت میں رچا ہوا کہ عمل سے ظاہر ہو) اور مسموع(۲) (سن لیا، مگر عمل ندارد)۔ مسموع علم جب تک مطبوع نہ ہو فائدہ مند نہیں۔

۳۳۳۔ صواب الرای بالدول: یقبل باقبالها ویذهب بذهابها۔

۳۳۳۔ کرشمۂ اقبال۔ رائے کی صحت (و برتری) حکومت کے ساتھ ہے، جس کے اقبال سے وہ قابل قبول اور ادبار سے وہ رائے مہمل ہوتی ہے (چاہے کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو۔ نیز دیکھیے جملہ ۸)۔

۳۳۴۔ العفاف زینة الفقر، والشکر زینة الغنی۔

۳۳۴۔ عفت و شکر۔ عفت مفلسی اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

۳۳۵۔ یوم العدل علی الظالم اشد من یوم الجور علی المظلوم۔

۳۳۵۔ مظلوم کی باری۔ انصاف کا دن ظالم کے لیے مظلوم پر ستم کے دن سے زیادہ سخت ہوگا۔ (دیکھیے فقرہ ۲۳۴)

۳۳۶۔ الاقاویل محفوظة والسرائر

۳۳۶۔ احتیاط۔ باتیں یاد رکھی جاتی ہیں[1]۔ رازوں کی آزمائش اور

---

[1] ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید کوئی بات منہ سے نہیں نکلتی مگر یہ کہ رقیب اور عتید نامی دو فرشتے اس کے گواہ ہیں۔ ق۔ ۵۰:۱۸

مَبْلُوَّةٌ وَ(كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ) وَ النَّاسُ مَنْقُوْصُوْنَ مَدْخُوْلُوْنَ اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ - سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ، وَمُجِيْبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ اَفْضَلُهُمْ رَاْيًا يَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَاْيِهِ الرِّضٰى وَالسُّخْطُ وَيَكَادُ اَصْلَبُهُمْ عُوْدًا تَنْكَؤُهُ اللَّحْظَةُ وَتَسْتَحِيْلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ -

بھید کھولے جاتے ہیں[1] اور ہر نفس اپنے کیے کا پابند ہے[2]، اور لوگوں ناقص و باعیب ہیں، سوائے ان کے جنھیں خدا نے معصوم بنایا ہے۔ انسانوں میں سوال کرنے والے تو پریشان کر دیتے ہیں۔ ان کا سوال پُورا کرنیوالے اپنے اوپر جبر کرتے ہیں (خوشی سے نہیں دیتے) ان میں وزنی رائے رکھنے والے (باحیثیت اشخاص) اپنی بلند نگاہی سے پسندیدہ و ناپسندیدہ بات کو مانتا یا ٹالتا ہے اور سخت مزاج ایک ترچھی نظر سے رائے کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایک لفظ سے بات بدل دیتا ہے۔

۳۳۷۔ مَعَاشِرَ النَّاسِ، اِتَّقُوا اللّٰهَ فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَا لَا يَبْلُغُهُ، وَبَانٍ مَا لَا يَسْكُنُهُ وَ جَامِعٍ مَا سَوْفَ يَتْرُكُهُ وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ، اَصَابَهُ حَرَامًا وَ احْتَمَلَ بِهِ آثَامًا فَبَاءَ بِوِزْرِهِ، وَقَدِمَ عَلٰى رَبِّهِ اٰسِفًا لَاهِفًا، قَدْ (خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ)

۳۳۷۔ وعظ۔ لوگو! خدا سے ڈرو، اور دیکھو کتنے ایسے اُمیدوار ہیں جو کامیابی نہیں پاتے، اور کتنے گھر بنانے والے ہیں جو ان میں رہ نہیں پاتے۔ اور کتنے جمع کرنے والے ہیں جو چھوڑ جائیں گے اور (پھر لطف یہ ہے کہ) وہ مال ناجائز ہو سکتا ہے جس سے کسی کا حق روکا گیا ہو، تو (اس طرح) حرام ملا، اور وہ گناہ اٹھائے جس کے بوجھ میں دبا اور خدا کے سامنے غم و فریاد کرتا حاضر ہُوا۔ "دنیا میں (و آخرت میں گھاٹا اٹھایا، اور یہی کھلا ہُوا گھاٹا ہے۔ س ۲۲ ی ۱۱)

۳۳۸۔ مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِيْ -

۳۳۸۔ گناہ نہ کرسکنا۔ عصمت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ گناہ کر ہی نہ سکے۔

۳۳۹۔ مَاءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُقْطِرُهُ السُّؤَالُ فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ -

۳۳۹۔ سوال۔ تمھارے چہرے کی آب (آبرو) ابھی باقی ہے۔ سوال (کرنے سے) اس کا جوہر نکال لیتا ہے، تو یہ سمجھ لینا کہ اس کا جوہر (عزّت) کسے دیتے ہو۔

۳۴۰۔ اَلثَّنَاءُ بِاَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عِيٌّ اَوْ حَسَدٌ -

۳۴۰۔ تعریف و مدح خوانی کی حد۔ حق سے زیادہ کسی کی تعریف "چاپلوسی" ہے اور استحقاق سے کم "عاجزی" یا "حسد" ہے (قابل تعریف کی تعریف کرو مگر افراط و تفریط مناسب نہیں۔ م ح)

۳۴۱۔ اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ

۳۴۱۔ سب سے بڑا گناہ۔ (خدا کے نزدیک) سب سے بڑا

---

[1] يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ جس دن راز کھولے جائیں گے۔ س ۸۶ ی ۹ ۔ [2] س ۷۴ ی ۳۸

صَاحِبَهُ۔

۳۴۲۔ مَنْ نَظَرَ فِي عَيْبِ نَفْسِهِ، اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهِ وَمَنْ رَضِيَ بِرِزْقِ اللهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلَى مَا فَاتَهُ، وَمَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهِ، وَمَنْ كَابَدَ الْأُمُوْرَ عَطِبَ، وَمَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ، وَمَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوْءِ اتُّهِمَ، وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ، كَثُرَ خَطَؤُهُ، وَمَنْ كَثُرَ خَطَؤُهُ، قَلَّ حَيَاؤُهُ، وَمَنْ قَلَّ حَيَاؤُهُ قَلَّ وَرَعُهُ وَمَنْ قَلَّ وَرَعُهُ مَاتَ قَلْبُهُ، وَمَنْ مَاتَ قَلْبُهُ، دَخَلَ النَّارَ۔ وَمَنْ نَظَرَ فِي عُيُوْبِ النَّاسِ فَأَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهِ فَذٰلِكَ الْأَحْمَقُ بِعَيْنِهِ وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ، وَمَنْ أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ، رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيْرِ، وَمَنْ عَلِمَ أَنَّ كَلَامَهُ مِنْ عَمَلِهِ قَلَّ كَلَامُهُ إِلَّا فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ۔

۳۴۳۔ لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهُ بِالْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ دُوْنَهُ بِالْغَلَبَةِ، وَيُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ۔

۳۴۴۔ عِنْدَ تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُوْنُ الْفَرْجَةُ وَعِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَاءِ يَكُوْنُ الرَّخَاءُ۔

۳۴۵۔ (امام) علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا:

لَا تَجْعَلَنَّ أَكْثَرَ شُغْلِكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ: فَإِنْ يَكُنْ أَهْلُكَ وَوَلَدُكَ أَوْلِيَاءَ اللهِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ أَوْلِيَاءَهُ، وَإِنْ يَكُوْنُوْا أَعْدَاءَ

گناہ وہ ہے جسے گناہ گار معمولی سمجھ لے۔

۳۴۲۔ بنیادی باتیں۔ جو اپنے عیب کو دیکھتا ہے وہ دوسرے کے عیب دیکھنے سے بچتا ہے اور جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر راضی رہتا ہے وہ کسی چیز کے جانے پر غم نہیں کرتا۔ جو بغاوت کی تلوار کھینچتا ہے وہ قتل ہوتا ہے۔ جو (بہت سے) کاموں میں مختتیں کرتا ہے ہلاک ہوتا ہے اور جو (بلاؤں کے) بھنوروں میں گھستا ہے وہ ڈوبتا ہے۔ جو بُرے راستے میں جاتا ہے اُس پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں۔ جو باتیں زیادہ کریگا۔ وہ غلطیاں کریگا۔ اور جو غلطیاں کریگا اُس میں حیا کم ہوگی۔ جس میں شرم کم ہوگی اس میں پرہیزگاری کم ہوگی، اور جس میں پرہیزگاری کم ہے اس کا دل مردہ ہے اور جس کا دل مرگیا وہ جہنم میں گیا (کہ کافر ہے)۔ جو غیروں کے عیب دیکھتا اور ناپسند کرتا ہے، پھر اپنے لیے وہی کردار پسند کرتا ہے (اصل میں) وہی احمق ہے اور قناعت لازوال دولت ہے، جو موت کو زیادہ یاد کرے وہ دنیا کی تھوڑی سی نعمت پر راضی ہوگا۔ اور جسے یہ معلوم ہو کہ اس کا کلام عمل کے مطابق ہی ہے۔ (جو کررہا ہوں وہی کہہ رہا ہوں) وہ کم بولے گا مگر (اس وقت ضرور بولے گا) جب ضرورت ہو۔

۳۴۳۔ ظالم کی پہچان۔ ظالم آدمیوں کے تین دستور ہیں۔ (۱) اپنے سے بلند کی نافرمانی کرکے ظلم کرتے ہیں (۲) اور کمزور کو دبا کر (۳) اور ظالموں کی پشت پناہی کرکے ستم ڈھاتے ہیں۔

۳۴۴۔ درد کا حد سے گذرنا ۔ ۔ ۔ ۔ جب سختی انتہا تک پہنچتی ہے تو آسانی پیدا ہوتی ہے اور جب بلا کی کڑیاں کستی ہیں تو امید (کی کرن) پھوٹتی ہے۔

بال بچے۔ بال بچوں کو اپنی سب سے بڑی مشغولیت نہ بناؤ کیونکہ اگر یہ خدا والے ہیں تو اللہ اپنے چاہنے والوں کو بے کار نہیں کرتا

اللہِ فَمَا ھَمُّکَ وَشُغلُکَ بِاَعدَاءِ اللہِ۔ | اور اگر دشمنانِ خدا ہیں تو کہاں تم اور کہاں خدا کے دشمنوں میں دل لگانا؟

۳۴۶۔ اَکبَرُ العَیبِ اَن تَعِیبَ مَا فِیکَ مِثلُہٗ۔ | ۳۴۶۔ عیب جوئی۔ سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تم (کسی پر) وہ عیب لگاؤ جو تم میں خود ہے۔

۳۴۷۔ حضرتؑ کے سامنے کسی نے کسی کے لڑکے کی ولادت پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا "لِیَہنِئکَ الفَارِسُ" [1] شہسوار مبارک ہو۔

لَا تَقُل ذٰلِکَ، وَلٰکِن قُل شَکَرتَ الوَاھِبَ وَبُورِکَ لَکَ فِی المَوھُوبِ، وَبَلَغَ اَشُدَّہٗ وَرُزِقتَ بِرَّہٗ۔ | مبارک باد فرزند۔ یہ نہ کہو! بلکہ یہ کہو کہ "خدا کا شکر کرو، تمھیں یہ عطیہ (الٰہی) مبارک ہو، جوان ہو، نیک ہو"۔

۳۴۸۔ آپ کے کسی گورنر نے ایک عظیم الشان عمارت بنوائی جسے ملاحظہ فرماکر آپ نے فرمایا:

اَطلَعَتِ الوَرِقُ رُؤُسَھَا، اِنَّ البِنَاءَ یَصِفُ لَکَ الغِنٰی۔ | یہ روپیلی سکے اپنا سر نکالے ہیں، عمارت سرمایہ داری کی غمازی کررہی ہے۔

۳۴۹۔ حضرتؑ سے کہا گیا اگر کسی کے گھر کا دروازہ بند کردیا جائے تو اُسے رزق کہاں سے ملے گا؟ آپ نے فرمایا:

مِن حَیثُ یَاتِیہِ اَجَلُہٗ۔ | جدھر سے اس کی مَوت آئے گی۔

۳۵۰۔ حضرتؑ نے ایک قوم سے ان کے مرنے والے کی تعزیت میں فرمایا:

اِنَّ ھٰذَا الاَمرَ لَیسَ لَکُم بَدَاَ، وَلَا اِلَیکُم اِنتَھٰی، وَقَد کَانَ صَاحِبُکُم ھٰذَا یُسَافِرُ؟ فَقَالُوا: نَعَم۔ قَالَ فَعُدُّوہُ فِی بَعضِ اَسفَارِہٖ، فَاِن قَدِمَ عَلَیکُم وَاِلَّا قَدِمتُم اِلَیہِ۔ | یہ بات نہ تو تمھارے یہاں سے شروع ہوئی، نہ تمھارے اوپر ختم ہوئی (بلکہ اسی طرح لوگ مرتے رہتے ہیں)، اور یہ آدمی تو سفر بھی کرتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی، جی ہاں۔ فرمایا: تو سمجھ لو کہ وہ کسی سفر میں ہے اگر پلٹ آیا تو، ورنہ تم اس کے پاس چلے جاؤگے۔

۳۵۱۔ اَیُّھَا النَّاسُ لِیَرَکُمُ اللہُ مِنَ النِّعمَۃِ وَجِلِینَ کَمَا یَرَاکُم مِنَ النِّقمَۃِ فَرِقِینَ، اِنَّہٗ مَن وُسِّعَ عَلَیہِ فِی ذَاتِ یَدِہٖ فَلَم یَرَ ذٰلِکَ اِستِدرَاجًا فَقَد اَمِنَ مَخُوفًا، وَمَن ضُیِّقَ عَلَیہِ فِی ذَاتِ یَدِہٖ فَلَم یَرَ ذٰلِکَ اختِبَارًا | ۳۵۱۔ وعظ۔ لوگو! ہونا یہ چاہیے کہ جس طرح نگاہ قدرت تمھیں (تصور عقاب سے) لرزاں دیکھتی ہے اسی طرح نعمت میں بھی خوف زدہ دیکھے۔ بے شک جس کے ہاتھ کی (دولت و ملکیت) میں وسعت ہو اور وہ (سرمایہ دار) اسے عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے (اور احتیاط نہ کرے) تو گویا وہ خوف عذاب سے

[1] جس طرح زمانۂ جاہلیت میں سلام ہوتا تھا کہ "اَبَیتَ اللَّعنَ" اسی طرح ولادت فرزند کی مبارک باد ان الفاظ میں دی جاتی تھی جس سے حضرتؑ نے منع فرمایا۔ ابن ابی الحدید ص ۵۰۰ (م ح)

فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولًا۔

بے پرواہے، اور جو تنگدست ہو اور اس حالت عسرت کو امتحان و (آزمائش) نہ سمجھے۔ اس نے گویا (امیدگاہ) ثواب و رضا خداوندی کو ہاتھ سے دے دیا۔

۳۵۲۔ يَا أَسْرَى الرَّغْبَةِ! أَقْصِرُوا، فَإِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا، لَا يَرُوعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحَدَثَانِ۔ أَيُّهَا النَّاسُ! تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْدِيبَهَا وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا۔

۳۵۲۔ وعظ۔ اے غفلت کے قیدیو! رکو، اس لیے کہ دنیا کی بلندیوں پر چڑھنے والے کو اس عمل سے مصائب شب و روز کے دانتوں کی آواز کے علاوہ کوئی ڈرا نہیں سکتا، لوگو! اپنے نفس کی تہذیب کرو اور اس کی بُری عادتوں کو روک دو۔

۳۵۳۔ لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءًا وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا۔

۳۵۳۔ حسن ظن۔ جو بات کوئی کہے تو اس کے لیے بُرا خیال اس وقت تک نہ کرو۔ جب تک اس کا کوئی اچھا مطلب نکل سکے۔

۳۵۴۔ إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَيَمْنَعَ الْأُخْرٰى۔

۳۵۴۔ صلوٰۃ کی اہمیت۔ جب بھی خدا سے دُعا کرنا ہو تو اس کی ابتدا پیغمبرؐ کے لیے دعائے درود سے کرو۔ پھر اپنی حاجت طلب کرو۔ کیونکہ خدا اس سے کہیں زیادہ بزرگ ہے کہ اس سے دو درخواستیں کی جائیں، اور وہ ایک کو پورا کرے اور دوسری سے روک دے۔

۳۵۵۔ مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهِ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ۔

۳۵۵۔ ریاکاری۔ جسے اپنی آبرو عزیز ہے اُسے ریاکاری چھوڑ دینا چاہیے۔

۳۵۶۔ مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْإِمْكَانِ وَالْأَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ۔

۳۵۶۔ حماقت۔ بے وقوفی کی باتوں میں ایک یہ ہے کہ امکان سے پہلے جلدبازی اور فرصت کے بعد سستی کی جائے۔

۳۵۷۔ لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ فَفِي الَّذِي قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ۔

۳۵۷۔ بے فائدہ سوال! نہ ہونے والی بات کے لیے سوال نہ کرو، کیونکہ جو ہو چکا وہی تمھارے لیے بہت ہے۔

۳۵۸۔ اَلْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ وَالْاِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ، وَكَفٰى لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ۔

۳۵۸۔ تفکر۔ فکر صاف آئینہ ہے، اور عبرتیں ڈرانے والی (عذاب سے دھمکانے والی) ناصح ہیں، اور تمھارے (گناہوں سے) بچنے اور احتیاط کرنے کے لیے وہی چیزیں بہت ہیں جنھیں دوسروں میں دیکھ کر ناپسند کرتے ہو۔ (نیز دیکھیے فقرہ ع۴۰۵)

۳۵۹۔ اَلْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ فَمَنْ عَلِمَ

۳۵۹۔ علم و عمل۔ علم عمل سے وابستہ ہے، جسے علم ہوگا وہ عمل

عَمَلَ وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ۔

بھی کرے گا، اور علم تو عمل کو پکارتا ہے اگر عمل اس پر لبیک کہتا ہے تو خیر، ورنہ وہاں سے کوچ کر جاتا ہے۔

۳۶۰۔ أَيُّهَا النَّاسُ مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوبِئٌ فَتَجَنَّبُوا مَرْعَاهُ قُلْعَتُهَا أَحْظَى مِنْ طُمَأْنِينَتِهَا وَبُلْغَتُهَا أَزْكَى مِنْ ثَرْوَتِهَا، حُكِمَ عَلَى مُكْثِرِيهَا بِالْفَاقَةِ وَأُعِينَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ وَمَنْ رَاقَهُ زِبْرِجُهَا أَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا[1] وَمَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّعَفَ بِهَا مَلَأَتْ ضَمِيرَهُ أَشْجَانًا لَهُنَّ رَقْصٌ عَلَى سُوَيْدَاءِ قَلْبِهِ۔ هَمٌّ يَشْغَلُهُ وَهَمٌّ يَحْزُنُهُ۔ كَذَلِكَ حَتَّى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ فَيُلْقَى بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعًا أَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَاؤُهُ، وَعَلَى الْإِخْوَانِ إِلْقَاؤُهُ، وَإِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ إِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ وَيَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيهَا بِأُذُنِ الْمَقْتِ وَالْإِبْغَاضِ، وَإِنْ قِيلَ أَثْرَى قِيلَ أَكْدَى وَإِنْ فُرِحَ لَهُ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ بِالْفَنَاءِ. هَذَا وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ يُبْلِسُونَ۔

۳۶۰۔ وعظ۔ لوگو! سامان دنیا ہلاکت آفریں ہے، تو ایسی چراگاہ سے بچو جہاں سے سفر کرنا ٹھہرنے سے زیادہ نفع بخش ہے۔ جہاں کی واجبی روزی دولت مندی سے زیادہ پاک ہے، یہاں کے سرمایہ داروں پر احتیاج کا حکم لگا دیا گیا ہے اور جو اس سے بے پروا ہیں، انھیں راحت سے امداد دی گئی ہے اور جسے اس دنیا کی چمک دمک بھا گئی نتیجے میں اسے نابینائی ملے گی، اور جس نے اس سے فریفتگی کو شعار بنایا اس کا دل ان غموں سے بھر جائے گا جو اس کے سویدائے قلب پر قبضہ کریں گے۔ ایک وہ غم جو اسے لگائے رکھے ہمیشہ غمگین بنائے رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن دبائی جاتی ہے اور میدان (قبرستان) میں ڈال دیا جاتا ہے، اس کی گردن کی دونوں رگیں ٹوٹی ہوئی ہوتی ہیں (تار نفس شکستہ ہو جائے گا) خدا پر اس کو موت دینا، اور عزیزوں پر اسے دفن کرنا (زیادہ) تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ مومن ہی دنیا کو عبرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور بمجبوری شکم بھر اس سے لیتا ہے، اس سے غصّے اور ناراضگی کے کانوں سے سنتا ہے۔ یہاں اگر (کسی کے لیے) کہا جاتا ہے کہ "دولتمند ہو گیا"، تو (فوراً) کہا جاتا ہے "محتاج ہو گیا"۔ اور اگر زندگی دے کر خوش کیا گیا تو فنا کر کے غمگین بھی بنایا گیا۔ یہ حالات ہیں اور ابھی ان (انسانوں) کا وہ دن نہیں آیا جس میں وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے۔

۳۶۱۔ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ، وَالْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنْ نِقْمَتِهِ، وَحِيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔

۳۶۱۔ ثواب و عذاب کی بنیاد۔ خدا نے ثواب اطاعت اور عقاب گناہ پر قرار دیا ہے تاکہ اپنے بندے قہر و غضب سے بچا کر کے جنت کی طرف بھیج سکے۔

---

[1] كَمَهٌ:۔ مادرزاد نابینائی ۔ شَعَفٌ:۔ دلچسپی ۔ زِبْرِج:۔ زینت ۔ رَقص:۔ اچک لینا۔

۳۶۲- یاتی علی الناس زمان لا یبقی فیہم من القرآن الا رسمہ ومن الاسلام الا اسمہ ومساجدہم یومئذ عامرۃ من البناء، خراب من الہدی، سکانہا وعمارہا شر اہل الارض منہم تخرج الفتنۃ، والیہم تاوی الخطیئۃ، یردون من شذ عنہا فیہا ویسوقون من تاخر عنہا الیہا، یقول اللہ سبحانہ فبی حلفت لابعثن علی اولئک فتنۃ اترک الحلیم فیہا حیران وقد فعل، ونحن نستقیل اللہ عثرۃ الغفلۃ۔

۳۶۲- **مستقبل** - لوگوں پر وہ زمانہ بھی آئے گا جب ان کے (ماحول) میں قرآن کے نشان، اور اسلام کا نام رہ جائے گا- ان کی مسجدیں تعمیری لحاظ سے آباد (خوبصورت) اور ہدایت کے لحاظ سے ویران ہوں گی (اسلامی شہروں کے) رہنے والے اور آباد کار بدترین اہل زمین ہوں گے۔ فتنہ انھیں سے اُٹھے گا اور غلط کاریاں وہیں پناہ لیں گی۔ جو اس آفت سے بچ گئے ہوں گے انھیں اس بلا میں پھر واپس لے آئیں گے اور جو پیچھے رہ گئے ہوں گے انھیں بھی کھینچ بلائیں گے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں وہ بلا بھیجوں گا کہ حلیم حیران رہ جائیں گے۔ بے شک یہی ہوگا۔ اور ہم خدا سے غفلتوں کی ٹھوکروں سے محفوظ رہنے کی دُعا کرتے ہیں۔

۳۶۳- روایت کی گئی ہے کہ حضرت منبر پر کھڑے ہونے سے اور خطبے سے پہلے اکثر فرماتے تھے:

ایہا الناس اتقوا اللہ فما خلق امرؤ عبثا فیلہو، ولا ترک سدی فیلغو، وما دنیاہ التی تحسنت لہ بخلف من الآخرۃ التی قبحہا سوء النظر عندہ، وما المغرور الذی ظفر من الدنیا باعلی ہمتہ کالآخر الذی ظفر من الآخرۃ بادنی سہمتہ۔

لوگو خدا سے ڈرو! کہ ایک شخص بھی بیکار نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں لگ جائے، نہ کسی کو آزاد چھوڑا گیا کہ وہ لغویات میں پڑ جائے۔ جس نے اپنے غلط نگاہی سے آخرت کو خراب کر دیا، اس کی اچھی بنائی ہوئی دنیا اس کے لیے (آخرت کی) اچھی جانشین نہیں ہے اور نہ دنیا میں کامیاب ہونے والا مبتلائے فریب اس شخص سے بلند ہمت ہے جو آخرت سے تھوڑا حصہ بھی پا گیا ہے۔

۳۶۴- لا شرف اعلی من الاسلام، ولا عز اعز من التقوی، ولا معقل احصن من الورع، ولا شفیع انجح من التوبۃ، ولا کنز اغنی من القناعۃ، ولا مال اذہب للفاقۃ من الرضی بالقوت ومن اقتصر علی بلغۃ الکفاف فقد انتظم الراحۃ وتبوأ خفض الدعۃ والرغبۃ مفتاح النصب ومطیۃ التعب والحرص والکبر والحسد دواع الی التقحم فی الذنوب، و

۳۶۴- **اسلام اور ثمر** - اسلام سے بہتر شرف، اور تقوے سے اچھی عزّت اور ورع (پرہیزگاری) سے زیادہ مضبوط پناہ گاہ، توبہ سے زیادہ کامیاب سفارش کرنے والا۔ قناعت سے عمدہ غنی کرنے والا خزانہ، اور ضروری روزی پر خوش رہنے سے زیادہ محتاج کو دور کرنے والا مال (دنیا میں) کوئی بھی نہیں اور جس نے کفایت بھر روزی پر اکتفا کر لی، اُس نے سکون کا انتظام کر لیا۔ اور فراغت اطمینان میں گھر بنا لیا۔ شوق تھکن کی کنجی اور تکان کی سواری اور لالچ، تکبّر و حسد گناہوں میں داخل ہونے کے سبب ہیں

الشَّرُّ جَامِعٌ لِمَسَاوِي الْعُيُوْبِ۔

اور شر تمام بُرے عیوب کا جامع ہے۔

۳۶۵۔ قَالَ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ:۔
يَا جَابِرُ! قِوَامُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِاَرْبَعَةٍ
عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهُ، وَجَاهِلٍ لَا يَسْتَنْكِفُ
اَنْ يَتَعَلَّمَ وَجَوَادٍ لَا يَبْخَلُ بِمَعْرُوْفِهِ،
وَفَقِيْرٍ لَا يَبِيْعُ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ، فَاِذَا ضَيَّعَ
الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ اَنْ يَتَعَلَّمَ
وَاِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوْفِهِ بَاعَ الْفَقِيْرُ
اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ۔

يَا جَابِرُ! مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ اِلَيْهِ، فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ
فِيْهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ وَمَنْ
لَمْ يَقُمْ فِيْهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَ
الْفَنَاءِ۔

۳۶۵۔ دین و دنیا کا دارومدار۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ (صحابی پیغمبر) سے فرمایا:

جابر! دین و دنیا کا دارومدار چار (آدمیوں) پر ہے: (۱) وہ عالم جو اپنا علم کام میں لائے۔ (۲) وہ جاہل جو (نامعلوم باتوں کے) حاصل کرنے میں عیب محسوس نہ کرے۔ (۳) وہ سخی جو اپنی عطا میں کنجوسی نہ کرے۔ (۴) اور وہ فقیر جو اپنی آخرت دنیا کے ہاتھ نہ بیچے۔

جب عالم اپنا علم ضائع کرتا ہے، تو جاہل تحصیلِ علم سے نفرت کرتا ہے اور جب غنی اپنے احسان سے ہاتھ روکتا ہے تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے ہاتھوں بیچ ڈالتا ہے۔

جابر! جن پر خدا کا انعام زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے لوگوں کی ضرورتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ تو جو ایسے موقعوں پر رضائے الٰہی پر قائم رہتے ہیں۔ وہ اپنی نعمتوں کو جاودانیت کے لیے پیش کرتے ہیں اور جو ان واجبات کا خیال نہیں رکھتا وہ زوال و فنا کی بھینٹ چڑھاتا ہے۔

۳۶۶۔ رَوَى ابْنُ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيُّ فِيْ تَارِيْخِهِ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلَى الْفَقِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ
خَرَجَ لِقِتَالِ الْحَجَّاجِ مَعَ ابْنِ الْاَشْعَثِ اَنَّهُ
قَالَ فِيْمَا كَانَ يَحُضُّ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْجِهَادِ:
اِنِّيْ سَمِعْتُ عَلِيًّا۔ رَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَتَهُ فِي الصّٰلِحِيْنَ
وَاَثَابَهُ ثَوَابَ الشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ يَقُوْلُ يَوْمَ لَقِيْنَا
اَهْلَ الشَّامِ: اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِنَّهُ مَنْ رَاٰى عُدْوَانًا
يُعْمَلُ بِهِ وَمُنْكَرًا يُدْعٰى اِلَيْهِ فَاَنْكَرَهُ بِقَلْبِهِ فَقَدْ
سَلِمَ وَبَرِئَ۔ وَمَنْ اَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ اُجِرَ وَ
هُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ وَمَنْ اَنْكَرَهُ بِالسَّيْفِ
لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الظّٰلِمِيْنَ هِيَ

۳۶۶۔ نیت کا اثر۔ عبداللہ بن ابی لیلی الفقیہ (حضرت کے محترم صحابی) جو حجاج بن اشعث کی لڑائی میں حضرت کے طرف سے لڑنے گئے تھے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: حضرت لوگوں کو جہاد کے لیے ابھارتے تھے میں نے سنا کہ علی: خدا صالحین میں ان کو بڑا درجہ اور صدیقین و شہدا کا ثواب انہیں مرحمت فرمائے کہ جس ہم شامیوں کے مقابلے میں آئے تو آپ نے فرمایا:

مومنو! جو دیکھے کہ ظلم ہو رہا ہے اور منکر خداوندی کی دعوت دی جا رہی ہے پھر اسے دل سے ناپسند کرے تو وہ محفوظ و بری ہے، اور جو زبان سے (اظہار ناپسند رہوگی) کرے اسے عوض بھی دیا گیا بلکہ وہ اپنے ساتھی (منکر بقلب) سے اچھا ہے۔ اور جس نے تلوار سے اظہار ناپسندیدگی کیا تا کہ نام خدا بلند اور حرفِ ظا

السفلی فذلک الذی اصاب سبیل الهدی و قام علی الطریق، ونور فی قلبه الیقین۔

۳۶۷۔ فی کلام اخر یجری هذا المجری فمنهم المنکر للمنکر بیده ولسانه وقلبه فذلک المستکمل لخصال الخیر، ومنهم المنکر بلسانه وقلبه والتارک بیده فذلک متمسک بخصلتین من خصال الخیر ومضیع خصلة ومنهم المنکر بقلبه والتارک بیده و لسانه فذلک الذی ضیع اشرف الخصلتین من الثلاث وتمسک بواحدة۔ ومنهم تارک لانکار المنکر بلسانه وقلبه ویده، فذلک میت الاحیاء، وما اعمال البر کلها و الجهاد فی سبیل الله عند الامر بالمعروف والنهی عن المنکر الا کنفثة فی بحر لجی، و ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر لا یقربان من اجل ولا ینقصان من رزق، و افضل من ذلک کلمة عدل عند امام جائر۔

۳۶۸۔ وعن ابی جحیفة قال سمعت امیر المؤمنین علیه السلام یقول: ان اول ما تغلبون علیه من الجهاد، الجهاد بایدیکم، ثم بالسنتکم، ثم بقلوبکم، فمن لم یعرف بقلبه معروفا ولم ینکر منکرا قلب فجعل اعلاه اسفله واسفله اعلاه۔

۳۶۹۔ ان الحق ثقیل مری، ان الباطل

بلند اور خدا ظالموں کا نام ذلیل ہو، اس نے ہدایت کا رستہ بھی پایا، اور صراط مستقیم پر بھی ٹھہرا اور دل میں یقین نے نور بھی دیا۔

۳۶۷۔ اسی موضوع (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) پر حضرت کا ایک اور کلام ہے: ان میں سے کچھ لوگ منکر کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہاتھ سے بھی، زبان ودل سے بھی، یہ وہ ہیں جنھوں نے اچھے صفات میں کمال چاہا ہے اور ان میں وہ بھی ہیں جو زبان ودل سے تو اظہار ناپسندیدگی کرتے ہیں لیکن ہاتھ سے چھوڑ رکھا ہے۔ اس نے دو اچھی صفتیں حاصل کرلیں اور ایک خصلت سے ہاتھ دھو لیا، وہ بھی ہیں جو دل سے نفرت کرتے ہیں لیکن زبان اور ہاتھ سے کچھ نہیں کرتے۔ انھوں نے تین میں سے دو بہترین خصلتیں چھوڑ دیں اور ایک کو اپنا لیا۔ ایک ایسا شخص ہے جو منکر باتوں کو زبان، دل اور ہاتھ کسی سے نہیں روکتا۔ یہ زندہ لاش ہے۔ (یوں سمجھنا چاہیے کہ) تمام نیک اعمال امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے جنگ کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے سمندر میں کلی (چلو بھر پانی) اور (امر بالمعروف ونہی عن المنکر موت سے قریب اور روزی میں کمی نہیں کرتے (کہ اس ڈر سے اسے نہ اپنایا جائے)" اور سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے کہی جائے۔"

۳۶۸۔ ابوجحیفہ[1] کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنینؑ کو کہتے سنا کہ: پہلے پہل تو جہادوں میں سے دستی جنگ میں شکست پاؤ گے پھر زبانی اصلاح جوئی سے (ہاتھ دھوؤ گے) پھر زبانی اور آخر میں دل سے، تو جو دل سے معروف کو پسند اور منکر کو ناپسند نہ کرے تو خدا اس کا دل الٹ دے گا اور اس کو زیر وزبر کردے گا۔

۳۶۹۔ **حق وباطل**۔ بے شک حق بھاری اور تلخ ہے۔ مگر

---

[1] وہب بن عبداللہ سوائی جنھیں حضرت وہب الخیر فرماتے تھے، حضرت کے معتبر صحابی اور بیت المال کوفہ کے مہتمم تھے۔ فیض الاسلام

خَفِیفٌ وَبِیٌّ۔

۳۷۰۔ لَا تَأْمَنَنَّ عَلٰی خَیْرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ "فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔" وَلَا تَیْأَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ "اِنَّهٗ لَا یَیْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ۔"

۳۷۱۔ اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِمَسَاوِی الْعُیُوْبِ وَهُوَ زِمَامٌ یُقَادُ بِهٖ اِلٰی کُلِّ سُوْءٍ۔

۳۷۲۔ اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَرِزْقٌ یَطْلُبُکَ فَاِنْ لَمْ تَأْتِهٖ اَتَاکَ فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِکَ عَلٰی هَمِّ یَوْمِکَ کَفَاکَ کُلُّ یَوْمٍ مَا فِیْهِ، فَاِنْ تَکُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِکَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَیُؤْتِیْکَ فِیْ کُلِّ غَدٍ جَدِیْدٍ مَا قَسَمَ لَکَ وَاِنْ لَمْ تَکُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِکَ فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَیْسَ لَکَ، وَلَنْ یَسْبِقَکَ اِلٰی رِزْقِکَ طَالِبٌ، وَلَنْ یَغْلِبَکَ عَلَیْهِ غَالِبٌ وَلَنْ یُبْطِئَ عَنْکَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَکَ. وَقَدْ مَضٰی هٰذَا الْکَلَامُ فِیْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ اِلَّا اَنَّهٗ هٰهُنَا اَوْضَحُ وَاَشْرَحُ، فَلِذٰلِکَ کَرَّرْنَاهُ عَلَی الْقَاعِدَةِ الْمُقَرَّرَةِ فِیْ اَوَّلِ هٰذَا الْکِتَابِ۔

۳۷۳۔ رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ یَوْمًا لَیْسَ بِمُسْتَدْبِرِهٖ، وَمَغْبُوْطٍ فِیْ اَوَّلِ لَیْلِهٖ قَامَتْ بَوَاکِیْهِ فِیْ اٰخِرِهٖ۔

باطل ہلکا اور وبا انگیز ہے۔

۳۷۰۔ امت اسلام و عذاب۔ نیک عمل مسلمان عذاب خدا سے بے فکر نہ ہوں کہ خدا نے فرمایا ہے "سزائے خدا سے کافروں کے علاوہ کوئی مطمئن نہیں"[1] اور اس امت کے شریر و بدکار کو رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ کہ ارشاد باری ہے "رحمت باری سے کافروں کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا"[2]

۳۷۱۔ بخل۔ کنجوسی تمام برائیوں کی جامع ہے اور یہ وہ لگام ہے جس سے ہر برائی کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

۳۷۲۔ رزق۔ روزی دو طرح کی ہے: ایک وہ جسے تم تلاش کرتے ہو، دوسری وہ جو تم کو تلاش کرتی ہے کہ اگر تم اس کے پاس نہ جاؤ تو وہ تمھارے پاس آ جائے گی۔ تو سال بھر کی فکر آج ہی نہ کرو، ہر روز کے حالات اس دن کے لیے بہت ہیں۔ اب اگر تمھاری عمر ایک سال ہے تو خداوند عالم ہر نئے دن اس کا مقسوم دے گا۔ اور اگر سال بھر کی عمر نہیں ہے تو پھر ایسی فکر سے کیا فائدہ جس میں تمھارا کچھ نہیں۔ پھر تمھاری روزی تک کوئی بڑھنے والا پہنچ نہیں سکتا۔ اور غالب آنے والا قبضہ نہیں کر سکتا اور جو مقدر میں ہے اس میں تاخیر نہیں ہو سکتی — (یہ کلام پہلے بھی ر ع ۲۶۰ گذر چکا ہے۔ لیکن یہاں زیادہ توضیح و تشریح ہے۔ لہٰذا ہم نے دیباچہ کتاب کے مقررہ اصول کے مطابق اسے مکرر درج کیا ہے۔ (رضی رح)۔

۳۷۳۔ اندیشۂ فردا۔ بہت سے لوگ نئے دن کا استقبال کرتے ہیں اور پلٹ نہیں پاتے (کہ موت آجاتی ہے) اور بہت سے سر شام قابل رشک ہوتے ہیں مگر رات گئے ان پر رونے والیاں روتی ہیں۔

---

[1] س ۷ ی ۹۹ [2] س ۱۲ ی ۸۷۔ دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کے غضب سے اطمینان تام ہے نہ مکمل مایوسی۔

۳۷۴۔ اَلْكَلَامُ فِي وَثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ، فَإِذَا تَكَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَ فِي وَثَاقِهِ، فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَوَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً وَجَلَبَتْ نِقْمَةً۔

۳۷۴۔ سمجھ کے بولو۔ بات تمھاری قید میں ہے مگر جب تک چپ ہو، اور جب بول دیتے تو تم اس کے پابند ہو گئے۔ تو زبان (کے الفاظ) کی اس طرح حفاظت کرو جیسے اپنے سونے اور چاندی کی حفاظت کرتے ہو۔ بہت سی لفظیں نعمت چھین لیتی اور عذاب حاصل کر لیتی ہیں۔

۲۷۵۔ لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ، بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدْ فَرَضَ عَلَى جَوَارِحِكَ كُلِّهَا فَرَائِضَ يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

۳۷۵۔ سمجھ کے بولو۔ جو نہ جانتے ہو وہ نہ کہو بلکہ ہر معلوم بات بھی نہ کہو، کیونکہ خداوند عالم نے تمھارے تمام اعضاء و جوارح پر کچھ فرائض مقرر کیے ہیں جن سے قیامت کے دن حجت قائم کی جائے گی۔

۲۷۶۔ اِحْذَرْ أَنْ يَرَاكَ اللهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهِ، وَيَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهِ، فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ، وَإِذَا قَوِيتَ فَاقْوَ عَلَى طَاعَةِ اللهِ، وَإِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ۔

۳۷۶۔ گناہ نہ کرو۔ ڈرو اگر کہیں خدا نے اپنی معصیت کے وقت تمھیں نہ دیکھ لے اور عبادت کے موقع پر تمھیں نہ پائے، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔ اگر طاقت ہو، تو عبادت الٰہی کے لیے اور اگر کمزور ہو تو گناہ خداوندی کمینے میں

۲۷۷۔ اَلرُّكُونُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ، وَالتَّقْصِيرُ فِي حُسْنِ الْعَمَلِ إِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ، وَالطُّمَأْنِينَةُ إِلَى كُلِّ أَحَدٍ قَبْلَ الْاخْتِبَارِ لَهُ عَجْزٌ۔

۳۷۷۔ سچی بات۔ دنیا میں یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اس کی طرف جھکنا، جہالت ہے، اور اچھے اعمال میں یقین ثواب کے بعد غفلت برتنا گھاٹا، اور ہر ایک پر آزمائش سے پہلے بھروسہ (کرنے کا نام) سستی ہے۔

۲۷۸۔ مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ أَنَّهُ لَا يُعْصَى إِلَّا فِيهَا، وَلَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِتَرْكِهَا۔

۳۷۸۔ دنیا۔ خدا کی بارگاہ میں ذلت دنیا کے لیے (یہ کیا کم) ہے کہ اس کا گناہ یہیں ہوتا ہے اور اس (خدا) کی بارگاہ سے جب کچھ ملتا ہے تو دنیا چھوڑ کر ہی ملتا ہے

۲۷۹۔ مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (۱) وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: مَنْ فَاتَهُ حَسَبُ نَفْسِهِ، لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ آبَائِهِ۔

۳۷۹۔ کردار۔ جس کا عمل اسے سست کر دے اسے خاندان (کا تقدس) آگے نہیں بڑھا سکتا۔ [1] اور دوسری روایت ہے جس نے ذاتی وجاہت کھو دی آباؤ اجداد کا شرف اس کے کیا کام آئے گا۔ (دیکھیے فقرہ ۲۳)

[1] (دیکھیے فقرہ ۲۲)

۳۸۰- مَنْ طَلَبَ شَيْئًا نَالَهُ اَوْ بَعْضَهُ

۳۸۰-**کوشش** - جو کسی چیز کے لئے تلاش کرتا ہے اس کو مکمل یا نامکمل طور پر حاصل (ضرور) کر لیتا ہے ؛

۳۸۱- مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَمَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ، وَكُلُّ نَعِيمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ مَحْقُوْرٌ، وَكُلُّ بَلَاءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِيَةٌ

۳۸۱-**نیکی کے بعد دوزخ یعنی چہ؟** وہ نیکی بھی کوئی نیکی ہے جس کے بعد جہنم ہو اور وہ شر شر نہیں جس کے بعد جنت ملے۔ جنت کے علاوہ ہر نعمت حقیر، اور جہنم کے مقابلے میں ہر مصیبت، عافیت ہے ؛

۳۸۲- اَلَا وَاِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةَ وَاَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ، وَاَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ۔ اَلَا وَاِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ، وَاَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ، وَاَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ -

۳۸۲-**صحت** یاد رہے کہ غربت و احتیاج بلا ہے اور احتیاج سے زیادہ سخت ہے جسمانی بیماری اور جسمانی بیماری سے سخت ہے قلبی مرض (کفر و فسق و نفاق) — آگاہ ہو، کہ مالی خوش حالی اور اس سے بہتر صحت بدن اور اس سے افضل تقوائے قلب۔

۳۸۳- لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ :- فَسَاعَةٌ يُنَاجِي فِيهَا رَبَّهُ، وَسَاعَةٌ يَرُمُّ مَعَاشَهُ، وَسَاعَةٌ يُخَلِّي بَيْنَ نَفْسِهِ وَبَيْنَ لَذَّتِهَا فِيمَا يَحِلُّ وَيَجْمُلُ۔ وَلَيْسَ لِلْعَاقِلِ اَنْ يَكُوْنَ شَاخِصًا اِلَّا فِي ثَلَاثٍ: مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ، اَوْ خُطْوَةٍ فِي مَعَادٍ، اَوْ لَذَّةٍ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ

۳۸۳-**نظامِ اوقات** - مومن کے تین وقت ہیں (اس کی مصروفیت یہ ہے) ایک وقت وہ خدا سے مناجات کرتا ہے، ایک وقت وہ جب وہ معاش (و ضروریاتِ زندگی) کے لئے (کام کرتا ہے) اور (تیسرا وقت) جب وہ اپنے نفس اور لذّاتِ حلال و دلنوازی میں مصروف رہے ..... عقل مند آدمی کو سفر کا حق نہیں مگر تین مقصدوں کے لئے : ... اصلاح معاش، سفر برائے ثواب) آخرت اور حلال آسائش و راحت کے لئے۔

۳۸۴- اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللّٰهُ عَوْرَاتِهَا، وَلَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْكَ -

۳۸۴-**خدا غافل نہیں** - دُنیا سے الگ رہو، خدا تمھیں اس کے عیوب دکھا دے گا۔ خدا سے غافل نہ ہو کہ وہ تم سے غافل نہیں -

۳۸۵- تَكَلَّمُوْا تُعْرَفُوْا فَاِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ

۳۸۵- **تقریر؟** بولو کہ پہچان لئے جاؤ- کیونکہ انسان زبان کے پردے میں چھپا ہوا ہے ؛

۳۸۶- نِعْمَ الطِّيبُ الْمِسْكُ خَفِيفٌ

۳۸۶ - **مُشک؟** مشک کی خوشبو بھی کیا چیز ہے؟

مُحمِلَۃٌ، عِطرٌ رِیحُہٗ۔

عطردان (نافہ) ہلکا، بو عطر بیز۔

۳۸۷- ضَعْ فَخْرَکَ، وَاحْطُطْ کِبْرَکَ وَاذْکُرْ قَبْرَکَ

۳۸۷- یاد قبر- فخر چھوڑ دو، تکبّر گرا دو۔ قبر کو یاد رکھو

۳۸۸- خُذْ مِنَ الدُّنْیَا مَا اَتَاکَ، وَتَوَلَّ عَمَّا تَوَلّٰی عَنْکَ، فَاِنْ اَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَاَجْمِلْ فِی الطَّلَبِ

۳۸۸- تلاش معاش- دنیا سے خدا جو دے وہ لے لو جو (مال) تم سے منہ پھیرے تو تم بھی ادھر نہ دیکھو اور اگر یہ نہ کرو تو کسب معاش میں اچھا راستہ اختیار کرو (جائز و مباح)

۳۸۹- رُبَّ قَوْلٍ اَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ

۳۸۹- بات- بہت سی باتیں حملہ (قتل) سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے۔

۳۹۰- کُلُّ مُقْتَصِرٍ عَلَیْہِ کَافٍ

۳۹۰- قناعت- ہر اکتفا کرنے والی چیز کافی ہے - (زیادہ کی ضرورت نہیں)

۳۹۱- اَلْمَنِیَّۃُ وَلَا الدَّنِیَّۃُ، وَالتَّقَلُّلُ وَلَا التَّوَسُّلُ، وَمَنْ لَمْ یُعْطَ قَاعِدًا لَمْ یُعْطَ قَائِمًا، وَیَوْمٌ عَلَیْکَ، فَاِذَا کَانَ لَکَ فَلَا تَبْطَرْ، وَاِذَا کَانَ عَلَیْکَ فَاصْبِرْ۔

۳۹۱- موت یا عزت- موت قبول ہے مگر ذلت گوارا نہیں، تھوڑے پر گذارہ دو، لیکن وسیلہ (دست سوال) منظور نہیں، جسے بیٹھ کے (روزی) نہ ملی اُسے کھڑے ہو کے بھی نہ دی جائے گی (قسمت کا کھیل ہے) اور زمانہ کے دو دن ہیں- ایک تمہارے حق میں (اقبال کے دن) ایک تمہارے خلاف (ادبار)۔ جب اقبال کے دن ہوں تو اترانا نہیں اور جب ادبار کے دن ہوں تو صبر کرنا۔

۳۹۲- اِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَی الْوَالِدِ حَقًّا وَاِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَی الْوَلَدِ حَقًّا، فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَی الْوَلَدِ اَنْ یُطِیْعَہٗ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ، وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَی الْوَالِدِ اَنْ یُحْسِنَ اِسْمَہٗ، وَیُحْسِنَ اَدَبَہٗ وَیُعَلِّمَہُ الْقُرْاٰنَ۔

۳۹۲- اولاد کا حق- بیٹے کا باپ پر اور باپ کا بیٹے پر حق ہے- باپ کا حق تو یہ ہے کہ اولاد اس کی اطاعت کرے- ہر بات میں سوائے معصیت خُدا کے- اور اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ (۱) نام اچھا رکھے (۲) اخلاق اچھے بنائے (۳) قرآن کی تعلیم دے۔

۳۹۳- اَلْعَیْنُ حَقٌّ، وَالرُّقٰی حَقٌّ وَالسِّحْرُ حَقٌّ- وَالطِّیَرَۃُ لَیْسَتْ بِحَقٍّ وَالْعَدْوٰی لَیْسَتْ بِحَقٍّ وَالطِّیْبُ نُشْرَۃٌ وَالْعَسَلُ

۳۹۳- اثر انگیز چیزیں- نگاہ بد، جادو ٹونا تو ہیں مگر فال و شگون کچھ نہیں، اور مرض کا ایک سے دوسرے میں منتقل کرنا غلط ہے۔ خوش بو- شہد اور سبزے کو دیکھنا بھی ایک

نُشْرَةٌ وَالنَّظَرُ اِلَی الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ -

جادو ہے (کہ دل و دماغ پر اثر کرتا ہے)

۳۹۴- مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِی اَخْلَاقِهِمْ اَمْنٌ مِّنْ غَوَائِلِهِمْ -

۳۹۴- معاشرتی ہم آہنگی - لوگوں سے ان کی معاشرتی ہم آہنگی ان کے خطرات سے پناہ ہے (کہ وہ اجنبی نہ سمجھیں م ح)

۳۹۵- حضرت نے کسی ایسے شخص سے جو آپ سے بات کر رہا تھا - اور اثنائے گفتگو میں کوئی ایسی بات کہی جو اس کے شایان شان نہ تھی فرمایا:-

لَقَدْ طِرْتَ شَكِيْرًا، وَهَدَرْتَ سَقْبًا

پر نکلتے ہی اُڑنے لگے اور بچپنے ہی میں بلبلانے لگے ——

شَكِيْرٌ: یہاں مراد، طائر کے وہ روئیں جو پر نکلنے اور قوت و طاقت آنے سے پہلے نکلتے ہیں -

سَقْبٌ:- چھوٹا اونٹ - جو پورا نر بننے سے پہلے نہیں بلبلاتا —— (رضی ؒ)

۳۹۶- مَنْ اَوْمَاَ اِلٰی مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ

۳۹۶- استقلال - جس نے مختلف کاموں کو (بیک وقت) کرنا چاہا - اس کی تدبیروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا (ایک وقت میں ایک کام کرو)

۳۹۷- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ —— کے معنے پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا:

اِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا نَمْلِكُ اِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتٰى مَلَّكَنَا مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا كَلَّفَنَا، وَمَتٰى اَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيْفَهٗ عَنَّا -

(مطلب یہ ہے کہ) ہم اللہ کے ساتھ کسی کام میں اس کے شریک نہیں، ہم اسی کے مالک ہیں جس کا مالک اس نے بنایا، اور جب وہ کوئی چیز ہم سے لے لیتا ہے تو ہماری ذمّے داری برطرف کر دیتا ہے (یعنے نہ پہلے مالک تھے نہ آئندہ مالک رہیں گے - م ح)

۳۹۸- آپ نے سنا کہ جناب عمار بن یاسر رحمہ اللہ، مغیرہ بن شعبہ کی باتوں کا جواب دے رہے ہیں فرمایا:-

دَعْهُ يَا عَمَّارُ! فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْخُذْ مِنَ الدِّيْنِ اِلَّا مَا قَارَبَهٗ مِنَ الدُّنْيَا، وَعَلٰی عَمْدٍ لَبَّسَ عَلٰی نَفْسِهٖ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهٖ

عمار انہیں چھوڑو! انھوں نے تو دین سے صرف اتنا ہی لیا ہے جو دنیا سے قریب کر دے - اور جانتے بوجھتے اپنے لئے معاملات کو مشتبہ کر لیا ہے کہ ان شبہوں کو اپنی لغزشوں کے عذر بنالے - (انہیں دین و مذہب سے کیا واسطہ؟)

۳۹۹- مَا اَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْاَغْنِيَاءِ

۳۹۹- فقیروں کی شاہی - سرمایہ داروں کا

لِلفُقَرَاءِ طَلَبًا لِمَا عِنْدَ اللّٰہِ! وَاَحْسَنُ مِنْہُ تِیْہُ الْفُقَرَاءِ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ اِتِّکَالًا عَلَی اللّٰہِ

فقیروں سے جُھک کے ملنا اگر خوشنودی خدا کے لئے ہو تو کتنا اچھّا ہے، اور اس سے اچھا یہ ہے کہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے فقیر مال داروں سے ناز کریں۔

۴۰۰۔ مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰہُ امْرَأً عَقْلًا اِلَّا لِیَسْتَنْقِذَہٗ بِہٖ یَوْمًا مَّا

۴۰۰۔ **عقل کا فائدہ** ۔ خدا نے آدمی کو عقل صرف اس لیے دی ہے کہ اس کی مدد سے ایک دن (قیامت) نجات حاصل کر سکیں۔

۴۰۱۔ مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَہٗ

۴۰۱۔ **حق سے ٹکّر کا نتیجہ** ۔ جو حق سے جنگ کرے گا۔ حق اسے شکست دے گا۔

۴۰۲۔ اَلْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ۔

۴۰۲۔ **دِل** ۔ دل آنکھ کا مصحف ہے (جو یہ دیکھتی اسے دِل محفوظ کرتا، اگر وہ عبرت نہیں لیتا تو دل ہی نہیں)

۴۰۳۔ اَلتُّقٰی رَئِیْسُ الْاَخْلَاقِ

۴۰۳۔ **تقویٰ** ۔ تقویٰ صفات و اخلاق کا سردار (تمام صفتیں تقوے کی تابع ہیں)

۴۰۴۔ لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِکَ عَلٰی مَنْ اَنْطَقَکَ، وَبَلَاغَۃَ قَوْلِکَ عَلٰی مَنْ سَدَّدَکَ

۴۰۴۔ **استاد کی عزّت کرو** ۔ اپنی زبان کی تیزی اس پر نہ آزماؤ جس نے تمھیں بولنا سکھایا، اور اپنی چرب زبانی اسے نہ دکھاؤ جس نے تمھیں سیدھا کیا۔

۴۰۵۔ کَفَاکَ اَدَبًا لِنَفْسِکَ اجْتِنَابُ مَا تَکْرَھُہٗ مِنْ غَیْرِکَ۔

۴۰۵۔ **ایک نکتہ۔ ایک دفتر** ۔ تمھیں اپنے نفس کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہے کہ جو باتیں دُوسرے کے لئے ناپسند کرتے ہو ان سے بچو (دیکھیے فقرہ ۳۵۸)

۴۰۶۔ مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْاَحْرَارِ، وَ اِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْاَغْمَارِ۔

۴۰۶۔ **تعزیّت** ۔ جس نے خود سے صبر کر لیا۔ اُس نے آزاد اور شریفانہ صبر کیا، ورنہ احمقوں کی طرح تسلّی تمھو ہی جائیگی۔ یا۔

۴۰۷۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت نے اشعث بن قیس سے تعزیّت ادا کر کے فرمایا:۔

اِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْاَکَارِمِ، وَاِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَھَائِمِ۔

اگر معزّز لوگوں کی طرح صبر کر لیا تو خیر، ورنہ جانوروں کی طرح چُپ ہونا پڑے گا) کہ یہ غم تازیانہ بن کر تمھیں چُپ کرا دیگا) (دیکھیے فقرہ ۲۸۴)

۴۰۸۔ فِیْ صِفَۃِ الدُّنْیَا: اَلدُّنْیَا

۴۰۸۔ **دنیا کا تعارف** ۔ یہ دنیا؟ دھوکا دیتی ہے، نقصان

تَرَحٌ وَنَصْرٌ وَثَمَرٌ ، اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ لَمْ یَرْضَھَا ثَوَابًا لِاَوْلِیَائِہٖ وَلَا عِقَابًا لِاَعْدَائِہٖ ، وَاِنَّ اَھْلَ الدُّنْیَا کَرَکْبٍ بَیْنَاھُمْ حَلُّوْا اِذْ صَاحَ بِھِمْ سَائِقُھُمْ فَارْتَحَلُوْا

پہنچاتی ہے۔ گذر جاتی ہے۔ (یوں سمجھو کہ) خدا نے نہ تو اپنے اولیا کے لئے اسے ثواب میں دینا پسند کیا، اور نہ دشمنوں کو سزا کے لئے تجویز کیا۔ ان اہلِ دنیا کی تو وہ مثل ہے کہ جیسے قافلہ ابھی اترا ہی تھا کہ ان کے ہنکوے نے "چلو چلو" کی چیخ لگا دی۔

۴۰۹ - اپنے صاحبزادے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا:-

یَا بُنَیَّ لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَائَكَ شَیْئًا مِنَ الدُّنْیَا، فَاِنَّكَ تُخَلِّفُہٗ لِاَحَدِ رَجُلَیْنِ: اِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِیْہِ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِیْتَ بِہٖ، وَاِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِیْہِ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ فَسَعِدَ بماشقیت بہ وامّا رجلٍ عمل فیہ بمعصیۃ اللہ فشقی بما جمعت لہٗ فکنت عونًا لہٗ علیٰ معصیتہٖ، ولیس احدُ ھٰذین حقیقًا ان تؤثرہٗ علیٰ نفسك

بیٹا! دنیا میں اپنے بعد کچھ چھوڑ کے نہ جانا کہ اگر چھوڑ کے جاؤ گے تو دو میں سے ایک آدمی ضرور (حصے دار) ہو گا:- یا وہ جو خدا کا عبادت گذار ہے، تو وہ شخص اس مال کی بدولت خوش نصیب رہا (کہ راہ خدا میں خرچ کر دیا) اور تم اسی مال سے بدقسمت (کہ جمع کرکے مر گئے اور کچھ نہ کیا) یا وہ آدمی ایسا ہو گا کہ معصیت خدا کرتا ہے۔ تو وہ تمھارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدنصیب ہوا۔ کیونکہ تم عمل بد میں اس کے مددگار ہوئے (نہ تو تم دولت چھوڑتے نہ وہ اس سے سامان عیش کرتا) اس لئے ان دونوں میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں کہ تم اپنے نفس پر اس کے لئے ایثار کرو! اسی کلام ایک اور طریقے سے بھی روایت ہے اور وہ یہ ہے کہ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الَّذِیْ فِیْ یَدَیْكَ مِنَ الدُّنْیَا قَدْ کَانَ لَہٗ اَھْلٌ قَبْلَكَ وَھُوَ صَائِرٌ اِلٰی اَھْلٍ بَعْدَكَ وَاِنَّمَا اَنْتَ جَامِعٌ لِاَحَدِ رَجُلَیْنِ: رَجُلٍ عَمِلَ فِیْمَا جَمَعْتَہٗ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِیْتَ بِہٖ، اَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِیْہِ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ فَشَقِیَ بِمَا جَمَعْتَ لَہٗ۔ وَلَیْسَ اَحَدُ ھٰذَیْنِ اَھْلًا اَنْ تُؤْثِرَہٗ عَلٰی نَفْسِكَ وَلَا اَنْ تَحْمِلَ لَہٗ عَلٰی ظَھْرِكَ فَارْجُ لِمَنْ مَضٰی رَحْمَۃَ اللّٰہِ وَلِمَنْ بَقِیَ رِزْقَ اللّٰہِ۔

بعد حمد و ثنا، دنیا جو تمھارے سامنے (یا تمھارے قبضہ میں) ہے اس کے مالک تم سے پہلے بھی تھے اور تمھارے بعد بھی دوسروں کے پاس جائے گی۔ اور تم دو میں سے ایک شخص کے لئے جمع کر رہے ہو: یا وہ یا تو تمھارے ذخیرے کو اطاعت خدا میں خرچ کریگا اور اس طرح تم جس کے ذریعے ناکام رہے۔ اس سے کامیاب ہوگا۔ یا وہ وارث اس دولت کو معصیت خدا میں صرف کریگا تو جو تم نے اس کے لئے جمع کیا اس سے وہ شخص شقی ہوگیا، تو ان دونوں میں سے ایک بھی اس کا مستحق نہیں کہ انہیں اپنے اوپر مقدم کرو۔ اور نہ یہ کہ ان کے اپنی پیٹھ پر بوجھ لادو (طریق کار یہ ہو کہ) جو چلے جائے اسے رحمت خدا اور جو باقی بچے اسے رزق خدا سمجھو (اور بس!)

۴۱۰ - کسی نے حضرت کے سامنے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" کہا جسے سُن کر فرمایا :-

ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ ! اَتَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ —— اِنَّ الْاِسْتِغْفَارَ دَرَجَۃُ الْعِلِّیِّیْنَ وَ هُوَ اِسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰی سِتَّۃِ مَعَانٍ :- اَوَّلُهَا : اَلنَّدَمُ عَلٰی مَا مَضٰی - وَالثَّانِیْ : اَلْعَزْمُ عَلٰی تَرْکِ الْعَوْدِ اِلَیْهِ اَبَدًا ، وَالثَّالِثُ : اَنْ تُؤَدِّیَ اِلَی الْمَخْلُوْقِیْنَ حُقُوْقَهُمْ حَتّٰی تَلْقَی اللّٰہَ اَمْلَسَ لَیْسَ عَلَیْکَ تَبِعَۃٌ وَالرَّابِعُ : اَنْ تَعْمِدَ اِلٰی کُلِّ فَرِیْضَۃٍ عَلَیْکَ ضَیَّعْتَهَا فَتُؤَدِّیَ حَقَّهَا ، وَالْخَامِسُ : اَنْ تَعْمِدَ اِلَی اللَّحْمِ الَّذِیْ نَبَتَ عَلَی السُّحْتِ فَتُذِیْبَهٗ بِالْاَحْزَانِ حَتّٰی تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ وَیَنْشَأَ بَیْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِیْدٌ ، وَالسَّادِسُ اَنْ تُذِیْقَ الْجِسْمَ اَلَمَ الطَّاعَۃِ کَمَا اَذَقْتَهٗ حَلَاوَۃَ الْمَعْصِیَۃِ ، فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَقُوْلُ : اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ -

ارے بدبخت ! معلوم بھی ہے کہ "استغفار" ہے کیا چیز؟ استغفار "علیین" کا درجہ ہے - یہ جملہ چھ معنوں میں بولا جاتا ہے : پہلے : گذشتہ پر ندامت - دوسرے : ہمیشہ (فعل ممنوع و حرام) نہ کرنے کا حتمی ارادہ تیسرے : بندوں کے حق میں اس طرح ادا کرنا کہ خدا سے پاک دامن و بری الذمہ ملو! چوتھے : ہر وہ فریضہ جو تم نے ضائع کیا ہے اسے بجالاکر اس کا حق ادا کرنا - پانچویں مال حرام سے پیدا شدہ گوشت غم جہنم سے گھلا کر کھال اور ہڈی ایک کر دیں اور (اس کے بعد حلال و طیب مال سے) نیا گوشت پیدا ہو - چھٹے : جسم کو اطاعت میں زحمت کا اس طرح مزہ چکھاؤ ، جیسے معصیت کی شیرینی کا چٹخارا لگایا ہے اس وقت کہہ سکتے ہو -

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ"

۴۱۱ —— اَلْحِلْمُ عَشِیْرَۃٌ -

۴۱۱ - حلم و بردباری (خود) ایک خاندان ہے (کہ اس سے ہمدردی عام ہوتی ہے)

۴۱۲ —— مِسْکِیْنٌ اِبْنُ اٰدَمَ : مَکْتُوْمُ الْاَجَلِ مَکْنُوْنُ الْعِلَلِ ، مَحْفُوْظُ الْعَمَلِ ، تُؤْلِمُهُ الْبَقَّۃُ ، وَتَقْتُلُهُ الشَّرْقَۃُ ، وَتُنْتِنُهُ الْعَرَقَۃُ -

۴۱۲ - یہ بیچارہ انسان ؟ ابن آدم بڑا غریب ہے ! اس کی موت نامعلوم ، اسباب پوشیدہ ، عمل محفوظ - مچھر دکھ دیتا ہے - اُچھو قتل کر دیتا ہے ، اور پسینہ بدبودار بنا دیتا ہے

۴۱۳ - وَرُوِیَ اَنَّهٗ ؑ کَانَ جَالِسًا فِیْ اَصْحَابِهٖ فَمَرَّتْ بِهِمْ اِمْرَاَۃٌ جَمِیْلَۃٌ فَرَمَقَهَا الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ - فَقَالَ

۴۱۳ - نظر بازی - حضرتؑ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک حسین عورت ادھر سے گذری جسے بعض لوگوں نے دزدیدہ نگاہی سے دیکھا —— حضرت نے فرمایا :

عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ أَبْصَارَ هٰذِهِ الْفُحُولِ طَوَامِحُ، وَإِنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ هِبَابِهَا فَإِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى امْرَأَةٍ تُعْجِبُهُ فَلْيُلَامِسْ أَهْلَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ امْرَأَةٌ كَامْرَأَةٍ۔ فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ: قَاتَلَهُ اللّٰهُ كَافِرًا مَا أَفْقَهَهُ؟ فَوَثَبَ الْقَوْمُ لِيَقْتُلُوهُ۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رُوَيْدًا إِنَّمَا هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ أَوْ عَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ۔

ان مردوں کی نگاہیں ہوائی ہیں، اور یہ بات جوشِ شہوت (حرام) کا باعث ہے۔ تو جب تم میں سے کوئی کسی خوب صورت عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی سے پیاس بجھائے۔ کیونکہ عورت عورت برابر ہے (اس طرح ہوس کا فوری علاج ہو جائے گا اور جذبات آگے نہ بڑھنے پائیں گے)

ایک خارجی نے کہا: . . . . . کس قدر عالم دین ہیں ہیں؟! — (یہ بد زبانی سن کر) لوگ بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں، حضرت نے فرمایا: ٹھہرو گالی کا بدلہ گالی ہے یا غلطی سے درگذر

۴۱۴ — كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُشْدِكَ

۴۱۴ - **عقل کا فائدہ** - تمہاری عقل کا یہی فائدہ کافی ہے کہ اس نے تمہاری گمراہی کا راستہ راہ ہدایت سے الگ کر کے واضح کر دیا ہے۔

۴۱۵ - اِفْعَلُوا الْخَيْرَ وَلَا تَحْقِرُوا مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّ صَغِيرَهُ كَبِيرٌ وَقَلِيلَهُ كَثِيرٌ، وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنَّ أَحَدًا أَوْلَى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّي فَيَكُونَ وَاللّٰهِ كَذٰلِكَ، إِنَّ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَهْلًا فَمَهْمَا تَرَكْتُمُوهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوهُ أَهْلُهُ۔

۴۱۵ - **نیکی کو غنیمت جانو** - اچھے کام کرو اور اس میں سے کسی بات کو بے وقعت نہ سمجھو کہ اس میں معمولی سی بات بھی بہت اور کم، زیادہ ہے۔ اور یہ بھی نہ کہو کہ نیکی کرنے کے لئے مجھ سے تو بہتر فلاں ہے —— کہ خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا! خیر و شر کے کچھ لوگ ہیں تو اگر تم اسے چھوڑ دو گے۔ تو تمہارے بدلے وہی لوگ کام کریں گے۔

۴۱۶ — مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهُ وَمَنْ عَمِلَ لِدِينِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ۔ وَمَنْ أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ أَحْسَنَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ

۴۱۶ - **دل صاف ہونا چاہیئے** - جس کی ضمیر ٹھیک ہوگی اللہ اس کا ظاہر بھی درست رکھے گا اور جو اس کے دین کے لئے عمل کرے گا۔ خدا اس کے معاملات دنیا کو رو براہ کر دے گا، اور جو اپنے اور خدا کے درمیانی معاملات کو ٹھیک رکھے گا خدا اس کے اور بندوں کے معاملات بحال رکھے گا۔

۴۱۷ — اَلْحِلْمُ غِطَاءٌ سَاتِرٌ، وَالْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ، فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَقَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ

۴۱۷ - **حلم و عقل** - حلم پردہ پوش (عیوب) حجاب، اور عقل تیز تلوار ہے۔ تو اپنے اخلاق کی کمزوریاں حلم سے چھپاؤ، اور اپنے خواہشات کو عقل (کی تلوار) سے قتل کرو

۴۱۸ — إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ يُقِرُّهَا فِي أَيْدِيهِمْ مَا بَذَلُوهَا، فَإِذَا مَنَعُوهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ ثُمَّ حَوَّلَهَا إِلَىٰ غَيْرِهِمْ

۴۱۸ - اللہ والے - خدا کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو خدا نے اپنی نعمتوں کے لئے مخصوص کیا ہے تاکہ دوسروں کو فائدہ ہو خدا انہیں نعمتیں دیتا ہے جسے وہ دوسروں کو عطا کرتے ہیں - اور اگر وہ ان نعمتوں کو روک رکھتے ہیں تو خدا ان سے لے کر ان کے علاوہ دوسروں کو دے دیتا ہے -

۴۱۹ — لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ الْعَافِيَةِ، وَالْغِنَىٰ، بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى إِذْ سَقِمَ وَبَيْنَا تَرَاهُ غَنِيًّا إِذِ افْتَقَرَ

۴۱۹ - صحت و دولت کا کیا بھروسہ - کسی کو دو حالتوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے، صحت اور دولت مندی کو، کہ ابھی تندرست دیکھتے ہو اور ابھی بیمار اور ابھی غنی ہوتا ہے اور اس کے فوراً بعد محتاج -

۴۲۰ مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ إِلَىٰ مُؤْمِنٍ فَكَأَنَّهُ شَكَاهَا إِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ شَكَاهَا إِلَىٰ كَافِرٍ فَكَأَنَّمَا شَكَا اللّٰهَ

۴۲۰ - سوال؟ جو اپنی ضرورت مومن سے بیان کرتا ہے - وہ گویا خدا سے عرض کرتا ہے اور جو کافر سے شکایت و درخواست کرتا ہے وہ گویا خدا کی شکایت کرتا ہے (یعنی اگر مانگو تو مومن سے، کافر سے سوال نہ کرو — م ح)

۴۲۱ — فِي بَعْضِ الْأَعْيَادِ: إِنَّمَا هُوَ عِيدٌ لِمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ، وَشَكَرَ قِيَامَهُ - وَكُلُّ يَوْمٍ لَا يُعْصَى اللّٰهُ فِيهِ فَهُوَ يَوْمُ عِيدٍ -

۴۲۱ - کسی عید کے موقع پر فرمایا:
یہ عید تو اسی کی ہے جس کے روزے خدا قبول کرے، اور عبادت منظور ہو جائے اور (اصل میں تو) جس دن بھی خدا کی نافرمانی نہ کی جائے وہ عید ہے -

۴۲۲ — إِنَّ أَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ وَدَخَلَ الْأَوَّلُ بِهِ النَّارَ -

۴۲۲ - سب سے بڑی حسرت - قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اس آدمی کی حسرت ہے جو گناہ کرکے کمائی کرتا تھا اور اسے ایسوں کے لئے چھوڑ آیا ہو جو اسے راہِ خدا میں خرچ کرکے جنت لے گئے اور پہلا (مال چھوڑ آنے والا) اسی کی وجہ سے جہنم میں جائے -

۴۲۳ — إِنَّ أَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَأَخْيَبَهُمْ سَعْيًا رَجُلٌ أَخْلَقَ بَدَنَهُ فِي طَلَبِ آمَالِهِ وَلَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيرُ

۴۲۳ - کشتۂ امید - سب سے گھاٹے کا سودا اور سب سے ناکام کوشش کرنے والا وہ ہے جس نے اپنا بدن اپنی امیدوں کو حاصل کرنے میں گھلا دیا ہو، اور مشیت خدا اس کا ساتھ نہ دے

عَلٰی اِرَادَتِہٖ فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْیَا بِحَسْرَتِہٖ وَقَدِمَ عَلَی الْاٰخِرَۃِ بِتَبِعَتِہٖ

وہ دنیا سے حسرتیں لے کر قیامت میں اس کی ندامت و تکلیف لئے پہنچے۔

۴۲۴ — الرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَّ مَطْلُوْبٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا طَلَبَہُ الْمَوْتُ حَتّٰی یُخْرِجَہُ عَنْہَا، وَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَۃَ طَلَبَتْہُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ رِزْقَہٗ مِنْہَا

۴۲۴-دو رزق- رزق دو طرح کے ہیں: (۱) طالب (۲) مطلوب: جو دنیا کو طلب کرتا ہے اسے موت ڈھونڈھتی ہے یہاں تک کہ وہ یہاں سے نکل جاتا ہے۔ اور جو آخرت کو ڈھونڈتا ہے اسے دُنیا تلاش کرتی ہے، یہاں تک اس کی روزی اسے نصیب ہوجاتی ہے۔

۴۲۵ (الف) — اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ ہُمُ الَّذِیْنَ نَظَرُوْٓا اِلٰی بَاطِنِ الدُّنْیَآ اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰی ظَاہِرِہَا وَاشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِہَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِہَا فَاَمَاتُوْا مِنْہَا مَا خَشُوْٓا اَنْ یُّمِیْتَہُمْ، وَتَرَکُوْا مِنْہَا مَا عَلِمُوْٓا اَنَّہٗ سَیَتْرُکُہُمْ، وَرَاَوُا اسْتِکْثَارَ غَیْرِہِمْ مِنْہَا اسْتِقْلَالًا، وَدَرَکَہُمْ فَوْتًا، اَعْدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَسِلْمُ مَا عَادَی النَّاسُ، بِہِمْ عُلِمَ الْکِتَابُ وَبِہٖ عَلِمُوْا، وَبِہِمْ قَامَ الْکِتَابُ وَبِہٖ قَامُوْا، لَا یَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا یَرْجُوْنَ، وَلَا مَخُوْفًا فَوْقَ مَا یَخَافُوْنَ

۴۲۵-اولیاء اللہ؟ "اولیاء اللہ" وہ ہیں جو دنیا کے باطن کو اس وقت دیکھتے ہیں جب عام لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں- اور وہ لوگ اس کے نتیجے میں لگے رہتے ہیں جبکہ دُنیا والے اس کے فوری فائدوں میں الجھے ہوتے ہیں تو وہ (اولیاء) اسے فنا کردیتے ہیں جس سے انہیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ انہیں ہلاک کر دے گا- اور جو دنیا کے لئے کرتے ہیں اسے اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ دیں گے- وہ دوسروں کی زیادتی (مال ومنال) کو کم اور ان کے پاجانے کو فوت ہونا مانتے ہیں جس سے عوام کی صلح ہو یہ اس کے دشمن اور عوام جس سے دشمنی کرتے ہیں (دین) اس سے صلح کرتے ہیں- لوگوں نے ان سے قرآن سیکھا اور انھوں نے سب کچھ قرآن سے حاصل کیا- ان سے قرآن قائم یہ قرآن کے سہارے زندہ ہیں- ان کی امید سے بڑی امید اور اُن کے خوف سے بڑا خوف ہے نظر نہیں آتا (ان کے تصوّرات و اعمال معصومانہ ہیں)

۴۲۶ — اُذْکُرُوْا انْقِطَاعَ اللَّذَّاتِ وَبَقَآءَ التَّبِعَاتِ

۴۲۶-لذّت وحسرت- لذتوں کے ختم اور بُرے نتائج یاد رکھو (کہ لذتوں پہ فریفتہ نہ ہوسکوگے)

۴۲۷ — اُخْبُرْ تَقْلِہٗ [1]

۴۲۷-ظاہر پر نہ جاؤ- آزمالو- دشمن ہوجاؤگے-

[1] خَبَرَ یَخْبُرُ کا امر ہے اُخْبُرْ- اور تَقْلِہٗ: قلی یقلی سے امر- یہ مامون کا خیال دعوتِ دشمنی دیتا ہے- اور وہ بھی بلا سبب- حضرت کا مطلب یہ ہے کہ آزمائش کے بعد وہ مومن نہ نکلے گا-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَرْوِي هٰذَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَمِمَّا يُقَوِّي أَنَّهُ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، مَا حَكَاهُ ثَعْلَبٌ. قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ: قَالَ الْمَأْمُونُ لَوْلَا أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ اُخْبُرْ تَقْلِهْ لَقُلْتُ أَنَا: اَقْلِهْ تَخْبُرْ

کچھ لوگ اسے رسول اللہؐ سے مروی بتاتے ہیں۔ لیکن میری رائے (کہ یہ امیرالمومنینؑ کا کلام ہے) اس لئے قوی ہے کہ ثعلب کہتے ہیں کہ ابن اعرابی نے بیان کیا کہ مامون نے کہا کہ اگر علیؑ نے "اخبر تقلہ" نہ کہا ہوتا تو میں کہتا "اَقْلِه تخبر" دشمن بنو آزمائے جاؤ گے اور اپنے عیوب معلوم کر سکو گے — گویا مامون کے نزدیک بھی یہ حضرت کا کلام تھا۔

۴۲۸ — مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَفْتَحَ عَلَى عَبْدٍ بَابَ الشُّكْرِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَلَا لِيَفْتَحَ عَلَى عَبْدٍ بَابَ التَّوْبَةِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْمَغْفِرَةِ

۴۲۸۔ نعمت اور شکر۔ خدا کا یہ کام نہیں کہ کسی کے لئے شکر کا دروازہ کھول (توفیق) دے اور (نعمت میں) زیادتی کا دروازہ بند کر دے، نہ یہ کہ کسی پر توبہ کا دروازہ کھول کر مغفرت کا دروازہ بند کر دے۔

۴۲۹ — أَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عُرِقَتْ فِيهِ الْكِرَامُ

۴۲۹۔ کرم پیشہ۔ لوگوں پر کرم کرنے کا زیادہ مستحق تو وہ ہے جس میں بزرگوں اور کریموں کے (صفات) نے جڑیں جمائی ہوں

۴۳۰ — سُئِلَ مِنْهُ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ: الْعَدْلُ، أَوِ الْجُودُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْعَدْلُ يَضَعُ الْأُمُورَ مَوَاضِعَهَا، وَالْجُودُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَالْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ، وَالْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهُمَا وَأَفْضَلُهُمَا

۴۳۰۔ عدل یا جود؟ کسی نے حضرتؑ سے پوچھا عدل و سخاوت میں کون بہتر ہے؟ فرمایا: عدل معاملات کو برمحل انجام دیتا ہے اور جود: ان کو آگے بڑھاتا ہے (کہ اس کے معنے ہی ہیں حق سے زیادہ دینا) اور عدل: عام منتظم ہے۔ جود خاص عارض (صفت لاحق ہے کسی کو فائدہ ہوتا ہے کوئی محروم) اس لئے عدل اشرف اور جود سے افضل ہے

۴۳۱ — النَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا

۴۳۱۔ جہالت کا اثر۔ لوگ جس سے ناواقف ہیں اس کے دشمن ہیں (۱۶۴)

۴۳۲ — الزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي

۴۳۲۔ روح زہد قرآن: مکمل زہد قرآن کی دو لفظوں میں ہے "تاکہ جو ہاتھ سے نکل جائے اس کا غم نہ کریں، اور جو ملے اس پر خوش (وارفتہ) نہ ہوں۔ گویا جس نے گذشتہ پر حسرت اور ملی ہوئی چیز پر مسرت نہ کی اس نے زہد کے اول و آخر کو پالیا۔

فقد أخذ الزهد بطرفيه

۴۳۳ — الولايات مضامير[1] الرجال

۴۳۳- **حکومت**- حکومتیں انسانوں کے لئے میدانِ امتحان ہیں

۴۳۴ — ما انقض النوم لعزائم اليوم

۴۳۴- **نیند کا پس منظر**- نیند کس قدر دن کے ارادوں کو توڑتی ہے۔

۴۳۵ — ليس بلد بأحق بك من بلد، خير البلاد ما حملك

۴۳۵- **مومن کا وطن**- کوئی شہر (آبادی) تمھارے لئے دوسرے شہر سے زیادہ حق دار نہیں ہے- بہترین شہر وہ ہے جو تمھیں برداشت کرلے (مردِ مسلم کا وطن کوئی نہیں جہاں بھی ماحول مل جائے وہی اس کا گھر ہے)

۴۳۶ — وقد جاءه نعي الأشتر رحمه الله: مالك وما مالك، والله لو كان جبلاً لكان فنداً، ولو كان حجراً لكان صلداً: لا يرتقيه الحافر، ولا يوفي عليه الطائر — والفند: المنفرد من الجبال —

۴۳۶- **مالک اشترؒ کی موت پر**- حضرتؑ نے مالک اشترؒ کی خبرِ وفات سن کر فرمایا:
مالک- کیا کہنا مالک کا! خدا کی قسم اگر (مالک) پہاڑ ہوتا تو اکیلا (عظیم الشان)، اور اگر پتھر ہوتا تو سخت چٹان جس پر سُم دار حیوان چڑھ نہ سکتے- اور نہ طائر اس پر پرواز کر سکتے- (نا قابلِ فتح پہاڑ ہوتا) فَنْد:- وہ سب پہاڑوں سے الگ ہو

۴۳۷ — قليل مدوم عليه خير من كثير مملول منه

۴۳۷- **استقلال**- کم ہو مگر دائمی تو وہ اس زیادہ سے بہتر جس سے آدمی دل تنگ ہو جائے (دیکھیے فقرہ ۲۷۱)

۴۳۸ — إذا كان في رجل خلة رائقة فانتظروا أخواتها

۴۳۸- **ایک بات سے دھوکا نہ کھاؤ**- جب کسی آدمی میں پسندیدہ صفت دیکھو تو دوسرے صفات کا انتظار کرو۔

۴۳۹ — لغالب ابن صعصعة أبي الفرزدق في كلام دار بينهما: ما فعلت إبلك الكثيرة؟
قال: دعذعتها الحقوق يا أمير المؤمنين
فقال عليه السلام: ذلك أحمد سبلها

۴۳۹- **فرزدق کے والد سے**: غالب بن صعصعہ[2] والد فرزدق سے کسی گفتگو کے سلسلے میں فرمایا: تم نے اپنے وہ بہت سے اونٹ کیا کئے؟ انھوں نے کہا: لوگوں کے حقوق نے ختم و تقسیم کرادیئے- فرمایا: اس مال کا یہ سب سے زیادہ قابلِ تعریف راستہ تھا۔

۴۴۰ — من اتجر بغير فقه فقد ارتطم

۴۴۰- **فقہ اور تجارت**- جو بغیر علمِ فقہ تجارت کرے گا وہ سود

[1] مضامیر: جمع مضمار- وہ میدان جہاں گھوڑا آزمایا جاتا ہے کہ دوڑ کیسی ہے- م ح ؛ [2] صعصعہ بڑے سخی تھے جیسا کہ فرزدق- م ح

فِي الرِّبَا۔

میں ڈوب جائے گا کہ ربا کا معاملہ بہت باریک ہے۔ (م ح)

۴۴۱ —— مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَائِبِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِكِبَارِهَا۔

۴۴۱۔ صبر۔ جو چھوٹی مصیبت کو بڑا سمجھے گا وہ اس سے بڑی بلاؤں میں گھرے گا۔

۴۴۱ —— مَنْ كَرُمَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ هَانَتْ عَلَيْهِ شَهَوَاتُهُ

۴۴۲۔ احساس برتری جسے اپنا نفس معزز معلوم ہوگا۔ خواہشات نفس اس کے لئے حقیر ہوں گی۔

۴۴۳ —— مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَةً إِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهِ مَجَّةً۔

۴۴۳۔ ہنسی مذاق۔ جو شخص ایک مرتبہ بھی (فضول) مذاق کرتا ہے وہ اپنی عقل کا ایک حصّہ ختم کر دیتا ہے

۴۴۴ —— زُهْدُكَ فِي رَاغِبٍ فِيكَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَرَغْبَتُكَ فِي زَاهِدٍ فِيكَ ذُلُّ نَفْسٍ۔

۴۴۴۔ دوستی۔ جو تمھاری طرف مائل ہو اس سے الگ رہنا، قسمت کی کمی ہے۔ اور تمھارا اس کی طرف جھکنا جو تم سے کنارہ کشی چاہتا ہو، یہ نفس کی ذلت ہے۔

۴۴۵ —— مَا زَالَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ حَتَّى نَشَأَ ابْنُهُ الْمَشْؤُومُ عَبْدُ اللّٰهِ۔

۴۴۵۔ عبداللہ بن زبیر۔ زبیر ہم اہل بیت کے گرویدہ تھے۔ یہاں تک پر ان کا فرزند مشؤم عبداللہ جوان ہُوا

۴۴۶ —— مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، لَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ۔

۴۴۶۔ اوّل و آخر۔ یہ فرزندِ آدم کو کیا ہو گیا کہ فخر کرتا ہے حالانکہ اس کی ابتدا نجس پانی (نطفے) سے اور انتہا مردار پر ہے نہ تو اپنے تئیں پانی دے سکتا ہے، نہ اپنی موت ٹال سکتا ہے۔

۴۴۷ —— الْغِنَى وَالْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ۔

۴۴۷۔ فقیری و دولت مندی۔ غنی اور فقیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک خدا کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے۔

۴۴۸ —— عَنْ أَشْعَرِ الشُّعَرَاءِ فَقَالَ: إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا، فَإِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيلُ يُرِيدُ امْرَأَ الْقَيْسِ۔

۴۴۸۔ سب سے بڑا شاعر۔ کسی نے پوچھا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا: قوم نے اس میدان (سب شعرا جاہلیت) ایک ہی میدان (اسلوب) میں نہیں دوڑے کہ نشانہ اڑاتے وقت تیز رفتار و کامیاب پہچان لیا جائے، اور اگر (فیصلہ) ضروری ہے تو پھر مَلِكُ الضِّلِّيلِ (امرؤالقیس)

۴۴۹ —— أَلَا حُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِأَهْلِهَا؟ إِنَّهُ لَيْسَ لِأَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ إِلَّا

۴۴۹۔ غیرت دار سے خطاب (کیا کوئی جوانمرد ایسا ہے! جو اس چبائے ہوئے نوالے (دنیا) کو اس کے مالک (کافر و منافق)

الجنّۃ، فلا تبیعوھا الا بھا۔

کے بدلے چھوڑ دے؟ (یاد رہے کہ) تمھارے نفس کی قیمت جنت ہی ہے۔ تو اسے جنت ہی (کی قیمت) پر بیچنا۔

۴۵۰ — منھومان لا یشبعان: طالب علم وطالب دنیا۔

۴۵۰۔ دو بھوکے۔ دو بھوکے ایسے ہیں جن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ طالب علم۔ و طالب دنیا۔

۴۵۱ — علامۃ الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک، وان لا یکون فی حدیثک فضل عن علمک، وان تتقی اللہ فی حدیث غیرک۔

۴۵۱۔ ایمان کی پہچان۔ یہ ہے کہ جھوٹ کے مقابلے میں سچ کو وہاں بھی اپنائے چاہے وہ نقصان بھی دے۔ اور تمھاری باتوں کو تمھارے علم سے برتری نہ ہو (کہ جانتے تھوڑا ہو اور بولو بہت) اور دوسروں کے بارے میں کچھ کہتے وقت۔ خدا سے ڈرو!

۴۵۲ — یغلب المقدار علی التقدیر حتی تکون الآفۃ فی التدبیر۔

وقد مضی ھذا المعنی فیما تقدم بروایۃ تخالف ھذہ الالفاظ۔

۴۵۲۔ تدبیر پر بھروسہ ہی کیا؟ قضا و قدر (انسان) کے اندازہ وحساب پر غالب آجاتی ہے۔ بلکہ تدبیر میں آفت بھی آجاتی ہے — یہ مطلب ایک اور روایت کے مطابق باختلاف الفاظ پہلے بھی بیان ہو چکا۔ (نمبر؟ — (دیکھیے ۱۶)

۴۵۳ — الحلم والاناۃ توأمان ینتجھما علو الھمۃ۔

۴۵۳۔ بلند ہمتی۔ حلم اور نرم مزاجی دونوں جوڑی دار ہیں جن دونوں کا نتیجہ ہے بلند ہمتی۔

۴۵۴ — الغیبۃ جھد العاجز۔

۴۵۴۔ غیبت۔ عاجز کی آخری کوشش ہے (کہ بس نہیں چلتا تو عیوب بیان کرو۔

۴۵۵ — رب مفتون بحسن القول فیہ۔

۴۵۵۔ غلط فہمی۔ بہت سے لوگ (آدمی) کی شہرت سن کر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔

۴۵۶ — الدنیا خلقت لغیرھا، ولم تخلق لنفسھا۔

۴۵۶۔ دنیا خود کچھ بھی نہیں۔ دنیا دوسروں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ خود کچھ بھی نہیں (یہ گذرگاہ ہے)

۴۵۷ — ان لبنی امیۃ مرودا یجرون فیہ، ولو قد اختلفوا فیما بینھم ثم کادتھم الضباع لغلبتھم۔

۴۵۷۔ بنی امیہ۔ ان بنی امیہ کے لئے مہلت ہے، جس میں وہ (خوب) گھوڑے دوڑائیں گے۔ پھر ان کے آپس میں اختلاف ہوں گے (پھر یہ عالم ہوگا کہ جیسے) قریب ہوگا کہ بھیڑیے انہیں آدبوچیں گے۔

وَالْمُرْوِدُ هٰهُنَا مُفْعَلٌ مِّنَ الْاِرْوَادِ وَهُوَ الْاِمْهَالُ وَالْاِنْظَارُ، وَهٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ وَاَغْرَبِهِ، فَكَاَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ الْمُهْلَةَ الَّتِيْ هُمْ فِيْهَا بِالْمِضْمَارِ الَّذِيْ يَجْرُوْنَ فِيْهِ اِلَى الْغَايَةِ، فَاِذَا بَلَغُوْا مُنْقَطَعَهَا انْتَقَضَ نِظَامُهُمْ بَعْدَهَا

مُرْوَدٌ: ارواد سے مُفْعَلٌ (مفعول) کے وزن پر ہے۔ اس کے معنے ہیں، مہلت دینا اور یہ فصیح ترین و بے مثال جملہ ہے۔ گویا حضرتؑ نے "مہلت" کو جس میں وہ ہیں اس میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں وہ حد (مسافت) تک (گھوڑے) دوڑاتا ہے۔ اور جب انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد ان کی ترتیب وغیرہ ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۵۸ — فِيْ مَدْحِ الْاَنْصَارِ: هُمْ وَاللّٰهِ رَبَّوُا الْاِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفَلُوُّ مَعَ غَنَائِهِمْ بِاَيْدِيْهِمُ السِّبَاطِ وَاَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ

۴۵۸۔ **انصار کی تعریف** ۔ خدا قسم، انہیں لوگوں نے اسلام کو اپنی لاپروائی اور استغنا کے باوجود اس طرح پالا جیسے سال بھر کا گھوڑے کا وہ بچہ جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ پالا جاتا ہے۔ اپنے کھلے ہاتھوں اور تیز زبان کے ساتھ۔

۴۵۹ — اَلْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ

وَهٰذِهٖ مِنَ الْاِسْتِعَارَاتِ الْعَجِيْبَةِ كَاَنَّهُ شَبَّهَ السَّهَ بِالْوِعَاءِ وَالْعَيْنَ بِالْوِكَاءِ، فَاِذَا اُطْلِقَ الْوِكَاءُ لَمْ يَنْضَبِطِ الْوِعَاءُ، وَهٰذَا الْقَوْلُ فِي الْاَشْهَرِ الْاَظْهَرِ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ، وَقَدْ رَوَاهُ قَوْمٌ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَذَكَرَ ذٰلِكَ الْمُبَرِّدُ فِي الْكِتَابِ الْمُقْتَضَبِ فِيْ بَابِ اللَّفْظِ بِالْحُرُوْفِ، وَقَدْ تَكَلَّمْنَا عَلٰى هٰذِهِ الْاِسْتِعَارَةِ فِيْ كِتَابِنَا الْمَوْسُوْمِ بِمَجَازَاتِ الْاٰثَارِ النَّبَوِيَّةِ

۴۵۹۔ **آنکھ** ۔ آنکھ پشت (انسان) کا بندھن ہے — (اور یہ عجیب و غریب استعارات میں سے ہے، گویا پشت کو برتن اور آنکھ کو اس کی بندش فرمایا ہے، کہ جب بندش کھل جاتی ہے تو برتن کی چیز محفوظ نہیں رہتی۔ یہ فقرہ مشہور اور بظاہر (صحیح طور پر) پیغمبر کا کلام ہے[1]۔ لیکن کچھ لوگوں نے اسے امیرالمومنین سے روایت کی ہے۔ جیساکہ مبردؒ[2] نے دو کتابیں "المقتضب" در باب اللفظ بالحروف" میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اس "استعارہ" پر اپنی کتاب "مجازات آثار نبویہ"[3] میں گفتگو کی ہے۔

۴۶۰ — فِيْ كَلَامٍ لَهٗ: وَوَلِيَهُمْ وَالٍ

۴۶۰۔ **نبی** ۔ اس نے لوگوں پر حکومت کی حکومت کو سیدھا

---

[1] شرح ابن میثم نے خاتمہ حدیث لکھاہے۔ فاذا نامت العینان استطلق الوکاء" [2] مبرد مؤلف "کتاب الکامل" وغیرہ ابوالعباس محمد بن یزید بصری متوفی بغداد ۲۸۵ھ [3] سید رضیؒ کی روایات نبی پر ادبی بحث۔ یہ کتاب بھی مجازات قرآن کی طرح سے چھپ گئی ہے۔ (م ح)

فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتَّى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهِ

کرنا چاہا تو وہ سیدھی اور بحال ہوگئی یہاں تک کہ دین مطمئن ہوگیا۔ (فتنہ و فساد باقی نہ رہا)

۴۶۱ ـــــ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ فِيهِ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) تَنْهَدُ فِيهِ الْأَشْرَارُ وَ تُسْتَذَلُّ فِيهِ الْأَخْيَارُ، وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ، وَقَدْ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ

۴۶۱۔ آنے والے دن ۔لوگوں پر کاٹ کھانے والے (سخت) دن آنے والے ہیں، دولت مند اپنے قبضہ کی دولت کو دانتوں سے پکڑیں گے۔ (بخل کریں گے) حالانکہ انھیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے "خدا کے فضل کو آپس میں نہ بھولو۔ س ۲ ی ۲۳۷) اس زمانے میں اوباش سر بلند اور نیک لوگ ذلیل ہوں گے، اور مجبور خرید و فروخت کریں گے (یعنے دوکاندار انہیں ضرورت مند جان کر جو چاہیں گے لیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے" مجبوروں سے تجارت کرنے کو منع فرمایا ہے" (کہ اس طرح ظلم ہوتا ہے)

۴۶۲ ـــــ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ

وَهَذَا مِثْلُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

۴۶۲۔ دو گمراہ ۔میرے سلسلے میں دو شخص تباہ ہوں گے، افراط پسند محبت اور افترا پرداز و بہتان تراش ـــ یہ فقرہ حضرت کے ارشاد۔ هلكَ فِيَّ رجلان: محبٌّ غال و مبغض قال کی طرح ہے:۔

(دیکھیے فقرہ ۱۱۷)

۴۶۳ ـــــ وَسُئِلَ عَنِ التَّوْحِيْدِ وَالْعَدْلِ فَقَالَ: التَّوْحِيْدُ أَنْ لَا تَتَوَهَّمَهُ، وَالْعَدْلُ أَنْ لَا تَتَّهِمَهُ۔

۴۶۳۔ توحید و عدل؟ توحید کے معنے یہ ہیں کہ اس کو وہم میں بھی نہ لایا جا سکے، اور عدل یہ ہے اس پر تہمت نہ لگائی جائے (کہ اس نے یہ کیا اور وہ یہ نہیں کرتا)

۴۶۴ ـــــ لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔

۴۶۴۔ بے محل خاموشی ۔فیصلے کے وقت چپ رہنے میں اسی طرح کوئی خوبی نہیں جیسے نامعلوم بات کے کہنے میں (دیکھیے فقرہ ۱۸۳)

۴۶۵ ـــــ فِي دُعَاءٍ اسْتَسْقَى بِهِ: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلُلَ السَّحَابِ دُوْنَ صِعَابِهَا۔

۴۶۵۔ طلب بارش کی دعا ۔اے اللہ! ہمیں مطیع بادلوں سے سیراب فرما سرکش و سخت نہیں۔

وَهَذَا مِنَ الْكَلَامِ الْعَجِيْبِ الْفَصَاحَةِ وَذَلِكَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ السَّحَابَ ذَوَاتِ الرُّعُوْدِ وَالْبَوَارِقِ وَالرِّيَاحِ وَالصَّوَاعِقِ

یہ حیرت خیز فصاحت بھرا کلام ہے۔ کیونکہ حضرت نے کڑک اور چمک دار بادلوں کو آندھی اور بجلی کے موسم کو "ابل صعاب" (سرکش اونٹ) سے تشبیہ دی ہے کہ وہ اونٹ دو پیروں پر کھڑا ہوتا

بِالْاِبِلِ الصِّعَابِ الَّتِی تَقْمِصُ بِرِحَالِهَا وَتَتَوَقَّصُ بِرُکْبَانِهَا، وَشَبَّهَ السَّحَائِبَ الْخَالِیَةَ مِنْ تِلْکَ الرَّوَائِعِ بِالْاِبِلِ الذُّلُلِ الَّتِی تُحْتَلَبُ طَیِّعَةً وَتُقْتَعَدُ مُسْمِحَةً۔

اور کجاوہ نہیں کسنے دیتا۔ اور سوار نہیں ہونے دیتا۔ اور ان ہولناک چیزوں سے خالی بادلوں کو "ابل ذلل" (مطیع اونٹ) سے تشبیہ دی ہے کہ وہ خوشی خوشی دودھ اور بہت نرم سواری دیتے ہیں۔

(فقرہ ۱۸ ترتیب کتاب میں یہاں ہے۔ م ح)

۴۶۶ —— مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِیدُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ، لَکَادَ الْعَفِیفُ اَنْ یَکُونَ مَلَکًا مِنَ الْمَلَائِکَةِ۔

۴۶۶۔ **پاک دامن**۔ راہ خدا میں لڑنے والا اور شہید ہونے اس سے زیادہ لائق ثواب نہیں جتنا وہ، کہ جسے اختیار (گناہ) ہو پھر وہ پاک دامن رہے۔ پاکدامن فرشتوں میں فرشتہ بننے کے قریب ہوتا ہے

۴۶۷ —— اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ۔

وَقَدْ رَوَی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْکَلَامَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ

۴۶۷۔ **قناعت**۔ قناعت وہ مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے اسے پیغمبرؐ سے روایت کیا ہے۔

(دیکھیے فقرہ ۵۵)

۴۶۸ —— لِزِیَادِ ابْنِ اَبِیهِ - وَقَدِ اسْتَخْلَفَهُ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ عَلَی فَارِسَ وَاَعْمَالِهَا فِی کَلَامٍ طَوِیلٍ کَانَ بَیْنَهُمَا، نَهَاهُ فِیهِ عَنْ تَقَدُّمِ الْخَرَاجِ - اسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ وَاحْذَرِ الْعَسْفَ وَالْحَیْفَ، فَاِنَّ الْعَسْفَ یَعُودُ بِالْجَلَاءِ وَالْحَیْفَ یَدْعُو اِلَی السَّیْفِ

۴۶۸۔ **حاکم کی سختی**۔ زیاد بن ابیہ کو عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور متعلقہ علاقے کا گورنر مقرر فرمایا۔ تو ایک طولانی گفتگو کرتے ہوئے جس میں خراج کو پہلے وصول کرنے سے روکا تھا یہ بھی فرمایا: عدل کو کام میں لاؤ، اور ظلم وستم سے ڈرو کیوں کہ سختیاں نتیجہ میں ملک خالی کر دیتی ہیں۔ اور ظلم جنگ پر مجبور کرتا ہے۔

۴۶۹ —— اَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ

۴۶۹۔ **بڑا گناہ**۔ سب سے بڑا گناہ: وہ جسے گناہ گار معمولی سمجھے۔ (دیکھیے ۳۴۸)

۴۷۰ —— مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَی اَهْلِ الْجَهْلِ اَنْ یَتَعَلَّمُوا حَتّٰی اَخَذَ عَلَی اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ یُعَلِّمُوا۔

۴۷۰۔ **تعلیم**۔ خدا نے جاہلوں سے تعلیم حاصل کرنے کا عہد عالموں سے تعلیم دینے کے عہد کے بعد لیا ہے (عالم پر تعلیم دینا واجب ہے)

۴۷۲ —— شَرُّ الْاِخْوَانِ مَنْ تُکُلِّفَ لَهُ - لِاَنَّ التَّکْلِیفَ مُسْتَلْزِمٌ لِلْمَشَقَّةِ وَهُوَ شَرٌّ لَازِمٌ عَنِ الْاَخِ الْمُتَکَلَّفِ لَهُ فَهُوَ شَرُّ الْاِخْوَانِ

۴۷۱۔ **تکلف**۔ سب سے بڑا دوست وہ ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے (کیونکہ تکلف زحمت کا سبب ہے، اور یہ اس دوست کا شر اور عیب ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ اسی لئے وہ

بدترین دوست ہے۔ (رضیؒ)

۴۷۲۔ إِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهُ۔

يُقَالُ: حَشَمَهُ وَأَحْشَمَهُ إِذَا أَغْضَبَهُ، وَقِيلَ: أَخْجَلَهُ، وَاحْتَشَمَهُ: طَلَبَ ذَلِكَ لَهُ، وَهُوَ مَظِنَّةُ مُفَارَقَتِهِ.

۴۷۲۔ برانگیختگی۔ جب کوئی مومن اپنے بھائی کو برانگیختہ کرے تو گویا اس نے اسے چھوڑ دیا۔ (عربی میں) کہا جاتا ہے حَشَمَہٗ وَاَحْشَمَہٗ جب غصہ دلایا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنے ہیں: شرمندہ کیا وَاحْتَشَمَہٗ: یعنے کسی کا غصہ یا شرمندگی چاہا۔ اور یہ بات جدائی کا خیال پیدا کرتی ہے۔ —— رضیؒ ——

وَهَذَا انْتِهَاءُ الْغَايَةِ بِنَا إِلَى قَطْعِ الْمُخْتَارِ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَامِدِينَ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى مَا مَنَّ بِهِ مِنْ تَوْفِيقِنَا لِضَمِّ مَا انْتَشَرَ مِنْ أَطْرَافِهِ، وَتَقْرِيبِ مَا بَعُدَ مِنْ أَقْطَارِهِ، وَمُقَرِّرِينَ الْعَزْمَ كَمَا شَرَطْنَا أَوَّلًا عَلَى تَفْضِيلِ أَوْرَاقٍ مِنَ الْبَيَاضِ فِي آخِرِ كُلِّ بَابٍ مِنَ الْأَبْوَابِ، لِيَكُونَ لِاقْتِنَاصِ الشَّارِدِ، وَاسْتِلْحَاقِ الْوَارِدِ، وَمَا عَسَى أَنْ يَظْهَرَ لَنَا بَعْدَ الْغُمُوضِ، وَيَقَعَ إِلَيْنَا بَعْدَ الشُّذُوذِ، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا، وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

وَذَلِكَ فِي رَجَبٍ سَنَةَ أَرْبَعِمِائَةٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ، وَالْهَادِي إِلَى خَيْرِ السُّبُلِ، وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ، وَأَصْحَابِهِ نُجُومِ الْيَقِينِ۔

امیر المومنین علیہ السّلام کے کلام کا انتخاب ختم ہوگیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس منتشر اور پھیلے ہوئے کلام کو سمیٹنے کا موقع دیا —— اب ارادہ ہے کہ باقی سارے صفحات اور ہر جلد کے آخر میں، جو منتخبات رہ گئے ہیں انہیں بھی جمع کردوں —— توفیقات خدا ہی پر بھروسہ ہے ——

رجب سنہ ۴۰۰ھ —— ہمارے سردار و آقا محمد نبی آخر الزمان، ان کی اولاد اور ستارہ ہائے ہدایت صحابہ پر خدا کی رحمت۔

حصّۂ چہارم

رجال

نہج البلاغۃ

سیّد محمود حسن قیصر
کتاب خانہ، رامپور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغۃ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے خُطبات، مکاتیب اور اقوال و حکم کا مجموعہ ہے، جس کو چوتھی صدی ہجری کے مشہور ادیب "الشریف الرضی ذوالحسبین محمد بن الحسین بن موسٰی، مُتوفی ۴۰۶ھ (۱۰۱۵ء) نے تالیف کیا تھا۔ یہ کتاب فصاحت و بلاغت کے اس نقطہ پر مانی گئی ہے، جس کے لیے علمائے ادب کا فیصلہ ہے "تحتَ کلامِ الخالقِ فوقَ کلامِ المخلوقِ" (خالق کے کلام کے نیچے اور مخلوق کے کلام سے بالا) یہی وجہ ہے کہ وہ طبقہ جو اس کے مندرجات کو اس کے جامع "سیّد رضی" کی کاوشِ دماغی کا نتیجہ قرار دیتا ہے وہ بھی اس کی فصاحت و بلاغت کا بہرحال معترف ہے۔

نہج البلاغۃ کی حیثیت اگر صرف ایک ادبی کتاب کی ہوتی تو شاید اس کو اتنی اہمیت نہ دی جاتی، لیکن اس کی نسبت چونکہ اسلام کی ایک ایسی اہم شخصیت سے ہے جس کو تمام مسلمانوں کے درمیان ایک مذہبی درجہ حاصل ہے۔ اس لیے خصوصیت کے ساتھ ہر صدی میں وہ علما اور اہلِ ادب کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ اور جس کثرت کے ساتھ مختلف پہلوؤں سے اس پر کام کیا گیا اس کی مثال شاذونادر ہی ملتی ہے۔ اس کے مخالفین اور موافقین سب ہی نے برابر کا حصہ لیا اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ آج دنیائے اسلام اس امر پر متفق ہو چکی ہے کہ "نہج البلاغۃ" کلامِ امیر المومنین ہے اور سیّد رضی اس کے جامع اور مرتب۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغۃ کے وجود میں آنے کے دو سو سال تک اس کے مشمولات کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس لیے کہ جامع کتاب "سیّد رضی" اس دور کے مؤلفین میں ہیں، جب مسلمان کافی ترقی کر چکے تھے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں تاریخ و سیر وغیرہ کی کتابیں لکھی جا چکی تھیں، اگر یہ 'خُطبات' جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے "سیّد رضی" یا دیگر فصحائے شیعہ کی تصنیف ہوتے، تو ناممکن تھا کہ اہلِ علم جامع کی اس جسارت اور دیدہ دلیری پر خاموش بیٹھے رہتے اور کوئی آواز اس کے خلاف نہ اُٹھاتے۔ خود سیّد رضی کے معاصرین نیز ان کے بعد تک زندہ رہنے والوں میں حسبِ ذیل اکابر کے نام ملتے ہیں:۔

۱۔ ابو عبید احمد بن محمد الھروی متوفی سنہ ۴۰۱ھ

۲۔ ابو بکر محمد الباقلانی۔ متوفی سنہ ۴۰۳ھ

۳۔ الشیخ ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب الشہیر بابن مسکویہ۔ متوفی سنہ ۴۲۱ھ

۴۔ ابو سعید منصور بن الحسین اللاّبی الوزیر۔ متوفی سنہ ۴۲۲ھ

۵۔ ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی۔ متوفی سنہ ۴۲۷ھ

۶۔ ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسمٰعیل الثعالبی النیشاپوری۔ متوفی سنہ ۴۳۰ھ

۷۔ الحافظ ابو نُعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی۔ متوفی سنہ ۴۳۰ھ

۸۔ ابو عبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد بن عبد الضریر النیشابوری۔ متوفی سنہ ۴۸۷ھ

۹۔ ابو بکر الخطیب احمد بن علی بن ثابت البغدادی۔ متوفی سنہ ۴۸۷ھ

۱۰۔ ابو عبید عبداللہ بن عبدالعزیز البکری الاندلسی۔ متوفی سنہ ۴۸۷ھ

لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں سے کسی نے مندرجات نہج البلاغۃ کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اپنی مؤلّفات میں جگہ جگہ ان خطبوں سے استناد کیا ہے۔ جس کی بکثرت مثالیں ہیں۔ ان میں ابو بکر باقلانی اور ابو عبید ہروی کے علاوہ سب وہ مورخین ہیں جو سیّد رضی کے بعد تک زندہ رہے۔ خصوصاً عبداللہ البکری اور خطیب بغدادی تو ان سے نصف صدی بعد تک بقید حیات رہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ نہج البلاغۃ ان تک نہ پہنچی ہو۔ کسی طرح قیاس میں نہیں آ سکتا۔

دراصل نہج البلاغۃ کے جعلی ہونے کا خیال "سید رضی" کے انتقال سے دو سو سال بعد کی پیداوار ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام "ابن خلّکان" کا ملتا ہے۔ جس کا انتقال سنہ ۶۸۱ھ میں ہوا ہے۔ بظاہر اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ بہت سے ماخذ ضایع ہو چکے تھے، جن میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے کلام کا بیشتر سرمایہ تھا۔ ان مآخذ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس خیال کو زیادہ پنپنے کا موقع مل گیا۔

بہرحال نہج البلاغۃ پر اب تک جتنے اعتراض کیے گئے ہیں، اُن پر کافی لکھا جا چکا ہے، لیکن اس سلسلے میں ایک اہم سوال اس کے رجال کا رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ جامع کتاب سیّد رضی چوتھی صدی ہجری کے بالکل آخری مصنفین کی فہرست میں آتے ہیں۔ اس وقت تک حضرت علیؑ کی وفات کو (۳۶۰) تین سو ساٹھ سال گزر چکے تھے۔ بایں ہمہ روایت کی کوئی سند اس میں نہیں ملتی، جس سے اس کی تاریخی صحت اور سلسلہ رُواۃ معلوم ہو جائے۔ یہ سوال اپنے مقام پر کافی اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ کسی بھی تاریخی مواد کی صحیح تحقیق اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک اس کے رجال اور قلمبند ہونے کے وقت تک کا سلسلہ روایت سامنے نہ ہو۔

اس سوال کو حل کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جامع نے اپنی اس تالیف میں اپنے زمانے کے عام دستور کے مُطابق سلسلۂ سند کا لحاظ کیوں نہیں کیا۔

غور کرنے پر اس کے حسب ذیل دو اسباب سمجھ میں آتے ہیں :-

۱- نہج البلاغۃ دراصل ایک ادب کی کتاب ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے اس کی تالیف کی گئی ہے۔ ادب کی کتابوں میں عموماً سلسلۂ روایت نہیں دیا گیا۔ چنانچہ سید رضی سے قبل کی جتنی کتابیں ہیں باوجودیکہ اُن میں کثرت سے تاریخی واقعات کو بیان کیا گیا ہے لیکن سلسلۂ روایت شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ سید رضی چونکہ خود ایک ادیب تھے اور اسی نظر سے اُنھوں نے نہج البلاغۃ کی تالیف کی تھی۔ اس لیے سلسلۂ روایت کا بیان کرنا اس میں ضروری نہیں تھا۔

۲- سید رضی جس زمانے کے مؤلف ہیں اس وقت امیرالمومنین کے خطبات اور امثال و حِکَم مدوّن ہو کر اتنے شایع اور متداول ہو چکے تھے۔ کہ جن کے بیان کرنے کے لیے کسی سلسلۂ سند کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ مختلف کتب فہرست کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید رضی سے قبل تک سیکڑوں کی تعداد میں امیرالمومنین علیہ السلام کے خُطب اور اُن سے متعلق موضوعات پر کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ جیسا کہ مشہور مؤرخ مسعودی لکھتا ہے :-

"امیرالمؤمنین کے وہ خطبے جو مختلف موقعوں پر آپ نے بیان فرمائے ہیں اور لوگوں نے ان سے سُن کر محفوظ کیے ہیں۔ چار سو اسّی [۴۸۰] سے کچھ زائد ہیں۔ یہ وہ خطبے ہیں جو حضرتؑ نے فی البدیہ دیے ہیں اور قولاً و عملاً لوگوں میں برابر شایع اور متداول رہے ہیں"[۱]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسعودی جس کا انتقال سید رضی سے ۹۲ سال پہلے ہوا ہے اس کے زمانے تک یہ کام اتنی مکمل صورت میں انجام پاچکا تھا کہ لوگوں میں عام طور پر یہ خطبے متداول تھے۔ اسی طرح ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ کا یہ قول "میں نے مواعظ علی بن ابی طالب کی سو فصلیں یاد کی ہیں"[۲] بتاتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کے خطبے اس کے سامنے مدوّن صورت میں موجود تھے۔

بایں ہمہ ایسا بھی نہیں ہے کہ جامع نے اسناد و رجال کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہو، کیونکہ جہاں جہاں اپنی نظر میں انھوں نے ضرورت سمجھی ہے۔ وہاں یا تو راوی کا نام ظاہر کر دیا ہے یا کسی متقدم کتاب کا حوالہ دے دیا ہے یا ایسا اشارہ کر دیا ہے جس سے اس کے استناد پر روشنی پڑ سکے۔ چنانچہ نہج البلاغۃ کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے حسب ذیل قسم کے کلام ملتے ہیں :-

۱ وہ کلام جہاں جامع نے پورے سلسلۂ سند کو دیا ہے۔ اس کی مثال نہج البلاغۃ میں صرف ایک ہے جو اس کے صفحہ ۲۵۳ پر اس طرح درج ہے :-

(روی الیمانی عن احمد بن قتیبہ عن عبد اللہ بن یزید عن مالک بن دحیۃ قال کنا عند امیرالمومنین علیہ السلام وقد ذکر عندہ اختلاف الناس فقال) انما فرق بینھم مبادی طینھم .... الخ

یمانی نے احمد بن قتیبہ سے انھوں نے عبداللہ بن یزید سے انھوں نے مالک بن دحیہ سے بیان کیا کہ ہم لوگ امیرالمومنینؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے لوگوں کے اختلاف (طبائع) کا ذکر ہوا اس پر آپ نے ارشاد فرمایا : یقیناً لوگوں میں

[۱] مروج الذہب مطبع مصر ۲/۳۳ - [۲] شرح ابن ابی الحدید ۱/۸

اختلاف کا سبب ان کی طینتوں کے فرق سے ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

۲۔ وہ کلام جہاں مؤلف نے صرف راویٔ اوّل کا تذکرہ کیا ہے ایسے مقامات نہج البلاغۃ میں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ خطبہ شقشقیہ نہج کا یہ ایک نہایت اہم اور معرکۃ آرا خطبہ ہے۔ اس خطبے کے آخر میں مؤلف نے حضرت ابن عباس کا بیان حسب ذیل نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے راوی اوّل وہی ہیں۔

"قال ابنُ عبّاس خواللہ ما اسفت علیٰ کلام قطّ کاسفی علیٰ ھذا الکلام ان لا یکون امیرالمؤمنین علیہ السّلام بَلَغَ مِنْہُ حیثُ اراد۔"[1]

ابن عباس کا بیان ہے : "قسم بخدا ! میں نے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے پر اتنا افسوس نہیں کیا جتنا اس کلام پر کیونکہ امیرالمومنینؑ جتنا کہنا چاہتے تھے، اتنا نہ کہہ سکے۔

۲۔ امیرالمومنینؑ کا وہ خطبہ جو آپ نے اہل بصرہ سے جنگ کرنے کے لیے روانگی کے وقت ارشاد فرمایا ہے اور جس کی ابتدا اس طرح ہے۔

اِنّ اللہ بعثَ مُحمّداً صلّی اللہُ علیہ واٰلہٖ ولیس احدٌ مّنَ العَرَب یقرأُ کتاباً[2] ــــــ ــــــ الخ

اس کی تمہید میں جامع نے حسب ذیل عبارت دی ہے :۔

قال :"عبداللہ بن عباس دخلت علیٰ امیرالمومنین علیہ السّلام بذی قار وھو یخصف نعلہٗ فقال لی ما قیمۃ ھذا النّعل فقلت لا قیمۃ لھا فقال علیہ السّلام واللہ لھی احبُّ الیّ من إمرتکم الاّ ان اقیم حقّاً اوادفع باطلاً ثم خرج فخطب النّاس فقال :"

عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں ذی قار میں امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپ اپنی نعلین میں پیوند لگا رہے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا : "ابن عباس ! بھلا اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی۔" میں نے عرض کی، اس کی قیمت ہی کیا ہو سکتی ہے ؟ فرمایا : بخدا ! اے ابن عباس تمہاری اس حکومت اور سلطنت سے مجھے یہ اپنا جوتا عزیز ہے۔ مگر کیا کروں میں حق کو قائم کرنے اور باطل کو دفع کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ پھر آپ خیمہ سے باہر نکلے، اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا :۔

۳۔ الحمد للہ الذی الیہ مصائر الخلق وعواقب الامر[3] ــــــــــ الخ

---

[1] نہج البلاغۃ، ۱/۲۶، مطبع بیروت۔ [2] نہج البلاغۃ، ۱/۹۱، [3] نہج البلاغۃ، ۱/۱۹۰

راسس خطبے کی ابتدا میں جامع نے اس طرح نوف کا بیان تحریر کیا ہے:

رُوِیَ عن نوف البکالی قال خطبنا ھٰذِہِ الخطبت بالکوفۃ - امیرالمؤمنین علیہ السّلام وھو قائم علی حجارۃٍ نصبہا لہ جعدہ بن ھبیرا المخزومی وعلیہ مدرعۃٌ من صوفٍ وحمائل سیفہ لیفٌ وفی رجلیہ نعلان من لیف وکان جبنیہ ثفنۃ بعیر فقال علیہ السّلام -

نوف بکالی سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام نے یہ خطبہ اس حالت میں دیا تھا کہ آپ ایک پتھر پر کھڑے ہوئے تھے - جس کو جعدہ بن ھبیر مخزومی نے آپ کے لیے نصب کیا تھا - اس وقت آپ پشمینہ کا ایک جُبّہ پہنے ہوئے تھے - اور پہلو میں شمشیر لٹکی ہوئی تھی - جس کا پرتلہ خرمے کی چھال کا تھا - اور اسی کا جوتا پیر میں تھا - اور پیشانی آپ کی سجدوں کی کثرت سے ایسی نظر آ رہی تھی جیسے اونٹ کے زانو (جو زمین کی بار بار رگڑ سے گھس جاتے ہیں -) پس آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا -

۴- امیرالمومنینؑ کا خط عبداللہ بن عباس کے نام جو اس طرح شروع ہوتا ہے - فان المرء قد یسرّہٗ درک مالم یکن لیفوتہ[1] ——— الخ

یہ خط جامع نے ابن عباس کے قول حسب ذیل کے ساتھ نقل کیا ہے -

"ما انتفعت بکلام بعد کلام رسول اللہ کانتفاعی بھذا الکلام"

"رسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بعد میں کسی کلام سے اتنا نفع اندوز نہیں ہوا، جتنا اس کلام سے ———"

۵- یا دُنیا، یا دُنیا! الیکِ عنّی، ابی تعرضت ام الیّ تشوّقت[2] ——— الخ

یہ کلام مؤلف نے مندرجہ ذیل روایت کے ساتھ نقل کیا ہے -

"ومن خبر ضرار بن حمزۃ الضّبائی عند دخولہ علی معاویۃ ومسئلتہ لہ عن امیرالمومنینؑ قال فاشھد لقد رأیتہ فی بعض مواقفہ وقد ارخی اللّیل سدولہٗ وھو قائمٌ فی محرابہ قابض علی لحیتہ - یتململ تململ السّلیم ویبکی بکاء الحزین ویقول"

امیرالمومنینؑ کا وہ کلام جو ضرار بن حمزہ ضبائی کی روایت سے ہے - جبکہ وہ معاویہ کے دربار میں گئے تھے"

[1] نہج البلاغۃ، ۲/۱۲ [2] نہج البلاغۃ، ۲/۸۴

اور اس نے ان سے امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں رائے معلوم کی۔ ضرار نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضرت کو بعض مواقع پر دیکھا ہے کہ رات نے اپنے پردے چھوڑ رکھے ہیں۔ اور آپ محراب عبادت میں کھڑے ہیں۔ اور اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے اس طرح تڑپ رہے ہیں، جس طرح عقرب گزیدہ تڑپتا ہے اور اس طرح رو رہے ہیں، جیسے کوئی بہت غمگین روتا ہے اور فرما رہے ہیں: "اے دنیا! اے دنیا! میرے پاس سے چلی جا"۔

۶۔ کان فی الارض امانان[۱] ـــــــ الخ

اس کی ابتدا میں جامع نے لکھا ہے: "وحکی عنہ ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام انہ قال" (یہ کلام امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر نے امیر المومنینؑ سے روایت کیا ہے۔)

۷۔ طوبیٰ للزّاھدین فی الدُّنیا الرّاغبین فی الآخرة[۲] ـــــــ الخ

اس کے شروع میں جامع نے راوی اوّل نوف بکالی کا بیان اس طرح تحریر کیا ہے۔

وعن نوف البکالی قال رأیت امیرالمومنین علیہ السّلام ذات لیلة وقد خرج من فراشہ فنظر فی النجوم فقال لی یا نوف أراقد انت ام رامق فقلت بل رامق قال یا نوف ــــــ الخ

نوف بکالی کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات امیر المومنین علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ آپ اپنی خوابگاہ سے باہر تشریف لائے اور ستاروں کو دیکھنا شروع کیا، پھر مجھ سے فرمایا: اے نوف! کیا تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں بلکہ جاگ رہا ہوں، پس آپ نے فرمایا اے نوف!

۸۔ یا کمیل انّ ھذہ القلوب اوعیة فخیرھا اوعاھا ـــــــ الخ

اے کمیل! بے شک یہ دل ظروف ہیں پس ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ کشادہ ہے۔

نہج ۲/۹۳

اس کلام کی ابتدا میں جامع نے کمیل کا بیان اس طرح تحریر کیا ہے:

"ومن کلامہ علیہ السّلام لکمیل بن زیاد النخعی قال کمیل بن زیاد اخذ بیدی امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام فاخرجنی الی الجبان فلمّا اصحر تنفس الصّعداء ثم قال"

امیر المومنین کا کلام کمیل بن زیاد نخعی سے ــ کمیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر جنگل کی طرف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک لمبی سانس کھینچی اور فرمایا....

[۱] نہج ۸۵/۲۲ ۔ [۲] ایضاً ۸۷/۲

۹- اول ما تبلغون علیہ من الجھاد بایدیکم ثم بالسنتکم ثم بقلوبکم فمن لم یعرف بقلبہ معروفا ولم ینکر منکرا قلب فجعل اعلاہ اسفلہ واسفلہ اعلاہ -

(نہج ۲/۱۲۱)

سب سے پہلا جہاد جس پر تم غالب آ سکتے ہو، ہاتھوں سے جہاد کرنا ہے، پھر جہاد باللسان، پھر جہاد بالقلب - پس جس شخص نے اپنے دل سے عمل نیک کو نہ پہچانا اور عمل بد کا دل سے انکار نہ کیا تو وہ اُلٹ دیا جائیگا۔ اور تہ و بالا کرکے رکھ دیا جائے گا۔

اس کے شروع میں جامع نے اس طرح راوی اول کا ذکر کیا ہے:

(عن ابی جحیفۃ قال سمعت امیر المومنین علیہ السلام یقول....

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو اس طرح کہتے ہوئے سُنا ہے....

مذکورہ بالا تمام اقوال اور خطبوں میں بجز نمبر ۳، ۶ اور ۹ کے سب وہ ہیں جو سیّد رضی سے متقدم دیگر کتابوں میں اسی سند اور راوی کے حوالہ سے منقول ہیں، جیساکہ آئندہ معلوم ہو گا۔

۳- تیسری قسم میں نہج کے وہ خطبے اور اقوال ہیں جہاں جامع نے واضح طور پر کتاب کا حوالہ دیا ہے اور چونکہ ان کتابوں میں یہ کلام اپنے سلسلۂ سند کے ساتھ موجود تھا۔ اس لیے رجال خود بخود متعین ہو جاتے ہیں۔ ایسے خطب اور اقوال وغیرہ کی مجموعی تعداد آٹھ ہے۔

۱- ایھا الناس ! انا اصبحنا فی دھر عنود وزمن کنود یعد فیہ المحسن مسیئا ویزداد الظالم عتوا[۱]..... الخ

لوگو! ہم کج رو زمانے اور ناشکرے عہد میں واقع ہوئے ہیں۔ جس میں نیکوکار کو ---- بدکار شمار کیا جاتا ہے، اور ظالم زیادہ اکڑ فوں دکھاتا ہے۔

اس خطبے کو نقل کرکے جامع نے حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

ھذہ الخطبۃ ربما نسبھا من لا علم لہ الی معاویۃ وھی من کلام امیر المؤمنین الذی لا یشک فیہ واین الذھب من الرغام والعذب من الاجاج وقد دل علی ذلک الدلیل الخریت ونقدہ الناقد البصیر عمرو بن بحر الجاحظ فانہ ذکر ھذہ الخطبۃ فی کتاب "البیان والتبیین" وذکر من نسبھا الی معاویۃ ....الخ

اس خطبے کو بہت سے لاعلموں نے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ امیر المؤمنین کا کلام ہے۔ بھلا کہاں ریتلی مٹی اور کہاں سونا، کہاں کھارا پانی اور کہاں میٹھا؟ اس امر کی طرف حاذق رہنما نے رہنمائی کی ہے اور صاحب بصیرت نقاد عمرو بن بحر الجاحظ نے سے پرکھا ہے۔ اس نے اس خطبے کو اپنی

[۱] نہج ۱/۵۱

کتاب "البیان والتبیین" میں نقل کیا ہے اور جس نے اس کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ کتاب مذکور کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خطبہ جیسا کہ جامع نے لکھا ہے اس کی جلد اول صفحہ ۲۰۷ پر موجود ہے۔

۲- امیرالمومنینؑ کا وہ خطبہ جو آپ نے بصرہ جاتے ہوئے مقام ذی قار میں ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہے۔

فصدع بما امر بہ وبلغ رسالات ربہ فلم اللہ بہ الصدع ورتق بہ الفتق۔ (نہج ۱/۲۵۲)

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کاموں کو جن کا انھیں حکم دیا گیا تھا برملا پیش کیا۔ اور اپنے رب کے پیغامات پہنچائے جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کے ذریعے شگاف کو بھر دیا اور پھٹے ہوئے کو سی دیا۔

اس کی ابتدا میں جامع نے لکھا ہے: "ذکرہا الواقدی فی کتاب الجمل"۔ واقدی نے اس خطبے کو کتاب الجمل میں نقل کیا ہے۔

۳- امیرالمومنین کا خط طلحہ وزبیر کے نام جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

امابعد، فقد علمتما وان کتمتما انی لم ارد الناس حتی ارادونی ولم ابایعھم حتی بایعونی۔ (نہج ۲/۶۰)

بعد ازاں، تم دونوں جانتے ہو اگرچہ اسے چھپاتے ہو کہ میں نے لوگوں کا اُس وقت تک قصد نہیں کیا جب تک وہ خود میری طرف نہ بڑھے اور اس وقت تک میں نے ان سے بیعت نہیں لی، جب تک خود انھوں نے بیعت نہیں کی۔

اس خط کے آغاز میں جامع نے لکھا ہے: "ذکرہٗ ابوجعفر الاسکافی فی کتاب المقامات فی مناقب امیرالمومنین"۔

۴- امیرالمومنینؑ کا عہدنامہ جو آپ نے ربیعہ اور یمن کے درمیان تحریر فرمایا تھا۔

ھذا ما اجتمع علیہ اھل الیمن حاضرھا وبادیھا وربیعۃ حاضرھا وبادیھا۔ (نہج ۲/۷۴)

یہ عہدنامہ ہے، جس پر تمام اہلِ یمن شہری اور دیہاتی متفق ہیں۔

۵- امیرالمومنینؑ کا خط معاویہ کے نام۔

امابعد، فقد علمت اعذاری فیکم واعراضی عنکم حتی کان ما لابد منہ ولا دفع لہٗ۔ (نہج البلاغۃ ۲/۷۴)

بعد ازاں تم اپنے معاملہ میں میرے عذر کو جانتے ہو اور میرے اعراض سے بھی واقف ہو، یہاں تک کہ جو ہونا تھا اور جس سے چارۂ کار نہ تھا۔ وہ ہوگیا۔

اس خط کی ابتدا میں بھی جامع نے حسبِ سابق واقدی کی کتاب الجمل کا حوالہ دیا ہے۔

۶۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط ابو موسیٰ اشعری کے نام جو حکمین کے معاملہ میں جواب میں تھا۔

فان الناس قد تغیر کثیر منهم عن کثیر من حظهم فمالوا مع الدنیا ونطقوا بالهوٰی .... الخ

(نہج ۲/۵۷)

بے شک بہت سے لوگ اپنے حصّۂ آخرت کو چھوڑ چکے ہیں اور دنیا کے ساتھ ہو گئے اور ہوا و ہوس کی باتیں کرنے لگے ....

اس کی تمہید میں جامع نے لکھا ہے: "ذکرہ سعید بن یحیٰ الاموی فی کتاب المغازی"۔ (یہ خط سعید بن یحیٰ الاموی نے "کتاب المغازی" میں نقل کیا ہے۔)

۷۔ ایها المومنون من رأی عدوانا یعمل به ومنکرا یدعیٰ الیه فانکرہ بقلبه فقد سلم وبری۔ (نہج ۲/۱۲۱)

مسلمانو! بیشک جو کوئی کسی سرکشی پر عمل ہوتا دیکھے اور منکر کی طرف بلایا جائے اور پھر اسے دل سے ناپسند کرے تو وہ سالم اور بری ہے۔

اس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے: "ورویٰ ابن جریر الطبری فی تاریخه عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الفقیه"۔ (یہ کلام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الفقیہ سے روایت کیا ہے۔)

طبری کے دیکھنے سے اس حوالہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ قول کتاب مذکور کی جلد ۸ صفحہ ۲۱ پر موجود ہے۔

۸۔ العین وکاء السّه۔[1] (آنکھ سُرین کا بندھن ہے)

یہ قول نقل کر کے جامع نے لکھا ہے:۔

وھٰذا القول فی الاشهر الاظهر من کلام النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقد رواہ قوم لامیر المومنین وذکر ذٰلک المبرد فی کتاب المقتضب فی باب اللفظ بالحروف۔

نیز یہ قول مشہور ہے اور بظاہر کی بنا پر قول رسول صلعم ہے۔ لیکن ایک گروہ نے اس کی روایت بحیثیت قول امیر المومنینؑ کی ہے اور اسی کا ذکر مبرد نے کتاب "المقتضب" میں باب اللفظ بالحروف میں کیا ہے۔

۴۔ چوتھی قسم ان اقوال کی ہے جہاں جامع نے مصنف کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ امثال و حکم کے ذیل میں ایک مستقل فصل کے تحت امیر المومنینؑ کے وہ اقوال نقل کیے ہیں، جن میں غریب الفاظ آئے ہیں۔ اور ان کی تشریح بھی کی ہے، ان میں چوتھے قول کی شرح کرتے ہوئے جامع نے لکھا ہے۔

ھٰذا معنیٰ ماذکرہٗ ابو عبید۔ یہ وہ معنی ہیں جو ابو عبید نے بیان کیے ہیں۔

جامع نے اگرچہ کتاب کا حوالہ نہیں دیا، مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب اقوال اس کی "غریب الحدیث" سے لیے ہیں۔ چنانچہ بیشتر ان اقوال کی شرح بھی وہی ہے جو ابو عبید نے بیان کی ہے۔

---

[1] نہج ۲/۱۳۰

یہ اقوال حسب ذیل ۹ ہیں :-

۱- فاذا کان ذلک ضرب یعسوب الدین بذنبہ فیجتمعون الیہ کما یجتمع قزع الخریف -

(غریب الحدیث ، ورق ۱۹۸-ب)
(قلمی رضا لائبریری ، رامپور -)

جب ایسا ہوگا (صاحب العصر والزمان کے ظہور کی علامت ظاہر ہوگی -) تو دین کا یعسوب (امیرالمومنین) اپنے اپنے نیش کمان پر مارسے گا (منافقین پر) پس مومنین گروہ در گروہ اس کے پاس اس طرح جمع ہوجائیں گے - جیسے فصل بہار میں بادل کے ٹکڑے -

۲- ھذا الخطیب الشحشح -

(غریب الحدیث ورق ۱۹۸ الف)

یہ ماہر خطیب ہے -

۳- ان للخصومۃ قحما -

(ایضاً ورق ۱۹۸-ب)

بیشک دشمنی کے واسطے ہلاکت ہے -

۴- اذا بلغ النساء نص الحقاق فالعصبۃ اولیٰ -

جب عورت حد بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کے نسبی اعزّہ اس کے لیے بہتر ہیں -

۵- انّ الایمان یبدو لمظۃ فی القلب کلما ازداد الایمان ازدادت اللمظۃ

(غریب الحدیث ، ورق ۲۰۰ب)

ایمان پہلے پہل ایک سفید نقطہ کی شکل میں قلب میں ظاہر ہوتا ہے ، اب جس قدر ایمان بڑھتا ہے اسی قدر وہ نقطہ زیادہ ہوتا جاتا ہے -

۶- ان الرجل اذا کان لہ الدین الظنون یجب علیہ ان یزکیہ لما مضیٰ اذا قبضہ - (ایضاً ورق ۲۰۱-الف)

بیشک مرد ، جب دین اس کے لیے مزعومات بن جائے تو اس پر واجب ہے کہ جو باتیں گزر چکیں ان کے لیے اس کا تزکیہ کرے -

۷- اغزبوا عن النساء ما استطعتم

حتی الامکان عورتوں سے باز رہو -

۸- کالفالج الیاسر ینتظر اول فوزۃ من قداحہ - (ایضاً ورق ۲۰۱-ب)

جیتے ہوئے جواری کی طرح جو اپنے پہلے ہی داؤ میں جیتنے کا منتظر رہتا ہے -

۹- کنا اذا احمر الباس اتقینا برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فلم یکن احد منّا اقرب الی عدو منہ -

جب قتال کی شدت ہوتی تھی ، تو ہم رسولؐ خدا سے پناہ کے طالب ہوتے تھے ، اس وقت ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ دشمن کے نزدیک ہو -

(غریب الحدیث ورق ۲۰۳-ب)

۵۔ پانچویں قسم ان اقوال کی ہے جن کو مؤلّف نے "رُوِیَ" کہہ کر نقل کیا ہے اور کسی کتاب یا مصنف اور راوی وغیرہ کچھ ذکر نہیں کیا۔ البتہ کلام کے مورد کو بیان کر دیا ہے۔ اس سے اتنا ضرور ہے معلوم ہوتا ہے کہ بروقت تالیف مؤلّف کے سامنے اس کا ضرور کوئی ماخذ رہا ہوگا، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے انھوں نے اسناد بیان نہیں کیے۔

ایسے کلام نہج البلاغۃ میں چھؔ ہیں جو بالترتیب ۱/۲۸۸، ۲/۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۶ پر درج ہیں۔ اُن میں حسب ذیل "دو کلام وہ ہیں" جو دوسرے ماخذ میں پورے سلسلۂ سند کے ساتھ مجھ کو مل گئے ہیں:

۱۔ روی ان صاحبا لامیر المومنین علیہ السلام یقال لہ ھمام کان رجلا عابدا فقال لہ یا امیر المومنینؑ صف لی المتقین حتی کانی انظر فتثاقل علیہ السلام من جوابہ ثمّ قال یا ھمام اتق اللہ و احسن فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون، فلم تقنع ھمام بھذا القول حتی عزم علیہ فحمد اللہ واثنی علیہ وصلّی علی النبی صلی اللہ علیہ ثمّ قال:

امابعد، فان اللہ سبحانہ خلق الخلق حین خلقھم غنیا عن طاعتھم آمنا من معصیتھم .... الخ

(نہج البلاغۃ ۱/۲۱۸)

مروی ہے کہ امیرالمومنینؑ کے ایک صحابی جن کا نام ہمام تھا، نہایت عابد وزاہد تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضرت سے استدعا کی کہ آپ متقین کی ایسی تعریف بیان فرمایئے جس سے ان کی حقیقی اور روحانی تصویر میرے سامنے آجائے۔ آپ نے اس کے جواب میں ذرا تامل کیا۔ پھر فرمایا: اے ہمام! خدا سے ڈرو اور نیکی کرو کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے تقوی اختیار کیا۔ اور وہ لوگ جو نیکی کرنے والے ہیں، ہمام کو اس مختصر سے جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرتؑ کو قسم دی کہ آپ کچھ مزید بیان فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی، نبیؐ پر درود بھیجا اور فرمایا:

(بعد حمد وصلوٰۃ) اے ہمام! جان رکھو کہ پروردگار عالم نے تمام موجوداتؔ کو اپنی مصلحت ایجاد کے موافق ایجاد کیا۔ وہ ان کی اطاعت سے بے نیاز اور معصیت سے بے خوف تھا۔

یہ پوری روایت شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی امالی (مجلس ۸۴) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

حدثنی محمد بن الحسن بن احمد بن الولید رضہ قال حدثنی محمد بن الحسن الصفار، قال حدثنا محمد بن حسان الواسطی عن عمّہ عبد الرحمن بن کثیر الہاشمی عن جعفر بن محمد عن ابیہ ....

۲۔ روی انہ علیہ السلام لما ورد الکوفۃ قادما من صفین مر بالشبامیین فسمع بکاء النساء علی قتلی صفین وخرج الیہ حرب

مروی ہے کہ جب امیرالمومنین جنگِ صفین سے پلٹ کر کوفہ وارد ہوئے تو قبیلہ شبامی کی طرف گزر ہوا۔ وہاں کشتگانِ صفین پر عورتوں کے رونے چلانے کی آواز کان میں آئی ....

بن شرحبیل الشبامی وکان من وجوہ قومہ فقال علیہ السلام) تغلبکم نساءکم علیٰ ما اسمع الاتنھونھن عن ھذا الرنین (واقبل یمشی معہٗ وھو راکبٌ فقال علیہ السلام لہٗ) ارجع فانّ مشی مثلک مع مثل فتنۃ للوالی ومذلّۃ للمومن۔ (نہج ۲/۱۱۴)

------------ اسی اثنا میں حرب بن شرحبیل شبامی جو اپنی قوم کے رؤسا میں تھا حضرت کے سامنے آیا۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا: کیا تمھاری عورتیں تم سے اس چیز میں غالب ہیں جسے میں سن رہا ہوں؟ کیا تم انھیں اس نالہ و بکا سے باز نہیں رکھ سکتے؟ حرب بن شرحبیل پیادہ پا حضرت کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور حضرت سوار تھے ، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: پلٹ جاؤ کیونکہ تم جیسے آدمی کا پیادہ پا چلنا حاکم کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلّت ہے۔

یہ پوری روایت تاریخ طبری (۶/۳۵) میں ابو مخنف کے حوالے سے موجود ہے۔

۶۔ چھٹی قسم میں نہج کے وہ اقوال ہیں جن کے ساتھ مؤلّف نے اختلاف نسبت کے بارے میں اپنا نوٹ دیا ہے۔ ایسے اقوال نہج البلاغۃ میں حسب ذیل چھ ہیں:۔

۱۔ القناعۃ مال لا ینفد[۱] — قناعت ایسا سرمایہ ہے، جو ختم نہیں ہوتا۔

یہ قول نقل کرکے جامع نے لکھا ہے "وَقَدْ رُوِیَ بعضھم ھذا الکلام لرسول اللہ" (بعض لوگوں نے یہ کلام آنحضرتؐ کی طرف منسوب کرکے روایت کیا ہے۔)

۲۔ العین وکاء السّہ[۲] — آنکھ سرین کا بندھن ہے۔

یہاں پر جامع لکھتے ہیں: "وھذا القول فی الاشھر الاظھر من کلام النبیؐ وقد رواہ قومٌ لامیر المؤمنینؑ وذکر ذلک المبرد فی کتاب المقتضب فی باب اللفظ بالحروف۔" (یہ قول اشہر کی بنا پر کلام رسولؐ ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے امیرالمومنین کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، چنانچہ ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے کتاب تاویل مختلف الحدیث (صفحہ ۶۵) میں نیز ابو عبید احمد بن محمد الھروی متوفی ۴۰۱ھ نے کتاب الغریبین (ورق ۱۳۴ الف) ابو عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے کتاب، غریب الحدیث (ورق ۱۳۸ - ب) میں بحیثیت ارشاد نبویؐ اس قول کو نقل کیا ہے۔[۳]

اخبر تقلہ[۴] — اس کی حقیقت کو پہچان کر نفرت ہو جائے گی۔

یہاں پر جامع نے حسب ذیل نوٹ دیا ہے:

ومن الناس من یروی ھذا للرسول ومما یقوی انہ من کلام امیرالمومنین یاحکاہ ثعلب عن ابن الاعرابی قال المامون لولا ان علیاً قال " اخبرتقلہ" نقلت " اقلہ تخبر"

کچھ لوگ اس کو قول رسولؐ کی حیثیت سے روایت کرتے ہیں، لیکن میں نے اس کو کلام امیرالمومنین اس بنا پر

---

[۱] نہج ۲/۱۳۱۔ [۲] نہج ۲/۱۳۰۔ [۳] استناد نہج البلاغۃ۔ عرشی صاحب۔ [۴] نہج البلاغۃ ۲/۱۲۰

قرار دیا ہے کہ ثعلب نے ابن الاعرابی کی زبانی بیان کیا ہے کہ مامون عباسی کا قول تھا کہ امیر المومنینؑ نے اگر "اخبر تقلہ" نہ کہا ہوتا تو میں کہتا " اقلہ تخبر"۔

چنانچہ ابو ہلال حسن بن عبداللہ بن سہل العسکری متوفی بعد ۳۹۵ھ نے کتاب "جمہرۃ الامثال" میں یہ قول بحیثیت حدیث نبویؐ روایت کیا ہے۔

۴۔ کان الموت کتب علی غیرنا...الخ[1] گویا کہ موت ہمارے غیر پر لکھی گئی ہے۔

۵۔ طوبیٰ لمن ذلّ فی نفسہ وطاب مکسبہ.... الخ[2] مبارکی ہے اس شخص کے لیے جو اپنے نفس میں ذلیل ہو اور اس کی کمائی پاک ہو۔

یہ دونوں کلام نقل کرنے کے بعد جامع نے لکھا ہے: "اقول ومن الناس من ینسب ھٰذا الکلام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکذلک الذی قبلہ" میں کہتا ہوں کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور اسی طرح اس سے پہلے کے کلام کو بھی۔

چنانچہ پہلا کلام حافظ ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیا" ۲۰۳/۴ میں امام حسینؑ سے اور دوسرا محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ نے "محاضرات الابرار" صفحہ ۱۰۸ میں انس بن مالک سے قول رسولؐ کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔

۶۔ الحجر الغصیب فی الدار رھن علی خرابھا۔[3] گھر میں غصب کیا ہوا پتھر اس کی ویرانی کا ضامن ہے۔

یہاں بھی جامع نے حسب سابق وہی نوٹ دیا ہے۔ مگر یہ قول مجھ کو ابھی کسی کتاب میں نہیں ملا۔

۷۔ ساتویں قسم ان اقوال کی ہے اور خطبات کی بھی جو تاریخ کی کسی اہم شخصیت یا واقعہ سے مرتبط ہیں اس ذیل میں نہج کے تمام خطوط اور امثال و حکم کا ایک معتدبہ حصّہ ہے۔ ایسے ہر کلام کی ابتدا میں جامع نے اس کے مورد اور محل کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے جس کے بعد اس احتمال کی کوئی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ یہ کلام خود جامع کا یا کسی دوسری متاخر کی شخصیت کی تصنیف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تاریخ وادب کے قدیم مآخذ کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کلام جامع کے بیان کردہ محل اور مورد پر بجنسہٖ موجود ہے۔ جناب عرشی صاحب نے اپنے مقالہ میں جتنے حوالے فراہم کیے ہیں۔ ان کا زیادہ حصّہ نہج کے اسی قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔

بہر حال نہج البلاغۃ کی تالیف کا جو انداز ہے اس کو دیکھ کر کوئی عقل یہ باور نہیں کر سکتی کہ یہ مجموعہ جامع کی تصنیف ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ خطبات اور مکاتیب ایک طویل جستجو کے بعد مختلف مقامات سے جمع کیے گئے ہیں۔ اس کے خلاف جس نے بھی کوئی رائے دی ہے وہ یا تو برنبائے تعصب ہے یا نہج البلاغۃ کو بغور پڑھنے کی زحمت نہیں کی۔

---

[1] نہج ۹۰/۲۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً ۱۰۲/۲

حقیقت یہ ہے۔ کہ امیرالمومنین کی ذات گرامی جس طرح دیگر صفات شجاعت و سخاوت، عفت و عدالت وغیرہ کا مظہر اتم تھی۔ اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی اپنا مثل و نظیر نہ رکھتی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف مواقع پر بکثرت خطبے بیان فرمائے۔ اور چونکہ وہ فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ اور ادب عربی کی روح رواں تھے۔ اس لیے لوگوں نے انھیں محفوظ کرلیا۔ اور اس طرح اسی وقت سے ان کی روایت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نہج البلاغۃ میں چونکہ امیرالمومنین کے بیشتر وہ خطبے ہیں جو آپ نے عام مجمعوں میں بیان فرمائے ہیں۔ اس لیے قدرتی طور پر ان کی اشاعت زیادہ ہوئی اور ہر زمانے میں ان کے راوی کثیر تعداد میں رہے۔ اس صورت میں خود نہج البلاغۃ میں سلسلہ رواۃ کا پایا نہ جانا اس کی تاریخی صحت میں قدح کا موجب قرار نہیں پا سکتا۔ جب کہ اس سے متقدم مآخذ میں اس کے مندرجات اپنے سلسلۂ رواۃ کے ساتھ موجود تھے۔ پھر بھی جس طرح مجبر و صورت میں اس کے حوالے آج متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ اسی طرح اگر اس کے رجال اور سلسلۂ رواۃ کو بھی دیگر کتابوں میں تلاش کیا جائے تو بہت کچھ مواد فراہم ہوسکتا ہے۔

پھر بھی ہم نے کوشش کی ہے کہ امیرالمومنینؑ کے خطبات کے راویوں اور ان کی روایتوں کے بارے میں ادب و حدیث رجال و تاریخ میں جو مواد پھیلا ہوا ہے۔ اسے یکجا کردوں تاکہ نہج البلاغۃ کی روایتی حیثیت سامنے آجائے۔ اور کلام امیرالمومنین کی شہرت و مقبولیت، نیز سید رضی کی کاوش و جستجو پر تحقیقی روشنی ڈالی جاسکے۔

ترتیب رجال

کتاب کے مضامین اور موضوعات کی بے ترتیبی کے سبب ناظرین کو کسی خاص مضمون یا موضوع کی جستجو میں اچھی خاصی الجھن پیدا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی ترتیب کو حروف تہجی کے مطابق کردیا ہے۔ تاکہ شائقین کو کسی مخصوص نام کی جستجو کے لیے ورق گردانی کی زحمت نہ ہو۔

۱- ابوجحیفہ السوائی متوفی ۷۴ھ

صغار صحابہ میں ہیں - ارباب سیر کا بیان ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتقال کے وقت ابوجحیفہ بہت کم سن تھے۔ اور سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ لیکن اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کو سُنا ہے اور آپ سے براہ راست روایت کی ہے۔ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ان کو کوفہ کے بیت المال پر مقرر کردیا تھا۔ جنگ جمل اور صفین وغیرہ میں آپ کے ہمراہ ان کی موجودگی ملتی ہے[۱]۔ نہج کا ایک کلام جامع نے ان کی روایت کے ساتھ نقل کیا ہے جس کا ذکر مقدمہ میں گزرچکا ہے۔

۲- اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی

امیرالمومنین علیہ السّلام کے مخصوص اصحاب میں تھے، عجلی نے ان کو تابعین اہل کوفہ میں شمار کیا ہے اور ثقہ کہا ہے آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ، حضرت عمار یاسرؓ، ابوایوب وغیرہ صحابہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے سعد بن طریف، اجلح، فطر بن خلیفہ، محمد بن السائب الکلبی نیز دیگر محدثین[۲] - ابن ماجہ نے ایک حدیث حجامت کے بارے میں ان سے اپنی سنن میں نقل کی ہے۔ نجاشی نے ان کو خواص امیرالمومنین میں لکھا ہے[۳] - ان کی تصانیف میں ایک کتاب "مقتل الحسینؑ" ہے جس کو شیخ ابوجعفر طوسی نے روایت کیا ہے[۴]۔

راویان کلام امیرالمومنین میں آپ کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے، چنانچہ نہج کے متعدد خطبے اور اقوال

۱؎ استیعاب: ۲/۶۲۳، شذرات الذہب: ۱/۸۲ - ۲؎ تہذیب التہذیب: ۱/۳۶۲ ۳؎ رجال نجاشی صفحہ ۶ ۴؎ فہرست طوسی صفحہ ۳۷

آپ کی روایت سے مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم امیرالمومنین کا وہ عہد ہے جو آپ نے مالک اشتر کو مصر کا والی بناتے وقت تحریر کیا ہے۔ یہ عہد بہت طویل ہے جو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے بارے میں جامع نہج البلاغۃ لکھتے ہیں: "وھو اطول عھدہ واجمع کتبہ للمحاسن" طوسی نے اپنی فہرست میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے اس عہد کی روایت کی ہے۔

والاصبغ بن نباتہ من خاصّۃ امیرالمؤمنین وعمر بعدہ عھد مالک الاشتر رحمۃ اللہ الذی عھدہ الیہ امیرالمومنین لمّا ولّاہ مصر وروی وصیّۃ امیرالمومنین الی ابنہ محمد بن الحنفیۃ، اخبرنا بالعھد ابن ابی جید، عن محمد بن الحسن عن الحمیری، عن ھارون بن مسلم، والحسن بن ظریف جمیعاً عن الحسین بن علوان الکلبی، عن سعد بن طریف عن الاصبغ بن نباتہ عن امیرالمومنینؑ۔

(فہرست طوسی، صفحہ ۳۷)

نیز اصبغ بن نباتہ آپ خواص امیرالمومنین میں ہیں اور آپ کے بعد مالک اشتر کے زمانے تک زندہ رہے، جن کو امیرالمومنین نے مصر کا والی بناتے وقت ایک عہد لکھا تھا۔ نیز امیرالمومنین کی اس وصیت کی انھوں نے روایت کی ہے جو آپ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کو فرمائی ہے۔ عہد کی خبر ہم کو ابن ابی جید نے محمد بن الحسن نے، حمیری نے، ہارون بن مسلم نے، حسن بن ظریف نے، ان سب نے حسین بن علوان کلبی سے، سعد بن طریف سے، اصبغ بن نباتہ سے، انھوں نے امیرالمومنین سے سُن کر روایت کی ہے۔

۲۔ امیرالمومنین کا کلام جو ذعلب یمانی سے رویت باری میں واقع ہوا ہے جس کی ابتدا اس طرح ہے:

لاتدرکہ العیون بمشاھدۃ العیان ولکن تدرکہ القلوب بحقایق الایمان۔ (۱/۱۸۸)

آنکھیں ظاہری بینائی سے اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، لیکن قلوب حقایق ایمان کی روشنی اس کا ادراک کرتے ہیں۔

یہ کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے کتاب التوحید (صفحہ ۳۲) میں اور امالی (مجلس ۵۵) میں حسب ذیل اسناد اور شان نزول کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا احمد بن الحسن القطان وعلی بن احمد بن محمد بن عمران الدقاق رحمۃ اللہ ومحمد بن احمد السنانی قالوا حدثنا ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا القطان قال حدثنا محمد بن العباس قال حدثنی ابی محمد بن ابی السری، قال حدثنا احمد بن عبداللہ بن یونس، عن سعد بن طریف الکنانی، عن الاصبغ بن نباتہ، قال لما جلس علی علی الخلافۃ وبایعہ الناس خرج الی المسجد متعمّماً بعمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابساً بردۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

متنعلا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متقلدا سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصعد المنبر فجلس علیہ متمکنا ثم شبّک اصابعہ فوضعها اسفل بطنہ ثم قال یمعشر النّاس، سلونی قبل ان تفقدونی".......... فقام الیہ رجلٌ یقال لہ ذعلب وکان ذرب اللّسان بلیغا فی الخطب شجاع القلب فقال لقد ارتقی ابن ابی طالب مرقاة صعبة لاخجلنّہ الیوم لکم فی مسئلتی ایاہ فقال یا امیرالمومنین" هل رأیت ربّك، قال ویلك یا ذعلب لم اکن بالذی اعبد ربا لم اره قال کیف رأیته صفه لنا قال ویلك" لم تره العیون بمشاهدة الابصار ولکن رأته القلوب بحقائق الایمان .... الخ

ہم سے احمد بن الحسن القطان اور علی بن احمد بن محمد بن عمران الدقاق نیز محمد بن احمد السنانی نے بیان کیا، ان کا بیان ہے کہ ہم سے ابوالعباس احمد بن یحیٰی بن زکریا القطان نے محمد بن العباس سے انھوں نے اپنے والد سے، محمد بن السری سے، احمد بن عبداللہ بن یونس سے، سعد بن طریف کنانی سے، اصبغ بن نباتہ سے، اصبغ کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ جب تختِ خلافت پر بیٹھے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ، آپ چادر اور جوتا اور تلوار زیب جسم کرکے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر آکر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی انگلیوں میں خلال کیا۔ اور ان کو زیرِ شکم رکھ لیا۔ پھر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے گروہ مردماں! تم کو جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو! قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔ یہ سن کر ایک شخص ذعلب نامی جو بہت تیز زبان، فصیح و بلیغ اور جری و جسور تھا۔ کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا، ابو طالب کے بیٹے نے بہت بڑا دعوٰی کیا ہے۔ میں آج کچھ سوالات کرکے ان کو نیچا جھکاؤں گا۔ یہ کہکر اس طرح گویا ہوا۔ اے امیرالمومنین! کیا آپ نے رب کو دیکھا ہے؟ امیرالمومنین نے جواب دیا: وائے ہو تجھ پر اے ذعلب! میں کبھی اس رب کی عبادت نہیں کر سکتا جس کو دیکھا نہ ہو۔ ذعلب نے کہا آپ نے کس طرح اس کو دیکھا ہے؟ فرمایا: وائے ہو تجھ پر۔ آنکھوں نے ظاہری قوت باصرہ سے اس کو نہیں دیکھا بلکہ دلوں نے حقایق ایمان کے ساتھ اس کو دیکھا ہے۔

٣۔ واللہ ما معاویہ بادھی منّی ولکنّہ یغدر ویفجر ولولا کراهیة الغدر لکنت ادهی النّاس۔

قسم بخدا! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک اور زیرک نہیں ہے لیکن وہ دھوکا دیتا ہے اور گنہگار ہے اور دھوکا دینے کو میں برا نہ سمجھتا تو سب سے زیادہ چالاک ہوتا۔

(نہج ١/٢٢٩)

یہ کلام محمد یعقوب کلینی نے اپنی مشہور کتاب اصول کافی (صہ ٢٣٢) میں حسب ذیل سلسلۂ سند کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا ہے۔

علی بن ابراهیم، عن ابیہ، عن علی بن اسباط، عن عمّہ یعقوب بن سالم، عن ابی الحسن العبدیؑ

عن سعد بن طریف، عن الاصبغ بن نباتہ، قال قال امیر المؤمنین علیہ السلام ذات یوم وھو یخطب
علی المنبر بالکوفۃ - ایھا الناس! لولا کراھیۃ الغدر ....

۴- امیر المومنین کی وصیت جو آپ نے جنگ صفین سے واپسی پر "حاضرین" کے مقام پر امام حسن علیہ السلام کو تحریر فرمائی ہے - یہ ایک طویل وصیت ہے جو نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت کے گیارہ صفحات پر مشتمل ہے اور اس طرح شروع ہوئی ہے-

من الوالد الفان المقر للزمان .... الخ (نہج البلاغۃ ۲/۸۱)

یہ پوری وصیت ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری نے "کتاب الزواجر والمواعظ" (بحار الانوار ۱۷/۵۷) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے-

واخبرنی احمد بن عبد الرحمن بن فضال القاضی، قال حدثنا الحسن بن محمد، قال حدثنا الحسن بن طریف بن ناصح عن الحسین بن الحسن بن علوان عن سعد بن طریف عن الاصبغ بن نباتہ ....

۵- امیر المومنینؑ کا کلام جو آپ نے ایک شامی کے سوال پر ارشاد فرمایا تھا جس کی ابتدا یوں ہوئی-

ویحك لعلك ظننت قضاءً لازما	افسوس ہے تجھ پر، کیا تو نے یہ گمان کر لیا ہے کہ یہ سفر قضاء
وقدراً حاتما لو کان کذلك لبطل الثواب	قدر کی وجہ سے لازم و واجب تھا اور تو اس سفر میں بالکل مجبور تھا-
والعقاب وسقط الوعد والوعید ..... الخ	اگر ایسا ہوتا تو ثواب و عقاب باطل ہو جاتا اور جنت کا وعدہ اور
(نہج ۲/۸۲)	جہنم کی وعید سب ساقط ہو جاتے-

اس کلام کے بارے میں ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح (۲/۲۸۸) میں لکھا ہے کہ میرے شیخ ابو الحسین رہ نے اس خبر کو "کتاب الغرر" میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا ہے - اس کے بعد شارح نے شامی سے امیر المومنین کی پوری گفتگو اور یہ کلام قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے-

۶- نحن النمرقۃ الوسطی بھا یلحق	ہم درمیانی گاؤ تکیہ ہیں، پیچھے رہ جانے والا اس سے آکر مل جاتا ہے-
التالی والیھا یرجع الغالی - (نہج ۲/۸۸)	اور آگے بڑھ جانے والا اس کی طرف پلٹتا ہے-

یہ کلام ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی (صفحہ ۴۲) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا ہے:-

وعنہ قال اخبرنا جماعۃ، عن ابی المفضل، قال حدثنا محمد بن علی بن مھدی الکندی العطار بالکوفۃ وغیرہ، قال حدثنا محمد بن علی بن عمرو بن طریف الحجری، قال حدثنی ابی عن جمیل بن صالح عن ابی خالد الکابلی عن الاصبغ بن نباتہ قال: دخل الحارث الھمدانی علی امیر المومنین علی بن ابی طالب فی نفر من الشیعۃ وکنت فیھم .... قال نحسبك یا اخا ھمدان الا ان خیر شیعتی النمط الاوسط الیھم

يرجع الغالي وبهم يلحق التالي۔

ترجمہ:۔ ابن شیخ الطائفہ سے اُن کا بیان ہے کہ ہم کو ایک جماعت نے ابو المفضل سے محمد بن علی بن مہدی الکندی العطار سے کوفہ وغیرہ میں محمد بن علی بن عمرو بن طریف الحجری سے، ان کے باپ سے جمیل بن صالح سے، ابو خالد کابلی سے، اصبغ بن نباتہ سے خبر دی ہے۔ اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حارث ہمدانی چند شیعوں کے ساتھ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے، ان میں میں بھی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس وقت امیر المومنینؑ نے حارث سے فرمایا: اے ہمدان کے بھائی تمھارے لیے یہ کافی ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بہترین شیعہ وہ ہیں جو طریق اعتدال پر ہیں، غلو کرنے والا ان کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے آنیوالا ان سے آکر ملتا ہے۔

۷۔ ولقد قبض النبیؐ وان رأسه لعلی صدری۔ (نہج ۱/۲۲۴)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا، تو اس وقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔

یہ کلام شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے ایک طویل خطبہ کے ذیل میں اصبغ بن نباتہ سے حسب ذیل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن المفید، عن الحسین بن خالد محمد التمار، عن محمد بن الحسین، عن ابی نعیم، عن صالح بن عبد اللہ، عن ھشام بن ابی مخنف، عن الاعمش، عن ابی اسحٰق السبیعی، عن الاصبغ بن نباتہ۔

امالی شیخ مفید (بحار ۱۷/۱۰۵)

۳- ابو عبد اللہ الجدلی

امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ "کان شدید التشیع" یعنی ان میں تشیع زیادہ تھا۔ آگے چل کر لکھتا ہے کہ یہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے اہل شرطہ میں تھے اور جب عبداللہ بن الزبیر نے محمد حنفیہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے تو مختار نے ان کو کوفہ کے ۸۰۰ آزمودہ کار سپاہی دے کر مقابلہ کیلئے روانہ کیا تھا۔[1]

آپ سے امیر المومنین علیہ السلام کا مشہور قول: انا یعسوب المومنین والمال یعسوب الفجار۔[2] مروی ہے جس کو ابو القاسم زجاجی متوفی ۳۳۷ھ نے اپنی امالی صہ۹ میں حسب ذیل طریقہ پر روایت کیا ہے:-

اخبرنا ابو الحسن الاخفش، قال اخبرنا احمد بن یحیٰی ثعلب، قال اخبرنا ابن الاعرابی قال روی عن ابی عبد اللہ الجدلی، قال دخلت علی امیر المومنین علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ فرأیت بین یدیہ ذھبا مصبوبا فقلت ما ھذا یا امیر المومنین فقال ھذا یعسوب المنافقین فقلت وما معنی یعسوب یا امیر المومنین فقال ھذا یلوذ بہ المنافقون کما یلوذ المومنون بی فانا یعسوب المومنین۔

ہم کو ابو الحسن اخفش نے خبر دی، ان کو احمد بن یحییٰ ثعلب نے، ان کو ابن الاعرابی نے، اس کا بیان ہے کہ ابو عبد اللہ الجدلی سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے پاس گیا۔ اس وقت میں نے تعجب سے پوچھا۔ اے امیر المومنین علیہ السّلام! یہ کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ منافقوں کا یعسوب ہے۔ میں نے پوچھا: یعسوب کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس سے منافق پناہ کے طالب ہوتے ہیں۔ جس طرح مومن میری پناہ لیتے ہیں۔ پس میں مومنین کا یعسوب ہوں۔

۴- ابو الطفیل عامر بن واثلہ الکنانی متوفی سنہ ۱۰۱ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس صحابی تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی، ارباب سیر نے ان کی ولادت متفقہ طور پر عام اُحد میں لکھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول میں سب سے آخر میں اُن کا انتقال ہوا ہے۔ اور تقریباً چار سو احادیث ان سے مروی ہیں۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے خواص اصحاب اور محبین میں سے تھے۔ اور تمام مشاہد جنگ جمل وصفین وغیرہ آپ کے ہمراہ رہے ہیں۔ ثقہ اور مامون تھے۔[3] نہج کے حسب ذیل کلمات ان سے مروی ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ۱۵۹/۶ [2] نہج: ۱۱۴/۲ [3] استیعاب: ۴۵۲/۲

ایھا الناس انّ اخوف ما اخاف علیکم اثنان ...... الخ (نہج ۱/۵۸)

اے لوگو! تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خوف مجھے دو چیزوں کا ہے۔

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی صفحہ۲۳۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابوالطفیل سے روایت کیا ہے۔

وعنہ، قال حدثنی الشیخ المفید ابو علی الحسن محمّد الطوسی رحمۃ اللہ علیہ، قال حدثنا الشیخ السعید الوالد رحمۃ اللہ قال اخبرنا الشیخ السعید (ابو عبداللہ) محمّد بن محمد (بن النعمان، قال اخبرنی ابوبکر محمد بن عمر الجعابی قال حدثنا دمحمّد) بن الولید قال حدثنا عنبر بن محمّد، قال حدثنا شعبہ عن سلمہ بن کیل عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ الکنانی رحمۃ اللہ قال سمعت امیرالمومنین علیہ السّلام یقول: "انّ اخوف ما اخاف علیکم اثنان ---------- الخ"۔

ایھا الناس! الزّھادۃ قصر الامل و الشکر عند النعم والورع عند المحارم۔ (نہج ۱/۸۰)

اے لوگو! زہد، آرزوؤں کا کوتاہ کرنا ہے اور نعمتوں کے وقت شکر کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔

یہ کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے کتاب "معانی الاخبار" صفحہ۲۵۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابوالطفیل سے روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن الحسن، قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن احمد بن ابی عبداللہ، عن ابیہ عن محمد بن سنان، عن مالک بن عطیہ الاحمسی، عن معروف بن خربوذ، عن ابی الطفیل، قال سمعت امیرالمومنین صلوٰۃ اللہ علیہ یقول: "الزھد فی الدنیا قصر الامل وشکر کل نعمۃ والورع عمّا حرّم اللہ علیک"۔

لو ضربت خیشوم المومن بسیفی ھذا علی ان یبغضنی ما ابغضنی...... الخ (نہج ۲/۸۲)

اگر میری اس تلوار سے مومن کی گردن بھی مار دی جائے کہ وہ مجھ سے بغض رکھے تو کبھی اس پر راضی نہ ہوگا۔

یہ کلام ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۱۹۹) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابوالفضل کی روایت سے نقل کیا ہے۔

وروی عبدالکریم بن ھلال، عن اسلم المکی، عن ابی الطفیل، قال: سمعت علیاً وھو یقول: لو ضربت خیاشیم المومن بالسیف ما ابغضنی ولو نثرت علی المنافق ذھباً وفضۃ ما احبّنی.........الخ

اور عبدالکریم بن ہلال نے، اسلم مکی سے ابوالطفیل کی زبانی روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے علی بن ابی طالبؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے "اگر مومن کی گردنیں میری تلوار کے نیچے رکھدی جائیں۔ تب بھی وہ مجھ کو دشمن نہ رکھے گا، اور منافق پر اگر

سونا اور چاندی بکھیر دیا جائے تو وہ مجھ کو دوست نہ رکھے گا۔

۵- ابو صالح متوفی ۱۰۱ھ

کوفہ کے اکابر تابعین میں ہیں، انھوں نے سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، ابو عیاش الزرقی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نیز تابعین کی ایک جماعت سے احادیث کو سنا ہے۔ ان سے عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن دینار، محمد بن سیرین امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، رجاء بن حیوۃ یحیٰ الانصاری، ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ نے احادیث کی روایت کی ہے، تمام رجالیین کا ان کی توثیق پر اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابو صالح راویان حدیث میں سب سے زیادہ جلیل القسدر اور ثقہ ہیں۔

ضرار بن حمزہ ضبائیؒ کا پورا واقعہ جو پیشتر مذکور ہوا، ان ہی کی زبانی مروی ہے۔

۶- اسمٰعیل بن الرجاء زبیدی

ابن سعد نے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اعمش کی زبانی روایت کی ہے کہ اسمٰعیل بن الرجاء کا یہ معمول تھا کہ وہ بچوں کو جمع کرکے ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔ (طبقات ابن سعد)

نہج کے حسب ذیل کلام ان سے مروی ہیں:-

۱- الا وانّ الشیطان قد ذمر حزبه ------ ومن العجب بعثهم الیّ ان ابرز للطعان وان اصبر للجلاد هبلتهم الهبول لقد کنت وما اهدد بالحرب ولا ارهب بالضرب وانّی لعلی یقین من ربّی وغیر شبهة من دینی۔ (نہج ۱:۲۹)	آگاہ ہو جاؤ! شیطان نے اپنا لشکر تیار کر لیا ہے ------ کس قدر تعجب ہے کہ مجھے یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ نیزہ کی نوکوں کے سامنے نکل اور تلوار کی آنچ پر صبر کر! پسر مردہ مائیں انھیں مردہ اور مفقود دیکھیں۔ میں کبھی لڑائی کی دھمکی سے ڈرایا نہیں جا سکتا، نیزہ و شمشیر کی ضرب سے مجھے مرعوب کیا جا سکتا ہے؟ میں اپنے رب کی طرف سے یقین پر استوار ہوں۔ اور مجھے اپنے دین میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔

امیر المومنین کا وہ خطبہ جو آپ نے اپنے اصحاب سے جنگ کے دوران میں فرمایا ہے، اس کا آخری حصّہ:

انّ الموت طالب حثیث لا یفوته المقیم ولا یعجزه الهارب انّ اکرم	بے شک موت نہایت سرعت سے تجھ کو ڈھونڈ رہی ہے۔ نہ اس پر راضی رہنے والا اسے فوت کر سکتا ہے، نہ بھاگنے سے اسے

الموت القتل، والذی نفس ابن ابی طالب بیدہ لالف ضربۃ بالسیف اھون علی من میتۃ علی الفراش۔ (نہج ۱/۱۳۸)

عاجز بنا سکتا ہے، یقیناً بہترین موت جہاد میں قتل ہو کر مرنا ہے، قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ تلوار کے ہزار زخم کھا کر مرنا، بستر پہ مرنے سے نہایت آسان ہے۔

۳۔ امیر المومنین کا کلام طلحہ بن عبد اللہ کے طلبِ خونِ عثمان کے بارے ہیں:

قد کنت وما اھدد بالحرب ولا ارھب بالضرب وانا علی ما قد وعدنی ربی من النصر، واللہ ما استعجل متجردا للطلب بدم عثمان ------ الخ

(نہج ۱/۱۸۲)

میں جنگ وجدل کی دھمکی سے نہیں ڈرایا جا سکتا نہ ضرب نیزہ وشمشیر سے مجھ کو مرعوب کیا جا سکتا ہے، مجھ سے میرے پروردگار نے جس فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے میں اسی پر ثابت قدم ہوں، قسم خدا کی یہ (طلحہ) ہرگز اپنی تلوار کو برہنہ کر کے طلبِ خونِ عثمان میں عجلت نہ کرتا۔

مذکورہ بالا تینوں کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے امالی صفحہ ۱۶۰ میں حسب ذیل اسناد اور شان نزول کے ساتھ اسمٰعیل بن الرجا کی روایت سے نقل کیے ہیں:

وبالاسناد، قال اخبرنا ابو علی الحسن محمد بن الحسن بن علی الطوسی رضی اللہ عنہ، قال اخبرنا الشیخ السعید الوالد ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی رحمہ قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنی ابو الحسن علی بن محمد الکاتب، قال حدثنا الحسن بن علی بن عبد الکریم الزعفرانی، قال حدثنا ابراھیم بن محمد الثقفی، قال حدثنا عبید اللہ بن اسحٰق الضبی عن حمزۃ بن نصر عن اسمٰعیل بن الرجاء الزبیدی، قال لما رجعت رسل امیر المومنین من عند طلحہؓ والزبیرؓ وعائشہؓ یؤذنونہ بالحرب قام فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی محمد وآلہ ثم قال ------------------

اسمٰعیل بن الرجا کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کے قاصد طلحہؓ وزبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے پاس سے جنگ کی اطلاع لے کر لوٹے تو آپ کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد وثنا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد پر صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اس مقام پر مولف نے ایک طویل خطبہ نقل کیا ہے، جس میں مذکورہ بالا تینوں کلام قدرے اختلاف لفظی کے ساتھ ملتے ہیں۔

۷۰۔ ابُوحمزۃ السّعدی

ابوحمزہ السعدی کا کوئی تذکرہ کسی رجال کی کتاب میں مجھ کو نہیں ملا البتہ نہج کے حسب ذیل کلام ان کی روایت سے ملتے ہیں۔ نیز شیخ الطائفہ نے جتنے واسطوں سے ان سے یہ کلام روایت کیے ہیں اس سے ان کا زمانہ پہلی صدی کا آخر یا دوسری کی ابتدا متعین ہوتا ہے۔

۱۔ لا فقر کالجهل (نہج ۲/۸۲)
جہالت سے بڑھ کر کوئی محتاجی نہیں ہے۔

۲۔ لا وحدۃ اوحش من العجب۔۔۔
خود پسندی سے بڑھ کر وحشتناک کوئی تنہائی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ ولا قرین کحسن الخلق ۔۔۔۔۔۔ ولا ورع کالوقوف عند الشبهه ۔۔۔۔۔۔ ولا علم کالتفکر۔ (نہج ۲/۸۹)
اور حسن اخلاق سے اچھا کوئی ہم نشین نہیں، اور اس سے بڑھ کر کوئی پرہیزگاری نہیں کہ شبہ کے مقامات پر رک جائے ۔۔۔۔۔ اور تفکر سے بڑھ کر کوئی علم نہیں۔

۳۔ الا وان من البلاء الفاقه واشد من الفاقة مرض البدن واشد من مرض البدن مرض القلب الا وان من النعم سعة المال وافضل من سعة المال صحة البدن وافضل من صحة البدن تقوی القلوب۔ (نہج البلاغۃ ۲/۱۲۳)
آگاہ ہو جاؤ! محتاجی ایک بلا ہے اور بدن کا مرض محتاجی اور فقر و فاقہ سے بھی زیادہ ہے اور بدن کے مرض سے زیادہ سخت دل کا مرض ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ کشایش مال ایک نعمت ہے۔ اور کشایش مال سے افضل صحت جسمانی ہے اور صحت جسمانی سے افضل قلب کی پرہیزگاری ہے۔

المومن ثلث ساعات فساعة یناجی فیها ربه وساعة یرم معاشه وساعة یخلی بین نفسه وبین لذتها فیما یحل ویجمل ولیس للعاقل ان یکون شاخصا الا فی ثلث مرمة لمعاش او خطوة فی معاد او لذة فی غیر محرم۔ (نہج ۲/۱۲۳)
مومن کے واسطے تین ساعتیں ہیں، ایک ساعت میں تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے، دوسری میں اپنی معاش کی اصلاح کرتا ہے تیسری ساعت وہ ہے جس میں وہ اپنے نفس اور لذت نفس کو اس چیز کے بارے میں جو حلال و نیک ہے تخلیہ کی اجازت دیتا ہے، عاقل کو لازم ہے کہ ان ہی تین حالتوں میں سفر کرتا رہے۔ اصلاح معاش کے لیے یا فکر معاد کے لیے یا امر حلال سے لذت حاصل کرنے کے لیے۔

مذکورہ بالا چاروں کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی میں صفحہ ۹۰-۹۱ پر حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابوحمزہ سعدی سے روایت کیے ہیں۔

وبالاسناد، قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنا ابن الطیب الحسین بن محمد التمّار، قال حدثنا محمد بن القسم الانباری، قال حدثنا احمد بن عبید، قال حدثنا عبد الرّحیم بن قیس الھلالی، قال حدثنا العمری، عن ابی حمزة السعدی، عن ابیہ، قال اوصی امیرالمومنین علی بن ابی طالب الی الحسن بن علی علیھما السلام فقال فیما اوصی بہ الیہ یا بنیّ :

لا فقر اشد من الجھل ——————— الخ

۸۔ ابوشبل العلاء بن عبدالرحمٰن متوفی ۱۳۸ھ

دوسری صدی کے راویان اخبار میں ہیں، انھوں نے اپنے والد، یعقوب مدنی اور انس نیز ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے، ابوحاتم کا قول ہے کہ ابوشبل کے مرویات میں کوئی چیز منکر نہیں پائی جاتی۔ علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

صدوق، مشھور، یروی عن ابیہ وعن انس وعنہ مالک والناس، قال احمد ثقة لم اسمع من یذکرہ بسوء وقال النسائی وغیرہ لیس بہ باس[1]۔

صدوق اور مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنے باپ اور انس سے روایت کی ہے اور ان سے مالک اور دوسرے محدثین نے احمد کا قول ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کا ذکر برائی سے کرتا ہو، نسائی وغیرہ نے کہا ہے کہ ان سے روایت حدیث میں کوئی ہرج نہیں

امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام مندرجہ نہج (۲/۸۷) "بنی الاسلام علی اربعۃ ارکان" دیگر تابعین کے علاوہ آپ سے بھی مروی ہے جیساکہ خلاس بن عمرو کے ذکر میں گزرچکا ہے۔

۹۔ ثابت بن ابی صفیّہ ابوحمزہ الثمالی متوفی ۱۵۰ھ

اپنے زمانہ کے متبحر علماء اور محدثین میں تھے، آپ نے ائمہ اہل بیت میں، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق امام موسیٰ کاظم علیہم السلام، چار اماموں کا زمانہ پایا ہے اور ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ امام رضا علیہ السلام کا ان کے بارے میں ارشاد ہے ابوحمزہ اپنے زمانہ میں اسی طرح ہیں جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں، نجاشی نے ان کو ثقہ اور معتمد لکھا ہے اور ان کی تصانیف حسب ذیل کتابوں کے نام لیے ہیں۔

---

[1] شذرات الذہب: ۱/۲۰۷ [2] میزان الاعتدال: ۲/۱۹۱

کتاب التفسیر، کتاب النوادر، کتاب الزہد، رسالۃ الحقوق عن زین العابدین[۱]۔

علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ابو حمزہ نے، انس، شعبی، نیز ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے۔ اور ان سے وکیع، ابو نعیم اور ایک جماعت نے، احمد بن حنبل اور ابن معین کا قول ہے کہ ابو حمزہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم نے ان کو لیّن الحدیث کہا ہے۔ اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ غیر ثقہ ہیں، اس سلسلہ میں انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ میں ایک روز ابو حمزہ ثمالی کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں عبداللہ بن مبارک بھی آگئے ان کو دیکھکر ابو حمزہ نے عثمان کے بارے میں ایک حدیث بیان کی اور ان کی مذمت اور طنز کرنا شروع کر دیا۔ ابن المبارک یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔ اور جتنی احادیث ان سے سنکر لکھی تھیں سب پھاڑ کر پھینک دیں۔ اور باہر نکل آئے[۲]۔ اس روایت سے اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ ابو حمزہ کا شمار اپنے زمانہ کے فضلاء حدیث میں تھا، یہاں تک کہ وکیع اور ابو نعیم، عبداللہ بن المبارک جیسے محدثین ان سے استفادہ کرتے تھے مگر ان سے اختلاف کا سبب اختلافِ عقائد کی بنا پر تھا۔

امیرالمومنین علیہ السّلام کا کلام مندرجہ نہج (۸۵/۲) "احفظوا عنّی خمسًا" ابو الزغل کی سند سے نیز کلام مندرجہ نہج (۸۵/۲) "الفقیہ کل الفقیہ" امام محمد باقر علیہ السلام سے انھوں نے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ الامام جعفر بن محمّد الصّادق علیہ السّلام، متوفّی ۱۴۸ھ

سلسلۂ ائمہ اثنا عشر کی چھٹی فرد ہیں۔ سوادِ اعظم میں آپ کا شمار کبار تابعین میں ہے۔ ابن خلّکان آپ کے تذکرہ کے ذیل میں لکھتا ہے:

کان من سادات اھل البیت ولقبّ بالصّادق الصدقہ فی مقالیہ وفضلہ اشہر من ان یذکر ولہ کلام فی صنعتہ الکیمیاء والزجر والفال وکان تلمیذہ ابو موسیٰ جابر بن حیان الصوفی الطرطوسی قد الف کتابا یشتمل علیٰ الف ورقۃ تتضمن رسائل جعفر الصادق وھی خمسمائۃ رسالۃ۔ (وفیات الاعیان: ۱۴۶/۱)

آپ کا شمار سادات اہل بیت میں ہے، نیز اپنے صدق مقال کی وجہ سے صادق کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کے فضائل اتنے زیادہ مشہور ہیں جن کا ذکر کرنا بے سود ہے۔ صنعت کیمیا، زجر اور فال میں ان کا معتد بہ کلام ہے۔ ان علوم میں ان کا مشہور شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی ہے، جس نے ایک ہزار ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی جو رسائل جعفر صادقؑ پر مشتمل ہے جن کی تعداد ۵۰۰ ہے۔

---

[۱] رجال نجاشی: ۸۴۔ [۲] میزان الاعتدال: ۱۴۶/۱۔

راویانِ کلام امیر المومنین میں آپ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے ۔ چنانچہ نہج کے حسب ذیل کلام آپ کی روایت سے مختلف کتابوں میں ملتے ہیں :

۱- ذمّتی بما اقول رهینة وانا به زعیم ان من صرّحت له العبر عمّا بین یدیه من المثلات حجزته التقوی عن تقحم الشبهات .... الخ (نہج ۱/۳۲)	میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی صحت کا ذمہ دار ہوں ، بے شک وہ شخص جس کے لیے عبرتوں نے ان عذابوں کو واضح کر دیا جو پہلی قوموں پر آئے ۔ اس کو تقویٰ شبہات میں پڑنے سے روک دے گا ۔

یہ پورا خطبہ ابتدا اور درمیان میں قدرے اضافہ کے ساتھ محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی مشہور کتاب فروغ کافی کتاب الروضہ : ۳۲/۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے ۔

علی بن ابراهیم، عن ابیه عن ابن محبوب عن علی بن رئاب و یعقوب السراج، عن ابی عبد الله علیه السلام ان امیر المؤمنین علیه السلام لمّا بویع بعد قتل عثمان صعد المنبر فقال ----------

علی بن ابراہیم نے اپنے والد ، ابن محبوب ، علی بن رئاب اور یعقوب سراج سے امام جعفر صادق کی زبانی بیان کیا ہے کہ قتل عثمان کے بعد جب امیر المومنین علیہ السّلام کی بیعت واقع ہوئی تو آپ منبر پر گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا ۔

۲- انّ ابغض الخلائق الی الله رجلان رجل وکله الله الی نفسه فهو جائر عن السّبیل مشغوف بکلام بدعة .... الخ (نہج ۱/۳۴)	بے شک اللہ کے نزدیک ، سب سے زیادہ مبغوض دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ اس کے نفس کے حوالہ کر دے ، اور وہ سیدھے راستے سے ہٹ جائے اور بدعت کی باتوں پر فریفتہ ہو ----

یہ خطبہ بھی کلینی نے اصول کافی ص۱۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے ۔

محمد بن یحیٰی ، عن بعض اصحابه و علی بن ابراهیم ، عن هارون بن مسلم عن مسعدة بن صدقة عن ابی عبد الله علیه السّلام و علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن محبوب رفعه عن امیر المؤمنین علیه السّلام انه قال : ان من ابغض الخلائق الی الله -------- الخ

محمد بن یحیٰی نے اپنے بعض اصحاب سے اور علی بن ابراہیم نے ہارون بن مسلم سے انھوں نے مسعدہ بن صدقہ سے ، انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ، نیز علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے ، انھوں نے اپنے محبوب سے مرفوعاً امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے ۔ بے شک سب سے زیادہ مبغوض ، اللہ کے نزدیک ------

۳- اما بعد ، فان الله لم یقصم جباری دهر قط الا بعد تمهیل و رخاء و لم یجبر	بے شک ، اللہ تعالیٰ نے جباروں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک پہلے ان کو عیش و فراخی عطا نہیں کر دی اور کسی امت

عظم احد من الامم الا بعد ازل وبلاءٍ	کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک پہلے ان پر شدت وصعوبت نازل
---------- الخ (نہج ۱/۹۵)	نہیں کر دی۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد صفحہ ۱۶۸ میں مرفوعاً اور کلینی نے اپنی پوری اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس طرح روایت کیا ہے۔

احمد بن محمد الکوفی عن جعفر	احمد بن محمد کوفی نے بہ حوالۂ جعفر بن عبداللہ
بن عبد اللہ المحمدی وعن ابی روح فرح	اور ابی روح اور آپ نے بہ سند عبداللہ بہ حوالۂ
بن قرۃ عن جعفر بن عبد اللہ عن مسعدۃ	مسعدہ بن صدقہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
بن صدقۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام	سے روایت کی ---- کہ امیرالمومنین نے مدینہ میں
قال خطب امیرالمومنین علیہ السلام	یہ خطبہ عنایت فرمایا: امابعد............
بالمدینۃ امابعد، فانّ اللہ لم یقصم	....
جباری دھر قط ---- الخ	---- الخ

(فروغ کافی کتاب الروضہ: ۳/۳۰)

کافی کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ ہے جس کا صرف ابتدائی حصّہ جامع نہج البلاغۃ نے اپنے انتخاب میں لیا ہے۔

۴۔ ارسلہ علی حین فترۃ من الرّسل وطول ھجعۃ من الامم۔	اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد رک چکی تھی اور امتیں بہت دنوں سے پڑی سو رہی تھیں۔

(نہج ۱/۹۶)

یہ خطبہ کلینی نے اصول کافی ص۱۵ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

محمد بن یحیٰ عن بعض اصحابہ عن ھرون بن مسلم عن مسعدۃ بن صدقۃ، عن عبد اللہ علیہ السّلام، قال، قال امیرالمؤمنین علیہ السلام: ایھا النّاس إنّ اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل الیکم الرّسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانزل الیہ الکتاب بالحق وانتم امیون عن الکتاب ومن انزلہ وعن الرسول ومن ارسلہ علی حین فترۃ من الرّسل وطول ھجعۃ من الامم

محمد بن یحیٰ نے اپنے اصحاب سے، انھوں نے ہارون بن مسلم سے، انھوں نے مسعدہ بن صدقہ سے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زبانی بیان کیا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے تھے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول کو بھیجا اور حق کیساتھ اس پر کتاب نازل کی جب کہ تم کتاب اور اس کے نازل کرنے والے سے نیز رسول سے

اور اس ذات سے جس نے اس کو رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد رک چکی تھی اور امتیں بہت دنوں سے پڑی سو رہی تھیں۔

۵۔ خطبہ الاشباح جس کا آغاز اس طرح ہے:

الحمد للہ الذی لا یفرہ المنع والجمود ولا یکدیہ الاعطاء والجود۔	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کو روکنا اور منع کرنا امیر نہیں بناتا اور بخشش وعطا بے زر نہیں بناتی۔

(نہج ۱/۹۸)

نہج کا یہ ایک طویل خطبہ ہے جس کی ابتدا میں جامع نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنین علیہ السلام کے جلائل خطب میں ہے جو آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اللہ کی اس طرح صفت بیان فرمائیں جس سے میں اس کو گویا ظاہر بظاہر دیکھ لوں۔ امیرالمومنین علیہ السلام یہ سن کر غضبناک ہوئے۔ اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ تاریخ و ادب کی متعدد کتابوں میں یہ خطبہ اسی شان نزول کے ساتھ ملتا ہے۔ شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے اس کو حسب ذیل اسناد کے ساتھ کتاب التوحید (ص۳۶) میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

حدثنا علی بن احمد بن عمران الدقاق رحمۃ اللہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ الکوفی، قال حدثنا محمد بن اسمعیل البرمکی، قال حدثنی علی بن العباس قال حدثنی اسمعیل بن مہران الکوفی، عن اسمعیل بن اسحق الجہنی عن فرح بن فروہ، عن مسعدہ بن صدقہ، قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول: بینا امیرالمؤمنین یخطب علی المنبر بالکوفہ، اذ قام الیہ رجل فقال یا امیرالمؤمنین اصف لنا ربک تبارک وتعالیٰ لنزداد لہ حبا وبہ معرفۃ فغضب امیرالمومنین علیہ السلام ونادی "الصلوٰۃ جامعۃ" فاجتمع الناس حتی غص المسجد باھلہ ثم قام متغیر اللون فقال:

الحمد للہ الذی لا یفرہ المنع والجمود ----------------

ہم سے علی بن احمد بن عمران الدقاق نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد اللہ کوفی نے، ان سے محمد بن اسمعیل برمکی نے، ان سے علی بن عباس نے، ان سے اسمعیل بن مہران نے، ان سے اسمعیل بن اسحق جہنی نے، ان سے فرح بن فروہ نے، ان سے مسعدہ بن صدقہ نے، انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام کوفہ کے منبر پر خطبہ بیان کر رہے تھے کہ درمیان میں ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیرالمومنین علیہ السلام! آپ ہم سے اس طرح اپنے رب کی صفت بیان فرمائیں جو ہمارے لیے ازدیاد معرفت اور محبت کا سبب ہو، امیرالمومنین علیہ السلام اس سوال پر غضبناک ہو گئے اور "الصلوٰۃ جامعۃ" کی آواز لگائی، یہ آواز سنتے ہی لوگ مجتمع ہو گئے اور .... تمام مسجد بھر گئی، پھر آپ کھڑے ہو گئے اس طرح کہ چہرہ کا رنگ متغیر تھا، پس اس وقت یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کو روکنا مالدار نہیں بناتا اور بخشش مفلس نہیں کرتی ...... الخ

وذلك زمن لا ينجو فيه الا كل مؤمن نومة ان شهد لم يعرف وان غاب لم يفتقد ۔۔۔۔۔۔ الخ (نہج ۱/۱۹۰)

یہ وہ زمانہ ہے جس میں صرف وہی مومن نجات پا سکتا ہے جو بے نام ونشان ہو اگر وہ موجود ہو تو کوئی پہچان نہ سکے اور غائب ہو تو کوئی اس کی تلاش نہ کرے۔

یہ کلام قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (۲۰۶) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:

علی بن ابراهیم، عن محمد بن عیسیٰ، عن یونس، عن ابی الحسن الاصبهانی عن ابی عبد الله علیه السلام قال قال امیرالمومنین علیه السلام طوبیٰ لکل عبد نومة لا یؤبه له یعرف الناس ولا یعرفه الناس یعرفه الله منه برضوان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

۷۔ رویت باری میں امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام جو ذعلب یمانی سے واقع ہوا ہے:

لا تدركه العيون بمشاهدة العيان ولكن تدركه القلوب بحقائق الايمان۔ (نہج ۱/۸۸)

آنکھیں اس کو آشکارا نہیں دیکھ سکتیں لیکن دل اس کو ایمان کی حقیقتوں کے ذریعے پا سکتے ہیں۔

یہ کلام شیخ صدوق نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ "کتاب التوحید" ص۹۷ میں آپ سے روایت کیا ہے۔

ابی قال حدثنا سعد بن عبد الله، قال حدثنا احمد بن محمد بن عیسیٰ، عن احمد بن محمد بن ابی نصر، عن ابی الحسن الموصلی، عن ابی عبد الله علیه السلام قال جاء حبر الی امیرالمومنین علیه السلام فقال یا امیرالمؤمنین هل رأیت ربك حین عبدته فقال ویلك ما کنت اعبد ربا لم اره قال وکیف رأیته قال لا تدرکه العیون فی مشاهدة الابصار ولکن رأته القلوب بحقائق الایمان ۔۔۔۔۔۔۔۔

میرے والد نے سعد بن عبد اللہ سے، انھوں نے احمد بن عیسیٰ سے، انھوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے، انھوں نے ابوالحسن موصلی سے، انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ ایک عالم امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور کہا اے امیرالمومنین علیہ السلام! آپ جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟ امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب دیا۔ وائے ہو تجھ پر، میں اس رب کی عبادت کیسے کر سکتا ہوں جس کو دیکھا نہ ہو، ذعلب نے پھر سوال کیا کہ آپ نے کس طرح اس کو دیکھا ہے؟ فرمایا: آنکھیں اس کو آشکارا اور خارج میں نہیں دیکھ سکتیں، لیکن دلوں نے ایمان کی حقیقتوں کے ساتھ اس کو دیکھا ہے۔

محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (۳۲) میں اس کلام کو مرفوعاً آپ سے روایت کیا ہے۔

۸۔ ان امرنا صعب مستصعب لا يحمله

ہمارا معاملہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے، اس کی تاب وہی بندۂ

الا عبد مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان۔ — لا سکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے واسطے آزمالیا ہو۔

(نہج ۱/۲۰۳)

یہ کلام شیخ صدوق نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ اپنی امالی (مجلس) میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کیا ہے:

حدثنا علی بن الحسین شقیر بن یعقوب بن الحرث بن ابراهیم الهمدانی فی منزله بالکوفة، قال حدثنا ابو عبد الله جعفر بن محمد بن یوسف الازدی قال حدثنا علی بن برزج الخیاط، قال حدثنا عمرو بن الیسع عن شعیب الحداد، قال سمعت الصادق جعفر بن محمد علیه السلام یقول: ان حدیثنا صعب مستصعب لایحتمله الاملک مقرب او نبی مرسل او عبدٌ امتحن الله قلبه للایمان او مدینه حصینة۔

ہم سے علی بن حسین بن شقیر بن یعقوب بن حرث بن ابراہیم ہمدانی نے کوفہ میں اپنی جائے قیام پر بیان کیا کہ ہم سے ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن یوسف ازدی نے، ان سے علی بن برزج الخیاط نے، ان سے عمرو بن الیسع نے، شعیب الحداد کی زبانی بیان کیا کہ میں نے جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ ہماری بات بہت پیچیدہ اور مشکل ہے جس کا تحمل سوائے ملک مقرب یا نبی مرسل یا اس بندے کے جس کے قلب کو اللہ نے ایمان کے لیے آزمالیا ہو، کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

ابن ابی الحدید امیر المومنین علیہ السلام کے اس قول کے بارے میں لکھتا ہے: وهذه الکلمة قد قالها مرارا ووقعت له علیه السلام فی بعض الکتب علی خطبة من جملتها۔---- الخ (یہ کلمہ امیر المومنین علیہ السلام نے بارہا ارشاد فرمایا ہے اور بعض کتابوں میں آپ کے خطبات کے ذیل میں یہ کلمہ آیا ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید: ۱۱۹/۲)

۹۔ نہج کا کلام صفات متقین میں جو ہمام کی استدعا پر امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا جس کا آغاز اس طرح ہے۔

اما بعد، فان اللہ سبحانہ خلق الخلق حین خلقھم غنیا عن طاعتھم ---------- الخ (نہج ۱: ۲۱۹) — بعد ازاں، بیشک اللہ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو وہ اس کی اطاعت سے بے نیاز تھا۔-------------

۱۰۔ المومن بشرہ فی وجھہ وحزنہ فی قلبہ ---------- الخ (نہج: ۱۱۵/۲) — مومن وہ ہے جس کا چہرہ بشاش اور قلب غمگین ہو۔---

یہ دونوں کلام ایک ہی روایت کے سلسلہ میں کلینی نے اصول کافی (ص ۲) میں قدرے تغیّر اور اضافات کے ساتھ حسب ذیل طریقہ پر آپ سے روایت کیے ہیں۔

محمد بن جعفر عن محمد بن اسمٰعیل، عن عبد اللہ بن داہر، عن الحسن بن یحییٰ، عن قثم ابی قتادہ الحرانی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قام رجل یقال لہ ہمام وکان عابداً ناسکاً مجتہداً الی امیر المومنین علیہ السلام وھو یخطب فقال یا امیر المومنین علیہ السلام!

صف لنا صفۃ المومن کاننا ننظر الیہ فقال یا ہمام ---------

محمد بن جعفر نے، محمد بن اسمٰعیل سے، انھوں نے عبداللہ بن داہر سے، انھوں نے حسن بن یحیٰی سے، انھوں نے قثم ابوقتادہ حرانی سے، امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زبانی روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ امیرالمومنین علیہ السّلام خطبہ بیان فرما رہے تھے، ہمام نامی ایک شخص جو نہایت عابد و زاہد اور مجتہد تھا کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ اے امیرالمومنین علیہ السّلام! مومن کی ایسی تعریف بیان فرما دیجئے کہ گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اس خطبہ میں نہج کے مذکورہ بالا دونوں کلام قدرے فرق کے ساتھ نقل ہیں۔

۱۱۔ لا یقل عمل مع التقوی وکیف یقل ما یتقبل ------ الخ (نہج ۲/۸۶)	پرہیزگاری کے ساتھ کوئی عمل قلیل نہیں اور کیونکر وہ قلیل ہو سکتا ہے۔ جو قبول ہو جائے۔

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے امالی (۳۸) میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی روایت سے نقل کیا ہے۔

۱۲۔ مثل الدنیا کمثل الحیۃ لین مسہا والسم الناقع فی جوفہا -- الخ (نہج: ۲/۸۹)	دنیا کی مثال اس سانپ کی ہے جس کو چھوؤ تو نہایت نرم اور مہلک زہر اس کے پیٹ میں بھرا ہوا ہے۔

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (۱۸۷) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

علی بن ابراہیم، عن ابیہ، عن عبداللہ بن المغیرہ، عن غیاث بن ابراہیم، عن ابی عبداللہؑ قال ان فی کتاب علی: انما مثل الدنیا ———————— الخ

۱۳۔ کم من مستدرج بالاحسان الیہ ومغرور بالستر علیہ ومفتون بحسن القول فیہ وما ابتلی اللہ احدا بمثل الاملاء لہ (نہج: ۲/۸۹)	کتنے انسان ایسے ہیں جو انعام الٰہی کے باعث تباہ ہوئے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو عیب پوشی کے سبب مغرور ہوگئے۔ اور کتنے وہ ہیں جن کے بارے میں کوئی اچھی بات کہی گئی تو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ کی طرف سے ان سے زیادہ کوئی محل ابتلا میں نہیں ہے۔

یہ قول شیخ ابوجعفر طوسی نے امالی (ص۲۹۳) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

الحسین بن عبداللہ، عن ابی ھارون موسٰی التلعکبری، قال حدثنا ابوالعباس بن عقدہ، قال حدثنا الحسین بن علی الحراء وھو ابن بنت الیاس، قال حدثنا ثعلبہ بن میمون عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان امیرالمؤمنین علیہ السلام یقول: ————————

۱۴۔ طوبیٰ لمن ذلّ فی نفسہ وطاب کسبہ وصلحت سریرتہ وحسنت	مبارک ہے وہ شخص جو اپنے نفس میں ذلیل ہو اور اس کی کمائی پاک ہو اور باطن اچھا اور ظاہر خوشنما ہو۔ اپنے مال کا فاضل حصہ

خليقته وانفق الفضل من لسانه وعزل عن الناس شرّه ووسعه السنة ولم ينسب الى البدعة - (نہج: ۲/۹۰)	اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور فضول باتوں سے زبان کو روکتا ہو تا اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کشادہ ہو اور بدعت سے کوئی تعلق نہ ہو۔

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

عدة من اصحابنا، عن احمد بن محمد بن خالد، عن اسمٰعیل بن مهران، عن منذر بن جیفر عن ادم ابی الحسن اللؤلؤی عن ابی عبد الله علیه السلام

۱۵۔ یا اهل الدیار الموحشة والمحال المقفرة والقبور المظلمة یا اهل التربة یا اهل الغربة ـــــ الخ (نہج: ۲/)	اے وحشتناک گھروں اور سنسان جگہوں اور تاریک قبروں کے رہنے والو! اے مٹی میں مل جانے والو، اے پردیسیو! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے امالی (ص۳۵) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

وعنه عن شيخه قال حدثنا ابو عبد الله محمد بن محمد قال حدثنا ابو الطيب الحسين بن علی التمار، قال حدثنا علی بن ماهان، قال حدثنا عمی، قال حدثنا صهیب عن ابن عباد بن صهیب، عن جعفر بن محمد قال: مر امیر المومنین علیه السلام بالمقبرة دیری بالمقابر ثم قال السلام علیکم یا اهل المقبرة ـــــ الخ

۱۶۔ الصّلوٰة قربان كل تقىّ والحج جهاد كل ضعيف ولكل شئ زكاة وزكاة البدن الصيام - (نہج: ۲/۹۲)	نماز ہر صاحب تقویٰ کے لیے موجب قربت ہے اور حج ہر ضعیف کا جہاد ہے، ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزے ہیں۔
۱۷۔ استنزلوا الرزق بالصدقة -	صدقہ کے ذریعہ اپنے رزق کو اتارو!
۱۸۔ تنزل المعونة على قدر المؤونة - (نہج: ۲/۹۲)	خدا کی اعانت ہر شخص پر بقدر حاجت نازل ہوتی ہے۔
۱۹۔ ما عال من اقتصد -	میانہ روی اختیار کرنیوالا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔
۲۰۔ قلة العيال احد اليسارين	عیال کی قلت دو آسانیوں میں سے ایک آسانی۔
۲۱۔ ينزل الصبر على قدر المصيبة ومن ضرب يده على فخذه عند مصيبته حبط عمله -	صبر مصیبت کی مثل نازل ہوتا ہے اور جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ زانو پر مارا اس کا عمل بیکار ہوگیا۔
۲۲۔ سوسوا ايمانكم بالصدقة وحصّنوا	صدقہ دے کر ایمان کو استوار بناؤ اور زکوٰۃ دے کر اپنے سرمایہ

اموالکم بالزکاۃ۔ (نہج : ۲/۹۳) کی حفاظت کرو!

۲۳۔ الداعی بلا عمل کالرّامی بلا وتر (نہج : ۲/۱۱۶) بغیر عمل کے بلانے والا اس تیر پھینکنے والے کے مانند ہے، جس کے پاس کمان نہ ہو۔

مذکورہ بالا تمام کلمات حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا (۳/۱۹۴) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حیثیت سے روایت کیے ہیں۔

وحدثنا سلیمان بن احمد، ثنا احمد بن زید بن الجریش، ثنا عباس بن الفرج الریاشی، ثناء الاصمعی قال قال جعفر بن محمد "الصلوۃ قربان کل تقی والحج جہاد کل ضعف۔

۲۴۔ من وضع نفسہ مواضع التہمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظن۔ جس نے اپنے نفس کو تہمت کی جگہوں میں رکھدیا، پھر اگر اس سے کوئی بدگمانی ہو جائے تو ملامت نہ کرو!

۲۵۔ من کتم سرّہٗ کانت الخیرۃ بیدہ (نہج : ۲/۹۶) جس نے اپنے بھید کو چھپایا تو گویا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی نے فروع کافی کتاب الروضہ (۳/۷۴) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیے ہیں۔

علی بن ابراهیم عن ابیہ عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللہ قال قال امیرالمومنین : من عرض نفسہ للتہمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظن ومن کتم سرہ کانت الخیرۃ فی یدہ

۲۶۔ من سلّ سیف البغی قتل بہ — جس نے بغاوت کی تلوار کھینچی وہ اسی سے قتل کیا جائے گا۔

ومن دخل مداخل السوء اتہم۔ — اور جو شخص برائی کے موقف میں داخل ہوا وہ ضرور متہم ہوگا۔

یہ کلام بھی حافظ ابونعیم اصفہانی نے اپنی اسناد کے ساتھ حسب ذیل اسناد سے آپ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا احمد بن محمد بن مقسم، حدثنی ابو الحسین علی بن الحسن الکاتب حدثنی ابی، حدثنی الهیثم، حدثنی بعض اصحاب جعفر بن محمد الصادق، قال دخلت علی جعفر وموسٰی بین یدیہ وهو یوصیہ بهذہ الوصیۃ، نکان مما حفظت منها ان قال یا بنی اقبل وصیتی ——————

ہم سے احمد بن محمد بن مقسم نے بیان کیا، ان سے ابوالحسین علی بن الحسن الکاتب نے، ان سے ان کے باپ نے ان سے ہیثم نے، ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے کسی صحابی نے، ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا۔ اس وقت (امام) موسٰی کاظم ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو یہ وصیت فرما رہے تھے۔ مجھ کو اس وصیت کے جو الفاظ یاد ہیں وہ یہ ہیں: اے میرے بیٹے! میری وصیت کو قبول کرو!

اس مقام پر مولف نے ایک طویل وصیت نقل کی ہے جس کے ضمن میں نہج کے مذکورہ بالا اقوال بھی مندرج ہیں۔

۲۷۔ لا تظنن بکلمة خرجت من احد سوء وانت تجد لها فی الخیر محتملا	کسی کی ایسی بات پر اپنے گمان کو فاسد نہ کر جس میں کوئی اچھا احتمال نکل سکے۔

(نہج : ۲)

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (ص۲۳۶) میں حسب ذیل طریقہ پر آپ سے روایت کیا ہے۔

عنه عن ابیه عن حدثه عن الحسین بن المختار، عن ابی عبد الله علیه السلام قال قال امیر المؤمنین علیه السلام فی کلام له: ضع امر اخیك علی احسنه حتی یاتیك ما یغلبك منه ولا تظنن بکلمة خرجت من اخیك سوء وانت تجد لها فی الخیر محتملا۔

۲۸۔ الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرّك علی الکذب حیث ینفعك والا یکون فی حدیثك فضل عن عملك وان تتقی الله فی حدیث غیرك۔ (نہج : ۲/۱۲۹)	ایمان یہ ہے کہ سچ کو جہاں وہ تجھ کو ضرر ہی کیوں نہ پہنچا رہا ہو، جھوٹ پر ترجیح دے۔ چاہے اس جھوٹ سے فائدہ پہنچ رہا ہو نیز یہ کہ جو بات زبان سے کہے تیرا عمل اس کی مطابقت کر رہا ہو، اور اپنے غیر کی بات میں اللہ سے ڈرتا رہو۔

یہ کلام احمد بن محمد خالد البرقی متوفی ۲۷۴ھ نے کتاب المحاسن (ورق ۷۸ الف) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

وعنه عن احمد عن علی بن حسان عن حدثه عن زرارة عن ابی عبد الله قال: ان من حقیقة الایمان ان تؤثروا الحق وان ضرك علی الباطل وان نفعك وان لا یجوز منطقك علمك ———— الخ

۲۸۔ الحمد لله الدّال علی وجوده بخلقه وبمحدث خلقه علی ازلیته (نہج ۱/۱۵۷)	تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو اپنی مخلوق کے ذریعہ سے اپنے وجود پر اور مخلوق کے حادث ہونے سے اپنی ازلیّت پر دلالت کرتا ہے۔

اس خطبہ کا پہلا پیراگراف محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (ص۳۲) میں قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے، اسناد حسب ذیل ہیں:۔

علی بن محمد عن سهل بن زیاد عن شباب الصیرفی واسمه محمد بن الولید عن علی بن سیف بن عمیرة، قال حدثنی اسمعیل بن قتیبه، قال دخلت انا وعیسی شلقان علی ابی عبد الله فابتدأنا فقال عجبا لاقوام یدعون علی امیر المؤمنین علیه السلام ما لم یتکلم به قط خطب امیر المؤمنین علیه السلام بالکوفة فقال:

علی بن محمد نے سہل بن زیاد سے روایت کیا ہے، انھوں نے شہاب صیرفی جن کا نام محمد بن ولید ہے سے، انھوں نے علی بن سیف بن عمیرہ سے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے اسمٰعیل بن قتیبہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اور عیسٰی شلقان امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ عرض کرنا شروع کیا۔ پس آپ نے فرمایا: تعجب ہے ان لوگوں پر جو امیرالمومنین علیہ السلام سے ایسا کلام منسوب کرتے ہیں، جو آپ نے کبھی نہیں کیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

۱۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری متوفی ۷۸ھ

مشہور صحابیِ رسول ہیں۔ جنگِ اُحد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے ہیں۔ اس کے بعد جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں[1]۔ خانوادہ رسالت کے مخصوص عقیدت گزاروں میں تھے، آپ نے ائمہ اہلِ بیت میں حضرت علی علیہ السلام، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر علیہم السلام کو دیکھا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

نہج کے حسبِ ذیل دو کلام ان سے مروی ہیں:

۱۔ یا اھل الدیار الموحشۃ، والمحال المقفرۃ والقبور المظلمۃ، یا اھل التربۃ یا اھل الغربۃ (نہج: ۲/۲۱)	اے دنیا کی مذمت کرنے والے اگر اس سے دھوکا کھائے ہوئے! اور اس کی جھوٹی باتوں میں آئے ہوئے تو دنیا سے دھوکا بھی کھاتا جاتا ہے پھر اس کی مذمت بھی کرتا ہے۔

یہ دونوں کلام ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی (ص۲۶) میں حسبِ ذیل اسناد کے ساتھ ایک ہی روایت کے سلسلہ میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیے ہیں۔

وعنہ قال اخبرنا جماعۃ عن ابی المفضل، قال حدثنا محمد بن جعفر الرزاز ابو العباس القرشی، قال حدثنا ایوب بن نوح بن دراج، قال حدثنا بشار بن ذراع عن اخیہ یسار عن حمران عن ابی عبداللہ عن ابیہ عن جابر بن عبداللہ قال:

بینا امیر المومنین علیہ السلام فی جماعۃ من اصحابہ انا فیھم اذ ذکروا الدنیا وتصرفھا باھلھا فذمھا رجل فذھب فی ذمھا کل مذھب فقال لہ امیر المومنین علیہ السلام ایھا الذام للدنیا

جابر کا بیان ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، جس میں میں بھی موجود تھا۔ لوگوں نے دنیا اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ دنیا کے تصرف کا ذکر چھیڑا، اس پر ایک شخص نے اس کی مذمت کرنا

---

[1] استیعاب: ۱/۸۵

شروع کی اور اس میں وہ ہر راستہ پر گیا اس پر امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ کلام ارشاد فرمایا ———— الخ

۲۴۔ جابر الاسدی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے انھوں نے احادیث کی روایت کی ہے۔ علی بن الحکم نے ان کو صدوق اور متشدد فی الروایۃ کہا ہے، مولف لسان المیزان لکھتے ہیں کہ جابر اسدی نے اپنی احادیث کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا تھا اسی سے وہ بیان کیا کرتے تھے[۱]۔

نہج کا حسب ذیل ایک خطبہ اور کلام ان سے مروی ہے۔

۱۔ الحمد للہ الذی شرع الاسلام فسھل شرائعہ لمن وردہ واعز ارکانہ علی من غالبہ فجعلہ امنا لمن علقہ وسلما لمن دخلہ —— الخ (نہج ۱/۱۲۱)	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسلام کو شریعت بنایا اور اس کے احکام کو آسان کیا اس شخص کے لیے جو اس میں داخل ہوگیا اور جس نے اس پر غالب ہونا چاہا اس کے لیے اس کے ارکان کو دشوار قرار دیا۔ پس جو اس سے وابستہ ہوگیا اس کے لیے اسے امن بنایا اور جو اس میں داخل ہوا اس کے لیے سلامتی۔
۲۔ الایمان علی اربع دعائم ...... الخ (نہج ۲/۷۸)	ایمان کی بنیاد چار ستونوں پر ہے۔

مذکورہ بالا دونوں کلام شیخ الطائفہ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ جابر سے روایت کیے ہیں۔

وعنہ عن شیخہ رحمۃ اللہ قال محمد بن محمد النعمان، قال اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی قال حدثنی احمد بن سلیمان الطوسی عن الزبیر بن بکار، قال حدثنی عبد اللہ بن وھب عن السدی عن عبد الحسین عن جابر الاسدی قال قام رجل الی علی بن ابی طالب علیہ السلام فسالہ عن الایمان فقال :

الحمد للہ الذی شرع الاسلام ———— الایمان علی اربع دعائم۔

۲۵۔ جندب بن عبداللہ ازدی

امیرالمومنین علیہ السلام کے مشہور صحابی اور راوی اخبار ہیں، ابو مخنف کی مصنفات میں ان کی مرویات کثرت کے ساتھ ملتی ہیں۔

---

[۱] لسان المیزان: ۲/۸۷

جن کو مؤرّخ طبری اور دیگر مورخین نے اپنی اپنی تالیفات میں نقل کیا ہے۔

کلام امیر المومنین علیہ السلام کے اہم راویوں میں ہیں۔ ذیل میں صرف وہ اقتباسات دیئے جاتے ہیں جو جامع نہج البلاغۃ کے انتخاب میں آئے ہیں، اور ان سے مروی ہیں۔

۱۔ ان اللّٰہ بعث محمدا صلی اللّٰہ علیہ والہ نذیرا للعلمین وامینا علی التنزیل وانتم معشر العرب علی شرّ دین وفی شرّ دار منیخون بین حجارۃ خشن وحیات صم تشربون الکدر وتاکلون الجشب و تسفکون دماءکم وتقطعون ارحامکم الاصنام فیکم منصوبۃ والآثام بکم معصوبۃ۔

بہ تحقیق اللّٰہ نے محمّد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں جہان کے ڈرانے اور اپنے احکام کی امانت کے لیے مبعوث فرمایا۔ اس وقت، اے گروہ عرب! تمھاری یہ حالت تھی کہ نہایت ہی بے دینی میں مبتلا تھے۔ بدترین مکانوں میں تمھاری سکونت تھی اور تم سخت پتھروں اور بہرے سانپوں کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ تم مکدر اور غلیظ پانی پیتے تھے اور نہایت ہی ناگوار اور بدمزہ چیزیں تمھاری خوراک تھیں۔ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون بہا رہے تھے، اور قطع رحم کرتے تھے اصنام (بت) تمھارے درمیان نصب تھے، اور گناہوں کی رسّیاں تم سے لپٹی ہوئی تھیں۔

(ومنها) فنظرت فاذا لیس لی معین الا اهل بیتی فضننت بهم عن الموت واغضیت علی القذی وشربت علی الشجی وصبرت علی اخذ الکظم وعلی امرّ من طعم العلقم

(پھر اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے) اب میں نے دیکھا اور چاروں طرف نظر کی تو سوائے اپنے اہل بیت کے کسی کو اپنا مددگار نہ پایا مایوس میں نے ان کی موت سے بخل کیا اور ان کے قتل ہو جانے پر راضی نہ ہوا اور اس حالت میں آنکھوں کو بند کر لیا کہ ان میں تنکا چبھا ہوا تھا اور حلق میں ہڈی اٹکی ہوئی تھی اور اپنے غم و غصّہ کو فرو کرنے کے لیے ایسی ناگواری کے ساتھ صبر کیا جو درخت حنظل سے بھی زیادہ تلخ تھا۔

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط اہل مصر کے نام جو آپ نے مالک اشتر کو مصر کا والی بناتے وقت تحریر کیا ہے۔

اما بعد، فان اللّٰہ سبحانہ بعث محمدا صلی اللّٰہ علیہ والہ نذیرا للعلمین ومهیمنا علی المرسلین فلما مضی تنازع المسلمون الامر من بعدہ فواللّٰہ ماکان یلقی فی روعی ولا یخطر ببالی ان العرب

بعد ازاں، معلوم ہو کہ پروردگار عالم نے محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل عالم کے ڈرانے اور پیغمبروں کی شہادت دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے امر خلافت میں تنازع کیا۔ قسم بخدا، میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا، نہ اس کا کوئی وہم و گمان تھا کہ اہل عرب اس امر خلافت کو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

تزعج هٰذا الامر من بعدہٖ من اهل بیته ولا انهم منحوه عنی فما راعنی الا انثیال الناس علی فلان یبایعونه فامسکت یدی حتی رأیت راجعة الناس قد رجعت عن الاسلام۔

(نہج : ۲/۹۴)

کے بعد آپ کے اہلِ بیت سے زائل کر دیں گے۔ نہ مجھے یہ خیال تھا کہ حضرتؐ کے بعد مجھ کو اس امر سے دور کر دیں گے، پس اب مجھے کسی چیز نے اس سے زیادہ اندوہناک نہیں کیا کہ لوگ فلاں شخص (ابوبکرؓ) کے گرد جمع ہو کر اس کی بیعت کرنے لگے۔ میں نے اپنے ہاتھ کو روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ لوگ اسلام سے پھرتے جا رہے ہیں۔

۳۔ الحمد لله الذی لا توارى عنه سماء سماء ولا ارض ارضا

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جسے ایک آسمان کا علم دوسرے آسمان کے علم سے اور ایک زمین کا علم دوسری زمین کے علم سے نہیں روک سکتا۔

(منها) وقد قال قائل انک علی هذا الامر یا ابن ابی طالب لحریص فقلت بل انتم والله لاحرص وابعد وانا اخص واقرب وانما طلبت حقا لی وانتم تحولون بینی وبینه وتضربون وجهی دونه فلما قرعته بالحجة فی الملاء الحاضرین هبّ کانه لا یدری ما یجیبنی به۔

(نہج : ۱/۱۸۰)

(پھر اسی خطبے میں فرماتے ہیں) ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا تھا کہ اے ابوطالب کے بیٹے! تم اس خلافت پر بہت ہی حریص ہو! میں نے کہا: نہیں۔ بلکہ تم مجھ سے زیادہ حریص ہو، حالانکہ مرتبہ خلافت سے بہت دور ہو اور میں اس سے نہایت ہی قریب بلکہ اس کے لیے مخصوص ہوں۔ میں نے اپنا حق اپنے لیے طلب کیا ہے، تم میرے اور میرے حق کے وقت میرے ارادوں کے منہ پر طمانچہ مارتے ہو۔ جب میں نے بھری محفل میں حجّت اور دلیل کے ساتھ اس کی گوشمالی کی تو وہ مبہوت ہو گیا۔ گویا کہ کسی بات سے واقف ہی نہ تھا کہ اس کے ساتھ مجھے جواب دے۔

اللّٰهمّ انی استعدیک علی قریش فانهم قد قطعوا رحمی واکفئوا انائی واجمعوا علی منازعتی حقا کنت اولی به من غیری وقالوا الا ان فی الحق ان تاخذه وفی الحق ان تمنعه فاصبر مغموما او مت متأسفا فنظرت فاذا لیس لی رافد ولا ذاب ولا مساعد الا اهل بیتی فضننت بهم عن المنیة فاغضیت علی القذى ـ

بارالٰہا! میں تجھ سے اس گروہِ قریش سے انتقام کا طالب ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں نے میرے رحم (قرابت پیغمبر) کو قطع کیا۔ اور میرے ظرف کو اوندھا کر دیا۔ اور اس حق پر مجھ سے منازعت کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ جس کا میں ان سے زیادہ مستحق تھا اور مجھ سے کہنے لگے: "کہ بے شک یہ خلافت تمہارا حق ہے اگر تم اسے لے لو، مگر اب تو حق یہی ہے کہ تم اس سے باز رہو، اب تم یا تو نہایت ہی رنج و الم کی حالت میں صبر کرو یا افسوسناک طریق سے مر جاؤ۔ پس میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو بجز اپنے اہلِ بیت کے کسی دوسرے کو اپنا معینؑ مددگار

وجرعت ريقي على الشجى وصبرت من كظم الغيظ على أمرّ من طعم العلقم وآلم للقلب من حزّ الشفار۔

ومنه في ذكر السائرين الى البصرة

لجريه فقدموا على عمالي وخزان بيت مال المسلمين ——— فلقوا الله صادقين۔

(نہج : ۱/۲۴۰)

اور دشمن سے مدافعت کرنے والا نہ پایا۔ مگر میں نے ان کی موت سے تحمل کیا اور اس حالت میں آنکھوں کو بند کر لیا کہ ان میں تنکا چبھ رہا تھا اور حلق میں ہڈی اٹکی ہوئی ہونے کے باوجود لعاب دہن پی کر رہ گیا۔ اور خشم و غضب کو فرو کرنے کی خاطر ایسے ناگوار طریقے سے صبر کیا، جو حنظل سے زیادہ تلخ اور تیز چھریوں کی برش سے زیادہ قلب کو اذیّت دینے والا تھا۔ بعض جگہ اسی کلام کے متعلق بصرہ پر چڑھائی کرنے والوں کی بابت مرقوم ہے۔ فرماتے ہیں: یہ لوگ میرے عاملوں کے بیت المال پر جو میرے ہاتھ میں تھا میرے عمال اور تمام اہل شہر پر چڑھ آئے ------

---

٥۔ فتداكوا علي تداك الابل الهيم يوم ورودها قد ارسلها راعيها وخلعت مثانيها حتّى ظننت انّهم قاتلي او بعضهم قاتل بعض لديّ

پس میرے سامنے لوگ ٹوٹ کر ایک دوسرے پر اس طرح گر پڑتے تھے جیسے پیاسے اونٹ اپنے ورود کے دن جن کو ساربان نے رہا کر دیا ہو اور ان کے زانو کی رسیاں کھول دی ہوں، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ لوگ یا تو مجھے مار ڈالیں گے یا آپس میں خوں ریزی ہوگی۔

وبسطتم يدي فكففتها ومددتموها فقبضتها ثم تداككتم علي تداك الابل الهيم على حياضها يوم ورودها

(نہج : ۱/۲۵۱)

تم نے میرا ہاتھ کھولا تو میں نے اسے روکا اور تم نے اسے کھینچا تو میں نے اسے سمیٹ لیا پھر تم مجھ پر اس طرح ٹوٹ پڑے، جیسے پیاسے اونٹ اپنی باری کے دن حوضوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

۷۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا خطبہ اہل شام کی مذمت اور تحکیم کی شان میں۔

جفاة طغام، عبيد أقزام، جمعوا من كل أوب وتلقطوا من كل شوب، ممن ينبغي ان يفقه ويؤدب ويعلم ويدرب ويولى عليه ويؤخذ على يديه ليسوا من المهاجرين والانصار ولا من الذين تبوّؤا الدار (نہج: ۱/۲۵۵

کھرّے، اوباش، کمینے، غلام، ہر کونے کھدرے سے جمع کر لیے گئے ہیں اور ہر دوغلے قبیلے سے چُن لیے گئے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لیے ضروری ہے کہ انھیں سمجھایا جائے۔ تادیب کی جائے، تعلیم دی جائے اور حق باتوں کا انھیں خوگر بنایا جائے۔ ایک نگہبان ان پر مقرر ہو اور لڑکوں کی طرح ان کا ہاتھ پکڑا جائے۔ یہ لوگ مہاجرین و انصار میں سے نہیں ہیں نہ

لوگوں میں ہیں جو مدینہ میں ہجرت سے قبل اسلام لائے اور جنھوں نے وہاں مسجد بنائی تھی۔

مذکورہ بالا تمام خطبے اور اقتباسات جندب بن عبداللہ کی روایت سے ابراہیم بن محمد الثقفی متوفی ۲۸۳ھ ۔۔۔۔ کتاب الغارات میں ایک طویل خطبے کے تحت نقل کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام اقتباسات ایک ہی خطبے کے ہیں۔ جن کو جامع نے متفرق طور پر نقل کیا ہے۔ مولف مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فتح مصر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد پڑھا تھا۔ (ابن ابی الحدید: ۱/۲۹۵)

۸۔ ایها الناس المجتمعة ابدانهم المختلفة اهوائهم، کلامکم یوهی الصم الصلاب وفعلکم یطمع فیکم الاعداء (نہج: ۱/۴۷)

اے لوگو! جن کے جسم اکٹھے ہیں لیکن خواہشیں جدا جدا ہیں، تمھاری گفتگو سخت چٹانوں کو پھاڑتی ہے اور تمھارا کام دشمنوں کو لالچ دلاتا ہے۔

یہ پورا خطبہ شیخ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی امالی (۱/۱۸۳) میں حسب ذیل طریقہ پر جندب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

وبالاسناد، قال اخبرنا جماعة عن ابی عبد الله محمد بن عمران المرزبانی، قال حدثنا محمد بن موسی قال حدثنا محمد بن سهل، قال اخبرنا هشام، قال حدثنی ابو مخنف، قال حدثنی الحارث بن حصیرة عن ابی صادق عن جندب بن عبد الله الازدی قال قام علی بن ابی طالب فی الناس لیستنفرهم الی اهل الشام وذلك بعد انقضاء المدة التی کانت بینه وبینهم وقد شن معاویه علی بلاد المسلمین الغارات فاستنفرهم بالرغبة فی الجهاد والرهبة فلم ینفروا فاضجره ذلك فقال: یا ایها الناس المجتمعة ابدانهم ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

نیز اسناد کے ساتھ شیخ الطائفہ کا بیان ہے کہ ہم کو ایک جماعت نے ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی سے خبر دی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم سے محمد بن موسیٰ نے، محمد بن سہل نے، ہشام بیان کیا، ان سے ابومخنف نے، حرث بن حضیرہ، ابوصادق، جندب بن عبداللہ کی سند سے، جندب کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب اہل شام کی طرف اپنے آدمیوں کو ابھارنے کے لیے کھڑے ہوئے اور یہ اس وقت جب کہ وہ مدت جو آپ میں اور اہل شام کے درمیان قرار پائی تھی گزر گئی اور معاویہ نے بلاد مسلمین پر غارتگری شروع کردی، پس امیرالمومنین نے لوگوں کو جہاد کی طرف رغبت دلائی اور ڈرایا۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پس آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

۹۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی وصیت اپنے لشکر کو:۔

لاتقاتلوھم حتّٰی یبدؤکم فانکم بحمد اللہ علیٰ حجۃ وترکم ایاھم حتّٰی یبدؤکم حجۃ اخریٰ لکم ——— الخ	جب تک مقابل ابتدا نہ کرے تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا کیونکہ بحمداللہ تم طریق حجت پر ہو، تم انھیں چھوڑ دینا حتیٰ کہ وہ ابتدا کریں، یہ ایک دوسری حجت اور برہان تمھارے ہاتھ آئے گی۔

(نہج: ۹/۲)

یہ پوری وصیت نصر بن مزاحم کوفی متوفی ۲۱۲؁ھ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ جندب سے روایت کی ہے۔

قال نصر حدثنا عمر بن سعد باسنادہ عن عبد اللہ بن جندب عن ابیہ ان علیاً کان یامرنا فی کل موطن لقینا معہ عدوّہ فیقول: لاتقاتلوا القوم حتی یبدؤکم فھی حجۃ اخریٰ لکم علیھم ——— الخ

(شرح ابن ابی الحدید: ۱/۱۹۸)

نصر کا بیان ہے کہ ہم سے عمر بن سعد نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن جندب سے انھوں نے اپنے والد جندب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ کہ علی بن ابی طالب ہم کو جنگ میں یہ حکم دیتے تھے: مقابل سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک وہ خود ابتدا نہ کریں کیونکہ ایسا کرنا تمھارے لیے ان کے خلاف ایک دوسری حجّت ہوگی۔

۱۰۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا خطبہ اپنے اصحاب کی مذمت میں:

الحمد للہ علیٰ ما قضیٰ من امر وقدّر من فعل وعلیٰ ابتلائی بکم أیتھا الفرقۃ التی اذا امرت لم تطع واذا دعوت لم تجب ——— الخ (نہج: ۱/۱۸۹)	تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا۔ اور اس کام پر جس کو اس نے مقدر فرمایا اور تمھارے ذریعہ اپنی آزمائش پر، اے وہ گروہ جس کو میں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں اور بلاتا ہوں تو جواب نہیں دیتے۔

۱۱۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام جس وقت آپ کو محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر پہنچی:

ان حزننا علیہ علیٰ قدر سرورھم بہ الا انھم نقصوا بغیضا ونقصنا حبیباً۔	یقیناً ہمارا غم محمد بن ابی بکر پر اسی قدر ہے جتنی مخالف کو خوشی بجز اس کے کہ ان کا ایک دشمن کم ہوگیا اور ہمارا ایک محبوب۔

(نہج: ۱۱۵/۲)

مذکورہ بالا دونوں کلام ابراہیم بن محمد الثقفی متوفی ۲۸۳؁ھ نے کتاب الغارات شرح حدیدی: ۲۹۴/۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ جندب سے روایت کرتے ہیں:

قال ابراھیم وحدثنی محمد بن عبد اللہ المدائنی عن الحرث بن کعب بن عبد اللہ بن معین عن جندب بن عبد اللہ۔

۱۲۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی آخری وصیت جو آپ نے اپنی وفات کے وقت امام حسن اور امام حسین علیھما السلام

کو بلاکر فرمائی ہے۔ جسکی ابتدا اس طرح ہے:

اوصیکما بتقوی اللہ وان لا تبغیا الدنیا	میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، نیز یہ
وان بغتکما الخ (نہج: ۲/۴۲)	کہ تم دنیا طلب نہ کرنا خواہ وہ تمہاری کتنی ہی طالب ہو۔

یہ پوری وصیّت درمیان میں قدرے اضافہ کے ساتھ سہل بن محمد ابو حاتم سجستانی متوفی ۲۵۰ھ نے کتاب الوصایا (قلمی کتاب خانہ رام پور ص۴۹) میں، ابو القاسم زجاجی متوفی ۳۳۷ھ اپنی امالی (ص۱۵۱) میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ (۶/۸۵) میں ابو مخنف کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ ان سب کتابوں میں اس وصیّت کے راوی اوّل یہی جندب بن عبد اللہ ہیں۔ ذیل میں ابو حاتم سجستانی کی کتاب الوصایا سے اس وصیّت کا مورد نقل کیا جاتا ہے۔

قال ابو حاتم حدثونا عن ابی مخنف، قال حدثنی عبد الرحمٰن بن جندب عن ابیہ قال دخلت علی علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اسئل بہ لما ضربہ ابن ملجم فقمت قائم ولم اجلس لمکان ابنتہ دخلت وھی مستترۃ فدعا علی الحسن والحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین فقال: ------ اوصیکما بتقوی اللہ ------ الخ

ابو حاتم کا بیان ہے کہ ہم سے ابو مخنف نے، ان سے عبد الرحمٰن بن جندب نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ دریافت کرنے کی غرض سے گیا۔ اس وقت ابن ملجم آپ کے ضرب لگا چکا تھا، اسی اثنا میں آپ کی صاحبزادی برقع اوڑھے ہوئے گھر میں داخل ہوئیں، میں ان کو دیکھ کر فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور پھر بیٹھنے کی جرأت نہیں کی، پس امیر المومنینؑ نے حسن وحسین رضوان اللہ علیہما کو بلایا اور اس طرح وصیّت فرمائی:

۱۳۔ رحم اللہ خبابا ابن الارت فلقد	اللہ خباب بن الارت پر رحم کرے وہ برغبت اسلام لائے
اسلم راغبا وھاجر طائعا الخ	اور بطوع خاطر ہجرت کی
(نہج: ۲/۲)	

۱۴۔ طوبیٰ لمن ذکر المعاد وعمل للحساب	خوشحال اس کا جس نے آخرت کو یاد کیا اور حساب کے
وقنع بالکفاف ورضی عن اللہ	لیے عمل کیا اور بقدرِ کفاف روزی پر قناعت کی اور اللہ سے راضی
(نہج: ۲/۳)	ہوا۔
۱۵۔ یا اھل الدیار الموحشۃ والمحال	اے وحشتناک شہروں کے رہنے والو! اور سنسان جگہوں
المقفرۃ ---- الخ (نہج: ۲/۸۱)	کے ساکنو!

یہ تینوں کلام مورخ طبری نے ابو مخنف کے حوالہ سے حسب ذیل طریقہ پر جندب سے روایت کیے ہیں:

قال ابو مخنف، حدثنی عبد الرحمٰن بن جندب عن ابیہ ------ ثم مضی اذا خبرنا بنی عوف

اذا نحن عن ایماننا بقبور سبعة او ثمانیة فقال علیؑ ما ھذہ القبور فقال قدامہ بن العجلان الازدی یا امیر المومنین ان خباب بن الارت توفی بعدہ مخرجک فاوصی بان یدفن فی الظھر وکان الناس انما یدفنون فی دورھم وافنیتھم فدفن بالظھر رحمۃ اللہ ودفن الناس الی جنبہ فقال علی: رحم اللہ خبابا ـــــــــــ

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن جندب نے اپنے باپ کی زبانی بیان کیا ــــــــــ اس کے بعد امیرالمومنینؑ آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ہم بنی عوف کے قریب پہنچے تو ہمارے دائیں جانب سات یا آٹھ قبریں نظر پڑیں۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیسی قبریں ہیں؟ قدامہ بن العجلان ازدی نے جواب دیا۔ اے امیرالمومنین علیہ السلام آپ کے یہاں سے تشریف لے جانے کے بعد خباب بن الارت کا انتقال ہوگیا۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ کوفہ کے عقب میں ان کو دفن کیا جائے کیونکہ عام طور سے لوگ اپنے گھروں اور صحنوں میں دفن ہوتے تھے۔ پس ان کو عقب میں ہی دفن کیا گیا۔ (اللہ ان پر رحم کرے) اور دوسرے لوگ ان کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ یہ سن کر امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اللہ خباب پر رحم کرے ــــــــــ الخ

اسی سلسلہ میں مذکورہ بالا تینوں کلام اس مقام پر درج ہیں۔

۱۴۔ الامام حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام

الشہید ۴۹ھ

پیغمبر اسلامؐ کے بڑے نواسے اور امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کے فرزند اکبر نیز سلسلۂ ائمہ اثنا عشر کی دوسری فرد ہیں آپ کے فضائل ومناقب سے کتب رجال وسیر بھری ہوئی ہیں۔ نہج البلاغۃ کے کئی کلام آپ سے متعلق ہیں ان میں سب سے اہم وہ وصیت ہے جو امیرالمومنینؑ نے جنگ صفین سے واپسی پر آپ کو لکھ کر بھیجی ہے۔

نہج کے دو کلام آپ سے مروی ہیں:۔

۱۔ ملکتنی عینی وانا جالس فسنح لی رسول اللہ ص فقلت یا رسول اللہ ص ماذا لقیت من امتک من الاود واللدد۔ (نہج: ۱/۷۳)	بیٹھے بیٹھے میری آنکھیں لگ گئیں۔ بس رسول اللہ ص میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں نے آپ کی امت کی طرف سے کیا کیا کج روی اور دشمنی کے مظاہرے دیکھے۔

یہ کلام علامہ ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:

حدثنی احمد بن محمد دلان واحمد بن الجعد محمد بن جریر الطبری، قالوا حدثنا ابوھشام الرفاعی

قال حدثنا ابی اسامہ قال حدثنی ابوخباب، قال حدثنی ابوعون الثقفی عن ابی عبدالرحمن السلمی عن الحسنؑ بن علیؑ قال خرجت انا وابیؑ نصلی فی ھذا المسجد فقال لی یابنی انی بت الیلۃ اوقظ اھلی لانھا لیلۃ الجمعۃ صبیحۃ قدر تسع عشر لیلۃ خلت من شھر رمضان فملکتنی عینایؑ فسخ لی رسول اللہ ﷺ ــــــــــ

مجھ سے احمد بن دلان اور احمد بن الجعد نیز محمد بن جریر طبری نے بیان کیا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم سے ابوہشام رفاعی نے ابواسامہ سے انھوں نے ابوخباب سے انھوں نے ابوعون ثقفی سے، انھوں نے عبدالرحمن السلمی سے، انھوں نے امام حسن علیہ السلام کی زبانی بیان کیا "کہ ایک مرتبہ میں اور میرے پدر بزرگوار اس مسجد میں نماز ادا کرنے کی غرض سے نکلے اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا": اے فرزند! آج میں تمام رات اپنے اہل کو جگاتے رہنے کی غرض سے جاگتا رہا۔ کیونکہ یہ شب جمعہ اور ۱۹ ر رمضان کی رات ہے۔ پس میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا ــــــــــ

۲- وذٰلك زمن لا ینجوفیہ الا کل مومن نومۃ ان شھد لم یعرف وان غاب لم یفتقد ــــــ الخ (نہج: ۱/۱۸)

یہ وہ زمانہ ہے جس میں صرف وہی مومن نجات پا سکتا ہے جو ایسا بے نام ونشان ہو کہ اگر وہ موجود ہو تو کوئی پہچان نہ سکے اور اگر غائب ہو تو اس کی تلاش نہ کرے۔

یہ کلام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اپنی کتاب "صفۃ الصفوۃ" (۱/۱۲۶) میں امام حسن علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

۱۵- الامام حسینؑ بن علیؑ ابی طالب الشہید بالطف ۶۱ھ[1]

آپ کی ذات گرامی کسی تعارف و توثیق سے بالاتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد تقریباً تیس سال آپ کو اپنے والد ماجد امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی صحبت اٹھانے کا موقع ملا۔ اور سفر وحضر، خلوت وجلوت، رزم وبزم، ہر موقع پر آپ نے امیرالمومنین علیہ السلام کے ارشادات کو سنا ہے۔

نہج کے حسب ذیل کلام آپ کی روایت سے مختلف کتابوں میں مذکور ہیں:

۱- اماقولکم اکل ذٰلك کراھیۃ الموت فواللہ ما ابالی ادخلت الی الموت اوخرج الموت الی ــــــ (نہج: ۱/۹۲)

لیکن تمہارا یہ قول کہ یہ سب کچھ (جنگ کی اجازت نہ دینا) اس لیے ہے کہ میں موت کو ناپسند کرتا ہوں، بخدا مجھے کچھ پروا نہیں ہے۔ کہ موت کے اندر میں داخل ہو جاؤں یا موت میری طرف نکل آئے۔

---

[1] مقاتل الطالبین: ۲۱

۲۔ ایھا الناس انما الدنیا دار مجاز والاٰخرۃ دار قرار فخذوا من ممرکم لمقرکم ولا تھتکوا استارکم عند من یعلم اسرارکم واخرجوا من الدنیا قلوبکم من قبل ان تخرج منھا ابدانکم۔ (نہج: ۱/۲۳۰)	ایھا الناس! بیشک دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار، پس تم اپنی گزرگاہ سے اپنی جائے قرار کے لیے زاد مہیا کرو اور اپنے پردوں کو اس ذات کے سامنے چاک نہ کرو جو تمہارے بھیدوں سے واقف ہے۔ اور اپنے دلوں کو دنیا سے نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے بدن اس سے نکلیں۔

یہ دونوں کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام حسین علیہ السلام سے روایت کیے ہیں:

حدثنا احمد بن الحسن الحسینی عن الحسن بن علی عن ابیہ عن محمد بن علی عن الرضا عن ابیہ موسیٰ بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن ابیہ الحسین بن علی قال قال امیرالمومنین علیہ السلام ــــــ

۳۔ واللہ لئن ابیت علی حسک السعدان مسھدا او اجر فی الاغلال مصفدا احب الی من ان القی اللہ و رسولہ یوم القیامۃ ظالما لبعض العباد۔ (نہج: ۱/۲۴۸)	بخدا! سعدان کے کانٹوں پر ساری رات جاگ کر گزارنا اور گلے میں لوہے کا طوق ڈال کر کھینچا جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے اس حالت میں ملوں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔

یہ پورا کلام قدرے لفظی تغیر کے ساتھ شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۹۰) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:

حدثنا علی بن احمد بن موسیٰ الدقاق، قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار، ق، حدثنا محمد بن الحسن عن المفضل بن عمر عن الصادق جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ عن آبائہ ــــــ

۴۔ امیرالمومنین کا کلام جو آپ نے حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے دفن کے وقت فرمایا ہے جس کی ابتدا اس طرح ہے:

"السلام علیک یا رسول اللہؐ عنی وعن ابنتک النازلۃ فی جوارکؐ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ الخ"

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی امالی (ص۶۷) میں حسب ذیل طریقہ پر آپ سے روایت کیا ہے:

وعنہ، قال اخبرنا الشیخ المفید ابوعلی الحسن بن محمد الطوسی رحمۃ اللہ قال اخبرنا الشیخ السعید الوالد رحمۃ اللہ، قال اخبرنی محمد بن محمد قال اخبرنی ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین، قال حدثنی ابی قال حدثنا احمد بن ادریس، قال حدثنا محمد بن عبد الجبار عن القسم بن محمد الدادی عن علی بن محمد بن الھرمزدادی عن علی بن الحسین عن ابیہ الحسین علیہ السلام۔

نہج البلاغۃ: ۱/۲۳۰

قال لما مرضت فاطمة بنت محمد رسول الله صلی الله علیه وآله وصّت الی علی بن ابی طالب علیه السّلام ان یکتم امرها ویخفی خبرها ولا یؤذن احداً بمرضها ففعل ذلك وكان یمرّضها بنفسه وتعینه علی ذلك اسماء بنت عمیس رحمها الله علی استسرار بذلك كما وصّت به فلما حضرتها الوفاة وصّت امیرالمومنین علیه السّلام ان یتولّی امرها ویدفنها لیلا ویعفی قبرها فتولّی ذلك امیرالمومنین علیه السّلام ودفنها وعفی موضع قبرها فلما نفض یده من تراب القبر هاج به الحزن وارسل دموعه علی خدّیه وحوّل وجهه الی قبر رسول الله صلی الله علیه وآله فقال: "السلام علیك یا رسول الله عنّی وعن ابنتك النازلة ــــ الخ

امام حسین علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ علیل ہوئیں تو آپ نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو بلا کر وصیّت کی کہ میری موت کو پوشیدہ رکھا جائے اور کسی کو میری علالت پر مطلع نہ کیا جائے، امیرالمومنین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آپ بہ نفس نفیس ان کی تیمارداری کرتے تھے اور اسماء بنت عمیس (اللہ ان پر رحم کرے) کو اس پر مقرر کر رکھا تھا کہ وہ حسب وصیّت آپ کی موت کو پوشیدہ رکھیں۔ پس جب انتقال کا وقت ہوا تو امیرالمومنینؑ کو وصیّت کی کہ وہ خود اس کام کو انجام دیں، اور رات کے وقت دفن کریں۔ اور قبر کچّی بنائی جائے۔ امیرالمومنینؑ نے اسی طرح آپ کو دفن فرمایا اور قبر کی جگہ کا نشان مٹا دیا۔ اس کے بعد جب قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی تو آپ پہ حزن طاری ہوگیا اور رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کی جانب منہ کرکے اس طرح فرمایا: "اے اللہ کے رسول! آپ پر میری جانب سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں اتری ہے سلام ہو۔"

۵ - امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام جو آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ ایک جنازہ کی مشایعت کر رہے تھے۔ اور ایک شخص کی ہنسی گوش زد ہوئی۔

کان الموت فیها علی غیرنا کتب وکان الحق فیها علی غیرنا وجب ـــــ الخ

گویا اس دنیا میں موت ہمارے غیر کے لیے ہی لکھی گئی ہے اور گویا حق (موت)، ہمارے غیر پر ہی لازم و واجب کیا ہے۔

نہج: ۹۰/۲

اس کلام پر جامع نے یہ نوٹ دیا ہے کہ کچھ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے کتاب حلیۃ الاولیا (۲۰۳/۳) میں قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی حیثیت سے ــــ سے روایت کیا ہے۔ اسناد حسب ذیل ہیں:

حدثنا القاضی ابو بکر محمد بن عمرو بن اسلم املاء، حدثنا القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبد الله بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب، حدثنی ابی عن ابیه، جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین، عن الحسین بن علی، قال رأیت رسول اللهؐ قام خطیبا علی اصحابه فقال: ایها الناس

كأنّ الموت فيها على غيرنا كتب وكأنّ الحق فيها على غيرنا وجب وكأنّ الذي نشيع من الاموات سفر عما قليل

الينا راجعون، نأكل تراثهم كأنهم مخلدون بعدهم ـــــــــــ طوبى لمن شغله عيبه

عن عيوب الناس، طوبى لمن طاب مكسبه وصلحت سريرته وحسنت علانيته واستقامت

طريقته ـــــــ وطوبى لمن انفق الفضل من ماله وامسك الفضل من قوله ووسعته السنة

ولم يعدل عنها الى بدعة۔

قاضی ابوبکر محمد بن عمر بن مسلم نے املاءً ہم سے بیان کیا، انھوں نے قاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے اپنے باپ جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے باپ سے علی بن الحسینؑ سے، انھوں نے حسینؑ بن علیؑ کی زبانی بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے اصحاب کے مجمع میں یہ خطبہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

اے لوگو! گویا موت اس دنیا میں ہمارے غیر ہی کے لیے لکھی گئی ہے اور گویا کہ حق (موت) اس دنیا میں ہمارے غیر کے لیے ہی واجب کیا گیا ہے، اور گویا کہ یہ مردے جن کو ہم اپنے کاندھوں پر لیے جا رہے ہیں عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ہم ان کی میراث اس طرح کھاتے ہیں گویا کہ ہم ان کے بعد ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

خوشحال اس کا جس کو اپنے عیب کی فکر دوسرے کے عیوب اور نکتہ چینی سے لاپرواہ بنادے، مبارک ہے وہ شخص جس کی کمائی پاک ہو اور باطن اچھا ہو اور ظاہر خوش نما اور طریقہ مستقیم" ـــــــ مبارک ہے وہ شخص جو اپنے مال کا فاضل حصّہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور فضول بات سے زبان کو روکے، سنتِ رسول اس پر وسیع ہو اور بدعت کی طرف عدول نہ کرے۔

۶۔ من وضع نفسه مواضع التهمة فلا يلومن من اساء به الظن ـــــ الخ

(نہج: ۹۶/۲)

جس شخص نے اپنے نفس کو تہمت کی جگہ پر رکھدیا تو اس شخص کو ملامت نہ کرے۔ جو اس سے بدظن ہو جائے۔

ـــــــــــــ

۷۔ من كتم سرّه كانت الخيرة بيده

(نہج: ۹۶/۲)

جس شخص نے اپنے بھید کو چھپایا تو گویا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔

۸۔ لا تظنن بكلمة خرجت من احد سوءً وانت تجد لها في الخير محتملا۔

(نہج: ۱۱۸/۲)

کسی کی ایسی بات پر بدگمانی نہ کرو جس میں کوئی اچھائی کا احتمال ہو ـــــــ

ـــــــــــــ

۹۔ فاتقوا شرار النساء وكونوا من خيارهن على حذر ولا تطيعوهن في المعروف

بُری عورتوں سے بچو اور نیک عورتوں سے پرہیز کرتے رہو، ان کی اطاعت اچھی بات میں بھی نہ کرو کیونکہ پھر وہ بُری بات میں بھی

حتی لا یطمعن فی المنکر۔ (نہج: ۱/۸۰) تم سے اطاعت کی توقع کریں گی۔

مذکورہ بالا تینوں کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے امالی (مجلس ۵۰) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام حسینؑ سے روایت کیے ہیں۔

حدثنا احمد بن محمد بن یحیی العطار، قال حدثنا ابی عن محمد بن الحسین بن ابی الخطاب عن محمد بن سنان عن ابی الجارود عن ابی جعفر الباقر عن ابیہ عن ابیہ ——————

۱۰۔ الایمان معرفۃ بالقلب واقرار باللسان وعمل بالارکان۔ (نہج: ۲/۱۰۱) ایمان اللہ کا دل سے پہچاننا ہے" اور زبان سے اقرار کرنا ہے" نیز ارکان شرع پر عمل کرنا ہے۔

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے امالی (ص۲۸۹) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ بحیثیت قول رسولؐ آپ سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا جماعۃ، قالوا اخبرنا ابو المفضل، قال حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن مہرویہ، الصنعانی بقزوین وجعفر بن ادریس القزوینی المجاور بمکۃ، قالا حدثنا داؤد بن سلیمان الغازی القزوینی وحدثنا عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی ببغداد والاھواز قال حدثنی ابی وحدثنی احمد بن علی بن مہدی بن صدقۃ بن ھشام بن غالب الرقی بحلب، قال حدثنا ابی، قال حدثنا علی بن موسی الرضا ع، قال حدثنی ابی موسی بن جعفر قال حدثنی ابی جعفر بن محمد علیہم السلام قال حدثنی ابی محمد بن علیؑ، قال حدثنی ابی علی بن الحسین علیہما السلام قال حدثنی ابی الحسین قال حدثنی علی بن ابی طالب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ یقول:

"الایمان اقرار باللسان —————— الخ"

۱۶۔ حفص بن البختری

کوفہ کے رہنے والے تھے، انھوں نے امام جعفر صادق اور امام رضا علیہما السلام سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نجاشی نے ان کی تصانیف میں ایک کتاب کی نشان دہی کی ہے[1]۔

امیر المومنین کا حسب ذیل قول آپ سے مروی ہے:۔

ان ھذہ القلوب تمل کما تمل الابدان فابتغوا لھا طرائف الحکمۃ۔ (نہج: ۲/۹۸) بے شک یہ دل بھی اسی طرح تھک جاتے ہیں جس طرح اجسام، پس ان کے لیے تازہ بتازہ حکمتیں فراہم کرو۔

---

[1] رجال نجاشی: صفحہ ۹۷

یہ قول محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی (صفحہ۱) میں حفص بن البختری سے حسب ذیل طریقہ پر روایت کیا ہے:

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن حفص بن البختری رفعہ قال کان امیر المومنین علیہ السلام یقول:

روّحوا انفسکم ببدائع الحکمة فانھا تمل کما تمل الابدان ــــــــــــــ

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے، انھوں نے ابن ابی عمیر سے، انھوں نے حفص بن البختری سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ امیر المومنین فرمایا کرتے تھے: اپنے نفوس کو تازہ بتازہ حکمتوں سے خوش کرو کیونکہ جسموں کی طرح وہ بھی تھک جاتے ہیں۔

۱۷۱۔ خلاس بن عمرو متوفی قبل ۱۰۰ھ

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مخصوص صحابی اور سواد اعظم کے مشہور راوی حدیث ہیں، مؤلف تہذیب الاسماء نے ان کو تابعین اہل بصرہ میں لکھا ہے انھوں نے عمار بن یسار عبداللہ بن عباس، ام المومنین حضرت عائشہ سے سُنا ہے۔ نیز حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ رجالیین کا ان کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کی روایت کتابًا نہ کہ سماعًا[۱] اس کی تائید ابن سعد کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ طبقات میں ہے۔

روی عن علی وعمار بن یاسر وکان قدیما، کثیر الحدیث، کانت لہ صحیفة یحدث عنھا (طبقات ابن سعد: ۷/۱ /۱۰۸)

(خلاس بن عمرو) نے حضرت علیؑ اور عمار یاسر سے احادیث کی روایت کی ہے، وہ قدیم اور کثیر الحدیث تھے، ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے وہ حدیث بیان کیا کرتے تھے۔

امیر المومنین کا کلام مندرجہ نہج البلاغة (۲/ ۷۸) جس میں آپ نے ایمان کی تعریف بیان کی ہے ــــــــــــــ دیگر اصحاب کے علاوہ ان سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ اس کو حلیة الاولیا (۱/ ۷۵) میں خلاس بن عمرو سے روایت کیا ہے۔

حدثنا احمد بن السندی، ثنا الحسن بن علویة القطعان، ثنا سمٰعیل بن عیسٰی العطّار، ثنا سحٰق بن بشر، اخبرنا مقاتل عن قتادہ، عن خلاس بن عمرو، قال: کنا جلوسًا عند علی بن ابی طالب اذ اتاہ رجل من خزاعة فقال یا امیر المؤمنین! ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینعت الاسلام قال، نعم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

۱۔ تہذیب الاسماء صفحہ ۱۷۹

بُنی الاسلام علی اربعة ارکان، علی الصبر والیقین، والجهاد والعدل وللصبر اربع شعب، الشوق، والشفقة، والزهادة، والترقب، فمن اشتاق الی الجنة، سلا عن الشهوات ـــــ الخ

ہم سے احمد بن السندی نے بیان کیا، ان سے حسن بن علویہ القطان نے ان سے اسمٰعیل بن عیسی العطار نے، اسحاق بن بشر نے، مقاتل نے، قتادہ نے خلاس بن عمرو کی زبانی بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم علی بن ابی طالبؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی خزاعة کا ایک شخص آیا اور کہا: اے امیرالمومنین! کیا آپ نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ آپ نے فرمایا ضرور! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

اسلام کی بنیاد چار ستونوں پر ہے، صبر و یقین، جہاد اور عدل پر پھر صبر کی چار شاخیں ہیں۔ شوق، خوف، زہد و تقوی اور انتظار، پس جو شخص جنت کا مشتاق ہوا، اس نے خواہشات دنیا کو فراموش کر دیا۔

یہ پورا کلام نقل کرنے کے بعد مولف لکھتے ہیں:۔

ورواه الاصبغ بن نباته عن علی مرفوعًا فقال: الایمان، ورواه الحارث عن علی مرفوعًا مختصرًا، ورواه قبیصه بن جابر عن علی من قوله: ورواه العلاء بن عبدالرحمٰن عن علی من قوله۔

(اس کلام کو اصبغ بن نباتہ نے حضرت علیؑ سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں "الاسلام" کی جگہ "الایمان" ہے، نیز حارث نے قدرے اختصار کے ساتھ حضرت علی سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور قبیصہ بن جابر اور علاء بن عبدالرحمٰن نے اس کو قول علیؑ کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔

۱۸۔ خالد بن طلیق الخزاعی

ابن حبان نے ثقات محدثین میں ان کا ذکر کیا ہے[1]۔ ابن ندیم نے ان کی مصنفات میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے[2]:۔
کتاب المآثر، کتاب المتزوجات، کتاب المنافرات، کتاب البرہان۔

نہج کے حسب ذیل کلام ان سے مروی ہیں:۔

۱۔ ذمتی بما اقول رهنیة وانا به زعیم[3] ـــــ الخ
۲۔ لا یهلك علی التقوی سنخ اصل ولا یظمأ علیها زرع قوم[4] ـــــ الخ
۳۔ العالم من عرف قدره وکفی بالمرء جهلا ان لا یعرف قدره[5]۔
۴۔ ان ابغض الخلایق الی الله رجلان[6] ـــــ الخ

---

[1] لسان المیزان: ۲/۳۷۹ [2] فہرست ابن ندیم: ۱۳۹ [3] نہج البلاغۃ ۱/۳۲ [4] ایضا: ۱/۳۴ [5] ایضا: ۱/۱۱۸ [6] نہج ۱/۳۴

یہ چاروں کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی: صفحہ ۱۴۷ میں ایک ہی روایت کے تحت حسب ذیل اسناد کے ساتھ خالد بن طلیق سے روایت کیے ہیں:

وبالاسناد، قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنا ابوالحسن علی بن خالد المراغی، قال حدثنا احمد بن الصّلت، قال حدثنا حاجب بن الولید، قال حدثنا الوصاف بن صالح قال حدثنا ابو اسحٰق عن خالد بن طلیق، قال سمعت امیرالمومنین علیہ السّلام یقول:

ذمّتی بما اقول رهنیة

۱۹۔ زید بن وہب جہنی متوفی ۹۶ھ

اجلّہ تابعین اور ثقات محدثین میں ہیں۔ علّامہ ذہبی ان کی جلالت قدر کے بارے میں لکھتے ہیں: "وزید سیّد جلیل القدر هاجر الی النبیؐ فقبض وزید فی الطریق وروی عن عمر وعثمان وعلی والسابقین وحدث عنه خلق، وثقه ابن معین وغیرہ حتّی ان الاعمش قال اذا حدثک زید بن وهب عن احد فکانک سمعته من الذی حدثک عنه مات قبل تسعین اوبعدها۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۳۲۹)

ترجمہ: زید ایک عظیم المرتبت سردار تھے، آپ رسول اللہؐ کی زیارت کی غرض سے گھر سے روانہ ہوئے تھے لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا، انھوں نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؑ نیز دیگر سابقین صحابہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے محدثین کے ایک بڑے گروہ نے، ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور اعمش نے تو یہاں تک کہا ہے کہ زید بن وہب کسی کی سند سے تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو یہ سمجھو کہ گویا تم نے خاص اسی شخص کی زبان سے سنی ہے جس سے زید بیان کر رہے ہیں۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی تصانیف سے ایک کتاب "خطب امیرالمومنین فی الجمع والاعیاد" کی روایت کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک یہ کتاب عموماً پائی جاتی تھی۔

راویان کلام امیرالمومنینؑ میں زید کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ نہج کے حسب ذیل خطبے اور کلام ان کی روایت سے مختلف کتابوں میں مذکور رہیں۔

اُفٍّ لکم لقد سئمت عتابکم	تم پر افسوس ہے! میں تم پر غصّہ کرتے کرتے تھک گیا، کیا تم
ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا من الاٰخرۃ	آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر راضی ہو بیٹھے اور کیا تم نے

لے امیرالمومنین علیہ السلام کا خطبہ اہل شام کی طرف لوگوں کو ابھارنے میں -------

عوضا وبالذّل من العزخلفا اذا دعوتكم الى جهاد عدوكم دارت اعينكم الخ

(نہج: ۱/۵۲)

عزت کی جگہ ذلت کو قبول کرلیا، میں جب تم کو دشمن سے لڑنے کے لیے پکارتا ہوں تو تمہاری پتلیاں پھرنے لگتی ہیں۔

یہ کلام مورخ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۱) میں حسب ذیل طریقہ پر زید سے روایت کیا ہے :-

قال ابو مخنف عن ذكره عن زيد بن وهب ان علياً قال للناس وهو اول كلام قال لهم بعد النهر ———

ايها الناس استعدوا للمسير الى عدو فى جهاده القربة الى الله ودرك الوسيلة عنده حيارى فى الحق جفاة عن الكتاب نكب عن الدين يعمهون فى الطغيان ——— فقال عباد الله ما لكم اذا امرتكم ان تنفروا اثاقلتم الى الارض ارضيتم بالحيوة الدنيا من الاخرة ——— الخ

ابو مخنف نے شخص مذکور سے اس نے زید بن وہب کی زبانی بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے نہر کے بعد جو پہلا خطبہ لوگوں کو جمع کرکے دیا ہے وہ یہ ہے :

ایہا الناس! دشمن کی جانب بڑھنے کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ اللہ کا تقرب اور اس کی بارگاہ میں باریابی کے لیے یہ ایک وسیلہ ہے۔ یہ لوگ (جو مقابلہ میں آئے ہیں) حق سے بھٹکے ہوئے، کتاب سے بے خبر، دین سے روگرداں اور سرکشی میں بدمست ہیں ——— اس کے بعد فرمایا: اے بندگانِ خدا! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب میں تم کو لڑنے کا حکم دیتا ہوں تو تم زمین گیر ہو جاتے ہو کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو۔

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خطبہ جس میں آپ نے اہل نہروان کو دھمکایا ہے۔

فانا نذير كم ان تصبحوا صرعى باثناء هذا النهر وباهضام هذا الغائط على غير بينة من ربكم ولا سلطن مبين .... الخ

(نہج: ۱/۵۴)

پس میں تم کو اس امر سے ڈراتا ہوں کہ تم اس دریا کے موڑوں اور اس نشیب کی گہرائیوں میں نہ بچھڑ جاؤ۔ دراں حالیکہ نہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کوئی تنبیہ پائی جاوے اور نہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہو۔

۳۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خوارج سے خطاب :-

اصابكم حاصب ولا بقى منكم آبر

(نہج: ۱/۹۶)

تم پر پتھر برسانے والی آندھی آئے اور تم میں کوئی بتانے والا نہ بچے۔

مذکورہ بالا دونوں خطبے مورخ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۴۸) میں حسب ذیل طریقہ پر زید بن وہب سے روایت کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اقتباسات ایک ہی خطبہ کے ہیں۔

قال ابو مخنف حدثنى مالك بن اعين عن زيد بن وهب ان عليا اتى النهر، فوقف عليهم فقال ايتها

العصابة التی اخرجها عداوة المراء واللجاجة وصدها عن الحق الهوی وطمع بها البرق واصبحت فی اللبس والخطب العظیم انی نذیر لکم ان تصبحوا تلفیکم الامة غدا صرعی باثناء هذا النهر و باهضام هذا الغائط بغیر بینة من ربکم ولا برهان ———— فقال علی اصابکم حاصب ولا بقی منکم ابر... الخ

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مالک بن اعین نے زید بن وہب کی زبانی بیان کیا کہ علی بن ابی طالب نہر پر آکر ٹھہر گئے اور فرمایا: اے وہ گروہ جس کو شک اور لجاجت نے عداوت کی بنا پر نکالا ہے اور خواہش نفس نے حق سے روک دیا ہے اور بجلی نے ان کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیا ہے اور وہ شک اور عظیم خطرہ میں مبتلا ہے۔ میں تم کو اس امر سے ڈراتا ہوں کہ کل تم کو امت محمدؐ یہ اس حال میں پائے کہ تم اس دریا کے موڑوں اور اس نشیب کی گہرائیوں میں بچھڑے ہوئے ہو بغیر کسی دلیل اور تنبیہ کے تمہارے رب کی جانب سے ———— پس امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم پر سنگ بار آندھی آئے اور تم میں کوئی نشان دہی کرنے والا بھی نہ بچے۔

۴- اما قولکم اکل ذلک کراهیة الموت فو الله ما ابالی ادخلت الی الموت اوخرج الموت الیّ...... الخ (نهج البلاغة: ۱/۹۲)

لیکن تمہارا یہ کہنا کہ لڑائی میں اس قدر تساہل موت کے خوف کی وجہ سے ہے، قسم خدا کی مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے کہ میں موت کے اندر داخل ہو جاؤں یا موت میری طرف چلی آئے۔

یہ کلام مورخ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۱۱) میں قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ زید سے اس طرح روایت کیا ہے۔

قال ابومخنف، حدثنی مالك بن اعین، عن زید بن وهب الجهنی .... یا بنی ان اباك لا یبالی اوقع علی الموت او وقع الموت علیه .... الخ

۵- امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام عمرو عاص کے بارے میں:-

عجبا لابن النابغة یزعم لاهل الشام ان فی دعابة .... الخ

(نہج: ۱/۹۰)

اس پسر زانیہ پر ہمیں تعجب ہے کہ وہ اہل شام کو یہ کہہ کر ورغلاتا ہے کہ میرے اندر مزاح ہے۔

یہ کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب "عیون الاخبار" (۱/۱۲۴) میں زید بن وہب سے اس طرح روایت کیا ہے۔

ابوالمنذر قال حدثنا زید بن وهب قال قال لی علی بن ابی طالب رضی الله عنه عجبا لابن النابغة یزعم انی تلعابة اعافس و امارس......... الخ

ابوالمنذر نے (کلبی) زید بن وہب سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں نابغہ کے بچے پر تعجب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ علی ایک کھلنڈرے انسان ہیں۔ اور کھیل کود ہی ان کا روزمرّہ ہے۔

۶۔ وقد رأیت جولتکم و انحیازکم عن صفوفکم تحوزکم الجفاۃ الطغام (نہج : ۱/۱۲۲)

میں نے تمہاری جولانی اور صفوف جنگ سے تمہاری گریزگی اور انحراف کو دیکھا (شام کے) کمینے اور جفا پسند لوگوں سے تم بھاگ نکلے۔

یہ پورا کلام مورخ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۱۲) میں ابو مخنف متوفی ۱۵۷ھ کے حوالہ سے زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ صفین میں جب میمنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے موقف اور مصاف پر پلٹ آیا، اس وقت ان کے قریب آکر آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

۷۔ اللّٰھم ربّ السقف المرفوع و الجوّ المکفوف الذی جعلتہ مغیضا للیل والنھار ومجری الشمس والقمر ... الخ (نہج : ۱/۱۲۲)

اے اللہ اے اونچی چھت اور رکی فضا کے پروردگار جسے تو نے رات اور دن کے لئے منبع اور سورج اور چاند کی گزرگاہ بنایا ہے۔

یہ دعا بھی طبری نے اپنی تاریخ (۶/۸) میں مذکورہ بالا سند کے ساتھ زید بن وہب سے روایت کی ہے۔

۸۔ خباب کے ذکر میں امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد:

رحم اللہ خبابا لقد اسلم راغبا ... الخ (نہج : ۲/۸۱)

اللہ خباب پر رحم کرے وہ برغبت اسلام لائے۔

یہ پورا کلام تا "رضی اللہ عن اللہ" حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حسب ذیل اسناد و شان نزول کے ساتھ زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد، ثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی ثنا محمد بن عبد الملک الواسطی ثنا معلی بن عبد الرحمن ثنا منصور بن ابی الاسود، عن الاعمش عن زید بن وھب قال سرنا معہ یعنی علیّاً حین رجع من صفین حتّٰی اذا کان عند باب الکوفۃ اذا نحن بقبور سبعۃ فقال علی: ماھذہ القبور؟ قالوا یا امیر المؤمنین! ان خبابا توفی بعد مخرجک الی صفین واوصی ان یدفن فی ظھر الکوفۃ، فقال علیؑ:

رحم اللہ خبابا لقد اسلم راغبا وھاجر طائعا وعاش مجاھدا وابتلی فی جسمہ احوالاً ثم قال طوبٰی لمن ذکر المعاد وعمل للحساب، وقنع بالکفاف ورضی عن اللہ عزّ وجلّ۔ (حلیۃ الاولیاء : ۱/۱۴۸)

ہم سے سلیمان بن احمد نے، محمد بن عبد اللہ الحضرمی نے، محمد بن عبد الملک الواسطی نے، معلّٰی بن عبد الرحمٰن نے، منصور بن ابی الاسود نے، اعمش نے، زید بن وہب کی زبانی بیان کیا ہے کہ صفین سے پلٹتے وقت ہم امیر المومنین کے ہمراہ تھے، جب آپ کوفہ کے دروازے کے نزدیک آئے تو سامنے سات قبریں نظر پڑیں۔ امیر المومنینؑ نے پوچھا۔ یہ کیسی قبریں ہیں؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے صفین تشریف لے جانے کے بعد خباب کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے یہ وصیت کی تھی کہ کوفہ کے عقب میں ان کو

دفن کیا جائے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ خباب پر رحم فرمائے وہ برغبت اسلام لائے اور بطوع خاطر ہجرت کی اور مجاہدانہ زندگی گزاری اور جسمانی آزار دے کر آزمائش میں ڈالے گئے۔ اس کے بعد فرمایا: خوشحال اس کا جس نے آخرت کو یاد رکھا اور حساب کے لیے عمل کیا اور بقدر کفاف روزی پر قناعت کی اور اللہ عزوجل سے راضی ہوا۔

۲۰۔ زبیر بن بکار الضبیؒ متوفی ۲۵۶ھ

تیسری صدی کا مشہور راوی اخبار اور ماہر انساب ہے۔ انساب قریش پر اس کی ایک کتاب ہے جو قریشیین کے انساب کا ایک معتمد ماخذ ہے اس نے سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور اس سے ابن ماجہ اور ابن ابی الدینار نے یاقوت حموی نے اس کی تصانیف سے متعدد کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

نہج کے حسب ذیل تین کلام اس سے مروی ہیں:

۱۔ عجبا لابن النابغۃ --- الخ (نہج: ۱/۹۰) ہمیں نابغہ کے بیٹے پر تعجب ہے۔

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی (ص۸۲) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے۔

وبالاسناد، قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنا ابوعبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی، قال اخبرنی الحسن بن علی، قال حدثنا احمد بن سعید قال حدثنی الزبیر بن بکار، قال حدثنا علی بن محمد قال کان عمرو بن العاص یقول ان فی علی دعابۃ فبلغ ذلک امیرالمومنین علیہ السلام فقال: "زعم ابن النابغۃ ـــــ الخ"

نیز اسناد کے ساتھ ہم کو محمد بن محمد نے ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ سے حسن بن علی نے، احمد بن سعید اور زبیر بن بکار کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ زبیر کا بیان ہے کہ ہم سے علی بن محمد نے بیان کیا کہ عمرو بن العاص کہا کرتے تھے کہ علی میں مزاح ہے۔ امیرالمومنینؑ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ـــ ارشاد فرمایا: "ابن نابغہ نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ میرے اندر مزاح ہے ـــــــ الخ"۔

۲۱۔ سوید بن غفلۃ بن عوسجۃ الجعفی متوفی ۸۲ ہجری

امیرالمومنینؑ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے تھے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے اور مدینہ میں اس وقت پہنچے جب آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ سوید بن غفلہ نے صحابۂ رسول میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کی صحبت اٹھائی ہے۔ جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ

کے ہمراہ موجود تھے[1]۔

برقی نے ان کو اولیاء امیر المومنین میں لکھا ہے[2]۔ شذرات میں ہے "کان فقیھا اماما عابدا فانعا کبیر القدر"[3]

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے۔

لو ضربت خیشوم المومن بسیفی ھذا علی ان یبغضنی ما ابغضنی و لو صببت الدّنیا بجماتھا علی المنافق علی ان یحبّنی ما احبّنی و ذلک انہ قضی فانقضی علی لسان النّبی الاُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ انہ قال یا علی لا یبغضک مومن و لا یحبّک منافق۔

(نہج : ۲/۸۲)

اگر مومن کی گردن میری اس تلوار سے ماردی جائے۔ اس بات پر کہ مجھ کو دشمن رکھے تو ہرگز وہ مجھ کو دشمن نہ رکھے گا اور منافق پر اگر تمام دنیا کی دولت چھڑک دی جائے اس بات پر کہ وہ مجھ کو دوست رکھے تو ہرگز دوست نہیں رکھ سکتا اور یہ اس لیے ہے کہ خداوند تعالی کے علم میں ایسا ہی گزر چکا ہے اور رسول خدا کی زبان پر یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ اے علی مومن تجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور منافق تجھ کو دوست نہ رکھے گا۔

یہ پورا کلام شیخ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی امالی (ص ۱۲۹) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا محمد بن محمد قال اخبرنا محمد بن عمر الجعابی، قال حدثنا علی بن العباس بن الولید قال حدثنا ابراھیم بن بشر بن خالد، قال حدثنا منصور بن یعقوب، قال حدثنا عمرو بن شمر، عن ابراھیم بن عبد الاعلی عن سوید بن غفلۃ قال سمعت علیا یقول: واللہ لو صببت الدّنیا علی المنافق ————

۲۲۔ سعید بن عمیر الحارثی الانصاری

اکابر تابعین میں ہیں۔ انھوں نے حضرت ابو سعید خدری سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے عبد الحمید بن جعفر اور عمرو بن عبید اللہ نے[4]۔

نہج کا حسب ذیل خطبہ ان سے مروی ہے۔

اللّٰھم داحی المدحوّات و داعم المسموکات وجابل القلوب علی فطرتھا شقیھا و سعیدھا

۷۱ (نہج : ۱/۱۴۵)

اے اللہ! اے زمینوں کے پھیلانے والے اور آسمان کو قائم رکھنے والے اور دلوں کو ان کی اصلی حالت پر پیدا کرنے والے، خواہ وہ بدبخت ہوں یا خوش نصیب۔

یہ خطبہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے مناقب میں حسن بن عمر نعمہ کی سند سے سعید بن عمیر سے روایت کیا ہے۔ جس کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار (۸۱/۱۷) میں نقل کیا ہے۔

---

[1] استیعاب : ۲/۵۷۹ [2] منہج المقال ورق ۱۹۶ ب [3] شذرات الذہب : ۱/۹۰ [4] کتاب الجرح والتعدیل ۲/۵۲

۲۳۔ صعصعہ بن صوحان العبدی متوفی بعہد معاویہ

امیرالمومنین علیہ السلام کے خواص اصحاب میں ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ان کے بارے میں ارشاد ہے "ما کان مع امیرالمومنین من یعرف حقہ الا صعصعۃ واصحابہ[1] ——— امیرالمومنین کے ساتھیوں بجز صعصعہ اور ان کے اصحاب کے کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کو کما حقہ پہچانتا ہو۔

تمام ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ صعصعہ عہد رسالت ہی میں مشرف باسلام ہو گئے تھے لیکن آں حضرتؐ سے ملاقات نہ کر سکے۔ آپ اپنی قوم قبیلہ عبدالقیس کے سرداروں میں تھے اور نہایت فصیح و بلیغ زبان آور، عاقل و متدین تھے۔[2]

انھوں نے صحابۂ رسولؐ میں حضرت عثمان، حضرت علیؑ اور عبداللہ بن عباس سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نیز ان سے ابو اسحٰق سبیعی، ابن بریدہ، شعبی، مالک بن عمیر، منہال بن عمرو وغیرہ نے ابن سعد اور ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

شعبی کا قول ہے کہ میں صعصعہ سے خطبہ سیکھا کرتا تھا۔[3]

نہج کے حسب ذیل دو کلام آپ سے مروی ہیں۔

۱۔ لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدا یشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما (نہج: ۱/ ۱۱۳)

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ اب میں تم میں سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں پاتا۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ غبار میں اٹے ہوئے ہوتے تھے اور رات سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔

یہ کلام جامع نہج البلاغہ کے استاد شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے کتاب "الارشاد" : ص ۲۳۸ میں صعصعہ کی روایت سے ذیل طریقہ پر نقل کیا ہے۔

ومن کلامہ فی ذکر خیار الصحابۃ وزھادھم ما رواہ صعصعۃ بن صوحان العبدی قال صلی بنا امیرالمومنین علیہ السلام ذات یوم صلوۃ الصبح فلما سلم اقبل علی القبلۃ بوجھہ یذکر اللہ لا یلتفت یمینا ولا شمالا حتی صارت الشمس علی حائط مسجدکم ھذا یعنی جامع الکوفۃ قید رمح ثم اقبل علینا بوجھہ فقال:

لقد عھدت اقواما علی عھد خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانھم لیراوحون فی ھذا اللیل بین جباھھم ورکبھم فاذا اصبحوا اصبحوا شعثا غبرا بین اعینھم شبہ رکب المعزی فاذا ذکروا الموت مادوا کما یمید الشجر فی الریح ———

نیز امیرالمومنین کا کلام خیار صحابہ کے ذکر میں جس کو صعصعہ بن صوحان نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک دن امیرالمومنین علیہ السلام

---

[1] خلاصۃ الاقوال: ۴۶ [2] استیعاب: ۱/ ۵۴۲ [3] تہذیب التہذیب: ۴/ ۴۲۲

نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب سلام سے فارغ ہوئے تو سیدھے ہو کر رو بقبلہ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ سورج تمہاری اس مسجد کی دیوار (جامع کوفہ) سے ایک نیزے کے بقدر بلند ہو گیا۔ پھر آپ نے ہماری طرف اپنا رخ کیا اور اس طرح فرمایا:

میں نے اپنے خلیل (دوست) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تمام رات عبادت الٰہی میں گزارتے تھے اور جب صبح کرتے تھے تو اس حالت میں کہ ان کے سر غبار آلود ہوتے تھے۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بکری کے زانوؤں کی طرح گٹھے پڑے ہوتے تھے اور جب موت کا ذکر ان کے سامنے ہوتا تھا تو اس طرح لرزتے تھے جس طرح درخت ہوا سے ہلتا ہے۔

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط جو آپ نے مالک اشتر کو مصر کا والی بناتے وقت اہل مصر کے نام تحریر کیا ہے۔ جس کی ابتدا اس طرح ہے:۔

من عبد اللہ علی امیر المومنین الی القوم	بندۂ خدا علی امیر المومنین کی طرف سے اس گروہ کی طرف جو
الذین غضبوا للہ حین عصی فی ارضہ	اللہ کے لیے لوگوں کے مورد عتاب بنے۔ جب کہ اس کی زمین میں
(نہج : ۲/۲۲)	اس کی نافرمانی ہوتی تھی۔

یہ پورا خط ابوالعباس احمد بن علی النجاشی متوفی سنہ ۴۵۰ھ نے کتاب الرجال: ص ۱۴۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ صعصعہ سے روایت کیا ہے۔

قال ابن نوح، حدثنا علی بن الحسین بن سفیان الہمدانی، قال حدثنا علی بن احمد بن علی بن خاتم بن التمیمی۔ قال حدثنا عباد بن یعقوب، قال حدثنا عمرو بن ثابت عن جابر قال سمعت الشعبی ذکر ذلک عن صعصعہ قال لما بعث مالک الاشتر کتب الیہم۔

"من عبد اللہ امیر المومنین الی نفر من المسلمین، سلام علیکم انی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو اما بعد، فانی قد بعثت الیکم عبدا من عبید اللہ لا ینام ایام الخوف ولا ینکل عن الاعداء"

ابن نوح کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن الحسین بن سفیان الہمدانی نے بیان کیا۔ انھوں نے علی بن احمد بن علی بن خاتم بن التمیمی سے، عباد بن یعقوب سے، عمرو بن ثابت سے، جابر سے، جابر کا بیان ہے کہ مجھ سے شعبی نے صعصعہ کی زبانی بیان کیا کہ جب امیر المومنینؑ نے مالک اشتر کو مصر کا والی بنایا تو اہل مصر کے نام حسب ذیل خط تحریر فرمایا:

بندۂ خدا امیر المومنینؑ کی طرف سے مسلمانوں کے ایک گروہ کی طرف، تم پر سلام ہو۔ میں تمہاری طرف اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ بعد ازاں میں نے تمہاری طرف اللہ کے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو بھیجا ہے جو ایام خوف میں سوتا نہیں اور دشمنوں سے دل گیر نہیں ہوتا۔

۲۴۔ ضرار بن ضمرۃ الصبائی

ابن عساکر نے اپنی تاریخ: ۳۵/۷ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز امیر معاویہ کے دربار میں آنے اور ان کی فرمائش پر حضرت علیؑ کی منقبت بیان کرنے کا بھی واقعہ نقل کیا ہے۔

امیر المومنین کا حسب ذیل کلام:

یا دنیا، یا دنیا، الیک عنّی، ابی تعرضت، ام الیّ تشوقت لا حان حینک، هیهات غرّی غیری لا حاجة لی فیك، قد طلّقتك ثلاثا لا رجعة فیها فعیشك قصیر وخطرك یسیر وامنك حقیر، آه من قلّة الزاد وطول الطریق وبُعد السّفر وعظیم المورد۔ (نہج: ۲/۸۴)

تاریخ وادب کی متعدد کتابوں میں ضرار ہی کی روایت سے ملتا ہے، چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب: ۲/۷ ۳ میں ابو اسمٰعیل قالی نے اپنی امالی: ۲/۱۴۹ میں، شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۹۱) میں خود جامع نے اپنی دوسری کتاب خصائص الائمہ (قلمی کتاب خانہ رام پور) میں، بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی: ۱/۳۳ میں حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا: ۱/۸۵ میں ابو سعید سمان نے اپنی کسی تالیف میں، بہائی نے کامل (مجالس المومنین: ۳۱) میں، سبط ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ: ۱/۱۲۱ میں، محی الدین ابن عربی نے محاضرات الابرار و مسامرۃ الاخیار: ۲/۱۹۸ میں اپنی اپنی اسناد کے ساتھ یہ پورا کلام مع اس کے مورد کے نقل کیا ہے۔ غالباً اس کی شہرت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام معاویہ کے دربار میں پڑھا گیا اور تمام اہل دربار نے اس کو سنا، نیز جیسا کہ روایت بتاتی ہے خود امیر معاویہ بھی اس کو سن کر اس حد تک متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ اور ضرار سے کہا "اے ضرار! تم کو علی کا کتنا غم ہے؟" ضرار نے جواب دیا "حزن من ذبح واحدها فی حجرها" یعنی اتنا غم جتنا اس عورت کو ہوتا ہے، جس کا اکلوتا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

ذیل میں یہ واقعہ حافظ ابونعیم کی حلیۃ الاولیا سے نقل کیا جاتا ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد، ثنا محمد بن زکریا الغلابی، ثنا العباس بن بکار الضبیّ، ثنا عبد الواحد بن ابی عمرو الاسدی، عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح قال:

دخل ضرار بن ضمرة الکنانی علی معاویة فقال له صف لی علیّا فقال او تعفینی یا امیر المؤمنین قال لا اعفیك، قال امّا اذ لا بدّ فانه کان والله بعید المدی، شدید القوی، یقول فصلا ویحکم عدلا، یتفجر العلم من جوانبه وتنطق الحکمة من نواحیه، یستوحش من الدنیا وزهرتها ویستأنس باللیل ووحشته، کان والله غزیر العبرة، طویل الفکرة، یقلّب کفه ویخاطب نفسه یعجبه

من اللّباس ما قصر ومن الطعام ما جشب، کان واللہ کاحدنا یجیبنا اذا اتیناہ ویجیبنا اذا سألناہ وکان مع تقربہ الینا وقربہ منا لا نکلمہ ھیبۃ لہٗ، فان تبسم فعن مثل اللؤلؤ المنظوم، یعظم اھل الدین ویحب المساکین، لا یطمع القوی فی باطلہ ولا ییأس الضعیف من عدلہ فاشھد باللہ لقد رأیتہ فی بعض مواقفہ وقد ارخی اللیل سدولہ وغارت نجومہ یمیل فی محرابہ، قابض علی لحیتہ، یتململ تململ السلیم ویبکی بکاء الحزین فکانی اسمعہ الآن وھو یقول: یا دنیا یا دنیا، الیک عنّی ———

ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن زکریا الغلابی نے، عباس بن بکار الضبی نے عبدالواحد بن ابی عمرو الاسدی نے، محمد بن السائب الکلبی نے، ابوصالح نے، ابوصالح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ضرار بن ضمرۃ کنانی معاویہ کے دربار میں آئے معاویہ نے ان سے کہا: "اے ضرار! کچھ علیؑ کا وصف بیان کرو" ضرار نے کہا: "اے امیرالمومنین! مجھے اس کام سے معاف رکھیے" معاویہ نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا" ضرار نے کہا: اے امیرالمومنین! اچھا۔ اگر ایسا ہے تو سنیے۔ علی بن ابی طالب وہ تھے۔ جن کی انتہا بہت دور تھی، جن کے قوائے عمل بہت مضبوط تھے۔ بات فیصلہ کن کہتے تھے اور عدل کے ساتھ حکم کرتے تھے ان کے پہلوؤں سے علم کے چشمے جاری ہوتے تھے۔ اور حکمت ان کے پہلوؤں سے بولتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت کرتے تھے اور رات اور اس کی تاریکی سے آسودگی ضمیر محسوس کرتے تھے۔ وہ موٹے موٹے آنسوؤں سے روتے تھے، بہت لمبی فکر کرتے تھے، اپنی ہتھیلیوں کو رگڑ رگڑ کر اپنے نفس کو مخاطب کرتے تھے۔ چھوٹے سے چھوٹا لباس اور موٹی سے موٹی غذا ان کو پسند تھی۔ قسم خدا کی وہ ہم میں ایک عام آدمی کی طرح تھے۔ جب ہم ان کے پاس آتے تھے تو قریب بٹھاتے تھے، اور جب کچھ پوچھتے تھے تو جواب دیتے تھے۔ باوجودیکہ وہ ہم سے اور ہم ان سے ہر وقت قریب تھے۔ لیکن ہیبت کی وجہ سے ان سے کلام نہیں کر سکتے تھے۔ پس اگر آپ کبھی تبسم کرتے تھے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پروئے ہوئے موتی چمک رہے ہیں۔ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے اور مسکینوں کو دوست رکھتے تھے طاقتور اپنے باطل میں ان سے کوئی طمع نہیں کر سکتا تھا اور کمزور ان کے عدل سے مایوس نہ ہوتا تھا۔

میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ بعض موقعوں پر میں نے ان کو دیکھا ہے کہ رات اپنے پردے چھوڑے ہوئے ہے اور ستارے ڈوب رہے ہیں اور آپ اپنی محراب عبادت میں سر جھکائے، اور داڑھی کو پکڑے ہوئے اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے عقرب گزیدہ تڑپتا ہے اور اس طرح رو رہے ہیں جیسے کوئی غم زدہ روتا ہے۔

میرے کان میں اس وقت بھی ان کے یہ فقرے گونج رہے ہیں:

اے دنیا! اے دنیا! میرے پاس سے دور ہو جا ———

———

۲۵۔ طارق بن شہاب

ابو عبداللہ البجلی الکوفی، انھوں نے جاہلیت کا دور پایا ہے اور آں حضرتؐ کو دیکھا ہے[۱]۔ ابن سعد نے قیس بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے طارق بن شہاب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں جہاد کیا ہے۔ طارق نے صحابۂ رسولؐ میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؑ، عبداللہ، خالد بن الولید، حذیفہ بن الیمان، سلمان فارسی، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری، نیز اپنے بھائی ابوعزرہ سے احادیث کی روایت کی ہے[۲]۔ اور ان سے اسمٰعیل بن ابی خالد، مخارق بن عبداللہ، سلیمان بن قیس اور مغیرہ بن شبلی وغیرہ نے[۳]۔

صاحب منتہی المقال نے لکھا ہے کہ طارق کا شمار اصحاب امیرالمومنین میں ہے[۴]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:

فواللہ لا اکون کالضبع تنام علیٰ طول اللدم حتی یصل الیہا صائدہا... الخ (نہج: ۱/۴۸)	بخدا! میں ایسا بجو نہیں، جو کھٹکوں پر کھٹکے ہونے کے باوجود بھی سوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی تلاش کرنے والا اس کے سر پر پہنچ جاتا ہے۔

یہ کلام شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی: ص۳۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے۔

وعنه عن شيخه رضی الله عنه قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنی ابوالحسن علی بن محمد الکاتب قال اخبرنی الحسن بن علی بن عبدالکریم، قال حدثنا ابواسحٰق بن محمد الثقفی، قال اخبرنی ابونعیم الفضل بن دکین، قال حدثنا ابوعاصم عن قیس بن مسلم، قال سمعت طارق بن شہاب یقول:

لما نزل علی علیه السلام بالربذة سئلت عن قدومه الیها ———— الخ

طوسی نے اپنے شیخ رضؒ سے، انھوں نے محمد بن محمد سے، ابوالحسن علی بن محمد الکاتب سے، حسن بن علی بن عبدالکریم سے، ابواسحٰق بن محمد الثقفی سے، ابونعیم فضل بن دکین سے، ابوعاصم سے، قیس بن مسلم سے روایت کی ہے۔ قیس کا بیان ہے کہ میں نے طارق بن شہاب سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب علی علیہ السلام ربذہ وارد ہوئے تو میں نے ان سے یہاں تشریف آوری کا سبب پوچھا ———— الخ

اس کے بعد روایت طویل ہے اور جنگ جمل نیز طلحہ و زبیر کی معاندانہ روش کا تذکرہ ہے۔ اسی سلسلہ میں امیرالمومنینؑ

۱؎ استیعاب: ۱/۲۱۴ ۲؎ طبقات ابن سعد: ۶/۶۶ ۳؎ استیعاب: ۱/۲۱۴ ۴؎ منتہی المقال: ۲۴۴

کا مذکورہ بالا قول نقل ہے۔

ابو عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے بھی اس کلام کو طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے۔[۱]

۲۶۔ الامام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السّلام متوفی ۹۵ھ

آپ سلسلۂ ائمہ اثنا عشریہ کی چوتھی فرد ہیں۔ سواد اعظم میں آپ کا شمار اجلّہ تابعین میں ہے۔ آپ کے مناقب سے تمام کتب سیر و رجال بھری ہوئی ہیں۔ امام زہری کا قول ہے کہ امام زین العابدین سے افضل ہم نے کسی کو نہیں پایا۔[۲] دمیری نے لکھا ہے کہ آپ حدیث بیان کرنے میں نہایت معتمد اور صادق الروایہ ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ اہل بیت میں ان کا مثل و نظیر کوئی نہیں تھا۔[۳]

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بیشتر اقوال اور خطبے آپ کی وساطت سے ملتے ہیں۔ ذیل میں صرف وہ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جو جامع نہج البلاغۃ کے انتخاب میں آئے ہیں۔

۱۔ الا و ان الآخرة قد اقبلت و لکل منهما بنون فکونوا من ابناء الآخرة ولا تکونوا ابناء الدنیا...... الخ (نہج: ۱/۵۸)	آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا نہایت تیزی کے ساتھ روگردانی کر رہی ہے .... آگاہ ہو جاؤ کہ آخرت سامنے آگئی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بیٹے ہیں، پس تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو!

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ نے اصول کافی: ۱۸۶ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

عنه عن بن الحکم، عن عمر بن ابان، عن ابی حمزة عن ابی جعفر قال قال علی بن الحسینؑ۔

۲۔ اما انه سیظهر علیکم بعدی رجل رحب البلعوم، مندحق البطن یاکل ما یجد و یطلب ما لا یجد فاقتلوه و لن تقتلوه الا وانه سیامرکم بسبی والبراءة منی اما السب فسبونی فانه لی زکاة ولکم	یقیناً میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص غلبہ پائے گا جس کا حلقوم بہت کشادہ اور پیٹ بہت بڑا ہوگا جس چیز کو پائے گا کھا جائے گا۔ اور جو نہ ملے گی۔ اسے طلب کرے گا، پس تم اس کو قتل کر ڈالنا، لیکن تم اس پر قادر نہ ہو سکو گے۔ خبردار ہو جاؤ! وہ تم کو مجھ پر سب و شتم اور مجھ سے بیزاری اختیار کرنے کا حکم دیگا

---

[۱] غریب الحدیث: (ق ۱۹۶ ــ الف) [۲] وفیات الاعیان: ۱/ ۴۵۶ [۳] حیوۃ الحیوان: ۱/ ۱۲۱

نجاۃ و اما البراءۃ فلا تتبرّأ و منّی فانی ولدت علی الفطرۃ و سبقت الی الایمان والھجرۃ۔ (نہج: ۱/۶۶)

لیکن سب وشتم کا جہاں تک سوال ہے اس پر راضی ہو جانا! کیونکہ یہ امر میرے لیے درجات عالیہ اور تمہارے لیے نجات کا باعث ہوگا۔ لیکن بیزاری (قلبی)، پس ہرگز مجھ سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ میں فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان اور ہجرت کی طرف سبقت کی ہے۔

اس کلام کا آخری حصہ شیخ الطائفہ نے اپنی امالی: ۱۳۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ روایت کیا ہے۔

دبالاسناد، قال حدثنا محمد بن محمد، قال حدثنا ابوبکر محمد بن عمر الجعابی، قال حدثنا ابوالعباس احمد بن محمد، قال حدثنا یحیی بن ذکریا بن شیبان، قال حدثنا بکیر بن سلم، قال حدثنی محمد بن میمون، قال حدثنی جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدّہ علیہم السلام قال قال امیرالمؤمنین:

ستدعون الی سبّی فسبونی وتدعون الی البراءۃ منّی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

۳۔ نہج کا ایک مشہور خطبہ ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

الحمد للہ الذی علا بحولہ و دنا بطولہ

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے جو اپنی طاقت کے ذریعہ سب پر بلند ہے اور اپنی بخشش کے ذریعہ قریب ہے۔

اس خطبے کے حسب ذیل اقتباسات:۔

۱۔ اوصیکم عباد اللہ بتقوی اللہ الذی ضرب لکم الامثال ووقت لکم الآجال۔

۲۔ فانّ الدنیا رنق مشربھا ردغ مشرعھا، یونق منظرھا ویوبق مخبرھا غرور حائل وظل زائل وسناد مائل۔

۳۔ جعل لکم اسماعاً لتعی ما عناھا وابصاراً لتجلوا عن عشاھا واشلاءً جامعۃ لاعضائھا ملائمۃ لاحنائھا فی ترکیب صورھا ومدد عمرھا۔ (نہج: ۱/ ۸۲-۸۵)

یہ اقتباسات حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیا: ۱/ ۷۸ میں آپ کی روایت سے ایک طویل خطبے کے ضمن میں اس طرح نقل کیے ہیں۔

حدثنا ابی، ثنا ابراھیم بن محمد بن الحسن قال کتب الیّ احمد بن ابراھیم بن ھشام الدمشقی، ثنا ابی صفوان القاسم بن یزید بن عوانہ عن ابن حرث عن ابن عجلان عن جعفر بن محمد عن ابیہ

مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن محمد بن الحسن نے کہ احمد بن ابراہیم بن ہشام دمشقی نے مجھ کو لکھا کہ مجھ سے ابوصفوان قاسم بن یزید بن عوانہ نے بیان کیا، انھوں نے ابن حرث سے، ابن عجلان سے، امام جعفر صادقؑ سے، انھوں نے اپنے باپ سے، اپنے دادا سے، آپ کا بیان ہے کہ ایک

عن جدّہٖ ۔

ان علیاً یشتع جنازۃ فلمّا وضعت فی لحدھا عجّ اھلھا وبکّوا فقال ما تبکون اما واللہ لو عاینوا ما عاین میتھم، لا ذھلتھم معاینتھم عن میتھم وانّ لہٗ فیھم لعودۃ ثمّ عودۃ حتّٰی لا یبقٰی منھم احد ثمّ قام فقال:

اوصیکم عباد اللہ بتقوی اللہ الذی ضرب لکم الامثال ووقت لکم الآجال وجعل لکم اسماعاً تعی ما عناھا وابصاراً لتجلوا عن غشاھا وافئدۃ تفھم ما دھاھا فی ترکیب صورھا ومدد عمرھا... ...... فان الدّنیا لا یدوم نعیمھا ولا تؤمن فجائعھا غرور حائل وشبح زائلٌ اسناد مائل ــــ

مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک جنازے کی مشایعت کی۔ جب وہ لحد میں رکھا جانے لگا۔ تو ورثا نے رونا چلانا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا رونے ہو، قسم بخدا! اگر یہ لوگ ان حالات کو دیکھ لیں جو میت پر گزر رہے ہیں، تو یقیناً اپنے مردے کو بھول جائیں کیونکہ ان سب کو ایک دن اسی طرف پلٹنا ہے، یہاں تک کہ ان میں کا ایک بھی باقی نہیں رہ سکتا، اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور اس طرح خطبہ دیا:

اے بندگان خدا! میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیّت کرتا ہوں جس نے تمھارے لیے امثال بیان کیں اور تمھارے لیے موت کا وقت مقرر کیا۔ تم کو اس نے کان عطا کیے۔ تاکہ ان کے ذریعہ تم اس چیز کی حفاظت کرو جو اس کے لیے ضروری ہیں اور آنکھیں عطا کیں تاکہ ان کے ذریعے سے تم تاریکی اور سیاہی سے نکل آؤ اور دل عطا کیے کہ اشیا میں تمیز کر سکو۔ ترکیب اشکال اور مدت ہائے عمر میں یقیناً دنیا کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہیں نہ اس کی مکروہات سے کوئی امن میں رہ سکتا ہے۔ دنیا ایسا دھوکہ ہے جو تمھارے لیے سد راہ ہے اور زائل ہو جانے والی پرچھائیں اور جھکا ہوا ستون ہے۔

۲- انّ اللہ تعالٰی انزل کتاباً ھادیاً بیّن فیہ الخیر والشّر فخذوا نھج الخیر تھتدوا واصدفوا عن سمت الشر تقصدوا ــــ الخ (نہج: ۱/۱۷۷)

یقیناً اللہ تعالٰی نے ہدایت کرنے والی کتاب اتاری، جس میں خیر و شر کو صاف صاف بیان کر دیا۔ پس تم خیر کا راستہ اختیار کرو! ہدایت پاؤ گے اور شر کی جانب سے اعراض کرو! بھلائی پاؤ گے۔

یہ پورا خطبہ آخر تک مورخ طبری نے اپنی تاریخ: ۵/۱۵۷ میں حسب ذیل اسناد اور شان نزول کے ساتھ نقل کیا ہے۔

فاوّل خطبۃ خطبھا علیّ حین استخلف فیما کتب بہٖ الی السّری عن شعیب عن سیف عن سلیمان بن المغیرہ، عن علی بن الحسین، حمد اللہ واثنٰی علیہ فقال انّ اللہ عزّ وجل انزل کتاباً ھادیاً بین فیہ الخیر والشر فخذوا بالخیر ودعوا الشر ــــــــ الخ

ترجمہ:- سب سے پہلا خطبہ جو حضرت علی بن ابی طالب نے اپنی خلافت کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ جو مجھ کو سری نے شعیب، سیف، سلیمان بن المغیرہ، علی بن الحسین کی روایت سے لکھ کر بھیجا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد فرمایا۔ بے شک اللہ عزوجل نے ہدایت دینے والی کتاب نازل کی جس میں خیر و شر کو بیان کیا۔ پس تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑ دو۔

۵- قرنت الھیبۃ بالخیبۃ (نہج ۲/۶) — ڈرنا کامی سے ملا ہوا ہے۔

۶- الحکمۃ ضالۃ المومن (نہج: ۲/۸۲) — حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔

مذکورہ بالا دونوں ارشادات علوی، ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی: ۴۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کیے ہیں:-

وعنہ، قال اخبرنا جماعۃ عن ابی المفضل، قال حدثنا ابو احمد عبید اللہ بن الحسین بن ابراھیم العلوی النصیبی ببغداد، قال حدثنی محمد بن علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ موسیٰ بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ قال قال امیر المؤمنین علیہ السلام: "الھیبۃ خیبۃ ـــــــــ والحکمۃ ضالۃ المومن ـــــــــ الخ

۷- خذ الحکمۃ انّی کانت فانّ الحکمۃ تکون فی صدر المنافق فتلجلج فی صدرہ حتی تخرج فتسکن الی صواحبھا فی صدر المومن۔ (نہج: ۲/۸۲)

حکمت جہاں بھی ہو، اس کو حاصل کرو! اس لیے کہ وہ منافق کے سینہ سے نکلنے کے لیے بے چین رہتی ہے، پس وہ اپنے صحیح مقام، مومن کے سینے میں پہنچ کر سکون پذیر ہوتی ہے۔

یہ کلام بھی ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی: ۱۴۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:

وعنہ، قال اخبرنا جماعۃ عن ابی المفضل، قال حدثنا ابو عبد اللہ جعفر بن محمد العلوی الحسنی قال حدثنا احمد بن عبد المنعم بن النصر ابو النصر الصیداوی قال حدثنا حماد بن عثمان عن حمران بن اعین، قال سمعت علی بن الحسین علیہ السلام یقول: "لا تحقر اللولوء النفیسۃ ان تجلبھا من الکبا الخسیسۃ فان ابی حدثنی قال سمعت امیر المومنین علیہ السلام یقول:

ان الکلمۃ من الحکمۃ ـــــــــ الخ

۸- انّ قوماً عبدوا اللہ رغبۃ فتلک عبادۃ التجار، وانّ قوماً عبدوا اللہ رھبۃ فتلک عبادۃ العبید وان قوماً

یقیناً ایک جماعت بطمع جنت اللہ کی عبادت کرتی ہے۔ تو یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ ایک جماعت جہنم کے خوف سے عبادت کرتی ہے۔ یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ تیسری جماعت

عبدوا الله شكرا فتلك عبادة الاحرار — بہ نظر شکر الہٰی عبادت کرتی ہے۔ یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

(نہج : ۲/۱۰۲)

یہ قول حافظ ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب "حلیۃ الاولیا" ۱۳۴/۳ میں خود امام زین العابدین علیہ السلام کے قول کی حیثیت سے، حسب ذیل اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو الحسین، محمد بن محمد بن عبد الله، قال ثنا ابو بکر بن الانباری قال ثنا احمد بن الصلت قال ثنا قاسم بن ابراهیم العلوی، قال حدثنی ابی، عن جعفر محمد عن ابیه، قال، قال علی بن الحسین ——— ان قوما عبدوا الله ——— الخ

۹۔ احبب حبیبك هونا ما عسی ان یكون بغیضك یوما ما وابغض بغیضك هونا ما عسی ان یكون حبیبك یوما ما۔ — اپنے دوست سے مناسب حد تک دوستی رکھو، ممکن ہے کسی دن وہ دشمن بن جائے۔ اسی طرح دشمن سے، دشمنی بھی بہ حد مناسب رکھو! ممکن ہے کسی روز وہ دوست بن جائے۔

(نہج : ۲/۱۰۸)

یہ قول ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی : ۹۷ میں قدرے لفظی تغیر کے ساتھ حسب ذیل طریقہ پر آپ سے روایت کیا ہے۔

زید بن علی، عن ابیه قال، قال علیؑ : لا یکن حبك كلفا ولا بغضك تلفا احبب حبیبك هونا ما وابغض هونا ما۔

۱۰۔ ما مزح امرء مزحة الا مج من عقله مجة۔ (نہج : ۲/۱۲۸) — جس نے ایک مرتبہ (عریاں) مزاح کیا، اس نے اسی کے بقدر اپنی عقل کا ایک حصہ نکال کر پھینکدیا۔

یہ قول حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا : ۱۳۴/۳ میں خود امام زین العابدین علیہ السلام کے قول کی حیثیت سے حسب ذیل اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا احمد بن جعفر، قال ثنا عبد الله بن احمد، قال حدثنی ابو معمر، قال ثنا جریر عن فضیل بن غزوان، قال، قال لی علی بن الحسین علیه السلام :

"من ضحك ضحكة مج مجة من العلم ———"

۲۷- عبداللہ بن الحسن بن الحسن المتوفی قبل ۱۴۸ھ[۱]

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت الحسین، ابوبکر بن حزم، اعرج، عکرمہ، ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ اور آپ سے لیث بن ابی سلیم، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی الموالی ابن علیہ نے روایت کی ہے۔ ابومحمد کا قول ہے کہ انھوں نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کی ہے۔ مغیرہ جب کوئی حدیث عبداللہ بن حسن بن حسن سے بیان کرتے تھے تو کہا کرتے تھے یہ روایت سچّی ہے[۲]۔

آپ سے امیرالمومنین علیہ السلام کا وہ مشہور عہد مروی ہے جو حضرتؑ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی بناتے وقت تحریر کیا ہے؛ جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

فاخفض لهم جناحك والن جانبك ———————— الخ

یہ پورا عہد ایک طویل صورت میں ابراہیم بن محمد الثقفی متوفی ۲۸۳ھ نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید: ۱/ ۲۸۹) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبداللہ بن حسن بن حسن سے روایت کیا ہے۔

قال ابراهيم وحدثني يحيٰى بن صالح، عن مالك بن خالد الاسدى عن الحسن بن ابراهيم، عن عبدالله بن الحسن بن الحسن ————————

۲۸- عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے: "اللّٰهم علّمه الحكمة وتاويل القرآن"۔ بارالہا! ان کو حکمت اور تاویل قرآن کا علم عطا کر۔ حضرت عمرؓ ان کے علم اور جودت وذہانت کی وجہ سے ان کا بہت احترام کرتے تھے اور اجلّہ اصحاب کے ساتھ برابر مشوروں میں شریک رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ کے خواص احباب اور اصحاب میں تھے اور آپ کے ساتھ تمام مشاہد، جنگ جمل وصفین اور نہروان میں شریک رہے ہیں[۳]۔

نہج کے حسب ذیل کلام ان سے مروی ہیں:

۱- خطبہ شقشقیہ جو سواد اعظم کے نزدیک سب سے زیادہ محل نظر خطبہ ہے، اس کی ابتدا اس طرح ہے:

اما والله لقد تقمصها فلان	قسم خدا کی "فلاں" نے زبردستی خلافت کو قمیص بنالیا۔
وانه ليعلم ان محلى منها محل القطب	حالانکہ وہ یہ جانتا تھا کہ میری نسبت اس سے وہی ہے جو کیلی

---

[۱] رجال کشی: ۱۳۹ [۲] کتاب الجرح والتعدیل: ج ۲ قسم ۲۔ [۳] استیعاب

من الوحی ینحدر عنّی السیل ولا یرقی	کرچکّی سے ہوتی ہے۔ مجھ سے علوم کی سیل رواں ہوتی ہے۔
الی الطّیر ـــــ الخ (نہج: ۱/۲۲)	اور میری بلندی تک کوئی طائر نہیں اڑ سکتا۔

امیرالمومنین علیہ السّلام کا یہ مشہور خطبہ ہے، جو مختلف طرق اور اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس کی روایت سے ملتا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل اکابر نے اپنی اپنی مصنفات میں اس کو روایت کیا ہے۔

۱۔ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن الکعبی البلخی المعتزلی متوفی ۳۱۹ھ۔

۲۔ ابوجعفر محمد بن عبدالرحمن بن قبۃ الرازی تلمیذ ابوالقاسم البلخی۔

۳۔ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسٰی بن بابویہ القمّی الشہیر بالشیخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ۔

۴۔ ابوعبداللہ محمد بن النعمان المعروف بالشیخ المفید متوفی ۴۱۳ھ۔

۵۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ۔

شیخ صدوق نے اپنی دونوں کتابوں معانی الاخبار: ۳۲ اور علل الشرائع: ۶۸ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ اس خطبے کو روایت کیا ہے۔

۱۔ حدثنا محمّد بن علی ماجیلویہ رض عن عمّہ محمد بن ابی القاسم، عن احمد بن ابی عبداللہ البرقی عن ابیہ، عن ابن ابی عمیر، عن ابان بن عثمان عن ابان بن تغلب، عن عکرمہ، عن ابن عباس۔

۲۔ حدثنا محمد بن ابراہیم بن اسحٰق الطالقانی رضی، قال حدثنا عبدالعزیز بن یحیٰی الجلودی قال حدثنا ابوعبداللہ احمد بن عمار بن خالد، قال حدثنا یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی، قال حدثنی عیسٰی بن راشد، عن علی بن خزیمۃ عن عکرمہ، عن ابن عباسؓ۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی: ۲۳۷ میں اس خطبے کو ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

دبالاسناد، قال اخبرنا الحفار، قال حدثنا ابوالقسم الدعبلی، قال حدثنا ابی قال حدثنا اخی دعبل، قال حدثنا محمّد بن سلامۃ الشافعی عن زرارۃ بن اعین عن ابی جعفر محمد بن علی، عن ابن عباس وعن محمد عن ابیہ، عن جدّہ۔

۳۔ واللہ لو وجدتہٗ قد تزوّج بہ	بخدا! اگر میں جاگیروں کو ایسا پاتا کہ اس سے ----
النساء وملک بہ الاماء لرددتہ	عورتوں کی شادیاں کر دی گئیں اور ان کے سرمایہ سے
فانّ فی العدل سعۃ ومن ضاق علیہ	لونڈیاں خریدی جا چکیں تب بھی میں ان کو واپس لے لیتا کیونکہ
العدل فالجور علیہ اضیق	عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس پر عدل تنگ ہو جائے،
(نہج: ۱/۳۱)	تو ظلم اس پر اور بھی تنگ ہوگا۔

اس کلام کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ (۵۰/۱) میں لکھا ہے :

"وھذہ الخطبۃ ذکرھا الکلبی مرویۃ مرفوعۃ الی ابی صالح عن ابن عباس" ——————

اس خطبے کو کلبی نے مرفوعاً ابو صالح سے، ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے ——————

۳ - ان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ولیس فی العرب احد یقرأ کتاباً ولا یدعی نبوۃ ---- الخ (نہج البلاغۃ ۵/۱)	اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب عرب میں نہ کوئی کتاب کا پڑھنے والا تھا نہ نبوت کا دعویدار ---- الخ

یہ پورا خطبہ شیخ مفید نے کتاب الارشاد (صفحہ ۱۴۲) میں حسب ذیل طریقہ پر ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

ولما توجہ امیر المومنینؑ الی البصرۃ نزل الربذہ فلقیہ بھا آخر الحاج، واجتمعوا لیسمعوا من کلامہ وھو فی خبائہ قال بن عباس رضی اللہ عنہ فاتیتہ فوجدتہ یخصف نعلا فقلت لہ نحن الی ان تصلح امرنا احوج منک الی ما تصنع فلم یکلمنی حتی فرغ من نعلہ ثم ضمھا الی صاحبتھا وقال لی قومھا فقلت لیس لھا قیمۃ قال علی ذلک قلت کسر درھم قال واللہ لھما احب الی من امرکم ھذا الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا قلت ان الحجاج قد اجتمعوا لیسمعوا من کلامک فتاذن لی ان اتکلم، فان کان حسنا کان منک وان کان غیر ذلک کان منی قال لا انا اتکلم ثم وضع یدہ علی صدری وکان شثن الکفین فالمنی ثم قام فاخذت بثوبہ وقلت نشدتک باللہ والرحم قال لا تنشدنی ثم خرج فاجتمعوا علیہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد:

فان اللہ بعث محمدا ولیس فی العرب احد یقرأ کتابا —————— الخ

امیر المومنینؑ نے جب بصرہ کی طرف رخ کیا تو ربذہ میں اترے۔ وہاں حاجیوں کا آخری قافلہ آپ سے آکر ملاقی ہوا، اور اس غرض سے وہ سب کے سب مجتمع ہوئے کہ آپ کا کچھ کلام سنیں، اس وقت آپ ایک کونہ میں چھپے ہوئے تھے، ابن عباس کا بیان ہے کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنی نعلین کی مرمت کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہم لوگ اپنے امور کی درستی کے، اس سے زیادہ حاجتمند ہیں جتنا آپ نعلین کی مرمت کے۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور بدستور نعلین کے سینے میں مصروف رہے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے دونوں جوتیوں کو ملا کر رکھا اور مجھ سے فرمایا: ابن عباسؓ! ذرا ان کی قیمت تو لگاؤ! میں نے کہا: ان کی قیمت ہی کیا ہوسکتی ہے۔ فرمایا کچھ تو، میں نے کہا رُبع درہم یا زیادہ سے زیادہ نصف درہم، فرمایا: قسم خدا کی مجھ کو یہ نعلین تمہاری اس خلافت وحکومت سے زیادہ محبوب ہے۔ الا یہ کہ میں حق کو قائم کروں یا باطل کو دفع کروں۔ میں نے عرض کی تمام حجاج اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ کچھ آپ کا کلام سنیں۔ کم از کم آپ مجھ ہی کو کچھ کلام کرنے

کی اجازت دیں۔ پس اگر اچھا ہوا تو آپ کا اور خلاف ہوا تو میرا۔ فرمایا: نہیں۔ میں خود بولتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا۔ چونکہ آپ کے ہاتھ سخت تھے اس لیے مجھ کو اس سے اذیت پہنچی۔ پھر آپ کھڑے ہوگئے۔ میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا: میں آپ کو اللہ کی اور اپنی قرابت کی قسم دیتا ہوں۔ فرمایا: مجھ کو قسم مت دلاؤ۔ یہ کہکر آپ نکل گئے۔ لوگ آپ کے چاروں طرف مجتمع ہوگئے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا: ان اللہ بعث محمّد ولیس فی العرب احد یقرأ کتابا۔۔۔۔۔۔۔ الخ

۴۔ امیر المومنین کا کلام جو آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ربذہ روانہ ہونے کے وقت ارشاد فرمایا:

یا اباذر انک غضبت للہ فارج من غضبت لہ الخ (نہج ۱/۱۴۳)	اے ابوذر! تم اللہ کے لیے مورد عتاب بنے ہو، پس اسی سے امید رکھو جس کے لیے نشانۂ غضب بنے ہو۔

یہ کلام ابوبکر احمد بن عبد العزیز الجوہری متوفی ۳۲۳ھ نے کتاب السقیفہ میں پوری تفصیل کے ساتھ عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے، ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۴۵۶) میں اسی کتاب کے حوالہ سے یہ کلام مع پورے واقعہ کے نقل کیا ہے۔

۵۔ ایتها النفوس المختلفة والقلوب المتشتتة الشاهدة ابدانهم والغائبة عنهم عقولهم۔ (نہج ۱/۱۴۴)	اے وہ لوگو! جن کے نفوس مختلف اور قلب جدا جدا ہیں۔ جن کے جسم موجود ہیں لیکن عقلیں غیر حاضر ہیں۔

یہ خطبہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے مناقب میں مجاہد کے حوالہ سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(بحار الانوار: ۱۷/۸۱)

۶۔ امیر المومنین علیہ السلام کا مکتوب عبد اللہ بن عباس کے نام۔

امابعد، فان المرء قد یسرّه درک مالم یکن لیفوته ویسوءه فوت مالم یکن لیدرکه۔۔۔ الخ (نہج: ۲/۱۲)	بعد ازاں بیشک کبھی کبھی آدمی اس چیز کو پاکر خوش ہو جاتا ہے جو بہر حال اس کو ملنے ہی والی تھی اور اسی چیز کے فوت ہونے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے جو نتیجہ میں اس کو ملنے والی ہی تھی۔

یہ پورا خط ابو اسمٰعیل قالی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی امالی: ۲/۹۵ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے۔

وحدثنا ابوبکر بن درید رحمة اللہ، قال حدثنا العکلی، عن ابیه، قال بلغنی عن ابن عباس انه قال کتب الیّ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه بموعظة ما سررت بموعظة سروری بها اما بعد، فان المرء قد یسرّه درک مالم یکن لیفوته ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

ہم سے ابوبکر بن درید رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے عکلی نے اپنے باپ کی زبانی بیان کیا کہ مجھ کو ابن عباسؓ سے یہ روایت پہنچی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک موعظہ سے جو انھوں نے مجھ کو لکھ کر بھیجا،

میں جس قدر خوش ہوا اتنا کسی دوسرے موعظہ سے خوش نہیں ہوا۔ وہ موعظہ یہ ہے۔

بعدازاں، کبھی کبھی آدمی کو اس چیز کا مل جانا موجب مسرت ہوتا ہے جو اس کو ملنے والی تھی ــــــــ

۷۔ انّ اولیاء اللہ ھم الذین نظروا الی باطن الدنیا اذا نظر النّاس الی ظاھرھا واشتغلوا بآجلھا اذا اشتغل النّاس بعاجلھا۔۔۔۔۔۔ الخ	بے شک اللہ کے دوست وہ ہیں کہ جب تمام لوگ دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہوں تو یہ اس کے باطن پر نظر ڈالتے ہیں اور جب لوگ اپنی دنیا میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ اپنی آخرت کی فکر کرتے ہیں۔
(نہج : ۲/۱۲۷)	

یہ کلام شیخ مفید نے مجالس (بحار : ۱۷/۴۱۹) میں حضرت ابن عباس سے حسب ذیل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن المرزبانی عن محمد بن احمد الکاتب عن احمد بن ابی خثیمۃ عن عبد الملک بن داھر عن الاعمش عن عبایۃ الاسدی عن ابن عباس قال :

ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ کلام امیرالمومنین نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب آپ سے قول باری تعالیٰ "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کے بارے میں پوچھا گیا۔

۲۹۔ عاصم بن ضمرہ متوفی ۷۴ھ

تابعین اہل کوفہ میں ہیں۔ انھوں نے براہِ راست امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے احادیث کو سُنا ہے۔ حکم بن عتیبہ اور ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے روایت کی ہے۔ علی بن مدینی اور احمد بن عبداللہ وغیرہما نے ان کو ثقہ کہا ہے[۱]۔ سفیان ثوری کا قول ہے۔ "کنا نعرف فضل حدیث عاصم بن ضمرۃ علی حدیث الحارث" ہم عاصم بن ضمرہ کی حدیث کی برتری حارث (اعور) کی حدیث پر پہچانتے تھے[۲]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے :۔

الفقیہ کل الفقیہ من لم یقنط النّاس من رحمۃ اللہ ولم یؤیسھم من روح اللہ ولم یؤمنھم من مکر اللہ۔ (نہج)	پورا سمجھ والا وہی ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔ نہ اس کی مہربانی سے ان کو ناامید بنائے۔ نہ اللہ کی پکڑ سے ان کو نڈر بنا دے۔

یہ کلام حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء : ۱/۷۷ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عاصم بن ضمرہ

---

[۱] تہذیب التہذیب : ۳۲۸ [۲] کتاب الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم رازی : ۳/۱/۳۴۵

سے روایت کیا ہے۔

حدثنا ابی، ثنا ابوجعفر محمد بن ابراهیم بن الحکم، ثنا یعقوب بن ابراهیم الدروقی، ثنا شجاع بن الولید

عن زیاد بن خیثمه، عن ابی اسحق، عن عاصم بن ضمره، عن علی قال: الا ان الفقیه ----------- الخ

۳۰- عبد خیرؓ

تابعین کوفہ میں ہیں، لیکن صاحب استیعاب نے ان کو صحابۂ رسول میں شمار کیا ہے۔ عبد خیر نے صحابۂ رسول میں حضرت ابن مسعود، حضرت علیؑ، زید بن ارقم، حضرت عائشہ وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے، ان سے ان کے بیٹے مسیّب، ابو اسحٰق سبیعی، عامر شعبی، خالد بن علقمہ بن مرثد، عطاء بن السائب، حکم بن عتیبہ نیز دیگر تابعین نے، عجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے، مسلم نے تابعین اہل کوفہ کے طبقۂ اولیٰ میں ان کا ذکر کیا ہے، ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے[۱]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:-

(وسئل عن الخیر ما هو فقال) لیس الخیر ان یکثر مالك وولدك[۲] ----------- الخ

یہ کلام حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء: ۱/۷۵ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا ہے:-

حدثنا عمر بن محمد بن عبد الصمد، ثنا الحسن بن محمد بن غفیر، ثنا الحسن بن علی، ثنا خلف بن تمیم، ثنا عمر بن الرجال، عن العلاء بن المسیب عن عبد خیر عن علیؑ. قال: لیس الخیر ان یکثر مالك وولدك ولکن الخیر ان یکثر علمك ویعظم حلمك وان تباهی الناس بعبادة ربك فان احسنت حمدت الله وان اسأت استغفرت الله ولا خیر فی الدنیا الا لاحد رجلین رجل اذنب ذنبا فهو تدارك ذلك بتوبة، او رجل یسارع فی الخیرات۔

ہم سے عمر بن محمد بن عبد الصمد نے، حسین بن محمد بن غفیر نے، حسن بن علی نے، خلف بن تمیم نے، عمر بن الرجال نے، علاء بن مسیب سے، عبد خیر سے، علی بن ابی طالب سے بیان کیا، آپ فرماتے تھے۔ "خیر یہ نہیں ہے کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر (نیکی) یہ ہے کہ تیرا علم زیادہ ہو اور حلم عظیم ہو، نیز یہ کہ تو اپنے پروردگار کی عبادت سے لوگوں پر فخر ومباہات کرے۔ پس اگر تو نے کوئی اچھا کام کیا تو خدا کا شکر کر، اور اگر برا کام کیا تو اللہ سے توبہ اور طلب مغفرت کر، کیونکہ دنیا میں دو شخصوں کے سوا اور کسی کے لیے خیر نہیں ہے۔ ایک وہ جس نے گناہ کیا اور فوراً ہی توبہ سے اس کا تدارک کر لیا، دوسرا وہ شخص جو عمل خیر بجالانے میں عجلت کرے۔

[۱] تہذیب التہذیب: ۶/۱۲۴ [۲] نہج: ۲/۸۶

۱۳۱- عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری

ان کے والد ابو عمرہ صحابی رسول صلعم تھے اور جنگ صفین میں امیر المومنین کی نصرت میں شہید ہوئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ کہ عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے حضرت عثمان، زید بن خالد جہنی اور ابو ہریرہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ثقہ اور کثیر الحدیث تھے[۵]۔

نہج کے حسب ذیل تین کلام ان سے مروی ہیں:۔

۱- معاشر المسلمین، استشعروا الخشیۃ وتجلببوا السکینۃ وعضوا علی النواجذ۔۔۔ الخ (نہج: ۱/۷۰)	مسلمانو! خوف الٰہی کو اپنا شعار بناؤ اور سکون کو اپنی چادر قرار دو اور دانت بھینچ کر بند کرو!

یہ کلام نصر بن مزاحم کوفی متوفی ۲۱۲ھ نے ابن ابی الحدید: ۱/۲۹۳ حسب ذیل اسناد کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے:۔

قال نصر فحدثنا عمر بن سعد، قال حدثنی عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ عن ابیہ ان علیا خطب فی لیلۃ ھذا الیوم فقال: معاشر المسلمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

نصر کا بیان ہے کہ ہم سے عمر بن سعد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اپنے باپ کے حوالہ سے کہ علی ع بن ابی طالب نے جنگ صفین کی شب میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

۲- وقدموا الدارع واخروا الحاسر وعضوا علی الاضراس فانہ ابنی للسیوف عن الھام۔ (نہج: ۱/۳۸)	پس زرہ پوش کو آگے بڑھاؤ اور بے زرہ کو پیچھے کرو اور داڑھیں خوب بھینچیں رہو کیونکہ ایسا کرنا تلواروں کو کھوپڑیاں کاٹنے سے باز رکھتا ہے۔

یہ پورا کلام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ: ۱۱/۶ میں اور نصر بن مزاحم نے کتاب الصفین و شرح حدیدی: ۱/۲۶۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے روایت کیا ہے:۔

قال ابو مخنف، حدثنی عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری عن ابیہ ومولی لہ ان علیا حرض الناس یوم صفین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فقال وقدموا الدارع۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

۳- اما بعد فانی اخبرکم عن امر عثمان حتی یکون سمعہ کعیانہ، ان الناس طعنوا علیہ فکنت رجلا من المھاجرین اکثر استعتابہ واقل عتابہ۔ (نہج: ۱/۲)	بعد ازاں، پس میں تم کو عثمان رض کے قصے کی خبر سناتا ہوں تاکہ اس کا سننا مثل دیکھنے کے ہوجائے، لوگوں نے ان پر الزام لگائے اس وقت مہاجرین میں صرف میں ہی وہ شخص تھا جو ان کی غم خواری کرتا تھا اور خفا کم ہوتا تھا۔

---

[۵] طبقات ابن سعد: ۵/۲۰

یہ پورا مکتوب، ابن شیخ الطائفہ نے اپنی امالی : ۸۷ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے:۔

وباسنادہ عن عبد اللہ بن ابی بکر، قال حدثنی ابو جعفر محمد بن علی، قال حدثنی عبد الرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری، اما بعد فانی اخبرکم ------------ الخ

۳۲۔ ابو الولید عبد اللہ بن شداد بن الہاد اللیثی

متوفی ۸۱ھ ہجری[1]

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے اصحاب میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد میں پیدا ہوئے[2]، ان کی والدہ سلمیٰ بنت عمیس، اسماء بنت عمیس کی حقیقی بہن اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی زوجہ تھیں، ان سے ایک بیٹی عمارہ پیدا ہوئیں، اس کے بعد حضرت حمزہ جب جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تو شداد بن الہاد نے ان سے نکاح کرلیا، ان سے عبد اللہ بن شداد پیدا ہوئے[3]۔

عبد اللہ بن شداد کا شمار کبار تابعین کے طبقۂ اولیٰ میں ہے[4]۔ انھوں نے حضرت عمر، حضرت علیؑ اور اپنے والد شداد بن الہاد سے احادیث کی روایت کی ہے، نیز ان سے امام شعبی اور اسماعیل بن محمد بن سعد وغیرہ[5] نے، ابن سعد نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"کان ثقۃً فقیہا، کثیر الحدیث متشیعاً"

عبد الرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے زمانہ میں جن لوگوں نے حجاج کے خلاف خروج کیا ان میں عبد اللہ بن شداد بھی تھے۔ اور دجیل کے دن قتل ہوئے[6]۔

امیر المومنین کا مشہور کلام اوصیکم بخمس -------- الخ مندرجہ نہج : ۲/۸۵ ان سے مروی ہے جس کو عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے محمد بن حرب الہلالی کی سند سے عبد اللہ بن شداد کی زبانی روایت کیا ہے[7]۔

---

[1] شذرات : ۱/۹۰۔ [2] استیعاب : ۱/۳۸۶۔ [3] طبقات ابن سعد : ۶/۸۶۔ [4] منہج المقال ورق نمبر ۲۰۰۔

[5] استیعاب : ۱/۳۸۶۔ [6] طبقات ابن سعد : ۶/۸۶۔ [7] البیان والتبیین : ۱/۱۲۸۔

۳۳۳ - عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ الفقیہ الانصاری متوفی ۸۲ھ

کوفہ کے اکابر تابعین میں ہیں، انھوں نے صحابہ رسول میں علیؑ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان اور ابو ایوب انصاری وغیرہ سے احادیث کو سُنا ہے۔ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ حجاج بن یوسف نے سبّ امیرالمومنین پر ان کو اتنا مارا تھا کہ آپ کے دونوں شانے سیاہ ہوگئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے واقعہ میں شہید ہوئے[۱]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے۔ جس کو جامع نے اس طرح نقل کیا ہے:-

روی ابن جریر الطبری فی تاریخہ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الفقیہ

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔

ایّھا المؤمنون انہ من رأی عدواناً یعمل بہ ومنکراً یدعی الیہ فانکرہ بقلبہ فقد سلم وبرئ ومن انکرہ بلسانہ فقد اجر وھو افضل من صاحبہ۔

اے ایمان والو! بیشک جو کوئی کسی سرکشی پر عمل ہوتا دیکھے اور منکر کی طرف بلائے، اور پھر اسے دل سے برا جانے تو وہ سالم اور بری رہا اور جو شخص زبان سے انکار کرے تو وہ ماجور ہوگا۔ اور وہ اپنے صاحب (اول الذکر) سے افضل ہے۔

(نہج: ۲/۱۲۱)

---

۳۴ - عبیداللہ بن عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل القرشی متوفی بعہد ولید بن عبدالملک

استیعاب میں ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے تھے۔ اور مدینہ میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے گھر کے قریب آپ کا مکان تھا۔ آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے احادیث کی روایت کی ہے[۲]۔

امیرالمومنینؑ کا کلام جو آپ نے اشعث بن قیس کے اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے، ان سے مروی ہے جس کی ابتدا اس طرح ہے:-

مایدریک ما علیّ ممالی علیک لعنۃ اللہ ولعنۃ اللہ عنین---------- الخ[۳]

یہ کلام علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اغانی: ۸/۱۵۹ میں حسب ذیل طریقہ پر ان سے روایت کیا ہے:-

---

[۱] منتہی المقال: ورق ۱۸۳-ب۔ [۲] استیعاب: ۲/۴۰۶۔ [۳] نہج: ۱/۳۷

حدثنا احمد بن عبید اللہ بن عمار و احمد بن عبد العزیز الجوہری قالا حدثنا عمر بن شبیۃ قال حدثنا محمد بن ابی رجاء، قال حدثنا ابراہیم بن سعد قال قال عبید اللہ بن عدی بن الخیار ---------- شہدت الحکمین ثم اتیت الکوفۃ وکانت لی الی علی حاجۃ فدخلت علیہ فلما رآنی قال مرحبا بک یا ابن ام قتال ازائراً جئتنا ام لحاجۃ فقلت کل جاء بی جئت لحاجۃ واحببت ان اجدد بک عہداً وسألتہ عن حدیث فحدثنی علی ان لا احدث بہ حدیثا فبینا انا یوما بالمسجد فی الکوفۃ اذا علی صلوات اللہ علیہ متنکب قرنا لہ فجعل یقول "الصلوٰۃ جامعۃ" وجلس علی المنبر ---------- فقال لہ الاشعث بن قیس ہذہ رداللہ علیک لا لک دعہا تترحل ---------- الخ

ہم سے احمد بن عبید اللہ بن عمار اور احمد بن عبد العزیز الجوہری نے بیان کیا، ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم سے عمر بن شبیہ نے ان سے محمد بن ابی رجار نے ان سے ابراہیم بن سعد نے عبید اللہ بن عدی بن الخیار کی زبانی بیان کیا کہ میں حکمین کے واقعہ میں موجود تھا۔ اس کے بعد میں کوفہ میں آیا، مجھ کو علی بن ابی طالب سے ایک کام تھا۔ اس سلسلے میں ان کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ام قتال کے بیٹے تم کو مرحبا! کیا ملنے کی غرض سے آئے ہو یا کسی ضرورت سے، میں نے عرض کی دونوں ہی باتیں ہیں۔ ایک ضرورت بھی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہا کہ آپ سے تجدید عہد کروں۔ اس کے بعد میں نے ان سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، آپ نے اس شرط پر مجھ سے وہ حدیث بیان کی، کہ میں کسی کے آگے اس کو ظاہر نہ کروں۔ اسی دوران میں جب کہ میں کوفہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک علی بن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ آئے۔ اور "الصلوٰۃ جامعۃ" کی آواز دی اور منبر پر بیٹھ گئے ---------- دوران خطبہ میں اشعث بن قیس نے کہا: "یہ کلام آپ کے خلاف ہے نہ کہ موافق اس کو جانے دیجئے۔ یہ سن کر آپ نے یہ کلام ارشاد فرمایا۔

۳۵۔ عبایہ بن ربعی الاسدی الکوفی

تابعین کوفہ میں ہیں۔ انھوں نے صحابۂ رسول میں حضرت علیؑ، ابوایوب، عبد اللہ بن عباس وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے ان سے روایت کرنے والوں میں خیثمہ بن عبد الرحمٰن، سلمہ بن کہیل، اعمش اور موسیٰ بن طریف کے نام ملتے ہیں[۱]۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ سے احادیث کی روایت کی ہے[۲]۔

امیر المومنینؑ کا مشہور قول ہے "سلونی قبل ان تفقدونی" ان سے مروی ہے[۳]، جس کو شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی: ۲۵۵ حسب ذیل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

---

[۱] کتاب الجرح والتعدیل: ۲/۳ ۲۹۔ [۲] طبقات ابن سعد: ۸۶/۶۔ [۳] نہج: ۲۰۳/۱

وعنه عن شيخه رض قال حدثنا محمد بن محمد، قال حدثنا ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویه القمی رح قال حدثنی ابی، قال حدثنا محمد بن یحیی العطار، قال حدثنا احمد بن ابی عبدالله البرقی عن ابیه عن خلف بن حماد الازدی عن ابی الحسن العبدی عن الاعمش عن عبایة بن ربعی قال، کان امیرالمؤمنین علیه السلام کثیرا ما یقول:-

"سلونی قبل ان تفقدونی"

ابوجعفر طوسی نے اپنے شیخ سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ہم سے محمد بن محمد نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسٰی بن بابویہ القمی رح نے ان سے ان کے والد نے، ان سے محمد بن یحیٰی العطار نے، ان سے احمد بن ابی عبداللہ البرقی نے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے خلف بن حماد الازدی سے انھوں نے ابوالحسن العبدی سے، انھوں نے اعمش سے، انھوں نے عبایہ بن ربعی کی زبانی بیان کیا ہے۔ کہ امیرالمومنین اکثر و بیشتر یہ فرمایا کرتے تھے:

"پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان سے اٹھ جاؤں!"

ابن ابی الحدید اس قول کے بارے میں لکھتا ہے:

وخامسها قوله "سلونی قبل ان تفقدونی" اجمع الناس کلهم علی انه لم یقل احد من الصحابة ولا احد من العلماء سلونی غیر علی بن ابی طالب ذکر ذلک ابن عبدالبر المحدث فی کتاب "الاستیعاب"۔

اور پانچویں آپ کا قول "سلونی قبل ان تفقدونی"۔ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ بات نہ صحابۂ رسول میں کسی نے کہی نہ کسی عالم نے بجز علی ابن ابی طالب کے۔ ابن عبدالبر محدث نے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۶۔ (ابو عمرو) عامر بن شراحیل الشعبی متوفی سنہ ۱۰۶ھ

کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں ہیں، انھوں نے پانچسو اصحاب رسول کا ادراک کیا ہے، امام زہری کا قول ہے کہ علماء چار ہیں، سعید بن المسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں اور مکحول شام میں[۱]۔

نہج کے حسب ذیل تین کلام ان سے مروی ہیں:-

۱- لم تکن بیعتکم ایای فلتة ولیس امری وامرکم واحدا انی اریدکم لله وانتم تریدوننی لانفسکم۔ (نہج: ۱/۱۳۷)

تم نے مجھ سے اچانک بیعت نہیں لی تھی، میرا اور تمھارا معاملہ ایک سا نہیں ہے، میں تم کو اللہ کے لیے چاہتا ہوں۔ اور تم مجھے اپنے لیے چاہتے ہو۔

---

[۱] وفیات الاعیان: ۱/۳۲۶

یہ کلام شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے کتاب "الارشاد": ۱۴۲ میں قدرے اضافہ کے ساتھ شعبی سے اس طرح روایت کیا ہے۔

ما رواہ الشعبی، قال لما اعتزل سعد ومن سمّیناھم امیرالمومنین ووقفوا عن بیعتہ حمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ایھا الناس! انکم بایعتمونی علی ما بویع علیہ من کان قبل وانما الخیار للناس قبل ان یبایعوا فاذا بایعوا فلاخیار لھم وان علی الامام الاستقامۃ وعلی الرعیۃ التسلیم وھذہ بیعۃ عامۃ من رغب عنہا رغب عن دین الاسلام واتبع غیر سبیل اھلہ ولم تکن بیعتکم ایای فلتۃ ------------- الخ

وہ کلام جو شعبی سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص اور وہ لوگ جن کا اوپر ہم نے نام لیا ہے، امیرالمومنینؑ سے علیحدہ ہو گئے اور بیعت سے رک گئے۔ تو اس وقت آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد حسبِ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

ایھاالناس! تم سب نے ان ہی چیزوں پر میری بیعت کی ہے، جن پر مجھ سے پہلے خلفا کی بیعت کی تھی اور اس میں شک نہیں کہ بیعت کرنے سے قبل تک تو لوگوں کو اختیار رہے، لیکن بیعت کے بعد کوئی اختیار نہیں رہتا اور یقیناً امام پر استقامت اور رغبت پر تسلیم (ماننا) واجب ہے۔ اور یہ بیعت بیعتِ عامہ ہے۔ پس جس نے اس سے روگردانی کی اور اہل اسلام کے مخالف راستہ کا اتباع کیا اور میری بیعت کوئی ناگہانی کی بیعت نہیں ہے ------------- الخ

۲۔ اللھم انی استعدیک علی قریش ومن اعانھم فانھم قد قطعوا رحمی ---- الخ (نہج: ۱/۲۴۰)

بارالہا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے انتقام کا طالب ہوں، انھوں نے میرا قطع رحم کیا۔ (نہج: ۱/۲۴۰)

ابن ابی الحدید نے اپنی شرح: ۱/۲۰۳ میں لکھا ہے "ورواہ الشعبی عن شریح بن ھانی" ------ یہ کلام شعبی نے شریح بن ہانی سے روایت کیا ہے۔

۳۔ امیرالمومنین کا خط عبداللہ بن عباس کے نام جس کی ابتدا اس طرح ہے:

اما بعد، فانی کنت اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانتی الخ (نہج: ۲/۳۵)

بعدازاں، میں نے تم کو اپنی امانت میں شریک بنایا تھا اور اپنا ظاہری وباطنی لباس قرار دیا تھا۔

یہ پورا خط ابوعمر محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی متوفی سنہ ۳۵۰ھ نے کتاب الرجال: ص۴۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے۔

قال الکشی، قال شیخ من اھل الیمانی یذکر عن معلی بن ھلال عن الشعبی قال لما احتمل عبداللہ

بن عباس مال البصرہ وذھب بہ الی الحجاز کتب الیہ علی بن ابی طالب علیہ السّلام۔

من عبداللہ علی بن ابی طالب الی عبداللہ بن عباس اما بعد، فانی کنت اشرکتک فی امانتی ولم یکن احد من اھل بیتی فی نفسی اوثق منک لمواساتی وموازرتی واداء الامانۃ الی ------- الخ

کشی کا بیان ہے کہ یمن کے ایک بوڑھے شخص نے معلی بن ہلال کے واسطے سے شعبی کی زبانی بیان کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عباس بصرہ کے بیت المال سے روپیہ لے کر حجاز روانہ ہو گئے۔ تو علی بن ابی طالب نے اس وقت ان کو یہ خط تحریر کیا ہے:۔

بندۂ خدا علی بن ابی طالب کی طرف سے عبداللہ بن عباس کو۔ اما بعد، میں نے اپنی امانت میں تم کو شریک قرار دیا تھا اور میں تم کو اپنے اہلِ بیت میں اپنی مواسات اور بوجھ بٹانے اور امانت کی ادائیگی کے لیے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد سمجھتا تھا ---------------- الخ

۳۔ اوصیکم بخمس لوضربتم الیھا آباط الابل لکانت لذلک اھلا -------- الخ

میں تم کو پانچ باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم ان کے لیے اونٹ بھی دوڑاؤ گے تو بجا ہوگا۔

(نہج: ۸۵/۲)

یہ کلام سبط ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ: ۱۲۶/۱ میں شعبی سے اس طرح روایت کیا ہے۔

عن الشعبی، ان علیاً ع قال یاایھا الناس خذ واعنّی ھٰولاء الکلمات فلورکبتم المطئ حتّی تنضوھا..... الخ

۳۷۔ عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی

ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے عوف بن ابی جمیلہ اعرابی نے۔[1]

نہج کے حسب ذیل دو کلام ان سے مروی ہیں۔

۱۔ فوالذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ ما اسلموا واسرّوا الکفر فلما وجدوا اعوانا علیہ اظھروہ۔

(نہج: ۹/۲)

قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف کیا اور کونپل کو اس میں سے ظاہر کیا، یہ لوگ (ہواخواہانِ معاویہ) دل سے اسلام نہیں لائے ہیں بلکہ اسلام کی نقاب ڈال لی ہے اور کفر ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ اب جب کہ انھوں نے اپنے مددگار پائے تو اس کو ظاہر کر دیا

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل: ۱۱۸/۲/۲

یہ کلام نصر بن فراحم متوفی ۲۱۲ھ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی سے روایت کیا ہے

وروٰی نصر عن ابی عبد الرحمٰن المسعودی، عن یونس بن الارقم عن عوف عن عبد اللہ بن عمرو ہند الجملی عن ابیہ، قال لما نظر علیؑ علی الی رایات معٰویۃ واھل الشام، قال: والذی فلق الحبۃ.........الخ

نصر نے ابو عبد الرحمٰن مسعودی سے روایت کیا ہے، انھوں نے یونس بن ارقم سے، انھوں نے عوف سے، انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی سے، انھوں نے اپنے والد سے، ان کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب نے جس وقت معاویہ اور اہل شام کے جھنڈوں کی طرف نظر کی تو فرمایا: قسم بخدا جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ——

انّ الایمان یبدو لمظۃ فی القلب کلّما ازداد الایمان ازدادت اللمظۃ۔	ایمان ابتداء ایک سفید نقطہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اب جتنا جتنا ایمان بڑھتا جائے گا اسی قدر یہ نقطہ بڑھتا رہیگا۔

(نہج: ۲/۰)

یہ قول ابو عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اپنی کتاب "غریب الحدیث" (ورق ۲۰ ب، قلمی کتاب خانہ، رام پور) میں عوف (ابن ابی جمیلہ کے واسطے سے عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی سے روایت کیا ہے۔

۳۸۔ عمّارہ بن ربیعۃ الجرمی

ابن سعد نے تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ آپ نے علی بن ابی طالب سے احادیث کی روایت کی ہے[1]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:۔

انا لم نحکم الرجال وانما حکّمنا القرآن وھذا القرآن انّما ھو خط مستور بین الدفتین ...... الخ (نہج: ۱/۱۳۹)	ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے اور یہ قرآن وہ جو دو دفتیوں کے درمیان لکھا ہوا ہے۔

یہ کلام طبری نے اپنی تاریخ: ۶/۴۷ میں حسب ذیل طریقہ سے عمارہ سے روایت کیا ہے:۔

قال ابو مخنف فی حدیثہ عن ابی خباب عن عمارہ بن ربیعۃ قال.......... انا لسنا حکّمنا الرجال انما حکّمنا القرآن .... الخ

ابو مخنف نے اپنی حدیث میں ابو خباب سے، عمارہ بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین فرماتے تھے۔ —— ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد وکتاب الجرح والتعدیل: ۳/۳ ۳۶۵

۳۹ - (ابو المغیرہ) علی بن ربیعہ بن فضلہ الوالبی الاسدی الکوفی

کوفہ کے ثقات تابعین میں تھے، انھوں نے امیرالمؤمنین علیؑ بن ابی طالب، مغیرہ بن شعبہ سلمان، عبداللہ بن عمر، اسماء بن الحکم الفزاری، سمرہ بن جندب اور سلیمان بن سمرہ وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نیز ان سے حکم بن عتیبہ، ابو اسحٰق سبیلی، منہال بن عمرو، محمد بن قیس الاسدی، سلمہ بن کہیل، عاصم بن بہدلہ وغیرہ نے روایت کی ہے، ابن المغیرہ اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ اور ابوحاتم نے صالح الحدیث ابن سعد کا قول ہے کہ وہ ثقہ اور معروف تھے۔ عجلی نے کوفہ کے ثقات تابعین میں ان کا شمار کیا ہے[۱]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:

ان اللہ افترض علیکم الفرائض فلا تضیّعوها وحدّ لکم حدودًا فلا تعتدوها .... الخ

اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں، پس ان کو ضایع نہ کرو! اور کچھ حدود تمھارے لیے مقرر کر دیے ہیں، پس ان سے تجاوز نہ کرو۔

(نہج : ۸۷/۲)

اخبرنا جماعة عن ابی المفضل، قال حدثنی عبداللہ بن جعفر بن محمد بن اعین البزاز سنة ستة وثلثمائة، قال اخبرنا زکریا بن یحیی بن صبیح الواسطی فی کتابه الینا، قال حدثنا خلف بن خلیفه، عن سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعة الوالبی عن علی بن ابی طالب صلوة اللہ علیہ قال قال رسول اللہ ص۔

امالی شیخ الطائفہ : ۱۲۵

---

[۱] تہذیب التہذیب : ۳۲۰/۷

۲۴۰ ۔ عبداللہ بن شریک العامری

امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السّلام کے ذی اختصاص اصحاب اور تلامذہ میں تھے ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السّلام کے حوارئین میں[۵] تھے ۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے :۔

انی اکرہ لکم ان تکونوا سبّابین ولٰکنکم لو وصفتم اعمالهم وذکرتم حالهم کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر .... الخ

(نہج : ۱/۲۲۱)

میں تمہارے لیے اس امر کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم سبّاب (گالیاں دینے والے) کہلائے جاؤ ، البتہ اگر تم ان لوگوں کی ناپسندیدہ حرکات اور اعمال کو بیان کرو تو یہ بات تمہاری درست ہوگی ۔ اور اس میں تم معذور قرار دیے جاؤگے ۔

یہ کلام نصر بن مزاحم کوفی متوفی ۲۱۲ھ نے عبداللہ بن شریک سے حسب ذیل طریقہ پر روایت کیا ہے :۔

دروٰے نصر عن عبد اللہ بن شریک قال خرج حجر بن عدی وعمرو بن الحمق یظہران البرأۃ من اهل الشام فارسل علی الیهما ان کفا عما یبلغنی عنکما ، فاتیاه فقالا یا امیرالمومنین السنا محقین ، قال بلی قالا اولیسوا مبطلین ؟ قال بلی ، قالا فلم منعتنا عن شتمهم قال کرهت لکم ان تکونوا لعانین شتامین تشتمون وتتبرؤن لکن لو وصفتم مساوی اعمالهم فقلتم من سیرتهم کذا وکذا کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر۔ (بحار الانوار : ۸/۴۷۵)

نصر نے عبداللہ بن شریک سے روایت کی ہے کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق کے متعلق امیرالمومنین نے جب یہ سنا کہ وہ اہل شام سے اظہار برأت کرتے ہیں تو آپ نے کسی شخص کو ان کے پاس بھیجکر اس امر سے باز رہنے کو کہا ۔ یہ سن کر وہ دونوں امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا : کیا ہم حق پر نہیں ہیں ؟ امیرالمومنین نے جواب دیا : بے شک تم حق پر ہو ، پھر کہا : کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں ۔ جواب دیا : بیشک ایسا ہی ہے ، یہ سن کر ان دونوں نے کہا : پھر آپ ہم کو ان پر سب وشتم کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب دیا : کہ میں تمہارے لیے اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم لعان اور شتام کہلائے جاؤ ۔ اور اسی کو اپنا شعار بنالو ، لیکن اگر تم ان کے مساوی اعمال بیان کرو اور ان کی سیرت اور ان کے عمل کی برائیاں بیان کرو تو زیادہ بہتر ہوگا اور اس حد تک تم معذور قرار دیے جاؤگے ۔

---

[۵] منہج المقال : ورق : ۲۰۰ ب ۔

۱۴۱۔ عکرمہ بن خالد المخزومی متوفی بعد سنہ ۱۱۵ھ

اجلّہ تابعین اور راویان حدیث میں ہیں۔ انھوں نے اپنے والد، ابو ہریرہ، ابن عباس ابن عمرو، ابو الطفیل، مالک بن اوس بن الحدثان، سعید بن جبیر، جعفر بن المطلب وغیرہم سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نیز ان سے ایوب، ابن جریج، عبد اللہ بن طاؤس، عبد اللہ بن عطاء مکی، حنظلہ بن ابی سفیان، عباد بن منصور، قتادہ بن اسحاق، عطاء بن عجلان اور دیگر تابعین نے، ابو زرعہ اور نسائی اور ابن حبان نے ان کا شمار ثقات میں کیا ہے۔ بخاریؒ نے بھی ان کی توثیق کی ہے[۱]۔

امیر المومنین علیہ السّلام کا ایک مشہور کلام مندرج نہج البلاغة: ۲/۸۵ "احفظوا عنّی خمسًا" دیگر رواۃ کے علاوہ آپ سے بھی مروی ہے، چنانچہ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء: ۱/۷۵ میں ان ہی کی سند سے روایت کیا ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد، ثنا اسحق بن ابراهیم، اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر، عن ابن طاؤس، عن عکرمه بن خالد قال، قال علی بن ابی طالب، وثنا عبد الله بن محمد قال ثنا عبد الله بن محمد بن سوار، ثنا عون بن سلام ثنا عیسٰی بن سلم الطهوری، عن ثابت بن ابی صفیة (ابو حمزه ثمالی) عن ابی الزغل قال قال علی بن ابی طالب۔

احفظوا عنّی خمسًا فلو رکبتم الابل فی طلبهن لا نضیتموهن قبل ان تدرکوهن لا یرجو عبد الا ربه ولا یخاف الّا ذنبه ولا یستحیٔ جاهل ان یسئل عما لا یعلم، ولا یستحیٔ عالم اذا سئل عما لا یعلم ان یقول الله اعلم، و الصبر من الایمان بمنزلة الجسد ولا ایمان لمن لا صبر له ---------- الخ

ہم سے سلیمان ابن احمد نے بیان کیا، ان سے اسحٰق بن ابراہیم نے، ان سے عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے، ابن طاؤس نے، ان سے عکرمہ بن خالد نے عکرمہ کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب فرماتے تھے۔

نیز ہم سے عبد اللہ بن محمد نے، ان سے عبد اللہ بن محمد بن سوار نے، ان سے عون بن سلام نے، ان سے عیسٰی بن مسلم الطہوری نے، ان سے ثابت بن ابی صفیہ (ابو حمزہ ثمالی) نے، ان سے ابو الزغل نے بیان کیا۔ امیر المومنینؑ فرماتے تھے۔

مجھ سے پانچ باتیں یاد کر لو، وہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کی طلب میں اونٹ بھی دوڑاؤ گے، تو قبل اس کے کہ تم ان کو حاصل کر سکو، تمھارے اونٹ تھک کر بیٹھ جائیں گے۔ بندے کو چاہئے کہ سوائے اپنے رب کے کسی دوسرے امید نہ رکھے، اور سوائے اپنے گناہوں کے اور کسی بات سے نہ ڈرے جاہل کو چاہئے کہ ایسی باتیں دریافت کرنے میں شرم محسوس نہ کرے۔ جن کو وہ نہ جانتا ہو اور عالم سے اگر کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو، تو اعتراف جہل میں شرم نہ کرے۔ اور صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بقیہ جسم کے ساتھ، اور جس میں صبر نہیں۔ اس میں ایمان نہیں۔

---

[۱] تہذیب التہذیب: ۷/۲۵۹

۴۲ - عاصم بن بہدلہ متوفی ۱۲۸ھ

مولی بنی خذیمہ بن ملک، ان کی کنیت ابو بکر بن ابی النجود ہے۔ کوفیین کے طبقۂ ثالثہ میں یحیٰی بن وثاب کے بعد ان کا شمار ہے۔
عاصم نے ابو عبدالرحمٰن السلمی اور زر بن جیش سے پڑھا ہے[۱]۔
آپ سے امیرالمومنین علیہ السلام کا وہ مشہور خط مروی ہے جو آپ نے قاضی شریح کو لکھا ہے جس کی ابتدا اس طرح ہے۔

یا شریح! اما انہ سیاتیک من لا ینظر فی کتابک ولا یسألک عن مبینتک حتّی یخرجک منہا شاخصا۔	اے شریح! ہوشیار رہو، تمھارے پاس جلد ہی وہ آپہنچے گا جو نہ تمھاری دستاویز ہی دیکھے گا نہ تمھارے گواہوں کو پوچھے گا۔ یہاں تک کہ تم کو اس مکان سے نکال کر لے جائیگا۔

(نہج : ۳/۲)

یہ پورا خط شیخ صدوق نے اپنی امالی (مجلس : ۵۱) میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عاصم سے روایت کیا ہے :۔

عن صالح بن عیسٰی العجلی عن محمّد بن محمّد بن علی عن محمّد بن الفرج عن عبد اللہ بن محمّد العجلی عن عبد العظیم الحسنی عن ابان مولی زید بن علی عن عاصم بن بہدلہ قال قال لی شریح القاضی! اشتریت دارا بثمانین دینارًا وکتبت کتابًا واشہدت عدولا فبلغ ذلک امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام فبعث الیّ مولاہ قنبرا فاتیتہ فلمّا دخلت علیہ قال: یا شریح: اشتریت دارًا وکتبت کتابًا واشہدت عدولا ووزنت مالا قال قال نعم، قال یا شریح : اتق اللہ فانہٗ سیاتیک ---------- الخ

صالح بن عیسٰی العجلی سے روایت ہے۔ انھوں نے محمد بن محمد بن علی سے، انھوں نے محمد بن الفرج سے، عبد اللہ بن محمد العجلی سے، انھوں نے عبدالعظیم الحسنی سے، ابان مولی زید بن علی سے، عاصم بن بہدلہ سے عاصم کا بیان ہے کہ مجھ سے قاضی شریح نے بیان کیا کہ میں نے اسّی دینار میں ایک گھر خرید کیا اور اس کی ایک دستاویز لکھی اور چند عادلوں کی گواہی لی۔ امیرالمومنین علی بن ابی طالب کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے میرے پاس اپنے غلام قنبر کو بھیجا۔ آپ کے بلانے پر میں چلا گیا، جب سامنے پہنچا تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا :
اے شریح! تم نے گھر خریدا اور دستاویز لکھی اور گواہ لیے۔ میں نے کہا: بے شک ایسا ہی ہے فرمایا:
اے شریح! اللہ سے ڈرو کیونکہ عنقریب تمھارے پاس ---------- الخ

---

[۱] ابن ندیم: ۴۳۔

۴۳۔ عمرو بن قیس السکونی الکندی متوفی سنہ ۱۴۰ھ

سواد اعظم کے مشہور راویانِ حدیث میں ہیں۔ انھوں نے عبداللہ بن عمرو العاص اور صحابہ کبار سے احادیث کی روایت کی ہے، اسمٰعیل بن عیاش کا قول ہے کہ عمرو بن قیس نے ستّر صحابۂ رسول کا ادراک کیا ہے۔ ابو حاتم اور ابن عقدہ نے ان کو ثقہ کہا، آپ سے روایت کرنے والوں میں عمرو بن امیّہ الترخمی کا نام ملتا ہے۔ مولف شذرات نے لکھا ہے کہ عمرو بن قیس عبد الملک بن مروان کے امراء دولت میں تھے اور اہل حمص کے سردار اور رئیس قبیلہ تھے۔

دوسری صدی ہجری کے راویان خطب کی فہرست میں ان کا نام بھی ہے۔ چنانچہ نہج کے حسب ذیل تین کلام آپ کی وساطت سے کتابوں میں ملتے ہیں۔

۱۔ اوصیکم بخمس لو ضربتم الیها آباط الابل لکانت لذلك اهلا ...... الخ	میں تم کو پانچ باتوں کی وصیت کرتا ہوں اگر تم ان کے لیے اونٹ بھی دوڑاؤ گے تو بے جا نہ ہوگا۔

(نہج : ۲/۸۵)

یہ کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے عیون الاخبار : ۲/۱۱۹ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، اس میں عمرو بن قیس کا نام راوی دوم کی حیثیت سے ہے۔

وروی ابو خالد بن الاحمر عمرو بن قیس عن ابی اسحٰق، قال قال علی علیه السلام "لو رحلتم المطی فیهن لا تصیبوهن قبل ان تدرکوهن ---------------------------- الخ

ابو خالد بن الاحمر نے عمرو بن قیس سے، انھوں نے ابو اسحٰق کی زبانی روایت کی ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے، اگر تم ان باتوں کی طلب میں سواریوں پر بھی نکلو گے تب بھی نہ پا سکو گے ------------

۲۔ ورءی علیه ازار خلق مرقوع فقیل له فی ذلك فقال، یخشع له القلوب وتذل به النفس الخ	آپ کو بوسیدہ اور پیوندار تہ بند پہنے ہوئے دیکھا تو لوگوں نے اس پر متعجبانہ استفسار کیا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ اس سے قلوب میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور نفس ذلیل ہوتا ہے۔

(نہج : ۲/۸۷)

یہ کلام حلیۃ الاولیاء : ۱/۸۴ میں حسبِ ذیل اسناد کے ساتھ عمرو بن قیس سے مروی ہے:۔

حدثنا احمد بن جعفر بن حمدان، ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل، حدثنی ابو عبد الله السلمی،

---

۵۰ شذرات : ۱/۲۰۹ ۔ ۵۱ ایضاً ۔ ۵۲ لسان المیزان : ۴/۳۷۴ ۔ ۵۳ تہذیب التہذیب : ۸/۹۲ ۔ ۵۴ شذرات : ۱/۲۰۹

ثنا ابراهيم بن عيينة، عن سفيان الثوري عن عمرو قيس قال قيل لعلي يا امير المومنين لم ترقع قميصك؟

قال يخشع القلب ويقتدي به المومن

ہم سے احمد بن جعفر بن حمدان نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو عبد اللہ السلمی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن عیینہ نے، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے عمرو بن قیس نے، عمرو بن قیس کا بیان ہے۔ علیؑ سے لوگوں نے پوچھا۔ اے امیر المؤمنین علیہ السلام آپ نے قمیص میں پیوند کیوں لگائے ہیں؟ فرمایا۔ اس سے قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے، اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔

۳۔ اما بعد، فان الجهاد باب من ابواب الجنة فتحه الله لخاصة اوليائه وهو لباس التقوى ودرع الله الحصينة وجنته الوثيقه (نہج: ۱/۴۴)

بعد ازاں، بیشک جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے جس کو اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھولا ہے اور وہ پرہیزگاری کا لباس ہے اور اللہ کی مضبوط زرہ اور اس کی مضبوط ڈھال ہے۔

یہ پورا خطبہ علامہ ابو الفرج نے اپنی کتاب الاغانی: ۱۵/۴۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ عمرو بن قیس سے روایت کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام امیر المومنین علیہ السلام نے کس موقع پر ارشاد فرمایا ہے۔

فحدثني العباس بن علي بن العباس النسائي، قال حدثنا محمد بن حسان الازرق، قال حدثنا شبابه بن سوار، قال حدثنا قيس بن الربيع عن عمرو بن قيس عن ابي صادقة قال: اغارت خيل لمعاوية على الانبار فقتلوا عاملاً لعلي عليه السلام يقال له حسان بن حسان وقتلوا رجالاً كثيرا ونساءً فبلغ ذلك علي بن ابي طالب عليه السلام فخرج حتى اتى المنبر فرقيه فحمد الله واثنى عليه وصلى على النبيؐ ثم قال:

ان الجهاد باب من ابواب الجنة —— الخ

مجھ سے عباس بن علی بن العباس النسائی نے، انھوں نے محمد بن حسان ازرق سے، انھوں نے شبابہ بن سوار سے، شبابہ کا بیان ہے، کہ مجھ سے قیس بن الربیع نے انھوں نے عمرو بن قیس سے انھوں نے ابو صادقہ سے، روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے عامل کو جس کا نام حسان تھا۔ قتل کر دیا اور اسی کے ساتھ کثیر التعداد مرد اور عورتوں کو قتل کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو گھر سے نکلے، اور منبر پر گئے اللہ کی حمد و ثنا اور درود کے بعد فرمایا:

"بے شک جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے ——"

۴۴۔ عبداللہ بن عوف بن الاحمر

امیرالمومنین کے اصحاب میں تھے۔ ان کے ہمراہ جنگ صفین میں موجود تھے۔ عبیداللہ المرزبانی متوفی ۳۸۴ھ نے معجم الشعراء میں ان کا ایک مرثیہ امام حسین علیہ السلام پر نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ مرثیہ بنی امیّہ کے زمانۂ حکومت تک پوشیدہ رہا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت ہوئی ہے[۵۵]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:۔

اتزعم انک تھدی الی الساعۃ التی من سار فیھا صرف عنہ السوء۔	کیا تیرا یہ گمان ہے کہ تو اس گھڑی کو بتا سکتا ہے جس میں سفر کرنے سے بلا دور رہتی ہے۔
(نہج: ۱/۷۹)	(نہج: ۱/۷۹)

یہ کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عوف سے روایت کیا ہے:۔

حدثنا محمد بن علی ماجیلویہ رہ قال حدثنی عمی محمد بن ابی القاسم عن محمد بن علی القرشی عن نصر بن مزاحم عن عمر بن سعد عن یوسف بن زید عن عبد اللہ بن عوف بن الاحمر قال لما اراد امیرالمومنین علیہ السلام المسیرالی النہروان اتاہ منجہ فقال لہ یاامیرالمومنین لا تسر فی ھذہ الساعۃ وسر فی ثلاث ساعات یمضین من النہار فقال یاامیرالمومنین علیہ السلام ولم ذالک قال لانک ان سیرت فی ھذہ الساعۃ اصابک واصاب اصحابک اذی وضر شدید وان سیرت فی الساعۃ التی امرتک ظفرت وظہرت واصبت کلما طلبت

ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ نے بیان کیا، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، ان سے محمد بن القرشی نے، ان سے نصر بن مزاحم نے، ان سے عمر بن سعد نے، یوسف بن زید نے، عبداللہ بن عوف بن احمر کی زبانی بیان کیا۔ کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے جب نہروان کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو ایک منجّم آپ کے پاس آیا اور کہا: اے امیرالمومنین علیہ السلام! اس وقت آپ سفر نہ فرمائیں بلکہ جب تین گھنٹے دن گزر جائے تب روانہ ہوں۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: کس وجہ سے؟ منجم نے جواب دیا کہ اگر اس وقت آپ سفر کریں گے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شدید نقصان پہنچے گا۔ اور جس وقت کے لئے میں عرض کر رہا ہوں اس وقت آپ سفر کریں گے تو فتح پائیں گے۔ اور اپنا مطلوب حاصل کریں گے۔ اس پر آپ نے یہ کلام ارشاد فرمایا:

(امالی شیخ صادق

---

۵۵ معجم الشعراء: ۲۷۷۔

۴۵۔ عقبہ بن ابی الصہباء الباہلی متوفی ۱۶۷ھ

انھوں نے حسن اور سالم بن عبد اللہ سے احادیث کی روایت کی ہے، ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے[۱] اور احمد نے صالح الحدیث۔ ذہبی نے ان کا سنہ وفات نہیں دیا بلکہ اتنا لکھا ہے کہ امام رفاعی کے چند ماہ بعد ان کا انتقال ہوا ہے[۲]۔

امیر المومنین کی ایک وصیت مندرجہ نہج البلاغۃ : ۲/۸۰ ان سے مروی ہے، جس کو ابن درید متوفی ۳۲۱ھ نے کتاب المجتنٰی : صفہ ۳۱ میں حسب ذیل طریقہ پر ان سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عقبہ بن ابی الصہبا، قال لمّا ضرب ابن ملجم علیًّا رضی اللہ عنہٗ، دخل علیہ الحسن وھو باکٍ، فقال لہ مایبکیک یا بُنیّ، فقال مالی ولا ابکی، وانت فی اوّل یومٍ من الاٰخرۃ و اٰخر یوم من الدنیا فقال: یا بنیّ احفظ عنّی اربعًا و اربعًا لا یضرک ما عملت معھنّ، اغنی الغنی العقل واکبر الفقر الحمق واوحش الوحشۃ العجب واکرم الحسب حُسن الخلق، یا بنیّ ایاک ومصادقۃ الاحمق فانہ یرید ان ینفعك فیضرك ــــــــــــــــ الخ

ہم کو عقبہ بن ابی الصہبا نے خبر دی ہے کہ جب ابن ملجم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ضرب لگائی۔ تو امام حسن علیہ السّلام آپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! رونے کا کیا سبب ہے؟ امام حسن نے جواب دیا: میں کس طرح نہ روؤں حالانکہ آپ آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں ہیں۔

اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلو ۔ جب تک تم ان کی روشنی میں کام کروگے نقصان نہیں اٹھا سکتے، وہ چار باتیں یہ ہیں :۔

- بہترین تونگری عقل ہے۔
- بدترین فقر بے وقوفی ہے۔
- سب سے بڑی پریشان خاطری خود پسندی ہے۔
- سب سے بڑی شرافت حُسن خلق ہے۔

میرے بیٹے! احمق کی دوستی سے پرہیز کرتے رہو کیونکہ وہ تم کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے اور نتیجہ میں نقصان پہنچاتا ہے۔

---

[۱] تاریخ خطیب بغدادی : ۱۲/۲۶۵۔ [۲] میزان الاعتدال : ۲/۱۸۴۔

۴۲۶ - (ابوسعید) عبدالملک بن قریب الاصمعی متوفی ۲۱۶ھ

لغت ونحو کا متبحر عالم، اور اخبار و نوادر کا امام مانا جاتا ہے۔ اس نے شعبہ بن الحجاج حماد بن اور مسعر بن کدام وغیرہ سے احادیث و اخبار کو سنا ہے، اس سے روایت کرنے والوں میں، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابو عبید القاسم بن سلام، ابوحاتم سجستانی اور ابوالفضل ریاشی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ عمر بن شبیہ کا بیان ہے، میں نے اصمعی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ کو چھ ہزار ارجوزے زبانی یاد ہیں۔ نیز اسحٰق موصلی کا قول ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ اصمعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا ہو اور کوئی دوسرا اس سے زیادہ اس کا جاننے والا ہو۔ ابن خلکان نے اس کی تصانیف کی ایک لمبی فہرست دی ہے۔ جن میں کتاب غریب الحدیث، کتاب الخیل، کتاب خلق الانسان، اپنے موضوع کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہیں[1]۔

نہج کے حسب ذیل کلام اس کی روایت سے مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔

۱- ایہا الناس! انما الدنیا دار مجاز والآخرة دار قرار فخذوا من ممرکم لمقرکم۔ (نہج: ۱/۲۳۰)

اے لوگو! دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت قرارگاہ، پس اپنی گزرگاہ سے اپنی قرارگاہ کے لیے کچھ لے جاؤ۔ (نہج: ۱/۲۳۰)

یہ کلام ابوالعباس محمد بن یزید المبرد متوفی ۲۸۵ھ نے کتاب "کامل" میں اصمعی سے بنام اعرابی روایت کیا ہے[2]۔

۲- انا دون ما تقول وفوق ما فی نفسك (نہج: ۲/۸۵)

میں تیرے کہے ہوئے سے کم ہوں اور جو کچھ تیرے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔

یہ کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے عیون الاخبار: ۱/۲۷۶ میں نیز جاحظ نے کتاب "البیان والتبیین": ۱/۱۷۹ میں اصمعی سے روایت کیا ہے۔

۳- انما المرء فی الدنیا غرض تنتضل فیه المنایا ونهب تبادره المصائب ومع کل جرعة شرق وفی کل اکلة غصص ...... الخ (نہج: ۲/۹۸)

بے شک انسان دنیا میں وہ نشانہ ہے جس پر موت کے تیر پڑ رہے ہیں۔ اور ایسی غارت شدہ چیز ہے کہ رہ رہ کر جس پر مصیبتیں ٹوٹتی ہیں، ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو لگتا ہے اور ہر لقمہ کے ساتھ غم و غصہ ہے۔

یہ پورا کلام قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ ابو اسمٰعیل قالی نے امالی: ۲/۵۷ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے۔

وحدثنا ابوبکر رح قال حدثنا ابوحاتم عن الاصمعی قال بلغنی ان علی بن ابی طالب رضی الله عنه

---

[1] وفیات الاعیان: ۱/۲۱۰۔ [2] شرح حدیدی: ۲/۲۔

کان یقول: انما المرء فی الدنیا ——————— الخ

ہم سے ابوبکر (ابن درید) نے، ان سے ابوحاتم نے اصمعی کی زبانی بیان کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ بلاشک انسان دنیا میں ایک نشانہ ہے۔

۴۷۔ عبیداللہ بن محمد بن حفص المعروف بابن عائشہ م ۲۲۸ھ

تیسری صدی کے بلند پایہ محدثین میں ہیں۔ انھوں نے حماد بن سلمہ، مہدی بن میمون، عبدالواحد بن زیاد، جویریہ بن اسماء صالح المری، ابوعوانہ وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں، ابوبکر الاثرم، عباس بن عبداللہ الانطاکی ابوحاتم، ابوزرعہ، یعقوب بن ابی شیبہ، یعقوب بن سفیان، امام احمد، عباس الدوری، ابراہیم الحربی، ابن ابی الدنیا وغیرہ جیسے اکابر کے نام ملتے ہیں۔ تمام محدثین ان کی توثیق اور جلالت قدر پر متفق ہیں[1]۔

نہج کے حسب ذیل دو کلام ان سے مروی ہیں:۔

۱۔ اما بعد، فان الجہاد باب من ابواب الجنة فتحه اللہ لخاصة اولیائہ (نہج: ۱/۶۲)

بعدازاں، بے شک جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے جو اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھولا ہے۔

یہ خطبہ شیخ صدوق نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ معانی الاخبار: ص۱۱۳ میں ان سے روایت کیا ہے۔

حدثنا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحٰق الطالقانی رض قال حدثنا عبدالعزیز بن یحیٰی الجلودی قال حدثنا ھشام بن علی ومحمد بن ذکریا الجوھری، قال حدثنا ابن عائشة باسنادہ ذکرہ۔

۲۔ اعجزالناس من عجز عن اکتساب الاخوان واعجز منه من ضیّع من ظفر به منھم۔ (نہج: ۲/۰۰)

سب سے زیادہ عاجز آدمی وہ ہے جو دوستوں کے حاصل کرنے میں عاجز ہے۔ اور اس سے بھی عاجز وہ ہے۔ جو دوست پاکر اسے ضایع کردے۔

یہ کلام ابواسمٰعیل القالی نے ذیل الامالی: ۱۱۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے:۔

(حدثنا ابو بکر بن ابی الازھر، قال حدثنا ابو العباس، قال حدثنی ابن عائشة فی اسنادذکرہ قال قال علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالٰی وجھه من اعجزالناس من عجز عن اکتساب الاخوان ــ ــ ــ الخ

---

[1] تھذیب التھذیب: ۷/۴۶۔

۴۸۔ قبیصہ بن جابر متوفی ۳۱ھ

تابعین کوفہ میں ہیں۔ انھوں نے حضرت عمر، طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمٰن بن عوف، ابن مسعود، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ نیز دیگر صحابۂ رسول سے احادیث کی روایت کی ہے[1] اور ان سے امام شعبی، عبد الملک بن عمیر وغیرہما نے۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ لکھا ہے[1]۔

امیر المومنین کا کلام مندرجہ نہج: ۸۷/۲ "بُنِیَ الاسلام علیٰ اربعۃِ ارکانٍ" ان سے مروی ہے۔ چنانچہ مؤلف 'حلیۃ الاولیاء' نے مذکورہ کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"رواہ قبیصہ بن جابر عن علی من قولہ"[2]

یہ کلام قبیصہ بن جابر نے علی بن ابی طالب سے خود انھیں کے قول کی حیثیت سے روایت کیا ہے۔

۴۹۔ قیس بن ابی حازم الاحمسی البجلی الکوفی متوفی ۹۸ھ[3]

کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں ہیں۔ انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے تھے۔ ایک مرتبہ آپ آں حضرتؐ کی بیعت کرنے کی غرض سے گھر سے روانہ ہوئے تھے، لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح شرف زیارت سے محروم رہے۔ آپ کے والد ابو حازم مسلمہ طور پر صحابی رسولؐ تھے۔ آپ نے کثیر التعداد صحابۂ رسول سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے۔ ابن خراش کا قول ہے کہ تابعین میں بجز قیس کے کوئی ایسا نہیں ہے، جس نے دس صحابۂ رسولؐ سے حدیث کی روایت کی ہو۔ ابو داؤد سجستانی کا قول ہے کہ قیس بن ابی حازم اسناد کے لحاظ سے اجود الناس ہیں[4]۔

نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے:

لا یقل عمل مع التقویٰ وکیف یقل ما یتقبل ۔۔۔۔۔۔ الخ (نہج: ۸۶/۲)	جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ قلیل نہیں ہوتا اور کس طرح قلیل ہو سکتا ہے وہ عمل جو قبول ہو جائے۔

یہ کلام حافظ ابو نعیم نے اپنی اسناد کے ساتھ حلیۃ الاولیا: ۷۵/۱ میں حسب ذیل طریقہ پر روایت کیا ہے:

حدثنا علی بن محمد بن اسمٰعیل الطوسی وابراہیم بن اسحٰق۔ قالا ثنا ابوبکر بن خزیمۃ ثنا علی بن حجر، ثنا یوسف بن زیاد عن یوسف بن ابی المتئد عن اسماعیل بن ابی خالد، عن قیس بن ابی حازم قال، قال علی علیہ السلام، کونوا لقبول العمل اشد اھتماما منکم بالعمل فانہ لن یقل عمل مع التقویٰ وکیف یقل عمل یتقبل۔

---

[1] تہذیب: ۵۰۷۔ [2] حلیۃ الاولیاء: ۷۵/۱۔ [3] شذرات الذہب: ۱۱۲/۱۔ [4] تہذیب: ۵۱۴

۵۰ - کلیب بن شہاب الجرمی

یہ اور ان کے والد شہاب دونوں صحابیٔ رسول تھے۔ عاصم بن کلیب جو مشہور راوی اخبار ہیں، انھیں کلیب کے بیٹے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور عاصم کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد (کلیب) اپنے باپ کے ہمراہ ایک جنازہ میں شرکت کی غرض سے گئے جس میں خود رسول اکرمؐ بھی موجود تھے۔ میں اس وقت اگرچہ لڑکا تھا مگر سمجھدار تھا۔ اس موقع پر رسولؐ اللہ نے یہ حدیث بیان فرمائی: "ان اللہ یحب من العامل اذا عمل عملا ان یحسن"[1] بیشک اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کی اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ جب وہ کوئی عمل کرے تو اچھی طرح کرے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ کلیب نے حضرت علی اور حضرت عمر سے احادیث کی روایت کی ہے اور وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[2]

رجال نہج البلاغة کے سلسلہ میں کلیب کا نام اس بنا پر دوہری اہمیت رکھتا ہے کہ امیرالمومنین کا کلام مندرجہ نہج: ۱/۱۷۹ ان ہی سے واقع ہوا ہے چنانچہ اس کی تمہید میں جامع نے لکھا ہے:-

کلم به بعض العرب وقد ارسله قوم من اهل البصرة لما قرب منها لیعلم لهم منه حقیقة حاله مع اصحاب الجمل لتزول الشبهه من نفوسهم فبین له علیه السلام من امره معهم ما علم به انه علی الحق ثم قال له بایع فقال انی رسول قوم ولا احدث حدثا حتی ارجع الیهم فقال علیه السلام۔

ارایت لو ان الذین وراءك بعثوك رائدا تبتغی لهم مساقط الغیث ------- الخ

امیرالمومنین کا یہ وہ کلام ہے جو کسی عرب سے واقع ہوا تھا جس کو (جنگ جمل کے دوران میں) بصرہ والوں نے قاصد بنا کر آپ کے پاس بھیجا تھا تاکہ اصحاب جمل کے بارے میں جو آپ کے خیالات ہیں وہ معلوم ہو جائیں اور لوگوں کے دلوں میں جو شک و شبہ ہے وہ دور ہو جائے۔ امیرالمومنین نے ان کے ساتھ اپنی روش کو اس طرح واضح کیا جس سے وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا اور سمجھ گیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اپنی بیعت کے لیے کہا۔ لیکن اس نے اس کا جواب یہ دیا کہ میں ایک جماعت کے قاصد کی حیثیت سے آپ کے پاس آیا ہوں اور اس بنا پر کوئی تازہ بات پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ جب تک کہ ان میں نہ پہنچ جاؤں۔ اس پر امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ وہ لوگ جو تمھارے پیچھے ہیں اور جنھوں نے تم کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ تم ان کے لیے بارش کی جگہیں تلاش کرو ---------------

یہ پورا کلام نقل کرنے کے بعد جامع نے آخر میں لکھا ہے: "والرجل یعرف بکلیب الجرمی" ——— یہ شخص کلیب جرمی تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا مشہور قول "هذا الخطیب الشحشح" (مندرجہ نہج: ۲/۱۰۵) انھیں سے مروی ہے چنانچہ مورخ طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو حسب ذیل طریقہ پر کلیب سے روایت کیا ہے:

---

[1] استیعاب: ۱/۲۲۴ ۔ [2] طبقات ابن سعد: ۶/۸۴

قال ابوجعفر اخرج الیّ زیاد بن ایوب کتابا فیہ احادیث عن شیوخ ذکر انہ سمعہا منہم قرأ علی بعضہا ولم یقرأ علی بعضہا فمالم یقرأ علیّ من ذلک فکتبتہ منہ قال حدثنا مصعب بن سلام التیمی قال حدثنا محمد بن سوقہ عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ .... فقال علی اما ان ھذا لہو الخطیب الشحشح -[1]

ابوجعفر کا بیان ہے کہ زیاد بن ایوب نے مجھ کو ایک کتاب دی جس میں شیوخ سے کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اس نے ان تمام احادیث کو بطور خود ان سے سنا ہے۔ ان میں سے بعض احادیث تو اس نے مجھ کو پڑھ کر سنائیں۔ اور بعض چھوڑ دیں، جن احادیث کو اس نے چھوڑ دیا تھا ان کو میں نے اس سے نقل کر لیا۔ ان ہی احادیث میں یہ ہے۔ (زیاد کا بیان ہے) کہ ہم سے مصعب بن سلام تیمی نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقہ نے، ان سے عاصم بن کلیب نے، ان سے ان کے باپ کلیب بن شہاب نے ....

اس مقام پر طبری نے ایک طویل روایت نقل کی ہے، اسی کے ضمن میں امیر المومنین علیہ السلام کا قول "ھذا الخطیب الشحشح" آیا ہے۔

---

۵۱ - کمیل بن زیاد النخعی متوفی ۸۳ھ

امیر المومنین علیہ السلام کے ذی اختصاص اصحاب میں تھے اور سفر و حضر، خلوت و جلوت میں آپ کے ہمراہ رہے ہیں۔ علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

صاحب علی رضی اللہ عنہ، روی عنہ عباس بن ذریح و عبد الرحمن بن زیاد قال ابن حبان: کان من المفرطین فی علیّ ——— وثقہ ابن سعد وابن معین -

(کمیل، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابی تھے، ان سے عباس بن ذریح اور عبد الرحمن بن زیاد نے احادیث کی روایت کی ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ علی کی محبت میں غلو رکھتے تھے، ابن سعد اور ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(میزان الاعتدال: ۲/۳۳ س)

امیر المومنین کی وصیت کمیل کو مندرجہ نہج: ۲/۹۳ خود ان ہی سے مروی ہے، جس کو حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا: ۱/۷۹ میں، علامہ ابن عبد ربہ الاندلسی نے عقد الفرید: ۱/۸۰ میں، شیخ ابوجعفر طوسی نے امالی: ۱۳ میں اپنے اپنے سلسلۂ سند کے کمیل سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابو نعیم نے حسب ذیل اسناد کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے:

---

[1] تاریخ طبری: ۵/۱۹۳

حدثنا حبیب بن الحسن، ثنا موسیٰ بن اسحٰق وثنا سلیمان بن احمد، ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ

قالا ثنا ابو نعیم ضرار بن صرد وثنا عبد الواحد محمد بن محمد بن احمد الحافظ، ثنا محمد بن الحسین الخثعمی

ثنا اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری، قالا ثنا عاصم بن الحمید الحناط، ثنا ثابت بن ابی صفیہ ابوحمزۃ الثمالی

عن عبد الرحمٰن بن جندب عن کمیل بن زیاد۔

کمیل کا بیان ہے: اخذ علی بن ابی طالب بیدی فاخرجنی الی ناحیۃ الجبان فلما اصحرنا جلس ثم تنفس ثم

قال: یا کمیل بن زیاد القلوب اوعیۃ فخیرھا اوعاھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

ایک مرتبہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر جنگل کی طرف لے گئے، جب ہم اس میں داخل ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس کھینچی۔ اس کے بعد فرمایا: اے کمیل بن زیاد! دل علوم کے ظرف ہیں۔ پس بہتر ظرف وہ ہے جو ان علوم کی نگہداشت کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ابن عبد ربہ الاندلسی نے یہ وصیت حسبِ ذیل اسناد کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ایوب بن سلیمان بن عامر بن معاویہ، عن احمد بن عمران الاخفش عن الولید بن صالح

الھاشمی، عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الکوفی عن ابی مخنف عن کمیل بن زیاد النخعی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے حسبِ ذیل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:-

وعنہ عن شیخہ رضی اللہ عنہ قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنی ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین

بن موسیٰ بن بابویہ، قال حدثنا ابی، قال حدثنا محمد بن القاسم ماجیلویہ عن محمد بن علی الصیرفی عن

نصر بن مزاحم عن عمر بن سعد، عن فضیل بن خدیج عن کمیل بن زیاد النخعی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۵۲۔ الامام ابوجعفر محمد الباقر علیہ السلام متوفی ۱۱۴ھ

سلسلۂ ائمہ اثنا عشریہ کے پانچویں امام ہیں۔ سوادِ اعظم میں آپ کا شمار اجلّہ علماء میں ہے۔ ابنِ خلکان آپ کے تذکرے میں لکھتا ہے:-

کان عالماً سیداً کبیراً وانما قیل لہٗ	(امام محمد باقر) عالم، سردار اور جلیل القدر تھے۔ آپ
الباقر لانہ تبقر فی العلم ای توسع	کو باقر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علوم میں وسعت
والتبقر التوسع وفیہ یقول الشاعر	پیدا کی۔ تبقر کے معنی توسع کے ہیں۔ آپ ہی کے بارے
یا باقر العلم لاھل التقیٰ وخیر من لبی علی الجبل	میں شاعر کا کہنا ہے: اے اہل تقویٰ کے لیے علم میں وسعت

دینے والے

روی عن ابی سعید الخدری وجابر وکان من فقہاء المدینۃ: قال عبد اللہ بن عطاء ما رأیت العلماء عند احد اصغر منہم علمًا عند لاولہ کلام نافع فی الحکم والمواعظ منہ۔

آپ نے ابو سعید خدریؓ اور جابر بن عبد اللہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور آپ کا شمار فقہائے مدینہ میں ہے۔ عبد اللہ بن عطاء کا بیان ہے کہ میں نے علماء میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ لوگ اس کے پاس آکر از روئے علم ... اپنے کو کمتر سمجھتے ہوں جتنا آپ کے پاس آکر سمجھتے تھے، اور حِکَم و مواعظ میں آپ کا بہت سا مفید کلام ہے۔

(وفیات الاعیان: ۱/ ۴۴۲ و شذرات الذہب: ۱/۱۴۹)

کلام امیر المومنین علیہ السّلام کے اہم راویوں میں ہیں۔ چنانچہ نہج البلاغۃ کے حسب ذیل خطبے اور کلام آپ سے مروی ہیں

۱۔ انما بدء وقوع الفتن اھواء تتبع واحکام تبتدع ---------- الخ

(نہج: ۱/ ۶۲)

بیشک فتنوں کے وقوع کا مبدء وہ خواہشات ہیں۔ جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور وہ احکام ہیں جو تراشے جاتے ہیں۔

یہ خطبہ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ نے اصول کافی: ۱۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:۔

الحسین بن محمد الاشعری عن معلی بن محمد عن الحسن بن علی الوشاء وعدۃ من اصحابنا عن احمد بن محمد عن ابن فضال جمیعًا عن عاصم بن حمید عن محمد بن مسلم، عن ابی جعفر علیہ السلام قال خطب امیر المؤمنین علیہ السلام الناس فقال:

یا ایّھا النّاس! انّما بدء وقوع الفتن ---------- الخ

۲۔ لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اریٰ احدًا منکم یشبہھم ...... الخ

(نہج: ۱/ ۱۱۳)

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ پس تم میں سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں پاتا۔

یہ کلام شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی امالی: ۶۲ میں اور محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی: ۲۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کیا ہے:۔

وعنہ، قال حدثنا الشیخ المفید ابو علی الحسن بن محمد الطوسی، قال، حدثنا الشیخ الوالد رحمۃ اللہ، قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرنا ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ القمی رحمہ اللہ، قال حدثنی ابی، قال حدثنا سعد بن عبد اللہ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن معروف بن خرّبوذ عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السّلام۔

۳- انّ افضل ما توسّل بہ المتوسّلون الی اللّٰہ سبحانہ الایمان بہ وبرسولہ والجہاد فی سبیلہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

(نہج: ۱/۱۸۶)

یقیناً اللہ سے قربت حاصل کرنے والوں کا سب سے بہتر ذریعہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

(نہج: ۱/۱۸۶)

یہ پورا خطبہ شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی امالی: ۳۵ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:۔

وبالاسناد، قال اخبرنا محمّد بن محمّد، قال اخبرنی ابو الحسن احمد بن محمد بن الحسن عن ابیہ عن محمّد بن الحسن الصفار عن احمد بن محمد بن عیسٰی عن الحسن بن محبوب عن علی بن ابی حمزہ الثمالی عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین علیہم السّلام، قال، قال امیر المؤمنین: انّ افضل ما یتوسّل ـــــ الخ

۴- الا وانّ الظلم ثلٰثۃ، فظلم لا یغفر وظلم لا یترک وظلم مغفور لا یطلب ـــــ الخ

(نہج: ۱/۱۸۶)

آگاہ ہو جاؤ ظلم تین ہیں۔ ایک ظلم وہ ہے جو کبھی نہیں بخشا جا سکتا، دوسرا ظلم وہ ہے جس کو چھوڑا نہیں جا سکتا، تیسرا ظلم وہ ہے جو بخشا جا سکتا ہے، مگر مطلوب نہیں ہے۔

یہ کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی امالی: مجلس ۴۴ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:۔

حدثنا ابی، قال حدثنا سعد بن عبد اللّٰہ، قال حدثنا احمد بن ابی عبد اللّٰہ البرقی عن ابیہ عن ھارون بن الجہم عن المفضل بن صالح عن سعد بن طریف عن ابی جعفر الباقر علیہ السلام۔

۷ امّا بعد فقد جعل اللّٰہ لی علیکم حقّاً بولایۃ امرکم ولکم علیّ من الحق مثل الّذی لی علیکم ـــــ الخ

(نہج: ۱/۲۳۸)

بعد ازاں، بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کی سربراہی کے لیے میرا حق تم پر واجب کیا ہے۔ نیز اسی طرح مجھ پر بھی تمہارا حق ویسا ہی ہے جیسا کہ میرا حق تم پر ـــــ

نہج کا ایک طویل خطبہ ہے جو محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ نے "فروع کافی" کتاب الروضہ: ۳/۱۶۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے:

علی بن الحسین المؤدب، عن احمد بن محمّد بن خالد و احمد بن محمد عن علی بن الحسن التیمی جمیعا عن اسمٰعیل بن مہران، قال حدثنی عبد اللّٰہ بن الحارث، عن جابر عن ابی جعفر علیہ السّلام، قال خطب امیر المومنین علیہ السّلام بصفّین فحمد اللّٰہ واثنیٰ علیہ وصلّی علی محمّد النبی صلّی اللّٰہ علیہ والہ ثمّ قال، اما بعد، فقد جعل اللّٰہ تعالٰی لی علیکم حقّاً ـ ـ ـ ـ ـ ـ الخ

۶- الایمان علی اربعۃ دعائم، الصبر، والیقین، والعدل والجہاد۔

ایمان کے چار ستون ہیں، صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

(نہج : ۷۸/۲)

یہ کلام بھی محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی : ۱۶۷ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

علی بن ابراہیم عن ابیہ ومحمد بن یحیی عن احمد بن محمد بن عیسی وعدۃ من اصحابنا، عن احمد بن محمد بن خالد جمیعاً عن الحسن بن محبوب عن یعقوب السراج، عن جابر عن ابی جعفر قال سئل امیر المؤمنین علیہ السلام عن الایمان فقال " ان اللہ عزّ وجلّ جعل الایمان علی اربعۃ دعائم .... الخ

من الوالد الفان المقر للزمان۔ الخ۔ (نہج : ۸۱/۲)

اس باپ کی طرف سے جو فنا ہونے والا ہے اور زمانہ کے حوادث کے آگے سپر انداختہ ہے۔

یہ پوری وصیت محمد بن یعقوب کلینی نے "کتاب الرسائل" میں مکمل اسناد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، علامہ مجلسی اس وصیت کے اسناد کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

وقد روی الشیخ المتفق علی ثقتہ وامانتہ محمد بن یعقوب الکلینی تغمدہ اللہ جلّ جلالہ برحمتہ رسالۃ مولانا امیر المومنین علیہ السلام الی ولدہ الحسن ولدہ سلام اللہ جل جلالہ علیہ وروی رسالۃ اخری مختصرۃ عن مولانا علی علیہ السلام الی ولدہ محمد بن الحنفیہ رضوان اللہ جلّ جلالہ علیہ وذکر الرسالتین فی کتاب الرسائل ووجدنا نسخۃ عتیقۃ یوشک ان یکون کتابتہا فی زمان حیوۃ محمد بن یعقوب۔

شیخ محمد بن یعقوب کلینی نے (اللہ ان کو اپنی رحمت سے ہم آغوش رکھے) جن کی ثقاہت اور امانت متفق علیہ ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے دو رسالوں کی روایت کی ہے۔ جن میں ایک امام حسن کے نام ہے اور دوسرا محمد بن الحنفیہ (اللہ ان سے راضی وخوشنود ہو) کے نام۔ ان دونوں رسالوں کا ذکر انھوں نے "کتاب الرسائل" میں کیا ہے۔ ہم کو ایک بہت پرانا نسخہ ان دونوں رسالوں کا ملا ہے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کتابت محمد بن یعقوب کلینی کے زمانۂ حیات ہی میں ہوئی ہے۔

فذکر محمد بن یعقوب الکلینی فی

پس محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب الرسائل میں جعفر بن

کتاب الوسائل باسنادہ الی جعفر بن عنبسہ عن عباد بن زیاد الاسدی عن عمرو بن ابی المقدام عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما اقبل امیرالمؤمنین من صفین کتب الی ابنہ الحسن علیہ وعلی جدہ وابیہ و امہ واخیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من الوالد الفان ----------- الخ

(بحارالانوار: ۵۷/۱۷)

بن عنبسہ، عباد بن زیاد الاسدی، عمرو بن ابی المقدام، امام محمد باقر علیہ السلام تک اپنے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام صفین سے لوٹے تو آپنے امام حسن (ان پر اور ان کے نانا، ان کے باپ اور ماں اور بھائی سب پر سلام ہو) کے نام یہ وصیت تحریر کی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ فنا ہونے والے باپ کی طرف سے ------------ الخ

(بحارالانوار: ۵۷/۱۷)

۷۔ انّ الفقیہ کلّ الفقیہ من لم یقنط النّاس من رحمۃ اللہ --- الخ

(نہج: ۸۵/۱)

مکمل ترین فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔ ---------- الخ

یہ کلام شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ نے کتاب "معانی الاخبار" : ۸۴ میں حسب ذیل سلسلۂ سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے:

قال حدثنا محمد بن ابی القاسم، عن محمد بن خالد عن بعض رجالہ عن داؤد الرقی عن ابی حمزۃ الثمالی عن ابی جعفر قال قال امیرالمؤمنین الا اخبرکم بالفقیہ حقا قالوا: بلی یا امیرالمومنین علیہ السلام قال من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ --- ---------- الخ

ہم سے محمد بن ابی القاسم نے، ان سے محمد بن خالد نے، انھوں نے بعض لوگوں سے، داؤد رقی سے، ابوحمزہ ثمالی سے، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تم کو فقیہ کے حقیقی معنی سے آگاہ نہ کروں؟ سب نے کہا ضرور، اے امیرالمومنین علیہ السلام! تب فرمایا:

"فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔"

۸۔ کان فی الارض امانان من عذاب اللہ وقد رفع احدھما فدونکم الآخر فتمسکوا بہ اما الامان الذی رفع فھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واما الامان الباقی فالاستغفار قال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔

زمین پر عذابِ الٰہی سے دو امانیں تھیں، ان میں سے ایک تو اٹھالی گئی۔ دوسری موجود ہے۔ پس اس سے تمسک کیے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے۔ لیکن وہ امان جو باقی ہے وہ استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول اللہ! اس وقت تک بندوں پر عذاب کرنے والا نہیں ہے۔ جب تک تم ان میں موجود ہو۔ نیز یہ بھی فرماتا ہے کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے۔ اللہ ان پر عذاب کرنے والا نہیں۔

(نہج : ۲/۵۸)

اس کلام کی ابتدا میں جامع نے لکھا ہے۔

وحکی عنہ ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام انہ قال کان فی الارض امانان -------------------------------------الخ

۹۔ اوصیکم بخمس لو ضربتم الیھا آباط الابل لکانت لذلک اھلا ------- الخ (نہج : ۲/۸۵)

میں تم سے پانچ باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم ان کے لیے اونٹ بھی دوڑاؤ گے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ کلام ابوجعفر البرقی متوفی ۲۷۴ھ نے کتاب المحاسن والآداب (ق ۴ ب) میں حسبِ ذیل سلسلۂ سند کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

عن جعفر بن محمد عن ابن القداح عن ابی عبد اللہ عن ابیہ قال قال امیر المومنین لاصحابہ الا اخبرکم بخمس ------- ------- الخ

۱۰۔ لا یقل عمل مع التقوی وکیف یقل ما یتقبل۔ (نہج : ۲/۸۶)

پرہیزگاری کے ساتھ جو عمل ہو وہ قلیل نہیں ہے۔ اور وہ عمل کیونکر قلیل ہو سکتا ہے جو قبول ہو جائے۔

یہ کلام محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی : [illegible] میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد عن محمد بن سنان عن فضیل بن عثمان عن ابی عبیدۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان امیر المؤمنین علیہ السلام یقول: "لا یقل عمل مع التقوی"

نحن النمرقة الوسطى بها يلحق التالي واليها يرجع الغالي۔ (نہج: ۲/۸۸)

ہم درمیانی گاؤ تکیہ ہیں۔ پیچھے آنے والا اس سے مل جاتا ہے اور آگے بڑھ جانے والا اس کی طرف پلٹتا ہے۔

یہ کلام بھی مولف مذکور نے قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ اصول کافی: ۱/۷۳ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ اسناد حسب ذیل ہیں:-

حمید بن زیاد، عن الحسن بن محمد بن سماعه عن بعض اصحابه عن ابان عن عمر بن خالد عن ابی جعفر علیه السلام قال: "یامعشر الشیعة، شیعة آل محمد صلی الله علیه وآله کونوا النمرقة الوسطی یرجع الیکم الغالی ویلحق بکم التالی"۔

۱۲ لانسبن الاسلام نسبة لم ینسبها احد قبلی الاسلام هو التسلیم والتسلیم هو الیقین۔ (نہج: ۲/۹۰)

میں تم کو اسلام کا ایسا نسب بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو گا۔ اسلام نام ہے سپردگی کا اور سپردگی نام ہے یقین کا۔ (نہج: ۲/۹۰)

یہ پورا کلام شیخ صدوق نے اپنی دونوں کتابوں امالی: مجلس ۵۶ اور معانی الاخبار: ۱۸۷ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن علی ماجیلویه رضی الله عنه عن عمه محمد بن ابی القاسم عن احمد بن محمد بن خالد عن ابیه عن احمد بن محمد بن یحیی، عن غیاث بن ابراهیم عن الصادق جعفر بن محمد عن ابیه عن آبائه قال قال امیرالمؤمنین علیه السلام "لانسبن الاسلام نسبة -------------- الخ

۱۲- ولو کراهیة الغدر لکنت ادهی الناس (نہج: ۱/۲۲۹)

اگر دھوکہ مجھے ناپسند نہ ہوتا تو میں سب سے زیادہ چالاک ہوتا۔

۱۳- سل عن الرفیق قبل الطریق وعن الجار قبل الدار۔ (نہج: ۲/۳۰)

راستہ سے پہلے ساتھی اور گھر سے پہلے پڑوسی کو دیکھ لو۔

۱۴- لامال اعود من العقل ---------- ولا وحدة اوحش من العجب ---- ولا عقل کالتدبیر ولا میراث کالادب ولا ورع

عقل سے زیادہ فائدہ مند کوئی مال نہیں ہے اور خود پسندی سے زیادہ وحشتناک کوئی تنہائی نہیں اور تدبیر کی مانند کوئی عقل نہیں۔ نیز ادب جیسی کوئی میراث نہیں اور اس سے بہتر کوئی

کالوقوف عندالشبھۃ ولاعلم کالتفکر ------ ولامظاھرۃ اوثق من مشاورۃ۔ (نہج: ۸۹/۲)

پرہیزگاری نہیں کہ شبہ کے مقام پر انسان ٹھہر جائے۔ اور تفکر کی مانند کوئی علم نہیں اور باہمی مشورہ سے زیادہ کوئی مدد بھروسے کے قابل نہیں۔

۱۵۔ مع کل جرعۃ شرق وفی کل اکلۃ غصص ولاینال العبد نعمۃ الابفراق اخری۔ (نہج: ۹۸/۲)

ہر گھونٹ کے ساتھ پھندا ہے! اور ہر لقمہ کے ساتھ غم وغصہ، نیز بندہ اس وقت تک کوئی نعمت نہیں پاتا جب تک دوسری اس سے دور نہ ہو جائے۔

۱۶۔ وقد خاطر من استغنی برائہ۔ (نہج: ۱۰۰/۲)

جس نے اپنی رائے پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

۱۷۔ اشرف الغنی ترک المنیٰ۔

بہترین تونگری ترک آرزو ہے۔

۱۸۔ والمودۃ قرابۃ مستفادۃ۔

محبت فائدہ دینے والی قرابت ہے۔

۱۹۔ من نال استطال۔

جس نے سخاوت کی اس نے برتری کو پالیا۔

۲۰۔ فی تقلب الاحوال علم جواھر الرّجال۔

حالات کی پے درپے کروٹوں سے مردوں کے جوہر پہچانے جاتے ہیں۔

۲۱۔ من استقبل وجوہ الآراء عرف مواقع الخطاء۔ (نہج: ۱۰۰/۲)

جس نے دوسروں کی رائے کا استقبال کیا۔ اس نے خطا کے مواقع کو پہچان لیا۔

۲۲۔ من کساہ الحیاء ثوبہ لم یرالناس عیبہ۔ (نہج: ۱۰۱/۲)

جس نے حیا کا جامہ پہن لیا۔ پھر لوگ اس کے عیب نہیں دیکھ سکتے۔

۲۳۔ من نظر فی عیب نفسہ اشتغل عن عیب غیرہ ومن رضی برزق اللہ لم یحزن علی مافاتہ ومن سل سیف البغی قتل بہ۔ (نہج: ۱۱۶/۲)

جس نے اپنے عیوب پر نظر کی وہ دوسروں کے عیب سے بے نیاز ہو گیا اور جو شخص اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی ہو گیا، وہ اس چیز کا غم نہ کرے گا جو اس سے فوت ہو جانے اور جس نے بغاوت کی تلوار کھینچی وہ اسی سے قتل ہو گا۔

۲۴۔ لاشرف اعلیٰ من الاسلام ولاکرم اعزمن التقا ولامعقل احسن من الورع ولاشفیع انجح من التوبۃ ولاکنز اغنی من القناعۃ

کوئی شرف اسلام سے اعلیٰ نہیں، کوئی عزت تقوے سے زیادہ باوقعت نہیں، کوئی حصار پرہیزگاری سے بہتر نہیں، کوئی شفیع توبہ سے زیادہ نجات دلانے والا نہیں، کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ غنی نہیں۔ بقدر کفاف

ولا مال اذهب بالفاقة من الرضا بالقوت ومن اقتصر على بلغة الكفاف فقد انتظم الراحة وتبوأ خفض الدعة والرغبة مفتاح النصب ومطية التعب والحرص والكبر والحسد دواع الى التقحم فى الذنوب والشر جامع لمساوى العيوب - (نهج : ۲/ ۱۲۰)

روزی پر رہنے سے زیادہ کوئی مال فقر وفاقہ کو دور کرنے والا نہیں، جو شخص بقدر کفاف روزی پر صابر رہا، اس نے راحت کا انتظام کر لیا اور رفاہیت کی وسعت میں جگہ لے لی، دنیا سے رغبت کرنا رنج کے کھولنے کی کنجی ہے اور تعب کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد گناہوں میں آلودگی کی طرف بلانے والے ہیں۔ شر تمام عیوب کی برائیوں کی جامع ہے۔

۲۵- وكل نعيم دون الجنة محقور وكل بلاء دون النار عافية - (نهج : ۲/ ۱۲۳)

ہر نعمت جنّت کے علاوہ حقیر ہے اور ہر بلا جہنّم کے علاوہ راحت ہے۔ (نہج : ۲/ ۱۲۳)

۲۶- المنية ولا الدنية والدهر يومان يوم لك ويوم عليك فاذا كان لك فلا تبطر واذا كان عليك فاصبر - (نهج : ۲/ ۱۲۳)

موت قبول مگر ذلت نہیں ۔۔۔۔ زمانہ کے دو دن ہیں۔ ایک تیرے نفع کے واسطے، دوسرا تیرے نقصان کے لیے۔ جب تیرے نفع کے لیے ہو تو اکڑ مت دکھا! اور جب نقصان کے لیے ہو تو صبر کر!

مذکورہ بالا تمام اقوال وارشادات محمد بن یعقوب کلینی نے امیر المومنین علیہ السلام کے ایک طویل خطبے کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام سے حسب ذیل طریقہ پر روایت کیے ہیں۔

خطبة لامير المومنين وهى الخطبة الوسيلة، محمّد بن على بن معمر عن محمد بن على بن عكاية التميمى عن الحسين بن النضر الفهرى عن ابى عمرو الاوزاعى عن عمرو بن شمر عن جابر بن يزيد قال دخلت على ابى جعفر فقلت يا ابن رسول الله صلى الله عليه وآله قد ارمضنى اختلاف الشيعة فى مذاهبها فقال يا جابر الم اقفك على معنى اختلافهم من اين اختلفوا ومن اى جهة تفرقوا قلت بلى يا ابن رسول الله صلى الله عليه وآله قال فلا تختلف اذا اختلفوا يا جابر ان الجاحد لصاحب الزمان كالجاحد لرسول الله صلى الله عليه وآله فى ايامه يا جابر اسمع وع قلت اذا شئت قال اسمع وع وبلغ حيث انتهت بك راحلتك ان امير المومنين عليه السلام خطب الناس بالمدينة بعد سبعة ايام من وفات رسول الله صلى الله عليه وآله وذلك حين

فرغ من جمع القرآن وتالیفه فقال:

الحمد لله الذی منع الاوهام ان تنال وجوده ------------------ الخ

(فروغ کافی کتاب الروضہ : ۱۰/۳)

امیرالمومنین علیہ السّلام کا خطبہ جو خطبۃ الوسیلہ کے نام سے مشہور ہے - جس کو محمد بن علی بن یعمر نے محمد بن علی بن عکایہ تمیمی سے، انھوں نے حسین بن النظر الفہری سے، انھوں نے ابوعمرو اوزاعی سے، انھوں نے عمرو بن شمر سے، انھوں نے جابر بن یزید سے روایت کیا ہے - جابر کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام ابوجعفر باقر علیہ السّلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی - اے فرزند رسولؐ! شیعوں کا باہمی اختلافِ مذاہب میرے لیے بڑا تکلیف دہ ہے - فرمایا: اے جابر! کیا میں تم کو ان کے وجوہِ اختلاف پر مطلع کر دوں کہ کہاں سے ان میں اختلاف پیدا ہوا اور کس طرح؟

میں نے عرض کی - اے فرزند رسولؐ! ضرور بتائیے - فرمایا: اے جابر! جب لوگ اختلاف کریں تو تم اختلاف نہ کرو - اس لیے کہ امام زمانہ کا منکر بعینہٖ، جیسے خود رسول اللہ صلعم کا منکر ہے، اُن کے زمانہ میں -

اے جابر! سنو اور غور سے سنو - میں نے کہا - ضرور - فرمایا: سنو اور کان دھر کر سنو - اور جہاں جہاں تم سفر کرو - وہاں وہاں اس کو پہنچا دو - کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے وفاتِ رسول کے سات دن بعد مدینہ میں خطبہ ارشاد فرمایا - جب کہ آپ قرآن کی جمع وتالیف سے فارغ ہو چکے تھے -

اس مقام پر مولف نے امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ پورا خطبہ نقل کیا ہے -

---

۵۳ - مغیرہ بن شعبہ متوفی ۵۰ھ

تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت ہے - حضرت عمرؓ نے سب سے پہلی مرتبہ اس کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا تھا - چنانچہ ان کی وفات تک وہ اسی منصب پر مامور رہا - لیکن حضرت عثمان جب تخت نشین ہوئے، تو انھوں نے اس کو معزول کر دیا، جس کی وجہ سے جنگ صفین میں وہ بالکل الگ رہا - لیکن تحکیم کے موقع پر امیر معاویہ نے اس کو اپنی طرف ملا لیا - البتہ امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے صلح کر لی اور کوفہ میں آئے، تو مغیرہ کو کوفہ کی گورنری پر بحال کیا[۱] - امیرالمومنین علیہ السلام کا اس کے بارے میں ارشاد ہے، جو آپ نے حضرت عمار یاسر سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:-

دعه یا عمّار، فانه لم یاخذ من الدّین الّا ما قاربه من الدّنیا وعلی عمد لبس

---

[۱] نہج: ۲۵۱/۱

علی نفسہ لیجعل الشبہات عاذرًا لسقطاتہ۔

اے عمار! اس شخص کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے دین سے فقط اتنا ہی حاصل کیا ہے جس سے اسے دنیا ہاتھ آجائے۔ اس نے جان بوجھ کر اپنے نفس کو شبہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ اپنی لغزشوں سے معذرت خواہ ہونے کے وقت ان شبہات کو عذر میں پیش کر سکے۔

نہج کا حسب ذیل کلام جو حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے، اس سے مروی ہے۔

للہ بلاد فلان فقد قوّم الاود وداوی العمد وخلف الفتنۃ واقام السنۃ ذھب نقی الثوب، قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادّی الی اللہ طاعۃ، واتقاہ بحقہ۔ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ، لا یھتدی فیھا الضال ولا یستیقن المھتدی۔

(نہج: ۱/۲۵۰)

اللہ فلاں کا بھلا کرے۔ اس نے کجی کو سیدھا کر دیا اور مرض کا علاج کیا اور فتنے کو اپنے بعد کے لیے چھوڑا اور سنت کو قائم کیا، صاف کپڑے لے کر اور کم عیب بن کر گیا۔ خلافت کی بھلائی کو پایا اور اس کے شر سے آگے نکل گیا۔ اللہ کی اطاعت کی اور کما حقہ اس سے ڈرتا رہا۔ اس نے اس حالت میں دنیا سے کوچ کیا کہ لوگوں نے جدا جدا راستے اختیار کر لیے تھے۔ جن میں گمراہ کو راستہ نہیں ملتا تھا اور ہدایت یافتہ مطمئن نہیں ہوتا تھا۔

یہ کلام مورخ طبری نے اپنی تاریخ: ۵/۲۸ میں حسب ذیل مواد کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔

حدثنی عمر، قال حدثنا علی، قال حدثنا ابن داب وسعید بن خالد عن صالح بن کیسان عن المغیرہ بن شعبہ، قال لما مات عمر رضی اللہ عنہ بکتہ ابنۃ ابی حثمہ فقالت واعمراہ اقام الاود وابرأ العمد، امات الفتن واحیاء السنن، خرج نقی الثوب بریئا من العیب قال وقال المغیرہ بن شعبہ لما دفن عمر اتیت علیا وانا احب ان اسمع منہ فی عمر شیئًا فخرج ینفض رأسہ ولحیتہ وقد اغتسل وھو ملتحف بثوب لا یشک ان الامر یصیر الیہ فقال یرحم اللہ ابن الخطاب لقد صدقت ابنۃ ابی حثمۃ لقد ذھب بخیرھا ونجا من شرّھا اما واللہ ما قالت ولکن قولت۔

مجھ سے عمر نے بیان کیا، اُن سے علی نے، ان سے دأب اور سعید بن خالد نے، ان سے صالح بن کیسان نے مغیرہ بن شعبہ کی زبانی بیان کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو بنت ابی حثمہ رونے لگی اور کہا آہ عمر! اس نے کجی کو سیدھا کیا اور مرض کا علاج کیا، فتنوں کو مارا اور سنتوں کو زندہ کیا، اس دنیا سے پاکدامن اور بے عیب بن کر گیا۔ راوی کہتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد میں علی کے پاس آیا،

کیونکہ میں یہ چاہتا تھا کہ عمرؓ کے بارے میں ان سے کچھ سنوں، پس آپ اسی حالت میں گھر سے نکلے کہ اپنے سر اور داڑھی کو جھاڑ رہے تھے اور چونکہ غسل کیے ہوئے تھے اس لیے ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ امر خلافت ان کی طرف پلٹے گا۔ پس آپ نے فرمایا: اللہ ابن الخطاب پر رحم کرے۔ 'بنت ابی حثمہ' نے سچ کہا۔ وہ حکومت کی بھلائی کو لے کر گیا۔ اور اس کے شر سے نجات پائی۔ قسم بخدا یہ الفاظ اس نے 'بنت ابی حثمہ' نے نہیں کہے بلکہ کہلوائے گئے ہیں۔

---

۵۴ - مسور بن مخرمہ متوفی سنہ ۶۴ھ

ان کا شمار صحابہ رسول میں ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے[۱] کہ جس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا انتقال ہوا ہے تو مسور بن مخرمہ کی آٹھ سال کی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے احادیث کو سنا ہے۔ نیز عمر بن الخطاب، عبدالرحمن بن عوف اور عمرو بن عوف وغیرہ سے روایت کی ہے۔ فاضل اور متدین فقہا میں تھے۔

شوریٰ کے موقع پر اپنے ماموں عبدالرحمن بن عوف کے برابر آگے پیچھے رہے اور حضرت عثمانؓ کے قتل کے وقت تک مدینہ میں موجود تھے۔

نہج کے حسب ذیل دو کلام جو امیرالمومنین علیہ السلام نے شوریٰ کے موقع پر ارشاد فرمائے ہیں۔ ان سے مروی ہیں۔

۱۔ لم یسرع احد قبلی الی دعوۃ حق وصلۃ رحم وعائدۃ کرم ...... الخ	مجھ سے پہلے کسی شخص نے حق کی دعوت، صلۂ رحمی اور کرم وجود مروّت کی طرف جلدی نہیں کی۔ (نہج: ۱/۱۴۹)
۲۔ لنا حق فان اعطیناہ والا رکبنا اعجاز الابل ولو طال السریٰ ...... الخ (نہج: ۲/۷۸)	ہمارا حق ہے اگر ہم کو دے دیا جائے۔ ورنہ ہم اونٹ کے سرینوں پر سوار ہو جائیں گے خواہ سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو جائے۔

یہ دونوں کلام مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ: ۵/۳۹ میں حسب ذیل طریقہ پر مسور بن مخرمہ سے روایت کیے ہیں:

واما المسور بن مخرمہ فان الروایۃ عنونا عنہ ما حدثنی سالم بن جنادہ ابوالسائب قال حدثنا سلیمان بن عبد العزیز بن ابی ثابت بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف، قال حدثنا ابی عن عبد اللہ بن جعفر عن ابیہ عن المسور بن مخرمہ ---

---

[۱] استیعاب: ۱/۲۶۱

-------------------- ثم تكلم علی بن ابی طالب رضی الله عنه فقال:

الحمد لله الذی بعث محمدا نبيا وبعثه الينا رسولا فنحن بيت النبوة ومعدن الحكمة وامان اهل الارض ونجاة لمن طلب۔

لنا حق ان نعطه ناخذه وان نمنعه نركب اعجاز الابل ولو طال السرى لو عهد الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم عهدا الا نفذنا عهده ولو قال لنا قولا لجادلنا عليه حتى نموت لن يسرع احد قبلى الى دعوة حق وصلة رحم ولا حول ولا قوة الا بالله اسمعوا كلامی وعوا منطقی عسی ان تروا هذا الامر من بعد هذا المجمع تنتضی فيه السيوف وتخان العهود حتى تكونوا جماعة ويكون بعضكم ائمة لاهل الضلالة وشيعة لاهل الجهاد ------------------ الخ

لیکن مسور بن مخزمہ پس ان کی روایت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کو سالم بن جنادہ ابو السائب نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ سالم کا بیان ہے کہ ہم سے سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبداللہ بن جعفر نے، اپنے باپ سے، مسور بن مخزمہ سے بیان کیا ہے۔

-------------------- اس کے بعد علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اس طرح فرمایا:

تمام تعریفیں اس خدا کے لیئے ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو نبی کو بنا کر بھیجا، نیز ہماری طرف ان کو رسول بنا کر مبعوث کیا۔ پس ہم نے نبوت کا گھر اور حکمت کی کان اور اہل زمین کے لیے امان، نیز طالب نجات کے ----- ہیں۔

ہمارا حق ہے اگر ہم کو دے دیا جائے۔ سے لیں گے اور اگر روک لیا جائے تو ہم اونٹ کے سرینوں پر سوار ہو جائیں گے۔ خواہ سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو جائے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے ہم کو کوئی وصیت کی ہوتی تو ہم ضرور اس کو پورا کرتے، اور اگر کوئی بات ہم سے کہی جاتی تو ضرور ہم مرتے وقت تک اس پر لڑتے۔ میری بات سنو اور میرے دلائل پر کان دھرو۔ قریب ہے کہ تم یہ مجمع برخاست ہو جانے کے بعد اس امر کو اس طرح دیکھو کہ اس کے بارے میں تلواریں کھینچی ہوئی ہوں اور عہدوں کی خیانت کی جا رہی ہو یہاں تک کہ تم مستقل ایک جماعت کی حیثیت اختیار کر لو اور تم سے کچھ لوگ گمراہوں کے پیشوا اور جاہلوں کے مددگار بن جائیں۔

۵۵۔ مہاجر بن عمیر

بالاتفاق صحابی رسولؐ ہیں۔ انھوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے احادیث کو سنا ہے اور ان سے ابو ساسان حصین بن منذر رقاشی نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں یہ اہل شرطہ میں تھے۔ آخر عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔[۱]

امیرالمومنین علیہ السّلام کا ایک خطبہ مندرجہ نہج البلاغۃ : ۸۵/۱ ان سے مروی ہے جس کو حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے اپنی مشہور کتاب "حلیۃ الاولیا" : ۷۶/۱ میں اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہے۔

حدثنا ابو بکر الطلحی، ثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی، ثنا عون بن سلام، ثنا ابی مریم، عن زبید عن مهاجر بن عمیر قال قال علی بن ابی طالب: ان اخوف ما اخاف علیکم اتباع الھوٰی وطول الامل فاما اتباع الھوٰی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الاخرۃ۔

ہم سے ابو بکر طلحی نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد اللہ حضرمی نے، ان سے عون بن سلام نے، ان سے ابو مریم نے، ---- زبید نے مہاجر بن عمیر سے سنا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے۔ یقیناً مجھے سب سے زیادہ خوف دو باتوں کا ہے، خواہشات کی پیروی اور آرزوؤں کا طول، پس خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتی ہے اور طولِ امل آخرت کا خیال دل سے بھلا دیتا ہے۔

یہ پورا کلام نقل کرنے کے بعد مؤلف لکھتے ہیں:۔

رواہ الثوری وجماعۃ عن زبید مثلہ عن علی مرسلا ولم یذکروا مهاجر بن عمیر۔

اس کلام کو ثوری اور ایک جماعت نے اسی طرح بطریق ارسال روایت کیا ہے اور مہاجر بن عمیر کا اس میں ذکر نہیں کیا۔

محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ نے یہ کلام قول رسول کی حیثیت سے اپنی کتاب "محاضرات الابرار" : ۲/۲۔ میں نقل کیا ہے جس میں راوی اوّل حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔

---

[۱] تہذیب التہذیب : ۳۲۳/۱۰

۵۶۔ مالک بن دحیہ

صحابی امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ ان کے والد دحیہ کلبی مشہور صحابی رسولؐ ہیں جو معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ نہج کا حسب ذیل کلام ان سے مروی ہے۔ جس کو جامع نے اس طرح نقل کیا ہے۔

رَوَی الیمانی، عن احمد بن قتیبۃ، عن عبد اللّٰہ بن یزید، عن مالک بن دحیہ قال کنّا عند امیر المومنین علیہ السلام وقد ذکر عندہ اختلاف الناس فقال:۔

انّما فرّق بینھم مبادی طینھم وذٰلک انّھم کانوا فلقۃ من سبخ ارض وعذبھا و حزن تربۃ و سھلھا فھم علیٰ حسب قرب ارضھم یتقاربون وعلیٰ قدر اختلافھا یتفاوتون .... الخ

یمانی نے احمد بن قتیبہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے عبد اللہ بن یزید سے، انھوں نے مالک بن دحیہ سے، مالک کا بیان ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ آپ کے سامنے لوگوں کے اختلاف کا ذکر ہوا پس آپ نے ارشاد فرمایا:۔

بے شک یہی بات ہے کہ اختلاف طینت و سرشت کے اسباب نے ان میں تفرقہ اندازی کی ہے۔ اور یہ اس طرح سے کہ یہ لوگ اصل و طینت شور زار، شکر زار، ناہموار اور مسطح زمینوں کی مٹی کا ایک مخلوط قطعہ تھے، پس یہ اپنی مٹی کے بقدر اتحاد ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے ہیں اور اسی کے اختلاف کے بقدر ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں۔

۵۷۔ محمد بن سُوقہ

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اپنے وقت کے متبحر علما میں تھے۔ سفیان بن عیینہ جیسے اکابر محدثین ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے[1]۔

نہج کے حسب ذیل دو کلام ان سے مروی ہیں:۔

۱۔ الایمان علیٰ اربع دعائم ...... الخ .... ایمان کے چار ستون ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ۶/ ۲۳۷

۲۔ احبب حبیبك هوناما۔۔۔ الخ — اپنے دوست سے بہ حد مناسب دوستی رکھو!

یہ دونوں کلام ایک ہی روایت کے سلسلے میں ابو اسمٰعیل القالی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی امالی: ۲؍۷۲ میں حسب ذیل طریقہ پر محمد بن سوقہ سے روایت کیے ہیں۔

وحدثنا ابو بکر، قال حدثنا ابو جعفر محمد بن عثمان، قال حدثنا منجانب بن الحرث، قال اخبرنا بشر بن عمارة عن محمد بن سوقة قال اتی علیّاً رجل فقال، یا امیر المؤمنین! ما الایمان؟ او قال کیف الایمان، فقال:

الایمان علی اربع دعائم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

ہم سے ابو بکر (ابن حدید) نے، ان سے ابو جعفر محمد بن عثمان نے ان سے منجانب بن الحرث نے، ان سے بشر بن عمارہ نے محمد بن سوقہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ ایک شخص امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین! ایمان کیا ہے یا یہ کہا کہ ایمان کیسا ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا۔

ایمان کے چار ستون ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

۵۸۔ نوف بن ابی فضالۃ البکالی

قبیلہ ہمدان کے گروہ بکال سے تعلق رکھتے تھے، امیر المومنین علیہ السلام کے ذی اختصاص اصحاب میں تھے۔ اور راتوں کی تاریکی میں آپ سے اسرار معرفت حاصل کیے تھے۔ ابن ابی الحدید ان کے نسب کے بارے میں لکھتا ہے۔

قال صاحب الصحاح نوف البکالی کان صاحب علی علیه السلام وقال تغلب هو منسوب الی قبیلة تدعی بکالة ولم یذکر من ای العرب هی والظاهر انها من الیمن واما بکیل فحیّ من همدان۔

صاحب صحاح کا قول ہے، نوف بکّالی حضرت علی علیہ السلام کے صحابی تھے۔ تغلب نے کہا ہے کہ بکّال اس قبیلہ کی طرف نسبت ہے جس کو بکّالہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ صراحت نہیں کی کہ یہ قبیلہ عرب کی کس شاخ سے ہے۔ بظاہر یمن ہی کا معلوم ہوتا ہے لیکن بکیل تو ہمدان کا قبیلہ ہے

(شرح حدیدی: ۲؍۳۹۱)

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ومنهم المرغب فی المحاسن والمعالی نوف بن ابی فضالہ البکالی کان لکتب قاریا والی المحامد داعیا وعن المحاذر ناهیا۔ (حلیة الاولیا : ۴ / ۴۸)

اور ان ہی میں محاسن ومعالی میں ڈوبے ہوئے نوف بن ابی فضالہ بکالی ہیں۔ آپ بہت سی کتابوں کے قاری اور اچھائیوں کی طرف بلانے والے، منہیات سے روکنے والے تھے۔

رجال نہج البلاغہ کے سلسلے میں نوف کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے، ان سے امیرالمومنین علیہ السلام کا ایک خطبہ اور ایک کلام مروی ہے۔ سید رضی رحمۃ اللہ نے اگرچہ عموماً راویوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے، لیکن نوف کا حوالہ دونوں جگہ دیا ہے۔

خطبہ جو نوف سے مروی ہے اس کی ابتدا اس طرح ہے۔

الحمد للہ الذی الیہ مصائر الخلق وعواقب الامر نحمدہ علی عظیم احسانہ ونیّر برهانہ ونوامی فضلہ وامتنانہ۔	تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو تمام مخلوق کا مرجع اور امور کا منتہی ہے۔ ہم اس کے عظیم احسان اس کی روشن برہان اور بابرکت فضل واحسان پر اسکی حمد کرتے ہیں۔

.... الخ (نہج البلاغة ۱/۱۹۱)

نہج کا یہ ایک طویل اور اہم بالشان خطبہ ہے جو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کے چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تمہید میں جامع نے نوف کا بیان اس طرح نقل کیا ہے۔

روی عن نوف البکالی، قال خطبنا هذه الخطبة بالکوفة امیر المومنین علیہ السلام وهو قائم علی حجارة نصبها لہ جعدہ بن هبیرة المخزومی وعلیہ مدرعة من صوف وحمائل سیفه لیف وفی رجلیه نعلان من لیف وکان جبینه ثفنة بعیر فقال علیہ السلام ——————

نوف بکالی سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ خطبہ اس حالت میں دیا تھا کہ آپ ایک پتھر پر کھڑے ہوئے جس کو جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے آپ کے لیے نصب کیا تھا۔ اس وقت آپ پشمینہ کا ایک جبّہ پہنے ہوئے تھے۔ اور پہلو میں شمشیر لٹکی ہوئی تھی، جس کا پرتلہ خرمے کی چھال کا تھا اور اسی کا جوتہ آپ کے پاؤں میں تھا اور آپ کی پیشانی سجدوں کی کثرت کی وجہ سے ایسی نظر آرہی تھی جیسے اونٹ کے زانو، پس آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

خطبہ کے اختتام پر جامع نے مذکورہ بالا روایت کا بقیہ حصّہ اس طرح نقل کیا ہے۔

(قال نوف) وعقد للحسین علیہ السلام فی عشرة آلاف ولقیس بن سعد رحمة اللہ فی عشرة آلاف ولابی ایوب الانصاری فی عشرة آلاف ولغیرهم اعداد اخر وهو یرید الرجعة الی صفین فما دارت الجمعة حتی ضربه الملعون بن ملجم لعنة اللہ فتراجعت العساکر فکنا کاغنام فقدت راعیها تختطفها

الذئاب من کل مکان۔

نوف کا بیان ہے، کہ یہ خطبہ بیان کرنے کے بعد (جس میں آپ نے جہاد پہ لوگوں کو ابھارا ہے) امیرالمومنین علیہ السلام نے، حسین علیہ السلام، قیس بن سعد (اللہ ان پر رحم کرے) اور ابوایوب انصاری تینوں کو دس دس ہزار فوج کا سپہ سالار بنایا۔ نیز ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی کم و بیش فوج کے ساتھ مقرر کیا۔ اس وقت آپ صفین کی طرف پلٹنا چاہتے تھے، لیکن ایک جمعہ نہیں گزرا تھا کہ ابن ملجم ملعون نے (اللہ اس پر لعنت کرے) آپ کے ضرب لگائی۔ جس کے بعد تمام فوجیں پلٹ گئیں، اس وقت ہم لوگ ان بھیڑوں کے مانند تھے جن کا گلہ بان ان کو تنہا چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور بھیڑیے ہر طرف سے ان کو اچکنا شروع کریں۔

۲۔ طوبیٰ للزاھدین فی الدنیا الراغبین فی الآخرۃ ---------------- الخ

(نہج: ۲/۲۷)

اس کلام کی کیفیت میں جامع نے اس طرح نوف کا بیان نقل کیا ہے۔

عن نوف البکالی، قال رأیت امیرالمؤمنین علیہ السلام لیلۃ وقد خرج من فراشہ فنظر فی النجوم فقال لی یا نوف! اراقد انت ام رامق فقلت بل رامق قال یا نوف، طوبیٰ للزاھدین فی الدنیا الراغبین ---------- الخ

نوف بکالی سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی خواب گاہ سے باہر نکلے، اور ستاروں پر نظر کی اور مجھ سے فرمایا:

اے نوف! جاگ رہے ہو یا سو رہے ہو؟ -------- میں نے عرض کی۔ نہیں! جاگ رہا ہوں۔

فرمایا: اے نوف! خوشحال ان لوگوں کا جو دنیا سے کنارہ کش ہیں ---------------- الخ

یہ کلام حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء: ۱/۷۹، میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ نوف سے روایت کیا ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد، ثنا ابو مسلم الکشی، ثنا عبد العزیز بن الخطاب ثنا سھل بن شعیب، عن ابی علی الصیقل عن عبد الاعلیٰ عن نوف البکالی۔

۵۹۔ نعمان بن سعد

کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں ہیں۔ انھوں نے براہ راست حضرت علی علیہ السلام، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ ، زید بن ارقم وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے بھانجے ابو شیبہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق کوفی نے، ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے[۱]

امیرالمومنین علیہ السلام کے متعدد کلام ان سے مروی ہیں، نہج کا ایک مشہور خطبہ جو نوف بکالی سے مروی ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"الحمد لله الذي اليه مصائر الخلق وعواقب الامر ------------------ الخ

اس خطبہ کا حسب ذیل اقتباس :۔

"الذي كلّم موسى تكليماً واراه من آياته عظيماً بلا جوارح ولا ادوات ولا نطق ولا لهوات بل ان كنت صادقاً ايها المتكلف لوصف ربك فصف جبرائيل وميكائيل وجنود الملائكة المقربين في حجرات القدس مرجحنين" (نہج: ۱۹۱/۱)

وہ خدا ایسا ہے جس نے موسیٰ کے ساتھ باقاعدہ کلام کیا اور ان کو اپنی عظیم ترین نشانیاں دکھائیں، بغیر اعضا و جوارح اور نطق و گویائی کے۔ پس اے متکلف! اگر تو اپنے رب کا وصف بیان کرنے میں سچا ہے تو جبرئیل و میکائیل اور ان ملائکہ مقربین کے لشکروں کی صفت بیان کر جو اس کے اطراف عالم قدس میں موجود ہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے ایک طویل خطبے کے ضمن میں نعمان بن سعد سے اس طرح روایت کیا ہے۔

حدثنا ابو بكر احمد بن محمد بن الحارث، ثنا الفضل بن الحباب الجمحي، ثنا مسدد، ثنا عبدالوارث بن سعيد، عن محمد بن اسحٰق عن النعمان بن سعد قال:

كنت بالكوفة في دار الامارة دار علي بن ابي طالب، اذ دخل علينا نوف بن عبد الله، فقال يا امير المؤمنين عليه السلام بالباب اربعون رجلاً من اليهود، فقال عليٌّ عليَّ بهم، فلما وقفوا بين يديه قالوا له يا علي صف لنا ربك هذا الذي في السماء كيف هو وكيف كان ومتى كان وعلى اي شيء هو، فاستوى على جالساً وقال۔

ہم سے ابوبکر احمد بن محمد بن الحارث نے بیان کیا، ان سے فضل بن الحباب جمحی نے، ان سے مسدّد نے، ان سے عبدالوارث بن سعید نے، ان سے محمد بن اسحاق نے، ان سے نعمان بن سعد نے، نعمان کا بیان ہے کہ میں کوفہ کے دارالامارۃ میں حضرت علی بن ابی طالب کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں نوف بن عبداللہ داخل

---

[۱] تہذیب التہذیب: ۴۵۳/۱۰

ہوئے اور کہا یا امیر المومنین علیہ السلام! یہود کے چالیس آدمی دروازے پر کھڑے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ان کو بلا لو۔ وہ لوگ جب آپ کے پاس آکر کھڑے ہوئے تو کہا: اے علی! آپ ہمیں اس رب کی تعریف بتائیں جو آسمانوں میں ہے، یعنی وہ کیسا ہے؟ اور کیسا تھا اور کب تھا اور وہ کس چیز پر ہے، یہ سن کر علی بن ابی طالب سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

اس تعلیم پر مؤلف حلیۃ الاولیاء نے معرفت باری پر امیر المؤمنین علیہ السلام کا ایک طویل خطبہ نقل کیا ہے۔ اس خطبہ میں نہج کے مذکورہ اقتباسات اس طرح آئے ہیں:۔

سبحانہ کلّم موسیٰ تکلیماً بلا جوارح ولا ادوات ولا شفة ولا لهوات ....

فان کنت صادقا ایها المتکلف لوصف الرحمن بخلاف التنزیل والبرهان فصف لی جبرائیل ومیکائیل واسرافیل۔

دوسرا کلام جو نعمان بن سعد سے مروی ہے، حسب ذیل ہے۔

نحن النمرقة الوسطى یرجع الیهم الغالی ویلحق بهم التالی ---- الخ (نہج: ٢/ ٨٨)	ہم درمیانی گاؤ تکیہ ہیں کہ آگے بڑھ جانے والا اس کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا ان سے آکر ملتا ہے

یہ کلام ابن قتیبہ دینوری نے عیون الاخبار: ١/ ٣٢٦ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ نعمان بن سعد سے روایت کیا ہے:

ودوٰے ابو معاویة عن عبد الرحمٰن بن اسحٰق، عن النعمان بن سعد عن علی علیه السلام: خیر هذه الامة النمط الاوسط یرجع الیهم الغالی ویلحق بهم التالی۔

ابو معاویہ نے عبد الرحمٰن بن اسحاق سے نعمان بن سعد کی زبانی روایت کی ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے۔ اس امت کا بہترین گروہ درمیانی گروہ ہے، آگے بڑھ جانے والا اس کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا اس سے آکر ملتا ہے۔

۶۰۔ وہب بن منبّہ متوفی سنہ ۱۱۴ھ

ابو عبداللہ الیمانی الاخباری، صاحب القصص، دوسری صدی ہجری کا متبحّر عالم اور محدث ہے۔ یاقوت حموی اس کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔

کان من خیار التابعین ثقۃ صدوقا کثیر النقل من الکتب القدیمۃ المعروفۃ بالاسرائیلیات، قال ابن قتیبۃ: کان وھب بن منبّہ یقول قرأت من کتب اللہ تعالیٰ اثنین وسبعین کتابا صنّف کتاب القدر ثم ندم علی تصنیفہ۔ ولوھب ایضا۔ کتاب الملوک المتوجۃ من حمیر و اخبارھم وغیر ذلک۔

وہب بن منبّہ خیار تابعین میں سے تھے۔ ثقہ اور صدوق تھے۔ کتب قدیمہ یعنی اسرائیلیات سے انھوں نے کثرت کے ساتھ روایت کی ہے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہب بن منبّہ کہا کرتے تھے کہ میں نے کتب سماویہ میں سے بہتر کتابیں پڑھی ہیں۔ انھوں نے کتاب القدر تصنیف کی تھی۔ لیکن بعد میں اس کی تصنیف پر شرمندہ ہوئے۔ وہب کی تصانیف میں سے ایک کتاب "کتاب الملوک المتوجۃ من حمیر و اخبارہم" بھی ہے۔

(معجم الادباء: ۱۹/۲۵۹)

شذرات میں ہے کہ وہب نے صحابۂ رسولؐ میں سے حضرت ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے احادیث کی روایت کی ہے اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے عہدۂ قضا پر مامور تھے[1]

نہج کے حسب ذیل کلام ان سے مروی ہیں۔

۱۔ ولا فقر کالجھل، ولا میراث کالادب، ولا ظھیر کالمشاورۃ۔

(نہج: ۲/۸۲)

جہالت سے بدتر کوئی محتاجی نہیں ہے۔ ادب سے اچھی کوئی میراث نہیں۔ باہمی مشورہ کی برابر کوئی مددگار نہیں۔

۲۔ لا مال اعود من العقل، ولا وحدۃ اوحش من العجب .... ولا قرین کحسن الخلق، ولا میراث کالادب، ولا قائد کالتوفیق، ولا

عقل سے زیادہ فائدہ مند کوئی سرمایہ نہیں۔ خود پسندی سے زیادہ وحشتناک کوئی تنہائی نہیں۔ اور حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی ہم نشین نہیں اور ادب سے اچھی کوئی تجارت نہیں اور باہمی مشورہ سے زیادہ

---

[1] شذرات: ۱/۱۵۰

تجارة كالعمل الصالح .... محکم کوئی امداد نہیں ۔

ولا مظاهرة اوثق من مشاورة۔ (نہج : ۸۹/۲)

مذکورہ بالا تمام کلمات شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی امالی : ۱۱۴ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ وہب بن منبّہ کی کسی کتاب سے روایت کیے ہیں ۔

(بالاسناد قال اخبرنا محمد بن محمد، قال اخبرني ابو القاسم اسمٰعيل بن محمد الكاتب قال اخبرني عبد الصمد بن علي قال اخبرنا محمد بن هارون بن عيسٰى قال اخبرني ابو طلحة الخزاعي، قال حدثنا عمر بن العباد، قال حدثنا ابي تراب قال قرأت في كتاب الوهب بن منبة فاذا مكتوب في صدر الكتاب هذا ما وضعت الحكماء في كتبها :-

اسناد کے ساتھ (ابوجعفر طوسی کا بیان ہے) ہم سے محمد بن محمد نے بیان کیا۔ ان سے ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد الکاتب نے، ان سے عبدالصمد بن علی نے، ان سے محمد بن ہارون بن عیسٰی نے، ابوطلحہ خزاعی نے، عمر بن العباد نے، ابوتراب نے، ابوتراب کا بیان ہے کہ میں نے وہب بن منبّہ کی کتاب میں پڑھا۔ اس کے صدر میں لکھا ہوا تھا۔

یہ وہ اقوال ہیں جن کو حکما نے اپنی کتابوں میں وارد کیا ہے ۔

اس کے بعد مذکورہ بالا تمام اقوال قدرے اختلاف کے ساتھ نقل ہیں ۔

۲۔ (وقال ع) انّ اولياء الله هم الذين نظروا الى باطن الدنيا اذا نظر الناس الى ظاهرها واشتغلوا باجلها اذا اشتغل الناس بعاجلها فاماتوا منها ما خشوا ان يميتهم وتركوا منها ما علموا انه سيتركهم ورأوا استكثار غيرهم منها استقلالًا۔

(نہج : ۱۲۷/۲)

(نیز حضرت کا ارشاد ہے) بیشک اللہ کے دوست وہ ہیں کہ جب تمام لوگ دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہوں، تو یہ اس کے باطن پر نظر ڈالتے ہیں ۔ جب لوگ اپنی دنیا میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ اپنی آخرت میں مصروف رہتے ہیں ۔ یہ لوگ دنیا کی اس چیز (نفس امارہ) کو مار ڈالتے ہیں جس سے خوف ہوتا ہے کہ یہ انھیں مار ڈالے گی۔ دنیا کی اس چیز کو ترک کر دیتے ہیں ۔ جسے جان لیتے ہیں کہ یہ عنقریب انھیں ترک کر دے گی ۔ ان کے اغیار کے پاس جب مال دنیا کثیر ہوتا ہے، تو اسے قلیل خیال کرتے ہیں ۔

یہ کلام حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء : ۱۰/۱ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ وہب بن منبّہ سے بطور قول حضرت عیسٰی روایت کیا ہے ۔

حدثنا ابوبکر احمد بن جعفر بن مالک، حدثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی، حدثنی غوث بن جابر، قال سمعت داؤد یحدث عن ابیہ عن وہب بن منبّہ قال: قال الحواریون یاعیسٰی من اولیاء اللہ الذین لاخوف علیہم ولاہم یحزنون قال عیسٰی:

الذین نظروا الی باطن الدنیا حسن النظر الناس الی ظاہرہا .... الخ

ہم سے ابوبکر احمد بن جعفر بن مالک نے، ان سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، ان سے ان کے باپ نے، غوث بن جابر نے، غوث کا قول ہے کہ میں نے محمد بن داؤد سے سُنا۔ انھوں نے اپنے باپ سے وہب بن منبّہ کی زبانی بیان کیا کہ حوارین نے حضرت عیسٰیؑ سے پوچھا کہ اے عیسٰی علیہ السلام! اللہ کے وہ دوست کون ہیں جن کو نہ کوئی حزن ہے اور نہ خوف۔ اس پر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ کے دوست وہ ہیں کہ جب دوسرے لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہوں تو یہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں۔"

جامعینِ کلام

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام

رجال نہج البلاغۃ کے بعد جامعین کلامِ امیرالمومنینؑ کے متعلق بھی علم ہونا نہایت ضروری و لازمی ہے۔ تاکہ ناظرین کو اس امر کا بھی اندازہ ہو جائے کہ امیرالمومنینؑ کے خطبات و ارشادات کی عرب مورّخین، ادیب اور شعرا کی نگاہوں میں کیا اقدار ہیں۔ اور وہ آپ کے کلام کو کن ارفع و اعلیٰ منازل کا حامل سمجھتے تھے۔ ان میں کچھ صحابہ کرام تھے اور بعض تابعین۔ لیکن وہ سب کے سب اس ذات ارفع و اعلیٰ کے خوشہ چین تھے۔ اس بابِ علم کے آگے زانوئے ادب طے کرتے تھے۔ اس کی ہر بات سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اس زبان کو سمجھتے تھے جس سے حقایق و معارف، معقولات و منقولات، احادیث و قرآن، مناظرہ و فقہ، فصاحت و بلاغت اور معانی و بیان کے دریا موجزن ہوتے تھے۔

ان اصحاب نے احادیثِ رسالت کی طرح کلام امیرالمومنین علیہ السّلام بھی جمع کرنے کا وہی التزام اور والہانہ ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا۔

نائب نقوی

رجال نہج البلاغۃ کا موضوع تشنۂ تحقیق رہے گا، اگر ان مولفین کا تذکرہ نہ کیا جائے جنھوں نے امیرالمومنینؑ کا کلام جمع اور مرتّب کیا۔ اس لیے کہ آج نہج البلاغۃ کے مرویات جو کچھ بھی ملتے ہیں ان کا بڑا ماخذ یہی مؤلّفات ہو سکتی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج وہ اپنی اصلی صورت میں موجود نہ رہی ہوں۔ (مؤلف)

۱۔ ابورافع مولیٰ رسول اللہؐ متوفی قبل سنہ ۴۰ھ[1]

قدیم الاسلام تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے ہمراہ مشاہد میں موجود تھے۔ آپ کی وفات کے بعد امیرالمومنینؑ علی بن ابی طالب سے وابستہ رہے۔ انھوں نے سب سے پہلے امیرالمومنین علیہ السّلام کے قضایا کو کتابی صورت میں جمع کیا۔ چنانچہ نجاشی نے ان کے تذکرہ میں "کتاب السنن والاحکام والقضایا" کا ذکر کیا ہے[2]۔

---

[1] تہذیب التہذیب: ۹۲/۱۲ ۔ [2] رجال نجاشی: ۲ ۔

۲- الحارث الاعور الہمدانی متوفی ۶۵ھ

امیر المومنین علیہ السّلام کے مخصوص اصحاب میں تھے۔ عام طور سے ان کو ایک عابد و زاہد صحابی کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا شمار اپنے وقت کے جیّد اور متبحّر علما میں تھا۔ مشہور مؤرخ طبری ان کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔

وحدثنی زکریا بن یحییٰ قال حدثنا احمد بن یونس عن زائدہ عن الاعمش عن ابراھیم قال قال الحارث تعلمت القرآن فی سنۃ والوحی فی ثلاث سنین۔

مجھ سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا۔ انھوں نے احمد بن یونس سے بحوالہ زائدہ، اعمش، ابراہیم سے سنا کہ حارث کہتے تھے۔ میں نے قرآن ایک سال میں اور وحی تین سال میں سیکھی۔

(ذیل المذیل للطبری: ۱۰۹)[1]

حارث اعور علم فقہ اور فرائض و حساب میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد تھے۔ ابو اسحٰق کا قول ہے۔ کہ عام طور سے لوگ کہا کرتے تھے کہ کوفہ میں عبیدہ اور حارث اعور سے زیادہ علم فرائض کا جاننے والا کوئی نہیں ہے[2]۔ ان علوم میں امام شعبی جیسے علمار ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ شعبی کا بیان ہے کہ میں نے علم فرایض و حساب حارث اعور سے سیکھا ہے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم حساب کے جاننے والے تھے[3]۔

حارث اعور کی علمی جلالت کا اندازہ ذیل کی روایت سے ہوتا ہے، جو ابن سعد علیا ر بن احمر کی زبانی نقل کی ہے۔

عن علیاء بن احمر ان علیاً خطب الناس فقال من یشتری علماً بدرھم فاشتری الحارث الاعور صحفا بدرھم ثم جاء بھا علیاً فکتب لہ علماً کثیرا ثم ان علیاً خطب الناس بعد فقال یا اھل الکوفۃ! غلبکم نصف الرجل[4]۔

علیا ر بن احمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور کہا کون ہے جو ایک درہم کے عوض علم کو خریدے۔ یہ سُن کر حارث نے کچھ صحیفے ایک درہم میں خریدے اور ان کو لیکر امیر المومنینؑ کے پاس آئے۔ آپ نے علم کثیر ان کو املا کرا دیا۔ اس کے بعد جب آپ نے خطبہ دیا تو فرمایا: اے اہل کوفہ تم پر آدھا آدمی (بسبب اپنے علم کے) غالب ہے۔

کلام امیر المومنین کی جمع و تدوین میں حارث کی خدمات ان کو اس فہرست میں ممتاز بناتی ہیں۔ انھوں نے کلام علیؑ

---

[1] ذیل المذیل للطبری: ۱۰۹۔ [2] طبقات ابن سعد: ۱۱۴/۶۔ [3] ذیل المذیل للطبری: ۱۰۹
[4] طبقات ابن سعد: ۱۱۴/۶۔

کے محفوظ کرنے میں اپنی زندگی بھر یہ التزام رکھا تھا کہ جو کچھ حضرت سے سنتے تھے اس کو فوراً لکھ لیتے تھے۔ چنانچہ شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں ابو اسحٰق کی زبانی روایت کی ہے کہ ایک دن امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے عصر کے بعد خطبہ دیا۔ جس میں اللہ کی عظمت اور اس کی صفات ایسے دل کش پیرایے میں بیان کیا جو سننے والوں کو بہت پسند آیا۔ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے حارث سے کہا: "کیا تم نے اس کو یاد نہیں کیا؟ حارث نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں نے اس کو لکھ لیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کتاب سے وہ خطبہ ہم کو لکھوایا۔[1]

اسی کا سبب تھا کہ حارث کے پاس کلام علیؑ کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ ایک مرتبہ جب امام حسن علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ آپ نے امیرالمومنین علیہ السلام سے وہ احادیث سنی ہیں جو میں نہیں سن سکا تو حارث نے ان کے جواب میں ایک اونٹ بار کرکے یہ ذخیرہ ان کی خدمت میں بھیجا۔[2] اس کی تائید ابن سعد کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے اپنے سلسلۂ سند کے ساتھ عامر کی زبانی نقل کی ہے۔ عامر کا بیان ہے کہ میں نے حسن وحسین علیہما السلام کو دیکھا یہ دونوں حارث اعور سے حدیث علیؑ کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے۔[3]

۳- سلیم بن قیس الہلالی متوفی بعہد حجّاج

امیرالمومنین علیہ السّلام کے اجلّہ صحابہ میں تھے۔ ابن ندیم ان کے تذکرہ میں لکھتا ہے:-

کان ھاربًا من الحجاج لانه طلبه لیقتله فلجأ الی ابان بن عیاش فآواه فلما حضرته الوفاة قال لابان: ان لک حقًا وقد حضرتنی الوفاة یا بن اخی انه کان من امر رسول الله صلی الله علیه وآله کیت وکیت واعطاه کتابًا وھو کتاب سلیم بن قیس الھلالی المشھور رواه عنه ابان بن ابی عیاش ولم یروه عنه غیره وقال ابان فی حدیثه وکان قیس شیخًا له نور یعلوه، واوّل کتاب ظھر

(سلیم بن قیس) حجّاج سے خوف کھا کر ابان بن عیاش کے گھر پناہ گیر ہوئے تھے کیونکہ حجّاج نے ان کی طلب میں دوڑ بھیجی تھی۔ ابان نے ان کو اپنے گھر پناہ دی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ابان سے کہا: اے بھتیجے! میرے اوپر تمھارا بہت حق ہے۔ اب میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا امر ایسا اور ایسا تھا۔ یہ کہہ کر ان کو ایک کتاب دی۔ جو کتاب سلیم بن قیس الہلالی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کو سلیم بن قیس سے ابان نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ابان کا قول ہے کہ قیس ایسے بزرگ تھے جن کی پیشانی

---

[1] کتاب التوحید: ۲۱ - [2] ذیل المذیل طبری: ۱۰۹ - [3] طبقات ابن سعد: ۱۱۴/۶

للشیعة کتاب سلیم بن قیس الهلالی۔　　سے نور ساطع ہوتا تھا، اور پہلی کتاب جو شیعوں کے لیے ظاہر ہوئی وہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی ہے۔

(ابن ندیم : ۳۰۸)

ابو عمرو کشی نے اپنے اسناد کے ساتھ سلیم بن قیس کی زبانی روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا۔ یا حضرت! میں نے سلمان و مقداد اور ابوذر سے تفسیر قرآن اور احادیث نبوی سے متعلق بہت سی وہ چیزیں سنی ہیں جن کی آپ مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں امیر المومنین علیہ السلام نے جو کلام ارشاد فرمایا، وہ پورا بیان کیا۔ ابان کا بیان ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام کے انتقال کے بعد مجھے معلوم ہوا جب کہ اثنائے حج میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا اور یہ پوری حدیث بلفظہ ان سے بیان کی، اس پر حضرت ؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔ بے شک سلیم نے سچ بیان کیا وہ میرے جد حسین بن علی کی شہادت کے بعد میرے پدر بزرگوار کے پاس آئے اور بعینہٖ یہی حدیث بیان کی۔ میں اس وقت ان کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ بیشک تم نے صحیح کہا۔ یہ حدیث مجھ سے میرے باپ اور چچا حسنؑ نے بھی امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی تھی۔ انھوں نے بھی یہی کہا تھا کہ امیر المومنینؑ نے ہماری موجودگی میں سلیم سے یہ کلام ارشاد فرمایا تھا۔ پھر ہم نے ان سے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے بھی یہ حدیث سنی ہے۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔[۵]

یہ روایت محمد بن یعقوب کلینی نے بھی اصول کافی : ۱۵ میں سلیم کی زبانی نقل کی ہے۔ اور اس کے بعد امیر المؤمنینؑ کا وہ پورا کلام بھی نقل کیا ہے جو آپ نے ان کے استفسار پر ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی ابتدا اس طرح ہے۔

انّ فی ایدی الناس حقًّا و باطلًا وّ صدقًا وکذبًا وناسخًا ومنسوخًا وعامًّا وّخاصًّا ------ الخ	بیشک لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص سب طرح کی آیات ہیں۔

(نہج : ۱/۲۳۳)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیم نے سلمان و مقداد اور ابوذر کے مرویات بھی جمع کیے تھے۔ جن کا زیادہ حصّہ تفسیر قرآن اور احادیث نبوی پر مشتمل تھا۔ چنانچہ مؤلّف مذکور نے بہت سی احادیث ابان بن عیاش کی سند سے سلیم بن قیس سے روایت کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابان کا ماخذ سلیم کی یہی کتاب تھی ان مرویات میں نہج البلاغۃ کے مذکورہ بالا کلام کے علاوہ حسب ذیل تین کلام اور ملتے ہیں۔

۱۔ انّ اخوف ما اخاف علیکم اثنان اتباع الهوٰی وطول الامل ------ الخ	مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے بارے میں دو چیزوں کا ہے۔ خواہشات کی پیروی اور طول امل۔

(نہج : ۱/۵۸)

۵۔ رجال کشی : ۶۹

۲۔ انما بدء وقوع الفتن اهواء تتّبع واحکام مبتدع ------- الخ (نهج البلاغة : ۶۲/۱)
بیشک فتنوں کے رونما ہونے کا مبدء وہ خواہشات ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ احکام ہیں جو تراشے جاتے ہیں۔

۳۔ بنی الکفر علی اربع دعائم علی التعمّق والتنازع والزیغ والشقاق۔
کفر کی بنیاد چار ستونوں پر ہے، کُرید، جھگڑا، کجی اور اختلاف۔ (نهج : ۷۹/۲)

یہ تینوں کلام بالترتیب فروع کافی کتاب الروضہ : ۲۹ اور اصولِ کافی : ۲۴۲ میں حسب ذیل سلسلۂ سند کے ساتھ مروی ہیں۔

علی بن ابراهیم بن هاشم عن ابیه، عن حمّاد بن عیسٰی، عن ابراهیم بن عمر الیمانی عن ابان بن ابی عیاش عن سلیم بن قیس الهلالی۔

مولانا سیّد سبط الحسن ہندی نے لکھا ہے کہ اس کتاب کے قدیمی مخطوطات عراق و ایران اور ہندوستان کے بعض کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ حال ہی میں یہ کتاب نجف کے مطبع حیدریّہ سے شایع بھی ہوگئی ہے[۱]۔

۴۔ عبید اللہ بن ابی رافع متوفی ۱۱۱ھ

امیرالمومنین علیہ السلام کے مخصوص کاتب تھے۔ انھوں نے اپنے والد ابورافع اور اپنی والدہ سلمٰی، ابوہریرہؓ اور شعبہ ابن مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے احادیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے چاروں بیٹوں ابراہیم و عبداللہ و محمد و معتمر نیز حسن بن محمد بن الحنفیہ، علی بن الحسین بن علی، سالم ابوالنصر، ابن المنکدر، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین، بسر بن سعید، حکم بن عیتبہ، اعرج، عبداللہ بن الفضل الہاشمی، عاصم بن عبیداللہ، زبیر و معاویہ بن عبداللہ بن جعفر، جعفر بن محمد بن علی بن الحسین وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔

ابوحاتم رازی اور خطیب نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ نیز ابن حبان نے بھی ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا ہے[۲]۔

امیرالمومنین کے ہمراہ جنگ نہروان میں ان کی موجودگی ملتی ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ان سے امیرالمومنین علیہ السلام کا قول "کلمة حق یراد بها الباطل" روایت کیا ہے جو آپ نے اسی موقع پر خوارج کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے[۳]۔ نہج کے بیشتر خطوط و وصایا کے کاتب یہی ہیں۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد الثقفی نے "کتاب الغارات" میں امیرالمومنینؑ کا عہد محمد بن ابی بکر کے نام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ وکتب عبید الله بن ابی رافع مولی رسول الله لغرة شهر رمضان سنة ست وثلاثین۔ (شرح ابن ابی الحدید)

---

[۱] منہاج نہج البلاغة : [۲] طبقات ابن سعد : ۱۹۰/۵، تہذیب التہذیب : ۱۱/۷ – [۳] تاریخ خطیب بغدادی : ۳۰۵/۱۰

یہ عہد عبیداللہ بن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے غرہ ماہ رمضان ۳۶ھ میں لکھا تھا۔
نہج کا حسب ذیل کلام آداب کتابت میں ان ہی سے واقع ہوا ہے:

الق دواتك واطل جلفة قلمك و	اپنی سیاہی کو رواں کر اور قلم کے میدان کو وسعت دے
فرّج بين السطور وقرمط بين الحروف	اور بین السطور کو کشادہ رکھ، کیونکہ اس طریقہ سے لکھنا
فان ذلك اجدر بصباحة الخط۔	زیبائش خط کے لیے ضروری ہے۔

(نہج البلاغۃ: ۱۱۳/۲)

شیخ ابوجعفر طوسی نے ان کی تصانیف سے "کتاب قضایا امیرالمومنینؑ" کی روایت کی ہے[۱]، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی امیرالمومنین علیہ السلام کے قضایا کو جمع کیا تھا۔

۵۔ عبیداللہ بن الحرالجعفی

امیر معاویہؓ کے طرفداروں میں تھا، لیکن واقعۂ کربلا کے بعد اس نے ابن زیاد کی نوکری چھوڑ دی اور کربلا پہنچ کر امام حسینؑ کی زیارت کی۔ اس موقع پر اس نے ایک دردناک مرثیہ کہا ہے جس کو طبری نے اپنی تاریخ جلد ۶ میں پورا نقل کیا ہے۔
نجاشی نے اس کے تذکرہ میں لکھا ہے: "له نسخة يرويها عن امير المؤمنين عليه السّلام" اس کی تصانیف سے ایک کتاب ہے جو اس نے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے[۲]۔

۶۔ ابوعبداللہ جابر بن یزید الجعفی متوفی ۱۲۸ھ

کوفہ کے کبار محدثین میں تھے۔ انھوں نے ائمۂ اہلِ بیت میں امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام دو اماموں کی صحبت اٹھائی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے انھوں نے پانچ ہزار ایسی احادیث کی روایت کی ہے جو سوائے جابر کے اور کسی سے مروی نہیں۔
عبدالعزیز کشی نے عبدالحمید بن ابی العلاء سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ولید جب قتل ہوا تو میں مسجد میں گیا۔ دیکھا کہ لوگ مجتمع ہیں۔ میں جب اس مجمع کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ جابر جعفی سرخ ریشم کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں:

"حدثني وصى الاوصياء ووارث علم الانبياء محمّد بن على عليه السلام"

لوگوں نے جب یہ سُنا تو کہنے لگے: "جُنّ جابر جُنّ جابر" یعنی جابر کو جنون ہوگیا ہے[۳]۔

---

[۱] فہرست طوسی: ۲۰۲۔ [۲] رجال نجاشی: ۶۔ [۳] رجال کشی: ۱۲۷۔

مؤلف شذرات الذہب ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

انہ کان کبار المحدثین بالکوفۃ روٰی عن ابی الطفیل ومجاھد و وثقہ وکیع وضعفہ آخرون[1]۔

جابر جعفی کوفہ کے کبار محدثین میں تھے۔ انھوں نے ابوالطفیل اور مجاہد سے احادیث کی روایت کی ہے، وکیع نے ان کو ثقہ کہا ہے، لیکن دوسرے محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے۔

سفیان ثوری کا قول ہے کہ جابر جعفی صدوق فی الحدیث ہیں، لیکن ان میں تشیع ہے۔ دوسری روایت میں انہی سفیان ثوری کا یہ قول ملتا ہے کہ میں جابر سے زیادہ حدیث کے معاملے میں اورع نہیں دیکھا[2]۔

نجاشی نے ان کی تصانیف میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) کتاب التفسیر
(۲) کتاب الفضائل
(۳) کتاب الجمل
(۴) کتاب الصفین
(۵) کتاب النہروان
(۶) کتاب مقتل امیرالمومنینؑ
(۷) کتاب مقتل الحسینؑ[3]

ان کتابوں میں نہج کے بشیتر مندرجات کا پایا جانا یقینی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کے ذکر میں جتنے کلام مذکور ہیں وہ سب جابر ہی کی روایت سے ہیں۔ ان کے علاوہ حسب ذیل کلام بھی نصر بن مزاحم نے کتاب الصفین (شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۱/۱۸۰) میں ان سے روایت کیا ہے۔

قد استطعموکم القتال فاقروا علی مذلۃٍ وتاخیر محلۃٍ اوروّوا السیوف من الدّماء ترووا من الماء۔ (نہج البلاغۃ : ۱/۶۲)

انھوں نے تم سے جنگ کا لقمہ طلب کیا ہے۔ اب یا تو تم ذلت پر جم جاؤ اور پیچھے ہٹ لو، اور یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر خود اپنی پیاس پانی سے بجھا لو!

---

[1] شذرات: ۱/۱۰۵۔ [2] رجال کشی: ۱۲۷۔ [3] رجال نجاشی: ۹۴۔

۷- محمّد بن قیس ابو نصر الاسدی متوفی تقریباً سنہ ۱۴۸ھ

امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں تھے۔ انھوں نے شعبی، علی بن ربیعہ، ابوالضحیٰ، محارب بن دثار، بشیر بن یسار وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نیز ان سے روایت کرنے والوں میں وکیع، ابونعیم اور احمد بن محمد بن حنبل جیسے اکابر کے نام ملتے ہیں۔ ابن ابی حاتم رازی نے لکھا ہے کہ وکیع جب ہم سے محمد بن قیس کی سند سے حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ ثقات میں ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن احمد بن حنبل کا قول ہے کہ میں اپنے باپ سے محمد بن قیس الاسدی کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا بیشک وہ ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی نے ان کی توثیق کی ہے[۱]۔

نجاشی نے ان کی تصانیف میں "کتاب القضایا" کی روایت کی ہے[۲]۔

۸- محمّد بن قیس ابو عبداللہ البجلی

انھوں نے ائمۂ اہل بیتؑ میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نجاشی نے ان کی تصانیف میں بھی "کتاب القضایا" کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ عاصم بن حمید الحناط اور یوسف بن عقیل نیز خود ان کے بیٹے عبید نے ان سے اس کتاب کی روایت کی ہے۔

(رجال نجاشی: ۲۲۶)

۹- ابو محمّد مسعدہ بن صدقۃ العبدی الکوفی

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ذی اختصاص اصحاب میں تھے۔ نہج کے متعدد خطبے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیں۔ ان میں بیشتر کے راوی آپ ہی ہیں۔ انھوں نے بھی ایک کتاب "خطب امیرالمومنین" مرتب کی تھی جس کو نجاشی نے روایت کیا ہے۔

(رجال نجاشی: ۲۹۵)

---

[۱] کتاب الجرح والتعدیل: ۴/۲/۶۲۔ [۲] رجال نجاشی: ۲۲۹۔

۱۰۔ ابو محمد مصبح بن الهلقان بن علوان العجلی

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ ان کی تصانیف میں ایک کتاب "کتاب الجمل" کا نام ملتا ہے۔
(رجال کشی: ۲۹۸)

۱۱۔ ابو یعقوب اسمٰعیل بن مہران بن محمد بن ابی نصر السکونی الکوفی

متوفی بعد ۱۴۸ھ

نجاشی نے ان کو ثقہ اور معتمد اصحاب میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے: "روی عن جماعۃ من اصحابنا عن ابی عبد اللہ ع"۔
ابو عمرو الکشی نے ان کو امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں بتایا ہے۔ طوسی نے ان کی تصانیف میں کتاب "خطب امیر المومنین ع" کا ذکر کیا ہے۔

(ابن ندیم: ۳۱۳ و لسان المیزان: ۱/ ۳۹۴ و فہرست طوسی: ۹۱ و نجاشی: ۱۹ و منہج ورق ۱۴۱ الف)

۱۲۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن مخنف الازدی متوفی ۱۵۷ھ

دوسری صدی ہجری کا مشہور اور بلند پایہ مؤرخ ہے۔ اس کے دادا مخنف بن سلیمان حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں تھے[۱]۔
ابن ندیم نے اس کی مصنفات میں ۳۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے، جن میں حسب ذیل کتابیں اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہیں[۲]:

۱۔ کتاب الجمل۔ ۲۔ کتاب الصفین
۳۔ کتاب النہروان ۴۔ کتاب الغارات
۵۔ کتاب مقتل علی ۶۔ کتاب الشوریٰ و مقتل عثمان

ان کتابوں میں امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات وغیرہ کا خاصی تعداد میں منقول ہونا یقینی ہے۔ اور اگر یہ تمام کتابیں آج موجود ہوتیں تو نہج البلاغۃ کا بہت بڑا حصہ روشنی میں آ سکتا تھا، پھر بھی طبری نیز دیگر مؤرخین کے سامنے اس کی تصانیف کا بیشتر سرمایہ تھا۔ اس لیے ان کے یہاں جگہ جگہ ابو مخنف کے مرویات ملتے ہیں۔ ان میں نہج کے مندرجات کی خاصی تعداد ہے۔ چنانچہ زید بن وہب، جندب بن عبداللہ وغیرہ کے ذکر میں بعض اقتباسات سابق میں گزرے، ان میں بیشتر کا راوی یہی ابو مخنف ہے۔ ان کے علاوہ حسب ذیل خطبے بھی اس سے مروی ہیں۔

۱۔ الحمد للہ وان اتی الدھر بالخطب الفلوح — تمام تعریفیں اللہ کے لیے سزاوار ہیں، اگرچہ زمانہ

---

[۱] معجم الادباء: ۱۷/ ۴۱ - [۲] فہرست ابن ندیم: ۱۳۶

والحدث الجلیل ــــ الخ (نہج: ۵۳/۱) کیسے ہی گراں بار کام اور عظیم حادثات سر پر ڈالے۔

۲۔ کلمۃ حق یراد بہا الباطل۔ (نہج: ۵۷/۱) بات حق ہے مگر اس کا مفہوم باطل لیا جا رہا ہے۔

یہ دونوں کلام ابو مخنف نے عبدالملک بن ابی حرۃ الجعفی[1] سے روایت کیے ہیں، جن کو طبری نے اپنی تاریخ: ۴۲/۶ اور ۴۸/۶ میں نقل کیا ہے۔

۳۔ امیرالمومنینؑ کا خط جو آپ نے اپنے دو امراء لشکر کے نام تحریر فرمایا ہے۔

وقد امرت علیکما وعلی من فی حیزکما مالک بن الحارث الاشتر فاسمعا لہ واطیعا ــــ الخ۔ (نہج: ۸/۲)

میں نے تم دونوں پر اور ان لوگوں پر جو تمہاری کمان ہیں، مالک بن حارث اشتر کو امیر بنایا ہے۔ پس تم دونوں اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

یہ خط ابو مخنف نے خالد بن قطن الحارثی[2] سے روایت کیا ہے۔ جس کو طبری نے تاریخ: ۲۳۸/۵ میں نقل کیا ہے ــــ ابو مخنف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو امرائے لشکر زیاد اور شریح (بن ہانی) ہیں۔

۴۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا خط محمد بن ابی بکر کے نام:۔

امابعد، فقد بلغنی موجدتک من تسریح الاشتر الی عملک ــــ الخ (نہج: ۳۲/۲)

بعدازاں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس بات سے دل گرفتہ ہو کہ تمہارے کام پر اشتر کو بھیج دیا گیا ہے۔

یہ خط ابو مخنف نے فضیل بن خدیج کی سند سے مولی الاشتر کی زبانی روایت کیا ہے ــــ ملاحظہ ہو تاریخ طبری: ۵۵/۶۔

۵۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا خط عبداللہ بن عباس کے نام جو آپ نے محمد بن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

امّابعد، فانّ مصر قد افتتحت ومحمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ قد استشہد ــــ الخ (نہج البلاغۃ: ۳۲/۲)

بعدازاں، مصر فتح ہو گیا اور محمد بن ابی بکر اللہ ان پر رحم کرے۔ شہید کر ڈالے گئے۔

---

[1] ابن ابی حاتم رازی نے راویانِ حدیث میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے اپنے والد ابو حرہ کے واسطے سے حضرت عمر سے حدیث کی روایت کی ہے اور اس سے وکیع نے عبداللہ بن الولید بن عبداللہ المزنی کے واسطے سے روایت کی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ۳۴۸/۲/۲)۔

[2] خالد بن قطن نے امیرالمومنین علیہ السلام سے بطریق ارسال اور شعبی سے براہ راست روایت کی ہے اور ان سے عمرو بن یحییٰ عمرو بن سلمہ الہمدانی اور مصعب بن قیس نے۔ کتاب الجرح والتعدیل: ۳۴۷/۱/۲۔

یہ خط مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ : ۶/ ۹۳ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابو مخنف سے نقل کیا ہے ۔

قال ھشام عن ابی مخنف ، قال وحدثنی الحارث بن کعب بن فقیم بن جندب عن عبد اللہ بن فقیم عمّ الحارث بن کعب ۔	ہشام نے بہ حوالہ ابو مخنف ، حارث بن کعب ، عبد اللہ بن فقیم نے حارث کے چچا سے وہ روایت کی ہے ۔

۶۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط عقیل بن ابی طالب کے نام ۔

فسرحت الیہ جیشا کثیفا من المسلمین فلما بلغہ ذلک شمر ھاربا	میں نے اس کی طرف مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر بھیجا ، جب اس کی اطلاع ملی تو بھاگ کھڑا ہوا ۔
الخ (نہج : ۲/ ۳۳)	

یہ خط مکمل صورت میں ابو الفرج اصفہانی نے اغانی : ۱۵/ ۴۴ میں مع عقیل کے خط کے حسب ذیل سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

حدثنا محمد بن العباس الیزیدی ، قال حدثنی عبد اللہ بن محمد ، قال حدثنی جعفر بن بشیر ، قال حدثنی صالح بن یزید الخراسانی عن ابی مخنف عن سلیمان بن ابی راشد عن ابی الکنود عبد الرحمٰن بن عبید ۔

اس خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جامع نہج البلاغۃ نے اس کا صرف آخری حصّہ اپنے انتخاب میں لیا ہے ۔

۷۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط اہل مصر کے نام ۔

من عبد اللہ علیؑ امیر المومنینؑ الی القوم الذین غضبوا للہ حین عصی فی امرہ .... الخ (نہج : ۲/ ۳۴)	اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے ، ان لوگوں کے نام جو اللہ کے لیے غضبناک ہوئے ، اس وقت جب کہ اس کی نافرمانی کی گئی ۔

یہ خط بھی طبری نے اپنی تاریخ : ۶/ ۵۵ میں حسب ذیل طریقہ پر ابو مخنف سے روایت کیا ہے ۔

قال ابو مخنف ، حدثنی فضیل بن خدیج عن مولی الاشتر قال لما ھلک الاشتر وجدنا فی ثقلہ رسالۃ علی الی اھل مصر ۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج نے مولیٰ الاشتر کی زبانی بیان کیا کہ اشتر کے انتقال کے بعد ہم کو ان کے سامان میں علی بن ابی طالب کا یہ خط جو اہل مصر کے نام ہے ، ملا تھا ۔

اس مقام پر طبری نے یہ پورا خط قدرے لفظی تغیّر کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

۸۔ امیر المومنین علیہ السلام کا خط اپنے کسی عامل کے نام ۔

امّا بعد، فانّك ممّن استظھر به علیٰ اقامة الدّین واقمع به نخوة الاثیم (نہج: ۲/ ۴۱)

بعدازاں، تم ان لوگوں میں ہو جن سے میں امن کے قائم کرنے میں مدد لیا کرتا ہوں، اور جن کے ذریعہ گناہگار کی نخوت کا قلع قمع کرتا ہوں۔

یہ خط ابو مخنف نے یزید بن ظبیان ہمدانی کی روایت سے نقل کیا ہے، عامل کا نام جامع نے اگرچہ ذکر نہیں کیا، لیکن ابو مخنف نے اس کی تصریح کر دی ہے اور لکھا ہے کہ یہ خط امیرالمومنین علیہ السّلام نے مالک اشتر کو لکھا تھا جبکہ وہ نصیبین میں تھے۔ (طبری: ۶/ ۵۴)

۱۳- ابو اسحٰق ابراہیم بن الحکم بن ظہیر الفزاری الکوفی

یہ قاضی شریک متوفی ۱۷۷ھ کے شاگرد ہیں۔ انھوں نے بھی "خطب امیرالمومنین" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی جس کو نجاشی نے روایت کیا ہے[۵۱]۔

۱۴- ابو اسحٰق ابراہیم بن سلیمان بن عبداللہ النہمی الکوفی الخزاز

مؤلف لسان المیزان نے ان کو ابراہیم الفزاری کا شاگرد بتایا ہے۔ نجاشی اور یاقوت حموی نے ان کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں "کتاب الخطب" بھی ہے[۵۲]۔

۱۵- ابو القاسم منذر بن محمد المنذر بن سعید بن ابی الجہم القابوسی

دوسری صدی ہجری کے جامعین کلام میں ہیں۔ نجاشی نے ان کی تصانیف میں کتاب الجمل، کتاب صفّین، کتاب النہروان کی روایت کی ہے[۵۳]۔

۱۶- ابو الحسن معلّٰی بن محمد البصری

متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں ایک کتاب "قضایا امیرالمومنین" بھی ہے۔ (نجاشی: ۲۹۷)

۱۷- ابو الفضل محمّد بن احمد بن ابراہیم بن سلیم الجعفی الکوفی المعروف بالصابونی

زیدالملک تھے، لیکن بعد میں مسلک امامیہ کے پابند ہو گئے تھے۔ انھوں نے ایک کتاب "خطب امیرالمومنین" کے نام

---

۵۰ فہرست طوسی: ۱۱ و نجاشی: ۱۱۔ ۵۱ فہرست طوسی: ۱۳۔ نجاشی: ۱۴۔ منہج المقال ورق ۸ ب، لسان المیزان: ۱/ ۴۶۔ معجم الادبا: ۱/ ۱۶۲۔ ۵۳ نجاشی: ۲۹۷۔

سے تصنیف کی تھی [۱]۔

۱۸۔ ابو زید عمّارہ بن زید الخیوانی الہمدانی

متعدد کتابیں تالیف کی ہیں جن میں کتاب المغازی، کتاب حروب امیر المومنینؑ، کتاب مقتل امیر المومنینؑ زیر نظر موضوع پر قابل ذکر ہیں [۲]۔

۱۹۔ ابو القاسم ہارون بن مسلم بن سعد الکاتب الموجود فی القرن الثانی

انھوں نے ائمۂ اہل بیت میں امام موسیٰ کاظم اور امام رضا علیہما السّلام کی صحبت اٹھائی ہے۔ اور ان دونوں سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نجاشی نے ان کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں کتاب الخطب، اور کتاب المغازی خاص اہمیت رکھتی ہیں [۳]۔ اس کے علاوہ امیر المومنین کا مشہور عہد جو آپ نے مالک اشتر کو لکھا ہے اس کے سلسلۂ رواۃ میں بھی ان کا نام ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی انھوں نے محفوظ کیا تھا۔

۲۰۔ ابو المنذر ہشام بن محمّد بن السائب الکلبی متوفی ۲۰۶ھ

تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ مؤرخین میں ہے۔ نجاشی اور ابن ندیم نے اُس کی مصنفات کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ ان میں کتاب الجمل، کتاب الصفین، کتاب النہروان، کتاب الغارات، کتاب مقتل امیر المؤمنینؑ، کتاب الحکمین، کتاب الخطب، خاص طور سے قابل ذکر ہیں [۴]۔

افسوس ہے کہ یہ تمام کتابیں اب مفقود ہیں۔ ورنہ نہج البلاغۃ کے مندرجات کا ایک بڑا حصّہ روشنی میں آسکتا تھا۔ کیونکہ ان تمام کتابوں میں امیر المومنین علیہ السّلام کے خطبات و وصایا اور مکاتیب کی خاصی تعداد کا منقول ہونا متوقع ہے۔ نیز کتاب الخطب تو خاص اسی موضوع پر ہے۔ طبری اور مسعودی وغیرہ مؤرخین کے زمانہ تک یہ کتابیں اہل علم میں عام طور سے متداول تھیں۔ چنانچہ ان کے یہاں بکثرت مرویات کلبی کے حوالہ سے ملتی ہیں۔

بہر حال نہج کے حسب ذیل پانچ کلام اس کی روایت سے مختلف کتابوں میں ملتے ہیں:۔

۱۔ واللہ لو وجدتہ، قد تزوج بہ النساء وملک بہ الاماء لرددتہ فان	بخدا! اگر میں جاگیروں کو ایسی حالت میں بھی پاتا کہ ان سے عورتوں کی شادیاں کر دی گئیں اور باندیاں خریدی

---

[۱] نجاشی: ۲۹۸۔ [۲] نجاشی: ۲۹۷۔ [۳]، [۴] نجاشی: ۳۰۷ [۵] رجال نجاشی: ۳۰۳۔

فی العدل سعة ومن ضاق علیه العدل فالجور علیه اضیق۔ (نہج البلاغة: ۱/۳۱)

جا چکیں۔ تب بھی واپس لے لیتا، کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس پر عدل و انصاف تنگ ہو جائے تو ظلم اس پر اور بھی تنگ ہوگا۔

اس کلام کے بارے میں ابن ابی الحدید نے اپنی شرح: ۱/۵۰ میں لکھا ہے۔

رواہ الکلبی عن ابن عباس مرفوعاً ——— اس کو کلبی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

۲۔ عمرو عاص کے ذکر میں امیر المومنین علیہ السلام کا کلام۔

عجبا لابن النابغة یزعم لاهل الشام ان فی دعابة وانی امرء تلعابة اعافس واعارس ——— الخ

(نہج البلاغة: ۱/۹۰)

ہمیں، نابغہ کے بچے پر تعجب ہے کہ وہ اہل شام کو یہ کہہ کر بھڑکاتا ہے کہ میرے اندر مزاح ہے اور میں ایک کھیل کود کا آدمی ہوں۔ ——— الخ

یہ پورا کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے عیون الاخبار: ۱/۱۶۴ میں کلبی ہی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

۳۔ امیر المومنینؑ کا خط عبداللہ بن عباس کے نام۔

اما بعد، فان مصر قد افتتحت ومحمد بن ابو بکر رحمه الله قد استشهد ...... الخ

بعد ازاں، مصر فتح ہو گیا اور محمد بن ابی بکر اللہ اُن پہ رحم کرے ما شہید ہو گئے۔

یہ خط مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ: ۶/۹۳ میں کلبی کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد ابومخنف کے ذکر میں ملاحظہ ہوں۔

۴۔ امیر المومنین علیہ السلام کا عہد نامہ جو آپ نے ربیعہ اور یمن کے درمیان لکھا تھا، جامع نے یہ عہد نامہ اسی کے خط سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اس کی ابتدا میں انھوں نے لکھا ہے:۔

"وحلف له علیه السلام کتبه بین ربیعه والیمن ونقل من خط هشام بن الکلبی" (نہج: ۲/۷۴)

——— امیر المومنین علیہ السلام کا حلف ربیعہ اور یمن کے درمیان جو ہشام بن الکلبی کے خط سے نقل کیا گیا ہے۔

۵۔ یا دنیا، یا دنیا، الیک عنّی ——— الخ (نہج: ۲/۸۳)

یہ کلام معہ ضرار کے پورے واقعہ کے تمام ارباب سیر نے کلبی ہی کی روایت سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ضرار کے ذکر میں گزرا۔

٢١- ابُوعبداللہ محمّد بن عمر الواقدی المدنی متوفی ٢٠٧ھ

تیسری صدی کا بلند پایہ مؤرخ ہے۔ ابن ندیم نے اس کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جن میں کتاب الجمل، کتاب الصفّین، اور کتاب السنت والجماعت و ذم الھوٰے وترک الخوارج فی الفتن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں کتاب الجمل کا حوالہ سیّد رضی نے دو مقام پر دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغۃ کی تالیف کے وقت یہ کتاب بھی ان کے سامنے تھی۔[١]

٢٢- ابُوالقاسم عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی الحسنی الرازی المتوفی ٢٥٠ھ

امام رضا علیہ السّلام کے اصحاب اور تلامذہ میں تھے۔ انھوں نے بھی ایک کتاب خطب امیرالمومنین علیہ السلام کے نام سے تصنیف کی تھی۔ جس کو نجاشی نے روایت کیا ہے۔

نہج کے حسبِ ذیل اقوال اُن سے مروی ہیں:-

١- بئس الزاد الی المعاد العدوان علی العباد۔ (نہج : ٢/١٠١)	آخرت کی طرف سب سے بُرا توشہ بندوں پر ظلم کرنا ہے۔
٢- قیمۃ کل امرءٍ ما یحسنہ۔ (نہج : ٢/٨٤)	ہر آدمی کی قیمت اس کا نیک عمل ہے۔
٣- المرء مخبوء تحت لسانہ۔ (" : ٢/٩٤)	انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔
٤- ماھلك امرءٌ عرف قدرہ۔ " : ٢/٩٤)	وہ آدمی ہلاک نہیں ہوا، جس نے اپنی قدر کو پہچان لیا۔
٥- وقد خاطر من استغنیٰ برائہٖ۔ (" : ٢/١٠٠)	جس شخص نے اپنی رائے پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا۔
٦- قلّۃ العیال احد الیسارین۔ (" : ٢/٩٣)	عیال کی کمی دو آسانیوں میں سے ایک ہے۔

مذکورہ بالا تمام اقوال شیخ صدوق متوفی ٣٨١ھ نے اپنی امالی : مجلس ٩٦ میں حسبِ ذیل طریقہ پر ان سے روایت کیے ہیں:-

"حدثنا علی بن موسیٰ قال حدثنا محمّد بن ھارون الصوفی، قال حدثنا ابو تراب عبیداللہ بن موسیٰ الرویانی عن عبدالعظیم بن عبداللہ الحسن، قال قلت لابی جعفر محمّد بن علی الرضا یابن رسول اللہ حدثنی بحدیث عن آبائك فقال حدثنی ابی عن جدّی عن آبائہ قال قال امیرالمومنین" ------------------ الخ

---

[١] ابن ندیم : ١٤٤ - ٥٤

۲۳۔ علی بن عبیدہ الریحانی!

خلیفہ عباسی مامون الرشید کے باختصاص مصاحبین اور اپنے زمانہ کے فصیح وبلیغ لوگوں میں تھا۔ ابن ندیم نے اس کی مصنفات میں تقریباً ۵۵ کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں کتاب الخطب اور کتاب الجمل اس موضوع پر قابل ذکر ہیں[۱]۔

۲۴۔ ابوعبیدہ مُعمّر بن المثنیٰ متوفی ۲۱۰ھ

دوسری صدی ہجری کا مشہور ادیب وماہر لغت وانساب اور راوی اخبار ہے۔ اس نے سب سے پہلے غریب الحدیث پر کتاب لکھی ہے۔ ابن المدینی کا قول ہے کہ ابوعبیدہ کی روایت صحیح ہے، اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس سے روایت کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ابوعبیدہ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام ابوحاتم سجستانی، عمر بن شبّۃ النمیری خاص اہمیت رکھتے ہیں[۲]۔

ابن ندیم نے اپنی فہرست میں اس کے مصنفات کی ایک طویل فہرست دی ہے جن میں حسب ذیل کتابیں قابل ملاحظہ ہیں۔

۱۔ کتاب غریب الحدیث
۲۔ کتاب الجمل
۳۔ کتاب الصفین
۴۔ کتاب الغارات
۵۔ کتاب مقتل عثمان

مذکورہ بالا کتابوں میں امیرالمومنینؑ کے خطبات وغیرہ کے معتدبہ حصہ کا درج ہونا یقینی ہے۔ خصوصاً وہ خطبے اور خطوط جو آپ نے جنگ جمل اور صفین کے دوران میں بیان فرمائے ہیں۔ یا اپنے امرائے لشکر کو لکھے ہیں۔ اب اگرچہ یہ کتابیں مفقود ہیں لیکن دوسری کتابوں میں اس کے مرویات جو کچھ ملتے ہیں ان میں نہج کے حسب ذیل خطبات بھی ہیں۔

۱۔ شغل من الجنّة والنار امامه ساع سریع نجا۔ وطالب بطیئ رجاء ومقصّر فی النار هوی ...

(نہج: ۱/۳۳)

جس شخص کے سامنے جنت ودوزخ ہو وہ گناہوں سے بہت دور ہے۔ حق کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑنے والا بے شک رستگار ہے۔ اور وہ شخص جو حق کا طالب ہے مگر سست قدم ہے۔ اس کے لیے بھی نجات کی امید ہے۔

یہ خطبہ عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے حسب ذیل طریقہ پر ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے:۔

---

[۱] فہرست ابن ندیم: ۱۰۳، ومعجم الادباء: ۱۵/۹۔ [۲] معجم الادباء: ۱۹/۱۶۲ [۳] ابن ندیم: ۷۹

"وقال ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ، اوّل خطبۃ خطبہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حمد اللہ واثنیٰ علیہ وصلی علی نبیہ ثم قال اما بعد—————————"

ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ سب سے پہلا خطبہ جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان دیا پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجا، اس کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔—————

۱۔ ما اصف من دار اولھا عناء وآخرھا فناء فی حلالھا حساب وفی حرامھا عقاب ——— الخ۔ (نہج: ۱/۸۱)

اس گھر کی کیا صفت بیان کروں جس کی ابتدا تکلیف ہے اور انتہا فنا جس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔

یہ کلام ابو اسمٰعیل القالی نے اپنی امالی: ۲/۱۲۲ میں حسب ذیل اسناد کے ساتھ ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے:۔

۲۔ وحدثنا ابو بکر رحمہ اللہ (ابن درید) قال حدثنا ابو حاتم عن ابی عبیدہ قال سأل رجل علیؑ بن ابی طالب قال صف لنا الدنیا فقال ما اصف من دار ——————— الخ

ہم سے ابوبکر رحمہ اللہ (ابن درید) نے ابو حاتم کی سند سے ابو عبیدہ کی زبانی بیان کیا کہ ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دنیا کے بارے میں سوال کیا اس پر آپ نے یہ کلام ارشاد فرمایا: "میں اس گھر کی کیا صفات بیان کروں؟"——

۳۔ قرنت الھیبۃ بالخیبۃ والحیاء بالحرمان۔ (نہج: ۲/۶۸)

ڈر ناکامی سے ملا ہوا ہے اور شرم محرومی سے

الحکمۃ ضالۃ المؤمن فخذ الحکمۃ ولو من اھل النفاق۔

دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ پس دانائی کو حاصل کرو۔ اگرچہ اہل نفاق ہی سے

مذکورہ دونوں اقوال بھی ابو اسمٰعیل قالی نے امالی: ۱/۱۹۷ میں مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ ابو عبیدہ سے روایت کیے ہیں۔ مگر اس میں ان کی نسبت امیر معاویہ کی طرف دی گئی ہے۔

۲۵۔ ابو المفضل نصر بن مزاحم المنقری الکوفی العطّار متوفی ۲۱۲ھ

تیسری صدی کا مشہور مؤرخ ہے۔ نجاشی نے اس کی تصانیف میں کتاب صفین، کتاب الجمل، کتاب النہروان، کتاب الغارات وغیرہ کی روایت کی ہے[۵۱]۔ ان سب کتابوں میں امیر المومنین کے بیشتر خطبات اور خطوط کا پایا جانا یقینی ہے۔ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں متعدد مقامات پر اس کی کتاب الصفین سے امیر المومنین کے بکثرت خطبے اور اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ کتاب شایع ہو گئی ہے۔

---

۵۱ نجاشی: ۳۰۲، منہج ورق ۳۶۲۔ الف۔

۲۶۔ اسحاق بن بشر متوفی

۲۱۸ھ

اصحاب سیر میں اس کا شمار ہے۔ ابن ندیم نے اس کی تصانیف میں بھی کتاب الجمل اور کتاب الصفین کا ذکر کیا ہے۔

(ابن ندیم: ۱۳۷)

۲۷۔ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۴ھ

تیسری صدی کا مشہور مؤرخ ہے۔ ابن ندیم نے اس کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں کتاب خطب علی، کتاب خطب علی وکتبہ الیٰ عمالہ، کتاب الردہ، کتاب الجمل، کتاب الغارات، کتاب النہروان، کتاب الخوارج زیر نظر موضوع پر قابل ذکر ہیں۔ (ابن ندیم: ۱۴۹ ومعجم الادباء: ۱۲۴/۹)

۲۸۔ اسمٰعیل بن عیسیٰ البغدادی العطار متوفی ۲۳۲ھ

اصحاب سیر میں شمار ہے۔ حسن بن علویۃ العطار اور حسین بن محمد بن عکرمہ القطان نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن ندیم نے اس کی مصنفات میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:۔

۱۔ کتاب المبتدار
۲۔ کتاب حفر زمزم
۳۔ کتاب الردہ
۴۔ کتاب الفتوح
۵۔ کتاب الجمل
۶۔ کتاب الصفین وغیرہ۔

ان میں کتاب الجمل اور کتاب الصفین قابل لحاظ ہیں۔ (لسان المیزان: ۱/ ۴۲۶۔ ابن ندیم: ۱۵۹ ومعجم الادباء: ۲۴/۷)

۲۹۔ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ

متوفی ۲۳۵ھ

تیسری صدی کا باکمال مؤرخ اور محدث ہے۔ ابن ندیم نے اس کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں کتاب الجمل اور کتاب الصفین بھی ہے۔

(ابن ندیم: ۴۳)

۳۰۔ محمّد بن خالد بن عبدالرحمٰن بن محمّد بن علی البرقیؒ

احمد بن محمّد ابرقی مولف کتاب المحاسن کے والد ہیں۔ رجال نجاشی میں ہے۔ "کان ادیباً حسن المعرفۃ بالاخبار وعلوم العرب"۔ انھوں نے بھی ایک کتاب "خطب علی" تصنیف کی تھی۔

(رجال نجاشی: ۲۳۶)

۳۱۔ ابراہیم بن ہاشم ابواسحاق القمی

کوفہ کے رہنے والے تھے، لیکن قم میں منتقل ہوگئے تھے۔ ابوعمرو الکشی نے ان کو یونس بن عبدالرحمٰن صحابی امام رضا علیہ السلام کا شاگرد بتایا ہے۔ نجاشی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ کوفیین کی حدیث کی نشر و اشاعت کرنیوالوں میں ان کا نام سب سے پہلا ہے۔ (رجال نجاشی: ۱۲، فہرست طوسی: ۱۹)

۳۲۔ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عامر

تیسری صدی ہجری کے راویان اخبار میں ہیں۔ نجاشی نے لکھا ہے کہ ان کے جدِ اعلیٰ وہب بن عامر، امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے۔ نیز اس سے پہلے خود وہب کے والد عامر بن حسان جنگ صفین میں شہید ہوچکے تھے۔ انھوں نے اپنے والد کے واسطہ سے امام رضا علیہ السلام سے احادیث کی روایت کی ہے۔ متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں، جن میں ایک کتاب "قضایا امیر المومنینؑ" بھی ہے۔

(نجاشی: ۱۵۹)

۳۳۔ ابوالخیر صالح بن ابی حمّاد الرازی المتوفی بعد ۲۱۴ھ

امام حسن عسکری علیہ السلام متوفی ۲۶۰ھ کے اصحاب میں تھے۔ انھوں نے بھی ایک کتاب "خطب امیرالمومنین" تصنیف کی تھی، جس کو نجاشی نے روایت کیا ہے۔

(نجاشی: ۱۴۰، منہج ورق ۱۷۱ب)

۳۴- ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطہ البصری

متوفی ۲۶۲ھ

تیسری صدی ہجری کا مشہور راوی اخبار اور ادیب و فقیہہ ہے۔ یاقوت حموی نے اس کی مصنفات کی ایک فہرست دی ہے جس میں کتاب الکوفہ، کتاب البصرہ، کتاب امراءۃ المدینہ، کتاب امراء مکہ، کتاب مقتل عثمان، اس موضوع پر قابل لحاظ ہیں۔ (معجم الادبا: ۱۶/۶۲)

۳۵- ابو جعفر احمد بن محمد بن خالد بن عبد الرحمن البرقی الکوفی متوفی ۲۷۴ھ

مؤلف "کتاب المحاسن" ابن ندیم اور نجاشی نے "کتاب المحاسن" کی جو فہرست دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب تقریباً ۷۰ کتابوں پر مشتمل تھی۔ ابن ندیم لکھتا ہے۔

قرأت بخط علی بن همام قال: کتاب المحاسن، للبرقی یحتوی علی نیف وسبعین کتاباً و یقال علی ثمانین کتاباً و کانت ۴۲ کتاب عند ابی علی بن همام منها "کتاب الجمل"۔

میں نے علی بن ہمام کی تحریر پڑھی ہے، اس میں اس نے لکھا ہے کہ برقی کی کتاب المحاسن تقریباً ۷۰ کتابوں پر مشتمل تھی اور ایک قول کی بنا پر ۸۰ کتابوں پر اور ۴۲ کتابیں تو خود ابو علی بن ہمام کے پاس تھیں۔ ان میں کتاب الجمل بھی ہے۔

نجاشی نے ان تمام کتابوں کا نام بنام ذکر کیا ہے۔ جو تعداد میں ۹۰ کے قریب ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے: "هذا الفهرست الذی ذکره محمد بن جعفر بن بطه من کتاب المحاسن"۔ کتاب المحاسن کی کتابوں کی فہرست وہ ہے۔ جس کا محمد بن جعفر بن بطہ نے ذکر کیا ہے۔ ان میں کتاب الجمل اور کتاب المغازی اس موضوع پر قابل ذکر ہیں[۱]۔

کتاب المحاسن کا ایک مخطوطہ کتابخانہ رام پور میں محفوظ ہے، جو بہت مختصر ہے۔ اس میں نہج کے کئی کلام درج ہیں جن کے حوالہ سابق میں گزر چکے۔

۳۶- ابراہیم بن الحسین الکسائی الھمدانی المعروف بابن دیزیل

متوفی ۲۸۱ھ

مؤلف شذرات الذہب نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن دیزیل نے ابو مسہر اور ابو الیمان نیز ان کے طبقے سے احادیث کو سنا ہے۔ وہ حفاظ حدیث میں سب سے افضل تھا۔ ابن ناصر الدین نے اس کو ثقہ اور مامون کہا ہے[۲]۔

۱۔ ابن ندیم: ۳۰۹ و نجاشی: ۵۶۔ ۲۔ شذرات الذہب: ۲/۷۷۔

اس کی مصنفات کا ذکر کسی کتاب میں مجھ کو نہیں ملا۔ البتہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں جگہ جگہ اس کی کتاب صفین کے حوالہ اور اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

۳۷۔ ابو اسحاق ابراہیم بن محمّد بن سعید ہلال الثقفی متوفی ۲۸۳ھ

تیسری صدی کا مشہور اور باکمال مؤرخ ہے۔ یاقوت حموی اور نجاشی نے اس کی مصنفات کی ایک طویل فہرست دی ہے" جن میں حسب ذیل کتابیں زیر نظر موضوع پر قابل ذکر ہیں:۔

۱۔ کتاب المغازی
۲۔ کتاب مقتل عثمان
۳۔ کتاب بیعۃ امیر المومنین ع
۴۔ کتاب الجمل
۵۔ کتاب الصفین
۶۔ کتاب الحکمین
۷۔ کتاب النہر
۸۔ کتاب الغارات
۹۔ کتاب مقتل امیر المومنین
۱۰۔ کتاب رسائل امیر المؤمنین واخبارہ وحروبہ
۱۱۔ کتاب الخطب
۱۲۔ کتاب الشوریٰ
۱۳۔ کتاب الخطب السائرۃ
۱۴۔ کتاب الخطب المعربات

(معجم الادبا: ۲۳۲/۱)

۳۸۔ ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ الحرانی متوفی ۳۲۰ھ

اس نے اپنی مشہور کتاب 'تحف العقول' میں امیر المومنین علیہ السلام کے بکثرت خطبے اور کلام نقل کیے ہیں۔ یہ کتاب ایران میں طبع ہو چکی ہے اور عام طور پر ملتی ہے۔ اسی کتاب میں اس نے ایک جگہ لکھا ہے:

انا لو استغرقنا جمیع ما وصل الینا من خطبہ وکلامہ فی التوحید خاصۃ دون ما سواہ من المعانی لکان مثل جمیع ھٰذا الکتاب[1]۔

اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں جو ہم تک امیر المومنین علیہ السلام کے خطبے اور خصوصاً توحید میں آپ کا کلام پہنچا ہے۔ علاوہ دوسرے موضوعات کے تو وہ پوری اس کتاب کے برابر ہو گا۔

---

[1] تحف العقول: ۱۳ طبع ایران

۳۹- محمّد بن ذکریا الغلابی متوفی ۲۹۸ھ

بصرہ کے باوجاہت علما اور اصحاب سیر میں تھا۔ نجاشی نے اس کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں حسب ذیل کتابیں اس موضوع پر قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ کتاب الجمل الکبیر والجمل المختصر
۲۔ کتاب الصفین الکبیر وصفین المختصر
۳۔ کتاب النہر
۴۔ کتاب المقتل امیر المومنین

(نجاشی : ۲۴۵)

۴۰- ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی متوفی سنہ ۳۲۸ھ

چوتھی صدی ہجری کے مشہور مولف ہیں۔ ان کی کتاب "کافی" کے متعدد حوالے سابق میں گزر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک کتاب "رسائل الائمۃ" کے نام سے بھی تالیف کی تھی، جس میں امیر المومنین علیہ السلام کے متعدد خطبات اور خطوط درج تھے۔ علامہ مجلسی نے کتاب "بحار الانوار" : ۵۷/۱۷ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ نیز امیر المؤمنین کی وصیت امام حسن علیہ السلام کے نام اسی سے نقل کی ہے۔

۴۱- ابو احمد عبد العزیز بن یحییٰ بن عیسیٰ الجلودی متوفی سنہ ۳۳۲ھ

مشہور مؤرّخ ہے۔ نجاشی اور ابن ندیم نے اس کی تصانیف میں متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں حسب ذیل کتابیں اس سلسلہ میں خاص اہمیّت رکھتی ہیں:۔

۱۔ کتاب الجمل
۲۔ کتاب صفین
۳۔ کتاب الحکمین
۴۔ کتاب الغارات
۵۔ کتاب حروب علی
۶۔ کتاب خطب علی
۷۔ کتاب رسائل علی
۸۔ کتاب مواعظ علی
۹۔ کتاب ذکر کلام فی الملاحم
۱۰۔ کتاب قول علیؑ فی الشوریٰ
۱۱۔ کتاب ما بین علیؑ وعثمان من الکلام
۱۲۔ کتاب قضایا علیؑ
۱۳۔ کتاب الدعاء عن علیؑ
۱۴۔ کتاب الادب عن علیؑ۔

(رجال نجاشی : ۱۶۷ و ابن ندیم : ۱۲۷)

۴۲ - ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی

متوفی ۳۴۶ھ

مشہور مؤرخ ہے۔ اس کی مصنفات میں کتاب "اخبار الزماں"، کتاب الاوسط اور مروج الذہب کے علاوہ حدایق الاذہان فی اخبار آل محمد اور مزاھر الاخبار و طرائف الآثار بھی ہیں۔ مؤخر الذکر دو کتابوں میں اس نے امیرالمومنین علیہ السلام کے خطبے وغیرہ خاصی تعداد میں نقل کیے تھے۔ جیساکہ مروج الذہب : ۳۹/۲ میں اس نے بیان کیا ہے۔

۴۳ - ابوطالب عبیداللہ بن ابی زید احمد بن یعقوب بن نصر الانباری

متوفی ۳۵۶ھ

طوسی اور نجاشی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ۱۴۰ کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں ایک کتاب ادعیۃ الائمہ بھی ہے۔ اس میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی دعائیں بھی تھیں[51]۔

۴۴ - ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی متوفی ۳۸۱ھ

شیخ صدوق کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کتاب علل الشرائع اور معانی الاخبار نیز امالی کے بکثرت حوالے سابق میں گزر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے کتاب غریب حدیث النبیؐ و امیرالمومنین علیہما السلام اور کتاب الجمل بھی تصنیف کی تھی۔ جن کو نجاشی نے روایت کیا ہے[52]۔

۴۵ - ابوسعید منصور بن الحسین الآبی الوزیر المتوفی ۴۲۲ھ

اس نے اپنی کتاب "نثر الدرر فی المحاضرات" میں امیرالمومنین علیہ السلام کے خطبے اور اقوال وغیرہ خاصی تعداد میں نقل کیے ہیں۔ اس نے اپنی اس کتاب کا خلاصہ بھی کیا تھا جس کا نام "نثر الدرر" ہے[53]۔

۴۶ - ابوعبداللہ احمد بن ابراہیم بن ابی رافع الکوفی البغدادی

شیخ مفیدؒ کے استاد ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "الکشف فیما یتعلق بالسقیفہ" و کتاب الضیاء فی تاریخ الائمۃ" میں امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام جمع کیا تھا۔ نجاشی اور طوسی نے ان کے مولفات سے روایت کی ہے[54]۔

---

[51] فہرست طوسی: ۱۸۶ و نجاشی: ۱۶۱ و منہج المقال: ورق ۱۹۲ الف۔ [52] رجال نجاشی: ۲۷۷۔ [53] کشف الظنون: ۲/ ۱۹۳۹، فہرست کتاب خانہ عمومی: ۱۳۸، ۱۳۹۔ [54] فہرست طوسی: ۱۹ و رجال نجاشی: ۶۱ و منہج المقال: ورق ۱۲ الف۔

۴۷ - ابوالعبّاس بن یعقوب احمد الضبیری

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغة نے اس کی ایک کتاب —"کتاب فی کلام علی وخطبہ" کا ذکر کیا ہے، اور کوئی حال اس کا معلوم نہیں ہو سکا۔

(شرح ابن ابی الحدید: ۲/۲۲۰)

ماخذین کلام امیرالمؤمنین علیہ السلام

(۱) ابن ابی حاتم رازی، الشیخ ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ
کتاب الجرح والتعدیل، حیدرآباد، ۱۳۶۰ھ

(۲) ابن ابی الحدید معتزلی، ابوحامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، متوفی ۶۵۶ھ
شرح نہج البلاغۃ، طہران

(۳) ابن اثیر، الشیخ ابوالحسن علی بن محمد بن محمد، متوفی ۶۳۰ھ
اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مصر، ۱۲۸۵ھ

(۴) ابن اثیر، الشیخ ابوالحسن علی بن محمد بن محمد، متوفی ۶۳۰ھ
الکامل فی التاریخ، مصر ۱۲۹۰ھ

(۵) ابن الجوزی، الشیخ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، متوفی ۵۹۷ھ
صفۃ الصفوۃ، حیدرآباد، ۱۳۵۵ھ

(۶) ابن حجر عسقلانی، الشیخ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، متوفی ۸۵۲ھ
الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مصر ۱۳۲۳ھ

(۷) ابن حجر عسقلانی، الشیخ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، متوفی ۸۵۲ھ
تقریب التہذیب، احمدی، مطبوعہ دہلی، ۱۲۷۲ھ

(۸) ابن حجر عسقلانی، الشیخ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، متوفی ۸۵۲ھ
تہذیب التہذیب، حیدرآباد، ۱۳۲۵ھ

(۹) ابن حجر عسقلانی، الشیخ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، متوفی ۸۵۲ھ
لسان المیزان، حیدرآباد، ۱۳۳۰ھ

(۱۰) ابن خلکان، شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد البرمکی، متوفی ۶۸۱ھ
وفیات الاعیان، مصر ۱۲۷۵ھ

(۱۱) ابن درید، ابوبکر محمد بن الحسن بن درید الازدی، متوفی ۳۲۱ھ
المجتنیٰ، حیدرآباد، ۱۳۴۲ھ

(۱۲) ابن سعد، الشیخ ابوعبداللہ محمّد بن سعد الکاتب الواقدی، متوفی ۲۳۰ھ
الطبقات الکبیر، لیدن، ۱۳۲۲ھ

(۱۳) ابن عبد البرّ، الشیخ ابوعمر یوسف بن عبداللہ القرطبی، متوفی ۴۶۳ھ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدرآباد، ۱۳۳۶ھ

(۱۴) ابن عبد ربہ الاندلسی، الشیخ ابوعمر واحمد بن محمّد بن عبد ربہ، متوفی ۳۲۸ھ
العقد الفرید، قاہرہ، ۱۳۵۹ھ

(۱۵) ابن العربی، الشیخ الاکبر محی الدین محمد بن علی الطائی المالکی، متوفی ۶۳۸ھ
محاضرۃ الابرار ومسامرۃ الاخیار، مصر، ۱۲۸۲ھ

(۱۶) ابن العماد، الشیخ عبدالحی بن احمد، متوفی ۱۰۸۹ھ
شذرات الذہب، مصر

(۱۷) ابن قتیبہ دینوری، ابومحمّد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
المعارف، الاسلامیہ، ۱۳۸۳ھ

(۱۸) ابن قتیبہ دینوری، ابومحمّد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
الامامۃ والسیاسۃ، مصر، ۱۳۲۷ھ

(۱۹) ابن قتیبہ دینوری، ابومحمّد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
عیون الاخبار، قاہرہ، ۱۳۴۳ھ

(۲۰) ابن قتیبہ دینوری، ابومحمّد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
تاویل مختلف الحدیث، مصر، ۱۳۲۶ھ

(۲۱) ابن مسکویہ، ابوعلی احمد بن محمّد، متوفی ۴۲۱ھ
تجارب الامم، مصر، ۱۳۳۲ھ

(۲۲) ابن المعتز، ابوالعباس عبداللہ بن المعتز العباسی، متوفی ۲۹۶ھ
کتاب البدیع، انگلترا، ۱۳۳۵ھ

(۲۳) ابن نباتہ، الخطیب ابویحیٰ عبدالرحیم بن محمّد بن اسماعیل الفارقی، متوفی ۳۷۴ھ
دیوان خطب، بیروت، ۱۳۱۱ھ

(۲۴) ابن ندیم، محمّد بن اسحاق بغدادی، متوفی بعد ۴۰۰ھ
الفہرست، مصر، ۱۳۴۸ھ

(۲۵) ابو حنیفہ دینوری ، الشیخ احمد بن داؤد ، متوفی سنہ ۲۸۲ھ

الاخبار الطوال ، لیدن ، ۱۸۸۸ھ

(۲۶) ابو عبید ، القاسم بن سلام الہروی ، متوفی ، سنہ ۲۲۴ھ

غریب الحدیث ، نسخہ رام پور

(۲۷) ابو عبید الہروی ، احمد بن محمد الہروی ، متوفی ، سنہ ۴۰۱ھ

الغریبین ، نسخہ رام پور

(۲۸) ابو علی ، محمد بن اسماعیل بن عبد الجبار الکربلائی

منتہی المقال فی احوال الرجال ، ایران ، ۱۳۰۲ھ

(۲۹) ابو الفرج الاصفہانی ، الشیخ ابو الفرج علی بن الحسین ، متوفی سنہ ۳۵۶ھ

الاغانی ، مصر ، ۱۳۲۲ھ

(۳۰) ابو الفرج الاصفہانی ، الشیخ ابو الفرج علی بن الحسین ، متوفی سنہ ۳۵۶ھ

مقاتل الطالبیین ، طہران ، ۱۳۰۷ھ

(۳۱) ابو نعیم الاصفہانی ، الشیخ احمد بن عبد اللہ بن احمد ، متوفی ، سنہ ۴۳۰ھ

حلیۃ الاولیاء ، مصر ، ۱۳۵۱ھ

(۳۲) ابو ہلال العسکری ، الحسن بن عبد اللہ العسکری ، متوفی بعد سنہ ۳۹۵ھ

کتاب الاوائل ، نسخہ رام پور

(۳۳) استر آبادی ، مرزا محمد بن علی بن ابراہیم الاستر آبادی ، متوفی سنہ ۱۰۲۸ھ

منہج المقال فی احوال الرجال ، مکتوبہ ۱۰۴۵ھ نسخہ رام پور

(۳۴) الباقلانی ، الشیخ ابو بکر الباقلانی ، متوفی ۴۰۳ھ

(۳۵) اعجاز القرآن ، مصر ، ۱۳۱۷ھ

البرقی ، ابو جعفر احمد بن محمد بن خالد البرقی ، متوفی ، ۲۷۴ او ۲۸۰ھ

کتاب المحاسن والآداب ، مخطوطہ رام پور

(۳۶) بلاذری ، الشیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ ، متوفی ۲۷۹ھ

فتوح البلدان ، لیدن ، ۱۸۶۶ھ

(۳۷) بیہقی ، الشیخ ابراہیم بن محمد البیہقی ، متوفی سنہ ۳۲۰ھ ——— کتاب المحاسن والمساوی ، مطبعۃ السعادۃ ، مصر ، ۱۳۲۵ھ

(۳۸) التوحیدی، الشیخ علی بن محمد بن علی التوحیدی، الشہیر بابی حیان، متوفی، سنہ ۴۰۰ھ

الادب والانشاء فی الصداقة والصدیق، عامرہ مصر، ۱۳۲۳ھ

(۳۹) التوحیدی، الشیخ علی بن محمد بن علی التوحیدی، الشہیر بابی حیان، متوفی، سنہ ۴۰۰ھ

کتاب البصائر

(۴۰) الثعالبی، ابوالمنصور عبدالملک بن احمد الثعالبی، متوفی، سنہ ۴۳۰ھ

الایجاز والاعجاز، جوائب، قسطنطنیہ، ۱۳۰۱ھ

(۴۱) الجاحظ، ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ، متوفی، ۲۵۵ھ

کتاب المحاسن والاضداد، مصر، ۱۳۲۴ھ

(۴۲) الجاحظ، ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ، متوفی، ۲۵۵ھ

البیان والتبیین، مصر، ۱۳۱۱ھ

(۴۳) چلپی، ملاکاتب چلپی، متوفی، ۱۰۶۷ھ

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، لایبک، ۵۸-۱۸۳۵

(۴۴) حرانی، الشیخ ابومحمد الحسن بن علی بن شعبہ الحرانی، متوفی،

تحف العقول، ایران، ۱۳۰۳ھ

(۴۵) حلّی، حسن بن یوسف بن مطہر الحلی

خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال، طہران، ۱۳۱۱ھ

(۴۶) الخطیب البغدادی، الحافظ ابوبکر احمد بن علی، متوفی، ۴۶۳ھ

تاریخ بغداد، مصر، ۱۳۴۹ھ

(۴۷) خوانساری، الشیخ محمد باقر بن زین العابدین

روضات الجنات، ایران، ۱۳۰۷ھ

(۴۸) دمیری

حیواة الحیوان

(۴۹) ذہبی، الشیخ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، متوفی، ۷۴۸ھ ——— میزان الاعتدال، لکھنو، ۱۳۰۱ھ

(۵۰) الرضی، ابوالحسن محمد بن الحسین بن موسٰی، متوفی، ۴۰۶ھ

نہج البلاغة، بیروت

(۵۱) الرضی، ابوالحسن محمد بن الحسین بن موسیٰ، متوفی ۴۰۶ھ
خصائص الائمہ الاثنیٰ عشر، مکتوبہ ۵۵۳، نسخہ رام پور

(۵۲) الزجاجی، الشیخ ابوالقاسم، عبدالرحمن بن اسحاق البغدادی، متوفی ۳۳۷ھ
الامالی، مصر، ۱۳۲۴ھ

(۵۳) الصدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، متوفی ۳۸۱ھ
الامالی، ایران ۱۲۸۷ھ

(۵۴) الصدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، متوفی ۳۸۱ھ
معانی الاخبار، ایران، ۱۲۸۹ھ

(۵۵) الصدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، متوفی ۳۸۱ھ
علل الشرائع، ایران، ۱۲۸۹ھ

(۵۶) الصدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، متوفی ۳۸۱ھ
التوحید، ایران، ۱۳۲۱ھ

(۵۷) الطوسی، شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی، متوفی ۴۶۰ھ
الامالی، ایران ۱۳۱۳ھ

(۵۸) الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری، متوفی ۳۱۰ھ
تاریخ الامم والملوک، مصر، ۱۳۲۶ھ

(۵۹) الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری، متوفی ۳۱۰ھ
ذیل المذیل، مصر، ۱۳۲۶ھ

(۶۰) عرشی، مولانا امتیاز علی خاں عرشی
استناد نہج البلاغہ، شیخ غلام علی، لاہور، ۱۹۵۸ء

(۶۱) القالی، الشیخ ابوعلی اسماعیل بن القاسم القالی البصری، متوفی ۳۵۶ھ
الامالی، مصر، ۱۳۲۴ھ

(۶۲) کشی، ابوعمر محمد بن عبدالعزیز الکشی، متوفی ۴۵۰ھ
معرفۃ اخبار الرجال المعروف برجال الکشی، بمبئی، ۱۳۱۷ھ

(۶۳) الکلینی، ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی، متوفی ۳۲۸ھ — الکافی فی الاصول، ایران، ۱۲۷۸ھ

(۶۴) الکلینی، ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی، متوفی، ۳۲۸ھ
الکافی فی الفروع (کتاب الروضہ) نولکشور، ۱۳۰۳ھ

(۶۵) ماوردی، القاضی ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی، ۴۵۰ھ
ادب الدنیا والدین، قسطنطنیہ، ۱۲۹۹ھ

(۶۶) المبرّد، ابوالعباس محمد بن یزید المبرّد، متوفی، ۲۸۵ھ
کتاب الکامل، مصر، ۱۳۰۸ھ

(۶۷) المجلسی، محمد باقر بن محمد تقی المجلسی الاصفہانی، متوفی، ۱۱۱۰ھ
بحارالانوار، ایران، ۱۳۰۵ھ

(۶۸) المرزبانی، الشیخ ابوعبیداللہ محمد بن عمران موسٰی الکاتب، متوفی، ۳۸۴ھ
معجم الشعراء، مصر، ۱۳۵۴ھ

(۶۹) مسعودی، الشیخ ابوالحسن علی بن الحسین بن علی، متوفی، ۳۴۶ھ
مروج الذہب ومعادن الجوہر، مصر، ۱۲۸۳ھ

(۷۰) المفید، محمد بن محمد بن نعمان، متوفی، ۴۱۳ھ
الارشاد، ۱۲۹۶ھ

(۷۱) نجاشی، ابوالعباس احمد بن علی بن احمد النجاشی، متوفی، ۴۵۰ھ
کتاب الرجال، بمبئی، ۱۳۱۷ھ

(۷۲) ہنسوی، الاستاد السید سبط الحسن ہنسوی
منہاج نہج البلاغۃ، لکھنؤ

(۷۳) یافعی
مرآۃ الجنان، حیدرآباد، ۱۳۲۵ھ

(۷۴) یاقوت الحموی، الشیخ ابوعبداللہ الیاقوت بن عبداللہ، متوفی، ۶۲۶ھ
معجم الادبا (او) طبقات الادباء، مصر، ۱۹۰۷ء

کتبہ صغیر احمد خان ترابی، خوش نویس لاللیان